الهدایۃ

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی

۵۱۱-۵۹۳

جلد سوئم

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہو القادر

نام کتاب	ــــــــــ	الھدایۃ (نمبر 3)
مترجم	ــــــــــ	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ	ــــــــــ	ورڈز میکر
باہتمام	ــــــــــ	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	ــــــــــ	ستمبر 2013ء

ترتیب

كِتَابُ الْبُيُوْعِ

فصل

بَابُ خِيَارِ الشَّرْطِ

بَابُ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ

بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ

فَصْلٌ فِي أَحْكَامِهِ

بَابُ الْحُقُوقِ

بَابُ الِاسْتِحْقَاقِ

فَصْلٌ فِي بَيْعِ الْفُضُولِيِّ

بَابُ السَّلَمِ

مَسَائِلُ مَنْثُورَةٌ

كِتَابُ الصَّرْف

كِتَابُ الْكَفَالَةِ

كِتَابُ اَدَبِ الْقَاضِىْ

فَصْلٌ فِي الْحَبْسِ

بَابُ كِتَابِ الْقَاضِىْ اِلَى الْقَاضِىْ

فَصْلٌ آخَرُ

بَابُ التَّحْكِيمِ

مَسَائِلُ شَتّٰى مِنْ كِتَابِ الْقَضَاءِ

فَصْلٌ فِي الْقَضَاءِ بِالْمَوَارِيثِ

بَابُ الاِخْتِلَافِ فِی الشَّہَادَۃِ

فَصْلٌ فِی الشَّہَادَۃِ عَلَی الْاِرْثِ

بَابُ الشَّہَادَۃِ عَلَی الشَّہَادَۃِ

فَصْلٌ

کِتَابُ الرُّجُوْعِ عَنِ الشَّہَادَۃِ

كِتَابُ الْوَكَالَةِ

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ

فَصْلٌ فِي الشِّرَاءِ

فَصْلٌ فِي التَّوْكِيلِ بِشِرَاءِ نَفْسِ الْعَبْدِ

فَصْلٌ فِی الْبَیْعِ

فَصْلٌ

بَابُ الْوِکَالَۃِ بِالْخُصُومَۃِ وَالْقَبْضِ

بَابُ عَزْلِ الْوَکِیلِ

کِتَابُ الدَّعْوٰی

بَابُ الْیَمِیْن

فَصْلٌ فِیْ کَیْفِیَّةِ الْیَمِیْنِ وَالاِسْتِحْلَافِ

بَابُ التَّحَالُفِ

كِتَابُ الْإِقْرَارِ

فَصْلٌ

بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ

بَابُ إِقْرَارِ الْمَرِيضِ

فصل فی الاقرار بالنسب

کتاب الصُّلح

فَصْلٌ

بَابُ التَّبَرُّعِ بِالصُّلْحِ وَالتَّوْكِيلِ بِهِ

بَابُ الصُّلْحِ فِي الدَّيْنِ

فَصْلٌ فِي الدَّيْنِ الْمُشْتَرَكِ

فصل فی مسائل المتفرقۃ

فصل فی الاختلاف

کتاب الودیعۃ

کتاب العاریۃ

كِتَابُ الْهِبَةِ

بَابُ الرُّجُوْعِ فِي الْهِبَةِ

فَصْلٌ

فَصْلٌ فِي الصَّدَقَةِ

كِتَابُ الْاِجَارَاتِ

بَابُ ضَمَانِ الْأَجِيرِ

بَابُ الْإِجَارَةِ عَلَى أَحَدِ الشَّرْطَيْنِ

بَابُ إِجَارَةِ الْعَبْدِ

بَابُ الِاخْتِلَافِ فِي الْإِجَارَةِ

بَابُ فَسْخِ الْإِجَارَةِ

مسائل منثورة

بَابُ مَنْ یُکَاتِبُ عَنِ الْعَبْدِ

بَابُ کِتَابَةِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ

کِتَابُ الْوَلَاءِ

کتاب الاکراہ

كِتَابُ الْبُيُوْعِ

﴿یہ کتاب خرید وفروخت کے بیان میں ہے﴾

کتاب بیوع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ حقوق اللہ اور بندوں کے بعض حقوق کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں' تو اب انہوں نے بقیہ حقوق کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور کتاب بیوع کو کتاب الوقف کے بعد ذکر کرنے کا سبب اور مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں مالک کی ملکیت سے زوال کا سبب بنتی ہیں۔ لغت میں بیع تملیک المال بالمال کو کہتے ہیں کہ جبکہ شریعت میں ''هُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِي بِطَرِيقِ الِاكْتِسَابِ۔ ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۳۶۸، بیروت)

اسلامی نقطہ نظر سے کائنات انسانی کی عملی زندگی کی دو محور ہیں اول حقوق اللہ کہ جسے عبادات کہتے ہیں اور دوم حقوق العباد کہ جسے معاملات کہا جاتا ہے یہی دو اصطلاحیں ہیں جو انسانی نظام حیات کے تمام اصول وقواعد اور قوانین کی بنیاد ہیں۔

ان دونوں میں چونکہ حقوق اللہ کی عمومیت حاصل ہے کہ اس کا تعلق کائنات انسانی کے ہر فرد سے ہے اس لئے مصنف کتاب نے پہلے ان کو بیان کیا اب اس کے بعد حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا ہے' جس کا سب سے اہم جز بیع ہے۔

بیوع بیع کی جمع ہے لغت میں مال دے کر کوئی چیز خریدنے کا نام بیع ہے۔ شرعی اصطلاح میں بھی اس کے یہی معنی ہیں، لیکن اس میں باہمی رضامندی کی قید کا اضافہ ہے جمع اس لیے لائے ہیں کہ اس کی بہت سی اقسام وانواع ہیں۔

بیع کے معنی کا بیان

بیع کے معنی ہیں بیچنا یعنی فروخت کرنا لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد ہوتے ہیں اس لئے بیع کا ترجمہ اصطلاحی طور پر خرید وفروخت کیا جاتا ہے۔

فخر الاسلام کا بیان ہے کہ اصطلاح شریعت میں آپس کی رضامندی سے مال کے ساتھ مال بدلنا بیع کہلاتا ہے، بیع کی شرعیت بیع یعنی خرید وفروخت کا شرعی ہونا قرآن کریم کی اس آیت (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) (2۔البقرۃ:275)

(اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جو (آگے آئیں گی) سے ثابت ہے۔

اصطلاح شرع میں بیع کے معنے یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ بیع کبھی قول

سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے۔ اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں یعنی مثلاً ایک نے کہا میں نے بیچا دوسرے نے کہا میں نے خریدا۔ اور فعل سے ہو تو چیز کا لے لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترکاری وغیرہ کی گڈیاں بنا کر اکثر بیچنے والے رکھ دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں کہ پیسہ پیسہ کی گڈی ہے خریدار آتا ہے ایک پیسہ ڈال دیتا ہے اور ایک گڈی اٹھا لیتا ہے طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کے فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام شمار ہوتے ہیں اور اس قسم کی بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں۔ بیع کے طرفین میں سے ایک کو بیچنے والا اور دوسرے کو خریدار کہتے ہیں۔

بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں: فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ لفظ بیع کی اصطلاح میں دو تعریفات ہیں۔ ایک تعریف وہ ہے جو تمام بیع کے افراد کو شامل ہے۔ جس میں بیع سلم وصرف وغیرہ سب شامل ہیں۔ جبکہ دوسری تعریف ان میں سے فرد واحد یعنی جو عام طور پر بیع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیع کی خاص تعریف یہ ہے کہ اشیاء کا معاوضے کا معاملہ ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اصطلاح شرعیہ میں ایک مقرر قاعدہ کے مطابق مال کا مال کے بدلے میں لین دین کرنے کا نام بیع ہے۔ یعنی ایسا معاملہ جو دو چیزوں کے مابین ہوتا ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیع کا اصطلاحی معنی مبادلہ مال بہ مال یا پھر کسی جائز نفع کے بدلے میں جائز نفع کو ہمیشہ کے لئے تبدیل کرنے کا نام بیع ہے۔ جس میں سود یا قرض کا شائبہ بھی نہ ہو۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں: فقہاء کی اصطلاح میں بیع کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے ایک معنی یہ ہے کہ سونے چاندی یا نقدی کے بدلے میں کسی معین چیز کو خریدا جائے اور جب بیع کا لفظ عام طور پر بولا جائے' تو اس کا معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے' جبکہ دوسرا بیع کا معنی عام ہے' جس کی بارہ اقسام ہیں۔ (جس میں بیع کی تمام اقسام کی تعریف شامل ہو جائے گی یعنی اس میں بیع کی تفصیلات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

بیع کی اقسام کا بیان

بیع کی قسمیں: بیع یعنی خرید و فروخت میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں اول تو عقد بیع یعنی نفس معاملہ کہ ایک شخص کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا اسے خریدتا ہے دوم مبیع یعنی وہ چیز جس کو فروخت کیا جاتا ہے اور سوم ثمن یعنی قیمت ان تینوں کے اعتبار سے فقہی طور پر بیع کی کچھ قسمیں ہیں۔ چنانچہ نفس معاملہ اور اس کے حکم کہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں۔ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں

1 نافذ 2 موقوف 3 فاسد 4 باطل

بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں کہ طرفین میں مال ہو یعنی بیچنے والے کے پاس بیع ہو خریدار کے پاس ثمن ہو اور عاقدین یعنی بیچنے والا اور خریدار دونوں عاقل ہوں نیز وہ دونوں بیع یا تو اصالۃ کریں' یا وکالۃ اور دلالۃ جس بیع میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی وہ بیع بالکل صحیح اور نافذ ہوگی بیع موقوف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اس کی اجازت یا ولایت کے بغیر

فروخت کرے۔ اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک کہ اصل مالک کی اجازت ورضا مندی حاصل نہ ہو جائے یہ بیع صحیح نہیں ہوتی۔ اجازت کے بعد صحیح ہو جاتی ہے بیع فاسد وہ بیع ہے' جو باصلہ یعنی معاملہ کے اعتبار سے تو درست ہو مگر بوصفہ یعنی کسی خاص وجہ کی بنا پر درست نہ ہو بیع باطل اس بیع کو کہتے ہیں جو نہ باصلہ درست ہو اور نہ بوصفہ بیع فاسد اور بیع باطل کی تفصیل اور ان کی مثالیں ان شاء اللہ باب المنھی عنھا من البیوع میں ذکر کی جائیں گی۔ مبیع یعنی فروخت کی جانے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 مقائضہ 2 صرف 3 سلم 4 بیع مطلق

بیع مقائضہ یہ ہے کہ مبیع بھی مال اور ثمن بھی مال ہو مثلاً ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اس کو غلہ دے۔ گویا بیع کی یہ وہ صورت ہے' جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔ بیع صرف یہ ہے کہ نقد کا تبادلہ نقد سے کیا جائے مثلاً ایک شخص ایک روپیہ کا نوٹ دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں ایک روپیہ کے پیسے دے یا ایک شخص اشرفی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اسے روپیہ دے گویا روپیہ بھنانا یا روپیہ کی ریزگاری لینا دینا بیع صرف کی ایک قسم ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار سے کسی چیز کی قیمت پیشگی لے لے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار یہ چیز اتنی مدت مثلاً ایک دو مہینے کے بعد لے لے گا۔ بیع مطلق یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع نقد کے عوض کی جائے مثلاً بیچنے والا ایک من گیہوں دے اور خریدار اس کی قیمت کے طور پر تمیں روپے ادا کرے۔

ثمن یعنی قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں یہ ہے۔

1 مرابحہ 2 تولیت 3 ودیعت 4 مساومت

مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو اپنے خریدار سے نفع لے کر فروخت کرے تولیت کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو بلا نفع کے اس قیمت پر فروخت کرے جتنی قیمت میں اس نے خود خریدی ہو اور مساومت کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید وفروخت چاہے' جس قیمت پر کریں اور اس میں بیچنے والے کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

حلال وحرام کے واضح ہونے کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے حلال اور حرام واضح ہیں ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ ہیں' جن سے بہت سے لوگ واقف نہیں ہیں جو شخص ان چیزوں سے بچ جائے گا وہ اپنی عزت اور دین کو محفوظ رکھے گا۔ جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہو جائے گا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے' جو کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چراتا رہے' تو اس بات کا امکان رہے گا کہ وہ اس چراگاہ میں داخل ہو جائیگا۔ بے شک ہر بادشاہ کی مخصوص چراگاہ ہوتی ہے اور بے شک اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے' اگر وہ ٹھیک رہے' تو سارا جسم ٹھیک رہے گا' اور اگر وہ خراب ہو جائے' تو سارا جسم خراب ہو جائے گا خبردار وہ دل ہے۔

(سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 377)

ایجاب وقبول سے انعقاد بیع کا بیان

قَالَ (اَلْبَيْعُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ إِذَا كَانَا بِلَفْظَيِ الْمَاضِي) مِثْلَ اَنْ يَقُولَ اَحَدُهُمَا بِعْتُ وَالْآخَرُ اشْتَرَيْتُ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ إِنْشَاءُ تَصَرُّفٍ، وَالْإِنْشَاءُ يُعْرَفُ بِالشَّرْعِ وَالْمَوْضُوعُ لِلْإِخْبَارِ قَدْ اُسْتُعْمِلَ فِيهِ فَيَنْعَقِدُ بِهِ .

وَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظَيْنِ اَحَدُهُمَا لَفْظُ الْمُسْتَقْبَلِ وَالْآخَرُ لَفْظُ الْمَاضِي، بِخِلَافِ النِّكَاحِ، وَقَدْ مَرَّ الْفَرْقُ هُنَاكَ .

وَقَوْلُهُ رَضِيتُ بِكَذَا اَوْ اَعْطَيْتُكَ بِكَذَا اَوْ خُذْهُ بِكَذَا فِي مَعْنَى قَوْلِهِ بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي مَعْنَاهُ، وَالْمَعْنَى هُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي هَذِهِ الْعُقُودِ، وَلِهَذَا يَنْعَقِدُ بِالتَّعَاطِي فِي النَّفِيسِ وَالْخَسِيسِ هُوَ الصَّحِيحُ لِتَحَقُّقِ الْمُرَاضَاةِ .

فرمایا: بیع منعقد ہو جاتی ہے جب دونوں صیغے ماضی کے ساتھ ہوں یعنی ان دونوں میں سے ایک کہے میں نے بیچا اور دوسرا کہے کہ میں خریدا کیونکہ بیع انشاء کا تصرف ہے۔ اور انشاء کو شریعت سے پہچانا جاتا ہے جبکہ اس کو اخبار کے لئے وضع کیا گیا ہے پس وہ اسی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں بیع منعقد ہو جائے گی۔

اور ایسے دو الفاظ کے ساتھ بیع منعقد نہ ہوگی جن میں سے ایک استقبال کے لئے جبکہ دوسرا ماضی کے لئے استعمال ہوا ہے، جبکہ نکاح میں ایسا نہیں ہے اور یقیناً اس کا فرق وہاں گزر چکا ہے۔

اور قائل کا کہنا "رَضِيتُ بِكَذَا اَوْ اَعْطَيْتُكَ بِكَذَا اَوْ خُذْهُ بِكَذَا" بھی بعت اور اشتریت کے حکم میں ہے کیونکہ ان سے وہی معنی حاصل ہوتا ہے اور عقود میں بھی یہی حکم معتبر ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب بیع تعاطی خسیس ونفیس میں منعقد ہو جاتی ہے یہی صحیح ہے کیونکہ دونوں کی رضامندی ثابت ہوتی ہے۔

خریدار کے لئے مجلس ایجاب میں قبول ورد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اَوْجَبَ) اَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ فَالْآخَرُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَبِلَ فِي الْمَجْلِسِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّ، وَهَذَا خِيَارُ الْقَبُولِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَثْبُتْ لَهُ الْخِيَارُ يَلْزَمُهُ حُكْمُ الْبَيْعِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ، وَإِذَا لَمْ يَفْسُدْ لِحُكْمٍ بِدُونِ قَبُولِ الْآخَرِ فَلِلْمُوجِبِ اَنْ يَرْجِعَ عَنْهُ قَبْلَ قَبُولِهِ لِخُلُوِّهِ عَنْ إِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ، وَإِنَّمَا يَمْتَدُّ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ؛ لِأَنَّ الْمَجْلِسَ جَامِعُ الْمُتَفَرِّقَاتِ فَاعْتُبِرَتْ سَاعَاتُهُ سَاعَةً وَاحِدَةً دَفْعًا لِلْعُسْرِ وَتَحْقِيقًا لِلْيُسْرِ، وَالْكِتَابُ كَالْخِطَابِ، وَكَذَا الْإِرْسَالُ حَتَّى اُعْتُبِرَ مَجْلِسُ بُلُوغِ الْكِتَابِ وَاَدَاءِ الرِّسَالَةِ، وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَقْبَلَ فِي بَعْضِ الْمَبِيعِ وَلَا اَنْ يَقْبَلَ

3 الْمُشْتَرِي بِبَعْضِ الثَّمَنِ لِعَدَمِ رِضَا الْآخَرِ بِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ، إِلَّا إِذَا بَيَّنَ كُلَّ وَاحِدٍ ؛ لِأَنَّهُ صَفَقَاتٌ مَعْنًى .

قَالَ (وَأَيُّهُمَا قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ قَبْلَ الْقَبُولِ بَطَلَ الْإِيجَابُ ؛ لِأَنَّ الْقِيَامَ دَلِيلُ الْإِعْرَاضِ) وَالرُّجُوعِ، وَلَهُ ذَلِكَ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا کہ جب دو عقد کرنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کر دیا تو دوسرے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو مجلس ایجاب میں قبول کر لے اور اگر چاہے تو رد کر دے اور یہ خیار قبول کہلاتا ہے کیونکہ اگر دوسرے کے لئے یہ خیار ثابت نہ ہوگا تو اس کی رضامندی کے بغیر اس پر عقد کا حکم لازم ہوگا اور جب دوسرے عقد کرنے والے کے قبول کے بغیر اس ایجاب نے حکم کا فائدہ نہ دیا تو ایجاب کرنے والے کو اپنے ایجاب سے رجوع کا اختیار ہوگا کیونکہ اس رجوع میں دوسے کے حق کا ابطال نہیں ہے اور خیار قبول انتہاء مجلس تک اس لیے دراز ہوتا ہے کہ مجلس متفرق چیزوں کو جمع کر دیتی ہے لہٰذا ازالہ عسر اور اثبات یسر کے پیش نظر مجلس کی تمام ساعتوں کو ایک ساعت مان لیا گیا ہے اور تحریر خطاب ہی کی طرح ہے اسی طرح ارسال بھی خطاب کی مثل ہے یہاں تک کہ خط پہنچنے اور پیغام پہنچانے کی مجلس کا اعتبار ہوگا اور بیچنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بعض مبیع میں بیع قبول کرے اور نہ ہی خریدار کو بعض ثمن کے عوض قبول کا اختیار حاصل ہے کیونکہ معاملہ متفرق ہونے کی وجہ سے معدوم ہے مگر یہ کہ ہر ایک کا ثمن بیان کر دیا ہو اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے یہ کئی معاملے ہیں۔ اور عقد کرنے والوں میں سے جو بھی قبول کرنے سے پہلے مجلس سے کھڑا ہو جائے گا ایجاب باطل ہو جائے گا کیونکہ کھڑا ہونا اعراض اور رجوع کی دلیل ہے اور عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار حاصل ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ایجاب وقبول کے حصول سے لزوم بیع کا بیان

وَإِذَا حَصَلَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ لَزِمَ الْبَيْعُ وَلَا خِيَارَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا مِنْ عَيْبٍ أَوْ عَدَمِ رُؤْيَةٍ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خِيَارُ الْمَجْلِسِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا) " وَلَنَا أَنَّ فِي الْفَسْخِ إِبْطَالُ حَقِّ الْآخَرِ فَلَا يَجُوزُ .وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى خِيَارِ الْقَبُولِ .

وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَيْهِ فَإِنَّهُمَا مُتَبَايِعَانِ حَالَةَ الْمُبَاشَرَةِ لَا بَعْدَهَا أَوْ يَحْتَمِلُهُ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ، وَالتَّفَرُّقُ فِيهِ تَفَرُّقُ الْأَقْوَالِ .

اور جب ایجاب اور قبول حاصل ہو گیا تو بیع لازم ہو گئی اور عیب یا عدم رویت کے علاوہ عقد کرنے والوں میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں ملے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خیار مجلس دونوں کے لئے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جدا ہونے سے پہلے عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک اختیار ملے گا ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد فسخ کرنے میں دوسرے کے حق کا

ابطال ہے لہٰذا یہ جائز نہیں ہے اور حدیث خیار قبول پر محمول ہے اور حدیث میں خیار قبول ہی کی طرف اشارہ بھی ہے' کیونکہ عقد کرنے والے بحالت مباشرت عقد ہی متبایعان ہیں نہ کہ اس کے بعد یا حدیث میں خیار قبول کا احتمال ہے لہٰذا اس پر محمول کیا جائے گا' اور حدیث میں تفرق سے تفرق اقوال مراد ہے۔

مشار الیہ اعواض میں احتیاج مقدار نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْاَعْوَاضُ الْمُشَارُ اِلَيْهَا لَا يُحْتَاجُ اِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِي جَوَازِ الْبَيْعِ) لِاَنَّ بِالْاِشَارَةِ كِفَايَةٌ فِي التَّعْرِيفِ وَجَهَالَةُ الْوَصْفِ فِيهِ لَا تُفْضِي اِلَى الْمُنَازَعَةِ

(وَالْاَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ) لَا تَصِحُّ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ مَعْرُوفَةَ الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ ؛ لِاَنَّ التَّسْلِيمَ وَالتَّسَلُّمَ وَاجِبٌ بِالْعَقْدِ، وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ مُفْضِيَةٌ اِلَى الْمُنَازَعَةِ فَيَمْتَنِعُ التَّسْلِيمُ وَالتَّسَلُّمُ، وَكُلُّ جَهَالَةٍ هَذِهِ صِفَتُهَا تَمْنَعُ الْجَوَازَ، هٰذَا هُوَ الْاَصْلُ .

قَالَ (وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ اِذَا كَانَ الْاَجَلُ مَعْلُومًا) لِاِطْلَاقِ قَوْله تَعَالٰى (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ) وَعَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اَنَّهُ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا اِلَى اَجَلٍ مَعْلُومٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ) " .

وَلَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ الْاَجَلُ مَعْلُومًا ؛ لِاَنَّ الْجَهَالَةَ فِيهِ مَانِعَةٌ مِنَ التَّسْلِيمِ الْوَاجِبِ بِالْعَقْدِ، فَهٰذَا يُطَالِبُهُ بِهِ فِي قَرِيبِ الْمُدَّةِ، وَهٰذَا يُسَلِّمُهُ فِي بَعِيدِهَا .

فرمایا: وہ اعواض جن کی طرف اشارہ کر دیا جائے' تو بیع کے جائز ہونے کے لئے ان کی مقدار جاننے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ شناخت کے سلسلے میں اشارہ کافی ہوتا ہے' اور اشارہ میں وصف کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہوتی اشارہ سے خالی اثمان کا ثمن ہونا درست نہیں مگر یہ کہ ان کی مقدار اور صفت معلوم ہو کیونکہ بحکم عقد دینا لینا ضروری ہے اور یہ جہالت جھگڑنے کی طرف لے جانے والی ہے لہٰذا دینے لینے میں رکاوٹ ہوگی اور ہر وہ جہالت جو اس صفت کی ہو وہ جواز سے مانع ہوگی یہی اصل ہے۔

فرمایا: نقد اور ادھار دونوں ثمن کے عوض بیع جائز ہے' جب مقررہ مدت معلوم ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (احل اللہ البیع) مطلق ہے اور آپ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے چند دنوں کے ادھار پر کچھ غلہ خرید کر اپنی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دیا تھا اور میعاد کا معلوم ہونا ضروری ہے' کیونکہ میعاد کی جہالت عقد کے ذریعے واجب شدہ ثمن کی ادائیگی سے مانع ہوگی چنانچہ بیچنے والا تو قریبی مدت میں ثمن کا مطالبہ کرے گا' اور خریدار مدت بعیدہ میں ادا کرے گا۔

مطلق ثمن کا اطلاق غالب نقدی پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلٰى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ) ؛ لِاَنَّهُ الْمُتَعَارَفُ، وَفِيهِ التَّحَرِّي

لِلْجَوَازِ فَيُصْرَفُ إِلَيْهِ (فَإِنْ كَانَتِ النُّقُودُ مُخْتَلِفَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ أَحَدَهُمَا) وَهٰذَا إِذَا كَانَ الْكُلُّ فِي الرَّوَاجِ سَوَاءً؛ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ مُفْضِيَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ إِلَّا أَنْ تَرْتَفِعَ الْجَهَالَةُ بِالْبَيَانِ أَوْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا أَغْلَبَ وَأَرْوَجَ فَحِينَئِذٍ يُصْرَفُ إِلَيْهِ تَحَرِّيًا لِلْجَوَازِ، وَهٰذَا إِذَا كَانَتْ مُخْتَلِفَةً فِي الْمَالِيَّةِ، فَإِنْ كَانَتْ سَوَاءً فِيهَا كَالثُّنَائِيِّ وَالثُّلَاثِيِّ وَالنُّصْرَتِيِّ الْيَوْمَ بِسَمَرْقَنْدَ وَالِاخْتِلَافُ بَيْنَ الْعَدَالَى بِفَرْغَانَةَ جَازَ الْبَيْعُ إِذَا أُطْلِقَ اسْمُ الدِّرْهَمِ، كَذَا قَالُوا، وَيَنْصَرِفُ إِلَى مَا قَدَّرَ بِهِ مِنْ أَيِّ نَوْعٍ كَانَ؛ لِأَنَّهُ لَا مُنَازَعَةَ وَلَا اخْتِلَافَ فِي الْمَالِيَّةِ.

فرمایا: جب کسی شخص نے بیع میں ثمن کو مطلق بیان کیا' تو یہ شہر کے رائج ثمن پر محمول ہوگا' کیونکہ یہی متعارف ہے اور اسی میں بیع کے جائز ہونے کی طلب اور تحری بھی ہے لہٰذا اسی کی جانب پھیر دیا جائے گا۔ لیکن اگر نقود مختلف مالیت کے ہوں' تو بیع فاسد ہو جائے گی مگر یہ کہ خریدار کوئی ایک طرح کے نقود بیان کر دے اور یہ اس صورت میں ہے' جب سارے نقود رواج میں برابر ہوں اس لیے کہ اب جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہوگی البتہ بیان اور نقود میں سے کسی ایک کے سب سے زیادہ رائج اور غالب ہونے کی وجہ سے جہالت دور ہو جائے گی لہٰذا اس وقت طلب جواز کے پیش نظر اسی کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ اور یہ حکم اس وقت ہے' جب نقود مالیت میں مختلف ہوں' لیکن اگر یہ نقود مالیت میں برابر ہوں جیسے آج کل سمرقند میں ثنائی، ثلاثی اور نصرتی ہیں اور فرغانہ میں عدالی کے سلسلہ میں اختلاف ہے' تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ لفظ درھم کا اطلاق کیا ہو اسی طرح متاخرین مشائخ نے بیان کیا ہے اور یہ اطلاق بیان کردہ مقدار کی طرف پھیرا جائے گا خواہ وہ کسی بھی نوع کی ہو کیونکہ نہ تو کوئی منازعت ہے اور نہ ہی مالیت میں اختلاف ہے۔

اختلاف جنس کی صورت میں کمی بیشی کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الطَّعَامِ وَالْحُبُوبِ مُكَايَلَةً وَمُجَازَفَةً) وَهٰذَا إِذَا بَاعَهُ بِخِلَافِ جِنْسِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ يَدًا بِيَدٍ" بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ بِجِنْسِهِ مُجَازَفَةً لِمَا فِيهِ مِنَ احْتِمَالِ الرِّبَا وَلِأَنَّ الْجَهَالَةَ غَيْرُ مَانِعَةٍ مِنَ التَّسْلِيمِ وَالتَّسَلُّمِ فَشَابَهَ جَهَالَةَ الْقِيمَةِ.

قَالَ (وَيَجُوزُ بِإِنَاءٍ بِعَيْنِهِ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ وَبِوَزْنِ حَجَرٍ بِعَيْنِهِ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ)؛ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ لِمَا أَنَّهُ يَتَعَجَّلُ فِيهِ التَّسْلِيمَ فَيُنْدَرُ هَلَاكُهُ قَبْلَهُ بِخِلَافِ السَّلَمِ؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ فِيهِ مُتَأَخِّرٌ وَالْهَلَاكُ لَيْسَ بِنَادِرٍ قَبْلَهُ فَتَتَحَقَّقُ الْمُنَازَعَةُ. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الْبَيْعِ أَيْضًا، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ وَأَظْهَرُ

فرمایا کہ گندم اور دیگر اناج کو ناپ کر اور اندازے سے بیچنا جائز ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب اسے خلاف جنس کے عوض فروخت کیا کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے جب دونوں قسم مختلف ہوں تو حسب چاہو انہیں فروخت کرو برخلاف اس کی جنس کے عوض اندازے سے بیچنے کے اس لئے کہ اس میں ربوا کا احتمال ہے اور اس لیے بھی کہ مقدار کی جہالت دینے اور لینے سے مانع نہیں ہے لہٰذا یہ قیمت مجہول ہونے کے مشابہ ہو گیا۔

فرمایا: ایک غیر معروف المقدار معین برتن اور اسی طرح ایک غیر معوف المقدار معین پتھر کے عوض بیع درست ہے اس لیے کہ یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے نیز اس میں فی الحال سپردگی بھی ہے تو اس ثمن کا مبیع کی سپردگی سے ہلاک ہونا نادر ہے برخلاف ثمن کے کیونکہ اس میں سپردگی متاخر ہوتی ہے اور اس پہلے ثمن کا ہلاک ہونا نادر نہیں ہے لہٰذا وہاں منازعت ثابت ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بیع میں بھی یہ صورت ناجائز ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

تفریق عقد پر جواز وعدم جواز کا بیان

(قَالَ وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلَّ قَفِيزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِي قَفِيزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا أَنْ يُسَمِّيَ جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا وَقَالَا يَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ) لَهُ أَنَّهُ تَعَذَّرَ الصَّرْفُ إِلَى الْكُلِّ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ فَيُصْرَفُ إِلَى الْأَقَلِّ وَهُوَ مَعْلُومٌ، وَإِلَّا أَنْ تَزُولَ الْجَهَالَةُ بِتَسْمِيَةِ جَمِيعِ الْقُفْزَانِ أَوْ بِالْكَيْلِ فِي الْمَجْلِسِ، وَصَارَ هَذَا كَمَا لَوْ أَقَرَّ وَقَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ كُلُّ دِرْهَمٍ فَعَلَيْهِ دِرْهَمٌ وَاحِدٌ بِالْإِجْمَاعِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْجَهَالَةَ بِيَدِهِمَا إِزَالَتُهَا وَمِثْلُهَا غَيْرُ مَانِعٍ، وَكَمَا إِذَا بَاعَ عَبْدًا مِنْ عَبْدَيْنِ عَلَى أَنَّ الْمُشْتَرِيَ بِالْخِيَارِ .

ثُمَّ إِذَا جَازَ فِي قَفِيزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَلِلْمُشْتَرِي الْخِيَارُ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ عَلَيْهِ، وَكَذَا إِذَا كِيلَ فِي الْمَجْلِسِ أَوْ سَمَّى جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا ؛ لِأَنَّهُ عَلِمَ ذَلِكَ الْآنَ فَلَهُ الْخِيَارُ، كَمَا إِذَا رَآهُ وَلَمْ يَكُنْ رَآهُ وَقْتَ الْبَيْعِ

فرمایا اور جب کسی شخص نے غلے کا ڈھیر بیچا اس طرح کہ ہر قفیز ایک درھم میں فروخت کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف ایک میں بیع جائز ہوگی مگر یہ کہ بیچنے والا اس ڈھیر کے تمام قفیزوں کو بیان کر دے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ بیع اور ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے تمام قفیزوں کی طرف صرف بیع ناممکن ہے لہٰذا اقل کی طرف بیع کو پھیر دیا جائے گا اور اقل معلوم ہے البتہ تمام قفیزوں کو بیان کرنے یا مجلس عقد میں اسے ناپنے سے جہالت دور ہو جائے گی اور یہ ایسا ہو گیا کہ مثلاً کسی نے کسی کے لئے مال کا اقرار کرتے ہوئے یوں کہا کہ فلاں کے مجھ پر کل درھم ہیں تو بالاتفاق اس پر ایک ہی درھم واجب ہوگا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی جہالت ہے جس کا ازالہ ان کے عقد کر

نیوالوں کے ہاتھ میں ہے اور اسطرح کی جہالت جواز عقد سے مانع نہیں ہوتی جس طرح کہ اگر کسی نے ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض خریدار کے لئے خیار شرط کے ساتھ فروخت کیا پھر جب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک قفیز میں بیع درست ہے تو خریدار پر تفرق صفقہ کی وجہ سے اسے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا ایسے ہی جب مجلس میں ناپ لیا گیا یا مجلس عقد ہی میں تمام قفیزوں کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ خریدار کو تو اب اسکا علم ہوا ہے لہٰذا اسے اختیار حاصل ہوگا جیسا کہ اس صورت میں جب پہلے مبیع کو دیکھا ہو اور بوقت بیع اسے نہ دیکھا ہو۔

بکریوں کا ریوڑ ایک درہم ایک بکری کے بدلے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ قَطِيعَ غَنَمٍ كُلُّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ فَسَدَ الْبَيْعُ فِي جَمِيعِهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيفَةَ، وَكَذٰلِكَ مَنْ بَاعَ ثَوْبًا مُذَارَعَةً كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الذِّرَاعَانِ، وَكَانَ كُلُّ مَعْدُوْدٍ مُتَفَاوِتٍ، وَعِنْدَهُمَا يَجُوْزُ فِي الْكُلِّ لِمَا قُلْنَا، وَعِنْدَهُ يَنْصَرِفُ اِلَى الْوَاحِدِ) لِمَا بَيَّنَّا غَيْرَ اَنَّ بَيْعَ شَاةٍ مِنْ قَطِيعِ غَنَمٍ وَذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ لَا يَجُوْزُ لِلتَّفَاوُتِ .

وَبَيْعُ قَفِيزٍ مِنْ صُبْرَةٍ يَجُوْزُ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ فَلَا تُفْضِي الْجَهَالَةُ اِلَى الْمُنَازَعَةِ فِيهِ، وَتُفْضِي اِلَيْهَا فِي الْاَوَّلِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ .

اور اگر کسی نے فی بکری ایک درھم کے حساب سے بکریوں کا ریوڑ فروخت کیا' تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام بکریوں کی بیع فاسد ہوگی اسی طرح اگر فی گز ایک درھم کے عوض گزوں کی پیائش سے کوئی کپڑا فروخت کیا اور پورے گز کو بیان نہیں کیا اسی طرح ہر معدود متفاوت میں بھی بیع فاسد ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں بیع جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ھم بیان کر چکے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع صرف ایک کی طرف راجع ہوگی لیکن ریوڑ سے ایک بکری کی اور کپڑے ایک گز کی بیع درست نہیں ہوگی کیونکہ ان میں تفاوت ہے اور ڈھیر سے ایک قفیز کی بیع جائز ہوگی کیونکہ وہاں تفاوت نہیں ہے چنانچہ قفیز والی صورت میں جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے اور پہلے میں جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں فرق واضح ہوگیا۔

بیع مکمل ہونے سے پہلے صفقہ میں فرق ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ ابْتَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ عَلٰى اَنَّهَا مِائَةُ قَفِيزٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا اَقَلَّ كَانَ الْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَ الْمَوْجُودَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ، وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ) لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّمَامِ، فَلَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ بِالْمَوْجُودِ، وَاِنْ وَجَدَهَا اَكْثَرَ فَالزِّيَادَةُ لِلْبَائِعِ ؛ لِاَنَّ الْبَيْعَ وَقَعَ عَلٰى مِقْدَارٍ مُعَيَّنٍ وَالْقَدْرُ لَيْسَ بِوَصْفٍ

(وَمَنْ اشْتَرٰی ثَوْبًا عَلٰی اَنَّهٗ عَشْرَةُ اَذْرُعٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ اَوْ اَرْضًا عَلٰی اَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا اَقَلَّ فَالْمُشْتَرِی بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ اَخَذَهَا بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ، وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ)؛ لِاَنَّ الذِّرَاعَ وَصْفٌ فِي الثَّوْبِ؛ اَلَا يَرٰی اَنَّهٗ عِبَارَةٌ عَنِ الطُّولِ وَالْعَرْضِ، وَالْوَصْفُ لَا يُقَابِلُهٗ شَیْءٌ مِنَ الثَّمَنِ كَاَطْرَافِ الْحَيَوَانِ فَلِهٰذَا يَاْخُذُهٗ بِكُلِّ الثَّمَنِ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ؛ لِاَنَّ الْمِقْدَارَ يُقَابِلُهُ الثَّمَنُ فَلِهٰذَا يَاْخُذُهٗ بِحِصَّتِهٖ، اِلَّا اَنَّهٗ يَتَخَيَّرُ لِفَوَاتِ الْوَصْفِ الْمَذْكُورِ لِتَغَيُّرِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَيَخْتَلُّ الرِّضَا.

قَالَ (وَاِنْ وَجَدَهَا اَكْثَرَ مِنَ الذِّرَاعِ الَّذِی سَمَّاهُ فَهُوَ لِلْمُشْتَرِی وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ)؛ لِاَنَّهٗ صِفَةٌ، فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَا اِذَا بَاعَهٗ مَعِيبًا، فَاِذَا هُوَ سَلِيمٌ.

فرمایا: اگر کسی شخص نے غلے کا کوئی ڈھیر اس شرط پر خریدا کہ یہ سو قفیز ہیں اور سو درھم میں ہیں پھر خریدار نے انھیں کم پایا تو خریدار کو اختیار ہوگا اگر اس کا دل کہے تو موجودہ قفیز کو ان کی تعداد کے مطابق قیمت دے کر لے لے اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اس لئے کہ بیع پوری ہونے سے پہلے اس پر صفقہ متفرق ہو گیا لہٰذا موجودہ قفیز سے اس کی رضامندی تام نہیں ہوئی۔ اور اگر خریدار نے قفیز کو زیادہ پایا تو زیادتی بیچنے والے کی ہوگی کیونکہ ایک متعین مقدار پر بیع ہوئی تھی اور مقدار وصف نہیں ہے۔

اور جب کسی نے اس شرط پر کوئی کپڑا خریدا کہ یہ دس گز دس درھم میں ہے یا کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ وہ سو ذراع ہے اور سو درھم میں ہے پھر خریدار نے انہیں کم پایا تو اسے اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس مقدار کو پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر اس کا دل کہے تو چھوڑ دے اس لئے کہ ذراع کپڑے کا وصف ہے پتا نہیں ہے کہ وہ طول وعرض کا نام ہے اور وصف کے مقابلہ میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتا جیسے حیوان کے اطراف لہٰذا اسی وجہ سے خریدار اسے پورے ثمن کے عوض لے گا برخلاف پہلے والے مسئلہ کے کیونکہ مقدار کے بالمقابل ثمن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں خریدار موجودہ مقدار کو اسی کے بقدر ثمن دے کر لے گا البتہ خریدار کو اختیار ہوگا' کیونکہ معقود علیہ کی تبدیلی سے وصف مذکور فوت ہو گیا اس لئے خریدار کی رضامندی میں خلل ہوگا' اور اگر مبیع کو بیان کردہ گزوں سے زیادہ پایا تو خریدار کے ہوں گے اور بیچنے والے کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایک صفت ہے لہٰذا یہ اس طرح ہو گیا کہ جب بیچنے والے نے ایک عیب دار چیز فروخت کی اور پھر وہ درست ثابت ہوئی۔

ذکر کے سبب وصف کے اصل ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ بِعْتُكَهَا عَلٰی اَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً، فَالْمُشْتَرِی بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهَا بِحِصَّتِهَا مِنَ الثَّمَنِ، وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ)؛ لِاَنَّ الْوَصْفَ وَاِنْ كَانَ تَابِعًا لٰكِنَّهٗ صَارَ اَصْلًا بِاِفْرَادِهٖ بِذِكْرِ الثَّمَنِ فَيَنْزِلُ كُلُّ ذِرَاعٍ مَنْزِلَةَ ثَوْبٍ؛ وَهٰذَا لِاَنَّهٗ لَوْ اَخَذَهٗ بِكُلِّ الثَّمَنِ لَمْ يَكُنْ آخِذًا لِكُلِّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ (وَاِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ

اَخَذَ الْجَمِيْعَ كُلَّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ، وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ) لِاَنَّهُ اِنْ حَصَلَ لَهُ الزِّيَادَةُ فِي الذَّرْعِ تَلْزَمُهُ زِيَادَةُ الثَّمَنِ فَكَانَ نَفْعًا يَشُوبُهُ ضَرَرٌ فَيَتَخَيَّرُ، وَاِنَّمَا يَلْزَمُهُ الزِّيَادَةُ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهُ صَارَ اَصْلًا، وَلَوْ اَخَذَهُ بِالْاَقَلِّ لَمْ يَكُنْ آخِذًا بِالْمَشْرُوطِ

اوراگر بیچنے والے نے یوں کہا کہ میں نے تم سے یہ کپڑے اس شرط پر بیچے کہ سوگز سو درھم کے عوض فی گز ایک درھم کے حساب سے ہے پھر خریدار نے انہیں کم پایا تو اسے اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو موجودہ کپڑے کو اس کے حصے کا ثمن دے کر لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے اس لئے کہ وصف اگر چہ تابع تھا لیکن اس کا علیحدہ ثمن ذکر کرنے کی وجہ سے وہ اصل بن گیا لہٰذا ہر گز کو علیحدہ کپڑے کے درجے میں اتار لیا جائے گا اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اگر خریدار موجودہ کپڑے کو کل ثمن کے عوض لے گا تو وہ ہر گز ایک درھم کے عوض لینے والا نہیں ہوگا۔ اوراگر خریدار ان کپڑوں کو سوگز سے زیادہ پائے تو بھی اسے اختیار ہوگا اگر چاہے تو ہر گز فی درھم کے حساب سے پورا لے لے اور اس کا دل کہے تو بیع کو فسخ کر دے اس لئے کہ اگر اسے گز میں زیادہ ملی ہے تو اس پر ثمن کا اضافہ بھی ضروری ہوگا تو یہ ایسا نفع ہو گیا جس میں نقصان کی آمیزش ہے لہٰذا اس اختیار ملے گا اور خریدار پر زیادتی ثمن اس وجہ سے لازم ہوئی ہے کہ ذراع اصل بن گیا ہے اوراگر موجودہ کپڑے کو خریدار کم ثمن کے عوض لے گا تو وہ مشروط کئے ہوئے عوض کی مقدار سے لینے والا نہیں ہوگا۔

سوگزوں میں سے دس گز گھر خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَشْرَةَ اَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ دَارٍ اَوْ حَمَّامٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: هُوَ جَائِزٌ، وَاِنْ اشْتَرَى عَشْرَةَ اَسْهُمٍ مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ جَازَ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا) لَهُمَا اَنَّ عَشْرَةَ اَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ عُشْرُ الدَّارِ فَاَشْبَهَ عَشْرَةَ اَسْهُمٍ .وَلَهُ اَنَّ الذِّرَاعَ اسْمٌ لِمَا يُذْرَعُ بِهِ، وَاسْتُعِيرَ لِمَا يَحِلُّهُ الذِّرَاعُ وَهُوَ الْمُعَيَّنُ دُوْنَ الْمَشَاعِ، وَذٰلِكَ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ، بِخِلَافِ السَّهْمِ .

وَلَا فَرْقَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ بَيْنَ مَا اِذَا عَلِمَ مِنْ جُمْلَةِ الذِّرَاعَانِ اَوْ لَمْ يَعْلَمْ هُوَ الصَّحِيْحُ خِلَافًا لِمَا يَقُوْلُهُ الْخَصَّافُ لِبَقَاءِ الْجَهَالَةِ .

جس شخص نے کسی گھر یا حمام کے سوگزوں میں سے دس گز خریدا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں بیع فاسد ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے اوراگر کسی نے سوحصوں میں سے دس حصے خرید لئے تو سب کے یہاں بیع جائز ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ سوگزوں میں سے دس گز گھر کا دسواں حصہ ہے لہٰذا یہ دس حصوں کے مشابہ ہو گیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع آلہ پیائش کا نام ہے اور مذروع کے لئے اسے مستعار لے لیا گیا ہے اور مذروع معین ہے نہ کہ مشاع اور یہ نامعلوم ہے برخلاف حصے کے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام گزوں کے علم یا عدم علم سے کوئی فرق نہیں ہوگا یہی صحیح ہے برخلاف امام خصاف کے قول کے کہ

جہالت باقی ہے۔

مبیع یا ثمن مجہول ہونے کے سبب فساد بیع کا بیان

وَلَوْ اشْتَرٰی عِدْلًا عَلٰی اَنَّهٗ عَشْرَةُ اَثْوَابٍ فَاِذَا هُوَ تِسْعَةٌ اَوْ اَحَدَ عَشَرَ فَسَدَ الْبَیْعُ لِجَهَالَةِ الْمَبِیْعِ اَوِ الثَّمَنِ (وَلَوْ بَیَّنَ لِكُلِّ ثَوْبٍ ثَمَنًا جَازَ فِی فَصْلِ النُّقْصَانِ بِقَدْرِهٖ وَلَهُ الْخِیَارُ، وَلَمْ یَجُزْ فِی الزِّیَادَةِ) لِجَهَالَةِ الْعَشَرَةِ الْمَبِیْعَةِ .

وَقِیْلَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لَا یَجُوْزُ فِی فَصْلِ النُّقْصَانِ اَیْضًا وَلَیْسَ بِصَحِیْحٍ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اشْتَرٰی ثَوْبَیْنِ عَلٰی اَنَّهُمَا هَرَوِیَّانِ فَاِذَا اَحَدُهُمَا مَرْوِیٌّ حَیْثُ لَا یَجُوْزُ فِیْهِمَا، وَاِنْ بَیَّنَ ثَمَنَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ؛ لِاَنَّهٗ جَعَلَ الْقَبُوْلَ فِی الْمَرْوِیِّ شَرْطًا لِجَوَازِ الْعَقْدِ فِی الْهَرَوِیِّ، وَهُوَ شَرْطٌ فَاسِدٌ وَلَا قَبُوْلَ یُشْتَرَطُ فِی الْمَعْدُوْمِ فَافْتَرَقَا .

اور اگر کسی نے کپڑے کی کوئی گٹھری اس شرط پر خریدی کہ یہ دس تھان ہیں لیکن وہ نو یا گیارہ تھان نکلے تو مبیع یا ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر بیچنے والے نے ہر تھان کا ثمن بیان کر دیا تو تھان کم نکلنے کی صورت میں موجودہ مقدار کی بیع درست ہوگی اور خریدار کو اختیار ملے اور زیادہ نکلنے کی صورت میں بیع درست نہیں ہوگی اس لئے کہ فروخت کردہ دس تھان مجہول ہیں ایک قول یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تھان کم نکلنے کی صورت میں بھی بیع جائز نہیں ہے لیکن یہ صحیح قول نہیں ہے برخلاف اس صورت کے جب کسی نے ہروی ہونے کی شرط پر دو تھان خریدے پھر ان میں سے ایک مروی نکل آیا تو دونوں کی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ ہر ایک کا ثمن بھی بیان کر دیا ہو اس لئے کہ بیچنے والے نے ہروی کی بیع میں مروی کے قبول کرنے کی شرط لگا دی ہے اور یہ شرط فاسد ہے اور معدوم قبول شرط نہیں ہوا کرتا لہٰذا دونوں مسئلے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

شرط کا ذراع کے ساتھ مقید ہونے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرٰی ثَوْبًا وَاحِدًا عَلٰی اَنَّهٗ عَشَرَةُ اَذْرُعٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَاِذَا هُوَ عَشَرَةٌ وَنِصْفٌ اَوْ تِسْعَةٌ وَنِصْفٌ، قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِی الْوَجْهِ الْاَوَّلِ یَاْخُذُهٗ بِعَشَرَةٍ مِنْ غَیْرِ خِیَارٍ، وَفِی الْوَجْهِ الثَّانِی یَاْخُذُهٗ بِتِسْعَةٍ اِنْ شَاءَ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِی الْوَجْهِ الْاَوَّلِ یَاْخُذُهٗ بِاَحَدَ عَشَرَ اِنْ شَاءَ، وَفِی الثَّانِی یَاْخُذُ بِعَشَرَةٍ اِنْ شَاءَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: یَاْخُذُ فِی الْاَوَّلِ بِعَشَرَةٍ وَنِصْفٍ اِنْ شَاءَ، وَفِی الثَّانِی بِتِسْعَةٍ وَنِصْفٍ وَیُخَیَّرُ) ؛ لِاَنَّ مِنْ ضَرُوْرَةِ مُقَابَلَةِ الذِّرَاعِ بِالدِّرْهَمِ مُقَابَلَةُ نِصْفِهٖ بِنِصْفِهٖ فَیَجْرِیْ عَلَیْهِ

حُكْمُهَا . وَلِاَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ لَمَّا اَفْرَدَ كُلَّ ذِرَاعٍ بِبَدَلٍ نَزَلَ كُلُّ ذِرَاعٍ مَنْزِلَةَ ثَوْبٍ عَلٰى حِدَةٍ وَقَدْ انْتَقَصَ .

وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الذِّرَاعَ وَصْفٌ فِي الْاَصْلِ، وَاِنَّمَا اَخَذَ حُكْمَ الْمِقْدَارِ بِالشَّرْطِ وَهُوَ مُقَيَّدٌ بِالذِّرَاعِ، فَعِنْدَ عَدَمِهِ عَادَ الْحُكْمُ اِلَى الْاَصْلِ .

وَقِيْلَ فِي الْكِرْبَاسِ الَّذِي لَا يَتَفَاوَتُ جَوَانِبُهُ لَا يَطِيْبُ لِلْمُشْتَرِي مَا زَادَ عَلَى الْمَشْرُوْطِ ؛ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْزُوْنِ حَيْثُ لَا يَضُرُّهُ الْفَصْلُ، وَعَلٰى هٰذَا لَوْ قَالُوْا: يَجُوْزُ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِنْهُ .

اور کسی نے کپڑے کا ایک تھان اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے اور ایک درھم میں ہے لیکن وہ تھان ساڑھے دس یا ساڑھے نو گز کا نکلا تو اس سلسلے یہ امام اعظم یہ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں خریدار اسے دس درھم کے عوض بغیر کسی اختیار کے لے لے گا اور دوسری صورت میں اگر خریدار چاہے تو نو درھم میں لے لے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر خریدار چاہے تو پہلی صورت میں اسے گیارہ درھم کے عوض لے لے اور دوسری صورت میں اگر لینا چاہے تو دس درھم کے عوض لے لے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خریدار کا دل کہے تو پہلی صورت میں وہ تھان ساڑھے دس درھم کے عوض اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درھم میں لے لے اور اسے اختیار حاصل ہوگا اس لئے کہ درھم کے ساتھ گز کا مقابلہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نصف کا بھی نصف سے مقابلہ ہو پس نصف پر مقابلے کا حکم ہوگا امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ جب بیچنے والے نے ہر گز کا الگ بدل بیان کر دیا تو ہر گز کو الگ تھان کے درجے میں اتار لیا جائے گا اور یہاں وہ کم ہو گیا ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع اصل میں وصف ہے اور شرط کی وجہ سے اسے مقدار کا حکم ملا ہے اور شرط ذراع کے ساتھ مقید ہے پس شرط معدوم ہونے کی صورت میں حکم اصل کی طرف لوٹ آئے گا ایک قول یہ ہے کہ وہ کرباس جس کے کناروں فرق نہیں ہوتا اس میں خریدار کے لئے مشروط مقدار پر ہونے والی زیادتی حلال نہیں ہے کیونکہ وہ موزون کے درجے میں ہے چنانچہ علاحدگی اس کے لئے مضر نہیں ہے اسی بنا پر فقہاء نے فرمایا: اس میں سے ایک گز کی بیع جائز ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل بطور تابع ہو کر مبیع میں شامل چیزوں کے بیان میں ہے﴾

مبیع میں تابع اشیاء فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے بیوع کے بنیادی واساسی مسائل کو ذکر کیا ہے' جو مسائل دیگر مسائل کے لئے بطور قواعد یا اساس بنتے ہیں۔ جس میں ثمن ومبیع کے ایجاب وقبول ودیگر التزامی مسائل کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان چیزوں کا بیان کر رہے ہیں جو صراحت کے ساتھ تو مبیع کے ساتھ مذکور نہیں ہوا کرتیں البتہ حکم کے اعتبار سے اور مبیع کے تابع ہو کر اس میں داخل ہوتی ہیں۔ اور یہ اصول ہے کہ تابع ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ فصل دو بنیادی قواعد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ہر وہ چیز جس عرف کے مطابق مبیع کا نام شامل ہو وہ مبیع میں داخل ہوگی خواہ اس کا ذکر صراحت کے ساتھ نہ کیا جائے۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے ہر وہ چیز اتصال اقرار کے ساتھ مبیع کے ساتھ ملی ہوئی ہے وہ بھی تابع ہو کر مبیع میں شامل ہوگی۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، بیروت)

گھر میں عمارت کے داخل ہونے کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ بِنَاؤُهَا فِي الْبَيْعِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ، لِأَنَّ اسْمَ الدَّارِ يَتَنَاوَلُ الْعَرْصَةَ وَالْبِنَاءَ فِي الْعُرْفِ) وَلِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا اتِّصَالَ قَرَارٍ فَيَكُونُ تَبَعًا لَهُ .

(وَمَنْ بَاعَ أَرْضًا دَخَلَ مَا فِيهَا مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ) لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا لِلْقَرَارِ فَأَشْبَهَ الْبِنَاءَ (وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ إِلَّا بِالتَّسْمِيَةِ) لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا لِلْفَصْلِ فَشَابَهَ الْمَتَاعَ الَّذِي فِيهَا .

اور جب کسی نے کوئی مکان بیچا تو اس کی عمارت بھی بیع میں داخل ہوگی خواہ اس کو ذکر نہ کرے کیونکہ عرف میں لفظ دار صحن اور عمارت دونوں کو شامل ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ عمارت کو زمین کے ساتھ اتصال قرار حاصل ہے لہٰذا وہ مکان کے تابع ہوگی اور جب کسی شخص نے کوئی زمین فروخت کی تو اس زمین میں موجود کھجور اور دیگر چیزوں کے درخت بھی بیع میں داخل ہوں گے اگر چہ ان کی صراحت نہ کی ہو اس لئے کہ درخت زمین کے ساتھ برقرار رہنے کے لئے متصل ہیں' تو یہ عمارت کے مشابہ ہو گئے اور کھیتی بغیر بیان کے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ وہ زمین سے جدا ہونے کے لئے متصل ہے لہٰذا یہ گھر میں موجود سامان کے مشابہ ہوگئی۔

کھجور کی بیع پر پھل بیچنے والا کا ہونے کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا اَوْ شَجَرًا فِيهِ ثَمَرٌ فَثَمَرَتُهُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنِ اشْتَرَى اَرْضًا فِيهَا نَخْلٌ فَالثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ، اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ) وَلِاَنَّ الِاتِّصَالَ وَاِنْ كَانَ خِلْقَةً فَهُوَ لِلْقَطْعِ لَا لِلْبَقَاءِ فَصَارَ كَالزَّرْعِ .

(وَيُقَالُ لِلْبَائِعِ اقْطَعْهَا وَسَلِّمِ الْمَبِيعَ) وَكَذَا اِذَا كَانَ فِيهَا زَرْعٌ ؛ لِاَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِي مَشْغُولٌ بِمِلْكِ الْبَائِعِ فَكَانَ عَلَيْهِ تَفْرِيغُهُ وَتَسْلِيمُهُ، كَمَا اِذَا كَانَ فِيهِ مَتَاعٌ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُتْرَكُ حَتّٰى يَظْهَرَ صَلَاحُ الثَّمَرِ وَيُسْتَحْصَدَ الزَّرْعُ ؛ لِاَنَّ الْوَاجِبَ اِنَّمَا هُوَ التَّسْلِيمُ الْمُعْتَادُ، وَالْمُعْتَادُ اَنْ لَا يُقْطَعَ كَذٰلِكَ وَصَارَ كَمَا اِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْاِجَارَةِ وَفِي الْاَرْضِ زَرْعٌ .

قُلْنَا: هُنَاكَ التَّسْلِيمُ وَاجِبٌ اَيْضًا حَتّٰى يُتْرَكَ بِاَجْرٍ، وَتَسْلِيمُ الْعِوَضِ كَتَسْلِيمِ الْمُعَوَّضِ . وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا اِذَا كَانَ الثَّمَرُ بِحَالٍ لَهُ قِيمَةٌ اَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّحِيحِ وَيَكُونُ فِي الْحَالَيْنِ لِلْبَائِعِ ؛ لِاَنَّ بَيْعَهُ يَجُوزُ فِي اَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ عَلٰى مَا تَبَيَّنَ فَلَا يَدْخُلُ فِي بَيْعِ الشَّجَرِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ .

اور جب کسی نے کھجور کا درخت یا کوئی پھل دار درخت بیچا تو اس کے پھل بیچنے والا کے ہوں گے مگر یہ کہ خریدار انہیں بھی لینے کی شرط لگا دے اس لئے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسی زمین خریدی جس میں کھجور کا درخت ہو تو اس کے پھل بیچنے والا کے ہوں گے مگر جب خریدار شرط لگا دے اور اس لئے بھی کہ اگرچہ درختوں کے ساتھ پھلوں کا اتصال پیدائشی ہے مگر وہ پھر بھی توڑنے ہی کے لئے ہے بقاء کے لئے نہیں ہے اور یہ کھیتی کی طرح ہو گئے اور بیچنے والا سے کہا جائے گا کہ پھلوں کو توڑ کر مبیع خریدار کے حوالے کر دے اور اسی طرح اگر زمین میں کھیتی ہو کیونکہ خریدار کی ملکیت بیچنے والے کی ملکیت کیساتھ مشغول ہے لہٰذا اس کو خالی کر کے خریدار کے حوالے کرنا بیچنے والے کی ذمہ داری ہو جیسے کہ اس صورت میں جب مکان میں بیچنے والا کا سامان ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پھل اور کھیتی دونوں کو چھوڑ دیا جائے جب تک کہ پھل کی منفعت ظاہر ہو جائے اور کھیتی کاٹ لی جائے اس لئے کہ معتاد طریقے سے ہی سپرد کرنا واجب ہے اور عادتاً ظہور منفعت سے پہلے پھلوں کو نہیں توڑا جاتا اور یہ ایسا ہو گیا جب زمین میں کھیتی رہتے ہوئے اجارہ کی مدت ختم ہو جائے ہم کہتے ہیں کہ بقائے کھیتی کی صورت میں بھی زمین کی سپردگی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ زمین کو اجرت پر چھوڑا جاتا ہے اور عوض کی سپردگی معوض کی سپردگی کی طرح ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق کوئی فرق نہیں ہے اس صورت میں جب پھل ایسی حالت میں ہوں کہ ان کی قیمت یا ان کی قیمت نہ ہو اور دونوں صورتوں میں وہ بیچنے والا کے ہوں گے اس لئے کہ دو میں سے اصح روایت کے مطابق ان کی بیع جائز ہے جیسا کہ ہم آگے اسے بیان کریں گے لہٰذا پھل صراحت کیساتھ بیع ارض میں داخل نہیں ہوں گے۔

بیج بونے کی حالت میں زمین بیچنے کا بیان

وَاَمَّا اِذَا بِيعَتُ الْاَرْضُ وَقَدْ بَذَرَ فِيهَا صَاحِبُهَا وَلَمْ يَنْبُتْ بَعْدُ لَمْ يَدْخُلُ فِيهِ ؛ لِاَنَّهُ مُودَعٌ فِيهَا كَالْمَتَاعِ .

وَلَوْ نَبَتَ وَلَمْ تَصِرُ لَهُ قِيمَةٌ فَقَدُ قِيلَ لَا يَدْخُلُ فِيهِ، وَقَدْ قِيلَ يَدْخُلُ فِيهِ، وَكَانَ هٰذَا بِنَاءٌ عَلَى الِاخْتِلَافِ فِي جَوَازِ بَيْعِهِ قَبْلَ اَنْ تَنَالَهُ الْمَشَافِرُ وَالْمَنَاجِلُ، وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ وَالثَّمَرُ بِذِكْرِ الْحُقُوقِ وَالْمَرَافِقِ ؛ لِاَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْهُمَا .

وَلَوْ قَالَ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ لَهُ فِيهَا وَمِنْهَا مِنْ حُقُوقِهَا اَوْ قَالَ مِنْ مَرَافِقِهَا لَمْ يَدْخُلَا فِيهِ لِمَا قُلْنَا، وَاِنْ لَمْ يَقُلْ مِنْ حُقُوقِهَا اَوْ مِنْ مَرَافِقِهَا دَخَلَا فِيهِ .

وَاَمَّا الثَّمَرُ الْمَجْذُوذُ وَالزَّرْعُ الْمَحْصُودُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَتَاعِ لَا يَدْخُلُ اِلَّا بِالتَّصْرِيحِ بِهِ .

اور جب زمین اس حال میں فروخت کی گئی کہ زمین کے مالک نے اس میں بیج ڈال دیا تھا اور ابھی تک وہ اگا نہیں تھا تو بیج زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ سامان کی طرح یہ بھی زمین میں رکھا ہوا ہے اور اگر بیج اگ گیا لیکن ابھی تک اس کی کوئی قیمت نہیں لگی ہے' تو ایک قول یہ کہ وہ بیع میں داخل نہیں ہوگا اور ایک قول یہ کہ داخل ہو جائے گا' اور ایسا لگتا ہے کہ یہ اختلاف درانتیوں سے کاٹنے اور ہونٹوں سے پکڑنے سے قبل اس کی جواز بیع کے متعلق ہونے والے اختلاف پر مبنی ہے اور کھیتی اور پھل حقوق اور مرافق کی صراحت سے بیع میں داخل نہیں ہوں گے کیونکہ وہ دونوں حقوق اور مرافق میں سے نہیں ہے۔ اور اگر بیچنے والے نے یہ کہا کہ ہر قلیل وکثیر کیساتھ جو اس مبیع میں موجود ہیں' یا مبیع سے یا اس کے حقوق اور مرافق میں سے ہو تو بھی کھیتی اور پھل بیع میں داخل نہیں ہوں گے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا اور اگر من حقوقها یا من مرافقها نہیں کہا تو وہ دونوں بیع میں داخل ہو جائیں گے لیکن توڑے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی صراحت کے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ یہ سامان کے درجہ میں ہے۔

کچے پکے پھلوں کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا اَوْ قَدْ بَدَا جَازَ الْبَيْعُ) ؛ لِاَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ، اِمَّا لِكَوْنِهِ مُنْتَفَعًا بِهِ فِي الْحَالِ اَوْ فِي الثَّانِي، وَقَدْ قِيلَ لَا يَجُوزُ قَبْلَ اَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ (وَعَلَى الْمُشْتَرِي قَطْعُهَا فِي الْحَالِ) تَفْرِيغًا لِمِلْكِ الْبَائِعِ، وَهٰذَا اِذَا اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا اَوْ بِشَرْطِ الْقَطْعِ .

فرمایا: اگر کسی شخص نے ایسے پھل فروخت کیے جن کی صلاح ظاہر نہیں ہوئی یا ظاہر ہوگئی تو دونوں صورتوں میں بیع جائز ہوگی اس لئے کہ وہ پھل مال متقوم ہے یا تو فی الحال اس کے قابل انتفاع ہونے کی وجہ یا آگے چل کر قابل انتفاع ہونے کی وجہ سے

ایک قول یہ ہے کہ بدو صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع جائز نہیں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور بیچنے والے کی ملکیت خالی کرنے کے لئے خریدار پر فوراً وہ پھل توڑنا واجب ہے اور بیع اس صورت میں جائز ہے جب پھلوں کو مطلقاً خریدا ہو یا توڑنے کی شرط کیساتھ خریدا ہو۔

درختوں پر پھل چھوڑنے کی شرط کے سبب فساد بیع کا بیان

(وَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى النَّخِيلِ فَسَدَ الْبَيْعُ) ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَهُوَ شَغْلُ مِلْكِ الْغَيْرِ أَوْ هُوَ صَفْقَةٌ فِي صَفْقَةٍ وَهُوَ إِعَارَةٌ أَوْ إِجَارَةٌ فِي بَيْعٍ، وَكَذَا بَيْعُ الزَّرْعِ بِشَرْطِ التَّرْكِ لِمَا قُلْنَا، وَكَذَا إِذَا تَنَاهَى عِظَمُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لِمَا قُلْنَا، وَاسْتَحْسَنَهُ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لِلْعَادَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَتَنَاهَ عِظَمُهَا ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ فِيهِ الْجُزْءُ الْمَعْدُومُ وَهُوَ الَّذِي يَزِيدُ لِمَعْنًى مِنْ الْأَرْضِ أَوْ الشَّجَرِ .وَلَوْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا بِإِذْنِ الْبَائِعِ طَابَ لَهُ الْفَضْلُ، وَإِنْ تَرَكَهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ تَصَدَّقَ بِمَا زَادَ فِي ذَاتِهِ لِحُصُولِهِ بِجِهَةٍ مَحْظُورَةٍ، وَإِنْ تَرَكَهَا بَعْدَمَا تَنَاهَى عِظَمُهَا لَمْ يَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ .

لِأَنَّ هَذَا تَغَيُّرُ حَالَةٍ لَا تَحَقُّقُ زِيَادَةٍ، وَإِنْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا عَلَى النَّخِيلِ وَقَدْ اسْتَأْجَرَ النَّخِيلَ إِلَى وَقْتِ الْإِدْرَاكِ طَابَ لَهُ الْفَضْلُ ؛ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ بَاطِلَةٌ لِعَدَمِ التَّعَارُفِ وَالْحَاجَةِ فَبَقِيَ الْإِذْنُ مُعْتَبَرًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى الزَّرْعَ وَاسْتَأْجَرَ الْأَرْضَ إِلَى أَنْ يُدْرِكَ وَتَرَكَهُ حَيْثُ لَا يَطِيبُ لَهُ الْفَضْلُ ؛ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ فَاسِدَةٌ لِلْجَهَالَةِ فَأَوْرَثَتْ خُبْثًا .

اور اگر خریدار نے پھلوں کو درخت پر چھوڑنے کی شرط لگادی تو بیع فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ شرط عقد کے تقاضہ کے خلاف ہے اور وہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھنا ہے یا وہ ایک صفقہ میں دوسرا صفقہ ہے اور وہ اعارہ ہے یا تو اجارہ ہے۔اور ایسے ہی کھیتی کی بیع زمین میں چھوڑنے کیساتھ فاسد ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی اور اسی طرح جب پھلوں کی موٹائی متناہی ہوگئی ہو تو بھی بیع بشرط الترک فاسد ہے شیخین کے نزدیک اسی دلیل کی بنا پر جو ہم پہلے بیان کر چکے اور امام محمد نے عادت الناس کے پیش نظر بر بنائے استحسان اسے جائز کر رکھا ہے برخلاف اس صورت کے جب پھلوں مٹائی اور بڑھوتری متناہی نہ ہوئی ہو اس لئے کہ اس میں زمین یا درخت کی قوت سے بڑھنے والے ایک معدوم جز کی شرط ہے۔اور اگر پھلوں کو مطلق طور پر خریدا اور بیچنے والے کی اجازت سے انہیں درختوں پر چھوڑے رکھا تو پھلوں کا اضافہ خریدار کے لئے حلال ہے اور اگر بائع کی اجازت کے بغیر چھوڑے رکھا تو عین ذات میں ہونے والے اضافہ کو صدقہ کردے اس لئے کہ یہ اضافہ ممنوع جہت سے حاصل ہوا ہے اور اگر پھلوں کی بڑھوتری مکمل ہونے کے بعد انہیں چھوڑے رکھا تو کچھ بھی صدقہ نہ کرے اس لئے کہ یہ حالت کا تغیر ہے زیادتی کا وجود نہیں ہے۔

اور اگر پھلوں کو مطلق طور پر خرید کر درختوں پر چھوڑ دیا اور پکنے کے وقت تک درختوں کو اجارہ پر بھی لے لیا تو اس کے لئے زیادتی حلال ہوگی اس لئے کہ رواج اور ضرورت نہ ہوگی وجہ سے اجارہ باطل ہے لہٰذا صرف بیچنے والے کی اجازت کا اعتبار رہ گیا بر خلاف اس صورت کے جب کھیتی خرید اور پکنے تک زمین کو اجارہ پر لے لیا اور کھیتی کو چھوڑ دیا تو اس کے لئے زیادتی حلال نہیں ہوگی اس لئے کہ جہالت کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے لہٰذا اس جہالت نے مبیع میں گندگی پیدا کر دی ہے۔

قبضہ سے پہلے نئے پھلوں کے اگنے کا بیان

وَلَوْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا فَاَثْمَرَتْ ثَمَرًا آخَرَ قَبْلَ الْقَبْضِ فَسَدَ الْبَيْعُ ؛ لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ تَسْلِيْمُ الْمَبِيعِ لِتَعَذُّرِ التَّمْيِيزِ .

وَلَوْ اَثْمَرَتْ بَعْدَ الْقَبْضِ يَشْتَرِكَانِ فِيهِ لِلِاخْتِلَاطِ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي مِقْدَارِهِ ؛ لِاَنَّهُ فِي يَدِهِ، وَكَذَا فِي الْبَاذِنْجَانِ وَالْبِطِّيخِ، وَالْمَخْلَصُ اَنْ يَشْتَرِيَ الْاُصُولَ لِتَحْصُلَ الزِّيَادَةُ عَلٰى مِلْكِهِ .

اور جب پھلوں کو خریدا اور قبضہ سے پہلے درختوں پر دوسرے پھل آ گئے تو بیع فاسد ہے کیونکہ دونوں پھلوں میں امتیاز ناممکن ہونے کی وجہ سے بیچنے والا کے لئے مبیع سپرد کرنا محال ہے اور اگر قبضہ کے بعد دوسرے پھل آئے تو مبیع اور غیر مبیع مل جانے کی وجہ سے دونوں میں شریک ہوں گے اور زائد کی مقدار میں خریدار کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ اسی کے قبضے میں ہے اور اسی طرح بینگن اور خربوزہ میں بھی یہی حکم ہوگا اور چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ درختوں کو ہی خرید لے تاکہ اس کی ملکیت میں اضافہ ہو۔

معین رطلوں کے استثناء کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ اَنْ يَبِيعَ ثَمَرَةً وَيَسْتَثْنِيَ مِنْهَا، اَرْطَالًا مَعْلُومَةً) خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ ؛ لِاَنَّ الْبَاقِيَ بَعْدَ الِاسْتِثْنَاءِ مَجْهُولٌ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ وَاسْتَثْنٰى نَخْلًا مُعَيَّنًا ؛ لِاَنَّ الْبَاقِيَ مَعْلُومٌ بِالْمُشَاهَدَةِ .

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالُوا هٰذِهِ رِوَايَةُ الْحَسَنِ وَهُوَ قَوْلُ الطَّحَاوِيِّ ؛ اَمَّا عَلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ يَنْبَغِي اَنْ يَجُوزَ ؛ لِاَنَّ الْاَصْلَ اَنَّ مَا يَجُوزُ اِيرَادُ الْعَقْدِ عَلَيْهِ بِانْفِرَادِهِ يَجُوزُ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنَ الْعَقْدِ، وَبَيْعُ قَفِيزٍ مِنْ صُبْرَةٍ جَائِزٌ فَكَذَا اسْتِثْنَاؤُهُ، بِخِلَافِ اسْتِثْنَاءِ الْحَمْلِ وَاَطْرَافِ الْحَيَوَانِ ؛ لِاَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ، فَكَذَا اسْتِثْنَاؤُهُ .

فرمایا: بیچنے والا کے لئے پھلوں کو بیچ کر ان میں سے متعین ارطال کا استثناء کرنا جائز نہیں ہے امام مالک کا اختلاف ہے کیونکہ استثناء کے بعد جو باقی ہے مجہول ہے۔ بر خلاف اس صورت کے جب باغ بیچ کر ایک معین درخت کا استثناء کر لے اس

لئے کہ باقی مشاہدے سے معلوم ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اسے حضرت حسن کی روایت قرار دیا ہے اور یہی امام طحاوی کا قول ہے' لیکن ظاہر الروایہ کے مطابق اسے جائز ہونا چاہیے کیونکہ اصول یہ کہ تنہا جس چیز کا عقد درست ہوتا ہے' تو عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی درست ہوتا ہے اور ڈھیر سے ایک قفیز کی بیع جائز ہے' تو اسکا استثناء بھی جائز ہے برخلاف حمل اور اعضائے حیوان کے استثناء کے اس لئے کہ تنہا ان کی بیع درست نہیں ہے' تو اسی طرح انکا استثناء بھی درست نہیں ہوگا۔

گندم کو اس کی بالی کے ساتھ بیچنے کا بیان

وَيَجُوْزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِي سُنْبُلِهَا وَالْبَاقِلَاءِ فِي قِشْرِهِ) وَكَذَا الْأُرْزُ وَالسِّمْسِمُ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْبَاقِلَاءِ الْأَخْضَرِ، وَكَذَا الْجَوْزُ وَاللَّوْزُ وَالْفُسْتُقُ فِي قِشْرِهِ الْأَوَّلِ عِنْدَهُ .وَلَهُ فِي بَيْعِ السُّنْبُلَةِ قَوْلَانِ، وَعِنْدَنَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ كُلُّهُ .لَهُ أَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ مَسْتُوْرٌ بِمَا لَا مَنْفَعَةَ لَهُ فِيْهِ فَأَشْبَهَ تُرَابَ الصَّاغَةِ إِذَا بِيعَ بِجِنْسِهِ .

وَلَنَا مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ، وَعَنْ بَيْعِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ) " ؛ وَلِأَنَّهُ حَبٌّ مُنْتَفَعٌ بِهِ فَيَجُوْزُ بَيْعُهُ فِي سُنْبُلِهِ كَالشَّعِيْرِ وَالْجَامِعُ كَوْنُهُ مَالًا مُتَقَوِّمًا، بِخِلَافِ تُرَابِ الصَّاغَةِ ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا لَا يَجُوْزُ بَيْعُهُ بِجِنْسِهِ لِاحْتِمَالِ الرِّبَا، حَتّٰى لَوْ بَاعَهُ بِخِلَافِ جِنْسِهِ جَازَ، وَفِي مَسْأَلَتِنَا لَوْ بَاعَهُ بِجِنْسِهِ لَا يَجُوْزُ أَيْضًا لِشُبْهَةِ الرِّبَا ؛ لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي قَدْرَ مَا فِي السَّنَابِلِ .

گندم کو اس کی بالی اور لوبیے کو اس کی پھلی میں بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی چاول اور تل کو بھی امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہرے لوبیے کی بیع درست نہیں ہے اسی طرح اخروٹ بادام اور پستہ کو ان کی پہلی پھلی میں بیچنا امام شافعی کے نزدیک درست نہیں ہے اور بالیوں میں گندم کی بیع کے متعلق ان کے دو قول ہیں اور ہمارے نزدیک یہ تمام صورتیں جائز ہیں امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ ایسی چیز میں مخفی ہے' جس میں کو فائدہ نہیں ہے لہٰذا یہ اپنی جنس کے سناروں کی راکھ کی بیع کے مشابہ ہو گیا۔ اور ہماری دلیل آپ ﷺ کی وہ حدیث ہے کہ جس میں آپ نے رنگ پکڑنے سے پہلے کھجور کی بیع اور سفید ہونے نیز آفت سے مامون ہونے سے قبل بالیوں میں گیہوں کی بیع سے منع فرمایا ہے اور اس لئے کہ گندم قابل انتفاع اناج ہے لہٰذا جو کی طرح بالیوں میں اس کی بیع درست ہوگی اور جامع ان کا مال متقوم ہونا ہے برخلاف سنار کی مٹی کے کیونکہ ہم جنس کے ساتھ محض احتمال ربوا کی وجہ سے اس کی بیع ناجائز ہے یہاں تک کہ اگر خلاف جنس کیساتھ کسی نے بیچا تو بھی ہمارے مسئلہ میں اس کی بیع درست ہے اور اگر گندم کو اس کی بالی میں ہم جنس کے ساتھ بیچا تو بھی شبہ ربوا کی وجہ سے جائز نہیں ہے اس لئے کہ بالیوں کی مقدار معلوم نہیں ہے۔

مکان کی بیع میں داخل اشیاء کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَفَاتِيْحُ إِغْلَاقِهَا) ؛ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيْهِ الْإِغْلَاقُ ؛ لِأَنَّهَا مُرَكَّبَةٌ فِيْهَا

لِلْبَقَاءِ وَالْمِفْتَاحُ يَدْخُلُ فِي بَيْعِ الْغَلَقِ مِنْ غَيْرِ تَسْمِيَةٍ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ بَعْضٍ مِنْهُ إِذْ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ بِدُونِهِ .

قَالَ (وَأُجْرَةُ الْكَيَّالِ وَنَاقِدِ الثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ) أَمَّا الْكَيْلُ فَلَا بُدَّ مِنْهُ لِلتَّسْلِيمِ وَهُوَ عَلَى الْبَائِعِ وَمَعْنَى هٰذَا إِذَا بِيعَ مُكَايَلَةً، وَكَذَا أُجْرَةُ الْوَزَّانِ وَالزَّرَّاعِ وَالْعَدَّادِ، وَأَمَّا النَّقْدُ فَالْمَذْكُورُ رِوَايَةُ ابْنِ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ النَّقْدَ يَكُونُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَكُونُ بَعْدَ الْوَزْنِ وَالْبَائِعُ هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِيُمَيِّزَ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ لِيَعْرِفَ الْمَعِيبَ لِيَرُدَّهُ .

وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ سِمَاعَةَ عَنْهُ عَلَى الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى تَسْلِيمِ الْجَيِّدِ الْمُقَدَّرِ، وَالْجُودَةُ تُعْرَفُ بِالنَّقْدِ كَمَا يُعْرَفُ الْقَدْرُ بِالْوَزْنِ فَيَكُونُ عَلَيْهِ .قَالَ (وَأُجْرَةُ وَزَّانِ الثَّمَنِ عَلَى الْمُشْتَرِي) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَى تَسْلِيمِ الثَّمَنِ وَبِالْوَزْنِ يَتَحَقَّقُ التَّسْلِيمُ .

اور جب کسی شخص نے کوئی مکان خریدا تو مکان کے تالوں کی کنجیاں بھی بیع میں داخل ہوں گی کیونکہ تالے باقی رہنے ہی کے لیے مکان میں جڑے جاتے ہیں اور تالے کی بیع میں صراحت کے بغیر بھی کنجی داخل ہوتی ہے' کیونکہ وہ تالے کہ جز کے درجے میں ہوتی ہے' کیونکہ کنجی کے بغیر تالے سے انتفاع نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: ناپنے اور ثمن پرکھنے والے کی اجرت بیچنے والا کے ذمہ ہے البتہ ناپنا تو وہ مبیع سپرد کرنے کے لئے ضروری ہے اور مبیع کی سپردگی بیچنے والے کی ذمہ داری ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مبیع کو پیمائش کے حساب سے بیچا گیا ہو اور ایسے وزن کرنے والے گزوں سے ناپنے والے اور شمار کنندگان کی اجرت بھی بیچنے والا پر واجب ہوگی رہا مسئلہ پرکھنے کا تو کتاب میں مذکورہ بیان حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے ابن رستم کی ایک روایت ہے اس لئے کہ پرکھنے کا مرحلہ سپردگی کے بعد ہوتا ہے کیا نہیں دیکھتے کے وہ وزن کے بعد ہوتا ہے اور بیچنے والے کو اس کی ضرورت ہے' تاکہ وہ اپنے حق کو دوسرے کے حق سے علیحدہ کرلے یا عیب دار کی شناخت کرکے اسے واپس کردے۔ اور امام محمد سے ابن سماعہ کی روایت کے مطابق ثمن پرکھنے کی اجرت خریدار پر ہے اس لیے کہ اسی کو مقرر کردہ عمدہ ثمن سپرد کرنے کی ضرورت ہے اور عمدگی کی معرفت پرکھنے سے ہوتی ہے جیسا کہ وزن سے مقدار کی معرفت ہوتی ہے لہٰذا اس کی اجرت بھی خریدار پر ہوگی۔ فرمایا: ثمن وزن کرنے والے کی اجرت خریدار پر ہوگی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ خریدار ہی کو سپردگی کے لئے اس کی ضرورت ہے اور وزن سے سپردگی ثابت ہوجاتی ہے۔

خریدار سے ثمن کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي ادْفَعِ الثَّمَنَ أَوَّلًا) ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْمُشْتَرِي تَعَيَّنَ فِي الْمَبِيعِ فَيُقَدَّمُ دَفْعُ الثَّمَنِ لِيَتَعَيَّنَ حَقُّ الْبَائِعِ بِالْقَبْضِ لِمَا أَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ تَحْقِيقًا لِلْمُسَاوَاةِ .

شرح فرمایا: اگر کسی نے ثمن کے عوض کوئی سامان بیچا تو خریدار سے کہا جائے گا کہ پہلے تم ثمن ادا کرو اس لیے کہ اس کا حق مبیع پر متعین ہو چکا ہے لہٰذا ثمن کی ادائیگی کو مقدم کیا جائے گا تا کہ قبضہ سے بیچنے والا کا حق بھی متعین ہو جائے اس لئے کہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا اور یہ حکم برابری ثابت کرنے کے لئے ہے۔ فرمایا: اگر کسی شخص نے سامان کے عوض سامان بیچا یا ثمن کے بدلے ثمن بیچا تو دونوں سے ایک ساتھ سپرد کرنے کو کہا جائے گا اسلئے کہ تعیین اور عدم تعیین میں دونوں برابر ہیں لہٰذا ادائیگی میں کسی ایک کو مقدم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ خِیَارِ الشَّرْطِ

﴿یہ باب خیار شرط کے بیان میں ہے﴾

باب خیار شرط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس سے پہلے بیع کی علت معلوم ہو چکی ہے' جو اپنے حکم کو لازم کرنے والی ہے۔اور اس سے پہلے بیع وہ مسائل جن میں ایجاب وقبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔اور دونوں عقد کرنے والوں پر بیع کا التزام اور باہم اموال کا تبادلہ لازم ہو جاتا ہے' جبکہ ان میں سے کسی بھی فریق کو کسی قسم کا اختیار باقی نہیں رہتا۔اور حکم کی علت میں قاعدہ فقہیہ بھی یہی ہے۔کہ وہ کسی متخلف بنانے والی نہیں ہے' جس طرح کا پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیع کے مسائل میں اس بیع کا ذکر کریں گے جہاں علت اپنا خلیفہ پیچھے چھوڑنے والی ہے۔اور ایسی بیع کو غیر لازم بھی کہتے ہیں۔اور یہ مقید کے درجے میں ہے۔اور قانون یہ ہے کہ مقید ہمیشہ مطلق کے بعد آتا ہے۔پس اسی سبب کے پیش نظر عدم خیار والی بیع کو مقدم ذکر کیا ہے اور خیار والی بیع کے احکام کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۴، ص ۲۹۱، بیروت)

لفظ خیار کی تعریف واقسام کا بیان

خیار، لفظ، اختیار، سے مشتق ہے' جس کے معنی ہیں دو چیزوں میں سے کسی ایک اچھی چیز کا انتخاب کرنا چنانچہ کسی تجارتی معاملے کو فسخ کر دینے یا اس کو باقی رکھنے کا وہ اختیار جو خریدار اور تاجر کو حاصل ہوتا ہے اصطلاح فقہ میں خیار کہلاتا ہے تجارتی معاملات میں اس اختیار کی کئی قسمیں ہیں' جن کے تفصیلی احکام اور فقہی اختلاف فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں تاہم اس موقع پر ان قسموں کے نام اور تعریفات ذکر کر دینا ضروری ہے۔

خیار شرط کا بیان

جو تجارتی معاملے طے ہو جانے کے بعد تاجر یا خریدار یا دونوں کو اس معاملے کے ختم کر دینے یا باقی رکھنے کا حق دیا جانا خیار شرط کہلاتا ہے مثلاً تاجر نے ایک چیز فروخت کی جسے خریدار نے خرید لی مگر اس خرید وفروخت کے بعد تاجر نے یا خریدار نے یہ کہا کہ باوجود بیع ہو جانے کے مجھ کو ایک روز یا دو روز یا تین روز تک یہ اختیار حاصل ہوگا کہ خواہ اس بیع کو باقی رکھا جائے خواہ ختم کر دیا جائے۔خرید وفروخت میں یہ صورت جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدت اختیار میں بیع کو فسخ کیا جائے' تو وہ فسخ ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے ختم ہونے تک بیع کو برقرار رکھا یا سکوت کیا' تو بعد ختم مدت بیع پختہ ہو جائے گی یہ بات ذہن میں رہے کہ خیار شرط کی

مدت حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے۔

بیچنے والا خریدار میں خیار شرط کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ: (خِيَارُ الشَّرْطِ جَائِزٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي وَلَهُمَا الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَمَا دُونَهَا) وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رُوِيَ: (أَنَّ حِبَّانَ بْنَ مُنْقِذِ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُغْبَنُ فِي الْبِيَاعَاتِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا بَايَعْت فَقُلْ لَا خِلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ" ـ (وَلَا يَجُوزُ أَكْثَرُ مِنْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ ـ

وَقَالَا (يَجُوزُ إِذَا سَمَّى مُدَّةً مَعْلُومَةً لِحَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا " أَنَّهُ أَجَازَ الْخِيَارَ إِلَى شَهْرَيْنِ ") ؛ وَلِأَنَّ الْخِيَارَ إِنَّمَا شُرِعَ لِلْحَاجَةِ إِلَى التَّرَوِّي لِيَنْدَفِعَ الْغَبْنُ، وَقَدْ تَمَسُّ الْحَاجَةُ إِلَى الْأَكْثَرِ فَصَارَ كَالتَّأْجِيلِ فِي الثَّمَنِ ـ

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ شَرْطَ الْخِيَارِ يُخَالِفُ مُقْتَضَى الْعَقْدِ وَهُوَ اللُّزُومُ، وَإِنَّمَا جَوَّزْنَاهُ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ لِمَا رَوَيْنَاهُ مِنْ النَّصِّ، فَيُقْتَصَرُ عَلَى الْمُدَّةِ الْمَذْكُورَةِ فِيهِ وَانْتَفَتْ الزِّيَادَةُ ـ

(إِلَّا أَنَّهُ إِذَا أَجَازَ فِي الثَّلَاثِ) جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لِزُفَرَ، هُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ انْعَقَدَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا ـ

وَلَهُ أَنَّهُ أَسْقَطَ الْمُفْسِدَ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ فَيَعُودُ جَائِزًا كَمَا إِذَا بَاعَ بِالرَّقْمِ وَأَعْلَمَهُ فِي الْمَجْلِسِ ـ

وَلِأَنَّ الْفَسَادَ بِاعْتِبَارِ الْيَوْمِ الرَّابِعِ، فَإِذَا أَجَازَ قَبْلَ ذَلِكَ لَمْ يَتَّصِلْ الْمُفْسِدُ بِالْعَقْدِ، وَلِهَذَا قِيلَ: إِنَّ الْعَقْدَ يَفْسُدُ بِمُضِيِّ جُزْءٍ مِنْ الْيَوْمِ الرَّابِعِ، وَقِيلَ يَنْعَقِدُ فَاسِدًا ثُمَّ يَرْتَفِعُ الْفَسَادُ بِحَذْفِ الشَّرْطِ، وَهَذَا عَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ ـ

بیع میں بیچنے والا اور خریدار دونوں کے لئے خیار شرط جائز ہے اور انہیں تین دن یا اس سے کم کا خیار ملے گا' اور اس سلسلے میں اصل وہ حدیث ہے' جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ حضرت حبان بن منقد بن عمرو انصاریؓ کو خرید و فروخت میں خسارہ ہو جاتا تھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: بیچنے کے بعد لاخلابہ کہہ دیا کرو اور کہا کرو کہ مجھے تین دن کا خیار ہے اور امام صاحب کے نزدیک تین دن سے زیادہ کا خیار جائز نہیں ہے یہی امام زفر اور امام شافعی کا بھی قول ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر متعین مدت بیان کر دی جائے' تو تین دن سے زیادہ کا بھی جائز ہے حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے کہ آپ نے دو مہینے تک خیار کو جائز قرار دیا اور اس لیے بھی کہ خیار غور و فکر کی ضرورت کے پیش نظر دھوکہ دور کرنے کے لئے جائز ہوا ہے اور کبھی تین دن سے بھی زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہ ثمن میعاد مقرر کرنے کی طرح ہو گیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ خیار شرط عقد کے تقاضہ کے خلاف ہے اور وہ لزوم عقد ہے' لیکن ماقبل میں بیان کردہ نص کی بناء پر خلاف قیاس ہم نے اسے جائز قرار دیا ہے لہٰذا نص میں بیان کردہ پر منحصر ہوگا اور اس

میں زیادتی نہیں ہوگی لیکن اگر من لہ خیار نے تین ہی دن میں اجازت دیدی تو بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے امام زفر کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بیع فاسد منعقد ہوئی ہے لہٰذا بدل کر جائز نہیں ہوگی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ من لہ خیار نے مفسد کو جمنے اور قرار پکڑنے سے پہلے ساقط کر دیا لہٰذا وہ عقد جائز ہو جائے گا جیسے اگر کسی نے لکھے ہوئے ثمن کے عوض کوئی چیز بیچی اور مجلس عقد ہی میں خریدار کو ثمن سے آگاہ کر دیا اور اس لئے کہ فساد یوم رابع کے اعتبار سے ہے لیکن جب اس سے پہلے من الخیار نے اجازت دے دی تو مفسد کا عقد سے اتصال نہ ہو سکا اسی وجہ سے کہا گیا کہ یوم رابع کا ایک جز گذرنے سے بھی عقد فاسد ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ عقد فاسد ہو کر منعقد ہوگا پھر شرط کو حذف کر دینے سے فساد ختم ہو جائے گا اور یہ قول پہلی تعلیل کی بنا پر ہے۔

خیار کی مدت کے تین دن ہونے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَنْقُدِ الثَّمَنَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا جَازَ ـ وَإِلَى أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَجُوزُ إِلَى أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ، فَإِنْ نَقَدَ فِي الثَّلَاثِ جَازَ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ هَذَا فِي مَعْنَى اشْتِرَاطِ الْخِيَارِ إِذْ الْحَاجَةُ مَسَّتْ إِلَى الِانْفِسَاخِ عِنْدَ عَدَمِ النَّقْدِ تَحَرُّزًا عَنْ الْمُمَاطَلَةِ فِي الْفَسْخِ فَيَكُونُ مُلْحَقًا بِهِ ـ وَقَدْ مَرَّ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى أَصْلِهِ فِي الْمُلْحَقِ بِهِ، وَنَفْيِ الزِّيَادَةِ عَلَى الثَّلَاثِ وَكَذَا مُحَمَّدٌ فِي تَجْوِيزِ الزِّيَادَةِ ـ وَأَبُو يُوسُفَ أَخَذَ فِي الْأَصْلِ بِالْأَثَرِ .

وَفِي هَذَا بِالْقِيَاسِ، وَفِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ قِيَاسٌ آخَرُ وَإِلَيْهِ مَالَ زُفَرُ وَهُوَ أَنَّهُ بَيْعٌ شُرِطَ فِيهِ إِقَالَةٌ فَاسِدَةٌ لِتَعَلُّقِهَا بِالشَّرْطِ، وَاشْتِرَاطُ الصَّحِيحِ مِنْهَا فِيهِ مُفْسِدٌ لِلْعَقْدِ، فَاشْتِرَاطُ الْفَاسِدِ أَوْلَى وَوَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ مَا بَيَّنَّا .

اور جب کسی نے اس شرط پر خریدا کہ اگر اس نے تین دن تک ثمن ادا نہ کیا تو ان کے درمیان کوئی بیع نہیں ہے تو بیع درست ہے اور اگر چار دن کی بات ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ چار دن یا اس سے زیادہ کی صورت میں بھی بیع جائز ہے پھر اگر خریدار نے تین دن میں ثمن ادا کر دیا تو سب کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اس سلسلے میں اصل یہ ہے کہ یہ خیار شرط کے معنی میں ہے کیونکہ خریدار کے ثمن ادا نہ کرنے کے وقت فسخ میں ٹال مٹول سے بچنے کے لئے فسخ بیع کی ضرورت پڑے گی لہٰذا یہ شکل بھی خیار شرط کیساتھ ملحق ہوگی اور امام اعظم رضی اللہ عنہ ملحق بہ میں اپنی اصل پر قائم رہے اور تین دن کی زیادتی کی نفی کر دی اور اسی طرح امام محمد زیادتی کو جائز قرار دینے میں اور امام ابو یوسف نے اصل میں اثر پر عمل کیا اور اس میں قیاس پر اور اس مسئلہ میں ایک دوسرا قیاس بھی ہے جس کی طرف امام زفر گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں اقالہ فاسدہ کی شرط لگائی ہے اس لئے کہ

اقالہ شرط کے ساتھ متعلق ہے حالانکہ عقد بیع میں صحیح اقالہ کی شرط لگانا مفسد عقد ہے لہٰذا اقالہ فاسدہ کی شرط تو بدرجہ اولی مفسد ہوگی اور استحسان کی دلیل وہ ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے۔

خیار بیچنے والا کا مانع خروج مبیع ہونے کا بیان

قَالَ (وَخِيَارُ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ عَنْ مِلْكِهِ) ؛ لِأَنَّ تَمَامَ هٰذَا السَّبَبِ بِالْمُرَاضَاةِ وَلَا يَتِمُّ مَعَ الْخِيَارِ وَلِهٰذَا يَنْفُذُ عِتْقُهُ .

وَلَا يَمْلِكُ الْمُشْتَرِي التَّصَرُّفَ فِيهِ وَإِنْ قَبَضَهُ بِإِذْنِ الْبَائِعِ (وَلَوْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِي وَهَلَكَ فِي يَدِهِ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ ضَمِنَهُ بِالْقِيمَةِ) ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَنْفَسِخُ بِالْهَلَاكِ ؛ لِأَنَّهُ كَانَ مَوْقُوفًا، وَلَا نَفَاذَ بِدُونِ الْمَحَلِّ فَبَقِيَ مَقْبُوضًا فِي يَدِهِ عَلَى سَوْمِ الشِّرَاءِ وَفِيهِ الْقِيمَةُ، وَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِ الْبَائِعِ انْفَسَخَ الْبَيْعُ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْمُشْتَرِي اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ الصَّحِيحِ الْمُطْلَقِ .

فرمایا: بیچنے والا کا خیار اس کی ملکیت سے خروج مبیع کے لئے مانع ہے اس لیے کہ اس سبب کا پورا ہونا دونوں کی رضا مندی سے ہوتا ہے اور خیار کیساتھ رضا مندی پوری نہیں ہوتی اسی وجہ سے بیچنے والا کا عتق نافذ ہو جاتا ہے اور خریدار بیع میں تصرف کا مالک نہیں ہوتا اگرچہ وہ بیچنے والے کی اجازت سے مبیع پر قابض ہوا ہو اور اگر خریدار نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے دوران مبیع اس کے قبضے میں ہلاک ہوگئی تو خریدار اس کی قیمت کا ضامن ہوگا' کیونکہ مبیع ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو جاتی ہے اس لیے کہ بیع موقوف تھی اور محل کے بغیر بیع کا نفاذ نہیں ہوتا لہٰذا مبیع بھاؤ کرنے کی طرح خریدار کے قبضہ میں باقی تھی اور اس طرح کے قبضے میں قیمت کا ضمان ہوتا ہے اور اگر بیچنے والا کے قبضے میں مبیع ہلاک ہوگئی تو بیع فسخ ہو جائے گی اور بیع صحیح مطلق پر قیاس کرتے ہوئے خریدار پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔

خیار خریدار کا مانع خروج مبیع نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَخِيَارُ الْمُشْتَرِي لَا يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ) ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ فِي جَانِبِ الْآخَرِ لَازِمٌ، وَهٰذَا ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ إِنَّمَا يَمْنَعُ خُرُوجَ الْبَدَلِ .

عَنْ مِلْكِ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ ؛ لِأَنَّهُ شُرِعَ نَظَرًا لَهُ دُونَ الْآخَرِ .قَالَ: إِلَّا أَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَمْلِكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: يَمْلِكُهُ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا خَرَجَ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ فَلَوْ لَمْ يَدْخُلْ فِي مِلْكِ الْمُشْتَرِي يَكُونُ زَائِلًا لَا إِلَى مَالِكٍ وَلَا عَهْدَ لَنَا بِهِ فِي الشَّرْعِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَخْرُجِ الثَّمَنُ عَنْ مِلْكِهِ فَلَوْ قُلْنَا بِأَنَّهُ يَدْخُلُ الْمَبِيعُ فِي مِلْكِهِ لَاجْتَمَعَ الْبَدَلَانِ فِي مِلْكِ رَجُلٍ وَاحِدٍ حُكْمًا لِلْمُعَاوَضَةِ، وَلَا أَصْلَ لَهُ فِي الشَّرْعِ ؛ لِأَنَّ الْمُعَاوَضَةَ

تَقْتَضِي الْمُسَاوَاةَ ؛ وَلِأَنَّ الْخِيَارَ شُرِعَ نَظَرًا لِلْمُشْتَرِي لِيَتَرَوَّى فَيَقِفَ عَلَى الْمَصْلَحَةِ، وَلَوْ ثَبَتَ الْمِلْكُ رُبَّمَا يُعْتَقُ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اخْتِيَارِهِ بِأَنْ كَانَ قَرِيبَهُ فَيَفُوتُ النَّظَرُ .

فرمایا: خریدار کا خیار بیچنے والے کی ملکیت سے خروج مبیع میں مانع نہیں ہوتا اس لئے کہ دوسری طرف بیع لازم ہو چکی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ خیار جس کے لئے اختیار ہے کی ملکیت سے خروج بدل میں مانع ہے' کیونکہ اسی پر شفقت کے پیش نظر خیار مشروع ہوا ہے دوسرے پر نہیں فرماتے ہیں لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک خریدار اس مبیع کا مالک نہیں ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ مالک ہو جائے گا اس لئے کہ جب مبیع بیچنے والے کی ملک سے نکل گئی تو اگر اب خریدار کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی' تو کسی مالک کے بغیر ختم ہو جائے گی حالانکہ شریعت میں ہمیں ایسا کوئی علم نہیں دیا گیا ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جب ثمن خریدار کی ملکیت سے نہیں نکلا تو اب اگر ہم مبیع کے بھی اس کی ملکیت میں دخول کے قائل ہو جائیں' تو معاوضہ کی رو سے ایک ہی شخص کی ملکیت میں دو بدل جمع ہو جائیں گے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے کیونکہ معاوضہ مساوات کا مقتضی ہے اور اس لئے کہ خریدار کا خیار غور و فکر کرنے کے حوالے سے خریدار پر شفقت کے لئے مشروع ہوا ہے' تا کہ وہ مصلحت پر واقف ہو سکے اور اگر خریدار کی ملکیت ثابت ہو جائے' تو کبھی اس کے اختیار کے بغیر ہی اس پر مبیع آزاد ہو جائے گی بایں طور کے مبیع خریدار کا قریبی رشتہ دار ہو تو خریدار کے حق میں شفقت فوت ہو جائے گی۔

خریدار کے قبضہ میں ہلاکت مبیع کا بیان

قَالَ (فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ هَلَكَ بِالثَّمَنِ، وَكَذَا إِذَا دَخَلَهُ عَيْبٌ) بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ .وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّهُ إِذَا دَخَلَهُ عَيْبٌ يَمْتَنِعُ الرَّدُّ، وَالْهَلَاكُ لَا يَعْرَى عَنْ مُقَدِّمَةِ عَيْبٍ فَيَهْلِكُ، وَالْعَقْدُ قَدْ انْبَرَمَ فَيَلْزَمُهُ الثَّمَنُ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ ؛ لِأَنَّ بِدُخُولِ الْعَيْبِ لَا يَمْتَنِعُ الرَّدُّ حُكْمًا بِخِيَارِ الْبَائِعِ فَيَهْلِكُ وَالْعَقْدُ مَوْقُوفٌ .

فرمایا: پھر اگر خریدار کے قبضے میں مبیع ہلاک ہو گئی تو وہ ثمن کے عوض ہلاک ہوگی اور ایسے ہی جب اس میں عیب داخل ہو گیا برخلاف اس صورت کے جب بیچنے والا کے لئے خیار ہو اور اس فرق کی وجہ یہ ہے' جب مبیع میں عیب داخل ہو گیا تو اس کی واپسی ممتنع ہو گئی اور ہلاکت مقدمات عیب سے خالی نہیں ہوتی' تو مبیع اس حاک میں ہلاک ہوگی کہ عقد تام ہو چکا ہے لہذا خریدار پر ثمن لازم ہوگا برخلاف اس صورت کے جو گزر گئی اس لیے کہ محض دخول عیب سے خیار بیچنے والا کے پیش نظر حکما واپسی ناممکن نہیں ہوتی' تو عقد موقوف ہونے کی حالت میں مبیع حلاک ہوگی۔

خیار شرط پر عورت کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى امْرَأَتَهُ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَمْ يَفْسُدْ النِّكَاحُ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهَا لِمَا لَهُ مِنْ الْخِيَارِ (وَإِنْ وَطِئَهَا لَهُ أَنْ يَرُدَّهَا) ؛ لِأَنَّ الْوَطْءَ بِحُكْمِ النِّكَاحِ (إلَّا إذَا كَانَتْ بِكْرًا) ؛

لِاَنَّ الْوَطْیَ یُنْقِصُھَا، وَھٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ (وَقَالَا: یَفْسُدُ النِّکَاحُ) ؛ لِاَنَّہٗ مَلَکَھَا (وَاِنْ وَطِئَھَا لَمْ یَرُدَّھَا) ؛ لِاَنَّ وَطْاَھَا بِمِلْکِ الْیَمِیْنِ فَیَمْتَنِعُ الرَّدُّ وَاِنْ کَانَتْ ثَیِّبًا ؛ وَلِھٰذِہِ الْمَسْاَلَۃِ اَخَوَاتٌ کُلُّھَا تَبْتَنِیْ عَلٰی وُقُوْعِ الْمِلْکِ لِلْمُشْتَرِیْ بِشَرْطِ الْخِیَارِ وَعَدَمِہٖ: مِنْھَا عِتْقُ الْمُشْتَرٰی عَلَی الْمُشْتَرِیْ اِذَا کَانَ قَرِیْبًا لَہٗ فِیْ مُدَّۃِ الْخِیَارِ، وَمِنْھَا: عِتْقُہٗ اِذَا کَانَ الْمُشْتَرِیْ حَلَفَ اِنْ مَلَکْتُ عَبْدًا فَھُوَ حُرٌّ .

بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ: اِنِ اشْتَرَیْتُ فَھُوَ حُرٌّ ؛ لِاَنَّہٗ یَصِیْرُ کَالْمُنْشِیْءِ لِلْعِتْقِ بَعْدَ الشِّرَاءِ فَیَسْقُطُ الْخِیَارُ، وَمِنْھَا اَنَّ حَیْضَ الْمُشْتَرَاۃِ فِی الْمُدَّۃِ لَا یُجْتَزَاُ بِہٖ عَنِ الْاِسْتِبْرَاءِ عِنْدَہٗ، وَعِنْدَھُمَا یُجْتَزَاُ ؛ وَلَوْ رُدَّتْ بِحُکْمِ الْخِیَارِ اِلَی الْبَائِعِ لَا یَجِبُ عَلَیْہِ الْاِسْتِبْرَاءُ عِنْدَہٗ، وَعِنْدَھُمَا یَجِبُ اِذَا رُدَّتْ بَعْدَ الْقَبْضِ .

وَمِنْھَا اِذَا وَلَدَتِ الْمُشْتَرَاۃُ فِی الْمُدَّۃِ بِالنِّکَاحِ لَا تَصِیْرُ اُمَّ وَلَدٍ لَہٗ عِنْدَہٗ خِلَافًا لَھُمَا .

وَمِنْھَا اِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِی الْمَبِیْعَ بِاِذْنِ الْبَائِعِ ثُمَّ اَوْدَعَہٗ عِنْدَ الْبَائِعِ فَھَلَکَ فِیْ یَدِہٖ فِی الْمُدَّۃِ ھَلَکَ مِنْ مَالِ الْبَائِعِ لِارْتِفَاعِ الْقَبْضِ بِالرَّدِّ لِعَدَمِ الْمِلْکِ عِنْدَہٗ، وَعِنْدَھُمَا مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِیْ لِصِحَّۃِ الْاِیْدَاعِ بِاعْتِبَارِ قِیَامِ الْمِلْکِ .

وَمِنْھَا لَوْ کَانَ الْمُشْتَرِیْ عَبْدًا مَاْذُوْنًا لَہٗ فَاَبْرَاَہُ الْبَائِعُ مِنَ الثَّمَنِ فِی الْمُدَّۃِ بَقِیَ عَلٰی خِیَارِہٖ عِنْدَہٗ ؛ لِاَنَّ الرَّدَّ امْتِنَاعٌ عَنِ التَّمَلُّکِ وَالْمَاْذُوْنُ لَہٗ یَلِیْہِ، وَعِنْدَھُمَا بَطَلَ خِیَارُہٗ ؛ لِاَنَّہٗ لَمَّا مَلَکَہٗ کَانَ الرَّدُّ مِنْہُ تَمْلِیْکًا بِغَیْرِ عِوَضٍ وَھُوَ لَیْسَ مِنْ اَھْلِہٖ .

وَمِنْھَا اِذَا اشْتَرٰی ذِمِّیٌّ مِنْ ذِمِّیٍّ خَمْرًا عَلٰی اَنَّہٗ بِالْخِیَارِ ثُمَّ اَسْلَمَ بَطَلَ الْخِیَارُ عِنْدَھُمَا ؛ لِاَنَّہٗ مَلَکَھَا فَلَا یَمْلِکُ رَدَّھَا وَھُوَ مُسْلِمٌ .وَعِنْدَہٗ یَبْطُلُ الْبَیْعُ ؛ لِاَنَّہٗ لَمْ یَمْلِکْھَا فَلَا یَتَمَلَّکُھَا بِاِسْقَاطِ الْخِیَارِ بَعْدَہٗ وَھُوَ مُسْلِمٌ .

فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کو اس شرط پر خرید ا کہ اسے تین دن کا خیار ہوگا' تو اسکا نکاح فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ خیار کی وجہ سے وہ شخص عورت کا مالک نہیں ہوسکا ہے اور اگر اس کیساتھ وطی کر لی تو بھی اسے رجعت کا حق ہے' کیونکہ وہ وطی نکاح کے حکم سے ہے مگر یہ کہ بیوی باکرہ ہو اس لیے کے وطی باکرہ میں نقص کا ذریعہ ہے اور یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے صاحبین نے فرمایا: نکاح فاسد ہو جائے گا اس لئے شوہر بیوی کا مالک ہو چکا ہے اور اگر اس نے بیوی سے وطی کر لی تو اسے واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس نے عورت کیساتھ ملک رقبہ کی بنیاد پر وطی کی ہے لہٰذا واپسی ناممکن ہو جائے گی اگر چہ عورت ثیبہ ہو اور اس مسئلے کی بہت سی مثالیں ہیں اور سب اسی اصل پر مبنی ہیں کہ خیار شرط کیساتھ خریدار میں صاحبین کے نزدیک خریدار کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثابت نہیں ہوتی۔ انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی چیز خریدار کا ذورحم محرم ہے تو مدت خیار میں اس پر آزاد ہو جائے گا انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ جب خریدار نے یہ قسم اٹھا رکھی ہو کہ جب میں کسی غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے تو بھی خریدی ہوئی چیز آزاد ہو جائے گی برخلاف اس صورت کے جب خریدار نے اشتریت کہا ہو اس لئے کہ خریدار خریدنے کے بعد آزادی کا پانے والا ہوگا لہٰذا اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔

اور انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ خیار کی مدت میں خریدی ہوئی باندی کو آنے والا حیض امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک استبراء میں کافی نہیں ہے اور صاحبین کے ہاں کافی ہو جائے گا' اور اگر خیار شرط کی بنا پر باندی بیچنے والے کو واپس کر دی گئی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیچنے والا پر استبراء واجب نہیں ہوگا' اور صاحبین کے نزدیک جب قبضہ کے بعد واپس کی گئی ہے تو استبراء واجب ہوگا اور ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی باندی نے مدت خیار میں نکاح کی وجہ سے بچہ جنا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک خریدار کی ام ولد نہیں ہوگی صاحبین کا اختلاف ہے ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدار نے بیچنے والے کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر کے اس کو بیچنے والا کے پاس ودیعت رکھ دیا پھر مدت خیار میں وہ بیچنے والا کے قبضے مین ہلاک ہوگئی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ بیچنے والا کے مال سے ہلاک ہوگی اس لئے کہ ان کے نزدیک خریدار کی ملکیت نہ ہونے کیوجہ سے بیچنے والے کی طرف مبیع کی واپسی سے خریدار کا قبضہ ختم ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک خریدار کے مال سے ہلاک ہوگی اس لئے کہ خریدار کے لئے قیام ملک کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا ودیعت رکھنا صحیح تھا۔

اور انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدار عبد ماذون تھا پھر بیچنے والے نے اسے مدت خیار میں ثمن سے بری کر دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسکا خیار باقی رہے گا اس لئے کہ واپس کرنا مالک بننے سے رکنا ہے اور ماذون لہ اسکا اہل ہے اور صاحبین کے نزدیک اسکا خیار باطل ہو جائے گا اس لئے کہ جب وہ مبیع کا مالک ہوگیا تو اس کی جانب سے واپسی تملیک بلاعوض ہوگی اور عبد ماذون بلاعوض کسی کو مالک بنانے کا اہل نہیں ہے اور ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب کسی ذمی نے دوسرے ذمی سے تین دن کے خیار شرط کے ساتھ شراب خریدی پھر وہ اسلام لے آیا تو صاحبین کے نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے گا اس لئے کہ وہ اس کا مالک ہوگیا ہے لہٰذا مسلمان ہو کر وہ اسے واپس کرنے کا مالک نہیں ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی اس لئے کہ خریدار شراب کا مالک نہیں ہوا ہے لہٰذا اسلام لانے کے بعد بھی خیار ساقط کر کے وہ شراب کا مالک نہیں بن سکتا۔

مدت بیع میں فسخ ونفذ کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَرَطَ لَهُ الْخِيَارُ فَلَهُ اَنْ يَفْسَخَ فِي الْمُدَّةِ وَلَهُ اَنْ يُجِيزَ، فَإِنْ اَجَازَهُ بِغَيْرِ حَضْرَةِ صَاحِبِهَا جَازَ. وَإِنْ فَسَخَ لَمْ يَجُزْ اِلَّا اَنْ يَكُونَ الْاٰخَرُ حَاضِرًا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: يَجُوْزُ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَالشَّرْطُ هُوَ الْعِلْمُ، وَاِنَّمَا كَنَّى بِالْحَضْرَةِ عَنْهُ.

لَهُ اَنَّهُ مُسَلَّطٌ عَلَى الْفَسْخِ مِنْ جِهَةِ صَاحِبِهِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى عِلْمِهِ كَالْاِجَازَةِ وَلِهٰذَا لَا يُشْتَرَطُ رِضَاهُ وَصَارَ كَالْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ.

وَلَهُمَا أَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِي حَقِّ الْغَيْرِ وَهُوَ الْعَقْدُ بِالرَّفْعِ، وَلَا يَعْرَى عَنِ الْمَضَرَّةِ ؛ لِأَنَّهُ عَسَاهُ يَعْتَمِدُ تَمَامَ الْبَيْعِ السَّابِقِ فَيَتَصَرَّفُ فِيهِ فَتَلْزَمُهُ غَرَامَةُ الْقِيمَةِ بِالْهَلَاكِ فِيمَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ، أَوْ لَا يَطْلُبُ لِسِلْعَتِهِ مُشْتَرِيًا فِيمَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْمُشْتَرِي، وَهٰذَا نَوْعُ ضَرَرٍ فَيَتَوَقَّفُ عَلٰى عِلْمِهِ وَصَارَ كَعَزْلِ الْوَكِيلِ، بِخِلَافِ الْإِجَازَةِ لِأَنَّهُ لَا إِلْزَامَ فِيهِ، وَلَا نَقُولُ إِنَّهُ مُسَلَّطٌ، وَكَيْفَ يُقَالُ ذٰلِكَ وَصَاحِبُهُ لَا يَمْلِكُ الْفَسْخَ وَلَا تَسْلِيطَ فِي غَيْرِ مَا يَمْلِكُهُ الْمُسَلِّطُ، وَلَوْ كَانَ فَسَخَ فِي حَالِ غَيْبَةِ صَاحِبِهِ وَبَلَغَهُ فِي الْمُدَّةِ تَمَّ الْفَسْخُ لِحُصُولِ الْعِلْمِ بِهِ، وَلَوْ بَلَغَهُ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ تَمَّ الْعَقْدُ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ قَبْلَ الْفَسْخِ .

فرمایا: جس کے لئے خیار شرط ثابت ہو تو مدت خیار میں اسے بیع کو فسخ کرنے اور نافذ کرنے دونوں کا اختیار ہوگا پھر اگر اس نے اپنے ساتھی کی عدم موجودگی میں بیع کو نافذ کر دیا تو جائز ہے اور اگر فسخ کیا' تو طرفین کے نزدیک دوسرے کی موجودگی کے بغیر فسخ جائز نہیں ہے امام ابو یوسف نے فرمایا: جائز ہے اور یہ ہی امام شافعی کا قول ہے اور فسخ کا علم شرط ہے' لیکن اس سے کنایہ موجودگی مراد لی گئی ہے امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ صاحب خیار اپنے ساتھی کی جانب سے فسخ پر مسلط ہے لہٰذا فسخ کرنا اس کے علم پر موقوف نہیں ہوگا جیسا کہ اجازت میں ہے اسی وجہ سے دوسرے کی رضامندی مشروط نہیں ہوتی اور یہ بیع کا وکیل بنانے کی طرح ہو گیا طرفین کی دلیل یہ کہ فسخ کرنا غیر کے حق میں تصرف ہے اور وہ عقد کا ختم کرنا ہے اور یہ مضرت سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے دوسرا مالک بیع سابق پر اعتماد اس میں تصرف کر دے اور بیچنے والا کے لئے خیار ہونے کی صورت میں مبیع ہلاک ہونے کی بنا پر قیمت مبیع کا تاوان لازم ہو یا خریدار کے لئے خیار ہونے کی صورت میں بیچنے والا اپنے سامان کا دوسرا خریدار تلاش نہیں کرے گا' اور یہ ایک طرح کا نقصان ہوگا لہٰذا فسخ کرنا دوسرے کے علم پر موقوف ہوگا اور یہ وکیل معزول کرنے کی طرح ہو گیا برخلاف اجازت کے کیونکہ اس میں الزام نہیں ہوتا۔ اور ہم نہیں کہیں گے صاحب خیار فسخ کرنے پر مسلط ہے اور ایسا کیسے کہا جا سکتا ہے' جبکہ اس کا ساتھی فسخ کا مالک نہیں ہے اور جس چیز کا مسلط مالک نہیں ہے اس میں تسلیط بھی متصور نہیں ہے اور جب دوسرے ساتھی کی عدم موجودگی میں فسخ ہوا اور مدت خیار میں اسے خبر پہنچ گئی تو اسکا علم ہو جانے کا بعد فسخ مکمل ہو جائے گا' اور جب مدت گزرنے کے بعد خبر پہنچی تو قبل الفسخ مدت گزرنے کی وجہ سے عقد پورا ہو جائے گا۔

موت کے سبب بطلان خیار کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ بَطَلَ خِيَارُهُ وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلٰى وَرَثَتِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُورَثُ عَنْهُ ؛ لِأَنَّهُ حَقٌّ لَازِمٌ ثَابِتٌ فِي الْبَيْعِ فَيَجْرِي فِيهِ الْإِرْثُ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالتَّعْيِينِ .

وَلَنَا أَنَّ الْخِيَارَ لَيْسَ إِلَّا مَشِيئَةً وَإِرَادَةً وَلَا يُتَصَوَّرُ انْتِقَالُهُ، وَالْإِرْثُ فِيمَا يَقْبَلُ الِانْتِقَالَ .

بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ ؛ لِأَنَّ الْمُوَرِّثَ اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ سَلِيمًا فَكَذَا الْوَارِثُ، فَأَمَّا نَفْسُ الْخِيَارِ

لَا يُوَرَّثُ، وَاَمَّا خِيَارُ التَّعْيِينِ يَثْبُتُ لِلْوَارِثِ ابْتِدَاءً لِاخْتِلَاطِ مِلْكِهِ بِمِلْكِ الْغَيْرِ لَا اَنْ يُوَرَّثَ الْخِيَارُ .

فرمایا: جب خیار والا فوت ہو جائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا امام شافعی نے فرمایا: میت کی طرف سے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی اس لئے کہ خیار شرط بیع میں ایک لازم اور ثابت شدہ حق ہے لہٰذا خیار عیب اور خیار تعیین کی طرح اس میں بھی وراثت جاری ہوگی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ چاہت اور ارادے کے علاوہ خیار کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا اس کا انتقال متصور نہیں ہوگا اور وراثت منتقل ہونے والی چیزوں میں چلتی ہے برخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ مورث غیر معیوب مبیع کا مستحق تھا تو وارث بھی غیر معیوب مبیع کا مستحق ہوگا لیکن نفس خیار میں وراثت نہیں چلتی اور وارث کی ملکیت کے دوسرے کی ملکیت سے مل جانے کی وجہ سے ابتداء وارث کے لئے خیار تعیین ثابت ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ خیار تعیین اسے وراثت میں ملتا ہے۔

استحسان کے طور پر دوسرے کے لئے خیار ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا وَشَرَطَ الْخِيَارَ لِغَيْرِهِ فَاَيُّهُمَا اَجَازَ الْخِيَارَ وَاَيُّهُمَا نَقَضَ انْتَقَضَ) وَاَصْلُ هٰذَا اَنَّ اشْتِرَاطَ الْخِيَارِ لِغَيْرِهِ جَائِزٌ اسْتِحْسَانًا، وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ ؛ لِاَنَّ الْخِيَارَ مِنْ مَوَاجِبِ الْعَقْدِ وَاَحْكَامِهِ، فَلَا يَجُوزُ اشْتِرَاطُهُ لِغَيْرِهِ كَاشْتِرَاطِ الثَّمَنِ عَلٰى غَيْرِ الْمُشْتَرِي .

وَلَنَا اَنَّ الْخِيَارَ لِغَيْرِ الْعَاقِدِ لَا يَثْبُتُ اِلَّا بِطَرِيقِ النِّيَابَةِ عَنْ الْعَاقِدِ فَيُقَدَّرُ الْخِيَارُ لَهُ اقْتِضَاءً ثُمَّ يُجْعَلُ هُوَ نَائِبًا عَنْهُ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ، وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُونُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْخِيَارُ، فَاَيُّهُمَا اَجَازَ جَازَ، وَاَيُّهُمَا نَقَضَ انْتَقَضَ (وَلَوْ اَجَازَ اَحَدُهُمَا وَفَسَخَ الْاٰخَرُ يُعْتَبَرُ السَّابِقُ) لِوُجُودِهِ فِي زَمَانٍ لَا يُزَاحِمُهُ فِيهِ غَيْرُهُ، وَلَوْ خَرَجَ الْكَلَامَانِ مِنْهُمَا مَعًا يُعْتَبَرُ تَصَرُّفُ الْعَاقِدِ فِي رِوَايَةٍ وَتَصَرُّفُ الْفَاسِخِ فِي اُخْرَى .وَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ تَصَرُّفَ الْعَاقِدِ اَقْوٰى ؛ لِاَنَّ النَّائِبَ يَسْتَفِيدُ الْوِلَايَةَ مِنْهُ .

وَجْهُ الثَّانِي اَنَّ الْفَسْخَ اَقْوٰى ؛ لِاَنَّ الْمُجَازَ يَلْحَقُهُ الْفَسْخُ وَالْمَفْسُوخُ لَا تَلْحَقُهُ الْاِجَازَةُ، وَلَمَّا مَلَكَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا التَّصَرُّفَ رَجَّحْنَا بِحَالِ التَّصَرُّفِ .

وَقِيلَ الْاَوَّلُ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَالثَّانِي قَوْلُ اَبِي يُوسُفَ، وَاسْتِخْرَاجُ ذٰلِكَ مِمَّا اِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ مِنْ رَجُلٍ وَالْمُوَكِّلُ مِنْ غَيْرِهِ مَعًا ؛ فَمُحَمَّدٌ يَعْتَبِرُ فِيهِ تَصَرُّفَ الْمُوَكِّلِ، وَاَبُو يُوسُفَ يَعْتَبِرُهُمَا .

فرمایا: جب کسی شخص نے کوچیز خریدی اور اپنے علاوہ کسی دوسرے کے لئے خیار کی شرط لگائی تو دونوں میں سے جو بھی بیع کو نافذ کرے گا نافذ ہو جائے گی اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے علاوہ کسی تیسرے کے لئے استحسانا خیار شرط لگانا جائز ہے اور قیاسا جائز نہیں ہے اور یہی امام زفر کا قول ہے اس لئے کہ خیار عقد کے لوازم اور اس کے احکام میں سے ہے لہٰذا دوسرے کے لئے اس کی شرط لگانا جائز نہیں ہوگا' جس طرح کے غیر خریدار پر ثمن کی شرط لگانا جائز نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر عاقد کے لئے عاقد کا نائب بن کر ہی خیار ثابت ہوتا ہے لہٰذا عاقد کے لئے اقتضائے خیار کو ثابت مان کر پھر دوسرے کو اس کا نائب بنایا جائے گا تا کہ عاقد کا تصرف صحیح ہو اور اس صورت میں دونوں کے لئے خیار ثابت ہوگا اور ان میں سے جو بھی بیع کو نافذ کریگا نافذ ہو جائے گی اور جو بھی اسے فسخ کرے گا فسخ ہو جائے گی اور جب ان میں سے ایک نے بیع کی اجازت دی اور دوسرے نے فسخ کر دیا تو پہلے کا اعتبار ہوگا' کیونکہ وہ ایک ایسے زمانے میں پایا گیا جس میں دوسرے کی طرف سے مزاحمت نہیں تھی۔

اور جب دونوں کا تصرف ایک ساتھ صادر ہوا تو ایک روایت میں عقد کرنے والے کا تصرف معتبر ہوگا اور دوسری روایت میں فسخ کا تصرف معتبر ہوگا پہلے کی دلیل یہ ہے کہ عاقد کا تصرف اقوی ہے اس لئے کہ نائب اسی عاقد سے تصرف ولایت حاصل کرتا ہے اور دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ فسخ کرنا زیادہ قوی ہے اس لئے کہ اجازت دیئے ہوئے عقد کو بھی فسخ لاحق ہو جاتا ہے حالانکہ فسخ کردہ عقد کو اجازت لاحق نہیں ہوتی اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک تصرف کا مالک ہے' تو ہم نے حالت تصرف کو ترجیح دے دی ایک قول یہ کہ پہلا امام محمد کا قول ہے اور دوسرا امام ابو یوسف کا اور یہ مسئلہ اس صورت سے مستنبط ہے کہ جب وکیل نے ایک آدمی سے اور ساتھ ہی مؤکل نے دوسرے آدمی سے کوئی چیز بیچی تو امام محمد اس میں مؤکل کا تصرف معتبر مانتے ہیں اور امام ابو یوسف دونوں کے تصرف کا اعتبار کرتے ہیں۔

دو غلاموں سے ایک میں خیار کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ عَلٰى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَحَدِهِمَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ، وَإِنْ بَاعَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِخَمْسِمِائَةٍ عَلٰى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ جَازَ الْبَيْعُ) وَالْمَسْأَلَةُ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ: أَحَدُهَا أَنْ لَا يُفَصِّلَ الثَّمَنَ وَلَا يُعَيِّنَ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَهُوَ الْوَجْهُ الْأَوَّلُ فِي الْكِتَابِ وَفَسَادُهُ لِجَهَالَةِ الثَّمَنِ وَالْمَبِيعِ ؛ لِأَنَّ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ كَالْخَارِجِ عَنِ الْعَقْدِ، إِذِ الْعَقْدُ مَعَ الْخِيَارِ لَا يَنْعَقِدُ فِي حَقِّ الْحُكْمِ فَبَقِيَ الدَّاخِلُ فِيهِ أَحَدُهُمَا وَهُوَ غَيْرُ مَعْلُومٍ ۔

وَالْوَجْهُ الثَّانِي أَنْ يُفَصِّلَ الثَّمَنَ وَيُعَيِّنَ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ ثَانِيًا فِي الْكِتَابِ، وَإِنَّمَا جَازَ ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ مَعْلُومٌ وَالثَّمَنَ مَعْلُومٌ، وَقَبُولُ الْعَقْدِ فِي الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَإِنْ كَانَ شَرْطًا لِانْعِقَادِ الْعَقْدِ فِي الْآخَرِ وَلٰكِنَّ هٰذَا غَيْرُ مُفْسِدٍ لِلْعَقْدِ لِكَوْنِهِ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ كَمَا إِذَا جَمَعَ بَيْنَ قِنٍّ وَمُدَبَّرٍ ۔ وَالثَّالِثُ أَنْ يُفَصِّلَ وَلَا يُعَيِّنَ ۔ وَالرَّابِعُ أَنْ يُعَيِّنَ وَلَا يُفَصِّلَ، فَالْعَقْدُ

فَاسِدٌ فِی الْوَجْهَیْنِ: اِمَّا لِجَهَالَةِ الْمَبِیعِ اَوْ لِجَهَالَةِ الثَّمَنِ .

فرمایا: جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے عوض دو غلاموں کو اس شرط پر بیچا کہ اسے دونوں میں سے ایک غلام میں تین دن کا اختیار ہے' تو بیع فاسد ہے' لیکن جب ان میں سے ہر ایک کو پانچ سو میں بیچا اس شرط پر کہ اسے ان میں سے ایک متعین غلام میں تین دن کا اختیار تو بیع جائز ہے اور یہ مسئلہ چار صورتوں پر ہے پہلی صورت یہ ہے کہ نہ تو بیچنے والا ثمن کی تفصیل بیان کرے اور نہ ہی اس غلام کی تعیین کرے جس میں خیار لے گا' اور یہ ہی پہلی صورت ہے' جو کتاب میں مذکور ہے اور ثمن اور مبیع دونوں مجہول ہونے کی وجہ سے یہ صورت فاسد ہے' کیونکہ وہ غلام جس میں خیار ہے وہ خارج عن العقد کی طرح ہے اس لئے کہ خیار سے ہم آہنگ عقد ثبوت حکم کے حق میں منعقد نہیں ہوتا لہٰذا عقد میں دونوں غلاموں میں سے صرف ایک داخل ہوگا اور وہ ایک غیر معلوم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بیچنے والا ثمن کی بھی تفصیل کر دے اور جس میں اسے خیار لینا ہے اس کی بھی تعیین کر دے کتاب میں دوسرے نمبر پر یہ ہی مذکور ہے اور اس صورت میں بیع اس لئے جائز ہے کہ مبیع بھی معلوم ہے اور ثمن بھی معلوم ہے اور خیار والے غلام میں عقد قبول کرنا اگر چہ دوسرے کے لئے انعقاد عقد کے لئے شرط ہے' لیکن یہ شرط مفسد عقد نہیں ہے اس لئے کہ جس غلام میں اسے خیار ہے وہ بیع کا محل ہے جیسے اس صورت میں جب کوئی شخص قن اور مدبر دونوں کو بیع میں جمع کرے تیسری صورت یہ ہے کہ بیچنے والا ثمن کو الگ الگ بیان کر دے اور من فیہ الخیار کو متعین نہ کرے چوتھی صورت یہ ہے کہ جس میں خیار کی تعیین کر دے لیکن ثمن الگ بیان نہ کرے اور دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے یا تو مبیع مجہول ہونے کی وجہ سے یا پھر ثمن مجہول ہونے کے سبب ہوگا۔

مشروعیت خیار کا ازالہ نقصان ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَی ثَوْبَیْنِ عَلٰی اَنْ یَاْخُذَ اَیَّهُمَا شَاءَ بِعَشْرَةٍ وَهُوَ بِالْخِیَارِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَکَذَا الثَّلَاثَةُ، فَاِنْ کَانَتْ اَرْبَعَةَ اَثْوَابٍ فَالْبَیْعُ فَاسِدٌ) وَالْقِیَاسُ اَنْ یَفْسُدَ الْبَیْعُ فِی الْکُلِّ لِجَهَالَةِ الْمَبِیعِ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِیِّ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ شَرْعَ الْخِیَارِ لِلْحَاجَةِ اِلٰی دَفْعِ الْغَبْنِ لِیَخْتَارَ مَا هُوَ الْاَرْفَقُ وَالْاَوْفَقُ، وَالْحَاجَةُ اِلٰی هٰذَا النَّوْعِ مِنَ الْبَیْعِ مُتَحَقِّقَةٌ ؛ لِاَنَّهُ یَحْتَاجُ اِلٰی اخْتِیَارِ مَنْ یَثِقُ بِهِ اَوْ اخْتِیَارِ مَنْ یَشْتَرِیهِ لِاَجْلِهِ، وَلَا یُمَکِّنُهُ الْبَائِعُ مِنَ الْحَمْلِ اِلَیْهِ اِلَّا بِالْبَیْعِ فَکَانَ فِی مَعْنٰی مَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ، غَیْرَ اَنَّ هٰذِهِ الْحَاجَةَ تَنْدَفِعُ بِالثَّلَاثِ لِوُجُودِ الْجَیِّدِ وَالْوَسَطِ وَالرَّدِیءِ فِیهَا، وَالْجَهَالَةُ لَا تُفْضِی اِلَی الْمُنَازَعَةِ فِی الثَّلَاثَةِ لِتَعْیِینِ مَنْ لَهُ الْخِیَارُ، وَکَذَا فِی الْاَرْبَعِ، اِلَّا اَنَّ الْحَاجَةَ اِلَیْهَا غَیْرُ مُتَحَقِّقَةٍ وَالرُّخْصَةُ ثُبُوتُهَا بِالْحَاجَةِ وَکَوْنُ الْجَهَالَةِ غَیْرَ مُفْضِیَةٍ اِلَی الْمُنَازَعَةِ فَلَا تَثْبُتُ بِاَحَدِهِمَا .

(ف) فرمایا جس نے دو کپڑوں کو اس شرط پر خریدا کہ ان میں سے جسے چاہے گا دس درا ہم میں لے لے گا' اور اسے تین دن کا خیار ہوگا' تو بیع جائز ہے انہی تین کپڑوں میں بھی بیع جائز ہے' لیکن اگر چار کپڑے ہوں' تو بیع فاسد ہے اور قیاس یہ ہے کہ تمام صورتوں میں بیع فاسد ہو اس لئے کہ مبیع مجہول ہے یہی امام زفر اور امام شافعی کا قول ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ خیار کی مشروعیت ہی خسارہ دور کرنے کے لئے ہوئی ہے' تا کہ صاحب خیار زیادہ نفع بخش اور موافقت کو اختیار کر سکے اور اس طرح کی بیع کی ضرورت ثابت ہے اس لئے کہ خریدار کبھی اپنے نزدیک قابل اعتماد شخص کو منتخب کرنے یا جس کے لئے کپڑا خرید رہا ہے اس کے پسند کرنے کا محتاج ہوتا ہے اور بیع کے بغیر بیچنے والا اسے خریدار کے پاس مبیع نہیں لے جانے دیتا لہٰذا یہ بیع بھی اس بیع کے معنی میں ہوگئی جس پر شریعت وارد ہوئی ہے البتہ یہ ضرورت تین کپڑوں سے پوری ہو جاتی ہے' کیونکہ تین میں عمدہ اوسط اور ردی شامل ہیں اور تین میں جہالت بھی جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہوگی اس لئے کہ جس کے لئے اختیار ہے کو انھی میں سے تعیین کا حق ہے اور ایسے ہی چار کپڑوں میں لیکن اس کی طرف حاجت ثابت نہیں ہے حالانکہ رخصت کا ثبوت ہی حاجت اور جہالت کے جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہ ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک کے ہونے سے اجازت کا ثبوت نہیں ہوگا۔

خیار شرط کا خیار تعیین کے ساتھ ہونے کا بیان

ثُمَّ قِيلَ: يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ فِي هٰذَا الْعَقْدِ خِيَارُ الشَّرْطِ مَعَ خِيَارِ التَّعْيِينِ، وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ .

(وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ)، فَيَكُونُ ذِكْرُهُ عَلٰى هٰذَا الِاعْتِبَارِ وِفَاقًا لَا شَرْطًا ؛ وَإِذَا لَمْ يَذْكُرْ خِيَارَ الشَّرْطِ لَا بُدَّ مِنْ تَوْقِيتِ خِيَارِ التَّعْيِينِ بِالثَّلَاثِ عِنْدَهُ وَبِمُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ أَيَّتُهَا كَانَتْ عِنْدَهُمَا .

ثُمَّ ذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ: اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ وَفِي بَعْضِهَا اشْتَرَى أَحَدَ الثَّوْبَيْنِ وَهُوَ الصَّحِيحُ ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ فِي الْحَقِيقَةِ أَحَدُهُمَا وَالْآخَرُ أَمَانَةٌ، وَالْأَوَّلُ تَجَوُّزٌ وَاسْتِعَارَةٌ .

وَلَوْ هَلَكَ أَحَدُهُمَا أَوْ تَعَيَّبَ لَزِمَهُ الْبَيْعُ فِيهِ بِثَمَنِهِ وَتَعَيَّنَ الْآخَرُ لِلْأَمَانَةِ لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ بِالتَّعَيُّبِ، وَلَوْ هَلَكَا جَمِيعًا مَعًا يَلْزَمُهُ نِصْفُ ثَمَنِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِشُيُوعِ الْبَيْعِ وَالْأَمَانَةِ فِيهِمَا .

پھر کہا گیا ہے کہ اس عقد میں خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط کا ہونا ضروری ہے اور جامع صغیر میں یہی مذکور ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ خیار شرط کی معیت شرط نہیں ہے اور جامع کبیر میں یہی مذکور ہے' تو جامع کبیر کے اعتبار پر خیار شرط کا ذکر اتفاقی ہوگا اور جب خیار شرط کا تذکرہ نہ ہو تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک خیار تعیین کو تین دن کے ساتھ مؤقت کرنا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک مدت سے اس کی توقیت ضروری ہے خواہ کوئی بھی مدت ہو پھر بعض نسخوں میں اشتری ثوبین ہے اور بعض میں اشتری احد الثوبین ہے اور یہی دوسرا صحیح ہے اس لئے کہ حقیقت میں مبیع ان میں سے ایک ہی کپڑا ہے

اور دوسرا امانت ہے اور پہلا مجاز اور استعارہ ہے۔

اور جب دونوں کپڑوں میں سے ایک ہلاک ہوگیا یا عیب دار ہوگیا تو اس کپڑے میں اس کے ثمن کے عوض بیع لازم ہو جائے گی اور دوسرا کپڑا امانت کے لئے متعین ہو جائے گا اس لئے کہ عیب دار ہونے کی وجہ سے پہلے کپڑے کی واپسی ناممکن ہوگئی اور جب دونوں کپڑے ایک ساتھ ضائع ہو جائیں تو خریدار پر ہر ایک کا ثمن لازم ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں بیع اور امانت شائع ہو چکی ہیں۔

خیار تعیین میں اجرائے وراثت ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَ فِيهِ خِيَارُ الشَّرْطِ لَهُ اَنْ يَرُدَّهُمَا جَمِيعًا .وَلَوْ مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ فَلِوَارِثِهِ اَنْ يَرُدَّ اَحَدَهُمَا ؛ لِاَنَّ الْبَاقِيَ خِيَارُ التَّعْيِينِ لِلاخْتِلَاطِ، وَلِهٰذَا لَا يَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ الْوَارِثِ .وَاَمَّا خِيَارُ الشَّرْطِ لَا يُوْرَثُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

اور اگر اس عقد میں خیار شرط بھی تھا تو خریدار کو دونوں کپڑے واپس کرنے کا حق ہے اور اگر جس کے لئے اختیار ہے مر جائے تو اس کے وارث کو ان میں سے کپڑا واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ مخلوط ہونے کی وجہ سے صرف خیار تعیین باقی ہے اسی وجہ سے وارث کے حق میں کوئی وقت متعین نہیں ہوتا رہا خیار شرط کا مسئلہ تو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور ہم نے اس سے پہلے اسے بیان کر دیا ہے۔

خیار شرط کے ساتھ مکان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى دَارًا عَلٰى اَنَّهُ بِالْخِيَارِ فَبِيعَتْ دَارٌ اُخْرٰى بِجَنْبِهَا فَاَخَذَهَا بِالشُّفْعَةِ فَهُوَ رِضًا) ؛ لِاَنَّ طَلَبَ الشُّفْعَةِ يَدُلُّ عَلٰى اخْتِيَارِهِ الْمِلْكَ فِيهَا ؛ لِاَنَّهُ مَا ثَبَتَ اِلَّا لِدَفْعِ ضَرَرِ الْجِوَارِ وَذٰلِكَ بِالِاسْتِدَامَةِ فَيَتَضَمَّنُ ذٰلِكَ سُقُوطَ الْخِيَارِ سَابِقًا عَلَيْهِ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ مِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ فَيَتَبَيَّنُ اَنَّ الْجِوَارَ كَانَ ثَابِتًا، وَهٰذَا التَّقْرِيرُ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ لِمَذْهَبِ اَبِي حَنِيفَةَ خَاصَّةً .

جب کسی شخص نے خیار شرط کیساتھ کوئی مکان خریدا پھر اس مکان کے برابر میں دوسرا گھر بیچا ہوا اور اس نے شفعہ میں لے لیا تو یہ رضامندی ہوگی اس لئے کہ شفعہ کا طلب کرنا مکان میں اختیار ملکیت کا غماز ہے کیونکہ شفعہ کا ثبوت ہی نقصان جوار کو دور کرنے کے لئے ہوا ہے اور یہ مقصد دائمی ملکیت سے حاصل ہوگا لہٰذا طلب شفعہ اپنے سے پہلے سقوط خیار کو متضمن ہوگا اور وقت شراء سے خریدار کی ملکیت ثابت ہوگی اور یہ واضح ہو جائے گا کہ پڑوس ثابت تھا اور یہ بطور خاص امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے لئے اس تقریر کی ضرورت ہوگی۔

دو مشترکہ آدمیوں کو خیار شرط پر غلام کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ عَبْدًا عَلٰى اَنَّهُمَا بِالْخِيَارِ فَرَضِيَ اَحَدُهُمَا فَلَيْسَ لِلْآخَرِ اَنْ يَرُدَّهُ) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: لَهُ اَنْ يَرُدَّهُ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ خِيَارُ الْعَيْبِ وَخِيَارُ الرُّؤْيَةِ، لَهُمَا اَنَّ

اِثْبَاتَ الْخِيَارِ لَهُمَا اِثْبَاتُهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَلَا يَسْقُطُ بِاِسْقَاطِ صَاحِبِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ اِبْطَالِ حَقِّهِ. وَلَهُ اَنَّ الْمَبِيعَ خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ غَيْرَ مَعِيبٍ بِعَيْبِ الشَّرِكَةِ، فَلَوْ رَدَّهُ اَحَدُهُمَا رَدَّهُ مَعِيبًا بِهِ وَفِيهِ اِلْزَامُ ضَرَرٍ زَائِدٍ، وَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَةِ اِثْبَاتِ الْخِيَارِ لَهُمَا الرِّضَا بِرَدِّ اَحَدِهِمَا لِتَصَوُّرِ اجْتِمَاعِهِمَا عَلَى الرَّدِّ.

فرمایا: جب دو آدمیوں نے مل کر خیار شرط کے ساتھ غلام خریدا پھر ان میں سے ایک عقد پر راضی ہو گیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو عقد رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا صاحبین نے فرمایا: اس کو خیار رد ہوگا اور خیار عیب اور خیار رویت بھی اسی اختلاف پر ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کے لئے ایک ساتھ خیار ثابت کرنا ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ خیار ثابت کرنے کی طرح ہے لہٰذا اس کے ساتھی کے خیار ساقط کرنے سے اس کا خیار ساقط نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اس دوسرے کے حق کا ابطال ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مبیع بیچنے والے کی ملکیت سے شرکت کے عیب سے پاک ہو کر نکلی ہے اب اگر ان میں سے کوئی اسے واپس کرے گا تو وہ اسے عیب شرکت سے معیوب کر کے واپس کرے گا حالانکہ اس میں ایک زائد نقصان کو تھوپنا ہے اور دونوں کے لئے خیار ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے رد کرنے پر راضی ہو کیونکہ رد پر دونوں کا متفق ہونا بھی ممکن ہے۔

وصف معین کی شرط پر غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى اَنَّهُ خَبَّازٌ اَوْ كَاتِبٌ وَكَانَ بِخِلَافِهِ فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ)؛ لِاَنَّ هٰذَا وَصْفٌ مَرْغُوبٌ فِيهِ فَيُسْتَحَقُّ فِي الْعَقْدِ بِالشَّرْطِ، ثُمَّ فَوَاتُهُ يُوجِبُ التَّخْيِيرَ؛ لِاَنَّهُ مَا رَضِيَ بِهِ دُونَهُ، وَهٰذَا يَرْجِعُ اِلَى اخْتِلَافِ النَّوْعِ لِقِلَّةِ التَّفَاوُتِ فِي الْاَغْرَاضِ، فَلَا يَفْسُدُ الْعَقْدُ بِعَدَمِهِ بِمَنْزِلَةِ وَصْفِ الذُّكُورَةِ وَالْاُنُوثَةِ فِي الْحَيَوَانَاتِ وَصَارَ كَفَوَاتِ وَصْفِ السَّلَامَةِ، وَاِذَا اَخَذَهُ اَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ؛ لِاَنَّ الْاَوْصَافَ لَا يُقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ لِكَوْنِهَا تَابِعَةً فِي الْعَقْدِ عَلَى مَا عُرِفَ.

فرمایا: جس شخص نے کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ وہ روٹی پکانے والا ہے یا لکھنے والا ہے جبکہ وہ اس کے برخلاف تھا تو خریدار کو اختیار ہے چاہے تو پورے ثمن کے عوض اسے لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے اس لئے یہ غلام میں ایک مرغوب وصف ہے لہٰذا شرط کی وجہ سے عقد میں اس کا استحقاق ہوگا پھر اس وصف کا فوت ہونا خیار خریدار کا سبب بنے گا اس لئے کہ خریدار اس وصف کے علاوہ مبیع پر راضی نہیں ہوا ہے اور اغراض میں قلت تفاوت کی بنا پر یہ اختلاف نوع کی طرف راجع ہے لہٰذا اس کے نہ ہونے سے عقد فاسد نہیں ہوگا جیسا کہ حیوانات میں مذکر مؤنث ہونا وصف اور یہ وصف سلامت کے فوت ہونے کی طرح ہو گیا اور جب خریدار اس کو لے گا تو پورے ثمن کے عوض لے گا اس لئے کہ اوصاف کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں ہوتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

بَابُ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ

﴿یہ باب خیار رؤیت کے بیان میں ہے﴾

باب خیار رؤیت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خیار رؤیت کو خیار عیب پر مقدم کیا گیا ہے' کیونکہ خیار رؤیت حکم کو مکمل ہونے سے روکنے والا ہے' جبکہ خیار عیب حکم کو لازم ہونے سے روکنے والا ہے۔ اور حکم کا لزوم اس کے اتمام کے بعد ہوتا ہے اور یہاں پر اضافت کی نسبت اضافت شئی بہ شرط کی جانب منسوب ہے۔ کیونکہ رؤیت خیار کے ثبوت کے لئے شرط ہے' جبکہ عدم رؤیت سبب ہے ثبوت خیار کے لئے جو خیار کے وقت ہوگا۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۴، ص ۳۶۵، بیروت)

خیار رؤیت کا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز کو بغیر دیکھے بھالے خرید لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد وہ چیز ناپسند ہوتی ہے، ایسی حالت میں شرع مطہر نے خریدار کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر دیکھنے کے بعد چیز کو نہ لینا چاہے' تو بیع کو فسخ کر دے، اس کو خیار رویت کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: "جس نے ایسی چیز خریدی جس کو دیکھا نہ ہو تو دیکھنے کے بعد اُسے اختیار ہے لے یا چھوڑ دے۔ (سنن الدار قطنی"، کتاب البیوع)

جس مجلس میں بیع ہوئی اُس میں مبیع موجود ہے مگر خریدار نے دیکھی نہیں مثلاً پیپے میں گھی یا تیل تھا یا بوریوں میں غلہ تھا یا گٹھری میں کپڑا تھا اور کھول کر دیکھنے کی نوبت نہیں آئی یا وہاں مبیع موجود نہ ہو اس وجہ سے نہیں دیکھی بہر حال دیکھنے کے بعد خریدار کو خیار حاصل ہے چاہے بیع کو جائز کرے یا فسخ کر دے۔ مبیع کو بیچنے والے نے جیسا بتایا تھا ویسی ہی ہے یا اُس کے خلاف دونوں صورتوں میں دیکھنے کے بعد بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔

اگر خریدار نے دیکھنے سے پہلے اپنی رضامندی کا اظہار کیا یا کہہ دیا کہ میں نے اپنا خیار باطل کر دیا جب بھی دیکھنے کے بعد فسخ کرنے کا حق حاصل ہے کہ یہ خیار ہی دیکھنے کے وقت ملتا ہے دیکھنے سے پہلے خیار تھا ہی نہیں لہذا اُس کو باطل کرنے کے کوئی معنے نہیں۔

خیار رویت چار مواقع میں ثابت ہوتا ہے: 1 کسی شے معین کی خریداری۔ 2 اجارہ۔ 3 تقسیم۔ 4 مال کا دعویٰ تھا اور شے معین پر مصالحت ہوگئی۔ بے دیکھی ہوئی چیز خریدی ہے دیکھنے سے پہلے بھی اس کی بیع فسخ کر سکتا ہے' کیونکہ یہ بیع خریدار کے ذمہ لازم نہیں۔

بے دیکھی ہوئی چیز کو خریدنے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خیار رؤیت کہتے ہیں مثلاً کسی خریدار نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہو جائے گی لیکن خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس چیز کو جس وقت دیکھے چاہے تو اسے رکھ لے اور چاہے تو بیچنے والے کو واپس کر دے۔

ان اقسام کے علاوہ اس باب میں خیار کی ایک اور قسم ذکر ہوگی جسے خیار مجلس کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایک مجلس میں تاجر و خریدار کے درمیان خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے ہو جانے کے بعد اس مجلس کے ختم ہونے تک تاجر اور خریدار دونوں کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس معاملہ کو ختم کر سکتا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد یہ اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا لیکن خیار کی اس قسم میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی اور بعض دوسرے علماء اس خیار کے قائل ہیں جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ اور دوسرے علماء اس کے قائل نہیں ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب بیع کا ایجاب و قبول ہو گیا یعنی معاملہ تکمیل پا گیا تو اب کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا' اور یہ کہ معاملہ کے وقت خیار کی شرط طے پا گئی ہو جسے خیار شرط کہتے ہیں اور جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے تین دن کے بعد خیار شرط کی صورت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

خیار رؤیت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ، وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ) بِجَمِيعِ الثَّمَنِ (وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَصِحُّ الْعَقْدُ أَصْلًا ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ مَجْهُولٌ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنِ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ) ؛ وَلِأَنَّ الْجَهَالَةَ بِعَدَمِ الرُّؤْيَةِ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ، لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يُوَافِقْهُ يَرُدُّهُ، فَصَارَ كَجَهَالَةِ الْوَصْفِ فِي الْمُعَايَنِ الْمُشَارِ إِلَيْهِ .

📖 اور جب کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو بیع جائز ہے اور دیکھنے کے بعد اسے خیار ملے گا اگر چاہے تو اسے پورے ثمن کے عوض میں لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے امام شافعی نے فرمایا: عقد بالکل صحیح نہیں ہوگا اس لئے کہ مبیع مجہول ہے اور ہماری دلیل آپ e کا وہ فرمان ہے: جس نے دیکھے بغیر کوئی چیز خرید لی تو دیکھنے کے بعد اسے خیار حاصل ہوگا اور اس لئے بھی کہ نہ دیکھنے کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے' کیونکہ اگر خریدار کو مبیع پسند نہ ہوگی تو وہ اسے واپس کر دے گا' تو یہ معین مشار الیہ میں جہالت وصف کی طرح ہوگئی۔

مبیع دیکھنے کے بعد خریدار کے اختیار کا بیان

(وَكَذَا إِذَا قَالَ رَضِيتُ ثُمَّ رَآهُ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ) لِأَنَّ الْخِيَارَ مُعَلَّقٌ بِالرُّؤْيَةِ لِمَا رَوَيْنَا فَلَا يَثْبُتُ قَبْلَهَا، وَحَقُّ الْفَسْخِ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ بِحُكْمِ أَنَّهُ عَقْدٌ غَيْرُ لَازِمٍ لَا بِمُقْتَضَى الْحَدِيثِ، وَلِأَنَّ الرِّضَا بِالشَّيْءِ قَبْلَ الْعِلْمِ بِأَوْصَافِهِ لَا يَتَحَقَّقُ فَلَا يُعْتَبَرُ قَوْلُهُ رَضِيتُ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ بِخِلَافِ قَوْلِهِ

رَدَدْتُ .

اور ایسے ہی جب خریدار نے اپنی رضامندی کا اظہار کرنے کے بعد مبیع کو دیکھا تو بھی اسے واپس کرنے کا اختیار ہوگا اس لئے کہ خیار کا تعلق رؤیت سے ہے اس دلیل کی بنا پر جسے ہم نے بیان کیا لہٰذا قبل الرؤیہ خیار ثابت نہیں ہوگا اور خریدار کو حق فسخ عقد کے غیر لازم ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ مقتضائے حدیث سے اور اس لئے کہ کسی چیز کے اوصاف جاننے سے پہلے اس پر رضامندی ثابت نہیں ہوتی لہٰذا دیکھنے سے پہلے خریدار کا رضیت کہنا معتبر نہیں ہوگا برخلاف رددت کہنے کے۔

بغیر دیکھے بیچنے والے کی بیع پر عدم اختیار کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ) وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ: اَوَّلًا لَهُ الْخِيَارُ اعْتِبَارًا بِخِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ لُزُوْمَ الْعَقْدِ بِتَمَامِ الرِّضَا زَوَالًا وَثُبُوْتًا وَلَا يَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْعِلْمِ بِاَوْصَافِ الْمَبِيْعِ، وَذٰلِكَ بِالرُّؤْيَةِ فَلَمْ يَكُنْ الْبَائِعُ رَاضِيًا بِالزَّوَالِ .وَوَجْهُ الْقَوْلِ الْمَرْجُوْعِ اِلَيْهِ اَنَّهُ مُعَلَّقٌ بِالشِّرَاءِ لِمَا رَوَيْنَا فَلَا يَثْبُتُ دُوْنَهُ .

وَرُوِىَ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بَاعَ اَرْضًا لَهُ بِالْبَصْرَةِ مِنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَقِيْلَ لِطَلْحَةَ: اِنَّكَ قَدْ غُبِنْتَ، فَقَالَ: لِيَ الْخِيَارُ ؛ لِاَنِّيْ اشْتَرَيْتُ مَا لَمْ اَرَهُ .وَقِيْلَ لِعُثْمَانَ: اِنَّكَ قَدْ غُبِنْتَ، فَقَالَ: لِيَ الْخِيَارُ ؛ لِاَنِّيْ بِعْتُ مَا لَمْ اَرَهُ .فَحَكَّمَا بَيْنَهُمَا جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ .فَقَضٰى بِالْخِيَارِ لِطَلْحَةَ، وَكَانَ ذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

فرمایا: جب کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز بیچ دی تو اسے خیار نہیں ملے گا امام اعظم رضی اللہ عنہ پہلے خیار عیب اور خیار شرط پر قیاس کرتے ہوئے بیچنے والا کے خیار کے لئے قائل تھے اور اس لئے تھے کہ عقد کا لازم ہونا ہے زوال عن ملک البیچنے والا اور ثبوت لملک الخریدار دونوں اعتبار سے تمامیت رضا پر موقوف ہے اور تمامیت رضا اوصاف بیع کو جاننے سے پہلے ثابت نہیں ہوگی اور بیع کے اوصاف کا علم اسے دیکھنے سے ہی ہوگا لہٰذا بیچنے والا زوال مبیع پر راضی نہیں ہوگا اور مرجوع الیہ قول کی دلیل یہ ہے کہ سابق میں ہماری بیان کردہ حدیث کی وجہ سے خیار رؤیت شراء پر معلق ہے لہٰذا بغیر شراء کے اس کا ثبوت نہیں ہوگا اور منقول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے اپنی بصرہ کی زمین بیچی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تمہیں خسارہ ہوگیا اس پر طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بن دیکھی چیز خریدی ہے اس لئے مجھے اختیار ہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ کا نقصان ہوگیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے اختیار ہے کیونکہ میں نے بغیر دیکھے بیچ دیا ہے تو ان حضرات نے حضرت جبیر بن مطعم کو اپنے درمیان فیصل بنایا چنانچہ انہوں نے حضرت طلحہ کے لئے خیار کا فیصلہ کیا اور یہ واقعہ حضرات صحابہ کی موجودگی میں پیش آیا تھا۔

خیار رؤیت کے موقت نہ ہونے کا بیان

ثُمَّ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ غَيْرُ مُؤَقَّتٍ بَلْ يَبْقٰى اِلٰى اَنْ يُوْجَدَ مَا يُبْطِلُهُ، وَمَا يُبْطِلُ خِيَارَ الشَّرْطِ مِنْ تَعَيُّبٍ

أَوْ تَصَرَّفَ يُبْطِلُ خِيَارَ الرُّؤْيَةِ، ثُمَّ إِنْ كَانَ تَصَرُّفًا لَا يُمْكِنُ رَفْعُهُ كَالْإِعْتَاقِ وَالتَّدْبِيرِ أَوْ تَصَرُّفًا يُوجِبُ حَقًّا لِلْغَيْرِ كَالْبَيْعِ الْمُطْلَقِ وَالرَّهْنِ وَالْإِجَارَةِ يُبْطِلُهُ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ وَبَعْدَهَا ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا لَزِمَ تَعَذَّرَ الْفَسْخُ فَبَطَلَ الْخِيَارُ وَإِنْ كَانَ تَصَرُّفًا لَا يُوجِبُ حَقًّا لِلْغَيْرِ كَالْبَيْعِ بِشَرْطِ الْخِيَارِ، وَالْمُسَاوَمَةِ وَالْهِبَةِ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيمٍ لَا يُبْطِلُهُ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَرْبُو عَلَى صَرِيحِ الرِّضَا وَيُبْطِلُهُ بَعْدَ الرُّؤْيَةِ لِوُجُودِ دَلَالَةِ الرِّضَا .

پھر خیار رؤیت مؤقت نہیں ہے بلکہ وجود مبطل تک وہ باقی رہے گا' اور خیار شرط کو باطل کرنے والا عیب یا تصرف خیار رؤیت کو بھی باطل کر دیتا ہے پھر اگر کوئی نا قابل ارتفاع کوئی تصرف ہو جیسے آزاد کرنا مدبر بنانا یا کسی غیر کا حق ثابت کرنے والا تصرف ہو جیسے بیع مطلق رہن اور اجارہ تو ایسا تصرف رؤیت سے پہلے بھی خیار رؤیت کو باطل کر دے گا' اور رؤیت کے بعد بھی اس لئے کہ جب یہ تصرف لازم ہو گیا تو فسخ کرنا دشوار ہو گیا لہٰذا خیار باطل ہو جائے گا' اور اگر کوئی ایسا تصرف ہو جو دوسرے کے لئے حق ثابت نہ کرتا ہو جیسے خیار شرط کیساتھ بیچنا بھاؤ تاؤ کرنا اور سپرد کیے بغیر ہبہ کرنا تو یہ تصرف رؤیت سے پہلے خیار کو باطل نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ صریح رضا سے آگے نہیں بڑھ سکتا البتہ رؤیت کے بعد خیار کو باطل کر دے گا اس لئے کہ دلالۃ رضا مندی موجود ہے۔

مبیع کو دیکھنے کی میں حد بندی کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ نَظَرَ إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ، أَوْ إِلَى ظَاهِرِ الثَّوْبِ مَطْوِيًّا أَوْ إِلَى وَجْهِ الْجَارِيَةِ أَوْ إِلَى وَجْهِ الدَّابَّةِ وَكَفَلِهَا فَلَا خِيَارَ لَهُ) وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّ رُؤْيَةَ جَمِيعِ الْمَبِيعِ غَيْرُ مَشْرُوطٍ لِتَعَذُّرِهِ فَيَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى الْعِلْمِ بِالْمَقْصُودِ .

وَلَوْ دَخَلَ فِي الْبَيْعِ أَشْيَاءُ، فَإِنْ كَانَ لَا تَتَفَاوَتُ آحَادُهَا كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، وَعَلَامَتُهُ أَنْ يُعْرَضَ بِالنَّمُوذَجِ يَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ وَاحِدٍ مِنْهَا إِلَّا إِذَا كَانَ الْبَاقِي أَرْدَأَ مِمَّا رَأَى فَحِينَئِذٍ يَكُونُ لَهُ الْخِيَارُ .

وَإِنْ كَانَ تَتَفَاوَتُ آحَادُهَا كَالثِّيَابِ وَالدَّوَابِّ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا، وَالْجَوْزُ وَالْبَيْضُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ فِيمَا ذَكَرَهُ الْكَرْخِيُّ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مِثْلَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ لِكَوْنِهَا مُتَقَارِبَةً .

إِذَا ثَبَتَ هَذَا فَنَقُولُ: النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ كَافٍ ؛ لِأَنَّهُ يُعْرَفُ وَصْفُ الْبَقِيَّةِ ؛ لِأَنَّهُ مَكِيلٌ يُعْرَضُ بِالنَّمُوذَجِ، وَكَذَا النَّظَرُ إِلَى ظَاهِرِ الثَّوْبِ مِمَّا يُعْلَمُ بِهِ الْبَقِيَّةُ إِلَّا إِذَا كَانَ فِي طَيِّهِ مَا يَكُونُ مَقْصُودًا كَمَوْضِعِ الْعَلَمِ، وَالْوَجْهُ هُوَ الْمَقْصُودُ فِي الْآدَمِيِّ، وَهُوَ وَالْكَفَلُ فِي الدَّوَابِّ

فَيُعْتَبَرُ رُؤْيَةُ الْمَقْصُودِ وَلَا يُعْتَبَرُ رُؤْيَةُ غَيْرِهِ .وَشَرَطَ بَعْضُهُمْ رُؤْيَةَ الْقَوَائِمِ .وَالْاَوَّلُ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .وَفِيْ شَاةِ اللَّحْمِ لَا بُدَّ مِنَ الْجَسِّ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ وَهُوَ اللَّحْمُ يُعْرَفُ بِهِ .وَفِيْ شَاةِ الْقِنْيَةِ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ الضَّرْعِ .وَفِيْمَا يُطْعَمُ لَا بُدَّ مِنَ الذَّوْقِ لِاَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْمُعَرِّفُ لِلْمَقْصُوْدِ .

فرمایا: جس نے ڈھیر کے اوپری حصے یا تہہ شدہ تھان کے اوپری حصے کو دیکھ لیا یا باندی کے چہرے کو دیکھ لیا یا سواری کا چہرا اور اس کی سرین دیکھ لی تو اس کو خیار رؤیت نہیں ملے گا اس میں اصل یہ ہے کہ تمام مبیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے' کیونکہ وہ تو ناممکن ہے لہٰذا اتنی رؤیت پر اکتفاء کیا جائے گا' جس سے مقصود کا پتہ چل جائے اور جب مبیع میں کئی چیزیں شامل ہوں' تو اگر ان کے افراد متفاوت نہ ہوں جیسے مکیلی اور موزونی چیزیں' تو ان میں سے ایک کا دیکھنا کافی ہو جائے گا مگر جب کہ باقی دیکھی ہو چیز سے گھٹیا ہوں' تو اس وقت خریدار کو خیار رؤیت حاصل ہوگا۔

اور جب اشیاء کے افراد مختلف ہوں جیسے چوپائے اور کپڑے تو ان میں سے ہر ایک کا دیکھنا ضروری ہوگا اور امام کرخی کے بیان کے مطابق اخروٹ اور انڈے بھی اسی قبیل سے ہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ انڈے وغیرہ گندم اور جو کے مثل ہوں' اس لئے کہ ان کے افراد متقارب ہیں۔

جب یہ ضابطہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ غلے کے اوپری حصے کو دیکھنا کافی ہے' کیونکہ وہ بقیہ مبیع کے وصف کو بتا رہا ہے اس لئے کہ غلہ مکیلی ہے اور بطور نمونہ پیش کیا جا رہا ہے اسی طرح کپڑے کے ظاہری حصے کو دیکھنا ایسا ہے' جس سے باقی کا علم ہو جائے مگر جب کہ کپڑے کے تھان میں کوئی ایسی چیز ہو جو مقصود ہو جیسے نقش و نگار کی جگہ اور آدمی کا چہرا ہی مقصود ہوتا ہے اسی طرح جانور میں چہرہ اور اس کی سرین مقصود ہوتی ہے لہٰذا مقصود کا دیکھنا معتبر ہوگا' اور غیر مقصود کے دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا بعض لوگوں نے جانور کے ہاتھ پیر دیکھنے کی شرط لگائی ہے اور پہلا قول امام ابو یوسف سے منقول ہے اور گوشت والی بکری کا ٹٹولنا ضروری ہے اس لئے کہ مقصود کا پتہ چلے گا' اور پالتو بکری میں تھن کا دیکھنا ضروری ہے اور ماکولات میں چکھنا ضروری ہے' کیونکہ چکھنے سے ہی مقصود کا علم ہوگا۔

گھر کا صحن دیکھنے میں رؤیت ہو جانے کا بیان

(قَالَ وَاِنْ رَاٰى صَحْنَ الدَّارِ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَاِنْ لَمْ يُشَاهِدْ بُيُوْتَهَا) وَكَذٰلِكَ اِذَا رَاٰى خَارِجَ الدَّارِ اَوْ رَاٰى اَشْجَارَ الْبُسْتَانِ مِنْ خَارِجٍ .

وَعِنْدَ زُفَرَ لَا بُدَّ مِنْ دُخُوْلِ دَاخِلِ الْبُيُوْتِ، وَالْاَصَحُّ اَنَّ جَوَابَ الْكِتَابِ عَلٰى وِفَاقِ عَادَتِهِمْ فِي الْاَبْنِيَةِ، فَاِنَّ دُوْرَهُمْ لَمْ تَكُنْ مُتَفَاوِتَةً يَوْمَئِذٍ، فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا بُدَّ مِنَ الدُّخُوْلِ فِيْ دَاخِلِ الدَّارِ لِلتَّفَاوُتِ، وَالنَّظَرُ اِلَى الظَّاهِرِ لَا يُوْقِعُ الْعِلْمَ بِالدَّاخِلِ .

فرمایا: جب خریدار نے گھر کا صحن دیکھ لیا تو اسے خیار رؤیت نہیں حاصل ہوگا چاہے اس نے گھر کے کمروں کو نہ دیکھا

ہو اور ایسے جب گھر کے باہری حصہ کو دیکھ لیا یا باہر سے باغ کے درختوں کو دیکھ لیا امام زفر کے نزدیک کمروں کے اندر داخل ہونا ضروری ہے صحیح بات یہ ہے کہ قدوری کا فیصلہ عمارتوں کے سلسلہ میں اہل کوفہ کی عادت کے موافق ہے' کیونکہ اس زمانے میں ان کے مکانات میں تفاوت نہیں تھا لیکن آج کل تفاوت کی بنا پر گھر کے اندر داخل ہونا ضروری ہے اور اوپر سے دیکھنے سے اندر کا علم نہیں ہو سکتا۔

رؤیت وکیل کا رؤیت خریدار کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ (وَنَظَرُ الْوَكِيلِ كَنَظَرِ الْمُشْتَرِي حَتّٰى لَا يَرُدَّهُ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ، وَلَا يَكُونُ نَظَرُ الرَّسُولِ كَنَظَرِ الْمُشْتَرِي، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: هُمَا سَوَاءٌ، وَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ) قَالَ مَعْنَاهُ الْوَكِيلُ بِالْقَبْضِ، فَأَمَّا الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ فَرُؤْيَتُهُ تُسْقِطُ الْخِيَارَ بِالْإِجْمَاعِ، لَهُمَا أَنَّهُ تَوَكَّلَ بِالْقَبْضِ دُونَ إِسْقَاطِ الْخِيَارِ فَلَا يَمْلِكُ مَا لَمْ يَتَوَكَّلْ بِهِ وَصَارَ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالشَّرْطِ وَالْإِسْقَاطِ قَصْدًا ـ وَلَهُ أَنَّ الْقَبْضَ نَوْعَانِ: تَامٌّ وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَهُ وَهُوَ يَرَاهُ ـ وَنَاقِصٌ، وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَهُ مَسْتُورًا وَهٰذَا ؛ لِأَنَّ تَمَامَهُ بِتَمَامِ الصَّفْقَةِ وَلَا تَتِمُّ مَعَ بَقَاءِ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَالْمُوَكِّلُ مَلَكَهُ بِنَوْعَيْهِ، فَكَذَا الْوَكِيلُ ـ وَمَتَى قَبَضَ الْمُوَكِّلُ وَهُوَ يَرَاهُ سَقَطَ الْخِيَارُ فَكَذَا الْوَكِيلُ لِإِطْلَاقِ التَّوْكِيلِ .

وَإِذَا قَبَضَهُ مَسْتُورًا انْتَهَى التَّوْكِيلُ بِالنَّاقِصِ مِنْهُ فَلَا يَمْلِكُ إِسْقَاطَهُ قَصْدًا بَعْدَ ذٰلِكَ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفْقَةِ فَيَتِمُّ الْقَبْضُ مَعَ بَقَائِهِ، وَخِيَارُ الشَّرْطِ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ .

وَلَوْ سُلِّمَ فَالْمُوَكِّلُ لَا يَمْلِكُ التَّامَّ مِنْهُ فَإِنَّهُ لَا يَسْقُطُ بِقَبْضِهِ ؛ لِأَنَّ الِاخْتِيَارَ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِالْخِيَارِ يَكُونُ بَعْدَهُ، فَكَذَا لَا يَمْلِكُهُ وَكِيلُهُ، وَبِخِلَافِ الرَّسُولِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا وَإِنَّمَا إِلَيْهِ تَبْلِيغُ الرِّسَالَةِ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ الْقَبْضَ، وَالتَّسْلِيمَ إِذَا كَانَ رَسُولًا فِي الْبَيْعِ .

فرمایا: وکیل کا دیکھنا خریدار کے دیکھنے کی طرح ہے یہاں تک کہ خریدار عیب کے علاوہ کسی اور سبب سے مبیع کو واپس نہیں کر سکتا البتہ قاصد کا دیکھنا خریدار کے دیکھنے کی طرح نہیں ہے اور یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے صاحبین نے فرمایا: وکیل اور قاصد دونوں برابر ہیں اور خریدار کو واپس کرنے کا اختیار ہے صاحب ہدایہ نے فرمایا: وکیل بالقبض سے رہا وکیل بالشراء تو اس کے دیکھنے سے خیار رؤیت ساقط ہو جائے گا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وکیل نے قبضہ کرنے کی وکالت قبول کی ہے نہ کہ خیار ساقط کرنے کی لہذا جس چیز کی اس نے وکالت قبول نہیں کی ہے وہ اس کا مالک بھی نہیں ہوگا اور یہ خیار عیب خیار شرط اور قصداً اسقاط خیار کی طرح ہو گیا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قبضے کی دو قسمیں ہیں (۱) قبضہء تام اور وہ یہ ہے کہ مبیع کو دیکھتا ہوا اس پر قبضہ کرے (۲) قبضہء ناقص اور وہ یہ ہے کہ مبیع کے پوشیدہ ہونے کی حالت میں اس پر قبضہ کرے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ قبضہ کا تام ہونا تمام صفقہ سے ہوتا ہے اور خیار رؤیت کے ہوتے ہوئے صفقہ تام نہیں ہوتا اور مؤکل قبضے کی دونوں قسموں کا مالک ہوتا ہے لہٰذا وکیل بھی دونوں قسموں کا مالک ہوگا اور جب مؤکل نے مبیع کو دیکھتے ہوئے مبیع پر قبضہ کیا' تو خیار ساقط ہو جائے گا تو ایسا ہی وکیل کے ساتھ ہوگا' کیونکہ توکیل مطلق ہے اور جب وکیل نے پوشیدہ مبیع پر قبضہ کیا' تو قبضہء ناقصہ کی وجہ سے توکیل پوری ہوگئی لہٰذا اس کے بعد وکیل قصداً خیار رؤیت ساقط کرنے کا مالک نہیں ہوگا۔ برخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ خیار عیب صفقہ تام ہونے سے مانع نہیں ہے لہٰذا خیار عیب کے ہوتے ہوئے بھی قبضہ تام ہو جائے گا' اور خیار شرط اسی اختلاف پر ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے' تو بھی مؤکل قبضہء تام کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ مؤکل کے قبضہ کرنے سے خیار ساقط نہیں ہوتا اس لئے کہ خیار کا مقصود قبضہ کے بعد ہوگا لہٰذا اسی طرح مؤکل کا وکیل بھی قبضہء تام کا مالک نہیں ہوگا' اور برخلاف قاصد کے کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اس کا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول فی البیع ہونے کی صورت میں قاصد قبضہ کرنے اور سپرد کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

نابینا کی خرید وفروخت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الْاَعْمٰى وَشِرَاؤُهُ جَائِزٌ وَلَهُ الْخِيَارُ اِذَا اشْتَرٰى) لِاَنَّهُ اشْتَرٰى مَا لَمْ يَرَهُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ (ثُمَّ يَسْقُطُ خِيَارُهُ بِجَسِّهِ الْمَبِيعَ اِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالْجَسِّ، وَيَشُمُّهُ اِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالشَّمِّ، وَيَذُوقُهُ اِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالذَّوْقِ) كَمَا فِي الْبَصِيرِ (وَلَا يَسْقُطُ خِيَارُهُ فِي الْعَقَارِ حَتّٰى يُوصَفَ لَهُ) لِاَنَّ الْوَصْفَ يُقَامُ مَقَامَ الرُّؤْيَةِ كَمَا فِي السَّلَمِ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اِذَا وَقَفَ فِي مَكَانٍ لَوْ كَانَ بَصِيرًا لَرَآهُ وَقَالَ: قَدْ رَضِيتُ سَقَطَ خِيَارُهُ، لِاَنَّ التَّشَبُّهَ يُقَامُ مَقَامَ الْحَقِيقَةِ فِي مَوْضِعِ الْعَجْزِ كَتَحْرِيكِ الشَّفَتَيْنِ يُقَامُ مَقَامَ الْقِرَاءَةِ فِي حَقِّ الْاَخْرَسِ فِي الصَّلَاةِ، وَاِجْرَاءُ الْمُوسٰى مَقَامَ الْحَلْقِ فِي حَقِّ مَنْ لَا شَعْرَ لَهُ فِي الْحَجِّ .

وَقَالَ الْحَسَنُ: يُوَكِّلُ وَكِيلًا بِقَبْضِهِ وَهُوَ يَرَاهُ وَهٰذَا اَشْبَهُ بِقَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ لِاَنَّ رُؤْيَةَ الْوَكِيلِ كَرُؤْيَةِ الْمُوَكِّلِ عَلٰى مَا مَرَّ آنِفًا .

فرمایا کہ اندھے کی خرید وفروخت جائز ہے اور خریدنے کے بعد اسے خیار حاصل ہوگا' کیونکہ اس نے ایسی چیز خریدی ہے جسے دیکھا نہیں اور ہم اس سے پہلے اسے ثابت کر چکے ہیں پھر مبیع کو ٹٹولنے سے اسکا خیار باطل ہو جائے گا' جب مبیع ٹٹولنے سے معلوم ہو سکتی ہے اور مبیع کو سونگھنے سے اسکا خیار ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ مبیع کو سونگھنے سے اس کی شناخت ہو جائے اور مبیع کو چکھنے سے جب اس سے مبیع کی معرفت ممکن ہو جیسا کہ بینا کے حق میں ہوتا ہے اور زمین میں اسکا خیار ساقط نہیں ہوگا' جب تک اس کا وصف

بیان نہ کر دیا جائے اس لئے کہ وصف رؤیت کے قائم مقام ہوتا ہے جیسا کہ بیع سلم میں ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب نابینا کسی ایسی جگہ کھڑا ہو کہ اگر وہ بینا ہوتا تو مبیع کو دیکھ لیتا اور یوں کہے قد رضیت تو اسکا خیار ساقط ہو جائے گا اس لئے موضع عجز میں تشبیہ حقیقت کے قائم مقام ہوتی ہے جیسے نماز کے متعلق گونگے آدمی کے حق میں ہونٹوں کا ہلانا قرائت کے قائم مقام ہے اور حج میں گنجے آدمی کے حق میں استرے کا پھیرنا حلق کے قائم مقام ہے۔

حضرت حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ نابینا ایک وکیل مقرر کرے جو مبیع کو دیکھ کر اس پر قبضہ کر لیا اور یہ قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے زیادہ مشابہ ہے اس لئے کہ وکیل کی رؤیت مؤکل کی رؤیت کے مثل ہے۔

ایک تھان کی رؤیت پر دو تھان کپڑے کے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ رَأَى اَحَدَ الثَّوْبَيْنِ فَاشْتَرَاهُمَا ثُمَّ رَأَى الْاٰخَرَ جَازَ لَهُ اَنْ يَرُدَّهُمَا) لِاَنَّ رُؤْيَةَ اَحَدِهِمَا لَا تَكُوْنُ رُؤْيَةَ الْاٰخَرِ لِلتَّفَاوُتِ فِي الثِّيَابِ فَبَقِيَ الْخِيَارُ فِيْمَا لَمْ يَرَهُ، ثُمَّ لَا يَرُدُّهُ وَحْدَهُ بَلْ يَرُدُّهُمَا كَيْ لَا يَكُوْنَ تَفْرِيقًا لِلصَّفْقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الصَّفْقَةَ لَا تَتِمُّ مَعَ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَهُ، وَلِهٰذَا يَتَمَكَّنُ مِنَ الرَّدِّ بِغَيْرِ قَضَاءٍ وَلَا رِضًا وَيَكُوْنُ فَسْخًا مِنَ الْاَصْلِ .وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ بَطَلَ خِيَارُهُ) لِاَنَّهُ لَا يَجْرِي فِيْهِ الْاِرْثُ عِنْدَنَا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي خِيَارِ الشَّرْطِ (وَمَنْ رَأَى شَيْئًا ثُمَّ اشْتَرَاهُ بَعْدَ مُدَّةٍ، فَاِنْ كَانَ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي رَآهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ) لِاَنَّ الْعِلْمَ بِاَوْصَافِهِ حَاصِلٌ لَهُ بِالرُّؤْيَةِ السَّابِقَةِ، وَبِفَوَاتِهِ يَثْبُتُ الْخِيَارُ اِلَّا اِذَا كَانَ لَا يَعْلَمُهُ مَرْئِيَّهُ لِعَدَمِ الرِّضَا بِهِ (وَاِنْ وَجَدَهُ مُتَغَيِّرًا فَلَهُ الْخِيَارُ) لِاَنَّ تِلْكَ الرُّؤْيَةَ لَمْ تَقَعْ مُعْلِمَةً بِاَوْصَافِهِ فَكَاَنَّهُ لَمْ يَرَهُ، وَاِنْ اخْتَلَفَا فِي التَّغَيُّرِ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ لِاَنَّ التَّغَيُّرَ حَادِثٌ وَسَبَبُ اللُّزُوْمِ ظَاهِرٌ، اِلَّا اِذَا بَعُدَتِ الْمُدَّةُ عَلٰى مَا قَالُوْا لِاَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لِلْمُشْتَرِي، بِخِلَافِ مَا اِذَا اخْتَلَفَا فِي الرُّؤْيَةِ لِاَنَّهَا اَمْرٌ حَادِثٌ وَالْمُشْتَرِي يُنْكِرُهُ فَيَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ .

فرمایا: جب کسی نے کپڑے کے دو تھان میں سے ایک کو دیکھ کر دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا تو اسے دونوں تھان واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ کپڑوں میں تفاوت کی وجہ سے ایک تھان کا دیکھنا دوسرے کا دیکھنا شمار نہیں ہوگا لہٰذا نہ دیکھے ہوئے تھان میں خیار باقی رہے گا پھر خریدار صرف اسی تھان کو واپس نہیں کرے گا تا کہ تمامیت صفقہ سے پہلے تفریق صفقہ نہ ہو اور یہ اس لئے ہے کہ قبضہ کے پہلے اور قبضہ کے بعد دونوں صورتوں میں خیار رؤیت کے ہوتے ہوئے صفقہ تام نہیں ہوتا اسی وجہ سے خریدار قضائے قاضی اور رضائے خریدار کے بغیر بھی مبیع واپس کر سکتا ہے اور یہ رد اصل عقد سے فسخ مانا جاتا ہے اور جب جس کے لئے اختیار ہے مر جائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک خیار میں وراثت نہیں چلتی اور خیار شرط میں ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

جس شخص نے کوئی چیز دیکھی اور پھر ایک مدت کے بعد اسے خریدا تو اگر وہ چیز اس کی دیکھی ہوئی صفت پر بحال ہو تو خریدار کو خیار رؤیت نہیں ملے گا اس لئے کہ رؤیت سابقہ ہی سے خریدار کو اس کے اوصاف معلوم ہیں اور علم بالا وصاف ہی کے فوت ہونے سے خیار ثابت ہوتا ہے مگر جب کہ جب خریدار یہ یقین نہ کر سکے کہ مبیع ہی اس کی دیکھی ہوئی چیز ہے کیونکہ اب اس کے ساتھ خریدار کی رضامندی معدوم ہے اور جب خریدار اس چیز کو بدلی ہوئی پائے' تو بھی اسے خیار حاصل ہوگا اس لئے کہ وہ رؤیت اوصاف مبیع کی مخبر نہ واقع ہو سکی تو گویا کہ خریدار نے اسے دیکھا ہی نہیں اور جب عقد کرنے والے تغیر کے متعلق اختلاف کریں' تو بیچنے والے کی بات معتبر ہوگی اس لئے کہ تغیر حادث ہے اور لزوم عقد کا سبب ظاہر ہے مگر جب کہ مدت دراز ہو جیسا کہ متاخرین فقہاء نے فرمایا کیونکہ ظاہر خریدار کے لئے شاہد ہے برخلاف اس صورت کے جب عقد کرنے والے رؤیت کے سلسلے میں اختلاف کریں اس لئے کہ رؤیت ایک امر جدید ہے اور خریدار اس کا منکر ہے لہٰذا اس کی قول معتبر ہوگا۔

بغیر دیکھے زطی تھان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰی عِدْلَ زُطِّیٍّ وَلَمْ یَرَهُ فَبَاعَ مِنْهُ ثَوْبًا اَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَهُ لَمْ یَرُدَّ شَیْئًا مِنْهَا اِلَّا مِنْ عَیْبٍ، وَکَذٰلِكَ خِیَارُ الشَّرْطِ) ؛ لِاَنَّهُ تَعَذَّرَ الرَّدُّ فِیمَا خَرَجَ عَنْ مِلْکِهِ، وَفِی رَدِّ مَا بَقِیَ تَفْرِیقُ الصَّفْقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ ؛ لِاَنَّ خِیَارَ الرُّؤْیَةِ وَالشَّرْطِ یَمْنَعَانِ تَمَامَهَا، بِخِلَافِ خِیَارِ الْعَیْبِ لِاَنَّ الصَّفْقَةَ تَتِمُّ مَعَ خِیَارِ الْعَیْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ وَاِنْ کَانَتْ لَا تَتِمُّ قَبْلَهُ وَفِیهِ وَضْعُ الْمَسْاَلَةِ۔

فَلَوْ عَادَ اِلَیْهِ بِسَبَبٍ هُوَ فَسْخٌ فَهُوَ عَلٰی خِیَارِ الرُّؤْیَةِ، کَذَا ذَکَرَهُ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرَخْسِیُّ .وَعَنْ اَبِی یُوسُفَ اَنَّهُ لَا یَعُودُ بَعْدَ سُقُوطِهِ کَخِیَارِ الشَّرْطِ، وَعَلَیْهِ اعْتَمَدَ الْقُدُورِیُّ ۔

فرمایا: جب کسی نے دیکھے بغیر زطی تھانوں کی کوئی گٹھری خرید لی پھر اس میں سے ایک تھان بیچ دیا یا کسی کو ایک تھان ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا تو بدون عیب کے خریدار اس میں سے کچھ واپس نہیں کر سکتا اور یہی حکم خیار شرط کا بھی ہے اس لئے کہ جو مبیع اس کی ملکیت سے نکل گئی اس کی واپسی ناممکن ہوگئی اور اور بقیہ مبیع کو واپس کرنے میں تفریق صفقہ قبل التمام لازم آتا ہے اس لئے کہ خیار رؤیت اور خیار شرط دونوں تمامیت صفقہ سے مانع ہیں۔ برخلاف خیار عیب کے کیونکہ قبضہ کے بعد خیار عیب کے ہوتے ہوئے بھی صفقہ تام ہو جاتا ہے ہر چند کہ قبضہ سے پہلے تام نہیں ہوتا اور اسی میں مسئلہ کی وضع ہے پھر جب خریدار کے پاس کسی ایسے سبب سے مبیع لوٹ کے آئی جو فسخ ہو تو اپنے خیار رؤیت پر برقرار رہے گا حضرت سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح بیان کیا ہے امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ خیار شرط کی طرح خیار رؤیت بھی ساقط ہونے کے بعد بحال نہیں ہوتا امام قدوری نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ

﴿یہ باب خیار عیب کے بیان میں ہے﴾

باب خیار عیب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خیارات کے تقدم وتاخر کی وجوہات کو پہلے بیان کر دیا ہے اور یہاں پر کسی چیز کی اضافت اس کے سبب کی جانب ہے۔ (عام طور پر عرف میں جب بیچنے والا کسی مبیع کو بیچتا ہے تو خریدار کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو خریدنے سے پہلے اس کی اچھے طریقے سے جانچ پڑتال کر لیتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز عیب والی ہو تو خریدار خریدتا ہے ہی نہیں۔ اور اگر وہ خریدتا ہے تو بھی اس میں عیب کی ایک حد اس کے ذہن میں متعین ہوتی ہے کہ وہ اس قدر عیب کو برداشت کرنے والا ہے۔ اور بعض اوقات کسی چیز میں عیب بیع ہو جانے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس کی بھی کئی صورتیں ہیں یعنی اس کا عیب کا پہلے بیچنے والا کے سبب سے ہے یا خریدار کے سبب سے ہے یا دیگر آسمانی وآفاقی اسباب کے سبب سے ہوا ہے یا دیگر کئی قرائن جو اس عیب کا سبب ہوئے ہیں اس طرح اس عیب میں فقہی مفاہیم میں بڑی وسعت ہے، جس کے سبب مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو باقی خیارات والے ابواب سے مؤخر ذکر کیا ہے، تاکہ اس کی کثیر جزئیات کے بنیادی قواعد کو بیان کر دیا جائے۔ رضوی عفی عنہ)۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۴، ص ۴۰۵، بیروت)

بیع میں خیار عیب ہونے کا فقہی مفہوم

بیع ہو جانے کے بعد خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہونے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خیار عیب کہتے ہیں مثلاً تاجر نے ایک چیز بیچی جسے خریدار نے خرید لی اب اس بیع کے بعد اگر خریدار واپس کر کے اپنی دی ہوئی قیمت لوٹا لے البتہ اگر بیچنے والے نے اس چیز کو بیچنے کے وقت خریدار سے یہ کہہ دیا تھا کہ اس چیز میں جو عیب ہو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں خواہ تم اس وقت اسے خریدو یا نہ خریدو اور اس کے باوجود بھی خریدار رضا مند ہو گیا تھا تو خواہ کچھ ہی عیب اس میں نکلے خریدار کو واپسی کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

خیار عیب والی بیع کے شرعی حکم کا بیان

اسلام کا معاشی واقتصادی نظام فلاح دارین کے ساتھ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن بھی ہے۔ اسلام کے مطابق عمل کیا جائے، تو نہ تاجر کو خریدار کی جانب سے نقصان پہنچتا ہے اور نہ خریدار کو تاجر کی جانب سے کوئی ضرر لاحق ہوتا ہے۔

چنانچہ شریعت اسلامیہ کا یہ بنیادی قانون ہے کہ کوئی شخص نہ خود ضرر اٹھائے اور نہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ ارشاد باری تعالی

ہے: لا تظلمون ولا تظلمون ۔ ترجمہ: نہ تم کسی پر زیادتی کرو نہ تم پر کوئی زیادتی کرے (سورۃ البقرۃ، آیت 279)

مسند امام احمد میں حدیث مبارک ہے۔ عن ابن عباس: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، حدیث نمبر 2921:)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام میں نہ نقصان (اٹھانا) درست ہے اور نہ نقصان پہنچانا جائز ہے۔ اس ضرر و نقصان سے بچانے اور تجارت میں دھوکہ دہی سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت مطہرہ میں تاجر کو یہ ہدایت دی گئی کہ کسی چیز میں عیب ہو تو فروخت کرتے وقت خریدار کو آگاہ کر دے، عیب کو چھپا کر چیز فروخت کرنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے ایسے تاجر کے حق میں وعید بیان فرمائی ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف، کتاب التجارات، باب من باع عیبا لم یبینہ، ص 126 (حدیث نمبر: 2332) میں حدیث مبارک ہے: عن واثلۃ بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من باع عیبا لم یبینہ لم یزل فی مقت من اللہ ولم تزل الملائکۃ تلعنہ ۔ ترجمہ: سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی عیب والی چیز فروخت کی اور عیب کو ظاہر نہیں کیا، وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

نیز ردمحتار ج 4 صفحہ 176 میں ہے: (قولہ اما بیان نفس العیب فواجب) لان الغش حرام ۔ ترجمہ: فروخت کرتے وقت عیب بیان کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ دھوکہ حرام ہے۔

صحیح مسلم شریف، ج 1، کتاب الایمان، باب قول النبی من غش فلیس منا، ص 70 (حدیث نمبر: 295) میں حدیث پاک ہے: عن ابی ہریرۃ ۔ ان رسول اللہ ﷺ مر علی صبرۃ طعام فادخل یدہ فیہا فنالت اصابعہ بللا فقال ما ہذا یا صاحب الطعام ۔ قال اصابتہ السماء یارسول اللہ ۔ قال افلا جعلتہ فوق الطعام کی یراہ الناس من غش فلیس منی ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ غلہ کے ڈھیر کے پاس تشریف لے گئے اور غلہ کے ڈھیر میں دست اقدس ڈالا تو اس میں کچھ نمی محسوس ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ بارش کی وجہ سے غلہ بھیگ چکا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پھر بھیگے ہوئے غلہ کو تم نے اوپر کیوں نہیں رکھا؟ تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں جس نے دھوکہ کا معاملہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔

ان نصوص سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی تاجر کو فروخت کی جانے والی اشیاء کے عیب و نقص کو خریدار پر ظاہر کئے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں، تاہم کسی تاجر نے کوئی عیب دار چیز عیب کی وضاحت کے بغیر فروخت کر دی اور خریدار کو خریدنے کے بعد اس میں موجود عیب کا علم ہو اور اگر اس شئے کو عیب کے ساتھ رکھ لینا ضروری قرار دیا جائے تو خریدار کا نقصان ہو جائے گا اس کو شرعاً یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس عیب دار چیز کو واپس کر دے اور دی ہوئی قیمت اس سے واپس لے لے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ عیب خرید و

فروخت کے معاملہ کے وقت موجود تھا۔اس کے برخلاف خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب آ گیا تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔

فروخت شدہ چیز میں عیب پائے جانے کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کے اختیار کو شریعت کی اصطلاح میں خیار عیب کہتے ہیں جیسا کہ فتاوی ہندیہ، کتاب بیوع ج 3 ص 66 میں ہے: واذا اشتری شیئا لم یعلم بالعیب وقت الشراء ولا علمه قبله والعیب یسیر او فاحش فله الخیار ان شاء رضی بجمیع الثمن وان شاء ردہ ۔ ترجمہ: جب کسی نے کوئی چیز خریدی اور خریدتے وقت یا اس سے پہلے اس کے عیب سے واقف نہیں تھا، خواہ عیب چھوٹا ہو یا بڑا بعدازاں اسے عیب کا علم ہوا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پوری قیمت کے بدلہ وہ عیب دار چیز لے لے اور اگر چاہے تو اس چیز کو لوٹا دے۔ نیز فتاوی ہندیہ، کتاب بیوع ج 3 کے اسی صفحہ پر خیار عیب کے شرائط میں ہے۔فمنها ثبوت العیب عند البیع و بعده قبل التسلیم حتی لو حدث بعد ذلک لا یثبت الخیار ۔

باب خیار عیب کے شرعی ماخذ کا بیان

اگر چیز میں کوئی عیب (خرابی) ہو تو وہ بھی بیان کر دے نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ سب سے پاکیزہ کمائی کونسی ہے فرمایا: بندے کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور دھوکے سے پاک خرید و فروخت کرنا۔ (السنن الکبری، حدیث نمبر ۱۰۷۰۱)

وَاثِلَةَ بْنِ الاَسْقَعِ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ نے کو فرماتے سنا کہ جس نے عیب والی چیز کو فروخت کیا اور عیب کو ظاہر نہ کیا وہ ہمیشہ اللہ تعالی کی ناراضی میں ہے یا فرمایا: ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲۴۷)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور جب مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے جس میں عیب ہو تو جب تک بیان نہ کرے اسے بیچنا حلال نہیں۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک غلہ کی ڈھیری کے پاس سے گزرے اس میں ہاتھ ڈال دیا حضور ﷺ کو انگلیوں میں تری محسوس ہوئی ارشاد فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا ہے اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش کا پانی پڑ گیا تھا ارشاد فرمایا: تو نے بھیگے ہوئے کو اوپر کیوں نہیں کر دیا کہ لوگ دیکھتے جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۹۵)

ملاوٹ کرنے والوں اور خراب مال بیچنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جس سے رب العالمین ناراض ہو فرشتے اس پر لعنت کرنے والے ہوں نبی علیہ السلام اس سے دوری اختیار فرما رہے ہوں، تو کس طرح اس کے کاروبار میں برکت ہوگی اور کس طرح وہ مصائب و آلام سے بچا ہوا ہوگا اللہ تعالی عقل سلیم عطا فرمائے لہذا اول تو کسی بھی طرح کی ملاوٹ نہ کریں اور اگر بالفرض مال خراب ہے یا کسی اور نے ملاوٹ والا مال آپ کو دیا ہے، تو آپ حدیث پر عمل کرتے ہوئے خریدار کو وہ بتا دیں ویسے بھی عموما لوگوں کو علم ہوتا ہے کہ کس مال میں کیا ملاوٹ ہے اور کیا خرابی ہے کہ لوگوں سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے مثلا دودھ میں پانی، لال مرچ میں کلر، چینی

میں چاول کے ٹکڑے، گوشت میں پانی کا پریشر، دال میں کنکر وغیرہ لہٰذا جب لوگوں کے علم میں یہ بات ہے کہ دوکاندار زیادہ تر جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں تاکہ ان کا مال بکے تو حدیث پر عمل کریں اور بتا دیں اس سے انشاء اللہ آپ کے کاروبار میں برکت ہوگی نیز وہ آپ کی سچائی کو دیکھ کر ہمیشہ آپ سے ہی چیز خریدے گا۔

خریدار کا عیب پر مطلع ہونے پر خیار کا بیان

(وَإِذَا اطَّلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى عَيْبٍ فِي الْمَبِيعِ) فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ اَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ لِاَنَّ مُطْلَقَ الْعَقْدِ يَقْتَضِي وَصْفَ السَّلَامَةِ، فَعِنْدَ فَوْتِهِ يَتَخَيَّرُ كَيْ لَا يَتَضَرَّرَ بِلُزُومِ مَا لَا يَرْضَى بِهِ، وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُمْسِكَهُ وَيَاْخُذَ النُّقْصَانَ ؛ لِاَنَّ الْاَوْصَافَ لَا يُقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ فِي مُجَرَّدِ الْعَقْدِ ؛ وَلِاَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِزَوَالِهِ عَنْ مِلْكِهِ بِاَقَلَّ مِنَ الْمُسَمَّى فَيَتَضَرَّرُ بِهِ، وَدَفْعُ الضَّرَرِ عَنِ الْمُشْتَرِي مُمْكِنٌ بِالرَّدِّ بِدُونِ تَضَرُّرِهِ، وَالْمُرَادُ عَيْبٌ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ وَلَمْ يَرَهُ الْمُشْتَرِي عِنْدَ الْبَيْعِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْضِ ؛ لِاَنَّ ذَلِكَ رِضًا بِهِ

اور جب خریدار مبیع میں کسی عیب پر مطلع ہو تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو پورے ثمن کے عوض مبیع کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے کیونکہ مطلق عقد مبیع کی سلامتی کا تقاضہ کرنے والا ہوتا ہے لہٰذا اس کے فوت ہونے کی صورت میں خریدار کو خیار حاصل ہوگا تاکہ غیر پسندیدہ چیز کے لزوم سے خریدار کا نقصان نہ ہو اور خریدار کو یہ حق نہیں ہے کہ مبیع کو روک کر نقصان کی بھرپائی لے لے اس لئے کہ مطلق عقد میں اوصاف کے مقابلہ میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتا اور اس لئے کہ بیچنے والا طے شدہ قیمت سے کم میں مبیع کے اپنی ملکیت سے زائل ہونے پر راضی نہیں ہے لہٰذا اسے اس سے نقصان ہوگا اور رد کے ذریعے خریدار کے نقصان کے بغیر اس سے نقصان دور کرنا ممکن ہے اور عیب سے وہ عیب مراد ہے جو بیچنے والا کے پاس بھی موجود تھا اور عقد بیع اور قبضہ کے وقت اس پر خریدار کی نگاہ نہیں پڑی تھی کیونکہ عیب کو دیکھنا اس کی رضامندی کی علامت ہے۔

نقص ثمن والی چیز کے عیب ہونے کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَكُلُّ مَا اَوْجَبَ نُقْصَانَ الثَّمَنِ فِي عَادَةِ التُّجَّارِ فَهُوَ عَيْبٌ) ؛ لِاَنَّ التَّضَرُّرَ بِنُقْصَانِ الْمَالِيَّةِ، وَذَلِكَ بِانْتِقَاصِ الْقِيمَةِ وَالْمَرْجِعُ فِي مَعْرِفَتِهِ عُرْفُ اَهْلِهِ .

(وَالْإِبَاقُ وَالْبَوْلُ فِي الْفِرَاشِ وَالسَّرِقَةُ فِي الصَّغِيرِ عَيْبٌ مَا لَمْ يَبْلُغْ، فَإِذَا بَلَغَ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِعَيْبٍ حَتَّى يُعَاوِدَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ) وَمَعْنَاهُ: إِذَا ظَهَرَتْ عِنْدَ الْبَائِعِ فِي صِغَرِهِ ثُمَّ حَدَثَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي فِي صِغَرِهِ فَلَهُ اَنْ يَرُدَّهُ ؛ لِاَنَّهُ عَيْنُ ذَلِكَ، وَإِنْ حَدَثَتْ بَعْدَ بُلُوغِهِ لَمْ يَرُدَّهُ ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُهُ، وَهَذَا ؛ لِاَنَّ سَبَبَ هَذِهِ الْاَشْيَاءِ يَخْتَلِفُ بِالصِّغَرِ وَالْكِبَرِ، فَالْبَوْلُ فِي الْفِرَاشِ فِي

الصِّغَرِ لِضَعْفِ الْمَثَانَةِ، وَبَعْدَ الْكِبَرِ لِدَاءٍ فِي بَاطِنِهِ، وَالْإِبَاقُ فِي الصِّغَرِ لِحُبِّ اللَّعِبِ وَالسَّرِقَةُ لِقِلَّةِ الْمُبَالَاةِ، وَهُمَا بَعْدَ الْكِبَرِ لِخُبْثٍ فِي الْبَاطِنِ، وَالْمُرَادُ مِنَ الصَّغِيرِ مَنْ يَعْقِلُ، فَأَمَّا الَّذِي لَا يَعْقِلُ فَهُوَ ضَالٌّ لَا آبِقٌ فَلَا يَتَحَقَّقُ عَيْبًا .

فرمایا: ہر وہ چیز جس سے تجار کی عادت میں ثمن میں کمی واقع ہو وہ عیب ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ مالیت کی کمی کے سبب نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور قیمت کی کمی سے مالیت میں کمی آتی ہے اور اس کی معرفت کا دارومدار تاجروں کے عرف پر ہے۔

فرمایا: غلام کا بھاگنا اور بستر پر پیشاب کرنا بچے میں عیب ہے' جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے بالغ ہونے کے بعد یہ عیب نہیں ہے یہاں تک کہ بلوغت کے بعد بھی اسے دہرائے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بچپن میں چیزیں بیچنے والا کے پاس ظاہر ہوئیں پھر اس کے بچپنے ہی میں خریدار کے پاس بھی انکا ظہور ہوا تو خریدار کو وہ غلام واپس کرنے کا اختیار ہے' کیونکہ یہ بعینہ وہی ہے اور اگر بلوغت کے بعد یہ چیزیں ظاہر ہوں' تو خریدار اس غلام کو واپس نہیں کر سکتا کیونکہ کہ یہ بیچنے والا کے پاس موجود عیب کے علاوہ دوسرا عیب ہے اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ بڑے اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان چیزوں کا سبب بدلتا رہتا ہے چنانچہ بچپن میں بستر پر پیشاب کرنا مثانہ کی کمزوری سے ہوتا ہے اور بڑا ہونے کے بعد ایسا کرنا اندرونی بیماری کے سبب ہوتا ہے اسی طرح بچپنے میں بھاگنا کھیل کود میں رغبت کی وجہ سے ہوتا ہے اور چوری کرنا لاپرواہی کی وجہ سے ہوتا ہے' جبکہ بڑا ہونے کے بعد یہ چیزیں اندرونی خباثت کی وجہ سے ہوتی ہیں اور صغیر سے مراد وہ بچہ ہے' جو سمجھدار ہو رہا نا سمجھ بچہ تو وہ بھٹکا ہوا ہوتا ہے بھگوڑا نہیں ہوتا لہٰذا وہ عیب نہیں ہوگا۔

جنون اور صغر سنی کے عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْجُنُونُ فِي الصِّغَرِ عَيْبٌ أَبَدًا) وَمَعْنَاهُ: إِذَا جُنَّ فِي الصِّغَرِ فِي يَدِ الْبَائِعِ ثُمَّ عَاوَدَهُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ أَوْ فِي الْكِبَرِ يَرُدُّهُ؛ لِأَنَّهُ عَيْنُ الْأَوَّلِ، إِذِ السَّبَبُ فِي الْحَالَيْنِ مُتَّحِدٌ وَهُوَ فَسَادُ الْبَاطِنِ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَاوَدَةَ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى إِزَالَتِهِ وَإِنْ كَانَ قَلَّمَا يَزُولُ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمُعَاوَدَةِ لِلرَّدِّ .

فرمایا: بچپن کا جنون دائمی عیب شمار ہوگا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بچہ بچپن میں مجنون ہوا پھر بچپن ہی میں' یا بڑا ہونے کے بعد خریدار کے قبضہ میں جنون طاری ہوا تو خریدار اسے واپس کر دے گا' کیونکہ یہ بعینہ پہلا ہی ہے اس لئے کہ دونوں حالتوں میں سبب متحد ہے جامع صغیر کی اس عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خریدار کے قبضے میں جنون کا دوبارہ لوٹنا شرط نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو زائل کرنے پر قادر ہے ہر چند کے وہ بہت کم ختم ہوتا ہے لہٰذا پھیرنے کے لئے اس کا لوٹنا ضروری ہے۔

باندی کے منہ و بغل کی بو کے عیب ہونے کا بیان

(قَالَ: وَالْبَخَرُ وَالدَّفَرُ عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ)؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ قَدْ يَكُونُ الِاسْتِفْرَاشَ وَطَلَبَ الْوَلَدِ وَهُمَا يُخِلَّانِ بِهِ، وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِي الْغُلَامِ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الِاسْتِخْدَامُ وَلَا يُخِلَّانِ بِهِ،

اِلَّا اَنْ يَكُونَ مِنْ دَاءٍ ؛ لِاَنَّ الدَّاءَ عَيْبٌ (وَالزِّنَا وَوَلَدُ الزِّنَا عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ دُونَ الْغُلَامِ) ؛ لِاَنَّهُ يُخِلُّ بِالْمَقْصُودِ فِي الْجَارِيَةِ وَهُوَ الِاسْتِفْرَاشُ وَطَلَبُ الْوَلَدِ، وَلَا يُخِلُّ بِالْمَقْصُودِ فِي الْغُلَامِ وَهُوَ الِاسْتِخْدَامُ، اِلَّا اَنْ يَكُونَ الزِّنَا عَادَةً لَهُ عَلٰى مَا قَالُوا ؛ لِاَنَّ اِتِّبَاعَهُنَّ يُخِلُّ بِالْخِدْمَةِ .

فرمایا: باندی میں منہ اور بغل کی بوعیب ہے اس لئے کہ کبھی باندی کو فراش بنانا مقصود ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں استفراش میں مخل ہیں اور غلام میں بدبو عیب نہیں ہے اس لئے کہ غلام سے خدمت لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ دونوں بدبو اس میں مخل نہیں ہوتیں مگر جب کہ کسی بیماری کے سبب ہوں کیونکہ بیماری تو عیب ہے نہ کہ غلام کا اس لئے کہ باندی میں یہ چیزیں مقصود کے حوالے سے مخل بنتی ہیں اور غلام میں یہ مخل بالمقصود نہیں ہوتیں مگر جب کہ زنا کرنا غلام کی فطرت بن چکی ہو کیونکہ اس کے لڑکیوں کے پیچھے لگے رہنے سے خدمت کرنے میں خلل واقع ہوگا۔

غلام و باندی میں کفر کے عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْكُفْرُ عَيْبٌ فِيهِمَا) ؛ لِاَنَّ طَبْعَ الْمُسْلِمِ يَنْفِرُ عَنْ صُحْبَتِهِ ؛ وَلِاَنَّهُ يَمْتَنِعُ صَرْفُهُ فِي بَعْضِ الْكَفَّارَاتِ فَتَخْتَلُّ الرَّغْبَةُ، فَلَوْ اشْتَرَاهُ عَلٰى اَنَّهُ كَافِرٌ فَوَجَدَهُ مُسْلِمًا لَا يَرُدُّهُ ؛ لِاَنَّهُ زَوَالُ الْعَيْبِ .

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَرُدُّهُ ؛ لِاَنَّ الْكَافِرَ يُسْتَعْمَلُ فِيمَا لَا يُسْتَعْمَلُ فِيهِ الْمُسْلِمُ، وَفَوَاتُ الشَّرْطِ بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ .

(قَالَ: فَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ بَالِغَةً لَا تَحِيضُ اَوْ هِيَ مُسْتَحَاضَةٌ فَهُوَ عَيْبٌ) ؛ لِاَنَّ ارْتِفَاعَ الدَّمِ وَاسْتِمْرَارَهُ عَلَامَةُ الدَّاءِ، وَيُعْتَبَرُ فِي الِارْتِفَاعِ اَقْصٰى غَايَةِ الْبُلُوغِ وَهُوَ سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً فِيهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَيُعْرَفُ ذٰلِكَ بِقَوْلِ الْاَمَةِ فَتُرَدُّ اِذَا انْضَمَّ اِلَيْهِ نُكُولُ الْبَائِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ .

فرمایا: کفر غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اس لئے کہ مسلمان کی طبیعت کافر کی صحبت سے نفرت کرتی ہے اور اس لئے بھی کہ بعض کفارات میں کافر کو دینا ممتنع ہے لہٰذا رغبت میں خلل ہوگا پھر اگر غلام کو اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہے اور اسے مسلمان پایا تو خریدار اسے واپس نہیں کرسکتا اس لئے کہ یہ عیب کا زائل ہونا ہے اور امام شافعی کے نزدیک واپس کرسکتا ہے کیونکہ کافر کو ان چیزوں صرف کیا جاسکتا ہے جن میں مسلمان کو نہیں کیا جاسکتا اور شرط کا فوت ہونا عیب کے درجے میں ہے۔

فرمایا: اگر باندی بالغ ہو مگر اسے حیض نہ آتا ہو یا وہ مستحاضہ رہتی ہو تو یہ عیب ہے کیونکہ خون کا بند ہونا اور اس کا مسلسل آنا دونوں بیماری کی علامت ہیں خون بند ہونے کے سلسلے میں بلوغ کی آخری حد کا اعتبار ہوگا اور باندی میں یہ غایت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک

سترہ سال ہے اور خون کا بند ہونا باندی ہی کی بات سے معلوم ہوگا لہٰذا اگر اس کی بات کیساتھ بیچنے والا کا انکار بھی مل جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا چاہے قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد بھی صحیح ہے۔

خریدار کے پاس مبیع میں عیب پیدا ہونے کا بیان

قَالَ: وَإِذَا حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِيْ عَيْبٌ فَاطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِالنُّقْصَانِ وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيعَ) ؛ لِأَنَّ فِي الرَّدِّ إِضْرَارًا بِالْبَائِعِ ؛ لِأَنَّهُ خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ سَالِمًا، وَيَعُوْدُ مَعِيبًا فَامْتَنَعَ، وَلَا بُدَّ مِنْ دَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُ فَتَعَيَّنَ الرُّجُوعُ بِالنُّقْصَانِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْبِهِ ؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالضَّرَرِ .

فرمایا: جب خریدار کے پاس مبیع میں عیب پیدا ہو گیا اور خریدار کسی ایسے عیب پر بھی مطلع ہوا جو بیچنے والا کے پاس تھا تو خریدار کو نقصان عیب کے ساتھ بیچنے والا پر رجوع کرنے کا اختیار ہوگا خریدار مبیع نہیں مبیع واپس کر سکتا اس لئے کہ مبیع واپس کرنے میں بیچنے والا کا نقصان ہے' کیونکہ بیچنے والے کی ملکیت سے مبیع صحیح سالم نکلی تھی اور رد کی صورت میں معیوب ہو کر لوٹے گی لہٰذا رد ممتنع ہوگا اور خریدار سے بھی نقصان دور کرنا ضروری ہے لہٰذا رجوع بالنقصان متعین ہے مگر جب کہ بیچنے والا عیب کیساتھ مبیع واپس لینے پر راضی ہو کیونکہ وہ نقصان پر راضی ہے۔

خرید شدہ کپڑے کے کٹ جانے کے بعد عیب کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ فَوَجَدَ بِهِ عَيْبًا رَجَعَ بِالْعَيْبِ) ؛ لِأَنَّهُ امْتَنَعَ الرَّدُّ بِالْقَطْعِ فَإِنَّهُ عَيْبٌ حَادِثٌ (فَإِنْ قَالَ الْبَائِعُ: أَنَا أَقْبَلُهُ كَذٰلِكَ كَانَ لَهُ ذٰلِكَ) ؛ لِأَنَّ الِامْتِنَاعَ لِحَقِّهِ وَقَدْ رَضِيَ بِهِ (فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِيْ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ) ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ بِرِضَا الْبَائِعِ فَيَصِيْرُ هُوَ بِالْبَيْعِ حَابِسًا لِلْمَبِيعِ فَلَا يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ (فَإِنْ قَطَعَ الثَّوْبَ وَخَاطَهُ أَوْ صَبَغَهُ أَحْمَرَ، أَوْ لَتَّ السَّوِيقَ بِسَمْنٍ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ) لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الْفَسْخِ فِي الْأَصْلِ بِدُونِهَا ؛ لِأَنَّهَا لَا تَنْفَكُّ عَنْهُ، وَلَا وَجْهَ إِلَيْهِ مَعَهَا ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَيْسَتْ بِمَبِيعَةٍ فَامْتَنَعَ أَصْلًا (وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَأْخُذَهُ) ؛ لِأَنَّ الِامْتِنَاعَ لِحَقِّ الشَّرْعِ لَا لِحَقِّهِ (فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِيْ بَعْدَمَا رَأَى الْعَيْبَ رَجَعَ بِالنُّقْصَانِ) لِأَنَّ الرَّدَّ مُمْتَنِعٌ أَصْلًا قَبْلَهُ فَلَا يَكُوْنُ بِالْبَيْعِ حَابِسًا لِلْمَبِيعِ، وَعَنْ هٰذَا (قُلْنَا: إِنَّ مَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ لِبَاسًا لِوَلَدِهِ الصَّغِيرِ وَخَاطَهُ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ لَا يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ، وَلَوْ كَانَ الْوَلَدُ كَبِيرًا يَرْجِعُ) ؛ لِأَنَّ التَّمْلِيكَ حَصَلَ فِي الْأَوَّلِ قَبْلَ الْخِيَاطَةِ، وَفِي الثَّانِيْ بَعْدَهَا بِالتَّسْلِيمِ إِلَيْهِ) .

فرمایا: جب کسی شخص نے کوئی کپڑا خرید کر اسے کاٹ دیا پھر اس میں عیب پایا تو وہ نقصان عیب کیساتھ رجوع کرے گا' کیونکہ کاٹنے کیوجہ سے واپس کرنا ناممکن ہو گیا اس لئے کہ قطع ایک نیا عیب ہے پھر اگر بیچنے والا یوں کہے کہ میں اسی طرح مقطوع مقبول کرتا ہوں' تو اسے یہ حق ہوگا' کیونکہ واپسی کا امتناع اسی کے حق کی وجہ سے تھا حالانکہ وہ معیوب کپڑا لینے پر راضی ہے' لیکن جب خریدار نے اس کپڑے کو بیچ دیا تو بیچنے والا سے کوئی چیز واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ بیچنے والے کی رضامندی سے رد غیر ممتنع تھا لہٰذا بیع کے ذریعے خریدار مبیع کو روکنے والا ہو گیا اس لئے وہ رجوع بالنقصان بھی نہیں کرسکتا پھر جب خریدار نے کپڑے کو کاٹ کر اسے سلا لیا یا سرخ رنگ میں رنگا لیا یا ستو کو گھی میں ملا لیا پھر کسی عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان کرے گا اس کہ ذیادتی کے سبب واپس کرنا ناممکن ہے' کیونکہ زیادتی کے بغیر اصل کو فسخ کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے' کیونکہ زیادتی مبیع نہیں ہے لہٰذا واپس کرنا تو بالکل ہی محال ہے اور بیچنے والے کو زیاتی کیساتھ مبیع لینے کا اختیار نہیں ہوگا اس لئے کہ واپسی کا ناممکن ہونا حق شرع کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے حق کی وجہ سے پھر جب عیب دیکھنے کے بعد خریدار نے مبیع کو بیچ دیا تو وہ رجوع بالنقصان کرے گا' کیونکہ اس کے بیچنے سے پہلے ہی واپسی ناممکن تھی لہٰذا بیع کے ذریعے وہ مبیع کو روکنے والا نہیں ہوگا اور یہیں سے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے کپڑا خرید کر اسے اپنے چھوٹے بچے کے لئے لباس کاٹ دیا اور اس کو سلا لیا پھر کسی عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان نہیں کرسکتا اور اگر بچہ بڑا ہو تو رجوع کرسکتا ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں سلنے سے پہلے ہی تملیک حاصل ہوگئی اور دوسری صورت میں سلائی اور لڑکے کو سپرد کرنے کے بعد تملیک حاصل ہوئی ہے۔

خریدار کے پاس غلام کے فوت ہوجانے کے بعد عیب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰی عَبْدًا فَاَعْتَقَهٗ اَوْ مَاتَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰی عَیْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهٖ) اَمَّا الْمَوْتُ ؛ فَلِاَنَّ الْـمِلْكَ یَنْتَهِیْ بِهٖ وَالِامْتِنَاعُ حُكْمِیٌّ لَا بِفِعْلِهٖ، وَاَمَّا الْاِعْتَاقُ فَالْقِیَاسُ فِیهِ اَنْ لَا یَرْجِعَ ؛ لِاَنَّ الِامْتِنَاعَ بِفِعْلِهٖ فَصَارَ كَالْقَتْلِ، وَفِی الِاسْتِحْسَانِ: یَرْجِعُ ؛ لِاَنَّ الْعِتْقَ اِنْهَاءُ الْمِلْكِ ؛ لِاَنَّ الْاٰدَمِیَّ مَا خُلِقَ فِی الْاَصْلِ مَحَلًّا لِلْمِلْكِ، وَاِنَّمَا یَثْبُتُ الْمِلْكُ فِیهِ مُوَقَّتًا اِلَی الْاِعْتَاقِ فَكَانَ اِنْهَاءً فَصَارَتْ كَالْمَوْتِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الشَّیْءَ یَتَقَرَّرُ بِانْتِهَائِهٖ فَیُجْعَلُ كَاَنَّ الْمِلْكَ بَاقٍ وَالرَّدَّ مُتَعَذِّرٌ .

وَالتَّدْبِیرُ وَالِاسْتِیلَادُ بِمَنْزِلَتِهٖ ؛ لِاَنَّهٗ تَعَذَّرَ النَّقْلُ مَعَ بَقَاءِ الْمَحَلِّ بِالْاَمْرِ الْحُكْمِیِّ (وَاِنْ اَعْتَقَهٗ عَلٰی مَالٍ لَمْ یَرْجِعْ بِشَیْءٍ) لِاَنَّهٗ حَبَسَ بَدَلَهٗ وَحَبْسُ الْبَدَلِ كَحَبْسِ الْمُبْدَلِ .وَعَنْ اَبِیْ حَنِیفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّهٗ یَرْجِعُ ؛ لِاَنَّهٗ اِنْهَاءٌ لِلْمِلْكِ وَاِنْ كَانَ بِعِوَضٍ .

فرمایا: جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا پھر خریدار کسی عیب پر مطلع ہوا

تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا البتہ موت تو اس وجہ سے کہ ملکیت تام ہو جاتی ہے اور امتناع رد غیر اختیاری ہوتا ہے خریدار کے 6
فعل سے نہیں ہوتا اور جہاں تک اعتاق کا تعلق ہے' تو اس سلسلے میں قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ خریدار رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ امتناع رد خریدار کے فعل سے ہوتا ہے لہٰذا یہ قتل کے مشابہ ہو گیا اور استحسان میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ عتق میں بھی ملکیت تام ہو جاتی ہے' کیونکہ اصل خلقت میں آدمی محل ملک نہیں ہے اور غلام صرف ایک محدود وقت یعنی اعتاق تک ملکیت ثابت ہوتی ہے لہٰذا اعتاق کمال ملک بن کر موت کے مشابہ ہو گیا اور یہ حکم اس لئے ہے کہ شیء اپنی انتہاء کو پہنچ کر ثابت ہو جاتی ہے لہٰذا ایسا فرض کر لیا گیا کہ گویا ملکیت باقی ہے اور واپسی ناممکن ہے اور مدبر بنانا اور ام ولد بنانا اعتاق کے درجے میں کیونکہ بقائے محل کیساتھ انتقال ملک دشوار ہوتا امر غیر اختیاری کی وجہ سے ہے اور اگر خریدار نے مال کے عوض غلام کو آزاد کیا' تو وہ رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے مبیع کا بدل روک لیا ہے اور بدل کا روکنا مبدل کو روکنے کی طرح ہے حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اس صورت میں بھی خریدار رجوع کر سکتا کیونکہ اعتاق ملکیت کو منتہی کرنا ہے ہر چند کہ عوض کیساتھ ہو۔

خریدار کا غلام کو قتل کر دینے کا بیان

(فَإِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ أَوْ كَانَ طَعَامًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَمَّا الْقَتْلُ فَالْمَذْكُورُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرْجِعُ) لِأَنَّ قَتْلَ الْمَوْلَى عَبْدَهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ حُكْمٌ دُنْيَاوِيٌّ فَصَارَ كَالْمَوْتِ حَتْفَ أَنْفِهِ فَيَكُونُ إِنْهَاءً .

وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْقَتْلَ لَا يُوجَدُ إِلَّا مَضْمُونًا، وَإِنَّمَا يَسْقُطُ الضَّمَانُ هَاهُنَا بِاعْتِبَارِ الْمِلْكِ فَيَصِيرُ كَالْمُسْتَفِيدِ بِهِ عِوَضًا، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُوجِبُ الضَّمَانَ لَا مَحَالَةَ كَإِعْتَاقِ الْمُعْسِرِ عَبْدًا مُشْتَرَكًا، وَأَمَّا الْأَكْلُ فَعَلَى الْخِلَافِ، فَعِنْدَهُمَا يَرْجِعُ وَعِنْدَهُ لَا يَرْجِعُ اسْتِحْسَانًا، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا لَبِسَ الثَّوْبَ حَتَّى تَخَرَّقَ لَهُمَا أَنَّهُ صَنَعَ فِي الْمَبِيعِ مَا يُقْصَدُ بِشِرَائِهِ وَيُعْتَادُ فِعْلُهُ فِيهِ فَأَشْبَهَ الْإِعْتَاقَ .

وَلَهُ أَنَّهُ تَعَذَّرَ الرَّدُّ بِفِعْلٍ مَضْمُونٍ مِنْهُ فِي الْمَبِيعِ فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ وَالْقَتْلَ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِكَوْنِهِ مَقْصُودًا ؛ أَلَا يُرَى أَنَّ الْبَيْعَ مِمَّا يُقْصَدُ بِالشِّرَاءِ ثُمَّ هُوَ يَمْنَعُ الرُّجُوعَ، فَإِنْ أَكَلَ بَعْضَ الطَّعَامِ ثُمَّ عَلِمَ بِالْعَيْبِ فَكَذَا الْجَوَابُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ؛ لِأَنَّ الطَّعَامَ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ فَصَارَ كَبَيْعِ الْبَعْضِ، وَعِنْدَهُمَا أَنَّهُ يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ فِي الْكُلِّ، وَعَنْهُمَا أَنَّهُ يَرُدُّ مَا بَقِيَ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّبْعِيضُ .

فرمایا: جب خریدار نے غلام کو قتل کر دیا یا مبیع کھانا تھا اسے کھا لیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک خریدار کچھ بھی واپس نہیں

لے سکتا رہا قتل کرنا تو قدوری میں مذکور ظاہر الروایہ ہے لیکن امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ خریدار رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ آقا کا اپنے غلام کو قتل کرنے سے کوئی دنیاوی حکم متعلق نہیں ہوتا لہٰذا یہ اپنی موت مرنے کے مشابہ ہو گیا اس لئے یہ انتہاء ملک ہو جائے گا اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان کے بغیر قتل کا وجود ہی معدوم ہے اور یہاں صرف ملکیت کی وجہ سے ضمان ساقط ہو رہا ہے لہٰذا آقا عوض دیگر غلام سے استفادہ کرنے والے کی طرح ہو گیا برخلاف اعتاق کے اس لئے کہ اعتاق بالیقین موجب ضمان نہیں ہے جیسا کہ تنگ دست آدمی کا عبد مشترک کو آزاد کرنا رہا مسئلہ کھانے کا تو وہ بھی مختلف فیہ ہے صاحبین کے نزدیک خریدار کو رجوع کا حق حاصل ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک استحسانا حق رجوع حاصل نہیں ہوگا اور اسی اختلاف پر ہے کہ جب خریدار نے کپڑے کو پہنا اور وہ پھٹ گیا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خریدار نے مبیع میں ایسا تصرف کر دیا ہے جو شراء کے قصد سے کیا جاتا ہے اور مبیع میں اس کا کرنا معتاد ہوتا ہے لہٰذا یہ اعتاق کے مشابہ ہو گیا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ خریدار کی جانب سے مبیع میں موجب ضمان فعل کی وجہ سے اس کا واپس کرنا ناممکن ہو گیا لہٰذا یہ مبیع کو بیچنے اور غلام کو قتل کرنے کے مشابہ ہو گیا اور اکل وغیرہ کے مقصود ہو کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں کہ بیع ان چیزوں میں سے ہے جن سے شراء مقصود ہوتا ہے پھر وہ رجوع بالنقصان سے مانع بن جاتی ہے پھر جب خریدار کو تھوڑا سا کھانے کے بعد عیب کی اطلاع ہوئی تو بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں یہی جواب ہے اس لئے کہ کھانا شیء واحد کے درجے میں ہے لہٰذا یہ بعض کی بیع کی مانند ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک پورے طعام میں نقصان عیب لے گا اور انہی سے منقول ہے کہ خریدار مابقیہ واپس کر دے گا اس لئے کہ ٹکڑے ٹکڑے کرنا طعام کے لئے مضر نہیں ہے۔

سبزیوں وغیرہ کی بیع کے بطلان کا بیان

(قَالَ: وَمَنِ اشْتَرَى بَيْضًا اَوْ بِطِّيخًا اَوْ قِثَّاءً اَوْ خِيَارًا اَوْ جَوْزًا فَكَسَرَهُ فَوَجَدَهُ فَاسِدًا فَاِنْ لَمْ يَنْتَفِعْ بِهِ رَجَعَ بِالثَّمَنِ كُلِّهِ) ؛ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فَكَانَ الْبَيْعُ بَاطِلًا، وَلَا يُعْتَبَرُ فِي الْجَوْزِ صَلَاحُ قِشْرِهِ عَلَى مَا قِيلَ لِاَنَّ مَالِيَّتَهُ بِاعْتِبَارِ اللُّبِّ (وَاِنْ كَانَ يَنْتَفِعُ بِهِ مَعَ فَسَادِهِ لَمْ يَرُدَّهُ) ؛ لِاَنَّ الْكَسْرَ عَيْبٌ حَادِثٌ (وَ) لٰكِنَّهُ (يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ) دَفْعًا لِلضَّرَرِ بِقَدْرِ الْاِمْكَانِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَرُدُّهُ ؛ لِاَنَّ الْكَسْرَ بِتَسْلِيطِهِ.

قُلْنَا: التَّسْلِيطُ عَلَى الْكَسْرِ فِي مِلْكِ الْمُشْتَرِي لَا فِي مِلْكِهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا كَانَ ثَوْبًا فَقَطَعَهُ، وَلَوْ وَجَدَ الْبَعْضَ فَاسِدًا وَهُوَ قَلِيلٌ جَازَ الْبَيْعُ اسْتِحْسَانًا ؛ لِاَنَّهُ لَا يَخْلُو عَنْ قَلِيلٍ فَاسِدٍ. وَالْقَلِيلُ مَا لَا يَخْلُو عَنْهُ الْجَوْزُ عَادَةً كَالْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ فِي الْمِائَةِ، وَاِنْ كَانَ الْفَاسِدُ كَثِيرًا لَا يَجُوزُ وَيَرْجِعُ بِكُلِّ الثَّمَنِ ؛ لِاَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَالِ وَغَيْرِهِ فَصَارَ كَالْجَمْعِ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ.

فرمایا: جس شخص نے انڈا یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا، یا اخروٹ خرید کر اسے توڑا اور خراب پایا تو جب قابل انتفاع نہ ہو تو خریدار پورا ثمن واپس لے گا، کیونکہ وہ فاسد مال نہیں ہے لہٰذا بیع باطل ہو گئی اور اخروٹ میں اس کے چھلکے کی درستگی کا کوئی اعتبار نہیں

ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس لئے کہ اخروٹ کی مالیت میں مغز اور گودے کا اعتبار ہوتا ہے اور جب خراب ہونے کے باوجود وہ قابل انتفاع ہو تو خریدار اسے واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ توڑنا ایک عیب جدید ہے البتہ نقصان کو دور کرنے کے پیش نظر بقدر امکان خریدار رجوع بہ نقصان العیب کرے گا' اور امام شافعیؒ نے فرمایا: خریدار اسے واپس کر دے گا کیونکہ اس کا توڑنا بیچنے والے کی قدرت کی دینے سے ہوا ہے ہم کہتے ہیں کہ توڑنے پر قدرت دینا خریدار کی ملکیت میں ہے نہ کہ بیچنے والے کی تو یہ ایسا ہوگا کہ مبیع کپڑا تھی اور خریدار نے اسے کاٹ دیا اور جب مبیع کا کچھ حصہ خراب ہوا اور وہ تھوڑا ہو تو استحساناً مبیع درست ہے' کیونکہ بیع معمولی خرابی سے خالی نہیں ہوتی اور قلیل وہ ہے' جس سے عادتاً اخروٹ خالی نہیں ہوتے جیسے سو میں اکا دکا اور جب خراب مبیع زیادہ ہو تو بیع جائز نہیں ہے اور خریدار پورا ثمن واپس لے گا' کیونکہ بیچنے والے نے مال اور غیر مال دونوں کو جمع کر دیا للہذا یہ آزاد اور اپنے غلام کو جمع کرنے کی طرح ہو گیا۔

خریدار کا غلام کو فروخت کرنے بعد عیب کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِى ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ فَإِنْ قَبِلَ بِقَضَاءِ الْقَاضِي بِإِقْرَارٍ أَوْ بَيِّنَةٍ أَوْ بِإِبَاءِ يَمِينٍ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ) ؛ لِأَنَّهُ فَسْخٌ مِنَ الْأَصْلِ فَجَعَلَ الْبَيْعَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّهُ أَنْكَرَ قِيَامَ الْعَيْبِ لَكِنَّهُ صَارَ مُكَذَّبًا شَرْعًا بِالْقَضَاءِ، وَمَعْنَى الْقَضَاءِ بِالْإِقْرَارِ أَنَّهُ أَنْكَرَ الْإِقْرَارَ فَأُثْبِتَ بِالْبَيِّنَةِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ إِذَا رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ بِالْبَيِّنَةِ حَيْثُ يَكُونُ رَدًّا عَلَى الْمُوَكِّلِ ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ هُنَاكَ وَاحِدٌ وَالْمَوْجُودُ هَاهُنَا بَيْعَانِ، فَيُفْسَخُ الثَّانِي وَالْأَوَّلُ لَا يَنْفَسِخُ (وَإِنْ قَبِلَ بِغَيْرِ قَضَاءِ الْقَاضِي لَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ) ؛ لِأَنَّهُ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ وَإِنْ كَانَ فَسْخًا فِي حَقِّهِمَا وَالْأَوَّلُ ثَالِثُهُمَا (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَإِنْ رُدَّ عَلَيْهِ بِإِقْرَارِهِ بِغَيْرِ قَضَاءٍ بِعَيْبٍ لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَ الَّذِي بَاعَهُ) وَبِهٰذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ الْجَوَابَ فِيمَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ وَفِيمَا لَا يَحْدُثُ سَوَاءٌ .

وَفِي بَعْضِ رِوَايَاتِ الْبُيُوعِ: إِنْ كَانَ فِيمَا لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ لِلتَّيَقُّنِ بِقِيَامِ الْعَيْبِ عِنْدَ الْبَائِعِ الْأَوَّلِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی غلام کو بیچا اس کے بعد خریدار نے بھی اس غلام کو آگے بیچ دیا اور اس کے بعد وہ غلام کسی عیب کی وجہ خریدار کو واپس کر دیا گیا اب اگر خریدار نے قاضی کے حکم سے اس غلام کی واپسی کو قبول کیا ہے' اگرچہ وہ اقرار کے سبب ہو یا گواہی سے یا قسم سے انکار کی وجہ سے ہے' تو پہلے خریدار کو اپنے بیچنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہے' کیونکہ یہ اصل سے فسخ ہے۔ پس دوسری بیع ایسے سمجھ لیا جائے گا گویا وہ ہوئی ہی نہیں ہے۔ اور غالب طور پر یہ کہہ دیا جائے گا پہلے خریدار نے عیب کا انکار کیا ہے' جبکہ قاضی کے فیصلے سے وہ شرعی طور پر جھوٹا ثابت ہو گیا ہے۔

اور قضاء بہ اقرار کا حکم یہ ہے کہ خریدار نے عیب کے اقرار سے انکار کیا ہے پس اس کو گواہی کے ذریعے ثابت کر دیا جائے گا۔ اور مسئلہ وکیل کے ساتھ والی بیع کے خلاف ہے' کیونکہ جب عیب والی بیع کی گواہی سبب اس پر مبیع کو واپس کر دیا جائے حالانکہ وہ مؤکل پر رد کر دی جائے گی۔ کیونکہ وہ ایک ہی مبیع پر ہے' جبکہ یہاں پر دو مبیع ہیں۔ پس دوسری بیع کو ختم کر دیا جائے گا بیع اول ختم نہ ہو گی اور جب خریدار اول نے دوسرے خریدار کے رد کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر قبول کر لیا ہے۔ تو اب اس کو اپنے بیچنے والا پر اس بیع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تیسرے کے حق میں بیع جدید ہو جائے گی' جبکہ ان دونوں کے حق میں فسخ ہے پس پہلا بیچنے والا ان دونوں کے حق میں تیسرا ہوگا۔

جامع صغیر میں ہے' جب قاضی کے فیصلہ کے مطابق کسی ایسی چیز کو عیب کے سبب واپس کیا گیا ہے' جس کی نظیر نہ ہو تو خریدار کو اپنے بیچنے والا سے جھگڑا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے اس اصول کی وضاحت ہو گئی ہے کہ عیب کے معدوم الحدوث اور ممکن الحدوث دونوں صورتوں میں جواب ایک جیسا ہوگا۔ اور کتاب بیوع کی بعض روایات میں آیا ہے کہ جب عیب معدوم الحدوث ہے' تو خریدار اپنے بیچنے والا سے عیب والا نقصان واپس لے گا۔ کیونکہ پہلے بیچنے والا کے پاس عیب کا ہونا یقینی ہے۔

خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَقَبَضَهُ فَادَّعَى عَيْبًا لَمْ يُجْبَرْ عَلَى دَفْعِ الثَّمَنِ حَتَّى يَحْلِفَ الْبَائِعُ أَوْ يُقِيمَ الْمُشْتَرِي بَيِّنَةً) لِأَنَّهُ أَنْكَرَ وُجُوبَ دَفْعِ الثَّمَنِ حَيْثُ أَنْكَرَ تَعَيُّنَ حَقِّهِ بِدَعْوَى الْعَيْبِ، وَدَفْعُ الثَّمَنِ أَوَّلًا لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهُ بِإِزَاءِ تَعَيُّنِ الْمَبِيعِ؛ وَلِأَنَّهُ لَوْ قُضِيَ بِالدَّفْعِ فَلَعَلَّهُ يَظْهَرُ الْعَيْبُ فَيَنْتَقِضُ الْقَضَاءُ فَلَا يَقْضِي بِهِ صَوْنًا لِقَضَائِهِ (فَإِنْ قَالَ الْمُشْتَرِي شُهُودِي بِالشَّامِ اُسْتُحْلِفَ الْبَائِعُ وَدَفَعَ الثَّمَنَ) يَعْنِي إذَا حَلَفَ وَلَا يُنْتَظَرُ حُضُورُ الشُّهُودِ؛ لِأَنَّ فِي الِانْتِظَارِ ضَرَرًا بِالْبَائِعِ، وَلَيْسَ فِي الدَّفْعِ كَثِيرُ ضَرَرٍ بِهِ؛ لِأَنَّهُ عَلَى حُجَّتِهِ، أَمَّا إذَا نَكَلَ أُلْزِمَ الْعَيْبَ؛ لِأَنَّهُ حُجَّةٌ فِيهِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام خریدا اور پھر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے کسی عیب کا دعویٰ کر دیا ہے' تو خریدار کو قیمت ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا حتیٰ کہ بیچنے والا قسم اٹھائے یا خریدار کوئی گواہی کو پیش کر دے۔ کیونکہ خریدار نے جب عیب کو دعویٰ کر کے اپنا معین حق کا انکار کیا ہے' تو وہ قیمت کی ادائیگی کے وجوب کا انکار کرنے والا ہے۔ اور ثمن کی ادائیگی کا وجوب اسی سبب سے پہلے ہوتا ہے کہ مبیع معین کے تقابل میں بیچنے والا کا حق متعلق ہو جائے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب قاضی کو ثمن کی ادائیگی کا فیصلہ کر دیا ہے' تو ممکن عیب ظاہر ہونے کے سبب وہ ٹوٹ جائے۔ لہٰذا اپنے فیصلے کو حفاظت کے سبب قاضی قیمت دینے والا فیصلہ نہیں کرے گا۔

اور جب خریدار نے اس طرح کہا کہ میرے گواہ شام کے ملک میں ہیں' تو اب بیچنے والا سے قسم لی جائے گی اور خریدار ثمن ادا

کرے گا' اور یہ بیچنے والے کی قسم اٹھانے کے بعد ہوگا۔ اور خریدار کے گواہوں کی حاضری کا انتظار نہ کیا جائے گا' کیونکہ ان کے انتظار میں بیچنے والا کا نقصان ہے' جبکہ ثمن ادا کرنے میں خریدار کا کوئی زیادہ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی دلیل پر باقی ہے ہاں البتہ جب بیچنے والے نے انکار کیا ہے' تو وہ عیب کو لازم کرے کیونکہ عیب کے ثبوت میں انکار حجت ہے۔

خریدار کا غلام پر بھگوڑا ہونے کا دعویٰ کرنے کا بیان

(قَالَ: وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا فَادَّعَى إِبَاقًا لَمْ يُحَلَّفُ الْبَائِعُ حَتَّى يُقِيمَ الْمُشْتَرِي الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ أَبَقَ عِنْدَهُ) وَالْمُرَادُ التَّحْلِيفُ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَأْبِقْ عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّ الْقَوْلَ وَإِنْ كَانَ قَوْلَهُ وَلَكِنَّ إِنْكَارَهُ إِنَّمَا يُعْتَبَرُ بَعْدَ قِيَامِ الْعَيْبِ بِهِ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي وَمَعْرِفَتِهِ بِالْحُجَّةِ (فَإِذَا أَقَامَهَا حَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ إِلَيْهِ وَمَا أَبَقَ عِنْدَهُ قَطُّ) كَذَا قَالَ فِي الْكِتَابِ، وَإِنْ شَاءَ حَلَّفَهُ بِاللَّهِ مَا لَهُ حَقُّ الرَّدِّ عَلَيْكَ مِنْ الْوَجْهِ الَّذِي يَدَّعِي أَوْ بِاللَّهِ مَا أَبَقَ عِنْدَكَ قَطُّ أَمَّا لَا يُحَلِّفُهُ بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَمَا بِهِ هَذَا الْعَيْبُ وَلَا بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ وَمَا بِهِ هَذَا الْعَيْبُ ؛ لِأَنَّ فِيهِ تَرْكُ النَّظَرِ لِلْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّ الْعَيْبَ قَدْ يَحْدُثُ بَعْدَ الْبَيْعِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ وَهُوَ مُوجِبٌ لِلرَّدِّ، وَالْأَوَّلُ ذُهُولٌ عَنْهُ وَالثَّانِي يُوهِمُ تَعَلُّقَهُ بِالشَّرْطَيْنِ فَيَتَأَوَّلُهُ فِي الْيَمِينِ عِنْدَ قِيَامِهِ وَقْتَ التَّسْلِيمِ دُونَ الْبَيْعِ،

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی غلام کو خریدا اور پھر اس پر بھگوڑا ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے' تو بیچنے والا سے قسم لی جائے گی۔ حتیٰ کہ خریدار اس دعویٰ پر گواہی پیش کرے کہ وہ غلام بیچنے والا کے ہاں سے بھی بھاگ جایا کرتا تھا۔ اور بیچنے والے کی قسم سے مراد یہ ہے کہ وہ بیچنے والا کے پاس ہوتے ہوئے نہیں بھاگا کرتا تھا۔ کیونکہ بیچنے والا کا قول خواہ معتبر ہے مگر اس کا انکار خریدار کے قبضہ میں موجود غلام کے ساتھ عیب قائم ہونے کے بعد معتبر ہوگا' جبکہ قیام عیب کی پہچان دلیل سے اعتبار کی جائے گی۔

اور اس کے بعد جب خریدار نے گواہی پیش کر دی تو قاضی بیچنے والا سے قسم لے گا کہ بہ خدا! اس نے یہ غلام بیچ کر خریدار کے سپرد کر دیا ہے اور وہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں بھاگا تھا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں اسی طرح کہا ہے اور جب قاضی چاہے اس سے قسم لے کہ بہ خدا خریدار کو اسی طریقے پر بیچنے والا پر واپسی کا حق نہیں ہے' جس کا وہ دعویٰ کرنے والا ہے یا اس طرح "بہ خدا! بیچنے والا کے پاس غلام کبھی نہیں بھاگا" مگر قاضی بیچنے والا سے اس طرح کی قسم کبھی نہ لے گا۔ کہ بہ خدا! اس نے غلام کو بے عیب بیچا ہے اور نہ ہی اس طرح قسم لے سکتا ہے کہ بہ خدا! بیچنے والے نے اس کو بیچ کر خریدار کے سپرد کیا ہے اور اس میں بھاگنے کا عیب نہ تھا۔ کیونکہ اس معاملہ میں خریدار کی جانب سے شفقت کو ترک کرنا ہے' کیونکہ کبھی کبھی بیع کے بعد سپرد کرنے سے پہلے بھی عیب پیدا ہو جاتا ہے' جو واپسی کو واجب کرنے والا ہے اور پہلی صورت میں قسم نہ لینا یہ غفلت کے سبب سے ہے' جبکہ دوسری صورت میں دونوں شرائط کے ساتھ عیب کے متعلق نہ ہونے کا وہم ہے لہٰذا بیچنے والا قسم میں یہ تاویل کرے گا کہ غلام سپرد کرتے وقت اس میں عیب تھا جبکہ بیچتے وقت اس میں عیب نہ تھا۔

خریدار کا قیام عیب پر گواہ پیش نہ کرنے کا بیان

وَلَوْ لَمْ يَجِدِ الْمُشْتَرِي بَيِّنَةً عَلٰى قِيَامِ الْعَيْبِ عِنْدَهُ وَاَرَادَ تَحْلِيفَ الْبَائِعِ مَا يَعْلَمُ اَنَّهُ اَبَقَ عِنْدَهُ يُحَلَّفُ عَلٰى قَوْلِهِمَا .

وَاخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ عَلٰى قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَهُمَا اَنَّ الدَّعْوٰى مُعْتَبَرَةٌ حَتّٰى يَتَرَتَّبَ عَلَيْهَا الْبَيِّنَةُ فَكَذَا يَتَرَتَّبُ التَّحْلِيفُ .

وَلَهُ عَلٰى مَا قَالَهُ الْبَعْضُ اَنَّ الْحَلِفَ يَتَرَتَّبُ عَلٰى دَعْوٰى صَحِيحَةٍ، وَلَيْسَتْ تَصِحُّ اِلَّا مِنْ خَصْمٍ وَلَا يَصِيرُ خَصْمًا فِيهِ اِلَّا بَعْدَ قِيَامِ الْعَيْبِ .وَاِذَا نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ عِنْدَهُمَا يَحْلِفُ ثَانِيًا لِلرَّدِّ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي قَدَّمْنَاهُ .

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِذَا كَانَتِ الدَّعْوٰى فِي اِبَاقِ الْكَبِيرِ يَحْلِفُ مَا اَبَقَ مُنْذُ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ ؛لِاَنَّ الْاِبَاقَ فِي الصِّغَرِ لَا يُوجِبُ رَدَّهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ .

شرح اور جب خریدار نے عیب قائم ہوجانے پر گواہ نہ پائے' تو وہ بیچنے والا سے اس طرح قسم اٹھوائے گا کہ بہ خدا! وہ نہیں جانتا کہ خریدار کے ہاں سے غلام بھاگ گیا ہے۔صاحبین کے نزدیک خریدار سے اسی طرح کی قسم لی جائے گی۔ جبکہ مشائخ فقہاء کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر اختلاف ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خریدار کا دعویٰ معتبر ہے' کیونکہ اس پر گواہی مرتب ہونے والی ہے پس قسم بھی اسی پر مرتب ہوگی۔اور بعض مشائخ کے قول کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قسم کا ترتب صحت دعویٰ پر ہوتا ہے اور دعویٰ صرف خصم کا درست ہوتا ہے' جبکہ خریدار عیب قائم ہونے سے پہلے اس میں خصم بننے والا نہیں ہے۔

اور جب بیچنے والے نے قسم سے انکار کردیا ہے' تو اب صاحبین کے نزدیک بھی ہمارے پہلے بیان کردہ اصول کے مطابق واپسی کے لئے اس سے دوبارہ قسم لی جائے گی۔

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بڑے غلام کے بارے میں بھاگنے کا دعویٰ ہے' تو اب بیچنے والا سے ایسے الفاظ میں قسم لی جائے گی۔کہ جس وقت سے وہ غلام مردوں کی طرح حد بلوغت کو پہنچا ہے وہ کبھی بھاگا نہیں ہے' کیونکہ بچپن میں بھگوڑا ہونا یہ بلوغت کے بعد واپسی کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔

اشترائے باندی پر بیچنے والا و خریدار کے اختلاف کا بیان

(قَالَ: وَمَنِ اشْتَرٰى جَارِيَةً وَتَقَابَضَا فَوَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَقَالَ الْبَائِعُ: بِعْتُكَ هٰذِهِ وَاُخْرٰى مَعَهَا وَقَالَ الْمُشْتَرِي: بِعْتَنِيهَا وَحْدَهَا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي) ؛لِاَنَّ الِاخْتِلَافَ فِي مِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لِلْقَابِضِ كَمَا فِي الْغَصْبِ (وَكَذَا اِذَا اتَّفَقَا عَلٰى مِقْدَارِ الْمَبِيعِ

وَاخْتَلَفَا فِي الْمَقْبُوضِ) لِمَا بَيَّنَّا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کوئی باندی خریدی اور دونوں عقد کرنے والوں نے قیمت ومبیع پر قبضہ بھی کرلیا اور اس کے بعد خریدار کو باندی میں کوئی عیب دیکھائی دیا تو بیچنے والا کہنے لگا کہ میں نے اس باندی کے ساتھ ایک دوسری باندی بھی تجھے بیچی تھی جبکہ خریدار کہنے لگا کہ تو نے صرف ایک ہی باندی بیچی تھی' تو اب خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اختلاف قبضہ شدہ چیز میں ہے پس قابض کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح غصب میں ہوتا ہے اور اسی طرح جب دونوں عقد کرنے والوں نے مبیع کی مقدار پر اتفاق کیا اور قبضہ والی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تب بھی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

اکٹھے دوغلاموں کی خرید پر ایک میں عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدَيْنِ صَفْقَةً وَاحِدَةً فَقَبَضَ اَحَدَهُمَا وَوَجَدَ بِالْآخَرِ عَيْبًا فَإِنَّهُ يَأْخُذُهُمَا اَوْ يَدَعُهُمَا) ؛ لِاَنَّ الصَّفْقَةَ تَتِمُّ بِقَبْضِهِمَا فَيَكُونُ تَفْرِيقُهَا قَبْلَ التَّمَامِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الْقَبْضَ لَهُ شَبَهٌ بِالْعَقْدِ فَالتَّفْرِيقُ فِيهِ كَالتَّفْرِيقِ فِي الْعَقْدِ .

وَلَوْ وَجَدَ بِالْمَقْبُوضِ عَيْبًا اخْتَلَفُوا فِيهِ .وَيُرْوٰى عَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَرُدُّهُ خَاصَّةً، وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ يَأْخُذُهُمَا اَوْ يَرُدُّهُمَا ؛ لِاَنَّ تَمَامَ الصَّفْقَةِ تَعَلَّقَ بِقَبْضِ الْمَبِيعِ وَهُوَ اسْمٌ لِلْكُلِّ فَصَارَ كَحَبْسِ الْمَبِيعِ لَمَّا تَعَلَّقَ زَوَالُهُ بِاسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ لَا يَزُولُ دُونَ قَبْضِ جَمِيعِهِ (وَلَوْ قَبَضَهُمَا ثُمَّ وَجَدَ) بِاَحَدِهِمَا عَيْبًا يَرُدُّهُ خَاصَّةً خِلَافًا لِزُفَرَ .

هُوَ يَقُولُ: فِيهِ تَفْرِيقُ الصَّفْقَةِ وَلَا يَعْرٰى عَنْ ضَرَرٍ ؛ لِاَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بِضَمِّ الْجَيِّدِ اِلَى الرَّدِيءِ فَاَشْبَهَ مَا قَبْلَ الْقَبْضِ وَخِيَارَ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطِ .وَلَنَا اَنَّهُ تَفْرِيقُ الصَّفْقَةِ بَعْدَ التَّمَامِ ؛ لِاَنَّ بِالْقَبْضِ تَتِمُّ الصَّفْقَةُ فِي خِيَارِ الْعَيْبِ وَفِي خِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطِ لَا تَتِمُّ بِهِ عَلٰى مَا مَرَّ، وَلِهٰذَا لَوْ اُسْتُحِقَّ اَحَدُهُمَا لَيْسَ لَهُ اَنْ يَرُدَّ الْآخَرَ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک ہی معاملہ میں دوغلاموں کو خریدا اور ان میں سے ایک پر قبضہ بھی کرلیا اور اس نے دوسرے میں عیب پایا تو وہ دونوں کو اکٹھے یا تو خرید لے گا یا پھر دونوں کو یہ چھوڑ دے گا۔ کیونکہ معاملہ دونوں پر قبضہ کرنے سے ہی مکمل ہوگا۔ پس ایک چیز پر قبضہ کرنے کی وجہ سے معاملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی معاملے کی جدائی لازم آئی۔ اور اس کو ہم نے بیان کردیا ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قبضہ عقد کے مشابہ ہے لہٰذا قبضہ کی جدائی عقد کی جدائی سمجھی جائے گی۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب خریدار کو قبضہ والے غلام میں عیب دیکھائی دے تو اسکے حکم میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ خریدار اکیلا ہی اس کو واپس کرسکتا ہے' جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ خریدار دونوں کو واپس کرے گا یا دونوں کو لینے والا ہوگا۔ کیونکہ معاملے کا مکمل ہونا یہ مبیع پر قبضے سے متعلق ہے اور مبیع دونوں غلام ہیں پس یہ مبیع کو

روکنے کی طرح ہو جائے گا' اور جب کہ ثمن پورا وصول کرنے سے مبیع متعلق ہو۔ کیونکہ مکمل پر قبضہ کیے بغیر یہ حق ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اور جب خریدار نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا اور اس کے بعد ان میں سے کسی ایک میں عیب دیکھائی دیا تو اب وہ اس اکیلے کو واپس کر سکتا ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے انہوں نے فرمایا: اس حالت میں بھی معاملہ جدائی کا ہے' کیونکہ عقد میں جدائی نقصان سے خالی نہیں ہے' کیونکہ وہ اچھی چیز کو ادنیٰ چیز کے ساتھ بیچنے کا عرف عام ہے۔ پس یہ تفریق قبضے سے پہلے، خیار رؤیت اور خیار شرط کے مشابہ ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں مکمل ہونے کے بعد معاملے کی جدائی ہے' کیونکہ خیار عیب میں قبضہ سے تفریق مکمل ہو جاتی ہے' جبکہ خیار رؤیت اور خیار شرط میں قبضہ سے تفریق مکمل ہونے والی نہیں ہے' جس طرح اسکا بیان گزر گیا ہے یہی سبب ہے کہ جب دونوں میں سے کوئی مستحق نکل آئے' تو خریدار کو دوسرا غلام واپس کرنے کا حق نہیں ہے۔

مکیلی وموزونی اشیاء میں سے بعض میں عیب کے ظاہر ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنُ اشْتَرَى شَيْئًا مِمَّا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ فَوَجَدَ بِبَعْضِهِ عَيْبًا رَدَّهُ كُلَّهُ أَوْ أَخَذَهُ كُلَّهُ) وَمُرَادُهُ بَعْدَ الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ الْمَكِيلَ إِذَا كَانَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَهُوَ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُسَمَّى بِاسْمٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْكُرُّ وَنَحْوُهُ .

وَقِيلَ هٰذَا إِذَا كَانَ فِي وِعَاءٍ وَاحِدٍ، فَإِذَا كَانَ فِي وِعَاءَيْنِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ عَبْدَيْنِ حَتَّى يَرُدَّ الْوِعَاءَ الَّذِي وَجَدَ فِيهِ الْعَيْبَ دُونَ الْآخَرِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے مکیلی وموزونی چیزوں میں کوئی چیز خریدی اور پھر اس کے بعض حصہ میں عیب پایا گیا تو وہ ساری چیز لے گا یا ساری چیز کو واپس کرے گا۔ اور صاحب کتاب کی مراد قبضہ ہو جانے کے بعد ہے' کیونکہ جب مکیلی چیزیں ایک جنس سے ہوں' تو وہ ایک ہی چیز کے حکم میں ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک ہی نام رکھ دیا جاتا ہے۔ جس طرح بوری اور اس کی مثل ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ حکم اس وقت ہوگا' جب مبیع ایک برتن میں ہو مگر جب وہ دو برتنوں میں ہو تو وہ دو غلاموں کے حکم میں ہے حتیٰ کہ اسی برتن کو واپس کیا جائے گا' جس میں عیب ہے' جبکہ دوسرے کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

مکیلی وموزونی چیز میں کسی کا حق ثابت ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ اُسْتُحِقَّ بَعْضُهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ فِي رَدِّ مَا بَقِيَ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّبْعِيضُ، وَالِاسْتِحْقَاقُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفْقَةِ ؛ لِأَنَّ تَمَامَهَا بِرِضَا الْعَاقِدِ لَا بِرِضَا الْمَالِكِ، وَهٰذَا إِذَا كَانَ بَعْدَ الْقَبْضِ،

أَمَّا لَوْ كَانَ قَبْلَ الْقَبْضِ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ .

قَالَ (وَإِنْ كَانَ ثَوْبًا فَلَهُ الْخِيَارُ) لِأَنَّ التَّشْقِيصَ فِيهِ عَيْبٌ وَقَدْ كَانَ وَقْتَ الْبَيْعِ حَيْثُ ظَهَرَ الِاسْتِحْقَاقُ، بِخِلَافِ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ .

اور جب مبیع کے کچھ حصہ میں کسی دوسرے کا حق نکل آیا تو خریدار کو بقیہ کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا' کیونکہ مکیلی وموزونی چیزیں مبیع کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں' جبکہ حق کا نکل آنا یہ عقد کو مکمل ہونے سے روکنے والا نہیں ہے' کیونکہ عقد عاقد کی رضا مندی سے مکمل ہوتا ہے' جبکہ مالک کی مرضی سے نہیں ہے۔ اور یہ حکم بھی اس وقت ہوگا' جب کسی کا حق قبضہ ہو جانے کے بعد نکلنے والا ہے۔ ہاں البتہ جب کوئی حقدار قبضہ سے پہلے نکل آیا ہے' تو اب عقد مکمل ہونے سے پہلے عقد کی جدائی کے سبب خریدار کو بقیہ مبیع کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا' اور اگر مبیع کپڑا ہے تب بھی خریدار کو خیار رد حاصل ہے' کیونکہ ٹکڑے ٹکڑے کرنا یہ کپڑے میں عیب ہے اور بیع کے وقت بھی یہی عیب موجود تھا پس حق ظاہر ہو چکا ہے' جبکہ مکیلی وموزونی اشیاء میں ایسا نہیں ہے۔ (کیونکہ ان میں نقصان نہ ہوگا)

خریدنے کے بعد باندی میں عیب ظاہر ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَجَدَ بِهَا قُرْحًا فَدَاوَاهُ أَوْ كَانَتْ دَابَّةً فَرَكِبَهَا فِي حَاجَةٍ فَهُوَ رِضًا) ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ دَلِيلُ قَصْدِهِ الِاسْتِبْقَاءَ بِخِلَافِ خِيَارِ الشَّرْطِ ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ هُنَاكَ لِلِاخْتِبَارِ وَأَنَّهُ بِالِاسْتِعْمَالِ فَلَا يَكُونُ الرُّكُوبُ مُسْقِطًا (وَإِنْ رَكِبَهَا لِيَرُدَّهَا عَلَى بَائِعِهَا أَوْ لِيَسْقِيَهَا أَوْ لِيَشْتَرِيَ لَهَا عَلَفًا فَلَيْسَ بِرِضًا) أَمَّا الرُّكُوبُ لِلرَّدِّ ؛ فَلِأَنَّهُ سَبَبُ الرَّدِّ وَالْجَوَابُ فِي السَّقْيِ وَاشْتِرَاءِ الْعَلَفِ مَحْمُولٌ عَلَى مَا إذَا كَانَ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْهُ، إمَّا لِصُعُوبَتِهَا أَوْ لِعَجْزِهِ أَوْ لِكَوْنِ الْعَلَفِ فِي عِدْلٍ وَاحِدٍ، وَأَمَّا إذَا كَانَ يَجِدُ بُدًّا مِنْهُ لِانْعِدَامِ مَا ذَكَرْنَاهُ يَكُونُ رِضًا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کوئی باندی خریدی پس اس نے اس میں زخم پایا اور اس نے اس کی دوائی کی یا مبیع کوئی سواری تھی اور خریدار اپنی ضرورت کے لئے اس پر سوار ہو گیا ہے' تو یہ اعمال اس کی رضامندی کی دلیل ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں مبیع کو باقی رکھنے کی دلیل ہیں۔ بہ خلاف خیار شرط کے کیونکہ وہاں آزمانے کے لئے اختیار ہے۔ اور امتحان استعمال سے ہی ممکن ہے پس اس پر سوار ہونے سے خیار ساقط نہ ہوگا۔

اور جب وہ بیچنے والے کو واپس کرنے کی غرض سے سوار ہوا ہے یا سواری کو پانی پلانے یا اس کے لئے چارہ خریدنے کے لئے اس پر سوار ہوا ہے' تو اس میں اس کی رضامندی نہ ہوگی۔ البتہ رد کرنے کی غرض سے سوار ہونا تو یہ بھی رد کا سبب ہے' جبکہ چارہ لانے یا پانی پلانے کو اس حالت پر محمول کیا جائے گا' جب خریدار کے لئے اس کے سوا کوئی اور ذریعہ (پانی پلانے یا چارہ لانے) نہ ہو۔ اور اگر چہ یہ جانور کی سختی کے سبب سے ہو یا خریدار کے عاجز آنے کے سبب سے ہو۔ یا چارے کی ایک ہی گٹھڑ میں ہونے کے سبب سے ہو۔ ہاں البتہ جب خریدار کے پاس موجودہ عذروں کے سوا بھی ذرائع حاصل ہیں' تو اب سوار ہونا اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔

چور غلام کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا قَدْ سَرَقَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِهِ فَقُطِعَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ وَيَأْخُذَ الثَّمَنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ .

وَقَالَا: يَرْجِعُ بِمَا بَيْنَ قِيمَتِهِ سَارِقًا إلَى غَيْرِ سَارِقٍ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إذَا قُتِلَ بِسَبَبٍ وُجِدَ فِي يَدِ الْبَائِعِ .وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الِاسْتِحْقَاقِ عِنْدَهُ وَبِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ عِنْدَهُمَا .

لَهُمَا أَنَّ الْمَوْجُودَ فِي يَدِ الْبَائِعِ سَبَبُ الْقَطْعِ وَالْقَتْلِ وَأَنَّهُ لَا يُنَافِي الْمَالِيَّةَ فَنَفَذَ الْعَقْدُ فِيهِ لَكِنَّهُ مُتَعَيِّبٌ فَيَرْجِعُ بِنُقْصَانِهِ عِنْدَ تَعَذُّرِ رَدِّهِ وَصَارَ كَمَا إذَا اشْتَرَى جَارِيَةً حَامِلًا فَمَاتَتْ فِي يَدِهِ بِالْوِلَادَةِ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِفَضْلِ مَا بَيْنَ قِيمَتِهَا حَامِلًا إلَى غَيْرِ حَامِلٍ .

وَلَهُ أَنَّ سَبَبَ الْوُجُوبِ فِي يَدِ الْبَائِعِ وَالْوُجُوبُ يُفْضِي إلَى الْوُجُودِ فَيَكُونُ الْوُجُودُ مُضَافًا إلَى السَّبَبِ السَّابِقِ، وَصَارَ كَمَا إذَا قُتِلَ الْمَغْصُوبُ أَوْ قُطِعَ بَعْدَ الرَّدِّ بِجِنَايَةٍ وُجِدَتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ، وَمَا ذُكِرَ مِنْ الْمَسْأَلَةِ مَمْنُوعٌ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک غلام خریدا جس نے چوری کی ہوئی تھی اور خریدار کو اس کا پتہ ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد خریدار کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک خریدار کو پوری قیمت واپس کرتے ہوئے اس غلام کو لوٹانے کا اختیار ہے۔

صاحبین نے کہا ہے: خریدار اس چور غلام اور چوری نہ کرنے والے غلام میں جتنا فرق ہے وہ لے گا۔ اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے جب بیچنے والا کے قبضہ میں موجود کسی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے۔

اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلام کا یہ عیب استحقاق کی طرح ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی عیب کی طرح ہے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والا کے قبضہ میں ہاتھ کاٹنے اور قتل کرنے کا سبب موجود ہے اور یہ سبب مال ہونے کے منافی بھی نہیں ہے پس اس میں عقد بیع نافذ ہوگی۔ ہاں البتہ جب مبیع عیب والی ہے پس مبیع کی واپسی کے ناممکن ہونے کے سبب خریدار نقصان عیب میں رجوع کرنے والا ہوگا۔

اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے حاملہ باندی کو خریدا اس کے بعد ولادت کے بعد وہ خریدار کے قبضہ میں فوت ہوگئی تو اب خریدار حاملہ اور غیر حاملہ باندی کے درمیان جو قیمت زیادہ ہوگی اس کو واپس لے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا سبب وجوب یہ بیچنے والا کے قبضہ میں پیش آیا ہے اور وجوب کا سبب ہی وجود کا سبب بننے والا ہے پس وجود سابق سبب کی جانب مضاف ہوگا' اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی غصب شدہ غلام کو قتل کر دیا جائے یا کسی ایسی جنایت کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جو غاصب کے قبضہ میں موجود ہو' جبکہ صاحبین کی

جانب سے بیان کردہ حمل والا مسئلہ ہمیں منظور نہیں ہے۔

غلام کا بیچنے والا کے قبضہ میں چوری کرنے کا بیان

وَلَوْ سَرَقَ فِي يَدِ الْبَائِعِ ثُمَّ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَقُطِعَ بِهِمَا عِنْدَهُمَا يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ كَمَا ذَكَرْنَا .

وَعِنْدَهُ لَا يَرُدُّهُ بِدُونِ رِضَا الْبَائِعِ لِلْعَيْبِ الْحَادِثِ وَيَرْجِعُ بِرُبْعِ الثَّمَنِ، وَإِنْ قَبِلَهُ الْبَائِعُ فَبِثَلَاثَةِ الْأَرْبَاعِ ؛ لِأَنَّ الْيَدَ مِنْ الْآدَمِيِّ نِصْفُهُ وَقَدْ تَلِفَتْ بِالْجِنَايَتَيْنِ وَفِي إِحْدَاهُمَا رُجُوعٌ فَيَتَنَصَّفُ ؛ وَلَوْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدِي ثُمَّ قُطِعَ فِي يَدِ الْآخِيرِ رَجَعَ الْبَاعَةُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ عِنْدَهُ كَمَا فِي الِاسْتِحْقَاقِ، وَعِنْدَهُمَا يَرْجِعُ الْآخِيرُ عَلَى بَائِعِهِ وَلَا يَرْجِعُ بَائِعُهُ عَلَى بَائِعِهِ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ .

وَقَوْلُهُ (فِي الْكِتَابِ وَلَمْ يَعْلَمْ الْمُشْتَرِي) يُفِيدُ عَلَى مَذْهَبِهِمَا ؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ بِالْعَيْبِ رِضًا بِهِ، وَلَا يُفِيدُ عَلَى قَوْلِهِ فِي الصَّحِيحِ ؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ بِالِاسْتِحْقَاقِ لَا يَمْنَعُ الرُّجُوعَ .

اور جب غلام نے بیچنے والا کے قبضہ میں ہوتے ہوئے چوری کی اور خریدار کے قبضہ میں ہوتے ہوئے بھی چوری کر ڈالی اور ان دونوں طرح جنایت کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو صاحبین کے نزدیک خریدار عیب والے نقصان کے ساتھ رجوع کرے گا۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک نئے عیب ہونے کے سبب بیچنے والے کی رضامندی کے بغیر خریدار اس کو واپس نہیں کر سکتا ہاں وہ چوتھائی قیمت واپس لے لے گا' اور جب بیچنے والے نے اس غلام کو قبول کر لیا تو خریدار تین چوتھائی قیمت واپس کرے گا۔ کیونکہ ہاتھ انسان کا نصف حصہ ہے اور دو جرموں کے بدلے میں کاٹا گیا ہے اور ان میں سے ایک میں خریدار کو رجوع کرنے کا حق حاصل تھا پس اس نصف کے دو حصے کر دیے جائیں گے۔

اور جب غلام کو کئی لوگوں نے خریدا ہے اور اسکے بعد سب سے آخر والے خریدار کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حقدار ہونے کی طرح سارے خریدار دوسرے پر رجوع بہ ثمن کرنے والے ہوں گے۔

صاحبین کے نزدیک صرف آخری خریدار اپنے بیچنے والا سے ثمن واپس لے گا' اور اس کا بیچنے والا اپنے بیچنے والا سے رجوع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ عیب کے حکم میں ہے۔

جامع صغیر میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول جب وہ نہ جانتا ہو" یہ صاحبین کے مذہب پر مفید ہے' کیونکہ عیب پر مطلع ہونا یہ عیب پر راضی ہونا ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق اس قید کا کوئی فائدہ نہیں ہے' کیونکہ علم بہ استحقاق یہ رجوع سے رد کنے والا نہیں ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

بیچنے والا کا غلام میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگانے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَشَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ بِعَيْبٍ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ الْعُيُوبَ بِعَدَدِهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا تَصِحُّ الْبَرَاءَةُ بِنَاءً عَلَى مَذْهَبِهِ أَنَّ الْإِبْرَاءَ عَنِ الْحُقُوقِ الْمَجْهُولَةِ لَا يَصِحُّ.

هُوَ يَقُولُ: إِنَّ فِي الْإِبْرَاءِ مَعْنَى التَّمْلِيكِ حَتَّى يَرْتَدَّ بِالرَّدِّ، وَتَمْلِيكُ الْمَجْهُولِ لَا يَصِحُّ.

وَلَنَا أَنَّ الْجَهَالَةَ فِي الْإِسْقَاطِ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَإِنْ كَانَ فِي ضِمْنِهِ التَّمْلِيكُ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَى التَّسْلِيمِ فَلَا تَكُونُ مُفْسِدَةً، وَيَدْخُلُ فِي هَذِهِ الْبَرَاءَةِ الْعَيْبُ الْمَوْجُودُ وَالْحَادِثُ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَدْخُلُ فِيهِ الْحَادِثُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ؛ لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ تَتَنَاوَلُ الثَّابِتَ.

وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْغَرَضَ إِلْزَامُ الْعَقْدِ بِإِسْقَاطِ حَقِّهِ عَنْ صِفَةِ السَّلَامَةِ وَذَلِكَ بِالْبَرَاءَةِ عَنِ الْمَوْجُودِ وَالْحَادِثِ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام کو بیچ دیا اور اس میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی تو خریدار کو کسی بھی قسم کے عیب کے سبب غلام کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ خواہ بیچنے والے نے تمام عیوب کی تعداد نہ بھی بیان کی ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: بیچنے والے کی طرف سے یہ برأت صحیح نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ قول آپ کے مذہب پر مبنی ہے' کیونکہ حقوق مجہولہ میں برأت صحیح نہیں ہے (فقہ شافعی کے مطابق قاعدہ فقہیہ) امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ برأت میں تملیک کا حکم موجود ہے حتیٰ کہ مدیون کے رد کرنے کے سبب برأت ہو جاتی ہے اور مجہول چیز کا مالک بنانا درست نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حوالے کرنے کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے برأت کا ساقط ہونا یہ ایسی جہالت ہے' جو جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے پس یہ جہالت عقد کو فاسد کرنے والی نہ ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والے عیب سے برأت اور اس برأت میں موجود عیب یہ دونوں شامل ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: نئے عیب کی برأت اس میں شامل نہ ہوگی اور امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے' کیونکہ برأت موجود اور ثابت چیز دونوں کو شامل ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے برأت کا مقصد یہ ہے کہ مبیع میں موجود سلامتی کے وصف کے حوالے سے خریدار کے حق کو ساقط کرتے ہوئے عقد کو لازم کرنا ہے اور موجودہ اور نئے پیدا ہونے والے دونوں طرح کے عیوب سے برأت کے ذریعے عقد کو لازم کرنا حاصل ہو جائے گا۔

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ

﴿یہ باب بیع فاسد کے بیان میں ہے﴾

باب بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے بیع کی صحیح اقسام اوران کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے' کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے بیع فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اوراسی طرح نماز وروزہ وحج وغیرہ دیگر احکام شرعیہ میں بھی حکم فساد عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہٰذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے' جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام و مرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والی ہے' جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

صحیح اور فاسد کا فقہی مفہوم

صحیح: لغت میں بیمار (سقیم) کے متضاد کو صحیح کہتے ہیں۔ اصطلاح میں صحیح اسے کہتے ہیں جس سے عبادت کا درست ہونا اور معاملات کا نافذ ہونا متعلق ہو۔

مثال کے طور پر (شرعی) نماز اس وقت واقع (صحیح) ہوتی ہے جب اس میں شرائط مکمل طور پر پائی جائیں، ارکان مکمل طور پر ادا کیے جائیں اور موانع ختم ہو جائیں، اگرچہ یہ سب کچھ فاعل کے خیال میں ہی ہو، اسی طرح تجارت بھی ایسے شخص کی صحیح (واقع) ہوتی ہے' جو مباح چیز پر اختیار رکھتا ہو اور اسے سپرد کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور وہ چیز حقیقت میں اس کی ملکیت ہو، تو اگر بیچنے والا (بیچنے والا) ایسی چیز کو بیچے جس کے بارے میں اس کا گمان یہ ہو کہ یہ چیز کسی اور کی ملکیت میں ہے' لیکن پھر اس پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ واقعی وہ چیز اسی (بیچنے والا) کی تھی' تو بیع (تجارت) صحیح ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاملات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور عبادات فاعل کے اعتقاد پر۔

فاسد: لغت میں فاسد ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی خرابی ہو۔ اصطلاح میں ایسی چیز کو فاسد کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ عبادت کی ادائیگی اور معاملات کا نفاذ نہ ہو۔ عبادات کی مثال جیسا کہ نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھ لینا، اور معاملات کی مثال جیسا کہ ایسی چیز کو بیچنا جو بندہ کی ملکیت ہی نہ ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، ان کے نزدیک فاسد وہ ہے جو اصل میں تو جائز ہو لیکن کسی وصف کی وجہ سے ممنوع ہو جائے جیسا کہ ایک مد گندم کی بیع ایک مد گندم اور ایک درہم کے بدلے کرنا۔ ایک مد گندم کی تجارت ایک مد کے بدلے تو جائز ہے (مگر یہ فاسد اس وقت ہوا جب دوسری طرف سے مُد کے ساتھ ایک درہم بھی لیا گیا) پس اگر درہم کو ختم کر دیا جائے تو اصل شریعت کو دیکھتے ہوئے سودا درست (صحیح) ہوگا۔

فاسد و باطل میں فرق کا بیان

جس کے کرنے کے بعد بھی کوئی اثر مرتب نہ ہو، مثلاً عبادت کی ادائیگی کے باوجود انسان اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہو سکے، یا بیع کرنے کے باوجود ملکیت وتصرف کا فائدہ حاصل نہ ہو۔ فاسد و باطل میں احناف نے فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک ایسا عمل جو نہ اصلاً مشروع ہو اور نہ وصفاً اسے "باطل" کہتے ہیں اور جو اصلاً مشروع ہو مگر کسی وصف کے سبب غیر مشروع ہو جائے اسے "فاسد" کہتے ہیں۔

فاسد وہ جس کی اصل حقیقت خلل سے خالی ہو مگر وصف یعنی ان متعلقات میں خلل ہو جو قوام عقد میں داخل نہیں مثلاً شروط فاسد اگر رکن ومحل سالم اور خلل ہوں تو بیع شرعی متعلق محقق، پھر اگر وصف میں خلل ہے مثلاً بیع مقدور التسلیم نہیں یا مجہول ہے یا کوئی شرط فاسد منفیم، اصل یہ کہ بیع شرعی میں مبادلہ مال بمال کا نام ہے ایجاب وقبول اس کے رکن اور مال متقوم محل اور اجل وقدرت تسلیم وشرط وغیرہ با اوصاف اور انتقال ملک ثمرہ واثر ہے تو وجود شرعی میں صرف رکن ومحل کا محتاج ہے کہ بے ان کے اس کے (تحقق کی کوئی ضرورت نہیں) جو خلل کہ ان میں ہو گا معقل بیع قرار دے گا جس کے معنی یہ ہوں گے کہ عند الشرع بیع ہی نہیں خلل رکن مثل بیع یعنی جس طرح بیع ہوئی ہی نہیں ہے۔

دونوں اعواض یا ایک کے حرام ہونے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ اَحَدُ الْعِوَضَيْنِ اَوْ كِلَاهُمَا مُحَرَّمًا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ كَالْبَيْعِ بِالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْخَمْرِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ غَيْرَ مَمْلُوكٍ كَالْحُرِّ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هٰذِهِ فُصُولٌ جَمَعَهَا، وَفِيهَا تَفْصِيلٌ نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَنَقُولُ: الْبَيْعُ بِالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ بَاطِلٌ، وَكَذَا بِالْحُرِّ لِانْعِدَامِ رُكْنِ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ، فَإِنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ لَا تُعَدُّ مَالًا عِنْدَ اَحَدٍ وَالْبَيْعُ بِالْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ فَاسِدٌ لِوُجُودِ حَقِيقَةِ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فَإِنَّهُ مَالٌ عِنْدَ الْبَعْضِ وَالْبَاطِلُ لَا يُفِيدُ مِلْكَ التَّصَرُّفِ.

اور جب دونوں اعواض میں سے ایک یا دونوں حرام ہیں تو بیع فاسد ہے جس طرح مردار، خون، شراب اور خنزیر کے بدلے میں بیع کرتا ہے۔ اور اسی جب وہ غیر ملکیت ہوں جس طرح آزاد کے بدلے میں بیع کرتا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا: امام قدوری علیہ الرحمہ نے بیع ان تمام صورتوں کو جمع کر دیا ہے جبکہ ان میں تفصیل ہے جس کو ان

شاءاللہ ہم بیان کریں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ مردار اور خون کے بدلے میں خرید وفروخت کرنا باطل ہے اور اسی طرح آزاد کے بدلے میں بیع باطل ہے' کیونکہ اس میں بیع رکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہو یہ معدوم ہے' کیونکہ ان اشیاء کو کسی کے ہاں بھی مال نہیں سمجھا جاتا جبکہ شراب اور خنزیر کے بدلے میں خرید وفروخت فاسد ہے' اگرچہ ان میں مال کا تبادلہ مال کے ساتھ حقیقی طور پر موجود ہے' کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک شراب مال ہے۔اور باطل بیع ملکیت تصرف کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

باطل بیع میں مبیع کا خریدار کے پاس ہلاک ہونے کا بیان

وَلَوْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ ثيَكُونُ اَمَانَةً عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَايِخِ لِاَنَّ الْعَقْدَ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فَبَقِيَ الْقَبْضُ بِاِذْنِ الْمَالِكِ وَعِنْدَ الْبَعْضِ يَكُوْنُ مَضْمُوْنًا لِاَنَّهُ لَا يَكُوْنُ اَدْنَى حَالًا مِنَ الْمَقْبُوضِ عَلَى سَوْمِ الشِّرَاءِ .

وَقِيلَ الْاَوَّلُ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالثَّانِي قَوْلُهُمَا كَمَا فِي بَيْعِ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ عَلَى مَا نُبَيِّنُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى، وَالْفَاسِدُ يُفِيدُ الْمِلْكَ عِنْدَ اِتِّصَالِ الْقَبْضِ بِهِ وَيَكُوْنُ الْمَبِيعُ مَضْمُوْنًا فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ .وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَسَنُبَيِّنُهُ بَعْدَ هٰذَا .وَكَذَا بَيْعُ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَالْحُرِّ بَاطِلٌ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ اَمْوَالًا فَلَا تَكُوْنُ مَحِلًّا لِلْبَيْعِ . .

اور جب کسی نے باطل بیع کی اور مبیع خریدار کے پاس ہلاک ہوگئی تو بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک بیع امانت ہو جائے گی کیونکہ عقد کا اعتبار نہیں ہے پس مالک کی اجازت کے سبب صرف قبضہ باقی رہ گیا ہے' جبکہ دوسرے بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک مبیع ضمانت والی ہے' کیونکہ یہ مبیع خرید وفروخت کر کے قبضہ میں لینے والی مبیع سے کم حالت کی نہیں ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ پہلا قول حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے' جبکہ دوسرا قول صاحبین کا ہے۔جس طرح ام ولد اور مدبر کی بیع میں ان فقہاء کے اقوال میں اختلاف ہے اسی تفصیل کے موافق جس کو ہم ان شاءاللہ بیان کریں گے۔بیع فاسد وقت اتصال ملکیت کا فائدہ دینے والی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور بیع فاسد میں مبیع خریدار کے قبضہ میں بطور ضمان ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان شاءاللہ ہم عنقریب اس مسئلہ کے بعد اس کو بیان کررہے ہیں۔ اور اسی مردار، خون اور شراب کی بیع باطل ہے' کیونکہ یہ مال نہیں ہے پس بیع کا محل بھی نہ ہوں گے۔

دین کے بدلے میں خنزیر وشراب کی بیع کے باطل ہونے کا بیان

وَاَمَّا بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ اِنْ كَانَ قُوبِلَ بِالدَّيْنِ كَالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ، وَاِنْ كَانَ قُوبِلَ بِعَيْنٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ حَتّٰى يَمْلِكَ مَا يُقَابِلُهُ وَاِنْ كَانَ لَا يَمْلِكُ عَيْنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ الْخَمْرَ مَالٌ وَكَذَا الْخِنْزِيرُ مَالٌ عِنْدَ اَهْلِ الذِّمَّةِ اِلَّا اَنَّهُ غَيْرُ مُتَقَوَّمٍ لِمَا اَنَّ

الشَّرْعَ اَمَرَ بِاِهَانَتِهٖ وَتَرْكِ اِعْزَازِهٖ، وَفِي تَمَلُّكِهٖ بِالْعَقْدِ مَقْصُوْدًا اِعْزَازٌ لَهٗ، وَهٰذَا لِاَنَّهٗ مَتٰى اشْتَرَاهُمَا بِالدَّرَاهِمِ فَالدَّرَاهِمُ غَيْرُ مَقْصُوْدَةٍ؛ لِكَوْنِهَا وَسِيْلَةً لِمَا اَنَّهَا تَجِبُ فِي الذِّمَّةِ، وَاِنَّمَا الْمَقْصُوْدُ الْخَمْرُ فَسَقَطَ التَّقَوُّمُ اَصْلًا، بِخِلَافِ مَا اِذَا اشْتَرَى الثَّوْبَ بِالْخَمْرِ لِاَنَّ الْمُشْتَرِيَ لِلثَّوْبِ اِنَّمَا يَقْصِدُ تَمَلُّكَ الثَّوْبِ بِالْخَمْرِ .

وَفِيْهِ اِعْزَازٌ لِلثَّوْبِ دُوْنَ الْخَمْرِ فَبَقِيَ ذِكْرُ الْخَمْرِ مُعْتَبَرًا فِي تَمَلُّكِ الثَّوْبِ لَا فِي حَقِّ نَفْسِ الْخَمْرِ حَتّٰى فَسَدَتِ التَّسْمِيَةُ وَوَجَبَتْ قِيْمَةُ الثَّوْبِ دُوْنَ الْخَمْرِ، وَكَذَا اِذَا بَاعَ الْخَمْرَ بِالثَّوْبِ لِاَنَّهٗ لَا يُعْتَبَرُ شِرَاءُ الثَّوْبِ بِالْخَمْرِ لِكَوْنِهٖ مُقَايَضَةً .

اور بہر حال جب اس نے شراب اور خنزیر کی بیع کی اور ان کے مقابلے میں دین ہو جس طرح دراہم و دنانیر ہیں تو بیع باطل ہے اور جب ان کے مقابلے میں عین ہے تو بیع فاسد ہے حتیٰ کہ ان کے مقابلہ میں مملوک ہو خواہ شراب و خنزیر کا عین مملوک نہیں ہوتا۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ شراب مال ہے اور اسی طرح اہل ذمہ کے نزدیک خنزیر مال ہے مگر وہ غیر متقوم مال ہے کیونکہ شریعت نے اس کی توہین و ذلت کا حکم دیا ہے۔ اور اس کو معزز بنانے سے منع کیا ہے جبکہ ارادے کے ساتھ اس کا عقد کرنا یہ اس کو معزز بنانا ہے اور یہ حکم تب ہوگا جب خریدار ان کو دراہم کے بدلے میں خریدنے والا ہے۔ تو اب دراہم بھی غیر مقصود ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کے حاصل کرنے کا وسیلہ دراہم ہیں اسی دلیل کے سبب وہ ذمہ پر واجب ہوتے ہیں جبکہ مقصود شراب ہوگی پس مال متقوم کا ہونا ساقط ہو جائے گا۔

بہ خلاف اس کے کہ جب کسی شخص نے شراب کے بدلے میں کپڑا خریدا ہے کیونکہ کپڑے کو خریدنے والا شراب کے بدلے میں کپڑے کا مالک بن رہا ہے اور اس میں معزز ہونا یہ کپڑے کے لئے ہے لہٰذا شراب کا اعزاز نہ ہوا۔ پس شراب کا ذکر محض ملکیت ثوب کے طور پر اعتبار کیا گیا ہے جبکہ نفس شراب کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پس اس ثمن مقرر کرنا فاسد ہو جائے گا اور کپڑے کی قیمت واجب ہوگی جبکہ شراب کی قیمت واجب نہ ہوگی اور اسی طرح جب کسی شخص نے کپڑے کو شراب کے بدلے میں بیچ دیا ہے کیونکہ یہاں شراب کے بدلے میں کپڑے کو بیچنے کا اعتبار ہوگا۔ پس یہ بیع، بیع مقایضہ ہے۔

ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع کے فاسد ہونے کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ اُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ وَالْمُكَاتَبِ فَاسِدٌ) وَمَعْنَاهُ بَاطِلٌ لِاَنَّ اسْتِحْقَاقَ الْعِتْقِ قَدْ ثَبَتَ لِاُمِّ الْوَلَدِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَعْتَقَهَا وَلَدُهَا) وَسَبَبُ الْحُرِّيَّةِ انْعَقَدَ فِي الْمُدَبَّرِ فِي الْحَالِ لِبُطْلَانِ الْاَهْلِيَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْمُكَاتَبُ اسْتَحَقَّ يَدًا عَلٰى نَفْسِهٖ لَازِمَةً فِي حَقِّ الْمَوْلٰى، وَلَوْ ثَبَتَ الْمِلْكُ بِالْبَيْعِ لَبَطَلَ ذٰلِكَ كُلُّهٗ فَلَا يَجُوْزُ، وَلَوْ رَضِيَ الْمُكَاتَبُ بِالْبَيْعِ فَفِيْهِ

رِوَايَتَانِ، وَالْاَظْهَرُ الْجَوَازُ، وَالْمُرَادُ الْمُدَبَّرُ الْمُطْلَقُ دُوْنَ الْمُقَيَّدِ، وَفِي الْمُطْلَقِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْعَتَاقِ.

فرمایا: ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ باطل ہے' کیونکہ ام ولد کے لئے حق ثابت ہو گیا ہے: جس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: جو آپ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو اس کے بیٹے نے آزاد کر دیا ہے۔ اور مدبر میں آزادی کا سبب منعقد ہو چکا ہے' کیونکہ موت کے بعد آقا کی اہلیت باطل ہو جائے گی اور مکاتب اپنے آپ پر تصرف کا حق رکھنے والا ہے۔ جو آقا کے حق میں لازم تھا۔ اور اب جب بیع کے سبب سے ملکیت ثابت ہوئی تو یہ سب باطل ہو جائے گا پس بیع جائز نہ ہوگی۔

اور جب مکاتب بیع پر راضی ہو جائے' تو اس میں دو روایات ہیں' جبکہ ان میں زیادہ ظاہر روایت جواز کی ہے اور متن میں مدبر سے مراد علی الاطلاق مدبر ہے نہ کہ اس میں کوئی قید ہو۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے مطلق کے بارے میں اختلاف کیا ہے' جس کو ہم کتاب العتاق میں بیان کر آئے ہیں۔

ام ولد یا مدبر کے خریدار کے پاس فوت ہو جانے پر عدم ضمان کا بیان

قَالَ (وَاِنْ مَاتَتْ اُمُّ الْوَلَدِ اَوِ الْمُدَبَّرُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: عَلَيْهِ قِيمَتُهُمَا) وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْهُ لَهُمَا اَنَّهُ مَقْبُوضٌ بِجِهَةِ الْبَيْعِ فَيَكُوْنُ مَضْمُوْنًا عَلَيْهِ كَسَائِرِ الْاَمْوَالِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمُدَبَّرَ وَاُمَّ الْوَلَدِ يَدْخُلَانِ تَحْتَ الْبَيْعِ حَتّٰى يَمْلِكَ مَا يُضَمُّ اِلَيْهِمَا فِي الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الْمُكَاتَبِ لِاَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ فِي حَقِّهِ الْقَبْضُ وَهٰذَا الضَّمَانُ بِهِ وَلَهُ اَنَّ جِهَةَ الْبَيْعِ اِنَّمَا تَلْحَقُ بِحَقِيقَةٍ فِي مَحَلٍّ يَقْبَلُ الْحَقِيقَةَ وَهُمَا لَا يَقْبَلَانِ حَقِيقَةَ الْبَيْعِ فَصَارَا كَالْمُكَاتَبِ، وَلَيْسَ دُخُوْلُهُمَا فِي الْبَيْعِ فِي حَقِّ اَنْفُسِهِمَا، وَاِنَّمَا ذٰلِكَ لِيَثْبُتَ حُكْمُ الْبَيْعِ فِيمَا ضُمَّ اِلَيْهِمَا فَصَارَ كَمَالِ الْمُشْتَرِي لَا يَدْخُلُ فِي حُكْمِ عَقْدِهِ بِانْفِرَادِهِ، وَاِنَّمَا يَثْبُتُ حُكْمُ الدُّخُوْلِ فِيمَا ضَمَّهُ اِلَيْهِ، كَذَا هٰذَا

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر ام ولد یا مدبر خریدار کے پاس فوت ہو جائیں' تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے' جبکہ صاحبین نے کہا ہے: خریدار پر اس کی قیمت واجب ہے۔ اور ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مبیع پر بیع کے طریقے پر قبضہ کیا گیا ہے پس دوسرے اموال کی طرح اس میں بھی ضمان واجب ہوگا' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد اور مدبر بیع کے حکم میں آنے والے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ مبیع میں ملائی ہوئی چیزیں میں بھی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے یہ خلاف مکاتب کے کیونکہ وہ اپنے ہی قبضہ میں ہوتا ہے پس اس کے حق میں قبضہ ثابت نہ ہوگا حالانکہ یہ ضمان قبضہ ہی کے سبب سے واجب ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کو بیع کے طریقے پر بیع کی ایسی حقیقت کے ساتھ ملایا جائے گا' جو محل حقیقت کو قبول کرنے والا ہو' جبکہ یہ دونوں یعنی ام ولد و مدبر حقیقت بیع کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ پس یہ مکاتب کی طرح ہو جائیں گے' جبکہ بیع میں ان کا داخل ہونا یہ اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ان میں ملنے والی اشیاء میں بیع کا حکم ثابت ہونے کے لئے ہوتا ہے پس یہ ان کا دخول خریدار کے مال کی طرح ہو جائے گا' جو اکیلا اس کی بیع کے حکم میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کی جانب سے ملائی گئی چیزوں میں داخل ہونے کا حکم ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا ایسے ہی اس میں ثابت ہو جائے گا۔

شکار سے پہلے مچھلی کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ السَّمَكِ قَبْلَ اَنْ يُصْطَادَ) لِاَنَّهُ بَاعَ مَالَا يَمْلِكُهُ (وَلَا فِي حَظِيرَةٍ اِذَا كَانَ لَا يُؤْخَذُ اِلَّا بِصَيْدٍ) ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُورِ التَّسْلِيمِ، وَمَعْنَاهُ اِذَا اَخَذَهُ ثُمَّ اَلْقَاهُ فِيهَا لَوْ كَانَ يُؤْخَذُ مِنْ غَيْرِ حِيلَةٍ جَازَ، اِلَّا اِذَا اجْتَمَعَتْ فِيهَا بِاَنْفُسِهَا وَلَمْ يَسُدَّ عَلَيْهَا الْمَدْخَلَ لِعَدَمِ الْمِلْكِ .

قَالَ (وَلَا بَيْعُ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ) لِاَنَّهُ غَيْرُ مَمْلُوكٍ قَبْلَ الْاَخْذِ، وَكَذَا لَوْ اَرْسَلَهُ مِنْ يَدِهِ لِاَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُورِ التَّسْلِيمِ

فرمایا: اور شکار کرنے سے پہلے مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ وہ ایسی چیز کو بیچنے والا ہے' جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ اور تالاب میں بھی مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے' جبکہ شکار کے بغیر اس کو پکڑنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کو سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب مچھلی کو پکڑ کر تالاب میں ڈال دیا ہے اور اب اگر بغیر کسی ذریعے کے ان کو پکڑا جا سکتا ہے' تو ان کی بیع جائز ہے مگر جب مچھلیاں خود بہ خود تالاب میں جمع ہوئی ہیں اور اندر جانے کا راستہ بھی بند نہیں کیا ہے' تو ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی بیع جائز نہیں ہے۔

اور ہوا میں پرندے کی بیع بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ پکڑنے سے پہلے وہ ملکیت میں نہیں ہے اور اسی طرح جب بیچنے والے نے اس کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے' کیونکہ اب اس کو بھی حوالے نہیں کیا جا سکتا۔

حمل کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا بَيْعُ الْحَمْلِ وَلَا النِّتَاجِ) (لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الْحَبَلِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ) وَلِاَنَّ فِيهِ غَرَرًا .

(وَلَا اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ لِلْغَرَرِ) فَعَسَاهُ انْتِفَاخٌ، وَلِاَنَّهُ يُنَازَعُ فِي كَيْفِيَّةِ الْحَلْبِ، وَرُبَّمَا يَزْدَادُ فَيَخْتَلِطُ الْمَبِيعُ بِغَيْرِهِ .

فرمایا: اور حمل کی بیع اور حمل در حمل کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل اور حمل در حمل کی بیع سے منع کیا ہے' کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔

اور دودھ کی بیع تھنوں میں دھوکہ کے سبب سے جائز نہیں ہے' کیونکہ ممکن ہے تھن محض پھول گئے ہوں' کیونکہ خریدار دودھ دوہتے وقت بیچنے والا سے جھگڑا کرے گا' اور کبھی کبھی دودھ بڑھتا رہتا ہے پس مبیع غیر مبیع سے ملنے والی ہے۔

بکریوں کی پشتوں پر اون کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا الصُّوفُ عَلٰی ظَهْرِ الْغَنَمِ) لِاَنَّهُ مِنْ اَوْصَافِ الْحَيَوَانِ، وَلِاَنَّهُ يَنْبُتُ مِنْ اَسْفَلَ فَيَخْتَلِطُ الْمَبِيعُ بِغَيْرِهِ، بِخِلَافِ الْقَوَائِمِ ؛ لِاَنَّهَا تَزِيدُ مِنْ اَعْلٰی، وَبِخِلَافِ الْقَصِيلِ لِاَنَّهُ يُمْكِنُ قَلْعُهُ، وَالْقَطْعُ فِي الصُّوفِ مُتَعَيِّنٌ فَيَقَعُ التَّنَازُعُ فِي مَوْضِعِ الْقَطْعِ، وَقَدْ صَحَّ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الصُّوفِ عَلٰی ظَهْرِ الْغَنَمِ، وَعَنْ لَبَنٍ فِي ضَرْعٍ، وَعَنْ سَمْنٍ فِي لَبَنٍ) وَهُوَ حُجَّةٌ عَلٰی اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي هٰذَا الصُّوفِ حَيْثُ جَوَّزَ بَيْعَهُ فِيمَا يُرْوٰی عَنْهُ .

📖 فرمایا: اور بکری کی پشت پر اون کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ اون حیوان کے اوصاف میں سے ہے' کیونکہ اون نیچے سے اگنے والی ہے پس مبیع غیر مبیع کے ساتھ ملنے والی ہے بہ خلاف درختوں کے شاخوں کے کیونکہ وہ اوپر کی جانب سے بڑھنے والی ہیں بہ خلاف سبز کھیتی کے کیونکہ اس کو اکھاڑنا ممکن ہے' جبکہ اون میں کاٹنا معین ہے۔ پس کاٹنے کی جگہ میں اختلاف ہو جائے گا' اور یہ حکم صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بکری کی پشت پر اون کی بیع تھن میں دودھ کی بیع اور دودھ میں گھی کی بیع سے منع کیا ہے اور اون کے بارے میں یہ حدیث حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے خلاف حجت ہے' کیونکہ ان سے روایت کردہ ایک روایت کے مطابق اس بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

چھت پر چھتیر کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَجِذْعٍ فِي سَقْفٍ وَذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ ذَكَرَا الْقَطْعَ اَوْ لَمْ يَذْكُرَاهُ) لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُ التَّسْلِيمُ اِلَّا بِضَرَرٍ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ مِنْ نُقْرَةٍ فِضَّةً لِاَنَّهُ لَا ضَرَرَ فِي تَبْعِيضِهِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مُعَيَّنًا لَا يَجُوزُ لِمَا ذَكَرْنَا وَلِلْجَهَالَةِ اَيْضًا، وَلَوْ قَطَعَ الْبَائِعُ الذِّرَاعَ اَوْ قَلَعَ الْجِذْعَ قَبْلَ اَنْ يَفْسَخَ الْمُشْتَرِي يَعُودُ صَحِيحًا لِزَوَالِ الْمُفْسِدِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ النَّوٰی فِي التَّمْرِ اَوْ الْبَذْرَ فِي الْبِطِّيخِ حَيْثُ لَا يَكُونُ صَحِيحًا .

وَاِنْ شَقَّهُمَا وَاَخْرَجَ الْمَبِيعَ لِاَنَّ فِي وُجُودِهِمَا احْتِمَالًا، اَمَّا الْجِذْعُ فَعَيْنٌ مَوْجُودٌ .

قَالَ (وَضَرْبَةِ الْقَانِصِ) وَهُوَ مَا يَخْرُجُ مِنْ الصَّيْدِ بِضَرْبِ الشَّبَكَةِ مَرَّةً لِاَنَّهُ مَجْهُولٌ وَلِاَنَّ فِيهِ غَرَرًا .

📖 فرمایا: چھت پر موجود چھتیر کی بیع اور کپڑے میں سے صرف ایک گز کی بیع جائز نہیں ہے خواہ عقد کرنے والوں نے

کپڑے کے کاٹنے کی جگہ کو بیان کیا ہے یا نہیں بیان کیا۔ کیونکہ نقصان کے بغیر اس کو حوالے کرنا ممکن نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب چاندی کی ڈلی سے دس دراہم چاندی کو بیچ دیا ہے کیونکہ ڈلی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

اور اگر چھتیر اور گز معین نہ ہوں تب بھی ان کی بیع جائز نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ہاں جہالت کے سبب سے بھی منع ہے۔ اور جب خریدار کے بیع کرنے سے پہلے ہی بیچنے والے نے گز کاٹ دیا ہے یا چھتیر کو نکال لیا ہے تو بیع صحیح ہو کر لوٹنے والی ہے کیونکہ فسادی ختم ہو گیا ہے۔ بہ خلاف اس حالت کے کہ جب چھوہاروں میں موجود گٹھلیوں کو فروخت کیا یا خربوزے میں موجود بیج کو فروخت کیا ہے تو بیع صحیح نہ ہو گی خواہ وہ چھوہاروں اور خربوزوں کو پھاڑ کر ان سے بیج کو نکال دے۔ کیونکہ ان میں گٹھلی اور بیج کے موجود ہونے کا احتمال ہے جبکہ چھتیر تو معین وموجود ہے۔

شکاری کے ایک وار کی بیع بھی جائز نہیں ہے اور یہ وہ شکار ہے جو ایک بار جال کو پھینکنے سے حاصل ہو کیونکہ ایسا شکار مجہول ہے اور اس میں دھوکہ بھی موجود ہے۔

بیع مزابنہ ومحاقلہ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَبَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهُوَ بَيْعُ التَّمْرِ عَلَى النَّخِيلِ بِتَمْرٍ مَجْذُوذٍ مِثْلِ كَيْلِهِ خَرْصًا) (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ) فَالْمُزَابَنَةُ مَا ذَكَرْنَا، وَالْمُحَاقَلَةُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِي سُنْبُلِهَا بِحِنْطَةٍ مِثْلِ كَيْلِهَا خَرْصًا ؛ وَلِأَنَّهُ بَاعَ مَكِيلًا بِمَكِيلٍ مِنْ جِنْسِهِ فَلَا تَجُوزُ بِطَرِيقِ الْخَرْصِ كَمَا إذَا كَانَا مَوْضُوعَيْنِ عَلَى الْأَرْضِ، وَكَذَا الْعِنَبُ بِالزَّبِيبِ عَلَى هَذَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ الْمُزَابَنَةِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا وَهُوَ أَنْ يُبَاعَ بِخَرْصِهَا تَمْرًا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ) " .

قُلْنَا: الْعَرِيَّةُ: الْعَطِيَّةُ لُغَةً، وَتَأْوِيلُهُ أَنْ يَبِيعَ الْمُعْرَى لَهُ مَا عَلَى النَّخِيلِ مِنْ الْمُعْرِي بِتَمْرٍ مَجْذُوذٍ، وَهُوَ بَيْعٌ مَجَازًا لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ فَيَكُونُ بِرًّا مُبْتَدَأً .

فرمایا: اور بیع مزابنہ جائز نہیں ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ درختوں پر موجود کھجور کو ٹوٹے ہوئے چھوہاروں کے بدلے میں ان کے وزن کے برابر اندازے سے بیچا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے منع کیا ہے۔ مزابنہ وہی بیع ہے جس ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور محاقلہ یہ ہے کہ گندم کو ان کی بالیوں میں ان کے ہم وزن گندم کے بدلے میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔ پس اندازے سے یہ بیع جائز نہ ہو گی جس طرح اس حالت میں جائز نہیں ہے کہ جب وہ دونوں زمین پر رکھی ہوئی ہوں۔ اور اسی طرح انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے: مزابنہ پانچ وسق سے کم کے اندر جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ سے منع کیا

بے بگر عرایا کی اجازت دی ہے اور عرایا یہ ہے کہ کھجور کے پانچ وسق سے کم میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں عطیہ کو عریہ کہتے ہیں اور حدیث مبارکہ کی تاویل یہ ہے کہ عطیہ لینے والا درختوں پر موجود کھجور کے عطیہ دینے سے کاٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں بیچ دے۔ اور یہ بیع بطور مجاز ہے۔ کیونکہ معریٰ لہ ان پھلوں کا مالک نہیں ہے پس معری کا اس کو پھل دے دینا یہ ایک جدید احسان ہوگا۔

بیع ملامسہ ومنابزہ سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِإِلْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَزَةِ) .وَهٰذِهِ بُيُوعٌ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ اَنْ يَتَرَاوَضَ الرَّجُلَانِ عَلٰى سِلْعَةٍ: اَیْ يَتَسَاوَمَانِ، فَاِذَا لَمَسَهَا الْمُشْتَرِي اَوْ نَبَذَهَا اِلَيْهِ الْبَائِعُ اَوْ وَضَعَ الْمُشْتَرِي عَلَيْهَا حَصَاةً لَزِمَ الْبَيْعُ ؛ فَالْاَوَّلُ بَيْعُ الْمُلَامَسَةِ وَالثَّانِي الْمُنَابَذَةُ، وَالثَّالِثُ اِلْقَاءُ الْحَجَرِ، (وَقَدْ نَهٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ) وَلِاَنَّ فِيهِ تَعْلِيقًا بِالْخَطَرِ .

فرمایا: اور القائے حجر اور ملامسہ اور منابزہ کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ یہ دو آدمی کسی سامان کے بارے میں باہمی گفتگو کرتے پھر جب خریدار اس سامان کو چھوڑ دیتا اور بیچنے والا خریدار کی طرف اس سامان کو پھینک دیتا اور خریدار اس پر کنکری ڈال دیتا تو بیع لازم ہو جاتی لہذا پہلی بیع ملامسہ اور دوسری منابذہ جبکہ تیسری القاء حجر کہلاتی ہے' جبکہ نبی کریم ﷺ نے بیع ملامسہ اور منابذہ سے منع کیا ہے' کیونکہ ان میں ملکیت کو خطرے میں معلق کرنا ہے۔

ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں کے ساتھ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ) لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ ؛ وَلَوْ قَالَ: عَلٰى اَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي اَنْ يَاْخُذَ اَيَّهُمَا شَاءَ جَازَ الْبَيْعُ اسْتِحْسَانًا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ بِفُرُوعِهِ .

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْمَرَاعِي وَلَا اِجَارَتُهَا) الْمُرَادُ الْكَلَأُ، اَمَّا الْبَيْعُ فَلِاَنَّهُ وَرَدَ عَلٰى مَا لَا يَمْلِكُهُ لِاشْتِرَاكِ النَّاسِ فِيهِ بِالْحَدِيثِ، وَاَمَّا الْاِجَارَةُ فَلِاَنَّهَا عُقِدَتْ عَلٰى اسْتِهْلَاكِ عَيْنٍ مُبَاحٍ، وَلَوْ عَقَدَ عَلٰى اسْتِهْلَاكِ عَيْنٍ مَمْلُوكٍ بِاَنْ اسْتَاْجَرَ بَقَرَةً لِيَشْرَبَ لَبَنَهَا لَا يَجُوزُ فَهٰذَا اَوْلٰى .

فرمایا: اور ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں کے ساتھ جائز نہیں ہے' کیونکہ مبیع مجہول ہے اور اگر اس نے کہا: میں نے اس شرط کے ساتھ بیچ دیا ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ وہ دونوں میں سے جس کو چاہے اس کو لے لے گا۔ تو یہ بطور استحسان بیع جائز ہو جائے گی اور اس کی فروعات کے ساتھ اس مسئلہ کو بھی بیان کر آئے ہیں۔

اور چراگاہ کو بیچنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ اور چراگاہ سے مراد اس کی گھاس ہے جہاں تک مبیع کا تعلق ہے' تو وہ

اس سبب سے ناجائز ہے کہ بیع ایک ایسی چیز پر واقع ہوئی ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک کے مطابق اس میں سارے لوگ مشترک ہیں اور کرائے کا عدم جواز اس دلیل کی وجہ سے ہے کہ اجارہ ایک مباح مال کو ہلاک کرنے پر واقع ہونے والا ہے اور جب اجارہ مال مملوک کو ہلاک کرنے پر منعقد ہو جائے تو ناجائز ہے پس وہ یہاں تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔

شہد کی مکھیوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ النَّحْلِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَاَبِیْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجُوزُ اِذَا كَانَ مُحْرَزًا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهٗ حَيَوَانٌ مُنْتَفَعٌ بِهٖ حَقِيْقَةً وَشَرْعًا فَيَجُوزُ بَيْعُهٗ وَاِنْ كَانَ لَا يُؤْكَلُ كَالْبَغْلِ وَالْحِمَارِ.

وَلَهُمَا اَنَّهُمَا مِنَ الْهَوَامِّ فَلَا يَجُوزُ بَيْعُهٗ كَالزَّنَابِيْرِ وَالِانْتِفَاعُ بِمَا يَخْرُجُ مِنْهُ لَا بِعَيْنِهٖ فَلَا يَكُوْنُ مُنْتَفَعًا بِهٖ قَبْلَ الْخُرُوْجِ، حَتّٰى لَوْ بَاعَ كُوَّارَةً فِيْهَا عَسَلٌ بِمَا فِيْهَا مِنَ النَّحْلِ يَجُوزُ تَبَعًا لَهٗ، كَذَا ذَكَرَهُ الْكَرْخِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

اور شہد کی مکھیوں کو بیچنا جائز نہیں ہے اور شیخین کے نزدیک حکم ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب مکھیاں بیچنے والے کی ملکیت میں ہوں تو ان کی بیع جائز ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ شہد کی مکھی ایک ایسا جانور ہے جس سے حقیقی طور پر اور شرعی طور پر دونوں اعتبار سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے۔ پس اس کی بیع جائز ہوگی۔ اگرچہ وہ کھائے جانے والی نہیں ہے۔ جس طرح خچر اور گدھا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شہد کی مکھی زمینی کیڑے مکوڑوں کی طرح ہے پس بھڑ کی طرح اس کی بیع بھی جائز نہ ہوگی۔ البتہ فائدہ اس مکھی سے نکلنے والے شہد سے حاصل کیا جاتا ہے نہ مکھی کے عین سے نفع ہوتا ہے پس وہ شہد کے خروج سے پہلے وہ کسی قسم کے فائدے کی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی نے شہد کا کوئی چھتہ اور اس چھتے میں موجود مکھیوں کے ساتھ فروخت کیا تو شہد کے تابع ہوتے ہوئے ان مکھیوں کی بیع جائز ہوگی اور حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

ریشم کے کیڑوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ دُوْدِ الْقَزِّ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ) لِاَنَّهٗ مِنَ الْهَوَامِّ، وَعِنْدَ اَبِیْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجُوزُ اِذَا ظَهَرَ فِيْهِ الْقَزُّ تَبَعًا لَهٗ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجُوزُ كَيْفَمَا كَانَ لِكَوْنِهٖ مُنْتَفَعًا بِهٖ

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ بَيْضَةِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ) لِمَكَانِ الضَّرُوْرَةِ.

وَقِيْلَ اَبُوْ يُوْسُفَ مَعَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَمَا فِیْ دُوْدِ الْقَزِّ وَالْحَمَامِ اِذَا عَلِمَ عَدَدَهَا وَاَمْكَنَ تَسْلِيْمُهَا جَازَ بَيْعُهَا لِاَنَّهٗ مَالٌ مَقْدُوْرُ التَّسْلِيْمِ.

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ وہ حشرات الارض ہیں۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب ریشم ظاہر ہو جائے' تو اس کے تابع کرتے ہوئے ان کی بیع جائز ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کی بیع جائز ہے خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہوں کیونکہ وہ فائدے کے قابل ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کا انڈہ بیچنا جائز نہیں ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک ضرورت کے سبب سے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ریشم کے کیڑوں کی طرح اس مسئلہ میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور جب کبوتروں کی تعداد معلوم ہو اور ان کو حوالے کرنا بھی ممکن ہو تو ان کی بیع جائز ہے' کیونکہ ان کو سپرد کرنا ممکن ہے۔

بھاگے ہوئے غلام کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْآبِقِ) لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْهُ وَلِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ (إلَّا أَنْ يَبِيعَهُ مِنْ رَجُلٍ زَعَمَ أَنَّهُ عِنْدَهُ) لِأَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ بَيْعُ آبِقٍ مُطْلَقٍ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ آبِقًا فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَهَذَا غَيْرُ آبِقٍ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي ؛ وَلِأَنَّهُ إذَا كَانَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي انْتَفَى الْعَجْزُ عَنْ التَّسْلِيمِ وَهُوَ الْمَانِعُ، ثُمَّ لَا يَصِيرُ قَابِضًا بِمُجَرَّدِ الْعَقْدِ إذَا كَانَ فِي يَدِهِ وَكَانَ أَشْهَدَ عِنْدَهُ أَخَذَهُ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ عِنْدَهُ وَقَبْضُ الْأَمَانَةِ لَا يَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الْبَيْعِ، وَلَوْ كَانَ لَمْ يُشْهِدْ يَجِبُ أَنْ يَصِيرَ قَابِضًا لِأَنَّهُ قَبْضُ غَصْبٍ، لَوْ قَالَ هُوَ عِنْدَ فُلَانٍ فَبِعْهُ مِنِّي فَبَاعَهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ آبِقٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَلِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ .

وَلَوْ بَاعَ الْآبِقَ ثُمَّ عَادَ مِنْ الْإِبَاقِ لَا يَتِمُّ ذَلِكَ الْعَقْدُ ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ بَاطِلًا لِانْعِدَامِ الْمَحَلِّيَّةِ كَبَيْعِ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَتِمُّ الْعَقْدُ إذَا لَمْ يُفْسَخْ لِأَنَّ الْعَقْدَ انْعَقَدَ لِقِيَامِ الْمَالِيَّةِ وَالْمَانِعُ قَدْ ارْتَفَعَ وَهُوَ الْعَجْزُ عَنْ التَّسْلِيمِ، كَمَا إذَا أَبَقَ بَعْدَ الْبَيْعِ، وَهَكَذَا يُرْوَى عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ .

فرمایا: اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی بیع سے منع کیا ہے اور اس دلیل کی وجہ سے بھی منع ہے کہ بیچنے والا اس کو سپرد کرنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔ ہاں جب اس نے کسی ایسے شخص کو بیچا ہو جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ غلام میرے پاس ہے۔ کیونکہ علی الاطلاق بھاگا ہوا غلام وہ ہے' جو خریدار اور بیچنے والا دونوں کے ہاں سے بھاگنے والا ہے' جبکہ یہ خریدار کے حق میں بھاگنے والا نہ ہوگا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب وہ غلام خریدار کے قبضہ میں ہوگا' تو سپرد کرنے والا عجز ختم ہو چکا ہے اور بیع کو مانع بھی یہی تھا۔

اور جب غلام خریدار کے قبضہ میں ہو اور اس نے اس کو پکڑتے وقت گواہ بنالئے ہیں تب بھی صرف عقد کے سبب وہ قابض نہ ہوگا بلکہ یہ غلام اس کے پاس بطور امانت ہے اور امانت کا قبضہ بیع کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا اور اگر خریدار نے پکڑتے وقت گواہ نہیں بنائے تھے تو خریدار کا قبضہ ثابت ہو جائے گا' کیونکہ یہ غصب کا قبضہ ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا: وہ جو غلام فلاں آدمی کے قبضہ میں ہے اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اور بیچنے والے نے اس کو بیچ دیا تو یہ بیع بھی جائز نہ ہوگی کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں غلام بھاگا ہوا ہے' کیونکہ بیچنے والا اس کو حوالے کرنے سے عاجز ہے۔ اور جب بھاگے ہوئے غلام کو بیچ دیا اور اس کے بعد وہ واپس آ گیا تو یہ عقد مکمل نہ ہوگا' کیونکہ یہاں محل عقد کے معدوم ہونے کے سبب یہ عقد باطل ہو چکا تھا جس طرح ہوا میں پرندے کا مسئلہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب عقد فسخ نہ ہوا ہو تو وہ پورا ہو جائے گا' کیونکہ عقد مال کے قائم ہونے کی وجہ سے منعقد ہونے والا ہے اور اب مانع ختم ہو گیا ہے' جس طرح اس حالت میں ہے کہ جب بیع کے بعد غلام بھاگ جائے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

پیالے میں عورت کے دودھ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا بَيْعُ لَبَنِ امْرَاَةٍ فِي قَدَحٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجُوزُ بَيْعُهُ لِاَنَّهُ مَشْرُوبٌ طَاهِرٌ، وَلَنَا اَنَّهُ جُزْءُ الْاٰدَمِيِّ وَهُوَ بِجَمِيعِ اَجْزَائِهِ مُكَرَّمٌ مَصُونٌ عَنِ الِابْتِذَالِ بِالْبَيْعِ، وَلَا فَرْقَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ بَيْنَ لَبَنِ الْحُرَّةِ وَالْاَمَةِ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَجُوزُ بَيْعُ لَبَنِ الْاَمَةِ لِاَنَّهُ يَجُوزُ اِيرَادُ الْعَقْدِ عَلٰى نَفْسِهَا فَكَذَا عَلٰى جُزْئِهَا .

قُلْنَا: الرِّقُّ قَدْ حَلَّ نَفْسَهَا، فَاَمَّا اللَّبَنُ فَلَا رِقَّ فِيهِ لِاَنَّهُ يَخْتَصُّ بِمَحِلٍّ يَتَحَقَّقُ فِيهِ الْقُوَّةُ الَّتِي هِيَ ضِدُّهُ وَهُوَ الْحَيُّ وَلَا حَيَاةَ فِي اللَّبَنِ .

اور پیالے میں عورت کے دودھ کی بیع جائز نہیں ہے' جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: یہ بیع جائز ہے' کیونکہ وہ پاکیزہ مشروب ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ دودھ انسان کا حصہ ہے اور انسان اپنے سارے اجزاء سمیت معزز ہے اور وہ بیع کی توہین سے محفوظ ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق آزاد عورت اور باندی کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے' کیونکہ باندی کی ذات پر عقد کرنا جائز ہے پس اس کے جز پر بھی عقد کرنا جائز ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ باندی کی ذات میں غلامی سرایت کرنے والی ہے' جبکہ دودھ میں کوئی رقیت نہیں ہے' کیونکہ ایسے محل کے ساتھ خاص ہے' جس میں ایسی طاقت ثابت ہے' جو رقیت کی ضد یعنی زندہ ہونا ہے' جبکہ دودھ زندگی سے خالی ہے۔

خنزیر کے بالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ شَعْرِ الْخِنْزِيْرِ) لِاَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ فَلَا يَجُوْزُ بَيْعُهُ اِهَانَةً لَهُ، وَيَجُوْزُ الِانْتِفَاعُ بِهِ لِلْخَرْزِ لِلضَّرُوْرَةِ فَاِنَّ ذٰلِكَ الْعَمَلَ لَا يَتَاتّٰى بِدُوْنِهِ، وَيُوْجَدُ مُبَاحَ الْاَصْلِ فَلَا ضَرُوْرَةَ اِلَى الْبَيْعِ، وَلَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ الْقَلِيْلِ اَفْسَدَهُ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يُفْسِدُهُ لِاَنَّ اِطْلَاقَ الِانْتِفَاعِ بِهِ دَلِيْلُ طَهَارَتِهِ وَلِاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْاِطْلَاقَ لِلضَّرُوْرَةِ فَلَا يَظْهَرُ اِلَّا فِيْ حَالَةِ الِاسْتِعْمَالِ وَحَالَةُ الْوُقُوْعِ تُغَايِرُهَا .

فرمایا: اور خنزیر کے بالوں کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ وہ نجس العین ہے پس اس کی توہین کے سبب اس کے بالوں کی بیع جائز نہ ہوگی۔ مگر ضرورت کی وجہ سے سلائی کے طور پر ان کے بالوں سے فائدہ اٹھانا جائز ہے' کیونکہ سلائی کا کام اس کے بغیر حاصل نہ ہو سکے گا' اور جب مباح الاصل مل جائیں' تو تب ان کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب قلیل پانی میں خنزیر کا بال گر جائے' تو اس کو فاسد کر دیتا ہے' جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ پانی کو فاسد کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے کا اطلاق اس کے پاک ہونے کی دلیل ہے' جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اطلاق نفع ضرورت کی وجہ سے ہے پس ضرورت صرف استعمال کی حالت میں ظاہر ہوگی' جبکہ گرنے کی حالت اور استعمال کی حالت یہ دونوں الگ' الگ ہیں۔

انسان کے بالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ شُعُوْرِ الْاِنْسَانِ وَلَا الِانْتِفَاعُ بِهَا) لِاَنَّ الْاٰدَمِيَّ مُكَرَّمٌ لَا مُبْتَذَلٌ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ شَيْءٌ مِنْ اَجْزَائِهِ مُهَانًا وَمُبْتَذَلًا وَقَدْ قَالَ: عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ) الْحَدِيْثُ، وَاِنَّمَا يُرَخَّصُ فِيْمَا يُتَّخَذُ مِنَ الْوَبَرِ فَيَزِيْدُ فِيْ قُرُوْنِ النِّسَاءِ وَذَوَائِبِهِنَّ .

اور انسان کے بالوں کی بیع اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ انسان مکرم ہے۔ اور وہ حقیر نہیں ہے پس اس کے اجزاء میں سے کسی جز کی بھی توہین و ذلت جائز نہ ہوگی۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بال جوڑنے والی اور بالوں جڑوانے والی دونوں عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے اور رخصت صرف ان بالوں میں ہے' جو اونٹوں وغیرہ سے لیتے ہوئے لگائے جاتے ہیں اور اس سے عورتوں کی مینڈھیوں اور چوٹیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

مردار کی کھالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا بَيْعُ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْبَغَ) لِاَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفَعٍ بِهِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا

تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ) وَهُوَ اسْمٌ لِغَيْرِ الْمَدْبُوغِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِهَا وَالِانْتِفَاعِ بِهَا بَعْدَ الدِّبَاغِ) لِأَنَّهَا قَدْ طَهُرَتْ بِالدِّبَاغِ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ عِظَامِ الْمَيْتَةِ وَعَصَبِهَا وَصُوفِهَا وَقَرْنِهَا وَشَعْرِهَا وَوَبَرِهَا وَالِانْتِفَاعِ بِذَلِكَ كُلِّهِ) ؛ لِأَنَّهَا طَاهِرَةٌ لَا يَحِلُّهَا الْمَوْتُ ؛ لِعَدَمِ الْحَيَاةِ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

وَالْفِيلُ كَالْخِنْزِيرِ نَجِسُ الْعَيْنِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا بِمَنْزِلَةِ السِّبَاعِ حَتَّى يُبَاعُ عَظْمُهُ وَيُنْتَفَعُ بِهِ .

فرمایا: دباغت سے پہلے مردار کی کھال کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ دباغت سے پہلے وہ نفع والی نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردار کی کچی کھال سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔ اور اہاب غیر مدبوغہ کھال کو کہتے ہیں۔ جس طرح کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔ دباغت کے بعد ان کو بیچنے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ دباغت کے بعد وہ پاک ہو جانے والی ہے اور اس کو ہم کتاب صلوٰۃ میں بیان کر آئے ہیں۔

مردار کی ہڈیاں، پٹھے، اون، سینگ، بال اور مردار کی اون کے بال وغیرہ کو بیچنے اور ان تمام چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ یہ چیزیں پاک ہوتی ہیں اور زندگی نہ ہونے کے سبب ان میں موت سرایت کرنے والی نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے بھی ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک خنزیر کی طرح ہاتھی بھی نجس العین ہے' جبکہ شیخین کے نزدیک ہاتھی درندوں کے حکم میں ہے اور اس کی دلیل یہی ہے کہ اس کی ہڈی کو بیچا جاتا ہے اور اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

ثُمَّ مَا يَطْهُرُ جِلْدُهُ بِالدِّبَاغِ يَطْهُرُ بِالذَّكَاةِ لِأَنَّهَا تَعْمَلُ عَمَلَ الدِّبَاغِ فِي إِزَالَةِ الرُّطُوبَةِ النَّجِسَةِ، وَكَذَلِكَ يَطْهُرُ لَحْمُهُ هُوَ الصَّحِيحُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَأْكُولًا .

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اس کی کھال ذبح سے پاک ہو جائے گی' کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کر دیتا ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے' اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

مشترکہ ملبہ بیچنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ السُّفْلُ لِرَجُلٍ وَعُلُوُّهُ لِآخَرَ فَسَقَطَا أَوْ سَقَطَ الْعُلُوُّ وَحْدَهُ فَبَاعَ صَاحِبُ الْعُلُوِّ عُلُوَّهُ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ حَقَّ التَّعَلِّي لَيْسَ بِمَالٍ لِأَنَّ الْمَالَ مَا يُمْكِنُ إِحْرَازُهُ وَالْمَالُ هُوَ الْمَحَلُّ

لِلْبَيْعِ، بِخِلَافِ الشِّرْبِ حَيْثُ يَجُوزُ بَيْعُهُ تَبَعًا لِلْأَرْضِ بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَاتِ وَمُفْرَدًا فِي رِوَايَةٍ، وَهُوَ اخْتِيَارُ مَشَايِخِ بَلْخِي رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لِأَنَّهُ حَظٌّ مِنَ الْمَاءِ وَلِهٰذَا يُضْمَنُ بِالْإِتْلَافِ وَلَهُ قِسْطٌ مِنَ الثَّمَنِ عَلٰى مَا نَذْكُرُهُ فِي كِتَابِ الشِّرْبِ .

فرمایا: اور جب گھر کا فسٹ فلور کسی ایک آدمی کا ہے جبکہ سیکنڈ فلور کسی دوسرے شخص کا ہے پھر وہ دونوں گر گئے یا صرف سیکنڈ فلور گر گیا ہے اور اس کے مالک نے اپنا فسٹ فلور والا حق بیچ دیا ہے تو اس طرح جائز نہ ہوگا کیونکہ بلند ہونا مال نہیں ہے اس لئے کہ مال وہ چیز کہلاتی ہے جس کو جمع کیا جا سکے اور مال ہی محل بیع ہوتا ہے بہ خلاف شرب کے کیونکہ وہ زمین کے تابع کر کے اس کو بیچنا تو ساری روایات کے مطابق جائز ہے اور ایک روایت کے مطابق اس کو بھی اکیلے بیچنا جائز ہے اور مشائخ بلخ فقہاء کا یہ پسند کردہ قول ہے کیونکہ شرب پانی کا حصہ ہے اسی دلیل کے سبب وہ تلف ہونے کی صورت میں ضمان والا ہے۔ اور ثمن سے بھی اس کا حصہ لگنے والا ہے جس طرح ہم اس کو کتاب الشرب میں بیان کر دیں گے۔

راستے کی بیع وہبہ کے جواز کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الطَّرِيقِ وَهِبَتُهُ جَائِزٌ وَبَيْعُ مَسِيلِ الْمَاءِ وَهِبَتُهُ بَاطِلٌ) وَالْمَسْأَلَةُ تَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ: بَيْعُ رَقَبَةِ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ، وَبَيْعُ حَقِّ الْمُرُورِ وَالتَّسْيِيلِ .

فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلَ فَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْمَسْأَلَتَيْنِ أَنَّ الطَّرِيقَ مَعْلُومٌ لِأَنَّ لَهُ طُولًا وَعَرْضًا مَعْلُومًا، وَأَمَّا الْمَسِيلُ فَمَجْهُولٌ لِأَنَّهُ لَا يُدْرٰى قَدْرُ مَا يَشْغَلُهُ مِنَ الْمَاءِ وَإِنْ كَانَ الثَّانِيَ فَفِي بَيْعِ حَقِّ الْمُرُورِ رِوَايَتَانِ وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلٰى إِحْدَاهُمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَقِّ التَّسْيِيلِ أَنَّ حَقَّ الْمُرُورِ مَعْلُومٌ لِتَعَلُّقِهِ بِمَحَلٍّ مَعْلُومٍ وَهُوَ الطَّرِيقُ، أَمَّا الْمَسِيلُ عَلَى السَّطْحِ فَهُوَ نَظِيرُ حَقِّ التَّعَلِّي وَعَلَى الْأَرْضِ مَجْهُولٌ لِجَهَالَةِ مَحِلِّهِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ حَقِّ الْمُرُورِ وَحَقِّ التَّعَلِّي عَلٰى إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ أَنَّ حَقَّ التَّعَلِّي يَتَعَلَّقُ بِعَيْنٍ لَا تَبْقٰى وَهُوَ الْبِنَاءُ فَأَشْبَهَ الْمَنَافِعَ، أَمَّا حَقُّ الْمُرُورِ يَتَعَلَّقُ بِعَيْنٍ تَبْقٰى وَهُوَ الْأَرْضُ فَأَشْبَهَ الْأَعْيَانَ .

فرمایا: اور راستے کی بیع وہبہ جائز ہے اور پانی گزارنے کے راستے کی بیع اور اس کا ہبہ باطل ہے اور اس مسئلہ میں دو احتمال ہیں (۱) عین راستے اور عین مسیل کو فروخت کرنا (۲) گزرنے کے حق اور پانی بہانے کے راستے کو فروخت کرنا۔

پہلی صورت میں دونوں مسائل کے درمیان فرق یہ ہے کہ راستہ معلوم ہے کیونکہ اس کی لمبائی وچوڑائی معین ہے جبکہ مسیل مجہول ہے کیونکہ پتہ ہی نہیں ہے کہ پانی کتنے مسیل کو شامل کرنے والا ہے۔

دوسری صورت میں یعنی گزرنے کے حق کی بیع میں دو روایات ہیں۔ ان میں سے ایک روایت کے مطابق گزرنے کے حق اور پانی گزارنے کے درمیان فرق یہ ہے کہ گزرنے کا حق معلوم ہے' کیونکہ اس کا تعلق معین جگہ کے ساتھ ہے اور وہ راستہ ہی ہے اور جہاں تک چھت سے پانی گزارنے کا تعلق ہے' تو وہ بلندی والے حق کی مثل ہے' جبکہ مسیل علی الارض اپنے مقام کی جہالت کے سبب مجہول ہے اور بلندی حق اور حق مرور کے درمیان دوسری فرق کرنے والی روایت یہ ہے کہ بلندی والے کا حق ایسے عین کی بناء سے متعلق ہے' جو باقی رہنے والا نہیں ہے پس یہ منافع کے مشابہ ہو جائے گا البتہ حق مرور تو اس کا تعلق ایسے عین کے ساتھ ہے' جو باقی رہنے والا ہے یعنی زمین ہے' تو یہ اعیان کے مشابہ ہو جائے گا۔

باندی کو بیچنے کے بعد غلام ہو جانے کی صورت میں ممانعت بیع کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً فَإِذَا هُوَ غُلَامٌ) فَلَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ كَبْشًا فَإِذَا هُوَ نَعْجَةٌ حَيْثُ يَنْعَقِدُ الْبَيْعُ وَيَتَخَيَّرُ .

وَالْفَرْقُ يَنْبَنِي عَلَى الْأَصْلِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي النِّكَاحِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ أَنَّ الْإِشَارَةَ مَعَ التَّسْمِيَةِ إِذَا اجْتَمَعَتَا فَفِي مُخْتَلِفِي الْجِنْسِ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِالْمُسَمَّى وَيَبْطُلُ لِانْعِدَامِهِ، وَفِي مُتَّحِدِي الْجِنْسِ يَتَعَلَّقُ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ وَيَنْعَقِدُ لِوُجُودِهِ وَيَتَخَيَّرُ لِفَوَاتِ الْوَصْفِ كَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا عَلَى أَنَّهُ خَبَّازٌ فَإِذَا هُوَ كَاتِبٌ، وَفِي مَسْأَلَتِنَا الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى مِنْ بَنِي آدَمَ جِنْسَانِ لِلتَّفَاوُتِ فِي الْأَغْرَاضِ، وَفِي الْحَيَوَانَاتِ جِنْسٌ وَاحِدٌ لِلتَّقَارُبِ فِيهَا وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي هَذَا دُونَ الْأَصْلِ كَالْخَلِّ وَالدِّبْسِ جِنْسَانِ .وَالْوَذَارِيُّ والزندنيجي عَلَى مَا قَالُوا جِنْسَانِ مَعَ اتِّحَادِ أَصْلِهِمَا .

اور جب کسی شخص نے باندی کو بیچ دیا ہے اس کے بعد وہ غلام نکلی تو عقد کرنے والوں کے درمیان کوئی عقد بیع نہ ہو گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی نے مینڈھا بیچا اور وہ مبیع بھیڑ نکلی تو بیع منعقد ہو جائے گی۔ اور خریدار کو خیار حاصل ہو گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں فرق اسی اصل کے مطابق ہے' جس ہم کتاب نکاح میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے بیان کر آئے ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ جب اشارہ اور تسمیہ دونوں کی مسئلہ میں جمع ہو جائیں' تو اختلاف جنس کی صورت میں عقد مسمی سے متعلق ہو گا' اور تسمیہ کے معدوم ہونے کے سبب عقد باطل ہو جائے گا۔ اور اتحاد جنس کی صورت میں عقد مشار الیہ سے متعلق ہو گا۔ اور اس میں موجود ہونے کے سبب سے منعقد ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

البتہ وصف کے باقی رہنے کے سبب خریدار کو خیار کا حق حاصل ہے' جس طرح جب کسی نے اس شرط پر غلام کو خریدا کہ روٹی پکانے والا ہے پھر وہ کاتب نکلا۔ اور ہمارے اس مسئلہ میں اختلاف اغراض کے سبب ابن آدم کے مذکر و مؤنث دو علیحدہ علیحدہ

اجناس ہیں جبکہ قلیل فرق کے سبب حیوانات میں مذکر و مؤنث دونوں کو ایک ہی جنس شمار کیا جاتا ہے اور اختلاف جنس اور اتحاد جنس دونوں میں یہی چیز معتبر ہے لہٰذا اصل ماہیت کا اعتبار نہ ہوگا' جس طرح سرکہ اور انگور دو جنس ہیں اور اسی طرح وزری اور زندیچی کپڑے فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق اصلیت کے متحد ہونے کے باوجود علیحدہ علیحدہ جنس کے ہیں۔

خریداری کے بعد اسی مبیع کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِأَلْفِ دِرْهَمٍ حَالَّةً أَوْ نَسِيئَةً فَقَبَضَهَا ثُمَّ بَاعَهَا مِنَ الْبَائِعِ بِخَمْسِمِائَةٍ قَبْلَ أَنْ يَنْقُدَ الثَّمَنَ الْأَوَّلَ لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ الثَّانِي) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ لِأَنَّ الْمِلْكَ قَدْ تَمَّ فِيهَا بِالْقَبْضِ فَصَارَ الْبَيْعُ مِنَ الْبَائِعِ وَمِنْ غَيْرِهِ سَوَاءً وَصَارَ كَمَا لَوْ بَاعَ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ أَوْ بِالزِّيَادَةِ أَوْ بِالْعَرْضِ.

وَلَنَا قَوْلُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لِتِلْكَ الْمَرْأَةِ وَقَدْ بَاعَتْ بِسِتِّمِائَةٍ بَعْدَمَا اشْتَرَتْ بِثَمَانِمِائَةٍ: بِئْسَمَا شَرَيْت وَاشْتَرَيْت، أَبْلِغِي زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَبْطَلَ حَجَّهُ وَجِهَادَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَمْ يَتُبْ؛ وَلِأَنَّ الثَّمَنَ لَمْ يَدْخُلْ فِي ضَمَانِهِ فَإِذَا وَصَلَ إِلَيْهِ الْمَبِيعُ وَوَقَعَتْ الْمُقَاصَّةُ بَقِيَ لَهُ فَضْلُ خَمْسِمِائَةٍ وَذَلِكَ بِلَا عِوَضٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ بِالْعَرْضِ لِأَنَّ الْفَضْلَ إِنَّمَا يَظْهَرُ عِنْدَ الْمُجَانَسَةِ.

اور جب کسی شخص نے ایک ہزار دراہم نقد یا ادھار کے بدلے میں کوئی باندی خرید لی اور اس پر قبضہ بھی کر لیا اس کے قیمت ادا کرنے سے پہلے ہی اسی باندی کو بیچنے والا سے پانچ سو دراہم میں فروخت کر دیا تو دوسری صورت میں بیع جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ قبضہ کے ذریعے بیع میں ملکیت مکمل ہو چکی ہے پس بیچنے والا اور غیر بیچنے والا دونوں کو فروخت کرنا برابر ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح خریدار نے اس کو پہلی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ یا کسی سامان کے بدلے میں بیچ دیا ہے۔

ہماری دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے: انہوں نے اس عورت سے کہا تھا جس نے آٹھ سو دراہم میں ایک باندی خرید کر اس کو چھ سو دراہم میں بیچ دیا تھا۔ کہ تو نے بہت بری خرید و فروخت کی ہے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو مطلع کر دو کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے حج اور جہاد سب کو ضائع کر دے گا' اور یہ بھی دلیل ہے کہ قیمت بیچنے والے کی ضمان میں داخل نہیں ہوئی ہے اور اس کے بعد جب مبیع اس کے پاس پہنچ گئی ہے' تو یہ مقاصہ واقع ہوا ہے۔ بیچنے والے کو پانچ سو زائد ملے ہیں جو بغیر کسی بدلے کے ہیں بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے سامان کے بدلے میں بیچ دیا ہو کیونکہ اب زیادتی کا ظاہر ہونا اتحاد جنس کے ساتھ ہوا ہے۔

خرید کردہ مبیع کے ساتھ کوئی چیز ملا کر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرٰی جَارِیَةً بِخَمْسِمِائَةٍ ثُمَّ بَاعَهَا وَاُخْرٰی مَعَهَا مِنَ الْبَائِعِ قَبْلَ اَنْ یَنْقُدَ الثَّمَنَ بِخَمْسِمِائَةٍ فَالْبَیْعُ جَائِزٌ فِی الَّتِیْ لَمْ یَشْتَرِهَا مِنَ الْبَائِعِ وَیَبْطُلُ فِی الْاُخْرٰی) لِاَنَّهُ لَا بُدَّ اَنْ یَجْعَلَ بَعْضَ الثَّمَنِ بِمُقَابَلَةِ الَّتِیْ لَمْ یَشْتَرِهَا مِنْهُ فَیَکُوْنُ مُشْتَرِیًا لِلْاُخْرٰی بِاَقَلَّ مِمَّا بَاعَ وَهُوَ فَاسِدٌ عِنْدَنَا، وَلَمْ یُوْجَدْ هٰذَا الْمَعْنٰی فِیْ صَاحِبَتِهَا وَلَا یَشِیْعُ الْفَسَادُ لِاَنَّهُ ضَعِیْفٌ فِیْهَا لِکَوْنِهٖ مُجْتَهِدًا فِیْهِ اَوْ ؛ لِاَنَّهُ بِاعْتِبَارِ شُبْهَةِ الرِّبَا، اَوْ ؛ لِاَنَّهُ طَارِءٌ ؛ لِاَنَّهُ یَظْهَرُ بِانْقِسَامِ الثَّمَنِ اَوِ الْمُقَاصَّةِ فَلَا یَسْرِیْ اِلٰی غَیْرِهَا ۔

فرمایا: جب کسی شخص نے پانچ سو دراہم میں باندی خریدی اور اس کے ساتھ ایک دوسری باندی کو ملا کر دونوں کو ثمن کی ادائیگی سے بیچنے والے کو پانچ سو دراہم میں فروخت کر دی تو جس باندی کو اس نے بیچنے والے نے خریدا تھا اس میں بیع جائز ہے اور دوسری میں بیع باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ خریدار کے لئے ضروری ہے کہ اس نے جس نے باندی کو بیچنے والا خریدا نہیں ہے اس کے مقابل کچھ قیمت مقرر کرے ورنہ بیچنے والا دوسری باندی کو اس کی خرید سے کم قیمت پر خریدنے والا ہوگا' جو ہمارے نزدیک فاسد ہے' جبکہ دوسری باندی میں یہ حکم نہ ہوگا' کیونکہ اس میں فساد بڑھنے والا نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اختلاف کے سبب خریدی ہوئی باندی میں فساد کم ہے یا یہ سبب ہے کہ فساد سود کے اشتباہ کی وجہ سے ہے یا اس لئے کہ فاسد طاری ہونے والا ہے یا اس لئے کہ فساد کا ظاہر ہونا قیمت کی تقسیم یا مقاصہ سے ہو جائے گا۔ پس یہ امور دوسری باندی میں سرایت کرنے والے نہیں ہیں۔

خریدار کا پیمانے میں شرط لگانے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرٰی زَیْتًا عَلٰی اَنْ یَزِنَهُ بِظَرْفِهٖ فَیَطْرَحَ عَنْهُ مَکَانَ کُلِّ ظَرْفٍ خَمْسِیْنَ رَطْلًا فَهُوَ فَاسِدٌ، وَلَوِ اشْتَرٰی عَلٰی اَنْ یَطْرَحَ عَنْهُ بِوَزْنِ الظَّرْفِ جَازَ) ؛ لِاَنَّ الشَّرْطَ الْاَوَّلَ لَا یَقْتَضِیْهِ الْعَقْدُ وَالثَّانِیْ یَقْتَضِیْهِ ۔

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرٰی سَمْنًا فِیْ زِقٍّ فَرَدَّ الظَّرْفَ وَهُوَ عَشَرَةُ اَرْطَالٍ) فَقَالَ الْبَائِعُ الزِّقُّ غَیْرُ هٰذَا وَهُوَ خَمْسَةُ اَرْطَالٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِیْ، لِاَنَّهُ اِنْ اُعْتُبِرَ اخْتِلَافًا فِیْ تَعْیِیْنِ الزِّقِّ الْمَقْبُوْضِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْقَابِضِ ضَمِیْنًا کَانَ اَوْ اَمِیْنًا، وَاِنْ اُعْتُبِرَ اخْتِلَافًا فِی السَّمْنِ فَهُوَ فِی الْحَقِیْقَةِ اخْتِلَافٌ فِی الثَّمَنِ فَیَکُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُشْتَرِیْ ؛ لِاَنَّهُ یُنْکِرُ الزِّیَادَةَ ۔

اور جس شخص نے زیتون کا تیل اس شرط کے ساتھ بیچنے والا سے خریدا کہ وہ خریدار کے پیمانے سے وزن کرے گا مگر ہر برتن کے بدلے خریدار سے پچاس رطل کم کرتا ہے' تو یہ بیع فاسد ہے۔ اور جب اس شرط پر خریدا کہ بیچنے والا خریدار سے برتن کے

وزن کے برابر کم کرے گا' تو یہ جائز ہے' کیونکہ پہلی شرط کا عقد تقاضہ کرنے والا نہیں ہے' جبکہ شرط ثانی کا تقاضہ کرنے والا ہے۔

اور جس شخص نے ایک مشک میں گھی خریدا اور برتن کو واپس کر دیا اور وہ دس رطل ہے اس کے بعد بیچنے والے نے کہا: مشک اس کے سوا ہے وہ پانچ رطل کا تھا تو اب خریدار کا قول معتبر ہوگا' کیونکہ جب اس کو قبضہ والے مشک کے تعین میں مختلف مان لیا جائے' تو قابض کا قول معتبر ہوگا اگر چہ وہ ضامن ہو یا امانت کے طور پر ہو۔ اور جب گھی کی مقدار میں اختلاف مان لیا گیا تو وہ اصل میں ثمن میں اختلاف ہوگا اور خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ وہی زیادتی کا انکار کرنے والا ہے۔

مسلمان کا نصرانی کو شراب کی بیع میں وکیل بنانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا اَمَرَ الْمُسْلِمُ نَصْرَانِيًّا بِبَيْعِ خَمْرٍ اَوْ شِرَائِهَا فَفَعَلَ جَازَ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا لَا يَجُوْزُ: عَلَى الْمُسْلِمِ) وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْخِنْزِيْرُ، وَعَلٰى هٰذَا تَوْكِيْلُ الْمُحْرِمِ غَيْرَهُ بِبَيْعِ صَيْدِهِ.

لَهُمَا اَنَّ الْمُوَكِّلَ لَا يَلِيْهِ فَلَا يُوَلِّيْهِ غَيْرَهُ ؛ وَلِاَنَّ مَا يَثْبُتُ لِلْوَكِيْلِ يَنْتَقِلُ اِلَى الْمُوَكِّلِ فَصَارَ كَاَنَّهُ بَاشَرَهُ بِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوْزُ.

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْعَاقِدَ هُوَ الْوَكِيْلُ بِاَهْلِيَّتِهِ وَوِلَايَتِهِ، وَانْتِقَالُ الْمِلْكِ اِلَى الْاٰمِرِ اَمْرٌ حُكْمِيٌّ فَلَا يَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْاِسْلَامِ كَمَا اِذَا وَرِثَهُمَا، ثُمَّ اِنْ كَانَ خَمْرًا يُخَلِّلُهَا وَاِنْ كَانَ خِنْزِيْرًا يُسَيِّبُهُ.

فرمایا: اور جب کسی مسلمان نے نصرانی کو شراب کی خرید و فروخت میں وکیل بنا دیا اور اس نے یہ کام کر دیا ہے' تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک مسلمان کو اس طرح کا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ اور خنزیر کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ اور احرام والے کا اپنا شکار بیچنے میں کسی کو وکیل بنانے کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب خود مؤکل اس کا اہل نہیں ہے' تو دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنایا جا سکتا' کیونکہ وکیل کے لئے ثابت ہونے والی چیز مؤکل کی جانب منتقل ہونے والی ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح مؤکل نے خود یہ کام کیا ہو حالانکہ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ وکیل اپنی اہلیت وولایت سے خود عقد کرنے والا ہے' جبکہ حکم دینے والے کی جانب ملکیت کا انتقال ایک غیر اختیاری معاملہ ہے پس اسلام کے سبب یہ منع نہ ہوگا' جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب شراب اور خنزیر مسلمان کو وراثت میں مل جائیں۔ اور اب جبکہ مأمور بہ شراب ہے' تو وہ مسلمان اس کا سرکہ بنائے اور خنزیر ہو تو اس کو چھوڑ دے۔

غلام کو شرط مکاتبت یا تدبیر پر بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلٰى اَنْ يُعْتِقَهُ الْمُشْتَرِيْ اَوْ يُدَبِّرَهُ اَوْ يُكَاتِبَهُ اَوْ اَمَةً عَلٰى اَنْ يَسْتَوْلِدَهَا

فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) ؛ لِأَنَّ هٰذَا بَيْعٌ وَشَرْطٌ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ . ثُمَّ جُمْلَةُ الْمَذْهَبِ فِيهِ أَنْ يُقَالَ: كُلُّ شَرْطٍ يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ كَشَرْطِ الْمِلْكِ لِلْمُشْتَرِي لَا يُفْسِدُ الْعَقْدَ لِثُبُوتِهِ بِدُونِ الشَّرْطِ، وَكُلُّ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ أَوْ لِلْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الِاسْتِحْقَاقِ يُفْسِدُهُ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ الْمَبِيعَ ؛ لِأَنَّ فِيهِ زِيَادَةً عَارِيَةً عَنِ الْعِوَضِ فَيُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا، أَوْ ؛ لِأَنَّهُ يَقَعُ بِسَبَبِهِ الْمُنَازَعَةُ فَيَعْرَى الْعَقْدُ عَنْ مَقْصُودِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُتَعَارَفًا ؛ لِأَنَّ الْعُرْفَ قَاضٍ عَلَى الْقِيَاسِ، وَلَوْ كَانَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَلَا مَنْفَعَةَ فِيهِ لِأَحَدٍ لَا يُفْسِدُهُ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْمَذْهَبِ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الْمُشْتَرِي الدَّابَّةَ الْمَبِيعَةَ لِأَنَّهُ انْعَدَمَتِ الْمُطَالَبَةُ فَلَا يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا، وَلَا إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر غلام کو بیچا کہ وہ اس کو مدبر بنائے یا اس کو مکاتب بنائے یا اس کو آزاد کرے یا اس نے باندی اس شرط پر فروخت کی کہ خریدار اس کو ام ولد بنائے گا۔ تو ان تمام احوال میں بیع فاسد ہو جائے گی' کیونکہ یہ بیع بھی ہے اور شرط بھی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بیع کو شرط کے ساتھ کرنے سے منع کیا ہے اس بارے میں مذہب کا حاصل یہ ہے ہر وہ چیز جو عقد کا تقاضہ کرنے کے مطابق ہو وہ عقد کو فاسد کرنے والی نہیں ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ وہ شرط کے بغیر بھی ثابت ہے۔

اور ہر وہ چیز جو عقد کے تقاضہ کے خلاف ہو اور اس میں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کا یا معقود علیہ کا فائدہ بھی ہے تو معقود علیہ حقدار ہونے کا اہل ہوا تو وہ شرط عقد کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح یہ شرط لگاتا کہ خریدار مبیع غلام کو فروخت نہ کرے گا' کیونکہ اس میں ایک ایسی زبردستی ہے' جو بدلے سے مجرد ہے پس یہ سود کا سبب بننے والی ہے۔ یا اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ جھگڑے کا ذریعہ بننے والی ہے' جبکہ عقد اپنے مقصد سے خالی رہ جائے گا۔

ہاں البتہ جب وہ شرط معروف ہے' کیونکہ قیاس پر غالب رہنے والا عرف ہے۔ اور جب شرط تقاضہ عقد کے خلاف نہ ہو اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہ ہو تو ایسی شرط عقد کو فاسد کرنے والی نہیں ہے۔ ظاہر مذہب یہی ہے' جس طرح یہ شرط لگاتا کہ خریدار مبیع میں ٹھہرائی ہوئی سواری کو فروخت نہ کرے گا۔ کیونکہ طلب کرنا معدوم ہے پس ایسی شرط سود اور جھگڑے کا سبب نہ بنے گی۔

عقد کا تقاضہ تصرف میں آزادی و اختیار ہونے کا بیان

إِذَا ثَبَتَ هٰذَا فَنَقُولُ: إِنَّ هٰذِهِ الشُّرُوطَ لَا يَقْتَضِيهَا الْعَقْدُ ؛ لِأَنَّ قَضِيَّتَهُ الْإِطْلَاقُ فِي التَّصَرُّفِ وَالتَّخْيِيرُ لَا الْإِلْزَامُ حَتْمًا، وَالشَّرْطُ يَقْتَضِي ذٰلِكَ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِلْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَإِنْ كَانَ يُخَالِفُنَا فِي الْعِتْقِ وَيَقِيسُهُ عَلَى بَيْعِ الْعَبْدِ نَسَمَةً فَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَتَفْسِيرُ الْمَبِيعِ نَسَمَةً أَنْ يُبَاعَ مِمَّنْ يَعْلَمُ أَنَّهُ يُعْتِقُهُ لَا أَنْ يُشْتَرَطَ فِيهِ، فَلَوْ أَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي بَعْدَمَا اشْتَرَاهُ بِشَرْطِ الْعِتْقِ صَحَّ الْبَيْعُ حَتّٰى يَجِبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: يَبْقٰى فَاسِدًا حَتّٰى يَجِبَ عَلَيْهِ الْقِيمَةُ؛ لِاَنَّ الْبَيْعَ قَدْ وَقَعَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا كَمَا اِذَا تَلِفَ بِوَجْهٍ آخَرَ.

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ شَرْطَ الْعِتْقِ مِنْ حَيْثُ ذَاتِهِ لَا يُلَائِمُ الْعَقْدَ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَلٰكِنْ مِنْ حَيْثُ حُكْمِهِ يُلَائِمُهُ؛ لِاَنَّهُ مُنْهٍ لِلْمِلْكِ وَالشَّيْءُ بِانْتِهَائِهِ يَتَقَرَّرُ، وَلِهٰذَا لَا يَمْنَعُ الْعِتْقُ الرُّجُوْعَ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ، فَاِذَا تَلِفَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ لَمْ تَتَحَقَّقِ الْمُلَاءَمَةُ فَيَتَقَرَّرُ الْفَسَادُ، وَاِذَا وُجِدَ الْعِتْقُ تَحَقَّقَتِ الْمُلَاءَمَةُ فَيَتَرَجَّحُ جَانِبُ الْجَوَازِ فَكَانَ الْحَالُ قَبْلَ ذٰلِكَ مَوْقُوْفًا.

اور جب شرط کے بارے میں یہ اصول ثابت ہو چکا ہے تو ہم نے کہا: یہ تمام شرائط تقاضہ عقد کے خلاف ہیں۔ کیونکہ عقد تصرف میں آزادی اور اختیار کا تقاضہ کرنے والا ہے نہ کہ الزام کو لازم کرنے والا ہے جبکہ شرط اسی لزوم کا تقاضہ کرنے والی ہے اور اس میں معقود علیہ کا نفع بھی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اگر چہ شرط عتق میں ہمارے خلاف ہیں اور غلام کی بیع نسمہ پر اس کو قیاس کرنے والے ہیں مگر انہی کے خلاف وہ حدیث دلیل ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور بیع نسمہ کا مطلب یہ ہے کہ عتق کو عقد میں مشروع کیے بغیر ایسے آدمی کو غلام بیچا جس کے بارے میں پتہ ہو کہ وہ اس کو آزاد کرے گا۔ اس کے بعد جب آزادی کی شرط سے خریدنے کے بعد خریدار نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو بیع درست ہو جائے گی اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر ثمن واجب ہو جائے گی۔

صاحبین نے کہا: بیع باقی رہے گی حتیٰ کہ خریدار پر قیمت واجب ہو جائے گی کیونکہ بیع فاسدہ بھی واقع ہونے والی ہے پس وہ جواز میں تبدیل نہ ہو گی۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب غلام کسی دوسرے سبب کے پیش نظر ہلاک ہو گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ آزادی کی شرط اپنی ذات کے اعتبار سے عقد کے مطابق نہیں ہے جس طرح ہم نے ذکر کر دیا ہے جبکہ بطور حکم وہ عقد کے مطابق ہے کیونکہ وہ ملکیت کو پورا کرنے والی ہے کیونکہ کوئی بھی چیز مکمل اور انجام کو پہنچ جانے کے بعد پکی ہو جاتی ہے اسی دلیل کے سبب آزادی سے رجوع نقصان عیب کے ساتھ مانع نہ ہو گا۔ اور اگر غلام کسی دوسرے سبب سے ہلاک ہوا ہے تو مناسبت ثابت نہ ہوئی پس فساد مستحکم ہونے والا ہے اور جب آزادی پائی گئی تو مناسبت بھی ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ جواز کی جانب راجح ہو چکی ہے پس عقد کی حالت اس سے پہلے پر موقوف رہے گی۔

ایک ماہ کی مدت تک خدمت پر غلام بیچنے کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ لَوْ بَاعَ عَبْدًا عَلٰى اَنْ يَسْتَخْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا اَوْ دَارًا عَلٰى اَنْ يَسْكُنَهَا اَوْ عَلٰى اَنْ يُقْرِضَهُ الْمُشْتَرِيْ دِرْهَمًا اَوْ عَلٰى اَنْ يُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةً)؛ لِاَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِاَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ؛ وَلِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنْ بَيْعٍ وَسَلَفٍ؛ وَلِاَنَّهُ لَوْ كَانَ الْخِدْمَةُ وَالسُّكْنٰى يُقَابِلُهُمَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ يَكُوْنُ اِجَارَةً فِيْ بَيْعٍ، وَلَوْ كَانَ لَا يُقَابِلُهُمَا يَكُوْنُ

اِعَارَةً فِی بَیْعٍ .(وَقَدْ نَهَی النَّبِیُّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ صَفْقَتَیْنِ فِی صَفْقَةٍ)

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَیْنًا عَلٰی اَنْ لَا یُسَلِّمَهُ اِلٰی رَاْسِ الشَّهْرِ فَالْبَیْعُ فَاسِدٌ) ؛ لِاَنَّ الْاَجَلَ فِی الْمَبِیعِ الْعَیْنِ بَاطِلٌ فَیَکُوْنُ شَرْطًا فَاسِدًا، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الْاَجَلَ شُرِعَ تَرْفِیهًا فَیَلِیقُ بِالدُّیُونِ دُونَ الْاَعْیَانِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر غلام کو فروخت کیا کہ وہ ایک ماہ تک بیچنے والے کی خدمت کرے گا یا اس نے کسی گھر کو اس شرط پر بیچا کہ ایک ماہ تک اس میں رہائش رکھے گا یا اس شرط پر کسی چیز کو بیچا کہ خریدار اس کو ایک درہم قرض دے گا یا خریدار اس کو کچھ ہدیہ دے گا' تو ان تمام احوال میں یہ بیع فاسد ہے' کیونکہ یہ شرائط تقاضہ عقد کے خلاف ہیں۔ اور ان میں ایک میں عقد کرنے والوں کا فائدہ بھی ہے اور وہ اس لئے منع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور قرض سے منع کیا ہے۔ ہاں البتہ جب خدمت اور رہائش میں کچھ قیمت ہو تو یہ بیع اجارہ میں تبدیل ہو جائے گی اور جب ان کے مقابلے میں کوئی ثمن نہ ہو تو یہ بیع اعارہ ہو جائے گی' جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کو دو عقدوں میں جمع کرنے سے منع کیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کسی چیز کا عین اس شرط پر بیچا کہ چاند رات وہ مبیع کو خریدار کے حوالے نہ کرے گا' تو بیع فاسد ہے' کیونکہ مبیع عین میں مدت باطل ہے پس یہ شرط فاسد ہوگی اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ مدت کو آسانی کے لئے مشروع کیا گیا ہے پس وہ دیون کے مناسب ہوگی اعیان کے مناسب نہ ہوگی۔

باندی کا حمل ترک کرتے ہوئے صرف باندی کی بیع کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرٰی جَارِیَةً اِلَّا حَمْلَهَا فَالْبَیْعُ فَاسِدٌ) وَالْاَصْلُ اَنَّ مَا لَا یَصِحُّ اِفْرَادُهُ بِالْعَقْدِ لَا یَصِحُّ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنَ الْعَقْدِ، وَالْحَمْلُ مِنْ هٰذَا الْقَبِیلِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ اَطْرَافِ الْحَیَوَانِ لِاتِّصَالِهِ بِهِ خِلْقَةً وَبَیْعُ الْاَصْلِ یَتَنَاوَلُهُمَا فَالِاسْتِثْنَاءُ یَکُوْنُ عَلٰی خِلَافِ الْمُوجِبِ فَلَا یَصِحُّ فَیَصِیرُ شَرْطًا فَاسِدًا، وَالْبَیْعُ یَبْطُلُ بِهِ وَالْکِتَابَةُ وَالْاِجَارَةُ وَالرَّهْنُ بِمَنْزِلَةِ الْبَیْعِ ؛ لِاَنَّهَا تُبْطِلُ الشُّرُوطَ الْفَاسِدَةَ، غَیْرَ اَنَّ الْمُفْسِدَ فِی الْکِتَابَةِ مَا یَتَمَکَّنُ فِی صُلْبِ الْعَقْدِ مِنْهَا، وَالْهِبَةُ وَالصَّدَقَةُ وَالنِّکَاحُ وَالْخُلْعُ وَالصُّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ لَا تَبْطُلُ بِاسْتِثْنَاءِ الْحَمْلِ، بَلْ یَبْطُلُ الِاسْتِثْنَاءُ ؛ لِاَنَّ هٰذِهِ الْعُقُودَ لَا تُبْطِلُ الشُّرُوطَ الْفَاسِدَةَ، وَکَذَا الْوَصِیَّةُ لَا تَبْطُلُ بِهِ، لٰکِنْ یَصِحُّ الِاسْتِثْنَاءُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْحَمْلُ مِیرَاثًا وَالْجَارِیَةُ وَصِیَّةً ؛ لِاَنَّ الْوَصِیَّةَ اُخْتُ الْمِیرَاثِ وَالْمِیرَاثُ یَجْرِی فِیمَا فِی الْبَطْنِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اسْتَثْنٰی خِدْمَتَهَا ؛ لِاَنَّ الْمِیرَاثَ لَا یَجْرِی فِیهَا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے باندی کے حمل کو ترک کرتے ہوئے صرف باندی کو خریدا تو یہ بیع فاسد ہے اور اس کی دلیل یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جس چیز کا اکیلے عقد درست نہیں ہے اس عقد سے استثناء بھی درست نہیں ہے اور حمل اسی حکم سے ہے۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ حمل پیدائشی طور پر مادہ کے اتصال کے سبب حیوان کے اعضاء کے حکم میں ہے۔ اور اصل کی بیع اطراف کی بیع کو شامل ہوتی ہے۔ پس یہ استثناء عقد کے موجب کے خلاف ہے اور درست نہ ہوگا' اور اسی طرح یہ استثناء شرط فاسد بن جائے گا' اور شرط فاسد سے بیع باطل ہو جاتی ہے۔

اور اسی طرح کتابت، اجارہ اور رہن بھی بیع کے حکم میں ہیں کیونکہ یہ اشیاء بھی شرائط فاسدہ کے سبب باطل ہو جاتی ہیں جبکہ کتابت کے لئے مفسد کا صلب عقد میں موجود ہونا لازم ہے۔

اور ہبہ، صدقہ، نکاح، خلع اور قتل عمد سے صلح کرنے میں یہ چیزیں حمل کا استثناء کرنے سے باطل نہ ہوں گی بلکہ استثناء خود باطل ہونے والا ہے۔ کیونکہ یہ عقود شرائط فاسدہ کے سبب باطل ہونے والے نہیں ہیں۔ اور وصیت بھی استثناء حمل سے باطل نہ ہوگی' جبکہ استثناء درست ہو جائے گا' اور میراث حمل میں بھی جاری ہو جائے گی۔ اور باندی وصیت میں ہو جائے گی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے اور جو کچھ پیٹ میں ہے اس میں میراث جاری ہو جائے گی بہ خلاف اس صورت کے کہ جب باندی کی خدمت کا استثناء کیا ہے' کیونکہ خدمت میں میراث جاری نہ ہوگی۔

سلوانے کی شرط پر کپڑا خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى أَنْ يَقْطَعَهُ الْبَائِعُ وَيَخِيطَهُ قَمِيصًا أَوْ قَبَاءً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ ؛ وَلِأَنَّهُ يَصِيرُ صَفْقَةً فِي صَفْقَةٍ عَلَى مَا مَرَّ (وَمَنِ اشْتَرَى نَعْلًا عَلَى أَنْ يَحْذُوَهَا الْبَائِعُ قَالَ أَوْ يُشَرِّكَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا ذَكَرَهُ جَوَابُ الْقِيَاسِ، وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا، وَفِي الِاسْتِحْسَانِ: يَجُوزُ لِلتَّعَامُلِ فِيهِ فَصَارَ كَصَبْغِ الثَّوْبِ، وَلِلتَّعَامُلِ جَوَّزْنَا الِاسْتِصْنَاعَ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر کپڑے کو خریدا کہ بیچنے والا اس کو سلوا کر یا قمیص بنوا کر دے گا یا جبہ بنوا دے گا' تو بیع فاسد ہے' کیونکہ یہ شرط تقاضہ عقد کے خلاف ہے' اگر چہ اس میں عاقدین میں سے ایک فائدہ بھی ہے اور اسکے منع ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ یہ ایک عقد میں ایک دوسرا عقد ہے' جس طرح کہ پہلے اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اس شرط پر چمڑے کو خریدا کہ بیچنے والا اس کا جوتا بنوا کر دے گا یا وہ اس میں تسمیہ لگوا دے گا' تو یہ بیع فاسد ہے مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: متن میں ذکر کردہ حکم قیاسی ہے اور اس کی دلیل وہی ہے' جس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں مگر لوگوں کے تعامل کے سبب بطور استحسان یہ صورت جائز ہے پس یہ کپڑے کو رنگ دینے کے مشابہ ہو جائے گا' اور تعامل کی دلیل وہی ہے' جس کو ہم استصناع میں جائز قرار دے آئے ہیں۔

نیروز ومہرجان کے عہد پر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَالْبَيْعُ اِلَى النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ وَصَوْمِ النَّصَارٰى وَفِطْرِ الْيَهُوْدِ اِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايِعَانِ ذٰلِكَ فَاسِدٌ لِجَهَالَةِ الْاَجَلِ) وَهِيَ مُفْضِيَةٌ اِلَى الْمُنَازَعَةِ فِي الْبَيْعِ لِابْتِنَائِهَا عَلَى الْمُمَاكَسَةِ اِلَّا اِذَا كَانَا يَعْرِفَانِهِ لِكَوْنِهِ مَعْلُوْمًا عِنْدَهُمَا، اَوْ كَانَ التَّاْجِيْلُ اِلٰى فِطْرِ النَّصَارٰى بَعْدَمَا شَرَعُوْا فِي صَوْمِهِمْ ؛ لِاَنَّ مُدَّةَ صَوْمِهِمْ مَعْلُوْمَةٌ بِالْاَيَّامِ فَلَا جَهَالَةَ فِيْهِ .

فرمایا: نیروز، مہرجان، صوم نصاریٰ اور عید یہود کے وعدے پر بیع کرنا فاسد ہے' جبکہ عقد کرنے والوں کو ان کی مدت معلوم نہ ہو لہٰذا یہ فساد جہالت کے سبب ہوگا۔ اور یہ جہالت نزاع کی طرف لے جانے والی ہے' کیونکہ یہ ٹال مٹول کرنے پر مبنی ہے ہاں البتہ جب عقد کرنے والوں کو مدت معلوم ہو کیونکہ اب میعاد کا علم ہوگا یا پھر نصاریٰ کا روزہ شروع ہونے کے بعد ان کی عید کی میعاد ہوگی' کیونکہ ایام ہی ذریعے ان کے روزوں کی مدت معلوم ہوتی ہے پس یہ صورت جہالت سے بری ہے۔

ہاڑی ساونی کے وعدے پر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ الْبَيْعُ اِلٰى قُدُوْمِ الْحَاجِّ)، وَكَذٰلِكَ اِلَى الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَالْقِطَافِ وَالْجِزَازِ ؛ لِاَنَّهَا تَتَقَدَّمُ وَتَتَاَخَّرُ، وَلَوْ كَفَلَ اِلٰى هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ جَازَ ؛ لِاَنَّ الْجَهَالَةَ الْيَسِيْرَةَ مُتَحَمَّلَةٌ فِي الْكَفَالَةِ وَهٰذِهِ الْجَهَالَةُ يَسِيْرَةٌ مُسْتَدْرَكَةٌ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فِيْهَا وَلِاَنَّهُ مَعْلُوْمُ الْاَصْلِ ؛ اَلَا يُرٰى اَنَّهَا تَحْتَمِلُ الْجَهَالَةَ فِي اَصْلِ الدَّيْنِ بِاَنْ تُكْفَلَ بِمَا ذَابَ عَلٰى فُلَانٍ فَفِي الْوَصْفِ اَوْلٰى، بِخِلَافِ الْبَيْعِ فَاِنَّهُ لَا يَحْتَمِلُهَا فِي اَصْلِ الثَّمَنِ، فَكَذَا فِي وَصْفِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ مُطْلَقًا ثُمَّ اَجَّلَ الثَّمَنَ اِلٰى هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ حَيْثُ جَازَ ؛ لِاَنَّ هٰذَا تَاْجِيْلٌ فِي الدَّيْنِ وَهٰذِهِ الْجَهَالَةُ فِيْهِ مُتَحَمَّلَةٌ بِمَنْزِلَةِ الْكَفَالَةِ، وَلَا كَذٰلِكَ اشْتِرَاطُهُ فِي اَصْلِ الْعَقْدِ ؛ لِاَنَّهُ يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ .

فرمایا: حجاج کی آمد، کھیتی کے کاٹنے، گاہ لینے، انگور توڑنے، اور اون وغیرہ کاٹ لینے کے اوقات کے وعدوں پر بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں وقت آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے اور اگر اس نے انہی اوقات تک قرض کی کفالت لی ہے' تو جائز ہے' کیونکہ کفالت میں معمولی جہالت کو برداشت کرلیا جاتا ہے۔ اور یہ جہالت بھی معمولی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے سبب اس کا ازالہ بھی ممکن ہے' کیونکہ قرض کی اصل معلوم ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ کفالت اصل قرض میں جہالت کو برداشت کرنے والی ہے۔ اس لئے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کے قرض کا کفیل بن جائے۔ پس وصف میں بدرجہ اولیٰ جہالت کو برداشت کرلیا جائے گا۔

البتہ بیع میں برداشت نہیں ہوتی کیونکہ بیع اصل ثمن میں جہالت کو برداشت نہیں کرتی پس وہ وصف ثمن میں برداشت نہ کرے

گی۔ (قاعدہ فقہیہ) بہ خلاف اس کے کہ جب کسی مطلق طور پر بیچنے کے بعد انہی اوقات تک ثمن کی مدت کو مقرر کر دیا تو وہ جائز ہے کیونکہ یہ قرض میں مدت کی مہلت ہے اور کفالت کی طرح قرض میں بھی اس طرح کی جہالت کو برداشت کر لیا جائے گا' جبکہ اصل عقد میں مدت کی شرط اس طریقے سے لگانا نہیں ہے' کیونکہ عقد شرط فاسد سے باطل ہونے والا ہے۔

مقررہ مدت سے پہلے اسقاط مدت پر رضامند ہونے کا بیان

(وَلَوْ بَاعَ إِلَى هَذِهِ الْآجَالِ ثُمَّ تَرَاضَيَا بِإِسْقَاطِ الْأَجَلِ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّاسُ فِي الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَقَبْلَ قُدُومِ الْحَاجِّ جَازَ الْبَيْعُ أَيْضًا .

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا وَصَارَ كَإِسْقَاطِ الْأَجَلِ فِي النِّكَاحِ إِلَى أَجَلٍ) وَلَنَا أَنَّ الْفَسَادَ لِلْمُنَازَعَةِ وَقَدْ ارْتَفَعَ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ فِي شَرْطٍ زَائِدٍ لَا فِي صُلْبِ الْعَقْدِ فَيُمْكِنُ إِسْقَاطُهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ ثُمَّ أَسْقَطَا الدِّرْهَمَ الزَّائِدَ ؛ لِأَنَّ الْفَسَادَ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ، وَبِخِلَافِ النِّكَاحِ إِلَى أَجَلٍ ؛ لِأَنَّهُ مُتْعَةٌ وَهُوَ عَقْدٌ غَيْرُ عَقْدِ النِّكَاحِ، وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ ثُمَّ تَرَاضَيَا خَرَجَ وِفَاقًا ؛ لِأَنَّ مَنْ لَهُ الْأَجَلُ يَسْتَبِدُّ بِإِسْقَاطِهِ ؛ لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّهِ .

اور جب کسی شخص نے مذکورہ مدتوں (ہاڑی، ساونی) کو میعاد بناتے ہوئے کوئی چیز بیچ دی اس کے بعد لوگوں کے کٹائی کرنے اور اس کو گاہ دینے میں مصروف ہونے سے پہلے اور حجاج کے آمد سے قبل دونوں عقد کرنے والے اسقاط مدت پر راضی ہوئے' تو یہ بیع جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے: بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کا وقوع ہی بطور فاسد تھا پس وہ جواز میں تبدیل ہونے والی نہ ہوگی اور یہ نکاح متعہ میں اسقاط مدت کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فساد بیع کا سبب نزاع کی وجہ سے تھا جبکہ نزاع اٹھنے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے' جبکہ جہالت ایک زیادہ شرط میں تھی جبکہ وہ نفس عقد میں نہ تھی پس اس کو ساقط کرنا ممکن ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ایک درہم کو دو دراہم کے بدلے میں فروخت کیا ہے اس کے بعد عقد کرنے والوں نے زائد دراہم کو ساقط کر دیا ہے' کیونکہ فساد نفس عقد میں تھا بہ خلاف کسی مدت تک نکاح کرنے کے کیونکہ وہ متعہ ہے اور متعہ عقد نکاح کے سوا دوسرا عقد ہے۔

اور قدوری میں ماتن علیہ الرحمہ کا قول ''پھر وہ دونوں راضی ہوئے'' یہ اتفاقیہ ہے' کیونکہ صاحب میعاد اکیلا اس کو ساقط کر سکتا ہے' کیونکہ میعاد کا تقرر اسی کا حق ہے۔

بیع میں آزاد و غلام وغیرہ کو جمع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَعَبْدٍ أَوْ شَاةٍ ذَكِيَّةٍ وَمَيْتَةٍ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيهِمَا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: اِنْ سَمّٰى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ثَمَنًا جَازَ فِي الْعَبْدِ وَالشَّاةِ الذَّكِيَّةِ (وَاِنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَمُدَبَّرٍ اَوْ بَيْنَ عَبْدِهٖ وَعَبْدِ غَيْرِهٖ صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ) عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ، وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فَسَدَ فِيْهِمَا، وَمَتْرُوْكُ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا كَالْمَيْتَةِ، وَالْمُكَاتَبُ وَاُمُّ الْوَلَدِ كَالْمُدَبَّرِ لَهُ الْاِعْتِبَارُ بِالْفَصْلِ الْاَوَّلِ، اِذْ مَحَلِّيَّةُ الْبَيْعِ مُنْتَفِيَةٌ بِالْاِضَافَةِ اِلَى الْكُلِّ وَلَهُمَا اَنَّ الْفَسَادَ بِقَدْرِ الْمُفْسِدِ فَلَا يَتَعَدّٰى اِلَى الْقِنِّ، كَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْاَجْنَبِيَّةِ وَاُخْتِهٖ فِي النِّكَاحِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا لَمْ يُسَمِّ ثَمَنَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا؛ لِاَنَّهٗ مَجْهُوْلٌ وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَصْلَيْنِ اَنَّ الْحُرَّ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْعَقْدِ اَصْلًا؛ لِاَنَّهٗ لَيْسَ بِمَالٍ وَالْبَيْعُ صَفْقَةٌ وَاحِدَةٌ فَكَانَ الْقَبُوْلُ فِي الْحُرِّ شَرْطًا لِلْبَيْعِ فِي الْعَبْدِ وَهٰذَا شَرْطٌ فَاسِدٌ، بِخِلَافِ النِّكَاحِ؛ لِاَنَّهٗ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوْطِ الْفَاسِدَةِ، وَاَمَّا الْبَيْعُ فِي هٰؤُلَاءِ مَوْقُوْفٌ وَقَدْ دَخَلُوْا تَحْتَ الْعَقْدِ لِقِيَامِ الْمَالِيَّةِ وَلِهٰذَا يَنْفُذُ فِي عَبْدِ الْغَيْرِ بِاِجَازَتِهٖ، وَفِي الْمُكَاتَبِ بِرِضَاهُ فِي الْاَصَحِّ، وَفِي الْمُدَبَّرِ بِقَضَاءِ الْقَاضِيْ، وَكَذَا فِي اُمِّ الْوَلَدِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، اِلَّا اَنَّ الْمَالِكَ بِاسْتِحْقَاقِهِ الْمَبِيْعَ وَهٰؤُلَاءِ بِاسْتِحْقَاقِهِمْ اَنْفُسَهُمْ رَدُّوا الْبَيْعَ فَكَانَ هٰذَا اِشَارَةً اِلَى الْبَقَاءِ، كَمَا اِذَا اشْتَرٰى عَبْدَيْنِ وَهَلَكَ اَحَدُهُمَا قَبْلَ الْقَبْضِ، وَهٰذَا لَا يَكُوْنُ شَرْطَ الْقَبُوْلِ فِي غَيْرِ الْمَبِيْعِ وَلَا بَيْعًا بِالْحِصَّةِ ابْتِدَاءً وَلِهٰذَا لَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ ثَمَنِ كُلِّ وَاحِدٍ فِيْهِ ۔

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام، آزاد کو بیع میں جمع کیا ہے یا اس نے ذبح شدہ اور مردار بکری کو جمع کر کے بیچ دیا ہے تو ان دونوں میں بیع باطل ہو جائے گی۔ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا: جب بیچنے والے نے ہر ایک کی قیمت کو بیان کر دیا ہے تو غلام اور مذبوحہ بکری میں بیع جائز ہے اور جب اس نے غلام اور مدبر کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے ایک ساتھ ہی فروخت کر دیا ہے تو ہمارے فقہاء ثلاثہ کے نزدیک غلام میں اس کے حصہ کی قیمت کے برابر بیع درست ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا: دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اور ہر وہ جانور جس پر ارادے کے ساتھ وقت ذبح اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ مردار کے حکم میں ہے اور مکاتب اور ام ولد یہ دونوں مدبر کے حکم میں ہیں۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ پہلی صورت پر قیاس کرنا ہے کیونکہ سب کی جانب نسبت کرتے ہوئے بیع کا محل ختم ہو چکا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ فساد مفسد کی طاقت کے برابر ہوا کرتا ہے پس کامل غلام کی طرف فساد کی نسبت نہ ہوگی، جس طرح

اس صورت میں ہے کہ جب کسی شخص نے اجنبی عورت اور اپنی بہن کو نکاح میں جمع کر دیا ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ہر ایک کی قیمت بیان نہ کی ہو کیونکہ قیمت مجہول ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل مذکورہ دونوں مسائل میں یہ ہے کہ آزاد عقد میں داخل نہیں ہے لہٰذا وہ مال نہ ہوا اور بیع ایک معاملہ ہے لہٰذا آزاد میں بیع کو قبول کرنا یہ غلام میں بیع کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اور یہ شرط، فاسد شرط ہے۔ بہ خلاف نکاح کے کیونکہ نکاح شرائط فاسدہ سے باطل نہیں ہوا کرتا۔

اور مذکورہ اشیاء میں بیع موقوف ہے اور مالیت کے قائم ہو جانے کے سبب یہ لوگ بھی عقد میں داخل ہوں گے۔ یہی دلیل ہے کہ دوسرے کے غلام میں اس کی اجازت سے بیع نافذ ہو جائے گی۔ اور قول صحیح کے مطابق مکاتب میں اس کی رضا کے ساتھ بیع نافذ ہو جاتی ہے اور مدبر میں قاضی کے فیصلہ کے مطابق بیع نافذ ہو جاتی ہے۔

اور شیخین کے نزدیک اسی طرح ام ولد میں قضائے قاضی کے سبب بیع منعقد ہو جائے گی۔ البتہ مالک نے مبیع میں حقدار ہونے کی وجہ سے اور مذکورہ لوگوں یعنی مکاتب وغیرہ نے ذاتی حقدار ہونے کی وجہ سے مبیع کو رد کر دیا ہے' کیونکہ اس میں بیع کی بقاء کا اشارہ ہے۔

اسی طرح جب کسی شخص نے دو غلاموں کو خریدا اور ان میں سے ایک غلام ہلاک ہو گیا ہے' جبکہ غیر مبیع میں ابھی قبولیت کی شرط بھی نہ تھی اور ابتدائی طور پر بیع بہ حصہ بھی نہیں ہے اسی دلیل کے سبب اس میں ہر ایک کی قیمت کو بیان کرنا شرط نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِی اَحْکَامِہٖ

﴿یہ فصل بیع فاسد کے احکام کے بیان میں ہے﴾

فصل احکام بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب خریدار نے مبیع پر قبضہ کرلیا ہے تو اس وقت اس چیز کا حکم مؤثر ہوتے ہوئے ثابت ہو جائے گا۔ لہٰذا اسی سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے بیع فاسد کے ساتھ ہی اس کے احکام کو بیان کیا ہے۔ کہ بیع فاسد پر جب خریدار کا قبضہ ہو جائے تو اب عاقدین کے لئے حکم شرعی کیا ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک بیع کی چار اقسام ہیں۔ (۱) صحیح (۲) فاسد (۳) باطل (۴) موقوف جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسد و باطل کے سوا اس کی کوئی اقسام نہیں ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۱۸۹، بیروت)

فاسد بیع کے حکم کا بیان

ہر وہ شرط جو ایسی ہو فاسد ہے اور جو شرط فاسد ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور ہر فاسد بیع حرام ہے جس کا فسخ کرنا بیچنے والا اور خریدار میں سے ہر ایک پر واجب ہے اگر وہ فسخ نہ کریں تو دونوں گنہگار ہوں گے اور قاضی جبرا اس بیع کو فسخ کرائے۔

صحیح، باطل اور فاسد کی تعریفات کا بیان

صحیح کی تعریف یہ ہے۔

ھی موافقة أمر الشارعِ و یطلقِ و یراد بھا ترتب آثارِ العملِ فی الدنیا کما تطلق و یراد بھا ترتب آثار العمل فی الآخرة

وہ جو شارع کے حکم کے موافق ہو اور اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے مراد اس دنیا میں عمل کے آثار مرتب ہونا ہے، اسی طرح اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے مراد آخرت میں عمل کے آثار کا مرتب ہونا ہے۔

مثال کے طور پر نماز کی تکمیل اس کے ارکان اور شرائط کو پورا کرنے سے صحیح ہوگی یعنی اس کی سزا اور اس کے ذمہ سے بری ہوا جائے گا اور اس کی قضا ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح بیع اپنے تمام ارکان اور شرائط سے پورا کرنے سے صحیح ہوگا، یعنی شرعی طور پر اسے ملکیت حاصل ہوگی اور ان کے لئے اس سے نفع اٹھانا اور اس کا تصرف مباح ہو جائے گا۔ آخرت میں آثار مرتب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسے اس عمل کا آخرت میں ثواب ملے گا۔

باطل کی تعریف

ھو عدم موافقة أمر الشارع و یراد بھا عدم ترتب آثار العمل فی الدنیا و العقاب علیه فی الآخرة بمعنی أن یکون العمل غیر مجز و لا مبریء

وہ جو شارع کے حکم کے موافق نہ ہو جس سے مراد اس دنیا میں عمل کے آثار مرتب نہ ہونا ہے اور آخرت میں اس پر سزا ہے یعنی عمل پورا نہیں ہوا اور نہ ہی اس سے بری ہوا گیا ہے۔

مثال کے طور پر اگر نماز کو اس کے ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا نہیں کیا گیا، تو یہ نماز باطل ہوگی اور اس وقت تک اس کا ذمہ باقی رہے گا، جب تک اس کی صحیح ادائیگی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر بیع کو اس کے ارکان کے ساتھ ادا نہیں کیا گیا تو یہ بیع باطل ہوگی، نتیجتاً اس چیز کا مالک نہیں بنا گیا اور اس لئے اس سے نفع اٹھانا اور اس کا تصرف حرام ہوگا' اور آخرت میں وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ مثلاً بیع الملاقیح بلا اطلاع حاملہ جانور کی فروخت اپنی اساس میں ہی باطل ہے' کیونکہ یہ اپنی اصل میں ممنوع ہے۔ پس یہ بیع معقود علیہ کی اصل میں مجہول ہے یعنی یہ بیع غرر ہے۔

فساد کی تعریف

ھو یختلف عن البطلان لأن البطلان عدم موافقة أمر الشرع من حیث أصله أی أن الخلل فی أرکانه أو ما ھو حکمھا أو أن الشرط الذی لم یستوفه مخل بأصل الفعل، بخلاف الفساد فإنه فی أصله موافق لأمر الشرع و لکن وصفه غیر المخل بالأصل ھو المخالف لأمر الشارع و لذلك یزول الفساد بإزالة سببه

وہ جو بطلان سے مختلف ہے' کیونکہ بطلان اپنی اصل کے اعتبار سے شرع کے حکم کے موافق نہیں ہے یعنی اس کے ارکان میں خلل ہے یا اس میں جو اس کے حکم میں ہے، یا وہ شرط جس کے بغیر فعل پورا نہیں ہوتا تو اس سے بھی عمل کی اصل میں خرابی آتی ہے، برعکس فساد کے، کیونکہ اس کی اصل حکمِ شرع کے موافق ہے' لیکن اس کی کوئی ایسی وصف جو اصل کے لئے نہیں ہے، شارع کے حکم کے خلاف ہے اور اس لئے اس کے سبب کو زائل کرنے سے فساد بھی زائل ہو جاتا ہے

عبادات میں فساد کا تصور نہیں ہے' کیونکہ ان میں سارے ارکان اور شرائط اصل سے متعلق ہیں اور اگر ان میں کوئی بھی رہ جائے، تو عبادت باطل ہوگی۔ اس کے برعکس عقود میں فساد پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بیع جس میں سامان کی قیمت کے بارے میں لاعلمی ہو، تو چونکہ یہ لاعلمی اس کی اصل کے بارے میں نہیں ہے، اس لئے یہ بیع فاسد ہوگا نہ کہ باطل۔ پس اگر سامان کی قیمت کی لاعلمی دور ہو جائے یعنی قیمت معلوم ہو جائے، تو یہ عقد صحیح ہو جائے گا۔ البتہ شرکۃ المساہمۃ companyjoint-stock اپنی اساس سے باطل ہے' کیونکہ یہ کسی شریکِ بدن سے خالی ہے' جو اس کی اصل کے متعلق ایک شرط ہے۔ اس کے برعکس اگر شرکت میں مال

مجہول ہو تو یہ عقد فاسد ہوگا' اور اگر یہ جہالت لاعلمی دور ہو جائے غرر فی الوصف یعنی مال معروف ہو جائے، تو یہ عقد شرکت صحیح ہو جائے گا۔

عقد میں دونوں اعواض کے مال ہونے کا بیان

(وَإِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ بِأَمْرِ الْبَائِعِ وَفِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ مَلَكَ الْمَبِيعَ وَلَزِمَتْهُ قِيمَتُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَمْلِكُهُ وَإِنْ قَبَضَهُ ؛ لِأَنَّهُ مَحْظُورٌ فَلَا يَنَالُ بِهِ نِعْمَةَ الْمِلْكِ ؛ وَلِأَنَّ النَّهْيَ نَسْخٌ لِلْمَشْرُوعِيَّةِ لِلتَّضَادِّ، وَلِهَذَا لَا يُفِيدُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا بَاعَ بِالْمَيْتَةِ أَوْ بَاعَ الْخَمْرَ بِالدَّرَاهِمِ.

وَلَنَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ مُضَافًا إِلَى مَحِلِّهِ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِانْعِقَادِهِ، وَلَا خَفَاءَ فِي الْأَهْلِيَّةِ وَالْمَحَلِّيَّةِ.

وَرُكْنُهُ: مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ، وَفِيهِ الْكَلَامُ وَالنَّهْيُ يُقَرِّرُ الْمَشْرُوعِيَّةَ عِنْدَنَا لِاقْتِضَائِهِ التَّصَوُّرَ فَنَفْسُ الْبَيْعِ مَشْرُوعٌ، وَبِهِ تُنَالُ نِعْمَةُ الْمِلْكِ وَإِنَّمَا الْمَحْظُورُ مَا يُجَاوِرُهُ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَقْتَ النِّدَاءِ، وَإِنَّمَا لَا يَثْبُتُ الْمِلْكُ قَبْلَ الْقَبْضِ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى تَقْرِيرِ الْفَسَادِ الْمُجَاوِرِ إِذْ هُوَ وَاجِبُ الرَّفْعِ بِالِاسْتِرْدَادِ فَبِالِامْتِنَاعِ عَنِ الْمُطَالَبَةِ أَوْلَى ؛ وَلِأَنَّ السَّبَبَ قَدْ ضَعُفَ لِمَكَانِ اقْتِرَانِهِ بِالْقَبِيحِ فَيُشْتَرَطُ اعْتِضَادُهُ بِالْقَبْضِ فِي إِفَادَةِ الْحُكْمِ بِمَنْزِلَةِ الْهِبَةِ، وَالْمَيْتَةُ لَيْسَتْ بِمَالٍ فَانْعَدَمَ الرُّكْنُ، وَلَوْ كَانَ الْخَمْرُ مُثَمَّنًا فَقَدْ خَرَّجْنَاهُ وَشَيْءٌ آخَرُ وَهُوَ أَنَّ فِي الْخَمْرِ الْوَاجِبَ هُوَ الْقِيمَةُ وَهِيَ تَصْلُحُ ثَمَنًا لَا مُثَمَّنًا

اور جب بیچنے والا کے حکم سے خریدار نے فاسد بیع میں مبیع پر قبضہ کرلیا ہے اور عقد میں دونوں اعواض مال ہیں' تو وہ مبیع کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے: وہ مبیع کا مالک نہ بنے گا خواہ اس نے قبضہ بھی کرلیا ہے۔ کیونکہ فاسد بیع منع ہے پس اس سے ملکیت کی نعمت حاصل نہیں کی جا سکتی' کیونکہ تضاد کے سبب یہ نہی مشروعیت کو منسوخ کرنے والی ہے اسی دلیل کے سبب قبضہ سے پہلے یہ بیع مفید ملکیت نہیں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی نے مردار کو فروخت کیا یا شراب کو دراہم کے بدلے میں بیچ دیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اپنے اہل سے صادر ہوتے ہوئے اپنے محل کی جانب منسوب ہو چکا ہے پس اس کے انعقاد کو ماننا لازم ہوگا' جبکہ اہل ہونے اور محل ہونے میں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی ہے اور بیع کو رکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہے اور ہماری بیان کردہ دلائل بھی اسی بارے میں ہیں۔ ہمارے نزدیک منہی عنہ کی مشروعیت اس کو مستحکم کرنے والی ہے' کیونکہ نہی منہی عنہ کے وجود

ہونے کا تقاضہ کرنے والی ہے۔ پس نفس بیع مشروع ہے اور بیع ہی کے سبب سے ملکیت کی نعمت کو حاصل کیا جاتا ہے' جبکہ ممنوع تو وہ چیز ہے' جو بیع سے متصل ہے' جس طرح اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرنا ہے۔

اور قبضہ سے پہلے ملکیت اس وجہ سے ثابت نہیں ہوا کرتی کہ کہیں متصل آنے والے فساد کو مستحکم کرنے کا سبب نہ بن جائے۔ اس لئے کہ خریدار سے مبیع کو واپس لیتے ہوئے فساد کو دور کرنا لازم ہے' تو خریدار کے مطالبہ سے رکنے کی صورت میں بدرجہ اولیٰ اس کو دور کرنا لازم ہے' کیونکہ سبب کے قبیح ہونے کے سبب سے اتصال ہونے کی وجہ سے اس میں نقص آ چکا ہے۔ پس حکم کی افادیت کے پیش نظر اس میں قبضہ کے ذریعے اسی سبب کو قوت کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے' جس طرح ہبہ میں ہوتا ہے۔ اور مردار مال نہیں ہے' کیونکہ وہاں بیع کا رکن معدوم ہے اور جب مبیع شراب ہے' تو اس کی تخریج ہم کر آئے ہیں ہاں البتہ دوسرا معاملہ یہ ہے کہ شراب میں قیمت واجب ہوا کرتی ہے اور قیمت ثمن تو بن سکتی ہے مبیع بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

بیع فاسد میں قبضے کا بیچنے والے کی اجازت سے ہونے کا بیان

ثُمَّ شَرَطَ اَنْ يَكُوْنَ الْقَبْضُ بِاِذْنِ الْبَائِعِ وَهُوَ الظَّاهِرُ، اِلَّا اَنَّهُ يَكْتَفِي بِهِ دَلَالَةً كَمَا اِذَا قَبَضَهُ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ اسْتِحْسَانًا، وَهُوَ الصَّحِيْحُ ؛ لِاَنَّ الْبَيْعَ تَسْلِيطٌ مِنْهُ عَلَى الْقَبْضِ، فَاِذَا قَبَضَهُ بِحَضْرَتِهِ قَبْلَ الِافْتِرَاقِ وَلَمْ يَنْهَهُ كَانَ بِحُكْمِ التَّسْلِيطِ السَّابِقِ، وَكَذَا الْقَبْضُ فِي الْهِبَةِ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ يَصِحُّ اسْتِحْسَانًا، وَشَرَطَ اَنْ يَكُوْنَ فِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ لِيَتَحَقَّقَ رُكْنُ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ فَيَخْرُجُ عَلَيْهِ الْبَيْعُ بِالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَالْحُرِّ وَالرِّيحِ وَالْبَيْعِ مَعَ نَفْيِ الثَّمَنِ، وَقَوْلُهُ لَزِمَتْهُ قِيمَتُهُ، فِي ذَوَاتِ الْقِيَمِ، فَاَمَّا فِي ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ فَيَلْزَمُهُ الْمِثْلُ ؛ لِاَنَّهُ مَضْمُوْنٌ بِنَفْسِهِ بِالْقَبْضِ فَشَابَهُ الْغَصْبَ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الْمِثْلَ صُورَةً وَمَعْنًى اَعْدَلُ مِنَ الْمِثْلِ مَعْنًى .

اس کے بعد امام قدوری قدس سرہ نے یہ شرط بیان کی ہے کہ قبضہ بیچنے والے کی اجازت سے ہو اور ظاہر الروایت سے اسی طرح ہے اور بطور دلالت بھی اجازت کافی ہو جائے گی۔ جس طرح بطور استحسان اس صورت میں تسلیم کر لیا جاتا ہے' جبکہ خریدار مجلس عقد میں قبضہ کرتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ فروخت کرنا یہ بیچنے والے کی جانب سے قبضہ پر اختیار دینے کے حکم میں ہے پس جب الگ ہونے سے پہلے بیچنے والے کی موجودگی میں خریدار نے مبیع پر قبضہ کیا ہے اور بیچنے والے نے اس کو منع نہ کیا' تو یہ قبضہ سابقہ سپردگی کے حکم میں ہوگا اسی طرح مجلس عقد میں ہبہ کا قبضہ بھی بطور استحسان درست ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ عقد میں دونوں اعواض ہوں اور وہ دونوں مال ہوں تا کہ بیع کا رکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ثابت ہو جائے پس اس شرط کے سبب سے مردار، خون، آزاد، ہوا، اور ثمن کی نفی کے ساتھ والی بیع سب صورتیں اس سے خارج ہو جائیں گی۔

امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول "لزمته قیمته" یہ ذوات قیم میں ہے مگر ذوات امثال میں خریدار پر مثلی دینا لازم ہوگا' کیونکہ مثلی چیز قبضہ سے بہ ذات خود ضمان والی ہے پس یہ غصب کے مشابہ ہو جائے گا' اور یہ حکم اس لئے بھی ہے کہ مثلی صورت اور معنوی دونوں اعتبار سے صرف معنوی قیمت سے زیادہ برابری کو ثابت کرنے والی ہے۔

دونوں عقد کرنے والوں کے لئے ثبوت اختیار کا بیان

قَالَ (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فَسْخُهُ) رَفْعًا لِلْفَسَادِ، وَهٰذَا قَبْلَ الْقَبْضِ ظَاهِرٌ ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يُفِدْ حُكْمَهُ فَيَكُوْنُ الْفَسْخُ امْتِنَاعًا مِنْهُ، وَكَذَا بَعْدَ الْقَبْضِ اِذَا كَانَ الْفَسَادُ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ لِقُوَّتِهِ، وَاِنْ كَانَ الْفَسَادُ بِشَرْطٍ زَائِدٍ فَلِمَنْ لَهُ الشَّرْطُ ذٰلِكَ دُوْنَ مَنْ عَلَيْهِ لِقُوَّةِ الْعَقْدِ، اِلَّا اَنَّهُ لَمْ تَتَحَقَّقِ الْمُرَاضَاةُ فِي حَقِّ مَنْ لَهُ الشَّرْطُ .

فرمایا: عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ وہ فساد کو ختم کرنے کے لئے بیع فسخ کر دے اور قبضہ سے پہلے تو یہ حکم ظاہر ہے' کیونکہ قبضہ سے پہلے اس بیع میں حکم کا کوئی فائدہ نہیں ہے پس فسخ کرنا حکم سے رکنا ہے اور اسی طرح قبضہ کے بعد ہے مگر شرط یہ ہے فساد عقد کی صلب میں ہو کیونکہ وہی قوی ہے اور جب فساد شرط زائد میں ہے' تو جس کے لئے شرط لگائی گئی ہے اس کو فسخ کرنے کا اختیار ہے اور جس پر شرط لگائی گئی ہے اس کو اختیار نہ ہوگا' کیونکہ اس حالت میں عقد قوی ہے ہاں البتہ جب وہ شخص جس کے لئے شرط لگائی گئی ہے اس کے حق رضامندی ثابت نہ ہوگی۔

بیچنے والا کا مبیع کو بیچنے سے انعقاد بیع کا بیان

قَالَ (فَاِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِي نَفَذَ بَيْعُهُ) ؛ لِاَنَّهُ مَلَكَهُ فَمَلَكَ التَّصَرُّفَ فِيهِ وَسَقَطَ حَقُّ الْاِسْتِرْدَادِ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعَبْدِ بِالثَّانِي وَنَقْضُ الْاَوَّلِ لِحَقِّ الشَّرْعِ وَحَقُّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ وَلِاَنَّ الْاَوَّلَ مَشْرُوْعٌ بِاَصْلِهِ دُوْنَ وَصْفِهِ، وَالثَّانِي مَشْرُوْعٌ بِاَصْلِهِ وَوَصْفِهِ فَلَا يُعَارِضُهُ مُجَرَّدُ الْوَصْفِ ؛ وَلِاَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ، بِخِلَافِ تَصَرُّفِ الْمُشْتَرِي فِي الدَّارِ الْمَشْفُوْعَةِ ؛ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقُّ الْعَبْدِ وَيَسْتَوِيَانِ فِي الْمَشْرُوْعِيَّةِ وَمَا حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنَ الشَّفِيعِ .

فرمایا: اور جب بیچنے والے نے مبیع کو بیچ دیا ہے' تو بیع نافذ ہو جائے گی کیونکہ وہی اس کا مالک ہے اور اس میں تصرف کرنے کا مالک بھی وہی ہے۔ اور دوسری بیع کے سبب بیع کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے پہلے بیچنے والا کے لئے رد کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی بیع کو ساقط کرنا شرعی حق کے سبب سے تھا' کیونکہ بندے کی ضرورت کے سبب سے اس کا حق مقدم ہوتا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ بیع اول صرف اپنی اصل کی وجہ سے مشروع ہوئی تھی نہ کہ وصف سے مشروع ہوئی جبکہ بیع ثانی اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے مشروع ہوئی ہے پس صرف وصف کی مشروعیت اس سے معارضہ کرنے والی نہ ہوگی کیونکہ پہلی بیع بیچنے والے کی جانب سے طاقت کے واسطے سے حاصل ہوئی ہے بہ خلاف شفعہ والے گھر میں خریدار کے تصرف کے کیونکہ

ان میں سے ہر ایک میں بندے کا حق ہے اور شروعیت میں بھی دونوں برابر ہیں اور یہ شفیع کی طرف سے تسلیط کے سبب حاصل نہ ہوئی ہے۔

شراب یا خنزیر کے بدلے میں غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ فَقَبَضَهُ وَأَعْتَقَهُ أَوْ بَاعَهُ أَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَهُ فَهُوَ جَائِزٌ وَعَلَيْهِ الْقِيمَةُ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْقَبْضِ فَتَنْفُذُ تَصَرُّفَاتُهُ، وَبِالْإِعْتَاقِ قَدْ هَلَكَ فَتَلْزَمُهُ الْقِيمَةُ، وَبِالْبَيْعِ وَالْهِبَةِ انْقَطَعَ الِاسْتِرْدَادُ عَلَى مَا مَرَّ، وَالْكِتَابَةُ وَالرَّهْنُ نَظِيرُ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُمَا لَازِمَانِ إلَّا أَنَّهُ يَعُودُ حَقُّ الِاسْتِرْدَادِ بِعَجْزِ الْمُكَاتَبِ وَفَكِّ الرَّهْنِ لِزَوَالِ الْمَانِعِ. وَهَذَا بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ؛ لِأَنَّهَا تُفْسَخُ بِالْأَعْذَارِ، وَرَفْعُ الْفَسَادِ عُذْرٌ؛ وَلِأَنَّهَا تَنْعَقِدُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَيَكُونُ الرَّدُّ امْتِنَاعًا .

فرمایا: اور جس شخص نے شراب یا خنزیر کے بدلے میں غلام خرید لیا پھر اس پر قبضہ کیا اور اس کو آزاد کر دیا یا اس نے بیچ دیا یا اس نے ہبہ کرتے ہوئے موہوب لہ کے حوالے کر دیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ جب خریدار اس کا مالک بن جائے۔ تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔ اور آزادی کے ساتھ غلام ہلاک ہوا تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔ اور بیع اور ہبہ سے حق رجوع ختم ہو جائے گا' جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور کتابت و رہن بھی بیع کی مثل ہیں کیونکہ یہ دونوں بھی لازم ہونے والے ہیں۔ مگر مکاتب کے عاجز ہونے اور رہن چھڑوانے کی صورت میں مانع ختم ہو جانے کی وجہ مسترد کرنے کا حق لوٹ کر آ جاتا ہے' جبکہ یہ حکم اجارہ کے خلاف ہے' کیونکہ عذروں کے سبب اس کو فسخ کر دیا جاتا ہے اور فساد کو دور کرنا یہ بھی ایک عذر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اجارہ تھوڑا تھوڑا منعقد ہو جاتا ہے پس اجارے میں واپسی منع ہوگی۔

بیع فاسد میں ثمن واپس کرنے سے پہلے مبیع لینے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ أَنْ يَأْخُذَ الْمَبِيعَ حَتَّى يَرُدَّ الثَّمَنَ)؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ مُقَابَلٌ بِهِ فَيَصِيرُ مَحْبُوسًا بِهِ كَالرَّهْنِ (وَإِنْ مَاتَ الْبَائِعُ فَالْمُشْتَرِي أَحَقُّ بِهِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ)؛ لِأَنَّهُ يُقَدَّمُ عَلَيْهِ فِي حَيَاتِهِ، فَكَذَا عَلَى وَرَثَتِهِ وَغُرَمَائِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ كَالرَّاهِنِ ثُمَّ إنْ كَانَتْ دَرَاهِمُ الثَّمَنِ قَائِمَةً يَأْخُذُهَا بِعَيْنِهَا؛ لِأَنَّهَا تَتَعَيَّنُ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْغَصْبِ، وَإِنْ كَانَتْ مُسْتَهْلَكَةً أَخَذَ مِثْلَهَا لِمَا بَيَّنَّا .

فرمایا: اور بیچنے والا کے لئے یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیع فاسد میں ثمن کی واپسی سے پہلے بیع کو پکڑے حتیٰ کہ ثمن کو لوٹا دیا

جائے۔ کیونکہ مبیع ثمن کے مقابلے میں ہے پس رہن کی طرح مبیع ثمن کی وجہ سے محبوس ہوگی۔ اور جب بیچنے والا فوت ہو جائے تو پورا ثمن وصول کرنے سے پہلے خریدار مبیع کا زیادہ حقدار ہے' کیونکہ خریدار بیچنے والے کی زندگی میں مبیع پر سب سے زیادہ مقدم تھا۔ پس بیچنے والے کی موت کے بعد وہ اس کے وارثوں اور قرض خواہوں پر مقدم ہوگا۔ جس طرح راہن ہوتا ہے اور اگر ثمن کے دراہم موجود ہیں' تو خریدار وہی وصول کرے گا۔ اس لئے کہ فاسد بیع میں دراہم کا ہی تعین ہو جایا کرتا ہے۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے' کیونکہ فاسد بیع غصب کی مثل ہے اور جب ثمن کے دراہم خرچ ہو چکے ہوں' تو خریدار ان کی مثل وصول کرے گا اسی دلیل کے سبب جو پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

بیع فاسد ہونے کے بعد گھر بنا لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا بَيْعًا فَاسِدًا فَبَنَاهَا الْمُشْتَرِي فَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَوَاهُ يَعْقُوبُ عَنْهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ ثُمَّ شَكَّ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الرِّوَايَةِ .

(وَقَالَا: يُنْقَضُ الْبِنَاءُ وَتُرَدُّ الدَّارُ) وَالْغَرْسُ عَلَى هٰذَا الِاخْتِلَافِ. لَهُمَا اَنَّ حَقَّ الشَّفِيعِ اَضْعَفُ مِنْ حَقِّ الْبَائِعِ حَتّٰى يَحْتَاجُ فِيهِ اِلَى الْقَضَاءِ وَيَبْطُلُ بِالتَّاخِيرِ، بِخِلَافِ حَقِّ الْبَائِعِ، ثُمَّ اَضْعَفُ الْحَقَّيْنِ لَا يَبْطُلُ بِالْبِنَاءِ فَاَقْوَاهُمَا اَوْلٰى، وَلَهُ اَنَّ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ مِمَّا يُقْصَدُ بِهِ الدَّوَامُ وَقَدْ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ فَيَنْقَطِعُ حَقُّ الِاسْتِرْدَادِ كَالْبَيْعِ، بِخِلَافِ حَقِّ الشَّفِيعِ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ التَّسْلِيطُ وَلِهٰذَا لَا يَبْطُلُ بِهِبَةِ الْمُشْتَرِي وَبَيْعِهِ فَكَذَا بِبِنَائِهِ وَشَكَّ يَعْقُوبُ فِي حِفْظِ الرِّوَايَةِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَدْ نَصَّ مُحَمَّدٌ عَلَى الِاخْتِلَافِ فِي كِتَابِ الشُّفْعَةِ فَاِنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ مَبْنِيٌّ عَلَى انْقِطَاعِ حَقِّ الْبَائِعِ بِالْبِنَاءِ وَثُبُوتِهِ عَلَى الِاخْتِلَافِ .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس شخص پر قیمت واجب ہوگی' جس نے بیع فاسد کے طور کوئی گھر خریدا اور اس کے بعد خریدار نے اس میں گھر کی عمارت بنا ڈالی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی روایت بیان کی ہے اس کے بعد ان کو حفظ روایت میں شک واقع ہوا۔

صاحبین نے کہا: عمارت کو توڑتے ہوئے بیچنے والے کو گھر واپس کر دیا جائے گا' اور درخت لگانا بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کا حق بیچنے والا کے حق سے کمزور ہوا کرتا ہے' کیونکہ شفعہ میں قضاء کی ضرورت ہوتی ہے اور تاخیر سے وہ حق باطل بھی ہو جاتا ہے بہ خلاف حق بیچنے والا کے کیونکہ جب ان میں سے کمزور حق عمارت بنوانے کے سبب باطل نہ ہوا تو دونوں حقوق میں سے زیادہ مضبوط حق بدرجہ اولیٰ باطل نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عمارت بنوانے اور درخت لگانے سے مقصد دوام ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں بیچنے والے کی جانب سے دیئے گئے اختیار کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ بیچنے والے کو مسترد کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔ جس طرح کہ جب

خریدار مبیع کو فروخت کر دے تو بھی حق بیچنے والا ختم ہو جاتا ہے۔ بہ خلاف حق شفیع کے کیونکہ شفیع کی طرف تسلیط نہیں پائی گئی اسی سبب سے خریدار کے ہبہ کرنے اور مبیع کو بیچ ڈالنے سے شفیع کا حق باطل نہیں ہوتا پس اس عمارت بنوانے میں بھی شفیع کا حق باطل نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کے متعلق حفظ میں شک ہے حالانکہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب شفعہ میں اختلاف کی توضیح کر دی ہے' کیونکہ شفیع کا حق عمارت سے بیچنے والا کے حق کے ختم ہونے پر مبنی ہے' جبکہ اس کے ثبوت میں اختلاف ہے۔

بیع فاسد میں باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بَيْعًا فَاسِدًا وَتَقَابَضَا فَبَاعَهَا وَرَبِحَ فِيهَا تَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ وَيَطِيبُ لِلْبَائِعِ مَا رَبِحَ فِي الثَّمَنِ) وَالْفَرْقُ اَنَّ الْجَارِيَةَ مِمَّا يَتَعَيَّنُ فَيَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِهَا فَيَتَمَكَّنُ الْخُبْثُ فِي الرِّبْحِ، وَالدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ لَا يَتَعَيَّنَانِ عَلَى الْعُقُودِ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ الْعَقْدُ الثَّانِي بِعَيْنِهَا فَلَمْ يَتَمَكَّنْ الْخُبْثُ فَلَا يَجِبُ التَّصَدُّقُ، وَهٰذَا فِي الْخُبْثِ الَّذِي سَبَبُهُ فَسَادُ الْمِلْكِ، اَمَّا الْخُبْثُ لِعَدَمِ الْمِلْكِ فَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ يَشْمَلُ النَّوْعَيْنِ لِتَعَلُّقِ الْعَقْدِ فِيمَا يَتَعَيَّنُ حَقِيقَةً، وَفِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ شُبْهَةً مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِهِ سَلَامَةُ الْمَبِيعِ اَوْ تَقْدِيرُ الثَّمَنِ، وَعِنْدَ فَسَادِ الْمِلْكِ تَنْقَلِبُ الْحَقِيقَةُ شُبْهَةً وَالشُّبْهَةُ تَنْزِلُ اِلَى شُبْهَةِ الشُّبْهَةِ، وَالشُّبْهَةُ هِيَ الْمُعْتَبَرَةُ دُونَ النَّازِلِ عَنْهَا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے بیع فاسد میں کوئی باندی خریدی اور ان دونوں نے اعواض پر قبضہ بھی کر لیا ہے اس کے بعد خریدار نے اس باندی کو بیچ کر نفع کما لیا تو وہ نفع کو صدقہ کر دے' جبکہ بیچنے والا کے لئے ثمن میں حاصل ہونے والا نفع حلال ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ باندی متعین ہونے والی اشیاء میں سے ہے پس عقد اسی سے متعلق ہوگا' جبکہ نفع میں خباثت سرایت کرنے والی ہے۔

دراہم و دنانیر یہ عقود میں متعین نہیں ہوا کرتے پس دوسرا قطعی طور پر ان دراہم سے متعلق نہ ہوگا' اور ان میں خباثت بھی سرایت کرنے نہ ہوگی۔ لہٰذا نفع کو صدقہ کرنا واجب نہ ہوگا۔ اور یہ فرق اس خباثت میں ہے' جس کے سبب سے ملکیت میں فساد ہوتا ہے البتہ وہ خباثت جو عدم ملکیت کی وجہ سے ہوتا ہے طرفین کے نزدیک وہ دونوں اقسام کو شامل ہے۔ کیونکہ عقد کا تعلق حقیقت میں انہی سے متعین ہو چکا ہے' جبکہ غیر معین میں بطور شبہ متعلق ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مبیع کی سلامتی یا پھر ثمن کا اندازہ کرنا متعلق ہوا کرتا ہے اور ملکیت میں فساد کے سبب حقیقت شبہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اب یہ شبہ، شبہ در شبہ میں پہنچ چکا ہے۔ اور شبہ کا اعتبار کر لیا جاتا ہے' جبکہ شبہ در شبہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔

محض دوسرے کے مال پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ اِذَا ادَّعَى عَلَى آخَرَ مَالًا فَقَضَاهُ اِيَّاهُ، ثُمَّ تَصَادَقَا اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَدْ

رِبحَ الْمُدَّعِي فِي الدَّرَاهِمِ يَطِيبُ لَهُ الرِّبْحُ) لِأَنَّ الْخُبْثَ لِفَسَادِ الْمِلْكِ هَاهُنَا، لِأَنَّ الدَّيْنَ وَجَبَ بِالتَّسْمِيَةِ ثُمَّ اسْتُحِقَّ بِالتَّصَادُقِ، وَبَدَلُ الْمُسْتَحَقِّ مَمْلُوكٌ فَلَا يَعْمَلُ فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ .

ترجمہ فرمایا اور جب کسی شخص نے ویسے ہی دوسرے کے مال پر دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے وہ مال اس مدعی کو دے دیا اس کے بعد دونوں نے سچائی کو واضح کیا کہ مدعی علیہ پر تو کوئی مال ہی نہ تھا۔ اور مدعی نے ان دراہم سے فائدہ کما لیا ہے تو اس کے لئے نفع حلال ہوگا کیونکہ یہاں خباثت فساد ملکیت کی وجہ سے ہے کیونکہ مدعی کے دعویٰ سے قرض واجب ہوا ہے اس کے بعد آپس کی سچائی سے وہ مستحق ٹھہرا ہے اور اس کا بدلہ ملکیت ہوتا ہے پس غیر معین دراہم میں خباثت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فَصْلٌ فِيمَا يُكْرَهُ

﴿یہ فصل بیع میں مکروہ اشیاء کے بیان میں ہے﴾

فصل بیع میں کراہت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگیا ہے کہ مکروہ فاسد سے درجے میں کم تر ہوتا ہے۔لیکن مکروہ ہوتا فاسد کے شعبہ سے ہے۔پس اس کو فاسد کے ساتھ ہی ملا دیا گیا ہے اور اس سے مؤخر کیا گیا ہے۔اور غالباً اس کی تحقیق یہ بھی ہے کہ اصول فقہ میں یہ اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ جب قباحت امر مجاور میں ہو اس کو مکروہ کہتے ہیں اور جب وہ وصف اتصالی کے ساتھ ہو تو وہ فاسد ہے اور اس کی ہم بیان کر چکے ہیں۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۲۸۰، بیروت)

بیع نجش کا فقہی مفہوم اور اس کی حرمت پر اجماع

'نجش" سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بکتا ہوا دیکھے تو خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھا دے۔اُس قیمت بڑھانے والے کا مقصد اُس چیز کو خریدنا نہ ہو بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہو کہ یہ چیز مہنگے داموں بک جائے۔بعض اوقات یہ قیمت بڑھانے والے دکان دار کے ساتھ مل کر گاہک کو پھنسانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ایسی صورت میں دکان دار اور ایسی بولی لگانے والا دونوں اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔بعض اوقات دکان دار تو اس فعل میں شریک نہیں ہوتا لیکن قیمت بڑھانے والا اس نیت سے قیمت بڑھاتا رہتا ہے کہ خریدار کو نقصان ہو۔ایسی صورت میں صرف قیمت بڑھانے والا ہی گناہ گار ہوگا۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هٰذَا حَرَام بالاجماع 'والبيع صحيح' والاثم مختص بالناجش ان لم يعلم به البيجنے والا' فان واطاه على ذلك اثما جميعا ۔(شرح مسلم)

بیع نجش کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے' لیکن یہ بیع ہو جاتی ہے' اگر چہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا' اور گناہ اس کو ہوگا' جس نے قیمت بڑھائی بشرطیکہ دکان دار کو اس کا علم نہ ہو' اگر دکان دار بھی ساتھ ملا ہوا ہو تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔اس بیع کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے۔اور دھوکے کی اسلام میں قطعی ممانعت ہے۔

بیع نجش سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّجْشِ) وَهُوَ أَنْ يَزِيدَ فِي الثَّمَنِ وَلَا يُرِيدُ

الشِّرَاءَ لِيُرَغِّبَ غَيْرَهُ وَقَالَ " (لَا تَنَاجَشُوا) " .

فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بیع نجش سے منع کیا ہے اور نجش یہ ہے کہ انسان خرید و فروخت کے بغیر دوسرے کو راغب کرنے کے لئے قیمت میں اضافہ کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نجش نہ کرو۔

دوسرے کے ریٹ پر ریٹ لگانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَعَنْ السَّوْمِ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (: لَا يَسْتَمِ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ) " ؛ وَلِأَنَّ فِي ذَلِكَ إِيحَاشًا وَإِضْرَارًا، وَهَذَا إِذَا تَرَاضَى الْمُتَعَاقِدَانِ عَلَى مَبْلَغِ ثَمَنًا فِي الْمُسَاوَمَةِ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَرْكَنْ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخَرِ فَهُوَ بَيْعُ مَنْ يَزِيدُ وَلَا بَأْسَ بِهِ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ، وَمَا ذَكَرْنَاهُ مَحْمَلُ النَّهْيِ فِي النِّكَاحِ أَيْضًا .

فرمایا: اور کوئی شخص دوسرے کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی انسان اپنے بھائی کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے اور نہ ہی اس کے پیغام پر اپنا پیغام نکاح دے۔ کیونکہ اس میں وحشت اور تکلیف میں مبتلاء کرنا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں عقد کرنے والے ثمن کی مقدار پر ریٹ کرنے میں باہم راضی ہوں۔ مگر جب عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو یہ بیع میں نیلامی ہے اور بیع میں نیلامی کرتے میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ اور جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ نکاح میں بھی اس نہی کا وہی حمل ہے۔

بیع تلقی جلب کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَعَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ) وَهَذَا إِذَا كَانَ يَضُرُّ بِأَهْلِ الْبَلَدِ فَإِنْ كَانَ لَا يَضُرُّ فَلَا بَأْسَ بِهِ، إِلَّا إِذَا لَبَّسَ السِّعْرَ عَلَى الْوَارِدِينَ فَحِينَئِذٍ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ الْغُرُورِ وَالضَّرَرِ .

فرمایا: اور بیع تلقی جلب سے منع کیا گیا ہے اور یہ حکم تب ہے جب تلقی اہل مصر کے لئے نقصان دہ ہو اور اگر وہ نقصان دہ نہیں ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں البتہ جب متلقی آنے پر ریٹ کو چھپانے والا ہو تو وہ مکروہ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں دھوکہ اور نقصان ہے۔

شہری کا دیہاتی سے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَعَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي) فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَبِعُ الْحَاضِرُ لِلْبَادِي) وَهَذَا إِذَا كَانَ أَهْلُ الْبَلَدِ فِي قَحْطٍ وَعَوَزٍ، وَهُوَ أَنْ يَبِيعَ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ طَمَعًا فِي الثَّمَنِ الْغَالِي لِمَا فِيهِ مِنْ الْإِضْرَارِ بِهِمْ أَمَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ لِانْعِدَامِ الضَّرَرِ .

فرمایا: اور شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا منع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شہری دیہاتی کے لئے فروخت نہ

کرے۔ اور یہ حکم تب ہے جب شہر والے تنگی اور سختی میں مبتلا ہوں اور شہری بھی دیہاتی کو زیادہ قیمت کے لالچ میں بیچ ڈالنے والے۔ کیونکہ اس کے سبب سے اہل بلد کو تکلیف ہوگی مگر جب اس طرح کی صورت حال نہ ہو تو اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے
کیونکہ نقصان ختم ہو چکا ہے۔

اذان جمعہ کے وقت بیع سے ممانعت کا بیان

قَالَ: (وَالْبَيْعُ عِنْدَ اَذَانِ الْجُمُعَةِ) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَذَرُوا الْبَيْعَ) ثُمَّ فِيهِ إِخْلَالٌ بِوَاجِبِ السَّعْيِ عَلٰى بَعْضِ الْوُجُوهِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْاَذَانَ الْمُعْتَبَرَ فِيهِ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ.

قَالَ (وَكُلُّ ذٰلِكَ يُكْرَهُ) لِمَا ذَكَرْنَا، وَلَا يَفْسُدُ بِهِ الْبَيْعُ؛ لِاَنَّ الْفَسَادَ فِي مَعْنًى خَارِجٍ زَائِدٍ لَا فِي صُلْبِ الْعَقْدِ وَلَا فِي شَرَائِطِ الصِّحَّةِ. قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ مَنْ يَزِيدُ) وَتَفْسِيرُهُ مَا ذَكَرْنَا. وَقَدْ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَاعَ قَدَحًا وَحِلْسًا بِبَيْعِ مَنْ يَزِيدُ)، وَلِاَنَّهُ بَيْعُ الْفُقَرَاءِ وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ إِلٰى نَوْعٍ مِنْهُ.

فرمایا: اور اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم بیع کو بھی چھوڑ دو' کیونکہ بعض اوقات اس کی وجہ سے سعی میں خلل اندازی ہوتی ہے اور کتاب صلوٰۃ میں ہم اذان کے اعتبار کو بیان کر آئے ہیں۔
ہماری بیان کردہ سابقہ تمام صورتوں میں بیع مکروہ ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور اس سے بیع فاسد نہیں ہوگی کیونکہ فساد ایک عقد سے خارج اور زائد چیز ہے جو صلب عقد اور صحت عقد کی شرائط میں نہیں ہے۔
بیع میں نیلامی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی وضاحت ہم بیان کر آئے ہیں اور صحیح حکم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور ایک کمبل کو نیلامی کے طور فروخت کیا اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ غریبوں کی بیع ہے اور اس سے ضرورت ثابت ہے۔

ذی رحم محرم دو چھوٹے غلاموں کو خرید نے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَلَكَ مَمْلُوكَيْنِ صَغِيرَيْنِ اَحَدُهُمَا ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْآخَرِ لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا، وَكَذٰلِكَ إِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا كَبِيرًا) وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ).

(وَوَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ غُلَامَيْنِ اَخَوَيْنِ صَغِيرَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا فَعَلَ الْغُلَامَانِ؟ فَقَالَ: بِعْتُ اَحَدَهُمَا، فَقَالَ: اَدْرِكْ اَدْرِكْ، وَيُرْوٰى: رُدَّهُ رُدَّهُ)، وَلِاَنَّ الصَّغِيرَ يَسْتَأْنِسُ بِالصَّغِيرِ وَبِالْكَبِيرِ وَالْكَبِيرَ يَتَعَاهَدُهُ فَكَانَ فِي بَيْعِ اَحَدِهِمَا قَطْعُ الِاسْتِئْنَاسِ، وَالْمَنْعُ مِنَ التَّعَاهُدِ وَفِيهِ تَرْكُ الْمَرْحَمَةِ عَلَى الصِّغَارِ، وَقَدْ اَوْعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ الْمَنْعُ

مَعْلُولٌ بِالْقَرَابَةِ الْمُحَرِّمَةِ لِلنِّكَاحِ حَتّٰى لَا يَدْخُلَ فِيهِ مَحْرَمٌ غَيْرُ قَرِيبٍ وَلَا قَرِيبٌ غَيْرُ مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلُ فِيهِ الزَّوْجَانِ حَتّٰى جَازَ التَّفْرِيقُ بَيْنَهُمَا ؛ لِاَنَّ النَّصَّ وَرَدَ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ فَيَقْتَصِرُ عَلٰى مَوْرِدِهٖ، وَلَا بُدَّ مِنْ اجْتِمَاعِهِمَا فِي مِلْكِهٖ لِمَا ذَكَرْنَا، حَتّٰى لَوْ كَانَ اَحَدُ الصَّغِيرَيْنِ لَهٗ وَالْاٰخَرُ لِغَيْرِهٖ لَا بَأْسَ بِبَيْعِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، وَلَوْ كَانَ التَّفْرِيقُ بِحَقٍّ مُسْتَحِقٍّ لَا بَأْسَ بِهٖ كَدَفْعِ اَحَدِهِمَا بِالْجِنَايَةِ وَبَيْعِهٖ بِالدَّيْنِ وَرَدِّهٖ بِالْعَيْبِ ؛ لِاَنَّ الْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنْ غَيْرِهٖ لَا الْاِضْرَارُ بِهٖ .

فرمایا: اور جب کوئی بندہ ایسے دو چھوٹے غلاموں کا مالک ہوا کہ ان میں سے ایک دوسرے کا ذی رحم محرم ہے تو مالک ان کے درمیان علیحدگی نہ کرائے۔ اور اگر ان میں سے ایک بڑا ہے تب بھی جدائی نہ کرائے اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث دلیل ہے کہ جس نے شخص نے ماں اور اس کے بیٹے میں جدائی کرائی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کے دوستوں سے جدا کر دے گا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دو چھوٹے غلام بھائی ہدیہ کے طور عنایت فرمائے اور پھر ان سے دریافت فرمایا: ان دونوں کا کیا کیا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو واپس لے آؤ، اس کو واپس لے آؤ' جبکہ دوسری روایت میں بھی اس کو واپس لے آؤ، اس کو واپس لے آؤ کے الفاظ ہیں۔ کیونکہ چھوٹا، چھوٹے، اور بڑا دونوں سے محبت کرتا ہے اور بڑا اس کی نگرانی کرتا ہے۔ پس ان میں سے کسی ایک کو فروخت کرنے کی وجہ سے محبت ختم ہو جاتی ہے' جس سے نگرانی سے روکنا اور چھوٹوں پر رحم نہ کرنا لازم آئے گا' جبکہ ترک رحم پر وعید بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح جدائی کی ممانعت کی علت وہ قرابت ہے' جو نکاح کر حرام کرنے والی ہے حتیٰ کہ اس ممانعت میں محرم کے غیر قریبی اور غیر محرم قریبی شخص شامل نہ ہوگا' اور اس میں شوہر و زوجہ بھی داخل نہ ہوں گے کیونکہ ان کے درمیان تفریق جائز ہے' کیونکہ نص خلاف قیاس ہے۔ پس وہ نص اپنے ورود پر رہے گی۔

آقا کی ملکیت میں دونوں کا اکٹھا ہونا لازم ہے حتیٰ کہ جب وہ صغیرین میں کسی ایک کا مالک بنا جبکہ دوسرے کا کوئی اور مالک بنا ہے' تو ان میں سے کسی ایک کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب تفریق کسی ثابت شدہ حق کے سبب سے ہے' تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جس طرح صغیرین میں سے کسی ایک کو جنایت میں دینا ہے، یا قرض میں اس کو بیچنا ہے یا عیب کے سبب اس کو واپس کرنا ہے' کیونکہ تفریق روکنے کا مقصد دوسرے سے نقصان کو دور کرنا ہے نقصان دینا نہیں ہے۔

غلاموں کے درمیان تفریق کی کراہت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ فَرَّقَ كُرِهَ لَهٗ ذٰلِكَ وَجَازَ الْعَقْدُ) وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا يَجُوزُ فِي قَرَابَةِ الْوِلَادِ وَيَجُوزُ فِي غَيْرِهَا . وَعَنْهُ اَنَّهٗ لَا يَجُوزُ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ لِمَا رَوَيْنَا، فَإِنَّ الْاَمْرَ بِالْاِدْرَاكِ وَالرَّدِّ لَا يَكُونُ اِلَّا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ .

وَلَهُمَا اَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ اَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ، وَاِنَّمَا الْكَرَاهَةُ لِمَعْنًى مُجَاوِرٍ فَشَابَهُ كَرَاهَةَ الِاسْتِيَامِ (وَاِنْ كَانَا كَبِيرَيْنِ فَلَا بَاْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا) ؛لِاَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ، وَقَدْ صَحَّ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَرَّقَ بَيْنَ مَارِيَةَ وَسِيرِينَ وَكَانَتَا اَمَتَيْنِ اُخْتَيْنِ) .

فرمایا: اور اگر اس نے ان میں تفریق کرادی تو یہ مکروہ ہے لیکن عقد جائز ہوگا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ولادت والی قرابت میں عقد جائز نہیں ہے۔ اور اسکے غیر میں جائز ہے۔ اور آپ علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ کسی میں بھی عقد جائز نہیں ہے۔ اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ کیونکہ حصول کا حکم اور واپسی کو حکم صرف بیع فاسد میں ہوتا ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اس کے اہل سے صادر ہوا ہے اور وہ اپنے محل میں منسوب بھی ہے جبکہ کراہت ایک ایسے حکم کی وجہ سے ہے جو عقد سے متصل ہے پس یہ ریٹ پر ریٹ کرنے والی کراہت کے مشابہ ہوجائے گی۔

اور جب مملوک غلام بڑے ہیں تو ان کے درمیان تفریق کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ نص میں وارد ہونے والے حکم میں آنے والے نہیں ہیں۔ اور یہ حکم درست ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور سیرین کے درمیان تفریق کی تھی۔ اور یہ دونوں باندیاں بہنیں تھیں۔

بَابُ الْاِقَالَۃِ

﴿یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے﴾

باب اقالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اقالہ فاسد بیع اور مکروہ بیع کی خباثت سے بچنا ہے۔ اور یہ فسخ بیع فاسد و مکروہ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس باب کو بیع فاسد اور بیع مکروہ کے باب کے ساتھ ہی ذکر کیا ہے' کیونکہ یہ اقالہ قیل سے ہے نہ کہ قول سے ہے۔ اور اس میں ہمزہ سلب کا ہے' جس طرف اہل لغت گئے ہیں کہ بیع کو قاف کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ (اقالہ یہ ایک طرح بیع فاسد و بیع مکروہ سے بچانے کا سبب یا ذریعہ ہے اس لئے اس حیلے کو محیل علیہ کے بعد ذکر کیا گیا ہے' کیونکہ حیلہ ہمیشہ محیل علیہ کے بعد ذکر کیا جاتا ہے۔ رضوی عفی عنہ)۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹ ص ۲۲۹، بیروت)

اقالہ کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اقالہ ایک خاص شرعی طریقے سے معاملہ فسخ کرنے کو اقالہ کہتے ہیں جس میں دونوں خریدار اور بیچنے والے اتفاق کرلیں۔ دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا ہے اس کے اُٹھا دینے کو اقالہ کہتے ہیں یہ لفظ کہ میں نے اقالہ کیا، چھوڑ دیا، فسخ کیا یا دوسرے کے کہنے پر مبیع یا ثمن کا پھیر دینا اور دوسرے کا لے لینا اقالہ ہے۔ نکاح، طلاق، عتاق، ابراء کا اقالہ نہیں ہوسکتا۔ دونوں میں سے ایک اقالہ چاہتا ہے' تو دوسرے کو منظور کر لینا، اقالہ کر دینا مستحب ہے اور یہ مستحق ثواب ہے۔ اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے یعنی تنہا ایک شخص اقالہ نہیں کرسکتا اور یہ بھی ضرور ہے کہ قبول اُسی مجلس میں ہو لہٰذا اگر ایک نے اقالہ کے الفاظ کہے مگر دوسرے نے قبول نہیں کیا یا مجلس کے بعد کیا اقالہ نہ ہوا۔ مثلاً خریدار مبیع کو بیچنے والا کے پاس واپس کرنے کے لیے لایا اُس نے انکار کر دیا اقالہ نہ ہوا پھر اگر خریدار نے مبیع کو یہیں چھوڑ دیا اور بیچنے والے نے اُس چیز کو استعمال بھی کرلیا اب بھی اقالہ نہ ہوا یعنی اگر خریدار ثمن واپس مانگتا ہے یہ ثمن واپس کرنے سے انکار کرسکتا ہے' کیونکہ جب صاف طور پر انکار کر چکا ہے' تو اقالہ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایک نے اقالہ کی درخواست کی دوسرے نے کچھ نہ کہا اور مجلس کے بعد اقالہ کو قبول کرتا ہے یا پہلے کوئی ایسا فعل کر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے منظور نہیں اس کے بعد قبول کرتا ہے' تو قبول صحیح نہیں۔ (ردمحتار، کتاب بیوع)

اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان کی بیع کو واپس کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے

دن اس کے گناہ بخش دے گا (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور شرح السنۃ میں یہ روایت ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے جو مصابیح میں شرح شامی سے بطریق ارسال اقالہ جائز ہے۔ (مشکوۃ شریف۔ جلد سوم۔ حدیث نمبر 106)

اقالہ کا مطلب ہے بیع کو واپس کر دینا یعنی فسخ کر دینا شرح السنہ میں لکھا ہے کہ بیع اور سلم میں قبل قبضہ بھی اور بعد قبضہ بھی اقالہ جائز ہے۔

اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے متصل نقل کیا ہے اسی طرح حاکم نے بھی اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ سے متصل ہی نقل کیا ہے لیکن مصابیح میں یہ روای بطریق ارسال ان الفاظ میں منقول ہے حدیث (من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرھھا اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ) جو شخص مسلمان کی کسی ناپسند یہ بیع کو واپس کرے گا' تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا چنانچہ مؤلف مشکوۃ نے روایت کے آخری الفاظ کے ذریعہ گویا مصابیح کے مصنف علامہ بغوی پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب مصابیح میں اولی کو ترک کیا ہے بایں طور کہ ابوداؤد وابن ماجہ کی نقل کردہ یہ متصل روایت تو نقل نہیں کی بلکہ حدیث مرسل نقل کی ہے۔

ثمن اول پر اقالہ کے جواز کا بیان

(اَلْاِقَالَةُ جَائِزَةٌ فِي الْبَيْعِ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اَقَالَ نَادِمًا بَيْعَتَهُ اَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) وَلِاَنَّ الْعَقْدَ حَقُّهُمَا فَيَمْلِكَانِ رَفْعَهُ دَفْعًا لِحَاجَتِهِمَا (فَاِنْ شَرَطَا اَكْثَرَ مِنْهُ اَوْ اَقَلَّ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَيَرُدُّ مِثْلَ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ) .

وَالْاَصْلُ اَنَّ الْاِقَالَةَ فَسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ غَيْرِهِمَا اِلَّا اَنْ لَا يُمْكِنَ جَعْلُهُ فَسْخًا فَتَبْطُلُ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ بَيْعٌ اِلَّا اَنْ لَا يُمْكِنَ جَعْلُهُ بَيْعًا فَيُجْعَلُ فَسْخًا اِلَّا اَنْ لَا يُمْكِنَ فَتَبْطُلُ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ فَسْخٌ اِلَّا اِذَا تَعَذَّرَ جَعْلُهُ فَسْخًا فَيُجْعَلُ بَيْعًا اِلَّا اَنْ لَا يُمْكِنَ فَتَبْطُلُ .

اور ثمن اول کی مثل پر بیع میں اقالہ کرنا جائز ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی ندامت والے کی بیع کا اقالہ کیا' تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو دور کر دے گا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عقد عاقدین کا حق ہے پس وہ اپنی ضرورت کو دور کرنے کے لئے عقد کو ختم کرنے کے مالک بھی ہیں۔ اور اگر پہلی ثمن سے زیادہ یا اس سے کم کی شرط لگائی تو یہ شرط لگانا باطل ہوگا۔ اور بیچنے والا ثمن اول کی مثل کو واپس کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عاقدین کے حق میں اقالہ فسخ ہے اور ان کے سوا میں نئی بیع ہے مگر جب اس کو فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور یہ وضاحت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ بیع ہے' جبکہ اس کو بیع قرار دینا ممکن نہ ہو تو فسخ ہے مگر جب فسخ بھی ممکن نہ ہو

تو بیع باطل ہو جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ فسخ ہے اور اگر اس کو فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ بیع ہے مگر جب بیع قرار دینا بھی ممکن نہ ہو تو وہ باطل ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقالہ کی توضیح کا بیان

لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ اللَّفْظَ لِلْفَسْخِ وَالرَّفْعِ .وَمِنْهُ يُقَالُ: اَقِلْنِي عَثَرَاتِي فَتُوَفِّرُ عَلَيْهِ قَضِيَّتَهُ .وَاِذَا تَعَذَّرَ يُحْمَلُ عَلٰى مُحْتَمَلِهِ وَهُوَ الْبَيْعُ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ بَيْعٌ فِي حَقِّ الثَّالِثِ: وَلِاَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِي .

وَهٰذَا هُوَ حَدُّ الْبَيْعِ وَلِهٰذَا يَبْطُلُ بِهَلَاكِ السِّلْعَةِ وَيُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَتَثْبُتُ بِهِ الشُّفْعَةُ وَهٰذِهِ اَحْكَامُ الْبَيْعِ .

وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ اللَّفْظَ يُنْبِءُ عَنِ الرَّفْعِ وَالْفَسْخِ كَمَا قُلْنَا، وَالْاَصْلُ اِعْمَالُ الْاَلْفَاظِ فِي مُقْتَضَيَاتِهَا الْحَقِيقِيَّةِ، وَلَا يُحْتَمَلُ ابْتِدَاءُ الْعَقْدِ لِيُحْمَلَ عَلَيْهِ عِنْدَ تَعَذُّرِهِ ؛ لِاَنَّهُ ضِدُّهُ وَاللَّفْظُ لَا يَحْتَمِلُ ضِدَّهُ فَتَعَيَّنَ الْبُطْلَانُ، وَكَوْنُهُ بَيْعًا فِي حَقِّ الثَّالِثِ اَمْرٌ ضَرُورِيٌّ ؛ لِاَنَّهُ يَثْبُتُ بِهِ مِثْلُ حُكْمِ الْبَيْعِ وَهُوَ الْمِلْكُ لَا مُقْتَضَى الصِّيغَةِ، اِذْ لَا وِلَايَةَ لَهُمَا عَلٰى غَيْرِهِمَا،

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ لغت میں فسخ اور رفع دونوں کے لئے آتا ہے اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ میری لغزش کو دور کر دے۔ پس اقالہ کو لغوی معنی جو تقاضہ کر رہا ہے وہی دیا جائے گا۔ اور جب یہ معنی ناممکن ہو تو پھر اس کو احتمال والے معانی پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس کا احتمال بیع ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ اقالہ تیسرے آدمی کے حق میں بیع ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ باہمی رضا کے ساتھ مال کے بدلے مال کے تبادلہ کا نام اقالہ ہے اور بیع کی تعریف بھی یہی ہے اور اسی دلیل کے سبب سامان کے ہلاک ہونے سے اقالہ باطل ہو جاتا ہے اور عیب کے سبب واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہ سب بیع کے احکام ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ رفع و فسخ دونوں کی خبر دینے والا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور قانون یہ ہے الفاظ کو ان کے معانی کا لباس پہنایا جائے۔ اور لفظ اقالہ ابتدائے عقد کا احتمال رکھنے والا نہیں ہے اس کو تو فسخ کے ناممکن ہونے کے وقت اپنایا جاتا ہے' کیونکہ عقد کا فسخ ہونا یہ بیع کی ضد ہے اور لفظ اپنی ضد کا احتمال رکھنے والا نہیں ہوتا پس اقالہ کا باطل ہونا معین ہو چکا جبکہ اس کا تیسرے آدمی کے حق میں بیع ہونا ایک امر ضروری ہے' کیونکہ اقالہ سے مثل بیع یعنی ملکیت ثابت ہوتی ہے' جبکہ صیغہ اقالہ کا تقاضہ کرنے والا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ عاقدین کو اپنے غیر پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

ثبوت اقالہ کے بعد شرائط کا بیان

إِذَا ثَبَتَ هٰذَا نَقُولُ: إِذَا شَرَطَ الْاَكْثَرَ فَالْإِقَالَةُ عَلَى الثَّمَنِ الْاَوَّلِ لِتَعَذُّرِ الْفَسْخِ عَلَى الزِّيَادَةِ، إِذْ رَفْعُ مَا لَمْ يَكُنْ ثَابِتًا مُحَالٌ فَيَبْطُلُ الشَّرْطُ؛ لِاَنَّ الْإِقَالَةَ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِاَنَّ الزِّيَادَةَ يُمْكِنُ اِثْبَاتُهَا فِي الْعَقْدِ فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا اَوْ لَا يُمْكِنُ اِثْبَاتُهَا فِي الرَّفْعِ، وَكَذَا إِذَا شَرَطَ الْاَقَلَّ لِمَا بَيَّنَّاهُ إِلَّا اَنْ يَحْدُثَ فِي الْمَبِيعِ عَيْبٌ فَحِينَئِذٍ جَازَتِ الْإِقَالَةُ بِالْاَقَلِّ؛ لِاَنَّ الْحَطَّ يُجْعَلُ بِإِزَاءِ مَا فَاتَ بِالْعَيْبِ، وَعِنْدَهُمَا فِي شَرْطِ الزِّيَادَةِ يَكُونُ بَيْعًا؛ لِاَنَّ الْاَصْلَ هُوَ الْبَيْعُ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ جَعْلُهُ بَيْعًا مُمْكِنٌ فَإِذَا زَادَ كَانَ قَاصِدًا بِهٰذَا ابْتِدَاءَ الْبَيْعِ، وَكَذَا فِي شَرْطِ الْاَقَلِّ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ؛ لِاَنَّهُ هُوَ الْاَصْلُ عِنْدَهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ فَسْخٌ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ لَا سُكُوتٌ عَنْ بَعْضِ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ، وَلَوْ سَكَتَ عَنِ الْكُلِّ وَاَقَالَ يَكُونُ فَسْخًا فَهٰذَا اَوْلَى، بِخِلَافِ مَا إِذَا زَادَ، وَإِذَا دَخَلَهُ عَيْبٌ فَهُوَ فَسْخٌ بِالْاَقَلِّ لِمَا بَيَّنَّاهُ .

اور جب اقالہ کی اصل ثابت ہو چکی ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے ثمن اول سے زائد کی شرط لگائی تو اقالہ ثمن اول پر ہوگا' کیونکہ زیادتی پر فسخ ناممکن ہے۔ اور غیر ثابت شدہ چیز کو فسخ کرنا بھی ناممکن ہے پس شرط باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اقالہ شرائط فاسد کے سبب باطل ہونے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف بیع کے۔ کیونکہ بیع کے عقد میں زیادتی کا ثابت ممکن ہے' جس سے سود ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ بیع کو فسخ کرنے میں زیادتی کا ثبوت ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح کا حکم ہے' جب ثمن اول سے کم قیمت لگائی گئی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہاں البتہ جب مبیع میں کوئی عیب پیدا ہو جائے' تو اب ثمن اول سے کم پر اقالہ کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ کمی عیب کے سبب سے فوت شدہ مبیع کے مقابلے میں ہوئی ہے۔

صاحبین کے نزدیک زیادتی کی شرط میں اقالہ بیع بن جائے گا۔ کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اصل بیع ہی ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کو بیع قرار دینا ممکن ہے پس جب ثمن اول پر اضافہ کیا ہے' تو اضافے کے سبب وہ بیع کا ارادہ کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کم قیمت کی شرط پر بھی اقالہ بیع درست ہو جائے گا' کیونکہ ان کے نزدیک اصل بیع ہی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ثمن اول سے کم کرنا یہ فسخ ہو جائے گا' کیونکہ اس ثمن کی بعض مقدار سے سکوت ہے' کیونکہ ثمن اول ہی اس کی اصل تھی۔ اور جب سارے سکوت کرتے ہوئے کسی نے اقالہ کیا' تو یہ فسخ ہوگا' تو یہ بدرجہ اولیٰ فسخ ہوگا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ زیادتی کرے اور جب مبیع میں کوئی عیب پیدا ہوا تو یہ اقل کے ساتھ فسخ ہوگا اسی دلیل کے سبب

جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ثمن اول کے خلاف جنس پر اقالہ کرنے کا بیان

وَلَوْ اَقَالَ بِغَيْرِ جِنْسِ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ فَهُوَ فَسْخٌ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَيَجْعَلُ التَّسْمِيَةَ لَغْوًا عِنْدَهُمَا بَيْعٌ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ وَلَدَتْ الْمَبِيعَةُ وَلَدًا ثُمَّ تَقَايَلَا فَالْإِقَالَةُ بَاطِلَةٌ عِنْدَهُ لِاَنَّ الْوَلَدَ مَانِعٌ مِنَ الْفَسْخِ، وَعِنْدَهُمَا تَكُوْنُ بَيْعًا وَالْإِقَالَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فِى الْمَنْقُوْلِ، وَغَيْرِهِ فَسْخٌ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَذَا عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِى الْمَنْقُوْلِ لِتَعَذُّرِ الْبَيْعِ، وَفِى الْعَقَارِ يَكُوْنُ بَيْعًا عِنْدَهُ لِإِمْكَانِ الْبَيْعِ، فَاِنَّ بَيْعَ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ عِنْدَهُ .

اور جب کسی شخص نے ثمن اول کے خلاف جنس کے ساتھ اقالہ کیا' تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثمن اول پر فسخ ہو جائے گا' جبکہ تسمیہ کو لغو قرار دیں گے، اور صاحبین کے نزدیک بیع ہو جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے۔

اور جب مبیع باندی نے بچے کو جنم دیا اس کے بعد عاقدین نے اقالہ کیا' تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اقالہ باطل ہے' کیونکہ یہ بچہ فسخ کو روکنے والا ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک اقالہ بیع ہے۔

منقولہ اور غیر منقولہ دونوں میں قبضہ سے پہلے اقالہ کرنا طرفین کے نزدیک فسخ ہے' جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک منقول میں فسخ ہے' کیونکہ اس میں بیع ناممکن ہے' جبکہ ان کے نزدیک عقار میں اقالہ بیع ہوگا' کیونکہ بیع ممکن ہے' کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قبضہ سے پہلے زمین کی بیع کرنا جائز ہے۔

ہلاکت ثمن کا صحت اقالہ کے مانع نہ ہونے کا بیان

(قَالَ وَهَلَاكُ الثَّمَنِ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقَالَةِ وَهَلَاكُ الْمَبِيعِ يَمْنَعُ مِنْهَا) لِاَنَّ رَفْعَ الْبَيْعِ يَسْتَدْعِى قِيَامَهُ وَهُوَ قَائِمٌ بِالْبَيْعِ دُوْنَ الثَّمَنِ (فَاِنْ هَلَكَ بَعْضُ الْمَبِيعِ جَازَتْ الْإِقَالَةُ فِى الْبَاقِى) ؛ لِقِيَامِ الْبَيْعِ فِيهِ، وَاِنْ تَقَايَضَا تَجُوْزُ الْإِقَالَةُ بَعْدَ هَلَاكِ اَحَدِهِمَا وَلَا تَبْطُلُ بِهَلَاكِ اَحَدِهِمَا لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَبِيعٌ فَكَانَ الْمَبِيعُ بَاقِيًا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

فرمایا: ثمن کا ہلاک ہو جانا یہ صحت اقالہ کو روکنے والا نہیں ہے' جبکہ مبیع کی ہلاکت صحت اقالہ کو روکنے والی ہے' کیونکہ بیع کو رفع کرنا یہ بیع کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ بیع، بیع سے قائم ہونے والی ہے ثمن سے قائم ہونے والی نہیں ہے۔ اور جب کچھ مبیع ہلاک ہوئی تو بقیہ میں اقالہ جائز ہے' کیونکہ بیع کا فسخ قیام اس میں بیع کو قائم کرنا ہے اور جب عقد کرنے والوں نے بیع مقایضہ کی تو دونوں اعواض میں کسی ایک کے ہلاک ہونے کے بعد اقالہ جائز ہوگا' اور ان میں سے کسی ایک کی ہلاکت کے سبب اقالہ باطل نہ ہوگا' کیونکہ ان میں سے ہر ایک مبیع ہے پس مبیع باقی رہنے والی ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

بَابُ الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ

﴿یہ باب بیع مرابحہ وتولیہ کے بیان میں ہے﴾

باب مرابحہ وتولیہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب اصل سے فارغ ہوئے ہیں اور اصل ایسی مبیع ہے' جو بیوع لازمہ اور بیوع غیر لازمہ سے ہو۔ اب اس کے بعد ان دونوں کی انواع کو شروع کیا ہے' جو ثمن سے متعلق ہیں اور وہ مرابحہ وتولیہ وغیرہ ہیں۔ پس اس کو ہم بیوع کے شروع میں ذکر کر آئے ہیں اور وہاں ہم نے اس کی تفصیل کا وعدہ کیا تھا اور اب یہ وہی مقام آ گیا ہے کہ جہاں کی تفصیل کو ذکر کر رہے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۲۳۱، بیروت)

بیع مرابحہ تولیہ کا مفہوم

تولیہ یہ ہے کہ جس قیمت میں کوئی چیز خریدی جائے اسی میں بیچ دی جائے۔ مرابحہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ جس میں اپنی قیمت خرید پر نفع لے کر فروخت کیا جائے، مثلاً ایک چیز دس روپے میں لے اور پندرہ روپے میں فروخت کر دے۔

مرابحہ، ایک مخصوص قسم کی تجارت ہے، جو تابع شریعت ہے۔ اس میں ایک فروخت کنندہ اپنا مال بیچنے سے پہلے صاف طور پر یہ کہہ دیتا ہے کہ اس نے اس شئے کو کس قیمت پر خریدا تھا اور یہ فروخت کنندہ اس شئے پر اس کو حاصل ہونے والے منافع کا اظہار بھی خریدنے والے پر کر دیتا ہے۔ اسلامی مالیاتی اداروں کے زیر عمل ایک انتہائی مقبول طریقہ ہے' جس کے ذریعہ سود سے پاک رقمی لین دین کو فروغ دیا جاتا ہے اس طریقہ کو بالعموم، اثاثہ جات وجائیداد کے لیے مالیہ کی فراہمی، مائیکروفنانس اور اشیاء کی درآمد و برآمد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ زائد از 100 کھرب ڈالر مالیاتی اشیاء کا مرابحہ بحالت موجودہ خلیج اور دیگر علاقوں میں سب سے زیادہ مقبول اور زیر استعمال اسلامک رقمی مارکیٹ پراڈکٹ ہے

بیع مرابحہ وتولیہ کے جواز کا بیان

قَالَ (الْمُرَابَحَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْاَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، وَالتَّوْلِيَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْاَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ) وَالْبَيْعَانِ جَائِزَانِ ؛ لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الْجَوَازِ، وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ اِلٰى هٰذَا النَّوْعِ مِنَ الْبَيْعِ ؛ لِاَنَّ الْغَبِيَّ الَّذِي لَا يَهْتَدِي فِي التِّجَارَةِ يَحْتَاجُ اِلٰى اَنْ يَعْتَمِدَ فِعْلَ الذَّكِيِّ الْمُهْتَدِي وَتَطِيبُ نَفْسُهُ بِمِثْلِ مَا اشْتَرٰى وَبِزِيَادَةِ رِبْحٍ

فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِجَوَازِهِمَا، وَلِهٰذَا كَانَ مَبْنَاهُمَا عَلَى الْاَمَانَةِ وَالْاِحْتِرَازِ عَنِ الْخِيَانَةِ وَعَنْ شُبْهَتِهَا، وَقَدْ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ الْهِجْرَةَ اِبْتَاعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعِيْرَيْنِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلِّنِيْ اَحَدَهُمَا، فَقَالَ: هُوَ لَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: اَمَّا بِغَيْرِ ثَمَنٍ فَلَا).

فرمایا: اور بیع مرابحہ یہ ہے کہ پہلے عقد کے ساتھ کسی ملکیت والی چیز کو ثمن اول پر اضافہ کے ساتھ منتقل کر دینا ہے۔ اور تولیہ یہ ہے کہ اپنی ملکیت والی چیز کو ثمن اول پر اضافہ کے بغیر منتقل کر دینا ہے۔ ان کے جواز کی شرائط جامع ہیں اس لئے یہ بیع جائز ہے۔ اور اس میں ہر قسم کی بیع کی ضرورت بھی ثابت ہے۔ کیونکہ وہ جاہل سے تجارت سے واقف نہیں ہے اس کو اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ عقل مند تاجر کے عمل پر بھروسہ کرے۔ کیونکہ جاہل کا دل ثمن اول اور اس میں زیادتی دونوں پر خوش ہونے والا ہے پس ان کے جائز ہونے کو تسلیم کرنا ضروری ہوا۔

اور یہی وجہ ہے کہ بیع مرابحہ وتولیہ ان دونوں کا دارومدار امانت، خیانت اور شبہ خیانت سے بچنے کے لئے ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ خریدے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے ایک اونٹ مجھے بطور تولیہ دے دو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے لئے تو وہ بغیر کسی قیمت کے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قیمت کے بغیر میں اس کو نہ لوں گا۔

مرابحہ وتولیہ کے صحیح ہونے کے لئے ثمن مثلی کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالتَّوْلِيَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْعِوَضُ مِمَّا لَهُ مِثْلٌ)؛ لِاَنَّهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلٌ لَوْ مَلَكَهُ مَلَكَهُ بِالْقِيْمَةِ وَهِيَ مَجْهُوْلَةٌ (وَلَوْ كَانَ الْمُشْتَرِيْ بَاعَهُ مُرَابَحَةً مِمَّنْ يَمْلِكُ ذٰلِكَ الْبَدَلَ وَقَدْ بَاعَهُ بِرِبْحِ دِرْهَمٍ اَوْ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَكِيْلِ مَوْصُوْفٍ جَازَ) لِاَنَّهُ يَقْدِرُ عَلَى الْوَفَاءِ بِمَا الْتَزَمَ (وَاِنْ بَاعَهُ بِرِبْحِ الاِلِ يازده لَا يَجُوْزُ) لِاَنَّهُ بَاعَهُ بِرَاْسِ الْمَالِ وَبِبَعْضِ قِيْمَتِهِ؛ لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ، (وَيَجُوْزُ اَنْ يُضِيْفَ اِلٰى رَاْسِ الْمَالِ اُجْرَةَ الْقَصَّارِ وَالطَّرَّازِ وَالصَّبْغِ وَالْفَتْلِ وَاُجْرَةَ حَمْلِ الطَّعَامِ) لِاَنَّ الْعُرْفَ جَارٍ بِاِلْحَاقِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ بِرَاْسِ الْمَالِ فِيْ عَادَةِ التُّجَّارِ؛ وَلِاَنَّ كُلَّ مَا يَزِيْدُ فِي الْمَبِيْعِ اَوْ فِيْ قِيْمَتِهِ يَلْحَقُ بِهِ هٰذَا هُوَ الْاَصْلُ، وَمَا عَدَدْنَاهُ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ؛ لِاَنَّ الصَّبْغَ وَاَخَوَاتِهِ يَزِيْدُ فِي الْعَيْنِ وَالْحَمْلَ يَزِيْدُ فِي الْقِيْمَةِ اِذِ الْقِيْمَةُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ (وَيَقُوْلُ قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا وَلَمْ يَقُلْ اشْتَرَيْتُهُ بِكَذَا) كَيْ لَا يَكُوْنَ كَاذِبًا وَسَوْقُ الْغَنَمِ بِمَنْزِلَةِ الْحَمْلِ، بِخِلَافِ اُجْرَةِ الرَّاعِيْ وَكِرَاءِ بَيْتِ الْحِفْظِ؛ لِاَنَّهُ لَا يَزِيْدُ فِي الْعَيْنِ وَالْمَعْنٰى، وَبِخِلَافِ اُجْرَةِ التَّعْلِيْمِ لِاَنَّ ثُبُوْتَ الزِّيَادَةِ لِمَعْنًى فِيْهِ وَهُوَ حَذَاقَتُهُ.

فرمایا: اور بیع مرابحہ وتولیہ درست نہیں ہے حتیٰ کہ ثمن مثلی ہو کیونکہ جب ثمن مثلی نہ ہو تو اب اگر کوئی شخص اس مال کا مالک بنتا ہے تو وہ قیمت کے ذریعے سے ہوگا' اور قیمت مجہول ہے اور جب خریدار نے مبیع کو ایسے آدمی سے بطور مرابحہ خرید لیا' جو اس بدل کا مالک ہے۔ اور وہ اس کو ایک درہم یا کسی معین کیل والی چیز سے نفع پر اس کو بیچ چکا ہے' تو یہ جائز ہے' کیونکہ وہ چیز کو پورا کرنے کی قدرت رکھنے والا ہے' جو اس نے لازم کیا تھا۔

اور جب اس نے اسی نفع یا زیادہ نفع میں بیچا تو جائز نہیں ہے' کیونکہ بیچنے والے نے رأس المال اور اس کے کچھ قیمت کے بدلے میں بیچ دیا ہے اس لئے کہ وہ ذوات امثال میں سے نہیں ہے۔ اور رأس المال کے ساتھ دھوبی کی اجرت، ڈرائنگ بنانے والے کی اجرت، پینٹنگ کرنے والے کی اجرت، رسی بنانے کی اجرت اور اناج کو پہنچانے کی اجرت ملا دینا جائز ہے' کیونکہ اہل تجار کے عرف میں ان چیزوں کی اجرت کو رأس المال کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو مبیع یا اس کی قیمت میں زیادتی کرے اس کو رأس المال کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور ہماری بیان کردہ اشیاء اس صفت میں واقع ہیں' کیونکہ رنگ اور اس کی ہم مثل اشیاء کے سبب عین میں اضافہ ہوتا ہے اور بوجھ اٹھانے سے بھی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے' کیونکہ مکان کے تبدیلی کے سبب قیمت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

اور خریدار اس کہے گا کہ مجھے یہ چیز اتنے میں پڑ گئی ہے اور وہ اس طرح نہ کہے کہ میں نے یہ چیز اتنے کی خریدی ہے اس لئے کہ وہ جھوٹا نہ بنے۔ اور بکریوں کو ہانک کرلے جانا یہ غلہ اٹھانے کے حکم میں ہے بہ خلاف چرواہے کی اجرت اور سیکورٹی گارڈ کے کرائے کے کیونکہ ان میں ہر ایک نہ عین مبیع میں اضافہ کرنے والا ہے اور نہ ہی قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔ اور بہ خلاف سپرد کرنے کی اجرت کے کیونکہ زیادتی کا حکم ایسے مفہوم کے سبب سے ہے' جو مبیع میں ہے یعنی اس کا ذہین ہونا ہے۔

مرابحہ میں خریدار کا کسی خیانت پر مطلع ہونے کا بیان

(فَإِنْ اطَّلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى خِيَانَةٍ فِي الْمُرَابَحَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ وَإِنْ اطَّلَعَ عَلَى خِيَانَةٍ فِي التَّوْلِيَةِ أَسْقَطَهَا مِنْ الثَّمَنِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَحُطُّ فِيهِمَا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُخَيَّرُ فِيهِمَا) لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الِاعْتِبَارَ لِلتَّسْمِيَةِ؛ لِكَوْنِهِ مَعْلُومًا، وَالتَّوْلِيَةُ وَالْمُرَابَحَةُ تَرْوِيجٌ وَتَرْغِيبٌ فَيَكُونُ وَصْفًا مَرْغُوبًا فِيهِ كَوَصْفِ السَّلَامَةِ فَيَتَخَيَّرُ بِفَوَاتِهِ، وَلِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ كَوْنُهُ تَوْلِيَةً وَمُرَابَحَةً وَلِهَذَا يَنْعَقِدُ بِقَوْلِهِ وَلَّيْتُك بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ أَوْ بِعْتُك مُرَابَحَةً عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ إذَا كَانَ ذَلِكَ مَعْلُومًا فَلَا بُدَّ مِنْ الْبِنَاءِ عَلَى الْأَوَّلِ وَذَلِكَ بِالْحَطِّ، غَيْرَ أَنَّهُ يُحَطُّ فِي التَّوْلِيَةِ قَدْرُ الْخِيَانَةِ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ وَفِي الْمُرَابَحَةِ مِنْهُ وَمِنْ الرِّبْحِ، وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يُحَطَّ فِي التَّوْلِيَةِ لَا تَبْقَى تَوْلِيَةً؛ لِأَنَّهُ يَزِيدُ عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ فَيَتَغَيَّرُ

التَّصَرُّفُ فَتَعَيَّنَ الْحَطُّ وَفِي الْمُرَابَحَةِ لَوْ لَمْ يُحَطَّ تَبْقَى مُرَابَحَةً وَإِنْ كَانَ يَتَفَاوَتُ الرِّبْحُ فَلَا يَتَغَيَّرُ التَّصَرُّفُ فَأَمْكَنَ الْقَوْلُ بِالتَّخْيِيرِ، فَلَوْ هَلَكَ قَبْلَ أَنْ يَرُدَّهُ أَوْ حَدَثَ فِيهِ مَا يَمْنَعُ الْفَسْخَ يَلْزَمُهُ جَمِيعُ الثَّمَنِ فِي الرِّوَايَاتِ الظَّاهِرَةِ؛ لِأَنَّهُ مُجَرَّدُ خِيَارٍ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ كَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطِ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ؛ لِأَنَّهُ الْمُطَالَبَةُ بِتَسْلِيمِ الْفَائِتِ فَيَسْقُطُ مَا يُقَابِلُهُ عِنْدَ عَجْزِهِ.

اور بیع مرابحہ میں جب خریدار کسی خیانت پر مطلع ہوا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو پوری قیمت کے بدلے میں اس کو حاصل کرلے اور اگر وہ چاہے تو اس کو ترک کردے۔ اور جب وہ بیع تولیہ میں کسی خیانت مطلع ہوا ہے تو وہ خیانت کی مقدار کے برابر قیمت کو ساقط کردے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے: وہ دونوں بیوع میں خیانت کی مقدار کے برابر قیمت کو ساقط کردے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں اس کو مبیع لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قیمت اسی کا اعتبار کیا جائے گا' جو بیان ہوئی ہے۔ اس لئے کہ وہ معدوم ہے' جبکہ تولیہ و مرابحہ کا مقصد رغبت دلانا ہے پس ان کو ذکر کرنا یہ سلامتی کے وصف کے ساتھ مرغوب فیہ میں ہوگا' جس کے فوت ہونے پر خریدار کو اختیار مل سکتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں بیوع کا ذکر کرنا یہ ان کی اصل ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب قیمت معلوم ہو تو بیچنے والا کا قول ''میں نے ثمن اول کے ساتھ تیرے ساتھ تولیہ کیا'' سے تولیہ اور میں نے تجھے بیچ دیا ہے سے مرابحہ منعقد ہو جائے گی۔ پس پہلے عقد پر دوسرے عقد کی بناء لازم ہوئی اور ایسا کم کرنے سے ہی ہوتا ہے' جبکہ بیع تولیہ میں رأس المال سے مقدار خیانت کم کی جائے گی اور بیع مرابحہ میں رأس المال اور نفع دونوں میں کم کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جب بیع تولیہ میں خیانت کی مقدار کم نہ کیا جائے' تو وہ بیع تولیہ نہ رہے گی کیونکہ یہ مقدار ثمن اول سے بڑھ جائے گی اور اس کا تصرف بھی بدل جائے گا پس کم کرنا معین ہو جائے گا' اور بیع مرابحہ میں جب مقدار کو تھوڑا نہ کیا گیا تو وہ پھر بھی مرابحہ باقی رہے گی خواہ اس کے نفع میں فرق ہے مگر پھر بھی تصرف نہیں بدلے گا۔ پس اس میں خریدار کو اختیار دینا ممکن ہے۔

اور جب وہ واپس کرنے سے پہلے مبیع ہلاک ہو جائے یا اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جو مانع فسخ ہے' تو ظاہر روایات کے مطابق خریدار کو ساری ثمن ادا کرنا ضروری ہوگی۔ کیونکہ وہ فوت ہونے والی چیز کے حصے کو حوالے کرنے کا مطالبہ کرنے والا ہے پس فوت ہونے والے حصے کو حوالے کرنے سے عاجز آنے کے وقت اس کے بدلے کی قیمت ساقط ہو جائے گی۔

کپڑے کو خرید کر نفع میں بیچ کر پھر خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَبَاعَهُ بِرِبْحٍ ثُمَّ اشْتَرَاهُ، فَإِنْ بَاعَهُ مُرَابَحَةً طَرَحَ عَنْهُ كُلَّ رِبْحٍ كَانَ قَبْلَ

ذٰلِكَ، فَإِنْ كَانَ اسْتَغْرَقَ الثَّمَنَ لَمْ يَبِعْهُ مُرَابَحَةً، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى الثَّمَنِ الْاٰخِيْرِ) .

صُورَتُهُ: إِذَا اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشَرَةٍ وَبَاعَهُ بِخَمْسَةَ عَشَرَ ثُمَّ اشْتَرَاهُ بِعَشَرَةٍ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً بِخَمْسَةٍ وَيَقُولُ قَامَ عَلَيَّ بِخَمْسَةٍ، وَلَوْ اشْتَرَاهُ بِعَشَرَةٍ وَبَاعَهُ بِعِشْرِينَ مُرَابَحَةً ثُمَّ اشْتَرَاهُ بِعَشَرَةٍ لَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً اَصْلًا، وَعِنْدَهُمَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى الْعَشَرَةِ فِي الْفَصْلَيْنِ، لَهُمَا اَنَّ الْعَقْدَ الثَّانِيَ عَقْدٌ مُتَجَدِّدٌ مُنْقَطِعُ الْاَحْكَامِ عَنِ الْاَوَّلِ فَيَجُوزُ بِنَاءُ الْمُرَابَحَةِ عَلَيْهِ، كَمَا إِذَا تَخَلَّلَ ثَالِثٌ، وَلِاَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ شُبْهَةَ حُصُولِ الرِّبْحِ بِالْعَقْدِ الثَّانِي ثَابِتَةٌ ؛ لِاَنَّهُ يَتَاَكَّدُ بِهِ بَعْدَمَا كَانَ عَلَى شَرَفِ السُّقُوطِ بِالظُّهُورِ عَلَى عَيْبِ الشُّبْهَةِ كَالْحَقِيقَةِ فِي بَيْعِ الْمُرَابَحَةِ احْتِيَاطًا وَلِهٰذَا لَمْ تَجُزِ الْمُرَابَحَةُ فِيمَا اُخِذَ بِالصُّلْحِ لِشُبْهَةِ الْحَطِيطَةِ فَيَصِيرُ كَاَنَّهُ اشْتَرَى خَمْسَةً وَثَوْبًا بِعَشَرَةٍ فَيَطْرَحُ عَنْهُ خَمْسَةً، بِخِلَافِ مَا إِذَا تَخَلَّلَ ثَالِثٌ ؛ لِاَنَّ التَّاكِيدَ حَصَلَ بِغَيْرِهِ .

اور جب کسی شخص نے کوئی کپڑا خرید کر پھر اس کو نفع کے ساتھ بیچ دیا اور پھر اسی کپڑے کو خریدا تو اب اگر اس کو مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو اس سے پہلے لیے گئے سارے منافع کو ثمن سے ساقط کر دے اور جب نفع ثمن کو گھیرنے والا ہے تو اب وہ اس کو بیع مرابحہ کے طور نہیں بیچ سکتا۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے: بیچنے والا اول کو دوسری قیمت پر بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی جب کسی شخص نے دس دراہم میں کوئی کپڑا خرید کر اس کو پندرہ دراہم میں بیچ دیا اور اس نے دوبارہ اسی کپڑے کو دس دراہم میں خرید لیا تو وہ اس کپڑے کو دوبارہ پانچ دراہم کے مرابحہ کے ساتھ بیچ سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہے گا کہ مجھے پانچ دراہم میں پڑا ہے۔

اور جب کسی دس دراہم میں کپڑا خرید کر اس کو بیس دراہم میں بیچ دیا اور اس کے بعد پھر اسی کو دس دراہم میں خرید لیا تو وہ اب اس کپڑے کو بیع مرابحہ کے طور نہیں فروخت کر سکتا۔ صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں پہلے بیچنے والا اس کپڑے کو دس دراہم پر بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے۔ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا عقد ایک نیا عقد ہے اور پہلے عقد سے الگ حکم رکھنے والا ہے۔ پس اس عقد پر بیع مرابحہ کی بناء کرنا جائز ہے جس طرح اس صورت میں ہوگا جب کوئی تیسرا شخص درمیان میں آ جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے عقد کے سبب نفع حاصل کرنے میں شبہ ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ دوسرے عقد کے سبب وہ نفع مؤکد ہو چکا ہے جبکہ عیب ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ نفع گرنے کے قریب تھا۔ پس احتیاط کے پیش نظر بیع مرابحہ میں شبہ کو حقیقت کا حکم دیا جائے گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ قیمت کم کرنے کے شبہ کے سبب صلح میں لی جانے والی چیز میں بیع مرابحہ جائز نہیں ہے۔

پس پہلا بیچنے والا تو اس طرح ہو جائے گا کہ گویا اس نے دس دراہم کے بدلے میں پانچ دراہم اور کپڑا دونوں چیزوں کو خرید لیا ہے' کیونکہ اس سے پانچ دراہم ساقط کر دیئے گئے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کوئی تیسرا آدمی درمیان میں آگیا ہے' کیونکہ اب نفع عقد ثانی کے سوا سے مؤکد ہونے والا ہے۔

عبد ماذون سے مرابحہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اشْتَرَى الْعَبْدُ الْمَاذُونُ لَهُ فِي التِّجَارَةِ ثَوْبًا بِعَشَرَةٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِرَقَبَتِهِ فَبَاعَهُ مِنَ الْمَوْلٰى بِخَمْسَةَ عَشَرَ فَاِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلٰى عَشَرَةٍ، وَكَذٰلِكَ اِنْ كَانَ الْمَوْلٰى اشْتَرَاهُ فَبَاعَهُ مِنَ الْعَبْدِ) لِاَنَّ فِي هٰذَا الْعَقْدِ شُبْهَةَ الْعَدَمِ بِجَوَازِهِ مَعَ الْمُنَافِي فَاعْتُبِرَ عَدَمًا فِي حُكْمِ الْمُرَابَحَةِ وَبَقِيَ الْاِعْتِبَارُ لِلْاَوَّلِ فَيَصِيرُ كَاَنَّ الْعَبْدَ اشْتَرَاهُ لِلْمَوْلٰى بِعَشَرَةٍ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ، وَكَاَنَّهُ يَبِيعُهُ لِلْمَوْلٰى فِي الْفَصْلِ الثَّانِي فَيُعْتَبَرُ الثَّمَنُ الْاَوَّلُ .

فرمایا: اور تجارت میں اذن دیئے گئے غلام نے جب دس دراہم میں کوئی کپڑا خریدا جبکہ اس پر اتنا قرض ہے' جو اس کی ذات کو گھیرے ہوئے ہے اس کے بعد اس نے یہ کپڑا اپنے آقا کو پندرہ دراہم کے بدلے میں بیچ دیا تو آقا اس کو کپڑے کو دس دراہم پر بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے۔ اور اسی طرح جب آقا نے دس دراہم میں کپڑا خرید کر اس کو اپنے عبد ماذون کو پندرہ دراہم میں بیچ دیا۔ منافی بیع کے ہوتے ہوئے بھی اس عقد کے جائز ہونے میں عدم جواز شبہ کا حکم ہے۔ پس مرابحہ کے حکم میں اس کو معدوم سمجھا جائے گا۔ پس پہلے عقد کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ پس یہ اسی طرح ہو چکا ہے کہ جب پہلی صورت میں غلام نے دس دراہم کے بدلے آقا کے لئے خریداری کی ہے اور دوسری صورت میں وہ دس دراہم پر آقا کو بیچ رہا ہے پس پہلی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

مضارب کے نصف منافع پر اقالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشَرَةٍ وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِخَمْسَةَ عَشَرَ فَاِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ وَنِصْفٍ) لِاَنَّ هٰذَا الْبَيْعَ وَاِنْ قُضِيَ بِجَوَازِهِ عِنْدَنَا عِنْدَ عَدَمِ الرِّبْحِ خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَعَ اَنَّهُ اشْتَرَى مَالَهُ بِمَالِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ اسْتِفَادَةِ وِلَايَةِ التَّصَرُّفِ وَهُوَ مَقْصُودٌ وَالْاِنْعِقَادُ يَتْبَعُ الْفَائِدَةَ فَفِيهِ شُبْهَةُ الْعَدَمِ ؛ اَلَا تَرَى اَنَّهُ وَكِيلٌ عَنْهُ فِي الْبَيْعِ الْاَوَّلِ مِنْ وَجْهٍ فَاعْتُبِرَ الْبَيْعُ الثَّانِي عَدَمًا فِي حَقِّ نِصْفِ الرِّبْحِ .

فرمایا: اور جب مضارب کے پاس آدھا نفع پر دس دراہم ہوں اور اس نے دس دراہم سے کوئی کپڑا خرید کر رب المال سے پندرہ دراہم میں اس کو فروخت کر دیا ہے' تو رب المال اس کپڑے کو ساڑھے بارہ دراہم میں بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے' کیونکہ نفع ہونے کی حالت اگر چہ اس کو ہمارے نزدیک بیع قرار دیا گیا ہے' جبکہ امام زفر کا وہی اختلاف ہے۔

اور جب رب المال مال کے بدلے میں اپنا ہی مال خریدنے والا ہے' کیونکہ اس میں ولایت تصرف کا فائدہ دینے والی ہے اور بیع میں مقصد یہی ہوتا ہے اور فائدہ انعقاد بیع کے بعد ہوتا ہے مگر اس میں بھی عدم جواز کا شبہ ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ مضارب پہلی بیع میں ایک طرح رب المال کا وکیل ہوتا ہے' کیونکہ آدھے نفع کے حق میں دوسرے بیع کو کالعدم سمجھا گیا ہے۔

باندی کا خرید کے بعد کانا ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى جَارِيَةً فَاعْوَرَّتْ اَوْ وَطِئَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ يَبِيعُهَا مُرَابَحَةً وَلَا يُبَيِّنُ) لِاَنَّهُ لَمْ يَحْتَبِسْ عِنْدَهُ شَيْئًا يُقَابِلُهُ الثَّمَنُ ؛ لِاَنَّ الْاَوْصَافَ تَابِعَةٌ لَا يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ، وَلِهٰذَا لَوْ فَاتَتْ قَبْلَ التَّسْلِيمِ لَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، وَكَذَا مَنَافِعُ الْبُضْعِ لَا يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ، وَالْمَسْاَلَةُ فِيمَا اِذَا لَمْ يُنْقِصْهَا الْوَطْءُ، وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ اَنَّهُ لَا يَبِيعُ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ، كَمَا اِذَا احْتَبَسَ بِفِعْلِهِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ (فَاَمَّا اِذَا فَقَاَ عَيْنَهَا بِنَفْسِهِ اَوْ فَقَاَهَا اَجْنَبِيٌّ فَاَخَذَ اَرْشَهَا لَمْ يَبِعْهَا مُرَابَحَةً حَتّٰى يُبَيِّنَ) لِاَنَّهُ صَارَ مَقْصُودًا بِالْاِتْلَافِ فَيُقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، وَكَذَا اِذَا وَطِئَهَا وَهِيَ بِكْرٌ لِاَنَّ الْعُذْرَةَ جُزْءٌ مِنَ الْعَيْنِ يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ وَقَدْ حَبَسَهَا

فرمایا: اور جب کسی شخص نے باندی کو خریدا اور اس کے بعد کانی ہوگئی یا اس نے اس سے وطی کی جبکہ وہ ثیبہ تھی' تو وہ اس کو بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے' کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز رکنے والی نہیں ہے' جس کے بدلے میں قیمت ہو کیونکہ اوصاف تابع ہوتے ہیں اور ان کے بدلے میں ثمن نہیں آتا۔ اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ جب خریدار کی طرف حوالے کرنے سے پہلے ہی اس کی آنکھ ختم ہو جائے' تو ثمن سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ اور اسی طرح نفع بضع کے بدلے میں بھی ثمن نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب باندی سے وطی کرنے کے سبب اس میں کوئی نقص نہ آیا ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے پہلے مسئلہ میں نقل کیا گیا ہے کہ خریدار وضاحت کرنے کے بغیر اس کو نہ بیچے جس طرح اس صورت میں ہے' جب اسی عمل سے کوئی چیز محبوس ہوگئی ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ہاں البتہ جب خریدار نے خود باندی کی آنکھ نکال دی یا کسی دوسرے نے پھوڑی اور خریدار نے اس سے جرمانہ وصول کر لیا تو اب بغیر وضاحت خریدار اس کو بطور مرابحہ نہیں بیچ سکتا کیونکہ تلف کے سبب ایسا مقصود آگیا ہے' جس کے بدلے میں قیمت ہے۔ اور اسی طرح جب خریدار نے باندی سے وطی کی حالانکہ وہ باکرہ تھی کیونکہ دوشیزہ ہونا یہ باندی کی ذات کا ایک حصہ ہے' جس کے بدلے میں قیمت ہے' جبکہ خریدار نے اس کو روک رکھا ہے۔

کپڑے کے جلنے کے بعد مرابحہ کرنے کا بیان

(وَلَوِ اشْتَرَى ثَوْبًا فَاَصَابَهُ قَرْضُ فَاْرٍ اَوْ حَرْقُ نَارٍ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ، وَلَوْ تَكَسَّرَ بِنَشْرِهِ وَطَيِّهِ لَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً حَتّٰى يُبَيِّنَ) وَالْمَعْنٰى مَا بَيَّنَّاهُ .

اور جب کسی شخص نے کپڑا خریدلیا تو اس کو چوہے نے کاٹ دیا یا اس کو آگ نے جلا دیا تو خریدار بغیر کسی وضاحت اس کو بیچ سکتا ہے اور جب خریدار کے کھولنے اور تہہ لگانے کے سبب کپڑا پھٹ جائے 'تو بغیر کسی وضاحت کے اس بطور مرابحہ بیچنا درست نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

ادھار غلام خرید کر اس میں مرابحہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى غُلَامًا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ نَسِيئَةً فَبَاعَهُ بِرِبْحِ مِائَةٍ وَلَمْ يُبَيِّنْ فَعَلِمَ الْمُشْتَرِي، فَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، وَإِنْ شَاءَ قَبِلَ) ؛ لِأَنَّ لِلْأَجَلِ شَبَهًا بِالْمَبِيعِ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُزَادُ فِي الثَّمَنِ لِأَجْلِ الْأَجَلِ، وَالشُّبْهَةُ فِي هَذَا مُلْحَقَةٌ بِالْحَقِيقَةِ فَصَارَ كَأَنَّهُ اشْتَرَى شَيْئَيْنِ وَبَاعَ أَحَدَهُمَا مُرَابَحَةً بِثَمَنِهِمَا، وَالْإِقْدَامُ عَلَى الْمُرَابَحَةِ يُوجِبُ السَّلَامَةَ عَنْ مِثْلِ هَذِهِ الْخِيَانَةِ، فَإِذَا ظَهَرَتْ يُخَيَّرُ كَمَا فِي الْعَيْبِ (وَإِنْ اسْتَهْلَكَهُ ثُمَّ عَلِمَ لَزِمَهُ بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ) ؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، قَالَ: (فَإِنْ كَانَ وَلَّاهُ إِيَّاهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ رَدَّهُ إِنْ شَاءَ ؛ لِأَنَّ الْخِيَانَةَ فِي التَّوْلِيَةِ مِثْلُهَا فِي الْمُرَابَحَةِ ؛ لِأَنَّهُ بِنَاءٌ عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ (وَإِنْ كَانَ اسْتَهْلَكَهُ ثُمَّ عَلِمَ لَزِمَهُ بِأَلْفٍ حَالَّةٍ) لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرُدُّ الْقِيمَةَ وَيَسْتَرِدُّ كُلَّ الثَّمَنِ، وَهُوَ نَظِيرُ مَا إِذَا اسْتَوْفَى الزُّيُوفَ مَكَانَ الْجِيَادِ وَعَلِمَ بَعْدَ الْإِتْفَاقِ، وَسَيَأْتِيكَ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَقِيلَ يُقَوَّمُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَبِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ فَيَرْجِعُ بِفَضْلِ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ الْأَجَلُ مَشْرُوطًا فِي الْعَقْدِ وَلَكِنَّهُ مُنَجَّمٌ مُعْتَادٌ قِيلَ لَا بُدَّ مِنْ بَيَانِهِ ؛ لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ كَالْمَشْرُوطِ، وَقِيلَ يَبِيعُهُ وَلَا يُبَيِّنُهُ ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ حَالٌّ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں ادھار غلام خرید کر اس کو وضاحت کیے بغیر سو دراہم کے نفع پر اس کو بیچ دیا اس کے بعد خریدار کو پتہ چل گیا تو اس کو اختیار وہ چاہے' تو مبیع کو واپس کرے اور چاہے' تو اس کو قبول کرے۔ کیونکہ میعاد مبیع کے مشابہ ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ میعاد کے سبب ثمن میں زیادتی کردی جاتی ہے اور اس باب میں شبہ حقیقت کے ساتھ ملنے والا ہے۔ تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ خریدار نے دو چیزوں کو خرید کر ان میں سے ایک کو دونوں کی قیمت پر مرابحہ کرتے ہوئے بیچ دیا اور مرابحہ پر اقدام کرنا ایسی سلامتی کو واجب کرنے والا ہے' جو اس کی مثل خیانت سے بچانے والا ہے اور خیانت ظاہر ہو جائے' تو خریدار کو اختیار دیا جائے گا' جس طرح عیب میں ہوتا ہے اور جب دوسرے خریدار نے مبیع کو ہلاک کیا اس کے بعد اس کو پتہ چلا تو اس پر گیارہ سو دراہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ میعاد کے بدلے میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتی۔

اور جب پہلے خریدار نے دوسرے خریدار کو وہ غلام بطور تولیہ دیا اور اس کی وضاحت نہ کی تو اب اگر دوسرا خریدار چاہے' تو رد کردے۔ کیونکہ تولیہ کی خیانت مرابحہ کی طرح ہے اور تولیہ بھی پہلی قیمت پر مبنی ہے اور جب مبیع کو ہلاک کر دینے کے بعد دوسرے

خریدار کو خیانت کا پتہ چلا تو اس پر ایک ہزار نقد واجب ہوں گے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ دوسرا خریدار پوری قیمت لیکر اس غلام کی قیمت دیدے۔ اور یہ حکم اس مسئلہ کی مثل ہے جب قرض خواہ نے اپنے مدیون کھرے دراہم کی جگہ پر کھوٹے دراہم وصول کر لیے ہوں اور خرچ کرنے کے بعد اس کو پتہ چلا ہے اور عنقریب ان شاء اللہ یہ مسئلہ بھی آجائے گا۔
ایک قول کے مطابق نقد اور ادھار ثمن پر مبیع کا اندازہ کیا جائے گا' اور جب دوسرا خریدار ان کے درمیان فرق کو واپس لے لیتا ہے۔ اور جب میعاد عقد میں بطور شرط نہ ہو اور بطور قسط ادا کرنا بھی معتاد ہے' تو کہا گیا ہے کہ اس صورت میں وضاحت ضروری ہے اور ایک دوسرے قول کے مطابق بغیر کسی وضاحت کے اس کو فروخت کر سکتا ہے' کیونکہ ثمن نقد ہے۔

ثمن مجہول ہونے کے سبب بیع فاسد ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَلَّى رَجُلًا شَيْئًا بِمَا قَامَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَعْلَمِ الْمُشْتَرِي بِكَمْ قَامَ عَلَيْهِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) لِجَهَالَةِ الثَّمَنِ (فَإِنْ أَعْلَمَهُ الْبَائِعُ، يَعْنِي فِي الْمَجْلِسِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ) لِأَنَّ الْفَسَادَ لَمْ يَتَقَرَّرْ، فَإِذَا حَصَلَ الْعِلْمُ فِي الْمَجْلِسِ جُعِلَ كَابْتِدَاءِ الْعَقْدِ وَصَارَ كَتَأْخِيرِ الْقَبُولِ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ وَبَعْدَ الِافْتِرَاقِ قَدْ تَقَرَّرَ فَلَا يَقْبَلُ الْإِصْلَاحَ، وَنَظِيرُهُ بَيْعُ الشَّيْءِ بِرَقْمِهِ إِذَا عَلِمَ فِي الْمَجْلِسِ، وَإِنَّمَا يَتَخَيَّرُ؛ لِأَنَّ الرِّضَا لَمْ يَتِمَّ قَبْلَهُ لِعَدَمِ الْعِلْمِ فَيَتَخَيَّرُ كَمَا فِي خِيَارِ الرُّؤْيَةِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی سے اس قیمت پر کوئی چیز تولیہ کے طور پر فروخت کی جتنے کی وہ اس کو پڑی تھی۔ اور خریدار کا اس علم نہیں ہے کہ وہ چیز بیچنے والے کو کتنے میں پڑی تھی' تو ثمن کی جہالت کے سبب بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر بیچنے والا خریدار کو ثمن عقد میں باخبر کرنے والا ہے' تو خریدار کو اختیار ہوگا خواہ وہ اس کو لے یا چھوڑ دے۔ کیونکہ ابھی تک فساد پکا نہیں ہوا۔

اور جب مجلس عقد میں ثمن کا پتہ چل گیا تو یہ ابتدائے عقد میں علم کی طرح ہے اور آخر مجلس تک قبولیت میں تاخیر کرنے کی طرح ہو جائے گا' اور مجلس سے الگ ہونے کے بعد فساد پکا ہو چکا ہے' کیونکہ اب وہ اصلاح کو قبول کرنے والا نہیں ہے اور اس کی مثال لکھ دی گئی قیمت کسی چیز کو بیچنا ہے مگر شرط یہ ہے کہ مجلس عقد میں ہی قیمت کا علم ہو اور خریدار کو اختیار اس لئے دیا جائے گا کہ ثمن کی مقدار جاننے سے پہلے علم نہ ہونے کی وجہ سے رضامندی مکمل ہونے والی نہ تھی۔ پس خیار رویت کی طرح اس میں اختیار دے دیا جائے گا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مرابحہ وتولیہ کے مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل مرابحہ وتولیہ کے مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس فصل کو الگ ذکر کرنے کا سبب ظاہر ہے اور وہ یہ ہے بعض مسائل ایسے ہیں جو مرابحہ کے باب میں سے نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ مسائل مرابحہ سے مطرد ہیں کیونکہ وہ تعریف مرابحہ سے باہر ہیں اور وہ کسی قید کے ساتھ مقید ہیں۔ لہٰذا وہ ان اوصاف سے خالی ہوئے ہیں جو مرابحہ وتولیہ میں ہوتے ہیں پس اسی سبب سے ان مسائل کو مصنف علیہ الرحمہ نے ایک الگ فصل میں ذکر کیا ہے اور ان مسائل کو بیع مرابحہ وتولیہ سے مؤخر ذکر کرنے کا سبب مسائل شتیٰ کی طرح بعض قیود کے ساتھ یہ بھی مرابحہ وتولیہ میں ملنے والے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۲۶۷، بیروت)

منقولات ومحولات کو قبضہ سے پہلے بیچنے کی ممانعت کا بیان

وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا مِمَّا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ لَمْ يَجُزْ لَهُ بَيْعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يُقْبَضْ وَلِأَنَّ فِيهِ غَرَرَ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ عَلَى اعْتِبَارِ الْهَلَاكِ .

اور جس شخص نے منقولات اور محولات میں سے کسی چیز کو خریدا تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا منع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قبضہ میں نہ ہونے والی اشیاء کی بیع سے منع کیا ہے۔ اور اس دلیل سے بھی منع ہے کہ ہلاکت کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں فسخ عقد کا دھوکہ ہے۔

قبضہ سے پہلے زمین بیچنے کا بیان

(وَيَجُوزُ بَيْعُ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ . وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ) رُجُوعًا إلَى إطْلَاقِ الْحَدِيثِ وَاعْتِبَارًا بِالْمَنْقُولِ وَصَارَ كَالْإِجَارَةِ، وَلَهُمَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ، وَلَا غَرَرَ فِيهِ ؛ لِأَنَّ الْهَلَاكَ فِي الْعَقَارِ نَادِرٌ، بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ، وَالْغَرَرُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ غَرَرُ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ، وَالْحَدِيثُ مَعْلُولٌ بِهِ عَمَلًا بِدَلَائِلِ الْجَوَازِ وَالْإِجَارَةِ، قِيلَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ ؛ وَلَوْ سُلِّمَ فَالْمَعْقُودُ عَلَيْهِ فِي الْإِجَارَةِ الْمَنَافِعُ وَهَلَاكُهَا غَيْرُ نَادِرٍ .

شیخین کے نزدیک قبضہ سے پہلے زمین کو بیچنا جائز ہے' جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث کے مطلق ہونے اور اس کو منقول پر اعتبار کرتے ہوئے کہا ہے۔ اور یہ اجارہ کی طرح ہو جائے گا۔
شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اپنے اہل سے صادر ہوا ہے اور اپنے محل کی جانب منسوب ہوا ہے اور اس میں دھوکہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ زمین کا ہلاک ہونا شاذ و نادر ہے بہ خلاف منقول کے اور ایسا دھوکہ سے منع کیا گیا ہے اور وہ عقد کے فسخ ہونے کا دھوکہ ہے پس جواز بیع کے دلائل پر عمل کرتے ہوئے حدیث کو مذکورہ دھوکہ کے ساتھ ہی منحصر کر دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجارہ کا اختلاف بھی اسی طرح ہے اور جب تسلیم کر لیا جائے' تو اجارہ کا نفع معقود علیہ ہوتے ہیں اور ان کی ہلاکت بھی شاذ ہے۔

دوسرے کے مال میں تصرف کی حرمت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰى مَكِيْلًا مُكَايَلَةً اَوْ مَوْزُوْنًا مُوَازَنَةً فَاكْتَالَهُ اَوْ اتَّزَنَهُ ثُمَّ بَاعَهُ مُكَايَلَةً اَوْ مُوَازَنَةً لَمْ يَجُزْ لِلْمُشْتَرِى مِنْهُ اَنْ يَبِيعَهُ وَلَا اَنْ يَاْكُلَهُ حَتّٰى يُعِيدَ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ) (لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِىَ فِيهِ صَاعَانِ: صَاعُ الْبَائِعِ، وَصَاعُ الْمُشْتَرِى) ؛ وَلِاَنَّهُ يُحْتَمَلُ اَنْ يَزِيدَ عَلَى الْمَشْرُوطِ وَذٰلِكَ لِلْبَائِعِ وَالتَّصَرُّفُ فِي مَالِ الْغَيْرِ حَرَامٌ فَيَجِبُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَهُ مُجَازَفَةً ؛ لِاَنَّ الزِّيَادَةَ لَهُ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ الثَّوْبَ مُذَارَعَةً ؛ لِاَنَّ الزِّيَادَةَ لَهُ اِذْ الذَّرْعُ وَصْفٌ فِي الثَّوْبِ، بِخِلَافِ الْقَدْرِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِكَيْلِ الْبَائِعِ قَبْلَ الْبَيْعِ وَاِنْ كَانَ بِحَضْرَةِ الْمُشْتَرِى ؛ لِاَنَّهُ لَيْسَ صَاعَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِى وَهُوَ الشَّرْطُ، وَلَا بِكَيْلِهِ بَعْدَ الْبَيْعِ بِغَيْبَةِ الْمُشْتَرِى ؛ لِاَنَّ الْكَيْلَ مِنْ بَابِ التَّسْلِيمِ ؛ لِاَنَّ بِهِ يَصِيرُ الْمَبِيعُ مَعْلُومًا وَلَا تَسْلِيمَ اِلَّا بِحَضْرَتِهِ، وَلَوْ كَالَهُ الْبَائِعُ بَعْدَ الْبَيْعِ بِحَضْرَةِ الْمُشْتَرِى فَقَدْ قِيلَ لَا يُكْتَفٰى بِهِ لِظَاهِرِ الْحَدِيثِ، فَاِنَّهُ اُعْتُبِرَ صَاعَيْنِ وَالصَّحِيحُ اَنَّهُ يُكْتَفٰى بِهِ ؛ لِاَنَّ الْمَبِيعَ صَارَ مَعْلُومًا بِكَيْلٍ وَاحِدٍ وَتَحَقَّقَ مَعْنَى التَّسْلِيمِ، وَمَحْمَلُ الْحَدِيثِ اجْتِمَاعُ الصَّفْقَتَيْنِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ فِي بَابِ السَّلَمِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَلَوْ اشْتَرَى الْمَعْدُودَ عَدًّا فَهُوَ كَالْمَذْرُوعِ فِيمَا يُرْوٰى عَنْهُمَا لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمَالِ الرِّبَا، وَكَالْمَوْزُونِ فِيمَا يُرْوٰى عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ لَا تَحِلُّ لَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى الْمَشْرُوطِ .

اور جس شخص نے کوئی کیل والی چیز ناپ کر خریدی یا اس نے کوئی موزونی چیز کو وزن کر کے خرید لیا پھر اس نے اس کو ناپ لیا یا اس کا وزن کر لیا اور اس کے بعد ناپ یا وزن کے مطابق اس کو بیچ دیا تو اس کو خریدنے والے کے لئے ناپ کرنے یا وزن کرنے کا اعادہ کیے بغیر اس چیز کی فروخت یا اس کو کھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے غلہ کی بیع سے منع کیا ہے حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہوں ایک صاع بیچنے والا کا جبکہ دوسرا خریدار کا ہے۔ اور اس لئے بھی ہے کہ مکیلی و موزونی چیز میں مشروط سے

مقدار کے بڑھ جانے کا احتمال ہے اور یہ زیادہ چیز بیچنے والے کی ہے' کیونکہ دوسرے کے مال میں تصرف کرنا حرام ہے۔ پس اس سے اجتناب ضروری ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے اندازے کے ساتھ بیچ دیا ہو کیونکہ اب زیادتی خریدار کی ہے بہ خلاف اس کے کہ جب کسی نے کپڑے کو گز کے ساتھ بیچا ہے' کیونکہ اب بھی زیادتی خریدار کی ہے' کیونکہ گز کپڑے کا وصف ہے بہ خلاف مقدار کے، اور بیع سے پہلے بیچنے والا کا ناپ کرنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ خواہ دوسرے خریدار کی موجودگی میں ایسا کیا ہے' کیونکہ یہ بیچنے والا اور خریدار کا صاع نہیں ہے' جبکہ شرط بھی یہی ہے۔

اور بیع کے بعد خریدار کے موجود نہ ہونے کے وقت میں کیل کا اعتبار نہ ہوگا' کیونکہ کیل یہ سپرد کرنے کے حکم سے ہے' کیونکہ اسی سے مبیع کا پتہ چلتا ہے' جبکہ خریدار کے موجود نہ ہونے کی صورت میں سپرد کرنا ممکن نہیں ہے اور جب بیع کے بعد بیچنے والے نے خریدار کی موجودگی میں بیع کا ناپ کیا ہے' تو کہا گیا ہے کہ حدیث کے ظاہری حکم کے مطابق یہ کیل کرنا کافی نہیں ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو صاع کا اعتبار کیا ہے' جبکہ صحیح یہ ہے کہ یہی کافی ہو جائے گا' کیونکہ ایک ہی کیل سے مبیع کا پتہ چل چکا ہے اور سپرد کرنے کا حکم بھی ثابت ہو چکا ہے اور حدیث کا محمل دو عقدوں کا اجتماع ہے' جس طرح ہم باب سلم میں ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور جب کسی شخص نے عدد والی چیز کو گنتی کے ساتھ خرید لیا تو صاحبین کے نزدیک وہ مذروع کی طرح ہے' کیونکہ یہ مال سود نہیں ہے' جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ چیز موزون کی طرح ہے' کیونکہ مشروط پر زیادتی خریدار کے لئے حلال نہیں ہے۔

قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کا بیان

قَالَ (وَالتَّصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ) لِقِيَامِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلَيْسَ فِيهِ غَرَرُ الِانْفِسَاخِ بِالْهَلَاكِ لِعَدَمِ تَعَيُّنِهَا بِالتَّعْيِينِ، بِخِلَافِ الْمَبِيعِ، قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُشْتَرِي أَنْ يَزِيدَ لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ وَيَجُوزُ لِلْبَائِعِ أَنْ يَزِيدَ لِلْمُشْتَرِي فِي الْمَبِيعِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَحُطَّ مِنَ الثَّمَنِ وَيَتَعَلَّقُ الِاسْتِحْقَاقُ بِجَمِيعِ ذَلِكَ) فَالزِّيَادَةُ وَالْحَطُّ يَلْتَحِقَانِ بِأَصْلِ الْعَقْدِ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَصِحَّانِ عَلَى اعْتِبَارِ الِالْتِحَاقِ، بَلْ عَلَى اعْتِبَارِ ابْتِدَاءِ الصِّلَةِ. لَهُمَا أَنَّهُ لَا يُمْكِنُ تَصْحِيحُ الزِّيَادَةِ ثَمَنًا ؛ لِأَنَّهُ يُصَيِّرُ مِلْكَهُ عِوَضَ مِلْكِهِ فَلَا يَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ، وَكَذَا الْحَطُّ ؛ لِأَنَّ كُلَّ الثَّمَنِ صَارَ مُقَابَلًا بِكُلِّ الْمَبِيعِ فَلَا يُمْكِنُ إخْرَاجُهُ فَصَارَ بِرًّا مُبْتَدَأً، وَلَنَا أَنَّهُمَا بِالْحَطِّ وَالزِّيَادَةِ يُغَيِّرَانِ الْعَقْدَ مِنْ وَصْفٍ مَشْرُوعٍ إلَى وَصْفٍ مَشْرُوعٍ وَهُوَ كَوْنُهُ رَابِحًا أَوْ خَاسِرًا أَوْ عَدْلًا، وَلَهُمَا وِلَايَةُ الرَّفْعِ فَأَوْلَى أَنْ يَكُونَ لَهُمَا وِلَايَةُ التَّغْيِيرِ، وَصَارَ كَمَا إذَا أَسْقَطَا الْخِيَارَ أَوْ شَرَطَاهُ بَعْدَ الْعَقْدِ، ثُمَّ إذَا صَحَّ يَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ ؛ لِأَنَّ وَصْفَ الشَّيْءِ يَقُومُ بِهِ لَا بِنَفْسِهِ، بِخِلَافِ حَطِّ الْكُلِّ ؛ لِأَنَّهُ تَبْدِيلٌ لِأَصْلِهِ لَا تَغْيِيرٌ لِوَصْفِهِ فَلَا يَلْتَحِقُ بِهِ،

وَعَلٰى اعْتِبَارِ الْالْتِحَاقِ لَا تَكُوْنُ الزِّيَادَةُ عِوَضًا عَنْ مِلْكِهٖ، وَيَظْهَرُ حُكْمُ الْالْتِحَاقِ فِي التَّوْلِيَةِ وَالْمُرَابَحَةِ حَتّٰى يَجُوْزَ عَلَى الْكُلِّ فِي الزِّيَادَةِ وَيُبَاشِرَ عَلَى الْبَاقِي فِي الْحَطِّ وَفِي الشُّفْعَةِ حَتّٰى يَأْخُذَ بِمَا بَقِيَ فِي الْحَطِّ، وَاِنَّمَا كَانَ لِلشَّفِيْعِ اَنْ يَّأْخُذَ بِدُوْنِ الزِّيَادَةِ لِمَا فِي الزِّيَادَةِ مِنْ اِبْطَالِ حَقِّهِ الثَّابِتِ فَلَا يَمْلِكَانِهٖ، ثُمَّ الزِّيَادَةُ لَا تَصِحُّ بَعْدَ هَلَاكِ الْمَبِيْعِ عَلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِاَنَّ الْمَبِيْعَ لَمْ يَبْقَ عَلٰى حَالَةٍ يَصِحُّ الْاِعْتِيَاضُ عَنْهُ وَالشَّيْءُ يَثْبُتُ ثُمَّ يَسْتَنِدُ، بِخِلَافِ الْحَطِّ لِاَنَّهٗ بِحَالٍ يُمْكِنُ اِخْرَاجُ الْبَدَلِ عَمَّا يُقَابِلُهٗ فَيَلْتَحِقُ بِاَصْلِ الْعَقْدِ اسْتِنَادًا ۔

فرمایا: قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ تصرف کو جائز قرار دینے والی چیز ملکیت موجود ہے اور اس میں ہلاکت ثمن کے سبب فسخ کا دھوکہ بھی نہیں ہے کیونکہ اثمان کو متعین کرنے سے متعین نہیں کیا جا سکتا جبکہ مبیع میں ایسا نہیں ہے۔

خریدار کے لئے جائز ہے کہ بیچنے والا کے لئے ثمن میں اضافہ کردے بیچنے والا کے لئے بھی خریدار کے لئے مبیع میں اضافہ کرنا جائز ہے اور قیمت میں سے کچھ کم کرنا بھی جائز ہے ان سب میں حقدار ہونا متعلق ہو جائے گا اگرچہ زیادتی اور کمی ہمارے نزدیک دونوں اصل عقد کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک الحاق کے اعتبار سے دونوں درست نہ ہوں گے ہاں البتہ ابتدائے صلہ کے اعتبار سے صحیح ہوں گے اور ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ زیادتی کو بطور ثمن قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح خریدار کی ملکیت اس کے ملک ہونے کے بدلے ہو جائے گی کیونکہ یہ اصل عقد کے ساتھ تو لاحق نہیں ہے اور اسی طرح کم کرنا یہ بھی اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگا کیونکہ مکمل ثمن مکمل مبیع کے بدلے میں ہے پس اسکا خروج ممکن نہ ہوگا اور یہ ابتدائی طور پر احسان ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والے کی اور زیادتی کو ایک مشروع وصف سے دوسرے مشروع وصف کی طرف تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور وہ وصف بیع میں نفع ہونا یا نقصان دہ ہونا یا برابر ہونا ہے اور عاقدین کو عقد فسخ کرنے کی ولایت حاصل ہے۔ پس تبدیلی کی ولایت تو بدرجہ اولیٰ ان کے لئے ہوگی۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح عاقدین نے اختیار کو ساقط کر دیا ہو یا انہوں نے عقد کے بعد خیار مشروط کر دیا ہے۔

اور کمی بیشی درست ہے تو وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی کیونکہ کسی چیز کے وصف کا قیام چیز کے قائم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وصف بہ ذات خود قائم ہونے نہیں ہے۔ بہ خلاف مکمل ثمن کے کیونکہ وہ اصل عقد میں تبدیلی ہے وصف میں تبدیلی نہیں ہے۔ پس وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی۔

اور اگر الحاق کا اعتبار کر لیا جائے تب بھی زیادتی خریدار کی ملکیت کا بدلہ نہ ہوگی اور بیع مرابحہ و تولیہ میں الحاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ زیادتی کی صورت میں کل قیمت پر مرابحہ اور تولیہ جائز ہے جبکہ کمی کی صورت میں بقیہ پر ہوگا۔ اور شفعہ میں بھی الحاق کے ظاہر ہونے کا حکم واضح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ شفیع کمی کی صورت میں بقیہ پر لے گا جبکہ زیادتی کی صورت میں شفیع کے لئے زیادتی کے بغیر لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ زیادتی کی صورت میں شفیع کے لئے ثابت شدہ حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس عقد

کرنے والے اس کے مالک نہ ہوں گے۔

ظاہر الروایت کے مطابق ہلاکت مبیع کے بعد ثمن میں زیادتی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہلاک ہونے کے بعد مبیع ایسی صورت میں بچی ہے کہ اس کا بدلہ لینا درست ہو۔ کیونکہ چیز پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے بہ خلاف کمی کے کیونکہ کمی ایسی حالت پر ہوتی ہے اس کے بدلے میں مقابل کا خروج ممکن ہے پس وہ اصل میں عقد کی جانب منسوب ہو کر اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گی۔

نقد ثمن کے بدلے کسی چیز کو بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍّ ثُمَّ اَجَّلَهُ اَجَلًا مَعْلُومًا صَارَ مُؤَجَّلًا) ؛ لِاَنَّ الثَّمَنَ حَقُّهُ فَلَهُ اَنْ يُؤَخِّرَهُ تَيْسِيرًا عَلٰى مَنْ عَلَيْهِ، اَلَا تَرٰى اَنَّهُ يَمْلِكُ اِبْرَاءَهُ مُطْلَقًا فَكَذَا مُؤَقَّتًا، وَلَوْ اَجَّلَهُ اِلٰى اَجَلٍ مَجْهُولٍ اِنْ كَانَتِ الْجَهَالَةُ مُتَفَاحِشَةً كَهُبُوبِ الرِّيحِ لَا يَجُوزُ، وَاِنْ كَانَتْ مُتَقَارِبَةً كَالْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ يَجُوزُ ؛ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْكَفَالَةِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے نقد ثمن کے ساتھ کسی چیز کو بیچا اور اس نے معلوم مدت تک اس کا ادھار کر دیا ہے تو ثمن ادھار ہو جائے گی کیونکہ ثمن بیچنے والا کا حق ہے پس خریدار کی سہولت کے سبب اس کو ثمن موخر کرنے کا اختیار دیا جائے گا کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ بیچنے والا خریدار کو ساری ثمن سے بری کرنے کا بھی مالک ہے اسی طرح وہ ثمن کو ادھار کرنے کا بھی مالک ہوگا اور جب بیچنے والا کسی مجہول مدت تک ادھار کی اور اب اگر جہالت فاحش ہے جس طرح ہوا چلنا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر جہالت قریبی ہے جس کھیتی کا کاٹنا ہے یا گاہنا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ کفالہ کے حکم میں ہوگا اور اس کو اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

قرض کے سوا دین کو موجل کرنے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ دَيْنٍ حَالٍّ اِذَا اَجَّلَهُ صَاحِبُهُ صَارَ مُؤَجَّلًا) ؛ لِمَا ذَكَرْنَا (اِلَّا الْقَرْضَ) فَاِنَّ تَاْجِيلَهُ لَا يَصِحُّ ؛ لِاَنَّهُ اِعَارَةٌ وَصِلَةٌ فِي الِابْتِدَاءِ حَتّٰى يَصِحَّ بِلَفْظَةِ الْاِعَارَةِ، وَلَا يَمْلِكُهُ مَنْ لَا يَمْلِكُ التَّبَرُّعَ كَالْوَصِيِّ وَالصَّبِيِّ وَمُعَاوَضَةٌ فِي الِانْتِهَاءِ، فَعَلٰى اعْتِبَارِ الِابْتِدَاءِ لَا يَلْزَمُ التَّاْجِيلُ فِيهِ كَمَا فِي الْاِعَارَةِ، اِذْ لَا جَبْرَ فِي التَّبَرُّعِ، وَعَلٰى اعْتِبَارِ الِانْتِهَاءِ لَا يَصِحُّ ؛ لِاَنَّهُ يَصِيرُ بَيْعَ الدَّرَاهِمِ بِالدَّرَاهِمِ نَسِيئَةً وَهُوَ رِبًا، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰى اَنْ يُقْرِضَ مِنْ مَالِهِ اَلْفَ دِرْهَمٍ فُلَانًا اِلٰى سَنَةٍ حَيْثُ يَلْزَمُ الْوَرَثَةَ مِنْ ثُلُثِهِ اَنْ يُقْرِضُوهُ وَلَا يُطَالِبُوهُ قَبْلَ الْمُدَّةِ ؛ لِاَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِالتَّبَرُّعِ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ بِالْخِدْمَةِ وَالسُّكْنٰى فَيَلْزَمُ حَقًّا لِلْمُوصِي، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ

فرمایا: ہر دین جس کو صاحب دین موجل کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے جس طرح ہم ذکر کر آئے ہیں جبکہ قرض میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ قرض کو موجل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قرض ابتداء میں اعارہ اور صلہ رحمی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اعارہ کے لفظ سے

درست ہو جاتا ہے۔ اور جو احسان کا مالک نہیں ہے وہ قرض کا مالک بھی نہ ہوگا' جس طرح وصی اور صبی ہے اور قرض انتہاء کے اعتبار سے معاوضہ ہے پس ابتدائے کی وجہ سے اس میں تاجیل لازم نہ ہوگی' جس طرح اعارہ میں ہوتا ہے' کیونکہ احسان میں جبر نہیں ہے۔ اور انتہاء کے اعتبار سے بھی اس میں تاجیل درست نہیں ہے' کیونکہ اس طرح دراہم کے بدلے میں دراہم کی بیع ادھار کے ساتھ ہو جائے گی جو سود ہے اور یہ حکم اس حکم کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کے مال سے فلاں آدمی کو ایک سال کے لئے ایک ہزار دراہم بطور قرض دیئے جائیں پس ورثاء کے لئے حکم ہوگا کہ وہ موصی کے تہائی مال سے موصی لہ کو قرض دے دیں اور مدت سے قبل اس کو طلب بھی نہ کریں کیونکہ خدمت اور رہائش کی طرح یہ وصیت بھی احسان ہے پس موصی کے لئے بطور حق یہ لازم ہو جائے گی۔

بَابُ الرِّبَا

﴿یہ باب سود کے بیان میں ہے﴾

سود کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ ان بیوع کے ابواب سے فارغ ہوئے ہیں' جن کی اباحت یا جن کی خرید وفروخت کی شارع نے اجازت دی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''تم اللہ کا فضل تلاش کرو' تو اب مصنف علیہ الرحمہ نے ان ابواب کو شروع کیا ہے جن سے شارع نے منع کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج۹، ص۲۹۰، بیروت)

فقہاء کرام عام طور پر بیع اور تجارت کے مسائل کے ساتھ ربوٰ یعنی سود کے مسائل بھی ذکر کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ سطحی نگاہ سے دیکھنے والا شخص ربوٰ کو بھی تجارت ہی سمجھتا ہے۔ قرآن کریم نے جب سود کے حرام ہونیکا حکم سنایا تو اس دور کے ظاہر بین لوگوں نے یہی اعتراض اٹھایا تھا۔ انما البیع مثل الربو یعنی تجارت اور سود ایک ہی جیسے ہیں لہٰذا اگر تجارت کو اسلام نے حلال قرار دیا ہے' تو سود کو بھی حلال قرار دینا چاہئے اسے حرام کیوں کہا ہے؟

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں تجارت (بیع) کے ذریعہ عام طور پر مال میں اضافہ ہوتا ہے' جسے نفع یا ربح کہتے ہیں اور سود کے ذریعہ بھی مال میں اضافہ ہوتا ہے' جسے ربوٰ کہتے ہیں مگر دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ تجارت کی شکل میں حاصل ہونے والا منافع ربح حلال ہے اور سود کی شکل میں حاصل ہونے والا ربوٰ حرام ہے۔ لہٰذا فقہاء کرام رحمہم اللہ جب تجارت کی حلال صورت کو بیان کر کے اس کے مسائل ذکر کرتے ہیں' تو اس کی حارم صورت اور اس کے مسائل بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ چونکہ اصل حِلّت ہے اس لئے حلال کا پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور حرام کا ذکر بعد میں کیا جاتا ہے۔ (فتح القدیر شرح الہدایہ، باب ربو)

سود کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کے اعتبار سے ربا کے معنی زیادتی بڑھوتری بلندی کے اتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو۔

سود کو عربی زبان میں ربا کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی زیادہ ہونا، پروان چڑھنا، اور بلندی کی طرف جانا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں ربا (سود) کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا۔ مثلاً کسی کو سال یا چھ ماہ کے لیے 100 روپے قرض دیے، تو اس سے یہ شرط کر لی کہ وہ 100 روپے کے 120 روپے لے گا، مہلت کے عوض یہ جو 20 روپے زیادہ لیے گئے ہیں، یہ سود ہے۔

سود کی حرمت کا بیان

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ، ۲۷۵)

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے' جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے۔ اور جو اب ایسی حرکت کرے گا' تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔ (کنز الایمان)

علامہ مناوی لکھتے ہیں: ربوٰا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں اور شریعت میں اس کا اطلاق رِبَا الفَضل اور ربا النسیئة پر ہوتا ہے۔ ربا الفضل اس سود کو کہتے ہیں جو چھ اشیا میں کمی بیشی یا نقد و ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے (جس کی تفصیل حدیث میں ہے) مثلاً گندم کا تبادلہ گندم سے کرنا ہے' تو فرمایا گیا ہے کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اس میں کمی بیشی ہوگی تب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کے بجائے ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ہی ادھار ہوں تب بھی سود ہے) ربا النسیئة کا مطلب ہے کسی کو (مثلاً) چھ مہینے کے لیے اس شرط پر سو روپے دینا کہ واپسی روپے ہوگی۔ روپے چھ مہینے کی مہلت کے لیے دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے "کل قرض جر منفعة فهو ربا ۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۵ ص ۲۸)

(قرض پر لیا گیا نفع سود ہے)۔ یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لیے لیا گیا ہو یا کاروبار کے لئے دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں بھی دونوں قسم کے قرضوں کا رواج تھا شریعت نے بغیر کسی قسم کی تفریق کے دونوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اس لیے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تجارتی قرضہ جو عام طور پر بنک سے لیا جاتا ہے اس پر اضافہ سود نہیں ہے اس لیے کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے' جس کا کچھ حصہ وہ بنک کو یا قرض دہندہ کو لوٹا دیتا ہے' تو اس میں قباحت کیا ہے؟ اس کی قباحت ان متجددین کو نظر نہیں آتی جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں' تو اس میں بڑی قباحتیں ہیں۔ مثلاً قرض لے کر کاروبار کرنے والے کا منافع تو یقینی نہیں ہے بلکہ منافع تو کجا اصل رقم کی حفاظت کی بھی ضمانت نہیں ہے بعض دفعہ کاروبار میں ساری رقم ہی ڈوب جاتی ہے۔

جب کہ اس کے برعکس قرض دہندہ (چاہے وہ بنک ہو یا کوئی ساہوکار ہو) کا منافع متعین ہے' جس کی ادائیگی ہر صورت میں لازمی ہے یہ ظلم کی ایک واضح صورت ہے' جسے شریعت اسلامیہ کس طرح جائز قرار دے سکتی ہے؟ علاوہ ازیں شریعت تو اہل ایمان کو معاشرے کے ضرورت مندوں پر بغیر کسی دنیاوی غرض و منفعت کے خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے' جس سے معاشرے میں اخوت بھائی چارے، ہمدردی، تعاون اور شفقت و محبت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ اس کے برعکس سودی نظام سے سنگ دلی اور خود

غرضی کو فروغ ملتا ہے۔ ایک سرمائے دار کو اپنے سرمائے کے نفع سے غرض ہوتی ہے چاہے معاشرے میں ضرورت مند، بیماری، بھوک، افلاس سے کراہ رہے ہوں یا بیروزگار اپنی زندگی سے بیزار ہوں۔ شریعت اس شقاوت و سنگدلی کو کس طرح پسند کر سکتی ہے؟ اس کے اور بہت سے نقصانات ہیں۔ بہر حال سود مطلقاً حرام ہے چاہے ذاتی ضرورت کے لیے لیے گئے قرضے کا سود ہو یا تجارتی قرضے پر ہو۔

تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کم علم لوگوں کے لئے نصیحت

چونکہ پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو نیک کا (صدقہ خیرات کرنے والے زکوتیں دینے والے حاجت مندوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے والے غرض ہر حال میں اور ہر وقت دوسروں کے کام آنے والے تھے تو ان کا بیان ہو رہا ہے جو کسی کو دینا تو ایک طرف رہا دوسروں سے چھینے ظلم کرنے اور ناحق اپنے پرایوں کا مال ہضم کرنے والے ہیں، تو فرمایا: یہ سود خور لوگ اپنی قبروں سے ان کے بارے میں دیوانوں اور پاگلوں خبطیوں اور بیہوشوں کی طرح اٹھیں گے، پاگل ہوں گے، کھڑے بھی نہ ہو سکتے ہوں گے، ایک قرأت میں من المس کے بعد یوم القیامۃ کا لفظ بھی ہے، ان سے کہا جائے گا کہ لو اب ہتھیار تھام لو اور اپنے رب سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ، شب معراج میں حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں کی مانند تھے، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا سود اور بیاج لینے والے ہیں، اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ڈستے رہتے تھے اور ایک مطول حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی مثل خون کے سرخ تھا تو میں نے دیکھا اس میں کچھ لوگ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں تو ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے، وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں اتار دیتا ہے، وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے، پوچھا تو معلوم ہوا یہ سوخوروں کا گروہ ہے، ان پر یہ وبال اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی ہے ان کا یہ اعتراض شریعت اور احکام الٰہی پر تھا وہ سود کو تجارت کی طرح حلال جانتے تھے، جبکہ بیع پر سود کا قیاس کرنا ہی غلط ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مشرکین تو تجارت کا شرعاً جائز ہونے کے قائل نہیں ورنہ یوں کہتے کہ سود مثل بیع ہے، ان کا کہنا یہ تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام؟ پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ حلت و حرمت اللہ کے حکم کی بنا پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو، تو بھی انتہائی اچھے انداز سے جواباً کہا گیا اس میں مصلحت الٰہیہ کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اور دوسرے کو حلال پھر اعتراض کیسا؟ علیم و حکیم اللہ کے حکموں پر اعتراض کرنے والے تم کون؟ کس کی ہستی ہے؟ اس سے باز پرس کرنے کی، تمام کاموں کی حقیقت کو ماننے والا تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندوں کا حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے، تو نفع الی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزیں حرام کرتا ہے، کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے، وہ روکتا ہے تو بھی مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے، اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آ جائے اس کے پہلے کئے ہوئے تمام گناہ معاف ہیں، جیسا فرمایا عفا اللہ عما سلف اور جیسے حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان قدموں تلے دفن کر دیئے

گئے ہیں، چنانچہ سب سے پہلا سود جس سے میں دست بردار ہوتا ہوں وہ عباس کا سود ہے، پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کو لوٹانے کا حکم نہیں ہوا،

ایک روایت میں ہے کہ ام بحنہ حضرت زید بن ارقم کی ام ولد تھیں، حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے' تو وہ ادا کر دیں، اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے، میں نے چھ سو کا خرید لیا، حضرت صدیقہ نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا، بہت برا کیا، جاؤ زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا' تو اس کا جہاد بھی غارت جائے گا' جو اس نے حضور ﷺ کے ساتھ کیا ہے، میں نے کہا اگر وہ دو سو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تا کہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے (فمن جاء موعظة والی آیت پڑھ کر سنائی (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی مشہور ہے اور ان لوگوں کی دلیل ہے' جو عینہ کے مسئلے کو حرام بتاتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں ہے اور احادیث بھی ہیں، والحمد للہ۔

پھر فرمایا: حرمت کا مسئلہ کانوں میں پڑنے کے بعد بھی سود لے تو وہ سزا کا مستحق ہے ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے، جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جو مخابرہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ اللہ کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے (ابوداؤد)

"مخابرہ" اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسروں کی زمین میں کھیتی بوئے اور اس سے یہ طے ہو کہ زمین کے اس محدود ٹکڑے سے جتنا اناج نکلے وہ میرا باقی تیرا اور "مزابنہ" اسے کہتے ہیں کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری ہیں اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اتنی اتنی کھجوریں تیار دیتا ہوں، اور "محاقلہ" اسے کہتے ہیں کہ کھیت میں جو اناج خوشوں میں ہے اسے اپنے پاس سے کچھ اناج دے کر خریدنا، ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تا کہ سود کی جڑیں کٹ جائیں، اس لئے کہ ان صورتوں میں صحیح طور پر کیفیت تبادلہ کا اندازہ نہیں ہو سکتا، پس بعض علماء نے اس کی کچھ علت نکالی بعض نے کچھ، ایک جماعت نے اسی قیاس پر ایسے تمام کاروبار کو منع کیا، دوسری جماعت نے برعکس کیا، لیکن دوسری علت کی بنا پر، حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے۔

یہاں تک کہ حضرت عمر فرماتے ہیں افسوس کہ تین مسئلے پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے دادا کی میراث کا کلالہ اور سود کی صورتوں کا یعنی بعض کاروبار کی ایسی صورتیں جن پر سود کا شبہ ہوتا ہے، اور وہ ذرائع جو سود کی مماثلت تک لے جاتے ہوں جب یہ حرام ہیں' تو وہ بھی حرام ہی ٹھہریں گے، جیسا کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے' جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو،

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس طرح حلال ظاہر ہے، اسی طرح حرام بھی ظاہر ہے' لیکن کچھ کام درمیانی شبہ والے بھی ہیں، ان شبہات والے کاموں سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس چرواہے کی طرح جو کسی کی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چراتا ہو، تو ممکن ہے کوئی جانور اس چراگاہ میں بھی منہ مار لے،

سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لے لو جو شک شبہ سے پاک ہے، دوسری حدیث

میں ہے گناہ وہ ہے' جو دِل میں کھٹکے طبیعت میں تر دد ہو اور اس کے بارے میں لوگوں کا واقف ہونا اسے برا لگتا ہو، ایک اور روایت میں ہے اپنے دِل سے فتویٰ پوچھ لو لوگ چاہے کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ (بخاری)

حضرت عمر یہ فرما کر کہتے ہیں افسوس کہ اس کی پوری تفسیر بھی مجھ تک نہ پہنچ سکی اور حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ لوگو سود کو بھی چھوڑو اور ہر اس چیز کو بھی جس میں سود کا بھی شائبہ ہو (مسند احمد) حضرت عمر نے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمہیں بعض ان چیزوں سے روک دوں جو تمہارے لئے نفع والی ہوں اور ممکن ہے میں تمہیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمہاری مصلحت کے خلاف ہوں، سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری، حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور افسوس کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا پس تم ہر اس چیز کو چھوڑ و جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو۔ (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر گناہ ہیں' جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے، سب سے بڑا سود مسلمان کی ہتک عزت کرنا ہے (مستدرک حاکم)

فرماتے ہیں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے، صحابہ نے پوچھا کیا سب کے سب؟ فرمایا جو نہ کھائے گا اسے بھی غبار تو پہنچے گا ہی۔ (مسند احمد)

پس غبار سے بچنے کے لئے ان اسباب کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں، حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مسجد میں آکر اس کی تلاوت کی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا،

بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس طرح کی تمام خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل (ذرائع) ہیں جو اس تک پہنچانے والے ہیں سب حضور ﷺ نے حرام کئے ہیں، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت اس لئے کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے حیلہ سازی کر کے حلال بنانے کی کوشش کی چنانچہ یہ کوشش کرنا بھی حرام ہے اور موجب لعنت ہے، اسی طرح پہلے وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے' جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین طلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے اس پر اور اِس خاوند پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت ہے، آیت حتی تنکح زوجا غیرہ کی تفسیر میں دیکھ لیجئے، حدیث شریف میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر گواہ بننے والوں پر لکھنے والے پر، سب پر اللہ کی لعنت ہے، ظاہر ہے کاتب و شاہد کو کیا ضرورت پڑی ہے' جو وہ خواہ مخواہ اللہ کی لعنت اپنے اوپر لے، اسی طرح بظاہر عقد شرعی کی صورت کا اظہار اور نیت میں فساد رکھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دِلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو برباد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا سودی کاروبار سے خیر و برکت ہٹا دیتا ہے

علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب، جیسے ہے آیت قل لا یستوی الخبیث والطیب الخ یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ ارشاد فرمایا آیت ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیر کم فیجعلہ فی جہنم ۔ مگر جب خباثت والی چیزوں کو تہ و بالا کر کے وہ جہنم میں جھونک دے گا اور جگہ ہے آیت (وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ)30۔الروم:39) یعنی سود دے کر جو مال تم بڑھانا چاہتے ہو وہ دراصل بڑھتا نہیں،

اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت میں ہے کہ سود سے اگر مال میں اضافہ ہو بھی جائے لیکن انجام کار کمی ہوتی ہے (مسند احمد)

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے، آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے پہلے ہی جمع کر لیا تھا، پوچھا کس نے جمع کیا تھا، لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان کے مولی ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے، آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا: ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے، آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ مفلس کر دے گا، یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں اللہ سے اور پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟

راوی حدیث حضرت ابو یحیٰی فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی (کوڑھ) بنا پھرتا تھا، ابن ماجہ میں ہے' جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔ پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے۔

یربی کی دوسری قرأت یربی بھی ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے' جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی داہنے ہاتھ لیتا ہے پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے (جس طرح تم لوگ اپنے بچھڑوں کو پالتے ہو) اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک کھجور کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ملتا ہے، اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل احد کے ہو کر ملتا ہے، پس تم صدقہ خیرات کیا کرو، پھر فرمایا ناپسندیدہ کافروں، نافرمان زبان زور اور نافرمان فعل والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی طرف سے صدقہ خیرات کے سبب مال میں اضافہ کے وعدہ کی پرواہ کئے بغیر دنیا کا مال دینار جمع کرتے پھریں اور بدترین اور خلاف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقوں سے کھا جائیں، یہ اللہ کے دشمن ہیں ان ناشکروں اور گنہگاروں سے اللہ کا پیار ممکن نہیں۔ پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے' جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں، مخلوق کے

ساتھ سلوک۔ واحسان قائم کریں، نمازیں قائم کریں، زکوۃ دیتے رہیں، یہ قیامت کے دن تمام دکھ درد سے امن میں رہیں گے ڈر کا کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گزرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام واکرام سے انہیں سرفراز فرمائے گا۔

علم معیشت کے اصول کے مطابق سود سے مال کم ہونے کا بیان

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے' جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں دولت مندوں کی تعداد غریبوں کی تعداد کی نسبت بہت قلیل ہوتی ہے اور سود لینے والے دولت مند ہوتے ہیں اور دینے والے غریب اور محتاج۔ اب سود سے فائدہ تو ایک شخص اٹھاتا ہے اور نقصان سینکڑوں غریبوں کا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی نظروں میں اس کی سب مخلوق یکساں ہے بلکہ اسے دولتمندوں کے مفاد سے غریبوں کے مفادات زیادہ عزیز ہیں۔ اور سود خور سود کے ذریعہ بے شمار غریبوں کا مال کھینچ کر انہیں مزید مفلس اور کنگال بنانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو اسی حقیقت کو اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: سود کے ذریعہ مال بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے۔

یہ اس مسئلہ کا ایک پہلو ہوا اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ علم معیشت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ جس معاشرہ میں دولت کی گردش جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ معاشرہ خوشحال ہوگا اور اس کی قومی دولت میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر دولت کا بھاؤ غریب سے امیر کی طرف ہوگا' تو یہ گردش بہت کم ہو جائے گی' کیونکہ امیر طبقہ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی سود قومی معیشت پر تباہ کن اثر ڈالتا ہے۔ اور اگر دولت کا بہاؤ امیر سے غریب کی طرف ہو اور یہ بات صرف زکوۃ وصدقات کی صورت میں ہی ممکن ہوتی ہے، تو دولت کی گردش میں تیز ہو جائے گی' کیونکہ ایک تو غریبوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے دوسرے ان کی ضروریات محض پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اٹکی ہوتی ہیں۔

ہر مکیلی وموزونی چیز میں سود کا بیان

قَالَ الرِّبَا مُحَرَّمٌ فِي كُلِّ مَكِيلٍ اَوْ مَوْزُونٍ اِذَا بِيعَ بِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا فَالْعِلَّةُ عِنْدَنَا الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ وَالْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ .قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَيُقَالُ الْقَدْرُ مَعَ الْجِنْسِ وَهُوَ اَشْمَلُ .وَالْاَصْلُ فِيهِ الْحَدِيثُ الْمَشْهُورُ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، وَالْفَضْلُ رِبًا) وَعَدَّ الْاَشْيَاءَ السِّتَّةَ: الْحِنْطَةَ وَالشَّعِيرَ وَالتَّمْرَ وَالْمِلْحَ وَالذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ عَلَى هٰذَا الْمِثَالِ .وَيُرْوَى بِرِوَايَتَيْنِ بِالرَّفْعِ مِثْلٌ وَبِالنَّصْبِ مِثْلًا .

وَمَعْنَى الْاَوَّلِ بَيْعُ التَّمْرِ، وَمَعْنَى الثَّانِي بِيعُوا التَّمْرَ، وَالْحُكْمُ مَعْلُومٌ بِاِجْمَاعِ الْقَائِسِينَ لٰكِنَّ الْعِلَّةَ عِنْدَنَا مَا ذَكَرْنَاهُ .وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: الطَّعْمُ فِي الْمَطْعُومَاتِ وَالثَّمَنِيَّةُ فِي الْاَثْمَانِ، وَالْجِنْسِيَّةُ شَرْطٌ، وَالْمُسَاوَاةُ مُخَلِّصٌ .

وَالْاَصْلُ هُوَ الْحُرْمَةُ عِنْدَهُ لِاَنَّهُ نَصَّ عَلٰى شَرْطَيْنِ التَّقَابُضِ وَالْمُمَاثَلَةِ وَكُلُّ ذٰلِكَ يُشْعِرُ

بِالْعِزَّةِ وَالْخَطَرِ كَاشْتِرَاطِ الشَّهَادَةِ فِي النِّكَاحِ، فَيُعَلَّلُ بِعِلَّةٍ تُنَاسِبُ إِظْهَارَ الْخَطَرِ وَالْعِزَّةِ وَهُوَ الطُّعْمُ لِبَقَاءِ الْإِنْسَانِ بِهِ وَالثَّمَنِيَّةُ لِبَقَاءِ الْأَمْوَالِ الَّتِي هِيَ مَنَاطُ الْمَصَالِحِ بِهَا، وَلَا أَثَرَ لِلْجِنْسِيَّةِ فِي ذَلِكَ فَجَعَلْنَاهُ شَرْطًا وَالْحُكْمُ قَدْ يَدُورُ مَعَ الشَّرْطِ .

وَلَنَا أَنَّهُ أَوْجَبَ الْمُمَاثَلَةَ شَرْطًا فِي الْبَيْعِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِسَوْقِهِ تَحْقِيقًا لِمَعْنَى الْبَيْعِ، إِذْ هُوَ يُنْبِئُ عَنِ التَّقَابُلِ وَذَلِكَ بِالتَّمَاثُلِ، أَوْ صِيَانَةً لِأَمْوَالِ النَّاسِ عَنِ التَّوَى، أَوْ تَتْمِيمًا لِلْفَائِدَةِ بِاتِّصَالِ التَّسْلِيمِ بِهِ، ثُمَّ يَلْزَمُ عِنْدَ فَوْتِهِ حُرْمَةُ الرِّبَا وَالْمُمَاثَلَةُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ بِاعْتِبَارِ الصُّورَةِ وَالْمَعْنَى، وَالْمِعْيَارُ يُسَوِّي الذَّاتَ، وَالْجِنْسِيَّةُ تُسَوِّي الْمَعْنَى فَيَظْهَرُ الْفَضْلُ عَلَى ذَلِكَ فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا، لِأَنَّ الرِّبَا هُوَ الْفَضْلُ الْمُسْتَحَقُّ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فِي الْمُعَاوَضَةِ الْخَالِي عَنْ عِوَضٍ شُرِطَ فِيهِ، وَلَا يُعْتَبَرُ الْوَصْفُ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ تَفَاوُتًا عُرْفًا، أَوْ لِأَنَّ فِي اعْتِبَارِهِ سَدَّ بَابِ الْبِيَاعَاتِ، أَوْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جَيِّدُهَا وَرَدِيئُهَا سَوَاءٌ) وَالطُّعْمُ وَالثَّمَنِيَّةُ مِنْ أَعْظَمِ وُجُوهِ الْمَنَافِعِ، وَالسَّبِيلُ فِي مِثْلِهَا الْإِطْلَاقُ بِأَبْلَغِ الْوُجُوهِ لِشِدَّةِ الِاحْتِيَاجِ إِلَيْهَا دُونَ التَّضْيِيقِ فِيهِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِمَا ذَكَرَهُ .

فرمایا: ہر کیلی وموزونی چیز میں سود حرام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو اس کی ہم جنس کے بدلے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے' کیونکہ ہمارے نزدیک سود کی علت کیل مع جنس ہے یا وزن مع جنس ہے' جبکہ مصنف علیہ الرحمہ نے قدرت مع جنس کو علت قرار دیا ہے اور یہ زائد شامل کرنا ہے اس کے بارے میں دلیل وہی حدیث ہے' جس میں نبی کریم ﷺ نے چھ اشیاء کو شمار کیا (۱) گندم (۲) جو (۳) چھوہارہ (۴) نمک (۵) سونا (۶) چاندی۔ اور نبی کریم ﷺ سے دو طرح روایت کیا گیا ہے ایک میں مثل کو رفع سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت میں لام کے نصب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق کھجور کی بیع جبکہ دوسرے دوسری روایت کے مطابق تم کھجور کو فروخت کرو۔

حدیث میں بیان کردہ حکم ائمہ کے اتفاق کے مطابق علت پر مبنی ہے' جبکہ ہمارے نزدیک علت وہی ہے' جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کھانے کی چیزوں میں طعم اور اثمان میں ثمنیت علت ہے' جبکہ جنس کا ہونا شرط ہے اور برابری کا ہونا سود سے بچنے کا سبب ہے اور ان کے نزدیک حرمت اصل ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو اشیاء کی وضاحت فرمائی ایک قبضہ اور دوسری مماثلت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک معزز ہونے کی خبر دینے والی ہے' جس طرح نکاح گواہی کا ہونا شرط ہے پس سود کو بھی ایسی علت کے ساتھ متعلق کیا جائے گا' جو معزز و حرمت کو ظاہر کرنے میں مناسب ہو اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز طعم ہے' کیونکہ اس سے انسان کا باقی رہنا متعلق ہے اور اثمان میں ثمن کا ہونا ہے' کیونکہ وہ اموال جن پر مصالح کا مدار ہے ان کی بقاء

ثمن پر ہے پس جنس اس کام میں کوئی دخل نہیں ہے پس ہم نے اس کو شرط بنا دیا ہے۔ کیونکہ حکم شرط کے ساتھ لاگو ہوا کرتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بیع میں مماثلت کو شرط کے طور پر ذکر کیا ہے اور بیع کا حکم ثابت کرنے کے لئے حدیث شریف کے بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے' کیونکہ بیع برابری کی خبر دینے والی ہے اور مقابلہ برابری سے ہوتا ہے یا پھر حدیث لوگوں کے اموال کو ہلاکت سے بچانے کی غرض سے ہے یا پھر مبیع کو حوالے کرنے کے ساتھ اتصال کے سبب نفع کے لئے بیان ہوئی ہے۔ پس مماثلت کے ختم ہو جانے کی صورت میں سود حرمت لازم آئے گی۔ اور دو چیزوں کے درمیان صوری و معنوی دونوں طرح مماثلت ہوا کرتی ہے۔

معیار ذات میں برابری کا ہے' جبکہ جنس کے سبب معنی میں برابری ہوتی ہے پس معنی اور صورت دونوں کے اعتبار سے مماثلت کی صورت میں زیادتی ظاہر ہو جائے گی اور سود ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ سود اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے معاوضہ کے حق کے طور ہو اور بدل سے خالی ہو اور عقد میں بطور شرط کے ہو۔

اور وصف کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا' کیونکہ عرف میں وصف کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یا پھر اس کے لئے وصف کو متفاوت تسلیم کر لینے کی صورت میں بیوع کے احکام کو روکنا لازم آئے گا۔ یہ اس حدیث کی وجہ سے ہے' جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: سودی اموال میں کھرا کھوٹا برابر ہے' اور طعم اور ثمن ہونا یہ نفع کے بڑے اسباب میں سے ہے اور ان اشیاء میں ضرورت کے سبب عام طور پر اطلاق کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان میں تنگی درست نہیں ہے۔ پس امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ علت و تفصیل کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

شرط جواز کے سبب بیع کے جائز ہونے کا بیان

إِذَا ثَبَتَ هٰذَا نَقُولُ إِذًا: بَيْعُ الْمَكِيلِ اَوِ الْمَوْزُونِ بِجِنْسِهِ مِثْلًا بِمِثْلٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيهِ لِوُجُوبِ شَرْطِ الْجَوَازِ، وَهُوَ الْمُمَاثَلَةُ فِي الْمِعْيَارِ ؛ اَلَا تَرَى اِلٰى مَا يُرْوٰى مَكَانَ قَوْلِهِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ كَيْلًا بِكَيْلٍ، وَفِي الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ (وَاِنْ تَفَاضَلَا لَمْ يَجُزْ) لِتَحَقُّقِ الرِّبَا وَلَا يَجُوزُ (بَيْعُ الْجَيِّدِ بِالرَّدِيْءِ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ) لِاِهْدَارِ التَّفَاوُتِ فِي الْوَصْفِ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْحَفْنَةِ بِالْحَفْنَتَيْنِ وَالتُّفَّاحَةِ بِالتُّفَّاحَتَيْنِ) لِاَنَّ الْمُسَاوَاةَ بِالْمِعْيَارِ وَلَمْ يُوجَدْ فَلَمْ يَتَحَقَّقِ الْفَضْلُ، وَلِهٰذَا كَانَ مَضْمُونًا بِالْقِيمَةِ عِنْدَ الْاِتْلَافِ .

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ الْعِلَّةُ هِيَ الطَّعْمُ وَلَا مُخَلِّصَ وَهُوَ الْمُسَاوَاةُ فَيَحْرُمُ، وَمَا دُونَ نِصْفِ الصَّاعِ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْحَفْنَةِ لِاَنَّهُ لَا تَقْدِيرَ فِي الشَّرْعِ بِمَا دُونَهُ، وَلَوْ تَبَايَعَا مَكِيلًا اَوْ مَوْزُونًا غَيْرَ مَطْعُومٍ بِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا كَالْجِصِّ وَالْحَدِيدِ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا لِوُجُودِ الْقَدْرِ وَالْجِنْسِ .وَعِنْدَهُ يَجُوزُ لِعَدَمِ الطَّعْمِ وَالثَّمَنِيَّةِ .

شرح اور جب یہ حکم ثابت ہو چکا ہے تو ہم کہیں گے کہ جب کیل والی چیز یا موزونی چیز اس کے ہم جنس کے بدلے میں نقد بہ نقد اور برابر برابر بیچ دیا جائے تو شرط جواز کے پائے جانے کے سبب یہ بیع جائز ہے۔ اور وہ شرط جواز مماثلت کا معیار ہے۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ ایک روایت میں مثلاً بمثل کہ جگہ پر کیلاً بکیل اور سونے کا سونے کے بدلے فروخت کرنے میں وزنا بوزن آیا ہے اور سودی چیزوں کو خراب کے بدلے میں برابری بیچنا جائز ہے کیونکہ وصف میں فرق ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور اناج کی بھری ایک مٹھی کو دو مٹھیوں کے بدلے میں فروخت کرنا اور ایک سیب کو دو سیبوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ برابر کا مدار پیمانے پر ہے اور وہ موجود نہیں ہے۔ پس زیادتی ثابت نہ ہوگی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ہلاک ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضمان بھی ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سود کی علت طعم اور حرمت کے ذریعے سے برأت یعنی برابری موجود نہیں ہے کیونکہ زیادتی حرام ہے اور ایک صاع سے کم مقدار بھی مٹھی کے حکم میں ہوگی کیونکہ شریعت کے مطابق ایک صاع سے کم تو کوئی پیمانہ ہی نہیں ہوتا۔

اور جب عقد کرنے والوں نے غیر مطعوم چیز کو اسی ہم جنس سے کمی یا زیادتی کے ساتھ خریدا یا پھر اس کو فروخت کیا جس طرح چونا اور لوہا ہے تو ہمارے نزدیک قدر اور جنس کے پائے جانے کے سبب یہ بیع جائز نہ ہوگی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ نہ طعم ہے اور نہ ہی ثمن ہے۔

دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عُدِمَ الْوَصْفَانِ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُومُ إِلَيْهِ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ) لِعَدَمِ الْعِلَّةِ الْمُحَرِّمَةِ وَالْأَصْلُ فِيهِ الْإِبَاحَةُ .وَإِذَا وُجِدَا .حَرُمَ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ لِوُجُودِ الْعِلَّةِ .

وَإِذَا وُجِدَ أَحَدُهُمَا وَعُدِمَ الْآخَرُ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَحَرُمَ النَّسَاءُ مِثْلَ أَنْ يُسَلِّمَ هَرَوِيًّا فِي هَرَوِيٍّ أَوْ حِنْطَةً فِي شَعِيرٍ ، فَحُرْمَةُ رِبَا الْفَضْلِ بِالْوَصْفَيْنِ وَحُرْمَةُ النَّسَاءِ بِأَحَدِهِمَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْجِنْسُ بِانْفِرَادِهِ لَا يُحَرِّمُ النَّسَاءَ لِأَنَّ بِالنَّقْدِيَّةِ وَعَدَمِهَا لَا يَثْبُتُ إِلَّا شُبْهَةُ الْفَضْلِ، وَحَقِيقَةُ الْفَضْلِ غَيْرُ مَانِعٍ فِيهِ حَتَّى يَجُوزَ بَيْعُ الْوَاحِدِ بِالِاثْنَيْنِ فَالشُّبْهَةُ أَوْلَى .

وَلَنَا أَنَّهُ مَالُ الرِّبَا مِنْ وَجْهٍ نَظَرًا إِلَى الْقَدْرِ أَوْ الْجِنْسِ وَالنَّقْدِيَّةُ أَوْجَبَتْ فَضْلًا فِي الْمَالِيَّةِ فَتَتَحَقَّقُ شُبْهَةُ الرِّبَا وَهِيَ مَانِعَةٌ كَالْحَقِيقَةِ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا أَسْلَمَ النُّقُودَ فِي الزَّعْفَرَانِ وَنَحْوِهِ يَجُوزُ، وَإِنْ جَمَعَهُمَا الْوَزْنُ لِأَنَّهُمَا لَا يَتَّفِقَانِ فِي صِفَةِ الْوَزْنِ، فَإِنَّ الزَّعْفَرَانَ يُوزَنُ بِالْأَمْنَاءِ وَهُوَ مُثَمَّنٌ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، وَالنُّقُودُ تُوزَنُ بِالسَّنَجَاتِ وَهُوَ ثَمَنٌ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ .

وَلَوْ بَاعَ بِالنُّقُودِ مُوَازَنَةً وَقَبَضَهَا صَحَّ التَّصَرُّفُ فِيهَا قَبْلَ الْوَزْنِ، وَفِي الزَّعْفَرَانِ وَأَشْبَاهِهِ لَا

يَجُوزُ، فَإِذَا اخْتَلَفَا فِيهِ صُورَةً وَمَعْنًى وَحُكْمًا لَمْ يَجْمَعْهُمَا الْقَدْرُ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَتَنْزِلُ الشُّبْهَةُ فِيهِ إِلَى شُبْهَةِ الشُّبْهَةِ وَهِيَ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ .

فرمایا: اور جب دونوں اوصاف سود یعنی جنس وقدر نہ پائے جائیں' تو حرام کرنے والی علت کے نہ پائے کی وجہ سے کمی بیشی کے ساتھ اور ادھار کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ کیونکہ بیع میں اصل اباحت ہے (قاعدہ فقہیہ) اور جب دونوں اوصاف پائے جائیں' تو کمی بیشی یا ادھار سب طرح سے بیع حرام ہے' کیونکہ حرمت کی علت موجود ہے اور جب ان میں سے ایک وصف پایا جائے اور دوسرا وصف نہ پایا گیا تو کمی بیشی حلال ہو جائے گی اور ادھار حرام رہے گا' جس طرح کسی آدمی نے ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں میں بیع سلم کی یا گندم کا جو کے ساتھ سلم کرے۔ سود کی حرمت دونوں اوصاف کے ساتھ ہوگی' جبکہ ادھار کی حرمت ایک وصف کے ساتھ ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا: محض اکیلی جنس ادھار کو حرام کرنے والی نہیں ہے' کیونکہ من وجہ نقدی ہونے اور من وجہ نقدی نہ ہونے کی وجہ سے صرف زیادتی کا شبہ ثابت ہو سکتا ہے حالانکہ جنس کا پایا جانا یہ حقیقت میں اضافہ کے مانع نہ ہے۔ کیونکہ جب ایک ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے' تو شبہ اضافہ میں بدرجہ اولی مانع نہ ہوگا' اور ادھار فروخت کرنا صحیح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ادھار فروخت کرنا یہ اکیلے ہی قدر یا جنس کے سبب سے سود ہے' جبکہ نقدی سے مال میں اضافہ ہوتا ہے پس سود کا شبہ ثابت ہو جائے گا' اور حقیقت سود کی طرح شبہ سود بھی جواز کے مانع ہے ہاں البتہ جب کسی شخص نے زعفران وغیرہ میں نقدی کے ساتھ بیع سلم کی تو یہ جائز ہے خواہ ان دونوں کا وزن ایک ہی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں وصف وزن کے متحد نہ ہوئے کیونکہ زعفران کا وزن من کے اعتبار کیا جاتا ہے اور من بھی ثمن والا ہوتا ہے اور معین کرنے سے معین بھی ہو جاتا ہے اور نقدی سنگ ترازو سے وزن کیے جاتے ہیں اور نقدیاں ثمن ہوتی ہیں جو معین کرنے سے معین نہیں ہوتیں۔

اور جب کسی شخص نے نقدی کے بدلے میں وزن کر کے زعفران کو بیچ دیا تو نقود میں وزن سے پہلے تصرف صحیح ہے' جبکہ زعفران میں وزن سے پہلے خریدار کے لئے تصرف کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ جب زعفران اور نقود کا وزن کے بارے میں صورت' معنی اور حکم سب مختلف ہیں' تو قدر ان کو ہر طرح جمع کرنے والی نہیں ہے لہٰذا ان میں شبہ یہ شبہ در شبہ کے حکم میں پہنچا دینے والا ہے اور شبہ در شبہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

منصوص علیہ اشیاء کی حرمت کے دائمی ہونے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ كَيْلًا فَهُوَ مَكِيلٌ أَبَدًا، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْكَيْلَ فِيهِ مِثْلَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ وَكُلُّ مَا نَصَّ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ وَزْنًا فَهُوَ مَوْزُونٌ أَبَدًا، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْوَزْنَ فِيهِ مِثْلُ الذَّهَبِ

وَالْفِضَّةِ) لِأَنَّ النَّصَّ أَقْوَى مِنَ الْعُرْفِ وَالْأَقْوَى لَا يُتْرَكُ بِالْأَدْنَى (وَمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى عَادَاتِ النَّاسِ) لِأَنَّهَا دَلَالَةٌ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ الْعُرْفُ عَلَى خِلَافِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ أَيْضًا لِأَنَّ النَّصَّ عَلَى ذَلِكَ لِمَكَانِ الْعَادَةِ فَكَانَتْ هِيَ الْمَنْظُورُ إِلَيْهَا وَقَدْ تَبَدَّلَتْ، فَعَلَى هَذَا لَوْ بَاعَ الْحِنْطَةَ بِجِنْسِهَا مُتَسَاوِيًا وَزْنًا، أَوِ الذَّهَبَ بِجِنْسِهِ مُتَمَاثِلًا كَيْلًا لَا يَجُوزُ عِنْدَهُمَا، وَإِنْ تَعَارَفُوا ذَلِكَ لِتَوَهُّمِ الْفَضْلِ عَلَى مَا هُوَ الْمِعْيَارُ فِيهِ، كَمَا إِذَا بَاعَ مُجَازَفَةً إِلَّا أَنَّهُ يَجُوزُ الْإِسْلَامُ فِي الْحِنْطَةِ وَنَحْوِهَا وَزْنًا لِوُجُودِ الْإِسْلَامِ فِي مَعْلُومٍ .

اور ہر وہ چیز جس میں زیادتی کی حرمت رسول اللہ ﷺ نے بیان کردی ہے وہ مکیلی چیز ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے خواہ لوگوں نے اس میں کیل کرنا ترک کردیا ہو جس طرح گندم، جو، نمک اور چھوہارہ ہے اور ہر وہ چیز جس میں وزن کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نے حرمت تفاضل کو بیان کردیا ہے' تو وہ ہمیشہ موزونی رہے گی خواہ لوگوں نے اس کے وزن کو چھوڑ دیا ہو جس طرح سونا چاندی ہے' کیونکہ نص عرف سے قوی ہے اور ادنیٰ کے سبب زیادہ قوی کو ترک نہیں کیا جا سکتا ہے اور جس چیز کے بارے میں حدیث میں کوئی صراحت بیان نہیں ہوئی ہے وہ لوگوں کی عادت پر محمول کی جائے گی کیونکہ جواز حکم کے لئے عادت دلیل ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے منصوص علیہ کے خلاف بھی عرف کا اعتبار کیا ہے' کیونکہ مکیلی وموزونی میں کیل ووزن کی تصریح عرف کے سبب سے ہے پس اس بارے میں عادت کا ہی اعتبار کیا جائے گا' اور عادت کبھی کبھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا اس اصول کے مطابق جب کسی نے گندم کو گندم کے بدلے میں وزن کر کے برابر فروخت کیا یا سونے کو سونے بدلے میں ناپ کر بیچ دیا تو طرفین کے نزدیک بیع درست نہ ہوگی خواہ لوگوں میں اسی کا عرف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں جو معیار ہے وہ اس پر زیادتی کا وہم ہے' جس طرح اس صورت میں ہے' جب کسی نے اندازے سے بیچ دیا ہے' جبکہ گندم وغیرہ کو بیع سلم کر کے بیچنا درست ہے' کیونکہ بیع سلم معلوم چیز میں پائی جا رہی ہے۔

رطل سے فروخت ہونے والی چیز کے وزنی ہونے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ مَا يُنْسَبُ إِلَى الرَّطْلِ فَهُوَ وَزْنِيٌّ) مَعْنَاهُ مَا يُبَاعُ بِالْأَوَاقِي لِأَنَّهَا قُدِّرَتْ بِطَرِيقِ الْوَزْنِ حَتَّى يُحْتَسَبَ مَا يُبَاعُ بِهَا وَزْنًا، بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَكَايِيلِ، وَإِذَا كَانَ مَوْزُونًا فَلَوْ بِيعَ بِمِكْيَالٍ لَا يُعْرَفُ وَزْنُهُ بِمِكْيَالٍ مِثْلِهِ لَا يَجُوزُ لِتَوَهُّمِ الْفَضْلِ فِي الْوَزْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَازَفَةِ .

فرمایا: اور ہر وہ چیز جس کو رطل کی منسوب کیا جائے' تو وہ وزن والی ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کو اوقیہ کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہو۔ وہ وزنی ہے' کیونکہ اوقیہ کا اندازہ وزن سے کیا جاتا ہے لہٰذا اوقیہ سے فروخت ہونے والی چیزوں کو وزنی

شمار کیا جائے گا۔ بہ خلاف تمام پیمانوں کے، اور جب رطل کی جانب منسوب ہونے والی چیز موزونی ہوتی تو اس چیز کو ایسے پیمانے سے جس کا وزن معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی یا اسی جیسے پیمانے کے بدلے میں بیچا گیا تو بھی جائز نہ ہوگی کیونکہ اندازے سے فروخت کرنے کی طرح وزن میں بھی زیادتی کا احتمال رہ جاتا ہے۔

عقد صرف کے سوا میں تعین ربوٰ کا بیان

قَالَ (وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلَى جِنْسِ الْاَثْمَانِ يُعْتَبَرُ فِيهِ قَبْضُ عِوَضَيْهِ فِي الْمَجْلِسِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ هَاءَ وَهَاءِ)" مَعْنَاهُ يَدًا بِيَدٍ، وَسَنُبَيِّنُ الْفِقْهَ فِي الصَّرْفِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

قَالَ (وَمَا سِوَاهُ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّعْيِينُ وَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّقَابُضُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ) .لَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ (يَدًا بِيَدٍ) وَلِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يُقْبَضْ فِي الْمَجْلِسِ فَيَتَعَاقَبُ الْقَبْضُ وَلِلنَّقْدِ مَزِيَّةٌ فَتَثْبُتُ شُبْهَةُ الرِّبَا .

وَلَنَا أَنَّهُ مَبِيعٌ مُتَعَيَّنٌ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْقَبْضُ كَالثَّوْبِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْفَائِدَةَ الْمَطْلُوبَةَ إِنَّمَا هُوَ التَّمَكُّنُ مِنَ التَّصَرُّفِ وَيَتَرَتَّبُ ذَلِكَ عَلَى التَّعْيِينِ، بِخِلَافِ الصَّرْفِ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِيهِ لِيَتَعَيَّنَ بِهِ ؛ وَمَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(يَدًا بِيَدٍ)" عَيْنًا بِعَيْنٍ، وَكَذَا رَوَاهُ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَتَعَاقُبُ الْقَبْضِ لَا يُعْتَبَرُ تَفَاوُتًا فِي الْمَالِ عُرْفًا، بِخِلَافِ النَّقْدِ وَالْمُؤَجَّلِ .

فرمایا: عقد صرف کے سوا وہ اموال جن میں سود ہے ان میں تعین کرنے کا اعتبار ہوگا' جبکہ باہم قبضے کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔ اور اناج کی بیع اناج کے بارے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ اور ان کی دلیل حدیث مشہور جس میں یدا بید فرمایا گیا ہے' کیونکہ قبضہ جب مجلس میں نہ ہوگا' تو وہ اس کے بعد واقع ہوگا' جبکہ نقد کو ایک طرح سے فرق حاصل ہے پس سود کا شبہ ثابت ہو جائیگا

ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد صرف کے سوا جو چیز بھی مبیع ہے وہ متعین ہے پس اس میں قبضہ شرط نہیں ہے' جس طرح کپڑے میں ہے اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ بیع سے جو فائدہ مطلوب ہے وہ تصرف پر قدرت رکھنا ہے اور یہ تصرف متعین کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائے گا۔ بہ خلاف بیع صرف کے کیونکہ عقد صرف میں قبضہ اسی لئے ہوتا ہے کہ اس سے جنس معین ہو جائے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی یدا بید کا معنی عینا بعین ہے اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح روایت کیا ہے اور قبضہ کو بعد میں واقع ہونا یہ عرف کے مطابق مال میں کسی قسم کا فرق ثابت کرنے والا نہیں ہے' جبکہ نقد اور موجل میں ایسا نہیں ہے۔

ایک انڈے کی بیع دو انڈوں سے کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْبَيْضَةِ بِالْبَيْضَتَيْنِ وَالتَّمْرَةِ بِالتَّمْرَتَيْنِ وَالْجَوْزَةِ بِالْجَوْزَتَيْنِ) لِانْعِدَامِ

الْمِعْيَارِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا . وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيهِ لِوُجُودِ الطُّعْمِ عَلَى مَا مَرَّ .

فرمایا: اور ایک انڈے کی بیع دو انڈوں کے ساتھ کرنا، ایک چھوہارے کو دو چھوہاروں کے اور ایک اخروٹ کو دو اخروٹوں کے بدلے میں بیچنا جائز ہے کیونکہ ان میں معیار نہیں پایا گیا پس سود ثابت نہ ہوگا جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے طعم پائے جانے کا اعتبار کیا ہے اور ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ جس طرح اسکا بیان گزر چکا ہے۔

معین پیسہ کی دو معین پیسوں کے بدلے میں بیع کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْفَلْسِ بِالْفَلْسَيْنِ بِاَعْيَانِهِمَا) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجُوزُ لِاَنَّ الثَّمَنِيَّةَ تَثْبُتُ بِاصْطِلَاحِ الْكُلِّ فَلَا تَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِهِمَا، وَاِذَا بَقِيَتْ اَثْمَانًا لَا تَتَعَيَّنُ فَصَارَ كَمَا اِذَا كَانَا بِغَيْرِ اَعْيَانِهِمَا وَكَبَيْعِ الدِّرْهَمِ بِالدِّرْهَمَيْنِ .

وَلَهُمَا اَنَّ الثَّمَنِيَّةَ فِي حَقِّهِمَا تَثْبُتُ بِاصْطِلَاحِهِمَا اِذْ لَا وِلَايَةَ لِلْغَيْرِ عَلَيْهِمَا فَتَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِهِمَا وَاِذَا بَطَلَتْ الثَّمَنِيَّةُ تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ وَلَا يَعُودُ وَزْنِيًّا لِبَقَاءِ الِاصْطِلَاحِ عَلَى الْعَدِّ اِذْ فِي نَقْضِهِ فِي حَقِّ الْعَدِّ فَسَادُ الْعَقْدِ فَصَارَ كَالْجَوْزَةِ بِالْجَوْزَتَيْنِ بِخِلَافِ النُّقُودِ لِاَنَّهَا لِلثَّمَنِيَّةِ خِلْقَةً، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَا بِغَيْرِ اَعْيَانِهِمَا لِاَنَّهُ كَالِءٌ بِالْكَالِءِ وَقَدْ نُهِيَ عَنْهُ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ اَحَدُهُمَا بِغَيْرِ عَيْنِهِ لِاَنَّ الْجِنْسَ بِانْفِرَادِهِ يُحَرِّمُ النَّسَاءَ .

شیخین کے نزدیک ایک معین پیسے کی بیع دو معین پیسوں کے بدلے میں کرنا جائز ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پیسوں کا ثمن ہونا یہ سب لوگوں کی اصطلاح سے ثابت ہو چکا ہے پس عقد کرنے والوں کی اصطلاح سے وہ باطل نہ ہوگی۔ پس جب فلوس ثمن باقی رہے تو وہ متعین نہ ہوں گے جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں ہی غیر معین ہوں جس طرح ایک درہم کا دو دراہم کے بدلے میں فروخت کرنا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عاقدین کے حق میں فلوس کا ثمن ہونا ان کے اپنے اتفاق سے ہے کیونکہ دوسرے کو ان پر ولایت حاصل نہیں ہے۔ پس یہ ثمنیت ان کے اتفاق کے سبب باطل ہو چکی ہے تو فلوس معین کرنے سے معین ہو جائیں گے۔ اور یہ موزونی ہو کر لوٹ کر آنے والی نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کے عددی ہونے کا اتفاق باقی ہے کیونکہ عددی ہونے سے اتفاق ٹوٹنے کی صورت میں عقد میں فساد لازم آئے گا پس یہ ایک اخروٹ کو دو اخروٹوں کے بدلے میں بیچنے کی طرح ہو جائے گا بہ خلاف نقود کے، کیونکہ نقدیاں تو پیدائشی اعتبار سے بنائی ہی ثمنیت کے لئے گئی ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب فلوس کے دونوں اعواض غیر معین ہوں کیونکہ یہ ادھار کے بدلے میں بیع ہے جبکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور بہ خلاف اس کے کہ جب ایک عوض معین نہ ہو کیونکہ اکیلا جنس ہونا بھی ادھار کو حرام کر دیتا ہے۔

گندم کو آٹے کے بدلے بیچنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ بِالدَّقِيقِ وَلَا بِالسَّوِيقِ) لِاَنَّ الْمُجَانَسَةَ بَاقِيَةٌ مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّهُمَا مِنْ اَجْزَاءِ الْحِنْطَةِ وَالْمِعْيَارُ فِيهِمَا الْكَيْلُ، لٰكِنَّ الْكَيْلَ غَيْرُ مُسَوٍّ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْحِنْطَةِ لِاكْتِنَازِهِمَا فِيهِ وَتَخَلْخُلِ حَبَّاتِ الْحِنْطَةِ فَلَا يَجُوزُ وَاِنْ كَانَ كَيْلًا بِكَيْلٍ

(وَيَجُوزُ بَيْعُ الدَّقِيقِ بِالدَّقِيقِ مُتَسَاوِيًا كَيْلًا) لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ (وَبَيْعُ الدَّقِيقِ بِالسَّوِيقِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ مُتَفَاضِلًا، وَلَا مُتَسَاوِيًا) لِاَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُ الدَّقِيقِ بِالْمَقْلِيَّةِ وَلَا بَيْعُ السَّوِيقِ بِالْحِنْطَةِ، فَكَذَا بَيْعُ اَجْزَائِهِمَا لِقِيَامِ الْمُجَانَسَةِ مِنْ وَجْهٍ .وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ لِاَنَّهُمَا جِنْسَانِ مُخْتَلِفَانِ لِاخْتِلَافِ الْمَقْصُودِ .

قُلْنَا: مُعْظَمُ الْمَقْصُودِ وَهُوَ التَّغَذِّي يَشْمَلُهُمَا فَلَا يُبَالِي بِفَوَاتِ الْبَعْضِ كَالْمَقْلِيَّةِ مَعَ غَيْرِ الْمَقْلِيَّةِ وَالْعِلْكَةِ بِالْمُسَوَّسَةِ .

فرمایا: اور گندم کو آٹے کو بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ستو کے بدلے میں جائز ہے' کیونکہ ایک طرح جنس ہونا پایا جارہا ہے' کیونکہ آٹا اور ستو یہ دونوں گندم کے اجزاء میں سے ہے' جبکہ ان میں مماثلت کا معیار کیل کرنا ہے مگر کیل ان دونوں میں اور گندم میں برابری کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ ستو اور آٹا کیل میں ٹھک کر بھر جاتے ہیں جبکہ گندم کے دانہ جات میں خلاء باقی رہنے والا ہے پس ان کی بیع جائز نہ ہوگی خواہ یہ کیل بہ کیل ہی کیوں نہ ہو۔

آٹے کو آٹے کو بدلے میں کیل کر کے بیچنا جائز ہے' جبکہ وہ برابر ہو کیونکہ شرط ثابت ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آٹے کو ستو کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی برابر کر کے بیچنا جائز ہے اور آٹے کو بھنی ہوئی گندم کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ستو کو گندم کے بدلے میں بیچنا جائز ہے لہذا اسی طرح ان کے اجزاء کو بیچنا بھی جائز نہ ہوگا' کیونکہ ایک طرح سے جنس موجود ہے۔

صاحبین کے نزدیک ان کی بیع جائز ہے' کیونکہ ستو اور آٹا مقصود کے اختلاف کے سبب دو مختلف اجناس میں سے ہوئے ہم جواب دیتے ہیں کہ سب سے عظیم مقصد تو دونوں سے غذا حاصل کرنا ہے' جو دونوں کو شامل ہے اور مقصد کے کچھ حصہ کے نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا' جس طرح بھنی ہوئی گندم کو بغیر بھنی ہوئی گندم کے بدلنے میں فروخت کرنا ہے اور اچھی گندم کو کیڑا لگی گندم کے بدلے میں فروخت کرنا ہے۔

گوشت کو حیوان کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: اِذَا بَاعَهُ بِلَحْمٍ مِنْ جِنْسِهِ لَا يَجُوزُ اِلَّا اِذَا كَانَ اللَّحْمُ الْمُفْرَزُ اَكْثَرَ لِيَكُونَ اللَّحْمُ بِمُقَابَلَةِ مَا فِيهِ مِنْ

اللَّحْمِ وَالْبَاقِي بِمُقَابَلَةِ السَّقْطِ، إِذْ لَوْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ الرِّبَا مِنْ حَيْثُ زِيَادَةُ السَّقْطِ أَوْ مِنْ حَيْثُ زِيَادَةُ اللَّحْمِ فَصَارَ كَالْخَلِّ بِالسِّمْسِمِ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ بَاعَ الْمَوْزُونَ بِمَا لَيْسَ بِمَوْزُونٍ، لِأَنَّ الْحَيَوَانَ لَا يُوزَنُ عَادَةً وَلَا يُمْكِنُ مَعْرِفَةُ ثِقَلِهِ بِالْوَزْنِ لِأَنَّهُ يُخَفِّفُ نَفْسَهُ مَرَّةً بِصَلَابَتِهِ وَيُثَقِّلُ أُخْرَى، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ لِأَنَّ الْوَزْنَ فِي الْحَالِ يُعَرِّفُ قَدْرَ الدُّهْنِ إِذَا مِيزَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الثَّجِيرِ، وَيُوزَنُ الثَّجِيرُ .

فرمایا: شیخین کے نزدیک گوشت کی بیع حیوان کے ساتھ جائز ہے' جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے: جب گوشت حیوان کی جنس سے بدلے میں بیچا ہے' تو جائز نہ ہوگا مگر جب یہ الگ کردہ گوشت زیادہ ہے' تا کہ کچھ گوشت حیوان پر موجود گوشت کے بدلے میں ہو جائے اور باقی غیر گوشت کا بدل بن جائے کیونکہ جب اس طرح نہ ہوا تو غیر گوشت یا پھر حیوان میں زیادہ گوشت زیادتی کے اعتبار سے سود کو ثابت کرنے والا ہے۔ پس یہ تل کے بدلے میں تیل بیچنے کی مشابہ ہو جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والے نے موزونی چیز کو غیر موزونی چیز کے بدلے میں بیچا ہے' کیونکہ عرف کے مطابق حیوان کا وزن نہیں کیا جاتا اور وزن سے اس کے بھاری ہونے کی پہچان بھی ممکن نہیں ہے' کیونکہ کبھی حیوان اپنے آپ کو ہلکا کرنے والا ہے اور کبھی بھاری کرنے والا ہے بہ خلاف مسئلہ تل کے کیونکہ جب کھلی اور تیل میں علیحدگی کر کے وزن کیا جائے' تو اس حالت میں تیل کی مقدار معلوم ہو جاتی ہے۔

تر کھجور کی خشک کھجور کے ساتھ بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَالَا: لَا يَجُوزُ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ سُئِلَ عَنْهُ أَوَ يَنْقُصُ إِذَا جَفَّ؟ فَقِيلَ نَعَمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: لَا إِذًا) " وَلَهُ أَنَّ الرُّطَبَ تَمْرٌ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ أُهْدِيَ إِلَيْهِ رُطَبٌ أَوَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا) " سَمَّاهُ تَمْرًا .

وَبَيْعُ التَّمْرِ بِمِثْلِهِ جَائِزٌ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ لَوْ كَانَ تَمْرًا جَازَ الْبَيْعُ بِأَوَّلِ الْحَدِيثِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ تَمْرٍ فَبِآخِرِهِ، وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ وَمَدَارُ مَا رَوَيَاهُ عَلَى زَيْدِ بْنِ عَيَّاشٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ النَّقَلَةِ .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تر کھجور کی بیع خشک کھجور کے ساتھ برابر کرنا جائز ہے' جبکہ صاحبین نے کہا: جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ تر خشک ہو جانے کے بعد کم ہو جاتی ہے یا وہ خشک ہونے پر کم ہو جاتی ہے کہا گیا ہاں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو جائز نہیں ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ تر بھی کھجور ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رطب تحفہ کے طور پر بھیجی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا خیبر کی ہر کھجور اسی طرح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں رطب

کا نام تمر بیان کیا ہے اور تمر کو تمر کے بدلے میں بیچنا جائز ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب رطب تمر ہے تو پہلی حدیث کے مطابق اس کی بیع جائز ہوگی اور جب یہ تمر نہ ہوگی تو دوسری حدیث کے مطابق آپ ﷺ کا ارشاد گرامی اذا اختلف سے بیع جائز ہوگی جبکہ صاحبین کی بیان کردہ حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے جو حدیث نقل کرنے والوں کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَا الْعِنَبُ بِالزَّبِيبِ) يَعْنِي عَلَى الْخِلَافِ وَالْوَجْهُ مَا بَيَّنَّاهُ. وَقِيلَ لَا يَجُوزُ بِالِاتِّفَاقِ اعْتِبَارًا بِالْحِنْطَةِ الْمَقْلِيَّةِ بِغَيْرِ الْمَقْلِيَّةِ، وَالرُّطَبُ بِالرُّطَبِ يَجُوزُ مُتَمَاثِلًا كَيْلًا عِنْدَنَا لِأَنَّهُ بَيْعُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَكَذَا بَيْعُ الْحِنْطَةِ الرَّطْبَةِ أَوْ الْمَبْلُولَةِ بِمِثْلِهَا أَوْ بِالْيَابِسَةِ، أَوْ التَّمْرُ أَوْ الزَّبِيبُ الْمُنْقَعُ بِالْمُنْقَعِ مِنْهُمَا مُتَمَاثِلًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ جَمِيعُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ يُعْتَبَرُ الْمُسَاوَاةُ فِي أَعْدَلِ الْأَحْوَالِ وَهُوَ الْمَآلُ، وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَعْتَبِرُهُ فِي الْحَالِ، وَكَذَا أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَمَلًا بِإِطْلَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّهُ تَرَكَ هَذَا الْأَصْلَ فِي بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ لِمَا رَوَيْنَاهُ لَهُمَا.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ بَيْنَ هَذِهِ الْفُصُولِ وَبَيْنَ الرُّطَبِ بِالرُّطَبِ أَنَّ التَّفَاوُتَ فِيمَا يَظْهَرُ مَعَ بَقَاءِ الْبَدَلَيْنِ عَلَى الِاسْمِ الَّذِي عُقِدَ عَلَيْهِ الْعَقْدُ، وَفِي الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ مَعَ بَقَاءِ أَحَدِهِمَا عَلَى ذَلِكَ فَيَكُونُ تَفَاوُتًا فِي عَيْنِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَفِي الرُّطَبِ بِالرُّطَبِ التَّفَاوُتُ بَعْدَ زَوَالِ ذَلِكَ الِاسْمِ فَلَمْ يَكُنْ تَفَاوُتًا فِي الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَلَا يُعْتَبَرُ.

اور انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنا اسی اختلاف پر ہے اور اس کی دلیل بھی وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جس طرح بھنی ہوئی گندم بغیر بھنی ہوئی گندم کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی بہ اتفاق جائز نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک رطب کو رطب کے بدلے میں کیل کرتے ہوئے برابر کر کے بیچنا جائز ہے کیونکہ یہ بیع تمر بہ تمر ہے اور اسی طرح تازہ گندم کو بھیگی ہوئی گندم کے ساتھ اسی کی مثل یا خشک گندم کو بیچنا جائز ہے یا خشک بھیگے ہوئے چھوہاروں کو چھوہاروں کے بدلے میں یا خشک کشمش کو تو چھوہاروں اور تر کشمش کے بدلے میں برابری کے ساتھ بیچنا جائز ہے یہ شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا یہ سب ناجائز ہیں۔ کیونکہ وہ احوال میں پھرنے کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور وہ انجام کی حالت ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ اسی حالت میں برابری کا اعتبار کرتے ہیں اور حدیث کے اطلاق کے مطابق امام ابو یوسف علیہ الرحمہ بھی فی الحال برابری کا اعتبار کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے بیع رطب بہ تمر والے مسئلہ میں صاحبین کے استدلال میں ہماری بیان کردہ روایت

سے اس اصول کو ترک کر دیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع رطب بہ رطب اور ان مسائل میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ ان صورتوں میں معقود علیہ پر اعواض کی بقاء ہوتے ہوئے بھی فرق ظاہر ہونے والا ہے پس یہ معقود علیہ کے عین میں فرق ہو جائے گا' جبکہ رطب بہ رطب کے مسئلہ میں زائل ہو جانے کے بعد فرق ظاہر ہونے والا ہے پس یہ معقود علیہ کا فرق نہ ہوگا پس اس کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا۔

گدرائے ہوئے چھوہاروں کی کفری چھوہاروں سے بیع کرنے کا بیان

وَلَوْ بَاعَ الْبُسْرَ بِالتَّمْرِ مُتَفَاضِلًا لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ الْبُسْرَ تَمْرٌ، بِخِلَافِ الْكُفُرّٰى حَيْثُ يَجُوْزُ بَيْعُهُ بِمَا شَاءَ مِنَ التَّمْرِ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِتَمْرٍ، فَاِنَّ هٰذَا الِاسْمَ لَهُ مِنْ اَوَّلِ مَا تَنْعَقِدُ صُوْرَتُهُ لَا قَبْلَهُ، وَالْكُفُرّٰى عَدَدِيٌّ مُتَفَاوِتٌ، حَتّٰى لَوْ بَاعَ التَّمْرَ بِهِ نَسِيئَةً لَا يَجُوْزُ لِلْجَهَالَةِ .

📖 اور جب کسی شخص نے گدرائے ہوئے چھوہاروں کی بیع خشک چھوہاروں کے ساتھ کمی بیشی سے کی تو جائز نہیں ہے' کیونکہ بسر بھی تمر ہے بہ خلاف غنچہ کے کیونکہ اس کو بیع جس طرح چاہیں چھوہاروں کے بدلے میں جائز ہے۔ خواہ ایک کے بدلے میں دو ہوں کیونکہ غنچہ تمر نہیں ہے اس لئے کہ اس کا یہ نام اس کی ابتدائی صورت پر ہے' جبکہ اس سے پہلے نہیں ہے اور غنچہ عددی میں فرق ہے یہاں تک کہ جب چھوہاروں کو غنچے کے بدلے میں ادھار فروخت کیا' تو جہالت کے سبب بیع جائز نہ ہوگی۔

زیتون کو زیتون کے بدلے میں فروخت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الزَّيْتُوْنِ بِالزَّيْتِ وَالسِّمْسِمِ بِالشَّيْرَجِ حَتّٰى يَكُوْنَ الزَّيْتُ وَالشَّيْرَجُ اَكْثَرَ مِمَّا فِي الزَّيْتُوْنِ وَالسِّمْسِمِ فَيَكُوْنَ الدُّهْنُ بِمِثْلِهِ وَالزِّيَادَةُ بِالثَّجِيْرِ) لِاَنَّ عِنْدَ ذٰلِكَ يَعْرَى عَنِ الرِّبَا اِذْ مَا فِيْهِ مِنَ الدُّهْنِ مَوْزُوْنٌ، وَهٰذَا لِاَنَّ مَا فِيْهِ لَوْ كَانَ اَكْثَرَ اَوْ مُسَاوِيًا لَهُ، فَالثَّجِيْرُ وَبَعْضُ الدُّهْنِ اَوِ الثَّجِيْرُ وَحْدَهُ فَضْلٌ، وَلَوْ لَمْ يُعْلَمْ مِقْدَارُ مَا فِيْهِ لَا يَجُوْزُ لِاحْتِمَالِ الرِّبَا، وَالشُّبْهَةُ فِيْهِ كَالْحَقِيْقَةِ، وَالْجَوْزُ بِدُهْنِهِ وَاللَّبَنُ بِسَمْنِهِ وَالْعِنَبُ بِعَصِيْرِهِ وَالتَّمْرُ بِدِبْسِهِ عَلٰى هٰذَا الِاعْتِبَارِ .وَاخْتَلَفُوْا فِي الْقُطْنِ بِغَزْلِهِ، وَالْكِرْبَاسُ بِالْقُطْنِ يَجُوْزُ كَيْفَمَا كَانَ بِالْاِجْمَاعِ

📖 فرمایا: زیتون کو زیت کے بدلے میں بیچنا اور تل کو اس کے تیل کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ روغنی زیتون اور تل کا تیل میں موجود تیل سے زائد ہوتا کہ تیل تیل کا بدلہ بن جائے اور زیادتی کھل کے بدلے میں ہو جائے کیونکہ اب عقد سود سے بچ جائے گا' کیونکہ زیتون میں موجود تیل بھاری ہے اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جب زیتون وغیرہ میں موجود تیل، خارج تیل سے زیادہ یا اس کے برابر ہے' تو کھل اور کچھ تیل یا اکیلی کھل زائد ہوگی۔ اور جب زیتون وغیرہ میں موجود تیل کی مقدار معلوم نہ ہو تب بھی سود کے احتمال کے سبب بیع جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ سود کے باب میں شبہ حقیقت کی طرح ہوتا ہے۔ اور اخروٹ کو اس کے روغن کے بدلے میں بیچنا، دودھ کو اس کے گھی کے بدلے میں بیچنا، انگور کو اس کے شیرہ کے بدلے میں بیچنا اور چھوہارے کو اس کے

خاص شیرہ کے ساتھ بیچنا بھی اسی اعتبار پر ہے اور روئی کو سوت کے بدلے میں بیچنے میں ائمہ کا اختلاف ہے' جبکہ سوتی کپڑے کو روئی کے بدلے میں بیچنا بااجماع جائز ہے چاہے کس طرح بھی ہو۔

مختلف انواع کے گوشت کی ایک دوسرے سے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللُّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا) وَمُرَادُهُ لَحْمُ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ ؛ فَأَمَّا الْبَقَرُ وَالْجَوَامِيسُ جِنْسٌ وَاحِدٌ، وَكَذَا الْمَعْزُ مَعَ الضَّأْنِ وَكَذَا الْعِرَابُ مَعَ الْبَخَاتِيِّ .قَالَ (وَكَذَلِكَ أَلْبَانُ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ) وَعَنْ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهَا جِنْسٌ وَاحِدٌ لِاتِّحَادِ الْمَقْصُودِ .

وَلَنَا أَنَّ الْأُصُولَ مُخْتَلِفَةٌ حَتَّى لَا يَكْمُلَ نِصَابُ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ فِي الزَّكَاةِ، فَكَذَا أَجْزَاؤُهَا إِذَا لَمْ تَتَبَدَّلْ بِالصَّنْعَةِ .

قَالَ (وَكَذَا خَلُّ الدَّقَلِ بِخَلِّ الْعِنَبِ) لِلِاخْتِلَافِ بَيْنَ أَصْلَيْهِمَا، فَكَذَا بَيْنَ مَاءَيْهِمَا وَلِهَذَا كَانَ عَصِيرَاهُمَا جِنْسَيْنِ .وَشَعْرُ الْمَعْزِ وَصُوفُ الْغَنَمِ جِنْسَانِ لِاخْتِلَافِ الْمَقَاصِدِ .

قَالَ (وَكَذَا شَحْمُ الْبَطْنِ بِالْأَلْيَةِ أَوْ بِاللَّحْمِ) لِأَنَّهَا أَجْنَاسٌ مُخْتَلِفَةٌ لِاخْتِلَافِ الصُّوَرِ وَالْمَعَانِي وَالْمَنَافِعِ اخْتِلَافًا فَاحِشًا .

مختلف انواع کے گوشت کی بعض کے بعض کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ کی مراد یہاں سے اونٹ، گائے، بکری کا گوشت ہے' جبکہ گائے اور بھینس یہ دونوں ایک ہی جنس سے ہیں۔ اسی طرح بکری اور بھیڑ بھی ایک جنس سے ہیں اور اسی طرح عربی اور بختاتی بھی ایک جنس سے ہیں۔ اسی طرح گائے اور بکری کا دودھ ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ مقصود کے اتحاد کے سبب دودھ ایک ہی جنس کے ہوں گے۔

ہماری دلیل یہ ہے دودھ کے اصول میں اختلاف ہے اسی دلیل کے سبب زکوٰۃ کے اندر ان میں سے ایک دوسرے کا نصاب دوسرے کے ذریعے سے پورا نہیں کیا جاتا۔ پس ان کے اجزاء بھی مختلف ہوں گے۔ ہاں البتہ کسی مصنوعی طریقہ کار سے میں ان تغیر تبدل نہ کیا گیا ہو۔

اسی طرح کھجور کے سرکہ کو انگور کے سرکہ کے ساتھ بیچنا جائز ہے' کیونکہ ان اصل میں اختلاف ہے پس ان کے پانی میں اختلاف ہوگا اسی دلیل کے سبب ان دونوں کے شیرے الگ' الگ جنس ہیں اور مقاصد کے اختلاف کے سبب بھیڑ کی اون اور بکری کے بال دو الگ جنس ہیں۔

اسی طرح پیٹ کی چربی کو سرین کے گوشت یا مطلق طور پر گوشت کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے' کیونکہ شکل

دمعنی اور نفع میں بہت زیادہ اختلاف کے ان کی جنس بھی مختلف ہو چکی ہے۔

روٹی کو گندم کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْخُبْزِ بِالْحِنْطَةِ وَالدَّقِيقِ مُتَفَاضِلًا) لِاَنَّ الْخُبْزَ صَارَ عَدَدِيًّا اَوْ مَوْزُونًا فَخَرَجَ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ مَكِيْلًا مِنْ كُلِّ وَجْهٍ وَالْحِنْطَةُ مَكِيْلَةٌ .

وَعَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا خَيْرَ فِيهِ، وَالْفَتْوٰى عَلَى الْاَوَّلِ، وَهٰذَا اِذَا كَانَا نَقْدَيْنِ ؛ فَاِنْ كَانَتِ الْحِنْطَةُ نَسِيئَةً جَازَ اَيْضًا، وَاِنْ كَانَ الْخُبْزُ نَسِيئَةً يَجُوزُ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، وَكَذَا السَّلَمُ فِى الْخُبْزِ جَائِزٌ فِى الصَّحِيحِ، وَلَا خَيْرَ فِى اسْتِقْرَاضِهِ عَدَدًا اَوْ وَزْنًا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ يَتَفَاوَتُ بِالْخُبْزِ وَالْخَبَّازِ وَالتَّنُّورِ وَالتَّقَدُّمِ وَالتَّاَخُّرِ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجُوزُ بِهِمَا لِلتَّعَامُلِ، وَعِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجُوزُ وَزْنًا وَلَا يَجُوزُ عَدَدًا لِلتَّفَاوُتِ فِى آحَادِهِ .

روٹی کو گندم اور آٹے کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے' کیونکہ روٹی عددی اور موزونی ہے پس یہ بھی ایک طرح کیل والی ہونے سے خارج ہو گئی ہے' جبکہ گندم مکیلی ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے' جبکہ فتویٰ پہلے قول کے مطابق ہے۔ اور یہ جواز اس حالت میں ہے' جب دونوں اعواض نقد ہوں۔ اور جب گندم ادھار ہے تب بھی جائز ہے۔

اور اسی طرح صحیح روایت کے مطابق روٹی میں بیع سلم جائز ہے' جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عدد یا وزن کے ذریعے روٹی کو قرض پر لینے میں کوئی خیر نہیں ہے' کیونکہ پکانے، پکانے والے، تنور اور تقدم تاخر کے سبب روٹی مختلف ہو جاتی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک لوگوں معمول کے سبب روٹی کو قرض پر لینا جائز ہے' جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وزن سے جائز ہے عدد سے جائز نہیں ہے' کیونکہ افراد میں فرق ہوا کرتا ہے۔

آقا اور غلام کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا رِبَا بَيْنَ الْمَوْلٰى وَعَبْدِهِ) لِاَنَّ الْعَبْدَ وَمَا فِى يَدِهِ مِلْكٌ لِمَوْلَاهُ فَلَا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا، وَهٰذَا اِذَا كَانَ مَاذُوْنًا لَهُ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَجُوزُ لِاَنَّ مَا فِى يَدِهِ لَيْسَ مِلْكَ الْمَوْلٰى عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَهُمَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغُرَمَاءِ فَصَارَ كَالْاَجْنَبِىِّ فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا كَمَا يَتَحَقَّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُكَاتَبِهِ .

فرمایا: غلام اور آقا کے درمیان سود ثابت نہ ہوگا' کیونکہ غلام اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے وہ سارے کا سارا اس

کے مالک کا ہے۔ پس ان کے درمیان سود ثابت نہ ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہے' جب غلام تجارت میں ماذون ہو اور اس پر دین محیط بھی نہ ہو اور جب اس پر دین ہے' تو درست نہیں ہے' کیونکہ جو مال اس کے قبضہ میں ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وہ مال مالک کا نہیں ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کا حق غرماء سے متعلق ہے پس یہ غلام اجنبی کی طرح ہو جائے گا اس سود ثابت ہو جائے گا' جس طرح مکاتب اور آقا کے درمیان سود ثابت ہو جاتا ہے۔

دارالحرب میں مسلم وحربی کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ) خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. لَهُمَا الِاعْتِبَارُ بِالْمُسْتَأْمَنِ مِنْهُمْ فِي دَارِنَا .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ) " وَلِأَنَّ مَالَهُمْ مُبَاحٌ فِي دَارِهِمْ فَبِأَيِّ طَرِيقٍ أَخَذَهُ الْمُسْلِمُ أَخَذَ مَالًا مُبَاحًا إذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ غَدْرٌ، بِخِلَافِ الْمُسْتَأْمَنِ مِنْهُمْ لِأَنَّ مَالَهُ صَارَ مَحْظُورًا بِعَقْدِ الْأَمَانِ .

فرمایا: دارالحرب میں مسلمان اور حربی میں سود ثابت نہ ہوگا' جبکہ اس میں امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے اختلاف کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ امن لیتے ہوئے دارالاسلام میں آنے والے حربی قیاس کرتے ہیں جبکہ ہماری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں ہے' کیونکہ دارالحرب میں اہل حرب کا مال مباح ہے۔ پس مسلمان اس کو جس طرح بھی حاصل کرے گا وہ مباح ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی عذر نہ ہو' جبکہ مستامن حربیوں کے بارے میں ایسا حکم نہیں ہے' کیونکہ ان عہد امن کے سبب ان کا مال منع قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ الْحُقُوقِ

﴿یہ باب حقوق کے بیان میں ہے﴾

باب حقوق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب مسائل کے حق میں یہ مرتبہ رکھتا ہے کہ اس کو شروع ہی کتاب بیوع کے ساتھ ذکر کیا جائے مگر مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی ترتیب میں جامع صغیر والی ترتیب کا التزام کیا ہے' کیونکہ جامع صغیر میں اسی طرح یہ باب ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ حقوق توابع ہوتے ہیں پس ان کو متبوع کے مسائل ذکر کرنے کے بعد ملایا گیا ہے۔ (کیونکہ توابع متبوع سے مؤخر ہوا کرتے ہیں)۔ عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۳۴۵، بیروت)

حقوق کا فقہی مفہوم

حقوق جمع ہے حق کی جس کا مطلب ہے لازمی اور ضروری۔ حقوق دو قسموں کے ہوتے ہیں۔ (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد

(۱) حقوق اللہ

اللہ نے حضور ﷺ اور قرآن مجید کے ذریعے اپنے سارے حقوق بندوں کو بتا دیئے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور تمام وہ کام کرو جس کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا۔

(۲) حقوق العباد

عباد جمع ہے عبد کی جس سے مراد ہے انسان یا بندہ۔ اس طرح حقوق العباد کا مطلب ہے بندوں کے لئے ضروری یعنی حقوق۔ حقوق العباد میں دنیا کے ہر مذہب، ہر ذات و نسل، ہر درجے اور ہر حیثیت کے انسانوں کے حقوق آ جاتے ہیں۔ اگر ہم عزیزوں کے حقوق ادا کریں' تو اس کے ساتھ غیروں کے حقوق بھی ادا کریں۔ غلام اگر مالک کی خدمت کرے تو مالک بھی غلام کا پورا پورا خیال رکھے۔ والدین اگر اولاد کے لئے اپنی زندگی کی ہر آسائش ترک کر دیں' تو اولاد بھی ان کی خدمت اور عزت میں کمی نہ کرے یہی اسلام کی تعلیم ہے پوری انسانیت کے لئے۔ حقوق العباد میں مختلف حیثیت اور درجات کے لوگوں کے حقوق آ جاتے ہیں۔

گھر کی خرید پر دوسری منزل شامل نہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرٰی مَنْزِلًا فَوْقَهُ مَنْزِلٌ فَلَيْسَ لَهُ الْاَعْلٰی اِلَّا اَنْ يَشْتَرِيَهُ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ اَوْ بِمَرَافِقِهِ اَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ فِيهِ اَوْ مِنْهُ .

وَمَنِ اشْتَرَى بَيْتًا فَوْقَهُ بَيْتٌ بِكُلِّ حَقٍّ لَمْ يَكُنْ لَهُ الْاَعْلَى، وَمَنِ اشْتَرَى دَارًا بِحُدُوْدِهَا فَلَهُ الْعُلُوُّ وَالْكَنِيْفُ) جَمَعَ بَيْنَ الْمَنْزِلِ وَالْبَيْتِ وَالدَّارِ، فَاسْمُ الدَّارِ يَنْتَظِمُ الْعُلُوَّ لِاَنَّهُ اسْمٌ لِمَا اُدِيْرَ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ، وَالْعُلُوُّ مِنْ تَوَابِعِ الْاَصْلِ وَاَجْزَائِهِ فَيَدْخُلُ فِيْهِ .

وَالْبَيْتُ اسْمٌ لِمَا يُبَاتُ فِيْهِ، وَالْعُلُوُّ مِثْلُهُ، وَالشَّيْءُ لَا يَكُوْنُ تَبَعًا لِمِثْلِهِ فَلَا يَدْخُلُ فِيْهِ اِلَّا بِالتَّنْصِيْصِ عَلَيْهِ، وَالْمَنْزِلُ بَيْنَ الدَّارِ وَالْبَيْتِ لِاَنَّهُ يَتَاَتّٰى فِيْهِ مَرَافِقُ السُّكْنٰى مَعَ ضَرْبِ قُصُوْرٍ اِذْ لَا يَكُوْنُ فِيْهِ مَنْزِلُ الدَّوَابِّ، فَلِشَبَهِهِ بِالدَّارِ يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِيْهِ تَبَعًا عِنْدَ ذِكْرِ التَّوَابِعِ، وَلِشَبَهِهِ بِالْبَيْتِ لَا يَدْخُلُ فِيْهِ بِدُوْنِهِ .

وَقِيْلَ فِيْ عُرْفِنَا يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ لِاَنَّ كُلَّ مَسْكَنٍ يُسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ خَانَهْ وَلَا يَخْلُوْ عَنْ عُلُوٍّ، وَكَمَا يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِيْ اسْمِ الدَّارِ يَدْخُلُ الْكَنِيْفُ لِاَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِهِ، وَلَا تَدْخُلُ الظُّلَّةُ اِلَّا بِذِكْرِ مَا ذَكَرْنَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلٰى هَوَاءِ الطَّرِيْقِ فَاَخَذَ حُكْمَهُ .

وَعِنْدَهُمَا اِنْ كَانَ مِفْتَحُهُ فِي الدَّارِ يَدْخُلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَا لِاَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِهِ فَشَابَهَ الْكَنِيْفَ .

اور جب کسی شخص نے کوئی ایسا مکان خریدا جس کے اوپر بھی کوئی منزل ہے' تو وہ منزل اس کی نہ ہوگی ہاں البتہ جب وہ منزل اس کے حق کے ساتھ ملی ہوئی ہے یا اس کے ساتھ ہے یا اس نے ہر قلیل وکثیر کو خریدا ہے یا جو کچھ قلیل وکثیر میں ہے اس نے کو خریدا ہے۔ اور جب کسی نے ایسا مکان خریدا جس کے اوپر بھی کوئی مکان ہے اور ہر حق کے ساتھ اس کو خریدا ہے' تو خریدار کو اوپر والا گھر نہ ملے گا' اور جب کسی نے حدود سمیت کسی گھر کو خریدا تو میں بلندی اور بیت الخلاء دونوں دیئے جائیں گے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے بیت، منزل اور دار تینوں کا اکٹھا کر دیا ہے پس درا اوپر والے پورشن کو شامل ہے۔ کیونکہ دار اس چیز کا نام ہے' جس کو حدود نے گھیرا ہوا ہے اور بلندی اصل کے تابع اور اس کے حصوں میں سے ہے پس اصل میں وہ داخل ہو جائے گا' اور بیت ایسے گھر کو کہتے ہیں جس میں رات بسر کی جا سکتی ہو اور بلندی گھر کی طرح ہے۔ اور کوئی چیز اپنی ہم مثل کے تابع نہیں ہوا کرتی پس بغیر کسی وضاحت کے بلندی بیت میں داخل نہ ہوگی۔ جبکہ منزل بیت اور دار کے درمیان کو چیز کو کہتے ہیں۔ کیونکہ منزل میں تمام رہائشی سہولیات میسر ہوتی ہیں البتہ کمی کے ساتھ ہوتی ہیں کیونکہ اس میں جانوروں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی' تو منزل دار کے مشابہ ہونے کے سبب سے توابع کے ذکر کے بغیر بلندی والی جگہ اس میں داخل ہوگی اور منزل بیت کے مشابہ ہونے کے سبب سے ذکر کرنے کے بغیر اوپر والا حصہ اس میں داخل نہ ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق ان تمام صورتوں مین بلندی داخل ہوگی کیونکہ فارسی زبان میں ہر گھر کو خانہ کہا جاتا

ہے' جبکہ خانہ بلندی سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ جس طرح بلندی والی جگہ ان تمام احوال میں داخل ہے اسی طرح بیت الخلا بھی اس میں داخل ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی گھر کے توابع میں سے ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ان تمام صورتوں میں بغیر کسی وضاحت کے سائبان بیع میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ہوا کی راہ میں بنا یا گیا ہے پس اس پر راستے والا حکم ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک جب سائبان کا راستہ دار میں ہے' تو مذکورہ بالا اشیاء میں ذکر کے بغیر داخل ہو جائے گا' کیونکہ وہ دار توابع میں سے ہے پس وہ بیت الخلاء کے مشابہ ہو جائے گا۔

دار میں کسی بیت کو خرید نے کا بیان

قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى بَيْتًا فِي دَارٍ اَوْ مَنْزِلًا اَوْ مَسْكَنًا لَمْ يَكُنْ لَهُ الطَّرِيقُ اِلَّا اَنْ يَشْتَرِيَهُ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ اَوْ بِمَرَافِقِهِ اَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ، (وَكَذَا الشُّرْبُ وَالْمَسِيلُ) لِاَنَّهُ خَارِجُ الْحُدُودِ اِلَّا اَنَّهُ مِنَ التَّوَابِعِ فَيَدْخُلُ بِذِكْرِ التَّوَابِعِ، بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ لِاَنَّهَا تُعْقَدُ لِلْاِنْتِفَاعِ فَلَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِهِ، اِذْ الْمُسْتَاْجِرُ لَا يَشْتَرِي الطَّرِيقَ عَادَةً وَلَا يَسْتَاْجِرُهُ فَيَدْخُلُ تَحْصِيلًا لِلْفَائِدَةِ الْمَطْلُوبَةِ مِنْهُ، اَمَّا الْاِنْتِفَاعُ بِالْمَبِيعِ مُمْكِنٌ بِدُونِهِ لِاَنَّ الْمُشْتَرِيَ عَادَةً يَشْتَرِيهِ، وَقَدْ يَتَّجِرُ فِيهِ فَيَبِيعُهُ مِنْ غَيْرِهِ فَحَصَلَتْ الْفَائِدَةُ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے دار میں کسی بیت کو خریدا یا منزل خریدی یا کوئی رہنے کی جگہ خریدی تو خریدار کو راستہ نہ ملے گا۔ ہاں البتہ جب وہ بیت کے اس کو ہر حق، یا ہر فائدے، ہر قلیل وکثیر کے ساتھ خریدے اور یہی حال پانی اور اس کے بہنے کا حکم ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک حدود سے باہر ہیں مگر یہ توابع میں سے ہیں۔ کیونکہ توابع کے ذکر سے یہ بیع میں داخل ہو جائیں گے بہ خلاف اجارہ کے۔ کیونکہ وہ فائدے کے لئے منعقد ہوتا ہے پس وہ راستے کے بغیر حاصل نہ ہوگا' کیونکہ عام طور پر خریدار راستے کو نہ ہی خریدتا ہے اور نہ اس کو اجرت پر لینے والا ہے پس اجارہ کے فائدے کی وجہ سے راستہ اس میں داخل ہوگا مگر راستے کے بغیر بھی بیع میں نفع اٹھانا ممکن ہے' کیونکہ عرف کے مطابق خریدار اس کو خرید لیتا ہے اور کبھی خریدار تجارت کرتے ہوئے اس کو دوسرے کے ہاں بیچ بھی دیتا ہے پس یہاں فائدہ حاصل ہو جائے گا۔

بَابُ الِاسْتِحْقَاقِ

﴿یہ باب استحقاق کے بیان میں ہے﴾

باب استحقاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس باب کا حق تو یہ تھا کہ اس کو بیوع کے بعد ذکر کیا جاتا لیکن اس سے پہلے باب حقوق کو ذکر کر دیا گیا ہے لہٰذا اس کی مناسبت کے سبب اس کو بھی اسی کے ساتھ یعنی عقب میں ہی ذکر کر دیا ہے تاکہ مناسبت وموافقت ترتیب میں رہ جائے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۳۴۷، بیروت)

باندی کا خریدار کے ہاں بچے کو جنم دینے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَلَدَتْ عِنْدَهُ فَاسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ بِبَيِّنَةٍ فَإِنَّهُ يَأْخُذُهَا وَوَلَدَهَا، وَإِنْ أَقَرَّ بِهَا لِرَجُلٍ لَمْ يَتْبَعْهَا وَلَدُهَا) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْبَيِّنَةَ حُجَّةٌ مُطْلَقَةٌ فَإِنَّهَا كَاسْمِهَا مُبَيِّنَةٌ فَيَظْهَرُ بِهَا مِلْكُهُ مِنْ الْأَصْلِ وَالْوَلَدُ كَانَ مُتَّصِلًا بِهَا فَيَكُونُ لَهُ، أَمَّا الْإِقْرَارُ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ يُثْبِتُ الْمِلْكَ فِي الْمُخْبَرِ بِهِ ضَرُورَةَ صِحَّةِ الْإِخْبَارِ، وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِإِثْبَاتِهِ بَعْدَ الِانْفِصَالِ فَلَا يَكُونُ الْوَلَدُ لَهُ .

ثُمَّ قِيلَ: يَدْخُلُ الْوَلَدُ فِي الْقَضَاءِ بِالْأُمِّ تَبَعًا، وَقِيلَ يُشْتَرَطُ الْقَضَاءُ بِالْوَلَدِ وَإِلَيْهِ تُشِيرُ الْمَسَائِلُ، فَإِنَّ الْقَاضِيَ إذَا لَمْ يَعْلَمْ بِالزَّوَائِدِ .قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تَدْخُلُ الزَّوَائِدُ فِي الْحُكْمِ، فَكَذَا الْوَلَدُ إذَا كَانَ فِي يَدِ غَيْرِهِ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ بِالْأُمِّ تَبَعًا

فرمایا: جب کسی شخص نے باندی کو خریدا اور اس نے خریدار کے ہاں بچے کو جنم دے دیا اس کے بعد کوئی دوسرا شخص گواہی پیش کرتے ہوئے اس باندی کا حقدار نکل آیا تو وہ باندی کے ساتھ اس بچے کو بھی حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔ اور جب خریدار نے کسی آدمی سے اسی باندی کے بارے میں اقرار کرلیا تو بچہ اس کے تابع نہ ہوگا' اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ گواہی مطلق دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے نام کی طرح ظاہر ہے پس گواہی کے سبب سے اصل سے حقدار میں آدمی کی ملکیت ظاہر ہو جائے گی اور بچہ جو باندی سے متصل ہے لہٰذا وہ بھی حقدار کا ہوگا۔

اور اقرار کا مسئلہ تو وہ حجت قاصر ہے۔ اور وہ خبر کے صحیح ہونے کی صورت میں صرف مخبر بہ میں ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے اور

ایک کے مطابق قضاء کے حکم کے مطابق بچہ ماں کے تابع ہو کر حقدار کے لئے ہوگا' جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ بچے کے لئے الگ فیصلہ شرط ہے۔ اور جامع صغیر میں اسی کا اشارہ دیا گیا ہے' کیونکہ کو زوائد کا پتہ ہی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: زوائد حکم میں داخل نہیں ہوا کرتے اور اسی طرح جب بچہ کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے تب بھی ماں کے تابع ہوتے ہوئے وہ حکم میں داخل نہ ہو گا۔

خریداری کے بعد غلام کے آزاد نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَإِذَا هُوَ حُرٌّ وَقَدْ قَالَ الْعَبْدُ لِلْمُشْتَرِي اشْتَرِنِي فَإِنِّي عَبْدٌ لَهُ)، فَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ حَاضِرًا أَوْ غَائِبًا غَيْبَةً مَعْرُوفَةً لَمْ يَكُنْ عَلَى الْعَبْدِ شَيْءٌ، وَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ لَا يُدْرَى أَيْنَ هُوَ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْعَبْدِ وَرَجَعَ هُوَ عَلَى الْبَائِعِ وَإِنْ ارْتَهَنَ عَبْدًا مُقِرًّا بِالْعُبُودِيَّةِ فَوَجَدَهُ حُرًّا لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ فِيهِمَا لِأَنَّ الرُّجُوعَ بِالْمُعَاوَضَةِ أَوْ بِالْكَفَالَةِ وَالْمَوْجُودُ لَيْسَ إلَّا الْإِخْبَارُ كَاذِبًا فَصَارَ كَمَا إذَا قَالَ الْأَجْنَبِيُّ ذَلِكَ أَوْ قَالَ الْعَبْدُ ارْتَهِنِّي فَإِنِّي عَبْدٌ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ .وَلَهُمَا أَنَّ الْمُشْتَرِيَ شَرَعَ فِي الشِّرَاءِ مُعْتَمِدًا عَلَى مَا أَمَرَهُ وَإِقْرَارِهِ أَنِّي عَبْدٌ، إذْ الْقَوْلُ لَهُ فِي الْحُرِّيَّةِ فَيُجْعَلُ الْعَبْدُ بِالْأَمْرِ بِالشِّرَاءِ ضَامِنًا لِلثَّمَنِ لَهُ عِنْدَ تَعَذُّرِ رُجُوعِهِ عَلَى الْبَائِعِ دَفْعًا لِلْغُرُورِ وَالضَّرَرِ، وَلَا تَعَذُّرَ إلَّا فِيمَا لَا يُعْرَفُ مَكَانُهُ، وَالْبَيْعُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ فَأَمْكَنَ أَنْ يُجْعَلَ الْأَمْرُ بِهِ ضَامِنًا لِلسَّلَامَةِ كَمَا هُوَ مُوجِبُهُ، بِخِلَافِ الرَّهْنِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُعَاوَضَةٍ بَلْ هُوَ وَثِيقَةٌ لِاسْتِيفَاءِ عَيْنِ حَقِّهِ حَتَّى يَجُوزَ الرَّهْنُ بِبَدَلِ الصَّرْفِ وَالْمُسَلَّمِ فِيهِ مَعَ حُرْمَةِ الِاسْتِبْدَالِ فَلَا يُجْعَلُ الْأَمْرُ بِهِ ضَمَانًا لِلسَّلَامَةِ، وَبِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ لِأَنَّهُ لَا يُعْبَأُ بِقَوْلِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْغُرُورُ .وَنَظِيرُ مَسْأَلَتِنَا قَوْلُ الْمَوْلَى بَايِعُوا عَبْدِي هَذَا فَإِنِّي قَدْ أَذِنْت لَهُ ثُمَّ ظَهَرَ الِاسْتِحْقَاقُ فَإِنَّهُمْ يَرْجِعُونَ عَلَيْهِ بِقِيمَتِهِ،

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام خریدا تو وہ غلام آزاد نکل آیا جبکہ غلام نے خریدار سے کہا تھا کہ مجھ کو بھی خرید لو میں اس بیچنے والا کا غلام ہوں۔ اگر بیچنے والا موجود ہے یا معروف طریقے پر گوشہ نشین ہے۔ تو غلام پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا' اور جب بیچنے والا کا ٹھکانے کا پتہ ہے' تو خریدار غلام سے قیمت واپس لے گا' اور غلام بیچنے والا سے واپس لے گا۔ اور جب کسی شخص نے ایسے غلام کو رہن میں رکھا جس نے غلامی اقرار کیا ہے' مگر مرتہن نے اس کا آزاد پایا تو وہ غلام سے کسی حالت میں بھی کچھ واپس نہ لے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ خریدار وغیرہ دونوں احوال میں اس غلام سے کچھ واپس نہ لیں گے کیونکہ رجوع معاوضہ یا کفالہ سے ہوا کرتا ہے' جبکہ یہاں صرف جھوٹ والی خبر ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی

اجنبی نے خریدار سے وہ جملہ کہا یا غلام نے یہ کہا کہ مجھے رہن میں رکھ لو میں غلام ہوں اور دوسری مسئلہ بھی یہی ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ خریدار نے غلام کے کہنے اور اس کے قول کہ میں غلام ہوں کے اقرار پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کو خریدا ہے' کیونکہ حریت کے بارے میں غلام کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ پس بیچنے والا پر رجوع ناممکن ہونے کی وجہ سے اور خریدار سے دھوکہ ونقصان دور کرنے کے لئے شراء کے حکم کے سبب غلام ثمن کا ضامن ہوگا۔ اور رجوع تب ناممکن ہے' جب بیچنے والا کا ٹھکانے کا پتہ ہو اور بیع عقد معاوضہ ہے' کیونکہ شراء کا حکم سلامتی کا ضامن ہے' جس طرح سلامتی ہی بیع کو واجب کرنے والی ہے۔

بہ خلاف رہن کے کیونکہ رہن میں کوئی معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ رہن عین حق کو حاصل کرنے کا وثیقہ ہے حتیٰ کہ حرمت استبدال کے باوجود بدل صرف اور مسلم فیہ کے بدلے رہن جائز ہے پس رہن کے حکم کو سلامتی کے لئے ضامن نہیں بنایا جاسکتا۔ بہ خلاف اجنبی کے کیونکہ وہ اپنے معاملے کی پرواہ کرنے والا نہیں ہے۔ پس اس کی جانب سے دھوکہ ثابت نہ ہوگا' اور اس مسئلہ کی مثال یہ ہے کہ جب آقا کا لوگوں سے کہنا کہ میرے اس غلام سے خرید وفروخت کرو۔ کیونکہ میں نے اس کو خرید وفروخت کی اجازت دے رکھی ہے اور استحقاق ظاہر ہونے کی صورت میں تاجر لوگ آقا سے اس کی قیمت کے برابر اپنا مال واپس لیں گے۔

غلام کی آزادی میں دعویٰ شرط پر اشکال کا بیان

ثُمَّ فِي وَضْعِ الْمَسْأَلَةِ ضَرْبُ إِشْكَالٍ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الدَّعْوَى شَرْطٌ فِي حُرِّيَّةِ الْعَبْدِ عِنْدَهُ، وَالتَّنَاقُضُ يُفْسِدُ الدَّعْوَى .

وَقِيلَ إِذَا كَانَ الْوَضْعُ فِي حُرِّيَّةِ الْأَصْلِ فَالدَّعْوَى فِيهَا لَيْسَ بِشَرْطٍ عِنْدَهُ لِتَضَمُّنِهِ تَحْرِيمَ فَرْجِ الْأُمِّ .

وَقِيلَ هُوَ شَرْطٌ لَكِنَّ التَّنَاقُضَ غَيْرُ مَانِعٍ لِخَفَاءِ الْعُلُوقِ وَإِنْ كَانَ الْوَضْعُ فِي الْإِعْتَاقِ فَالتَّنَاقُضُ لَا يَمْنَعُ لِاسْتِبْدَادِ الْمَوْلَى بِهِ فَصَارَ كَالْمُخْتَلِعَةِ تُقِيمُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الطَّلَقَاتِ الثَّلَاثِ قَبْلَ الْخُلْعِ وَالْمُكَاتَبِ يُقِيمُهَا عَلَى الْإِعْتَاقِ قَبْلَ الْكِتَابَةِ .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس مسئلہ میں ایک اشکال ہے' کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلام کی آزادی میں دعویٰ شرط ہے۔ حالانکہ تناقض دعویٰ کو فاسد کرنے والا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت حریت کے اصل ہونے میں ہے' تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی اس میں دعویٰ شرط نہ ہوگا' کیونکہ اصل میں حریت کا دعویٰ فرج ام کی حرمت کو لازم کیے ہوئے ہے۔ اور ایک قول کے مطابق دعویٰ شرط ہے مگر علوق کے پوشیدہ ہونے کے سبب تناقض مانع نہ ہوگا' اور جب مسئلہ کی وضع آزادی میں ہو تو تناقض مانع نہ ہوگا' کیونکہ آقا آزادی میں مستقل ہوتا ہے۔ تو یہ اس طرح ہو جائے گا' جس طرح خلع لینے والی عورت خلع سے پہلے طلاق ثلاثہ پر گواہی قائم کردے اور کتابت سے پہلے مکاتب آزادی پر گواہی قائم کردے۔

گھر میں حق مجہول کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعٰى حَقًّا فِي دَارٍ) مَعْنَاهُ حَقًّا مَجْهُولًا (فَصَالَحَهُ الَّذِي فِي يَدِهِ عَلٰى مِائَةِ دِرْهَمٍ فَاسْتُحِقَّتِ الدَّارُ إِلَّا ذِرَاعًا مِنْهَا لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ) لِأَنَّ لِلْمُدَّعِي أَنْ يَقُولَ دَعْوَايَ فِي هٰذَا الْبَاقِي .

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَاهَا كُلَّهَا فَصَالَحَهُ عَلٰى مِائَةِ دِرْهَمٍ فَاسْتُحِقَّ مِنْهَا شَيْءٌ رَجَعَ بِحِسَابِهِ) لِأَنَّ التَّوْفِيقَ غَيْرُ مُمْكِنٍ فَوَجَبَ الرُّجُوعُ بِبَدَلِهِ عِنْدَ فَوَاتِ سَلَامَةِ الْمُبْدَلِ، وَدَلَّتِ الْمَسْأَلَةُ عَلٰى أَنَّ الصُّلْحَ عَنِ الْمَجْهُولِ عَلٰى مَعْلُومٍ جَائِزٌ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِيمَا يَسْقُطُ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

(ف) اور جب کسی شخص نے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (قاعدہ
فقہیہ) [illegible]
جہالت [illegible]

فَصْلٌ فِی بَیْعِ الْفُضُوْلِیِّ

﴿یہ فصل فضولی کی بیع کے بیان میں ہے﴾

فصل فضولی کی بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس باب کی فقہی مطابقت استحقاق والے باب کے ساتھ ظاہر ہے' کیونکہ فضولی بھی استحقاق صورتوں میں سے ہی ایک صورت ہے۔ کیونکہ مستحق جس طرح دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ملکیت میں تھی اور اس نے بغیر میری اجازت کے فروخت کی ہے اور اسی طرح فضولی بھی اجازت مالک کے بغیر فروخت کرنے والا ہے۔ اور فضولی کو فاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا' کیونکہ وہ وکیل نہیں ہوتا جبکہ اس کو فاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔]

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۳۶۲، بیروت)

فضولی کی بیع کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیا تھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے بکری خرید لائیں۔ انہوں نے ایک دینار کی دو بکریاں خرید کر ایک کو ایک دینار میں بیچ ڈالا اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ایک بکری اور ایک دینار لا کر پیش کیا، ان کے لیے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دُعا کی، کہ ان کی بیع میں برکت ہو۔ اس دعا کا یہ اثر تھا کہ مٹی بھی خریدتے تو اُس میں نفع ہوتا۔ (صحیح بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۶۴۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے قربانی کا جانور خرید لائیں۔ انہوں نے ایک دینار میں مینڈھا خرید کر دو دینار میں بیچ ڈالا پھر ایک دینار میں ایک جانور خرید کر یہ جانور اور ایک دینار لا کر پیش کیا۔ دینار کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صدقہ کرنے کا حکم دیا (کیونکہ یہ قربانی کے جانور کی قیمت تھی) اور ان کی تجارت میں برکت کی دُعا کی۔ (جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۳۸۶۔ کتب بیوع)

فضولی کے فقہی مفہوم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: فضولی اُس کو کہتے ہیں، جو دوسرے کے حق میں بغیر اجازت تصرف کرے۔ فضولی نے جو کچھ تصرف کیا اگر بوقت عقد اس کا مجیز ہو یعنی ایسا شخص ہو جو جائز کر دینے پر قادر ہو تو عقد منعقد ہو جاتا ہے مگر مجیز کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور اگر بوقت عقد مجیز نہ ہو تو عقد منعقد ہی نہیں ہوتا۔ فضولی کا تصرف کبھی از قسم تملیک ہوتا ہے جیسے بیع نکاح اور کبھی اسقاط ہوتا ہے جیسے طلاق عتاق مثلاً اُس نے کسی کی عورت کو طلاق دیدی غلام کو آزاد کر دیا دین کو معاف کر دیا اُس نے اس کے

تصرفات جائز کر دیے نافذ ہو جائیں گے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

فضولی کی بیع کے فقہی حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فضولی کی بیع کا حکم مالک کی اجازت کو قبول کرنا ہے' جبکہ بیچنے والا، خریدار اور مبیع قائم ہو اور اسی طرح ثمن بھی جبکہ بصورت سامان ہوں اور ثمن سامان نہ ہوں' تو وہ مالک مجیز کی ملک ہیں اور فضولی کے قبضہ میں بطور امانت ہیں، ملتقی، اگر مالک ثمن وصول کرے یا خریدار سے ثمن طلب کرے تو یہ اجازت ہے، عمادیہ، اور مالک کا یہ کہنا کہ تو نے برا کیا، نہر، یا جو تو نے کیا برا ہے یا تو نے اچھا کیا یا تو نے درست کیا قول مختار کے مطابق، فتح القدیر، اور خریدار کو ثمن ہبہ کر دینا یا اس پر صدقہ کر دینا اجازت ہے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

فضولی کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ مِلْكَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اَمْرِهِ فَالْمَالِكُ بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ اَجَازَ الْبَيْعَ ؛ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَنْعَقِدُ لِاَنَّهُ لَمْ يَصْدُرْ عَنْ وِلَايَةٍ شَرْعِيَّةٍ لِاَنَّهَا بِالْمِلْكِ اَوْ بِاِذْنِ الْمَالِكِ وَقَدْ فُقِدَا، وَلَا انْعِقَادَ اِلَّا بِالْقُدْرَةِ الشَّرْعِيَّةِ .

وَلَنَا اَنَّهُ تَصَرُّفُ تَمْلِيكٍ وَقَدْ صَدَرَ مِنْ اَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِانْعِقَادِهِ، اِذْ لَا ضَرَرَ فِيهِ لِلْمَالِكِ مَعَ تَخْيِيرِهِ، بَلْ فِيهِ نَفْعُهُ حَيْثُ يَكْفِي مُؤْنَةَ طَلَبِ الْمُشْتَرِي وَقَرَارُ الثَّمَنِ وَغَيْرِهِ، وَفِيهِ نَفْعُ الْعَاقِدِ لِصَوْنِ كَلَامِهِ عَنْ الْاِلْغَاءِ، وَفِيهِ نَفْعُ الْمُشْتَرِي فَثَبَتَ لِلْقُدْرَةِ الشَّرْعِيَّةِ تَحْصِيلًا لِهَذِهِ الْوُجُوهِ، كَيْفَ وَاِنَّ الْاِذْنَ ثَابِتٌ دَلَالَةً لِاَنَّ الْعَاقِلَ يَاْذَنُ فِي التَّصَرُّفِ النَّافِعِ، قَالَ (وَلَهُ الْاِجَازَةُ اِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ بَاقِيًا وَالْمُتَعَاقِدَانِ بِحَالِهِمَا) لِاَنَّ الْاِجَازَةَ تَصَرُّفٌ فِي الْعَقْدِ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِهِ وَذَلِكَ بِقِيَامِ الْعَاقِدَيْنِ وَالْمَعْقُودِ عَلَيْهِ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے دوسرے کی ملکیت میں اس کے حکم کے بغیر بیچ دیا ہے' تو اب کو مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے' تو بیع کا نافذ کرے یا وہ چاہے' تو بیع کو ختم کر دے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ایسی بیع کا انعقاد ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ شرعی ولایت کے ساتھ یہ بیع صادر نہیں ہوئی ہے' کیونکہ شرعی ولایت مالک سے یا اس کی اجازت سے ثابت ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور یہاں پر دونوں طرح سے ولایت کا واقع ہونا معدوم ہے' جبکہ قدرت شرعیہ کے بیع منعقد ہی نہیں ہوا کرتی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فضولی کی بیع کرنا یہ مالک بنانے کا تصرف ہے اور یہ ایسا تصرف ہے' جو اپنے اہل سے اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ پس کے انعقاد کو ماننا ضروری ہوگا' کیونکہ مالک کے اختیار ہونے کے سبب اس کے لئے کوئی نقصان نہیں ہے' بلکہ اس عقد میں مالک کے لئے فائدہ ہے۔ کیونکہ یہ عقد کو خریدار کو تلاش کرنے اور اس کے ساتھ ثمن معین کرنے کی محنت سے بچانے والا

ہے۔ اور اس میں عقد کرنے والے کے لئے بھی فائدہ ہے کیونکہ اس کے کلام کو بطلان سے بچایا جا رہا ہے اور اس میں خریدار کے لئے بھی فائدہ ہے پس ان اسباب کے حصول کی وجہ سے شرعی قدرت حاصل ہو چکی ہے اور ایسی بیع کیونکر نافذ نہ ہوگی جبکہ اس کی دلالت سے اجازت ثابت ہے۔ کیونکہ ایک عقل مند آدمی فائدہ بخش تصرف کی اجازت دینے والا ہے۔

فرمایا: اور مالک کے لئے بیع کے اختیار کا حق باقی ہے جب تک معقود علیہ باقی ہے۔ اور عقد کرنے والے اپنی حالت پر باقی رہیں گے کیونکہ اجازت دینا یہ عقد میں تصرف ہے پس اس عقد کو قائم کرنا ضروری ہے جبکہ قیام عقد یہ عاقدین اور معقود علیہ کے قیام کے سبب ہوگا۔

فضولی کی بیع میں مالک کی اجازت کا بیان

وَاِذَا اَجَازَ الْمَالِكُ كَانَ الثَّمَنُ مَمْلُوكًا لَهُ اَمَانَةً فِي يَدِهِ بِمَنْزِلَةِ الْوَكِيلِ، لِاَنَّ الْاِجَازَةَ اللَّاحِقَةَ بِمَنْزِلَةِ الْوَكَالَةِ السَّابِقَةِ، وَلِلْفُضُولِيِّ اَنْ يَفْسَخَ قَبْلَ الْاِجَازَةِ دَفْعًا لِلْحُقُوقِ عَنْ نَفْسِهِ، بِخِلَافِ الْفُضُولِيِّ فِي النِّكَاحِ لِاَنَّهُ مُعَبِّرٌ مَحْضٌ، هٰذَا اِذَا كَانَ الثَّمَنُ دَيْنًا، فَاِنْ كَانَ عَرْضًا مُعَيَّنًا اِنَّمَا تَصِحُّ الْاِجَازَةُ اِذَا كَانَ الْعَرْضُ بَاقِيًا اَيْضًا .

ثُمَّ الْاِجَازَةُ اِجَازَةُ نَقْدٍ لَا اِجَازَةُ عَقْدٍ حَتّٰى يَكُونَ الْعَرْضُ الثَّمَنُ مَمْلُوكًا لِلْفُضُولِيِّ، وَعَلَيْهِ مِثْلُ الْمَبِيعِ اِنْ كَانَ مِثْلِيًّا اَوْ قِيمَتُهُ اِنْ لَمْ يَكُنْ مِثْلِيًّا، لِاَنَّهُ شِرَاءٌ مِنْ وَجْهٍ وَالشِّرَاءُ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْاِجَازَةِ .

(وَلَوْ هَلَكَ الْمَالِكُ) لَا يَنْفُذُ بِاِجَازَةِ الْوَارِثِ فِي الْفَصْلَيْنِ لِاَنَّهُ تَوَقَّفَ عَلٰى اِجَازَةِ الْمُوَرِّثِ لِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوزُ بِاِجَازَةِ غَيْرِهِ .

وَلَوْ اَجَازَ الْمَالِكُ فِي حَيَاتِهِ وَلَا يَعْلَمُ حَالَ الْمَبِيعِ جَازَ الْبَيْعُ فِي قَوْلِ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَوَّلًا، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ الْاَصْلَ بَقَاؤُهُ، ثُمَّ رَجَعَ اَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ: لَا يَصِحُّ حَتّٰى يَعْلَمَ قِيَامَهُ عِنْدَ الْاِجَازَةِ لِاَنَّ الشَّكَّ وَقَعَ فِي شَرْطِ الْاِجَازَةِ فَلَا يَثْبُتُ مَعَ الشَّكِّ

اور جب مالک نے بیع کی اجازت دے دی ہے تو اب ثمن اس کی ملکیت ہو کر فضولی کے قبضہ میں وکیل کی طرح بطور امانت ہو جائے گی۔ کیونکہ اجازت لاحقہ وکالت سابقہ کی طرح ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب مالک کی اجازت سے پہلے ہی فضولی اپنے آپ سے حق کو دور کرنے کے لئے بیع کو ختم کرنے کا اختیار رکھتا ہے جبکہ فضولی نکاح میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف تعبیر کرنے والا اور بطور ترجمان ہوتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب ثمن قرض ہو۔ ہاں البتہ جب ثمن کوئی معین سامان ہے تب بھی اسی وقت اجازت صحیح ہوگی۔ جب سامان باقی ہے اس کے یہ اجازت نقد کی اجازت ہوگی یہ عقد کی اجازت نہ ہوگی یہاں تک کہ ثمن والا سامان فضولی کی ملکیت میں چلا جائے۔ اور فضولی پر مبیع کی طرح (مثل) لازم ہو جائے

گی یا اس کی قیمت لازم ہو جائے گی جبکہ وہ مثلی ہو یا پھر اس کی قیمت لازم ہوگی جب وہ چیز مثلی نہ ہو۔ کیونکہ یہ بیع ایک طرح کا شراء ہے اور فضولی کا شراء کرنا یہ اجازت پر موقوف نہ ہوگا۔ اور جب مالک فوت ہو گیا ہے تو اب دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی کیونکہ یہ بیع خود ہی مورث کی اجازت پر موقوف تھی پس اس کے سوا کسی کی اجازت وہ جائز نہ ہوگی۔ اور جب مالک اپنی زندگی میں بیع کی اجازت دے دی ہے حالانکہ مبیع کی حالت بھی معلوم نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول اول کے مطابق بیع جائز ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ مبیع کا باقی رہنا ہی اس کی اصل ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اسی طرح فرمایا: جب تک قیام کے وقت مبیع کا علم نہ ہوگا اس وقت تک بیع درست نہ ہوگی کیونکہ اجازت کی شرط میں شک واقع ہو چکا ہے۔ کیونکہ شک کے ساتھ اجازت ثابت نہیں ہوا کرتی

غلام کو غصب کر کے بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَبَاعَهُ وَاَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِى ثُمَّ اَجَازَ الْمَوْلَى الْبَيْعَ فَالْعِتْقُ جَائِزٌ) اسْتِحْسَانًا، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِى حَنِيْفَةَ وَاَبِى يُوْسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ: لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ لَا عِتْقَ بِدُوْنِ الْمِلْكِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ) وَالْمَوْقُوْفُ لَا يُفِيدُ الْمِلْكَ، وَلَوْ ثَبَتَ فِى الْآخِرَةِ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا وَهُوَ ثَابِتٌ مِنْ وَجْهٍ دُوْنَ وَجْهٍ، وَالْمُصَحِّحُ لِلْاِعْتَاقِ الْمِلْكُ الْكَامِلُ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِهٰذَا لَا يَصِحُّ اَنْ يُعْتِقَ الْغَاصِبُ ثُمَّ يُؤَدِّىَ الضَّمَانَ، وَلَا اَنْ يُعْتِقَ الْمُشْتَرِى وَالْخِيَارُ لِلْبَائِعِ ثُمَّ يُجِيزُ الْبَائِعُ ذٰلِكَ، وَكَذَا لَا يَصِحُّ بَيْعُ الْمُشْتَرِى مِنَ الْغَاصِبِ فِيمَا نَحْنُ فِيهِ مَعَ اَنَّهُ اَسْرَعُ نَفَاذًا حَتّٰى نَفَذَ مِنَ الْغَاصِبِ اِذَا اَدَّى الضَّمَانَ، وَكَذَا لَا يَصِحُّ اِعْتَاقُ الْمُشْتَرِى مِنَ الْغَاصِبِ اِذَا اَدَّى الْغَاصِبُ الضَّمَانَ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْمِلْكَ ثَبَتَ مَوْقُوفًا بِتَصَرُّفٍ مُطْلَقٍ مَوْضُوْعٍ لِاِفَادَةِ الْمِلْكِ، وَلَا ضَرَرَ فِيهِ عَلٰى مَا مَرَّ فَتَوَقَّفَ الْاِعْتَاقُ مُرَتَّبًا عَلَيْهِ وَيَنْفُذُ بِنَفَاذِهِ فَصَارَ كَاِعْتَاقِ الْمُشْتَرِى مِنَ الرَّاهِنِ وَكَاِعْتَاقِ الْوَارِثِ عَبْدًا مِنَ التَّرِكَةِ وَهِىَ مُسْتَغْرِقَةٌ بِالدُّيُوْنِ يَصِحُّ، وَيَنْفُذُ اِذَا قَضَى الدُّيُوْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ، بِخِلَافِ اِعْتَاقِ الْغَاصِبِ بِنَفْسِهِ لِاَنَّ الْغَصْبَ غَيْرُ مَوْضُوْعٍ لِاِفَادَةِ الْمِلْكِ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ فِى الْبَيْعِ خِيَارُ الْبَائِعِ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمُطْلَقٍ، وَقِرَانُ الشَّرْطِ بِهِ يَمْنَعُ انْعِقَادَهُ فِى حَقِّ الْحُكْمِ اَصْلًا، وَبِخِلَافِ بَيْعِ الْمُشْتَرِى مِنَ الْغَاصِبِ اِذَا بَاعَ لِاَنَّ بِالْاِجَازَةِ يَثْبُتُ لِلْبَائِعِ مِلْكٌ بَاتٌّ،

فَاِذَا طَرَأَ عَلٰی مِلْكٍ مَوْقُوْفٍ لِغَیْرِهٖ اَبْطَلَهٗ، وَاَمَّا اِذَا اَدَّى الْغَاصِبُ الضَّمَانَ یَنْفُذُ اِعْتَاقُ الْمُشْتَرِیْ مِنْهُ كَذَا ذَكَرَهٗ هِلَالٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ الْاَصَحُّ ۔

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کسی غلام کو غصب کر کے بیچ دیا اور خریدار نے اس کو آزاد کر دیا اس کے بعد آقا نے بیع کی اجازت دیدی۔ تو بطور استحسان آزاد کرنا جائز ہے۔ یہ شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے: آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ملکیت کے بغیر آزادی ثابت نہیں ہوتی اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: انسان جس چیز کا مالک نہیں ہے اس میں آزاد کرنا نہیں ہے' جبکہ موقوف بیع ملکیت کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔ اور جب آخر میں ملکیت ثابت ہوئی بھی ہے' تو وہ (سبب) کی طرف منسوب ہو کر ہوئی ہے' جبکہ منسوب ہو کر ثابت ہونے والی چیز ایک طرح تو ثابت ہوتی ہے' جبکہ ایک وہ طرح وہ ثابت نہیں ہوا کرتی' جبکہ اعتاق کے صحیح ہونے کے لئے ملکیت کا کامل ہونا ضروری ہے اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اسی وجہ سے غاصب کا آزاد کرنا اور اس کے ضمان کو ادا کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی بیچنے والا کے لئے اختیار ہونے کی حالت میں خریدار کے لئے اعتاق درست ہے۔ البتہ جب بیچنے والا اعتاق کے بعد بیع کی اجازت دے۔ اسی طرح غاصب سے خرید کردہ غلام کو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے' جبکہ بیع عتق سے زیادہ جلدی نافذ ہونے والی ہے حتی کہ ضمان کو ادا کرنے کے بعد ہی غاصب کی بیع نافذ ہو جائے گی اور اسی طرح غاصب سے خرید کیے ہوئے کا اعتاق بھی صحیح نہ ہوگا' جبکہ وہ ضمان ادا کر دے۔ شیخین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ خریدار کی ملکیت ایسے تصرف کے سبب سے موقوف ہو کر ثابت ہوئی ہے' جو مطلق ہے۔ اور ملکیت کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہے اور اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ جس طرح بیان کیا جا چکا ہے۔

پس ملک موقوف پر مرتب ہو کر اعتاق کی بھی موقوف ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور ملکیت کے نفاذ سے اس کا نفاذ بھی ہو جائے گا۔ اور یہ راہن سے خریداری کرنے والے اعتاق کی مانند ہو جائے گا' اور ایسے جب ترکہ میں سے وارث کی طرف سے کسی غلام کو آزاد کیا ہے' جبکہ ترکہ مدیون کے گھر سے ہو یہ اعتاق بھی موقوف ہو کر صحیح ہو جائے گا۔ اور اعتاق کے بعد بھی ادائے قرض کی صورت میں یہ اعتاق موقوف نافذ ہو جائے گا' جبکہ خود غاصب کے اعتاق میں اس طرح نہ ہوگا' کیونکہ غصب ملکیت کے فائدے کے لئے نہیں بنایا گیا اور یہ خلاف اس صورت کے کہ جب بیع میں بیچنے والا کے لئے اختیار ہو کیونکہ بیچنے والا کا خیار مطلق نہیں ہوتا اور اس بیع سے کا حکم کو ملانے کے حق میں انعقاد بیع سے مانع ہے یہ خلاف غصب کے کیونکہ غاصب جب مغصوبہ چیز کو بیچ دے کیونکہ مالک کی اجازت سے بیچنے والا کے لئے یقینی طور ملکیت ثابت ہو جائے گی اور جب یہ قطعی ملکیت طاری ہونے والے ملکیت لغیرہ پر طاری ہو جائے گی' تو یہ اس کو باطل کر دے گی اور البتہ یہ مسئلہ کہ جب غاصب نے ضمان ادا کر دیا ہے' تو اس سے خریدنے والے کا اعتاق نافذ ہو جائے گا۔ حضرت ہلال بن یحیی نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

خریداری کے وقت ملکیت خریدار کے تام ہونے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ قُطِعَتْ یَدُ الْعَبْدِ فَاَخَذَ اَرْشَهَا ثُمَّ اَجَازَ الْمَوْلٰی الْبَیْعَ فَالْاَرْشُ لِلْمُشْتَرِیْ) لِاَنَّ الْمِلْكَ

قَدْ تَمَّ لَهُ مِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ، فَتَبَيَّنَ أَنَّ الْقَطْعَ حَصَلَ عَلٰى مِلْكِهِ وَهٰذِهِ حُجَّةٌ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَالْعُذْرُ لَهُ أَنَّ الْمِلْكَ مِنْ وَجْهٍ يَكْفِي لِاسْتِحْقَاقِ الْأَرْشِ كَالْمُكَاتَبِ إِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ وَأَخَذَ الْأَرْشَ ثُمَّ رُدَّ فِي الرِّقِّ يَكُوْنُ الْأَرْشُ لِلْمَوْلٰى، فَكَذَا إِذَا قُطِعَتْ يَدُ الْمُشْتَرِى فِي يَدِ الْمُشْتَرِى وَالْخِيَارُ لِلْبَائِعِ ثُمَّ أُجِيزَ الْبَيْعُ فَالْأَرْشُ لِلْمُشْتَرِى، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ عَلٰى مَا مَرَّ . (وَيَتَصَدَّقُ بِمَا زَادَ عَلٰى نِصْفِ الثَّمَنِ) لِأَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي ضَمَانِهِ أَوْ فِيهِ شُبْهَةُ عَدَمِ الْمِلْكِ .

فرمایا: اور جب غلام کا ہاتھ کٹ گیا اور خریدار نے اس کا تاوان بھی وصول کر لیا اس کے آقا نے بیع کی اجازت دے دی تو تاوان خریدار کا ہی ہوگا' کیونکہ خریداری کے وقت سے خریدار کی ملکیت مکمل ہو چکی ہے اور یہ معاملہ ظاہر ہو گیا ہے کہ ہاتھ کا کاٹنا یہ خریدار کی ملکیت میں واقع ہوا ہے۔ اور یہ امام محمد علیہ الرحمہ کے خلاف حجت ہے' لیکن ان کا عذر یہ ہے کہ ایک طرح تو ملکیت بھی جرمانے کے حق میں کافی ہوتی ہے۔ جس طرح مکاتب ہے کہ جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو اور اس نے تاوان لے لیا ہے اس کے بعد رقیت میں اس کو بھیج دیا گیا ہو تو تاوان آقا کا ہوگا' اور اسی طرح جب بیچنے والا کے اختیار کی صورت میں خریدار کے ہاں خریدی ہوئی چیز کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے اور اب اگر بیع کی اجازت ہوگی' تو تاوان خریدار کا ہوگا بہ خلاف اعتاق کے جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور خریدار آدھے تاوان سے زائد کو صدقہ کر دے کیونکہ زائد حصہ اس کے ضمان میں شامل نہیں ہے یا پھر اس میں ملکیت نہ ہونے کا شبہ ہے۔

دوسرے شخص کو غلام بیچنے کے بعد بیع اول کی اجازت کا بیان

قَالَ: فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِى مِنْ آخَرَ ثُمَّ أَجَازَ الْمَوْلٰى الْبَيْعَ الْأَوَّلَ لَمْ يَجُزِ الْبَيْعُ الثَّانِي لِمَا ذَكَرْنَا، وَلِأَنَّ فِيهِ غَرَرَ الْإِنْفِسَاخِ عَلٰى اعْتِبَارِ عَدَمِ الْإِجَازَةِ فِي الْبَيْعِ الْأَوَّلِ وَالْبَيْعُ يَفْسُدُ بِهِ، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِيهِ الْغَرَرُ .

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَبِعْهُ الْمُشْتَرِى فَمَاتَ فِي يَدِهِ أَوْ قُتِلَ ثُمَّ أَجَازَ الْبَيْعَ لَمْ يَجُزْ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْإِجَازَةَ مِنْ شُرُوطِهَا قِيَامُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَاتَ بِالْمَوْتِ وَكَذَا بِالْقَتْلِ، إِذْ لَا يُمْكِنُ إِيجَابُ الْبَدَلِ لِلْمُشْتَرِى بِالْقَتْلِ حَتّٰى يُعَدَّ بَاقِيًا بِبَقَاءِ الْبَدَلِ لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لِلْمُشْتَرِى عِنْدَ الْقَتْلِ مِلْكًا يُقَابَلُ بِالْبَدَلِ فَتَحَقَّقَ الْفَوَاتُ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ الصَّحِيحِ لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِى ثَابِتٌ فَأَمْكَنَ إِيجَابُ الْبَدَلِ لَهُ فَيَكُوْنُ الْمَبِيعُ قَائِمًا بِقِيَامِ خَلَفِهِ .

فرمایا: اور جب کسی نے شخص کسی دوسرے آدمی کے غلام کو بیچ دیا اور اس کے بعد آقا نے بیع اول کی اجازت دے دی تو بیع ثانی جائز نہ ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بیع اول میں اجازت کا نہ ہونا فسخ عقد میں دھوکہ بھی تو ہے اور بیع اس قسم کے دھوکے سے فاسد ہو جاتی ہے بہ خلاف اعتاق کے کیونکہ شیخین کے نزدیک اعتاق میں دھوکہ

مؤثر ہی نہیں ہے۔

اور جب خریدار نے غلام کو بیچا نہیں بلکہ وہ اس کے ہاں سے فوت ہو گیا یا قتل کر دیا گیا اس کے بعد آقا نے بیع اول کی اجازت دی تو یہ بیع جائز نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ معقود علیہ کا قیام اجازت کے لئے شرط ہے جبکہ موت سے معقود علیہ ہی ختم ہو چکا ہے اور اسی طرح قتل سے بھی ختم ہو گیا ہے کیونکہ قتل کے سبب سے خریدار کے لئے بدل کو ثابت کرنا ممکن نہ رہا ہے کہ بقائے بدل کی وجہ سے معقود علیہ کو باقی سمجھ لیا جائے کیونکہ قتل کے وقت خریدار کی ملکیت اس قسم کی نہ تھی جو بدل کا مقابل بن جاتی پس فوت ہونا ثابت ہو جائے گا بہ خلاف بیع صحیح کے کیونکہ اس میں خریدار کی ملکیت ثابت ہے اور خریدار کو بدل ثابت کرنا بھی ممکن ہے پس خلیفہ کے قائم ہو جانے کی وجہ سے بیچنے والا کا قیام بھی تسلیم کر لیا جائے گا۔

آقا کی اجازت کے بغیر کسی کے غلام کو بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَأَقَامَ الْمُشْتَرِي الْبَيِّنَةَ عَلَى إِقْرَارِ الْبَائِعِ أَوْ رَبِّ الْعَبْدِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْبَيْعِ وَأَرَادَ رَدَّ الْمَبِيعِ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَتُهُ) لِلتَّنَاقُضِ فِي الدَّعْوَى، إِذْ الْإِقْدَامُ عَلَى الشِّرَاءِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِصِحَّتِهِ، وَالْبَيِّنَةُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى صِحَّةِ الدَّعْوَى (وَإِنْ أَقَرَّ الْبَائِعُ بِذَلِكَ عِنْدَ الْقَاضِي) بَطَلَ الْبَيْعُ إِنْ طَلَبَ الْمُشْتَرِي ذَلِكَ، لِأَنَّ التَّنَاقُضَ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ، وَلِلْمُشْتَرِي أَنْ يُسَاعِدَهُ عَلَى ذَلِكَ فَيَتَحَقَّقُ الِاتِّفَاقُ بَيْنَهُمَا، فَلِهَذَا شَرَطَ طَلَبَ الْمُشْتَرِي .

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَذَكَرَ فِي الزِّيَادَاتِ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ إِذَا صَدَّقَ مُدَّعِيَهُ ثُمَّ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى إِقْرَارِ الْبَائِعِ أَنَّهُ لِلْمُسْتَحِقِّ تُقْبَلُ .وَفَرَّقُوا أَنَّ الْعَبْدَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي .

وَفِي تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ فِي يَدِ غَيْرِهِ وَهُوَ الْمُسْتَحِقُّ، وَشَرْطُ الرُّجُوعِ بِالثَّمَنِ أَنْ لَا يَكُونَ الْعَيْنُ سَالِمًا لِلْمُشْتَرِي .

فرمایا: اور جب کسی شخص کسی آدمی کے غلام کو اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا اور خریدار نے بیچنے والا کے اقرار پر یا غلام کے مالک کے اقرار پر گواہی قائم کر دی۔ کہ اس نے بیچنے والے کو بیچنے کا حکم دیا ہے جبکہ خریدار نے مبیع کو واپس کرنا چاہا تو دعویٰ میں نقض کے سبب اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ خریدار کی طرف سے خریدنے پر اقدام کرنا صحت بیع کا اقرار ہے جبکہ گواہی کی بنا صحت دعویٰ پر ہے۔ اور جب بیچنے والا قاضی کے پاس بھی اسی چیز کا اقرار کیا تو اب اگر خریدار چاہے تو بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ تناقض اقرار کی صحت کو روکنے والا نہیں ہے جبکہ خریدار کو اس میں بیچنے والے کی جانب سے مطابقت کرنے کا اختیار ہے تاکہ دونوں میں اتفاق ہو جائے اسی سبب سے طلب خریدار کی شرط کو بیان کیا گیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے: زیادات میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ خریدار نے اگر اپنے مدعی کی تصدیق کی اس کے بعد اس نے بیچنے والا کے اقرار پر گواہی قائم کی کہ مبیع حقدار کی ہے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ جبکہ مشائخ فقہاء نے ان

دونوں میں فرق واضح کیا ہے کہ غلام خریدار کے قبضہ میں ہے' جبکہ زیادات والے مسئلہ میں غلام خریدار کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے اور وہ دوسرا احقدار ہے اور ثمن سے رجوع کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ خریدار کے لئے عین سالم نہ رہے۔

دوسرے آدمی کا گھر بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا لِرَجُلٍ وَأَدْخَلَهَا الْمُشْتَرِي فِي بِنَائِهِ لَمْ يَضْمَنْ الْبَائِعُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ آخِرًا، وَكَانَ يَقُولُ أَوَّلًا: يَضْمَنُ الْبَائِعُ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهِيَ مَسْأَلَةُ غَصْبِ الْعَقَارِ وَسَنُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهِ تَعَالَى، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کا گھر بیچ دیا اور خریدار نے اس کو اپنی دیواروں میں داخل کر لیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیچنے والا اس کا ضامن نہ ہوگا' اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا دوسرا قول بھی اسی طرح ہے' جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ پہلے قول میں کہتے ہیں کہ بیچنے والا ضامن ہوگا' اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے اور زمین غصب کرنے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے' جس کو ہم ان شاء اللہ باب غصب میں بیان کر دیں گے۔ اور اللہ تعالی ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ السَّلَمِ

﴿یہ باب بیع سلم کے بیان میں ہے﴾

باب بیع سلم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب جب بیع مختلف اقسام وانواع کو بیان کر دیا ہے جن میں عوضین یا دونوں میں سے کسی ایک پر قبضہ شرط نہیں ہے۔ تو اس کے بعد باب بیع سے متعلق ایسا باب بیان کر رہے ہیں جو یہ قبضہ شرط ہے۔ اور باب بیع سلم کو باب بیع صرف پر مقدم کرنے کا سبب یہ ہے۔ کیونکہ اس میں عوضین میں سے کسی ایک پر قبضہ شرط ہے اور یہ مفرد ہے اور مفرد ہمیشہ مرکب سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ لغت میں سلم بیع کی وہ قسم ہے، جس میں ثمن جلدی وصول کر لی جاتی ہے، جبکہ فقہاء کی اصطلاح میں عاجل سے عجلت کے ساتھ اخذ کرنا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج۹ ص۳۸۶، بیروت)

بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن ابی المجالد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد بن ہاد اور ابو بردہ بیع سلم کے متعلق اختلاف کرنے لگے تو ان لوگوں نے کہا ہم لوگ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیہوں جو منقی اور کھجور میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور میں نے ابن ابزیٰ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح بیان کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2121)

بیع سلم کا فقہی مفہوم وشرائط

بیع سلم اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کہے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں اتنا غلہ یا چاول فلاں قسم والے دینا۔ یہ بالا جماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بدھنی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اس کو رب السلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ٹھہرائے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا: لفظ سلف اہل عراق کی لغت ہے اور لفظ سلم اہل حجاز کی لغت ہے ایسی بیع کو عام محاوروں میں لفظ بدھنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سلم ایک بیع کا نام ہے، جس میں مبیع مؤجل اور ثمن معجل ہوتا ہے یعنی خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور اس کی قیمت پہلے ہی دی جاتی ہے۔

اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے مثلاً ایک سو 100 روپے کے عوض دو من گیہوں کی خریداری کا معاملہ کیا بایں

طور کہ زید نے بکر کو ایک سو روپے دے دیئے اور اسے طے کر دیا کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کے عوض فلاں قسم کے دو من گیہوں تم سے لے لوں گا اس بیع و معاملہ کو عربی میں بیع سلم کہتے ہیں بعض مواقع پر سلف بھی کہا جاتا ہے اپنی زبان میں اسے بدھنی سے موسوم کیا جاتا ہے اس بیع کے خریدار یعنی خریدار کو عربی میں رب سلم ثمن یعنی قیمت کو رأس المال بیع یعنی بیچنے والے کو مسلم الیہ اور مبیع یعنی خریدی جانے والی چیز کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

یہ بیع شرعی طور پر جائز و درست ہے بشرطیکہ اس کی تمام شرائط پائی جائیں اور تمام شرائط کی تعداد سولہ ہے اس طرح کہ چھ شرطوں کا تعلق تو رأس المال یعنی قیمت سے ہے اور دس شرطوں کا تعلق مسلم فیہ یعنی مبیع سے ہے۔

رأس المال کی شرائط کا بیان

رأس المال سے متعلق چھ شرطیں یہ ہیں۔

1- جنس کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا اشرفیاں ہیں اور یا روپے ہیں۔

2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے چاندی کے ہیں یا گلٹ کے ہیں یا نوٹ ہیں۔

3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ روپے کھرے ہیں یا کھوٹے ہیں۔

4- مقدار کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے سو ہیں یا دو سو ہیں۔

5- روپے نقد دینا وعدہ پر نہ رکھنا۔

6- اور جس مجلس میں معاملہ طے ہوا اس مجلس میں بیچنے والے کا رأس المال پر قبضہ کر لینا۔

مسلم فیہ کی شرائط کا بیان

مسلم فیہ سے متعلق دس شرطیں یہ ہیں۔

1- جنس کو بیان کرنا مثلاً یہ واضح کر دینا کہ مسلم فیہ گیہوں ہے یا جو ہے اور یا چنا ہے۔

2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ گیہوں فلاں قسم یا فلاں جگہ کے ہیں۔

3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ مثلاً گیہوں اچھے ہیں یا خراب ہیں۔

4- مسلم کی مقدار کو بیان کر دینا کہ مثلاً ایک من ہیں یا دو من ہیں۔

5- مسلم فیہ کا وزنی یا کیلی یا ذرعی یا عددی ہونا تا کہ اس کا تعین و اندازہ کیا جا سکے۔

6- مدت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ چیز اتنی مدت کے بعد مثلاً ایک مہینہ یا دو مہینہ میں یا چار مہینے میں لیں گے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ کم سے کم مدت ایک مہینہ ہونی چاہیے۔

7- مسلم فیہ کا موقوف و معدوم نہ ہونا یعنی یہ ضروری ہے کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے ادائے گی کے وقت تک بازار میں برابر مل سکے تا کہ معدوم کی بیع لازم نہ آئے۔

8- بیع سلم کا معاملہ بغیر شرط خیار کے طے ہونا یعنی اس بیع میں خیار بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کر دینے کے اختیار کی شرط نہیں ہونی چاہئے۔

9- اگر مسلم فیہ ایسی وزن دار چیز ہے جس کی بار برداری دینا پڑے تو اس کے دینے کی جگہ کو متعین کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ میں یہ چیز فلاں جگہ یا فلاں مقام پر دوں گا۔

10- مسلم فیہ کا ایسی چیز ہونا جو جنس نوع اور صفت بیان کرنے سے متعین و معلوم ہو جاتی ہو جو چیز ایسی ہو کہ جنس نوع اور صفت بیان کرنے سے معلوم و متعین نہ ہوتی ہو جیسے حیوان یا بعض قسم کے کپڑے تو اس میں بیع سلم جائز نہیں۔

اہل حجاز وعراق کی لغت میں سلم وسلف کا بیان

السلم: لغة أهل الحجاز، والسلف: لغة أهل العراق ـ سمي سلماً لتسليم رأس ماله في المجلس، وسلفاً لتقديمه، ويقال السلف للقرض ـ وهو جائز بالإجماع ـ قال ابن المنذر: اجمع كل من نحفظ عنه أن السلم جائز ـ وقال ابن عباس أشهد أن السلف المضمون إلى أجل مسميقد أحله الله في كتابه، وأذن فيه، ثم قرأيا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى(البقرة: 282)رواه سعيد ـ ينعقد بكل ما يدل عليهمن سلم وسلف ونحوه ـ

بیع سلم کی مشروعت کا بیان

السَّلَمُ عَقْدٌ مَشْرُوْعٌ بِالْكِتَابِ وَهُوَ آيَةُ الْمُدَايَنَةِ، فَقَدْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَحَلَّ السَّلَفَ الْمَضْمُوْنَ وَاَنْزَلَ فِيهَا اَطْوَلَ آيَةٍ فِي كِتَابِهِ، وَتَلَا قَوْلَه تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ) الْاٰيَةَ ـ

وَبِالسُّنَّةِ وَهُوَ مَا رُوِيَ " (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْاِنْسَانِ وَرَخَّصَ فِي السَّلَمِ) وَالْقِيَاسُ وَاِنْ كَانَ يَاْبَاهُ وَلٰكِنَّا تَرَكْنَاهُ بِمَا رَوَيْنَاهُ ـ وَوَجْهُ الْقِيَاسِ اَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ اِذْ الْمَبِيعُ هُوَ الْمُسْلَمُ فِيهِ ـ

سلم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کے ساتھ مشروع ہے۔ اور وہ آیت مداینت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مضمون سلف کو حلال کیا ہے اور اس نے اپنی کتاب میں اس کے بارے میں طویل آیت نازل فرمائی ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا'' یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ'' اے ایمان والو! جب تم ایک مقررمدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو۔ اور بیع سلم کی مشروعیت سنت سے بھی

ثابت ہے۔ جو روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی چیز کی بیع سے منع کیا ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو اور سلم کی اجازت دی ہے۔ اگر چہ قیاس سلم کا انکار کرنے والا ہے لیکن ہم نے روایت کردہ حدیث کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور قیاس 13
کی دلیل یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے جبکہ مسلم فیہ مبیع ہی ہے۔

بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔(البقرہ، ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو، اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے۔ تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے، تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو، کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کر لو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سر دست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو، اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے، نہ گواہ کو (یا، نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا، اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

خواہ وہ دین مبیع ہو یا ثمن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے بیع سلم مراد ہے بیع سلم یہ ہے کہ کسی چیز کو پیشگی قیمت لے

کر فروخت کیا جائے اور مبیع خریدار کو سپرد کرنے کے لئے ایک مدت معین کر لی جائے اس بیع کے جواز کے لئے جنس، نوع، صفت، مقدار مدت اور مکان ادا اور مقدار راس المال ان چیزوں کا معلوم ہونا شرط ہے۔

لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرے نہ فریقین میں سے کسی کی رو رعایت۔

حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا بےتغییر وتبدیل دیانت وامانت کے ساتھ لکھے یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمانوں کی حاجت برآری اور نعمت علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر "لَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ" سے منسوخ ہوئی۔

یعنی اگر مدیون مجنون وناقص العقل یا بچہ یا شیخ فانی ہو یا گونگا ہونے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے اپنے مدعا کا بیان نہ کر سکتا ہو۔

گواہ کے لئے حریت وبلوغ مع اسلام شرط ہے کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے۔

مسئلہ: تنہا عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ وہ چار کیوں نہ ہوں مگر جن امور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے کہ بچہ جننا باکرہ ہونا اور نسائی عیوب اس میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے مسئلہ: حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادت بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت بھی مقبول ہے۔ (مدارک واحمدی)

جن کا عادل ہونا تمہیں معلوم ہو اور جن کے صالح ہونے پر تم اعتماد رکھتے ہو۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادائے شہادت فرض ہے' جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں یہ حکم حدود کے سوا اور امور میں ہے' لیکن حدود میں گواہ کو اظہار واخفاء کا اختیار ہے بلکہ اخفاء افضل ہے حدیث شریف میں ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی ستاری کرے گا لیکن چوری میں مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے' تاکہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو گواہ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے گواہی میں یہ کہنے پر اکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

چونکہ اس صورت میں لین دین ہو کر معاملہ ختم ہو گیا اور کوئی اندیشہ باقی نہ رہا نیز ایسی تجارت اور خرید وفروخت بکثرت جاری رہتی ہے اس میں کتابت واشہاد کی پابندی شاق وگراں ہوگی۔

یہ مستحب ہے' کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

"یُضَآرَّ" میں دو احتمال ہیں مجہول ومعروف ہونے کے قراءۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما اول کی اور قراءۃ عمر رضی اللہ عنہ ثانی کی مؤید ہے پہلی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ اہل معاملہ کاتبوں اور گواہوں کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ وہ اگر اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں' تو انہیں مجبور کریں اور ان کے کام چھڑائیں' یا حق کتابت نہ دیں' یا گواہ کو سفر خرچ نہ دیں اگر وہ دوسرے شہر سے آیا ہو دوسری تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ کاتب وشاہد اہل معاملہ کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ باوجود فرصت وفراغت کے نہ آئیں' یا کتابت میں تحریف وتبدیل زیادتی و

سی کریں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

بیع سلم ومتعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات

یہ قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے' جس میں ادھار سے تعلق رکھنے والے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کی ہدایات دی جارہی ہے۔ مثلاً جائیدادوں کے بیع نامے، بیع سلم کی تحریر یا ایسے تجارتی لین دین کی تحریر جس میں پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ ابھی قابل ادائیگی ہو۔ تاکہ بعد میں اگر کوئی نزاع پیدا ہو تو یہ تحریر شہادت کا کام دے سکے اور یہ حکم استحبابا ہے واجب نہیں۔ چنانچہ اگر فریقین میں باہمی اعتماد اتنا زیادہ ہو کہ باہمی نزاع کی صورت کا امکان ہی نہ ہو یا محض قرض کا معاملہ ہو اور اس طرح موثق تحریر سے کسی فریق کے اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہو تو محض یادداشت کے لئے کوئی فریق اپنے پاس ہی لکھ لے تو یہ بھی کافی ہوسکتا ہے۔

ہمارے ہاں آج کل ایسی تحریروں کے سند یافتہ ماہرین موجود ہیں' جنہیں وثیقہ نویس کہا جاتا ہے۔ وثیقہ نویس تقریباً انہی اصولوں کے تحت سرکاری کاغذات پر ایسے معاہدات لکھ دیتے ہیں اور چونکہ یہ ایک مستقل فن اور پیشہ بن چکا ہے۔ لہٰذا ان کے انکار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر جب کہ معاملہ میں کوئی قانونی سقم ہو۔

یعنی معاہدہ کی املاء اس شخص کو کروانی چاہئے جو مقروض ہو کیونکہ ادائیگی کا بار اس کے سر پر ہے۔ ہاں اگر وہ لکھوانے کی پوری سمجھ نہیں رکھتا تو اس کا ولی (سرپرست) اس کے وکیل کی حیثیت سے اس کی طرف سے لکھوا سکتا ہے۔ یہ ولی اس کا کوئی رشتہ دار بھی ہوسکتا ہے اور غیر رشتہ دار بھی۔ جو سمجھدار ہو اور مقروض کا خیر خواہ ہو یا معروف معنوں میں وکیل بھی ولی کی حیثیت سے املا کروا سکتا ہے۔

تحریر کے بعد اس تحریر پر دو ایسے مسلمان مردوں کی گواہی ہونا چاہئے جو معاشرہ میں قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں۔ اور اگر معاملہ ذمیوں کے درمیان ہو تو گواہ ذمی بھی ہوسکتے ہیں۔ اور اگر بوقت تحریر دو مسلمان قابل اعتماد گواہ میسر نہ آئیں' تو ایک مرد اور دو عورتیں بھی گواہ بن سکتی ہیں۔ اور اگر ایک بھی مرد میسر نہ آئے' تو چار عورتیں گواہ نہیں بن سکتیں۔ اور گواہی کا یہ نصاب صرف مالی معاملات کے لئے ہے۔ مثلاً زنا اور قذف کے لئے چار مردوں ہی کی گواہی ضروری ہے۔ چوری اور نکاح وطلاق کے لئے دو مردوں ہی کی گواہی ہوگی۔ افلاس (دیوالیہ) کے لئے اس قبیلے کے تین مردوں کی، رویت ہلال کے لئے صرف ایک مسلمان کی اور رضاعت کے ثبوت کے لئے صرف ایک متعلقہ عورت (دایہ) ہی گواہی کے لئے کافی ہوتی ہے۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے اور حدیث کی رو سے یہ عورتوں کے نقصان عقل کی بنا پر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ زبانی گواہی کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب اس معاملہ کی ایسی جزئیات میں نزاع پیدا ہو جائے جنہیں تحریر میں نہ لایا جاسکا ہو اور معاملہ عدالت میں چلا جائے۔ ورنہ تحریر تو کی ہی اس لئے جاتی ہے کہ بعد میں نزاع پیدا نہ ہو۔ اور شہادتیں پہلے سے ہی اس تحریر پر ثبت کی جاتی ہے۔

جب سے اہل مغرب نے مساوات مرد وزن کا نعرہ لگایا ہے اور جمہوری نظام نے عورت کو ہر معاملہ میں مرد کے برابر حقوق عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت سے اس آیت کے اس جملہ کو بھی مسلمانوں ہی کی طرف سے تاویل وتضحیک کا نشانہ بنایا جارہا

ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر کر کے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کی ہے۔ پاکستان میں اپوا کی مغرب زدہ مہذب خواتین نے بڑی دریدہ دہنی سے کام لیا اور اس کے خلاف ان عورتوں نے جلوس نکالے اور بینر لکھوائے گئے کہ اگر عورت کا حق مرد سے نصف ہے' تو فرائض بھی نصف ہونے چاہئیں عورتوں پر اڑھائی نمازیں، پندرہ روزے اور نصف حج فرض ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ طبقہ اڑھائی نمازیں' تو درکنار ایک نماز بھی پڑھنے کا روادار نہیں۔ وہ خود اسلام سے بیزار ہیں ہی، ایسے پراپیگنڈے سے ایک تو وہ حکومت کو مرعوب کرنا چاہتی ہیں کہ وہ ایسا کوئی قانون نہ بنائے جس سے عورت کی حق تلفی ہوتی ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ دوسری سادہ لوح مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کر سکیں۔

حالانکہ یہاں حقوق و فرائض کی بحث ہے ہی نہیں۔ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے' تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے۔ اس میں نہ عورت کے کسی حق کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ اس کی تحقیر ہوتی ہے۔ بات صرف نسیان کی ہے اور وہ بھی اس جزئیات میں جو تحریر میں آنے سے رہ گئی ہوں۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت بھول سکتی ہے' تو کیا مرد نہیں بھول سکتا۔ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون عام حالات کے مطابق وضع کیے گئے ہیں اور ان کا واضع خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جو اپنی مخلوق کی خامیوں اور خوبیوں سے پوری طرح واقف ہے۔ عورت پر حیض، نفاس اور حمل اور وضع حمل کے دوران کچھ ایسے اوقات آتے ہیں جب اس کا دماغی توازن برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور حکمائے قدیم و جدید سب عورت کی ایسی حالت کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔ ان مغرب زدہ خواتین کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ مرد اپنی جسمانی ساخت اور قوت کے لحاظ سے عورت سے مضبوط ہوتا ہے۔ لہٰذا حمل اور وضع حمل کی ذمہ داریاں مرد پر ڈالنا چاہئے تھیں نہ کہ عورت پر جو پہلے ہی مرد سے کمزور ہے۔

اور اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عورت اپنی اصل کے لحاظ سے ایسی عدالتی کاروائیوں سے سبکدوش قرار دی گئی ہے۔ اب یہ اسلام کا اپنا مزاج ہے کہ وہ عورت کو گھر سے باہر کھینچ لانے کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ موجودہ مغربی تہذیب اور نظام جمہوریت اسلام کے اس کلیہ کی عین ضد ہے۔ عورت کی گواہی کو صرف اس صورت میں قبول کیا گیا ہے' جب کوئی دوسرا گواہ میسر نہ آ سکے اور اگر دوسرا گواہ میسر آ جائے' تو اسلام عورت کو شہادت کی ہرگز زحمت نہیں دیتا۔

عورت کے اسی نسیان کی بنا پر فوجداری مقدمات میں اس کی شہادت قابل قبول نہیں کیونکہ ایسے مقدمات میں معاملہ کی نوعیت سنگین ہوتی ہے۔ مالی معاملات میں عورت کی گواہی قبول تو ہے' لیکن دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر رکھا گیا ہے۔ اور عائلی مقدمات میں چونکہ زوجین ملوث ہوتے ہیں اور وہ ان کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ جہاں نسیان کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے مقدمات میں میاں بیوی دونوں کی گواہی برابر نوعیت کی ہوگی اور وہ معاملات جو بالخصوص عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہاں عورت کی گواہی کو مرد کے برابر ہی نہیں بلکہ معتبر قرار دیا گیا ہے مثلاً مرضعہ اگر رضاعت کے متعلق گواہی دے تو وہ دوسروں سے معتبر سمجھی جائے گی۔ خواہ یہ دوسرے کوئی عورت ہو یا مرد ہو۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں نہ عورت کی تحقیر بیان ہوئی ہے اور نہ کسی حق کی حق تلفی کی گئی ہے بلکہ رزاق

عالم نے جو بھی قانون عطا فرمایا ہے وہ کسی خاص مصلحت اور اپنی حکمت کاملہ سے ہی عطا فرمایا ہے اور جو مسلمان اللہ کی کسی آیت کی تضحیک کرتا یا مذاق اڑاتا ہے اسے اپنے ایمان کی خیر منانا چاہیے۔ اور ایسے لوگوں کو اسلام سے منسلک رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دل سے تو وہ پہلے ہی اللہ کے باغی بن چکے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کو کافروں سے بھی زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔

یعنی جب نزاع کی صورت پیدا ہو کر معاملہ عدالت میں چلا جائے اور انہیں زبانی گواہی دینے کے لئے بلایا جائے' تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ یہ بات کتمان شہادت کے ذیل میں آتی ہے' جو گناہ کبیرہ ہے۔

اس جملہ میں انسان کی ایک فطری کمزوری کو واضح کیا گیا ہے' جو یہ ہے کہ فریقین خواہ کس قدر قابل اعتماد ہوں اور ان میں نزاع کی توقع بھی نہ ہو اور معاملہ بھی خواہ کوئی چھوٹا سا ہو تاہم بھول چوک اور نسیان کی بنا پر فریقین میں نزاع یا بدظنی پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا باقاعدہ دستاویز نہ سہی فریقین کو یا فریقین میں سے کسی اذ یک کو یادداشت کے طور پر ضرور لکھ لینا چاہیے۔

یہ حکم صرف اس صورت میں ہے' جبکہ لین دین کا کوئی اہم معاملہ ہو اور لین دین کرنے کے بعد بھی اس میں نزاع کا احتمال موجود ہو۔

اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص کو کاتب بننے یا گواہ بننے پر مجبور نہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ کاتب یا گواہ کی گواہی اگر کسی فریق کے خلاف جاتی ہے' تو انہیں تکلیف نہ پہنچائے جیسا کہ آج کل مقدمات میں اکثر ایسا ہوتا ہے اور فریق مخالف گواہوں کو یا وثیقہ نویس کو اس قدر دھمکیاں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیتا ہے کہ وہ گواہی نہ دینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں' یا پھر غلط گواہی دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور تیسری صورت انہیں نقصان پہنچانے کی یہ ہے کہ انہیں عدالت میں بلایا تو جائے لیکن انہیں آمدورفت اور کھانے پینے کا خرچہ تک نہ دیا جائے۔

بیع سلم کے تعین مدت میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے' تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال دو سال تین سال کی بیع سلم کیا کرتے تھے یعنی پیشگی قیمت دیکر کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد پھل پہنچا دینا) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے اسے چاہیے کہ معین پیمانہ وزن اور معین مدت کے ساتھ سلم کرے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور لوگ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کے لئے سلف کرتے تھے (یعنی ادھار بیع کرتے تھے) تب آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی کھجور میں سلف کرے تو مقرر ماپ میں' یا مقرر تول میں ایک مقررہ میعاد تک سلف کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب بیوع)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی بیع جاری ہو اگر وہ پیمانہ سے ناپ کر لی دی جاتی ہے' تو اس کا پیمانہ متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس پیمانے ہوگی یا پندرہ پیمانے اور اگر وہ چیز وزن کے ذریعہ لی دی جاتی ہے' تو اس کا وزن متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس سیر ہو گی یا پندرہ سیر اسی طرح سلم میں خریدی جانے والی چیز کی ادائے گی کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ یہ چیز مثلاً ایک ماہ بعد دی

جائے گی یا ایک سال بعد۔

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع سلم میں مدت کا تعین بیع کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے' لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تعین مدت ضروری اور شرط نہیں ہے۔

مکیلی وموزونی اشیاء میں بیع سلم کے جواز کا بیان

قَالَ (وَهُوَ جَائِزٌ فِي الْمَكِيْلَاتِ وَالْمَوْزُوْنَاتِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(مَنْ اَسْلَمَ مِنْكُمْ فَلْيُسْلِمْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ اِلَى اَجَلٍ مَعْلُومٍ) وَالْمُرَادُ بِالْمَوْزُوْنَاتِ غَيْرِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ لِاَنَّهُمَا اَثْمَانٌ، وَالْمُسْلَمُ فِيهِ لَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ مُثَمَّنًا فَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ فِيهِمَا ثُمَّ قِيلَ يَكُوْنُ بَاطِلًا، وَقِيلَ يَنْعَقِدُ بَيْعًا بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ تَحْصِيلًا لِمَقْصُودِ الْمُتَعَاقِدِينَ بِحَسَبِ الْإِمْكَانِ، وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ لِاَنَّ التَّصْحِيحَ اِنَّمَا يَجِبُ فِي مَحَلٍّ اَوْجَبَا الْعَقْدَ فِيهِ وَلَا يُمْكِنُ ذَلِكَ .

فرمایا: بیع سلم مکیلی وموزونی اشیاء میں جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو بیع سلم کرے اسے چاہے کہ معین پیمانے اور معین وزن میں مقررہ مدت تک کرے' جبکہ موزونات سے مراد دراہم ودنانیر کے سوا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں ثمن ہیں۔ حالانکہ مسلم فیہ کے لئے مبیع ہونا لازم ہے۔ لہٰذا دراہم ودنانیر میں بیع سلم درست نہ ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں بیع سلم باطل ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ممکن حد تک دونوں عقد کرنے والوں کے مقصد کے حصول کے لئے ادھاری ثمن کے بدلے بیع کا انعقاد ہو جائے گا' کیونکہ عقود میں معانی کا اعتبار ہی کیا جاتا ہے۔ البتہ پہلا قول صحیح ہے' کیونکہ عقد کو درست قرار دینا اسی محل میں واجب ہوگا' جس میں عقد کرنے والوں نے عقد کو لازم کیا ہے اور وہ یہاں ممکن ہی نہیں ہے۔

شمار کی گئی اور گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم کا بیان

قَالَ (وَكَذَا فِي الْمَذْرُوْعَاتِ) لِاَنَّهُ يُمْكِنُ ضَبْطُهَا بِذِكْرِ الذَّرْعِ وَالصِّفَةِ وَالصَّنْعَةِ، وَلَا بُدَّ مِنْهَا لِتَرْتَفِعَ الْجَهَالَةُ فَيَتَحَقَّقُ شَرْطُ صِحَّةِ السَّلَمِ، وَكَذَا فِي الْمَعْدُوْدَاتِ الَّتِي لَا تَتَفَاوَتُ كَالْجَوْزِ وَالْبَيْضِ، لِاَنَّ الْعَدَدِيَّ الْمُتَقَارِبَ مَعْلُومُ الْقَدْرِ مَضْبُوطُ الْوَصْفِ مَقْدُورُ التَّسْلِيمِ فَيَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ، وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ فِيهِ سَوَاءٌ لِاصْطِلَاحِ النَّاسِ عَلَى اِهْدَارِ التَّفَاوُتِ، بِخِلَافِ الْبِطِّيخِ وَالرُّمَّانِ لِاَنَّهُ يَتَفَاوَتُ آحَادُهُ تَفَاوُتًا فَاحِشًا، وَبِتَفَاوُتِ الْآحَادِ فِي الْمَالِيَّةِ يُعْرَفُ الْعَدَدِيُّ الْمُتَقَارِبُ .

وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي بَيْضِ النَّعَامَةِ لِاَنَّهُ يَتَفَاوَتُ آحَادُهُ فِي الْمَالِيَّةِ، ثُمَّ

كَمَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهَا عَدَدًا يَجُوزُ كَيْلًا .وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ كَيْلًا لِأَنَّهُ عَدَدِيٌّ وَلَيْسَ بِمَكِيلٍ .وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ عَدَدًا أَيْضًا لِلتَّفَاوُتِ .

وَلَنَا أَنَّ الْمِقْدَارَ مَرَّةً يُعْرَفُ بِالْعَدَدِ وَتَارَةً بِالْكَيْلِ، وَإِنَّمَا صَارَ مَعْدُودًا بِالِاصْطِلَاحِ فَيَصِيرُ مَكِيلًا بِاصْطِلَاحِهِمَا وَكَذَا فِي الْفُلُوسِ عَدَدًا .وَقِيلَ هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهَا أَثْمَانٌ .

وَلَهُمَا أَنَّ الثَّمَنِيَّةَ فِي حَقِّهِمَا بِاصْطِلَاحِهِمَا فَتَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِهِمَا وَلَا تَعُودُ وَزْنِيًّا وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

فرمایا: اور اسی طرح گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم جائز ہے' کیونکہ ناپنے کے ذریعے صفت و بناوٹ کو بیان کر کے دینا ممکن ہے۔ اور ان امور کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہے' تاکہ جہالت دور ہو جائے۔ اور بیع سلم کی درستگی کی شرط ثابت ہو جائے۔ اور اسی طرح شمار کی گئی اشیاء میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ کیونکہ ان میں فرق نہیں ہوتا۔ جس طرح اخروٹ اور انڈے ہیں۔ کیونکہ عدد والی اشیاء مقدار معلوم کے قریب، وصف میں مضبوط اور سپرد کرنے کے اہل ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان میں بیع سلم جائز ہے اور عدم تفاوت کے اعتبار سے اور لوگوں کے اتفاق کے سبب ان میں چھوٹا بڑا برابر ہیں بہ خلاف انار و خربوزہ کے کیونکہ ان کے افراد میں بڑا فرق ہے' جبکہ مالیت میں احاد کی تفریق کے سبب عددی مختلف ہوتی ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شتر مرغ کے انڈوں میں بیع سلم جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کے افراد کی مالیت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ عددی جن کو شمار کر کے سلم جائز ہے اسی طرح ناپ کر بھی بیع سلم جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ناپ کر بیع سلم جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ عدد والی ہے۔ اور ناپنے والی نہیں ہے اور ان سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ شمار کردہ میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے' کیونکہ اس میں فرق ہے' جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ عدد کبھی کبھی مقدار کی پہچان کے لئے ہوتا ہے اور کبھی کیل کے لئے بھی ہوتا ہے اور یہ چیز لوگوں کے اتفاق کے سبب عددی ہوئی ہے پس عاقدین کے اتفاق کے سبب کیلی بھی بن جائے گی۔

اور اسی طرح عدد کا اعتبار کرتے ہوئے فلوس میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے' جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے' کیونکہ فلوس ثمن ہیں۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے حق میں فلوس کا ثمن ہونا ان کے اتفاق کے سبب ہے۔ پس ان کے اتفاق کے سبب اس کا ثمن ہونا باطل ہو جائے گا۔ اور نہ ہی وہ وزنی بن کر لوٹنے والی ہوگی۔ جس طرح اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

حیوان میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَعْلُومًا بِبَيَانِ

الْجِنْسِ وَالسِّنِّ وَالنَّوْعِ وَالصِّفَةِ، وَالتَّفَاوُتُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَسِيرٌ فَأَشْبَهَ الثِّيَابَ .

وَلَنَا أَنَّهُ بَعْدَ ذِكْرِ مَا ذَكَرَ يَبْقَى فِيهِ تَفَاوُتٌ فَاحِشٌ فِي الْمَالِيَّةِ بِاعْتِبَارِ الْمَعَانِي الْبَاطِنَةِ فَيُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ، بِخِلَافِ الثِّيَابِ لِأَنَّهُ مَصْنُوعُ الْعِبَادِ فَقَلَّمَا يَتَفَاوَتُ الثَّوْبَانِ إِذَا نُسِجَا عَلَى مِنْوَالٍ وَاحِدٍ .

وَقَدْ صَحَّ " (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ السَّلَمِ فِي الْحَيَوَانِ) وَيَدْخُلُ فِيهِ جَمِيعُ أَجْنَاسِهِ حَتَّى الْعَصَافِيرُ .

قَالَ (وَلَا فِي أَطْرَافِهِ كَالرُّؤُوسِ وَالْأَكَارِعِ) لِلتَّفَاوُتِ فِيهَا إِذْ هُوَ عَدَدِيٌّ مُتَفَاوِتٌ لَا مُقَدِّرَ لَهَا .

قَالَ (وَلَا فِي الْجُلُودِ عَدَدًا وَلَا فِي الْحَطَبِ حُزَمًا وَلَا فِي الرَّطْبَةِ جُرَزًا) لِلتَّفَاوُتِ فِيهَا، إِلَّا إِذَا عُرِفَ ذٰلِكَ بِأَنْ بَيَّنَ لَهُ طُولَ مَا يَشُدُّ بِهِ الْحُزْمَةَ أَنَّهُ شِبْرٌ أَوْ ذِرَاعٌ فَحِينَئِذٍ يَجُوزُ إِذَا كَانَ عَلَى وَجْهٍ لَا يَتَفَاوَتُ .

حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے' جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جائز ہے اس لئے کہ جنس، عمر، نوع اور صفت کو بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مالیت میں فرق فحش رکھتی ہیں۔ پس یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ بہ خلاف کپڑوں کے کیونکہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب دو کپڑوں کو ایک طریقے سے بنایا جائے' تو ان میں تھوڑا بہتا فرق ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان میں بیع سلم کرنے سے منع کیا ہے اور اس میں حیوان کی ہر قسم شامل ہے حتیٰ کہ گوریا بھی شامل ہے۔

فرمایا اور حیوان کے اعضاء میں بیع سلم جائز نہیں ہے' کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے' کیونکہ وہ فرق والی عددی اشیاء ہیں لہٰذا ان کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاتا۔

فرمایا کھالوں میں عدد سے اور نہ ہی لکڑیوں کی گٹھڑی میں بیع سلم جائز ہے۔ اور نہ گھاس میں گٹھوں کے ساتھ بیع سلم جائز ہے' کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جب ان کی لمبائی و چوڑائی معلوم ہو جائے (تو تب جائز ہے)۔ وہ بھی اس طرح کہ جس سے گھٹڑی باندی جائے وہ بیان کردے کہ وہ ایک بالشت ہے یا ایک ہاتھ ہے تب بیع سلم جائز ہوگی البتہ شرط یہ ہوگی کہ اس میں تفاوت نہیں ہونا چاہے۔

وقت عقد مسلم فیہ کے موجود ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ حَتَّى يَكُونَ الْمُسْلَمُ فِيهِ مَوْجُودًا مِنْ حِينِ الْعَقْدِ إِلَى حِينِ الْمَحِلِّ،

حَتّٰی لَوْ كَانَ مُنْقَطِعًا عِنْدَ الْعَقْدِ مَوْجُودًا عِنْدَ الْمَحِلِّ اَوْ عَلَى الْعَكْسِ اَوْ مُنْقَطِعًا فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ لَا يَجُوزُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجُوزُ إِذَا كَانَ مَوْجُودًا وَقْتَ الْمَحِلِّ لِوُجُودِ الْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ حَالَ وُجُوبِهِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(لَا تُسْلِفُوا فِي الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا) وَلِأَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى التَّسْلِيمِ بِالتَّحْصِيلِ فَلَا بُدَّ مِنِ اسْتِمْرَارِ الْوُجُودِ فِي مُدَّةِ الْأَجَلِ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ التَّحْصِيلِ .

فرمایا بیع سلم جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مسلم فیہ وقت سے لیکر وقت ادائیگی تک موجود ہو اور اسی دلیل کے سبب سے یہ مسئلہ ہے کہ جب مسلم فیہ عقد کے وقت معدوم ہو اور ادائیگی کے وقت موجود ہو یا اس کا برعکس ہو یا اسی دوران وہ معدوم ہو جائے' تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلم فیہ اگر ادائیگی کے وقت موجود ہے' تو اب بیع سلم جائز ہے' کیونکہ اب مسلم فیہ کی ادائیگی کے سبب سپرد کرنے کی طاقت پائی جارہی ہے۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: پھل کو پکنے سے قبل اس میں بیع سلم نہ کرو' کیونکہ سپرد کرنے کی طاقت حاصل کرنے سے حاصل ہوگی پس معیاد کی مدت میں مسلم فیہ کا موجود ہونا برابر طور پر لازم ہے' تاکہ قدرت کا حصول ہو جائے۔

ادائیگی کے بعد مسلم فیہ کے معدوم ہونے کا بیان

(وَلَوِ انْقَطَعَ بَعْدَ الْمَحِلِّ فَرَبُّ السَّلَمِ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ فَسَخَ السَّلَمَ، وَإِنْ شَاءَ انْتَظَرَ وُجُودَهُ) لِأَنَّ السَّلَمَ قَدْ صَحَّ وَالْعَجْزُ الطَّارِئُ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ فَصَارَ كَإِبَاقِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ .

اور جب ادائیگی کے بعد مسلم فیہ معدوم ہو جائے' تو اب رب سلم کو اختیار ہے خواہ وہ بیع کو فسخ کرے یا پھر وہ اس کے بازار میں آنے کا انتظار کرے۔ کیونکہ سلم کا عقد ہو چکا ہے اور مسلم فیہ پر طاری ہونے والا عجز بھی ختم ہونے والا ہے۔ پس یہ قبضہ سے قبل غلام کے بھاگ جانے کی طرح ہو جائے گا۔

نمک آلود مچھلی میں بیع سلم ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ السَّلَمُ فِي السَّمَكِ الْمَالِحِ وَزْنًا مَعْلُومًا وَضَرْبًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ مَعْلُومُ الْقَدْرِ مَضْبُوطُ الْوَصْفِ مَقْدُورُ التَّسْلِيمِ إِذْ هُوَ غَيْرُ مُنْقَطِعٍ (وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ عَدَدًا) لِلتَّفَاوُتِ

قَالَ (وَلَا خَيْرَ فِي السَّلَمِ فِي السَّمَكِ الطَّرِيِّ إِلَّا فِي حِينِهِ وَزْنًا مَعْلُومًا وَضَرْبًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ يَنْقَطِعُ فِي زَمَانِ الشِّتَاءِ، حَتّٰى لَوْ كَانَ فِي بَلَدٍ لَا يَنْقَطِعُ يَجُوزُ مُطْلَقًا، وَإِنَّمَا يَجُوزُ وَزْنًا لَا

عَدَدًا لِمَا ذَكَرْنَا .

وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا یَجُوْزُ فِیْ لَحْمِ الْكِبَارِ مِنْهَا وَهِیَ الَّتِیْ تُقَطَّعُ اعْتِبَارًا بِالسَّلَمِ فِی اللَّحْمِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ .

فرمایا: نمک سے آلودشدہ مچھلی میں بیع سلم معلوم وزن اور معلوم قسم کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ مچھلی کی مقدار معلوم، وصف معلوم اور سپرد کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ غیر معدوم ہے ہاں نمک سے آلودشدہ مچھلی کی بیع سلم عدد کے حساب سے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں فرق ہوتا ہے۔

فرمایا اور تازہ مچھلی کی بیع سلم میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ہاں جب وہ وقت معلوم اور قسم معلوم کے ساتھ ہو۔ کیونکہ تازہ مچھلی سردی کے موسم میں ختم ہو جاتی ہے اور اسی دلیل کے سبب جب وہ کسی شہر میں ختم ہوتی ہو تو علی الطلاق بیع سلم جائز ہے اور وہ وزن سے جائز ہے عدد سے جائز نہیں ہے اور بڑی مچھلیاں وہ ہیں' جن کو کاٹا جاتا ہے۔ اور اسی مسئلہ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک گوشت کی بیع سلم پر قیاس کیا گیا ہے۔

گوشت کی بیع سلم میں فائدہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا خَیْرَ فِی السَّلَمِ فِی اللَّحْمِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ . وَقَالَا: اِذَا وَصَفَ مِنَ اللَّحْمِ مَوْضِعًا مَعْلُوْمًا بِصِفَةٍ مَعْلُوْمَةٍ جَازَ) لِاَنَّهُ مَوْزُوْنٌ مَضْبُوْطُ الْوَصْفِ وَلِهٰذَا یُضْمَنُ بِالْمِثْلِ .

وَیَجُوْزُ اسْتِقْرَاضُهُ وَزْنًا وَیَجْرِیْ فِیْهِ رِبَا الْفَضْلِ، بِخِلَافِ لَحْمِ الطُّیُوْرِ لِاَنَّهُ لَا یُمْكِنُ وَصْفُ مَوْضِعٍ مِنْهُ . وَلَهُ اَنَّهُ مَجْهُوْلٌ لِلتَّفَاوُتِ فِیْ قِلَّةِ الْعَظْمِ وَكَثْرَتِهِ اَوْ فِیْ سِمَنِهِ وَهُزَالِهِ عَلٰی اخْتِلَافِ فُصُوْلِ السَّنَةِ، وَهٰذِهِ الْجَهَالَةُ مُفْضِیَةٌ اِلَی الْمُنَازَعَةِ .

وَفِیْ مَخْلُوْعِ الْعَظْمِ لَا یَجُوْزُ عَلَی الْوَجْهِ الثَّانِیْ وَهُوَ الْاَصَحُّ، وَالتَّضْمِیْنُ بِالْمِثْلِ مَمْنُوْعٌ . وَكَذَا الْاِسْتِقْرَاضُ، وَبَعْدَ التَّسْلِیْمِ فَالْمِثْلُ اَعْدَلُ مِنَ الْقِیْمَةِ، وَلِاَنَّ الْقَبْضَ یُعَایَنُ فَیُعْرَفُ مِثْلَ الْمَقْبُوْضِ بِهٖ فِیْ وَقْتِهٖ، اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا یُكْتَفٰی بِهٖ .

فرمایا: اور گوشت کی بیع سلم میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے' جبکہ صاحبین نے کہا ہے' جب صفت معلومہ کے ساتھ گوشت کی جگہ کو بیان کر دیا جائے' تو جائز ہے۔ کیونکہ گوشت کا وزن کیا جاتا ہے اور وزن کے ساتھ انضباط بھی ہے لہٰذا وہ مضمون مثلی ہوگا۔ اور وزن سے اس کا قرض لینا جائز ہوتا ہے۔ اور اس میں ربو فضل بھی جاری ہوتا ہے' جبکہ پرندوں کے گوشت میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ ان کے کسی خاص عضو کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ہڈی کے زیادہ یا تھوڑا ہونے یا سال موسموں کے اختلاف کے سبب گوشت کے موٹا یا پتلا ہونے کے سبب تفاوت ہو جاتا ہے' جس کی وجہ سے وہ معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی

ہے۔ اور ہڈی نکالے گئے گوشت میں دوسرے سبب کے پیش نظر بیع سلم جائز نہیں ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ اور اسی طرح گوشت کا مضمون مثلی ہونا بھی ممنوع ہے اور اسی طرح وزن سے قرض بھی منع ہے کیونکہ وہ اس کو سپرد کرنے کے بعد مثلی قیمت کے مقابلے میں زیادہ برابری کرنے والا ہے کیونکہ قبضہ موجود ہے پس قبضہ کے وقت قبضہ شدہ مثلی کی پہچان ہو جائے گی۔ البتہ وصف رہ گیا ہے تو اس کا اختصار نہیں کیا جاتا۔

مقرر کردہ میعاد میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ السَّلَمُ اِلَّا مُؤَجَّلًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجُوْزُ حَالًّا لِاِطْلَاقِ الْحَدِيثِ وَرَخَّصَ فِي السَّلَمِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اِلٰى اَجَلٍ مَعْلُومٍ) فِيمَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّهُ شُرِعَ رُخْصَةً دَفْعًا لِحَاجَةِ الْمَفَالِيسِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْاَجَلِ لِيَقْدِرَ عَلَى التَّحْصِيلِ فِيهِ فَيُسَلِّمُ، وَلَوْ كَانَ قَادِرًا عَلَى التَّسْلِيمِ لَمْ يُوجَدِ الْمُرَخِّصُ فَبَقِيَ عَلَى النَّافِي .

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ اِلَّا بِاَجَلٍ مَعْلُومٍ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّ الْجَهَالَةَ فِيهِ مُفْضِيَةٌ اِلَى الْمُنَازَعَةِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَالْاَجَلُ اَدْنَاهُ شَهْرٌ وَقِيلَ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ، وَقِيلَ اَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ .
وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ

فرمایا اور مقرر کردہ میعاد میں بیع سلم جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: بیع سلم حال میں جائز ہے کیونکہ حدیث "وَرَخَّصَ فِي السَّلَمِ ." مطلق ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک معلوم مدت تک' اسی حدیث کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور مقرر کرنا اس لئے لازم ہے کہ مسلم الیہ اس میعاد میں مسلم فیہ کے حصول پر قدرت حاصل کر سکے۔ اور اس کو رب سلم کے حوالے کر سکتا ہو۔ اور جب تسلیم پر قادر ہے تو اب اجازت نہ پائی گئی پس بیع سلم نافی پر باقی رہے گی۔

فرمایا بیع سلم جائز ہے جبکہ اس کی مدت معلوم ہو اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی تھی جس طرح بیع میں ہوتا ہے اور کم از کم مدت ایک ماہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین دن ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ نصف دن کا اکثر ہے جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

معین شخص کے پیمانوں سے بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوْزُ السَّلَمُ بِمِكْيَالِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ وَلَا بِذِرَاعِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ) مَعْنَاهُ اِذَا لَمْ يُعْرَفْ مِقْدَارُهُ لِاَنَّهُ تَاَخَّرَ فِيهِ التَّسْلِيمُ فَرُبَّمَا يَضِيعُ فَيُؤَدِّي اِلَى الْمُنَازَعَةِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَلَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ

الْمِكْيَالُ مِمَّا لَا يَنْقَبِضُ وَلَا يَنْبَسِطُ كَالْقِصَاعِ مَثَلًا، فَإِنْ كَانَ مِمَّا يَنْكَبِسُ بِالْكَبْسِ كَالزِّنْبِيلِ وَالْجِرَابِ لَا يَجُوزُ لِلْمُنَازَعَةِ إِلَّا فِي قُرَبِ الْمَاءِ لِلتَّعَامُلِ فِيهِ، كَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

قَالَ (وَلَا فِي طَعَامِ قَرْيَةٍ بِعَيْنِهَا) أَوْ ثَمَرَةِ نَخْلَةٍ بِعَيْنِهَا لِأَنَّهُ قَدْ يَعْتَرِيهِ آفَةٌ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى التَّسْلِيمِ وَإِلَيْهِ أَشَارَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ قَالَ " (أَرَأَيْتَ لَوْ أَذْهَبَ اللَّهُ تَعَالَى الثَّمَرَ بِمَ يَسْتَحِلُّ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟) وَلَوْ كَانَتِ النِّسْبَةُ إِلَى قَرْيَةٍ لِبَيَانِ الصِّفَةِ لَا بَأْسَ بِهِ عَلَى مَا قَالُوا كَالخشمراني بِبُخَارَى وَالْبَسَاخِيِّ بِفَرْغَانَةَ.

کسی بھی معین شخص کے پیمانوں اور گزوں کے بیع سلم جائز نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی مقدار معلوم نہ ہو کیونکہ بیع سلم میں سپرد کرنا مؤخر ہوتا ہے اور کبھی وہ پیمانہ یا گز ضائع ہو جایا کرتا ہے تو یہ جھگڑے کی طرف لے جانے کا سبب ہوگا اور اس کا حکم پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ پیمانہ سکڑنے یا پھیلنے والا نہ ہو۔ جس طرح کاسہ ہوتا ہے مگر جب وہ دبانے سے دب جاتا ہے جس طرح زنبیل اور تھیلا ہے تب بھی جھگڑے کے سبب ناجائز ہے جبکہ تعامل ناس کے سبب پانی کے مشکیزے میں جائز ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

اور کسی معین گاؤں کی گندم یا معین درختوں کے پھلوں میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب کبھی اس پر کوئی مصیبت طاری ہو تو وہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت رکھنے والا نہ ہوگا۔ اور اسی جانب نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا کہ دیکھو جب اللہ تعالیٰ پھلوں کو ضائع کر دے تو تم کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی کو مال کو حلال کرو گے۔ ہاں جب کسی بستی کی جانب نسب محض بیان وصف کے لئے ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس طرح فقہاء نے کہا ہے جس طرح بخارہ میں خشمرانی گندم ہے اور فرغانہ میں بساکھی گندم ہے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک بیع سلم میں شرائط سبعہ کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِلَّا بِسَبْعِ شَرَائِطَ: جِنْسٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا حِنْطَةٌ أَوْ شَعِيرٌ (وَنَوْعٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا سَقِيَّةٌ أَوْ بَخْسِيَّةٌ (وَصِفَةٌ مَعْلُومَةٌ) كَقَوْلِنَا جَيِّدٌ أَوْ رَدِيءٌ (وَمِقْدَارٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا كَذَا كَيْلًا بِمِكْيَالٍ مَعْرُوفٍ وَكَذَا وَزْنًا (وَأَجَلٌ مَعْلُومٌ) وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رَوَيْنَا وَالْفِقْهُ فِيهِ مَا بَيَّنَّا (وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِ رَأْسِ الْمَالِ إِذَا كَانَ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى مِقْدَارِهِ) كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ وَالْمَعْدُودِ (وَتَسْمِيَةُ الْمَكَانِ الَّذِي يُوفِيهِ فِيهِ إِذَا كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ) وَقَالَا: لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَسْمِيَةِ رَأْسِ الْمَالِ إِذَا كَانَ مُعَيَّنًا وَلَا إِلَى مَكَانِ التَّسْلِيمِ وَيُسَلِّمُهُ فِي مَوْضِعِ الْعَقْدِ، فَهَاتَانِ مَسْأَلَتَانِ. وَلَهُمَا فِي الْأُولَى أَنَّ الْمَقْصُودَ يَحْصُلُ

بِالْإِشَارَةِ فَأَشْبَهَ الثَّمَنَ وَالْأُجْرَةَ وَصَارَ كَالثَّوْبِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ رُبَّمَا يُوجَدُ بَعْضُهَا زُيُوفًا وَلَا يَسْتَبْدِلُ فِي الْمَجْلِسِ، فَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ قَدْرَهُ لَا يَدْرِي فِي كَمْ بَقِيَ أَوْ رُبَّمَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَحْصِيلِ الْمُسْلَمِ فِيهِ فَيَحْتَاجُ إِلَى رَدِّ رَأْسِ الْمَالِ، وَالْمَوْهُومُ فِي هَذَا الْعَقْدِ كَالْمُتَحَقِّقِ لِشَرْعِهِ مَعَ الْمُنَافِي، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ رَأْسُ الْمَالِ ثَوْبًا لِأَنَّ الذَّرْعَ وَصْفٌ فِيهِ لَا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى مِقْدَارِهِ.

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع سلم سات شرائط کے بغیر صحیح نہیں ہے۔(۱) اس کی جنس معلوم ہو۔ جس طرح ہمارا قول گندم یا جو ہے (۲) اس کی نوع کا معلوم ہونا ہے' جس طرح ہمارا قول سقی یا نخسی ہے (۳) اس کی صفت کا معلوم ہونا ہے' جس طرح ہمارا قول اچھا یا ناقص ہے (۴) اور اس کی مقدار کا معلوم ہونا ہے' جس طرح ہمارا قول مشہور ہے کہ اتنے پیمانے یا اتنے وزن میں ہو۔ (۵) اس کی مدت کا معلوم ہونا ہے اور اس کے بارے میں وہ حدیث دلیل ہے' جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اس کی حکمت بھی وہی ہے' جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (۶) رأس المال کی مقدار کا معلوم ہونا ہے البتہ شرط یہ ہے کہ سلم کا عقد اس کی مقدار کے مطابق ہو جس طرح مکیلی وموزونی اور عددی چیز کا ہونا ہے۔ (۷) اس جگہ کو بیان کرنا ہے' جس جگہ مسلم الیہ مسلم فیہ کو ادا کرے گا' جبکہ مسلم فیہ کو کوئی اٹھانے والا ہو اور اس میں خرچ بھی ہو۔

صاحبین علیہما الرحمہ نے کہا: جب رأس المال معین ہو تو پھر اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ سپرد کرنے والی جگہ کے بیان کی ضرورت ہے اور مسلم الیہ عقد کی جگہ پر ہی مسلم فیہ کو سپرد کرنے والا ہوگا۔ پس ان دونوں مسائل اور پہلے مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اشارہ کرنے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے پس یہ مزدوری اور ثمن کے مشابہ ہو جائے گا' اور کپڑے کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ بعض دراہم کھوٹے بھی نکل آیا کرتے ہیں جو کہ مجلس عقد میں تبدیل نہیں کیے جاتے۔ کیونکہ جب رأس المال کی مقدار معلوم نہ ہوگی' تو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ کتنی مقدار بقیہ ہے یا کبھی کبھی مسلم الیہ مسلم فیہ کو سپرد کرنے سے عاجز آ جاتا ہے اور وہ رأس المال کو واپس کرنے کا محتاج ہوتا ہے۔ اور ایسے عقد میں وہم شدہ چیز ثابت کی طرح ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ نفی کے باوجود اس کی مشروعیت ہے بہ خلاف اس کے کہ جب راس المال کپڑا ہے اس لئے کپڑے میں گز وصف ہوتا ہے اور عقد کی مقدار سے متعلق ہونے والا نہیں ہے۔

دو اجناس میں بیع سلم کرنے کا بیان

وَمِنْ فُرُوعِهِ إِذَا أَسْلَمَ فِي جِنْسَيْنِ وَلَمْ يُبَيِّنْ رَأْسَ مَالِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، أَوْ أَسْلَمَ جِنْسَيْنِ وَلَمْ يُبَيِّنْ مِقْدَارَ أَحَدِهِمَا.

وَلَهُمَا فِي الثَّانِيَةِ أَنَّ مَكَانَ الْعَقْدِ يَتَعَيَّنُ لِوُجُودِ الْعَقْدِ الْمُوجِبِ لِلتَّسْلِيمِ، وَلِأَنَّهُ لَا يُزَاحِمُهُ

مَكَانٌ آخَرَ فِيهِ فَيَصِيرُ نَظِيرُ أَوَّلِ أَوْقَاتِ الْإِمْكَانِ فِي الْأَوَامِرِ فَصَارَ كَالْقَرْضِ وَالْغَصْبِ .
وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ التَّسْلِيمَ غَيْرُ وَاجِبٍ فِي الْحَالِ فَلَا يَتَعَيَّنُ، بِخِلَافِ الْقَرْضِ وَالْغَصْبِ، وَإِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ فَالْجَهَالَةُ فِيهِ تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ، لِأَنَّ قِيَمَ الْأَشْيَاءِ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَيَانِ، وَصَارَ كَجَهَالَةِ الصِّفَةِ، وَعَنْ هٰذَا قَالَ مَنْ قَالَ مِنَ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ إِنَّ الِاخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَهُ يُوجِبُ التَّحَالُفَ كَمَا فِي الصِّفَةِ .
وَقِيلَ عَلَى عَكْسِهِ لِأَنَّ تَعَيُّنَ الْمَكَانِ قَضِيَّةُ الْعَقْدِ عِنْدَهُمَا، وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ الثَّمَنُ وَالْأُجْرَةُ وَالْقِسْمَةُ، وَصُورَتُهَا إِذَا اقْتَسَمَا دَارًا وَجَعَلَا مَعَ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا شَيْئًا لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ .وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِي الثَّمَنِ .
وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ إِذَا كَانَ مُؤَجَّلًا، وَهُوَ اخْتِيَارُ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ .وَعِنْدَهُمَا يَتَعَيَّنُ مَكَانُ الدَّارِ وَمَكَانُ تَسْلِيمِ الدَّابَّةِ لِلْإِيفَاءِ .

اوراس کی فروعات میں سے یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے دواجناس میں بیع سلم کی ہے اوران میں سے کسی ایک کا بھی رأس المال بیان نہیں کیا ہے یا اس نے دواجناس میں بیع سلم کا عقد کیا اوران میں سے کسی ایک کی مقدار کو بیان نہیں کیا ہے۔
دوسرے مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کی جگہ معین ہوتی ہے' کیونکہ وہ عقد جو سپردگی کو واجب کرنے والا ہے وہ اس میں پایا جارہا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ کوئی دوسری جگہ اس جگہ سے مزاحمت کرنے والی نہیں ہے۔ پس یہ امکان اوقات کے اول میں اوامر کی بحث میں ہوجائے گا۔ اور یہ قرض وغصب کی طرح ہوجائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مسلم فیہ کو سپرد کرنا فی حالہ تو واجب نہیں ہے' کیونکہ عقد کی جگہ معین نہیں ہے بہ خلاف قرض وغصب کے ہے اور جب جگہ معین نہیں ہے' تو یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے' کیونکہ جگہ کی تبدیلی کے سبب اشیاء کی قیمتیں بدلتی رہتی ہیں پس جگہ کی وضاحت سپردگی میں ضروری ہوگی۔ اور یہ صفت تو مجہول ہونے کی طرح ہوجائے گا۔ اور اسی مسئلہ سے بعض مشائخ فقہاء نے کہا ہے: امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسلم فیہ کی ادائیگی کی جگہ کا اختلاف قسم کو واجب کرنے والا ہے۔ جس طرح صفت میں ہوا کرتا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ اس کے برعکس ہے' کیونکہ اس کا تعین صاحبین کے نزدیک عقد کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ اور اسی اختلاف کے مطابق ثمن، مزدوری اور بٹوارہ ہے۔ اور اس کی صورت مسئلہ اس طرح ہے۔ جب دو بندوں نے گھر کو تقسیم کیا اور ایک کے لئے کوئی ایسی چیز حصہ میں آئی جس کو اٹھانا اور مدد کی ضرورت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے ثمن میں یہ شرط نہیں ہے' جبکہ صحیح یہ ہے کہ جب ثمن موجل ہوتو اس میں یہ شرط ہے۔

امام شمس الائمہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ نے اسی قول کو اپنایا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ادائیگی کے لئے جگہ اور جانور کو سپرد کرنے کے لئے مقام معین ہے۔

حمل وصرفہ والی اشیاء کی بیع سلم کا بیان

قَالَ (وَمَا لَمْ يَكُنْ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ لَا يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى بَيَانِ مَكَانِ الْإِيفَاءِ بِالْإِجْمَاعِ) لِأَنَّهُ لَا تَخْتَلِفُ قِيمَتُهُ (وَيُوفِيهِ فِي الْمَكَانِ الَّذِي أَسْلَمَ فِيهِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذِهِ رِوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَالْبُيُوعِ .

وَذَكَرَ فِي الْإِجَارَاتِ أَنَّهُ يُوفِيهِ فِي أَيِّ مَكَانٍ شَاءَ ، وَهُوَ الْأَصَحُّ لِأَنَّ الْأَمَاكِنَ كُلَّهَا سَوَاءٌ ، وَلَا وُجُوبَ فِي الْحَالِ .

وَلَوْ عَيَّنَا مَكَانًا، قِيلَ لَا يَتَعَيَّنُ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ، وَقِيلَ يَتَعَيَّنُ لِأَنَّهُ يُفِيدُ سُقُوطَ خَطَرِ الطَّرِيقِ، وَلَوْ عَيَّنَ الْمِصْرَ فِيمَا لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ يُكْتَفَى بِهِ لِأَنَّهُ مَعَ تَبَايُنِ أَطْرَافِهِ كَبُقْعَةٍ وَاحِدَةٍ فِيمَا ذَكَرْنَا .

فرمایا: اور جس چیز میں بار برداری اور اخراجات نہ ہوں' تو اجماع کے مطابق اس کے لئے مکان ادا کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی قیمت بدلنے والی نہیں ہے اور اس کو مسلم الیہ اسی جگہ سے ادا کرے جہاں عقد سلم ہوا ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت جامع صغیر اور بیوع (مبسوط) سے ہے۔ حالانکہ مبسوط کی کتاب الاجارات میں ذکر کیا گیا ہے کہ مسلم الیہ جس جگہ چاہے وہ مسلم فیہ کو ادا کرے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے اس لئے کہ سارے مقامات برابر ہیں۔ اور ادائیگی فوری طور پر واجب بھی نہیں ہے۔ اور جب ان دونوں نے کسی ایک جگہ کو معین کیا ہے' تو وہ جگہ معین نہ ہوگی کیونکہ معین کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ معین ہو جائے گی۔ کیونکہ اس معین کرنے کے سبب راستے میں آنے والے اندیشوں سے بچانے میں مفید ہے۔ اور جب اس نے ایسی چیز جس کے لئے حمل وصرافہ ہے اس کے لئے شہر کو معین کر دیا ہے' تو وہ کافی سمجھا جائے گا اس لئے کہ شہر اپنے تمام علاقوں سے علیحدہ ہونے کے باوجود ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں ایک ہی جگہ کی طرح ہے۔

راس المال پر مجلس عقد میں قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ حَتَّى يَقْبِضَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ فِيهِ) أَمَّا إِذَا كَانَ مِنَ النُّقُودِ فَلِأَنَّهُ افْتِرَاقٌ عَنْ دَيْنٍ بِدَيْنٍ، وَقَدْ (نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَالِءِ بِالْكَالِءِ وَإِنْ كَانَ عَيْنًا)، فَلِأَنَّ السَّلَمَ أَخْذُ عَاجِلٍ بِآجِلٍ، إِذِ الْإِسْلَامُ وَالْإِسْلَافُ يُنْبِئَانِ عَنِ التَّعْجِيلِ فَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ أَحَدِ الْعِوَضَيْنِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الِاسْمِ، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَسْلِيمِ رَأْسِ الْمَالِ لِيَتَقَلَّبَ الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ فِيهِ فَيَقْدِرُ عَلَى التَّسْلِيمِ، وَلِهَذَا قُلْنَا: لَا يَصِحُّ السَّلَمُ إِذَا كَانَ فِيهِ خِيَارُ الشَّرْطِ لَهُمَا أَوْ لِأَحَدِهِمَا لِأَنَّهُ يَمْنَعُ تَمَامَ الْقَبْضِ لِكَوْنِهِ مَانِعًا مِنَ الِانْعِقَادِ فِي حَقِّ الْحُكْمِ، وَكَذَا لَا يَثْبُتُ فِيهِ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُفِيدٍ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الْقَبْضِ

وَلَوْ أُسْقِطَ خِيَارُ الشَّرْطِ قَبْلَ الِافْتِرَاقِ وَرَأْسُ الْمَالِ قَائِمٌ جَازَ خِلَافًا لِزُفَرَ، وَقَدْ مَرَّ نَظِيرُهُ

فرمایا: بیع سلم درست نہیں ہے حتیٰ کہ مجلس عقد سے الگ ہونے سے پہلے مسلم الیہ رأس المال پر قبضہ کر لے۔ پس جب رأس المال نقدی سے ہے تو اس لئے قبضہ ضروری ہے کہ یہ قرض بہ قرض الگ ہونا ہے' جبکہ نبی کریم ﷺ نے ادھار کے بدلے میں ادھار کا معاملہ کرنے سے منع کیا ہے اور جب رأس المال عین ہے' تو اس کو سلم معجّل کو مؤجل کے بدلے میں لینا لازم آئے گا ہاں البتہ سلم وسلف کرنے میں جلدی کی خبر دینا ضروری ہے۔ پس دونوں اعواض میں کسی ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ سلم وسلف کا حکم ثابت ہو جائے۔ اور رأس المال کو سپرد کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مسلم الیہ اس میں تصرف کرتے ہوئے مسلم فیہ میں سپرد کرنے پر قدرت پانے والا ہو جائے۔

اسی دلیل کے سبب ہم نے کہا ہے: جب بیع سلم میں دونوں کے لئے یا ان میں سے کسی ایک کے لئے خیار شرط ہوا تو اس میں سلم کا عقد درست نہ ہوگا' کیونکہ خیار شرط قبضہ کو مکمل کرنے سے مانع ہے' کیونکہ وہ حکم کے حق میں عقد منعقد ہونے کو رد کرنے والا ہے۔

اور اسی طرح سلم کے عقد میں خیار رویت ثابت نہیں ہے' کیونکہ اس کا فائدہ نہیں ہے بہ خلاف خیار عیب کے کیونکہ وہ قبضہ مکمل ہونے کے مانع نہیں ہے۔ اور جب کسی نے مجلس سے الگ ہونے سے پہلے خیار والے نے خیار کو ساقط کر دیا ہے اور رأس المال بھی موجود ہے' تو اب عقد جائز ہے' جبکہ اس میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور اس کی مثال گزر چکی ہے۔

بیع سلم کی شرائط کے خلاصہ کا بیان

(وَجُمْلَةُ الشُّرُوطِ جَمَعُوهَا فِي قَوْلِهِمْ إعْلَامُ رَأْسِ الْمَالِ وَتَعْجِيلُهُ وَإِعْلَامُ الْمُسْلَمِ فِيهِ وَتَأْجِيلُهُ وَبَيَانُ مَكَانِ الْإِيفَاءِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى تَحْصِيلِهِ، فَإِنْ أَسْلَمَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فِي كُرِّ حِنْطَةٍ مِائَةٌ مِنْهَا دَيْنٌ عَلَى الْمُسْلَمِ إلَيْهِ وَمِائَةٌ نَقْدٌ فَالسَّلَمُ فِي حِصَّةِ الدَّيْنِ بَاطِلٌ لِفَوَاتِ الْقَبْضِ وَيَجُوزُ فِي حِصَّةِ النَّقْدِ) لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِهِ وَلَا يَشِيعُ الْفَسَادُ لِأَنَّ الْفَسَادَ طَارِئٌ، إذْ السَّلَمُ وَقَعَ صَحِيحًا، وَلِهَذَا لَوْ نَقَدَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ الِافْتِرَاقِ صَحَّ إلَّا أَنَّهُ يَبْطُلُ بِالِافْتِرَاقِ لِمَا بَيَّنَّا، وَهَذَا لِأَنَّ الدَّيْنَ لَا يَتَعَيَّنُ فِي الْبَيْعِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُمَا لَوْ تَبَايَعَا عَيْنًا بِدَيْنٍ ثُمَّ تَصَادَقَا أَنْ لَا دَيْنَ لَا يَبْطُلُ الْبَيْعُ فَيَنْعَقِدُ صَحِيحًا۔

اور مشائخ فقہاء نے بیع سلم کی جملہ شرائط کو اس عبارت میں جمع کر دیا ہے۔ رأس المال سے خبردار کرنا، اس کو فوری طور پر ادا کرنا، مسلم فیہ کو معین کرنا، اس کو ادھار دینا، ادائیگی کی جگہ کو بیان کرنا، اور حصول کی قدرت کو بیان کر دینا ہے۔

جب کسی نے دو سو دراہم کی گندم کی ایک بوری میں عقد سلم کیا جن میں سے ایک سو دراہم مسلم الیہ کے ذمہ پر قرض ہیں اور سو دراہم نقد ہیں' تو قرض والے حصے میں عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قبضہ نہیں ہے اور نقد والے میں عقد صحیح ہے' کیونکہ اس میں عقد کی جملہ شرائط پائی جا رہی ہیں۔ اور اس سے کوئی فساد بھی پھیلنے والا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ طاری ہے اور اس لئے بھی سلم کا عقد صحیح ہو کر

واقع ہوا ہے۔ کیونکہ رب سلم نے الگ ہونے سے پہلے رأس المال نقد طور پر دے دیا ہے' تو عقد صحیح ہو جائے گا۔ ہاں البتہ جدائی کے سبب عقد باطل ہو جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ بیع میں دین معین نہیں ہوا کرتا کیا آپ نہیں جانتے کہ جب عاقدین نے عین کو دین کے بدلے میں بیچ دیا اور اسکے بعد دونوں نے اتفاق کرلیا ہے کہ دین نہ تھا تو بیع باطل نہ ہوگی اور انعقاد صحیح ہو جائے گا۔

قبضہ سے پہلے رأس المال میں عدم تصرف کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِي رَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَالْمُسْلَمِ فِيهِ قَبْلَ الْقَبْضِ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِمَا فِيهِ مِنْ تَفْوِيتِ الْقَبْضِ الْمُسْتَحَقِّ بِالْعَقْدِ .
وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْمُسْلَمَ فِيهِ مَبِيعٌ وَالتَّصَرُّفُ فِي الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ (وَلَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَالتَّوْلِيَةُ فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ) لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِيهِ

فرمایا: قبضہ کرنے سے پہلے بیع سلم کے رأس المال اور مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور رأس المال کا تصرف اس وجہ سے منع ہے کہ اس قبضہ کو فوت کرنا ہے' جو عقد کے سبب واجب ہوا ہے اور مسلم فیہ میں تصرف اس سبب سے منع ہے کہ عقد میں مسلم فیہ مبیع ہوا کرتی ہے اور قبضہ سے پہلے مبیع میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مسلم فیہ شرکت و تولیہ بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ مسلم فیہ میں تصرف کراتی ہیں۔

بیع سلم میں اقالہ کرنے کا بیان

(فَإِنْ تَقَايَلَا السَّلَمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مِنَ الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ بِرَأْسِ الْمَالِ شَيْئًا حَتَّى يَقْبِضَهُ كُلَّهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تَأْخُذْ إِلَّا سَلَمَكَ أَوْ رَأْسَ مَالِكَ) أَيْ عِنْدَ الْفَسْخِ، وَلِأَنَّهُ أَخَذَ شَبَهًا بِالْمَبِيعِ فَلَا يَحِلُّ التَّصَرُّفُ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْإِقَالَةَ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ، وَلَا يُمْكِنُ جَعْلُ الْمُسْلَمِ فِيهِ مَبِيعًا لِسُقُوطِهِ فَجَعَلَ رَأْسَ الْمَالِ مَبِيعًا لِأَنَّهُ دَيْنٌ مِثْلُهُ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ قَبْضُهُ فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي حُكْمِ الِابْتِدَاءِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَفِيهِ خِلَافُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ .

اور جب عقد کرنے والوں نے بیع سلم کا اقالہ کیا' تو اب رب سلم والے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ رأس المال کے بدلے مسلم الیہ سے کوئی چیز خرید لے۔ حتیٰ کہ رأس المال پر قبضہ کرلے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے رأس المال یا اپنے سلم کے سوا کچھ مت لے یعنی کہ فسخ ہوتے وقت اور اس پر یہ بھی دلیل ہے کہ رأس المال نے مبیع کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہوئی ہے پس قبضہ کرنے سے قبل اس میں تصرف جائز نہیں ہے۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ اقالہ تیسرے شخص کے حق میں ایک نئی بیع ہے اور مسلم فیہ کے ساقط ہونے کے سبب اس کو مبیع بنانا ممکن نہیں ہے' کیونکہ مبیع رأس المال کو قرار دیا گیا ہے' کیونکہ وہ مسلم فیہ کی طرح دین ہے ہاں

مجلس میں اس پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ یہ کلی طور پر ابتداء کے حکم میں نہیں ہے اور اس میں زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور ان کے خلاف ہماری بیان کردہ دلیل بطور حجت ہے۔

مسلم فیہ کی ادائیگی کی میعاد آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَسْلَمَ فِي كُرِّ حِنْطَةٍ فَلَمَّا حَلَّ الْاَجَلُ اشْتَرَى الْمُسْلَمُ اِلَيْهِ مِنْ رَجُلٍ كُرًّا وَاَمَرَ رَبَّ السَّلَمِ بِقَبْضِهِ قَضَاءً لَمْ يَكُنْ قَضَاءً، وَاِنْ اَمَرَهُ اَنْ يَقْبِضَهُ لَهُ ثُمَّ يَقْبِضَهُ لِنَفْسِهِ فَاكْتَالَهُ لَهُ ثُمَّ اكْتَالَهُ لِنَفْسِهِ جَازَ) لِاَنَّهُ اجْتَمَعَتْ الصَّفْقَتَانِ بِشَرْطِ الْكَيْلِ فَلَا بُدَّ مِنْ الْكَيْلِ مَرَّتَيْنِ لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِيَ فِيهِ صَاعَانِ، وَهٰذَا هُوَ مَحْمَلُ الْحَدِيثِ عَلٰى مَا مَرَّ وَالسَّلَمُ وَاِنْ كَانَ سَابِقًا لٰكِنْ قَبْضُ الْمُسْلَمِ فِيهِ لَاحِقٌ وَاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ ابْتِدَاءِ الْبَيْعِ لِاَنَّ الْعَيْنَ غَيْرُ الدَّيْنِ حَقِيقَةً.

وَاِنْ جَعَلَ عَيْنَهُ فِي حَقٍّ حُكْمٌ خَاصٌّ وَهُوَ حُرْمَةُ الِاسْتِبْدَالِ فَيَتَحَقَّقُ الْبَيْعُ بَعْدَ الشِّرَاءِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ سَلَمًا وَكَانَ قَرْضًا فَاَمَرَهُ بِقَبْضِ الْكُرِّ جَازَ لِاَنَّ الْقَرْضَ اِعَارَةٌ وَلِهٰذَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْاِعَارَةِ فَكَانَ الْمَرْدُودُ عَيْنَ الْمَاخُوذِ مُطْلَقًا حُكْمًا فَلَا تَجْتَمِعُ الصَّفْقَتَانِ.

اور جس شخص نے ایک بوری گندم میں بیع سلم کا عقد کیا اور اس کے بعد جب مسلم فیہ کی ادائیگی کی میعاد آ گئی تو مسلم الیہ نے کسی شخص سے ایک بوری گندم خریدی اور رب سلم کو قبضہ کرنے کے لئے اس کا حکم دیا تو یہ ادا نہ ہوگا' اور جب اس نے یہ حکم دیا ہے کہ پہلے مسلم الیہ قبضہ کرے اس کے بعد وہ اپنے قبضہ میں لے گا' کیونکہ رب سلم نے اس کو مسلم الیہ کے لئے' تولہ ہے اور پھر اس نے اپنے لیئے کیل کیا ہے' تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ کیل کی شرط کے سبب دو صفقے جمع ہو گئے ہیں کیونکہ دو بار کیل کرنا لازم تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع سے منع کیا ہے حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں اور حدیث کا محمل بھی یہی ہے' جس طرح بیان گزر چکا ہے۔

اور بیع سلم سابق ہے مگر مسلم پر قبضہ بعد میں ہوا ہے پس یہ بیع کی ابتداء کے درجے میں ہوگی کیونکہ یہ دین کے عین کے خلاف ہے خواہ ایک حکم خاص یعنی استبدال کے حرام ہونے میں عین کو قرض قرار دیا گیا ہ پس خریدنے کے بعد بیچنا ثابت ہو جائے گا' اور جب وہ سلم نہ ہو بلکہ قرض ہو اور اس کے بعد قرض والے نے گندم کی بوری خرید کر قبضہ کرنے کا حکم دیا ہے' تو یہ بھی جائز ہے' کیونکہ قرض اعارہ ہے پس اسی سبب سے اعارہ کے لفظ سے قرض کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ پس وہ واپس کیا گیا ہے وہ حکم شرعی کے مطابق وہی ہے' جس کو لیا گیا تھا پس اس میں دو صفقات (بیع کے دو معاملات) جمع نہ ہوں گے۔

رب سلم کے غائب پر عدم ادائے وجوب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَسْلَمَ فِي كُرٍّ فَاَمَرَ رَبُّ السَّلَمِ اَنْ يَكِيلَهُ الْمُسْلَمُ اِلَيْهِ فِي غَرَائِرِ رَبِّ السَّلَمِ فَفَعَلَ

وَهُوَ غَائِبٌ لَمْ يَكُنْ قَضَاءً) لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْكَيْلِ لَمْ يَصِحَّ لِأَنَّهُ لَمْ يُصَادِفْ مِلْكَ الْآمِرِ، (لِأَنَّ) حَقَّهُ فِي الدَّيْنِ دُونَ الْعَيْنِ فَصَارَ الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ مُسْتَعِيرًا لِلْغَرَائِرِ مِنْهُ وَقَدْ جَعَلَ مِلْكَ نَفْسِهِ فِيهَا فَصَارَ كَمَا لَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَرَاهِمُ دَيْنٍ فَدَفَعَ إِلَيْهِ كِيسًا لِيَزِنَهَا الْمَدْيُونُ فِيهِ لَمْ يَصِرْ قَابِضًا

فرمایا: جب کسی شخص نے ایک بوری گندم میں بیع سلم کی اس کے بعد رب سلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ وہ مسلم فیہ کو رب سلم کی تھیلیوں میں ناپ کر دیدے۔ تو مسلم الیہ نے یہ کام اس حالت میں کیا کہ رب سلم غائب تھا تو اس کا یہ ادائیگی واجب نہ ہوگی کیونکہ اس طرح کیل کا حکم درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کام نے آمر کی ملکیت نہ پایا اور آمر کا حق دین میں ہے عین میں نہیں ہے کیونکہ اس طرح مسلم الیہ رب سلم سے تھیلیوں کو بطور ادھار لینے والا ہو جائے گا۔ حالانکہ ان تھیلیوں میں وہ اپنی ملکیت کو بھرنے والا ہے۔ پس یہ اس طرح ہو جائے گا' جس طرح جب اس پر دس دراہم قرض ہوں اور اس کے بعد قرض خواہ نے اس کو اپنی تھیلی دیدی۔ تا کہ مقروض ان دراہم مقروضہ کا اس میں وزن کرلے تو قرض خواہ اپنے قرض پر قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

بیع کے سبب خریدار کے عین کا مالک ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَتِ الْحِنْطَةُ مُشْتَرَاةً وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا صَارَ قَابِضًا لِأَنَّ الْأَمْرَ قَدْ صَحَّ حَيْثُ صَادَفَ مِلْكَهُ لِأَنَّهُ مَلَكَ الْعَيْنَ بِالْبَيْعِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ أَمَرَهُ بِالطَّحْنِ كَانَ الطَّحِينُ فِي السَّلَمِ لِلْمُسْلَمِ إِلَيْهِ وَفِي الشِّرَاءِ لِلْمُشْتَرِي لِصِحَّةِ الْأَمْرِ، وَكَذَا إِذَا أَمَرَهُ أَنْ يَصُبَّهُ فِي الْبَحْرِ فِي السَّلَمِ يَهْلَكُ مِنْ مَالِ الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ وَفِي الشِّرَاءِ مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِي، وَيَتَقَرَّرُ الثَّمَنُ عَلَيْهِ لِمَا قُلْنَا، وَلِهَذَا يُكْتَفَى بِذَلِكَ الْكَيْلِ فِي الشِّرَاءِ فِي الصَّحِيحِ لِأَنَّهُ نَائِبٌ عَنْهُ فِي الْكَيْلِ وَالْقَبْضِ بِالْوُقُوعِ فِي غَرَائِرِ الْمُشْتَرِي، وَلَوْ أَمَرَهُ فِي الشِّرَاءِ أَنْ يَكِيلَهُ فِي غَرَائِرِ الْبَائِعِ فَفَعَلَ لَمْ يَصِرْ قَابِضًا لِأَنَّهُ اسْتَعَارَ غَرَائِرَهُ وَلَمْ يَقْبِضْهَا فَلَا تَصِيرُ الْغَرَائِرُ فِي يَدِهِ، فَكَذَا مَا يَقَعُ فِيهَا، وَصَارَ كَمَا لَوْ أَمَرَهُ أَنْ يَكِيلَهُ وَيَعْزِلَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِنْ بَيْتِ الْبَائِعِ لِأَنَّ الْبَيْتَ بِنَوَاحِيهِ فِي يَدِهِ فَلَمْ يَصِرِ الْمُشْتَرِي قَابِضًا .

اور جب خریدار نے گندم کو خریدا اور مسئلہ کی صورت حال اسی حالت میں ہے' تو خریدار قبضہ کرنے والا بن جائے گا' کیونکہ اس طرح امر بہ کیل درست ہے۔ اس لئے کہ خریدار نے ملکیت کو پالیا ہے اور اس لئے بھی خریدار بیع کے سبب عین کا مالک ہو جائے گا کیا آپ نہیں غور کرتے کہ جب اس نے گندم کو پیسنے کا حکم دیا ہے' تو اب بیع سلم میں مسلم الیہ کا آٹا ہوگا' اور خرید کرنے کی صورت میں خریدار کا ہوگا' کیونکہ یہ امر درست ہے اور اسی طرح جب کسی خریدار نے بیچنے والے کو حکم دیا کہ اس مال کو سمندر میں پھینک دو تو بیع سلم کی صورت میں وہ مال مسلم الیہ کے مال سے ہلاک ہوگا' جبکہ خریداری کی صورت میں وہ مال خریدار کے مال سے ہلاک ہوگا' اور اس پر ثمن واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا اسی سبب سے خریداری میں اس

کے تولنے پر اکتفاء کیا جائے گا' کیونکہ اس صورت میں کیل میں بیچنے والا خریدار کا نائب ہے اور خریدار کی تھیلیوں میں سے بھرنے کے سبب قبضہ بھی ہو چکا ہے۔

اور خریداری کی صورت میں جب خریدار نے بیچنے والے کو حکم دیا اور وہ مبیع کو اپنی تھیلیوں سے ناپ لے تو اس نے اسی طرح کر دیا تو اب خریدار قبضہ کرنے والا نہ ہوگا' کیونکہ اس صورت میں خریدار نے بیچنے والے کی تھیلیوں کو ادھار لیا ہے اور ان پر قبضہ نہیں کیا ہے پس تھیلیاں اس کے قبضہ میں نہ ہوں گی لہٰذا وہ چیز بھی اس کے قبضہ میں نہ ہوگی جو ان تھیلیوں میں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس خریدار نے بیچنے والے کو حکم دیا ہے کہ گندم کو تول کر اپنے گھر کے کسی کارنر میں رکھ دے کیونکہ گھر اپنی اطراف سمیت بیچنے والا کے قبضہ میں ہے پس اس طرح خریدار قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

دین وعین کے اجتماع میں قبضہ ہو جانے کا بیان

وَلَوْ اجْتَمَعَ الدَّيْنُ وَالْعَيْنُ وَالْغَرَائِرُ لِلْمُشْتَرِي، إنْ بَدَأَ بِالْعَيْنِ صَارَ قَابِضًا، أَمَّا الْعَيْنُ فَلِصِحَّةِ الْأَمْرِ فِيهِ، وَأَمَّا الدَّيْنُ فَلِاتِّصَالِهِ بِمِلْكِهِ وَبِمِثْلِهِ يَصِيرُ قَابِضًا، كَمَنْ اسْتَقْرَضَ حِنْطَةً وَأَمَرَهُ أَنْ يَزْرَعَهَا فِي أَرْضِهِ، وَكَمَنْ دَفَعَ إلَى صَائِغٍ خَاتَمًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَزِيدَهُ مِنْ عِنْدِهِ نِصْفَ دِينَارٍ، وَإِنْ بَدَأَ بِالدَّيْنِ لَمْ يَصِرْ قَابِضًا، أَمَّا الدَّيْنُ فَلِعَدَمِ صِحَّةِ الْأَمْرِ، وَأَمَّا الْعَيْنُ فَلِأَنَّهُ خَلَطَهُ بِمِلْكِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَصَارَ مُسْتَهْلِكًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَيَنْتَقِضُ الْبَيْعُ، وَهَذَا الْخَلْطُ غَيْرُ مَرْضِيٍّ بِهِ مِنْ جِهَتِهِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ مُرَادُهُ الْبُدَاءَةَ بِالْعَيْنِ وَعِنْدَهُمَا هُوَ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ نَقَضَ الْبَيْعَ وَإِنْ شَاءَ شَارَكَهُ فِي الْمَخْلُوطِ لِأَنَّ الْخَلْطَ لَيْسَ بِاسْتِهْلَاكٍ عِنْدَهُمَا .

اور جب دین وعین میں اجتماع ہو گیا ہے اور وہ تھیلیاں خریدار کی ہیں اور جب عین مال سے شروع کیا ہے' تو خریدار کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور یہ مال عین میں اس لئے ہوا ہے کہ اس میں امر بہ کیل درست ہے، جبکہ دین میں اس لیئے ہے کہ وہ خریدار کی ملکیت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے' جس طرح اتصال کے سبب خریدار قبضہ کرنے والا ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی نے گندم کو قرض پر لیکر قرض خواہ کو حکم دیا کہ اس سے زمین میں بیجائی کر لے۔ اور جس طرح کسی سنارے نے انگوٹھی دی اور اس کو حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے اس میں نصف دینار کا اضافہ کر دے۔

اور جب کسی بیچنے والے نے دین سے شروع کیا' تو اب خریدار قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔ دین پر قبضہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں امر بہ کیل درست نہیں ہے اور مال عین میں قابض نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والے نے سپرد کرنے سے پہلے ہی اس کو اپنی ملکیت کے ساتھ ملا دیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ ہلاک ہو چکا ہے' کیونکہ بیع ختم ہو چکی ہے اور اس طرح ملا لینا یہ خریدار کی جانب سے پسندیدہ نہیں ہے' کیونکہ ممکن ہے کہ خریدار کی مراد عین سے ابتداء کرنا ہو۔

صاحبین کے نزدیک خریدار کو اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو بیع کو ختم کر دے اور اگر وہ چاہے تو ملی ہوئی بیع میں بیچنے والے کو شامل کر لے کیونکہ صاحبین کے نزدیک اتصال کرنا یہ ہلاک کرنے میں نہیں آتا۔

ایک بوری گندم کے بدلے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَسْلَمَ جَارِيَةً فِي كُرِّ حِنْطَةٍ وَقَبَضَهَا الْمُسْلَمُ اِلَيْهِ ثُمَّ تَقَايَلَا فَمَاتَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ قَبْضِهَا، وَلَوْ تَقَايَلَا بَعْدَ هَلَاكِ الْجَارِيَةِ جَازَ) لِاَنَّ صِحَّةَ الْإِقَالَةِ تَعْتَمِدُ بَقَاءَ الْعَقْدِ وَذَلِكَ بِقِيَامِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَفِي السَّلَمِ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ اِنَّمَا هُوَ الْمُسْلَمُ فِيهِ فَصَحَّتْ الْإِقَالَةُ حَالَ بَقَائِهِ، وَاِذَا جَازَ اِبْتِدَاءً فَاَوْلَى اَنْ يَبْقَى اِنْتِهَاءً، لِاَنَّ الْبَقَاءَ اَسْهَلُ، وَاِذَا انْفَسَخَ الْعَقْدُ فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ انْفَسَخَ فِي الْجَارِيَةِ تَبَعًا فَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّهَا وَقَدْ عَجَزَ فَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّ قِيمَتِهَا .

فرمایا: اور جس شخص نے ایک بوری گندم کے بدلے میں ایک باندی میں بیع سلم کی اور مسلم الیہ نے اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد دونوں نے اقالہ کر لیا اس کے بعد وہ باندی خریدار کے قبضہ سے فوت ہو گئی تب بھی مسلم الیہ پر اس باندی کی قیمت واجب ہو گی جو اس کے قبضہ والے دن (قیمت) تھی۔ اور باندی کے ہلاک ہو جانے کے بعد انہوں نے اقالہ کیا' تو جائز ہے' کیونکہ اقالہ کا درست ہونا یہ عقد کے باقی ہونے پر موقوف ہوا کرتا ہے۔ عقد کی بقاء معقود علیہ کی موجودگی سے ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور سلم میں معقود علیہ مسلم فیہ ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس مسلم فیہ کی بقاء میں اقالہ درست ہو گا' اور اقالہ جب ابتدائی طور پر جائز ہے' تو انتہائی طور پر بھی بدرجہ والی درست ہو گا' کیونکہ بقاء آسان ہے اور جب مسلم فیہ میں عقد ختم ہو چکا ہے' تو باندی میں بھی عقد ختم ہو جائے گا پس مسلم الیہ پر باندی کو واپس کرنا واجب ہو جائے گا ہاں البتہ جب وہ اس سے عاجز ہے' تو اب اس پر اس کی قیمت کو لوٹانا واجب ہے۔

باندی کو خریدنے کے بعد اقالہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِاَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَقَايَلَا فَمَاتَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي بَطَلَتْ الْإِقَالَةُ، وَلَوْ تَقَايَلَا بَعْدَ مَوْتِهَا فَالْإِقَالَةُ بَاطِلَةٌ) لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ فِي الْبَيْعِ اِنَّمَا هُوَ الْجَارِيَةُ فَلَا يَبْقَى الْعَقْدُ بَعْدَ هَلَاكِهَا فَلَا تَصِحُّ الْإِقَالَةُ اِبْتِدَاءً وَلَا تَبْقَى اِنْتِهَاءً لِانْعِدَامِ مَحِلِّهِ، وَهَذَا بِخِلَافِ بَيْعِ الْمُقَايَضَةِ حَيْثُ تَصِحُّ الْإِقَالَةُ وَتَبْقَى بَعْدَ هَلَاكِ اَحَدِ الْعِوَضَيْنِ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَبِيعٌ فِيهِ .

اور جب کسی شخص نے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں ایک باندی کو خریدا اس کے بعد عقد کرنے والوں نے اقالہ کر

لیا اور پھر خریدار کے ہاتھ میں وہ باندی فوت ہوگئی تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور جب باندی کے فوت ہو جانے کے بعد انہوں نے اقالہ کیا' تو بھی اقالہ باطل ہو جائے گا' کیونکہ بیع میں معقود علیہ باندی ہے پس اس کی ہلاکت کے بعد عقد باقی نہ رہے گا' کیونکہ ابتداء میں اقالہ صحیح نہ ہوا لہٰذا وہ انتہاء کے اعتبار سے بھی درست نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا محل معدوم ہے اور یہ بیع مقایضہ کے خلاف ہے یہاں تک کہ اقالہ درست ہو کیونکہ وہ دونوں اعواض میں سے کسی ایک کی ہلاکت کے بعد بھی درست رہنے والا ہے' کیونکہ بیع مقایضہ میں دونوں اعواض مبیع ہوا کرتے ہیں۔

بیع سلم میں سے کسی کو دراہم دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَسْلَمَ اِلٰی رَجُلٍ دَرَاهِمَ فِی كُرِّ حِنْطَةٍ فَقَالَ الْمُسْلَمُ اِلَيْهِ شَرَطْتُ رَدِيئًا وَقَالَ رَبُّ السَّلَمِ لَمْ تَشْتَرِطْ شَيْئًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْلَمِ اِلَيْهِ) لِاَنَّ رَبَّ السَّلَمِ مُتَعَنِّتٌ فِی اِنْكَارِهِ الصِّحَّةَ لِاَنَّ الْمُسْلَمَ فِيهِ يَرْبُو عَلٰی رَاْسِ الْمَالِ فِی الْعَادَةِ، وَفِی عَكْسِهِ قَالُوْا: يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ الْقَوْلُ لِرَبِّ السَّلَمِ عِنْدَ اَبِی حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ يَدَّعِی الصِّحَّةَ وَاِنْ كَانَ صَاحِبُهُ مُنْكِرًا ۔ وَعِنْدَهُمَا الْقَوْلُ لِلْمُسْلَمِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ مُنْكِرٌ وَاِنْ اَنْكَرَ الصِّحَّةَ، وَسَنُقَرِّرُهُ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔

فرمایا: اور جس شخص نے بیع سلم کی ایک بوری گندم میں سے کسی کو دراہم دیئے پس مسلم الیہ نے کہا: میں نے تو ردی کی شرط لگائی تھی جبکہ رب سلم نے کہا: تم نے کوئی شرط نہ لگائی تھی' تو مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ سلم کے صحیح ہونے کا انکار کرنے والا رب سلم ہے' کیونکہ عرف میں مسلم فیہ راس المال سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔

جبکہ مشائخ فقہاء نے اسی کے خلاف کہا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک رب سلم کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ وہ صحت کا دعویٰ کرنے والا ہے خواہ اس کا ساتھی انکار کرنے والا ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ انکار کرنے والا ہے اور اس نے خواہ سلم کی صحت کا انکار کیا ہے۔ اور ان شاء اللہ اس کو ہم اس کے بعد بیان کر دیں گے۔

مسلم الیہ اور رب سلم میں میعاد کے اختلاف کا بیان

(وَلَوْ قَالَ الْمُسْلَمُ اِلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ اَجَلٌ وَقَالَ رَبُّ السَّلَمِ بَلْ كَانَ لَهُ اَجَلٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ السَّلَمِ) لِاَنَّ الْمُسْلَمَ اِلَيْهِ مُتَعَنِّتٌ فِی اِنْكَارِهِ حَقًّا لَهُ وَهُوَ الْاَجَلُ، وَالْفَسَادُ لِعَدَمِ الْاَجَلِ غَيْرُ مُتَيَقَّنٍ لِمَكَانِ الِاجْتِهَادِ فَلَا يُعْتَبَرُ النَّفْعُ فِی رَدِّ رَاْسِ الْمَالِ، بِخِلَافِ عَدَمِ الْوَصْفِ، وَفِی عَكْسِهِ الْقَوْلُ لِرَبِّ السَّلَمِ عِنْدَهُمَا لِاَنَّهُ يُنْكِرُ حَقًّا لَهُ عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ وَاِنْ اَنْكَرَ الصِّحَّةَ كَرَبِّ الْمَالِ اِذَا قَالَ لِلْمُضَارِبِ شَرَطْتُ لَكَ نِصْفَ الرِّبْحِ اِلَّا عَشَرَةً وَقَالَ الْمُضَارِبُ لَا بَلْ شَرَطْتَ لِی نِصْفَ الرِّبْحِ فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ لِاَنَّهُ يُنْكِرُ اسْتِحْقَاقَ الرِّبْحِ

وَإِنْ أَنْكَرَ الصِّحَّةَ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ الْقَوْلُ لِلْمُسْلَمِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ يَدَّعِي الصِّحَّةَ وَقَدْ اتَّفَقَا عَلَى عَقْدٍ وَاحِدٍ فَكَانَا مُتَّفِقَيْنِ عَلَى الصِّحَّةِ ظَاهِرًا، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِلَازِمٍ فَلَا يُعْتَبَرُ الِاخْتِلَافُ فِيهِ فَيَبْقَى مُجَرَّدُ دَعْوَى اسْتِحْقَاقِ الرِّبْحِ، أَمَّا السَّلَمُ فَلَازِمٌ فَصَارَ الْأَصْلُ أَنَّ مَنْ خَرَجَ كَلَامُهُ تَعَنُّتًا فَالْقَوْلُ لِصَاحِبِهِ بِالِاتِّفَاقِ، وَإِنْ خَرَجَ خُصُومَةً وَوَقَعَ الِاتِّفَاقُ عَلَى عَقْدٍ وَاحِدٍ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الصِّحَّةِ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا لِلْمُنْكِرِ وَإِنْ أَنْكَرَ الصِّحَّةَ .

اور جب مسلم الیہ نے کہا: ادائیگی کی کوئی میعاد نہ تھی جبکہ رب سلم نے کہا: میعاد تھی' تو اب رب سلم کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ کیونکہ مسلم الیہ اپنے حق یعنی میعاد کے انکار کرنے میں زیادتی کرنے والا ہے' جبکہ میعاد نہ ہونے کی صورت یقیناً فساد ہوگا' کیونکہ اس میں اجتہاد ہے اس لئے کہ رأس المال واپس کرنے میں فائدے کا اعتبار نہیں ہے' جبکہ معدوم وصف میں ایسا نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک تو اس کے خلاف میں بھی رب سلم کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے ذمہ سے ایک حق کے لزوم سے انکار کرنے والا ہے لہٰذا اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب وہ سلم کی صحت کا یہ انکار کرنے والا ہو۔ جس طرح رب المال نے مضارب سے کہا کہ میں دس دراہم کے سوا تیرے لئے آدھے فائدے کی شرط لگائی ہے' جبکہ مضارب نے کہا: نہیں بلکہ تم نے آدھے نفع کی شرط لگائی ہے' تو اب رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ وہی فائدے کے حق کا انکار کرنے والا ہے' اگر چہ وہ مضاربت کے صحیح ہونے کا بھی انکار کرنے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ وہ عقد کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہے اور وہ دونوں ایک ہی عقد پر اتفاق کرنے والے بھی ہیں۔ پس وہ دونوں ظاہر کے اعتبار سے بھی عقد کے صحیح ہونے پر اتفاق کرنے والے ہوں گے۔

ہاں البتہ مضاربت میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ مضاربت لازم ہونے والی نہیں ہے۔ پس اس میں اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا پس صرف حق نفع کا دعویٰ باقی رہنے والا ہے' لیکن عقد سلم تو وہ لازم ہے۔ پس اصول یہ ثابت ہوا کہ جس کے کلام میں زیادتی ہوئی اس کے ساتھی کے قول کا اعتبار بہ اتفاق کر لیا جائے گا' اور اگر بات جھگڑے کی راہ سے نکلی اور ایک عقد پر اتفاق بھی ہو چکا تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک مدعی صحت کے قول کا اعتبار ہوگا' جبکہ صاحبین کے نزدیک انکار کرنے والے قول کا اعتبار کیا جائے گا خواہ وہ صحت کا انکار کرنے والا ہی نہ ہو۔

کپڑوں میں بیع سلم کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ السَّلَمُ فِي الثِّيَابِ إِذَا بَيَّنَ طُولًا وَعَرْضًا وَرُقْعَةً) لِأَنَّهُ أَسْلَمَ فِي مَعْلُومٍ مَقْدُورِ التَّسْلِيمِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَإِنْ كَانَ ثَوْبَ حَرِيرٍ لَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ وَزْنِهِ أَيْضًا لِأَنَّهُ مَقْصُودٌ فِيهِ .

(وَلَا يَجُوْزُ السَّلَمُ فِى الْجَوَاهِرِ وَلَا فِى الْخَرَزِ) لِاَنَّ آحَادَهَا مُتَفَاوِتَةٌ تَفَاوُتًا فَاحِشًا وَفِى صِغَارِ اللُّؤْلُؤِ الَّتِى تُبَاعُ وَزْنًا يَجُوْزُ السَّلَمُ لِاَنَّهُ مِمَّا يُعْلَمُ بِالْوَزْنِ

فرمایا اور کپڑوں میں بیع سلم جائز ہے' جبکہ ان کی لمبائی و چوڑائی اور موٹائی بیان کر دی جائے۔ کیونکہ عقد کرنے والے نے معلوم اور مقدور تسلیم شدہ چیز کا عقد کیا ہے' جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب کپڑا ریشمی ہو تو اس کے وزن کو بیان کرنا بھی لازم ہے۔ کیونکہ ریشم میں وزن بھی مقصود ہوتا ہے۔

اور یاقوت اور سوتی کپڑے میں سلم جائز نہیں ہے' کیونکہ ان کے احاد میں فرق بہت زیادہ ہوتا ہے' جبکہ چھوٹے موتی جو وزن فروخت کیے جاتے ہیں ان میں بیع سلم جائز ہے' کیونکہ ان کا وزن معلوم ہوتا ہے۔

کچی پکی اینٹوں میں بیع سلم کرنے کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِى اللَّبِنِ وَالْآجُرِّ اِذَا سَمَّى مَلْبَنًا مَعْلُوْمًا) لِاَنَّهُ عَدَدِيٌّ مُتَقَارِبٌ لَا سِيَّمَا اِذَا سُمِّيَ الْمَلْبَنُ .

اور کچی پکی اینٹوں میں سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ ان کا سانچہ معلوم ہو کیونکہ اینٹ بھی عددی متقارب ہے۔ اور خصوصی طور پر جب ان کا سانچہ معلوم ہو جائے۔

ضبط وصف و معرفت مقدار میں سلم جائز ہونے کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَكُلُّ مَا اَمْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ جَازَ السَّلَمُ فِيهِ) لِاَنَّهُ لَا يُفْضِى اِلَى الْمُنَازَعَةِ (وَمَا لَا يُضْبَطُ صِفَتُهُ وَلَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ لَا يَجُوْزُ السَّلَمُ فِيهِ) لِاَنَّهُ دَيْنٌ، وَبِدُوْنِ الْوَصْفِ يَبْقَى مَجْهُوْلًا جَهَالَةً تُفْضِى اِلَى الْمُنَازَعَةِ .

فرمایا اور ہر وہ چیز جس کی صفت کا انضباط اور مقدار کو جان لینا ممکن ہو اور اس میں بیع سلم جائز ہے' کیونکہ وہ جھگڑے کی طرف لیجانے والی نہیں ہے۔ اور جس چیز کی صفت کا انضباط نہ کیا جا سکے اور نہ ہی اس کی مقدار کو پہنچانا جا سکے تو اس میں بیع سلم جائز نہیں ہے' کیونکہ وہ دین ہے۔ اور وہ بغیر وصف کے جہالت کے ساتھ باقی رہے گا' جو جھگڑے کی طرف لے جانے کا سبب ہے۔

دین مجہول میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِى طَسْتٍ اَوْ قُمْقُمَةٍ اَوْ خُفَّيْنِ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ اِذَا كَانَ يُعْرَفُ) لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ السَّلَمِ (وَاِنْ كَانَ لَا يُعْرَفُ فَلَا خَيْرَ فِيهِ) لِاَنَّهُ دَيْنٌ مَجْهُوْلٌ .

قمقمہ' طشت اور موزوں' یا ان جیسی چیزوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ وہ معلوم ہوں۔ کیونکہ ان میں بھی سلم کی شرائط جمع ہیں اور جب کوئی چیز غیر معلوم ہو تو اس میں بیع سلم کی کوئی خیر نہیں ہے' کیونکہ وہ دین مجہول ہے۔

استصناع کے جواز میں تعامل ناس کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اسْتَصْنَعَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ بِغَيْرِ اَجَلٍ جَازَ اسْتِحْسَانًا) لِلْاِجْمَاعِ الثَّابِتِ بِالتَّعَامُلِ۔ وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ بَيْعُ الْمَعْدُوْمِ، وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ يَجُوْزُ بَيْعًا لَا عِدَةً، وَالْمَعْدُوْمُ قَدْ يُعْتَبَرُ مَوْجُوْدًا حُكْمًا، وَالْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ الْعَيْنُ دُوْنَ الْعَمَلِ، حَتّٰى لَوْ جَاءَ بِهٖ مَفْرُوْغًا لَا مِنْ صَنْعَتِهٖ اَوْ مِنْ صَنْعَتِهٖ قَبْلَ الْعَقْدِ فَاَخَذَهٗ جَازَ، وَلَا يَتَعَيَّنُ اِلَّا بِالْاِخْتِيَارِ، حَتّٰى لَوْ بَاعَهُ الصَّانِعُ قَبْلَ اَنْ يَرَاهُ الْمُسْتَصْنِعُ جَازَ، وَهٰذَا كُلُّهٗ هُوَ الصَّحِيْحُ۔

فرمایا اور جب کسی نے ان اشیاء میں سے کوئی چیز بنوائی تو بطور استحسان یہ جائز ہے۔ اور اس کی دلیل وہ اجماع ہے جو لوگوں کے تعامل سے ثابت ہے جبکہ قیاس کے مطابق جائز نہیں ہے کیونکہ معدوم کی بیع ہے اور صحیح یہی ہے کہ استصناع بطور بیع جائز ہے بطور وعدہ نہیں ہے۔
معدوم کو کبھی کبھی حکمی طور پر موجود بھی مان لیا جاتا ہے اور معقود علیہ عین شئی ہے جبکہ عمل نہیں ہے یہاں تک کہ کاری گر کوئی ایسی چیز لائے جو اسکی بنائی ہوئی نہ ہو یا پھر وہ عقد سے پہلے اس کی بنائی ہوئی ہو اور بنوانے والا وہی لے لیتا ہے تو جائز ہے اور وہ چیز بنوانے والے کی پسندیدگی سے معین ہو جائے گی حتیٰ کہ بنوانے والے کے دیکھنے سے پہلے کاری گر نے اگر اس کو بیچ دیا تو یہ بیع بھی جائز ہے اور یہ تمام صورتیں صحیح ہیں۔

بیع میں استصناع والے کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَهُوَ بِالْخِيَارِ اِذَا رَآهُ، اِنْ شَاءَ اَخَذَهٗ، وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهٗ) لِاَنَّهُ اشْتَرٰى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ وَلَا خِيَارَ لِلصَّانِعِ، كَذَا ذَكَرَهٗ فِي الْمَبْسُوْطِ وَهُوَ الْاَصَحُّ، لِاَنَّهٗ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ۔
وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ لَهُ الْخِيَارَ اَيْضًا لِاَنَّهٗ لَا يُمْكِنُهٗ تَسْلِيْمُ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ اِلَّا بِضَرَرٍ وَهُوَ قَطْعُ الصَّرْمِ وَغَيْرِهٖ۔ وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهٗ لَا خِيَارَ لَهُمَا۔ اَمَّا الصَّانِعُ فَلِمَا ذَكَرْنَا۔

فرمایا اور بنوانے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو پکڑ لے اور وہ چاہے تو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ اس نے ایسی چیز کو خریدا ہے جس کو اس نے دیکھا نہیں ہے جبکہ کاری گر کے لئے کوئی اختیار نہ ہوگا۔
حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اسی طرح لکھا ہے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو بیچنے والا ہے جس کو اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ بنانے والے کو بھی اختیار ہوگا کیونکہ نقصان کے بغیر اس کے کے لئے معقود علیہ کو سپرد کرنا ممکن نہیں ہے اور جس طرح وہ چمڑا وغیرہ کو کاٹ دینا ہے۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت اس طرح ہے کہ بنانے اور بنوانے والے دونوں کو اختیار نہ ہوگا صانع کو

اختیار نہ ہونے کی دلیل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ بنوانے کے عدم اختیار کی دلیل یہ ہے کہ اس کے لئے اختیار ثابت کرنا صانع کو کے لئے نقصان کو ثابت کرنا ہے' کیونکہ بنوانے والے کے سوا کوئی بھی اس سے اس قیمت پر خریدنے والا نہیں ہے۔

استصناع کے جواز و عدم جواز میں فقہی معیار کا بیان

وَاَمَّا الْمُسْتَصْنِعُ فَلِاَنَّ فِی اِثْبَاتِ الْخِيَارِ لَهٗ اِضْرَارًا بِالصَّانِعِ لِاَنَّهٗ رُبَّمَا لَا يَشْتَرِيهِ غَيْرُهٗ بِمِثْلِهٖ وَلَا يَجُوْزُ فِيمَا لَا تَعَامُلَ فِيهِ لِلنَّاسِ كَالثِّيَابِ لِعَدَمِ الْمُجَوِّزِ وَفِيمَا فِيهِ تَعَامُلٌ اِنَّمَا يَجُوْزُ اِذَا اَمْكَنَ اِعْلَامُهٗ بِالْوَصْفِ لِيُمْكِنَ التَّسْلِيمُ، وَاِنَّمَا قَالَ بِغَيْرِ اَجَلٍ لِاَنَّهٗ لَوْ ضَرَبَ الْاَجَلَ فِيمَا فِيهِ تَعَامُلٌ يَصِيرُ سَلَمًا عِنْدَ اَبِی حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا، وَلَوْ ضَرَبَهٗ فِيمَا لَا تَعَامُلَ فِيهِ يَصِيرُ سَلَمًا بِالِاتِّفَاقِ .

لَهُمَا اَنَّ اللَّفْظَ حَقِيقَةٌ لِلِاسْتِصْنَاعِ فَيُحَافَظُ عَلٰی قَضِيَّتِهٖ وَيُحْمَلُ الْاَجَلُ عَلَی التَّعْجِيلِ، بِخِلَافِ مَا لَا تَعَامُلَ فِيهِ لِاَنَّهٗ اسْتِصْنَاعٌ فَاسِدٌ فَيُحْمَلُ عَلَی السَّلَمِ الصَّحِيحِ .وَلِاَبِی حَنِيفَةَ اَنَّهٗ دَيْنٌ يَحْتَمِلُ السَّلَمَ، وَجَوَازُ السَّلَمِ بِاِجْمَاعٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ وَفِی تَعَامُلِهِمْ الِاسْتِصْنَاعُ نَوْعُ شُبْهَةٍ فَكَانَ الْحَمْلُ عَلَی السَّلَمِ اَوْلٰی، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور وہ اشیاء جن کے خریدنے میں لوگوں کا عرف نہیں ہے ان میں استصناع جائز نہیں ہے' جس طرح کپڑے کو جائز قرار دینے والا سبب نہیں ہے اور جن چیزوں میں لوگوں کا عرف ہے اور ان میں ایسی ہی صورت میں لوگوں کے لئے استصناع جائز ہے' جبکہ وصف کے ساتھ لوگوں کا باخبر کرنا ممکن ہو کیونکہ تب ہی سپردگی ممکن ہو سکے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مدت کے سوا اس لئے کہا ہے' کیونکہ ان اشیاء میں جن میں لوگوں کا عرف ہے' اگر میعاد معین کر دی جائے' تو یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع سلم بن جائے گی' جبکہ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور اگر ان اشیاء میں میعاد معین کی جائے جن میں لوگوں کا عرف نہیں ہے' تو وہ بہ اتفاق سلم ہو جائے گی۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ استصناع کا لفظ، استصناع کے لئے بطور حقیقت ہے پس اس لفظ کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور میعاد کو عجلت پر محمول کیا جائے بہ خلاف ان اشیاء کے جن میں لوگوں کا عرف نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کا استصناع فاسد ہے پس اس کو بیع سلم کے صحیح ہونے پر محمول کر لیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا قرض ہے' جو سلم کا احتمال رکھنے والا ہے اور بیع سلم کا جواز اس طرح کے اجماع سے ثابت ہے' جس میں کوئی شک نہیں ہے' جبکہ لوگوں کے عرف پر عمل کرنے میں ایک طرح سے شک واقع ہے پس اس کو بیع سلم پر محمول کرنا افضل ہوگا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

مَسَائِلُ مَنْثُورَةٌ

﴿یہاں مسائل منثورہ کو بیان کیا جائے گا﴾

مسائل منثورہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتٰی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے: ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں' کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے' جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اوران مسائل کو منثورہ، متفرقہ یا شتٰی کہا جاتا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

درندوں کی بیع کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسِّبَاعِ، الْمُعَلَّمُ وَغَيْرُ الْمُعَلَّمِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ الْعَقُورِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفَعٍ بِهِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إنَّ مِنْ السُّحْتِ مَهْرَ الْبَغِيِّ وَثَمَنَ الْكَلْبِ) وَلِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ وَالنَّجَاسَةُ تُشْعِرُ بِهَوَانِ الْمَحَلِّ وَجَوَازُ الْبَيْعِ يُشْعِرُ بِإِعْزَازِهِ فَكَانَ مُنْتَفِيًا .

وَلَنَا (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَلْبِ إلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ) وَلِأَنَّهُ مُنْتَفَعٌ بِهِ حِرَاسَةً وَاصْطِيَادًا فَكَانَ مَالًا فَيَجُوزُ بَيْعُهُ، بِخِلَافِ الْهَوَامِّ الْمُؤْذِيَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُنْتَفَعُ بِهَا، وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى الِابْتِدَاءِ قَلْعًا لَهُمْ عَنْ الِاقْتِنَاءِ وَلَا نُسَلِّمُ نَجَاسَةَ الْعَيْنِ، وَلَوْ سُلِّمَ فَيَحْرُمُ التَّنَاوُلُ دُونَ الْبَيْعِ .

فرمایا: کتے، چیتے اور درندے کی بیع کرنا جائز ہے اور وہ اس حکم میں سکھایا ہوا اور غیر سکھایا ہوا دونوں برابر ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ باؤلے (ہلکے) کتے کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کتے کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زانیہ کی اجرت اور کتے کی قیمت حرام ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ کتا نجس العین ہے' جبکہ نجاست محل کے ذلیل ہونے کا حکم بیان کرنے والی ہے حالانکہ جواز بیع تو کسی چیز کے معزز ہونے کی خبر دینے والا ہے۔ پس اسکی بیع ختم ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شکاری اور حفاظت کرنے والے کتوں کے علاوہ کی بیع سے منع کیا ہے' کیونکہ حفاظت اور شکار کے کتے سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے' کیونکہ وہ مال ہے اور اس کی بیع بھی جائز ہے۔ بہ خلاف ایذا دینے والے کیڑوں مکوڑوں کے کیونکہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا کرتا۔ اور وہ حدیث جو بالکل کتوں سے الگ کرنے کا حکم دیتی ہے اس کو ابتدائے اسلام پر محمول کیا جائے گا' اور اسی طرح اسکا نجس عین ہونا بھی ہمارے نزدیک درست نہیں ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تب بھی اس کا کھانا حرام ہوگا اس کی بیع کرنا حرام نہ ہوگا۔

شراب اور خنزیر کی بیع کے عدم جواز کا بیان

وَقَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيْرِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا وَأَكْلَ ثَمَنِهَا وَلِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فِي حَقِّنَا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا: شراب اور خنزیر کی بیع جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کو فروخت کرنا بھی حرام کیا اور اس کی قیمت کا کھانا بھی حرام کیا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ مال نہیں ہے اور تحقیق ہم اس کی ذکر کر چکے ہیں۔ (شرح ہدایہ پانچویں، آٹھویں جلد کا مطالعہ کریں کہ حرام اشیاء کی خرید و فروخت کا شرعی حکم کیا ہے، رضوی)

اہل ذمہ کی خرید و فروخت کے احکام

قَالَ (وَأَهْلُ الذِّمَّةِ فِي الْبِيَاعَاتِ كَالْمُسْلِمِينَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ (فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ) وَلِأَنَّهُمْ مُكَلَّفُونَ مُحْتَاجُونَ كَالْمُسْلِمِينَ .

قَالَ (إِلَّا فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ خَاصَّةً) فَإِنَّ عَقْدَهُمْ عَلَى الْخَمْرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْعَصِيرِ، وَعَقْدُهُمْ عَلَى الْخِنْزِيرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الشَّاةِ ؛ لِأَنَّهَا أَمْوَالٌ فِي اعْتِقَادِهِمْ ؛ وَنَحْنُ أُمِرْنَا بِأَنْ نَتْرُكَهُمْ وَمَا يَعْتَقِدُونَ .دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ عُمَرَ: وَلُّوهُمْ بَيْعَهَا وَخُذُوا الْعُشْرَ مِنْ أَثْمَانِهَا .

فرمایا: اور اہل ذمہ خرید و فروخت کے احکام میں مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں اس طرح ہے کہ اہل ذمہ کو بتلا دو کہ ان کے لئے وہی ہوگا' جو مسلمانوں کے لئے ہے۔ اور جو مسلمانوں پر لازم ہے وہی ان پر لازم ہو گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح مکلف و محتاج ہیں جبکہ شراب و خنزیر میں خاص طور ہوں گے۔

شراب کا عقد کرنا ان کے لئے مسلمانوں پر شیرہ انگور کے عقد کی طرح ہو جائے گا' اور خنزیر پر ان سے عقد کرنا مسلمانوں کے

ہاں بکری کے عقد کی طرح ہو جائے گا' کیونکہ اہل ذمہ کے عقیدے کے مطابق شراب اور خنزیر مال ہے' جبکہ ہمیں اہل ذمہ کو ان کے عقائد سمیت چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی پر دلالت کرنے والا ہے کہ اہل ذمہ کو خمر و خنزیر کی بیع کرنے دو اور ان کی قیمت سے عشر وصول کرلو۔

ثمن کی ضمانت پر بیع کا حکم دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ بِعْ عَبْدَكَ مِنْ فُلَانٍ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَى أَنِّي ضَامِنٌ لَكَ خَمْسَمِائَةٍ مِنْ الثَّمَنِ سِوَى الْأَلْفِ فَفَعَلَ فَهُوَ جَائِزٌ وَيَأْخُذُ الْأَلْفَ مِنْ الْمُشْتَرِي وَالْخَمْسَمِائَةَ مِنْ الضَّامِنِ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَقُلْ مِنْ الثَّمَنِ جَازَ الْبَيْعُ بِأَلْفٍ وَلَا شَيْءَ عَلَى الضَّمِينِ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الزِّيَادَةَ فِي الثَّمَنِ وَالْمُثَمَّنِ جَائِزٌ عِنْدَنَا، وَتَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ تَغْيِيرٌ لِلْعَقْدِ مِنْ وَصْفٍ مَشْرُوعٍ إلَى وَصْفٍ مَشْرُوعٍ وَهُوَ كَوْنُهُ عَدْلًا أَوْ خَاسِرًا أَوْ رَابِحًا، ثُمَّ قَدْ لَا يَسْتَفِيدُ الْمُشْتَرِي بِهَا شَيْئًا بِأَنْ زَادَ فِي الثَّمَنِ وَهُوَ يُسَاوِي الْمَبِيعَ بِدُونِهَا فَيَصِحُّ اشْتِرَاطُهَا عَلَى الْأَجْنَبِيِّ كَبَدَلِ الْخُلْعِ لَكِنْ مِنْ شَرْطِهَا الْمُقَابَلَةُ تَسْمِيَةً وَصُورَةً، فَإِذَا قَالَ مِنْ الثَّمَنِ وُجِدَ شَرْطُهَا فَيَصِحُّ، وَإِذَا لَمْ يَقُلْ لَمْ يُوجَدْ فَلَمْ يَصِحَّ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کہا: اپنے غلام کو فلاں بندے کو ایک ہزار دراہم کے بدلے بیچ دو اور اس ہزار کے سوا میں سے پانچ سو دراہم کا میں ضامن ہوں گا۔ اور اس بندے ویسے ہی کر دیا تو یہ بیع جائز ہے۔ اور بیچنے والا ایک ہزار دراہم خریدار سے وصول کرے گا اور پانچ سو ضامن سے وصول کرے گا اور جب اس نے ثمن سے کہا ہے' تو ایک ہزار دراہم کے بدلے بیع جائز ہے۔ خریدار سے وہ ایک ہزار لے گا' اور ضامن پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے ہمارے نزدیک قیمت اور مبیع میں زیادتی کرنا جائز ہے اور یہ زیادتی اصل عقد کے ملنے والی ہے اور اس میں امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا اختلاف ہے' کیونکہ اس طرح عقد کو ایک مشروع وصف سے دوسرے مشروع وصف کے ساتھ تبدیل کرنے والی بات ہے اور وہ عقد کا برابر ہونا یا نقصان والا ہونا یا فائدے مند ہونا ہے۔ اور اسی طرح کبھی خریدار کو اس تبدیلی کے سبب فائدہ نہیں بھی ہوتا اور وہ اس لئے اس نے قیمت میں کچھ اضافہ کر دیا ہے حالانکہ قیمت زیادتی کے سوا ہی مبیع کے برابر ہے پس اجنبی پر زیادتی کی شرط لگانا درست نہیں ہے' جس طرح خلع کا بدلہ ہے۔

ہاں البتہ زیادتی میں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ ذکر کرنے اور صورت میں برابری پر ہو ہاں جب اس نے ثمن سے کہا ہے' تو اس میں زیادتی پائی جا رہی ہے لہٰذا وہ درست ہے اور جب اس نے ثمن سے ہے یہ نہ کہا تو شرط نہ پائی گئی لہذا اب زیادتی درست نہ ہو گی۔

قبضہ سے پہلے باندی کے نکاح ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى جَارِيَةً وَلَمْ يَقْبِضْهَا حَتّٰى زَوَّجَهَا فَوَطِئَهَا الزَّوْجُ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ) لِوُجُودِ سَبَبِ الْوِلَايَةِ، وَهُوَ الْمِلْكُ فِي الرَّقَبَةِ عَلَى الْكَمَالِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ.

(وَهٰذَا قَبْضٌ) لِأَنَّ وَطْءَ الزَّوْجِ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ فِعْلُهُ كَفِعْلِهِ (إِنْ لَمْ يَطَأْهَا فَلَيْسَ بِقَبْضٍ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَصِيرَ قَابِضًا؛ لِأَنَّهُ تَعْيِيبٌ حُكْمِيٌّ فَيُعْتَبَرُ بِالتَّعْيِيبِ الْحَقِيقِيِّ.

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ فِي الْحَقِيقِيِّ اسْتِيلَاءً عَلَى الْمَحَلِّ وَبِهِ يَصِيرُ قَابِضًا وَلَا كَذٰلِكَ الْحُكْمِيُّ فَافْتَرَقَا.

فرمایا: اور جب بندے نے کوئی باندی خریدی اور ابھی تک اس پر کوئی قبضہ بھی نہ کیا تھا کہ اس سے نکاح کیا اور شوہر نے اس سے وطی کی تو اس کا نکاح جائز ہے۔ کیونکہ ولایت کا سبب پایا جا رہا ہے اور مکمل طور پر رقبہ پر ملکیت پانا ہے اور اس پر مہر واجب ہے۔ اور یہی قبضہ ہے کیونکہ اس بندے کا وطی کر لینا یہ خریدار کی طرف سے دینا ہے پس شوہر کا عمل خریدار کی طرح ہو جائے گا اور اگر اس نے وطی نہیں کی تو اس کا قبضہ نہ ہوا جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا قبضہ ہو چکا ہے کیونکہ نکاح کرنا یہ حکمی طور پر عیب دار بنانا ہے پس اس حکمی طور عیب دار ہونے کا حقیقی طور پر عیب دار ہونے پر قیاس کیا جائے گا۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی عیب دار ہونا یہ محل پر غالب ہونا ہے۔ اور اسی سبب سے خریدار غالب آنے والا ہے جبکہ حکمی عیب میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ لہذا دونوں میں حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا۔

خریدار کا غلام کو خرید کر غائب ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا فَغَابَ فَأَقَامَ الْبَائِعُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ بَاعَهَا إِيَّاهُ، فَإِنْ كَانَتْ غَيْبَتُهُ مَعْرُوفَةً لَمْ يُبَعْ فِي دَيْنِ الْبَائِعِ) لِأَنَّهُ يُمْكِنُ إِيصَالُ الْبَائِعِ إِلَى حَقِّهِ بِدُونِ الْبَيْعِ، وَفِيهِ إِبْطَالُ حَقِّ الْمُشْتَرِي (وَإِنْ لَمْ يَدْرِ أَيْنَ هُوَ بِيعَ الْعَبْدُ وَأُوفِيَ الثَّمَنَ) لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِي ظَهَرَ بِإِقْرَارِهِ فَيَظْهَرُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي أَقَرَّ بِهِ مَشْغُولًا بِحَقِّهِ، وَإِذَا تَعَذَّرَ اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الْمُشْتَرِي يَبِيعُهُ الْقَاضِي فِيهِ كَالرَّاهِنِ إِذَا مَاتَ وَالْمُشْتَرِي إِذَا مَاتَ مُفْلِسًا وَالْمَبِيعُ لَمْ يُقْبَضْ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقَبْضِ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ لَمْ يَبْقَ مُتَعَلِّقًا بِهِ، ثُمَّ إِنْ فَضَلَ شَيْءٌ يُمْسَكُ لِلْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّهُ بَدَلُ حَقِّهِ وَإِنْ نَقَصَ يَتْبَعُ هُوَ أَيْضًا.

فرمایا: اور جب کوئی خریدار غلام کو خرید کر غائب ہو گیا اور وہ غلام کے بیچنے والا کے قبضہ میں ہی ہے اور بیچنے والا اس معاملہ پر شہادت قائم کی کہ اس نے یہ غلام بیچا ہے اور اگر اس خریدار کا غائب ہونا مشہور ہے تو اس غلام کو بیچنے والا کے قرض میں

فروخت نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس کو بیچنے کے بغیر بیچنے والا کا اپنے حق تک پہنچ جانا ممکن ہے' جبکہ اس میں خریدار کے حق کو باطل کرنا لازم آرہا ہے اور جب یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ خریدار کہاں ہے' تو غلام کو فروخت کر کے بیچنے والا کا ثمن ادا کر دیا جائے گا۔ کیونکہ خریدار کی ملکیت بیچنے والا کے اقرار کے سبب ظاہر ہوئی ہے پس اس کا ظہور اسی طرح کا ہوگا' جس طرح بیچنے والا کا اقرار ہوتا ہے یعنی اسی کے حق کے ساتھ مصروف ہو کر رہا ہے۔ اور جب خریدار سے بیچنے والا کے حق کو وصول کرنا ممکن نہ رہا ہو تو قاضی غلام کو بیچ کر اس کے حق کو پورا کر دے گا' جس طرح راہن جب وہ فوت ہو جاتا ہے اور خریدار جب مفلس ہو کر فوت ہو جاتا ہے' جبکہ مبیع پر اس کا قبضہ نہ ہو سکا ہو۔

جبکہ قبضہ ہو جانے کے بعد میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ اب بیچنے والا کا حق مبیع کے ساتھ نہ رہا ہاں جب اس کے بعد کچھ باقی رہ گیا ہے' تو اس کو خریدار کے لئے روک لیا جائے گا' کیونکہ وہ اسی کے حق کا بدلہ ہے اور اگر وہ تھوڑا ہو جائے' تو وہ خریدار کے ہی پیچھے پڑ جائے گا۔

دو خریداروں میں ایک کے غائب ہونے پر دوسرے کے اختیار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي اثْنَيْنِ فَغَابَ اَحَدُهُمَا فَلِلْحَاضِرِ اَنْ يَدْفَعَ الثَّمَنَ كُلَّهُ وَيَقْبِضَهُ، وَإِذَا حَضَرَ الْآخَرُ لَمْ يَأْخُذْ نَصِيبَهُ حَتّٰى يَنْقُدَ شَرِيكُهُ الثَّمَنَ كُلَّهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: اِذَا دَفَعَ الْحَاضِرُ الثَّمَنَ كُلَّهُ لَمْ يَقْبِضْ اِلَّا نَصِيبَهُ وَكَانَ مُتَطَوِّعًا بِمَا اَدّٰى عَنْ صَاحِبِهِ) لِاَنَّهُ قَضٰى دَيْنَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اَمْرِهِ فَلَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ وَهُوَ اَجْنَبِيٌّ عَنْ نَصِيبِ صَاحِبِهِ فَلَا يَقْبِضُهُ .

وَلَهُمَا اَنَّهُ مُضْطَرٌّ فِيهِ لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الِانْتِفَاعُ بِنَصِيبِهِ اِلَّا بِاَدَاءِ جَمِيعِ الثَّمَنِ ; لِاَنَّ الْبَيْعَ صَفْقَةٌ وَاحِدَةٌ، وَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ مَا بَقِيَ شَيْءٌ مِنْهُ، وَالْمُضْطَرُّ يَرْجِعُ كَمُعِيرِ الرَّهْنِ، وَإِذَا كَانَ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ عَلَيْهِ كَانَ لَهُ حَقُّ الْحَبْسِ عَنْهُ اِلٰى اَنْ يَسْتَوْفِيَ حَقَّهُ كَالْوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ اِذَا قَضَى الثَّمَنَ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ .

فرمایا: اور جب خریدار دو ہیں اور ان میں سے ایک غائب ہو گیا ہے' تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وہ پوری قیمت دیتے ہوئے غلام پر قبضہ کرلے' لیکن جب دوسرا خریدار حاضر ہو گیا' تو وہ اپنے شریک کو اپنے حصے کی قیمت دینے سے پہلے اپنا حصہ نہیں دے گا' اور طرفین کی قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب موجود خریدار پوری قیمت ادا کر دے تب بھی وہ صرف اپنے حصے پر قبضہ کرے گا' اور اپنے ساتھی کی جانب سے ادا کردہ قیمت پر وہ احسان کرنے والا ہوگا' اور وہ اس طرح ہوگا کہ اس نے اپنے ساتھی کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا ہے لہٰذا وہ اس سے واپس نہ لے گا' اور وہ اپنے ساتھی کے حصے کے حق میں اجنبی ہے پس وہ اس پر

قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر ہونے والا شریک یہ پوری قیمت ادا کرنے پر مجبور ہے' کیونکہ پوری قیمت ادا کیے بغیر اس کو اپنے حصے سے بھی فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے' کیونکہ بیع ایک ہی معاملہ ہے۔ اور جب تک قیمت میں سے کچھ باقی ہے تب تک بیچنے والا مبیع روکنے کا حق حاصل ہے' جبکہ مجبور شخص واپس لے سکتا ہے' جس طرح بطور ادھار رہن دینے والا ہے اور جب شریک حاضر کو غائب سے واپس لینے کا حق ہے' تو اس کو اپنا پورا حق لینے تک غائب شریک سے مبیع روکنے کا حق بھی رہے گا۔ جس طرح وکیل بہ شراء جب اپنے ہی مال قیمت ادا کرنے والا ہو۔

ایک ہزار سونے چاندی سے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِاَلْفِ مِثْقَالِ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ فَهُمَا نِصْفَانِ) لِاَنَّهُ اَضَافَ الْمِثْقَالَ اِلَيْهِمَا عَلَى السَّوَاءِ فَيَجِبُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسُمِائَةِ مِثْقَالٍ لِعَدَمِ الْاَوْلَوِيَّةِ، وَبِمِثْلِهِ لَوْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِاَلْفٍ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ يَجِبُ مِنَ الذَّهَبِ مَثَاقِيلُ وَمِنْ الْفِضَّةِ دَرَاهِمُ وَزْنُ سَبْعَةٍ لِاَنَّهُ اَضَافَ الْاَلْفَ اِلَيْهِمَا فَيَنْصَرِفُ اِلَى الْوَزْنِ الْمَعْهُودِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا .

فرمایا اور جب کسی بندے نے ایک ہزار مثقال سونے اور چاندی کے بدلے میں باندی کو خریدا تو وہ دونوں نصف نصف واجب ہو جائیں گے کیونکہ خریدار سونے اور چاندی دونوں کی جانب برابری کے ساتھ مثقال کی نسبت کرنے والا ہے پس ان میں سے ہر ایک میں سے پانچ پانچ سو مثقال واجب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اولویت نہیں ہے اور مسئلہ کی طرح یہ بھی ہے کہ جب کسی نے ایک ہزار سونے چاندی کے بدلے باندی کو خریدا تو سونے میں سے مثقال واجب ہو جائیں گے جبکہ چاندی میں سے وزن سبعہ والے دراہم واجب ہوں گے کیونکہ خریدار ایک ہزار کو دونوں کی جانب مضاف کیا ہے پس ان دونوں میں سے ہر ایک کی جانب بیان کردہ وزن مشہور کی طرف مضاف ہوگا۔

اصلی دراہم والے قرض خواہ کو نقلی دراہم ملنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ جِيَادٍ فَقَضَاهُ زُيُوفًا وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَاَنْفَقَهَا اَوْ هَلَكَتْ فَهُوَ قَضَاءٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: يَرُدُّ مِثْلَ زُيُوفِهِ وَيَرْجِعُ بِدَرَاهِمِهِ) لِاَنَّ حَقَّهُ فِي الْوَصْفِ مَرْعِيٌّ كَهُوَ فِي الْاَصْلِ، وَلَا يُمْكِنُ رِعَايَتُهُ بِاِيجَابِ ضَمَانِ الْوَصْفِ لِاَنَّهُ لَا قِيمَةَ لَهُ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهِ فَوَجَبَ الْمَصِيرُ اِلَى مَا قُلْنَا .

وَلَهُمَا اَنَّهُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهِ .

حَتّٰی لَوْ تَجَوَّزَ بِهٖ فِیْمَا لَا یَجُوْزُ الْاِسْتِبْدَالُ جَازَ فَیَقَعُ بِهِ الْاِسْتِیْفَاءُ وَلَا یَبْقٰی حَقُّهٗ اِلَّا فِی الْجَوْدَةِ، وَلَا یُمْکِنُ تَدَارُکُهَا بِاِیْجَابِ ضَمَانِهَا لِمَا ذَکَرْنَا، وَکَذَا بِاِیْجَابِ ضَمَانِ الْاَصْلِ لِاَنَّهٗ اِیْجَابٌ لَهٗ عَلَیْهِ وَلَا نَظِیْرَ لَهٗ .

فرمایا اور جب کسی بندے کے کسی پر دس اصلی دراہم ہیں جبکہ قرض دار نے اس کو نقلی دراہم دے دیے ہیں اور قرض خواہ کو اس کا پتہ بھی نہ چلا اور اس نے ان کو خرچ کر دیا ہے یا وہ ضائع ہو گئے' تو طرفین کے نزدیک یہ ادائیگی ہو جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا: قرض خواہ اس قرض دار کو انہی جیسے نقلی دراہم واپس کر کے اس سے اپنے دراہم وصول کرے کیونکہ جس طرح اصل میں قرض خواہ کے حق کا تحفظ کیا گیا ہے اسی طرح وصف میں قرض خواہ کے حق کا تحفظ کیا جائے گا' جبکہ وصف کا ضمان واجب کو ادا کیے بغیر ممکن نہیں ہے' کیونکہ ہم جنس کے مقابلہ کے وقت اس کی کوئی قیمت باقی رہنے والی نہیں ہے۔ پس ہماری بیان کردہ علت کی طرف لوٹ کر آنا ہو گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نقلی دراہم بھی اس کے حق میں جنس میں سے ہیں حتیٰ کہ اس نے جب اس عقد میں چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے ان کو رکھ لیا ہے' تو اب ان دراہم کو بدلنا جائز نہیں ہے' تو جائز یہ ہو جائے گا کہ اس کی وصولی ثابت ہو جائے گی ہاں البتہ قرض خواہ کا حق صرف ان کے عمدہ ہونے میں باقی رہے گا' اور عمدہ ہونے میں ضمان واجب کرتے ہوئے اس کا ازالہ ممکن نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اصل میں ضمان واجب کر کے بھی ممکن نہیں ہے' کیونکہ یہ تو خود قرض پر واجب کرنا لازم آئے گا' اور اس کی کوئی مثال تک بھی نہیں ہے۔

کسی شخص کی زمین پر جنم لینے والے بچہ کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَفْرَخَ طَیْرٌ فِیْ اَرْضِ رَجُلٍ فَهُوَ لِمَنْ اَخَذَهٗ) وَکَذَا اِذَا بَاضَ فِیْهَا (وَکَذَا اِذَا تَکَنَّسَ فِیْهَا ظَبْیٌ) لِاَنَّهٗ مُبَاحٌ سَبَقَتْ یَدُهٗ اِلَیْهِ وَلِاَنَّهٗ صَیْدٌ وَاِنْ کَانَ یُؤْخَذُ بِغَیْرِ حِیْلَةٍ وَالصَّیْدُ لِمَنْ اَخَذَهٗ، وَکَذَا الْبَیْضُ ؛ لِاَنَّهٗ اَصْلُ الصَّیْدِ وَلِهٰذَا یَجِبُ الْجَزَاءُ عَلَی الْمُحْرِمِ بِکَسْرِهٖ اَوْ شَیِّهٖ، وَصَاحِبُ الْاَرْضِ لَمْ یُعِدَّ اَرْضَهٗ فَصَارَ کَنَصْبِ شَبَکَةٍ لِلْجَفَافِ وَکَذَا اِذَا دَخَلَ الصَّیْدُ دَارَهٗ اَوْ وَقَعَ مَا نُثِرَ مِنَ السُّکَّرِ وَالدَّرَاهِمِ فِیْ ثِیَابِهٖ مَا لَمْ یَکُفَّهٗ اَوْ کَانَ مُسْتَعِدًّا لَهٗ، بِخِلَافِ مَا اِذَا عَسَّلَ النَّحْلُ فِیْ اَرْضِهٖ لِاَنَّهٗ عُدَّ مِنْ اَنْزَالِهٖ فَیَمْلِکُهٗ تَبَعًا لِاَرْضِهٖ کَالشَّجَرِ النَّابِتِ فِیْهَا وَالتُّرَابِ الْمُجْتَمِعِ فِیْ اَرْضِهٖ بِجَرَیَانِ الْمَاءِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

فرمایا اور جب کسی شخص کی زمین میں کسی پرندے نے بچے کو جنم دیا تو وہ پکڑنے والا کا ہو گا' اور اسی طرح جب پرندے نے زمین میں انڈا دیا ہے اور اسی طرح جب اس میں ہرن نے گھر بنایا ہے' کیونکہ یہ مباح شئی ہے اور پکڑنے والا کا ہاتھ سب سے پہلے اس تک پہنچنے والا ہے۔ کیونکہ یہ بھی شکار ہے' اگرچہ وہ کسی ذریعے کے بغیر پکڑا گیا ہے اور شکار تو پکڑنے والا کا ہی ہوا کرتا

ہے۔ اور انڈوں کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ وہ شکار کی اصل ہے۔

اسی دلیل کے سبب انڈا توڑنے یا ابالنے کے سبب محرم پر جزا واجب ہو جاتی ہے' جبکہ زمین والے نے اس کام کے لئے تھوڑا اپنی زمین کو بنا رکھا ہے؟ پس یہ سکھانے کے لئے جال پھیلانے کی مانند ہو جائے گا۔

اسی طرح جب کسی بندے کے گھر میں شکار داخل ہو گیا ہے یا بکھری ہوئی شکر یا دراہم کسی کے کپڑوں میں گر گئے ہیں' تو کپڑوں والا اس وقت ان کا مالک نہ ہوگا' جب تک وہ ان کو روک نہ لے یا وہ اسی مقصد کے لئے کپڑوں کو پھیلائے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کسی شخص کی زمین میں شہد کی مکھیوں نے شہد کا چھتہ لگایا ہے' کیونکہ شہد زمین کی پیداوار میں شمار کیا جاتا ہے پس زمین والا اپنی زمین کے تابع کرتے ہوئے وہ اس کا شہد کا مالک بھی بن جائے گا' جس طرح درخت جو اس کی زمین میں اگنے والا ہے اور وہ مٹی جو بہاؤ کے سبب بہہ کر اس کی زمین میں آ چکی ہے۔

كِتَابُ الصَّرْف

﴿یہ کتاب بیع صرف کے بیان میں ہے﴾

کتاب بیع صرف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب صرف میں ان بیوع کا ذکر ہے۔ جن میں قیود زیادہ ہیں جبکہ ان کا وقوع کم ہے لہٰذا جن بیوع کا وقوع زیادہ ہوتا ہے ان کو مقدم ذکر کیا ہے اور جن کا وقوع کم ہوتا ہے ان کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح جب بیع دو اثمان کی ہو تو وہ ثمن تبع میں دوسری بیع کے مقاصد اصلیہ کو متضمن ہوگی۔ اس سے ہماری مراد مبیعات ہیں۔ جس کا ذکر مصنف علیہ الرحمہ نے بطور لغت و شرع بیان کر دیا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب صرف، ج ۱۶، ص ۵۸، بیروت)

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو بیع سلم سے مؤخر ذکر کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سلم میں بیع صرف کا معنی بطور اول پایا جا رہا ہے جبکہ سلم کے معانی میں سے کوئی ایک اعتبار سے اس میں معنی پایا جاتا ہے اسی مناسبت کے سبب اس کو بیع سلم سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب صرف، ج ۹، ص ۴۸۸، بیروت)

بیع صرف کی تعریف کا بیان

اور بیع صرف یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلاً چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور مبیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہو جائے کسی کی طرف سے اُدھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع صرف کے ارکان وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں۔

(فتح القدیر، کتاب صرف، بیروت)

بیع صرف کے شرعی مآخذ کا بیان

(۱) حضرت عمرو بن دینا، ابوالمنہال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں صرف کی بیع کرتا تھا، میں نے زید بن ارقم سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بواسطہ حجاج بن محمد، ابن جریج، عمرو بن دینار، اور عامر بن مصعب نے بیان کیا کہ ان دونوں نے ابوالمنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ

ﷺ سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہے تو بہتر نہیں۔

(صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1949)

(۲) حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی میں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے اسی طرح فرمایا ہے؟ ہم نے ان کی طرف لکھیں گے تو وہ تم کو ایسا فتوی نہ دیں گے اور کہا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے پاس بعض جوان کھجور لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس پر تعجب کیا اور فرمایا ہماری زمینوں کی کھجوریں تو ایسی نہیں ہیں اس نے کہا ہماری زمین کی کھجوروں یا ہمارے اس سال کی کھجوروں کو کچھ عیب آ گیا تھا میں نے یہ کھجوریں لیں اور اس کے عوض میں کچھ زیادہ کھجوریں دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے زیادہ دیا اور سود دیا اب ان کے قریب نہ جانا جب تجھے اپنی کھجوروں میں کچھ عیب معلوم ہو تو ان کو بیچ ڈال پھر کھجور میں سے جس کا تو ارادہ کرے خرید لے۔

(صحیح مسلم: جلددوم: حدیث نمبر 1593)

(۳) حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر، حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے۔

اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباسؓ کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا پہلا قول ہی صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی: جلداول: حدیث نمبر 1258)

(۴) حضرت مالک بن اوس حدثان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں یہ کہتا ہوا آیا کہ کون دراہم کی بیع صرف کرے گا طلحہ بن عبیداللہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر ٹھہر کر آنا جب ہمارا خزانچی آئے گا تو ہم دراہم دیدیں گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا یا تم اس کو چاندی ابھی دو یا اس کا سونا اسے واپس کردو اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا چاندی سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے الا یہ کہ نقد در نقد ہو۔

(سنن ابن ماجہ: جلددوم: حدیث نمبر 418)

بیع صرف کا معنی وفقہی مفہوم

قَالَ (اَلصَّرْفُ هُوَ الْبَيْعُ اِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ عِوَضَيْهِ مِنْ جِنْسِ الْاَثْمَانِ) سُمِّيَ بِهِ لِلْحَاجَةِ اِلَى النَّقْلِ فِي بَدَلَيْهِ مِنْ يَدٍ اِلَى يَدٍ. وَالصَّرْفُ هُوَ النَّقْلُ وَالرَّدُّ لُغَةً، اَوْ لِاَنَّهُ لَا يُطْلَبُ مِنْهُ اِلَّا الزِّيَادَةَ اِذْ لَا يُنْتَفَعُ بِعَيْنِهِ، وَالصَّرْفُ هُوَ الزِّيَادَةُ لُغَةً كَذَا قَالَهُ الْخَلِيلُ وَمِنْهُ سُمِّيَتْ الْعِبَادَةُ النَّافِلَةُ صَرْفًا.

قَالَ (فَاِنْ بَاعَ فِضَّةً بِفِضَّةٍ اَوْ ذَهَبًا بِذَهَبٍ لَا يَجُوزُ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَاِنْ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبًا) اَلْحَدِيثَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جَيِّدُهَا وَرَدِيئُهَا سَوَاءٌ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ.

فرمایا: صرف بیع یہ ہے کہ اس کے دونوں اعواض میں سے ہر ایک ثمن کی جنس میں سے ہو۔ اور اسکا نام صرف اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرح بدل میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ لغت میں منتقل کرنے اور پھیر دینے کو صرف کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس سبب سے کہ اس میں محض زیادتی مقصود ہوا کرتی ہے اس لئے کہ اس کے عین سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ اور لغت میں زیادتی کو صرف کہتے ہیں اور امام النحو خلیل نحوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور دلیل کے سبب نفلی عبادات کو بھی صرف کہا جاتا ہے۔

فرمایا اور جب کسی نے چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے بیچا تو یہ جائز نہیں ہے ہاں البتہ جب برابر برابر ہو خواہ وہ عمدہ ہونے اور ڈھلائی میں مختلف ہوں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے برابر برابر، وزن بہ وزن اور ہاتھ بہ ہاتھ فروخت کیا جائے اور زیادتی سود ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اموال اچھا یا ردی ہونا برابر ہے اور کتاب بیوع میں ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔

افتراق سے پہلے دونوں اعواض پر قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ قَبْلَ الْاِفْتِرَاقِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَاِنْ اسْتَنْظَرَكَ اَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ فَلَا تُنْظِرْهُ، وَلِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ اَحَدِهِمَا لِيَخْرُجَ الْعَقْدُ عَنْ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ ثُمَّ لَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ الْآخَرِ تَحْقِيقًا لِلْمُسَاوَاةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا، وَلِاَنَّ اَحَدَهُمَا لَيْسَ بِاَوْلَى مِنْ الْآخَرِ فَوَجَبَ قَبْضُهُمَا سَوَاءٌ كَانَا يَتَعَيَّنَانِ كَالْمَصُوغِ اَوْ لَا يَتَعَيَّنَانِ كَالْمَضْرُوبِ اَوْ يَتَعَيَّنُ اَحَدُهُمَا وَلَا يَتَعَيَّنُ الْآخَرُ لِاِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّهُ اِنْ كَانَ يَتَعَيَّنُ فَفِيهِ شُبْهَةُ عَدَمِ

التَّعْيِينِ لِكَوْنِهِ ثَمَنًا خِلْقَةً فَيُشْتَرَطُ قَبْضُهُ اعْتِبَارًا لِلشُّبْهَةِ فِي الرِّبَا، وَالْمُرَادُ مِنْهُ الِافْتِرَاقُ بِالْأَبْدَانِ، حَتَّى لَوْ ذَهَبَا عَنِ الْمَجْلِسِ يَمْشِيَانِ مَعًا فِي جِهَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْ نَامَا فِي الْمَجْلِسِ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِمَا لَا يَبْطُلُ الصَّرْفُ لِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَإِنْ وَثَبَ مِنْ سَطْحٍ فَثِبْ مَعَهُ، وَكَذَا الْمُعْتَبَرُ مَا ذَكَرْنَاهُ فِي قَبْضِ رَأْسِ مَالِ السَّلَمِ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْمُخَيَّرَةِ لِأَنَّهُ يَبْطُلُ بِالْإِعْرَاضِ فِيهِ .

فرمایا: الگ ہونے سے پہلے ہی دونوں اعواض پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اسی حدیث کے سبب جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب کہ اگر وہ تم سے اپنے گھر میں داخل ہونے کی بھی مہلت طلب کرے تو اس کو مہلت نہ دو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ دونوں اعواض میں سے کسی ایک عوض پر تو قبضہ ضروری ہے تاکہ یہ عقد کالی بہ کالی ہونے سے بچ جائے اور البتہ برابری کرنے کے لئے بھی قبضہ ضروری ہے تاکہ سود نہ بنے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ دونوں اعواض میں سے کوئی بھی دوسرے سے افضل نہیں ہے پس دونوں پر قبضہ ضروری ہے اگر وہ دونوں معین ہو جانے والے ہوں جس طرح ڈھل جانے والی چیز ہے یا وہ معین ہونے والے نہ ہوں جس طرح ڈھلہ ہوا سکہ ہے یا ان میں سے ایک معین ہونے والا ہے جبکہ دوسرا معین ہونے والا نہیں ہے۔ اسی حدیث کے مطلق ہونے کے سبب جس کو روایت کر چکے ہیں۔

اور جب وہ معین ہو جاتا ہے تو بھی اس میں عدم تعین کا شبہ ہے کیونکہ وہ پیدائشی طور پر ثمن ہے پس شبہ بہ ربو کرتے ہوئے اس پر قبضہ کرنا شرط ہوگا۔ اور جدا ہونے سے مراد اجسام کی جدائی ہے حتیٰ کہ جب عقد کرنے والے دونوں اٹھ کر مجلس سے ایک جانب چلے گئے یا وہ دونوں مجلس میں سو گئے یا دونوں پر بے ہوشی طاری ہوگئی ہے تو ان صورتوں میں بیع صرف کا عقد باطل نہ ہوگا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب ایک عقد کرنے والا چھت سے چھلانگ لگائے تو تم سے چھلانگ لگا دو اور جس طرح ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ بیع سلم کے عقد کے رأس المال پر قبضہ کرنے میں اعتبار کرلیا جاتا ہے بہ خلاف اختیار دیئے گئے کے اختیار کے کیونکہ وہ اعراض کے سبب باطل ہونے والا ہے۔

سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان

(وَإِنْ بَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ جَازَ التَّفَاضُلُ) لِعَدَمِ الْمُجَانَسَةِ (وَوَجَبَ التَّقَابُضُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إلَّا هَاءَ وَهَاءَ) (فَإِنْ افْتَرَقَا فِي الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا بَطَلَ الْعَقْدُ) لِفَوَاتِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْقَبْضُ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِيهِ وَلَا الْأَجَلُ لِأَنَّ بِأَحَدِهِمَا لَا يَبْقَى الْقَبْضُ مُسْتَحَقًّا وَبِالثَّانِي يَفُوتُ الْقَبْضُ الْمُسْتَحَقُّ، إلَّا إذَا أَسْقَطَ الْخِيَارُ فِي الْمَجْلِسِ فَيَعُودُ إلَى الْجَوَازِ لِارْتِفَاعِهِ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ وَفِيهِ خِلَافُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ .

اور جب سونے کو چاندی کے بدلے فروخت کیا تو اس میں زیادتی جائز ہے کیونکہ ہم جنس ہونا معدوم ہے اور باہم قبضہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے سود ہیں لیکن جب وہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اس کے بعد جب عقد کرنے والے دونوں اعواض یا ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے الگ ہو گئے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ شرط قبضہ فوت ہو گئی ہے اور اسی سبب سے اس میں خیار کی شرط لگانی جائز نہیں ہے اور نہ ہی میعاد کی شرط جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک میں قبضہ کا حق نہیں رہتا اور دوسرے سے قبضہ کا حق بھی فوت ہونے والا ہے ہاں جب عقد مجلس میں خیار کو ساقط کرنے والا ہے تو وہ عقد جواز کی طرف لوٹنے والا ہے کیونکہ فساد پکا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہے اور اس میں امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔

ثمن صرف میں قبضہ سے پہلے عدم تصرف کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي ثَمَنِ الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِهِ، حَتَّى لَوْ بَاعَ دِينَارًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَلَمْ يَقْبِضْ الْعَشَرَةَ حَتَّى اشْتَرَى بِهَا ثَوْبًا فَالْبَيْعُ فِي الثَّوْبِ فَاسِدٌ) لِأَنَّ الْقَبْضَ مُسْتَحَقٌّ بِالْعَقْدِ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى، وَفِي تَجْوِيزِهِ فَوَاتُهُ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَجُوزَ الْعَقْدُ فِي الثَّوْبِ كَمَا نُقِلَ عَنْ زُفَرَ، لِأَنَّ الدَّرَاهِمَ لَا تَتَعَيَّنُ فَيَنْصَرِفُ الْعَقْدُ إلَى مُطْلَقِهَا، وَلَكِنَّا نَقُولُ: الثَّمَنُ فِي بَابِ الصَّرْفِ مَبِيعٌ لِأَنَّ الْبَيْعَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَلَا شَيْءَ سِوَى الثَّمَنَيْنِ فَيُجْعَلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَبِيعًا لِعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ وَبَيْعُ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ، وَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَةِ كَوْنِهِ مَبِيعًا أَنْ يَكُونَ مُتَعَيِّنًا كَمَا فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ.

فرمایا: اور صرف کی ثمن میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک دینار دس دراہم کے بدلے میں بیچا اور دس دراہم پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ ان کے بدلے میں کوئی کپڑا خرید لیا تو کپڑے میں بیع فاسد ہے کیونکہ عقد کے سبب قبضہ اللہ کے حق کے سبب واجب ہونے والا ہے جبکہ اس بیع کو جائز قرار دینے کی وجہ سے اس کے حق کا فوت ہونا ضروری آئے گا جبکہ مناسب تو یہ تھا کپڑے میں بیع جائز ہو جاتی۔ جس طرح امام زفر علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کیونکہ دراہم معین نہیں ہوا کرتے پس مطلق عقد دراہم کی طرف لوٹنے والا ہے۔

مگر ہم کہیں گے کہ صرف کے باب میں ثمن مبیع ہوتی ہے اس لئے بیع کے لئے مبیع ہونا ضروری ہے۔ جبکہ دونوں اثمان کے سوا تو وہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ پس اولیت کے معدوم ہونے کے سبب ہر ایک ثمن کو مبیع قرار دیں گے۔ اور قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کی بیع جائز نہیں ہے جبکہ اس کے مبیع ہونے کے سبب اس کا معین ہونا ضروری نہ آئے گا جس طرح مسلم الیہ میں ہوتا ہے۔

سونے کو چاندی کے بدلے اندازے سے بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً) لِأَنَّ الْمُسَاوَاةَ غَيْرُ مَشْرُوطَةٍ فِيهِ وَلَكِنْ يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ بَيْعِهِ بِجِنْسِهِ مُجَازَفَةً لِمَا فِيهِ مِنْ احْتِمَالِ الرِّبَا.

ترجمہ فرمایا: اور سونے کو چاندی کے بدلے میں انداز ے سے بیچنا جائز ہے کیونکہ اس میں برابری کی شرط نہیں ہے جبکہ مجلس عقد میں قبضہ شرط ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں جبکہ اسی کے برخلاف کہ ہم جنس کو انداز ے سے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

بیچنے والا کے ظاہری حال کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً قِيمَتُهَا أَلْفُ مِثْقَالٍ فِضَّةٍ وَفِي عُنُقِهَا طَوْقُ فِضَّةٍ قِيمَتُهُ أَلْفُ مِثْقَالٍ بِأَلْفَي مِثْقَالٍ فِضَّةٍ وَنَقَدَ مِنَ الثَّمَنِ أَلْفَ مِثْقَالٍ ثُمَّ افْتَرَقَا فَالَّذِي نَقَدَ ثَمَنُ الْفِضَّةِ) لِأَنَّ قَبْضَ حِصَّةِ الطَّوْقِ وَاجِبٌ فِي الْمَجْلِسِ لِكَوْنِهِ بَدَلَ الصَّرْفِ، وَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْإِتْيَانُ بِالْوَاجِبِ (وَكَذَا لَوْ اشْتَرَاهَا بِأَلْفَيْ مِثْقَالٍ أَلْفٍ نَسِيئَةً وَأَلْفٍ نَقْدًا فَالنَّقْدُ ثَمَنُ الطَّوْقِ) لِأَنَّ الْأَجَلَ بَاطِلٌ فِي الصَّرْفِ جَائِزٌ فِي بَيْعِ الْجَارِيَةِ، وَالْمُبَاشَرَةُ عَلَى وَجْهِ الْجَوَازِ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنْهُمَا (وَكَذَلِكَ إنْ بَاعَ سَيْفًا مُحَلًّى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَحِلْيَتُهُ خَمْسُونَ فَدَفَعَ مِنَ الثَّمَنِ خَمْسِينَ جَازَ الْبَيْعُ وَكَانَ الْمَقْبُوضُ حِصَّةَ الْفِضَّةِ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ ذَلِكَ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَلِكَ إنْ قَالَ : خُذْ هَذِهِ الْخَمْسِينَ مِنْ ثَمَنِهِمَا) لِأَنَّ الِاثْنَيْنِ قَدْ يُرَادُ بِذِكْرِهِمَا الْوَاحِدُ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ) وَالْمُرَادُ أَحَدُهُمَا فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ لِظَاهِرِ حَالِهِ .

ترجمہ فرمایا: اور جب کسی بندے نے دو ہزار مثقال چاندی کی ایسی باندی کو خریدا کہ جس کی قیمت ایک ہزار مثقال چاندی ہے اور اس کی گلے میں چاندی کا لاکٹ ہے جس کی قیمت بھی ایک ہزار مثقال ہے اور خریدنے والے ایک ہزار ثمن نقد ادا کر دی ہے اس کے دونوں مجلس سے الگ ہو گئے تو خریدار کو قیمت دی تھی وہ لاکٹ کی قیمت ہے کیونکہ حصہ لاکٹ پر قبضہ کرنا مجلس عقد میں واجب ہے کیونکہ وہی صرف کا بدل ہے اور بیچنے والا کا ظاہری حال بھی یہی ہے کیونکہ اس نے واجب کو ادا کر دیا ہے اور اسی طرح جب خریدار نے باندی اور لاکٹ دونوں کو دو ہزار مثقال کے بدلے میں خریدا اور اس نے ہزار نقد جبکہ ایک ہزار ادھار کیا اور جب ایک ہزار نقد ہے تو یہ لاکٹ کی قیمت ہے کیونکہ صرف میں میعاد باطل ہے اور باندی کی بیع جائز ہے اور عاقدین کا ظاہری حال بھی اسی طرح کا ہے کیونکہ وہ جائز طریقے پر عقد کا ارتکاب کریں گے۔

اور اسی طرح جب کسی نے چاندی سے مرصع ایک سو دراہم کے بدلے میں ایک تلوار کو بیچا جبکہ اس کا حلیہ پچاس دراہم کا ہے اور خریدار نے ثمن میں سے پچاس دراہم ادا کر دیے تو بیع جائز ہے اور قبضہ میں آنے والی چاندی حلیہ کا حصہ ہے خواہ اس نے اس کو بیان بھی نہ کیا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اسی طرح جب خریدار نے یہ کہا کہ یہ پچاس دراہم دونوں کی قیمت میں سے وصول کر لو کیونکہ کبھی کبھی دو کو ذکر کرنے سے مراد ایک بھی ہوا کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ان دونوں سمندروں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں اور ان میں سے ایک

ہی مراد ہے پس ظاہری حالت کے سبب ایک ہی پرمحمول کیا جائے گا۔

قبضہ سے پہلے افتراق سبب ابطال عقد ہے

(فَإِنْ لَمْ يَتَقَابَضَا حَتَّى افْتَرَقَا بَطَلَ الْعَقْدُ فِي الْحِلْيَةِ) لِأَنَّهُ صَرْفٌ فِيهَا (وَكَذَا فِي السَّيْفِ إِنْ كَانَ لَا يَتَخَلَّصُ إِلَّا بِضَرَرٍ) لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ تَسْلِيمُهُ بِدُونِ الضَّرَرِ وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ إِفْرَادُهُ بِالْبَيْعِ كَالْجِذْعِ فِي السَّقْفِ (وَإِنْ كَانَ يَتَخَلَّصُ بِغَيْرِ ضَرَرٍ جَازَ الْبَيْعُ فِي السَّيْفِ وَبَطَلَ فِي الْحِلْيَةِ) لِأَنَّهُ أَمْكَنَ إِفْرَادُهُ بِالْبَيْعِ فَصَارَ كَالطَّوْقِ وَالْجَارِيَةِ، وَهَذَا إِذَا كَانَتِ الْفِضَّةُ الْمُفْرَدَةُ أَزْيَدَ مِمَّا فِيهِ، فَإِنْ كَانَتْ مِثْلَهُ أَوْ أَقَلَّ مِنْهُ أَوْ لَا يَدْرِي لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ لِلرِّبَا أَوْ لِاحْتِمَالِهِ، وَجِهَةُ الصِّحَّةِ مِنْ وَجْهٍ وَجِهَةُ الْفَسَادِ مِنْ وَجْهَيْنِ فَتَرَجَّحَتْ .

پس جب وہ دونوں قبضہ کرنے سے پہلے ہی الگ ہو گئے تو حلیہ میں عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ حلیہ میں یہ بیع صرف ہے اور اسی طرح تلوار میں بھی یہ عقد باطل ہو جائے گا جبکہ وہ نقصان کے بغیر وہ الگ نہ ہو سکے ہوں کیونکہ نقصان کے سوا تلوار کو سپرد کرنا ممکن نہیں ہے اسی سبب سے اکیلی تلوار کو بیچنا جائز نہیں ہے جس طرح چھت کا چھتیر ہے ہاں جب بغیر کسی نقصان کے تلوار سے اس کا حلیہ الگ ہو جاتا ہے تو اب تلوار کی بیع بھی جائز ہے اور حلیہ میں باطل ہوگی کیونکہ اب اکیلی تلوار کو بیچنا ممکن ہے پس یہ لاکٹ اور باندی کی طرح ہو جائے گا۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب علیحدہ چاندی جو کہ مبیع میں لگی ہوئی چاندی کے سوا ہو۔ پس جب وہ اس کے برابر یا اس سے کم ہے یا اس کی مقدار معلوم نہیں ہے تو سود یا سود کے احتمال کے سبب بیع جائز نہ ہوگی۔ جبکہ صحیح ہونے کا ایک ہی راستہ ہے اور فساد کے دو راستے ہیں پس فساد کو ترجیح دی جائے گی۔

بیع صرف میں چاندی کے برتن بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ إِنَاءَ فِضَّةٍ ثُمَّ افْتَرَقَا وَقَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهِ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيمَا لَمْ يُقْبَضْ وَصَحَّ فِيمَا قُبِضَ وَكَانَ الْإِنَاءُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا) لِأَنَّهُ صَرْفٌ كُلُّهُ فَصَحَّ فِيمَا وُجِدَ شَرْطُهُ وَبَطَلَ فِيمَا لَمْ يُوجَدْ وَالْفَسَادُ طَارِئٌ لِأَنَّهُ يَصِحُّ ثُمَّ يَبْطُلُ بِالِافْتِرَاقِ فَلَا يَشِيعُ .

قَالَ (وَلَوْ اُسْتُحِقَّ بَعْضُ الْإِنَاءِ فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْبَاقِيَ بِحِصَّتِهِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ) لِأَنَّ الشَّرِكَةَ عَيْبٌ فِي الْإِنَاءِ .

(وَمَنْ بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ ثُمَّ اُسْتُحِقَّ بَعْضُهَا أَخَذَ مَا بَقِيَ بِحِصَّتِهَا وَلَا خِيَارَ لَهُ) لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّبْعِيضُ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے چاندی کا برتن بیچا اس کے بعد عقد کرنے والے الگ ہو گئے اور بیچنے والا بعض ثمن پر

قبضہ کر چکا ہے اور جس میں قبضہ نہ ہوا اس میں بیع باطل ہو جائے گی اور قبضہ والے حصے میں درست ہوگی اور وہ برتن ان دونوں کے درمیان مشترکہ رہے گا کیونکہ یہی پورا عقد صرف ہے پس جس مقدار میں صرف کی شرط پائی جارہی ہے اس میں عقد درست ہوگا اور جس میں شرط نہ پائی گئی اس سے عقد صرف باطل ہو جائے گا اور یہ طاری ہونے والا فساد ہے کیونکہ عقد صحیح ہونے کے بعد افتراق کے سبب باطل ہونے والا ہے لہٰذا یہ فساد پھیلنے والا نہیں ہے اور جب برتن کا بعض حصہ مستحق نکلا تو اب خریدار کو اختیار ہے اب وہ چاہے تو بقیہ کو اس کے حصہ ثمن کے بدلے وصول کرلے اور وہ چاہے تو اس کو واپس کردے کیونکہ برتن میں شرکت عیب ہوا کرتی ہے۔

اور جس بندے نے چاندی کا کوئی ٹکڑا بیچا اس کے بعد کچھ حصہ مستحق کا نکل آیا ہے تو وہ بقیہ کو اس کی ثمن کے بدلے میں وصول کرے اور اس کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ ٹکڑے کرنا اس کے نقصان دہ ہونے والا نہ ہوگا۔

دو دراہم و دینار کی مساوی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَدِينَارًا بِدِرْهَمٍ وَدِينَارَيْنِ جَازَ الْبَيْعُ وَجُعِلَ كُلُّ جِنْسٍ بِخِلَافِهِ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا يَجُوزُ وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا بَاعَ كُرَّ شَعِيرٍ وَكُرَّ حِنْطَةٍ بِكُرَّيْ شَعِيرٍ وَكُرَّيْ حِنْطَةٍ : وَلَهُمَا أَنَّ فِي الصَّرْفِ إِلَى خِلَافِ الْجِنْسِ تَغْيِيرَ تَصَرُّفِهِ لِأَنَّهُ قَابَلَ الْجُمْلَةَ بِالْجُمْلَةِ، وَمِنْ قَضِيَّتِهِ الْإِنْقِسَامُ عَلَى الشُّيُوعِ لَا عَلَى التَّعْيِينِ، وَالتَّغْيِيرُ لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ تَصْحِيحُ التَّصَرُّفِ، كَمَا إِذَا اشْتَرَى قَلْبًا بِعَشَرَةٍ وَثَوْبًا بِعَشَرَةٍ ثُمَّ بَاعَهُمَا مُرَابَحَةً لَا يَجُوزُ وَإِنْ أَمْكَنَ صَرْفُ الرِّبْحِ إِلَى الثَّوْبِ، وَكَذَا إِذَا اشْتَرَى عَبْدًا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ بَاعَهُ قَبْلَ نَقْدِ الثَّمَنِ مِنْ الْبَائِعِ مَعَ عَبْدٍ آخَرَ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ لَا يَجُوزُ فِي الْمُشْتَرَى بِأَلْفٍ وَإِنْ أَمْكَنَ تَصْحِيحُهُ بِصَرْفِ الْأَلْفِ إِلَيْهِ .

وَكَذَا إِذَا جَمَعَ بَيْنَ عَبْدِهِ وَعَبْدِ غَيْرِهِ وَقَالَ بِعْتُكَ أَحَدَهُمَا لَا يَجُوزُ وَإِنْ أَمْكَنَ تَصْحِيحُهُ بِصَرْفِهِ إِلَى عَبْدِهِ .

فرمایا اور جب کسی بندے نے دو دراہم اور ایک دینار کی بیع ایک درہم اور دو دینار کے بدلے کی تو جائز ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے خلاف جنس ہونے کا بدلہ قرار دیا جائے گا۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ یہ بیع جائز نہیں ہے اور ان کا یہ اختلاف اسی طرح ہے جب کسی شخص نے ایک بوری جو اور ایک بوری گندم دو بوری جو کے بدلے میں بیچ دی ہے۔ ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ خلاف جنس کی جانب پھیرنے سے اس کے تصرف کو تبدیل کرنا ہے کیونکہ اس نے اسکے مجموعہ کے ساتھ تقابل کیا ہے اور اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ تقسیم مشترکہ طور کی جائے نہ معین طریقے سے ہو جبکہ تصرف کا بدلنا جائز نہیں ہے خواہ اس میں تصرف صحیح کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح جب کسی شخص نے ایک کنگن دس دراہم میں خریدا ہے اور ایک کپڑا دس دراہم کے بدلے خریدا ہے اور پھر اس نے بیع مرابحہ کے طریقے پر دونوں کو بیچ دیا

ہے تو جائز نہ ہوگا اگر چہ اس میں فائدے کو کپڑے کی جانب پھیر لینا ممکن بھی ہے۔
اور اسی طرح جب کسی شخص نے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں غلام کو خرید لیا اس کے بعد اس نے بیچنے والے کو ثمن ادا کرنے سے ہی پہلے اسی کے ہاتھ دوسرے غلام کے ساتھ پندرہ سو دراہم میں بیچ دیا تو ایک ہزار میں خریدے گئے غلام کی بیع درست نہ ہوگی اگر چہ ایک ہزار اس کی جانب پھیرتے ہوئے عقد کو صحیح کرنا ممکن بھی ہے۔
اور اسی طرح جب کسی شخص نے اپنے غلام اور کسی دوسرے کے غلام کو اکٹھا کرتے ہوئے اس طرح کہا کہ میں ان میں سے ایک غلام کو تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو بھی جائز نہ ہوگا اگر چہ اس کو اپنے غلام کی جانب پھیرتے ہوئے عقد کو درست کرنا ممکن بھی ہے۔

مبیع کے تصریف وعدم تصریف میں فقہاء احناف کا موقف

وَكَذَا اِذَا بَاعَ دِرْهَمًا وَثَوْبًا بِدِرْهَمٍ وَثَوْبٍ وَافْتَرَقَا مِنْ غَيْرِ قَبْضٍ فَسَدَ الْعَقْدُ فِي الدِّرْهَمَيْنِ وَلَا يُصْرَفُ الدِّرْهَمُ اِلَى الثَّوْبِ لِمَا ذَكَرْنَا .
وَلَنَا اَنَّ الْمُقَابَلَةَ الْمُطْلَقَةَ تَحْتَمِلُ مُقَابَلَةَ الْفَرْدِ بِالْفَرْدِ كَمَا فِي مُقَابَلَةِ الْجِنْسِ بِالْجِنْسِ، وَاَنَّهُ طَرِيقٌ مُتَعَيَّنٌ لِتَصْحِيحِهِ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ، وَفِيهِ تَغْيِيرُ وَصْفِهِ لَا اَصْلِهِ لِاَنَّهُ يَبْقَى مُوجِبُهُ الْاَصْلِيُّ وَهُوَ ثُبُوتُ الْمِلْكِ فِي الْكُلِّ بِمُقَابَلَةِ الْكُلِّ، وَصَارَ هٰذَا كَمَا اِذَا بَاعَ نِصْفَ عَبْدٍ مُشْتَرَكٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ يَنْصَرِفُ اِلَى نَصِيبِهِ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ بِخِلَافِ مَا عُدَّ مِنَ الْمَسَائِلِ .
اَمَّا مَسْاَلَةُ الْمُرَابَحَةِ فَلِاَنَّهُ يَصِيرُ تَوْلِيَةً فِي الْقَلْبِ بِصَرْفِ الرِّبْحِ كُلِّهِ اِلَى الثَّوْبِ .
وَالطَّرِيقُ فِي الْمَسْاَلَةِ الثَّانِيَةِ غَيْرُ مُتَعَيَّنٍ لِاَنَّهُ يُمْكِنُ صَرْفُ الزِّيَادَةِ عَلَى الْاَلْفِ اِلَى الْمُشْتَرِى . وَفِي الثَّالِثَةِ اُضِيفَ الْبَيْعُ اِلَى الْمُنَكَّرِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْبَيْعِ وَالْمُعَيَّنُ ضِدُّهُ . وَفِي الْاٰخِيرَةِ الْعَقْدُ انْعَقَدَ صَحِيحًا وَالْفَسَادُ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ وَكَلَامُنَا فِي الْاِبْتِدَاءِ .

📖 اور جب کسی شخص نے ایک درہم اور ایک کپڑا ایک درہم اور ایک کپڑے کے بدلے میں بیچ دیا اور پھر قبضہ کیے بغیر دونوں الگ ہو گئے تو ان دونوں دراہم میں عقد فاسد ہو جائے گا جبکہ درہم کو کپڑے کی جانب نہ پھیرا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ مطلق طور پر جو مقابلہ ہے یہ مقابلہ فرد بہ فرد کا احتمال رکھنے والا ہے۔ جس طرح جنس کا تقابل جنس کے ساتھ ہوا اور یہی یعنی تقابل فرد بہ فرد ہی اس عقد کو درست کرنے کا مضبوط راستہ ہے پس عقد کرنے والے کے تصرف کو درست کرنے کے لئے اسی طرح کے تقابل پر محمول کیا جائے گا اور اس طرح کرنے میں عقد کو وصف بھی بدلنے والا ہے جبکہ اس کی اصل نہیں بدلے گی کیونکہ اس کا اصلی موجب باقی رہتا ہے اور وہی کل کے مقابلہ میں کل میں ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا

جس طرح کسی نے ایسے غلام کا نصف بیچ دیا جو اس کے درمیان اور دوسرے بندے کے درمیان مشترک تھا پس اس کے تصرف کو درست کرنے کے لئے اس کو اس کے حصے کی جانب پھیر دیا جائے گا۔

البتہ یہ خلاف ان کے مسائل کے جن کو شمار کیا گیا ہے اور مسئلہ مرابحہ تو وہ اس وجہ سے ہے کہ پورے کپڑے کو فائدے کی طرف پھیر دیے جانے سے کنگن میں مرابحہ تبدیل ہو کر تولیہ بن جائے گا۔ جبکہ دوسرے مسئلہ میں جواز کا طریقہ معین نہیں ہے کیونکہ ایک ہزار زیادہ خریدے گئے غلاموں کو بھی پھیرنا ممکن ہے اور تیسرے مسئلہ میں بیع کو غیر معین غلام کی جانب منسوب کیا گیا ہے جبکہ وہ تو محل بیع ہی نہیں ہے اور معین اس کی ضد ہے اور آخری مسئلہ میں عقد درست ہو کو منعقد ہو گیا ہے جبکہ فساد حالت بقاء میں ہے جبکہ ہماری دلیل و مسئلہ کا بیان عقد کی ابتداء سے متعلق ہے۔

دراہم کی مساویانہ بیع کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَدِينَارٍ جَازَ الْبَيْعُ وَتَكُونُ الْعَشَرَةُ بِمِثْلِهَا وَالدِّينَارُ بِدِرْهَمٍ) لِاَنَّ شَرْطَ الْبَيْعِ فِي الدَّرَاهِمِ التَّمَاثُلُ عَلٰى مَا رَوَيْنَا، فَالظَّاهِرُ اَنَّهُ اَرَادَ بِهِ ذٰلِكَ فَبَقِيَ الدِّرْهَمُ بِالدِّينَارِ وَهُمَا جِنْسَانِ وَلَا يُعْتَبَرُ التَّسَاوِي فِيهِمَا .

فرمایا اور جب کسی شخص نے گیارہ دراہم کو دس دراہم اور ایک دینار کے بدلے میں بیچ دیا تو یہ بیع جائز ہے اس میں دس دراہم دس دراہم کے بدلے میں ہو گئے جبکہ ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں ہو جائے گا کیونکہ دراہم میں برابری شرط پائی گئی ہے جس طرح کہ ہم روایت بیان کر چکے ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کہ بیچنے والے نے اس سے اسی طرح مراد لیا ہو گا کیونکہ ایک درہم کے مقابلے میں ایک دینار ہی باقی رہنے والا ہے اور وہ دونوں دو الگ الگ جنس ہیں لہٰذا ان میں برابری کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔

سونے چاندی کی برابر بیع میں کمی و زیادتی کو پورا کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَبَايَعَا فِضَّةً بِفِضَّةٍ اَوْ ذَهَبًا بِذَهَبٍ وَاَحَدُهُمَا اَقَلُّ وَمَعَ اَقَلِّهِمَا شَيْءٌ آخَرُ تَبْلُغُ قِيمَتُهُ بَاقِي الْفِضَّةِ جَازَ الْبَيْعُ مِنْ غَيْرِ كَرَاهِيَةٍ، وَاِنْ لَمْ تَبْلُغْ فَمَعَ الْكَرَاهَةِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ قِيمَةٌ كَالتُّرَابِ لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ) لِتَحَقُّقِ الرِّبَا اِذْ الزِّيَادَةُ لَا يُقَابِلُهَا عِوَضٌ فَيَكُونُ رِبًا .

اور جب عقد کرنے والوں نے چاندی کو چاندی کے بدلے میں اور سونے کو سونے کے بدلے میں بیچ دیا اور ان میں سے ایک چیز کم ہو گئی ہے لیکن کمی والے نے کسی دوسرے چیز کے ذریعے جس کی قیمت چاندی مطلوبہ کو پہنچنے والی ہے دے دی ہے تو بغیر کسی کراہت کے یہ بیع جائز ہے۔ اور جب وہ قیمت چاندی کو پہنچنے والی نہ ہو تو یہ بیع کراہت کے ساتھ جائز ہو گی اور اگر اس کی قیمت ہی نہیں ہے جس طرح مٹی ہے تو بیع جائز نہ ہو گی کیونکہ اس میں سود ثابت ہو گیا ہے کیونکہ وہ زیادتی جس کے مقابلے میں کوئی بدلہ نہ ہو وہ سود ہے۔

عقد کے سبب وجوب ثمن کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ لَهُ عَلٰى آخَرَ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فَبَاعَهُ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْعَشَرَةُ دِيْنَارًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَدَفَعَ الدِّيْنَارَ وَتَقَاصَّا الْعَشَرَةَ بِالْعَشَرَةِ فَهُوَ جَائِزٌ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا بَاعَ بِعَشَرَةٍ مُطْلَقَةٍ. وَوَجْهُهُ أَنَّهُ يَجِبُ بِهٰذَا الْعَقْدِ ثَمَنٌ يَجِبُ عَلَيْهِ تَعْيِيْنُهُ بِالْقَبْضِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَالدَّيْنُ لَيْسَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَلَا تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ بِنَفْسِ الْمَبِيْعِ لِعَدَمِ الْمُجَانَسَةِ، فَإِذَا تَقَاصَّا يَتَضَمَّنُ ذٰلِكَ فَسْخَ الْأَوَّلِ وَالْإِضَافَةَ إِلَى الدَّيْنِ، إِذْ لَوْلَا ذٰلِكَ يَكُوْنُ اسْتِبْدَالًا بِبَدَلِ الصَّرْفِ، وَفِي الْإِضَافَةِ إِلَى الدَّيْنِ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ، وَالْفَسْخُ قَدْ يَثْبُتُ بِطَرِيْقِ الْاِقْتِضَاءِ كَمَا إِذَا تَبَايَعَا بِأَلْفٍ ثُمَّ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ، وَزُفَرُ يُخَالِفُنَا فِيْهِ لِأَنَّهُ لَا يَقُوْلُ بِالْاِقْتِضَاءِ، وَهٰذَا إِذَا كَانَ الدَّيْنُ سَابِقًا.

فَإِنْ كَانَ لَاحِقًا فَكَذٰلِكَ فِيْ أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ لِتَضَمُّنِهِ انْفِسَاخَ الْأَوَّلِ وَالْإِضَافَةَ إِلَى دَيْنٍ قَائِمٍ وَقْتَ تَحْوِيْلِ الْعَقْدِ فَكَفٰى ذٰلِكَ لِلْجَوَازِ.

اور جب کسی شخص کے کسی دوسرے آدمی پر دس دراہم قرض ہوں اور مقروض نے قرض خواہ سے دس دراہم کے بدلے میں ایک دینار بیچ دیا اور وہ دینار اس کو دے دیا اور پھر اس نے دس دراہم کا دس دراہم سے ادلی بدلی کر لی تو یہ جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے مطلق طور پر بیچنے کو دس کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اسکے جواز کی دلیل یہ ہے کہ اس عقد کے سبب ثمن واجب ہوئی ہے جس کو قبضہ کے ساتھ معین کرنا ضروری ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور قرض اس صفت پر نہیں ہے پس محض بیع سے مقاصہ (دونوں کا تبادلہ) واقع نہ ہوگا۔ کیونکہ جنس معدوم ہے اس کے بعد جب عقد کرنے والوں نے آپس میں مقاصہ کر لیا ہے تو یہ عقد اول کو ختم کرنے اور دین کی طرف مضاف ہونے کو ضروری ہوگا کیونکہ جب یہ نہ ہوا تو عقد صرف کے بدلے کے ساتھ تبدیل ہو جائے گا۔ اور قرض کی جانب منسوب کرنے کے سبب نفس عقد کے ساتھ مقاصہ ہو جائے گا جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور فسخ کبھی تقاضے کے طور پر ثابت ہوا کرتا ہے جس طرح عقد کرنے والوں نے ایک ہزار کے بدلے میں بیع کا عقد کیا اس کے بعد پندرہ سو کا عقد کر لیا ہے جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے ہم سے اختلاف کیا ہے کیونکہ وہ اس میں تقاضہ کرنے کے قائل نہیں ہیں۔

اور یہ حکم اسی صورت میں ہوگا جب قرض سابقہ ہو ہاں جب وہ بعد میں لاحق ہونے والا ہے تو دونوں روایات میں سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ یہ پہلے عقد کو ختم کرنے اور ایسے قرض کی جانب حکم کو ضروری ہے جو تبدیل عقد کے وقت موجود ہے جبکہ جواز کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔

کھرے کھوٹے دراہم کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ دِرْهَمٍ صَحِيحٍ وَدِرْهَمَيْ غَلَّةٍ بِدِرْهَمَيْنِ صَحِيحَيْنِ وَدِرْهَمٍ غَلَّةٍ) وَالْغَلَّةُ مَا يَرُدُّهُ بَيْتُ الْمَالِ وَيَأْخُذُهُ التُّجَّارُ .وَوَجْهُهُ تَحَقُّقُ الْمُسَاوَاةِ فِي الْوَزْنِ وَمَا عُرِفَ مِنْ سُقُوطِ اعْتِبَارِ الْجَوْدَةِ .

فرمایا: اور ایک صحیح اور دو ٹوٹے دراہم کی بیع دو صحیح اور ایک ٹوٹے دراہم بدلے میں کرنا جائز ہے اور غلہ دراہم وہ جس کو بیت المال (حکومت وقت) نے رجیکٹ کر دیا ہے۔ اور تاجر اس کو لیتے ہوں جبکہ جواز بیع کی دلیل وزن میں برابری کا ہونا ہے جبکہ عمدگی کے اعتبار سے ساقط ہونا معلوم ہو گیا ہے۔

دراہم و دنانیر میں سونے چاندی کے غلبہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّرَاهِمِ الْفِضَّةَ فَهِيَ فِضَّةٌ، وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّنَانِيرِ الذَّهَبَ فَهِيَ ذَهَبٌ، وَيُعْتَبَرُ فِيهِمَا مِنْ تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْجِيَادِ حَتَّى لَا يَجُوزَ بَيْعُ الْخَالِصَةِ بِهَا وَلَا بَيْعُ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ إلَّا مُتَسَاوِيًا فِي الْوَزْنِ .

وَكَذَا لَا يَجُوزُ الِاسْتِقْرَاضُ بِهَا إلَّا وَزْنًا) لِأَنَّ النُّقُودَ لَا تَخْلُو عَنْ قَلِيلِ غِشٍّ عَادَةً لِأَنَّهَا لَا تَنْطَبِعُ إلَّا مَعَ الْغِشِّ، وَقَدْ يَكُونُ الْغِشُّ خِلْقِيًّا كَمَا فِي الرَّدِيءِ مِنْهُ فَيُلْحَقُ الْقَلِيلُ بِالرَّدَاءَةِ، وَالْجَيِّدُ وَالرَّدِيءُ سَوَاءٌ (وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِمَا الْغِشَّ فَلَيْسَا فِي حُكْمِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ) اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ، فَإِنْ اشْتَرَى بِهَا فِضَّةً خَالِصَةً فَهُوَ عَلَى الْوُجُوهِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا فِي حِلْيَةِ السَّيْفِ .

فرمایا: اور جب دراہم میں چاندی غالب ہے تو وہ چاندی کے حکم میں ہوں گے اور جب دنانیر میں سونا غالب ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہوں گے اور زیادتی کے حرام ہونے میں ان میں اسی چیز کا اعتبار کیا جائے گا جو کھرے سونے میں اعتبار کی جاتی ہے حتیٰ کہ خالص دراہم یا دنانیر کو کھوٹے دراہم و دنانیر کے بدلے میں بیچنا یا بعض کو بعض کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے ہاں البتہ وہ وزن میں برابر ہوں اور اسی طرح وزن کے بغیر انہیں قرض کے طور پر لینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ نقدیاں عام طور پر تھوڑی بہتی کھوٹ سے خالی نہیں ہوتیں۔ کیونکہ کھوٹ کے بغیر تو وہ ڈھلنے والے ہی نہیں ہے۔ اور یہ کھوٹ کبھی پیدائشی طور پر ہوتی ہے جس طرح ردی سونے چاندی میں ہوتی ہے پس تھوڑی مقدار کو ردی سونے چاندی کے ساتھ ملا دیا جائے گا حالانکہ عمدہ اور ردی دونوں برابر ہیں اور جب سونے چاندی پر کھوٹ غالب ہے تو غالب کا اعتبار کرتے ہوئے وہ دراہم و دنانیر کے حکم میں نہ ہوں گے اور جب کسی شخص نے ان کے بدلے میں خالص چاندی خریدی تو وہ انہی صورتوں کو شامل ہو گی جن کو سیف کے حلیہ کے متعلق ہم بیان کر آئے ہیں۔

ملاوٹ والے دراہم کی دراہم کے ساتھ بیع کرنے کا بیان

(وَإِنْ بِيعَتْ بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلًا جَازَ صَرْفًا لِلْجِنْسِ إِلَى خِلَافِ الْجِنْسِ) فَهِيَ فِي حُكْمِ شَيْئَيْنِ فِضَّةٍ وَصُفْرٍ وَلَكِنَّهُ صَرْفٌ حَتَّى يُشْتَرَطَ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ لِوُجُودِ الْفِضَّةِ مِنْ الْجَانِبَيْنِ، فَإِذَا شُرِطَ الْقَبْضُ فِي الْفِضَّةِ يُشْتَرَطُ فِي الصُّفْرِ لِأَنَّهُ لَا يَتَمَيَّزُ عَنْهُ إِلَّا بِضَرَرٍ. قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَمَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لَمْ يُفْتُوا بِجَوَازِ ذَلِكَ فِي الْعَدَالِي وَالْغَطَارِفَةِ لِأَنَّهَا أَعَزُّ الْأَمْوَالِ فِي دِيَارِنَا، فَلَوْ أُبِيحَ التَّفَاضُلُ فِيهِ يَنْفَتِحُ بَابُ الرِّبَا، ثُمَّ إِنْ كَانَتْ تَرُوجُ بِالْوَزْنِ فَالتَّبَايُعُ وَالِاسْتِقْرَاضُ فِيهَا بِالْوَزْنِ، وَإِنْ كَانَتْ تَرُوجُ بِالْعَدِّ فَبِالْعَدِّ، وَإِنْ كَانَتْ تَرُوجُ بِهِمَا فَبِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْمُعْتَادُ فِيهِمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِمَا نَصٌّ، ثُمَّ هِيَ مَا دَامَتْ تَرُوجُ تَكُونُ أَثْمَانًا لَا تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، وَإِذَا كَانَتْ لَا تَرُوجُ فَهِيَ سِلْعَةٌ تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، وَإِذَا كَانَتْ يَتَقَبَّلُهَا الْبَعْضُ دُونَ الْبَعْضِ فَهِيَ كَالزُّيُوفِ لَا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِعَيْنِهَا بَلْ بِجِنْسِهَا زُيُوفًا إِنْ كَانَ الْبَائِعُ يَعْلَمُ بِحَالِهَا لِتَحَقُّقِ الرِّضَا مِنْهُ، وَبِجِنْسِهَا مِنْ الْجِيَادِ إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ لِعَدَمِ الرِّضَا مِنْهُ.

پس جب کسی شخص نے ملاوٹ والے دراہم کو ان کے ہم جنس دراہم کے بدلے میں کمی یا زیادتی کے ساتھ بیع دیا تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ جنس کو خلاف جنس کی جانب پھیر دیا گیا ہے اور یہ دو چیزوں کے حکم میں ہے ایک چاندی اور دوسرا پیتل ہے۔ حتیٰ کہ وہ مجلس عقد میں قبضہ کرنا شرط ہے کیونکہ دونوں جانب سے چاندی موجود ہے جبکہ چاندی میں قبضہ شرط ہے لہٰذا پیتل میں بھی قبضہ شرط ہوگا کیونکہ نقصان کے بغیر وہ چاندی سے الگ ہونے والا نہیں ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ فقہاء نے عدالی اور غطارفہ میں اس کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا کیونکہ وہ ہمارے علاقوں کے پیارے اموال میں سے ہیں۔ اور جب ان میں کمی یا زیادتی کو جائز قرار دے دیا گیا تو سود کا دروازہ کھل جائے گا۔

اور جب کہیں ملاوٹ والوں میں وزن سے لین دین کا رواج ہے تو ان میں خرید و فروخت اور قرض لینا وزن سے ہوگا خواہ شمار کرنے سے رواج ہو تو عدد کے حساب سے ہوگا اور جب دونوں کا رواج ہے تو دونوں کا اعتبار ہوگا کیونکہ جب ان میں کوئی نص نہیں ہے تو ان میں لوگوں کا عرف معتبر ہوگا۔ ہاں جب تک وہ رائج ہوں گے اس وقت تک وہ ثمن ہوں گے اور وہ متعین کیے جانے سے متعین نہ ہوں گے اور جب ان کا رواج نہ ہوا تو وہ سامان ہو جائیں گے اور معین کرنے سے معین بھی ہو جائیں گے۔

اور جب ملاوٹ والے دراہم کی حالت یہ ہو بعض لوگ تو ان کو قبول کرتے ہیں لیکن بعض لوگ ان کو قبول نہیں کرتے تو وہ کھوٹے دراہم کی طرح ہو جائیں گے جن کے عین سے عقد متعلق نہ ہوگا بلکہ عقد ان کی جنس سے متعلق ہوگا ہاں البتہ شرط یہ ہے کہ بیچنے والا ان کی حالت کو جاننے والا ہو تو عقد ان کی جنس کے کھرے دراہم سے متعلق ہوگا کیونکہ اب ان جانب اس کی رضامندی معدوم ہے۔

ملاوٹ والے دراہم سے سامان خریدنے کا بیان

(وَإِذَا اشْتَرٰى بِهَا سِلْعَةً فَكَسَدَتْ وَتَرَكَ النَّاسُ الْمُعَامَلَةَ بِهَا بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : عَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ الْبَيْعِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : قِيمَتُهَا آخِرُ مَا تَعَامَلَ النَّاسُ بِهَا) لَهُمَا أَنَّ الْعَقْدَ قَدْ صَحَّ إِلَّا أَنَّهُ تَعَذَّرَ التَّسْلِيمُ بِالْكَسَادِ وَأَنَّهُ لَا يُوجِبُ الْفَسَادَ، كَمَا إِذَا اشْتَرٰى بِالرُّطَبِ فَانْقَطَعَ أَوَانُهُ .

وَإِذَا بَقِيَ الْعَقْدُ وَجَبَتْ الْقِيمَةُ، لٰكِنْ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقْتَ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ بِهِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الِانْقِطَاعِ لِأَنَّهُ أَوَانُ الِانْتِقَالِ إِلَى الْقِيمَةِ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ الثَّمَنَ يَهْلَكُ بِالْكَسَادِ ؛لِأَنَّ الثَّمَنِيَّةَ بِالِاصْطِلَاحِ وَمَا بَقِيَ فَيَبْقَى بَيْعًا بِلَا ثَمَنٍ فَيَبْطُلُ، وَإِذَا بَطَلَ الْبَيْعُ يَجِبُ رَدُّ الْمَبِيعِ إِنْ كَانَ قَائِمًا وَقِيمَتُهُ إِنْ كَانَ هَالِكًا كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ .

اور جب کسی شخص نے ملاوٹ والے دراہم سے کوئی سامان خرید لیا اور اس کے بعد ان کا رواج ختم ہو گیا اور لوگوں نے ان کا لین دین بند کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا کہ خریدار پر قیمت واجب ہوگی اس دن کی جس دن دراہم کا سودا کیا تھا۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا کہ اس آخری دن جس میں لوگوں ملاوٹ شدہ دراہم کو لین دین کیا تھا وہ قیمت واجب ہوگی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عقد تو درست ہو گیا ہے لیکن دراہم کا رواج بند ہونے کے سبب قیمت کی ادائیگی میں مشکل پیش آئی ہے اور یہ چیز بیع کو فاسد کرنے والی نہیں ہے جس طرح کسی شخص نے تازہ کھجوروں کے بدلے میں کوئی چیز خریدی اس کے بعد وہ ختم ہو گی تو عقد کے باقی ہونے کے سبب قیمت واجب ہوگی۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نزدیک قیمت وقت بیع والی واجب ہوگی کیونکہ بیع ہی کے سبب قیمت کی ضروری ہوئی ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ختم ہونے والے دن والی قیمت واجب ہوگی کیونکہ ثمن کا منتقل ہونے کا دن وہی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ رواج ختم ہونے کے سبب ثمن ہلاک ہو چکی ہے اور اسی ثمن کا اتفاق آپس میں تھا اور وہ اب باقی نہیں رہی ہے لہٰذا اب مبیع بغیر ثمن کے باقی رہی اور وہ باطل ہے اور جب مبیع باطل ہو گئی ہے تو اگر اب وہ موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے اور اگر وہ ہلاک ہو گئی ہے تو اس کی قیمت واجب ہے جس طرح بیع فاسد میں ہوا کرتا ہے۔

پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوسِ) لِأَنَّهَا مَالٌ مَعْلُومٌ، فَإِنْ كَانَتْ نَافِقَةً جَازَ الْبَيْعُ بِهَا وَإِنْ لَمْ تَتَعَيَّنْ لِأَنَّهَا أَثْمَانٌ بِالِاصْطِلَاحِ، وَإِنْ كَانَتْ كَاسِدَةً لَمْ يَجُزْ الْبَيْعُ بِهَا حَتّٰى يُعَيِّنَهَا لِأَنَّهَا سِلَعٌ فَلَا بُدَّ

مِنْ تَعْيِينِهَا (وَإِذَا بَاعَ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ ثُمَّ كَسَدَتْ بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لَهُمَا) وَهُوَ نَظِيرُ الِاخْتِلَافِ الَّذِي بَيَّنَّاهُ .

فرمایا: اور سکوں کے بدلے میں بیع کرنا جائز ہے کیونکہ وہ معلوم مال ہے اور جب وہ رائج ہیں تو ان کے بدلے بیع جائز ہے خواہ معین نہ ہوں کیونکہ اصطلاح میں اثمان ہیں۔ اور اگر وہ بند کر دیئے گئے ہیں تو معین کیے بغیر ان کے بدلے بیع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب وہ سامان ہیں لہٰذا ان کو معین کیا جائے گا اور جب کسی نے رائج سکوں کے بدلے میں کوئی چیز بیچ دی اس کے بعد ان کا رواج ختم ہو گیا ہے تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی جبکہ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور یہ اسی اختلاف کی مثال ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

رائج سکوں کا قرضہ لینے بعد ان کے بند ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ اسْتَقْرَضَ فُلُوسًا نَافِقَةً فَكَسَدَتْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجِبُ عَلَيْهِ مِثْلُهَا) لِأَنَّهُ إعَارَةٌ، وَمُوجَبُهُ رَدُّ الْعَيْنِ مَعْنًى وَالثَّمَنِيَّةُ فَضْلٌ فِيهِ إذْ الْقَرْضُ لَا يَخْتَصُّ بِهِ .وَعِنْدَهُمَا تَجِبُ قِيمَتُهَا لِأَنَّهُ لَمَّا بَطَلَ وَصْفُ الثَّمَنِيَّةِ تَعَذَّرَ رَدُّهَا كَمَا قُبِضَ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهَا، كَمَا إذَا اسْتَقْرَضَ مِثْلِيًّا فَانْقَطَعَ، لَكِنْ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقَبْضِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْكَسَادِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَأَصْلُ الِاخْتِلَافِ فِيمَنْ غَصَبَ مِثْلِيًّا فَانْقَطَعَ، وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنْظَرُ لِلْجَانِبَيْنِ، وَقَوْلُ أَبِي يُوسُفَ أَيْسَرُ

اور جب کسی شخص نے مروجہ فلوس کا قرض لیا اس کے بعد ان کا رواج ختم ہو گیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرض لینے والے پر ان کی مثل واجب ہوگا کیونکہ یہ اعارہ ہے۔ اور اس کا حکم معنوی طور پر عین ہی کو واپس کرنا ہے جبکہ ثمن ہونا اس میں ایک زائد معاملہ ہے کیونکہ قرض ثمن کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک ان کی قیمت واجب ہے کیونکہ جب ثمن ہونے کا وصف باطل ہو چکا ہے تو جیسے ہی اس نے فلوس پر قبضہ کیا تھا اسی طرح تو اس کو واپس کرنا ممکن نہیں رہا پس اس کی قیمت واپس کرنا واجب ہوگا جس طرح جب کسی شخص نے کوئی مثلی چیز بطور قرض لی اس کے بعد وہ ختم ہو گئی ہاں البتہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قبضہ والے دن کی قیمت واجب ہوگی جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک رواج ختم ہونے والے دن کی قیمت واجب ہوگی جس طرح اس سے بیان کیا جا چکا ہے اور اصل اختلاف اس طرح ہے کہ جب کسی نے کوئی مثلی چیز غصب کر لی اس کے بعد وہ ختم ہو گئی اور اب امام محمد علیہ الرحمہ کا قول دونوں کے لئے باعث رعایت ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول زیادہ آسان ہے۔

نصف درہم کے بدلے خریداری کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوسٍ جَازَ وَعَلَيْهِ مَا يُبَاعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِنْ الْفُلُوسِ)

وَكَذَا إِذَا قَالَ بِدَانِقِ فُلُوسٍ أَوْ بِقِيرَاطِ فُلُوسٍ جَازَ .

وَقَالَ زُفَرُ : لَا يَجُوزُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّهُ اشْتَرَى بِالْفُلُوسِ وَأَنَّهَا تُقَدَّرُ بِالْعَدَدِ لَا بِالدَّانِقِ وَالدِّرْهَمِ فَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ عَدَدِهَا، وَنَحْنُ نَقُولُ : مَا يُبَاعُ بِالدَّانِقِ وَنِصْفُ الدِّرْهَمِ مِنَ الْفُلُوسِ مَعْلُومٌ عِنْدَ النَّاسِ وَالْكَلَامُ فِيهِ فَأَغْنَى عَنْ بَيَانِ الْعَدَدِ .

وَلَوْ قَالَ بِدِرْهَمِ فُلُوسٍ أَوْ بِدِرْهَمَيْ فُلُوسٍ فَكَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ مَا يُبَاعُ بِالدِّرْهَمِ مِنَ الْفُلُوسِ مَعْلُومٌ وَهُوَ الْمُرَادُ لَا وَزْنُ الدِّرْهَمِ مِنَ الْفُلُوسِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بِالدِّرْهَمِ وَيَجُوزُ فِيمَا دُونَ الدِّرْهَمِ، لِأَنَّ فِي الْعَادَةِ الْمُبَايَعَةَ بِالْفُلُوسِ فِيمَا دُونَ الدِّرْهَمِ فَصَارَ مَعْلُومًا بِحُكْمِ الْعَادَةِ، وَلَا كَذَلِكَ الدِّرْهَمُ قَالُوا : وَقَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَصَحُّ لَا سِيَّمَا فِي دِيَارِنَا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے آدھے فلوس کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو یہ جائز ہے اور خریدار پر نصف درہم کے بدلے میں بیچے گئے فلوس واجب ہوں گے اور اسی طرح جب اس نے ایک دانق یا ایک قیراط فلوس کے بدلے میں کہا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ ان تمام صورتوں میں جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے فلوس کے بدلے میں خریدا ہے اور فلوس کا اندازہ عدد سے لگایا جاتا ہے۔ جبکہ دانق اور نصف سے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا پس فلوس کا عدد بیان کرنا ضروری ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ دانق اور فلوس لوگوں کو معلوم ہے اور کلام بھی اسی میں ہے لہٰذا یہ عدد کے بیان سے بے پرواہ کرنے والا ہے اور جب کسی بندے نے کہا ایک درہم فلوس کے ساتھ یا دو دراہم فلوس کے ساتھ'' تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ وہ فلوس جن کو درہم کے بدلے میں فروخت کیا جاتا ہے وہ معلوم ہوتے ہیں اور مراد بھی یہی ہے جبکہ فلوس میں درہم سے وزن مراد نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ درہم کے بدلے لینا جائز نہیں ہے اور درہم سے کم کے اندر جائز ہے کیونکہ درہم سے تھوڑے میں فلوس کی خرید وفروخت کا رواج ہے پس رواج کے سبب یہ معلوم ہو جائے گا جبکہ دراہم ایسا نہیں ہے اور مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول زیادہ صحیح ہے اور خاص طور وہ ہمارے شہروں کے لئے ہے۔

نصف فلوس کے بدلے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَعْطَى صَيْرَفِيًّا دِرْهَمًا وَقَالَ أَعْطِنِي بِنِصْفِهِ فُلُوسًا وَبِنِصْفِهِ نِصْفًا إِلَّا حَبَّةً جَازَ الْبَيْعُ فِي الْفُلُوسِ وَبَطَلَ فِيمَا بَقِيَ عِنْدَهُمَا) لِأَنَّ بَيْعَ نِصْفِ دِرْهَمٍ بِالْفُلُوسِ جَائِزٌ وَبَيْعُ النِّصْفِ بِنِصْفٍ إِلَّا حَبَّةً رِبًا فَلَا يَجُوزُ (وَعَلَى قِيَاسِ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بَطَلَ فِي الْكُلِّ) لِأَنَّ الصَّفْقَةَ مُتَّحِدَةٌ وَالْفَسَادُ قَوِيٌّ فَيَشِيعُ وَقَدْ مَرَّ نَظِيرُهُ، وَلَوْ كَرَّرَ لَفْظَ الْإِعْطَاءِ كَانَ جَوَابُهُ

كَجَوَابِهِمَا هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُمَا بَيْعَانِ (وَلَوْ قَالَ أَعْطِنِي نِصْفَ دِرْهَمٍ فُلُوسًا وَنِصْفًا إِلَّا حَبَّةً جَازَ) لِأَنَّهُ قَابَلَ الدِّرْهَمَ بِمَا يُبَاعُ مِنَ الْفُلُوسِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ وَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ إِلَّا حَبَّةً فَيَكُونُ نِصْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا حَبَّةً بِمِثْلِهِ وَمَا وَرَاءَهُ بِإِزَاءِ الْفُلُوسِ.

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَفِي أَكْثَرِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ ذِكْرُ الْمَسْأَلَةِ الثَّانِيَةِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اور جب کسی شخص نے کسی سنارے کو ایک درہم دیا اور اس کو اس طرح کہا کہ مجھے اس کے آدھے کے بدلے فلوس اور دوسرے آدھے کے بدلے میں ایک دانہ کم نصف درہم دیدو۔ صاحبین کے نزدیک فلوس کے بدلے میں نصف درہم کی بیع جائز ہے جبکہ ایک دانہ کم نصف درہم کے بدلے سود ہے لہذا یہ جائز نہیں ہے اور امام صاحب کے قول پر قیاس کرتے ہوئے کل بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ صفقہ ایک ہے اور فساد قوی ہے اور یہ فساد پھیل بھی جائے گا اور اس کی مثال پہلے بیان کردی گئی ہے۔

اور جب اس نے اعطاء کے لفظ کا تکرار کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب بھی صاحبین کے جواب کی طرح ہوگا اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ یہ دونوں دو طرح کی بیوع ہیں اور جب اس نے اس طرح کہا کہ مجھ کو نصف درہم فلوس اور دانہ کم نصف درہم دیدو تو جائز ہے کیونکہ اب وہ درہم کا مقابلہ اس فلوس کے ساتھ کرنے والا ہے جس نصف درہم میں بکنے والا ہے اور دانہ نصف درہم سے تھوڑا ہے پس دانہ نصف درہم اس کے بدلہ میں ہو جائے گا اور اس کے سوا میں فلوس کے مقابلہ میں ہو جائے گا مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قدوری کے اکثر نسخوں میں مسئلہ دوسرا ذکر کیا گیا ہے۔

كِتَابُ الْكَفَالَةِ

﴿یہ کتاب کفالت کے بیان میں ہے﴾

کتاب کفالت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب بیوع کے بعد کتاب کفالت کو بیان کیا ہے کیونکہ عام طور پر کفالت بیوع میں ہوتی ہے۔ اور اس کے کثرت وقوع کے سبب بیوع کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کو بیوع کے بعد ذکر کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ اس میں معاوضہ کا معنی پایا جاتا ہے لہٰذا مناسب ہوا کہ اس کو بیوع کے بعد ذکر کیا جائے۔ اور کفالت کا لغوی معنی ملانا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۰۴، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں کفالت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضم کردے یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا خواہ وہ مطالبہ نفس کا ہو یا دَین یا عین کا۔ جس کا مطالبہ ہے اس کو طالب ومکفول لہ کہتے ہیں اور جس پر مطالبہ ہے وہ اصیل ومکفول عنہ ہے اور جس نے ذمہ داری کی وہ کفیل ہے اور جس چیز کی کفالت کی وہ مکفول بہ ہے۔ (درمختار، کتاب کفالہ)

کفالت کے لغوی معانی کا بیان

1. اپنے ذمے کوئی بار یا کام لینا، ذمہ داری وکالت، (عموماً) کفیل ہونا، نان نفقہ، خرچ وغیرہ کا۔ "کارکنوں کی گرفتاری کی صورت میں ان کے متعلقین کی کفالت کے لیے فنڈ زنہیں تھے۔ 2. شے مکفولہ یا مرہونہ، جو چیز رہن رکھی جائے، جو شے گروی رکھی جائے نیز تحفظ۔ 3. ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا۔ 4. (شرع) ملانا، ذمہ کفیل سے طرف ذمہ اصیل کے مطالبہ میں۔ (نوراللغات، (51:3) 5. ضمانت، زرضمانت، سیکورٹی۔

کفالت کے شرعی معنی کا بیان

اَلْكَفَالَةُ : هِيَ الضَّمُّ لُغَةً، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا) ثُمَّ قِيْلَ : هِيَ ضَمُّ الذِّمَّةِ اِلَى الذِّمَّةِ فِي الْمُطَالَبَةِ، وَقِيْلَ فِي الدَّيْنِ، وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ .

ترجمہ: کفالہ کا معنی ملانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ملا لیا۔ اس کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ مطالبے میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا کفالہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے دین میں ملانے کا نام کفالہ ہے جبکہ پہلا

قول زیادہ صحیح ہے۔

کفالت کی فقہی تعریف کا بیان

علامہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف ابن بزار حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کفالہ لغت میں ملانے کو کہتے ہیں اور وہ کبھی مطالبہ میں ہوتا ہے اصل دین میں نہیں ہوتا جیسے مؤکل کے ساتھ وکیل کہ دین مؤکل کے لئے ہے اور مطالبہ وکیل کے لئے ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ، کتاب کفالہ)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں کفالت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضم کردے یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا خواہ وہ مطالبہ نفس کا ہو یا دین یا عین کا ہو جس کا مطالبہ ہے اس کو طالب ومکفول لہ کہتے ہیں اور جس پر مطالبہ ہے وہ اصیل ومکفول عنہ ہے اور جس نے ذمہ داری کی وہ کفیل ہے اور جس چیز کی کفالت کی وہ مکفول بہ ہے۔ (درمختار، کتاب کفالہ)

کفالت دین میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مطالبہ میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا ہے اور قول اول زیادہ صحیح ہے۔ مطالبہ سے مراد عام ہے چاہے حاضر ہو جیسے مدیون پر یا متوقع ہو جیسے ضمان درک وغیرہ میں، ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالے سے ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا جو تم فلاں پر بیچوں وہ مجھ پر ضروری ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ کفالہ کی سبب وجوب یعنی مبایعت کی طرف اضافت ہے اور وہ کفالہ جس کو مستقبل کے کسی وقت کی طرف منسوب کیا جائے جائز ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کا تعامل جاری ہے اھ، اور اسی میں کافی سے منقول ہے کہ کفالہ کو شروط کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے جیسے کہا کہ جو تم فلاں کے ساتھ بیع کرو وہ مجھ پر ضروری ہے اور تیرا جو حق اس پر ثابت ہو وہ مجھ پر ضروری ہے اور جو فلاں نے تجھ سے غصب کیا وہ مجھ پر ضروری ہے۔

کفالت کے حکم کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کفالت کا حکم یہ ہے کہ اصیل کی طرف سے اس نے جس چیز کی کفالت کی ہے اُس کا مطالبہ اس کے ذمہ ضروری ہو گیا یعنی طالب کے لیے حق مطالبہ ثابت ہو گیا وہ جب چاہے اس سے مطالبہ کرسکتا ہے اس کو انکار کی گنجائش نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس سے مطالبہ اُسی وقت کرے جب اصیل سے مطالبہ نہ کرسکے بلکہ اصیل سے مطالبہ کرسکتا ہو۔ جب بھی کفیل سے مطالبہ کرسکتا ہے۔ اور اصیل سے مطالبہ شروع کردیا جب بھی کفیل سے مطالبہ کرسکتا ہے۔ ہاں اگر اصیل سے اُس نے اپنا حق وصول کرلیا تو کفالت ختم ہوگئی اب کفیل بری ہوگیا مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب بیوع، کتاب کفالہ)

کفالت کے شرعی ماخذ کا بیان

کفالت کا جواز اور اس کی مشروعیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر اجماع منعقد ہے۔ قرآن مجید سورہ یوسف میں ہے۔ (وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ) (سورۃ یوسف، ۷۲) میں اس کا کفیل وضامن ہوں۔ حدیث میں ہے جس کو ابوداؤد وترمذی نے

روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کفیل ضامن ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۵۶۵)

کفالہ کی اقسام کا بیان

قَالَ (الْكَفَالَةُ ضَرْبَانِ : كَفَالَةٌ بِالنَّفْسِ، وَكَفَالَةٌ بِالْمَالِ .فَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ جَائِزَةٌ وَالْمَضْمُونُ بِهَا إحْضَارُ الْمَكْفُولِ بِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ كَفَلَ بِمَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ، إذْ لَا قُدْرَةَ لَهُ عَلَى نَفْسِ الْمَكْفُولِ بِهِ، بِخِلَافِ الْكَفَالَةِ بِالْمَالِ لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةً عَلَى مَالِ نَفْسِهِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الزَّعِيمُ غَارِمٌ) وَهَذَا يُفِيدُ مَشْرُوعِيَّةَ الْكَفَالَةِ بِنَوْعَيْهِ، وَلِأَنَّهُ يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ بِطَرِيقِهِ بِأَنْ يَعْلَمَ الطَّالِبُ مَكَانَهُ فَيُخَلِّيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ أَوْ يَسْتَعِينَ بِأَعْوَانِ الْقَاضِي فِي ذَلِكَ وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ إلَيْهِ، وَقَدْ أَمْكَنَ تَحَقُّقُ مَعْنَى الْكَفَالَةِ وَهُوَ الضَّمُّ فِي الْمُطَالَبَةِ فِيهِ .

فرمایا: کفالہ کی دو اقسام ہیں۔ (۱) کفالہ بہ نفس (۲) کفالہ بہ مال۔ کفالہ بہ نفس کی جائز ہے اسی کے سبب سے مکفول بہ کو حاضر کرنا ضروری ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کفالہ بہ نفس جائز نہیں ہے کیونکہ کفیل اس چیز کی کفالت کو قبول کرنے والا ہے جس کو سپرد کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ مکفول بہ کے نفس اس کو طاقت حاصل نہیں ہے بہ خلاف کفالہ بہ مال کے کیونکہ کفیل کو اپنے مال پر ولایت حاصل ہوتی ہے۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ کفیل ضامن ہے اور یہ ارشاد گرامی کفالہ کی دونوں اقسام کے مشروع ہونے کا فائدہ دینے والا ہے کیونکہ اس طرح کفیل مکفول بہ کو سپرد کرنے کی طاقت رکھنے والا ہے کہ مکفول لہ کو اس کا بتادے اور وہ مکفول بہ اور مکفول لہ کے درمیان تصفیہ کرادے یا پھر اسکے بارے میں قاضی کے مددگاروں سے مدد حاصل کرلے۔ اور اسی طرح کفالہ بہ نفس کی تو ضرورت پڑتی ہے اور یہیں کفالہ کو ثابت کرنے کا معنیٰ بھی پایا جارہا ہے اور وہ مطالبے میں ذمہ کو ملانا ہے۔

کفالت کے الفاظ کا بیان

قَالَ (وَتَنْعَقِدُ إذَا قَالَ تَكَفَّلْت بِنَفْسِ فُلَانٍ أَوْ بِرَقَبَتِهِ أَوْ بِرُوحِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ أَوْ بِرَأْسِهِ وَكَذَا بِبَدَنِهِ وَبِوَجْهِهِ) لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ يُعَبَّرُ بِهَا عَنْ الْبَدَنِ إمَّا حَقِيقَةً أَوْ عُرْفًا عَلَى مَا مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، كَذَا إذَا قَالَ بِنِصْفِهِ أَوْ بِثُلُثِهِ أَوْ بِجُزْءٍ مِنْهُ لِأَنَّ النَّفْسَ الْوَاحِدَةَ فِي حَقِّ الْكَفَالَةِ لَا تَتَجَزَّأُ فَكَانَ ذِكْرُ بَعْضِهَا شَائِعًا كَذِكْرِ كُلِّهَا، بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ تَكَفَّلْتُ بِيَدِ فُلَانٍ أَوْ بِرِجْلِهِ لِأَنَّهُ لَا يُعَبَّرُ بِهِمَا عَنْ الْبَدَنِ حَتَّى لَا تَصِحَّ إضَافَةُ الطَّلَاقِ إلَيْهِمَا وَفِيمَا تَقَدَّمَ تَصِحُّ (وَكَذَا إذَا

قَالَ ضَمِنتُه) لِاَنَّهُ تَصْرِيحٌ بِمُوجِبِهٖ (اَوْ قَالَ) هُوَ (عَلَيَّ) لِاَنَّهُ صِيغَةُ الِالْتِزَامِ (اَوْ قَالَ اِلَيَّ) لِاَنَّهُ فِي مَعْنٰى عَلَيَّ فِي هٰذَا الْمَقَامِ .

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ((وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا اَوْ عِيَالًا فَاِلَيَّ)) (وَكَذَا اِذَا قَالَ اَنَا زَعِيمٌ بِهٖ اَوْ قَبِيلٌ بِهٖ) لِاَنَّ الزَّعَامَةَ هِيَ الْكَفَالَةُ وَقَدْ رَوَيْنَا فِيهِ .

وَالْقَبِيلُ هُوَ الْكَفِيلُ، وَلِهٰذَا سُمِّيَ الصَّكُّ قَبَالَةً، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ اَنَا ضَامِنٌ لِمَعْرِفَتِهٖ لِاَنَّهُ اِلْتَزَمَ الْمَعْرِفَةَ دُوْنَ الْمُطَالَبَةِ .

فرمایا: اور جب کفیل نے اس طرح کہا کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کا یا اس کی گردن کا یا اس کی روح کا یا اس کے جسم کا یا اس کے سر کا کفیل ہو گیا ہوں تو کفالہ منعقد ہو جائے گا اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ میں اس کے بدن یا چہرے کا کفیل ہوں تو کفیل ہو جائے کیونکہ انہی الفاظ کے ساتھ پورے جسم کو تعبیر کیا جاتا ہے خواہ یہ بطور حقیقت ہو یا بطور عرف ہو جس طرح کتاب طلاق میں بیان کر دیا گیا ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ میں اس کے نصف یا اس کے ثلث یا اس کے کسی حصے کا کفیل ہوا۔ اسلئے کہ نفس واحد کے حق میں کفالہ کے اجزاء نہیں ہوا کرتے پس نفس کے جزء شائع کو ذکر کرنا یہ پورے نفس کو ذکر کرنے کی طرح ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس نے کہا کہ میں فلاں کے ہاتھ یا اس کے پاؤں کا کفیل ہوا کیونکہ ان دونوں سے انسان کے پورے جسم کو تعبیر نہیں کیا جاتا کیونکہ انہی کی جانب طلاق کی نسبت کرنا درست نہیں ہے جبکہ پہلے بیان کردہ اعضاء میں درست ہے۔

اور اسی طرح جب کفیل نے کہا کہ میں اس کا ضامن ہوں کیونکہ جب کفالہ کو واجب کرنے والے کی تصریح کی ہے کہ اس طرح کہا کہ وہ مجھ پر ہے کیونکہ یہ صیغہ ضروری کرنے والا ہے یا اس نے کہا کہ میری طرف ہے کیونکہ یہاں الی علی کے معنی میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کا ہے اور جس نے یتیم یا بچے چھوڑے وہ میری طرف ہیں۔ اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ میں اس کا زعیم ہوں یا قبیل ہوں اس لئے زعامت ہی کفالت ہے اور اس کے بارے میں حدیث ہم بیان کر آئے ہیں اور قبیل یہ کفیل ہے اسی سبب سے چک کو قبالہ کہتے ہیں بہ خلاف اس کے کہ جب اس نے کہا کہ میں اس کی پہچان کا ضامن ہوں کیونکہ وہ شناخت کو ضروری کرنے والا ہے مطالبے کو ضروری کرنے والا نہیں ہے۔

کفالہ میں کفول بہ کو معین وقت میں حاضر کرنے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ شَرَطَ فِي الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ تَسْلِيمَ الْمَكْفُولِ بِهٖ فِي وَقْتٍ بِعَيْنِهٖ لَزِمَهُ اِحْضَارُهُ اِذَا طَالَبَهُ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ) وَفَاءً بِمَا الْتَزَمَهُ، فَاِنْ اَحْضَرَهُ وَاِلَّا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ لِامْتِنَاعِهٖ عَنْ اِيفَاءِ حَقٍّ مُسْتَحِقٍّ عَلَيْهِ، وَلٰكِنْ لَا يَحْبِسُهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ لَعَلَّهُ مَا دَرٰى لِمَاذَا يَدَّعِي .

وَلَوْ غَابَ الْمَكْفُولُ بِنَفْسِهٖ اَمْهَلَهُ الْحَاكِمُ مُدَّةَ ذَهَابِهٖ وَمَجِيئِهٖ، فَاِنْ مَضَتْ وَلَمْ يُحْضِرْهُ

يَحْبِسُهُ لِتَحَقُّقِ امْتِنَاعِهِ عَنْ إِيفَاءِ الْحَقِّ.

قَالَ (وَكَذَا إِذَا ارْتَدَّ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ) وَهٰذَا لِأَنَّهُ عَاجِزٌ فِي الْمُدَّةِ فَيُنْظَرُ كَالَّذِي أُعْسِرَ، وَلَوْ سَلَّمَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ بَرِءَ لِأَنَّ الْأَجَلَ حَقُّهُ فَيَمْلِكُ إِسْقَاطَهُ كَمَا فِي الدَّيْنِ الْمُؤَجَّلِ.

فرمایا پس جب کفالہ نفس میں کفول بہ کو معین وقت میں حاضر کرنے کی شرط لگائی گئی ہے اور مکفول لہ بھی اس وقت میں مطالبہ کرنے والا ہے تو کفیل پر اس کو حاضر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اس چیز کو پورا کرنے والا ہو جائے جو اس پر ضروری کی گئی ہے پس اگر وہ حاضر کردے تو ٹھیک ہے ورنہ حاکم اس کو قید کردے گا کیونکہ وہ اپنے اوپر واجب ہونے والے حق کو ادا کرنے سے رکنے والا ہے۔ مگر حکمران اس کو پہلی دفعہ قید نہ کرے گا اس لئے کہ شاید وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس کو کس لئے بلایا گیا ہے۔

اور جب مکفول خود بہ خود بھاگ جائے تو حاکم کفیل کے آنے کی مدت تک مہلت دے گا اور اس کے بعد جب مدت گزر گئی اور کفیل اس کو حاضر نہ کرسکا تو حاکم اس کو قید کردے گا کیونکہ حق کی ادائیگی سے رک جانا ثابت ہو چکا ہے۔

اور اسی طرح جب مکفول خود بہ خود خدانہ خواستہ مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا ہے۔ اور اس علت کے پیش نظر کہ کفیل اتنی مدت میں حاضر کرنے معذور ہے لہٰذا اسکو مہلت دی جائے جس طرح وہ شخص ہے جو تنگدست ہو اور جب مقررہ وقت سے پہلے ہی کفیل نے مکفول کو خود بہ خود سپرد کردیا ہے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا کیونکہ مدت اس کا حق ہے پس وہ اس کو ساقط کرنے کا مالک ہے۔ جس طرح ادھار قرض میں ہوا کرتا ہے۔

مکفول کو سپرد کرنے کی جگہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَحْضَرَهُ وَسَلَّمَهُ فِي مَكَانٍ يَقْدِرُ الْمَكْفُولُ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ فِيهِ مِثْلُ أَنْ يَكُونَ فِي مِصْرٍ بَرِءَ الْكَفِيلُ مِنَ الْكَفَالَةِ) لِأَنَّهُ أَتَى بِمَا الْتَزَمَهُ وَحَصَلَ الْمَقْصُودُ بِهِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ مَا الْتَزَمَ التَّسْلِيمَ إِلَّا مَرَّةً.

قَالَ (وَإِذَا كَفَلَ عَلَى أَنْ يُسَلِّمَهُ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي فَسَلَّمَهُ فِي السُّوقِ بَرِءَ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَقِيلَ فِي زَمَانِنَا: لَا يَبْرَأُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ الْمُعَاوَنَةُ عَلَى الِامْتِنَاعِ لَا عَلَى الْإِحْضَارِ فَكَانَ التَّقْيِيدُ مُفِيدًا

فرمایا: اور جب کفیل نے مکفول بہ نفسہ کو ایسی جگہ پر حاضر کرکے مکفول لہ کے سپرد کیا ہے جہاں وہ اس کے ساتھ جھگڑا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس طرح وہ شہر میں ہو تو کفیل کفالہ سے بری ہونے والا ہے کیونکہ اس نے جس چیز کو ضروری کیا ہے اس کو پورا کرنے والا ہے اور اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے صرف ایک دفعہ حوالے کرنے کو ضروری کیا تھا۔

اور جب وہ اس شرط کے ساتھ کفیل ہوا کہ وہ مکفول بہ نفسہ کو قاضی کی مجلس میں لا کر حوالے کرے گا اس کے بعد اس نے اسکو بازار میں حوالے کر دیا تو وہ بری ہو جائے گا کیونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں وہ بری نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اس کو چھڑوانے میں مدد کریں گے جبکہ اس کو حاضر کرنے میں کوئی مدد نہ کرے گا لہٰذا یہ قید لگانا فائدہ مند ہوگا۔

مکفول بہ نفسہ کو کسی جنگل میں حوالے کرنے کا بیان

(وَاِنْ سَلَّمَهُ فِي بَرِّيَّةٍ لَمْ يَبْرَأْ) لِاَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمُخَاصَمَةِ فِيهَا فَلَمْ يَحْصُلِ الْمَقْصُودُ، وَكَذَا اِذَا سَلَّمَهُ فِي سَوَادٍ لِعَدَمِ قَاضٍ يَفْصِلُ الْحُكْمَ فِيهِ، وَلَوْ سَلَّمَ فِي مِصْرٍ آخَرَ غَيْرِ الْمِصْرِ الَّذِي كَفَلَ فِيهِ بَرِءَ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ لِلْقُدْرَةِ عَلَى الْمُخَاصَمَةِ فِيهِ .وَعِنْدَهُمَا لَا يَبْرَأُ لِاَنَّهُ قَدْ تَكُونُ شُهُودُهُ فِيمَا عَيَّنَهُ .وَلَوْ سَلَّمَهُ فِي السِّجْنِ وَقَدْ حَبَسَهُ غَيْرُ الطَّالِبِ لَا يَبْرَأُ لِاَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمُخَاصَمَةِ فِيهِ .

اور جب کفیل نے مکفول بہ نفسہ کو کسی میں جنگل میں حوالے کر دیا تو وہ بری نہ ہوگا کیونکہ مکفول لہ جنگل میں مزاحمت کرنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے لہٰذا اس طرح مقصد حاصل نہ ہوگا اور اسی طرح جب کسی دیہات میں اس کو سپرد کر دیا اسلئے کہ دیہات میں کوئی قاضی حکم نافذ کرنے والا نہیں ہوتا اور جب کفیل نے اس شہر کے سوا کسی دوسرے شہر میں اس کو حوالے کر دیا ہے تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ بری ہو جائے گا۔ کیونکہ شہر میں مزاحمت کرنے کی طاقت موجود ہے۔

صاحبین کے نزدیک وہ بری نہ ہوگا کیونکہ کبھی کبھار اس طرح بھی ہوتا ہے کہ مکفول لہ کے گواہ اس کے شہر میں ہوں جس کو اس نے معین کیا ہے۔

اور جب کفیل نے مکفول بہ نفسہ کو قید میں حوالے کیا ہے اور اس کو مکفول لہ کے سوا نے قید کیا ہے تو وہ بری نہ ہوگا کیونکہ مکفول لہ جھگڑا کرنے کی قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔

مکفول بہ کے فوت ہونے سے برأت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا مَاتَ الْمَكْفُولُ بِهِ بَرِءَ الْكَفِيلُ بِالنَّفْسِ مِنَ الْكَفَالَةِ) لِاَنَّهُ عَجَزَ عَنْ اِحْضَارِهِ، وَلِاَنَّهُ سَقَطَ الْحُضُورُ عَنِ الْاَصِيلِ فَيَسْقُطُ الْاِحْضَارُ عَنِ الْكَفِيلِ، وَكَذَا اِذَا مَاتَ الْكَفِيلُ لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ قَادِرًا عَلَى تَسْلِيمِ الْمَكْفُولِ بِنَفْسِهِ وَمَالُهُ لَا يَصْلُحُ لِاِيفَاءِ هٰذَا الْوَاجِبِ بِخِلَافِ الْكَفِيلِ بِالْمَالِ .

وَلَوْ مَاتَ الْمَكْفُولُ لَهُ فَلِلْوَصِيِّ اَنْ يُطَالِبَ الْكَفِيلَ، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَلِوَارِثِهِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْمَيِّتِ .

فرمایا: اور جب مکفول بہ فوت ہو جائے تو کفیل بہ نفس کفالہ سے بری ہو جائے گا کیونکہ وہ اس کو حاضر کرنے سے

عاجز ہے۔ کیونکہ اصیل سے حاضر ہونا ساقط ہو چکا ہے پس وہ کفیل سے حاضر کرنا بھی ساقط ہو جائے گا اور اسی جب کفیل فوت ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ مکفول بہ نفسہ کو حاضر کرنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے جبکہ اس کا مال اس واجب کی ادائیگی کی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف کفیل بہ مال کے کیونکہ جب مکفول فوت ہو گیا ہے تو وصی کو کفیل سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے اور وصی ہی نہ ہو تو اس کے وارث کے لئے یہی حق ہوگا کیونکہ وارث میت کے قائم مقام ہوتا ہے۔

دوسرے شخص کے نفس کا کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ بِنَفْسِ آخَرَ وَلَمْ يَقُلْ إِذَا دَفَعْتُ إِلَيْكَ فَأَنَا بَرِيءٌ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَهُوَ بَرِيءٌ) لِأَنَّهُ مُوجِبُ التَّصَرُّفِ فَيَثْبُتُ بِدُونِ التَّنْصِيصِ عَلَيْهِ، وَلَا يُشْتَرَطُ قَبُولُ الطَّالِبِ التَّسْلِيمَ كَمَا فِي قَضَاءِ الدَّيْنِ، وَلَوْ سَلَّمَ الْمَكْفُولُ بِهِ نَفْسَهُ مِنْ كَفَالَتِهِ صَحَّ لِأَنَّهُ مُطَالَبٌ بِالْخُصُومَةِ فَكَانَ لَهُ وِلَايَةُ الدَّفْعِ، وَكَذَا إِذَا سَلَّمَهُ إِلَيْهِ وَكِيلُ الْكَفِيلِ أَوْ رَسُولُهُ لِقِيَامِهِمَا مَقَامَهُ.

فرمایا: اور جو شخص کسی دوسرے آدمی کے نفس کا کفیل ہوا اور اس کو یہ نہ کہا کہ جب میں تجھ کو دے چکو تو میں بری الذمہ ہوں اس کے بعد اس نے مکفول بہ نفسہ کو مکفول لہ کو دے دیا تو وہ بری ہو جائے گا کیونکہ بری ہونا یہ تصرف کو واجب کرنے والا ہے پس بغیر کسی صراحت کے بری ہونا ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ مکفول لہ کا تسلیم کو قبول کرنا شرط نہیں ہے جس طرح ادائے قرض میں ہوتا ہے اور جب کفیل کے کفالت کے سبب مکفول لہ نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ہے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ اس سے بھی مخاصمت کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے پس اس کو بھی دور کرنے کی ولایت حاصل ہوگی۔ اور اسی طرح جب مکفول بہ کو کفیل کے وکیل یا کسی قاصد نے مکفول لہ کے سپرد کر دیا ہے کیونکہ وہ دونوں بھی کفیل کے نائب ہیں۔

کفالت میں عدم تکمیل پر ضمانت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ إِلَى وَقْتِ كَذَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا عَلَيْهِ وَهُوَ أَلْفٌ فَلَمْ يُحْضِرْهُ إِلَى ذَلِكَ الْوَقْتِ لَزِمَهُ ضَمَانُ الْمَالِ) لِأَنَّ الْكَفَالَةَ بِالْمَالِ مُعَلَّقَةٌ بِشَرْطِ عَدَمِ الْمُوَافَاةِ، وَهَذَا التَّعْلِيقُ صَحِيحٌ، فَإِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ لَزِمَهُ الْمَالُ (وَلَا يَبْرَأُ عَنِ الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ) لِأَنَّ وُجُوبَ الْمَالِ عَلَيْهِ بِالْكَفَالَةِ لَا يُنَافِي الْكَفَالَةَ بِنَفْسِهِ إِذْ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِلتَّوَثُّقِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا تَصِحُّ هَذِهِ الْكَفَالَةُ لِأَنَّهُ تَعْلِيقُ سَبَبِ وُجُوبِ الْمَالِ بِالْخَطَرِ فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ. وَلَنَا أَنَّهُ يُشْبِهُ الْبَيْعَ وَيُشْبِهُ النَّذْرَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ الْتِزَامٌ. فَقُلْنَا: لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِمُطْلَقِ الشَّرْطِ كَهُبُوبِ الرِّيحِ وَنَحْوِهِ. وَيَصِحُّ بِشَرْطٍ مُتَعَارَفٍ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ وَالتَّعْلِيقُ بِعَدَمِ الْمُوَافَاةِ

مُتَعَارَفٌ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے شرط کے مطابق کسی کی جان کی کفالت کی کہ اگر فلاں وقت میں اس کو پورا نہ کر سکا تو وہ اسی چیز کا ضامن ہوگا جو مکفول بہ نفسہ پر ہے اور وہ ہزار دراہم ہیں اس کے وہ اس کو اس وقت میں حاضر نہ کر سکا تو اس پر مال ضمانت ضروری ہو جائے گی کیونکہ کفالہ بہ مال مکفول بہ نفسہ کو حاضر نہ کر سکنے کے سبب شرط پر معلق ہونے والا ہے اور یہ تعلیق صحیح بھی ہے پس جب شرط پائی جائے گی تو کفیل پر مال ضروری ہو جائے گا اور وہ کفالہ بہ نفس سے بری ہونے والا نہ ہوگا کیونکہ کفالہ کے سبب کفیل پر مال کا وجوب کفالہ بہ نفس کے منافی نہ ہے کیونکہ یہ دونوں کے دونوں اعتماد والے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے یہ کفالہ درست نہیں ہے کیونکہ وجوب مال کے سبب اس کو شک والے معاملہ پر معلق کرنا ہے پس یہ بیع کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع کے مشابہ بھی ہے اور نذر کے مشابہ بھی ہے وہ ضروری ہونے کی حیثیت سے ہے اسی دلیل کے سبب ہم کہتے ہیں کہ اس کو مطلق شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے جس طرح ہوا چلنے کی شرط ہے ہاں البتہ عرف میں معروف شرط پر معلق کرنا درست ہے تاکہ دونوں طرح کی مشابہتوں پر عمل کیا جا سکے جبکہ عدم موافات کی شرط پر معلق کرنا معروف ہے۔

کسی دوسرے شخص کا کفالہ بہ نفس کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ بِنَفْسِ رَجُلٍ وَقَالَ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ الْمَالُ، فَإِنْ مَاتَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ ضَمِنَ الْمَالَ) لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ وَهُوَ عَدَمُ الْمُوَافَاةِ .

فرمایا: اور جس شخص نے کسی دوسرے بندے کی جان کا کفالہ کیا اور اس طرح کہا کہ جب میں کل اس کو حاضر نہ کر سکا تو اس پر مال واجب ہے اس کے بعد اگر مکفول عنہ فوت ہو گیا ہے تو کفالت کرنے والا مال کا ضامن ہوگا کیونکہ شرط پائی جا رہی ہے اور وہ حاضر نہ کرنا ہے۔

دوسرے پر سو دینار دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ ادَّعَى عَلَى آخَرَ مِائَةَ دِينَارٍ بَيَّنَهَا أَوْ لَمْ يُبَيِّنْهَا حَتَّى تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ رَجُلٌ عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ الْمِائَةُ فَلَمْ يُوَافِ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ الْمِائَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : إِنْ لَمْ يُبَيِّنْهَا حَتَّى تَكَفَّلَ بِهِ رَجُلٌ ثُمَّ ادَّعَى بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى دَعْوَاهُ) لِأَنَّهُ عَلَّقَ مَالًا مُطْلَقًا بِخَطَرٍ ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى مَا عَلَيْهِ، وَلَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ وَإِنْ بَيَّنَهَا وَلِأَنَّهُ لَمْ تَصِحَّ الدَّعْوَى مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ فَلَا يَجِبُ إِحْضَارُ النَّفْسِ، وَإِذَا لَمْ يَجِبْ لَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ فَلَا تَصِحُّ بِالْمَالِ لِأَنَّهُ بِنَاءٌ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَيَّنَ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْمَالَ ذُكِرَ مُعَرَّفًا فَيَنْصَرِفُ اِلٰى مَا عَلَيْهِ، وَالْعَادَةُ جَرَتْ بِالْاِجْمَالِ فِي الدَّعَاوٰى فَتَصِحُّ الدَّعْوٰى عَلٰى اعْتِبَارِ الْبَيَانِ، فَاِذَا بَيَّنَ الْتَحَقَ الْبَيَانُ بِاَصْلِ الدَّعْوٰى فَتَبَيَّنَ صِحَّةُ الْكَفَالَةِ الْاُوْلٰى فَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهَا الثَّانِيَةُ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے دوسرے آدمی پر سو دینار کا دعویٰ کر دیا جبکہ ان کے اصلی ونقلی ہونے کا بیان نہ کیا حتیٰ کہ ایک آدمی اس شرط پر اس کا کفیل بہ نفس بن گیا کہ جب وہ کل تک اس کو حاضر نہ کر سکا تو اس پر ایک سو دینار واجب ہوں گے۔ اس کے بعد کفیل کل مکفول بہ نفسہ کو نہ لا سکا تو شیخین کے نزدیک اس پر سو دینار واجب ہو جائیں گے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب اس نے بیان نہ کیا ہوحتیٰ کہ کوئی آدمی اس کا کفیل ہو گیا ہے اور پھر اس نے دعویٰ کر دیا ہے تو اس کے دعویٰ کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ مطلق مال کو مشکوک پر معلق کرنے والا ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ اس نے ان دیناروں کو اپنی جانب منسوب نہ کیا جو مکفول عنہ پر واجب ہوئے ہیں۔ جبکہ اس طرح کفالہ درست نہ ہوگا خواہ اس نے دنانیر کی صفت کو بیان کر دیا ہو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ صفت کو بیان کرنے کے سوا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے پس مکفول بہ نفسہ کو لانا واجب نہ ہوگا اور جب اس کی حاضری واجب نہ ہوئی تو کفالہ بہ نفس درست نہ ہوگا اور نہ ہی کفالہ بہ مال صحیح ہوا کیونکہ اس کی بناء تو کفالہ بہ نفس پر تھی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ صفت کو بیان کر دیتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ کفیل نے مال کو بطور معرفہ ذکر کیا ہے پس یہ مکفول عنہ پر واجب مال کی طرف لوٹنے والا ہوگا کیونکہ دعویٰ جات میں اجمالی بیان کا عرف جاری ہے پس بیان کا اعتبار کرتے ہوئے درست ہو جائے گا اور ہاں البتہ جب اس نے بیان کر دیا ہے تو اس کو اصل دعویٰ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ لہٰذا پہلے کفالہ کا صحیح ہونا ظاہر ہو چکا ہے جبکہ دوسرا کفالہ اسی پر مرتب ہونے والا ہے۔

حدود وقصاص میں عدم جواز کفالہ کا بیان

قَالَ (وَلَا تَجُوْزُ الْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ فِي الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) مَعْنَاهُ : لَا يُجْبَرُ عَلَيْهَا عِنْدَهُ، وَقَالَا : يُجْبَرُ فِي حَدِّ الْقَذْفِ لِاَنَّ فِيْهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَفِي الْقِصَاصِ لِاَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ الْعَبْدِ فَيَلِيْقُ بِهِمَا الْاِسْتِيثَاقُ كَمَا فِي التَّعْزِيرِ، بِخِلَافِ الْحُدُوْدِ الْخَالِصَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى .

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا كَفَالَةَ فِي حَدٍّ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ) وَلِاَنَّ مَبْنَى الْكُلِّ عَلَى الدَّرْءِ فَلَا يَجِبُ فِيْهَا الْاِسْتِيثَاقُ، بِخِلَافِ سَائِرِ الْحُقُوْقِ لِاَنَّهَا لَا تَنْدَرِءُ بِالشُّبُهَاتِ فَيَلِيْقُ بِهَا الْاِسْتِيثَاقُ كَمَا فِي التَّعْزِيرِ .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حدود وقصاص میں کفالہ بہ نفس جائز نہیں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جس پر حد یا

قصاص واجب ہوا ہے اس کو کفالہ پر مجبور نہ کیا جائے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ حد قذف میں اس کو مجبور کیا جائے گا اس لئے اس میں بندے کا حق ہوتا ہے اور قصاص میں بھی مجبور کیا جائے گا اسلئے کہ وہ خاص بندے کا حق ہے۔ البتہ ان حدود میں مجبور نہ کیا جائے گا جو خاص اللہ کا حق ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حد میں کفالہ نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ کیونکہ تمام کی بناء سقوط پر ہے۔ پس اس میں وثوق واجب نہ ہوگا بہ خلاف دوسرے حقوق کے کیونکہ وہ شبہات سے ساقط ہونے والے نہیں ہیں۔ پس وثوق ان کے کے لئے ہوگا۔ جس طرح تعزیر میں ہوتا ہے۔

مدعیٰ علیہ کا کامل طریقے سے کفیل بہ نفس دینے کا بیان

(وَلَوْ سَمَحَتْ نَفْسُهُ بِهِ يَصِحُّ بِالْإِجْمَاعِ) لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَرْتِيبُ مُوجِبِهِ عَلَيْهِ لِأَنَّ تَسْلِيمَ النَّفْسِ فِيهَا وَاجِبٌ فَيُطَالَبُ بِهِ الْكَفِيلُ فَيَتَحَقَّقُ الضَّمُّ .

اور جب مدعیٰ علیہ نے کامل طریقے سے کفیل بہ نفس دے دیا ہے تو یہ بہ اتفاق درست ہوگا کیونکہ کفالہ کے موجب کو اسی پر مرتب کرنا ممکن ہے کیونکہ حدود میں مدعیٰ علیہ کے نفس کو حوالے کرنا ضروری ہے پس کفیل سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا اور ملانے کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا۔

حدود میں مدعیٰ علیہ کی عدم قید کا بیان

قَالَ (وَلَا يُحْبَسُ فِيهَا حَتَّى يَشْهَدَ شَاهِدَانِ مَسْتُورَانِ أَوْ شَاهِدٌ عَدْلٌ يَعْرِفُهُ الْقَاضِي) لِأَنَّ الْحَبْسَ لِلتُّهْمَةِ هَاهُنَا، وَالتُّهْمَةُ تَثْبُتُ بِأَحَدِ شَطْرَيْ الشَّهَادَةِ : إِمَّا الْعَدَدُ أَوْ الْعَدَالَةُ، بِخِلَافِ الْحَبْسِ فِي بَابِ الْأَمْوَالِ لِأَنَّهُ أَقْصَى عُقُوبَةٍ فِيهِ فَلَا يَثْبُتُ إِلَّا بِحُجَّةٍ كَامِلَةٍ .

وَذَكَرَ فِي كِتَابِ أَدَبِ الْقَاضِي أَنَّ عَلَى قَوْلِهِمَا لَا يُحْبَسُ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ بِشَهَادَةِ الْوَاحِدِ لِحُصُولِ الْاسْتِيثَاقِ بِالْكَفَالَةِ .

فرمایا: اور حدود میں مدعیٰ علیہ کو قید نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ دو پردے دار گواہ گواہی دیدیں ایک ایسا عدل کرنے والا مرد گواہی دے جس کو قاضی جاننے والا ہو کیونکہ حدود میں تہمت کے سبب سے قید ہوا کرتی ہے اور گواہی کے دو اجزاء میں سے ایک سے بھی تہمت ثابت ہو جاتی ہے اگر چہ وہ عدد ہے یا عدالت ہے بہ خلاف اس قید کے جو مالوں کے احکام میں ہوتی ہے کیونکہ یہ ان میں آخری سزا ہے پس وہ کامل دلیل کے بغیر ثابت ہونے والی نہیں ہے اور کتاب مبسوط کے ادب قاضی میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ صاحبین کے قول کے مطابق ایک آدمی کی گواہی پر حدود و قصاص میں قید نہ ہوگی کیونکہ کفالہ سے طاقت حاصل ہونے والی ہے۔

خراج میں رہن وکفالہ کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَالرَّهْنُ وَالْكَفَالَةُ جَائِزَانِ فِي الْخَرَاجِ) لِأَنَّهُ دَيْنٌ مُطَالَبٌ بِهِ مُمْكِنُ الْاِسْتِيفَاءِ فَيُمْكِنُ تَرْتِيبُ مُوجِبِ الْعَقْدِ عَلَيْهِ فِيهِمَا.

قَالَ (وَمَنْ اَخَذَ مِنْ رَجُلٍ كَفِيلًا بِنَفْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ فَاَخَذَ مِنْهُ كَفِيلًا آخَرَ فَهُمَا كَفِيلَانِ) لِأَنَّ مُوجَبَهُ الْتِزَامُ الْمُطَالَبَةِ وَهِيَ مُتَعَدِّدَةٌ وَالْمَقْصُودُ التَّوَثُّقُ، وَبِالثَّانِيَةِ يَزْدَادُ التَّوَثُّقُ فَلَا يَتَنَافَيَانِ

فرمایا: رہن اور کفالہ یہ دونوں خراج میں جائز ہیں۔ کیونکہ خراج ایسا قرض ہے جس کو طلب کیا جاتا ہے اور اس کو وصول کرنا بھی ممکن ہے پس ان دونوں کے عقد کو اسی پر مرتب کرنا ممکن ہوگا۔

فرمایا: اور جب کسی شخص نے دوسرے آدمی سے کفیل بہ نفس لیا اور اس کے بعد اسی سے دوسرا کفیل بنالیا تو یہ دونوں دو کفیل ہوں گے کیونکہ کفالہ کو واجب کرنے والا طلب کرنے کو ضروری کرنا ہے اور یہاں طلب میں تعدد ہے جبکہ کفالہ سے وثیقہ مقصود ہے جبکہ دوسرے کفالہ سے مزید توثیق حاصل ہونے والی ہے پس یہ دونوں ایک دوسرے کے منافی نہ ہوں گے۔

کفالہ بہ مال کے جائز ہونے کا بیان

(وَاَمَّا الْكَفَالَةُ بِالْمَالِ فَجَائِزَةٌ مَعْلُومًا كَانَ الْمَكْفُولُ بِهِ اَوْ مَجْهُولًا اِذَا كَانَ دَيْنًا صَحِيحًا مِثْلُ اَنْ يَقُولَ تَكَفَّلْتُ عَنْهُ بِاَلْفٍ اَوْ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ اَوْ بِمَا يُدْرِكُكَ فِي هَذَا الْبَيْعِ) لِأَنَّ مَبْنَى الْكَفَالَةِ عَلَى التَّوَسُّعِ فَيَتَحَمَّلُ فِيهَا الْجَهَالَةَ، وَعَلَى الْكَفَالَةِ بِالدَّرَكِ اِجْمَاعٌ وَكَفَى بِهِ حُجَّةً، وَصَارَ كَمَا اِذَا كَفَلَ لِشَجَّةٍ صَحَّتِ الْكَفَالَةُ وَاِنْ اُحْتُمِلَتْ السِّرَايَةُ وَالْاِقْتِصَارُ، وَشَرَطَ اَنْ يَكُونَ دَيْنًا صَحِيحًا وَمُرَادُهُ اَنْ لَا يَكُونَ بَدَلَ الْكِتَابَةِ، وَسَيَاْتِيكَ فِي مَوْضِعِهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى

البتہ کفالہ بہ مال تو وہ جائز ہے اگر چہ مکفول بہ معلوم ہو یا نہ ہو۔ جبکہ شرط یہ ہے کہ دین صحیح ہو۔ مثال کے طور پر وہ اس طرح کہے کہ میں فلاں شخص کی جانب سے ایک ہزار کا کفیل ہوں یا اس مال کا جو تیرا اس پر ہے یا ایسے مال کو کفیل ہوں جس تمہیں اس بیع میں ملے گا کیونکہ کفالہ کا دارومدار وسعت پر ہے۔ پس اس میں عدم علم کو برداشت کیا جائے گا جبکہ کفالہ بہ درک پر اجماع ہے اور اس کی دلیل کے لئے اجماع کا ہونا کافی ہے۔ اور یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی کے سر کے زخم کی کفالت کی تو یہ کفالت درست ہوگی اگر چہ زخم کے سرایت کر جانے اور اکتفاء کر جانے دونوں کا احتمال ہے جبکہ امام قدوری علیہ الرحمہ نے اس میں جو دین ہونے کی شرط بیان کی ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کتابت کا بدل نہ ہو اور اس کی توضیح ان شاء اللہ اس کے مقام پر آ جائے گی۔

مکفول بہ کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَالْمَكْفُولُ لَهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ طَالَبَ الَّذِي عَلَيْهِ الْاَصْلُ وَاِنْ شَاءَ طَالَبَ كَفِيلَهُ) لِأَنَّ

الْكَفَالَةَ ضَمُّ الذِّمَّةِ إِلَى الذِّمَّةِ فِي الْمُطَالَبَةِ وَذٰلِكَ يَقْتَضِي قِيَامَ الْاَوَّلِ لَا الْبَرَاءَةَ عَنْهُ، إِلَّا إِذَا شَرَطَ فِيهِ الْبَرَاءَةَ فَحِينَئِذٍ تَنْعَقِدُ حَوَالَةً اعْتِبَارًا لِلْمَعْنَى، كَمَا أَنَّ الْحَوَالَةَ بِشَرْطِ أَنْ لَا يَبْرَأَ بِهَا الْمُحِيلُ تَكُونُ كَفَالَةً (وَلَوْ طَالَبَ أَحَدَهُمَا لَهُ أَنْ يُطَالِبَ الْاٰخَرَ وَلَهُ أَنْ يُطَالِبَهُمَا) لِأَنَّ مُقْتَضَاهُ الضَّمُّ، بِخِلَافِ الْمَالِكِ إِذَا اخْتَارَ تَضْمِينَ أَحَدِ الْغَاصِبَيْنِ لِأَنَّ اخْتِيَارَهُ أَحَدَهُمَا يَتَضَمَّنُ التَّمْلِيكَ مِنْهُ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّمْلِيكُ مِنَ الثَّانِي، أَمَّا الْمُطَالَبَةُ بِالْكَفَالَةِ لَا تَتَضَمَّنُ التَّمْلِيكَ فَوَضَحَ الْفَرْقُ

فرمایا: اور مکفول لہ کو اختیار ہے کہ جب چاہے تو اس بندے سے مطالبہ کر سکتا ہے جس پر اصل قرض ہے اور جب وہ چاہے تو اس کے کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ طلب میں ایک ذمہ داری کو دوسرے ذمہ داری کے ساتھ ملایا جاتا ہے اور پہلے کے موجود ہونے کا تقاضہ کرنے والا ہے نہ اس سے بری کرنے والا ہے ہاں البتہ جب اس میں بری ہونے کی شرط بیان کر دی جائے۔ پس حکم کا اعتبار کرتے ہوئے اس وقت حوالہ منعقد ہو جائے گا جس طرح محیل کی عدم برأت والی شرط کے سبب حوالہ کفالہ بن جایا کرتا ہے۔

اور جب مکفول لہ نے ان دونوں میں سے کسی ایک سے طلب کیا تو اس کو دوسرے سے طلب کرنے کا اختیار بھی ہوگا اور اس کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ وہ دونوں سے طلب کرے۔ کیونکہ کفالہ کا تقاضہ ملانا ہے بہ خلاف مالک کے کیونکہ جب اس نے دو غاصبوں میں سے ایک سے ضمان لینے کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس کو دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینا یہ مالک بنانے کو ضروری کرنے والا ہے پس دوسرے کو مالک بنانا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ البتہ جو مطالبہ کفالہ کے سبب سے ہے اس میں ایک سے طلب سے اس کو مالک بنانا ضروری نہیں آتا پس ان دونوں مسائل فقہیہ میں فرق واضح ہو چکا ہے۔

کفالہ کو شرائط پر معلق کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ تَعْلِيقُ الْكَفَالَةِ بِالشُّرُوطِ) مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مَا بَايَعْتَ فُلَانًا فَعَلَيَّ أَوْ مَا ذَابَ لَكَ عَلَيْهِ فَعَلَيَّ أَوْ مَا غَصَبَكَ فَعَلَيَّ .

وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ) وَالْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلَى صِحَّةِ ضَمَانِ الدَّرْكِ، ثُمَّ الْاَصْلُ أَنَّهُ يَصِحُّ تَعْلِيقُهَا بِشَرْطٍ مُلَائِمٍ لَهَا مِثْلُ أَنْ يَكُونَ شَرْطًا لِوُجُوبِ الْحَقِّ كَقَوْلِهِ إِذَا اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ، أَوْ لِإِمْكَانِ الْاِسْتِيفَاءِ مِثْلُ قَوْلِهِ إِذَا قَدِمَ زَيْدٌ وَهُوَ مَكْفُولٌ عَنْهُ، أَوْ لِتَعَذُّرِ الْاِسْتِيفَاءِ مِثْلُ قَوْلِهِ إِذَا غَابَ عَنِ الْبَلْدَةِ، وَمَا ذُكِرَ مِنَ الشُّرُوطِ فِي مَعْنَى مَا ذَكَرْنَاهُ، فَأَمَّا لَا يَصِحُّ التَّعْلِيقُ بِمُجَرَّدِ الشَّرْطِ كَقَوْلِهِ إِنْ هَبَّتِ الرِّيحُ أَوْ جَاءَ الْمَطَرُ وَكَذَا إِذَا جَعَلَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا أَجَلًا، إِلَّا أَنَّهُ تَصِحُّ الْكَفَالَةُ وَيَجِبُ الْمَالُ حَالًّا لِأَنَّ الْكَفَالَةَ لَمَّا

صَحَّ تَعْلِيقُهَا بِالشَّرْطِ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ .

فرمایا اور کفالہ کو شرائط پر معلق کرنا جائز ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اس طرح کہے کہ تم نے فلاں بندے سے جو کچھ بھی خرید وفروخت کی وہ مجھ پر ہے یا فلاں بندے پر جو بھی تیرا نکل آئے وہ مجھ پر ہے یا فلاں بندے نے تم سے کچھ غصب کیا ہے وہ مجھ پر ہے۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (یوسف، ۷۲)

بولے بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں' ضمان بہ درک کے صحیح ہونے کا اجماع کا انعقاد ہو چکا ہے۔

قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ کفالہ کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے جو اس کے ساتھ مناسبت رکھنے والی ہو جس طرح وہ حق واجب ہونے کی شرط ہے جس طرح اس کا یہ کہنا کہ جب وہ مبیع کا حقدار ہوا یا حق وصول ہونے کے ممکن ہونے کی شرط ہو جس طرح اس کا یہ قول ہے کہ جب زید آیا اور مکفول عنہ بھی زید ہو یا پھر استیفاء کے ناممکن ہونے کی شرط ہو جس طرح اس شخص کا قول جب کہ وہ شہر سے غائب ہو اور جو شرائط بیان کی گئی ہیں وہ ہمارے بیان کردہ حکم میں ہیں اور صرف شرط پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح اس کا قول جب ہوا چلے یا بارش برسے اور اسی طرح جب ان میں سے کسی ایک میں کفالہ کی مدت مقرر کرے تو کفالہ درست ہوگا جبکہ موجود حالت میں مال واجب ہوگا کیونکہ جب کفالہ کو شرط پر معلق کرنا صحیح ہے تو وہ فاسد شرائط کے سبب باطل نہ ہوگا جس طرح طلاق وعتاق میں ہے۔

کفیل کی کفالت پر شہادت قائم ہونے پر ضمانت کا بیان

(فَإِنْ قَالَ تَكَفَّلْتُ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ فَقَامَتْ الْبَيِّنَةُ بِأَلْفٍ عَلَيْهِ ضَمِنَهُ الْكَفِيلُ) لِأَنَّ الثَّابِتَ بِالْبَيِّنَةِ كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً فَيَتَحَقَّقُ مَا عَلَيْهِ فَيَصِحُّ الضَّمَانُ بِهِ (وَإِنْ لَمْ تَقُمْ الْبَيِّنَةُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْكَفِيلِ مَعَ يَمِينِهِ فِي مِقْدَارِ مَا يَعْتَرِفُ بِهِ) لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ لِلزِّيَادَةِ (فَإِنْ اعْتَرَفَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ بِأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يُصَدَّقْ عَلَى كَفِيلِهِ) لِأَنَّهُ إقْرَارٌ عَلَى الْغَيْرِ وَلَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ (وَيُصَدَّقُ فِي حَقِّ نَفْسِهِ) لِوِلَايَتِهِ عَلَيْهَا .

پس جب کفیل نے کہا میں نے اس چیز کی کفالت کی جو تیرا اس پر ہے اور ایک ہزار پر گواہی قائم ہوگئی تو کفیل اس کا ضامن ہوگا کیونکہ گواہی سے ثابت ہونے والی چیز مشاہدے سے ثابت ہونے والی چیز کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ) پس جو مکفول عنہ پر ہے وہ ثابت ہو جائے گا اور اس کا ضامن ہونا صحیح ہو جائے گا اور جب گواہی قائم نہ ہوئی تو اب کفیل جتنی مقدار کا اقرار کرے اس کے مطابق اس کا قول قسم سے قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ زیادتی کا انکار کرنے والا وہی ہے۔ ہاں البتہ جب مکفول عنہ اس سے زیادہ کا اقرار کرے تو اس کفیل کے قول کو تسلیم نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ غیر پر اقرار ہے جبکہ غیر پر اس کو ولایت حاصل نہیں ہے لیکن مکفول عنہ

کے نفس پر اس کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اس کو نفس پر ولایت حاصل ہے۔

کفالہ کے مکفول عنہ کے حکم سے جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَجُوْزُ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِ الْمَكْفُوْلِ عَنْهُ وَبِغَيْرِ أَمْرِهِ) لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا وَلِأَنَّهُ الْتِزَامُ الْمُطَالَبَةِ وَهُوَ تَصَرُّفٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَفِيْهِ نَفْعٌ لِلطَّالِبِ وَلَا ضَرَرَ فِيْهِ عَلَى الْمَطْلُوْبِ بِثُبُوْتِ الرُّجُوْعِ إِذْ هُوَ عِنْدَ أَمْرِهِ وَقَدْ رَضِيَ بِهِ (فَإِنْ كَفَلَ بِأَمْرِهِ رَجَعَ بِمَا أَدَّى عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ قَضَى دَيْنَهُ بِأَمْرِهِ (وَإِنْ كَفَلَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ لَمْ يَرْجِعْ بِمَا يُؤَدِّيْهِ) لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ بِأَدَائِهِ، وَقَوْلُهُ رَجَعَ بِمَا أَدَّى مَعْنَاهُ إِذَا أَدَّى مَا ضَمِنَهُ، أَمَّا إِذَا أَدَّى خِلَافَهُ رَجَعَ بِمَا ضَمِنَ لِأَنَّهُ مَلَكَ الدَّيْنَ بِالْأَدَاءِ فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الطَّالِبِ، كَمَا إِذَا مَلَكَهُ بِالْهِبَةِ أَوْ بِالْإِرْثِ، وَكَمَا إِذَا مَلَكَهُ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ بِمَا ذَكَرْنَا فِي الْحَوَالَةِ، بِخِلَافِ الْمَأْمُوْرِ بِقَضَاءِ الدَّيْنِ حَيْثُ يَرْجِعُ بِمَا أَدَّى؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ شَيْءٌ حَتَّى يَمْلِكَ الدَّيْنَ بِالْأَدَاءِ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ الْكَفِيْلُ الطَّالِبَ عَنِ الْأَلْفِ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَبْرَأَ الْكَفِيْلَ.

فرمایا: کفالہ مکفول عنہ کے حکم سے جائز ہے اور اس کے حکم کے بغیر بھی جائز ہے ہماری روایت کردہ روایت کے مطلق ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ اور اسی سبب سے مطالبہ ضروری کرنے کا نام کفالہ ہے اور اپنے حق میں ایک تصرف ہے اور اسی میں مکفول لہ کا فائدہ ہے جبکہ رجوع ثابت ہونے کے سبب اس میں مکفول عنہ کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ رجوع کا ثبوت مکفول عنہ کے حکم کے وقت ہوتا ہے جبکہ مکفول عنہ اس پر رضامند ہو۔

اور جب کفیل نے مکفول عنہ کے حکم سے کفالت کو قبول کیا تو وہ ادا کردہ مال مکفول عنہ سے واپس وصول کرے گا کیونکہ نے اسی کے حکم سے اس کا قرض ادا کیا ہے اور جب کفیل نے اس کے حکم کے بغیر کفالت کو قبول کیا تو وہ مکفول عنہ سے ادا کردہ رقم کو واپس نہ لے گا کیونکہ وہ قرض ادا کرنے میں احسان کرنے والا ہے۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ کے قول ''رَجَعَ بِمَا أَدَّى مَعْنَاهُ'' کا مفہوم یہ ہے کہ جب کفیل نے اس چیز کو ادا کیا ہے جس کا وہ ضامن ہے مگر جب اس نے قرض کے خلاف ادا کیا ہے تو وہ اسی چیز کو واپس لے گا جس کا ضامن ہوا تھا کیونکہ ادا کرنے کے سبب سے کفیل قرض کا مالک بن چکا ہے پس اس کو مکفول لہ کے درجے میں شمار کر لیا جائے گا جس طرح اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب وہ ہبہ یا ارث سے اس کا مالک بنا ہو اور اسی طرح جب وہ محتال علیہ کا مالک ہوا ہے اور اسی دلیل کے سبب ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

بہ خلاف اس بندے کے جس نے قرض کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا وہ ادا کردہ مال کو واپس لے گا کیونکہ اس پر کوئی چیز واجب نہ تھی۔ کہ وہ ادا کرنے کے سبب دین کا مالک بن جائے بہ خلاف اس صورت کے جب کفیل نے ایک ہزار کے بدلے میں مکفول لہ

سے پانچ سو پر صلح کی کیونکہ یہی ساقط کرنا ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مکفول لہ نے کفیل کو بری کر دیا ہے۔

مکفول عنہ کی طرف سے پہلے مطالبہ مال کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْكَفِيلِ اَنْ يُطَالِبَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ بِالْمَالِ قَبْلَ اَنْ يُؤَدِّيَ عَنْهُ) لِاَنَّهُ لَا يَمْلِكُهُ قَبْلَ الْاَدَاءِ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ حَيْثُ يَرْجِعُ قَبْلَ الْاَدَاءِ لِاَنَّهُ انْعَقَدَ بَيْنَهُمَا مُبَادَلَةٌ حُكْمِيَّةٌ قَالَ (فَاِنْ لُوزِمَ بِالْمَالِ كَانَ لَهُ اَنْ يُلَازِمَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ حَتّٰى يُخَلِّصَهُ) وَكَذَا اِذَا حُبِسَ كَانَ لَهُ اَنْ يَحْبِسَهُ لِاَنَّهُ لَحِقَهُ مَا لَحِقَهُ مِنْ جِهَتِهِ فَيُعَامِلُهُ بِمِثْلِهِ

فرمایا: کفیل کے لئے کوئی حق نہیں ہے کہ وہ مکفول عنہ کی جانب سے ادائیگی مال سے قبل مال کا مطالبہ کرے کیونکہ ادائیگی سے پہلے کفیل اس کے قرض کا مالک نہیں ہوا۔ بہ خلاف وکیل بہ شراء کے پس وہ اس کو ادا کرنے سے پہلے واپس لے سکتا ہے کیونکہ وکیل اور موکل کے درمیان حکمی مبادلہ منعقد ہوا کرتا ہے۔

فرمایا: اور جب مال کے بارے میں کفیل کے کوئی پیچھے پڑ جائے تو اس کو بھی یہ حق ہوگا کہ وہ مکفول عنہ کے پیچھے پڑ جائے حتیٰ کہ مکفول عنہ سے وصول کرے جب کفیل کو قید کرلیا گیا ہے تو اس کے لئے بھی یہ حق ہوگا کہ وہ مکفول عنہ کو قید کرائے کیونکہ کفیل کو لاحق ہونے والی تکلیف مکفول عنہ کے سبب سے ہوئی ہے۔ پس وہ مکفول عنہ کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرے۔

مکفول لہ کا مکفول عنہ کو بری دینے کا بیان

(وَاِذَا اَبْرَاَ الطَّالِبُ الْمَكْفُولَ عَنْهُ اَوِ اسْتَوْفٰى مِنْهُ بَرِئَ الْكَفِيلُ) لِاَنَّ بَرَاءَةَ الْاَصِيلِ تُوجِبُ بَرَاءَةَ الْكَفِيلِ لِاَنَّ الدَّيْنَ عَلَيْهِ فِي الصَّحِيحِ (وَاِنْ اَبْرَاَ الْكَفِيلَ لَمْ يَبْرَاِ الْاَصِيلُ عَنْهُ) لِاَنَّهُ تَبَعٌ، وَلِاَنَّ عَلَيْهِ الْمُطَالَبَةَ وَبَقَاءَ الدَّيْنِ عَلَى الْاَصِيلِ بِدُونِهِ جَائِزٌ (وَكَذَا اِذَا اَخَّرَ الطَّالِبُ عَنِ الْاَصِيلِ فَهُوَ تَاْخِيرٌ عَنِ الْكَفِيلِ، وَلَوْ اَخَّرَ عَنِ الْكَفِيلِ لَمْ يَكُنْ تَاْخِيرًا عَنِ الَّذِي عَلَيْهِ الْاَصْلُ) لِاَنَّ التَّاْخِيرَ اِبْرَاءٌ مُوَقَّتٌ فَيُعْتَبَرُ بِالْاِبْرَاءِ الْمُؤَبَّدِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَفَلَ بِالْمَالِ الْحَالِّ مُؤَجَّلًا اِلٰى شَهْرٍ فَاِنَّهُ يَتَاَجَّلُ عَنِ الْاَصِيلِ لِاَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ اِلَّا الدَّيْنُ حَالَ وُجُودِ الْكَفَالَةِ فَصَارَ الْاَجَلُ دَاخِلًا فِيهِ، اَمَّا هٰهُنَا فَبِخِلَافِهِ.

اور جب مکفول لہ نے مکفول عنہ کو بری کر دیا ہے یا اس نے اس سے وصولی کرلی ہے تو کفیل بری ہو جائے گا۔ کیونکہ اصیل کی براءت کفیل کی براءت کو واجب کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اس لئے کہ اصل میں قرض اصیل پر ہے اور جب مکفول لہ نے کفیل کو بری کیا تو اصیل بری نہ ہوگا کیونکہ کفیل تابع ہے اور یہ دلیل ہے کہ کفیل پر صرف مطالبہ ہے جبکہ بغیر کسی مطالبہ کے بھی اصیل پر قرض کی بقاء جائز ہے۔

اور اسی طرح جب مکفول لہ نے اصیل کو مؤخر کر دیا تو یہ کفیل سے بھی مؤخر کرنا ہوگا مگر جب کفیل سے مؤخر کیا تو اب اس یہ بندے سے مؤخر کرنا نہ ہوگا جس پر اصل ہے اس لئے کہ تاخیر کرنا یہ وقتی طور پر تو بری کرنا ہے پس اس کو دائمی طور پر بری کرنے پر قیاس کیا جائے گا۔

بہ خلاف اس صورت کے جب فوری طور پر واجب الاداء مال کے لئے ایک ماہ کی مدت مقرر کرتے ہوئے کوئی شخص کفیل ہوا ہے تو یہ اصیل سے بھی مؤخر کرنا ہوگا کیونکہ کفالہ کے موجود ہونے کی حالت میں قرض کے سوا مکفول لہ کا کوئی حق نہ ہے۔ پس میعاد اس میں داخل ہوگی البتہ یہاں صورت مسئلہ اس کے خلاف ہے (جو پہلے بیان ہوا ہے)۔

کفیل کی مکفول لہ سے صلح کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ صَالَحَ الْكَفِيلُ رَبَّ الْمَالِ عَنِ الْأَلْفِ عَلٰى خَمْسِمِائَةٍ فَقَدْ بَرِءَ الْكَفِيلُ وَالَّذِي عَلَيْهِ الْأَصْلُ) لِأَنَّهُ أَضَافَ الصُّلْحَ إِلَى الْأَلْفِ الدَّيْنِ وَهِيَ عَلَى الْأَصِيلِ فَبَرِءَ عَنْ خَمْسِمِائَةٍ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ وَبَرَاءَتُهُ تُوجِبُ بَرَاءَةَ الْكَفِيلِ، ثُمَّ بَرِئَا جَمِيعًا عَنْ خَمْسِمِائَةٍ بِأَدَاءِ الْكَفِيلِ، وَيَرْجِعُ الْكَفِيلُ عَلَى الْأَصِيلِ بِخَمْسِمِائَةٍ إِنْ كَانَتِ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلٰى جِنْسٍ آخَرَ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ حُكْمِيَّةٌ فَمَلَكَهُ فَيَرْجِعُ بِجَمِيعِ الْأَلْفِ، وَلَوْ كَانَ صَالَحَهُ عَمَّا اسْتَوْجَبَ بِالْكَفَالَةِ لَا يَبْرَأُ الْأَصِيلُ ؛ لِأَنَّ هٰذَا إِبْرَاءُ الْكَفِيلِ عَنِ الْمُطَالَبَةِ .

فرمایا: پس جب کفیل نے مکفول لہ کے ساتھ ایک ہزار کے بدلے پانچ سو پر صلح کر لی تو اب اصیل و کفیل دونوں بری ہو جائیں گے اس لئے کفیل صلح کو ایک ہزار قرض کی جانب منسوب کرنے والا ہے۔ جبکہ دین اصیل پر ہے پس اصیل پانچ سو سے بری ہو جائے گا اسلئے یہ معافی ہے اور اصیل کا بری ہونا یہ کفیل کے بری ہونے کو ضروری ہے۔ اور جب کفیل کی ادائیگی کے سبب اصیل و کفیل دونوں بری ہو گئے اور اب اگر کفالہ اصیل کے حکم سے ہوا ہے تو کفیل اصیل سے پانچ سو واپس کرائے گا۔

ہاں البتہ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کفیل نے کسی دوسری جنس پر صلح کی ہو کیونکہ یہ مبادلہ حکمی ہے پس وہ پورے کا مالک ہو جائے گا۔ اور مکمل ایک ہزار واپس لے گا۔ اور جب کفیل نے مکفول لہ سے اس حق پر صلح کی جو اس پر کفالہ کے سبب واجب ہونے والا ہے تو اصیل بری نہ ہوگا کیونکہ یہ کفیل کو مطالبہ سے بری کرنے والا ہے۔

برأت کی ابتداء وانتہاء کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِكَفِيلٍ ضَمِنَ لَهُ مَالًا قَدْ بَرِئْتَ إِلَيَّ مِنَ الْمَالِ رَجَعَ الْكَفِيلُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ) مَعْنَاهُ بِمَا ضَمِنَ لَهُ بِأَمْرِهِ لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ الَّتِي ابْتِدَاؤُهَا مِنَ الْمَطْلُوبِ وَانْتِهَاؤُهَا إِلَى الطَّالِبِ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْإِيفَاءِ، فَيَكُونُ هٰذَا إِقْرَارًا بِالْأَدَاءِ فَيَرْجِعُ (وَإِنْ قَالَ أَبْرَأْتُكَ لَمْ يَرْجِعِ الْكَفِيلُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ) لِأَنَّهُ بَرَاءَةٌ لَا تَنْتَهِي إِلٰى غَيْرِهِ وَذٰلِكَ بِالْإِسْقَاطِ فَلَمْ يَكُنْ إِقْرَارًا

بِالْإِيفَاءِ .

فرمایا: اور جس شخص نے کفیل سے کہا کہ جس مال کا وہ ضامن تھا کہ تم میری جانب سے مال سے برأت پالی تو کفیل مکفول عنہ سے واپس وصول کرے گا اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مال واپس لے گا۔ کیونکہ اسی مال کا مکفول عنہ کے حکم سے وہ ضامن ہوا تھا اور جس برأت کی ابتداء مکفول عنہ پر ہو اور انتہاء مکفول لہ پر وہ ادائیگی کے بغیر ثابت نہ ہوگا (قاعدہ فقہیہ) پس یہ اس کا یہ قول ادائیگی کا اقرار ہوگا کیونکہ کفیل اس کو واپس لے گا اور جب مکفول لہ نے کہا میں نے تجھے بری کر دیا تو مکفول عنہ سے واپس نہ لے گا کیونکہ اب یہ اسی برأت ہو چکی ہے جس کی بناء مکفول لہ کے سوا پر نہ ہوگی لہٰذا یہ معاف کرنے سے متعلق ہو جائے گی پس یہ ادا کرنے کا اقرار نہ ہوگا۔

بری کرنے سے برأت کے احتمال کا بیان

وَلَوْ قَالَ بَرِئْتَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ مِثْلُ الثَّانِي لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ الْبَرَاءَةَ بِالْاَدَاءِ اِلَيْهِ وَالْإِبْرَاءِ فَيَثْبُتُ الْاَدْنٰى اِذْ لَا يَرْجِعُ الْكَفِيلُ بِالشَّكِّ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : هُوَ مِثْلُ الْاَوَّلِ لِاَنَّهُ اَقَرَّ بِبَرَاءَةٍ اِبْتِدَاؤُهَا مِنَ الْمَطْلُوْبِ وَاِلَيْهِ الْإِيفَاءُ دُوْنَ الْإِبْرَاءِ .

وَقِيْلَ فِي جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَا اِذَا كَانَ الطَّالِبُ حَاضِرًا يَرْجِعُ فِي الْبَيَانِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ هُوَ الْمُجْمِلُ .

اور جب مکفول لہ نے کہا کہ تو بری ہو چکا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ کی طرح ہے اس لئے کہ جب مکفول لہ کو ادا کرنے سے برأت کا احتمال ہے تو بری کرنے کے سبب بھی برأت کا احتمال ہوگا پس ادنیٰ ثابت ہو جائے گا کیونکہ شک کے ساتھ کفیل رجوع کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ پہلے مسئلہ کی طرح ہے کیونکہ مکفول ایسی برأت کا اقرار کرنے والا ہے جس کی ابتداء کفیل کی جانب سے ہے اور اسکی جانب ادا کرنا ہے نہ اس کو بری کرنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مذکورہ تمام احوال میں جب مکفول عنہ موجود ہے تو اس کی توضیح کے لئے اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ کیونکہ اجمال اسی کے سبب ہوا ہے۔

کفالہ کو شرط برأت کے ساتھ معلق کرنے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ تَعْلِيقُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكَفَالَةِ بِالشَّرْطِ) لِمَا فِيْهِ مِنْ مَعْنَى التَّمْلِيكِ كَمَا فِي سَائِرِ الْبَرَاءَاتِ .

وَيُرْوٰى اَنَّهُ يَصِحُّ لِاَنَّ عَلَيْهِ الْمُطَالَبَةَ دُوْنَ الدَّيْنِ فِي الصَّحِيْحِ فَكَانَ اِسْقَاطًا مَحْضًا كَالطَّلَاقِ . وَلِهٰذَا لَا يَرْتَدُّ الْإِبْرَاءُ عَنِ الْكَفِيلِ بِالرَّدِّ بِخِلَافِ اِبْرَاءِ الْاَصِيلِ .

فرمایا: کفالہ کو شرط برأت کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں ملکیت کا حکم پایا جا رہا ہے جس طرح تمام قسم کی براتوں میں ہوا کرتا ہے جبکہ ایک روایت کے مطابق یہ برأت درست ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق کفیل پر مطالبہ کرنا ضروری ہے جبکہ دین نہیں ہے پس اس کا صرف متوط ہوگا۔ جس طرح طلاق ہے اسی سبب سے کفیل کے رد کرنے سے رد نہ ہوگا جبکہ اصیل کو بری کرنے میں اس طرح نہیں ہے۔

کفیل سے پورا نہ ہونے والے حق میں کفالہ کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ حَقٍّ لَا يُمْكِنُ اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الْكَفِيلِ لَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهِ كَالْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ) مَعْنَاهُ بِنَفْسِ الْحَدِّ لَا بِنَفْسِ مَنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ لِاَنَّهُ يَتَعَذَّرُ اِيجَابُهُ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْعُقُوبَةَ لَا تَجْرِي فِيهَا النِّيَابَةُ .قَالَ (وَاِذَا تَكَفَّلَ عَنِ الْمُشْتَرِي بِالثَّمَنِ جَازَ) لِاَنَّهُ دَيْنٌ كَسَائِرِ الدُّيُوْنِ .

فرمایا: ہر وہ حق جو کفیل سے پورا ہونے والا نہ ہو اس میں کفالہ درست نہیں ہے جس طرح حدود اور قصاص ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ حد کا کفالہ درست نہیں ہے اور جس پر حد قائم ہوئی ہے اس کی جان کا کفالت بھی درست نہیں ہے کیونکہ کفیل کے لئے اس کو پورا کرنا ناممکن ہے اور یہ اس قاعدہ فقہیہ کے مطابق ہے کہ عقوبت میں نیابت جاری نہیں ہوتی (قاعدہ فقہیہ)۔ اور جب خریدار کی جانب سے ثمن کو کفیل ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ قرائض کی طرح ثمن بھی ایک دین ہے۔

بیچنے والے کی جانب سے مبیع میں کفالت کے عدم جواز کا بیان

(وَاِنْ تَكَفَّلَ عَنِ الْبَائِعِ بِالْمَبِيعِ لَمْ تَصِحَّ) لِاَنَّهُ عَيْنٌ مَضْمُونٌ بِغَيْرِهِ وَهُوَ الثَّمَنُ وَالْكَفَالَةُ بِالْاَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ وَاِنْ كَانَتْ تَصِحُّ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لٰكِنْ بِالْاَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ بِنَفْسِهَا كَالْمَبِيعِ بَيْعًا فَاسِدًا وَالْمَقْبُوضِ عَلٰى سَوْمِ الشِّرَاءِ وَالْمَغْصُوبِ، لَا بِمَا كَانَ مَضْمُونًا بِغَيْرِهِ كَالْمَبِيعِ وَالْمَرْهُوْنِ، وَلَا بِمَا كَانَ اَمَانَةً كَالْوَدِيعَةِ وَالْمُسْتَعَارِ وَالْمُسْتَاْجَرِ وَمَالِ الْمُضَارَبَةِ وَالشَّرِكَةِ .

وَلَوْ كَفَلَ بِتَسْلِيمِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ اَوْ بِتَسْلِيمِ الرَّهْنِ بَعْدَ الْقَبْضِ اِلَى الرَّاهِنِ اَوْ بِتَسْلِيمِ الْمُسْتَاْجَرِ اِلَى الْمُسْتَاْجِرِ جَازَ لِاَنَّهُ الْتَزَمَ فِعْلًا وَاجِبًا .

فرمایا: اور جب کوئی شخص بیچنے والے کی جانب سے مبیع کا کفیل بن جائے تو ایسی کفالت درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا عین ہے جو اپنے سوا میں مضمون ہے اور وہ ثمن ہے جبکہ اعیان مضمونہ کا کفالہ اگر چہ ہمارے نزدیک درست ہے لیکن اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے البتہ ایسی اعیان کا کفالہ درست ہے جو خود بہ خود مضمون ہیں جس طرح بیع فاسد کی حالت میں مبیع اور وہ عین جس پر خریدار نے بہ نیت قبضہ کر لیا ہو اور اسی طرح عین مغصوبہ ہے۔

اوران اعیان کا کفالہ درست نہیں ہے جو مضمون کے بغیر ہوا کرتی ہیں۔ جس طرح مبیع اور مرہونہ چیز ہے اوران اعیان میں بھی کفالہ درست نہیں ہے جو بطور امانت ہوتی ہیں۔ جس طرح ودیعت، مستعار اور مستأجر کے اعیان ہیں اور اسی طرح مضاربت وشرکت کا مال ہے۔

اور جب کوئی شخص قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کو سپرد کرنے کا کفیل بنا ہے یا قبضہ کے بعد راہن کی جانب سے رہن سپرد کرنے کا کفیل بنایا مستأجر کی جانب اس چیز کو سپرد کرنے کا کفیل بنا ہے تو جائز ہے کیونکہ کفیل عمل واجب کو ضروری کرنے والا ہے۔

کھیتی باڑی کے لئے جانور اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِلْحَمْلِ عَلَيْهَا، فَإِنْ كَانَتْ بِعَيْنِهَا لَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِالْحَمْلِ) لِأَنَّهُ عَاجِزٌ عَنْهُ (وَإِنْ كَانَتْ بِغَيْرِ عَيْنِهَا جَازَتِ الْكَفَالَةُ) لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ الْحَمْلُ عَلَى دَابَّةِ نَفْسِهِ وَالْحَمْلُ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ (وَكَذَا مَنِ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ فَكَفَلَ لَهُ رَجُلٌ بِخِدْمَتِهِ فَهُوَ بَاطِلٌ) لِمَا بَيَّنَّا.

فرمایا اور جس شخص نے کسی سے کھیتی باڑی کے لئے کوئی جانور اجرت پر لیا ہے اور جب یہ جانور معین ہے تو کھیتی باڑی کا کفالہ درست نہ ہوگا کیونکہ کفیل سے معذور ہے اور اگر یہ جانور غیر معین ہے تو کفالہ جائز ہے کیونکہ کفیل کے لئے اپنے جانور پر کھیتی باڑی کرنا ممکن ہے اور کھیتی باڑی ہی کا وجوب ہے اور اسی جب کسی شخص نے خدمت کے لئے غلام کو اجرت پر لیا اور کسی دوسرے شخص نے اجرت پر لیے ہوئے غلام کی کفالت کی تو یہ کفالت باطل ہوگی اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

مکفول لہ کا مجلس میں کفالہ کو قبول کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ إِلَّا بِقَبُولِ الْمَكْفُولِ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ آخِرًا: يَجُوزُ إِذَا بَلَغَهُ أَجَازَ، وَلَمْ يَشْتَرِطْ فِي بَعْضِ النُّسَخِ الْإِجَازَةَ، وَالْخِلَافُ فِي الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ جَمِيعًا. لَهُ أَنَّهُ تَصَرُّفُ الْتِزَامٍ فَيَسْتَبِدُّ بِهِ الْمُلْتَزِمُ، وَهٰذَا وَجْهُ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ عَنْهُ. وَوَجْهُ التَّوَقُّفِ مَا ذَكَرْنَاهُ فِي الْفُضُولِيِّ فِي النِّكَاحِ.

وَلَهُمَا أَنَّ فِيهِ مَعْنَى التَّمْلِيكِ وَهُوَ تَمْلِيكُ الْمُطَالَبَةِ مِنْهُ فَيَقُومُ بِهِمَا جَمِيعًا وَالْمَوْجُودُ شَطْرُهُ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى مَا وَرَاءَ الْمَجْلِسِ

فرمایا: اور جب مکفول لہ کے مجلس میں قبول کیے بغیر کفالہ درست نہ ہوگا اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ جب مکفول لہ کو کفالہ کی اطلاع پہنچ گئی اور اس نے اس کی اجازت دے دی ہے تو یہ جائز ہے اور

نسخہ جات میں لکھا ہے کہ اجازت شرط نہیں ہے اور کفالہ بہ نفس اور کفالہ بہ مال دونوں میں اختلاف ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ ایک ضروری کرنے والا تصرف ہے پس اس میں ضروری کرنے والا مستقل ہوگا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کی دلیل اسی طرح ہے جبکہ موقوف ہونے کی دلیل وہی ہے جس ہم بیان نکاح فضولی میں بیان کر چکے ہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ میں ملکیت کا حکم ہوتا ہے اور وہ کفیل کی جانب سے مکفول لہ کا مطالبہ کرنے کا مالک بنانا ہے۔ پس یہ حکم کفیل اور مکفول لہ دونوں کے قائم مقام ہو جائے گا جبکہ اس کا یہاں صرف ایک حصہ موجود ہے پس مجلس کے سوا پر موقوف نہ ہوگا۔

مریض کا اپنے وارث کو کفیل بنانے کا بیان

(اِلَّا فِی مَسْاَلَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِیَ اَنْ یَقُولَ الْمَرِیضُ لِوَارِثِهِ تَكَفَّلْ عَنِّی بِمَا عَلَیَّ مِنْ الدَّیْنِ فَكَفَلَ بِهِ مَعَ غَیْبَةِ الْغُرَمَاءِ جَازَ) لِاَنَّ ذٰلِكَ وَصِیَّةٌ فِی الْحَقِیقَةِ وَلِهٰذَا تَصِحُّ وَاِنْ لَمْ یُسَمِّ الْمَكْفُولَ لَهُمْ، وَلِهٰذَا قَالُوا : اِنَّمَا تَصِحُّ اِذَا كَانَ لَهُ مَالٌ اَوْ یُقَالُ اِنَّهُ قَائِمٌ مَقَامَ الطَّالِبِ لِحَاجَتِهِ اِلَیْهِ تَفْرِیغًا لِذِمَّتِهِ وَفِیهِ نَفْعُ الطَّالِبِ فَصَارَ كَمَا اِذَا حَضَرَ بِنَفْسِهِ، وَاِنَّمَا یَصِحُّ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَلَا یُشْتَرَطُ الْقَبُولُ لِاَنَّهُ یُرَادُ بِهِ التَّحْقِیقُ دُونَ الْمُسَاوَمَةِ ظَاهِرًا فِی هٰذِهِ الْحَالَةِ فَصَارَ كَالْاَمْرِ بِالنِّكَاحِ، وَلَوْ قَالَ الْمَرِیضُ ذٰلِكَ لِاَجْنَبِیٍّ اخْتَلَفَ الْمَشَایِخُ فِیهِ .

فرمایا: ہاں البتہ اس کے سوا ایک مسئلہ بھی ہے کہ جب مریض اپنے وارث سے کہے کہ تم میری جانب سے اس قرض کے کفیل بن جاؤ جو مجھ پر واجب ہے۔ پس جب غرماء کے نہ ہونے کے وقت وہ اس کا کفیل بن گیا ہے تو یہ جائز ہے۔ اس لئے یہ بھی حقیقی طور وصیت ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب کفالہ درست ہے خواہ کفیل مکفول لہ بننے والوں کا نام نہ لے اور اسی لئے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ کفالہ اس وقت درست ہے جب مریض کے پاس مال ہے یا پھر اس سے کہا جائے گا کہ مریض طلب کرنے والے کے قائم مقام ہے کیونکہ وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہونے کے لئے اس کا محتاج ہے اور اس میں طلب کا فائدہ بھی ہے جس طرح جب وہ خود حاضر ہوتا ہے اور اس لفظ سے کفالہ اس لئے درست ہوگا جبکہ قبول شرط نہیں ہے کیونکہ اس کو ثابت کرنے مقصد ہے نہ کہ حالت ظاہری کے طور پر معاملہ مراد ہے پس یہ امر بہ نکاح کی مثل ہو جائے گا اور جب مریض نے کسی اجنبی شخص سے اس طرح کہا ہے تو اس میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔

فوت ہونے والے شخص پر کئی دیون کا بیان

قَالَ (وَاِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَعَلَیْهِ دُیُونٌ وَلَمْ یَتْرُكْ شَیْئًا فَتَكَفَّلَ عَنْهُ رَجُلٌ لِلْغُرَمَاءِ لَمْ تَصِحَّ عِنْدَ اَبِی حَنِیفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا : تَصِحُّ) لِاَنَّهُ كَفَلَ بِدَیْنٍ ثَابِتٍ لِاَنَّهُ وَجَبَ لِحَقِّ الطَّالِبِ، وَلَهُ

يُوجَدُ الْمُسْقِطُ وَلِهٰذَا يَبْقَى فِي حَقِّ اَحْكَامِ الْاٰخِرَةِ، وَلَوْ تَبَرَّعَ بِهِ اِنْسَانٌ يَصِحُّ، وَكَذَا يَبْقَى اِذَا كَانَ بِهِ كَفِيلٌ اَوْ مَالٌ .

وَلَهُ اَنَّهُ كَفَلَ بِدَيْنٍ سَاقِطٍ لِاَنَّ الدَّيْنَ هُوَ الْفِعْلُ حَقِيقَةً وَلِهٰذَا يُوصَفُ بِالْوُجُوبِ .لٰكِنَّهُ فِي الْحُكْمِ مَالٌ لِاَنَّهُ يَئُولُ اِلَيْهِ فِي الْمَآلِ وَقَدْ عَجَزَ بِنَفْسِهِ وَبِخَلَفِهِ فَفَاتَ عَاقِبَةُ الْاِسْتِيفَاءِ فَيَسْقُطُ ضَرُورَةً، وَالتَّبَرُّعُ لَا يَعْتَمِدُ قِيَامَ الدَّيْنِ، وَاِذَا كَانَ بِهِ كَفِيلٌ اَوْ لَهُ مَالٌ فَخَلَفُهُ اَوْ الْاِفْضَاءُ اِلَى الْاَدَاءِ بَاقٍ .

فرمایا: اور جب بندہ فوت ہوگیا اور اس پر کئی دیون تھے اور اس نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا اس کے بعد اس سے قرض وصول کرنے والوں کی طرف کوئی کفیل ہوگیا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ کفالت درست نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک یہ کفالت درست ہے کیونکہ کفیل نے ایک مثبت قرض کی کفالت کی ہے کیونکہ وہ قرض مکفول لہ کے حق کے سبب واجب ہوا ہے اور اس کو ساقط کرنے والا کوئی معاملہ بھی نہیں پایا گیا اور اسی سبب کے پیش نظر وہ آخرت کے حق میں باقی رہنے والا ہے اور جب کسی بندے نے اس کو ادا کرتے ہوئے احسان کیا ہے تو یہ درست ہے اور ہاں یہ قرضہ اس وقت بھی باقی رہنے والا ہے جب کوئی اس کا کفیل ہو یا میت کا مال کچھ باقی رہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ساقط ہونے والے قرض کا کفیل ہوا ہے کیونکہ حقیقت میں قرض فعل ہے اور اسی سبب سے اس کو وجوب کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے جبکہ حکم میں وہ مال ہے اس لئے کہ باعتبار مال وہ اسی جانب لوٹنے والا ہے اور میت خود تو عاجز آچکا ہے لہٰذا وصول ہونے والا ذریعہ ختم ہو چکا ہے پس ضرورت کے سبب وہ ساقط ہو جائے گا اور احسان کرنا یہ قرض کو باقی رکھنے پر موقوف نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب قرض کا کفیل موجود ہو یا پھر میت کا مال موجود ہے تو اب میت کا خلیفہ ہونا یا ادائیگی تک پہنچانا باقی ہے۔

کسی حکم سے ضروری شدہ قرض کے لئے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ عَنْ رَجُلٍ بِاَلْفٍ عَلَيْهِ بِاَمْرِهِ فَقَضَاهُ الْاَلْفَ قَبْلَ اَنْ يُعْطِيَهُ صَاحِبُ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِيهَا) لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْقَابِضِ عَلَى احْتِمَالِ قَضَائِهِ الدَّيْنَ فَلَا يَجُوزُ الْمُطَالَبَةُ مَا بَقِيَ هٰذَا الِاحْتِمَالُ، كَمَنْ عَجَّلَ زَكَاتَهُ وَدَفَعَهَا اِلَى السَّاعِي، وَلِاَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْقَبْضِ عَلَى مَا نَذْكُرُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الدَّفْعُ عَلَى وَجْهِ الرِّسَالَةِ لِاَنَّهُ تَمَحَّضَ اَمَانَةً فِي يَدِهِ (وَاِنْ رَبِحَ الْكَفِيلُ فِيهِ فَهُوَ لَا يَتَصَدَّقُ بِهِ) لِاَنَّهُ مَلَكَهُ حِينَ قَبَضَهُ، اَمَّا اِذَا قَضَى الدَّيْنَ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا اِذَا قَضَى الْمَطْلُوبُ بِنَفْسِهِ وَثَبَتَ لَهُ حَقُّ الِاسْتِرْدَادِ لِاَنَّهُ وَجَبَ لَهُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ مِثْلُ مَا وَجَبَ لِلطَّالِبِ عَلَيْهِ، اِلَّا اَنَّهُ اُخِّرَتْ الْمُطَالَبَةُ اِلَى وَقْتِ الْاَدَاءِ فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الدَّيْنِ الْمُؤَجَّلِ،

وَلِهٰذَا لَوْ اَبْرَاَ الْكَفِيْلُ الْمَطْلُوْبَ قَبْلَ اَدَائِهٖ يَصِحُّ، فَكَذَا اِذَا قَبَضَهٗ يَمْلِكُهٗ اِلَّا اَنَّ فِيْهِ نَوْعَ خُبْثٍ نُبَيِّنُهٗ فَلَا يُعْمَلُ مَعَ الْمِلْكِ فِيْمَا لَا يَتَعَيَّنُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي الْبُيُوْعِ

فرمایا اور جب کوئی شخص کسی دوسرے کے حکم سے اس پر ضروری شدہ قرض ایک ہزار کا کفیل بنا اور اس کے بعد کفیل کے مکفول لہ کو ادا کرنے سے پہلے مکفول عنہ نے اس کو ایک ہزار ادا کر دیے ہیں تو اب اس کفیل سے ایک ہزار واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ قرض کی قضاء کے احتمال پر اس ہزار کے ساتھ قابض کا حق متعلق تھا پس اب جب احتمال باقی ہے اس وقت تک کفیل سے واپس کرنے کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے جس طرح کسی بندے نے اپنی زکوۃ میں پہل کرتے ہوئے اس کو پہلے ہی ساعی کو دے دیا ہے اور اس لئے بھی کہ قبضہ کے سبب کفیل ہزار کا مالک بن چکا ہے جس طرح ہم بیان کر دیں گے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کفیل کو قاصد کے طور پر دینا ہو کیونکہ یہ اس کے قبضہ میں بطور امانت ہی ہے۔

اور قبضہ ہو جانے والے مال میں کفیل فائدہ اٹھالیا تو وہ اسی کا ہے لہٰذا کفیل اس کا صدقہ نہیں کرے گا کیونکہ جب کفیل نے اس پر قبضہ کیا ہے وہ تو اسی وقت سے اس کا مالک ہو چکا ہے ہاں البتہ جب اس نے قرضہ ادا کر دیا ہے تب بھی اس کا مالک ہونا ظاہر ہو چکا ہے اور اسی طرح کا حکم اس وقت ہوگا جب مکفول عنہ نے بہ ذات خود اس کو ادا کیا ہو اور اس کو واپس لینے کا حق بھی حاصل رہے کیونکہ کفیل کے لئے مکفول عنہ پر اسی کے مثل واجب ہو جائے گا جو مکفول لہ پر واجب تھا ہاں ادائیگی کے وقت تک مطالبہ کو مؤخر کیا جا سکتا ہے پس کفیل کے حق کو قرض مؤجل کے مرتبے میں سمجھا جائے گا اور اسی دلیل کے سبب سے مسئلہ بھی ہے کہ جب اس دین کو ادا کرنے سے پہلے کفیل نے مکفول عنہ کو بری کر دیا ہے تو برات درست ہوگی اور اسی طرح جب کفیل نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا البتہ اس میں ایک طرح خرابی ہے جس کو ہم بعد میں بتا دیں گے۔ لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے ملکیت اس چیز میں مؤثر نہ ہوگی جو متعین نہیں ہوئی ہے اور اس کو ہم کتاب بیوع میں بیان کر آئے ہیں۔

کفیل کا گندم بیچ کر نفع کمانے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتِ الْكَفَالَةُ بِكُرِّ حِنْطَةٍ فَقَبَضَهَا الْكَفِيْلُ فَبَاعَهَا وَرَبِحَ فِيْهَا فَالرِّبْحُ لَهٗ فِي الْحُكْمِ) لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهٗ مَلَكَهٗ (قَالَ : وَاَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَرُدَّهٗ عَلَى الَّذِيْ قَضَاهُ الْكُرَّ وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ فِي الْحُكْمِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ رِوَايَةِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ، وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : هُوَ لَهٗ وَلَا يَرُدُّهٗ عَلَى الَّذِيْ قَضَاهُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْهُ، وَعَنْهُ اَنَّهٗ يَتَصَدَّقُ بِهٖ .

لَهُمَا اَنَّهٗ رَبِحَ فِيْ مِلْكِهٖ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ بَيَّنَّاهُ فَيُسَلَّمُ لَهٗ .

وَلَهٗ اَنَّهٗ تَمَكَّنَ الْخُبْثُ مَعَ الْمِلْكِ، اِمَّا لِاَنَّهٗ بِسَبِيْلٍ مِنَ الْاِسْتِرْدَادِ بِاَنْ يَقْضِيَهٗ بِنَفْسِهٖ، اَوْ لِاَنَّهٗ رَضِيَ بِهٖ عَلَى اعْتِبَارِ قَضَاءِ الْكَفِيْلِ، فَاِذَا قَضَاهُ بِنَفْسِهٖ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِهٖ وَهٰذَا الْخُبْثُ يُعْمَلُ فِيْمَا يَتَعَيَّنُ فَيَكُوْنُ سَبِيْلُهُ التَّصَدُّقَ فِيْ رِوَايَةٍ، وَيَرُدُّهٗ عَلَيْهِ فِيْ رِوَايَةٍ لِاَنَّ الْخُبْثَ لِحَقِّهٖ، وَهٰذَا

اَصَحُّ لٰکِنَّهُ اسْتِحْبَابٌ لَا جَبْرٌ لِاَنَّ الْحَقَّ لَهُ.

(۱۸۷) اور جب کفالہ میں ایک بوری گندم کی تھی اور کفیل نے اس کو بیچ کر اس سے نفع حاصل کر لیا تو قضاء کے مطابق یہ فائدہ کفیل کے لئے ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ کفیل اس کا مالک ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ معاملہ پسند ہے کہ کفیل وہ نفع اسی بندے کو واپس کر دے جس نے اس کو گندم دی تھی ہاں البتہ بطور قضاء اس پر واپس کرنا واجب نہیں ہے۔ امام صاحب کے نزدیک یہ حکم جامع صغیر میں اسی طرح ہے۔

صاحبین نے کہا کہ وہ نفع کفیل کا ہے اور کفیل اس شخص کو واپس نہ کرے گا جس نے اسکو گندم دی تھی اور ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ اس کو صدقہ کر دے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کفیل اپنی ملکیت سے وہ نفع حاصل کرنے والا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس یہ فائدہ اس کے لئے درست ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ملکیت کے باوجود خرابی پیدا ہو چکی ہے اور وہ اس سبب سے ہے کہ مکفول عنہ کو واپس لینے کا حق ہے یا پھر وہ خود اسکو ادا کر دے یا اس لئے ہے کہ مکفول عنہ کفیل کے ادا کرنے کے اعتبار سے اس کے مالک ہونے پر راضی ہوا تھا ہاں البتہ جب اس نے بذات خود اس کو ادا کر دیا ہے تو وہ کفیل کے مالک ہونے پر راضی نہ ہوا اور یہ خرابی اشیاء میں ہوتی ہے جو متعین نہیں ہوتیں لہٰذا ایک روایت کے مطابق اسکو صدقہ کرنا ہے اور دوسری روایت کے مطابق کفیل وہ نفع مکفول عنہ کو دیدے۔ کیونکہ مکفول عنہ کے سبب سے خرابی ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے مگر یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے کیونکہ کفیل کے لئے بھی تو حق ثابت ہے۔

مکفول عنہ کا کفیل کو کفالت شدہ چیز پر بیع عینہ کرنے کے حکم کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ عَنْ رَجُلٍ بِأَلْفٍ عَلَيْهِ بِأَمْرِهِ فَأَمَرَهُ الْأَصِيلُ أَنْ يَتَعَيَّنَ عَلَيْهِ حَرِيرًا فَفَعَلَ فَالشِّرَاءُ لِلْكَفِيلِ وَالرِّبْحُ الَّذِي رَبِحَهُ الْبَائِعُ فَهُوَ عَلَيْهِ) وَمَعْنَاهُ الْأَمْرُ بِبَيْعِ الْعِينَةِ مِثْلُ أَنْ يَسْتَقْرِضَ مِنْ تَاجِرٍ عَشَرَةً فَيَتَأَبَّى عَلَيْهِ وَيَبِيعَ مِنْهُ ثَوْبًا يُسَاوِي عَشَرَةً بِخَمْسَةَ عَشَرَ مَثَلًا رَغْبَةً فِي نَيْلِ الزِّيَادَةِ لِيَبِيعَهُ الْمُسْتَقْرِضُ بِعَشَرَةٍ وَيَتَحَمَّلَ عَلَيْهِ خَمْسَةً؛ سُمِّيَ بِهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِعْرَاضِ عَنِ الدَّيْنِ إِلَى الْعَيْنِ، وَهُوَ مَكْرُوهٌ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِعْرَاضِ عَنْ مَبَرَّةِ الْإِقْرَاضِ مُطَاوَعَةً لِمَذْمُومِ الْبُخْلِ.

ثُمَّ قِيلَ: هٰذَا ضَمَانٌ لِمَا يَخْسَرُ الْمُشْتَرِي نَظَرًا إِلَى قَوْلِهِ عَلَيَّ وَهُوَ فَاسِدٌ وَلَيْسَ بِتَوْكِيلٍ وَقِيلَ هُوَ تَوْكِيلٌ فَاسِدٌ؛ لِأَنَّ الْحَرِيرَ غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ، وَكَذَا الثَّمَنُ غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ لِجَهَالَةِ مَا زَادَ عَلَى الدَّيْنِ، وَكَيْفَمَا كَانَ فَالشِّرَاءُ لِلْمُشْتَرِي وَهُوَ الْكَفِيلُ وَالرِّبْحُ: أَيِ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ الْعَاقِدُ

فرمایا: اور جب کسی بندے نے دوسرے کی جانب سے اس کے حکم کے مطابق اس پر ضروری شدہ ایک ہزار دراہم کی کفالت کی اس کے بعد مکفول عنہ نے کفیل کو حکم دیا کہ وہ اس پر ریشم کی بیع عینہ کرلے پس کفیل نے اسی طرح کردیا تو پس یہ خریداری کفیل ہی کے لئے ہوگی وہ فائدہ جو بیچنے والے نے کمایا ہے وہ بھی کفیل پر ہوگا اور اس کا حکم بیع عینہ کا حکم دینے والا ہے۔جس طرح کسی تاجر سے دس دراہم قرض طلب کیا اور اسنے انکار کردیا اور قرض وصول کرنے والے کے ہاتھ سے زیادتی حاصل کرنے کے لئے پندرہ دراہم میں ایسا کپڑا بیچ دیا جو دس دراہم کے برابر تھا تا کہ مستقرض آدمی اس کو دس دراہم میں بیچ کر خود نقصان برداشت کرے اور اس بیع کا نام عینہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں دین سے عین کی جانب پھر جانا ہے اور بیع عینہ مکروہ ہے کیونکہ قرض دینے سے اعراض کرتے ہوئے کنجوسی کی جانب جانا ہے جو مکروہ ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکفول عنہ کے قول ''علی'' کے سبب اس نقصان کا ضمان ہے۔جس کو خریدار برداشت کرے گا جبکہ یہ فاسد ہے اور یہ توکیل بھی نہیں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ توکیل فاسد ہے کیونکہ ریشم معین نہیں ہے ہاں جبکہ ثمن بھی مجہول ہے کیونکہ قرض پر جو مقدار زیادہ ہے وہ مجہول ہے اور جس طرح بھی ہوگا خریداری تو خریدار پر ہے اور وہ کفیل ہے۔لہٰذا زیادتی بھی اسی پر ہوگی کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے۔

مدعی کی کفیل پر گواہی پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ عَنْ رَجُلٍ بِمَا ذَابَ لَهُ عَلَيْهِ اَوْ بِمَا قَضَى لَهُ عَلَيْهِ فَغَابَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ فَاَقَامَ الْمُدَّعِي الْبَيِّنَةَ عَلَى الْكَفِيلِ بِاَنَّ لَهُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ اَلْفَ دِرْهَمٍ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَتُهُ) لِاَنَّ الْمَكْفُولَ بِهِ مَالٌ مَقْضِيٌّ بِهِ وَهٰذَا فِي لَفْظَةِ الْقَضَاءِ ظَاهِرٌ، وَكَذَا فِي الْاُخْرٰى لِاَنَّ مَعْنَى ذَابَ تَقَرَّرَ وَهُوَ بِالْقَضَاءِ اَوْ مَالٌ يُقْضَى بِهِ وَهٰذَا مَاضٍ اُرِيدَ بِهِ الْمُسْتَانَفُ كَقَوْلِهِ : اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكَ فَالدَّعْوٰى مُطْلَقٌ عَنْ ذٰلِكَ فَلَا تَصِحُّ .

اور جب کوئی آدمی کسی بندے کی جانب سے کفیل ہوا اس چیز کو جو اس پر ثابت ہے یا ایسی چیز کا کفیل ہوا جس پر مکفول عنہ کے لئے کوئی فیصلہ کیا گیا ہو اس کے بعد مکفول عنہ غائب ہوگیا اور مدعی نے کفیل پر گواہی پیش کردی کہ مکفول عنہ پر ایک ہزار دراہم ہیں تو مدعی کی گواہی قبول نہ کی جائے گی کیونکہ مکفول یہ ایسا مال ہے۔جس کو فیصلہ کردیا گیا ہے جبکہ لفظ قضاء میں ظاہری طور پر یہی ہے اور دوسری صورت میں بھی اسی طرح ہے اس لئے کہ ذاب کا معنیٰ ثابت ہونا ہے اور وہ ثبوت قضاء کے ذریعے ہوگا یا اس طرح کا مال ہو جس کا فیصلہ کردیا گیا ہو اور یہ ایسی ماضی ہے۔جس سے مستقبل مراد ہو جس طرح قول کا یہ قول بھی ہے ''اطال اللّٰہ بقاءك'' جبکہ دعویٰ اس سے علی الاطلاق ہے کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

کفیل اور مکفول عنہ دونوں پر مال کا فیصلہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ اَقَامَ الْبَيِّنَةَ اَنَّ لَهُ عَلٰى فُلَانٍ كَذَا وَاَنَّ هٰذَا كَفِيلٌ عَنْهُ بِاَمْرِهِ فَاِنَّهُ يُقْضَى بِهِ عَلَى الْكَفِيلِ

وَعَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ، وَإِنْ كَانَتِ الْكَفَالَةُ بِغَيْرِ أَمْرِهِ يُقْضَى عَلَى الْكَفِيلِ خَاصَّةً) وَإِنَّمَا تُقْبَلُ لِأَنَّ الْمَكْفُولَ بِهِ مَالٌ مُطْلَقٌ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، وَإِنَّمَا يَخْتَلِفُ بِالْأَمْرِ وَعَدَمِهِ لِأَنَّهُمَا يَتَغَايَرَانِ، لِأَنَّ الْكَفَالَةَ بِأَمْرٍ تَبَرُّعُ ابْتِدَاءٍ وَمُعَاوَضَةُ انْتِهَاءٍ، وَبِغَيْرِ أَمْرٍ تَبَرُّعُ ابْتِدَاءٍ وَانْتِهَاءٍ، فَبِدَعْوَاهُ أَحَدَهُمَا لَا يُقْضَى لَهُ بِالْآخَرِ، وَإِذَا قُضِيَ بِهَا بِالْأَمْرِ ثَبَتَ أَمْرُهُ، وَهُوَ يَتَضَمَّنُ الْإِقْرَارَ بِالْمَالِ فَيَصِيرُ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ، وَالْكَفَالَةُ بِغَيْرِ أَمْرِهِ لَا تَمَسُّ جَانِبَهُ لِأَنَّهُ تَعْتَمِدُ صِحَّتُهَا قِيَامَ الدَّيْنِ فِي زَعْمِ الْكَفِيلِ فَلَا يَتَعَدَّى إِلَيْهِ، وَفِي الْكَفَالَةِ بِأَمْرِهِ يَرْجِعُ الْكَفِيلُ بِمَا أَدَّى عَلَى الْآمِرِ .

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَرْجِعُ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا أَنْكَرَ فَقَدْ ظَلَمَ فِي زَعْمِهِ فَلَا يَظْلِمُ غَيْرَهُ وَنَحْنُ نَقُولُ صَارَ مُكَذَّبًا شَرْعًا فَبَطَلَ مَا زَعَمَهُ .

اور جب کسی شخص نے گواہی قائم کردی کہ فلاں شخص پر اس کا اتنا مال ہے اور یہ بندہ اس فلاں آدمی کی جانب سے اس کے حکم سے اس کا کفیل ہوا ہے۔ تو کفیل اور مکفول دونوں پر اس مال کا فیصلہ کیا جائے گا اور جب کفالہ مکفول عنہ کے حکم سے نہ ہو تو صرف کفیل پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اور یہ گواہی اس لئے قبول کی جائے گی۔ کیونکہ مکفول بہ مطلق طور پہ مال ہے بہ خلاف اس صورت کے بیان میں گزر چکی ہے اور اسی سبب سے حکم بہ کفالہ ہونے یا نہ ہونے سے حکم میں اختلاف ہے کیونکہ دونوں میں تغایر ہے کیونکہ کفالہ بہ امر یہ ابتدائی طور پر احسان ہے اور انتہائی طور بدلہ ہے جبکہ کفالہ جو حکم کے بغیر ہو وہ ابتدائی و انتہائی دونوں اعتبار سے احسان ہے پس مدعی کا ان میں سے ایک کا دعویٰ کرنے سے اس کے لئے دوسرے کے لئے فیصلہ نہ کیا جائے گا اور جب کفالہ بہ امر کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو مکفول عنہ کا حکم دینا ثابت ہو جائے گا اور حکم دینا یہ مال کے اقرار کو ضروری کرنے والا ہے پس یہ اسی پر کیے گئے فیصلہ کی طرف ہو جائے گا۔ حالانکہ کفالہ جو بغیر حکم کے ہو وہ مکفول عنہ کی جانب جانے والا نہیں ہے کیونکہ کفیل کے خیال کے مطابق کفالہ دین کو باقی رکھنے پر منحصر ہے۔ پس قرض مکفول عنہ کی جانب متعدی نہ ہوگا۔ اور کفالہ بہ امر میں کفیل آمر سے ادا شدہ کو واپس لے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ واپس نہ لے گا کیونکہ جب کفیل نے کفالہ کا انکار کیا ہے تو وہ اپنے خیال میں مظلوم ہے کیونکہ وہ اپنے سوا پر ظلم کرنے والا نہیں ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ کفیل شرعی طور پر رد کر دیا گیا ہے پس جو اس کے خیال میں تھا وہ بھی باطل ہو چکا ہے۔

مکان کی بیع پر کفیل بہ درک ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا وَكَفَلَ رَجُلٌ عَنْهُ بِالدَّرَكِ فَهُوَ تَسْلِيمٌ) لِأَنَّ الْكَفَالَةَ لَوْ كَانَتْ مَشْرُوطَةً فِي الْبَيْعِ فَتَمَامُهُ بِقَبُولِهِ، ثُمَّ بِالدَّعْوَى يَسْعَى فِي نَقْضِ مَا تَمَّ مِنْ جِهَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَشْرُوطَةً فِيهِ فَالْمُرَادُ بِهَا أَحْكَامُ الْبَيْعِ وَتَرْغِيبُ الْمُشْتَرِي فِيهِ إِذْ لَا يَرْغَبُ فِيهِ دُونَ الْكَفَالَةِ فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الْإِقْرَارِ بِمِلْكِ الْبَائِعِ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے مکان بیچ دیا اور بیچنے والے کی طرف سے کوئی بندہ وکیل بہ درک بن گیا تو یہ سپرد کرنا ہے کیونکہ کفالہ جب بیع میں بطور شرط ہے تو بیع کی تکمیل کفیل کے قبول کرنے پر ہوگی۔ اس کے بعد دعویٰ کرتے ہوئے کفیل اس چیز کو توڑنے کی کوشش کرنے والا ہے جو اس کی جانب سے مکمل ہو جائے گی۔ اور جب بیع میں کفالہ مشروط نہ ہو تو اب اس سے بیع کا پکا کرنا اور خریدار کو اس میں رغبت دلانا مقصود ہوگا کیونکہ کفالہ کرنے کے بغیر خریدار اس میں رغبت نہ کرے گا پس اس کو بیچنے والے کی ملکیت کے اقرار کے درجے میں سمجھ لیا جائے گا۔

محض شہادت و مہر سے عدم تسلیم کا بیان

قَالَ (وَلَوْ شَهِدَ وَخَتَمَ وَلَمْ يَكْفُلْ لَمْ يَكُنْ تَسْلِيمًا وَهُوَ عَلَى دَعْوَاهُ) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ لَا تَكُونُ مَشْرُوطَةً فِي الْبَيْعِ وَلَا هِيَ بِإِقْرَارٍ بِالْمِلْكِ لِأَنَّ الْبَيْعَ مَرَّةً يُوجَدُ مِنَ الْمَالِكِ وَتَارَةً مِنْ غَيْرِهِ، وَلَعَلَّهُ كَتَبَ الشَّهَادَةَ لِيَحْفَظَ الْحَادِثَةَ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، قَالُوا: إِذَا كَتَبَ فِي الصَّكِّ بَاعَ وَهُوَ يَمْلِكُهُ أَوْ بَيْعًا بَاتًّا نَافِذًا وَهُوَ كَتَبَ شَهِدَ بِذَلِكَ فَهُوَ تَسْلِيمٌ، إِلَّا إِذَا كَتَبَ الشَّهَادَةَ عَلَى إِقْرَارِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ.

اور جب کسی شخص نے (مکان ہونے میں) گواہی قائم کی اور اس پر مہر لگوالی تو وہ کفیل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ سپرد نہیں کیا گیا۔ جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے۔ کیونکہ شہادت بیع میں مشروط نہیں ہے۔ اور نہ اقرار ملکیت میں شرط ہے کیونکہ بیع کبھی بیچنے والا اور کبھی غیر بیچنے والا سے کی جاتی ہے۔ (جس طرح وکیل وغیرہ ہیں) جبکہ شہادت کو لکھوانا یہ تو کسی واقعہ کی حفاظت کے لئے ہوا کرتا ہے بہ خلاف اس مسئلہ کے جو گزرا ہے۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ جب کسی نے صک کی بیع اور وہ اس کا مالک ہوا یا بیع تک وہ جاری ہو گیا اور اس کی گواہی لکھی گئی تو وہ حوالے کرنا ہے۔ مگر جب دونوں عقد کرنے والوں کے اقرار پر گواہی لکھی گئی ہو۔

فَصْلٌ فِی الضَّمَانِ

﴿یہ فصل ضمان کے بیان میں ہے﴾

فصل ضمان کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل کو کفالت کی کتاب میں بیان کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ضمانت بھی کفالت ہی ایک نوع ہے اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ کفالت عامہ یا کلی مفہوم سے الگ ایک نوع ہے۔ لہذا یہ فرد کے مرتبے میں ہوئی اور اصول کے مطابق ذات شئی مقدم جبکہ اس کا فرد اس سے مؤخر ہوتا ہے۔ اور اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس میں کفالت کے مفہوم سے بعض مسائل مختلف بیان ہوں گے۔ پس اس کو الگ ذکر کرنا لازم تھا۔ جامع صغیر میں ضمان کو زمان لکھا گیا ہے۔ یعنی بعض فقہاء اس کو زمان کے لفظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

ضمان کے لغوی مفہوم کا بیان

مضمون وہ ہے کہ جس کی ضمانت اور ذمہ لیا گیا ہو۔ یہ اسم مفعول ہے۔ اس کا اسم فاعل ضامن ہے ضمن، ضمانت، ضامن، تضمین، مُضمِّن اور مضمَّن اسی سے مشتق ہیں۔

اس میں قاعدہ اور قانون یہ ہوگا کہ: جو کوئی زیادتی وظلم اور کمی کوتاہی کرے تو ضامن ہوگا اور اگر اس میں کوئی کمی وکوتاہی اور ظلم وزیادتی نہیں کرتا تو ضامن نہیں ہوگا۔

ضمان کے شرعی ماخذ کا بیان

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہر چیز کا نفع اسی کے لیے ہے جو اس کا ضامن ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اور کئی سندوں سے منقول ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1305)

(۲) محمد بن عبدالرحمٰن، فرماتے ہیں کہ ایک غلام کو خریدنے میں، میں اور دوسرے لوگ مشترک تھے، میں نے اس سے کچھ خدمت لینا شروع کی جبکہ کچھ شرکاء غائب تھے (ان کو اطلاع دیئے بغیر یہ کام کیا) جو شریک غائب تھا اس نے مجھ سے تنازع کیا اور اپنے حصہ میں جھگڑنے لگا اور قاضی کے پاس دعوی کار دیا قاضی نے مجھے حکم دیا کہ اس کا حصہ واپس کردوں میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا معاملہ ان سے بیان کیا حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اس قاضی کے پاس آئے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی حدیث بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافع ضامن کو ملے گا (جو نقصان کا ذمہ دار ہوگا وہی منافع کا ذمہ دار

ہوگا)۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 116)

(۳) شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرمایا ہے لہٰذا وارث کے واسطے کوئی وصیت نہیں رکھی اور نہ ہی عورت اپنے گھر سے کوئی چیز شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے کہا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا بھی نہیں دے سکتی؟ فرمایا۔ وہ تو ہمارے مالوں میں افضل ہے فرمایا کہ عاریۃ کو واپس کرنا ضروری ہے منحہ لوٹائی جائے گی اور دین ادا کیا جائے گا اور ضامن تاوان دینے کا پابند ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 172)

(۴) ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا وہ غلام جب تک خدا کو منظور تھا اس شخص کے پاس رہا پھر اس نے کوئی عیب غلام میں پایا، وہ اس معاملہ کا قضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، حضور علیہ السلام نے اس غلام کو بیچنے والے کو واپس کر دیا، بیچنے والا کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خریدار نے میرے غلام سے فائدہ اور نفع اٹھایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافع ضمان کے ساتھ ہیں جو ضامن ہوگا نقصان کا وہی منافع حاصل کرے گا، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس سند کوئی اعتبار نہیں۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 117)

(۵) حضرت ابوامامہ باہلی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے سنا ضامن جواب دہ ہے اور قرض ادا کرنا چاہیے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 563)

مطالبہ کو ضروری کرنے کا نام کفالہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ لِرَجُلٍ ثَوْبًا وَضَمِنَ لَهُ الثَّمَنَ أَوْ مُضَارِبٌ ضَمِنَ ثَمَنَ مَتَاعِ رَبِّ الْمَالِ فَالضَّمَانُ بَاطِلٌ) لِأَنَّ الْكَفَالَةَ الْتِزَامُ الْمُطَالَبَةِ وَهِيَ إلَيْهِمَا فَيَصِيرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ضَامِنًا لِنَفْسِهِ، وَلِأَنَّ الْمَالَ أَمَانَةٌ فِي أَيْدِيهِمَا وَالضَّمَانُ تَغْيِيرٌ لِحُكْمِ الشَّرْعِ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ كَاشْتِرَاطِهِ عَلَى الْمُودَعِ وَالْمُسْتَعِيرِ (وَكَذَا رَجُلَانِ بَاعَا عَبْدًا صَفْقَةً وَاحِدَةً وَضَمِنَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ حِصَّتَهُ مِنْ الثَّمَنِ) لِأَنَّهُ لَوْ صَحَّ الضَّمَانُ مَعَ الشَّرِكَةِ يَصِيرُ ضَامِنًا لِنَفْسِهِ، وَلَوْ صَحَّ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ خَاصَّةً يُؤَدِّي إلَى قِسْمَةِ الدَّيْنِ قَبْلَ قَبْضِهِ وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ، بِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَا بِصَفْقَتَيْنِ لِأَنَّهُ لَا شَرِكَةَ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ لِلْمُشْتَرِي أَنْ يَقْبَلَ نَصِيبَ أَحَدِهِمَا وَيَقْبِضَ إذَا نَقَدَ ثَمَنَ حِصَّتِهِ وَإِنْ قَبِلَ الْكُلَّ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے دوسرے کے لئے کپڑے کا ایک تھان بیچ دیا اور اس کی قیمت کا ضامن ہو گیا یا پھر کوئی مضارب، رب المال کے سامان کا ضامن ہو گیا تو ضمان باطل ہو جائے گی کیونکہ مطالبہ کو ضروری کرنے کا نام کفالہ ہے اور مطالبہ کا حق ابھی تک دونوں کے لئے ہے پس ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کا ضامن ہوگا کیونکہ مال ان کے قبضہ میں بطور امانت ہے اور

ضمان سے شرعی حکم کو تبدیل کرنا ضروری آتا ہے پس اسکو اسی پر لوٹا دیا جائے گا جس طرح مودع اور مستعیر پر شرط لگانا ہے۔

اور اسی طرح جب دو بندوں نے ایک ہی معاملہ میں ایک غلام کو بیچ دیا اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے لئے اس کے حصہ قیمت کا ضامن ہو گیا ہے کیونکہ شرکت کے ساتھ ضمان صحیح ہوتا ہے لہٰذا وہ شخص اپنے نفس کے لئے ضامن ہوگا لہٰذا خاص طور پر وہ اس کے ساتھی کے حصے میں درست ہوگا تو اس طرح قبضہ سے پہلے دین کی تقسیم ضروری آئے گی جبکہ یہ جائز نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے جب ان دونوں نے دو عقدوں کے مطابق اس کو بیچا ہو کیونکہ اب شرکت نہ ہوگی کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ خریدار کے لئے ان میں سے ایک حصہ قبول کرنے سے کا اختیار ہے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ جب اس کے حصہ کی قیمت ادا کر دیتا ہے تو وہ اس پر قبضہ کرلے خواہ اس نے پورے کی بیع قبول کی ہے۔

خراج ونوائب کی طرف ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ضَمِنَ عَنْ آخَرَ خَرَاجَهُ وَنَوَائِبَهُ وَقِسْمَتَهُ فَهُوَ جَائِزٌ). أَمَّا الْخَرَاجُ فَقَدْ ذَكَرْنَاهُ وَهُوَ يُخَالِفُ الزَّكَاةَ، لِأَنَّهَا مُجَرَّدُ فِعْلٍ وَلِهَذَا لَا تُؤَدَّى بَعْدَ مَوْتِهِ مِنْ تَرِكَتِهِ إِلَّا بِوَصِيَّةٍ. وَأَمَّا النَّوَائِبُ، فَإِنْ أُرِيدَ بِهَا مَا يَكُونُ بِحَقٍّ كَكَرْيِ النَّهْرِ الْمُشْتَرَكِ وَأَجْرِ الْحَارِسِ وَالْمُوَظَّفِ لِتَجْهِيزِ الْجَيْشِ وَفِدَاءِ الْأَسَارَى وَغَيْرِهَا جَازَتِ الْكَفَالَةُ بِهَا عَلَى الِاتِّفَاقِ، وَإِنْ أُرِيدَ بِهَا مَا لَيْسَ بِحَقٍّ كَالْجِبَايَاتِ فِي زَمَانِنَا فَفِيهِ اخْتِلَافُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ، وَمِمَّنْ يَمِيلُ إِلَى الصِّحَّةِ الْإِمَامُ عَلِيٌّ الْبَزْدَوِيُّ، وَأَمَّا الْقِسْمَةُ فَقَدْ قِيلَ: هِيَ النَّوَائِبُ بِعَيْنِهَا أَوْ حِصَّةٌ مِنْهَا وَالرِّوَايَةُ بِأَوْ، وَقِيلَ هِيَ النَّائِبَةُ الْمُوَظَّفَةُ الرَّاتِبَةُ، وَالْمُرَادُ بِالنَّوَائِبِ مَا يَنُوبُهُ غَيْرُ رَاتِبٍ وَالْحُكْمُ مَا بَيَّنَّاهُ.

فرمایا: اور جب کوئی بندہ دوسرے کی جانب سے اس کے خراج اور نوائب اور اسکی باری کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت جائز ہے۔ ہاں خراج کو تو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور خراج زکوۃ سے الگ ہے کیونکہ زکوۃ صرف عمل ہے اسی دلیل کے سبب وہ وصیت کے بغیر کسی انسان کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے ترکہ ادا نہیں کی جاتی۔

ہاں البتہ نوائب جو ہیں تو ان سے مراد وہ ہیں جو کسی کے حق کے سبب سے ہوں جس طرح مشترکہ طور پر نہر کی کھودائی ہے چوکیداری کی تنخواہ ہے اور قیدیوں کو رہا کرانے کے لئے مقرر ہے تو ایسے نوائب میں کفالہ بہ اتفاق جائز ہے۔ اور جب ایسے نوائب مراد ہوں جو ناحق ہوں جس طرح ہمارے دور میں ٹیکس (ناجائز) ہیں تو اس میں مشائخ فقہا، کا اس میں اختلاف ہے اور علی بزدودی اس کے قائلین میں سے ہیں۔ اور جہاں تک قسمت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے بہ عینہ نوائب ہے یا پھر یہ نوائب کا ایک حصہ ہے اور روایت میں لفظ "او" کے ساتھ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نائبہ ہے جو مقرر کردہ اور ثابت شدہ ہو۔ اور نوائب سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کو اچانک پیش آنے والی ہے اور اس کا حکم وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

فوری واجب الاداء میں مدعی کے قول کے اعتبار کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ لَكَ عَلَيَّ مِائَةٌ إِلَى شَهْرٍ وَقَالَ الْمُقَرُّ لَهُ هِيَ حَالَّةٌ)، فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُدَّعِي، وَمَنْ قَالَ ضَمِنْتُ لَكَ عَنْ فُلَانٍ مِائَةً إِلَى شَهْرٍ وَقَالَ الْمُقَرُّ لَهُ هِيَ حَالَّةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الضَّامِنِ. وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْمُقِرَّ أَقَرَّ بِالدَّيْنِ.

ثُمَّ ادَّعَى حَقًّا لِنَفْسِهِ وَهُوَ تَأْخِيرُ الْمُطَالَبَةِ إِلَى أَجَلٍ وَفِي الْكَفَالَةِ مَا أَقَرَّ بِالدَّيْنِ لِأَنَّهُ لَا دَيْنَ عَلَيْهِ فِي الصَّحِيحِ، وَإِنَّمَا أَقَرَّ بِمُجَرَّدِ الْمُطَالَبَةِ بَعْدَ الشَّهْرِ، وَلِأَنَّ الْأَجَلَ فِي الدُّيُونِ عَارِضٌ حَتَّى لَا يَثْبُتَ إِلَّا بِشَرْطٍ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ مَنْ أَنْكَرَ الشَّرْطَ كَمَا فِي الْخِيَارِ، أَمَّا الْأَجَلُ فِي الْكَفَالَةِ فَنَوْعٌ مِنْهَا حَتَّى يَثْبُتَ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ بِأَنْ كَانَ مُؤَجَّلًا عَلَى الْأَصِيلِ، وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَلْحَقَ الثَّانِيَ بِالْأَوَّلِ، وَأَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيمَا يُرْوَى عَنْهُ أَلْحَقَ الْأَوَّلَ بِالثَّانِي وَالْفَرْقُ قَدْ أَوْضَحْنَاهُ.

اور جس بندے نے دوسرے آدمی سے کہا کہ تمہارے مجھ پر ایک مہینے کی ادھار پر ایک سو دراہم باقی ہیں اور مقرلہ نے کہا کہ بہر حال وہ واجب الاداء ہیں تو مدعی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب کسی شخص نے کہا کہ میں فلاں کی جانب سے تمہارے لئے ایک مہینے کی ادھار پر سو دراہم کا ضامن ہوں مگر مقرلہ نے کہا کہ وہ فوری طور پر واجب ہیں تو ضامن کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ مقر نے قرض کا اقرار کرنے کے بعد اپنے لئے ایک حق کا دعویٰ کیا ہے اور وہ حق دعویٰ کو ایک مدت تک مؤخر کرنا ہے اور جب کفالہ میں مقر نے دین کا اقرار نہ کیا ہو۔ کیونکہ قول صحیح کے مطابق اس پر دین نہیں ہے اور جب اس نے ایک مہینے کے بعد صرف مطالبہ کا اقرار کیا ہے کیونکہ دیون میں میعاد ایک عارضی چیز ہے حتیٰ کہ شرط کے بغیر میعاد ثابت ہونے والی نہیں ہے۔ پس اسی بندے کا قول معتبر ہوگا جو شرط کا انکار کرنے والا ہے جس طرح خیار میں ہوتا ہے۔

البتہ جو میعاد کفالہ میں ہے تو وہ اس کی ایک ہی قسم ہے حتیٰ کہ شرط کے بغیر ہی کفالہ میعاد ثابت ہو جاتی ہے اس طریقے کے مطابق کہ اصیل پر دین میعادی ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے دوسرے کو اول کے ساتھ ملایا ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق اول کو دوسرے سے ملایا ہے اور ان کے فرق کو ہم نے بڑی توضیح کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

باندی کے خریدار کے لئے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَكَفَلَ لَهُ رَجُلٌ بِالدَّرَكِ فَاسْتُحِقَّتْ لَمْ يَأْخُذْ الْكَفِيلَ حَتَّى يُقْضَى لَهُ بِالثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ)، لِأَنَّ بِمُجَرَّدِ الِاسْتِحْقَاقِ لَا يَنْتَقِضُ الْبَيْعُ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مَا لَمْ يُقْضَ

لَهُ بِالثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ فَلَمْ يَجِبْ لَهُ عَلَى الْاَصِيلِ رَدُّ الثَّمَنِ فَلَا يَجِبُ عَلَى الْكَفِيلِ، بِخِلَافِ الْقَضَاءِ بِالْحُرِّيَّةِ لِاَنَّ الْبَيْعَ يَبْطُلُ بِهَا لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَّةِ فَيَرْجِعُ عَلَى الْبَائِعِ وَالْكَفِيلِ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يَبْطُلُ الْبَيْعُ بِالْاِسْتِحْقَاقِ، فَعَلٰى قِيَاسِ قَوْلِهٖ يَرْجِعُ بِمُجَرَّدِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَمَوْضِعُهُ اَوَائِلُ الزِّيَادَاتِ فِي تَرْتِيبِ الْاَصْلِ .

اور جب کسی بندے نے کوئی باندی خریدی اور اس کے بعد کوئی بندہ اسکا کفیل بہ بدرک بن گیا اور اس کے بعد، باندی مستحق نکلی تو خریدار کفیل سے نہ لے گا حتیٰ کہ اس کے لئے بیچنے والا پر قیمت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے۔ کیونکہ ظاہر الروایت کے مطابق محض حق کے ساتھ بیع نہیں ٹوٹا کرتی جب تک کہ بیچنے والا پر قیمت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے۔ پس جب اصیل یعنی بیچنے والا پر ثمن واپس کرنا واجب نہ رہا تو اس کا وجوب کفیل پر بھی نہ ہوگا بہ خلاف آزادی کے فیصلہ کے۔ کیونکہ محل کے معدوم ہونے کے سبب قضاء کے طور پر حریت سے بیع باطل ہو جاتی ہے۔ پس خریدار بیچنے والا اور کفیل دونوں پر رجوع کرنے والا ہوگا۔

حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حق کے سبب بیع باطل ہو جائے گی تو آپ کے قول پر صرف قیاس کرتے ہوئے حق سے خریدار رجوع کرے گا۔ اور اس مسئلہ کو زیادات کے شروع میں اصلی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

عہدہ کے ضامن ہونے کا بیان

(وَمَنِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَضَمِنَ لَهُ رَجُلٌ بِالْعُهْدَةِ فَالضَّمَانُ بَاطِلٌ) لِاَنَّ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ مُشْتَبِهَةٌ قَدْ تَقَعُ عَلَى الصَّكِّ الْقَدِيمِ وَهُوَ مِلْكُ الْبَائِعِ فَلَا يَصِحُّ ضَمَانُهُ، وَقَدْ تَقَعُ عَلَى الْعَقْدِ وَعَلٰى حُقُوقِهٖ وَعَلَى الدَّرَكِ وَعَلَى الْخِيَارِ، وَلِكُلِّ ذٰلِكَ وَجْهٌ فَتَعَذَّرَ الْعَمَلُ بِهَا، بِخِلَافِ الدَّرَكِ لِاَنَّهُ اُسْتُعْمِلَ فِي ضَمَانِ الْاِسْتِحْقَاقِ عُرْفًا، وَلَوْ ضَمِنَ الْخَلَاصَ لَا يَصِحُّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنْ تَخْلِيصِ الْمَبِيعِ وَتَسْلِيمِهٖ لَا مَحَالَةَ وَهُوَ غَيْرُ قَادِرٍ عَلَيْهِ، وَعِنْدَهُمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الدَّرَكِ وَهُوَ تَسْلِيمُ الْبَيْعِ اَوْ قِيمَتِهٖ فَصَحَّ .

اور جب کسی بندے نے غلام خریدا اس کے بعد ایک آدمی اس کے لئے عہدہ کا ضامن ہو گیا ہے تو یہ ضمان باطل ہوگا کیونکہ یہ لفظ مشکوک ہے کیونکہ کبھی پرانی دستاویز پر بولا جاتا ہے۔ جبکہ وہ بیچنے والے کی ملکیت میں ہو کیونکہ اس کا ضمان صحیح نہیں ہوتا اور اسی طرح کبھی یہ لفظ عقد پر اور کے حقوق، درک اور خیار پر بھی بولا جاتا ہے اور ہر ایک کے لئے دلیل موجود ہے پس اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے بہ خلاف درک کے کیونکہ یہ عرف عام میں ضمان کے حق میں استعمال ہوتا ہے۔

اور جب کوئی خلاص کا ضامن ہوا تو امام صاحب کے نزدیک یہ ضمان درست نہیں ہے کیونکہ یہ یقینی طور پر مبیع کو خالص کر کے حوالے کرنے کا نام ہے۔ جبکہ کفیل اس پر قادر نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک لفظ خلاص درک کے درجے میں سمجھا جاتا ہے اور وہ مبیع یا اس کی قیمت کو حوالے کر دینا ہے کیونکہ ضمان صحیح ہے۔

بَابُ كَفَالَةِ الرَّجُلَيْنِ

﴿یہ باب دو آدمیوں کے درمیان کفالت کے بیان میں ہے﴾

باب کفالہ رجلان کی فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے کفالت کا بیان مفرد شخص کے بارے میں تھا یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ دو اشخاص کے درمیان کفالت سے متعلق شرعی احکام کو بیان کریں گے اور اس باب کی فقہی مطابقت واضح ہے کہ مفرد ہمیشہ تثنیہ کے مقابلے میں مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا احکام کفالت مفرد کو احکام کفالت دو اشخاص پر مقدم ذکر کیا ہے۔

اس کی فقہی مطابقت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ احکام کفالت میں مفرد اصل ہے جبکہ دو آدمیوں کے درمیان کفالت یہ اس کی فرع ہے اور فرع ہمیشہ مؤخر ہوا کرتی ہے۔

دو آدمیوں کے درمیان کفالت کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ عَلَى اثْنَيْنِ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ كَمَا إِذَا اشْتَرَيَا عَبْدًا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ وَكَفَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ فَمَا أَدَّى أَحَدُهُمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى شَرِيكِهِ حَتَّى يَزِيدَ مَا يُؤَدِّيهِ عَلَى النِّصْفِ فَيَرْجِعَ بِالزِّيَادَةِ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي النِّصْفِ أَصِيلٌ وَفِي النِّصْفِ الْآخَرِ كَفِيلٌ، وَلَا مُعَارَضَةَ بَيْنَ مَا عَلَيْهِ بِحَقِّ الْأَصَالَةِ وَبِحَقِّ الْكَفَالَةِ، لِأَنَّ الْأَوَّلَ دَيْنٌ وَالثَّانِيَ مُطَالَبَةٌ، ثُمَّ هُوَ تَابِعٌ لِلْأَوَّلِ فَيَقَعُ عَنِ الْأَوَّلِ، وَفِي الزِّيَادَةِ لَا مُعَارَضَةَ فَيَقَعُ عَنِ الْكَفَالَةِ، وَلِأَنَّهُ لَوْ وَقَعَ فِي النِّصْفِ عَنْ صَاحِبِهِ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ فَلِصَاحِبِهِ أَنْ يَرْجِعَ لِأَنَّ أَدَاءَ نَائِبِهِ كَأَدَائِهِ فَيُؤَدِّي إِلَى الدَّوْرِ

اور جب دو اشخاص پر قرضہ ہو اور ان میں سے ہر ایک اپنے دوسرے دوست کی جانب سے کفیل ہوا ہے مثال کے طور پر دو بندوں نے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں غلام خرید لیا اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے لئے کفیل ہوا ہے پس ان میں سے جو بھی ادا کرے گا وہ اپنے ساتھی سے واپس نہ لے گا یہاں تک کہ ادا کردہ مقدار نصف سے بڑھ جائے تو وہ زیادتی کو واپس لے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک آدھے میں اصیل ہے اور دوسرے آدھے میں کفیل ہے۔ اور آدھا جو ان میں سے ہر ایک پر بطور اصل ہے اور وہ آدھا جو بطور کفالت ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا آدھا دین ہے اور دوسرا مطالبہ ہے اور پھر پہلا دوسرے

کے تابع ہے کیونکہ ادا کردہ قسم پہلے کی جانب سے واقع ہو جائے گی۔ اور آدھے سے زائد میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کفالہ سے واقع ہوا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب نصف میں اس کے ساتھی کی جانب سے واقع ہوا ہے اور ساتھی نے اس سے واپس لیا ہے تو دوسرے ساتھی کے لئے بھی واپسی کا حق حاصل ہوگا کیونکہ خلیفہ کا ادا کرنے اصل کے ادا کرنے کی طرح ہے پس دور کی طرف لے جانے والا نہ ہوگا۔

کفالت در کفالت کرنے کا بیان

(وَاِذَا كَـفَـلَ رَجُلَانِ عَنْ رَجُلٍ بِمَالٍ عَلٰى اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهٖ فَكُلُّ شَیْءٍ اَدَّاهُ اَحَدُهُمَا رَجَعَ عَلٰى شَرِيكِهٖ بِنِصْفِهٖ قَلِيلًا كَانَ اَوْ كَثِيرًا) وَمَعْنَى الْمَسْاَلَةِ فِي الصَّحِيحِ اَنْ تَـكُـونَ الْـكَـفَـالَةُ بِـالْـكُـلِّ عَـنْ الْاَصِـيـلِ وَبِالْكُلِّ عَنْ الشَّرِيكِ وَالْمُطَالَبَةُ مُتَعَدِّدَةٌ فَتَجْتَمِعُ الْكَفَالَتَانِ عَلٰى مَا مَرَّ وَمُوجِبُهَا الْتِزَامُ الْمُطَالَبَةِ فَتَصِحُّ الْكَفَالَةُ عَنْ الْكَفِيلِ كَمَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ عَنْ الْاَصِيلِ وَكَمَا تَصِحُّ الْحَوَالَةُ مِنْ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ .

وَاِذَا عُـرِفَ هٰـذَا فَمَا اَدَّاهُ اَحَدُهُمَا وَقَعَ شَائِعًا عَنْهُمَا اِذْ الْكُلُّ كَفَالَةٌ فَلَا تَرْجِيحَ لِلْبَعْضِ عَلَى الْبَـعْـضِ بِـخِلَافِ مَـا تَـقَـدَّمَ فَـيَـرْجِـعُ عَـلٰى شَرِيكِهٖ بِنِصْفِهٖ وَلَا يُؤَدِّي اِلَى الدَّوْرِ لِاَنَّ قَضِيَّتَهُ الِاسْتِوَاءُ ، وَقَـدْ حَـصَـلَ بِـرُجُوعِ اَحَدِهِمَا بِنِصْفِ مَا اَدَّى فَلَا يَنْتَقِضُ بِرُجُوعِ الْاٰخَرِ عَلَيْهِ ، بِـخِلَافِ مَـا تَـقَـدَّمَ ، ثُمَّ يَرْجِعَانِ عَلَى الْاَصِيلِ لِاَنَّهُمَا اَدَّيَا عَنْهُ اَحَدُهُمَا بِنَفْسِهٖ وَالْاٰخَرُ بِنَائِبِهٖ (وَاِنْ شَاءَ رَجَعَ بِالْجَمِيعِ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ) لِاَنَّهُ كَفَلَ بِجَمِيعِ الْمَالِ عَنْهُ بِاَمْرِهٖ .

اور جب دو آدمی کسی شخص کی جانب سے اس شرط کے ساتھ اس کے مال کے کفیل ہوئے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی جانب سے بھی کفیل ہوگا تو ان میں سے ہر وہ حقدار جو ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کی جانب سے ادا کرے گا وہ اس کا آدھا اپنے ساتھی سے واپس لے گا۔ اگر چہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اور صحیح قول کے مطابق اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ پورے مال کا کفالہ اصیل کی جانب سے ہو اور پورے کا کفالہ اس کے شریک کی جانب سے بھی ہو اور مطالبہ متعدد ہے پس دو کفالے اس میں جمع ہو جائیں گے جس کا بیان گزر چکا ہے اور کفالہ کو واجب کرنے والے مطالبہ کو ضروری کرنا ہے پس کفیل کے جانب سے مطالبہ درست ہو گا جس طرح اصیل کی جانب سے درست ہوتا ہے اور اسی طرح جیسے محتال علیہ کی جانب سے حوالہ درست ہے۔

جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان دونوں میں سے جس نے جو بھی ادا کیا وہ ان دونوں کی جانب سے مشترکہ طور پر ادا ہوگا کیونکہ کفالہ مکمل کا ہے۔ کیونکہ بعض کو بعض پر کوئی ترجیح نہیں ہے کیونکہ اس کا تقاضہ برابری ہے اور یہ مساوات ایک شریک کے ادا کردہ میں نصف واپس لینے حاصل ہوئی ہے پس دوسرے کے اس پر رجوع کرنے سے برابری ختم نہ ہوگی بہ خلاف گزشتہ مسئلہ کے۔ اس کے بعد دونوں کفیل اصیل واپس لیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اصیل کی جانب سے ادا کیا ہے کیونکہ ایک نے بہ ذات خود ادا کیا ہے جبکہ

دوسرے اپنے نائب ہونے کے اعتبار سے ادا کیا ہے ہاں جب ادا کرنے والا چاہے تو وہ پورے کیے ہوئے مال کو مکفول عنہ واپس لے کیونکہ اس نے مکفول عنہ ہی کے حکم سے پورے مال کی کفالت کی ہے۔

رب مال کا دو کفیلوں میں سے ایک کو بری کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اَبْرَأَ رَبُّ الْمَالِ اَحَدَهُمَا اَخَذَ الْاٰخَرَ بِالْجَمِيعِ) لِاَنَّ اِبْرَاءَ الْكَفِيلِ لَا يُوجِبُ بَرَاءَةَ الْاَصِيلِ فَبَقِيَ الْمَالُ كُلُّهُ عَلَى الْاَصِيلِ وَالْاٰخَرُ كَفِيلٌ عَنْهُ بِكُلِّهِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ وَلِهٰذَا يَاْخُذُهُ بِهِ قَالَ (وَإِذَا افْتَرَقَ الْمُتَفَاوِضَانِ فَلِاَصْحَابِ الدُّيُونِ اَنْ يَاْخُذُوا اَيَّهُمَا شَاءُوا بِجَمِيعِ الدَّيْنِ) لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي الشَّرِكَةِ (وَلَا يَرْجِعُ اَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ حَتّٰى يُؤَدِّيَ اَكْثَرَ مِنَ النِّصْفِ) لِمَا مَرَّ مِنَ الْوَجْهَيْنِ فِي كَفَالَةِ الرَّجُلَيْنِ .

اور جب رب المال نے دونوں کفالت کرنے والوں میں سے کسی ایک کو بری کر دیا ہے تو وہ دوسرے سے پورا مال وصول کرے گا کیونکہ کفیل کی برأت اصیل کی برأت کو ضروری کرنے والی نہیں ہے۔ پس پورا مال اصیل پر باقی رہے گا اور دوسرا اس کی طرف سے پورے مال کا کفیل ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ رب المال پورا مال اسی سے وصول کرے گا۔

اور جب شرکت مفاوضہ کرنے والے دونوں شرکاء الگ ہو گئے تو قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ وہ ان دونوں میں سے جس سے چاہیں پورا قرض وصول کریں کیونکہ شرکت مفاوضہ کرنے والوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی جانب سے کفیل ہے۔ جس طرح شرکت میں بیان کر دیا گیا ہے اور ان میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی سے رجوع نہ کرے گا حتیٰ کہ وہ آدھے سے زیادہ ادا کر دے اور دونوں دلائل کے سبب جن کو ہم کفالہ بیان کر آئے ہیں۔

مکاتبوں کے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كُوتِبَ الْعَبْدَانِ كِتَابَةً وَاحِدَةً وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ فَكُلُّ شَيْءٍ اَدَّاهُ اَحَدُهُمَا رَجَعَ عَلَى صَاحِبِهِ بِنِصْفِهِ) وَوَجْهُهُ اَنَّ هٰذَا الْعَقْدَ جَائِزٌ اسْتِحْسَانًا، وَطَرِيقُهُ اَنْ يُجْعَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَصِيلًا فِي حَقِّ وُجُوبِ الْاَلْفِ عَلَيْهِ فَيَكُونُ عِتْقُهُمَا مُعَلَّقًا بِاَدَائِهِ وَيُجْعَلَ كَفِيلًا بِالْاَلْفِ فِي حَقِّ صَاحِبِهِ، وَسَنَذْكُرُهُ فِي الْمُكَاتَبِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَإِذَا عُرِفَ ذٰلِكَ فَمَا اَدَّاهُ اَحَدُهُمَا رَجَعَ بِنِصْفِهِ عَلَى صَاحِبِهِ لِاسْتِوَائِهِمَا، وَلَوْ رَجَعَ بِالْكُلِّ لَا تَتَحَقَّقُ الْمُسَاوَاةُ .

فرمایا: اور جب دو غلام ایک ہی عقد کے مطابق مکاتب بنائے گئے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفیل ہوا تو ان میں سے جو بھی جو چیز بھی ادا کرے گا وہ اپنے ساتھی سے اس کا نصف وصول کرے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ عقد بطور استحسان

جائز ہوا ہے اور اس کے جائز ہونے کا اصول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اس پر ایک ہزار واجب ہونے کے حق میں اصیل قرار دیا جائے گا پس دونوں کی آزادی ایک کی ادائیگی پر موقوف ہوگی اور ہر ایک کو اس کے ساتھی کے حق میں ایک ہزار کا کفیل قرار دیا جائے گا اور اس کو مکاتب کی کتابت میں ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور جب یہ دلیل معلوم ہو چکی ہے کہ ان میں سے ایک جو کچھ بھی ادا کرے گا وہ اس کا آدھا اپنے ساتھی سے وصول کرے گا کیونکہ دونوں برابر ہیں ہاں البتہ جب وہ پورا واپس لے گا تو مساوات ثابت نہ ہوگی۔

مکاتب کو آزاد کرنے سے آزادی کا بیان

قَالَ (وَلَوْ لَمْ يُؤَدِّيَا شَيْئًا حَتّٰى اَعْتَقَ الْمَوْلٰى اَحَدَهُمَا جَازَ الْعِتْقُ) لِمُصَادَفَتِهٖ مِلْكَهٗ وَبَرِءَ عَنِ النِّصْفِ لِاَنَّهٗ مَا رَضِيَ بِالْتِزَامِ الْمَالِ اِلَّا لِيَكُوْنَ الْمَالُ وَسِيْلَةً اِلَى الْعِتْقِ وَمَا بَقِيَ وَسِيْلَةً فَيَسْقُطُ وَيَبْقَى النِّصْفُ عَلَى الْاٰخَرِ ؛ لِاَنَّ الْمَالَ فِي الْحَقِيْقَةِ مُقَابَلٌ بِرَقَبَتِهِمَا .

وَاِنَّمَا جُعِلَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا احْتِيَالًا لِتَصْحِيْحِ الضَّمَانِ، وَاِذَا جَاءَ الْعِتْقُ اسْتَغْنَى عَنْهُ فَاعْتُبِرَ مُقَابَلًا بِرَقَبَتِهِمَا فَلِهٰذَا يَتَنَصَّفُ، وَلِلْمَوْلٰى اَنْ يَّاْخُذَ بِحِصَّةِ الَّذِيْ لَمْ يُعْتَقْ اَيَّهُمَا شَاءَ الْمُعْتَقَ بِالْكَفَالَةِ وَصَاحِبَهٗ بِالْاَصَالَةِ، وَاِنْ اَخَذَ الَّذِيْ اُعْتِقَ رَجَعَ عَلٰى صَاحِبِهٖ بِمَا يُؤَدِّيْ لِاَنَّهٗ مُؤَدٍّ عَنْهُ بِاَمْرِهٖ، وَاِنْ اَخَذَ الْاٰخَرَ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الْمُعْتَقِ بِشَيْءٍ لِاَنَّهٗ اَدّٰى عَنْ نَفْسِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

فرمایا: اور جب دونوں غلاموں نے کچھ بھی ادا نہ کیا حتیٰ کہ ان میں سے ایک کو آقا نے آزاد کر دیا تو آزادی جائز ہے کیونکہ آزادی آقا کی ملکیت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور معتق نصف بدل کتابت سے بری ہو جائے گا کیونکہ وہ غلام اپنے مال کو اپنے اوپر ضروری کرنے پر اس لئے رضامند ہوا تھا کہ مال اس کی آزادی کا ذریعہ بن جائے گا۔ مگر اب وہ مال ذریعہ نہ رہا پس وہ ساقط ہو جائے گا ہاں جب دوسرے پر نصف باقی رہے گا کیونکہ مال اصل میں ان دونوں کی گردن کا مقابل ہے اور کفالہ صحیح کرنے کی غرض سے حیلے کے طور ان میں سے ہر ایک پر واجب کر دیا گیا ہے مگر جب آزادی آ گئی ہے تو اب حیلہ کی ضرورت نہ رہی پس اس مال کو دونوں غلاموں کے مقابل قرار دیا جائے گا اور اسی سبب سے آدھا آدھا کر دیا جائے گا اور آقا کو اختیار ہے کہ جو غلام آزاد نہیں ہوا ہے اسکا حصہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے اس سے وصول کرے۔ آزاد کردہ غلام سے کفالہ کے سبب سے اور اس کے ساتھی سے اصیل ہونے کے سبب سے وصول کرے۔ اور جب آقا نے معتق سے وصول کر لیا ہے تو وہ ادا کردہ مال اپنے ساتھی سے واپس لے کیونکہ اس نے اپنے ساتھی کے حکم سے اس کی جانب سے ادا کیا ہے اور جب آقا نے دوسرے سے لیا ہے تو معتق اپنے ساتھی سے کچھ نہ لے گا اس لئے اس نے اپنی جانب سے ادا کیا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ كَفَالَةِ الْعَبْدِ وَعَنْهُ

﴿یہ باب غلام اوراس کی جانب سے کفیل ہونے کے بیان میں ہے﴾

باب کفالہ عبد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس باب کا مؤخر ہونا یہ اس کا اپنا حق ہے کیونکہ آزاد سے غلام مؤخر ہوتا ہے۔ اور آزاد کا مقدم ہونا یہ اس کے شرف کے سبب سے ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بنی آدم میں اصل حریت ہے۔ لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے ترتیب وضعی کے مطابق پہلے آزاد مردوں سے متعلق احکام کفالہ کو ذکر کیا ہے اور اس کے بعد مؤخر کرتے ہوئے غلام سے متعلق احکام کفالہ کو بیان کریں گے۔ اور یہ بھی اعتبار کیا گیا ہے کہ مطلق جمع کے لئے واؤ اس میں استعمال ہوئی ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۱۶۷، بیروت)

غلام کی جانب سے مال کا کفیل ہونے کا بیان

(وَمَنْ ضَمِنَ عَنْ عَبْدٍ مَالًا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْتِقَ وَلَمْ يُسَمِّ حَالًّا وَلَا غَيْرَهُ فَهُوَ حَالٌّ) لِاَنَّ الْمَالَ حَالٌّ عَلَيْهِ لِوُجُودِ السَّبَبِ وَقَبُولِ الذِّمَّةِ، اِلَّا اَنَّهُ لَا يُطَالَبُ لِعُسْرَتِهِ، اِذْ جَمِيعُ مَا فِي يَدِهِ مِلْكُ الْمَوْلٰى وَلَمْ يَرْضَ بِتَعَلُّقِهِ بِهِ وَالْكَفِيلُ غَيْرُ مُعْسِرٍ، فَصَارَ كَمَا اِذَا كَفَلَ عَنْ غَائِبٍ اَوْ مُفْلِسٍ، بِخِلَافِ الدَّيْنِ الْمُؤَجَّلِ لِاَنَّهُ مُتَاَخِّرٌ بِمُؤَخِّرٍ، ثُمَّ اِذَا اَدّٰى رَجَعَ عَلَى الْعَبْدِ بَعْدَ الْعِتْقِ لِاَنَّ الطَّالِبَ لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ الْعِتْقِ، فَكَذَا الْكَفِيلُ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ.

اور جو بندہ کسی غلام کی جانب سے ایسے مال کا کفیل ہوا ہے جو اس کے آزاد کرنے سے پہلے اسی پر واجب الاداء نہیں ہے اور حال وغیر حال کا تعین بھی نہیں ہے پس وہ فی الحال تسلیم کرلیا جائے گا کیونکہ سبب کے وجود اور ذمہ کو قبول کرنے کے سبب وہ مال فی الحال غلام پر واجب ہوا ہے۔ ہاں البتہ غلام کے غریب ہونے کے سبب اس سے اس کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ آقا کی ملکیت ہے اور آقا اسی حالت میں غلام کے ساتھ قرض کے متعلق رضا مند نہیں ہے، اور کفیل غریب ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے کسی غائب یا غریب کی جانب سے کفالہ قبول کیا ہے۔ بہ خلاف دین مؤجل کے کیونکہ مؤخر کرنے والے سبب سے موخر ہوا ہے۔ اس کے بعد جب کفیل نے ادا کردیا ہے تو آزادی کے بعد وہ مال بھی واپس لے لے گا کیونکہ مکفول لہ بھی اس سے آزادی کے بعد ہی لینے والا ہے پس کفیل کا حکم بھی یہی ہے کیونکہ مکفول لہ کے قائم مقام ہے۔

غلام پر مال کا دعویٰ کرنے کا بیان

(وَمَنِ ادَّعَى عَلَىٰ عَبْدٍ مَالًا وَكَفَلَ لَهُ رَجُلٌ بِنَفْسِهِ فَمَاتَ الْعَبْدُ بَرِءَ الْكَفِيلُ) لِبَرَاءَةِ الْأَصِيلِ كَمَا إِذَا كَانَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ حُرًّا .

اور جب کسی شخص نے کسی غلام پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعی کے لئے ایک بندہ کفیل بہ نفس ہو گیا اس کے بعد غلام فوت ہو گیا تو کفیل بری ہو جائے گا اس لئے کہ اصل بری ہو چکا ہے۔ جس طرح جب مکفول بہ نفسہ آزاد ہو۔

غلام کے رقبہ کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنِ ادَّعَى رَقَبَةَ الْعَبْدِ فَكَفَلَ بِهِ رَجُلٌ فَمَاتَ الْعَبْدُ فَأَقَامَ الْمُدَّعِي الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ كَانَ لَهُ ضَمِنَ الْكَفِيلُ قِيمَتَهُ) لِأَنَّ عَلَى الْمَوْلَىٰ رَدَّهَا عَلَىٰ وَجْهٍ يَخْلُفُهَا قِيمَتُهَا، وَقَدْ الْتَزَمَ الْكَفِيلُ ذٰلِكَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ تَبْقَى الْقِيمَةُ وَاجِبَةً عَلَى الْأَصِيلِ فَكَذَا عَلَى الْكَفِيلِ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ .

فرمایا اور جب کسی شخص نے کسی غلام کے رقبہ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور ایک شخص اس کا کفیل بھی ہو گیا ہے اس کے بعد غلام فوت ہو گیا ہے اور مدعی نے اس پر گواہی قائم کر دی ہے تو کفیل اس کی قیمت کا ضامن ہو گا کیونکہ آقا کو اسی طرح غلام کو واپس کرنا واجب ہے کہ قیمت اس کا خلیفہ بن جائے گی اور کفیل نے اس کو ضروری کیا ہے اور اس کی وفات کے بعد قیمت اصیل پر واجب ہو کر باقی رہ جائے گی۔ پس وہ کفیل پر بھی باقی رہ جائے گی۔ جبکہ صورت اول میں اس طرح نہیں ہے۔

غلام کا آقا کی جانب سے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَفَلَ الْعَبْدُ عَنْ مَوْلَاهُ بِأَمْرِهِ فَعَتَقَ فَأَدَّاهُ أَوْ كَانَ الْمَوْلَىٰ كَفَلَ عَنْهُ فَأَدَّاهُ بَعْدَ الْعِتْقِ لَمْ يَرْجِعْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَلَىٰ صَاحِبِهِ) وَقَالَ زُفَرُ : يَرْجِعُ، وَمَعْنَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ أَنْ لَا يَكُونَ عَلَى الْعَبْدِ دَيْنٌ حَتَّىٰ تَصِحَّ كَفَالَتُهُ بِالْمَالِ عَنِ الْمَوْلَىٰ إِذَا كَانَ بِأَمْرِهِ، أَمَّا كَفَالَتُهُ عَنِ الْعَبْدِ فَتَصِحُّ عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ .

لَهُ أَنَّهُ تَحَقَّقَ الْمُوجِبُ لِلرُّجُوعِ وَهُوَ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِهِ وَالْمَانِعُ وَهُوَ الرِّقُّ قَدْ زَالَ .

وَلَنَا أَنَّهَا وَقَعَتْ غَيْرَ مُوجِبَةٍ لِلرُّجُوعِ لِأَنَّ الْمَوْلَىٰ لَا يَسْتَوْجِبُ عَلَىٰ عَبْدِهِ دَيْنًا وَكَذَا الْعَبْدُ عَلَىٰ مَوْلَاهُ، فَلَا تَنْقَلِبُ مُوجِبَةً أَبَدًا كَمَنْ كَفَلَ عَنْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَأَجَازَهُ .

فرمایا: اور جب غلام اپنے آقا کے حکم سے اس کا کفیل ہوا ہے اس کے بعد وہ آزاد ہو گیا ہے اور اس نے ادائیگی بھی کر دی ہے یا پھر وہ آقا کی طرف سے کفیل بنا تھا اور غلام کے آزاد ہونے کے بعد آقا نے مال ادا کر دیا ہے ان میں سے کوئی بھی کسی سے کچھ نہ وصول کرے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ واپس وصول کرے گا اور پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ جب غلام پر

قرض نہ ہوتا کہ آقا کا اس کی جانب سے کفیل بہ مال ہونا صحیح ہو جائے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ آقا کے حکم کے ساتھ ہو۔
اور جو غلام کی جانب سے آقا کا کفیل ہونا ہے تو وہ ہر حالت میں درست ہے۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ رجوع کو واجب کرنے والا پا جا رہا ہے اور وہ حکم سے کفالہ ہے جو مانع تھا یعنی اس شخص کا غلام ہونا ہے تو وہ ختم ہو چکا ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کو واجب کرنے والا واقع نہیں ہوا ہے اس لئے کہ آقا اپنے غلام پر قرضے کا حقدار نہیں ہوا کرتا اور اسی طرح غلام اپنے آقا پر قرض کا مستحق نہیں ہوا کرتا پس یہ تو کسی طرح بھی رجوع کو واجب کرنے والا نہ ہوگا جس طرح کوئی بندہ کسے دوسرے کی جانب سے اس کے حکم کے بغیر کفیل بن گیا ہے اور اسکے بعد دوسرے نے اس کا اجازت دی ہو۔

مال کتابت میں کفالہ کے عدم جواز کا بیان

(ولَا تَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِمَالِ الْكِتَابَةِ حُرٌّ تَكَفَّلَ بِهِ اَوْ عَبْدٌ) لِاَنَّهُ دَيْنٌ ثَبَتَ مَعَ الْمُنَافِي فَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ صِحَّةِ الْكَفَالَةِ، وَلِاَنَّهُ لَوْ عَجَّزَ نَفْسَهُ سَقَطَ، وَلَا يُمْكِنُ اِثْبَاتُهُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ فِي ذِمَّةِ الْكَفِيلِ، وَاِثْبَاتُهُ مُطْلَقًا يُنَافِي مَعْنَى الضَّمِّ لِاَنَّ مِنْ شَرْطِهِ الِاتِّحَادُ، وَبَدَلُ السِّعَايَةِ كَمَالِ الْكِتَابَةِ فِي قَوْلِ اَبِيْ حَنِيفَةَ لِاَنَّهُ كَالْمُكَاتَبِ عِنْدَهُ.

اور کتابت کے مال میں کفالہ جائز نہیں ہے اگرچہ اس کی کفالت کرنے والا آزاد ہو یا غلام ہو اس لئے کہ یہ ایسا قرض ہے جو منافی کے ہوتے ہوئے بھی ثابت ہو چکا ہے پس کفالہ کے صحیح ہونے میں یہ ظاہر نہ ہوگا کیونکہ جب مکاتب نے اپنے آپ کو معذور کر دیا ہے تو کتابت کا مال ساقط ہو جائے گا جبکہ کفیل کے ذمہ پر اسکو اسی طرح ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اور اسی طرح اس کو علی الاطلاق ثابت کرنا یہ حکم ملانے کے منافی ہے۔ اس کے لئے ضم کرنے کی شرط متحد ہونا ہے۔
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق بدل سعایہ بدل کتابت کی طرح ہے کیونکہ آپ کے نزدیک سعایہ کرنے والا مکاتب کی طرح ہے۔

كِتَابُ الْحَوَالَةِ

﴿یہ کتاب حوالہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب حوالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حوالہ کی کفالہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے اس میں اسی طرح اصیل پر حکم ضروری کیا جاتا ہے جس طرح کفالہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ان میں ہر ایک بطور استعارہ دوسرے کے لئے جائز ہے کیونکہ ان میں سے جب کسی ایک کو ذکر کریں تو اس سے دوسرا ضروری ہو جاتا ہے البتہ حوالہ کو مؤخر ذکر اس لئے کیا ہے کیونکہ یہ اصیل کی برأت کو ضروری کرنے والا ہے جبکہ برأت کفالہ میں موقوف ہوتی ہے جبکہ اس میں ضروری ہوتی ہے۔ اور حوالہ کا لغوی معنی نقل کرنا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۱۷۷، بیروت)

حوالہ کی تعریف کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وہ دین کو محیل کے ذمہ سے محیل علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل کرنا ہے۔

(درمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الحوالہ)

حوالہ کے رکن ومفہوم کا بیان

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حوالہ یہ ہے کہ احالہ کو کسی دوسرے کے سپرد کر دیا جائے۔ جو شخص حوالے کرتا ہے اس کو محیل کہتے ہیں اور جس شخص کے ہاں حوالے کیا جائے اس کو محتال علیہ کہتے ہیں۔ اور جس شخص کے لئے حوالہ کیا جائے اس کو محتال لہ کہتے ہیں۔ اور جس چیز کے ساتھ حوالہ کیا جائے اس کو محتال بہ ہے۔ یا جس چیز پر حوالہ واقع ہو اس کو محتال بہ بھی کہتے ہیں۔

حوالہ کا رکن ایجاب وقبول ہے اور اس میں شرط ہے کہ ایجاب محیل کی جانب سے ہو جبکہ قبول محتال علیہ اور محتال لہ دونوں کی جانب سے ہو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ محیل کہے میں میں نے فلاں شخص پر اتنے دراہم کا حوالہ کیا اور اس کے قبول میں محتال علیہ اور محتال لہ دونوں یہ کہیں کہ ہم راضی ہوئے یا ایسے الفاظ جن سے رضامندی کا اظہار ہو جائے تو حوالہ ہو جائے گا۔

(بدائع الصنائع، احکام بیوع)

دَین کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کر دینے کو حوالہ کہتے ہیں، مدیون کو محیل کہتے ہیں اور دائن کو محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل کہتے ہیں اور جس پر حوالہ کیا گیا اُس کو محتال علیہ اور محال علیہ کہتے ہیں اور مال کو محال بہ کہتے

ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب حوالہ، ج ۸، ص ۵، بیروت)

حوالہ کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امانتدار خزانچی بھی خیرات کرنے والوں میں سے ایک ہے جو اپنے دل کی خوشی سے مالک کی دلائی ہوئی رقم پوری پوری دے۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2135)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ہجرت کے واقعہ میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنی دیل کے ایک شخص کو پھر بنی عبد بن عدی سے ایک راہبر جو راہ بتانے میں بہت ہوشیار تھا مزدوری پر رکھا اس نے عاص بن وائل کے خاندان سے قسم کا معاہدہ کیا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا ان دونوں نے اس پر اعتماد کیا اور اس کو دونوں نے اپنی اپنی سواریاں دیدیں اور اس کو ہدایت کی کہ تین راتوں کے بعد غار ثور کے پاس لے کر آئے چنانچہ وہ تین راتوں کے بعد صبح کو دونوں کی سواریاں لے کر آئے اور آپ دونوں روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ تھا اور راہ بتانے والا قبیلہ دیل کا ایک شخص تھا جو ان سب کو ساحل کے راستے سے لے گیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2138)

حوالہ کا قرضوں میں جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَهِيَ جَائِزَةٌ بِالدُّيُونِ) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ أُحِيلَ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ) وَلِأَنَّهُ الْتَزَمَ مَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَتَصِحُّ كَالْكَفَالَةِ، وَإِنَّمَا اخْتَصَّتْ بِالدُّيُونِ لِأَنَّهَا تُنْبِءُ عَنْ النَّقْلِ وَالتَّحْوِيلِ، وَالتَّحْوِيلُ فِي الدَّيْنِ لَا فِي الْعَيْنِ .

فرمایا: اور حوالہ قرضوں میں جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کا مالدار پر حوالہ کیا جائے تو وہ اس کی اتباع کرے کیونکہ محتال علیہ نے ایسی چیز کو ضروری کیا ہے جس کو حوالے کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے پس کفالہ کی طرح حوالہ بھی درست ہوگا اور حوالہ کو اس سبب سے قرضوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کہ وہ یہ نقل وتحویل میں آنے کی خبر دینے والا ہے اور تحویل قرض میں ہوا کرتی ہے عین میں تحویل نہیں ہوتی۔

محیل، محتال لہ اور محتال علیہ کی رضا پر حوالہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَصِحُّ الْحَوَالَةُ بِرِضَا الْمُحِيلِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ) أَمَّا الْمُحْتَالُ فَلِأَنَّ الدَّيْنَ حَقُّهُ وَهُوَ الَّذِي يَنْتَقِلُ بِهَا وَالذِّمَمُ مُتَفَاوِتَةٌ فَلَا بُدَّ مِنْ رِضَاهُ، وَأَمَّا الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ فَلِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ الدَّيْنُ وَلَا لُزُومَ بِدُونِ الْتِزَامِهِ، وَأَمَّا الْمُحِيلُ فَالْحَوَالَةُ تَصِحُّ بِدُونِ رِضَاهُ ذَكَرَهُ فِي الزِّيَادَاتِ لِأَنَّ الْتِزَامَ الدَّيْنِ مِنْ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ تَصَرُّفٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَهُوَ لَا يَتَضَرَّرُ بِهِ بَلْ فِيهِ نَفْعُهُ لِأَنَّهُ

لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بِأَمْرِهِ .

فرمایا: محیل، محتال لہ اور محتال علیہ کی رضا کے مطابق حوالہ صحیح ہوتا ہے اور اس میں محتال لہ اس دلیل سے ہے کہ قرض اسی کا حق ہے اور وہ حوالے کے ذریعے منتقل ہونے والا ہے جبکہ ذمہ داری میں فرق ہوتا ہے پس اس میں محتال لہ کی رضا مندی ضروری ہے جبکہ محتال علیہ تو اس سبب سے ہے کہ وہ قرض کو اپنے اوپر ضروری کرنے والا ہے اس کے ضروری کرنے کے بغیر تو لزوم ہی نہ ہوگا۔ جبکہ محیل کی رضا کے بغیر بھی حوالہ صحیح ہو جاتا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے زیادات میں لکھا ہے کہ محتال علیہ کی طرف سے قرض کو ضروری کرنا یہ اس کی ذات میں ایک تصرف ہے اور محیل کو اس سے کوئی نقصان بھی تو نہیں ہے بلکہ اس کا تو اس میں فائدہ ہے اس لئے کہ جب حوالہ اس کے حکم سے نہ ہوا تو محتال علیہ اس سے واپسی کا تقاضہ نہیں کر سکے گا۔

تکمیل حوالہ پر قبول محتال علیہ سے بری ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَمَّتُ الْحَوَالَةُ بَرِءَ الْمُحِيلُ مِنَ الدَّيْنِ بِالْقَبُولِ) وَقَالَ زُفَرُ : لَا يَبْرَأُ اعْتِبَارًا بِالْكَفَالَةِ، إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَقْدُ تَوَثُّقٍ، وَلَنَا أَنَّ الْحَوَالَةَ لِلنَّقْلِ لُغَةً، وَمِنْهُ حَوَالَةُ الْغِرَاسِ وَالدَّيْنُ مَتَى انْتَقَلَ عَنِ الذِّمَّةِ لَا يَبْقَى فِيهَا .

أَمَّا الْكَفَالَةُ فَلِلضَّمِّ وَالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ عَلَى وِفَاقِ الْمَعَانِي اللُّغَوِيَّةِ وَالتَّوَثُّقِ بِاخْتِيَارِ الْأَمْلَإِ وَالْأَحْسَنِ فِي الْقَضَاءِ، وَإِنَّمَا يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ إِذَا نَقَدَ الْمُحِيلُ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ عَوْدُ الْمُطَالَبَةِ إِلَيْهِ بِالتَّوَى فَلَمْ يَكُنْ مُتَبَرِّعًا .

فرمایا: اور جب حوالہ مکمل ہو گیا ہے تو محتال علیہ کے قبول کرنے سے محیل قرض سے بری ہو جائے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ وہ بری نہ ہوگا انہوں نے اس کا کفالہ پر قیاس کیا ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک عقد کو توثیق کرنے والا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حوالہ کا لغوی معنی یہ ہے منتقل کرنا اور اسی سے حوالہ غراس مشتق ہے یعنی جب کسی سے قرض کے ذمہ سے منتقل ہو جائے۔ تو وہ اس میں باقی نہ رہے گا جبکہ کفالہ ملانے کے لئے ہوتا ہے اور احکام شرعیہ میں لغوی معانی مطابق ہوا کرتے ہیں اور توثیق زیادہ مالدار اور ادا کرنے میں اچھے آدمی کو اختیار کرنے سے حاصل ہوگا اور اگر محیل نے ادا کیا تو محتال لہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ مال ہلاک ہونے کے سبب سے محیل کی طرف مطالبہ کے عود کر آنے کا احتمال ہے پس محیل احسان کرنے والا نہ ہوگا۔

محیل لہ کا محیل سے حوالہ واپس نہ لینے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَى الْمُحِيلِ إِلَّا أَنْ يُتْوَى حَقُّهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا

يَرْجِعُ وَإِنْ تَوِىَ لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ حَصَلَتْ مُطْلَقَةً فَلَا تَعُودُ إِلَّا بِسَبَبٍ جَدِيدٍ .
وَلَنَا أَنَّهَا مُقَيَّدَةٌ بِسَلَامَةِ حَقِّهِ لَهُ إِذْ هُوَ الْمَقْصُودُ ، أَوْ تَنْفَسِخُ الْحَوَالَةُ لِفَوَاتِهِ لِأَنَّهُ قَابِلٌ لِلْفَسْخِ فَصَارَ كَوَصْفِ السَّلَامَةِ فِي الْمَبِيعِ .

فرمایا: اور محتال لہ محیل سے حوالہ واپس نہیں سکے گا البتہ جب وہ اس کا مالک ہو جائے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ واپس نہ لے گا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ کیونکہ برأت مطلق طور پر حاصل ہوئی ہے پس وہ جدید سبب کے سوالوٹ کر نہ آئے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ برأت محتال لہ کی سلامتی کے ساتھ منسلک ہے اس لئے کہ مقصود بھی وہی ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ مقصود ہونے کے سبب حوالہ بھی فوت ہو جاتا ہے اس لئے حوالہ فسخ کو قبول کر لیتا ہے پس یہ مبیع میں وصف سلامتی کی مثل ہو جائے گا۔

توی کا کسی ایک حکم کے ساتھ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالتَّوَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يَجْحَدَ الْحَوَالَةَ وَيَحْلِفَ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ عَلَيْهِ، أَوْ يَمُوتَ مُفْلِسًا) لِأَنَّ الْعَجْزَ عَنْ الْوُصُولِ يَتَحَقَّقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَهُوَ التَّوَى فِي الْحَقِيقَةِ (وَقَالَا هَذَانِ الْوَجْهَانِ .
وَوَجْهٌ ثَالِثٌ وَهُوَ أَنْ يَحْكُمَ الْحَاكِمُ بِإِفْلَاسِهِ حَالَ حَيَاتِهِ) وَهَذَا بِنَاءٌ عَلَى أَنَّ الْإِفْلَاسَ لَا يَتَحَقَّقُ بِحُكْمِ الْقَاضِي عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا، لِأَنَّ مَالَ اللَّهِ غَادٍ وَرَائِحٌ .

فرمایا: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مال کا ہلاک ہو جانا دونوں احکام میں سے ایک تو ضرور ہوگا یا تو محتال علیہ حوالہ سے انکار کرنے والا ہے اور وہ قسم اٹھائے اور محتال لہ کے پاس اس شخص کے خلاف کوئی شہادت بھی نہ ہو یا پھر وہ آدمی غریب ہو کر فوت ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک حکم سے وصولی میں ثابت ہونے والا ہے اور حقیقت میں ہلاکت بھی اسی طرح ہے۔
صاحبین نے کہا کہ دو وجوہات ہیں اور تیسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے محتال لہ کی حیات میں حاکم اس کے غریب ہونے کا فیصلہ کر دے اور یہ اس دلیل پر مبنی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قاضی کے حکم کے ساتھ غریبی ثابت نہ ہوگی جبکہ صاحبین نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ مال آنے جانے والی چیز ہے۔

محتال علیہ کا محیل سے مال حوالہ کی مثل کے مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا طَالَبَ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ بِمِثْلِ مَالِ الْحَوَالَةِ فَقَالَ الْمُحِيلُ أَحَلْتُ بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ لَكَ يُقْبَلْ قَوْلُهُ وَكَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ الدَّيْنِ) لِأَنَّ سَبَبَ الرُّجُوعِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ قَضَاءُ دَيْنِهِ بِأَمْرِهِ إِلَّا أَنَّ الْمُحِيلَ يَدَّعِي عَلَيْهِ دَيْنًا وَهُوَ يُنْكِرُ، وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ ، وَلَا تَكُونُ الْحَوَالَةُ إِقْرَارًا

مِنْهُ بِالدَّيْنِ عَلَيْهِ لِاَنَّهَا قَدْ تَكُونُ بِدُوْنِهِ .

فرمایا: اور جب محتال علیہ نے محیل سے مال حوالہ کی مثل کو طلب کیا اس کے بعد محیل نے کہا کہ میں اس قرض کے بدلے میں تیرے حوالے کیا تھا جو میرا تجھ پر ہے تو کسی دلیل کے بغیر اس کا قول نہ مانا جائے گا اور محیل پر قرض کے مثل ضروری ہوگا کیونکہ رجوع کا حکم پایا جارہا ہے اور وہ محیل کے حکم سے اس کا قرض ادا کرتا ہے البتہ محیل محتال علیہ پر قرض کا دعویٰ کرنے والا ہے اور وہ اس کا انکار کرنے والا ہے جبکہ انکار کرنے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس یہ حوالہ اس کی جانب سے قرض کا اقرار نہ ہوگا۔ کیونکہ کبھی قرض کے بغیر بھی حوالہ درست ہوتا ہے۔

محیل کا محتال لہ سے مال کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا طَالَبَ الْمُحِيلُ الْمُحْتَالَ بِمَا اَحَالَهُ بِهِ فَقَالَ اِنَّمَا اَحَلْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي وَقَالَ الْمُحْتَالُ لَا بَلْ اَحَلْتَنِي بِدَيْنٍ كَانَ لِي عَلَيْكَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُحِيلِ) لِاَنَّ الْمُحْتَالَ يَدَّعِي عَلَيْهِ الدَّيْنَ وَهُوَ يُنْكِرُ وَلَفْظَةُ الْحَوَالَةِ مُسْتَعْمَلَةٌ فِي الْوَكَالَةِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ مَعَ يَمِينِهِ .

فرمایا: جب محیل نے محتال لہ سے مال کا مطالبہ کیا جو اس کے لئے بطور حوالہ تھا اور اس نے اس طرح کہا کہ میں اس لئے تیرے ہاں حوالہ کیا تھا تا کہ وہ مال میرے قبضہ میں دے دو۔ جبکہ محتال نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تم نے اس قرض کے بدلے میں حوالہ کیا تھا جو میرا قرض تمہارے ذمہ واجب الاداتھا تو محیل کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ محتال لہ اس پر قرض کا دعویٰ کرنے والا ہے جبکہ محیل اس کا انکار کرنے والا ہے اور حوالہ کا لفظ وکالت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے پس محیل کا قول قسم کے ساتھ اعتبار کرلیا جائے گا۔

ودیعت میں رکھے ہوئے دراہم کا حوالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْدَعَ رَجُلًا اَلْفَ دِرْهَمٍ وَاَحَالَ بِهَا عَلَيْهِ آخَرَ فَهُوَ جَائِزٌ) لِاَنَّهُ اَقْدَرُ عَلَى الْقَضَاءِ، فَاِنْ هَلَكَتْ بَرِءَ) لِتَقَيُّدِهَا بِهَا، فَاِنَّهُ مَا الْتَزَمَ الْاَدَاءَ اِلَّا مِنْهَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَتْ مُقَيَّدَةً بِالْمَغْصُوْبِ لِاَنَّ الْفَوَاتَ اِلَى خَلَفٍ كَلَا فَوَاتٍ، وَقَدْ تَكُونُ الْحَوَالَةُ مُقَيَّدَةً بِالدَّيْنِ اَيْضًا،

وَحُكْمُ الْمُقَيَّدَةِ فِي هٰذِهِ الْجُمْلَةِ اَنْ لَا يَمْلِكَ الْمُحِيلُ مُطَالَبَةَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُحْتَالِ عَلَى مِثَالِ الرَّهْنِ وَاِنْ كَانَ اُسْوَةً لِلْغُرَمَاءِ بَعْدَ مَوْتِ الْمُحِيلِ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ لَوْ بَقِيَ لَهُ مُطَالَبَتُهُ فَيَاْخُذُهُ مِنْهُ لَبَطَلَتْ الْحَوَالَةُ وَهِيَ حَقُّ الْمُحْتَالِ .

بِخِلَافِ الْمُطْلَقَةِ لِاَنَّهُ لَا تَعَلُّقَ لِحَقِّهِ بِهِ بَلْ بِذِمَّتِهِ فَلَا تَبْطُلُ الْحَوَالَةُ بِاَخْذِ مَا عَلَيْهِ اَوْ عِنْدَهُ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کسی شخص کے پاس ایک ہزار دراہم کو بطور ودیعت رکھ دیا ہے اس کے بعد دراہم میں

جو اس پر ہیں دوسرے کے لئے حوالہ کیا تو یہ جائز ہے اس لئے اس میں ادا کرنے کی قدرت زیادہ حاصل ہونے والی ہے۔ اس کے بعد جب وہ ودیعت ہلاک ہو جائے تو مودع بری الذمہ ہو جائے گا کیونکہ یہ حوالہ ودیعت کے ساتھ مقید تھا اور محتال علیہ نے اس کو بطور ودیعت کے ادا کرنے کو ضروری کیا تھا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مال حوالہ مال مغصوبہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ کیونکہ نائب کی جانب سے فوت ہونا یہ فوت نہ ہونے کی طرح ہے اور حوالہ کبھی دین کے ساتھ بھی مقید ہوتا ہے اور تمام مسائل میں حوالہ کو مقید کرنے کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہ ہوگا کیونکہ ذکر کردہ مال کے ساتھ احتال لہ کا حق متعلق ہو چکا ہے جس طرح رہن میں ہوا کرتا ہے۔ جبکہ محیل کے فوت ہو جانے کے بعد محتال لہ قرض لینے والوں کے مساوی ہوتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب ہے کہ جب محیل کے لئے اس مال کا مطالبہ باقی رہے گا اور وہ محتال علیہ سے واپس وصول کر لے گا تو حوالہ باطل ہو جائے گا حالانکہ وہ محتال لہ کا حق ہے۔ بہ خلاف مطلق حوالہ کے کیونکہ اس مال سے محتال لہ کا کوئی حق متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا حق محتال علیہ کے ذمہ سے متعلق ہے۔ پس اس مال کو لینے سے حوالہ باطل نہ ہوگا جس محتال علیہ پر ہے یا اس کے پاس جو بھی ہے۔

سفاتج کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ السَّفَاتِجُ وَهِيَ قَرْضٌ اسْتَفَادَ بِهِ الْمُقْرِضُ سُقُوطَ خَطَرِ الطَّرِيقِ) وَهٰذَا نَوْعُ نَفْعٍ اُسْتُفِيدَ بِهِ وَقَدْ (نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا).

فرمایا: سفاتج مکروہ ہے اور یہ وہ قرض ہے جس کے سبب قرض دینے والا خطرناک اندیشوں کو دور کر کے فائدہ اٹھانے والا ہے اور یہ بھی ایک طرح کا فائدہ ہے جو قرض کے سبب حاصل کیا جاتا ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس قرض سے منع کیا ہے جو فائدہ دینے والا ہو۔

کِتَابُ اَدَبِ الْقَاضِیُ

﴿یہ کتاب ادب قاضی کے بیان میں ہے﴾

کتاب ادب قاضی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب بیوع اور وہ قرض جن سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں ان کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس کتاب کو شروع کیا ہے جس کے ذریعے بیوع وقرضوں کے سبب پیدا ہونے والے جھگڑوں کو ختم کیا جاسکے اور ایسے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے قاضی کے پاس جانا ہوگا لہٰذا ان کتاب کے بعد متصل ہی کتاب ادب قاضی کو بیان کیا جارہا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۰۰، بیروت)

اب اس کتاب میں منصب قضاء کا بیان ہوگا اور اس سلسلہ میں بطور خاص دونوں کا ذکر کیا جائے گا ایک تو یہ قاضی اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی صرف اسلامی قانون کے مآخذ یعنی کتاب وسنت اور اجتہاد کو رہنما بنائے اور اس کا کوئی فیصلہ وحکم ان چیزوں کے خلاف نہیں ہونا چاہئے دوسری بات یہ ہے کہ منصب قضاء اپنی اہمیت وعظمت اور اپنی بھرپور ذمہ داریوں کے اعتبار سے اتنا اونچا ہے کہ صرف یہ کہ ہر شخص کو اس تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے، بلکہ جہاں تک ہو سکے اس منصب کو قبول کرنے سے ڈرنا اور اجتناب کرنا چاہئے۔

کتاب الامارۃ والقضاء سے اس کتاب جو حصہ شروع ہو رہا ہے اور اس میں جو مسائل بیان کئے جائیں گے وہ اس دعوی کی واضح دلیل ہیں کہ اسلام اور حکومت وسیاست دو متضاد چیزیں نہیں ہیں ان احادیث میں امیر وخلیفہ قاضی ومنصف، عوام اور رعایا، ملک وفوج اور نظم مملکت کے دیگر گوشوں سے متعلق جو ہدایات واحکام بیان کئے جائیں گے ان سے واضح ہوگا کہ حکومت وسیاست بھی اسلام کا ایک موضوع ہے۔ تحکیم

ادب قاضی کا فقہی مفہوم

ادب کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے اچھا سلوک اور اچھے اخلاق سے پیش آنا اور تمام اخلاقی عادات کو اپناتے ہوئے لوگوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا ہے۔ جبکہ قاضی کا ادب یہ ہے کہ جس چیز کو شریعت اچھا کہے یہ بھی اس کو اچھا کہے جس طرح انصاف کو عام کرنا اور ظلم کو دور کرنا ہے۔ حدود سے تجاوز نہ کرنا اور شرعی احکام کے مطابق چلنا اور سنت نبویہ ﷺ کو اختیار کرنا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب ادب قاضی)

قضاء کی تعریف کا بیان

قضاء کا لغوی معنی فیصلہ کرنا، ادا کرنا اور مکمل کرنا ہے۔ اس سے مراد وہ اصول اور قوانین ہوتے ہیں، جن کے تحت [illegible] پر [illegible] ہو گیا۔ قاضی نے یہ فیصلہ [illegible] اگر کوئی شخص [illegible] [illegible] کے [illegible] ہوں گے۔ [illegible] مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

آپ نے جو فیصلہ کر دیا [illegible] اور اس نے [illegible] کا عذاب ہے۔

علامہ [illegible] لکھتے ہیں کہ لوگوں کے جھگڑوں اور منازعات کے فیصلہ کرنے کو قضاء کہتے ہیں۔

(درمختار، کتاب قضاء)

عہدہ قضاء کے شرعی ماخذ کا بیان

(۱) إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

بے شک ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت و نور ہے اس کے موافق نبی حکم کرتے رہے۔

(۲) وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔

(۳) وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

(۴) وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (المائدہ ۴۴-۴۷)

جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے کے موافق حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں۔

○ علامہ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ "اگر قرآن میں فیصلے کرے تو عدل و انصاف کے ساتھ کرے اگرچہ یہ خود ظالم ہیں اور عدل سے ہٹے ہوئے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ پھر ان کی خباثت جو باطنی اور سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ "ایک طرف تو یہ کتاب اللہ کو چھوڑ رکھا ہے، جس کی تابعداری اور حقانیت کے خود قائل ہیں، دوسری طرف اس جانب جھک رہے ہیں، جسے نہ مانتے اور جسے جھوٹ مشہور کر رکھا ہے، پھر اس میں بھی نیت یہ ہے کہ اگر وہاں سے ہماری خواہش کے مطابق حکم ملے گا تو لے لیں گے ورنہ چھوڑ دیں گے"۔

پھر فرمایا کہ یہ کیسے تیری فرمان برداری کریں گے؟ انہوں نے تو تورات کو بھی چھوڑ رکھا ہے، جس میں اللہ کے احکامات ہونے کا اقرار انہیں بھی ہے لیکن پھر بھی بے ایمانی کر کے اس سے پھر جاتے ہیں۔ پھر اس تورات کی مدحت و تعریف بیان فرمائی جو اس نے اپنے برگزیدہ رسول حضرت موسیٰ بن عمران پر نازل فرمائی تھی کہ اس میں ہدایت و نورانیت تھی۔ انبیاء جو اللہ کے زیر فرمان تھے، اسی پر فیصلے کرتے رہے، یہودیوں میں اسی کے احکام جاری کرتے رہے، تبدیلی اور تحریف سے بچے رہے، ربانی یعنی عابد، علماء اور احبار

یعنی ذی علم لوگ بھی اسی روش پر رہے۔ کیونکہ انہیں یہ پاک کتاب سونپی گئی تھی اور اس کے اظہار کا اور اس پر عمل کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ وشاہد تھے۔ اب تمہیں چاہئے کہ بجز اللہ کے کسی اور سے نہ ڈرو۔

ہاں قدم قدم اور لحہ لحہ پر خوف رکھو اور میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول فروخت نہ کیا کرو۔ جان لو کہ اللہ کی وحی کا حکم جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اس میں دو قول ہیں جو ابھی بیان ہوں گے انشاء اللہ۔ ان آیتوں کا ایک شان نزول بھی سن لیجئے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایسے لوگوں کو اس آیت میں تو کافر کہا دوسری میں ظالم تیسری میں فاسق۔ بات یہ ہے کہ یہودیوں کے دو گروہ تھے، ایک غالب تھا،

دوسرا مغلوب۔ ان کی آپس میں اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ غالب، ذی عزت فرقے کا کوئی شخص اگر مغلوب ذلیل فرقے کے کسی شخص کو قتل کر ڈالے تو پچاس وسق دیت دے اور ذلیل لوگوں میں سے کوئی عزیز کو قتل کر دے تو ایک سو وسق دیت دے۔ یہی رواج ان میں چلا آ رہا تھا۔ جب حضور ﷺ مدینے میں آئے، اس کے بعد ایک واقعہ ایسا ہوا کہ ان نیچے والے یہودیوں میں سے کسی نے کسی اونچے یہودی کو مار ڈالا۔ یہاں سے آدمی گیا کہ لاؤ سو وسق دلاؤ دلواؤ، وہاں سے جواب ملا کہ یہ صریح ناانصافی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی قبیلے کے، ایک ہی دین کے، ایک ہی نسب کے، ایک ہی شہر کے پھر ہماری دیت کم اور تمہارا زیادہ؟ ہم چونکہ اب تک تمہارے دبے ہوئے تھے، اس ناانصافی کو بادل ناخواستہ برداشت کرتے رہے لیکن اب جب کہ حضرت محمد ﷺ جیسے عادل بادشاہ یہاں آ گئے ہیں ہم تمہیں اتنی ہی دیت دیں گے جتنی تم ہمیں دو۔ اس بات پر ادھر ادھر سے آستینیں چڑھ گئیں، پھر آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ اچھا اس جھگڑے کا فیصلہ حضرت محمد ﷺ کریں گے۔ لیکن اونچی قوم کے لوگوں نے آپس میں جب مشورہ کیا تو ان کے سمجھداروں نے کہا دیکھو اس سے ہاتھ دھو رکھو کہ حضور ﷺ کوئی ناانصافی پہ مبنی حکم کریں۔ یہ تو صریح زیادتی ہے کہ ہم آدھی دیں اور پوری لیں اور فی الواقع ان لوگوں نے دب کر اسے منظور کیا تھا جو تم نے آنحضرت ﷺ کو حکم اور ثالث مقرر کیا ہے تو یقیناً تمہارا یہ حق مارا جائے گا کسی نے رائے دی کہ اچھا یوں کرو، کسی کو حضور ﷺ کے پاس چپکے سے بھیج دو، وہ معلوم کر آئے کہ آپ فیصلہ کیا کریں گے؟ اگر ہماری حمایت میں ہوا تب تو بہت اچھا چلو اور ان سے حق حاصل کر آؤ اور اگر خلاف ہوا تو پھر الگ تھلگ ہی اچھے ہیں۔ چنانچہ مدینہ کے چند منافقوں کو انہوں نے جاسوس بنا کر حضرت ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس سے پہلے کہ وہ یہاں پہنچیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتار کر اپنے رسول ﷺ کو ان دونوں فرقوں کے بد ارادوں سے مطلوع فرما دیا (ابوداود)

ایک روایت میں ہے کہ یہ دونوں قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ بنو نضیر کی پوری دیت تھی اور بنو قریظہ کی آدھی۔ حضور ﷺ نے دونوں کی دیت یکساں دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ ایک روایت ہے کہ قرظی اگر کسی نضری کو قتل کر ڈالے تو اس سے قصاص لیتے تھے لیکن اس کے خلاف میں قصاص تھا ہی نہیں سو وسق دیت تھی۔ یہ بہت ممکن ہے کہ ادھر یہ واقعہ ہوا، ادھر زنا کا قصہ واقع ہوا، جس کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے ان دونوں پر یہ آیتیں نازل ہوئیں واللہ اعلم۔ ہاں ایک بات اور ہے جس سے اس دوسری شان نزول کی تقویت ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کے بعد ہی فرمایا ہے۔

آیت (وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(المائدہ 45:5)

یعنی ہم نے یہودیوں پر تورات میں یہ حکم فرض کر دیا تھا کہ جان کے عوض جان، آنکھ کے عوض آنکھ۔ واللہ اعلم۔ پھر انہیں کافی کہا گیا جو اللہ کی شریعت اور اس کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے اور حکم نہ کریں گو یہ آیت شان نزول کے اعتبار سے بقول مفسرین اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے ہر شخص کو شامل ہے۔ بنو اسرائیل کے بارے میں اتری اور اس امت کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رشوت حرام ہے اور رشوت ستانی کے بعد کسی شرعی مسئلہ کے خلاف فتویٰ دینا کفر ہے۔ سدی فرماتے ہیں جس نے وحی الٰہی کے خلاف عمداً فتویٰ دیا جاننے کے باوجود اس کے خلاف کیا وہ کافر ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں جس نے اللہ کے فرمان سے انکار کیا، اس کا یہ حکم ہے اور جس نے انکار تو نہ کیا لیکن اس کے مطابق نہ کہا وہ ظالم اور فاسق ہے۔ خواہ اہل کتاب ہو خواہ کوئی اور شعبی فرماتے ہیں "مسلمانوں میں جس نے کتاب کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے اور یہودیوں میں دیا ہو تو ظالم ہے اور نصرانیوں میں دیا ہو تو فاسق ہے"۔

ابن عباس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس آیت کے ساتھ ہے"۔ طاؤس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ کے رسول قرآن اور فرشتوں کا منکر ہو"۔ عطا فرماتے ہیں" کتم (چھپانا) کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم وفسق کے بھی ادنیٰ اعلیٰ درجے ہیں۔ اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا جاتا ہے"۔ ابن عباس فرماتے ہیں "اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جا رہے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ)

قاضی کے بیان میں حکم کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قضاء سونپی گئی یا فرمایا اے لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور اس کے علاوہ سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے مرفوعا منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1349)

حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قضاء کے عہدے پر فائز ہونا چاہتا ہے اور اس کے لیے سفارشیں کرتا ہے اسے اس کے نفس پر چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی غیبی مدد نہیں ہوتی اور جسے زبردستی اس منصب پر فائز کیا جاتا ہے اللہ اس کی مدد کے لیے ایک فرشتہ اتارتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسرائیل کی عبدالاعلی سے منقول حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1348)

امارت وقضاء کا فقہی بیان

امارت سے مراد "سربراہی وحکمرانی" ہے اور قضاء سے مراد "شرعی عدالت" ہے اسلامی نظام حکومت کی عمارت کے یہ دو بنیادی ستون ہیں ! امیر و امام (یعنی سربراہ مملکت) اسلام کے قانون اساسی کا محافظ، نظم حکومت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا

ذمہ دار حفاظت مذہب اور دعوت اسلام، ملی طاقت و قوت کا امین اور امور عامہ کا نگہبان ہوتا ہے اسلامی معاشرے کے انتظامی امور سے ہے ان سب پر امیر یا امام ہی کا اختیار کارفرما ہوتا ہے۔

قاضی، اسلامی عدالت کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے شہریوں کے حقوق (امن، آزادی، مساوات) کا محافظ ہوتا ہے اور معاملات کا فیصلہ کرنے میں شریعت کی طرف سے علم کی حیثیت رکھتا ہے اس کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے نزاعی مقدمات کا شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کا اس سے بڑا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ عدل وانصاف، دیانت داری اور ایمانداری کے تقاضوں کو ہر حالت میں مدنظر رکھے۔

اسلام اور حکومت کرنے کا بیان

اسلام، دنیا کا یگانہ مذہب بھی ہے اور دنیا کی سب سے بڑی طاقت بھی اسلام جس طرح انسانیت عامہ کی دینی، مذہبی اور اخلاقی، اخروی فلاح کا سب سے آخری اور مکمل قانون ہدایت ہے اس طرح وہ ایک ایسی آفاقی سیاسی طاقت بھی ہے جو انسانوں کے عام فائدے، عام بہتری اور عام تنظیم کے لئے حکومت وسیاست سے اپنے تعلق کو برملا اظہار کرتی ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ مذہب کی حیثیت سے پہلے اور بھی ہے اس کو حکومت حاکمیت، سیاست اور سلطنت سے وہی تعلق ہے جو اس کائنات کی کسی بھی بڑی حقیقت سے ہو سکتا ہے اس کو محض ایک ایسا نظام نہیں کہا جا سکتا ہے جو صرف باطن کی اصلاح کا فرض انجام دیتا ہے بلکہ اس کو ایسا دینی نظام بھی سمجھنا چاہئے جو خدا ترس وخداشناس روح کی قوت سے دنیا کے مادی نظام پر عالمگیر غلبہ کا دعوی رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم جو اسلامی تصورات ونظریات کا سرچشمہ ہے اور احادیث نبوی ﷺ جو ہدایات کی شارح وترجمان ہیں، ان کا ایک بہت بڑا حصہ اسلام اور حکومت وسیاست کے تعلق کو ثابت کرتا ہے کہیں تاریخی انداز میں، کہیں تعلیمات کے پیرایہ میں اور کہیں نعمت الٰہی کو ظاہری کرتے ہوئے ہم پر یہ واضح کیا جاتا ہے کہ اسلام اور حکومت خدا کا حق ہے اس لئے اسلام کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ اس زمین پر خدا کی حکومت قائم کی جائے اور اس کا اتارا ہوا قانون نافذ کیا جائے۔

ہم میں سے جو کج فکر لوگ "مذہب اور سیاست" کے درمیان تفریق کی دیوار حائل کرکے اسلام کو سیاست وحکومت سے بالکل بےتعلق وبےواسطہ رکھنا چاہتے ہیں وہ دراصل مسلم مخالف عناصر کے اس شاطر دماغ کی سازش کا شکار ہیں جو خود تو حقیقی معنے میں آج تک حکومت کو "مذہب" سے آزاد نہ کر سکا لیکن مسلمانوں کی سیاسی پرواز اور ہمہ گیر پیش قدمی کو مضمحل کرنے کے لئے "مذہب" اور سیاست وحکومت" کی مستقل بحثیں پیدا کرکے مسلمانوں کے چشمہ فکر وعمل میں دین اور دنیا کی پلیدگی کا زہر گھول رہا ہے۔

حق ولایت کے لئے شرائط جمع ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ وِلَايَةُ الْقَاضِي حَتّٰى يَجْتَمِعَ فِي الْمُوَلّٰى شَرَائِطُ الشَّهَادَةِ وَيَكُونَ مِنْ اَهْلِ الْاِجْتِهَادِ) اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ حُكْمَ الْقَضَاءِ يُسْتَقٰى مِنْ حُكْمِ الشَّهَادَةِ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ

بَابِ الْوِلَايَةِ، فَكُلُّ مَنْ كَانَ أَهْلًا لِلشَّهَادَةِ يَكُونُ أَهْلًا لِلْقَضَاءِ، وَمَا يُشْتَرَطُ لِأَهْلِيَّةِ الشَّهَادَةِ يُشْتَرَطُ لِأَهْلِيَّةِ الْقَضَاءِ.

فرمایا: کسی بندے کو قاضی کی ولایت دینا درست نہ ہوگا حتیٰ کہ اس شخص میں ولایت کی ساری شرائط جمع ہوں۔ وہ شخص مجتہدین میں سے ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ قضاء کو حکم شہادت کے حکم سے نکلنے والے ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک معاملہ ولایت میں سے ہے پس جو بندہ شہادت کا اہل ہوگا وہ قضاء کا بھی اہل ہوگا اور جو چیز شہادت کے لئے شرط ہوگی وہ قضاء کے لئے بھی شرط ہوگی۔

فاسق کے اہل قضاء میں سے ہونے کا بیان

وَالْفَاسِقُ أَهْلٌ لِلْقَضَاءِ حَتَّى لَوْ قُلِّدَ يَصِحُّ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُقَلَّدَ كَمَا فِي حُكْمِ الشَّهَادَةِ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَقْبَلَ الْقَاضِي شَهَادَتَهُ، وَلَوْ قَبِلَ جَازَ عِنْدَنَا.

وَلَوْ كَانَ الْقَاضِي عَدْلًا فَفَسَقَ بِأَخْذِ الرِّشْوَةِ أَوْ غَيْرِهِ لَا يَنْعَزِلُ وَيَسْتَحِقُّ الْعَزْلَ، وَهَذَا هُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ.

اور فاسق اہل قضاء میں سے ہے حتیٰ کہ جب اس کو قاضی بنایا تو یہ درست ہے البتہ فاسق کو قاضی بنانا مناسب نہیں ہے۔ جس طرح شہادت کے حکم میں ہے۔ پس قاضی کے لئے اس کی گواہی کو قبول کرنا مناسب نہیں ہے اور جب اس نے قبول کر لی تو ہمارے نزدیک جائز ہے جبکہ قاضی عادل ہو اور جب وہ اس کو رشوت کے جرم سے فاسق قرار دیا گیا ہے تو وہ معزول نہ ہوگا بلکہ جب وہ عزل یعنی علیحدگی کا حقدار بن چکا ہے اور ظاہر مذہب یہی ہے اور ہمارے مشائخ فقہاء کا اسی پر عمل ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسق کی قضاء کے عدم جواز کا بیان

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْفَاسِقُ لَا يَجُوزُ قَضَاؤُهُ كَمَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ عِنْدَهُ، وَعَنْ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ فِي النَّوَادِرِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ قَضَاؤُهُ.

وَقَالَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ: إِذَا قُلِّدَ الْفَاسِقُ ابْتِدَاءً يَصِحُّ، وَلَوْ قُلِّدَ وَهُوَ عَدْلٌ يَنْعَزِلُ بِالْفِسْقِ لِأَنَّ الْمُقَلِّدَ اعْتَمَدَ عَدَالَتَهُ فَلَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِتَقْلِيدِهِ دُونَهَا.

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ فاسق کی قضاء جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کے نزدیک اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ جبکہ ہمارے فقہاء ثلاثہ سے نوادر میں نقل کیا گیا ہے کہ فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے جبکہ مشائخ نے کہا کہ اگر شروع میں فاسق کو قاضی بنایا تو یہ درست ہوگا اور جب اس کو اس حالت میں قاضی بنایا کہ جب وہ عادل تھا تو وہ فسق کے سبب معزول ہو جائے گا کیونکہ تقلید کرنے والے اس کی عدالت پر بھروسہ کیا تھا پس عدالت کے سوا وہ اس کو قاضی بنانے پر رضامند نہ ہوگا۔

فاسق کے مفتی ہونے نہ ہونے کا بیان

وَهَلْ يَصْلُحُ الْفَاسِقُ مُفْتِيًا ؟ قِيلَ لَا لِأَنَّهُ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ وَخَبَرُهُ غَيْرُ مَقْبُولٍ فِي الدِّيَانَاتِ، وَقِيلَ يَصْلُحُ لِأَنَّهُ يَجْتَهِدُ كُلَّ الْجَهْدِ فِي إِصَابَةِ الْحَقِّ حَذَارِ النِّسْبَةِ إِلَى الْخَطَإِ

کیا فاسق کو مفتی بنایا جا سکتا ہے تو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نہیں بنایا جائے گا۔ کیونکہ فتویٰ دینا یہ دینی معاملات میں سے ہے۔ اور معاملات میں فاسق کی خبر دینا مقبول نہیں ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ درست ہے کیونکہ خطاء کی جانب منسوب ہونے کے خوف سے فاسق کوشش کرے گا۔

اجتہاد شرط کے افضل ہونے کا بیان

وَأَمَّا الثَّانِي فَالصَّحِيحُ أَنَّ أَهْلِيَّةَ الِاجْتِهَادِ شَرْطُ الْأَوْلَوِيَّةِ .فَأَمَّا تَقْلِيدُ الْجَاهِلِ فَصَحِيحٌ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَهُوَ يَقُولُ : إِنَّ الْأَمْرَ بِالْقَضَاءِ يَسْتَدْعِي الْقُدْرَةَ عَلَيْهِ وَلَا قُدْرَةَ دُونَ الْعِلْمِ .

وَلَنَا أَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ يَقْضِيَ بِفَتْوَى غَيْرِهِ، وَمَقْصُودُ الْقَضَاءِ يَحْصُلُ بِهِ وَهُوَ إِيصَالُ الْحَقِّ إِلَى مُسْتَحِقِّهِ .

وَيَنْبَغِي لِلْمُقَلِّدِ أَنْ يَخْتَارَ مَنْ هُوَ الْأَقْدَرُ وَالْأَوْلَى لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ قَلَّدَ إِنْسَانًا عَمَلًا وَفِي رَعِيَّتِهِ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ) .

(وَفِي حَدِّ الِاجْتِهَادِ كَلَامٌ عُرِفَ فِي أُصُولِ الْفِقْهِ .

وَحَاصِلُهُ أَنْ يَكُونَ صَاحِبَ حَدِيثٍ لَهُ مَعْرِفَةٌ بِالْفِقْهِ لِيَعْرِفَ مَعَانِيَ الْآثَارِ أَوْ صَاحِبَ فِقْهٍ لَهُ مَعْرِفَةٌ بِالْحَدِيثِ لِئَلَّا يَشْتَغِلَ بِالْقِيَاسِ فِي الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ وَقِيلَ أَنْ يَكُونَ مَعَ ذَلِكَ صَاحِبَ قَرِيحَةٍ يَعْرِفُ بِهَا عَادَاتِ النَّاسِ لِأَنَّ مِنْ الْأَحْكَامِ مَا يَنْبَنِي عَلَيْهَا .

اور دوسری شرط میں صحیح یہ ہے کہ اجتہاد کی اہلیت شرط اولیٰ ہے کیونکہ ہمارے نزدیک جاہل کو قاضی بنانا درست ہے جبکہ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے کہ فیصلہ کرنے کا حکم یہ قضاء پر قدرت ہونے کا تقاضہ کرنے والا ہے اور علم کے بغیر قدرت حاصل نہ ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ دوسرے کے فتویٰ سے جاہل کے لئے فیصلہ کرنا ممکن ہے تا کہ اس سے قضاء کا مقصد حاصل ہو جائے اور وہ حقدار تک حق کا پہنچ جانا ہے اور مقلد کے لئے ضروری ہے کہ اسی شخص کو اختیار کرے جو زیادہ قادر ہے اور زیادہ بہتر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس بندے نے کسی کو کوئی کام سپرد کیا جبکہ عوام میں اس سے بہتر آدمی موجود ہے تو مقلد نے اللہ و رسول ﷺ

اور مسلمانوں کی جماعت سے خیانت کی ہے۔ جبکہ اجتہاد کی تعریف میں کلام ہے جو اصول فقہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ قاضی حدیث کا اہل ہو جس کو فقہ کا علم بھی حاصل ہو تا کہ احادیث کے مفہوم کو جاننے والا ہو یا ایسا فقیہ جس کو حدیث کا علم بھی ہو تا کہ وہ منصوص علیہ مسائل میں قیاس نہ کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اچھی طبیعت والا ہو تا کہ عوام کے عرف کو جاننے والا ہو کیونکہ کچھ احکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔

عہدہ قضاء کے اہل ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِالدُّخُوْلِ فِي الْقَضَاءِ لِمَنْ يَثِقُ بِنَفْسِهِ اَنْ يُؤَدِّيَ فَرْضَهُ) لِاَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ تَقَلَّدُوْهُ وَكَفَى بِهِمْ قُدْوَةٌ، وَلِاَنَّهٗ فَرْضُ كِفَايَةٍ لِكَوْنِهٖ اَمْرًا بِالْمَعْرُوْفِ .

فرمایا: اور اس بندے کے لئے عہدہ قضاء کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس شخص کو اپنی ذات پر اتنا اعتماد کہ وہ اپنا فرض کما حقہ نبھائے گا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عہدہ قضاء کو قبول کیا ہے اور ہمارے لئے ان کی اتباع کرنا کافی ہے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے لہٰذا یہ بھی امر بہ معروف ہے۔

فیصلہ حق کے مطابق نہ کر سکنے پر عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ الدُّخُوْلُ فِيْهِ لِمَنْ يَخَافُ الْعَجْزَ عَنْهُ وَلَا بَأْسَ عَلٰى نَفْسِهِ الْحَيْفَ فِيْهِ) كَيْ لَا يَصِيْرَ شَرْطًا لِمُبَاشَرَتِهِ الْقَبِيْحَ، وَكَرِهَ بَعْضُهُمُ الدُّخُوْلَ فِيْهِ مُخْتَارًا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ جُعِلَ عَلَى الْقَضَاءِ فَكَاَنَّمَا ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ) " وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الدُّخُوْلَ فِيْهِ رُخْصَةٌ طَمَعًا فِي اِقَامَةِ الْعَدْلِ وَالتَّرْكُ عَزِيْمَةٌ فَلَعَلَّهٗ يُخْطِئُ ظَنُّهٗ وَلَا يُوَفَّقُ لَهٗ اَوْ لَا يُعِيْنُهٗ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْاِعَانَةِ اِلَّا اِذَا كَانَ هُوَ اَهْلًا لِلْقَضَاءِ دُوْنَ غَيْرِهٖ فَحِيْنَئِذٍ يُفْتَرَضُ عَلَيْهِ التَّقَلُّدُ صِيَانَةً لِحُقُوْقِ الْعِبَادِ وَاِخْلَاءً لِلْعَالَمِ عَنِ الْفَسَادِ .

فرمایا: جو بندہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے سے خوف زدہ ہو جائے اور قضاء کے حکم میں اپنی ذات پر بھی ظلم کرنے پر مطمئن نہ ہو اس کے عہدہ قضاء قبول کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کا داخل ہونا برے معاملہ کے ارتکاب کا ذریعہ بن جائے گا۔ بعض فقہاء نے علی الاطلاق عہدہ قضاء میں داخل ہونے کو مکروہ کہا ہے اور ان کا قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو اختیار کرنے کے سبب ہے کہ جو بندہ قضاء پر مقرر کیا گیا ہے وہ ایسا ہے جس طرح چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ انصاف قائم کرنے کی غرض سے منصب قضاء میں شامل ہونا جائز ہے۔ جبکہ عزیمت اس کو ترک کرنا ہے کیونکہ ممکن ہے گمان غلطی کرنے والا ہو تو اس کی درست کرنے کی صلاحیت حاصل نہ ہو سکے یا اس کے بارے میں کوئی دوسرا التعاون نہ کرے حالانکہ مدد ضروری ہے ہاں جب قضاء کا اہل صرف ایک ہی شخص ہے اور اسکے سوا کوئی دوسرا نہ ہو تو اس صورت میں بندوں کے حقوق کا تحفظ اور دنیا کو فساد سے بچانے کے لئے اس عہدہ کو قبول کرنا ضروری ہے۔

ولایت کے عدم طلب کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِي اَنْ لَا يَطْلُبَ الْوِلَايَةَ وَلَا يَسْأَلَهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهِ وَمَنْ اُجْبِرَ عَلَيْهِ نَزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ يُسَدِّدُهُ) وَلِاَنَّ مَنْ طَلَبَهُ يَعْتَمِدُ عَلٰى نَفْسِهِ فَيُحْرَمُ، وَمَنْ اُجْبِرَ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ عَلٰى رَبِّهِ فَيُلْهَمُ .

فرمایا: اور کسی شخص کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ ولایت طلب کرے یا اس کو سوال کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے عہدہ قضاء طلب کیا اس کو اس کی جان کے حوالے کر دیا گیا ہے اور جس کو عہدہ قضاء کو قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا اس پر ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے جو اس کی اصلاح کرتا ہے کیونکہ جو بندہ عہدہ قضاء کو طلب کرتا ہے وہ اپنی ذات پر توقع کرنے والا ہے پس وہ اس سے محروم کر دیا جائے گا اور جس بندے کو عہدہ قضاء کے لئے مجبور کیا جاتا ہے وہ اپنے رب پر توکل کرنے والا ہے لہٰذا اس کو الہام کر دیا جاتا ہے۔

جابر سلطان سے قضاء قبول کرنے کا بیان

(ثُمَّ يَجُوْزُ التَّقَلُّدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ كَمَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَادِلِ) لِاَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ تَقَلَّدُوْهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْحَقُّ كَانَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي نَوْبَتِهِ، وَالتَّابِعِيْنَ تَقَلَّدُوْهُ مِنَ الْحَجَّاجِ وَكَانَ جَائِرًا اِلَّا اِذَا كَانَ لَا يُمَكِّنُهُ مِنَ الْقَضَاءِ بِحَقٍّ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ لَا يَحْصُلُ بِالتَّقَلُّدِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ يُمَكِّنُهُ .

اسی طرح جابر سلطان سے قضاء کو قبول کرنا جائز ہے جس طرح عادل سلطان سے قضاء کو قبول کرنا جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عہدہ قضاء قبول کیا تھا حالانکہ ابھی حق خلافت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اسی طرح تابعین نے حجاج سے عہدہ قضاء قبول کیا تھا جبکہ حجاج ظالم تھا لیکن جب قاضی کے لئے حق کے ساتھ فیصلہ کرنا ممکن نہ ہو تو وہ عہدہ قضاء قبول نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح مقصد حاصل نہ ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقصد یعنی حق کے ساتھ فیصلہ کرنا ممکن ہو۔

سابقہ قاضی کا دیوان طلب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قُلِّدَ الْقَضَاءَ يُسَلَّمُ اِلَيْهِ دِيْوَانُ الْقَاضِي الَّذِيْ كَانَ قَبْلَهُ) وَهُوَ الْخَرَائِطُ الَّتِيْ فِيْهَا السِّجِلَّاتُ وَغَيْرُهَا، لِاَنَّهَا وُضِعَتْ فِيْهَا لِتَكُوْنَ حُجَّةً عِنْدَ الْحَاجَةِ فَتُجْعَلُ فِيْ يَدِ مَنْ لَهُ وِلَايَةُ الْقَضَاءِ .

ثُمَّ اِنْ كَانَ الْبَيَاضُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا اِذَا كَانَ مِنْ مَالِ الْخُصُوْمِ فِي الصَّحِيْحِ

لِأَنَّهُمْ وَضَعُوهَا فِي يَدِهِ لِعَمَلِهِ وَقَدْ انْتَقَلَ إِلَى الْمُوَلَّى، وَكَذَا إِذَا كَانَ مِنْ مَالِ الْقَاضِي هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ اتَّخَذَهُ تَدَيُّنًا لَا تَمَوُّلًا. وَيَبْعَثُ أَمِينَيْنِ لِيَقْبِضَاهَا بِحَضْرَةِ الْمَعْزُولِ أَوْ أَمِينِهِ وَيَسْأَلَانِهِ شَيْئًا فَشَيْئًا، وَيَجْعَلَانِ كُلَّ نَوْعٍ مِنْهَا فِي خَرِيطَةٍ كَيْ لَا يَشْتَبِهَ عَلَى الْمُوَلَّى. وَهَذَا السُّؤَالُ لِكَشْفِ الْحَالِ لَا لِلْإِلْزَامِ.

جس شخص کو قاضی کے عہدہ پر مقرر کیا تو وہ اپنے سے پہلے والے قاضی کا دیوان طلب کرے گا۔ دیوان وہ تھیلی ہے جس میں رجسٹر اور ریکارڈ کے کاغذات ہوتے ہیں اور جس میں ... ہوتا ہے ... سے ... رکھیں پس ان کو اس شخص کے قبضہ میں رکھا ہے کہ اس وقت ان ... ہے ... تو ... اس سے ... ہیں تو انہیں واپس کرنا ہوگا اور جب وہ ... اس ... تو ... ان کاغذوں و ما یتعلق کے پاس کام ... کے لئے رکھا تھا ... قاضی ... میں بھی یہی حکم ہے جب یہ کاغذ قاضی کے مال سے ہوں ... قاضی نے ان ... بطور دینداری کے ان کو لیا ہے۔

اور نئے آنے والا قاضی دو امانتدار بندوں کو بھیجے گا کہ وہ معزول قاضی یا اس کے امین کی موجودگی میں ... کریں اور ایک ایک کاغذ کے بارے میں اس سے ... اور ... ہر ایک قسم کے تھیلے ... تاکہ نئے قاضی پر ... سوال ... کے لئے ہے ... لئے نہیں ہے۔

نئے قاضی کو قیدیوں کے احوال میں غور و فکر کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَنْظُرُ فِي حَالِ الْمَحْبُوسِينَ) لِأَنَّهُ نُصِبَ نَاظِرًا (فَمَنْ اعْتَرَفَ بِحَقٍّ أَلْزَمَهُ إِيَّاهُ) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مُلْزِمٌ (وَمَنْ أَنْكَرَ لَمْ يَقْبَلْ قَوْلَ الْمَعْزُولِ عَلَيْهِ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ) لِأَنَّهُ بِالْعَزْلِ الْتَحَقَ بِالرَّعَايَا، وَشَهَادَةُ الْفَرْدِ لَيْسَتْ بِحُجَّةٍ لَا سِيَّمَا إِذَا كَانَتْ عَلَى فِعْلِ نَفْسِهِ (فَإِنْ لَمْ تَقُمْ بَيِّنَةٌ لَمْ يُعَجِّلْ بِتَخْلِيَتِهِ حَتَّى يُنَادِيَ عَلَيْهِ وَيَنْظُرَ فِي أَمْرِهِ) لِأَنَّ فِعْلَ الْقَاضِي الْمَعْزُولِ حَقٌّ ظَاهِرًا فَلَا يُعَجِّلُ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى إِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ.

فرمایا اور قاضی قیدیوں کے احوال میں غور و فکر کرے کیونکہ اب وہی ان کی نگرانی کے لئے مقرر ہوا ہے اور جس قیدی نے حق کا اعتراف کیا تو یہ قاضی اس پر حق ضروری کرے گا کیونکہ اقرار خود ضروری کرنے والا ہے (تو معلوم ہوا) اور جس نے انکار کیا تو اس کے خلاف گواہی کے سوا معزول قاضی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ معزول ہونے کے سبب وہ عام رعایا کی طرح والا ہے جبکہ ایک بندے کی گواہی حجت میں ہے خاص طور اس وقت جب یہ اس کی ذاتی کام ہو اس کے جب وہ گواہی قائم ...

تب بھی نیا قاضی کو اس کو رہا کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے حتیٰ کہ اس پر منادی کرائے اور اس کے معاملہ میں غور وفکر کرے کیونکہ معزول قاضی کا عمل بہ ظاہر برحق ہے پس وہ اس کو رہا کرنے میں جلدی نہ کرے کہ کہیں وہ دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا سبب بنے۔

ودائع واوقاف کے حصول میں غور وفکر کرنے کا بیان

(وَيَنْظُرُ فِي الْوَدَائِعِ وَارْتِفَاعِ الْوُقُوفِ فَيَعْمَلُ فِيهِ عَلَى مَا تَقُومُ بِهِ الْبَيِّنَةُ اَوْ يَعْتَرِفُ بِهِ مَنْ هُوَ فِي يَدِهِ) لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ حُجَّةٌ .

اور ودائع اور اوقاف سے حاصل ہونے والی چیزوں میں غور وفکر کرے اور گواہی قائم کرنے کے لئے اس میں عمل کرے یا جس کے قبضہ میں وہ ہے وہ خود ہی اس کا اقرار کر لے کیونکہ وہ ہر ایک کے لئے حجت ہے۔

معزول قاضی کے قول کے عدم مقبول ہونے کا بیان

(وَلَا يُقْبَلُ قَوْلَ الْمَعْزُولِ) لِمَا بَيَّنَّا (اِلَّا اَنْ يَعْتَرِفَ الَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ اَنَّ الْمَعْزُولَ سَلَّمَهَا اِلَيْهِ فَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فِيهَا) لِاَنَّهُ ثَبَتَ بِاِقْرَارِهِ اَنَّ الْيَدَ كَانَتْ لِلْقَاضِي فَيَصِحُّ اِقْرَارُ الْقَاضِي كَاَنَّهُ فِي يَدِهِ فِي الْحَالِ، اِلَّا اِذَا بَدَاَ بِالْاِقْرَارِ لِغَيْرِهِ ثُمَّ اَقَرَّ بِتَسْلِيمِ الْقَاضِي فَيُسَلِّمُ مَا فِي يَدِهِ اِلَى الْمُقَرِّ لَهُ الْاَوَّلِ لِسَبْقِ حَقِّهِ وَيَضْمَنُ قِيمَتَهُ لِلْقَاضِي بِاِقْرَارِهِ الثَّانِي وَيُسَلِّمُ اِلَى الْمُقَرِّ لَهُ مِنْ جِهَةِ الْقَاضِي .

معزول قاضی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اس کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہاں البتہ جب کسی کے پاس دو ودائع ہوں اور وہ اس بات کا اقرار بھی کرنے والا ہو۔ کیونکہ معزول نے ان کو انہی کے حوالے کیا تھا تو اب معزول قاضی ان ودائع کے بارے میں مقبول ہو جائے گا۔ کیونکہ قابض کے اقرار سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ حقیقت میں قبضہ پہلے قاضی کا ہی تھا پس اس کو قاضی کا اقرار صحیح ہوگا اور اس طرح سمجھا جائے گا یہ دونوں ودائع اس حالت میں اسی کے قبضہ میں ہیں۔

البتہ جب پہلے قاضی نے دوسرے کے لئے اقرار کر لیا اور اس کے بعد معزول قاضی کے حوالے کرنے کا اقرار کر لیا تو جو کچھ اقرار کرنے والے کے پاس ہے اسکو مقرلہ پہلے کے حوالے کر دے کیونکہ اس کا حق مقدم ہے اور دوسرے اقرار کے سبب اقرار کرنے والا معزول قاضی کے لئے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس شخص کو یہ قیمت دی جائے گی جس کے لئے معزول قاضی نے اقرار کیا تھا۔

قاضی کے لئے مسجد میں بیٹھنے کا بیان

قَالَ (وَيَجْلِسُ لِلْحُكْمِ جُلُوسًا ظَاهِرًا فِي الْمَسْجِدِ) كَيْ لَا يَشْتَبِهَ مَكَانُهُ عَلَى الْغُرَبَاءِ وَبَعْضِ

الْمُقِيمِينَ، وَالْمَسْجِدُ الْجَامِعُ أَوْلَى لِأَنَّهُ أَشْهَرُ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يُكْرَهُ الْجُلُوسُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْقَضَاءِ لِأَنَّهُ يَحْضُرُهُ الْمُشْرِكُ وَهُوَ نَجَسٌ بِالنَّصِّ وَالْحَائِضُ وَهِيَ مَمْنُوعَةٌ عَنْ دُخُولِهِ .وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّمَا بُنِيَتْ الْمَسَاجِدُ لِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْحُكْمِ) . (وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْصِلُ الْخُصُومَةَ فِي مُعْتَكَفِهِ) وَكَذَا الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ كَانُوا يَجْلِسُونَ فِي الْمَسَاجِدِ لِفَصْلِ الْخُصُومَاتِ، وَلِأَنَّ الْقَضَاءَ عِبَادَةٌ فَيَجُوزُ إقَامَتُهَا فِي الْمَسْجِدِ كَالصَّلَاةِ .

وَنَجَاسَةُ الْمُشْرِكِ فِي اعْتِقَادِهِ لَا فِي ظَاهِرِهِ فَلَا يُمْنَعُ مِنْ دُخُولِهِ، وَالْحَائِضُ تُخْبِرُ بِحَالِهَا فَيَخْرُجُ الْقَاضِي إلَيْهَا أَوْ إلَى بَابِ الْمَسْجِدِ أَوْ يَبْعَثُ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ خَصْمِهَا كَمَا إذَا كَانَتْ الْخُصُومَةُ فِي الدَّابَّةِ .وَلَوْ جَلَسَ فِي دَارِهِ لَا بَأْسَ بِهِ وَيَأْذَنُ لِلنَّاسِ بِالدُّخُولِ فِيهَا، وَيَجْلِسُ مَعَهُ مَنْ كَانَ يَجْلِسُ قَبْلَ ذَلِكَ لِأَنَّ فِي جُلُوسِهِ وَحْدَهُ تُهْمَةً .

فرمایا: اور قاضی فیصلہ کرنے کے لئے مسجد میں بیٹھے کہ مسافروں اور بعض مقیم رہنے والوں پر اس جگہ پر اشتباہ نہ ہو جبکہ جامع مسجد بہتر ہے۔ کیونکہ وہ جگہ مشہور ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ قاضی کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ مشرک بھی مسجد میں آئے گا حالانکہ شریعت کے مطابق مشرک نجس ہے اور حائض عورت بھی آئے گی جبکہ اس کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مساجد اللہ کا ذکر اور فیصلہ کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ حالت اعتکاف میں جھگڑا کرنے والوں کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح خلفائے راشدین بھی جھگڑوں کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے مساجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ کرنا ایک عبادت ہے پس نماز کی طرح اس کو مسجد میں سرانجام دینا جائز ہے جبکہ مشرک کی نجاست اس کے عقیدے میں ہوتی ہے جبکہ اس کے ظاہر میں نہیں ہوتی لہٰذا اس کو مسجد میں داخل ہونے منع نہ کیا جائے گا۔ اور حائض عورت اپنی حالت بیان کردے گی۔ تو قاضی مسجد کے دروازے کے پاس یا اس کے پاس آئے گا یا کسی شخص کو بھیج دے گا اور اس کے درمیان اور جھگڑا کرنے والے کے درمیان فیصلہ کرے گا جس طرح اس صورت کا مسئلہ ہے جب جھگڑا سواری کے بارے میں ہو۔

اور جب قاضی اپنے گھر میں بیٹھتا ہے تو بھی کوئی حرج نہ ہوگا مگر عوام کو اس گھر میں داخلے کی اجازت ہونی چاہیے اور جو لوگ اس کے قاضی ہونے سے پہلے اس کے پاس بیٹھتے تھے اور اب بھی اس کے ساتھ بیٹھیں گے کیونکہ اس کے لئے اکیلا بیٹھنے میں تہمت ہے۔

قاضی کا ہدایا کو قبول نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَقْبَلُ هَدِيَّةً إلَّا مِنْ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ أَوْ مِمَّنْ جَرَتْ عَادَتُهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِمُهَادَاتِهِ) لِأَنَّ

اَلْاَوَّلَ صِلَةُ الرَّحِمِ وَالثَّانِي لَيْسَ لِلْقَضَاءِ بَلْ جَرٰى عَلَى الْعَادَةِ، وَفِيمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ يَصِيرُ آكِلًا بِقَضَائِهِ، حَتّٰى لَوْ كَانَتْ لِلْقَرِيبِ خُصُومَةٌ لَا يَقْبَلُ هَدِيَّتَهُ، وَكَذَا إِذَا زَادَ الْمُهْدِي عَلَى الْمُعْتَادِ أَوْ كَانَتْ لَهُ خُصُومَةٌ لِأَنَّهُ لِأَجْلِ الْقَضَاءِ فَيَتَحَامَاهُ.

وَلَا يَحْضُرُ دَعْوَةً إِلَّا أَنْ تَكُونَ عَامَّةً لِأَنَّ الْخَاصَّةَ لِأَجْلِ الْقَضَاءِ فَيُتَّهَمُ بِالْإِجَابَةِ، بِخِلَافِ الْعَامَّةِ، وَيَدْخُلُ فِي هٰذَا الْجَوَابِ قَرِيبُهُ وَهُوَ قَوْلُهُمَا.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يُجِيبُهُ وَإِنْ كَانَتْ خَاصَّةً كَالْهَدِيَّةِ، وَالْخَاصَّةُ مَا لَوْ عَلِمَ الْمُضِيفُ أَنَّ الْقَاضِيَ لَا يَحْضُرُهَا لَا يَتَّخِذُهَا.

فرمایا: اور قاضی کسی سے تحفہ قبول نہ کرے مگر وہ لوگ جو اس کے ذی رحم محرم ہوں یا وہ لوگ جو قاضی بننے سے پہلے اس کو تحائف دیا کرتے تھے۔ پہلا ہدیہ صلہ رحمی کے لئے ہیں اور دوسرا ہدیہ قاضی ہونے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں جاری عادت ہے۔ جبکہ اس کے سوا میں وہ کھانے والا شمار کیا جائے گا حتیٰ کہ جب کسی قریبی رشتہ کا مقدمہ ہو تو اس کا بھی ہدیہ قبول نہ کرے۔

اور اسی طرح جب ہدیہ دینے والے نے حد سے زیادہ ہدیہ کیا یا اس کو کوئی کیس ہو کیونکہ یہ قاضی ہونے کے سبب سے ہے لہٰذا قاضی ان سے بھی پرہیز کرے اور وہ کسی دعوت پر بھی نہ جائے ہاں البتہ جب وہ دعوت عام ہو کیونکہ خاص دعوت قاضی کے ہونے کے سبب سے ہوگی اور وہ اس کو قبول کرنے میں تہمت زدہ ہوگا یہ خلاف دعوت عامہ کے۔ اور اس کا قریبی بھی اسی حکم میں شامل ہوگا اور شیخین کا قول بھی اسی طرح ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ قاضی کو ذی رحم محرم کی دعوت کرنا ہوگی خواہ وہ دعوت خاص ہو جس طرح ہدیہ قبول کرنا ہے اور دعوت خاص یہ ہے کہ جب میزبان کو معلوم ہو جائے کہ قاضی نہ آئے گا تو اس دعوت کو تیار نہ کرے گا۔

قاضی کا جنازہ اور عیادت میں شرکت کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَشْهَدُ الْجِنَازَةَ وَيَعُودُ الْمَرِيضَ) لِأَنَّ ذٰلِكَ مِنْ حُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتَّةُ حُقُوقٍ) وَعَدَّ مِنْهَا هٰذَيْنِ. (وَلَا يُضَيِّفُ أَحَدَ الْخَصْمَيْنِ دُونَ خَصْمِهِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ، وَلِأَنَّ فِيهِ تُهْمَةً.

اور قاضی جنازے میں جائے گا اور مریض کی عیادت کرے گا کیونکہ یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان پر مسلمان کے چھ حقوق ہیں اور آپ ﷺ ان میں دونوں کو بھی شمار فرمایا ہے۔ اور قاضی ایک خصم کو ترک کرتے ہوئے دوسرے کی دعوت نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں بھی تہمت ہے۔

قاضی کا فریقین سے مساوی کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حَضَرَا سَوّٰى بَيْنَهُمَا فِي الْجُلُوسِ وَالْإِقْبَالِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا ابْتُلِيَ أَحَدُكُمْ بِالْقَضَاءِ فَلْيُسَوِّ بَيْنَهُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَالْإِشَارَةِ وَالنَّظَرِ) (وَلَا يُسَارَّ أَحَدَهُمَا وَلَا

يُشِيرُ إِلَيْهِ وَلَا يُلَقِّنُهُ حُجَّةً) لِلتُّهْمَةِ وَلِأَنَّ فِيهِ مَكْسَرَةً لِقَلْبِ الْآخَرِ فَيَتْرُكُ حَقَّهُ (وَلَا يَضْحَكُ فِي وَجْهِ أَحَدِهِمَا) لِأَنَّهُ يَجْتَرِئُ عَلَى خَصْمِهِ (وَلَا يُمَازِحُهُمْ وَلَا وَاحِدًا مِنْهُمْ) لِأَنَّهُ يَذْهَبُ بِمَهَابَةِ الْقَضَاءِ.

فرمایا اور جب دونوں لڑنے والے حاضر ہوں تو قاضی ان کے درمیان بیٹھنے اور ان کی جانب متوجہ ہونے میں مساوی سلوک کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو قضاء کے عہدے سے آزمایا جائے تو اسے چاہیے کہ لوگوں کے درمیان بیٹھنے میں اور اشارہ کرنے میں اور ان کی جانب دیکھنے میں برابری کرے۔ اور ان میں سے کسی کے ساتھ سرگوشی نہ کرے اور نہ کسی ایک جانب اشارہ کرے اور نہ کسی کو دلیل بتائے (تلقین کرے) اس لئے کہ تہمت ہے اور اس لئے بھی کہ اس میں دوسرے کی دل شکنی ہے پس وہ اپنا حق چھوڑ بیٹھے گا اور وہ کسی ایک کی جانب منہ کر کے نہ ہنسے کیونکہ وہ اپنے مخالف کے خلاف جری ہو جائے گا اور قاضی سارے جھگڑا لوگوں سے دل لگی بھی نہ کرے اور نہ ان میں کسی ایک سے دل لگی کرے کیونکہ یہ چیز قضاء کی ہیبت ختم کرنے والی ہے۔

گواہ کو تلقین کرنے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ تَلْقِينُ الشَّاهِدِ) وَمَعْنَاهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ أَتَشْهَدُ بِكَذَا وَكَذَا، وَهَذَا لِأَنَّهُ إِعَانَةٌ لِأَحَدِ الْخَصْمَيْنِ فَيُكْرَهُ كَتَلْقِينِ الْخَصْمِ.

وَاسْتَحْسَنَهُ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ التُّهْمَةِ لِأَنَّ الشَّاهِدَ قَدْ يَحْصَرُ لِمَهَابَةِ الْمَجْلِسِ فَكَانَ تَلْقِينُهُ إِحْيَاءً لِلْحَقِّ بِمَنْزِلَةِ الْإِشْخَاصِ وَالتَّكْفِيلِ.

فرمایا اور گواہ کے لئے تلقین کرنا مکروہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کیا تم اس طرح گواہی دیتے ہو۔ اس کے لئے یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ جھگڑا کرنے والوں میں سے ایک کی مدد ہے پس خصم کی تلقین کی طرح یہ بھی مکروہ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے تہمت کی جگہ کے سوا اس کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ مجلس کی دہشت کے سبب گواہ کبھی رک جانے والا ہے۔ پس اس کو تلقین کرنا حق کو زندہ کرنا ہے جس طرح کسی کو بھیجنا اور کفیل ہوتا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْحَبْسِ

﴿یہ فصل قید کے بیان میں ہے﴾

فصل حبس کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب کتاب قضاء اور اس سے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کر دیا ہے تو اب اسی سے متعلق ایک الگ فصل میں حبس یعنی قید کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ قاضی کے صدور فیصلہ کے بعد اس کا حکم ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ کسی بھی حکم کا نفاذ قاضی کے حکم کے بغیر اور خاص طور پر جب کسی کو قید کرنا ہو تو اس مسئلہ کے لئے حکم قضاء کا ہونا چاہیے لہٰذا اس کو مؤخر ذکر کیا تا کہ کتاب سابقہ سے مطابقت بن جائے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۰، ص ۲۴۲، بیروت)

قید کے حکم کے شرعی ماخذ کا بیان

اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔(مائدہ، ۳۳)

یا زمین سے دور کر دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لئے بڑا عذاب۔ (کنز الایمان)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ فرمان ہے کہ زمین سے الگ کر دیے جائیں یعنی انہیں تلاش کر کے ان پر حد قائم کی جائے یا وہ دارالاسلام سے بھاگ کر کہیں چلے جائیں یا یہ کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے سے تیسرے شہر انہیں بھیج دیا جاتا رہے یا یہ کہ اسلامی سلطنت سے بالکل ہی خارج کر دیا جائے، شعبی تو نکال ہی دیتے تھے۔

اور عطا خراسانی کہتے ہیں "ایک لشکر میں سے دوسرے لشکر میں پہنچا دیا جائے یونہی کئی سال تک مارا مارا پھرایا جائے لیکن دار الاسلام سے باہر نہ کیا جائے"۔ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں "اسے جیل خانے میں ڈال دیا جائے"۔

ابن جریر کا مختار قول یہ ہے کہ "اسے اس کے شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر کے جیل خانے میں ڈال دیا جائے"۔ "ایسے لوگ دنیا میں ذلیل و رذیل اور آخرت میں بڑے بھاری عذابوں میں گرفتار ہوں گے"۔ آیت کا یہ ٹکڑا تو ان لوگوں کی تائید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے اور مسلمانوں کے بارے وہ صحیح حدیث ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ویسے ہی عہد لئے جیسے عورتوں سے لئے تھے کہ "ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں، ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کریں جو اس وعدے کو نبھائے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ کے

ساتھ آلودہ ہو جائے پھر اگر اسے سزا ہو گئی تو وہ سزا کفارہ بن جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کر لی تو اس امر کا اللہ ہی مختار ہے اگر چاہے عذاب کرے، اگر چاہے چھوڑ دے"۔ اور حدیث میں ہے "جس کسی نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے چشم پوشی کر لی تو اللہ کی ذات اور اس کا رحم و کرم اس سے بہت بلند و بالا ہے، معاف کئے ہوئے جرائم کو دوبارہ کرنے پہ اسے دنیوی سزا ملے گی، اگر بیتوبہ مر گئے تو آخرت کی وہ سزائیں باقی ہیں جن کا اس وقت صحیح تصور بھی محال ہے ہاں تو بہ نصیب ہو جائے تو اور بات ہے"۔ پھر توبہ کرنے والوں کی نسبت جو فرمایا ہے "اس کا اظہار اس صورت میں تو صاف ہے کہ اس آیت کو مشرکوں کے بارے میں نازل شدہ مانا جائے۔ لیکن جو مسلمان مغرور ہوں اور وہ قبضے میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں تو ان سے قتل اور سولی اور پاؤں کا کاٹنا تو ہٹ جاتا ہے لیکن ہاتھ کا کٹنا بھی ہٹ جاتا ہے یا نہیں، اس میں علماء کے دو قول ہیں، آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ہٹ جائے، صحابہ کا عمل بھی اسی پر ہے۔

چنانچہ جاریہ بن بدر تیمی بصری نے زمین میں فساد کیا، مسلمانوں سے لڑا، اس بارے میں چند قریشیوں نے حضرت علی سے سفارش کی، جن میں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر بھی تھے لیکن آپ نے اسے امن دینے سے انکار کر دیا۔ وہ سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آیا، آپ نے اپنے گھر میں اسے ٹھہرایا اور حضرت علی کے پاس آئے اور کہا بتائیے تو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑے اور زمین میں فساد کی سعی کرے پھر ان آیتوں کی (قبل ان تقدروا علیھم) تک تلاوت کی تو آپ نے فرمایا میں تو ایسے شخص کو امن لکھ دوں گا،

حضرت سعید نے فرمایا یہ جاریہ بن بدر ہے، چنانچہ جاریہ نے اس کے بعد ان کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔ قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس کوفہ کی مسجد میں جہاں کے یہ گورنر تھے، ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ فلاں بن فلاں مرادی قبیلے کا ہوں، میں نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی لڑی، زمین میں فساد کی کوشش کی لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں، اس سے پہلے میں تائب ہو گیا اب میں آپ سے پناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی اب اس توبہ کے بعد اس سے کسی طرح کی لڑائی نہ کرے، اگر یہ سچا ہے تو الحمد للہ اور یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اسے ہلاک کر دیں گے۔ یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر بغاوت کر گیا، اللہ نے بھی اس کے گناہوں کے بدلے اسے غارت کر دیا اور یہ مار ڈالا گیا۔ علی نامی ایک اسدی شخص نے بھی گزرگاہوں میں دہشت پھیلا دی، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، بادشاہ لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا، لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا، ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا آتی (قل یا عبادی الذین اسرفوا) الخ، یہ اسے سن کر رک گیا اور اس سے کہا اے اللہ کے بندے یہ آیت مجھے دوبارہ سنا، اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کو سن کر وہ فرماتا ہے اے میرے گنہگار بندو تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، میں سب گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں میں غفور و رحیم ہوں۔ اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار میان میں کر لی، اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینے پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے، ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب دن کا اجالا ہوا تو لوگوں نے اسے،

کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی، بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے، سب نے چاہا کہ اسے گرفتار کرلیں۔ اس نے کہا سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کرسکتے، اس لئے کہ مجھ پر تمہارے قابو پانے سے پہلے ہی میں تو توبہ کرچکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد خود تمہارے پاس آ گیا ہوں،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس لے چلے، یہ اس وقت حضرت معاویہ کی طرف سے مدینے کے گورنر تھے، وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یہ علی اسدی ہیں، یہ توبہ کرچکے ہیں، اس لئے اب تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا، جب مجاہدین کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کے لئے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہولئے، سمندر میں ان کی کشتی جارہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آ گئیں، یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کے لئے ان کی کشتی میں کود گئے، ان کی آبدار خاراشگاف تلوار کی چمک کی تاب رومی نہ لاسکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے، یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرف چلے چونکہ سارا بوجھ ایک طرف ہوگیا، اس لئے کشتی الٹ گئی جس سے وہ سارے رومی کفار ہلاک ہوگئے اور حضرت علی اسدی بھی ڈوب کر شہید ہوگے۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ، ۳۳)

حضرت بہز ابن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی بنا پر قید کر دیا تھا۔" (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 907)

تہمت کی بنا پر" کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے اس پر اپنے دیئے ہوئے قرض کا دعوی کیا تھا اس پر کسی گناہ کا الزام نہیں تھا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قید (حوالات) میں رکھا تا کہ اس دوران میں گواہوں کے ذریعہ مدعی کے دعوی کا صحیح ہونا معلوم ہو جائے۔ لیکن مدعی اپنے دعوی کے ثبوت میں گواہ پیش کرنے سے عاجز رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو الزام سے بری قرار دے کر رہا کردیا۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ملزم کو قید کرنا شرعی حکم کے مطابق ہے۔

قید کرنے میں جلد بازی نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ثَبَتَ الْحَقُّ عِنْدَ الْقَاضِيْ وَطَلَبَ صَاحِبُ الْحَقِّ حَبْسَ غَرِيمِهِ لَمْ يُعَجِّلْ بِحَبْسِهِ وَأَمَرَهُ بِدَفْعِ مَا عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْحَبْسَ جَزَاءُ الْمُمَاطَلَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ ظُهُورِهَا، وَهٰذَا إِذَا ثَبَتَ الْحَقُّ بِإِقْرَارِهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَعْرِفْ كَوْنَهُ مُمَاطِلًا فِي أَوَّلِ الْوَهْلَةِ فَلَعَلَّهُ طَمِعَ فِي الْإِمْهَالِ فَلَمْ يَسْتَصْحِبْ الْمَالَ، فَإِذَا امْتَنَعَ بَعْدَ ذٰلِكَ حَبَسَهُ لِظُهُورِ مَطْلِهِ، أَمَّا إِذَا ثَبَتَ بِالْبَيِّنَةِ حَبَسَهُ كَمَا ثَبَتَ لِظُهُورِ الْمَطْلِ بِإِنْكَارِهِ .

فرمایا: اور جب قاضی کے ہاں حق ثابت ہوجائے اور حقدار اپنے مدیون کی قید کو طلب کرے تو قاضی اس کو قید کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے بلکہ وہ مقروض کو اس پر واجب ہونے والے قرض کی ادائیگی کا حکم دے۔ کیونکہ قید ٹال مٹول کرنے کی سزا ہے اور ٹال مٹول کرنے کا ظاہر ہونا ضروری بات ہے اور حکم تب ہوگا جب حق مدعیٰ علیہ کے اقرار کے سبب ثابت ہونے والا ہے

کیونکہ پہلے معاملے میں اس کی ٹال مٹول معلوم نہیں ہے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے مہلت پانے کے سبب لالچ کیا ہو اور وہ مال ساتھ نہ لایا ہو مگر جب اس نے معاملہ واضح ہوجانے کے بعد اس کا انکار کیا ہے تو قاضی اس کو قید میں ڈال دے کیونکہ اب اس کا ٹال مٹول سے انکار واضح ہوگیا ہے اور جب گواہی کے سبب سے حق ثابت ہوا ہے تو حق ثابت ہوتے ہی قاضی اس کو قید کرادے کیونکہ انکار کے سبب اس کا ٹال مٹول کرنا زیادہ ظاہر ہوا ہے۔

ادائے دین سے رکنے پر حکم قید کا بیان

قَالَ (فَإِنْ امْتَنَعَ حَبَسَهُ فِي كُلِّ دَيْنٍ لَزِمَهُ بَدَلًا عَنْ مَالٍ حَصَلَ فِي يَدِهِ كَثَمَنِ الْمَبِيعِ أَوْ الْتَزَمَهُ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ) لِأَنَّهُ إذَا حَصَلَ الْمَالُ فِي يَدِهِ ثَبَتَ غِنَاهُ بِهِ، وَإِقْدَامُهُ عَلَى الْتِزَامِهِ بِاخْتِيَارِهِ دَلِيلُ يَسَارِهِ إذْ هُوَ لَا يَلْتَزِمُ إلَّا مَا يَقْدِرُ عَلَى أَدَائِهِ، وَالْمُرَادُ بِالْمَهْرِ مُعَجَّلُهُ دُونَ مُؤَجَّلِهِ .

فرمایا: اور جب کوئی مدیون ادائے قرض سے رک جائے تو قاضی اس کو ہر ایسے قرض میں قید میں ڈال دے جو ایسے مال کو بدل بنتے ہوئے اس پر ضروری ہے جو بدل اس کے قبضہ میں ہے۔ جس طرح مبیع کا ثمن ہے یا مدیون نے کسی عقد کے سبب اس کو ضروری کیا ہے۔ جس طرح مہر اور کفالہ میں ہے کیونکہ جس وقت اس کے شخص کے قبضہ میں آیا ہے اس مال سے اس کا مالدار ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اپنے اختیار سے مال ضروری کرنے پر اس شخص کا اقدام کرنا اسی کے مالدار ہونے کی دلیل ہے۔ اسلئے کہ وہ اسی چیز کو ضروری کرنے والا ہے۔ جس کو ادا کرنے پر وہ قادر ہے جبکہ مہر سے مہر معجّل ہے نہ مہر موجل ہے۔

مقروض کو قید نہ کرانے والے دین کا بیان

قَالَ (وَلَا يَحْبِسُهُ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ إذَا قَالَ إنِّي فَقِيرٌ إلَّا أَنْ يُثْبِتَ غَرِيمُهُ أَنَّ لَهُ مَالًا فَيَحْبِسَهُ) لِأَنَّهُ لَمْ تُوجَدْ دَلَالَةُ الْيَسَارِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَ مَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ، وَعَلَى الْمُدَّعِي إثْبَاتُ غِنَاهُ، وَيُرْوَى أَنَّ الْقَوْلَ لِمَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ الْعُسْرَةُ .

وَيُرْوَى أَنَّ الْقَوْلَ لَهُ إلَّا فِيمَا بَدَلُهُ مَالٌ .وَفِي النَّفَقَةِ الْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ إنَّهُ مُعْسِرٌ، وَفِي إعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ الْقَوْلُ لِلْمُعْتِقِ، وَالْمَسْأَلَتَانِ تُؤَيِّدَانِ الْقَوْلَيْنِ الْأَخِيرَيْنِ، وَالتَّخْرِيجُ عَلَى مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ أَنَّهُ لَيْسَ بِدَيْنٍ مُطْلَقٍ بَلْ هُوَ صِلَةٌ حَتَّى تَسْقُطَ النَّفَقَةُ بِالْمَوْتِ عَلَى الِاتِّفَاقِ، وَكَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ضَمَانُ الْإِعْتَاقِ، ثُمَّ فِيمَا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُدَّعِي إنَّ لَهُ مَالًا، أَوْ ثَبَتَ ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ فِيمَا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ

مَنْ عَلَيْهِ يَحْبِسُهُ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ يَسْأَلُ عَنْهُ فَالْحَبْسُ لِظُهُورِ ظُلْمِهِ فِي الْحَالِ، وَإِنَّمَا

يَحْبِسُهُ مُدَّةً لِيَظْهَرَ مَالُهُ لَوْ كَانَ يُخْفِيهِ فَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ تَمْتَدَّ الْمُدَّةُ لِيُفِيدَ هٰذِهِ الْفَائِدَةَ فَقَدَّرَهُ بِمَا ذَكَرَهُ، وَيُرْوٰى غَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ التَّقْدِيرِ بِشَهْرٍ اَوْ اَرْبَعَةٍ اِلٰى سِتَّةِ اَشْهُرٍ. وَالصَّحِيحُ اَنَّ التَّقْدِيرَ مُفَوَّضٌ اِلٰى رَأْيِ الْقَاضِيْ لِاخْتِلَافِ اَحْوَالِ الْاَشْخَاصِ فِيْهِ .

قاضی سابق میں ذکر کردہ قرضوں کے سوامیں مدیون کو قید نہ کرائے کیونکہ جب وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ میں فقیر ہوں ہاں البتہ جب قرض خواہ یہ ثابت کرے کہ مدیون کے پاس مال ہے تو اب قاضی اس کو قید میں ڈلوادے کیونکہ دلیل یسر نہیں پائی جارہی۔ اور مقروض کے قول کو قبول کرلیا جائے گا اور مدعی پر مدیون کی مالداری کو ثابت کرنا واجب ہوگا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ تمام صورتوں میں مدیون کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اصل تنگی ہے اور یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ مدیون کے قول کا اعتبار کیا جائے گا سوائے اس حالت کے کہ جب اس کا عوض مال ہو اور نفقہ کے بارے میں شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کہ میں تنگدست ہوں جبکہ مشرک غلام کی آزادی میں معتق کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یہ دونوں جزئیات بعد والے دونوں مسائل کی تائید کرنے والے ہیں۔ جبکہ کتاب میں ذکر کردہ مسئلہ کی تخریج یہ ہے کہ وہ مطلق قرض نہیں ہے بلکہ وہ ایک صلہ ہے حتیٰ کہ وہ بہ اتفاق موت سے ساقط ہونے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ضمان کے اعتاق میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ اور جب مدعی کے قول کو قبول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مدیون کے پاس مال ہے یا پھر وہ گواہی کے سبب مالدار ہونا ثابت ہو جائے تو اس صورت میں جس پر قرض واجب ہے اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں قاضی متر ض کو دو یا تین ماہ قید کرائے گا اس کے بعد اس کی خیریت دریافت کرے کیونکہ موجودہ حالت میں اس کا ظلم ہونا ہی ظاہر ہے لہٰذا وہ ایک مدت تک اس کو قید کرائے گا کہ اس کا مال ظاہر ہو جائے۔ جبکہ وہ اس کو چھپا رہا ہو پس مدت کا لمبا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کو فائدہ حاصل ہو جائے۔ اور مدت کو مذکورہ مہینوں کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اور اسی طرح اس کے سوا میں ایک ماہ یا چار سے چھ ماہ تک مقدار روایت کی گئی ہے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ مدت کی مقدار کو قاضی کے حوالے کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں عوام کے حالات مختلف ہوا کرتے ہیں۔

مدت حبس گزرنے پر عدم اظہار مال پر رہا کرنے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ لَمْ يَظْهَرْ لَهُ مَالٌ خُلِّيَ سَبِيلُهُ) يَعْنِي بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ لِاَنَّهُ اسْتَحَقَّ النَّظِرَةَ اِلَى الْمَيْسَرَةِ فَيَكُونُ حَبْسُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظُلْمًا ؛

وَلَوْ قَامَتِ الْبَيِّنَةُ عَلٰى اِفْلَاسِهِ قَبْلَ الْمُدَّةِ تُقْبَلُ فِي رِوَايَةٍ، وَلَا تُقْبَلُ فِي رِوَايَةٍ، وَعَلَى الثَّانِيَةِ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ .

قَالَ فِي الْكِتَابِ خُلِّيَ سَبِيلُهُ وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ، وَهٰذَا كَلَامٌ فِي الْمُلَازَمَةِ وَسَنَذْكُرُهُ فِي كِتَابِ الْحَجْرِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

فرمایا: اور جب قیدی شخص کا کوئی مال ظاہر ہی نہ ہوا تو قاضی اس کو رہا کر دے یعنی مدت قید گزر جانے کے بعد اس کو رہا کر دے کیونکہ وہ مالدار ہونے تک مہلت پانے کا حقدار بن چکا ہے پس اس کے بعد اس کو قید کرنا زیادتی ہے۔ اور جب مدت قید گزرنے سے پہلے اس کے غریب ہونے پر گواہی قائم ہوئی تو ایک روایت میں اس کو قبول کر لیا جائے گا جبکہ دوسری روایت کے مطابق وہ گواہیہ قابل قبول نہ ہوگی اور اکثر مشائخ دوسری ... موافق ہیں۔ اور کتاب میں جو "خَلّٰى سَبِيلَهُ وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ" بیان ہوا ہے یہ مضروریت کے ... اس کو ہم ان شاء اللہ کتاب حجر میں بیان کر دیں گے۔

اقرار کے سبب قید ہو جانے کا بیان

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : رَجُلٌ اَقَرَّ عِنْدَ الْقَاضِيْ بِدَيْنٍ فَإِنَّهُ يَحْبِسُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا اَبَّدَ حَبْسَهُ، وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا خَلَّى سَبِيلَهُ، وَمُرَادُهُ إِذَا اَقَرَّ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِيْ اَوْ عِنْدَهُ مَرَّةً وَظَهَرَتْ مُمَاطَلَتُهُ وَالْحَبْسُ اَوَّلًا وَمُدَّتُهُ قَدْ بَيَّنَّاهُ فَلَا نُعِيدُهُ .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی جامع صغیر میں ہے ایک بندے نے قاضی کے پاس قرض کا اقرار کیا تو قاضی کو قید میں ڈلوادے اور اس کے بعد اس کا حال پوچھے اور اگر وہ مالدار ہے تو برابر اس کو قید میں رکھے اور اگر وہ تنگ دست ہے تو اس کو رہا کر دے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب مدیون نے قاضی کے سوا میں اقرار کیا ہے یا اس نے ایک بار قاضی کے ہاں اقرار کیا اور اس کے بعد اس کا ٹال مٹول ظاہر ہو چکا ہے جبکہ قید کی مدت ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس اس کو دوبارہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔

شوہر کا نفقہ زوجہ میں قید ہونے کا بیان

قَالَ (وَيُحْبَسُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ) لِاَنَّهُ ظَالِمٌ بِالِامْتِنَاعِ (وَلَا يُحْبَسُ وَالِدٌ فِي دَيْنِ وَلَدِهِ) لِاَنَّهُ نَوْعُ عُقُوبَةٍ فَلَا يَسْتَحِقُّهُ الْوَلَدُ عَلَى الْوَالِدِ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ (إلَّا إذَا امْتَنَعَ مِنَ الْإِنْفَاقِ عَلَيْهِ) لِاَنَّ فِيهِ إحْيَاءً لِوَلَدِهِ، وَلِاَنَّهُ لَا يُتَدَارَكُ لِسُقُوطِهَا بِمُضِيِّ الزَّمَانِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

فرمایا: اور آدمی کو اس کی بیوی کے نفقہ میں قید کیا جائے گا کیونکہ اس میں ظالم کو روکنا ہے۔ جبکہ والد کو بیٹے کے قرض میں قید نہ کیا جائے گا کیونکہ قید ایک طرح کی سزا ہے پس بیٹا باپ پر اس میں حق رکھنے والا نہیں ہے جس طرح حدود اور قصاص میں ہوا کرتا ہے ہاں البتہ جب باپ بیٹے پر خرچ کرنے سے انکار کرنے والا ہے کیونکہ خرچ کرنے میں بیٹے کی زندگی ہے کیونکہ اس کا تدارک نہیں ہو سکتا اس لئے کہ زمانے کے گزر جانے کے سبب نفقہ ساقط ہو جانے والا ہے۔

بَابُ كِتَابِ الْقَاضِىْ اِلَى الْقَاضِىْ

﴿یہ باب ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط بھیجنے کے بیان میں ہے﴾

باب قاضی کا خط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل کو حبس یعنی قید کی فصل کے بعد لائے ہیں کیونکہ قید بھی ایک طرح کا فیصلہ ہے لیکن حکم قضاء ایک ہی قاضی سے منعقد ہو جاتا ہے جبکہ اس فصل میں فیصلہ ایک قاضی سے دوسرے قاضی کی طرف منتقل کرنا ہے لہٰذا یہ تثنیہ ہوا اور اصول یہ ہے کہ مفرد مقدم ہوتا ہے جبکہ تثنیہ اس سے مؤخر ہوتا ہے۔ پس اسی سبب کے پیش نظر اس فصل کو مؤخر ذکر کیا گیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۵۴، بیروت)

ضرورت کے سبب قاضی کے خط کو قبول کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِىْ اِلَى الْقَاضِىْ فِى الْحُقُوقِ اِذَا شَهِدَ بِهِ عِنْدَهُ) لِلْحَاجَةِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ (فَاِنْ شَهِدُوا عَلٰى خَصْمٍ حَاضِرٍ حَكَمَ بِالشَّهَادَةِ) لِوُجُودِ الْحُجَّةِ (وَكَتَبَ بِحُكْمِهِ) وَهُوَ الْمَدْعُوُّ سِجِلًّا (وَاِنْ شَهِدُوا بِهِ بِغَيْرِ حَضْرَةِ الْخَصْمِ لَمْ يَحْكُمْ) لِاَنَّ الْقَضَاءَ عَلَى الْغَائِبِ لَا يَجُوزُ (وَكَتَبَ بِالشَّهَادَةِ) لِيَحْكُمَ الْمَكْتُوبُ اِلَيْهِ بِهَا وَهٰذَا هُوَ الْكِتَابُ الْحُكْمِيُّ، وَهُوَ نَقْلُ الشَّهَادَةِ فِى الْحَقِيقَةِ، وَيَخْتَصُّ بِشَرَائِطَ نَذْكُرُهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَجَوَازُهُ لِمَسَاسِ الْحَاجَةِ لِاَنَّ الْمُدَّعِىَ قَدْ يَتَعَذَّرُ عَلَيْهِ الْجَمْعُ بَيْنَ شُهُودِهِ وَخَصْمِهِ فَاَشْبَهَ الشَّهَادَةَ عَلَى الشَّهَادَةِ .

وَقَوْلُهُ فِى الْحُقُوقِ يَنْدَرِجُ تَحْتَهُ الدَّيْنُ وَالنِّكَاحُ وَالنَّسَبُ وَالْمَغْصُوبُ وَالْاَمَانَةُ الْمَجْحُودَةُ وَالْمُضَارَبَةُ الْمَجْحُودَةُ لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الدَّيْنِ، وَهُوَ يُعْرَفُ بِالْوَصْفِ لَا يُحْتَاجُ فِيهِ اِلَى الْاِشَارَةِ، وَيُقْبَلُ فِى الْعَقَارِ اَيْضًا لِاَنَّ التَّعْرِيفَ فِيهِ بِالتَّحْدِيدِ

فرمایا: حقوق میں ضرورت کی بناء پر ایک قاضی کا خط دوسرا قاضی قبول کرلے گا البتہ شرط یہ ہے کہ دوسرے قاضی کے پاس اس خط کی گواہی ہونی چاہے۔ جس طرح ہم بیان کریں گے۔ اور جب کسی موجود خصم کے خلاف گواہی دی گئی تو قاضی شہادت کے موافق فیصلہ کرے کیونکہ حجت پائی جا رہی ہے اور وہ اپنے فیصلہ کو لکھ لے اور اس کو سجل کہتے ہیں۔

اور جب گواہوں نے خصم کی غیر موجودگی میں گواہی دی ہے تو قاضی اس پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ پر قضاء جائز نہیں ہے مگر وہ اس گواہی کولکھ کر رکھ لے تا کہ مکتوب الیہ میں اس شہادت کے مطابق فیصلہ کر سکے اور یہ خط حکمی ہے اور یہ حقیقت میں گواہی کو منتقل کرنا ہے البتہ یہ کچھ شرائط کے ساتھ خاص ہے جن کو ہم ان شاء اللہ بیان کردیں گے۔ اور اس کا جواز بناء برضرورت ہے کیونکہ بعض دفعہ مدعی کے لئے گواہوں کو اور خصم کو جمع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پس یہ شہادت علی شہادت کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت امام قدوری قدس سرہ کے قول حقوق میں' اس کے تحت، قرض، نکاح، نسب، مغصوب، امانت مجورہ، مضاربت مجورہ سارے کے سارے شامل ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک قرض کے درجے میں ہے اور اس کو وصف کے پہچانا جا سکے گا۔ لہٰذا اس میں اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی اور غیر منقولہ جائداد میں حکمی خط قبول کرلیا جاتا ہے۔ کیونکہ حد کو بیان کرنے کے سبب سے عقار کی پہچان ہو جاتی ہے۔

اعیان منقولہ میں حکمی خط کے عدم قبول کا بیان

وَلَا يُقْبَلُ فِي الْاَعْيَانِ الْمَنْقُولَةِ لِلْحَاجَةِ اِلَى الْاِشَارَةِ .وَعَنْ اَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يُقْبَلُ فِي الْعَبْدِ دُوْنَ الْاَمَةِ لِغَلَبَةِ الْاِبَاقِ فِيْهِ دُوْنَهَا .

وَعَنْهُ اَنَّهُ يُقْبَلُ فِيْهِمَا بِشَرَائِطَ تُعْرَفُ فِي مَوْضِعِهَا .وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يُقْبَلُ فِي جَمِيْعِ مَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ وَعَلَيْهِ الْمُتَاَخِّرُوْنَ .

اعیان منقولہ میں حکمی خط کو قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ ان میں اشارہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حکمی خط تو غلام میں بھی قبول کرلیا جاتا ہے جبکہ باندی میں نہیں اس لئے غلام میں بھاگ جانے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے جبکہ باندی میں اندیشہ نہیں ہوتا ہے۔ اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ غلام اور باندی دونوں میں کچھ شرائط کے ساتھ حکمی خط قبول کرلیا جاتا ہے جبکہ یہ شرائط اپنے مقام پر بیان کردی جائیں گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ قاضی کا خط ان سب چیزوں میں قبول کرلیا جائے گا جو منتقل ہونے والی اور پھر جانے والی ہیں اور متاخر فقہاء مشائخ کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔

قاضی کے قبول میں شہادت ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُقْبَلُ الْكِتَابُ اِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ اَوْ رَجُلٍ وَامْرَاَتَيْنِ) لِاَنَّ الْكِتَابَ يُشْبِهُ الْكِتَابَ فَلَا يَثْبُتُ اِلَّا بِحُجَّةٍ تَامَّةٍ وَهٰذَا لِاَنَّهُ مُلْزِمٌ فَلَا بُدَّ مِنَ الْحُجَّةِ، بِخِلَافِ كِتَابِ الْاِسْتِئْمَانِ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمُلْزِمٍ، وَبِخِلَافِ رَسُوْلِ الْقَاضِيْ اِلَى الْمُزَكِّيْ وَرَسُوْلِهِ اِلَى الْقَاضِيْ لِاَنَّ الْاِلْزَامَ بِالشَّهَادَةِ لَا بِالتَّزْكِيَةِ .

فرمایا: اور قاضی خط کو دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے بغیر قبول نہ کرے۔ کیونکہ کتابت

کتابت کے مشابہ ہو جاتی ہے پس کامل دلیل کے بغیر خط ثابت نہ ہوگا اور اس کا سبب یہ ہے کہ خط ضروری کرنے والا ہے لہٰذا اس کے لئے دلیل ضروری ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب اہل حرب سے خط کے ذریعے امان طلب کی جائے۔ اس لئے کہ وہ ضروری کرنے والا نہیں ہے بخلاف قاضی کے قاصد مزکی کے آ مزکی کے قاصد قاضی کی جانب کے کیونکہ لزوم شہادت سے ہوتا ہے تزکیہ سے لزوم نہ ہوگا۔

گواہوں کو خط پڑھ کر سنانے کے وجوب کا بیان

قَالَ (وَيَجِبُ اَنْ يَقْرَأَ الْكِتَابَ عَلَيْهِمْ لِيَعْرِفُوا مَا فِيْهِ اَوْ يُعْلِمَهُمْ بِهِ) لِاَنَّهُ لَا شَهَادَةَ بِدُوْنِ الْعِلْمِ (ثُمَّ يَخْتِمُهُ بِحَضْرَتِهِمْ وَيُسَلِّمُهُ اِلَيْهِمْ) كَيْ لَا يُتَوَهَّمَ التَّغْيِيرُ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ، لِاَنَّ عِلْمَ مَا فِي الْكِتَابِ وَالْخَتْمِ بِحَضْرَتِهِمْ شَرْطٌ، وَكَذَا حِفْظُ مَا فِي الْكِتَابِ عِنْدَهُمَا وَلِهٰذَا يُدْفَعُ اِلَيْهِمْ كِتَابٌ آخَرُ غَيْرُ مَخْتُومٍ لِيَكُوْنَ مَعَهُمْ مُعَاوَنَةٌ عَلٰى حِفْظِهِمْ.

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ آخِرًا: شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ بِشَرْطٍ، وَالشَّرْطُ اَنْ يُشْهِدَهُمْ اَنَّ هٰذَا كِتَابُهُ وَخَتْمُهُ وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّ الْخَتْمَ لَيْسَ بِشَرْطٍ اَيْضًا فَسَهَّلَ فِيْ ذٰلِكَ لَمَّا اُبْتُلِيَ بِالْقَضَاءِ وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ. وَاخْتَارَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

قاضی لکھنے والوں پر خط کو پڑھ سنائے یہ واجب ہے اس لئے کہ وہ خط کے مضمون سے واقف ہو جائیں یا قاضی خود ان کو اس خط کے مضمون سے باخبر کر دے۔ اس لئے کہ علم کے بغیر گواہی نہیں ہوتی۔ اور جب گواہوں کی موجودگی میں قاضی اس خط پر مہر لگاتے ہوئے اس کو ان کے سپرد کرتا ہے تاکہ اس میں تبدیلی کا وہم نہ ہو اور حکم طرفین کے مطابق ہے کیونکہ خط کے مضمون کا جاننا اور اس پر گواہوں کی موجودگی میں مہر لگانا شرط ہے پس طرفین کے نزدیک اس خط کو محفوظ رکھنا بھی شرط ہے۔ اسی سبب کے پیش نظر قاضی گواہوں کو دوسرا خط بھی مہر کے بغیر دیدے تاکہ ان کے ساتھ ان کی یاددہانی کی مدد ہو جائے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان میں کوئی چیز بھی شرط نہیں ہے بلکہ صرف شرط یہ ہے کہ قاضی حاضرین کو اس بات پر گواہ بنائے کہ یہ اس کا خط ہے اور اسی کی مہر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یہ بھی روایت ہے کہ مہر بھی شرط نہیں ہے۔ پس جب وہ قضاء میں مبتلاء ہوئے تھے اسی اس کے بارے میں آسانی پیدا کر دی کیونکہ خبر مشاہدہ کی طرح ہوتی ہے اور حضرت شمس الائمہ امام سرخسی علیہ الرحمہ نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں خط قبول نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا وَصَلَ اِلَى الْقَاضِيْ لَمْ يَقْبَلْهُ اِلَّا بِحَضْرَةِ الْخَصْمِ) لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ اَدَاءِ الشَّهَادَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ حُضُوْرِهِ، بِخِلَافِ سَمَاعِ الْقَاضِي الْكَاتِبِ لِاَنَّهُ لِلنَّقْلِ لَا لِلْحُكْمِ.

ترجمہ: فرمایا: جب کاتب کا خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس پہنچے تو وہ مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں اس کو قبول نہ کرے۔ کیونکہ یہ خط شہادت کی ادائیگی کے درجے میں ہے جس میں مدعی علیہ کا موجود ہونا ضروری ہے بہ خلاف اس کے جو قاضی کاتب سے سنتا ہے کیونکہ اب وہ نقل کے لئے ہے حکم کے لئے نہیں ہے۔

مکتوب الیہ قاضی کا خط قبول کرنے میں فقہی بیان

قَالَ (فَإِذَا سَلَّمَهُ الشُّهُودُ إِلَيْهِ نَظَرَ إِلَى خَتْمِهِ، فَإِذَا شَهِدُوا أَنَّهُ كِتَابُ فُلَانٍ الْقَاضِي سَلَّمَهُ إِلَيْنَا فِي مَجْلِسِ حُكْمِهِ وَقَرَأَهُ عَلَيْنَا وَخَتَمَهُ فَتَحَهُ الْقَاضِي وَقَرَأَهُ عَلَى الْخَصْمِ وَأَلْزَمَهُ مَا فِيهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِذَا شَهِدُوا أَنَّهُ كِتَابُهُ وَخَاتَمُهُ قَبِلَهُ عَلَى مَا مَرَّ، وَلَمْ يُشْتَرَطْ فِي الْكِتَابِ ظُهُورُ الْعَدَالَةِ لِلْفَتْحِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَفُضُّ الْكِتَابَ بَعْدَ ثُبُوتِ الْعَدَالَةِ، كَذَا ذَكَرَهُ الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَحْتَاجُ إِلَى زِيَادَةِ الشُّهُودِ وَإِنَّمَا يُمْكِنُهُمْ أَدَاءُ الشَّهَادَةِ بَعْدَ قِيَامِ الْخَتْمِ، وَإِنَّمَا يَقْبَلُهُ الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ إِذَا كَانَ الْكَاتِبُ عَلَى الْقَضَاءِ، حَتَّى لَوْ مَاتَ أَوْ عُزِلَ أَوْ لَمْ يَبْقَ أَهْلًا لِلْقَضَاءِ قَبْلَ وُصُولِ الْكِتَابِ لَا يَقْبَلُهُ لِأَنَّهُ الْتَحَقَ بِوَاحِدٍ مِنَ الرَّعَايَا، وَلِهَذَا لَا يُقْبَلُ إِخْبَارُهُ قَاضِيًا آخَرَ فِي غَيْرِ عَمَلِهِ أَوْ فِي غَيْرِ عَمَلِهِمَا، وَكَذَا لَوْ مَاتَ الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ إِلَّا إِذَا كَتَبَ إِلَى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ قَاضِي بَلْدَةِ كَذَا وَإِلَى كُلِّ مَنْ يَصِلُ إِلَيْهِ مِنْ قُضَاةِ الْمُسْلِمِينَ لِأَنَّ غَيْرَهُ صَارَ تَبَعًا لَهُ وَهُوَ مُعَرَّفٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَتَبَ ابْتِدَاءً إِلَى كُلِّ مَنْ يَصِلُ إِلَيْهِ عَلَى مَا عَلَيْهِ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُعَرَّفٍ، وَلَوْ كَانَ مَاتَ الْخَصْمُ يَنْفُذُ الْكِتَابُ عَلَى وَارِثِهِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ.

شرح: فرمایا: اور جب گواہوں نے وہ خط مکتوب الیہ قاضی کے حوالے کر دیا ہے تو قاضی اس کی مہر دیکھے اس کے جب گواہ یہ شہادت بیان کر دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے اور اس نے اپنی مجلس قضاء میں اس کو ہمارے حوالے کیا تھا اور ہمارے سامنے اس کو پڑھ کو اس نے اس پر مہر لگائی ہے تو قاضی مکتوب الیہ اس خط کو کھولے گا اور مدعی علیہ کے سامنے اس کو پڑھے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ مدعی علیہ پر ضروری کرے گا یہ حکم بھی طرفین کے مطابق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب گواہوں نے شہادت دیدی کہ یہ خط فلاں قاضی کا ہے اور اسی کی مہر ہے تو اس کو قبول کرے جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

قدوری میں خط کو کھولنے کے لئے گواہوں کے عادل ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی جبکہ صحیح یہ ہے کہ مکتوب الیہ قاضی عدالتی ثبوت کے بعد اس کو کھولے گا۔

حضرت امام [illegible] [illegible] جائے۔

اور جب قاضی کا خط [illegible] قبول نہ کرے گا۔

اور اسی طرح جب [illegible] قاضی وہ خط اس کے وارث پر نافذ کرے گا [illegible] ہو چکا ہے۔

حدود و قصاص میں خط قاضی کے قبول نہ ہونے کا بیان

(وَلَا يُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ) لِأَنَّ فِيهِ شُبْهَةَ الْبَدَلِيَّةِ فَصَارَ كَالشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ، وَلِأَنَّ مَبْنَاهُمَا عَلَى الْإِسْقَاطِ وَفِي قَبُولِهِ سَعْيٌ فِي إِثْبَاتِهِمَا.

اور حدود و قصاص میں ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کی جانب قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں بدلیت کا شبہ ہے پس یہ شہادت علی شہادت کی طرح ہو جائے گا کیونکہ ان دونوں کی بنیاد ساقط کرنے پر ہے جبکہ ان کی کوشش قاضی کا خط قبول کرنے میں ثابت ہوگی۔

فَصْلٌ آخِرُ

﴿یہ فصل ادب قاضی کے بیان میں دوسری ہے﴾

فصل ادب قاضی کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط لکھنے کی کتاب کے بعد اسی سے متعلق فصل کو بیان کیا ہے۔ صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ جب کتاب قاضی کو ذکر کیا تو اس کے متصل طور پر اس کے فیصلہ کو بھی ذکر کیا ہے لہٰذا قاضی پر واجب ہے کہ وہ مکتوب الیہ کا فیصلہ بھی کر دے۔ اور وہ محل اجتہاد ہے۔ جبکہ کتاب حکمی میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کی رائے کو نافذ یا رد کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ فصل بیان کی محتاج ہوئی جس کا اس کے ساتھ الحاق کر دیا جائے گا۔ پس یہ فصل اس بات پر دلالت کرنے والی ہے کہ یہ کتاب قاضی الی قاضی کا تتمہ ہے اور اسی کا بیان ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ ۱۰ ج، ص ۲۷۰، بیروت)

حدود وقصاص میں عورت کے فیصلہ کے عدم جواز کا بیان

(وَيَجُوزُ قَضَاءُ الْمَرْأَةِ فِي كُلِّ شَيْءٍ إلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ) اعْتِبَارًا بِشَهَادَتِهَا . وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ .

(وَلَيْسَ لِلْقَاضِي أَنْ يَسْتَخْلِفَ عَلَى الْقَضَاءِ إلَّا أَنْ يُفَوَّضَ إلَيْهِ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ قُلِّدَ الْقَضَاءَ دُونَ التَّقْلِيدِ بِهِ فَصَارَ كَتَوْكِيلِ الْوَكِيلِ، بِخِلَافِ الْمَأْمُورِ بِإِقَامَةِ الْجُمُعَةِ حَيْثُ يَسْتَخْلِفُ لِأَنَّهُ عَلَى شَرَفِ الْفَوَاتِ لِتَوَقُّتِهِ فَكَانَ الْأَمْرُ بِهِ إذْنًا بِالِاسْتِخْلَافِ دَلَالَةً وَلَا كَذَلِكَ الْقَضَاءُ .

وَلَوْ قَضَى الثَّانِي بِمَحْضَرٍ مِنْ الْأَوَّلِ أَوْ قَضَى الثَّانِي فَأَجَازَ الْأَوَّلُ جَازَ كَمَا فِي الْوَكَالَةِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ حَضَرَهُ رَأْيُ الْأَوَّلِ وَهُوَ الشَّرْطُ، وَإِذَا فُوِّضَ إلَيْهِ يَمْلِكُهُ فَيَصِيرُ الثَّانِي نَائِبًا عَنْ الْأَصِيلِ حَتَّى لَا يَمْلِكَ الْأَوَّلُ عَزْلَهُ إلَّا إذَا فُوِّضَ إلَيْهِ الْعَزْلُ هُوَ الصَّحِيحُ .

عورت کی قضاء ہر چیز میں جائز ہے لیکن حدود وقصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ ان گواہی کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس کی دلیل بیان کر دی گئی ہے۔

قاضی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قضاء کے ذریعے خلیفہ مقرر کرے لیکن جب اس کو اختیار دے دیا جائے کیونکہ اس کو صرف قضاء کو عہدہ دیا گیا ہے اس کو قاضی بنانے کا عہدہ نہیں دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ تو وکیل کا وکیل بنانے کی طرح ہو جائے گا بہ خلاف اس

شخص کے جو نماز جمعہ قائم کرنے کے لئے مأمور کیا ہے کیونکہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے کیونکہ وقت کے محدود ہونے کے سبب جمعہ فوت ہونے کی طرف پر واقع ہے پس جمعہ کی ادائیگی بطور دلالت اپنا خلیفہ بنانے کی اجازت دینے والا ہے جبکہ قضاء میں ایسا نہیں ہے

اور جب پہلے قاضی نے دوسرے قاضی کی موجودگی میں فیصلہ کیا ہے یا دوسرے نے فیصلہ کیا اس کے بعد پہلے نے اس کی اجازت دے دی ہے تو جائز ہے۔ جس طرح وکالت میں ہوتا ہے اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ اس فیصلے میں پہلے قاضی کی رائے شامل ہے اور شرط یہی اس کی رائے تھی اور جب سلطان نے قاضی کو خلیفہ بنانے میں اختیار دیا ہے تو قاضی اس کا مالک ہو جائے گا اور دوسرا قاضی اس کا نائب بن جائے گا حتیٰ کہ پہلا قاضی اس کو معزول کرنے کا اختیار رکھنے والا نہ ہوگا ہاں جب اس کو معزول کرنے کا اختیار بھی دے دیا جائے اور یہی صحیح ہے۔

حاکم کے فیصلہ شدہ مسئلہ کو قاضی کے ہاں پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا رُفِعَ اِلَى الْقَاضِيْ حُكْمُ حَاكِمٍ اَمْضَاهُ اِلَّا اَنْ يُخَالِفَ الْكِتَابَ اَوِ السُّنَّةَ اَوِ الْاِجْمَاعَ بِاَنْ يَكُوْنَ قَوْلًا لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ الْفُقَهَاءُ فَقَضَى بِهِ الْقَاضِيْ ثُمَّ جَاءَ قَاضٍ آخَرُ يَرَى غَيْرَ ذٰلِكَ اَمْضَاهُ) وَالْاَصْلُ اَنَّ الْقَضَاءَ مَتَى لَاقَى فَصْلًا مُجْتَهَدًا فِيْهِ يُنْفِذُهُ وَلَا يَرُدُّهُ غَيْرُهُ، لِاَنَّ اجْتِهَادَ الثَّانِيْ كَاجْتِهَادِ الْاَوَّلِ، وَقَدْ يَرَجَّحُ الْاَوَّلُ بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهِ فَلَا يُنْقَضُ بِمَا هُوَ دُوْنَهُ .

فرمایا: اور جب قاضی کے پاس حاکم کے کسی حکم دیئے گئے فیصلہ کو پیش کیا جائے تو قاضی اس کو نافذ کردے گا ہاں جب وہ کتاب وسنت واجماع کے خلاف ہے تو نہیں یا وہ ایسا قول ہے جس کی دلیل نہ ہو۔

جامع صغیر میں ہے جس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو اس کے بعد اس میں قاضی کوئی فیصلہ دیدے اس کے بعد دوسرا قاضی آیا اور فیصلہ اس کی رائے کے خلاف ہے تب بھی دوسرا قاضی اس کو نافذ کردے۔

اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ جب کسی مختلف فیہ مسئلہ میں حکم قضاء لاحق ہو تو وہ نافذ ہوگا اور دوسرا قاضی اس کی تردید نہ کرے گا کیونکہ پہلے کا اجتہاد دوسرے کے اجتہاد کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ) البتہ پہلے اجتہاد سے مسئلہ کے لاحق ہونے کے سبب وہ راجح ہوگا پس وہ ایسے اجتہاد سے ٹوٹنے والا نہیں ہے جو اس سے تھوڑا ہے۔

مختلف فیہ مسئلہ میں دوسرے کے مذہب پر فیصلہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَضَى فِي الْمُجْتَهَدِ فِيْهِ مُخَالِفًا لِرَاْيِهِ نَاسِيًا لِمَذْهَبِهِ نَفَذَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَاِنْ كَانَ عَامِدًا فَفِيْهِ رِوَايَتَانِ) وَوَجْهُ النَّفَاذِ اَنَّهُ لَيْسَ بِخَطَاٍ بِيَقِيْنٍ، وَعِنْدَهُمَا لَا يَنْفُذُ فِي الْوَجْهَيْنِ

لِاَنَّهٗ قَضٰى بِمَا هُوَ خَطَأٌ عِنْدَهٗ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، ثُمَّ الْمُجْتَهَدُ فِيْهِ اَنْ لَا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِمَا ذَكَرْنَا. وَالْمُرَادُ بِالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ مِنْهَا وَفِيْمَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ لَا يُعْتَبَرُ مُخَالَفَةُ الْبَعْضِ وَذٰلِكَ خِلَافٌ وَلَيْسَ بِاخْتِلَافٍ وَالْمُعْتَبَرُ الْاِخْتِلَافُ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ.

اور جب قاضی نے اپنی رائے یا اپنا مذہب بھول جانے کی صورت میں دوسرے کے مذہب پر فیصلہ کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک فیصلہ نافذ ہو جائے گا خواہ اس نے جان بوجھ کر کیا ہے۔ تو اس میں دو روایات ہیں اور نافذ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ خطاء یقینی نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں نافذ نہ ہوگا کیونکہ ایسی چیز کا فیصلہ کرنے والا ہے جو اس کے مطابق غلط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے پھر جب وہ مجتہد فیہ ہے جو مذکورہ بیان کردہ کے مخالف نہ ہو۔ جبکہ سنت سے مراد سنت مشہورہ ہے اور جس حکم پر جمہور نے اتفاق کیا ہے تو میں بعض لوگوں کی مخالف کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور یہ خلاف ہے اختلاف نہیں ہے۔ پس صدر اول کے اختلاف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

حرمت ظاہری کا حرمت باطنی پر محمول ہونے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ شَيْءٍ قَضٰى بِهِ الْقَاضِيْ فِي الظَّاهِرِ بِتَحْرِيْمٍ فَهُوَ فِي الْبَاطِنِ كَذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَكَذَا اِذَا قَضٰى بِاِحْلَالٍ، وَهٰذَا اِذَا كَانَتِ الدَّعْوٰى بِسَبَبٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ مَسْاَلَةُ قَضَاءِ الْقَاضِيْ فِي الْعُقُوْدِ وَالْفُسُوْخِ بِشَهَادَةِ الزُّوْرِ وَقَدْ مَرَّتْ فِي النِّكَاحِ.

ہر وہ چیز جس کا فیصلہ قاضی نے ظاہری طور حرمت کے ساتھ کیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ باطن میں حرام رہے گی۔ اور اسی طرح جب قاضی نے کسی چیز کے حلال ہونے کا فیصلہ کیا اور یہ حکم تب ہے جب دعویٰ کسی معین سبب کے پیش نظر ہو اور عقود وفسوخ میں جھوٹی شہادت پر قاضی کا فیصلہ ہے اور یہ مسئلہ کتاب نکاح میں بیان کر دیا گیا ہے۔

مدعی علیہ کا انکار کر کے غائب ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَقْضِي الْقَاضِيْ عَلٰى غَائِبٍ اِلَّا اَنْ يَحْضُرَ مَنْ يَقُوْمُ مَقَامَهٗ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجُوْزُ لِوُجُوْدِ الْحُجَّةِ وَهِيَ الْبَيِّنَةُ فَظَهَرَ الْحَقُّ.

وَلَنَا اَنَّ الْعَمَلَ بِالشَّهَادَةِ لِقَطْعِ الْمُنَازَعَةِ، وَلَا مُنَازَعَةَ دُوْنَ الْاِنْكَارِ وَلَمْ يُوْجَدْ، وَلِاَنَّهٗ يَحْتَمِلُ الْاِقْرَارَ وَالْاِنْكَارَ مِنَ الْخَصْمِ فَيَشْتَبِهُ وَجْهُ الْقَضَاءِ لِاَنَّ اَحْكَامَهُمَا مُخْتَلِفَةٌ. وَلَوْ اَنْكَرَ ثُمَّ غَابَ فَكَذٰلِكَ لِاَنَّ الشَّرْطَ قِيَامُ الْاِنْكَارِ وَقْتَ الْقَضَاءِ، وَفِيْهِ خِلَافُ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَقُوْمُ مَقَامَهٗ قَدْ يَكُوْنُ نَائِبًا بِاِنَابَتِهٖ كَالْوَكِيْلِ اَوْ بِاِنَابَةِ الشَّرْعِ كَالْوَصِيِّ مِنْ جِهَةِ الْقَاضِيْ،

وَقَدْ يَكُونُ حُكْمًا بِاَنْ كَانَ مَا يَدَّعِي عَلَى الْغَائِبِ سَبَبًا لِمَا يَدَّعِيهِ عَلَى الْحَاضِرِ وَهٰذَا فِي غَيْرِ صُورَةٍ فِي الْكُتُبِ، اَمَّا اِذَا كَانَ شَرْطًا لِحَقِّهِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِهِ فِي جَعْلِهِ خَصْمًا عَنِ الْغَائِبِ وَقَدْ عُرِفَ تَمَامُهُ فِي الْجَامِعِ .

فرمایا: قاضی کسی غائب پر فیصلہ نہ کرے مگر جب اس کا قائم مقام موجود ہو جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک غائب پر فیصلہ کرنا جائز ہے کیونکہ دلیل موجود ہے اور وہ گواہی ہے پس حق ظاہر ہو گیا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہی پر عمل کرنا خصومت کو ختم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور انکار کے بغیر خصومت ختم نہ ہوگی اور انکار پایا نہیں جا رہا۔ کیونکہ خصم کی جانب سے اقرار اور انکار دونوں کا احتمال ہے پس قضاء مشتبہ ہو جائے گی کیونکہ ان دونوں کے احکام مختلف ہیں۔

اور جب قاضی مدعیٰ علیہ انکار کر کے غائب ہو گیا تو بھی حکم اسی طرح ہے۔ کیونکہ بوقت قضاء انکار کا موجود ہونا شرط ہے اور اس میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ اور جو شخص مدعیٰ علیہ کے قائم مقام ہے وہ کبھی مدعیٰ علیہ کے نائب بنانے سے بنتا ہے جس طرح وکیل یا شریعت کے نائب بنانے سے بنتا ہے۔ جس طرح قاضی کی طرف سے مقرر کردہ وصی اور کبھی بطور حکم نائب ہوتا ہے۔ کیونکہ مدعی غائب پر جس چیز کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسی چیز کا سبب ہے جس کو وہ حاضر ہونے پر دعویٰ کرتا ہے۔ اور یہ کتابوں میں کوئی صورتوں میں ذکر کیا گیا ہے اور مگر مدعی کے ثبوت حق کی شرط ہو تو غائب کی جانب سے حاضر کو خصم بنانے میں اس کی شرط کا اعتبار نہ ہوگا اور جامع صغیر میں اس کی مکمل توضیح موجود ہے۔

قاضی کا اموال یتامیٰ کو قرض پر دینے کا بیان

قَالَ (وَيُقْرِضُ الْقَاضِي اَمْوَالَ الْيَتَامٰى وَيَكْتُبُ ذِكْرَ الْحَقِّ) لِاَنَّ فِي الْاِقْرَاضِ مَصْلَحَتَهُمْ لِبَقَاءِ الْاَمْوَالِ مَحْفُوظَةً مَضْمُونَةً، وَالْقَاضِي يَقْدِرُ عَلَى الْاِسْتِخْرَاجِ وَالْكِتَابَةِ لِيَحْفَظَهُ (وَاِنْ اَقْرَضَ الْوَصِيُّ ضَمِنَ) لِاَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْاِسْتِخْرَاجِ، وَالْاَبُ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيِّ فِي اَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ لِعَجْزِهِ عَنِ الْاِسْتِخْرَاجِ .

فرمایا: اور قاضی اموال یتامیٰ کو قرض کے طور پر دیدے۔ اور اس حق کو لکھ دے کیونکہ قرض دینے میں اموال کی مصلحت ہے کیونکہ وہ محفوظ رہیں گے۔ اور وہ قرض داروں کے ذمہ مضمون رہیں گے۔ کیونکہ قاضی ان کو وصول کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اور تحریر لکھنا یاددہانی کے لئے ہے۔ اور جب وصی نے قرض دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا اس لئے وصی وصول کرنے پر قادر نہیں ہوتا اور دونوں روایات میں سے زیادہ صحیح روایت کے مطابق باپ وصی کے درجے میں ہے۔ کیونکہ باپ وصول کرنے سے بھی معذور ہے۔

بَابُ التَّحْكِيمِ

﴿یہ باب ثالث کے بیان میں ہے﴾

باب تحکیم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ باب قضاء کی فروعات میں سے ہے اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ثالث قاضی سے مرتبے میں ادنیٰ ہے لہٰذا اسکو بعد میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ ثالث کے حکم سے اس طرح راضی ہوتا ہے جس طرح قاضی کی عمومی ولایت ہے۔ اور یہ کتاب وسنت، اجماع سے اس کی مشروعیت ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تحکیم کے جواز اجماع کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۹۴، بیروت)

تحکیم کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تحکیم کے معنی حَکَم بنانا یعنی فریقین اپنے معاملہ میں کسی کو اس لیے مقرر کریں کہ وہ فیصلہ کرے، اور نزاع کو دور کردے اسی کو پنچ اور ثالث بھی کہتے ہیں۔ تحکیم کا رکن ایجاب وقبول ہے یعنی فریقین یہ کہیں کہ ہم نے فلاں کو حَکَم بنایا اور حَکَم قبول کرے اور اگر حَکَم نے قبول نہ کیا پھر فیصلہ کر دیا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا ہاں اگر انکار کے بعد پھر فریقین نے اُس سے کہا اور اب قبول کر لیا تو حَکَم ہوگیا۔ (درمختار، کتاب قضاء)

تحکیم کے شرعی ماخذ کا بیان

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا (النساء، 35)

اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو، تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

(کنزالایمان)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اور تم دیکھو کہ سمجھانا، علیحدہ سونا، مارنا کچھ بھی کارآمد نہ ہوا اور دونوں کی نااتفاقی رفع نہ ہوئی۔ کیونکہ اقارب اپنے رشتہ داروں کے خانگی حالات سے واقف ہوتے ہیں اور زوجین کے درمیان موافقت کی خواہش بھی رکھتے ہیں اور فریقین کو ان پر اطمینان بھی

ہوتا ہے اور ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں تامل بھی نہیں ہوتا ہے۔ جانتا ہے کہ زوجین میں ظالم کون ہے۔ پنچوں وزوجین میں تفریق کر دینے کا اختیار نہیں۔ (خزائن احمد قرآن نساء، ۳۵)

تحکیم کے بارے میں فقہی تصریحات

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اس صورت کو بیان فرمایا کہ اگر نا فرمانی اور کج بحثی عورتوں کی جانب سے ہو اب یہاں اس صورت کا بیان ہو رہا ہے اگر دونوں ایک دوسرے سے نالاں ہوں تو کیا کیا جائے؟ پس علماء کرام فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں حاکم ثقہ سمجھدار شخص کو مقرر کرے جو یہ دیکھے کہ ظلم وزیادتی کس طرح سے ہے؟ اس ظالم کو ظلم سے روکے، اگر اس پر بھی کوئی بہتری کی صورت نہ نکلے تو عورت والوں میں سے ایک اس کی طرف سے اور مرد والوں میں سے ایک بہتر شخص اس کی جانب سے منصب مقرر کر دے اور دونوں مل کر تحقیقات کریں اور جس امر میں مصلحت سمجھیں اس کا فیصلہ کر دیں یعنی خواہ الگ کرا دیں خواہ میل ملاپ کرا دیں لیکن شارع نے تو اسی امر کی طرف ترغیب دلائی ہے کہ جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ کوئی شکل نباہ کی نکل آئے۔

اگر ان دونوں کی تحقیق میں خاوند کی طرف سے برائی ثابت ہو تو اس کی عورت کو اس سے الگ کر لیں اور اسے مجبور کریں کہ اپنی عادت ٹھیک ہونے تک اس سے الگ رہے اور اس کے خرچ اخراجات ادا کرتا رہے اور اگر شرارت عورت کی طرف سے ثابت ہو تو اسے نان نفقہ نہیں دلائیں اور خاوند سے ہنسی خوشی بسر کرنے پر مجبور کریں گے۔ اسی طرح اگر وہ طلاق کا فیصلہ دیں تو خاوند کو طلاق دینی پڑے گی اگر وہ آپس میں بسنے کا فیصلہ کریں تو بھی انہیں ماننا پڑے گا، بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر دونوں پنچ اس امر پر متفق ہوں گئے کہ انہیں رضامندی کے ساتھ ایک دوسرے سے اپنے تعلقات نباہنے چاہیں اور اس فیصلہ کے بعد ایک کا انتقال ہو گیا تو جو راضی تھا وہ اس کی جائیداد کا وارث بنے گا لیکن جو ناراض تھا اسے اس کا ورثہ نہیں ملے گا۔ (ابن جریر)

ایک ایسے ہی جھگڑے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منصف مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر تم ان میں میل ملاپ کرانا چاہو تو میل ہو گا اور اگر جدائی کرانا چاہو تو جدائی ہو جائے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ عقیل بن ابو طالب نے فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ نے نکاح کیا تو اس نے کہا تو وہ پوچھتی عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کہاں ہیں؟ یہ فرماتے تیری بائیں جانب جہنم میں اس پر وہ بگڑ کر اپنے کپڑے ٹھیک کر لیتیں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور واقعہ بیان کیا خلیفۃ المسلمین اس پر ہنسے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کا پنچ مقرر کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے تھے ان دونوں میں علیحدگی کرادی جائے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے بنو عبد مناف میں یہ علیحدگی میں ناپسند کرتا ہوں، اب یہ دونوں حضرات حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے گھر آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے اور دونوں میاں بیوی اندر ہیں یہ دونوں لوٹ گئے

مسند عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایک میاں بیوی اپنی ناچاقی کا جھگڑا لے کر آئے اس کے ساتھ اس کی برادری کے لوگ تھے اور اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے لوگ بھی، علی رضی اللہ عنہ نے دونوں جماعتوں میں سے ایک

ایک کو چنا اور انہیں منصف مقرر کر دیا پھر دونوں پنچوں سے کہا جانتے بھی ہو تمہارا کام کیا ہے؟ تمہارا منصب یہ ہے کہ اگر چاہو دونوں میں اتفاق کرا دو اور اگر چاہو تو الگ الگ کرا دو یہ سن کر عورت نے تو کہا میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوں خواہ ملاپ کی صورت میں ہو جدائی کی صورت میں مرد کہنے لگا مجھے جدائی نامنظور ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تجھے دونوں صورتیں منظور کرنی پڑیں گی۔

منصفین کے اختیار میں مذاہب اربعہ

پس علماء کا اجماع ہے کہ ایسی صورت میں ان دونوں منصفوں کو دونوں اختیار ہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں اجتماع کا اختیار ہے تفریق کا نہیں،

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول مروی ہے، ہاں احمد ابوثور اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے ان کی دلیل (اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا) 4۔النسآء:35) والا جملہ ہے کہ ان میں تفریق کا ذکر نہیں، ہاں اگر یہ دونوں دونوں جانب سے وکیل ہیں تو بیشک ان کا حکم جمع اور تفریق دونوں میں نافذ ہوگا اس میں کسی کو پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ دونوں پنچ حاکم کی جانب سے مقرر ہوں گے اور فیصلہ کریں گے چاہے ان سے فریقین ناراض ہوں یا یہ دونوں میاں بیوی کی طرف سے ان کو بنائے ہوئے وکیل ہوں گے، جمہور کا مذہب تو پہلا ہے اور دلیل یہ ہے کہ ان کا نام قرآن حکیم نے حکم رکھا ہے اور حکم کے فیصلے سے کوئی خوش یا ناخوش بہر صورت اس کا فیصلہ قطعی ہوگا آیت کے ظاہری الفاظ بھی جمہور کے ساتھ ہی ہیں،

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نیا قول یہ بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، لیکن مخالف گروہ کہتا ہے کہ اگر یہ حکم کی صورت میں ہوتے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خاوند کو کیوں فرماتے؟ کہ جس طرح عورت نے دونوں صورتوں کو ماننے کا اقرار کیا ہے اور اسی طرح تو بھی نہ مانے تو تو جھوٹا ہے۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علماء کرام کا اجماع ہے کہ دونوں پنچوں کا قول جب مختلف ہو تو دوسرے کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور اس امر پر بھی اجماع ہے کہ یہ اتفاق کرانا چاہیں تو ان کا فیصلہ نافذ ہے ہاں اگر وہ جدائی کرانا چاہیں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس میں بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے گو انہیں وکیل نہ بنایا گیا ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، نساء، ۳۵)

دو اشخاص کو کسی آدمی کو ثالث مقرر کرنے کا بیان

(وَاِذَا حَکَّمَ رَجُلَانِ رَجُلًا فَحَکَمَ بَیْنَھُمَا وَرَضِیَا بِحُکْمِهٖ جَازَ) لِاَنَّ لَھُمَا وِلَایَةً عَلٰی اَنْفُسِھِمَا فَصَحَّ تَحْکِیْمُھُمَا وَیَنْفُذُ حُکْمُهٗ عَلَیْھِمَا، وَھٰذَا اِذَا کَانَ الْمُحَکَّمُ بِصِفَةِ الْحَاکِمِ لِاَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ الْقَاضِیْ فِیْمَا بَیْنَھُمَا فَیُشْتَرَطُ اَھْلِیَّةُ الْقَضَاءِ، وَلَا یَجُوْزُ تَحْکِیْمُ الْکَافِرِ وَالْعَبْدِ وَالذِّمِّیِّ وَالْمَحْدُوْدِ فِی الْقَذْفِ وَالْفَاسِقِ وَالصَّبِیِّ لِانْعِدَامِ اَھْلِیَّةِ الْقَضَاءِ اعْتِبَارًا بِاَھْلِیَّةِ الشَّھَادَةِ

وَالْفَاسِقُ إِذَا حَكَمَ يَجِبُ أَنْ يَجُوزَ عِنْدَنَا كَمَا مَرَّ فِي الْمُوَلَّى (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَكِّمَيْنِ أَنْ يَرْجِعَ مَا لَمْ يَحْكُمْ عَلَيْهِمَا) لِأَنَّهُ مُقَلَّدٌ مِنْ جِهَتِهِمَا فَلَا يَحْكُمُ إِلَّا بِرِضَاهُمَا جَمِيعًا (وَإِذَا حَكَمَ لَزِمَهُمَا) لِصُدُورِ حُكْمِهِ عَنْ وِلَايَةٍ عَلَيْهِمَا (وَإِذَا رَفَعَ حُكْمَهُ إِلَى الْقَاضِي فَوَافَقَ مَذْهَبَهُ أَمْضَاهُ) لِأَنَّهُ لَا فَائِدَةَ فِي نَقْضِهِ ثُمَّ فِي إِبْرَامِهِ عَلَى ذَلِكَ الْوَجْهِ (وَإِنْ خَالَفَهُ أَبْطَلَهُ) لِأَنَّ حُكْمَهُ لَا يَلْزَمُهُ لِعَدَمِ التَّحْكِيمِ مِنْهُ.

ترجمہ اور جب دو اشخاص نے کسی آدمی کو ثالث مقرر کیا اور اس نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور وہ دونوں اس فیصلہ پر راضی ہو گئے ہیں تو ایسا جائز ہے اسلئے کہ ان دونوں کو اپنی ذات پر ولایت حاصل ہے۔ کیونکہ ان کا ثالث بنانا صحیح ہے اور ثالث کا حکم ان دونوں پر نافذ ہو جائے گا اور یہ ثالث اس حالت میں ہوگا جب محکم حاکم کی صفت پر ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان قاضی کے درجے میں ہے پس اس کے لئے قضاء کے اہل ہونے کی شرط ہوگی۔

کافر، ذمی، غلام، حد قذف والے اور فاسق اور بچے کو ثالث نہ بنایا جائے گا کیونکہ قضاء کے اہل ہونے پر قیاس کرتے ہوئے ان میں اہلیت شہادت معدوم ہے اور جب کسی نے فاسق کو ثالث بنایا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہونا چاہیے جس طرح مسئلہ قاضی میں ہے۔

حکم بنانے والے دونوں میں سے ہر ایک کو رجوع تحکیم کا اختیار ہے مگر شرط یہ ہے کہ جب ثالث نے ان پر کوئی فیصلہ نہ کیا ہو کیونکہ انہی کی جانب سے ثالث بنایا گیا ہے پس ان دونوں کی رضامندی کے بغیر وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے گا اور جب ثالث نے فیصلہ دیا تو وہ فیصلہ ان دونوں پر ضروری ہوگا کیونکہ اس کا فیصلہ ان دونوں کے سبب سے جاری ہوا ہے اور ثالث کے فیصلے کا مرافعہ قاضی کے پاس پیش کیا جائے تو اگر وہ قاضی کے مذہب کے موافق ہے تو وہ اس کو نافذ کرے گا کیونکہ اس کو رد کر کے دوبارہ اسی طریقے پر جاری کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور جب ثالث نے قاضی کے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا ہے تو قاضی اس کو باطل کر سکتا ہے کیونکہ ثالث کا فیصلہ قاضی پر ضروری نہیں ہے کیونکہ تحکیم قاضی کی جانب نہ پائی گئی۔

حدود و قصاص میں تحکیم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ التَّحْكِيمُ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ) لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُمَا عَلَى دَمِهِمَا وَلِهَذَا لَا يَمْلِكَانِ الْإِبَاحَةَ فَلَا يُسْتَبَاحُ بِرِضَاهُمَا قَالُوا: وَتَخْصِيصُ الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ التَّحْكِيمِ فِي سَائِرِ الْمُجْتَهَدَاتِ كَالطَّلَاقِ وَالنِّكَاحِ وَغَيْرِهِمَا، وَهُوَ صَحِيحٌ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُفْتَى بِهِ، وَيُقَالُ يُحْتَاجُ إِلَى حُكْمِ الْمُوَلَّى دَفْعًا لِتَجَاسُرِ الْعَوَامِّ وَإِنْ حَكَّمَاهُ فِي دَمِ خَطَإٍ فَقَضَى بِالدِّيَةِ عَلَى الْعَاقِلَةِ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهُ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِمْ إِذْ لَا تَحْكِيمَ مِنْ جِهَتِهِمْ وَلَوْ حَكَمَ عَلَى الْقَاتِلِ بِالدِّيَةِ فِي مَالِهِ رَدَّهُ الْقَاضِي وَيَقْضِي بِالدِّيَةِ عَلَى الْعَاقِلَةِ لِأَنَّهُ مُخَالِفٌ

لِرَأْيِهِ وَمُخَالِفٌ لِلنَّصِّ اَيْضًا اِلَّا اِذَا ثَبَتَ الْقَتْلُ بِاِقْرَارِهٖ لِاَنَّ الْعَاقِلَةَ لَا تَعْقِلُهُ

اور حدود وقصاص میں تحکیم جائز نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کو اپنے خون پر ولایت حاصل نہیں ہے اس لئے کہ وہ دونوں خون کو مباح کرنے کے مالک نہیں ہے پس ان کی رضامندی سے بھی خون مباح نہ ہوگا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ حدود وقصاص کو خاص کرنا دوسرے تمام اجتہاد شدہ جس طرح نکاح وطلاق وغیرہ میں تحکیم کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور صحیح بھی یہی ہے جبکہ اس پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ لوگوں سے روشن خیالی (سکالری نظریہ) دور کرنے کے لئے یہ کہا جائے گا کہ اس میں قاضی کے حکم کی ضرورت ہے۔

اور جب قتل خطاء میں دو آدمیوں نے کسی کو ثالث بنایا ہے اور اس نے عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کر دیا ہے تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ عاقلہ پر اس کو ولایت حاصل نہیں ہے کیونکہ ان کی جانب سے ثالث بنانا ثابت نہیں ہوا اور جب ثالث نے قتل کرنے والے کے ذاتی مال میں اس کی دیت کا حکم دیا ہے تو قاضی اس کو رد کرے گا اور وہ عاقلہ پر دیت کا حکم دے گا کیونکہ ثالث کا فیصلہ قاضی کی رائے خلاف ہے اور نص کے بھی خلاف ہے ہاں جب قتل قاتل کے اقرار سے ثابت ہوا ہے کیونکہ ایسے قتل کو عاقلہ برداشت نہ کرے گی۔

ثالث کا نکول پر فیصلہ دینے کا بیان

(وَيَجُوزُ اَنْ يَسْمَعَ الْبَيِّنَةَ وَيَقْضِيَ بِالنُّكُولِ وَكَذَا بِالْاِقْرَارِ) لِاَنَّهُ حُكْمٌ مُوَافِقٌ لِلشَّرْعِ، وَلَوْ اَخْبَرَ بِاِقْرَارِ اَحَدِ الْخَصْمَيْنِ اَوْ بِعَدَالَةِ الشُّهُودِ وَهُمَا عَلٰى تَحْكِيمِهِمَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ لِاَنَّ الْوِلَايَةَ قَائِمَةٌ وَلَوْ اَخْبَرَ بِالْحُكْمِ لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ لِانْقِضَاءِ الْوِلَايَةِ كَقَوْلِ الْمُوَلّٰى بَعْدَ الْعَزْلِ .

اور ثالث کا گواہی کو سننا اور قسم کے انکار پر حکم دینا جائز ہے ہاں اقرار پر بھی حکم دینا جائز ہے کیونکہ یہ فیصلہ شریعت کے مطابق ہے اور جب ثالث نے دونوں جھگڑا کرنے والوں میں سے کسی ایک کے اقرار کی یا اس نے گواہوں کے عادل ہونے خبر دی ہے اور دونوں ثالث بنانے والے اپنی ثالثی پر قائم ہیں تو ثالث کا قول معتبر ہوگا کیونکہ ولایت موجود ہے اور جب ثالث نے حکم کی خبر دی تو اس کا قول قبول نہ کیا جائے گی کیونکہ ولایت ختم ہو چکی ہے جس طرح معزول ہونے کے بعد قاضی کو قول مقبول نہیں ہے۔

والدین، بیوی، بچوں کے لئے حاکم کے حکم کے باطل ہونے کا بیان

(وَحُكْمُ الْحَاكِمِ لِاَبَوَيْهِ وَزَوْجَتِهٖ وَوَلَدِهٖ بَاطِلٌ وَالْمُوَلّٰى وَالْمُحَكَّمُ فِيْهِ سَوَاءٌ) وَهٰذَا لِاَنَّهُ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لِهٰؤُلَاءِ لِمَكَانِ التُّهْمَةِ فَكَذٰلِكَ لَا يَصِحُّ الْقَضَاءُ لَهُمْ، بِخِلَافِ مَا اِذَا حَكَمَ عَلَيْهِمْ لِاَنَّهُ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِمْ لِانْتِفَاءِ التُّهْمَةِ فَكَذَا الْقَضَاءُ، وَلَوْ حَكَّمَا رَجُلَيْنِ لَا بُدَّ مِنْ اجْتِمَاعِهِمَا لِاَنَّهُ اَمْرٌ يُحْتَاجُ فِيْهِ اِلَى الرَّاْيِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

والدین، بیوی، بچوں کے لئے حاکم کا حکم باطل ہے اور اس میں قاضی اور ثالث دونوں برابر ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تہمت کے سبب مذکورہ احباب کی گواہی کو قبول نہیں کیا جاتا ہے پس ان کے حق میں فیصلہ کرنا ممکن نہ ہوگا بہ خلاف اسکے کہ جب ثالث ان کے خلاف فیصلہ کرتا ہے کیونکہ عدم تہمت کے سبب ثالث کی گواہی ان کے خلاف قبول کی جاتی ہے۔ پس اسکا فیصلہ بھی قبول کرلیا جائے گا۔ اور جب بندوں نے دو اشخاص کو ثالث بنایا ہے تو ان دونوں کے لئے اکٹھا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے اجتہاد و رائے کی ضرورت ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

مَسَائِلُ شَتّٰی مِنْ كِتَابِ الْقَضَاءِ

﴿ کتاب قضاء کے مسائل متفرقہ کا بیان ﴾

مسائل شتیٰ کہ فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے تھا۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثورہ، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

کتاب قضاء کے مسائل شتیٰ کے فقہی ماخذ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستہ سات گز چوڑا بناؤ۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1380)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگوں میں راستے کی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو راستہ سات گز چوڑا بناؤ۔ یہ حدیث وکیع کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے بشیر بن کعب کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث حسن صحیح ہے اس حدیث کو بعض محدثین قتادہ سے وہ بشیر نہیک سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1381)

مشترکہ رہائشی مکان کے قانونی تقاضوں کا بیان

قَالَ (وَاِذَا كَانَ عُلْوٌ لِرَجُلٍ وَسُفْلٌ لِآخَرَ فَلَيْسَ لِصَاحِبِ السُّفْلِ اَنْ يَتِدَ فِيهِ وَتَدًا وَلَا يَنْقُبَ فِيهِ كَوَّةً عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) مَعْنَاهُ بِغَيْرِ رِضَا صَاحِبِ الْعُلْوِ (وَقَالَا : يَصْنَعُ مَا لَا يَضُرُّ بِالْعُلْوِ) وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا اَرَادَ صَاحِبُ الْعُلْوِ اَنْ يَبْنِيَ عَلٰى عُلْوِهِ .قِيلَ مَا حُكِيَ عَنْهُمَا تَفْسِيرٌ لِقَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَلَا خِلَافَ .وَقِيلَ الْاَصْلُ عِنْدَهُمَا الْاِبَاحَةُ لِاَنَّهُ تَصَرَّفَ فِي مِلْكِهِ وَالْمِلْكُ يَقْتَضِي الْاِطْلَاقَ وَالْحُرْمَةُ بِعَارِضِ الضَّرَرِ فَاِذَا اُشْكِلَ لَمْ يَجُزِ الْمَنْعُ

وَالْاَصْلُ عِنْدَهُ الْحَظْرُ لِاَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِي مَحَلٍّ تَعَلَّقَ بِهِ حَقٌّ مُحْتَرَمٌ لِلْغَيْرِ كَحَقِّ الْمُرْتَهِنِ وَالْمُسْتَاْجِرِ وَالْاِطْلَاقُ بِعَارِضٍ فَاِذَا اُشْكِلَ لَا يَزُوْلُ الْمَنْعُ عَلٰى اَنَّهُ لَا يُعَرّٰى عَنْ نَوْعِ ضَرَرٍ بِالْعُلُوِّ مِنْ تَوْهِيْنِ بِنَاءٍ اَوْ نَقْضِهِ فَيُمْنَعُ عَنْهُ .

فرمایا: اور کسی شخص کا مکان دومنزلہ ہے اور اس کی نچلی منزل دوسرے شخص کی ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک فسٹ فلور میں رہنے والے مالک کو اپنے حصہ میں کیل لگانے کا اختیار ہے اور نہ ہی روشن دان بنانے کا اختیار ہے اور اس کا حکم یہ ہے سیکنڈ فلور والے کی رضامندی کے بغیر نہ کرے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ فسٹ فلور والا ہر ایسا کام کرسکتا ہے جو سیکنڈ فلور والے کے لئے نقصان دہ نہ ہو اور یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے سیکنڈ فلور والا اس پر تھرڈ فلور بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صاحبین کا قول امام صاحب کے قول ہی کی وضاحت ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں صاحبین کے نزدیک اباحت اصل ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرنے والا ہے اور ملکیت مطلق طور پر اباحت کا تقاضہ کرنے والی ہے جبکہ حرمت عارضی نقصان کے سبب سے ہے ہاں البتہ جب معاملہ مشتبہ ہو چکا ہے تو ممانعت جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں ممانعت اصل ہے کیونکہ وہ ایسی جگہ میں تصرف کرنے والا ہے۔ جس میں دوسرے حق احترام بھی موسود ہے جس طرح مرتہن اور مستاجر کا حق ہے اور مطلق طور پر مباح ہونا یہ کسی عارض کے سبب ہے مگر جب وہ مشتبہ ہو گیا ہے تو ممانعت زائل نہ ہوگی۔

اور ان امور کے سوا کوئی کام کرنا مکان کے نقصان سے خالی نہ ہوگا خواہ ہو مکان کو کمزور کرنے کا نقصان ہو یا اسکو توڑنے کا نقصان ہو کیونکہ اس قسم کو ہر کام منع ہے۔

گلی کی جانب دروازہ کھولنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا كَانَتْ زَائِغَةٌ مُسْتَطِيْلَةٌ تَنْشَعِبُ مِنْهَا زَائِغَةٌ مُسْتَطِيْلَةٌ وَهِيَ غَيْرُ نَافِذَةٍ فَلَيْسَ لِاَهْلِ الزَّائِغَةِ الْاُوْلٰى اَنْ يَفْتَحُوْا بَابًا فِي الزَّائِغَةِ الْقُصْوٰى) لِاَنَّ فَتْحَهُ لِلْمُرُوْرِ وَلَا حَقَّ لَهُمْ فِي الْمُرُوْرِ اِذْ هُوَ لِاَهْلِهَا خُصُوْصًا حَتّٰى لَا يَكُوْنَ لِاَهْلِ الْاُوْلٰى فِيْمَا بِيْعَ فِيْهَا حَقُّ الشُّفْعَةِ، بِخِلَافِ النَّافِذَةِ لِاَنَّ الْمُرُوْرَ فِيْهَا حَقُّ الْعَامَّةِ .قِيْلَ الْمَنْعُ مِنَ الْمُرُوْرِ لَا مِنْ فَتْحِ الْبَابِ لِاَنَّهُ رَفْعُ بَعْضِ جِدَارِهِ .وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْمَنْعَ مِنَ الْفَتْحِ لِاَنَّ بَعْدَ الْفَتْحِ لَا يُمْكِنُهُ الْمَنْعُ مِنَ الْمُرُوْرِ فِي كُلِّ سَاعَةٍ .وَلِاَنَّهُ عَسَاهُ يَدَّعِي الْحَقَّ فِي الْقُصْوٰى بِتَرْكِيْبِ الْبَابِ

اور جب کوئی گلی لمبی ہو اور اس سے دوسری طویل گلی نکلی ہوئی ہے اور وہ آر پار نہیں ہے تو پہلی گلی والوں کے لئے نیچے

والی گلی میں دروازہ کھولنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ دروازہ کھولنا گزرنے کے لئے ہوتا ہے جبکہ ان کے لئے گزرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ نیچے والی گلی میں صرف گزرنے کا حق انہی کے ساتھ خاص ہے حتیٰ کہ نچلی گلی کے فروخت کرنے کا حق مکانوں میں اوپر زائغہ اولی والوں کے لئے حق شفع بھی نہیں ہے بہ خلاف زائغہ نافذہ کے کیونکہ اس میں عام لوگوں کے لئے گزرنیکا حق ہے۔

ایک قول کے مطابق گزرنے سے روکا جائے گا دروازہ کھولنے سے منع نہ کیا جائے گا اس لئے دروازے کو کھولنا یہ اپنی دیوار کو توڑنا ہے جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ دروازہ کھولنا منع ہے اس لئے کہ دروازہ کھول دینے کے بعد ہر وقت روکنا ممکن نہ ہوگا لہٰذا دروازہ کھولنا منع ہے اسی کی وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے دروازہ کی ترکیب کے سبب زائغہ سفلی والا اس میں کہیں حقدار ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔

زائغہ ثانیہ کے گول ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَتْ مُسْتَدِيرَةً قَدْ لَزِقَ طَرَفَاهَا فَلَهُمْ أَنْ يَفْتَحُوا) بَابًا لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ حَقَّ الْمُرُورِ فِي كُلِّهَا إِذْ هِيَ سَاحَةٌ مُشْتَرَكَةٌ وَلِهَذَا يَشْتَرِكُونَ فِي الشُّفْعَةِ إِذَا بِيعَتْ دَارٌ مِنْهَا .

اور جب زائغہ ثانیہ گول ہے اور اس کے دونوں کنارے زائغہ اولی سے ملے ہوئے ہیں تو زائغہ اولیٰ والوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اس میں دروازہ کھول لیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو اس میں سے گزرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ صحن مشترک ہے کیونکہ ان میں سے جب کسی ایک کا مکان فروخت ہوا تو حق شفعہ میں سب شامل ہوں گے۔

قبضہ میں ہونے والے مکان پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى فِي دَارٍ دَعْوَى وَأَنْكَرَهَا الَّذِي هِيَ فِي يَدِهِ ثُمَّ صَالَحَهُ مِنْهَا فَهُوَ جَائِزٌ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الصُّلْحِ عَلَى الْإِنْكَارِ) وَسَنَذْكُرُهَا فِي الصُّلْحِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَالْمُدَّعِي وَإِنْ كَانَ مَجْهُولًا فَالصُّلْحُ عَلَى مَعْلُومٍ عَنْ مَجْهُولٍ جَائِزٌ عِنْدَنَا لِأَنَّهُ جَهَالَةٌ فِي السَّاقِطِ فَلَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ عَلَى مَا مَرَّ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایسے مکان پر دعویٰ کر دیا جو اس کے قبضہ میں ہے اور اس نے انکار کیا اس کے بعد مدعی نے اس میں صلح کر لی تو ایسا جائز ہے اور یہ انکار کرنے پر صلح کرنے کا مسئلہ ہے جس کو کتاب صلح میں ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ اگر چہ مدعی مجہول ہے مگر ہمارے نزدیک معلوم پر مجہول کے بدلے میں صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے سقوط میں جہالت ہے پس یہ جھگڑے کی جانب لے جانے والا نہ ہوگا جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

دوسرے قبضہ میں موجود مکان میں دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى دَارًا فِي يَدِ رَجُلٍ أَنَّهُ وَهَبَهَا لَهُ فِي وَقْتِ كَذَا فَسُئِلَ الْبَيِّنَةَ فَقَالَ جَحَدَنِي

الْهِبَةَ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْهُ وَاَقَامَ الْمُدَّعِي الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ قَبْلَ الْوَقْتِ الَّذِي يَدَّعِي فِيْهِ الْهِبَةَ لَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ) لِظُهُوْرِ التَّنَاقُضِ اِذْ هُوَ يَدَّعِي الشِّرَاءَ بَعْدَ الْهِبَةِ وَهُمْ يَشْهَدُوْنَ بِهٖ قَبْلَهَا، وَلَوْ شَهِدُوْا بِهٖ بَعْدَهَا تُقْبَلُ لِوُضُوْحِ التَّوْفِيْقِ، وَلَوْ كَانَ ادَّعَى الْهِبَةَ ثُمَّ اَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ قَبْلَهَا وَلَمْ يَقُلْ جَحَدَنِي الْهِبَةَ فَاشْتَرَيْتُهَا لَمْ تُقْبَلْ اَيْضًا ذَكَرَهُ فِي بَعْضِ النُّسَخِ لِاَنَّ دَعْوَى الْهِبَةِ اِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْمِلْكِ لِلْوَاهِبِ عِنْدَهَا، وَدَعْوَى الشِّرَاءِ رُجُوْعٌ عَنْهُ فَعُدَّ مُنَاقِضًا، بِخِلَافِ مَا اِذَا ادَّعَى الشِّرَاءَ بَعْدَ الْهِبَةِ لِاَنَّهُ تَقَرَّرَ مِلْكُهُ عِنْدَهَا.

فرمایا: جب کسی شخص نے دوسرے آدمی کے قبضہ میں موجود مکان میں دعویٰ کیا کہ قبضہ کرنے والے کبھی یہ مکان اس کو ہبہ کیا تھا اور جب اس سے گواہی طلب کی گئی تو کہا کہ قابض نے مجھے ہبہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ میں نے اس سے اس مکان کو خریدا تھا۔ اور مدعی نے خریدنے سے بھی پہلے اس پر گواہی قائم کر دی جب وہ ہبہ کا دعویٰ کر رہا تھا تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ دونوں میں تناقض واضح ہو چکا ہے کیونکہ مدعی ہبہ کے بعد خریدنے کا دعویٰ کر رہا ہے جبکہ گواہ ہبہ سے پہلے خریدنے کی شہادت دے رہا ہے۔ اور جب وہ ہبہ کے بعد خریدنے کی شہادت دے دیں تو مدعی کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ کیونکہ اب ان میں مطابقت ظاہر ہو چکی ہے۔

اور جب مدعی نے ہبہ کا دعویٰ کر دیا ہے اس کے بعد ہبہ سے پہلے خریدنے پر گواہی پیش کر دی اور اس نے یہ نہ کہا کہ قابض نے مجھ کو ہبہ کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ میں نے اس کو خریدا ہے تب بھی اس کی گواہی قبول نہ ہوگی بعض نسخوں میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہبہ کا دعویٰ کرنا اس کی جانب سے واہب کی ملکیت کا اقرار ہے۔ جبکہ خریدنے کا دعویٰ کرنا اس اقرار سے رجوع کرنا ہے پس اسی کو نقض سمجھ لیا جائے گا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس نے خریدنے کے بعد ہبہ کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ اس طرح ہبہ کے وقت واہب کو ملکیت کو پکا کرنا ہوگا۔

شراء باندی کے دعویٰ کے انکار کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ اشْتَرَيْتَ مِنِّي هٰذِهِ الْجَارِيَةَ فَاَنْكَرَ الْآخَرُ اِنْ اَجْمَعَ الْبَائِعُ عَلَى تَرْكِ الْخُصُوْمَةِ وَسِعَهُ اَنْ يَطَاَهَا) لِاَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَمَّا جَحَدَهُ كَانَ فَسْخًا مِنْ جِهَتِهٖ، اِذِ الْفَسْخُ يَثْبُتُ بِهٖ كَمَا اِذَا تَجَاحَدَا فَاِذَا عَزَمَ الْبَائِعُ عَلَى تَرْكِ الْخُصُوْمَةِ تَمَّ الْفَسْخُ، وَبِمُجَرَّدِ الْعَزْمِ اِنْ كَانَ لَا يَثْبُتُ الْفَسْخُ فَقَدِ اقْتَرَنَ بِالْفِعْلِ وَهُوَ اِمْسَاكُ الْجَارِيَةِ وَنَقْلُهَا وَمَا يُضَاهِيْهِ، وَلِاَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ اسْتِيْفَاءُ الثَّمَنِ مِنَ الْمُشْتَرِي فَاتَ رِضَا الْبَائِعِ فَيَسْتَبِدُّ بِفَسْخِهٖ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ تو نے میرے سے یہ باندی خریدی تھی اور دوسرے نے اس کا انکار کر دیا ہے اور اگر بیچنے والے نے جھگڑا چھوڑنے کا پکا ارادہ کیا ہے تو اس کے لئے باندی سے وطی کرنا حلال ہوگا۔ کیونکہ جب خریدار نے انکار کیا ہے تو یہ اس

کی جانب سے فسخ یعنی ختم کرنا ہو جائے گا اس لئے کہ اسی سے فسخ ثابت ہو جاتا ہے۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں ہی انکار کردیں اب ترک خصومت کے سبب فسخ مکمل ہو چکا ہے۔ اگر چہ محض فسخ سے فسخ ثابت نہیں ہوتا مگر یہاں اس کے ساتھ ایک ایسا عمل ملنے والا ہے۔ اور وہ اس باندی کو روک دینا اور اس کا منتقل کرنا اور اسی طرح کا عمل ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب خریدار سے قیمت وصول کرنا ناممکن ہوا تو بیچنے والے کی خوشنودی ختم ہوگئی پس اس عقد کو ختم کرنے میں وہ خود ظاہر ہو گیا ہے۔

اقرار دراہم والے شخص کی تصدیق کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَقَرَّ اَنَّهُ قَبَضَ مِنْ فُلَانٍ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ ادَّعَى اَنَّهَا زُيُوفٌ صُدِّقَ) وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ اقْتَضَى، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ الْقَبْضِ اَيْضًا .

وَوَجْهُهُ اَنَّ الزُّيُوفَ مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ اِلَّا اَنَّهَا مَعِيبَةٌ، وَلِهٰذَا لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ فِي الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ جَازَ، وَالْقَبْضُ لَا يَخْتَصُّ بِالْجِيَادِ فَيُصَدَّقُ لِاَنَّهُ اَنْكَرَ قَبْضَ حَقِّهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَقَرَّ اَنَّهُ قَبَضَ الْجِيَادَ اَوْ حَقَّهُ اَوِ الثَّمَنَ اَوِ اسْتَوْفَى لِاِقْرَارِهِ بِقَبْضِ الْجِيَادِ صَرِيحًا اَوْ دَلَالَةً فَلَا يُصَدَّقُ وَالنَّبَهْرَجَةُ كَالزُّيُوفِ وَفِي السَّتُّوقَةِ لَا يُصَدَّقُ لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ، حَتّٰى لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ فِيمَا ذَكَرْنَا لَا يَجُوزُ .

وَالزَّيْفُ مَا زَيَّفَهُ بَيْتُ الْمَالِ، وَالنَّبَهْرَجَةُ مَا يَرُدُّهُ التُّجَّارُ، وَالسَّتُّوقَةُ مَا يَغْلِبُ عَلَيْهِ الْغِشُّ .

فرمایا: اور جس شخص نے اقرار کیا ہے کہ اس نے فلاں بندے کے دس دراہم پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اس کے بعد اس نے ان کے کھوٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ جبکہ بعض نسخوں میں "اقتضی" یعنی اس نے تقاضہ کیا کا لفظ بھی موجود ہے اور اس سے مراد بھی قبضہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کھوٹے بھی دراہم ہی کی جنس میں سے ہیں۔ البتہ وہ عیب والے ہیں اسی دلیل کے سبب جب کسی نے عقد صرف اور عقد سلم میں کھوٹے دراہم میں چشم پوشی سے کام لیا تو جائز ہے لہٰذا قبضہ کرنا عمدہ (سکوں) کے ساتھ خاص نہ ہوگا کیونکہ مدعی کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ اس نے اپنے حق پر قبضہ کرنے سے انکار کیا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے جب اس نے یہ اقرار کیا کہ اس نے عمدہ سکوں پر قبضہ کیا ہے یا اپنے حق یا اپنی قیمت پر قبضہ کیا ہے یا اس نے اقرار کیا کہ میں پورا وصول کر لیا ہے کیونکہ اب اس نے کھرے دراہم پر قبضہ کرنے یا بطور صراحت یا دلالت اقرار کیا ہے پس اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور نبہرجہ کھوٹے سکوں کی طرح ہے جبکہ ستوقہ میں تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ جنس دراہم سے میں نہیں ہے حتیٰ کہ جب کسی نے ستوقہ سے عقد سلم وغیرہ میں چشم پوشی سے کام لیا تو جائز نہ ہو گا۔

زیوف وہ دراہم ہیں جن کو بیت المال نے کھوٹا قرار دیا ہے اور نبہرجہ وہ دراہم ہیں جن کو تاجروں نے رد کر دیا ہے اور ستوقہ وہ دراہم ہیں جن میں کھوٹ کا غلبہ ہو۔

ہزار دراہم کا اقرار وانکار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ لَكَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَقَالَ لَيْسَ لِي عَلَيْكَ شَيْءٌ ثُمَّ قَالَ فِي مَكَانِهِ بَلْ لِي عَلَيْكَ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ) لِأَنَّ إِقْرَارَهُ هُوَ الْأَوَّلُ وَقَدْ ارْتَدَّ بِرَدِّ الْمُقَرِّ لَهُ، وَالثَّانِي دَعْوَى فَلَا بُدَّ مِنَ الْحُجَّةِ أَوْ تَصْدِيقِ خَصْمِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ اشْتَرَيْت وَأَنْكَرَ الْآخَرُ لَهُ أَنْ يُصَدِّقَهُ، لِأَنَّ أَحَدَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ لَا يَتَفَرَّدُ بِالْفَسْخِ كَمَا لَا يَتَفَرَّدُ بِالْعَقْدِ، وَالْمَعْنَى أَنَّهُ حَقُّهُمَا فَبَقِيَ الْعَقْدُ فَعَمِلَ التَّصْدِيقُ، أَمَّا الْمُقَرُّ لَهُ يَتَفَرَّدُ بِرَدِّ الْإِقْرَارِ فَافْتَرَقَا .

فرمایا: اور جب شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار دراہم ہیں تو دوسرے نے کہا کہ میرا تم پر کچھ نہ ہے اس کے بعد پہلے آدمی اسی جگہ پر کہا بلکہ تجھ پر میرے ایک ہزار دراہم ہیں تب بھی اس پر کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا پہلا اقرار تھا جو مقر لہ کے رد کرنے کے سبب رد ہوگئی ہے۔ جبکہ دوسرا دعویٰ ہے پس اس کے خصم یا دلیل کی تصدیق ضروری ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تم نے خریدا ہے اور دوسرے نے انکار کردیا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ خریدار کے قول کی تصدیق کرے کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک اکیلا عقد کو فسخ کرنے والا نہیں ہے۔ جس طرح کوئی اکیلا عقد نہیں کرسکتا۔ اور اس میں اصل یہ ہے کہ فسخ کرنا ان دونوں کا حق ہے پس عقد باقی رہے گا جبکہ عمل تصدیق پر کیا جائے گا۔ البتہ مقر لہ اکیلا ہی اقرار کو رد کرسکتا ہے کیونکہ دونوں مسائل ایک دوسرے الگ ہو چکے ہیں۔

مدعی اور مدعی علیہ دونوں کی گواہی پر مدعی علیہ کی شہادت مقبول ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى عَلَى آخَرَ مَالًا فَقَالَ مَا كَانَ لَكَ عَلَيَّ شَيْءٌ قَطُّ فَأَقَامَ الْمُدَّعِي الْبَيِّنَةَ عَلَى أَلْفٍ وَأَقَامَ هُوَ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْقَضَاءِ قُبِلَتْ بَيِّنَتُهُ) وَكَذَلِكَ عَلَى الْإِبْرَاءِ .

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا تُقْبَلُ لِأَنَّ الْقَضَاءَ يَتْلُو الْوُجُوبَ وَقَدْ أَنْكَرَهُ فَيَكُونُ مُنَاقِضًا .

وَلَنَا أَنَّ التَّوْفِيقَ مُمْكِنٌ لِأَنَّ غَيْرَ الْحَقِّ قَدْ يُقْضَى وَيَبْرَأُ مِنْهُ دَفْعًا لِلْخُصُومَةِ وَالشَّغَبِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يُقَالُ قَضَى بِبَاطِلٍ وَقَدْ يُصَالَحُ عَلَى شَيْءٍ فَيَثْبُتُ ثُمَّ يُقْضَى، وَكَذَا إِذَا قَالَ لَيْسَ لَكَ عَلَيَّ شَيْءٌ قَطُّ لِأَنَّ التَّوْفِيقَ أَظْهَرُ .

اور جب ایک بندے نے دوسرے پر مال کو دعویٰ کردیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ تمہارا مجھ پر کوئی مال نہیں ہے اس کے بعد مدعی نے ایک ہزار شہادت قائم کردی۔ جبکہ مدعی علیہ نے ادائیگی پر شہادت قائم کردی ہے یا بری ہونے پر شہادت قائم کردی ہے تو مدعی علیہ کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: مدعی علیہ کی گواہی قبول نہ کی جائے گی کیونکہ ادائیگی وجوب کے بعد ہوا کرتی ہے جبکہ اس نے وجوب کا انکار کردیا ہے پس وہ مناقض ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ان میں موافقت کرنا ممکن ہے کیونکہ جھگڑے کوختم کرنے کے لئے کبھی ناحق کو بھی ادا ئیگی کر دی جاتی ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے ناحق ادا کیا ہے اور کبھی کسی چیز پر صلح کی جاتی ہے پس وہ چیز ثابت ہوتی ہے اور اس کے بعد ادا ہوتی ہے اور اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا تمہارا مجھ پر کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اب موافقت کرنا ظاہر ہے۔

مدعی علیہ کے انکار معرفت کا بیان

(وَلَوْ قَالَ مَا كَانَ لَكَ عَلَيَّ شَيْءٌ قَطُّ وَلَا اَعْرِفُكَ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَتُهُ عَلَى الْقَضَاءِ) وَكَذَا عَلَى الْإِبْرَاءِ لِتَعَذُّرِ التَّوْفِيقِ لِاَنَّهُ لَا يَكُونُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، اَخْذٌ وَاِعْطَاءٌ وَقَضَاءٌ وَاقْتِضَاءٌ وَمُعَامَلَةٌ بِدُوْنِ الْمَعْرِفَةِ .

وَذَكَرَ الْقُدُوْرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ تُقْبَلُ اَيْضًا لِاَنَّ الْمُحْتَجِبَ اَوِ الْمُخَدَّرَةَ قَدْ يُؤْذَى بِالشَّغَبِ عَلٰى بَابِهِ فَيَاْمُرُ بَعْضَ وُكَلَائِهِ بِاِرْضَائِهِ وَلَا يَعْرِفُهُ ثُمَّ يَعْرِفُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَمْكَنَ التَّوْفِيقُ .

اور جب مدعی علیہ نے کہا کہ تمہارا مجھ پر کچھ نہ ہے بلکہ میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں ہوں جبکہ ادا کرنے پر اس نے گواہی بھی قائم کر دی ہے تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی اور وہ بری ہونے پر مقبول نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ان میں موافقت کرنا ممکن نہ رہا ہے۔ کیونکہ پہچان کے بغیر دو بندوں میں لین دین ہو سکتا ہے نہ ہی ادائیگی، وصولی اور نہ معاملہ و مصالحت ہو سکتی ہے۔

صاحب قدوری علیہ الرحمہ نے کہا کہ اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی کیونکہ گوشہ نشین انسان اور پردہ نشین عورت کو بعض اوقات اپنے دروازے پر ہونے والا شور شرابہ تکلیف دینے والا ہے۔ اس کے بعد کوئی اپنے وکیل کو اسے راضی کرنے کا حکم دیتا ہے حالانکہ وہ اس کو جانتا ہی نہیں ہے جبکہ اس کے بعد اس کو وہ پہچان لیتا ہے پس یہاں بھی موافقت کرنا ممکن ہے۔

انکار شراء پر بیچنے والے کی گواہی کے مقبول ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ ادَّعٰى عَلٰى آخَرَ اَنَّهُ بَاعَهُ جَارِيَتَهُ فَقَالَ لَمْ اَبِعْهَا مِنْكَ قَطُّ فَاَقَامَ الْمُشْتَرِي الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ فَوَجَدَ بِهَا اُصْبُعًا زَائِدَةً فَاَقَامَ الْبَائِعُ الْبَيِّنَةَ اَنَّهُ بَرِءَ اِلَيْهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَةُ الْبَائِعِ) وَعَنْ اَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهَا تُقْبَلُ اعْتِبَارًا بِمَا ذَكَرْنَا .

وَوَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ شَرْطَ الْبَرَاءَةِ تَغْيِيرٌ لِلْعَقْدِ مِنِ اقْتِضَاءِ وَصْفِ السَّلَامَةِ اِلٰى غَيْرِهِ فَيَسْتَدْعِي وُجُوْدَ الْبَيْعِ وَقَدْ اَنْكَرَهُ فَكَانَ مُنَاقِضًا، بِخِلَافِ الدَّيْنِ لِاَنَّهُ قَدْ يُقْضٰى وَاِنْ كَانَ بَاطِلًا عَلٰى مَا مَرَّ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا اور اس نے مدعی سے ایک باندی خریدی ہے اور مدعی علیہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے کبھی کوئی باندی نہ بیچی ہے۔ اس کے بعد مدعی نے گواہی قائم کر دی ہے اور اس باندی میں ایک انگلی زائد نکل آئی ہے اور بیچنے والے نے اس پر گواہی قائم کر دی ہے کہ وہ اس کے ہر عیب سے بری ہے تو بیچنے والے کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مذکورہ مسائل پر قیاس کرتے ہوئے بیچنے والے کی گواہی کو قبول کیا جائے گا جبکہ ظاہر الروایت میں دلیل یہ ہے کہ برأت کی شرط لگانا یہ عقد کے تقاضے کو سلامتی والے وصف سے غیر سلامتی والے کی جانب پھیرنا ہے کیونکہ وہ بیع کی موجودگی کا تقاضہ کرے گا۔ حالانکہ بیچنے والے نے بیع کا انکار کر دیا ہے کیونکہ وہ مناقض سمجھا جائے گا۔ یہ خلاف دین کے کیونکہ بعض اوقات دین ادا کیا جاتا ہے خواہ وہ ناحق ہو جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

تحریر کردہ مکتوب کے ذریعے ولایت منتقل کرنے کا بیان

قَالَ (ذِكْرُ حَقٍّ كُتِبَ فِي اَسْفَلِهِ وَمَنْ قَامَ بِهٰذَا الذِّكْرِ الْحَقِّ فَهُوَ وَلِيٌّ مَا فِيهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، اَوْ كُتِبَ فِي شِرَاءٍ فَعَلٰى فُلَانٍ خَلَاصُ ذٰلِكَ وَتَسْلِيمُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَطَلَ الذِّكْرُ كُلُّهُ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَقَالَا : اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ عَلَى الْخَلَاصِ وَعَلٰى مَنْ قَامَ بِذِكْرِ الْحَقِّ، وَقَوْلُهُمَا اسْتِحْسَانٌ ذَكَرَهُ فِي الْاِقْرَارِ) لِاَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ يَنْصَرِفُ اِلٰى مَا يَلِيهِ لِاَنَّ الذِّكْرَ لِلِاسْتِيثَاقِ، وَكَذَا الْاَصْلُ فِي الْكَلَامِ الِاسْتِبْدَادُ وَلَهُ اَنَّ الْكُلَّ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ بِحُكْمِ الْعَطْفِ فَيُصْرَفُ اِلَى الْكُلِّ كَمَا فِي الْكَلِمَاتِ الْمَعْطُوفَةِ مِثْلِ قَوْلِهِ عَبْدُهُ حُرٌّ وَامْرَاَتُهُ طَالِقٌ وَعَلَيْهِ الْمَشْيُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ؛ وَلَوْ تَرَكَ فُرْجَةً قَالُوْا : لَا يَلْتَحِقُ بِهِ وَيَصِيرُ كَفَاصِلِ السُّكُوتِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

فرمایا: اور جب کسی نے ایک تحریر لکھی اور اس مکتوب کے نیچے لکھ دیا ہے جو شخص اس تحریر کو پائے وہ اس میں لکھے ہوئے احکام کا ولی ہے ان شاء اللہ یا کسی نے شراء کے بارے میں لکھ دیا ہے کہ فلاں پر اس کو خاص کرنا اور خریدار کے حوالے کرنا واجب ہے۔ ان شاء اللہ کہا تو ساری تحریر باطل ہو جائے گی یہ حکم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ لفظ ''ان شاء اللہ'' یہ خلاصی اور اس پر ہے جس نے حق کے ساتھ قائم کیا'' کے حکم میں ہے اور ان کا یہ قول بطور استحسان ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط کتاب الاقرار میں اس کو بیان کیا ہے کیونکہ استثناء اپنے متصل کی جانب پھیرنے والا ہے۔ کیونکہ تحریر مضبوط کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ کلام میں مستقل ہونا اصل ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عطف کے سبب پوری تحریر ایک چیز کی مانند ہے پس لفظ ان شاء اللہ کو اس ساری تحریر کی جانب پھیرا جائے گا جس طرح عطف والے کلمات میں ہوا کرتا ہے جس طرح قائل کا یہ قول ہے ''عَبْدُهُ حُرٌّ وَامْرَاَتُهُ طَالِقٌ وَعَلَيْهِ الْمَشْيُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى '' اور جب لکھنے والے شخص نے درمیان کوئی خالی جگہ چھوڑی ہے تو مشائخ نے فرمایا: اب یہ تحریر سے متصل نہ ہوگا پس یہ سکوت کے سبب فصل کرنے والے کی مانند ہو جائے گا۔

فَصْلٌ فِي الْقَضَاءِ بِالْمَوَارِيثِ

﴿یہ فصل مواریث کی قضاء کے بیان میں ہے﴾

فصل قضائے مواریث کی فقہی مطابقت کا بیان

میراث کے احکام جس طرح کسی شخص کی زندگی کے بعد مرتب ہوتے ہیں اسی طرح اس فصل میں چونکہ میراث کے قضاء کے بارے میں بیان کیا جائے گا لہٰذا اس کو سابقہ فصل سے مؤخر ذکر کیا گیا ہے۔ تا کہ طبعی مطابقت ہو جائے۔

نصرانی کی موت کے بعد اس کی بیوی کے مسلمان ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ نَصْرَانِيٌّ فَجَاءَتْ امْرَأَتُهُ مُسْلِمَةً وَقَالَتْ أَسْلَمْت بَعْدَ مَوْتِهِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ أَسْلَمَتْ قَبْلَ مَوْتِهِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْوَرَثَةِ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ : الْقَوْلُ قَوْلُهَا لِأَنَّ الْإِسْلَامَ حَادِثٌ فَيُضَافُ إِلَى أَقْرَبِ الْأَوْقَاتِ .

وَلَنَا أَنَّ سَبَبَ الْحِرْمَانِ ثَابِتٌ فِي الْحَالِ فَيَثْبُتُ فِيمَا مَضَى تَحْكِيمًا لِلْحَالِ كَمَا فِي جَرَيَانِ مَاءِ الطَّاحُونَةِ ؛ وَهَذَا ظَاهِرٌ نَعْتَبِرُهُ لِلدَّفْعِ ؛ وَمَا ذَكَرَهُ يَعْتَبِرُهُ لِلِاسْتِحْقَاقِ ؛ وَلَوْ مَاتَ الْمُسْلِمُ وَلَهُ امْرَأَةٌ نَصْرَانِيَّةٌ فَجَاءَتْ مُسْلِمَةً بَعْدَ مَوْتِهِ وَقَالَتْ أَسْلَمْت قَبْلَ مَوْتِهِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ أَسْلَمَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُمْ أَيْضًا، وَلَا يُحَكَّمُ الْحَالُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً لِلِاسْتِحْقَاقِ وَهِيَ مُحْتَاجَةٌ إِلَيْهِ، أَمَّا الْوَرَثَةُ فَهُمْ الدَّافِعُونَ وَيَشْهَدُ لَهُمْ ظَاهِرُ الْحُدُوثِ أَيْضًا

فرمایا: اور جب کوئی نصرانی فوت ہو گیا ہے اس کی بیوی مسلمان ہو کر آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اس کی موت کے بعد اسلام قبول کیا ہے لیکن میت کے ورثاء نے کہا بلکہ تو اس کی موت سے پہلے مسلمان ہوئی ہے تو ورثاء کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ عورت کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اسلام قبول کرنا نئی بات ہے پس اس کو قریبی وقت کی جانب منسوب کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ میراث سے محروم ہونے کا سبب اس حالت میں ثابت ہو چکا ہے پس استصحاب حال کو حکم بناتے ہوئے کہا جائے گا کیونکہ زمانہ ماضی میں بھی حرمان ثابت ہوگا۔ جس طرح پن چکی سے جاری ہونے والے پانی کا بیان ہے۔ اور یہی ظاہر

ہے جس کا ہم اعتبار کرتے ہیں۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ حق ثابت کرنے کے لئے اعتبار کرتے ہیں۔

اور جب کوئی مسلمان فوت ہوا اور اس کی بیوی نصرانیہ ہے اس کے بعد وہ اس کی موت کے بعد مسلمان ہوگئی ہے اور اس نے کہا کہ میں نے اس کی موت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا جبکہ ورثاء نے کہا کہ وہ موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے تو ورثاء کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس ظاہری حالت کو حکم نہ بنایا جائے گا۔ کیونکہ ظاہری حالت حق کو ثابت کرنے کی صلاحیت رکھنے والی نہیں ہے جبکہ عورت اسی کی محتاج ہے جبکہ ورثا تو اس کو دور کرنے والے ہیں اور ظاہری حدوث بھی ان کی شہادت دینے والا ہے۔

بطور نیابت وارث کے حق کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ فِي يَدِ رَجُلٍ اَرْبَعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ وَدِيعَةً فَقَالَ الْمُسْتَوْدَعُ هٰذَا ابْنُ الْمَيِّتِ لَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ فَإِنَّهُ يَدْفَعُ الْمَالَ إِلَيْهِ) لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّ مَا فِي يَدِهِ حَقُّ الْوَارِثِ خِلَافَةً فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ أَنَّهُ حَقُّ الْمُوَرِّثِ وَهُوَ حَيٌّ أَصَالَةً، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَقَرَّ لِرَجُلٍ أَنَّهُ وَكِيلُ الْمُودِعِ بِالْقَبْضِ أَوْ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ مِنْهُ حَيْثُ لَا يُؤْمَرُ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِقِيَامِ حَقِّ الْمُودِعِ إِذْ هُوَ حَيٌّ فَيَكُونُ إِقْرَارًا عَلَى مَالِ الْغَيْرِ، وَلَا كَذَلِكَ بَعْدَ مَوْتِهِ، بِخِلَافِ الْمَدْيُونِ إِذَا أَقَرَّ بِتَوْكِيلِ غَيْرِهِ بِالْقَبْضِ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُقْضَى بِأَمْثَالِهَا فَيَكُونُ إِقْرَارًا عَلَى نَفْسِهِ فَيُؤْمَرُ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ.

فرمایا: اور جب کوئی شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس کے چار ہزار دراہم دوسرے کے پاس ودیعت کے طور پر تھے اس کے بعد ودیعت رکھنے والے نے کہا کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور اس کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اور وہ ذکر کردہ مال میت کے بیٹے کے حوالے کردے گا کیونکہ اس نے یہی اقرار کیا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بطور نیابت میت کے وارث کا حق ہے اور جب اس نے اقرار کیا تو اصلاً یہ مورث کا حق ہے اور اس کا مورث زندہ بھی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مستودع نے کسی ایسے بندے کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ یہ مودع آدمی کا قبضہ کردہ وکیل ہے یا اس نے مودع سے وہ مال خرید لیا ہے جبکہ مقر لہ کو دینے کا حکم نہ دیا جائے گا کیونکہ مستودع نے مودع کے حق کو باقی رہنے کا اقرار کیا ہے۔ کیونکہ وہ زندہ ہے پس یہ غیر کے مال کے لئے اقرار ہوگا۔ جبکہ مودع کی موت کے بعد ایسا نہ ہوگا بہ خلاف مدیون کے کیونکہ جب اس نے دوسرے آدمی کے بارے میں قرض خواہ کی جانب وکیل بہ قبض ہونے کا اقرار کیا ہے کیونکہ مثلی قرضوں کو ادا کیا جاتا ہے پس وہ اپنی ذات پر اقرار کو ثابت کرنے والا ہے کیونکہ قرض دار کو وکیل بہ قبض کے حوالے کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

مودع کے دوسرے وارث کے اقرار کا بیان

(فَلَوْ قَالَ الْمُودَعُ لِآخَرَ هٰذَا ابْنُهُ أَيْضًا وَقَالَ الْأَوَّلُ لَيْسَ لَهُ ابْنٌ غَيْرِي قَضَى بِالْمَالِ لِلْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ لَمَّا صَحَّ إِقْرَارُهُ لِلْأَوَّلِ انْقَطَعَ يَدُهُ عَنِ الْمَالِ فَيَكُونُ هٰذَا إِقْرَارًا عَلَى الْأَوَّلِ فَلَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ لِلثَّانِي، كَمَا إِذَا كَانَ الْأَوَّلُ ابْنًا مَعْرُوفًا، وَلِأَنَّهُ حِينَ أَقَرَّ لِلْأَوَّلِ لَا مُكَذِّبَ لَهُ فَصَحَّ.

وَحِينَ اَقَرَّ لِلثَّانِي لَهُ مُكَذِّبٌ فَلَمْ يَصِحَّ .

اور جب مودع نے دوسرے شخص کے بارے میں کہا کہ یہ بھی میت کا بیٹا ہے اور پہلے بیٹے نے کہا کہ میرے سوا میت کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو پہلے کے لئے مال کا فیصلہ کیا جائے گا کیونکہ جب پہلے کے لئے مودع کا اقرار صحیح ہوا ہے تو مال سے اس کا قبضہ منع ہو گیا ہے پس دوسری بار کا اقرار پہلے پر ہو گا پس دوسرے کے لئے اس کا اقرار درست نہ ہو گا جس طرح جب اس کا پہلا لڑکا مشہور ہوا، اور اس نے اس کے لئے اقرار کیا تو اس کسی نے بھی نے اس کو جھٹلایا نہیں۔ پس وہ اقرار درست ہو چکا ہے اور جب اس نے دوسرے کے لئے اقرار کیا ہے تو اب اس کو جھٹلانے والا پایا گیا ہے۔ لہٰذا یہ اقرار درست نہ ہو گا۔

قرض خواہوں اور ورثاء پر تقسیم وراثت میں عدم کفالت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا قُسِمَ الْمِيرَاثُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَالْوَرَثَةِ فَاِنَّهُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ كَفِيلٌ وَلَا مِنْ وَارِثٍ وَهٰذَا شَيْءٌ احْتَاطَ بِهِ بَعْضُ الْقُضَاةِ وَهُوَ ظُلْمٌ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا : يُؤْخَذُ الْكَفِيلُ، وَالْمَسْاَلَةُ فِيمَا اِذَا ثَبَتَ الدَّيْنُ وَالْاِرْثُ بِالشَّهَادَةِ وَلَمْ يَقُلِ الشُّهُودُ لَا نَعْلَمُ لَهُ وَارِثًا غَيْرَهُ .

لَهُمَا اَنَّ الْقَاضِيَ نَاظِرٌ لِلْغُيَّبِ، وَالظَّاهِرُ اَنَّ فِي التَّرِكَةِ وَارِثًا غَائِبًا اَوْ غَرِيمًا غَائِبًا، لِاَنَّ الْمَوْتَ قَدْ يَقَعُ بَغْتَةً فَيُحْتَاطُ بِالْكَفَالَةِ . كَمَا اِذَا دَفَعَ الْاٰبِقَ وَاللُّقَطَةَ اِلٰى صَاحِبِهِ وَاَعْطَى امْرَاَةَ الْغَائِبِ النَّفَقَةَ مِنْ مَالِهِ .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ حَقَّ الْحَاضِرِ ثَابِتٌ قَطْعًا، اَوْ ظَاهِرًا فَلَا يُؤَخَّرُ لِحَقٍّ مَوْهُومٍ اِلٰى زَمَانِ التَّكْفِيلِ كَمَنْ اَثْبَتَ الشِّرَاءَ مِمَّنْ فِي يَدِهِ اَوْ اَثْبَتَ الدَّيْنَ عَلَى الْعَبْدِ حَتّٰى بِيعَ فِي دَيْنِهِ لَا يُكَفَّلُ، وَلِاَنَّ الْمَكْفُولَ لَهُ مَجْهُولٌ فَصَارَ كَمَا اِذَا كُفِلَ لِاَحَدِ الْغُرَمَاءِ بِخِلَافِ النَّفَقَةِ لِاَنَّ حَقَّ الزَّوْجِ ثَابِتٌ وَهُوَ مَعْلُومٌ . وَاَمَّا الْاٰبِقُ وَاللُّقَطَةُ فَفِيهِ رِوَايَتَانِ، وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ عَلَى الْخِلَافِ .وَقِيلَ اِنْ دَفَعَ بِعَلَامَةِ اللُّقَطَةِ اَوْ اِقْرَارِ الْعَبْدِ يُكَفَّلُ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ الْحَقَّ غَيْرُ ثَابِتٍ، وَلِهٰذَا كَانَ لَهُ اَنْ يَمْنَعَ .

وَقَوْلُهُ ظُلْمٌ : اَيْ مَيْلٌ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَهٰذَا يَكْشِفُ عَنْ مَذْهَبِهِ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ لَا كَمَا ظَنَّهُ الْبَعْضُ .

فرمایا: اور جب قاضی میت کے قرض خواہوں اور وارثوں کے درمیان میراث کو تقسیم کرے تو غرماء و ورثاء سے کوئی کفیل نہ لیا جائے گا۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے ساتھ بعض قاضیوں نے احتیاط سے کام لیا ہے۔ جبکہ یہ زیادتی ہے اور یہ ضمم امام

اعظم رٹی ٹائنہ کے مطابق ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ قاضی کفیل لے سکتا ہے۔ اور حکم اس وقت ہے جب دین اور میراث شہادت کے ذریعے ثابت ہوئے ہیں۔ اور گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم اس کے سوامیت کا کوئی وارث نہیں پاتے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے قاضی غائب لوگوں کی نگرانی کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح ظاہر ہے کہ ترکہ میں کوئی وارث یا قرض خواہ غائب ہے۔ کیونکہ اچانک موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ پس قاضی کفیل لیتے ہوئے احتیاط کرے گا جس طرح قاضی بھاگنے والے غلام کو اس کے مالک کو دے دینے والا ہے یا لقطہ اس کے مالک کو دینے والا ہے یا غائب کی بیوی کو اسکے مال سے نفقہ دینے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رٹی ٹائنہ کی دلیل یہ ہے جو حقدار موجود ہے اس کا حق تو یقینی طور پر ثابت ہے اور ظاہری طور پر بھی ثابت ہے پس حق میں وہم کے سبب سے کفیل دینے کے وقت تک اس کے حق کو مؤخر نہ کیا جائے گا۔ جس طرح کسی قبضہ کرنے والے نے شراء کو ثابت کیا ہے۔ یا اس نے غلام پر قرضہ ثابت کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ غلام اس قرض میں بیچ دیا گیا ہے تو خریدار یا قرض خواہ سے اس کا کفیل نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ مکفول لہ مجہول ہے پس وہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح قرض خواہوں میں سے کوئی ایک کفیل ہوا ہے۔ بہ خلاف نفقہ کے کیونکہ شوہر کا حق ثابت ہے اور وہ معلوم بھی ہے۔

البتہ بھگوڑے غلام اور لقطہ کا مسئلہ ہے تو اس میں دو روایات ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جب قاضی نے لقطہ اس نشانی بیان کرنے پر اس کے مالک کو دیا ہے یا غلام کے اقرار کے سبب اس کو دیا ہے تو بہ اتفاق مالک سے کفیل لیا جائے گا۔ کیونکہ حق ثابت نہ ہوا ہے۔ اس لئے قاضی کا ان کو روکنے کا اختیار ہے۔ اور ماتن کا قول ''زیادتی'' اس بات کو واضح کرنے والا ہے کہ امام اعظم رٹی ٹائنہ کا مذہب یہ ہے کہ مجتہد غلطی بھی کر سکتا ہے اور صحیح بھی ہوتا ہے اور اس طرح نہیں ہے۔ جس طرح لوگوں نے بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔

میراث کے اشتراک کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتِ الدَّارُ فِي يَدِ رَجُلٍ وَأَقَامَ الْآخَرُ الْبَيِّنَةَ أَنَّ أَبَاهُ مَاتَ وَتَرَكَهَا مِيرَاثًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ فُلَانٍ الْغَائِبِ قُضِيَ لَهُ بِالنِّصْفِ وَتَرَكَ النِّصْفَ الْآخَرَ فِي يَدِ الَّذِي هِيَ فِي يَدِهِ وَلَا يَسْتَوْثِقُ مِنْهُ بِكَفِيلٍ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا : إِنْ كَانَ الَّذِي هِيَ فِي يَدِهِ جَاحِدًا أُخِذَ مِنْهُ وَجُعِلَ فِي يَدِ أَمِينٍ، وَإِنْ لَمْ يَجْحَدْ تُرِكَ فِي يَدِهِ) لَهُمَا أَنَّ الْجَاحِدَ خَائِنٌ فَلَا يُتْرَكُ الْمَالُ فِي يَدِهِ، بِخِلَافِ الْمُقِرِّ لِأَنَّهُ أَمِينٌ .

وَلَهُ أَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ لِلْمَيِّتِ مَقْصُودًا وَاحْتِمَالُ كَوْنِهِ مُخْتَارَ الْمَيِّتِ ثَابِتٌ فَلَا تُنْقَضُ يَدُهُ كَمَا إِذَا كَانَ مُقِرًّا وَجُحُودُهُ قَدْ ارْتَفَعَ بِقَضَاءِ الْقَاضِي، وَالظَّاهِرُ عَدَمُ الْجُحُودِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ لِصَيْرُورَةِ الْحَادِثَةِ مَعْلُومَةً لَهُ وَلِلْقَاضِي،

فرمایا اور جب کسی شخص کے قبضہ میں مکان ہے اور دوسرے بندے نے اس پر شہادت قائم کر دی ہے کہ اس کا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے مکان کو میرے اور فلاں میرے غائب بھائی کے درمیان بطور میراث چھوڑا ہے۔ تو اس کے لئے آدھے مکان کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور باقی نصف اس آدمی کے پاس چھوڑ دیا جائے گا۔ جس کے قبضہ میں مکان ہے جبکہ اس وثوق کے لئے کفیل نہ لیا جائے گا اور یہ حکم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب قبضہ کرنے والا انکار کرنے والا ہے تو باقی نصف اس سے لیا جائے گا۔ اور اس کو کسی امین کے قبضہ میں دے دیا جائے گا اور جب اس نے انکار نہیں کیا تو اسی کے ہاں چھوڑ دیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ انکار کرنے والا خائن ہے پس اسکے قبضہ میں مال نہ چھوڑا جائے گا۔ بہ خلاف مقر کے کیونکہ امانت دار وہی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ فیصلہ میت کے قصد کے لئے ہوا ہے اور قبضہ کرنے والے کا تعلق میت کی جانب سے اختیار کردہ ثابت ہے۔ پس اس کا قبضہ ختم نہ ہوگا۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب وہ مقر ہو اور کا انکار قاضی کے فیصلے سے ختم ہو جائے گا۔ اور آئندہ اس کا منکر ہونا ظاہر نہ ہوگا۔ اس لئے یہ واقعہ معلوم اس کو بھی ہے اور قاضی بھی جانتا ہے۔

منقول چیز میں دعویٰ کرنے کا بیان

وَلَوْ كَانَتِ الدَّعْوَى فِي مَنْقُولٍ فَقَدْ قِيلَ يُؤْخَذُ مِنْهُ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى الْحِفْظِ وَالنَّزْعُ أَبْلَغُ فِيهِ، بِخِلَافِ الْعَقَارِ لِأَنَّهَا مُحَصَّنَةٌ بِنَفْسِهَا وَلِهَذَا يَمْلِكُ الْوَصِيُّ بَيْعَ الْمَنْقُولِ عَلَى الْكَبِيرِ الْغَائِبِ دُونَ الْعَقَارِ، وَكَذَا حُكْمُ وَصِيِّ الْأُمِّ وَالْأَخِ وَالْعَمِّ عَلَى الصَّغِيرِ.

وَقِيلَ الْمَنْقُولُ عَلَى الْخِلَافِ أَيْضًا، وَقَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيهِ أَظْهَرُ لِحَاجَتِهِ إِلَى الْحِفْظِ، وَإِنَّمَا لَا يُؤْخَذُ الْكَفِيلُ لِأَنَّهُ إِنْشَاءُ خُصُومَةٍ وَالْقَاضِي إِنَّمَا نُصِبَ لِقَطْعِهَا لَا لِإِنْشَائِهَا،

اور جب کسی شخص نے منقول چیز میں دعویٰ کر دیا ہے۔ تو ایک قول کے مطابق قابض سے بہ اتفاق مال وصول کر لیا جائے گا۔ اس لئے کہ اسے تحفظ کی ضرورت ہے اور وصول کرنے میں تحفظ ہے بہ خلاف غیر منقول جائیداد کے کیونکہ وہ تو خود بہ خود محفوظ ہے۔ اسی دلیل کے سبب وصی اور بالغ غائب ہونے والے پر منقول کی بیع کا مالک ہوتا ہے جبکہ بیع عقار کا مالک نہ ہو گا۔ اور ماں، بھائی اور چچا کے وصی نابالغ کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ منقول جائیداد بھی اختلافی ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول زیادہ اسی میں ظاہر ہے کیونکہ اس کو تحفظ کی ضرورت ہے اور کے لئے کفیل بھی نہیں جائے گا اس لئے کفیل لینے سے جھگڑا پیدا ہوگا۔ جبکہ قاضی کو خصومت ختم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے جبکہ انشائے خصومت کے لئے نہیں بنایا گیا۔ (یعنی جھگڑا جاری رکھنے کے لئے نہیں بنایا جاتا ہے)

غائب وارث کے آنے پر دوبارہ گواہی قائم نہ کرنے کا بیان

وَاِذَا حَضَرَ الْغَائِبُ لَا يَحْتَاجُ اِلَى اِعَادَةِ الْبَيِّنَةِ وَيُسَلَّمُ النِّصْفُ اِلَيْهِ بِذٰلِكَ الْقَضَاءِ لِاَنَّ اَحَدَ الْوَرَثَةِ يَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ الْبَاقِيْنَ فِيْمَا يَسْتَحِقُّ لَهُ وَعَلَيْهِ دَيْنًا كَانَ اَوْ عَيْنًا لِاَنَّ الْمَقْضِيَّ لَهُ وَعَلَيْهِ اِنَّمَا هُوَ الْمَيِّتُ فِي الْحَقِيْقَةِ وَوَاحِدٌ مِنَ الْوَرَثَةِ يَصْلُحُ خَلِيْفَةً عَنْهُ فِي ذٰلِكَ، بِخِلَافِ الْاِسْتِيْفَاءِ لِنَفْسِهِ لِاَنَّهُ عَامِلٌ فِيْهِ لِنَفْسِهِ فَلَا يَصْلُحُ نَائِبًا عَنْ غَيْرِهِ، وَلِهٰذَا لَا يَسْتَوْفِي اِلَّا نَصِيْبَهُ وَصَارَ كَمَا اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ بِدَيْنِ الْمَيِّتِ، اِلَّا اَنَّهُ اِنَّمَا يَثْبُتُ اسْتِحْقَاقُ الْكُلِّ عَلٰى اَحَدِ الْوَرَثَةِ اِذَا كَانَ الْكُلُّ فِي يَدِهِ .ذَكَرَهُ فِي الْجَامِعِ لِاَنَّهُ لَا يَكُوْنُ خَصْمًا بِدُوْنِ الْيَدِ فَيَقْتَصِرُ الْقَضَاءُ عَلٰى مَا فِي يَدِهِ .

اور جب غائب وارث آ پہنچا تو اس کو دوبارہ گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور گذشتہ حکم کے مطابق اس کو نصف حصہ دے دیا جائے گا۔ کیونکہ ورثاء میں سے ایک بندہ بھی دوسرے ورثاء کی جانب سے ہر چیز میں حق کے لئے جھگڑا کرنے والا ہے جو اس کے حقدار ہیں یا اس پر حق ہیں خواہ وہ قرض ہو یا عین ہو کیونکہ جس کے لئے یا جس پر قبضہ کیا گیا ہے وہ حقیقت میں میت ہے اور ورثاء میت میں سے ایک بھی اس کے حق میں خلیفہ بن سکتا ہے بہ خلاف اس کے کہ جب وہ اپنے حق کو وصول کرنے کے لئے وہ اس میں اپنی ذات کے لئے کام کرے۔ تو وہ دوسرے کی جانب سے خلیفہ نہ بن سکے گا۔ کیونکہ اب موجود آدمی صرف اپنا حق وصول کرنے والا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب میت کے قرض پر گواہی قائم کر دی جائے۔ ہاں البتہ ایک وارث کے لئے اسی صورت میں پورے مال کا حق ثابت ہوگا جب سارا مال اس کے قبضہ میں ہو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے۔ کہ موجودہ وارث قبضہ کے سوا جھگڑا کرنے والا نہ ہوگا۔ پس جس کے ہاتھ میں قبضہ ہوگا فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا۔

صدقہ کی وصیت والے مال کا زکوتی مال پر اطلاق ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ مَالِي فِي الْمَسَاكِيْنِ صَدَقَةٌ فَهُوَ عَلٰى مَا فِيْهِ الزَّكَاةُ، وَاِنْ اَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهِ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ) وَالْقِيَاسُ اَنْ يَلْزَمَهُ التَّصَدُّقُ بِالْكُلِّ، وَبِهِ قَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِعُمُوْمِ اسْمِ الْمَالِ كَمَا فِي الْوَصِيَّةِ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ اِيْجَابَ الْعَبْدِ مُعْتَبَرٌ بِاِيْجَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَنْصَرِفُ اِيْجَابُهُ اِلٰى مَا اَوْجَبَ الشَّارِعُ فِيْهِ الصَّدَقَةَ مِنَ الْمَالِ .

اَمَّا الْوَصِيَّةُ فَاُخْتُ الْمِيْرَاثِ لِاَنَّهَا خِلَافَةٌ كَهِيَ فَلَا يَخْتَصُّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالٍ، وَلِاَنَّ الظَّاهِرَ

اِلْتِزَامُ الصَّدَقَةِ مِنْ فَاضِلِ مَالِهِ وَهُوَ مَالُ الزَّكَاةِ، اَمَّا الْوَصِيَّةُ تَقَعُ فِي حَالِ الْاِسْتِغْنَاءِ فَيَنْصَرِفُ اِلَى الْكُلِّ وَتَدْخُلُ فِيهِ الْاَرْضُ الْعُشْرِيَّةُ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهَا سَبَبُ الصَّدَقَةِ، اِذْ جِهَةُ الصَّدَقَةِ فِي الْعُشْرِيَّةِ رَاجِحَةٌ عِنْدَهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا تَدْخُلُ لِاَنَّهَا سَبَبُ الْمُؤْنَةِ، اِذْ جِهَةُ الْمُؤْنَةِ رَاجِحَةٌ عِنْدَهُ، وَلَا تَدْخُلُ اَرْضُ الْخَرَاجِ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّهُ يَتَمَحَّضُ مُؤْنَةً .

فرمایا اور جب کسی شخص نے کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے تو یہ ہر اس مال پر واقع ہوگا جس میں زکوٰۃ واجب ہے اور جب اس نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو وہ ہر ایسی چیز اس کے تہائی مال پر واقع ہوگی جبکہ قیاس یہ ہے اس شخص پر پورے مال کا صدقہ کرنا ضروری ہے اور یہی امام زفر علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ان کی دلیل یہ ہے لفظ عام ہے جو سارے کو شامل ہے جس طرح وصیت میں ہوتا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ بندے کے وجوب کو اللہ کے واجب کردہ حکم پر قیاس کیا جائے گا پس بندے کو وجوب اسی کی جانب لوٹا دیا جائے گا جس میں شریعت نے مال کا صدقہ واجب کیا ہے البتہ جو وصیت ہے وہ میراث کی بہن ہے کیونکہ میراث کی طرح وصیت بھی خلافت ہے کیونکہ وہ ایک مال کو چھوڑ کر دوسرے کے مال کے ساتھ خاص نہ ہوگی۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ اپنے مال سے زائد کا صدقہ کرنا یہ اظہر ہے۔اور مال زائد یہی مال زکوٰۃ ہے۔البتہ وصیت حالت غناء میں واقع ہونے والی ہے لہذا وہ پورے مال کی جانب لوٹنے والی ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس میں عشری زمین بھی داخل ہوگی۔کیونکہ وہ بھی صدقے کا سبب ہے کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک عشری زمین میں صدقہ کی جانب ترجیح شدہ ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک عشری زمین اس میں داخل نہ ہوگی کیونکہ وہ مدد کا سبب ہے کیونکہ ان کے نزدیک مدد کی جانب ترجیح شدہ ہے جبکہ خراجی بہ اتفاق داخل نہ ہوگی کیونکہ وہ تو محض مدد ہی ہے۔

مال ملکیت کو بطور عموم صدقہ کی جانب منسوب کرنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ مَا اَمْلِكُهُ صَدَقَةٌ فِي الْمَسَاكِينِ فَقَدْ قِيلَ يَتَنَاوَلُ كُلَّ مَالٍ لِاَنَّهُ اَعَمُّ مِنْ لَفْظِ الْمَالِ . وَالْمُقَيِّدُ اِيجَابُ الشَّرْعِ وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِلَفْظِ الْمَالِ فَلَا مُخَصِّصَ فِي لَفْظِ الْمِلْكِ فَبَقِيَ عَلَى الْعُمُومِ، وَالصَّحِيحُ اَنَّهُمَا سَوَاءٌ لِاَنَّ الْمُلْتَزِمَ بِاللَّفْظَيْنِ الْفَاضِلُ عَنْ الْحَاجَةِ عَلَى مَا مَرَّ، (ثُمَّ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ سِوَى مَا دَخَلَ تَحْتَ الْاِيجَابِ يُمْسِكُ مِنْ ذَلِكَ قُوتَهُ، ثُمَّ اِذَا اَصَابَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِمِثْلِ مَا اَمْسَكَ) لِاَنَّ حَاجَتَهُ هَذِهِ مُقَدَّمَةٌ وَلَمْ يُقَدِّرْ مُحَمَّدٌ بِشَيْءٍ لِاخْتِلَافِ اَحْوَالِ النَّاسِ فِيهِ .

وَقِيلَ الْمُحْتَرِفُ يُمْسِكُ قُوتَهُ لِيَوْمٍ وَصَاحِبُ الْغَلَّةِ لِشَهْرٍ وَصَاحِبُ الضِّيَاعِ لِسَنَةٍ عَلَى حَسَبِ التَّفَاوُتِ فِي مُدَّةِ وُصُولِهِمْ إِلَى الْمَالِ، وَعَلَى هٰذَا صَاحِبُ التِّجَارَةِ يُمْسِكُ بِقَدْرِ مَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ مَالُهُ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میں جس مال کا مالک ہوں وہ مساکین پر صدقہ ہے تو ایک قول کے مطابق ہر اس مال کو شامل ہوگا کیونکہ ملکیت کا لفظ مال سے عام ہے اور مقید کرنے والا شرعی ایجاب ہے اور وہ لفظ مال کے ساتھ خاص ہے لہٰذا لفظ ملک میں کوئی تخصیص نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ عموم پر باقی رہنے والا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ان کا قائل دونوں الفاظ کو ضرورت سے زائد ہونے کو لازم قرار دے رہا ہے۔ جس طرح کہ اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب ایجاب کے حکم میں داخل ہونے والے مال کے سوا اس کے پاس کوئی مال نہ ہو تو وہ آدمی اس مال میں سے اپنی ضروریات کا مال رکھ لے اور اس کے بعد جب اس کو کچھ مل جائے تو وہ باقی ماندہ کو صدقہ کر دے کیونکہ اس کی یہ ضرورت مقدم ہے۔ اور اس کا کوئی اندازہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں لوگوں کے احوال مختلف ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پیشہ دار عوام ایک دن کے لئے اپنی دیہاڑی روک لے۔

اور وہ شخص جس کے پاس غلہ ہو وہ ایک ماہ کے لئے اس کو روک لے جبکہ کھیت والا ایک سال کے لئے اس کو روک لے اور یہ مقدار ان لوگوں کو مال ملنے کی مدت میں فرق ہونے کے سبب معتبر ہوگی اور اسی قیاس کے موافق تاجر بھی اسی قدر رکھے کہ اس مدت میں اس کا مال واپس آ جائے۔

وصی کا بغیر علم کے وصی ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَوْصَى إِلَيْهِ وَلَمْ يَعْلَمِ الْوَصِيَّةَ حَتّٰى بَاعَ شَيْئًا مِنَ التَّرِكَةِ) فَهُوَ وَصِيٌّ وَالْبَيْعُ جَائِزٌ، وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْوَكِيلِ حَتّٰى يَعْلَمَ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ أَيْضًا لِأَنَّ الْوِصَايَةَ إِنَابَةٌ بَعْدَ الْمَوْتِ فَتُعْتَبَرُ بِالْإِنَابَةِ قَبْلَهُ وَهِيَ الْوَكَالَةُ.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ الْوِصَايَةَ خِلَافَةٌ لِإِضَافَتِهَا إِلَى زَمَانِ بُطْلَانِ الْإِنَابَةِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْعِلْمِ كَمَا فِي تَصَرُّفِ الْوَارِثِ.

أَمَّا الْوَكَالَةُ فَإِنَابَةٌ لِقِيَامِ وِلَايَةِ الْمَنُوبِ عَنْهُ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى الْعِلْمِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ لَوْ تَوَقَّفَ لَا يَفُوتُ النَّظَرُ لِقُدْرَةِ الْمُوَكِّلِ، وَفِي الْأَوَّلِ يَفُوتُ لِعَجْزِ الْمُوصِي (وَمَنْ أَعْلَمَهُ مِنَ النَّاسِ بِالْوَكَالَةِ يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ) لِأَنَّهُ إِثْبَاتُ حَقٍّ لَا إِلْزَامُ أَمْرٍ.

اور جب کسی شخص نے کسی بندے کو وصی بنا دیا تھا جبکہ وہ وصی کو اپنے وصی بننے کا علم بھی نہ تھا حتیٰ کہ اس نے اس کے ترکہ میں سے کسی چیز کی بیع کر دی تو یہ بیع بھی جائز ہے اور وہ شخص وصی بھی ہوگا۔ جبکہ وکیل کی بیع جائز نہ ہوگی حتیٰ کہ اس کو اس کا علم ہو جائے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ پہلی حالت میں بھی بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ وصی ہونا یہ وفات کے بعد قائم مقام ہوا کرتا ہے لہٰذا اس کو ایسی نیابت پر قیاس کیا جائے گا جو موت سے پہلے ہے اور وہ وکالت ہے۔

اور ظاہر روایت کے مطابق فرق کی دلیل یہ ہے کہ وصی ہونا خلیفہ ہونا ہے کیونکہ وہ ایسے وقت کی طرف منسوب ہے جس میں خلیفہ بنانا باطل ہے پس یہ وصی کے علم پر موقوف نہ ہوگا جس طرح وراثت کے تصرف میں ہے۔ البتہ وکالت تو وہ نیابت ہے اس لئے کہ منوب عنہ کی ولایت باقی ہے کیونکہ وکالت کے جاننے پر موقوف ہوگی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب وکالت وکیل کے علم پر موقوف ہوگی تب بھی مصلحت ختم ہونے والی نہیں ہے کیونکہ مؤکل قدرت رکھنے والا ہے ہاں البتہ پہلی صورت میں مصلحت فوت ہونے والی ہے کیونکہ موصی عاجز ہے۔ اور جب وکیل کو کسی نے وکالت کا بتا دیا ہے تو اس کا تصرف جائز ہے کیونکہ ایک حق کو ثابت کرتا ہے نہ کہ اس سے کسی معاملے کو لازم کرنا پایا جا رہا ہے۔

ممانعت وکالت کے لئے شہادت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَكُونُ النَّهْيُ عَنِ الْوَكَالَةِ حَتّٰى يَشْهَدَ عِنْدَهُ شَاهِدَانِ اَوْ رَجُلٌ عَدْلٌ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا : هُوَ وَالْاَوَّلُ سَوَاءٌ لِاَنَّهُ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ وَبِالْوَاحِدِ فِيْهَا كِفَايَةٌ. وَلَهُ اَنَّهُ خَبَرٌ مُلْزِمٌ فَيَكُوْنُ شَهَادَةً مِنْ وَجْهٍ فَيُشْتَرَطُ اَحَدُ شَطْرَيْهَا وَهُوَ الْعَدَدُ اَوِ الْعَدَالَةُ، بِخِلَافِ الْاَوَّلِ، وَبِخِلَافِ رَسُوْلِ الْمُوَكِّلِ لِاَنَّ عِبَارَتَهُ كَعِبَارَةِ الْمُرْسِلِ لِلْحَاجَةِ اِلَى الْاِرْسَالِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا اُخْبِرَ الْمَوْلٰى بِجِنَايَةِ عَبْدِهِ وَالشَّفِيْعُ وَالْبِكْرُ وَالْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَمْ يُهَاجِرْ اِلَيْنَا

اور وکالت سے ممانعت اس وقت تک ثابت نہ ہوگی جب تک دو گواہ یا ایک عادل شخص وکیل کے پاس گواہی نہ دے۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ یہ حکم اور پہلا حکم دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کا تعلق معاملات سے ہے اور معاملات میں ایک کی خبر بھی کافی ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ خبر لازم کرنے والی ہے اس لئے یہ ایک طرح کی گواہی ہو جائے گی۔ پس شہادت کے دونوں اجزاء یعنی عدد یا عدالت میں سے ایک جز بطور شرط لازم ہوگا بہ خلاف اول کے اور مؤکل کے قاصد کے کیونکہ قاصد کی عبارت یہ عبارت مرسل کی طرح ہے۔ کیونکہ بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب آقا کو اس کے غلام کی جنایت کی خبر دی گئی اور شفیع یا باکرہ یا اس مسلمان کو خبر دی گئی جو ہماری جانب ہجرت کر کے نہیں آیا تھا۔

قاضی کا قرض خواہ کے لئے غلام بیچنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا بَاعَ الْقَاضِيْ اَوْ اَمِيْنُهُ عَبْدًا لِلْغُرَمَاءِ وَاَخَذَ الْمَالَ فَضَاعَ وَاسْتُحِقَّ الْعَبْدُ لَمْ يَضْمَنْ) لِاَنَّ اَمِيْنَ الْقَاضِيْ قَائِمٌ مَقَامَ الْقَاضِيْ وَالْقَاضِيْ مَقَامَ الْاِمَامِ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَا يَلْحَقُهُ ضَمَانٌ

كَيْ لَا يَتَقَاعَدُ عَنْ قَبُولِ هٰذِهِ الْاَمَانَةِ فَيَضِيْعُ الْحُقُوْقَ وَيَرْجِعُ الْمُشْتَرِي عَلَى الْغُرَمَاءِ، لِاَنَّ الْبَيْعَ وَاقِعٌ لَهُمْ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِمْ عِنْدَ تَعَذُّرِ الرُّجُوْعِ عَلَى الْعَاقِدِ، كَمَا اِذَا كَانَ الْعَاقِدُ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ وَلِهٰذَا يُبَاعُ بِطَلَبِهِمْ .

اور جب قاضی یا اس کے امین نے قرض خواہ کے لئے اس کے غلام کو بیچ دیا ہے اور مال بھی وصول کر لیا ہے اور اس بعد وہ مال ضائع ہو گیا ہے اور غلام مستحق نکل آیا ہے تو اب کوئی ضمانت نہ ہوگی کیونکہ قاضی کا امین قاضی کا قائم مقام ہے اور قاضی مسلمانوں کے امام کے قائم مقام ہوتا ہے اور ان میں سے کسی کو ضمان لاحق نہ ہوگا تاکہ عوام اس امانت کو قبول سے انکار نہ کریں اور حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ اور وہ خریدار قرض خواہوں سے واپس لے گا کیونکہ بیع انہی کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ پس عاقد پر لوٹنا ناممکن ہونے کے سبب سے خریدار سے رجوع کیا جائے گا جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب عاقد روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس نے اسی سبب سے قرض خواہوں کی طلب پر غلام کو بیچ دیا تھا۔

قاضی کا میت کے قرض خواہوں کے لئے غلام بیچنے کا بیان

(وَاِنْ اَمَرَ الْقَاضِي الْوَصِيَّ بِبَيْعِهِ لِلْغُرَمَاءِ ثُمَّ اسْتُحِقَّ اَوْ مَاتَ قَبْلَ الْقَبْضِ وَضَاعَ الْمَالُ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْوَصِيِّ) لِاَنَّهُ عَاقِدٌ نِيَابَةً عَنِ الْمَيِّتِ وَاِنْ كَانَ بِاِقَامَةِ الْقَاضِي عَنْهُ فَصَارَ كَمَا اِذَا بَاعَهُ بِنَفْسِهِ .

قَالَ (وَرَجَعَ الْوَصِيُّ عَلَى الْغُرَمَاءِ) لِاَنَّهُ عَامِلٌ لَهُمْ، وَاِنْ ظَهَرَ لِلْمَيِّتِ مَالٌ يَرْجِعُ الْغَرِيْمُ فِيْهِ بِدَيْنِهِ .

قَالُوْا : وَيَجُوْزُ اَنْ يُقَالَ يَرْجِعُ بِالْمِائَةِ الَّتِي غَرِمَهَا اَيْضًا لِاَنَّهُ لَحِقَهُ فِي اَمْرِ الْمَيِّتِ، وَالْوَارِثُ اِذَا بِيْعَ لَهُ بِمَنْزِلَةِ الْغَرِيْمِ لِاَنَّهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ كَانَ الْعَاقِدُ عَامِلًا لَهُ

اور جب قاضی نے میت کے وصی کو قرض خواہوں کے لئے میت کا غلام بیچنے کا حکم دیا اس کے بعد مستحق نکل آیا یا قبضہ سے پہلے ہی فوت ہو گیا اور اس کی ثمن بھی ضائع ہو چکی تو خریدار وصی سے ثمن واپس لے گا کیونکہ وصی خلیفہ بن کر میت کی جانب سے عقد کرنے والا ہے۔ خواہ قاضی نے اس کو میت کی جانب سے مقرر کیا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح خود میت نے بیچ دیا ہے۔

اور جب وصی قرض خواہوں سے وہ ثمن واپس لے گا اس لئے کہ اس نے انہی لوگوں کے لئے کام کیا ہے اور جب میت کا کوئی مال ظاہر ہو تو قرض خواہ اس میں سے اپنا قرض واپس لیں گے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ کہنا بھی جائز ہے کہ قرض خواہ وہ سو دراہم بھی واپس لے گا جو اس نے بطور تاوان ادا کیے تھے۔ کیونکہ یہ بھی میت کے سبب سے جرمانہ ہوا ہے اور جب اس نے وارث کے لئے میت کے ترکہ کا غلام بیچ دیا ہے تو وہ قرض خواہ کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ اگر ترکہ میں قرض نہ ہو تو اب عاقد وارث کے لئے کام کرنے والا ہوگا۔

فَصْلٌ آخَرُ

﴿یہ فصل مسائل شتیٰ کے بیان میں دوسری ہے﴾

مسائل شتیٰ کی فصل آخر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ ونادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثورہ، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

قاضی کے حکم رجم وقطع پر عمل پیرا ہونے کا بیان

(وَاِذَا قَالَ الْقَاضِیْ قَدْ قَضَیْتُ عَلٰی هٰذَا بِالرَّجْمِ فَارْجُمْهُ اَوْ بِالْقَطْعِ فَاقْطَعْهُ اَوْ بِالضَّرْبِ فَاضْرِبْهُ وَسِعَكَ اَنْ تَفْعَلَ) وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ رَجَعَ عَنْ هٰذَا وَقَالَ : لَا تَاْخُذْ بِقَوْلِهٖ حَتّٰی تُعَایِنَ الْحُجَّةَ، لِاَنَّ قَوْلَهُ یَحْتَمِلُ الْغَلَطَ وَالْخَطَاَ وَالتَّدَارُكُ غَیْرُ مُمْكِنٍ، وَعَلٰی هٰذِهِ الرِّوَایَةِ لَا یُقْبَلُ كِتَابُهُ .

وَاسْتَحْسَنَ الْمَشَایِخُ هٰذِهِ الرِّوَایَةَ لِفَسَادِ حَالِ اَكْثَرِ الْقُضَاةِ فِیْ زَمَانِنَا اِلَّا فِیْ كِتَابِ الْقَاضِیْ لِلْحَاجَةِ اِلَیْهِ .

وَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ اَنَّهُ اَخْبَرَ عَنْ اَمْرٍ یَمْلِكُ اِنْشَاءَهُ فَیُقْبَلُ لِخُلُوِّهٖ عَنِ التُّهْمَةِ، وَلِاَنَّ طَاعَةَ اُولِی الْاَمْرِ وَاجِبَةٌ، وَفِیْ تَصْدِیْقِهٖ طَاعَةٌ .

وَقَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ مَنْصُوْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ : اِنْ كَانَ عَدْلًا عَالِمًا یُقْبَلُ قَوْلُهُ لِانْعِدَامِ تُهْمَةِ الْخَطَاِ وَالْخِیَانَةِ، وَاِنْ كَانَ عَدْلًا جَاهِلًا یُسْتَفْسَرُ، فَاِنْ اَحْسَنَ التَّفْسِیْرَ وَجَبَ تَصْدِیْقُهُ وَاِلَّا فَلَا . وَاِنْ كَانَ جَاهِلًا فَاسِقًا اَوْ عَالِمًا فَاسِقًا لَا یُقْبَلُ اِلَّا اَنْ یُعَایِنَ سَبَبَ الْحُكْمِ لِتُهْمَةِ الْخَطَاِ وَالْخِیَانَةِ .

اور جب قاضی نے کہا کہ میں نے اس آدمی پر رجم کرنے کا حکم دیا ہے پس تم اس کو رجم کردو یا اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے پس تم اس کا ہاتھ کاٹ دو یا اس نے کوڑے مارنے کا حکم دیا پس تم اس کو کوڑے مارو۔ تم کے لئے اس طرح کرنا جائز ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کیا ہے یا اس طرح کہا ہے کہ تم اس کے قول پر عمل نہ کرو۔ حتیٰ کہ مکمل مشاہدے کی دلیل کو دیکھ لو۔ کیونکہ قاضی کا قول خطاء وغلطی کا احتمال رکھنے والا ہے۔ جبکہ اس خطاء کو دور کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اور اسی روایت کے مطابق قاضی کا خط بھی قبول نہ کیا جائے گا، اور مشائخ نے اسی قول کو مستحسن کہا ہے کیونکہ ہمارے دور میں عام طور پر قاضیوں کے حالات خراب ہیں۔ سوائے قاضی کے خط کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ جب قاضی جب ایسے حکم کی خبر دی ہے جس کو ایجاد کرنے کی اس کو ملکیت حاصل ہے پس تہمت سے خالی ہونے کے سبب اس کی خبر قبول کی جائے گی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ حکمرانوں کی اطاعت ضروری ہے اور اس کی تصدیق کرنا اطاعت ہے۔

حضرت امام ابو منصور علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قاضی عالم اور عادل ہے تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اس سے غلطی اور خیانت کی تہمت معدوم ہے اور اگر قاضی عادل ہے مگر جاہل ہے تو اس سے پوچھا جائے گا پس اگر اس نے اچھی وضاحت کردی تو تصدیق ضروری ہے ورنہ تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور جب قاضی جاہل وفاسق یا فاسق عالم ہے تو اس کے قول کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا ہاں البتہ جب حکم کے سبب کا مشاہدہ ہو جائے کیونکہ اس میں بھی غلطی اور خیانت کی تہمت نہیں ہے۔

معزول ہونے کے بعد قاضی کے قول کا اعتبار

قَالَ (وَإِذَا عُزِلَ الْقَاضِيُ فَقَالَ لِرَجُلٍ اَخَذْتُ مِنْكَ اَلْفًا وَدَفَعْتُهَا اِلٰى فُلَانٍ قَضَيْتُ بِمَا عَلَيْكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اَخَذْتَهَا ظُلْمًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْقَاضِي، وَكَذَا لَوْ قَالَ قَضَيْتُ بِقَطْعِ يَدِكَ فِي حَقٍّ، هٰذَا اِذَا كَانَ الَّذِيْ قُطِعَتْ يَدُهُ وَالَّذِيْ اُخِذَ مِنْهُ الْمَالُ مُقِرَّيْنِ اَنَّهُ فَعَلَ ذٰلِكَ وَهُوَ قَاضٍ) وَوَجْهُهُ اَنَّهُمَا لَمَّا تَوَافَقَا اَنَّهُ فَعَلَ ذٰلِكَ فِي قَضَائِهِ كَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لَهُ.

اِذْ الْقَاضِيْ لَا يَقْضِيْ بِالْجَوْرِ ظَاهِرًا (وَلَا يَمِيْنَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ ثَبَتَ فِعْلُهُ فِي قَضَائِهِ بِالتَّصَادُقِ وَلَا يَمِيْنَ عَلَى الْقَاضِيْ.

فرمایا: اور جب قاضی صاحب معزول کردیے گئے ہیں اور اس کے بعد اس نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار دراہم لے کر فلاں آدمی کو دیے تھے اور میں نے تم پر فلاں آدمی کے لئے ایک ہزار دراہم کا فیصلہ کیا تھا مگر وہ شخص کہنے لگا کہ آپ نے ایک ہزار دراہم ظلم کے طور پر لیے تھے تب بھی قاضی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا،

اسی طرح جب قاضی نے کہا کہ میں نے ایک حق میں تیرا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ حکم تب ہوگا جب ہاتھ کٹا اور جس پر مال لیا گیا وہ دونوں اس کا اقرار کرنے والے ہوں۔ کیونکہ قاضی نے یہ فیصلہ اس وقت کیا ہے جب وہ عہدہ قضاء پر تھا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ان دونوں نے اس چیز کا اقرار کیا ہے کہ قاضی نے عہدہ قضاء پر قائم رہتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے تو ظاہری حالت قاضی کے حق کو ثابت کرنے والی ہے کیونکہ بہ ظاہر قاضی کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا اور قاضی پر کوئی قسم بھی نہیں ہے اس لئے اس کے فعل کا ثابت ہونا عہدہ قضاء میں ہوا ہے۔ یہ آپس کے اتفاق سے بھی ہے اور قاضی پر تو قسم ہوا ہی نہیں کرتی۔

قاطع کے اقرار کا قاضی کے اقرار کے موافق ہونے کا بیان

(وَلَوْ اَقَرَّ الْقَاطِعُ وَالْاٰخِذُ بِمَا اَقَرَّ بِهِ الْقَاضِیْ لَا یَضْمَنُ اَیْضًا) لِاَنَّهٗ فَعَلَهٗ فِیْ حَالِ الْقَضَاءِ وَدَفْعُ الْقَاضِیْ صَحِیْحٌ کَمَا اِذَا کَانَ مُعَایِنًا (وَلَوْ زَعَمَ الْمَقْطُوْعُ یَدُهٗ اَوِ الْمَاْخُوْذُ مَالُهٗ اَنَّهٗ فَعَلَ قَبْلَ التَّقْلِیْدِ اَوْ بَعْدَ الْعَزْلِ فَالْقَوْلُ لِلْقَاضِیْ اَیْضًا) هُوَ الصَّحِیْحُ لِاَنَّهٗ اَسْنَدَ فِعْلَهٗ اِلٰی حَالَةٍ مَعْهُوْدَةٍ مُنَافِیَةٍ لِلضَّمَانِ فَصَارَ کَمَا اِذَا قَالَ طَلَّقْتُ اَوْ اَعْتَقْتُ وَاَنَا مَجْنُوْنٌ وَالْجُنُوْنُ مِنْهُ کَانَ مَعْهُوْدًا (وَلَوْ اَقَرَّ الْقَاطِعُ اَوِ الْاٰخِذُ فِیْ هٰذَا الْفَصْلِ بِمَا اَقَرَّ بِهِ الْقَاضِیْ بِضَمَانٍ) لِاَنَّهُمَا اَقَرَّا بِسَبَبِ الضَّمَانِ، وَقَوْلُ الْقَاضِیْ مَقْبُوْلٌ فِیْ دَفْعِ الضَّمَانِ عَنْ نَفْسِهٖ لَا فِیْ اِبْطَالِ سَبَبِ الضَّمَانِ عَلٰی غَیْرِهٖ، بِخِلَافِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ ثَبَتَ فِعْلُهٗ فِیْ قَضَائِهٖ بِالتَّصَادُقِ (وَلَوْ کَانَ الْمَالُ فِیْ یَدِ الْاٰخِذِ قَائِمًا وَقَدْ اَقَرَّ بِمَا اَقَرَّ بِهِ الْقَاضِیْ وَالْمَاْخُوْذُ مِنْهُ الْمَالُ صُدِّقَ الْقَاضِیْ فِیْ اَنَّهٗ فَعَلَهٗ فِیْ قَضَائِهٖ اَوِ ادَّعَی اَنَّهٗ فَعَلَهٗ فِیْ غَیْرِ قَضَائِهٖ یُؤْخَذُ مِنْهُ) لِاَنَّهٗ اَقَرَّ اَنَّ الْیَدَ کَانَتْ لَهٗ فَلَا یُصَدَّقُ فِیْ دَعْوٰی تَمَلُّکِهٖ اِلَّا بِحُجَّةٍ، وَقَوْلُ الْمَعْزُوْلِ فِیْهِ لَیْسَ بِحُجَّةٍ۔

اور جب ہاتھ کاٹنے والے اور مال لینے والے نے اس چیز کا اقرار کیا ہے جس کا قاضی نے اقرار کیا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے عہدہ قضاء میں اس طرح کا فیصلہ کیا ہے جبکہ قاضی کا دینا درست ہے جس طرح اس صورت میں ہے جبکہ وہ مشاہد ہے

اور جب ہاتھ کٹے اور مال دینے والے شخص نے کہا کہ قاضی نے یہ فیصلہ عہدہ قضاء پر فائز ہونے سے پہلے یا پھر معزول ہونے کے بعد دیا ہے تب بھی قاضی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ قاضی اپنے عمل کو ایسی حالت عہد میں منسوب کرنے والا ہے جو ضمان کو روکنے والی ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح کسی شخص نے کہا کہ میں نے طلاق دی یا میں نے آزاد کیا اس حالت میں کہ جب میں پاگل تھا یا پھر اس کا جنون لوٹنے والا ہو۔

اور جب کسی ہاتھ کو کاٹنے والے نے یا مال وصول کرنے والے نے اسی چیز کا اقرار کرلیا جس کا اقرار قاضی نے کیا تھا تو وہ دونوں ضامن ہوں گے۔ کیونکہ ان دونوں کی وجہ سے ضمان کا اقرار ہوا ہے۔ اور قاضی کا قول اپنی ذات سے دور کرنے میں تو قبول کیا جاسکتا ہے مگر اپنے سوا کے سبب ضمان کو باطل کرنے میں قبول نہ کیا جائے گا۔ بہ خلاف صورت اول کے کیونکہ وہاں پر قاضی نے حالت قضاء میں آپس کے اتفاق سے ثابت کیا ہے۔

اور اگر مال تو پکڑنے والے کے پاس ہے اور اس نے اسی کا اقرار کیا ہے تو جس کا مال پکڑا گیا ہے اس نے بھی قاضی کی تصدیق کردی ہے اور قاضی نے اس کو وقت قضاء میں کیا ہے یا اس نے دعویٰ کیا ہے کہ قاضی نے یہ کام اپنے عہدہ قضاء کے زمانے کے سوا میں کیا ہے تو پکڑنے والے سے مال لیا جائے گا کیونکہ اس نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔ جبکہ مال پر ماخوذ منہ کا قبضہ تھا۔ پس بغیر کسی دلیل کے اس کے اپنے مالک ہونے کے دعویٰ کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی جبکہ معزول ہونے والے کا قول اس میں بالکل حجت نہیں ہے۔

کِتَابُ الشَّهَادَاتِ

﴿یہ کتاب شہادات کے بیان میں ہے﴾

کتاب شہادات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب کو کتاب ادب قاضی کے بعد لانے کی مناسبت واضح ہے کیونکہ قاضی اپنا فیصلہ کرنے میں گواہی کا محتاج ہے جبکہ خصم انکار کرنے والا ہو۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰،ص ۱۷۲، بیروت)

کتاب ادب قاضی کے عقب میں کتاب شہادات لانے کی وجہ مناسبت یہ بھی ہے کہ گواہی بھی مجلس قضاء کی قاضی کی محتاج ہوتی ہے۔ کیونکہ عموی طور پر تمام قسم کے فیصلے قاضی کی مجلس میں پیش کیے جاتے ہیں جہاں ان کے ثبوت جس میں گواہی اور یمین وغیرہ اور دیگر قرائنی ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے جن میں سے اہم گواہی ہے۔ کیونکہ جب مدعی دعویٰ کرتا ہے تو اس کو گواہ پیش کرنے کا مکلف کیا جاتا ہے۔ لہٰذا قاضی کا دعویٰ سننے کے بعد جس چیز کی سب سے زیادہ اور سب سے پہلے ضرورت سے واسطہ پڑتا ہے وہ گواہی ہے۔ پس ان موافقات کے سبب مصنف علیہ الرحمہ اور دیگر کتب فقہ میں کتاب ادب قاضی کے بعد کتاب شہادات کو بیان کیا جاتا ہے۔

قضاء وشہادت کا معنی

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قضاء کی مجلس میں گواہی کے الفاظ کے ساتھ حق کو ثابت کرنے کے لئے سچی گواہی دینے کا نام شہادت ہے۔ اور ہر ایسا لفظ جو بھلائی کے معنی کے لئے ہو اور وہ قسم کے معنی میں نہ ہو تو وہ اس کا رکن ہوگا۔

(فتح القدیر، کتاب شہادات)

قضیہ اس نزاعی معاملے کو کہتے ہیں جو حاکم وقاضی کے پاس اس غرض سے لے جایا جائے کہ وہ فریقین کے درمیان کوئی حکم وفیصلہ کرے۔ اور "شہادت" گواہی دینے کو کہتے ہیں اور " گواہی" کا مطلب ہے "دو فریقوں میں سے ایک فریق کے مقابلہ پر دوسرے فریق کے حق کا اقرار واثبات کرنا۔

گواہ بنانے کی اہمیت کا بیان

اب رہی شہادت تو سعید بن مسیب تو فرماتے ہیں کہ ادھار ہو یا نہ ہو، ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کر لیا کرو، دیگر بزرگوں سے مروی ہے کہ (آیت فان امن الخ،) فرما کر اس حکم کو بھی ہٹا دیا، یہ بھی ذہن نشین رہے۔

جمہور کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں بلکہ استحباب کے طور پر اچھائی کے لئے ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے، جس سے صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے خرید وفروخت کی جبکہ اور کوئی گواہ شاہد نہ تھا، چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ ﷺ کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کے لئے چلا، حضور ﷺ تو ذرا جلد نکل آئے اور وہ آہستہ آہستہ آرہا تھا، لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک گیا ہے، انہوں نے قیمت لگانی شروع کی یہاں تک کہ جتنے داموں اس نے آپ ﷺ کے ہاتھ بیچا تھا اس سے زیادہ دام لگ گئے، اعرابی کی نیت پلٹی اور اس نے آپ ﷺ کو آواز دے کر کہا حضرت یا تو گھوڑا اسی وقت نقد دے کر لے لو یا میں اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں، حضور ﷺ یہ سن کر رکے اور فرمانے لگے تو تو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے تو نہیں بیچا، حضرت ﷺ نے فرمایا غلط کہتا ہے، میرے تیرے درمیان معاملہ طے ہو چکا ہے، اب لوگ ادھر اُدھر سے بیچ میں بولنے لگے، اس گنوار نے کہا اچھا تو گواہ لائیے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا، مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بدبخت آپ ﷺ تو اللہ کے پیغمبر ہیں، آپ ﷺ کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے، لیکن وہ یہی کہے چلا جائے کہ لاؤ گواہ پیش کرو، اتنے میں حضرت خزیمہ آ گئے اور اعرابی کے اس قول کو سن کر فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچ دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے، حضرت خزیمہ نے فرمایا آپ ﷺ کی تصدیق اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج سے حضرت خزیمہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔ پس اس حدیث سے خرید وفروخت پر گواہی دو گواہوں کی ضروری نہ رہی، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ تجارت پر بھی دو گواہ ہوں،

کیونکہ ابن مردویہ اور حاکم میں ہے کہ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی، ایک تو وہ کہ جس کے گھر بد اخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت کے پہلے اسے سونپ دے، تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے، امام حاکم اسے شرط و بخاری و مسلم پر صحیح بتلاتے ہیں، بخاری مسلم اس لئے نہیں لائے کہ شعبہ کے شاگرد اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ اشعری پر موقوف بتاتے ہیں۔

گواہی کے مقصد کا بیان

جب معاشرہ میں دینی اور دنیاوی معاملات بعض اوقات ایسی صورت اختیار کر لیں کہ صاحب معاملہ کسی پر کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا حق ہے لیکن تنہا اُس کے اقراری دعویٰ یا بیان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا، اس لیے نہیں کہ وہ نا قابل اعتبار ہے۔ بلکہ اس لیے کہ اگر محض دعویٰ و بیان کی رو سے کسی کا کسی پر کوئی حق ثابت ہو جایا کرے تو دنیا سے امان اُٹھ جائے اور لوگوں کا جینا دوبھر ہو جائے۔ اسی لئے حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو محض دعویٰ کی وجہ سے دے دیا جایا کرے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے۔ لیکن مدعی (دعویدار) کے ذمہ بیّنہ (گواہ) ہے اور منکر پر قسم۔ (مسلم بیہقی)

تو ثابت ہوا کہ مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت، یا اپنے کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے حاکم اسلام کی مجلس میں ایسے اشخاص کو پیش کرے جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ لفظ شہادت کے ساتھ کسی کی تصدیق کرنے یا سچی خبر دینے کو شہادت یا گواہی کہتے ہیں۔

پھر چونکہ شہادت بھی شرعاً ایک خاص اعزاز و منصب ہے اس لئے ہر کس و ناکس نہ اس شہادت کا اہل ہے اور نہ ایرا غیرا، گواہی کے لئے موزوں اس کے اہل وہی ہیں جن کی سیرت و کردار پر اسلامی معاشرہ کو اطمینان ہو اور جو اپنے اخلاق و دیانت کے لحاظ سے بالعموم لوگوں کے درمیان قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں جن کی بات پر اعتبار کیا جاتا ہو اور جن کی دیانت کم از کم عام طور پر مشتبہ نہ ہو۔

گواہی کے ضروری ہو جانے کا بیان

(قَالَ : اَلشَّهَادَةُ فَرْضٌ تَلْزَمُ الشُّهُوْدَ وَلَا يَسَعُهُمْ كِتْمَانُهَا اِذَا طَالَبَهُمُ الْمُدَّعِي) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاءُ اِذَا مَا دُعُوْا) وَقَوْلِه تَعَالٰى (وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ آثِمٌ قَلْبُهٗ) وَاِنَّمَا يُشْتَرَطُ طَلَبُ الْمُدَّعِي لِاَنَّهَا حَقُّهٗ فَيَتَوَقَّفُ عَلٰى طَلَبِهٖ كَسَائِرِ الْحُقُوْقِ .

شہادت ایسا فریضہ ہے جو گواہوں پر ضروری ہے اور جب دعوی کرنے والا گواہوں سے شہادت کا مطالبہ کرے تو ان کے لیے اسے چھپانے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے کہ جب گواہ بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں دوسری جگہ فرمایا کہ تم لوگ شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپاتا ہے اس کا دل گنہگار ہے اور مدعی کا مطالبہ کرنا اس لئے شرط ہے کیونکہ شہادت اس کا حق ہے اس لئے دوسرے حقوق کی طرح شہادت بھی اس کو طلب کرنے پر موقوف ہوگی۔

گواہی کو چھپانے کی ممانعت کا بیان

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَه وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّه وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُه وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۔(البقرہ،۲۸۳)

اور اگر تم سفر میں ہو، اور لکھنے والا نہ پاؤ، تو گرو ہو قبضہ دیا ہوا، اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کرے، اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

حدود کی شہادت میں ستر و اظہار کے اختیار کا بیان

(وَالشَّهَادَةُ فِي الْحُدُوْدِ يُخَيَّرُ فِيْهَا الشَّاهِدُ بَيْنَ السَّتْرِ وَالْاِظْهَارِ) لِاَنَّهٗ بَيْنَ حِسْبَتَيْنِ اِقَامَةِ الْحَدِّ وَالتَّوَقِّي عَنِ الْهَتْكِ (وَالسَّتْرُ اَفْضَلُ) لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِيْ شَهِدَ عِنْدَهٗ (لَوْ سَتَرْتَهٗ بِثَوْبِكَ لَكَانَ خَيْرًا لَكَ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ سَتَرَ عَلٰى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) وَفِيْمَا نُقِلَ مِنْ تَلْقِيْنِ الدَّرْءِ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلٰى اَفْضَلِيَّةِ السَّتْرِ (اِلَّا اَنَّهٗ يَجِبُ اَنْ يَشْهَدَ بِالْمَالِ

فِی السَّرِقَةِ فَیَقُوْلُ : اَخَذَ) اِحْیَاءً لِحَقِّ الْمَسْرُوْقِ مِنْهُ (وَلَا یَقُوْلُ سَرَقَ) مُحَافَظَةً عَلَی السَّتْرِ، وَلِاَنَّهُ لَوْ ظَهَرَتِ السَّرِقَةُ لَوَجَبَ الْقَطْعُ وَالضَّمَانُ لَا یُجَامِعُ الْقَطْعَ فَلَا یَحْصُلُ اِحْیَاءُ حَقِّهِ.

اور شہادت حدود میں گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنے کے درمیان اختیار ہے اس لئے کہ گواہ دو اجروں کے درمیان ہے حد قائم کرنے اور مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کے درمیان ہے اور چھپانا افضل ہے اس لئے کہ جس شخص نے آپ کے پاس گواہی دی تھی اس سے آپ نے فرمایا تھا اگر تم اسے اپنے کپڑے سے چھپا لیتے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ ایک موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ اور دفع حد کی تلقین کے متعلق آپ ﷺ اور صحابہ کرام سے جو اقوال منقول ہیں۔ وہ چھپانے کی افضلیت پر بین دلیل ہے لیکن سرقہ میں مال کی گواہی دینا واجب ہے لہٰذا گواہ جس کی چوری ہوئی ہے اس کا حق زندہ کرنے کے لئے کہے گا اخذ یعنی اس شخص نے لیا ہے اور حفاظت چھپانے کے پیش نظر سرق نہ کہے اور اس لئے جب سرقہ ظاہر ہو گیا تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا اور ضمان قطع کے ساتھ واجب نہیں ہوتی اس لئے حق کا احیاء حاصل نہیں ہوگا۔

شہادت کے درجوں کا بیان

(وَالشَّهَادَةُ عَلٰی مَرَاتِبَ : مِنْهَا الشَّهَادَةُ فِی الزِّنَا یُعْتَبَرُ فِیْهَا اَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَاللَّاتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِنْكُمْ) وَلِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ) (وَلَا تُقْبَلُ فِیْهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ) لِحَدِیْثِ الزُّهْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ لَدُنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالْخَلِیْفَتَیْنِ مِنْ بَعْدِهٖ اَنْ لَا شَهَادَةَ لِلنِّسَاءِ فِی الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ، وَلِاَنَّ فِیْهَا شُبْهَةَ الْبَدَلِیَّةِ لِقِیَامِهَا مَقَامَ شَهَادَةِ الرِّجَالِ فَلَا تُقْبَلُ فِیْمَا یَنْدَرِءُ بِالشُّبُهَاتِ، (وَمِنْهَا الشَّهَادَةُ بِبَقِیَّةِ الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ تُقْبَلُ فِیْهَا شَهَادَةُ رَجُلَیْنِ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ) (وَلَا تُقْبَلُ فِیْهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ) لِمَا ذَكَرْنَا.

فرمایا کہ شہادت کے چند مراتب ہیں جن میں ایک زنا کی شہادت ہے جس میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہے اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے تمہاری عورتوں میں سے جو زنا کا ارتکاب کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو نیز اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو چار گواہ نہ پیش کر سکیں۔ اور زنا میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اس لئے کہ حضرت زہری کی یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ اور حضرات شیخین کے عہد سے لے کر یہ سنت جاری ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اس لئے کہ عورتوں کی گواہی میں بدلیت کا شبہ ہے کیونکہ ان کی شہادت مردوں کی شہادت کے قائم مقام ہے اس لئے عورتوں کی شہادت اس معاملے میں معتبر نہیں ہوگی جو شبہ سے ساقط ہو جاتا ہو اور ان میں سے بقیہ حدود اور قصاص کی شہادت ہے ان میں دو مردوں کی

گواہی قبول ہوگی اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے کہ تم اپنے مردوں میں سے دو لوگوں کو گواہ بنا لو اور ان میں بھی عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

حدود وقصاص کے سوا معیار شہادت کا بیان

(قَالَ : وَمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْحُقُوقِ يُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ اَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ سَوَاءٌ كَانَ الْحَقُّ مَالًا اَوْ غَيْرَ مَالٍ مِثْلُ النِّكَاحِ) وَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالْعِدَّةِ وَالْحَوَالَةِ وَالْوَقْفِ وَالصُّلْحِ (وَالْوَكَالَةِ وَالْوَصِيَّةِ) وَالْهِبَةِ وَالْإِقْرَارِ وَالْإِبْرَاءِ وَالْوَلَدِ وَالْوِلَادِ وَالنَّسَبِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ إِلَّا فِي الْاَمْوَالِ وَتَوَابِعِهَا لِاَنَّ الْاَصْلَ فِيهَا عَدَمُ الْقَبُولِ لِنُقْصَانِ الْعَقْلِ وَاخْتِلَالِ الضَّبْطِ وَقُصُورِ الْوِلَايَةِ فَإِنَّهَا لَا تَصْلُحُ لِلْاِمَارَةِ وَلِهٰذَا لَا تُقْبَلُ فِي الْحُدُودِ، وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْاَرْبَعِ مِنْهُنَّ وَحْدَهُنَّ اِلَّا اَنَّهَا قُبِلَتْ فِي الْاَمْوَالِ ضَرُورَةً، وَالنِّكَاحُ اَعْظَمُ خَطَرًا وَاَقَلُّ وُقُوعًا فَلَا يَلْحَقُ بِمَا هُوَ اَدْنَى خَطَرًا وَاَكْثَرُ وُجُودًا .

وَلَنَا اَنَّ الْاَصْلَ فِيهَا الْقَبُولُ لِوُجُودِ مَا يُبْتَنَى عَلَيْهِ اَهْلِيَّةُ الشَّهَادَةِ وَهُوَ الْمُشَاهَدَةُ وَالضَّبْطُ وَالْاَدَاءُ، إِذْ بِالْاَوَّلِ يَحْصُلُ الْعِلْمُ لِلشَّاهِدِ، وَبِالثَّانِي يَبْقَى، وَبِالثَّالِثِ يَحْصُلُ الْعِلْمُ لِلْقَاضِي وَلِهٰذَا يُقْبَلُ اِخْبَارُهَا فِي الْاَخْبَارِ، وَنُقْصَانُ الضَّبْطِ بِزِيَادَةِ النِّسْيَانِ انْجَبَرَ بِضَمِّ الْاُخْرٰى اِلَيْهَا فَلَمْ يَبْقَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِلَّا الشُّبْهَةُ فَلِهٰذَا لَا تُقْبَلُ فِيمَا يَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ، وَهٰذِهِ الْحُقُوقُ تَثْبُتُ مَعَ الشُّبُهَاتِ وَعَدَمُ قَبُولِ الْاَرْبَعِ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ كَيْ لَا يَكْثُرَ خُرُوجُهُنَّ .

فرمایا کہ حدود اور قصاص کے سوا دوسرے حقوق میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے چاہے وہ حق مال ہو یا غیر مال ہو جیسے نکاح، طلاق، وکالت اور وصیت وغیرہ۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اموال اور اس کے توابع کے سوا مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی معتبر نہیں اس لئے کہ شہادت نساء کی عدم مقبولیت اصل ہے کیونکہ ان کی عقل میں نقص ہے ضبط میں خلل ہے اور ولایت میں کمی ہے اس لئے عورت امارت کے لائق نہیں ہے اور اسی طرح حدود میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے اور صرف چار عورتوں کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے مگر ضرورت کی بنا پر اموال میں اس کو قبول کر لیا گیا ہے۔ اور نکاح زیادہ عظیم ہے اور قلیل الوقوع ہے اس لئے اس امر کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا جو کم رتبہ اور کثیر الوجود ہے ہمارے نزدیک عورتوں کی شہادت میں مقبول ہونا اصل ہے اس لئے کہ عورتوں میں بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن پر اہلیت شہادت کا مدار ہے اور وہ مشاہدہ، ضبط اور ادا ہے اس لئے کہ مشاہدہ سے گواہ کو علم حاصل ہو جاتا ہے اور ضبط سے علم باقی رہتا ہے۔ جبکہ ادائیگی کے سبب قاضی کو بھی علم ہو جاتا ہے کیونکہ احادیث میں عورتوں کی خبر دینے کو قبول کیا گیا ہے اور جو بھولنے میں

زیادتی کا پایا جانا ہے تو یہ ایک عورت کے ساتھ دوسری عورت کو ملانے کے سبب ختم ہو جائے گا۔ پس اب شبہہ کے بعد ان میں کسی قسم کوئی کمی باقی نہ رہی۔ اور اسی دلیل کے سبب جو حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں ان میں خواتین کی گواہی قبول ہی نہیں ہے۔ جبکہ حقوق شبہات کے باوجود ثابت ہو جاتے ہیں جبکہ تنہا چار خواتین کی گواہی کا مقبول ہونا یہ قیاس کے خلاف ہے اس لئے عورتوں کا خروج کثرت سے نہ ہو۔

مردوں کے عدم مطلع مقامات پر ایک عورت کی شہادت کا بیان

قَالَ (وَتُقْبَلُ فِي الْوِلَادَةِ وَالْبَكَارَةِ وَالْعُيُوبِ بِالنِّسَاءِ فِي مَوْضِعٍ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ إلَيْهِ) وَالْجَمْعُ الْمُحَلَّى بِالْأَلِفِ وَاللَّامِ يُرَادُ بِهِ الْجِنْسُ فَيَتَنَاوَلُ الْأَقَلَّ.

وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي اشْتِرَاطِ الْأَرْبَعِ، وَلِأَنَّهُ إنَّمَا سَقَطَتْ الذُّكُورَةُ لِيَخِفَّ النَّظَرُ لِأَنَّ نَظَرَ الْجِنْسِ إلَى الْجِنْسِ أَخَفُّ فَكَذَا يَسْقُطُ اعْتِبَارُ الْعَدَدِ إلَّا أَنَّ الْمُثَنَّى وَالثَّلَاثَ أَحْوَطُ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى الْإِلْزَامِ (ثُمَّ حُكْمُهَا فِي الْوِلَادَةِ شَرَحْنَاهُ فِي الطَّلَاقِ) وَأَمَّا حُكْمُ الْبَكَارَةِ فَإِنْ شَهِدْنَ أَنَّهَا بِكْرٌ يُؤَجَّلُ فِي الْعِنِّينِ سَنَةً وَيُفَرَّقُ بَعْدَهَا لِأَنَّهَا تَأَيَّدَتْ بِمُؤَيِّدٍ إذْ الْبَكَارَةُ أَصْلٌ، وَكَذَا فِي رَدِّ الْمَبِيعَةِ إذَا اشْتَرَاهَا بِشَرْطِ الْبَكَارَةِ، فَإِنْ قُلْنَ إنَّهَا ثَيِّبٌ يَحْلِفُ الْبَائِعُ لِيَنْضَمَّ نُكُولُهُ إلَى قَوْلِهِنَّ وَالْعَيْبُ يَثْبُتُ بِقَوْلِهِنَّ فَيَحْلِفُ الْبَائِعُ، وَأَمَّا شَهَادَتُهُنَّ عَلَى اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ لَا تُقْبَلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي حَقِّ الْإِرْثِ لِأَنَّهُ مِمَّا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ إلَّا فِي حَقِّ الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا مِنْ أُمُورِ الدِّينِ. وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ فِي حَقِّ الْإِرْثِ أَيْضًا لِأَنَّهُ صَوْتٌ عِنْدَ الْوِلَادَةِ وَلَا يَحْضُرُهَا الرِّجَالُ عَادَةً فَصَارَ كَشَهَادَتِهِنَّ عَلَى نَفْسِ الْوِلَادَةِ

فرمایا کہ ولادت، بکارت اور ان نسوانی عیوب جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے ایک عورت کی گواہی مقبول ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہاں مرد نہیں دیکھ سکتے وہاں عورتوں کی گواہی جائز ہے اور وہ جمع جو الف لام کے ساتھ معروف ہو اس سے جنس مراد ہوتی ہے اس لئے کہ یہ قلیل کو شامل ہوگی اور یہ حدیث چار عورتوں کی شرط لگانے میں امام شافعی کے خلاف حجت ہے۔ اور اس لئے مذکر ہونے کی قید ساقط ہوگئی تا کہ دیکھنے میں خفت اور کمی ہو اس لئے کہ جنس کا جنس کو دیکھنا اخف ہے پس عدد کا اعتبار ساقط ہو جائے گا البتہ اگر دو یا تین ہوں تو زیادہ احتیاط ہے۔ اس لئے کہ اس میں ضروری کرنے کے معنی موجود ہیں پس ولادت میں ایک عورت کی گواہی کا حکم ہم کتاب الطلاق میں وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں رہا بکارت کا حکم تو اگر عورتوں نے یہ گواہی دی کہ وہ باکرہ ہے تو اس کے عنین شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور اس کے بعد جدائی کرا دی جائے گی اس لئے کہ شہادت کو ایک تائید حاصل ہوگئی ہے اور باکرہ ہونا اصل ہے۔ اور ایسے ہی مبیعہ باندی کو واپس کرنے کا حکم ہے بشرطیکہ خریدار نے

اسے بکارت کی شرط پر خریدا ہو۔ اس لئے اگر عورتوں نے کہا کہ وہ ثیبہ ہے تو بیچنے والا سے قسم لی گئی اس لئے کہ بیچنے والا کا قسم سے انکار کرنا عورتوں کے قول کے ساتھ مل جائے اور عیب عورتوں کے قول سے ثابت ہوگا اگر ثابت نہ ہو تو بیچنے والا سے قسم لی جائے گی اور ولادت کے وقت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بچہ کے رونے پر میراث کے حق میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اس لئے کہ بچہ کا رونا ان چیزوں میں سے ہے جب پر مرد مطلع ہو سکتا ہے سوائے نماز کے کیونکہ نماز امور دین میں سے ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک میراث کے حق میں بھی عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی اس لئے کہ ولادت کے وقت استہلال آواز ہے اور مرد عادتاً ولادت کے وقت موجود نہیں ہوتا اس لئے نفس ولادت پر عورتوں کی گواہی کی مانند ہو گیا۔

گواہی میں عدالت ولفظ شہادت کا بیان

قَالَ (وَلَا بُدَّ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْعَدَالَةِ وَلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ، فَإِنْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّاهِدُ لَفْظَةَ الشَّهَادَةِ وَقَالَ أَعْلَمُ أَوْ أَتَيَقَّنُ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ) أَمَّا الْعَدَالَةُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ) وَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ) وَلِأَنَّ الْعَدَالَةَ هِيَ الْمُعِينَةُ لِلصِّدْقِ، لِأَنَّ مَنْ يَتَعَاطَى غَيْرَ الْكَذِبِ قَدْ يَتَعَاطَاهُ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْفَاسِقَ إِذَا كَانَ وَجِيهًا فِي النَّاسِ ذَا مُرُوءَةٍ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لِأَنَّهُ لَا يُسْتَأْجَرُ لِوَجَاهَتِهِ وَيَمْتَنِعُ عَنِ الْكَذِبِ لِمُرُوءَتِهِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ، إِلَّا أَنَّ الْقَاضِيَ لَوْ قَضَى بِشَهَادَةِ الْفَاسِقِ يَصِحُّ عِنْدَنَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَصِحُّ، وَالْمَسْأَلَةُ مَعْرُوفَةٌ .

وَأَمَّا لَفْظَةُ الشَّهَادَةِ فَلِأَنَّ النُّصُوصَ نَطَقَتْ بِاشْتِرَاطِهَا إِذِ الْأَمْرُ فِيهَا بِهَذِهِ اللَّفْظَةِ، وَلِأَنَّ فِيهَا زِيَادَةَ تَوْكِيدٍ، فَإِنَّ قَوْلَهُ أَشْهَدُ مِنْ أَلْفَاظِ الْيَمِينِ كَقَوْلِهِ أَشْهَدُ بِاللَّهِ فَكَانَ الِامْتِنَاعُ عَنِ الْكَذِبِ بِهَذِهِ اللَّفْظَةِ أَشَدَّ .

وَقَوْلُهُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ إِشَارَةٌ إِلَى جَمِيعِ مَا تَقَدَّمَ حَتَّى يُشْتَرَطَ الْعَدَالَةُ، وَلَفْظَةُ الشَّهَادَةِ فِي شَهَادَةِ النِّسَاءِ فِي الْوِلَادَةِ وَغَيْرِهَا هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهَا شَهَادَةٌ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى الْإِلْزَامِ حَتَّى اخْتَصَّ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَلِهَذَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْحُرِّيَّةُ وَالْإِسْلَامُ .

فرمایا کہ گواہی کی تمام صورتوں میں عدالت اور لفظ شہادت ضروری ہے پس اگر گواہ نے لفظ شہادت ادا نہ کیا اور یوں کہا کہ میں جانتا ہوں یا میں یقین کر رہا ہوں اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔ بہر حال عدالت کا شرط ہونا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہے،، جن گواہوں کو تم پسند کرو،، اور پسندیدہ گواہ عادل ہے،، اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے میں سے گواہ مقرر کرو،، اور اس لئے کہ عدالت ہی گواہی کو مقرر کرنے والی ہے،، کیونکہ جو شخص جھوٹ کے علاوہ دوسرے جرائم کا مرتکب ہے وہ کبھی جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر فاسق لوگوں میں وجیہ ہو اور با مروت ہو تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اس لئے کہ اپنی وجاہت کی وجہ سے اجارہ پر نہیں لیا جائے گا اور اپنی مروت کی وجہ سے جھوٹ سے باز رہے گا اور پہلا قول اصح ہے اس وجہ سے اگر قاضی نے فاسق کی شہادت پر فیصلہ کر دیا تو ہمارے نزدیک وہ صحیح ہے اور یہ مسئلہ مشہور ہے جہاں تک لفظ شہادت کا معاملہ ہے تو وہ اس لئے شرط ہے کہ نصوص اس کے شرط ہونے پر ناطق ہیں کیونکہ نصوص میں اسی لفظ کے ساتھ امر وارد ہوا ہے اور اس لئے کہ لفظ شہادت میں تاکید زیادہ اس لئے کہ لفظ اشھد الفاظ یمین میں سے ہے اس وجہ سے اس لفظ کے ذریعے جھوٹ سے اور بھی زیادہ اجتناب ہوگا۔ اور اس کا قول فی ذلک کلہ اس میں اشارہ ہے جملہ انواع شہادت کی طرف یہاں تک ولادت وغیرہ کے متعلق عورتوں کی گواہی میں بھی لفظ شہادت اور عدالت شرط ہے یہی صحیح ہے اس لئے کہ یہ بھی شہادت ہے کیونکہ اس میں ضروری کرنے کے معنی موجود ہیں حتی کہ یہ بھی مجلس قضاء کے ساتھ خاص ہے اور اس میں بھی آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے۔

شہادت مسلم میں حاکم کا ظاہری عدالت پر اقتصار کرنے کا بیان

(قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يَقْتَصِرُ الْحَاكِمُ عَلٰى ظَاهِرِ الْعَدَالَةِ فِي الْمُسْلِمِ وَلَا يَسْاَلُ عَنْ حَالِ الشُّهُوْدِ حَتّٰى يَطْعَنَ الْخَصْمُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْمُسْلِمُوْنَ عُدُوْلٌ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، اِلَّا مَحْدُوْدًا فِي قَذْفٍ) وَمِثْلُ ذٰلِكَ مَرْوِيٌّ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِاَنَّ الظَّاهِرَ هُوَ الِانْزِجَارُ عَمَّا هُوَ مُحَرَّمٌ دِيْنُهُ، وَبِالظَّاهِرِ كِفَايَةٌ اِذْ لَا وُصُوْلَ اِلَى الْقَطْعِ .(اِلَّا فِي الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ فَاِنَّهُ يَسْاَلُ عَنِ الشُّهُوْدِ) لِاَنَّهُ يَحْتَالُ لِاِسْقَاطِهَا فَيُشْتَرَطُ الِاسْتِقْصَاءُ فِيْهَا، وَلِاَنَّ الشُّبْهَةَ فِيْهَا دَارِئَةٌ، وَاِنْ طَعَنَ الْخَصْمُ فِيْهِمْ سَاَلَ عَنْهُمْ لِاَنَّهُ تَقَابَلَ الظَّاهِرَانِ فَيَسْاَلُ طَلَبًا لِلتَّرْجِيْحِ (وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : لَا بُدَّ اَنْ يَسْاَلَ عَنْهُمْ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فِي سَائِرِ الْحُقُوْقِ) لِاَنَّ الْقَضَاءَ مَبْنَاهُ عَلَى الْحُجَّةِ وَهِيَ شَهَادَةُ الْعُدُوْلِ فَيَتَعَرَّفُ عَنِ الْعَدَالَةِ، وَفِيْهِ صَوْنُ قَضَائِهِ عَنِ الْبُطْلَانِ .وَقِيْلَ هٰذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ وَالْفَتْوٰى عَلٰى قَوْلِهِمَا فِي هٰذَا الزَّمَانِ .

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مسلمان شاہد میں حاکم ظاہری عدالت پر اکتفاء کرے اور گواہوں کا حال نہ پوچھے یہاں تک مدعی علیہ طعن کرے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان سب عادل ہیں اور بعض بعض پر حجت ہیں سوائے محدود فی القذف کے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس لئے بھی کہ مسلمان کا ظاہر حال اس سے اجتناب کرتا ہے جو اس کے دین میں حرام ہے اور ظاہر پر ہی اکتفاء ہے اس لئے کہ حدود اور قصاص کے علاوہ میں یقین تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے قاضی گواہوں کا حال دریافت کرے گا کیونکہ قاضی حدود و قصاص کے اسقاط کا حیلہ تلاش کرتا ہے اس لئے عدالت کے متعلق مکمل تفتیش شرط ہوگی۔ اور اس لئے کہ حدود میں شبہ دافع ہوتا ہے۔ اور اگر مدعی علیہ گواہوں پر طعن کر دے تو قاضی ظاہر اور باطن

دونوں میں ان کا حال دریافت کرے اس لئے کہ دو ظاہر مقابل ہو گئے لہٰذا ترجیح کے لیے قاضی گواہوں کا حال پوچھے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ قاضی کے لئے جملہ حقوق میں ظاہر اور باطن دونوں سطح پر گواہوں کا حال پوچھنا ضروری ہے اس لئے کہ قضاء کی بنیاد پر حجت ہے اور حجت عادل گواہوں کی شہادت ہے اس لئے قاضی عدالت دریافت کرے گا اور اس میں قضائے قاضی کے بطلان سے حفاظت بھی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ عہد اور زمانے کا اختلاف ہے اور اس زمانے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔

تعدیل کرنے والے کے لئے قاضی کا خط بھیجنے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ التَّزْكِيَةُ فِي السِّرِّ اَنْ يَبْعَثَ الْمَسْتُورَةَ اِلَى الْمُعَدِّلِ فِيهَا النَّسَبُ وَالْحُلْىُ وَالْمُصَلّٰى وَيَرُدُّهَا الْمُعَدِّلُ) كُلُّ ذٰلِكَ فِي السِّرِّ كَيْ لَا يَظْهَرَ فَيُخْدَعَ اَوْ يُقْصَدَ (وَفِي الْعَلَانِيَةِ لَا بُدَّ اَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الْمُعَدِّلِ وَالشَّاهِدِ) لِتَنْتَفِي شُبْهَةُ تَعْدِيلِ غَيْرِهِ، وَقَدْ كَانَتِ الْعَلَانِيَةُ وَحْدَهَا فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ، وَوَقَعَ الْاِكْتِفَاءُ بِالسِّرِّ فِي زَمَانِنَا تَحَرُّزًا عَنِ الْفِتْنَةِ .وَيُرْوَى عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ : تَزْكِيَةُ الْعَلَانِيَةِ بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ .

ثُمَّ قِيلَ : لَا بُدَّ اَنْ يَقُولَ الْمُعَدِّلُ هُوَ عَدْلٌ جَائِزُ الشَّهَادَةِ لِاَنَّ الْعَبْدَ قَدْ يُعَدَّلُ، وَقِيلَ يَكْتَفِي بِقَوْلِهِ هُوَ عَدْلٌ لِاَنَّ الْحُرِّيَّةَ ثَابِتَةٌ بِالدَّارِ وَهٰذَا اَصَحُّ .

پھر خفیہ تزکیہ یہ ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے کے پاس خفیہ خط بھیجے جس میں گواہوں کا نسب، ان کا حلیہ اور ان کے محلے کی مسجد تحریر کرے اور تعدیل کرنے والا وہ خط قاضی کو واپس کر دے اور یہ سب خفیہ طور پر ہوتا کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے اور معدل کے ساتھ مکر کیا جائے یا اسے تکلیف دینے کا قصد کیا جائے اور علانیہ تزکیہ میں معدل اور شاہد کو جمع کرنا ضروری ہے تاکہ دوسرے کی تعدیل کا شبہ ختم ہو جائے اور صدر اول میں صرف اعلانیہ تعدیل تھی اور فتنہ سے بچاؤ کے لئے ہمارے زمانے میں خفیہ تعدیل پر اکتفاء ہو گیا اور امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علانیہ تعدیل بلاء اور فتنہ ہے پھر کہا گیا ہے کہ معدل کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ گواہ آزاد ہے، عادل، اور جائز الشہادت ہے کیونکہ کبھی کبھی غلام بھی عادل ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ معدل صرف عادل کہنے پر اکتفاء کر لے اس لئے کہ حریت دار السلام سے ثابت ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

قاضی کی تفتیش میں مدعیٰ علیہ کے انکار کے مقبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَفِي قَوْلِ مَنْ رَاَى اَنْ يَسْاَلَ عَنِ الشُّهُودِ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُ الْخَصْمِ اِنَّهُ عَدْلٌ) مَعْنَاهُ قَوْلُ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنَّهُ يَجُوزُ تَزْكِيَتُهُ، لٰكِنْ عِنْدَ مُحَمَّدٍ يَضُمُّ تَزْكِيَةَ الْاٰخَرِ اِلَى تَزْكِيَتِهِ لِاَنَّ الْعَدَدَ عِنْدَهُ شَرْطٌ .

وَوَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ فِي زَعْمِ الْمُدَّعِي وَشُهُودِهِ اَنَّ الْخَصْمَ كَاذِبٌ فِي اِنْكَارِهِ مُبْطِلٌ فِي اِصْرَارِهِ

فَلَا يَصْلُحُ مُعَدِّلًا، وَمَوْضُوعُ الْمَسْأَلَةِ إِذَا قَالَ هُمْ عُدُولٌ إِلَّا أَنَّهُمْ أَخْطَئُوا أَوْ نَسُوا، أَمَّا إِذَا قَالَ صَدَقُوا أَوْ هُمْ عُدُولٌ صَدَقَةٌ فَقَدْ اعْتَرَفَ بِالْحَقِّ .

فرمایا کہ اس شخص کے قول کے مطابق جس کی رائے یہ ہے قاضی گواہوں سے ان کا حال معلوم کرے اس پر مدعی علیہ کا یہ کہنا مقبول نہیں ہے کہ گواہ عادل ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ کی تعدیل جائز ہے لیکن امام محمد فرماتے ہیں کہ اس کی تعدیل کے ساتھ دوسرے کی تعدیل بھی ملائی جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک تعداد شرط ہے ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ مدعی اور اس کے گواہوں کے گمان کے مطابق مدعی علیہ اپنے انکار میں جھوٹا ہے اور اپنے اصرار میں باطل ہے۔ اس لئے وہ معدل بننے کے لائق نہیں اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب مدعی علیہ نے یہ کہا کہ گواہ عادل تو ہیں لیکن ان سے چوک ہوگئی یا یہ بھول گئے۔ لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ گواہوں نے سچ کہا یا وہ عادل ہیں اور سچے ہیں تو اس نے حق کا اقرار کرلیا۔

قاضی کے قاصد ہونے کے جواز کا بیان

(وَإِذَا كَانَ رَسُولُ الْقَاضِي الَّذِي يَسْأَلُ عَنْ الشُّهُودِ وَاحِدًا جَازَ وَالِاثْنَانِ أَفْضَلُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ إِلَّا اثْنَانِ، وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْمُزَكِّي، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ رَسُولُ الْقَاضِي إِلَى الْمُزَكِّي وَالْمُتَرْجِمُ عَنْ الشَّاهِدِ لَهُ أَنَّ التَّزْكِيَةَ فِي مَعْنَى الشَّهَادَةِ لِأَنَّ وِلَايَةَ الْقَضَاءِ تَنْبَنِي عَلَى ظُهُورِ الْعَدَالَةِ وَهُوَ بِالتَّزْكِيَةِ فَيُشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ كَمَا تُشْتَرَطُ الْعَدَالَةُ فِيهِ، وَتُشْتَرَطُ الذُّكُورَةُ فِي الْمُزَكِّي وَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى الشَّهَادَةِ وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ لَفْظَةُ الشَّهَادَةِ وَمَجْلِسُ الْقَضَاءِ، وَاشْتِرَاطُ الْعَدَدِ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ فِي الشَّهَادَةِ فَلَا يَتَعَدَّاهَا

فرمایا کہ قاضی کا وہ قاصد جس سے گواہوں کے متعلق پوچھا جائے گا اگر ایک ہو تو جائز ہے اور دو ہوں تو افضل ہے اور یہ قول صاحبین کا ہے جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ دو سے کم ہونا جائز نہیں اور اس سے مزکی مراد ہیں اور اسی اختلاف پر مزکی کے پاس بھیجا جانے والا قاضی کا قاصد ہے اور گواہ کا مترجم ہے امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ تعدیل شہادت کے معنی میں ہے اس لئے کہ ولایت قضاء ظہور عدالت پر مبنی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور تزکیہ سے عدالت کا ظہور ہوجاتا ہے اس لئے اس میں عدد شرط ہوگا جیسے اس میں عدالت شرط ہے اور جیسے حدود اور قصاص میں مزکی کا مذکر ہونا شرط ہے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ شہادت کے معنی میں نہیں ہے اس لئے اس میں لفظ شہادت اور مجلس قضاء شرط نہیں ہے اور شہادت میں عدد کا شرط ہونا امر حکمی ہے اس لئے وہ شہادت سے بڑھنے والا نہ ہوگا۔

خفیہ تزکیہ کا اہلیت شہادت کے لئے شرط نہ ہونے کا بیان

(وَلَا يُشْتَرَطُ اَهْلِيَّةُ الشَّهَادَةِ فِي الْمُزَكِّي فِي تَزْكِيَةِ السِّرِّ) حَتّٰى صَلُحَ الْعَبْدُ مُزَكِّيًا، فَاَمَّا فِي تَزْكِيَةِ الْعَلَانِيَةِ فَهُوَ شَرْطٌ، وَكَذَا الْعَدَدُ بِالْاِجْمَاعِ عَلٰى مَا قَالَهُ الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاخْتِصَاصِهَا بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ. قَالُوْا : يُشْتَرَطُ الْاَرْبَعَةُ فِي تَزْكِيَةِ شُهُوْدِ الزِّنَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

اور پوشیدہ تزکیہ میں مزکی میں شہادت کی اہلیت شرط نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ غلام کا مزکی ہونا صحیح ہے لیکن علانیہ تزکیہ میں اہلیت شہادت شرط ہے نیز عدد بھی بالاتفاق شرط ہے جس طرح امام خصاف نے بیان کیا ہے کیونکہ علانیہ تزکیہ مجلس قضاء کے ساتھ خاص ہے حضرات مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد کے نزدیک شہود زنا کی تعدیل کرنے والوں کا عدد میں چار ہونا شرط ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل گواہی کی ادائیگی اور اس کو چلانے کے بیان میں ہے﴾

فصل گواہی کی ادائیگی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب مراتب شہادت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس فصل کو شروع کیا ہے جس میں اٹھائی جانے والی یعنی جس چیز کی قسم اٹھائی جائے گی اس کا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور یاد رہے کسی چیز کا طریقہ ہمیشہ ثبوت شئی کے بعد بیان کیا جاتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ ج ۱۰، ص ۴۰۵، بیروت)

شاہد کے لئے اٹھانے والی اشیاء کی اقسام کا بیان

وَمَا يَتَحَمَّلُهُ الشَّاهِدُ عَلَى ضَرْبَيْنِ: اَحَدُهُمَا مَا يَثْبُتُ حُكْمُهُ بِنَفْسِهِ مِثْلُ الْبَيْعِ وَالْإِقْرَارِ وَالْغَصْبِ وَالْقَتْلِ وَحُكْمِ الْحَاكِمِ، فَإِذَا سَمِعَ ذٰلِكَ الشَّاهِدُ اَوْ رَآهُ وَسِعَهُ اَنْ يَشْهَدَ بِهِ وَاِنْ لَمْ يُشْهَدْ عَلَيْهِ (لِاَنَّهُ عَلِمَ مَا هُوَ الْمُوجِبُ بِنَفْسِهِ) وَهُوَ الرُّكْنُ فِي اِطْلَاقِ الْاَدَاءِ.

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِذَا عَلِمْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَدَعْ) قَالَ (وَيَقُولُ اَشْهَدُ اَنَّهُ بَاعَ وَلَا يَقُولُ اَشْهَدَنِي) لِاَنَّهُ كَذِبٌ، وَلَوْ سَمِعَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ لَا يَجُوزُ لَهُ اَنْ يَشْهَدَ، وَلَوْ فَسَّرَ لِلْقَاضِي لَا يَقْبَلُهُ لِاَنَّ النَّغْمَةَ تُشْبِهُ النَّغْمَةَ فَلَمْ يَحْصُلِ الْعِلْمُ اِلَّا اِذَا كَانَ دَخَلَ الْبَيْتَ وَعَلِمَ اَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ اَحَدٌ سِوَاهُ ثُمَّ جَلَسَ عَلَى الْبَابِ وَلَيْسَ فِي الْبَيْتِ مَسْلَكٌ غَيْرُهُ فَسَمِعَ اِقْرَارَ الدَّاخِلِ وَلَا يَرَاهُ لَهُ اَنْ يَشْهَدَ لِاَنَّهُ حَصَلَ الْعِلْمُ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ.

اور گواہ جن چیزوں کی گواہی اٹھاتا ہے ان کی دو اقسام ہیں ان میں ایک وہ ہے جس کا حکم بذات خود ثابت ہوتا ہے جیسے بیع، اقرار، غصب، قتل اور حاکم کا حکم پس جب گواہ نے اس سے سن لیا یا دیکھ لیا تو اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے اگر چہ اسے اس کے متعلق گواہ نہ بنایا گیا ہو کیونکہ گواہ نے وہ چیز جان لی جو بذات خود موجب ہے اور ادائے شہادت کے جواز میں علم ہی رکن ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سوائے اس شخص کے جو حق کے ساتھ گواہی دے اس حال میں کہ وہ لوگ اسے جانتے ہوں،، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم آفتاب کی طرح اسے جان لو تب گواہی دو ورنہ اسے چھوڑ دو۔

فرمایا کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے فروخت کیا اور یہ نہ کہے کہ اس نے مجھے گواہ بنایا کیونکہ یہ جھوٹ ہے اور اگر اس نے پردے کے پیچھے سے سنا ہو تو اس کے لئے گواہی دینا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے قاضی سے اس کی وضاحت کر دی تو قاضی اس کو قبول نہیں کرے گا اس لئے کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے پس علم حاصل نہیں ہو گا مگر یہ کہ گواہ مکان میں داخل ہوا ہو اور اس نے یہ جان لیا ہو کہ مدعی علیہ کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں ہے پھر وہ دروازہ پر بیٹھ گیا اور اس کے علاوہ گھر کا کوئی دوسرا دروازہ نہ ہو پھر اس نے گھر میں موجود شخص کی آواز سنی اور اسے دیکھا نہیں تو اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں علم حاصل ہو چکا ہے۔

گواہی پر گواہی دینا تحمل شہادت کی دوسری قسم ہونے کا بیان

(وَمِنْهُ مَا لَا يَثْبُتُ الْحُكْمُ فِيهِ بِنَفْسِهِ مِثْلُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ، فَإِذَا سَمِعَ شَاهِدًا يَشْهَدُ بِشَيْءٍ لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ عَلَى شَهَادَتِهِ إِلَّا أَنْ يُشْهِدَ عَلَيْهَا) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ غَيْرُ مُوجِبَةٍ بِنَفْسِهَا، وَإِنَّمَا تَصِيرُ مُوجِبَةً بِالنَّقْلِ إِلَى مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْإِنَابَةِ وَالتَّحْمِيلِ وَلَمْ يُوجَدْ (وَكَذَا لَوْ سَمِعَهُ يُشْهِدُ الشَّاهِدَ عَلَى شَهَادَتِهِ لَمْ يَسَعْ لِلسَّامِعِ أَنْ يَشْهَدَ) لِأَنَّهُ مَا حَمَّلَهُ وَإِنَّمَا حَمَّلَ غَيْرَهُ.

اور تحمل شہادت کی دوسری قسم وہ ہے جس کا حکم بذات خود ثابت نہ ہو جیسے گواہی پر گواہی دینا پس اگر کسی نے کسی گواہ کو کسی چیز کی گواہی دیتے سنا تو سننے والے کے لئے گواہ کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں مگر یہ کہ شاہد سامع کو اپنی گواہی پر گواہ بنا دے اس لئے کہ شہادت بذات خود موجب نہیں ہے بلکہ وہ مجلس قضاء کی طرف منتقل کرنے سے موجب ہوتی ہے اس لئے شاہد کے لئے سامع کو نائب بنانا اور اس پر بار شہادت کو ڈالنا ضروری ہے اور ان میں سے کچھ نہیں پایا گیا ایسے ہی کسی نے شاہد کو اپنی شہادت پر دوسرے شاہد کو گواہ بناتے سنا تو سامع کے لئے اس کی گواہی دینا جائز نہیں اس لئے کہ اصل نے سامع پر گواہی کا بوجھ نہیں لادا بلکہ اس کے علاوہ دوسرے شاہد پر ڈالا ہے۔

گواہ کے لئے اپنا خط دیکھ کر گواہی دینا جائز نہیں ہے

وَلَا يَحِلُّ لِلشَّاهِدِ إِذَا رَأَى خَطَّهُ أَنْ يَشْهَدَ إِلَّا أَنْ يَتَذَكَّرَ الشَّهَادَةَ لِأَنَّ الْخَطَّ يُشْبِهُ الْخَطَّ فَلَمْ يَحْصُلِ الْعِلْمُ. قِيلَ هٰذَا عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَعِنْدَهُمَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ. وَقِيلَ هٰذَا بِالِاتِّفَاقِ، وَإِنَّمَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا وَجَدَ الْقَاضِي شَهَادَتَهُ فِي دِيوَانِهِ أَوْ قَضِيَّتَهُ، لِأَنَّ مَا يَكُونُ فِي قِمَطْرِهِ فَهُوَ تَحْتَ خَتْمِهِ يُؤْمَنُ عَلَيْهِ مِنَ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فَحَصَلَ لَهُ الْعِلْمُ بِذٰلِكَ وَلَا كَذٰلِكَ الشَّهَادَةُ فِي الصَّكِّ لِأَنَّهُ فِي يَدِ غَيْرِهِ، وَعَلَى هٰذَا إِذَا تَذَكَّرَ الْمَجْلِسَ الَّذِي كَانَ

فِيهِ الشَّهَادَةُ اَوْ اَخْبَرَهُ قَوْمٌ مِمَّنْ يَثِقُ بِهِ اَنَّا شَهِدْنَا نَحْنُ وَاَنْتَ .

ترجمہ فرمایا کہ گواہ کے لئے اپنا خط دیکھ کر گواہی دینا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اسے گواہی یاد آ جائے اس لئے کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے اس لئے اس سے علم حاصل نہیں ہوگا کہا گیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کے لئے گواہی دینا حلال ہے اور دوسرا یہ قول ہے کہ یہ متفق علیہ ہے اور اختلاف اس صورت میں ہے جب قاضی اپنے رجسٹر میں کسی کی شہادت پائے یا اپنے حکم نامے میں پائے کیونکہ جو کچھ قاضی کی فائل میں ہوگا وہ اس کی مہر کے تحت ہوگا اور کمی بیشی سے محفوظ ہوگا اس لئے اس سے قاضی کو علم حصل ہو جائے گا اور دستاویز میں لکھی ہوئی شہادت ایسی نہیں ہے اس لئے کہ وہ دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ اور اسی اختلاف پر ہے جب وہ مجلس یاد آ ئی جس میں اس نے گواہی دی تھی یا کسی ایسی جماعت نے گواہی کی خبر دی جس پر اسے اعتماد ہو کہ ہم نے اور تم نے گواہی دی تھی۔

شاہد کے لئے مشہود لہ کا مشاہدہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَشْهَدَ بِشَيْءٍ لَمْ يُعَايِنْهُ اِلَّا النَّسَبَ وَالْمَوْتَ وَالنِّكَاحَ وَالدُّخُولَ وَوِلَايَةَ الْقَاضِي فَاِنَّهُ يَسَعُهُ اَنْ يَشْهَدَ بِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ اِذَا اَخْبَرَهُ بِهَا مَنْ يَثِقُ بِهِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ

وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا تَجُوزَ لِاَنَّ الشَّهَادَةَ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْمُشَاهَدَةِ وَذٰلِكَ بِالْعِلْمِ وَلَمْ يَحْصُلْ فَصَارَ كَالْبَيْعِ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ هٰذِهِ اُمُورٌ تَخْتَصُّ بِمُعَايَنَةِ اَسْبَابِهَا خَوَاصُّ مِنَ النَّاسِ ، وَيَتَعَلَّقُ بِهَا اَحْكَامٌ تَبْقَى عَلَى انْقِضَاءِ الْقُرُونِ ، فَلَوْ لَمْ تُقْبَلْ فِيهَا الشَّهَادَةُ بِالتَّسَامُعِ اَدَّى اِلَى الْحَرَجِ وَتَعْطِيلِ الْاَحْكَامِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّهُ يَسْمَعُهُ كُلُّ اَحَدٍ ، وَاِنَّمَا يَجُوزُ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَشْهَدَ بِالْاِشْتِهَارِ وَذٰلِكَ بِالتَّوَاتُرِ اَوْ بِاِخْبَارِ مَنْ يَثِقُ بِهِ كَمَا قَالَ فِي الْكِتَابِ .

وَيُشْتَرَطُ اَنْ يُخْبِرَهُ رَجُلَانِ عَدْلَانِ اَوْ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ لِيَحْصُلَ لَهُ نَوْعُ عِلْمٍ .

وَقِيلَ فِي الْمَوْتِ يَكْتَفِي بِاِخْبَارِ وَاحِدٍ اَوْ وَاحِدَةٍ لِاَنَّهُ قَلَّمَا يُشَاهِدُ غَيْرُ الْوَاحِدِ اِذِ الْاِنْسَانُ يَهَابُهُ وَيَكْرَهُهُ فَيَكُونُ فِي اشْتِرَاطِ الْعَدَدِ بَعْضُ الْحَرَجِ ، وَلَا كَذٰلِكَ النَّسَبُ وَالنِّكَاحُ ،

وَيَنْبَغِي اَنْ يُطْلِقَ اَدَاءَ الشَّهَادَةِ .

اَمَّا اِذَا فَسَّرَ لِلْقَاضِي اَنَّهُ يَشْهَدُ بِالتَّسَامُعِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ كَمَا اَنَّ مُعَايَنَةَ الْيَدِ فِي الْاَمْلَاكِ تُطْلِقُ الشَّهَادَةَ ، ثُمَّ اِذَا فَسَّرَ لَا تُقْبَلُ كَذَا هٰذَا .

وَلَوْ رَاٰی اِنْسَانًا جَلَسَ مَجْلِسَ الْقَضَاءِ یَدْخُلُ عَلَیْهِ الْخُصُوْمُ حَلَّ لَهٗ اَنْ یَّشْهَدَ عَلٰی کَوْنِهٖ قَاضِیًا وَکَذَا اِذَا رَاٰی رَجُلًا وَامْرَاَۃً یَسْکُنَانِ بَیْتًا وَیَنْبَسِطُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلَی الْاٰخَرِ انْبِسَاطَ الْاَزْوَاجِ کَمَا اِذَا رَاٰی عَیْنًا فِیْ یَدِ غَیْرِهٖ .

وَمَنْ شَهِدَ اَنَّهٗ شَهِدَ دَفْنَ فُلَانٍ اَوْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَتِهٖ فَهُوَ مُعَایَنَةٌ، حَتّٰی لَوْ فَسَّرَ لِلْقَاضِیْ قَبِلَهٗ ثُمَّ قَصَرَ الْاِسْتِثْنَاءَ فِی الْکِتَابِ

فرمایا کہ گواہ کے لئے اس چیز کی گواہی دینا جائز نہیں جس کا اس نے مشاہدہ نہ کیا ہو مگر نسب، موت، نکاح، دخول اور ولایت قاضی کے پس بے شک اس کے لئے ان چیزوں کی گواہی دینا جائز ہے بشرطیکہ گواہ کو ان چیزوں کے متعلق کسی نے باخبر کیا ہو اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے جائز نہ ہو اس لئے کہ شہادت مشاہدہ سے مشتق اور مشاہدہ علم سے حاصل ہوتا ہے لہذا یہ بیع کی طرح ہو گیا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ یہ اس طرح کے امور ہیں۔ جس کے اسباب معاینہ کے ساتھ چند خواص لوگ مختص ہیں اور ان کے ساتھ ایسے ہی اسباب متعلق ہیں جو زمانہ گزرنے کے ساتھ بھی باقی رہتے ہیں اس لئے ان امور پر باہمی سماعت پر شہادت مقبول نہیں ہوگی تو یہ حرج کی جانب لے جانے والا ہوگا اور اس سے احکام معطل ہو جائیں گے بیع کے خلاف اس لئے کہ اسے ہر شخص سنتا ہے اور گواہ کے لئے سماعت پر اشتہار کے ساتھ گواہی دینا جائز ہے۔ اور اشتہار تواتر سے ہوگا یا کسی معتمد کے خبر دینے سے ہوگا جس طرح صاحب قدوری نے بیان کیا ہے اور دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ کو خبر دینا شرط ہے تا کہ اسے حاصل ہو جائے ایک نوع کا علم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موت کی خبر میں ایک مرد ایک عورت کی گواہی پر اکتفاء کر لیا جائے گا ایک کے سوا کم ہی میت کے حال کا مشاہدہ کرتا ہے اس لئے کہ آدمی موت سے ڈرتا ہے اور اسے ناپسند کرتا ہے لہذا عدد کو مشروط قرار دینے میں کچھ حرج ہے اور نسب اور نکاح کا یہ حال نہیں ہے اور مناسب یہ ہے کہ گواہ اداء شہادت کو مطلق رکھے اور اس کی وضاحت نہ کرے لیکن اگر اس نے قاضی کے سامنے یہ تفسیر کر دی کہ وہ سن کر شہادت دے رہا ہے تو قاضی اس کی شہادت کو قبول نہ کرے جس طرح املاک میں قبضہ کا مشاہدہ شہادت کی اجازت دیتا ہے لیکن اگر گواہ نے وضاحت کر دی تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی ایسے ہی یہ بھی ہے۔

اعتبار سماعت کو پانچ اشیاء میں منحصر کرنے کا بیان

عَلٰی هٰذِهِ الْاَشْیَاءِ الْخَمْسَةِ یَنْفِی اعْتِبَارَ التَّسَامُعِ فِی الْوَلَاءِ وَالْوَقْفِ . وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ آخِرًا اَنَّهٗ یَجُوْزُ فِی الْوَلَاءِ لِاَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ (اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ کَلُحْمَةِ النَّسَبِ) .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ یَجُوْزُ فِی الْوَقْفِ لِاَنَّهٗ یَبْقٰی عَلٰی مَرِّ الْاَعْصَارِ، اِلَّا اَنَّا نَقُوْلُ الْوَلَاءُ یُبْتَنٰی عَلٰی زَوَالِ الْمِلْکِ وَلَا بُدَّ فِیْهِ مِنَ الْمُعَایَنَةِ فَکَذَا فِیْمَا یُبْتَنٰی عَلَیْهِ . وَاَمَّا الْوَقْفُ فَالصَّحِیْحُ اَنَّهٗ تُقْبَلُ الشَّهَادَۃُ بِالتَّسَامُعِ فِیْ اَصْلِهٖ دُوْنَ شَرَائِطِهٖ، لِاَنَّ اَصْلَهٗ هُوَ الَّذِیْ یَشْتَهِرُ .

پھر صاحب قدوری کا ان پانچ چیزوں پر استثناء کو منحصر کرنا یہ نفی کرتا ہے ولاء کی اور وقف میں سماعت کے معتبر ہونے کی اور اخیر میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ ولاء میں جائز ہے اس لئے کہ ولاء نسب کے درجے میں ہے جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ نسبی قرابت کی طرح ولاء بھی ایک قرابت ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ سماع وقف میں بھی جائز ہے اس لئے کہ زمانہ گزرنے کے باوجود وقف باقی رہتا ہے مگر ہمارے نزدیک ولاء ملک زوال پر مبنی ہے اور اس میں معائنہ ضروری ہے لہٰذا اس چیز پر بھی معائنہ ضروری ہوگا جو زوال ملک پر مبنی ہے رہا وقف تو صحیح یہ ہے کہ اصل وقف میں سماع سے شہادت مقبول ہوگی اور اس کی شرائط میں مقبول نہیں ہوگی اس لئے کہ اصل وقف میں مشتہر ہوتا ہے۔

قبضہ سے ملکیت پر استدلال کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ فِي يَدِهِ شَيْءٌ سِوَى الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ وَسِعَكَ اَنْ تَشْهَدَ اَنَّهُ لَهُ) لِاَنَّ الْيَدَ اَقْصَى مَا يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى الْمِلْكِ اِذْ هِيَ مَرْجِعُ الدَّلَالَةِ فِي الْاَسْبَابِ كُلِّهَا فَيُكْتَفٰى بِهَا. وَعَنْ اَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يُشْتَرَطُ مَعَ ذٰلِكَ اَنْ يَقَعَ فِي قَلْبِهِ اَنَّهُ لَهُ.

قَالُوْا : وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا تَفْسِيْرًا لِاِطْلَاقِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الرِّوَايَةِ فَيَكُوْنُ شَرْطًا عَلَى الْاِتِّفَاقِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : دَلِيْلُ الْمِلْكِ الْيَدُ مَعَ التَّصَرُّفِ، وَبِهٖ قَالَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لِاَنَّ الْيَدَ مُتَنَوِّعَةٌ اِلٰى اِنَابَةٍ وَمِلْكٍ. قُلْنَا : وَالتَّصَرُّفُ يَتَنَوَّعُ اَيْضًا اِلٰى نِيَابَةٍ وَاَصَالَةٍ.

ثُمَّ الْمَسْاَلَةُ عَلٰى وُجُوْهٍ : اِنْ عَايَنَ الْمَالِكَ الْمِلْكَ حَلَّ لَهُ اَنْ يَشْهَدَ، وَكَذَا اِذَا عَايَنَ الْمِلْكَ بِحُدُوْدِهِ دُوْنَ الْمَالِكِ اسْتِحْسَانًا لِاَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ بِالتَّسَامُعِ فَيَحْصُلُ مَعْرِفَتُهُ، وَاِنْ لَمْ يُعَايِنْهُمَا اَوْ عَايَنَ الْمَالِكَ دُوْنَ الْمِلْكِ لَا يَحِلُّ لَهُ.

فرمایا کہ غلام اور باندی کے علاوہ جس شخص کے قبضہ میں کوئی چیز ہو تو تمہارے لئے یہ گواہی دینا جائز ہے کہ یہ قابض کی ملک ہے کیونکہ قبضہ وہ نہائی چیز ہے جس کے ذریعے ملک پر استدلال کیا جاتا ہے اس لئے کہ تمام اسباب میں قبضہ ہی مرجع دلالت ہے لہٰذا اس پر اکتفاء کیا جائے گا امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ گواہ کے دل میں یہ بات آ جائے کہ یہ قابض کی ملک ہے مشائخ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ امام محمد کی روایت مطلقہ کی تفسیر ہو اس لئے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہو گی امام شافعی فرماتے ہیں کہ ملک کی دلیل قبضہ مع التصرف ہے ہمارے بعض مشائخ بھی اسی کے قائل ہیں اس لئے کہ قبضہ امانت اور ملک کی طرف منقسم ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ تصرف بھی نیابت اور اصالت کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

پھر یہ مسئلہ کئی صورتوں پر مشتمل ہے اگر اس نے مالک اور ملک دونوں کا مشاہدہ کیا ہو تو اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے اسی طرح اگر اس نے ملک کی حدود کے ساتھ اس کا مشاہدہ کیا ہو اور مالک کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو استحسانا گواہی دینا جائز ہے اس لئے کہ سماع

سے نسب ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی شناخت حاصل ہو جائے گی اور اگر اس نے دونوں کا مشاہدہ نہ کیا ہو یا صرف مالک کا مشاہدہ کیا ہو نہ کہ ملک کا تو اس کے لئے گواہی دینا حلال نہیں ہے۔

رقیق غلام وباندی کی شہادت کا بیان

وَاَمَّا الْعَبْدُ وَالْاَمَةُ، فَاِنْ كَانَ يَعْرِفُ اَنَّهُمَا رَقِيْقَانِ فَكَذٰلِكَ لِاَنَّ الرَّقِيْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ يَدِ نَفْسِهِ، وَاِنْ كَانَ لَا يَعْرِفُ اَنَّهُمَا رَقِيْقَانِ اِلَّا اَنَّهُمَا صَغِيْرَانِ لَا يُعَبِّرَانِ عَنْ اَنْفُسِهِمَا فَكَذٰلِكَ لِاَنَّهُ لَا يَدَ لَهُمَا، وَاِنْ كَانَا كَبِيْرَيْنِ فَذٰلِكَ مَصْرِفُ الْاِسْتِثْنَاءِ لِاَنَّ لَهُمَا يَدًا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا فَيَدْفَعُ يَدُ الْغَيْرِ عَنْهُمَا فَانْعَدَمَ دَلِيْلُ الْمِلْكِ .

وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَشْهَدَ فِيْهِمَا اَيْضًا اعْتِبَارًا بِالثِّيَابِ، وَالْفَرْقُ مَا بَيَّنَّاهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور البتہ غلام اور باندی تو اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دونوں رقیق ہیں تو ان میں بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ رقیق اپنے قبضہ قدرت میں نہیں ہوتا اور اگر یہ شناخت نہ ہو رہی ہو کہ وہ دونوں رقیق ہیں تاہم وہ دونوں صغیر ہیں اور اپنی ترجمانی نہیں کر سکتے تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان کو کوئی اختیار نہیں ہوتا اور اگر وہ دونوں کبیر ہوں تو یہی محل استثناء ہے اس لئے کہ ان کو اپنی ذات پر قدرت ہے لہٰذا وہ ان سے دوسرے کی قدرت کو دفع کر دے گا تو دلیل ملک معدوم ہو گئی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں بھی شہادت دینا جائز ہے کپڑے پر قیاس کرتے ہوئے اور فرق وہی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

بَابُ مَنْ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ وَمَنْ لَا تُقْبَلُ

﴿یہ باب جن کی گواہی کو قبول یا نہ قبول کیے جانے کے بیان میں ہے﴾

باب قبول وعدم قبول شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب ان لوگوں کی شہادت کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں جن کی گواہی سنی جاتی ہے تو اس کے بعد ان لوگوں سے متعلق گواہی کے احکام کو شروع کر رہے ہیں جن کی شہادت سنی جائے گی یا نہ سنی جائے گی۔ اور شہادت کے احکام کو مقدم کرنے کی دلیل یہ ہے کہ محال شہادت ہیں اور محال شہادت یہ گواہی کی شروط ہوتی ہیں اور شروط ہمیشہ مشروط سے مقدم ہوا کرتی ہیں۔ اور شہادت میں اصل رد ہے جس کی بناء تہمت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تہمت زدہ کی کوئی گواہی نہیں ہے۔ کیونکہ خبر صدق وکذب کا احتمال رکھنے والی ہے اور اس کی ترجیح جانب صدق ہے جبکہ جانب تہمت غیر راجح ہے۔ اور شاہد میں معنی ہونے کے سبب سے ہوگا جس طرح فسق ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۳۴۳، بیروت)

نابینا کی گواہی کے عدم قبول کا بیان

قَالَ : وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْاَعْمٰى .وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : تُقْبَلُ فِيْمَا يَجْرِىْ فِيْهِ التَّسَامُعُ لِاَنَّ الْحَاجَةَ فِيْهِ اِلَى السَّمَاعِ وَلَا خَلَلَ فِيْهِ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَالشَّافِعِىُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : يَجُوْزُ اِذَا كَانَ بَصِيْرًا وَقْتَ التَّحَمُّلِ لِحُصُوْلِ الْعِلْمِ بِالْمُعَايَنَةِ، وَالْاَدَاءُ يَخْتَصُّ بِالْقَوْلِ وَلِسَانُهُ غَيْرُ مُوْفٍ وَالتَّعْرِيْفُ يَحْصُلُ بِالنِّسْبَةِ كَمَا فِى الشَّهَادَةِ عَلَى الْمَيِّتِ .

وَلَنَا اَنَّ الْاَدَاءَ يَفْتَقِرُ اِلَى التَّمْيِيْزِ بِالْاِشَارَةِ بَيْنَ الْمَشْهُوْدِ لَهُ وَالْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ، وَلَا يُمَيِّزُ الْاَعْمٰى اِلَّا بِالنَّغْمَةِ، وَفِيْهِ شُبْهَةٌ يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهَا بِجِنْسِ الشُّهُوْدِ وَالنِّسْبَةِ لِتَعْرِيْفِ الْغَائِبِ دُوْنَ الْحَاضِرِ فَصَارَ كَالْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ .

وَلَوْ عَمِىَ بَعْدَ الْاَدَاءِ يَمْتَنِعُ الْقَضَاءُ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، لِاَنَّ قِيَامَ اَهْلِيَّةِ الشَّهَادَةِ شَرْطٌ وَقْتَ الْقَضَاءِ لِصَيْرُوْرَتِهَا حُجَّةً عِنْدَهُ وَقَدْ بَطَلَتْ وَصَارَ كَمَا اِذَا خَرِسَ اَوْ جُنَّ اَوْ فَسَقَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا مَاتُوْا اَوْ غَابُوْا، لِاَنَّ الْاَهْلِيَّةَ بِالْمَوْتِ قَدِ انْتَهَتْ وَبِالْغَيْبَةِ مَا

بَطَلَتْ .

فرمایا کہ نابینا کی گواہی متبول نہیں ہے امام زفر فرماتے ہیں کہ جن چیزوں میں تسامع جاری ہے ان میں نابینا کی گواہی مقبول ہے اور اسی طرح امام اعظم سے بھی روایت ہے اس لئے کہ اس میں صرف سماع کی ضرورت ہے اور نابینا کی سماعت میں کوئی خلل نہیں ہے امام ابو یوسف اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ نابینا اگر تحمل شہادت کے وقت بینا ہو تو اس کی شہادت جائز ہے اس لئے کہ معائنہ سے اسے علم حاصل ہو چکا ہے اور ادائے شہادت قول کے ساتھ خاص ہے اور نابینا کی زبان عیب دار نہیں ہوتی اور شناخت کرانا نسب بیان کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے جس طرح شہادت علی المیت میں ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ادا مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان اشارہ کے ذریعے امتیاز کرنے کی محتاج ہوتی ہے اور آواز کے بغیر نابینا امتیاز نہیں کر سکتا اور آواز میں ایک گونہ شبہ ہوتا ہے لیکن جنس شہود کے ذریعے اس شبہ سے احتراز کرنا ممکن ہے اور نسب بیان کرنا غائب کی شناخت بیان کرانے کے لئے ہے نہ کہ حاضر کی لہٰذا یہ حدود وقصاص کی طرح ہو گیا اور اگر کوئی شخص ادائے شہادت کے بعد نابینا ہوا تو طرفین کے نزدیک قضائے قاضی ممتنع ہو گا اس لئے کہ قضا کے وقت شہادت اہلیت شرط ہے اس لئے کہ شہادت بوقت قضاء ہی حجت ہوتی ہے اور حجت باطل ہو گئی اور اس کا حکم ایسے ہے جیسے گواہ گونگا یا مجنون یا فاسق ہو گیا اس صورت کے خلاف کہ جب گواہ مر جائیں یا غائب ہو جائیں اس لئے کہ موت کی وجہ سے شہادت کی اہلیت مکمل ہو گئی غائب ہونے کی وجہ سے باطل نہیں ہوئی۔

مملوک کی شہادت کے عدم جواز کا بیان

(قَالَ وَلَا الْمَمْلُوكِ) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ وَهُوَ لَا يَلِي نَفْسَهُ فَأَوْلَى أَنْ لَا تَثْبُتَ لَهُ الْوِلَايَةُ عَلَى غَيْرِهِ

(وَلَا الْمَحْدُودِ فِي قَذْفٍ وَإِنْ تَابَ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا) وَلِأَنَّهُ مِنْ تَمَامِ الْحَدِّ لِكَوْنِهِ مَانِعًا فَيَبْقَى بَعْدَ التَّوْبَةِ كَأَصْلِهِ، بِخِلَافِ الْمَحْدُودِ فِي غَيْرِ الْقَذْفِ لِأَنَّ الرَّدَّ لِلْفِسْقِ وَقَدْ ارْتَفَعَ بِالتَّوْبَةِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تُقْبَلُ إذَا تَابَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (إلَّا الَّذِينَ تَابُوا) اسْتَثْنَى التَّائِبَ

قُلْنَا : الِاسْتِثْنَاءُ يَنْصَرِفُ إلَى مَا يَلِيهِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) أَوْ هُوَ اسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ بِمَعْنَى لَكِنْ .

(وَلَوْ حُدَّ الْكَافِرُ فِي قَذْفٍ ثُمَّ أَسْلَمَ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ) لِأَنَّ لِلْكَافِرِ شَهَادَةً فَكَانَ رَدُّهَا مِنْ تَمَامِ الْحَدِّ، وَبِالْإِسْلَامِ حَدَثَتْ لَهُ شَهَادَةٌ أُخْرَى، بِخِلَافِ الْعَبْدِ إذَا حُدَّ ثُمَّ أُعْتِقَ لِأَنَّهُ لَا شَهَادَةَ لِلْعَبْدِ أَصْلًا فَتَمَامُ حَدِّهِ يَرُدُّ شَهَادَتَهُ بَعْدَ الْعِتْقِ .

فرمایا کہ مملوک کی شہادت بھی جائز نہیں اس لئے کہ شہادت باب ولایت میں سے ہے اور مملوک اپنی ذات کا ولی

نہیں ہوتا اس لئے اس کو دوسرے پر بدرجہ اولی ولائیت ثابت نہیں ہوگی۔

اور محدود فی القذف کی گواہی بھی جائز نہیں اگر چہ اس نے توبہ کر لی ہو اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ محدودین کی گواہی کو قبول نہ کرو کبھی بھی اور اس لئے کہ ان کی گواہی قبول نہ کرنا تمامیتْ حد میں سے ہے اس لئے کہ شہادت کو قبول نہ کرنا مانع قذف ہے اسی وجہ سے شہادت کا رد ہونا توبہ کے بعد بھی باقی رہے گا جیسے اصل حد باقی رہتی ہے برخلاف محدود فی غیر القذف کے اس لئے کہ اس کی گواہی کو رد کرنا فسق کی وجہ سے ہوتا ہے اور توبہ کی وجہ سے فسق ختم ہو گیا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر محدود فی القذف توبہ کرلے تو اس کی گواہی مقبول ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی الا الذین تابوا کے ذریعے توبہ کرنے والے کا استثناء کر دیا ہم کہتے ہیں کہ استثناء اس طرف لوٹے گا جو اس سے متصل ہے اور وہ اللہ تعالی کا فرمان فاولئك هم الفسقون ہے یا یہ استثناء منقطع جو لکن کے معنی میں ہے اور اگر کافر کو بہتان لگانے کی وجہ سے حد ماری گئی اور پھر وہ ایمان لے آیا تو اس کی شہادت مقبول ہوگی اس لئے کہ کافر کو شہادت کا حق حاصل تھا اور تمامیت حد سے وہ مردود ہو گیا اور اسلام لانے سے اسے دوسری کا حق حاصل ہوا ہے غلام کے خلاف جب اس کو حد لگائی گئی ہو پھر وہ آزاد ہو گیا اس لئے کہ غلام کے لئے شہادت کا حق ہی نہیں تھا لہذا آزادی کے بعد اس کی شہادت کا مردود ہونا اس کی حد کو مکمل کرنے سے ہوگا۔

بیٹے کے حق میں باپ کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

(قَالَ وَلَا شَهَادَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ، وَلَا شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِأَبَوَيْهِ وَأَجْدَادِهِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِوَالِدِهِ وَلَا الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَلَا الْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا وَلَا الزَّوْجِ لِامْرَأَتِهِ وَلَا الْعَبْدِ لِسَيِّدِهِ وَلَا الْمَوْلَى لِعَبْدِهِ وَلَا الْأَجِيرِ لِمَنْ اسْتَأْجَرَهُ) وَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ بَيْنَ الْأَوْلَادِ وَالْآبَاءِ مُتَّصِلَةٌ وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ أَدَاءُ الزَّكَاةِ إلَيْهِمْ فَتَكُونُ شَهَادَةً لِنَفْسِهِ مِنْ وَجْهٍ أَوْ تَتَمَكَّنُ فِيهِ التُّهْمَةُ.

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: وَالْمُرَادُ بِالْأَجِيرِ عَلَى مَا قَالُوا التِّلْمِيذُ الْخَاصُّ الَّذِي يَعُدُّ ضَرَرَ أُسْتَاذِهِ ضَرَرَ نَفْسِهِ وَنَفْعَهُ نَفْعَ نَفْسِهِ، وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا شَهَادَةَ لِلْقَانِعِ بِأَهْلِ الْبَيْتِ) وَقِيلَ الْمُرَادُ الْأَجِيرُ مُسَانَهَةً أَوْ مُشَاهَرَةً أَوْ مُيَاوَمَةً فَيَسْتَوْجِبُ الْأَجْرَ بِمَنَافِعِهِ عِنْدَ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ فَيَصِيرُ كَالْمُسْتَأْجَرِ عَلَيْهَا.

فرمایا کہ اپنے بیٹے اور پوتے کے حق میں باپ کی گواہی مقبول نہیں ہے اور بیٹے کی گواہی اس کے والدین اور اجداد کے حق میں مقبول نہیں ہے اور اصل ہے اس میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ بیٹے کی شہادت اپنے والد کے لئے اور والد کی شہادت اپنے بیٹے کے لئے اور بیوی کی شہادت اپنے شوہر کے لئے اور شوہر کی شہادت اپنی بیوی کے لئے اور غلام کی شہادت اپنے آقا کے لئے اور آقا کی شہادت اپنے غلام کے لئے اور مزدور کی شہادت اس کے مستاجر کے لئے مقبول نہیں ہے اور اس لئے کہ منافع اولاد اور

آبا، کے درمیان مشترک ہوتے ہیں اسی وجہ سے ان کو زکوۃ دینا بھی جائز نہیں لہٰذا ایک طرح سے یہ شہادت ذات کے لئے ہوگی یا اس میں تہمت پیدا ہوگی صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ حضرات مشائخ کے قول کے مطابق اجیر سے مراد وہ خاص شاگرد ہیں جو استاذ کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہوں اور استاذ کے نفع کو اپنا نفع خیال کرے اور آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا یہی مطلب ہے کہ جو شخص کسی گھر والوں پر قناعت کرتا ہو تو ان کے حق میں اس شخص کی گواہی مقبول نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ خادم مراد ہے جو سالانہ، ماہانہ یا روزانہ پر مقرر ہو اور ادائے شہادت کے وقت اپنے منافع کی وجہ سے مستحق اجرت ہو اس لئے یہ ادائے شہادت کے لئے اجرت پر لئے ہوئے اجیر کی طرح ہو جائے گا۔

زوجین کے لئے باہمی گواہی کے عدم قبول کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ اَحَدِ الزَّوْجَيْنِ لِلْاٰخَرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : تُقْبَلُ لِاَنَّ الْاَمْلَاكَ بَيْنَهُمَا مُتَمَيِّزَةٌ وَالْاَيْدِي مُتَحَيِّزَةٌ وَلِهٰذَا يَجْرِي الْقِصَاصُ وَالْحَبْسُ بِالدَّيْنِ بَيْنَهُمَا، وَلَا مُعْتَبَرَ بِمَا فِيهِ مِنَ النَّفْعِ لِثُبُوتِهِ ضِمْنًا كَمَا فِي الْغَرِيمِ اِذَا شَهِدَ لِمَدْيُونِهِ الْمُفْلِسِ .
وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّ الْاِنْتِفَاعَ مُتَّصِلٌ عَادَةً وَهُوَ الْمَقْصُودُ فَيَصِيرُ شَاهِدًا لِنَفْسِهِ مِنْ وَجْهٍ اَوْ يَصِيرُ مُتَّهَمًا، بِخِلَافِ شَهَادَةِ الْغَرِيمِ لِاَنَّهُ لَا وِلَايَةَ عَلَى الْمَشْهُودِ بِهِ .

اور میاں بیوی میں کسی کی گواہی دوسرے کے حق میں قبول نہ کی جائے گی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قبول ہوگی کیونکہ زوجین کی ملکیت الگ الگ ہوا کرتی ہے۔ اور قبضے بھی جدا جدا ہوتے ہیں اس لئے قصاص اور دین کی وجہ سے دونوں کے درمیان حبس جاری ہے اور اس نفع کا کوئی اعتبار نہیں ہے جو احد الزوجین کے لئے دوسرے کی شہادت میں موجود ہے اس لئے کہ وہ نفع ضمنا ثابت ہے جس طرح قرض خواہ کے متعلق ہے جب وہ اپنے مفلس مدیون کے حق میں شہادت دے ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں اور اس لئے بھی کہ زوجین کی منفعت عادتا متصل ہوتی ہے اور یہی مقصود ہے لہٰذا شاہد من وجہ اپنے لئے گواہ ہوگا یا پھر متہم ہوگا برخلاف غریم کی شہادت کے اس لئے کہ اسے مشہود بہ پر کوئی ولایت نہیں حاصل ہوتی۔

غلام کے لئے آقا کی شہادت کے عدم قبول کا بیان

(وَلَا شَهَادَةُ الْمَوْلٰى لِعَبْدِهِ) لِاَنَّهُ شَهَادَةٌ لِنَفْسِهِ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى الْعَبْدِ دَيْنٌ اَوْ مِنْ وَجْهٍ اِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِاَنَّ الْحَالَ مَوْقُوفٌ مُرَاعًى (وَلَا لِمُكَاتَبِهِ) لِمَا قُلْنَا .(وَلَا شَهَادَةُ الشَّرِيكِ لِشَرِيكِهِ فِيمَا هُوَ مِنْ شَرِكَتِهِمَا) لِاَنَّهُ شَهَادَةٌ لِنَفْسِهِ مِنْ وَجْهٍ لِاشْتِرَاكِهِمَا، وَلَوْ شَهِدَ بِمَا لَيْسَ مِنْ شَرِكَتِهِمَا تُقْبَلُ لِانْتِفَاءِ التُّهْمَةِ .(وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْاَخِ لِاَخِيهِ وَعَمِّهِ) لِانْعِدَامِ التُّهْمَةِ لِاَنَّ الْاَمْلَاكَ وَمَنَافِعَهَا مُتَبَايِنَةٌ وَلَا بُسُوطَةَ لِبَعْضِهِمْ فِي مَالِ الْبَعْضِ .

اور غلام کیلئے اس کے آقا کی شہادت مقبول نہیں ہے اس لئے کہ غلام پر دین نہ ہو تو یہ من کل وجہ اپنے لئے شہادت ہے اور اگر اس پر دین ہوگا تو یہ من وجہ شہادت لنفسہ ہے کیونکہ غلام کی حالت موقوف ہے اور قابل لحاظ ہے اور آقا کی شہادت اپنے شریک کے اس چیز میں جائز نہیں اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ایک شریک کی گواہی اپنے شریک کے لئے اس چیز میں جائز نہیں ہے جس میں ان دونوں کی شرکت ہے اس لئے کہ یہ من وجہ اپنی ذات کے لئے شہادت ہے اس لئے مشہود بہ میں دونوں شریک ہیں اور اگر اس چیز کے متعلق گواہی دی جوان کی شرکت میں نہیں ہے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ تہمت معدوم ہے۔

اپنے بھائی اور چچا کے لئے انسان کی شہادت مقبول ہے اس لئے کہ تہمت معدوم ہے اس لئے کہ املاک و منافع ایک دوسرے سے جدا ہیں اور کسی کو کسی کے مال سے کوئی انبساط نہیں ہے۔

مخنث کی گواہی قبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْمُخَنَّثِ) وَمُرَادُهُ الْمُخَنَّثُ فِي الرَّدِيءِ مِنَ الْاَفْعَالِ لِاَنَّهُ فَاسِقٌ، فَاَمَّا الَّذِيْ فِي كَلَامِهِ لِيْنٌ وَفِي اَعْضَائِهِ تَكَسُّرٌ فَهُوَ مَقْبُولُ الشَّهَادَةِ.

(وَلَا نَائِحَةٍ وَلَا مُغَنِّيَةٍ) لِاَنَّهُمَا يَرْتَكِبَانِ مُحَرَّمًا فَاِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَهَى عَنِ الصَّوْتَيْنِ الْاَحْمَقَيْنِ النَّائِحَةُ وَالْمُغَنِّيَةُ) (وَلَا مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَى اللَّهْوِ) لِاَنَّهُ ارْتَكَبَ مُحَرَّمَ دِيْنِهِ.

(وَلَا مَنْ يَلْعَبُ بِالطُّيُوْرِ) لِاَنَّهُ يُوْرِثُ غَفْلَةً وَلِاَنَّهُ قَدْ يَقِفُ عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ بِصُعُوْدِهِ عَلَى سَطْحِهِ لِيُطَيِّرَ طَيْرَهُ وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: وَلَا مَنْ يَلْعَبُ بِالطُّنْبُوْرِ وَهُوَ الْمُغَنِّي.

فرمایا کہ مخنث کی گواہی مقبول نہیں ہے اور اس سے مراد وہ مخنث ہے جو لواطت کرتا ہو اس لئے کہ وہ فاسق ہے رہا وہ مخنث جس کی گفتگو میں نرمی ہو اور اس کے اعضاء میں لچک ہو تو وہ مقبول الشہادۃ ہے اور نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورت کی گواہی بھی مقبول نہیں اس لئے کہ یہ دونوں حرام کام کا ارتکاب کرتی ہیں اس لئے حضور ﷺ نے دو احمق آوازوں نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورت کی آواز سے منع فرمایا ہے۔

فرمایا کہ لہو ولعب کے طور پر شراب پینے والے کی بھی گواہی مقبول نہیں ہے اس لئے کہ یہ ایسی چیز کا ارتکاب کرتا ہے جو اس کے دین میں حرام ہے اور اس شخص کی بھی گواہی مقبول نہیں جو پرندوں سے کھیلتا ہو اس لئے کہ یہ غفلت پیدا کرتا ہے اور اس لئے بھی کہ پرندہ بازی کرنے والا اپنے پرندہ کو اڑانے کے لئے چھت پر چڑھ جاتا ہے اور عورتوں کی شرمگاہ کو دیکھ لیتا ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہیں جو طنبور سے کھیلنے والا ہو اور گانے والا ہو۔

گلوکاری و اداکاری کرنے والوں کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

(وَلَا مَنْ يُغَنِّي لِلنَّاسِ) لِاَنَّهُ يَجْمَعُ النَّاسَ عَلَى ارْتِكَابِ كَبِيْرَةٍ .(وَلَا مَنْ يَاْتِي بَابًا مِنَ الْكَبَائِرِ

الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا الْحَدُّ) لِلْفِسْقِ. قَالَ (وَلَا مَنْ يَدْخُلُ الْحَمَّامَ مِنْ غَيْرِ مِئْزَرٍ) لِأَنَّ كَشْفَ الْعَوْرَةِ حَرَامٌ.

(أَوْ يَأْكُلُ الرِّبَا أَوْ يُقَامِرُ بِالنَّرْدِ وَالشِّطْرَنْجِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مِنَ الْكَبَائِرِ، وَكَذَلِكَ مَنْ تَفُوتُهُ الصَّلَاةُ لِلِاشْتِغَالِ بِهِمَا، فَأَمَّا مُجَرَّدُ اللَّعِبِ بِالشِّطْرَنْجِ فَلَيْسَ بِفِسْقٍ مَانِعٍ مِنَ الشَّهَادَةِ، لِأَنَّ لِلِاجْتِهَادِ فِيهِ مَسَاغًا.

وَشَرَطَ فِي الْأَصْلِ أَنْ يَكُونَ آكِلُ الرِّبَا مَشْهُورًا بِهِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَلَّمَا يَنْجُو عَنْ مُبَاشَرَةِ الْعُقُودِ الْفَاسِدَةِ وَكُلُّ ذَلِكَ رِبًا.

فرمایا کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں کو گانا سناتا ہو اس لئے کہ وہ لوگوں کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر جمع کرتا ہے فرماتے ہیں کہ اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جو کبیرہ گناہوں میں سے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرے جس سے حد متعلق ہو اس لئے کہ وہ شخص فاسق ہے فرمایا کہ اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جو بدون ازار حمام میں جاتا ہو اس لئے کہ کشف عورت حرام ہے یا وہ سود کھاتا ہو یا نرد اور شطرنج سے جوا کھیلتا ہو اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کبائر میں سے ہے اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جس کی نماز ان چیزوں میں لگ کر فوت ہو جاتی ہو۔ رہا صرف شطرنج سے کھیلنا تو وہ ایسا فسق نہیں جو مانع شہادت ہو اس لئے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش حاصل ہے اور مبسوط میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ سود خور سود خوری میں مشہور ہو اس لئے کہ انسان عقود فاسدہ سے بہت کم بچ پاتا ہے اور ہر ایک سود ہے۔

حرکات رذیلہ کے سبب گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا مَنْ يَفْعَلُ الْأَفْعَالَ الْمُسْتَحْقَرَةَ كَالْبَوْلِ عَلَى الطَّرِيقِ وَالْأَكْلِ عَلَى الطَّرِيقِ) لِأَنَّهُ تَارِكٌ لِلْمُرُوءَةِ، وَإِذَا كَانَ لَا يَسْتَحْيِي عَنْ مِثْلِ ذَلِكَ لَا يَمْتَنِعُ عَنِ الْكَذِبِ فَيُتَّهَمُ. (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ) لِظُهُورِ فِسْقِهِ بِخِلَافِ مَنْ يَكْتُمُهُ.

فرمایا کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہ ہوگی جو ذلیل حرکات کرتا ہے۔ جس طرح راستے پر پیشاب کرنا اور راستے پر کھانا اس لئے کہ یہ شخص مروت کا تارک ہے اور جب وہ اس طرح کے کام سے شرم نہیں کرتا تو جھوٹ سے بھی نہیں رکے گا اس لئے وہ متہم ہوگا اور اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جو علانیہ طور پر اسلاف کو برا بھلا کہتا ہو اس لئے کہ اس کا فسق ظاہر ہے اس شخص سے خلاف جو اس کو چھپائے رکھے۔

اہل بدعت کی گواہی کا بیان

(وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا الْخَطَّابِيَّةَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ أَغْلَظُ

وُجُوهُ الْفِسْقِ .

وَلَنَا أَنَّهُ فِسْقٌ مِنْ حَيْثُ الِاعْتِقَادُ وَمَا أَوْقَعَهُ فِيهِ إِلَّا تَدَيُّنُهُ بِهِ وَصَارَ كَمَنْ يَشْرَبُ الْمُثَلَّثَ أَوْ يَأْكُلُ مَتْرُوكَ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا مُسْتَبِيحًا لِذَلِكَ، بِخِلَافِ الْفِسْقِ مِنْ حَيْثُ التَّعَاطِي . أَمَّا الْخَطَّابِيَّةُ فَهُمْ مِنْ غُلَاةِ الرَّوَافِضِ يَعْتَقِدُونَ الشَّهَادَةَ لِكُلِّ مَنْ حَلَفَ عِنْدَهُمْ . وَقِيلَ يَرَوْنَ الشَّهَادَةَ لِشِيعَتِهِمْ وَاجِبَةً فَتَمَكَّنَتِ التُّهْمَةُ فِي شَهَادَتِهِمْ .

اور فرقہ خطابیہ کے سوا اہل ہوا کی گواہی مقبول ہوگی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مقبول نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ فسق کے طریقوں میں سے سب سے برا طریقہ ہے ہمارے نزدیک یہ فسق من حیث الاعتقاد ہے اور اس اعتقاد میں اس کو اس کے تدین نے مبتلا کیا ہے اس لئے وہ کذب سے باز رہے گا اور یہ اس شخص کی طرح ہوگیا جو شراب مثلث پیتا ہو یا تارک بسم اللہ عامدا کو حلال سمجھ کر کھاتا ہو اس شخص کے خلاف جو اعمال میں ہو۔ رہا فرقہ خطابیہ تو وہ غالی رافضیوں کی ایک جماعت ہے جو ہر اس شخص کی شہادت پر اعتقاد رکھتے ہیں جو ان کے پاس قسم کھالے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے گروہ کے لئے شہادت کو واجب سمجھتے ہوں اس لئے ان کا فسق ظاہر ہونے کی وجہ سے ان کی گواہی میں تہمت جا چکی ہے۔

اہل ذمہ کی ایک دوسرے پر گواہی کا بیان

قَالَ (وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الذِّمَّةِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ) وَإِنِ اخْتَلَفَتْ مِلَلُهُمْ . (وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ فَاسِقٌ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ)) فَيَجِبُ التَّوَقُّفُ فِي خَبَرِهِ، وَلِهَذَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ عَلَى الْمُسْلِمِ فَصَارَ كَالْمُرْتَدِّ .

وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجَازَ شَهَادَةَ النَّصَارَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ عَلَى نَفْسِهِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ فَيَكُونُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ عَلَى جِنْسِهِ، وَالْفِسْقُ مِنْ حَيْثُ الِاعْتِقَادُ غَيْرُ مَانِعٍ لِأَنَّهُ يَجْتَنِبُ مَا يَعْتَقِدُهُ مُحَرَّمَ دِينِهِ، وَالْكَذِبُ مَحْظُورُ الْأَدْيَانِ، بِخِلَافِ الْمُرْتَدِّ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ، وَبِخِلَافِ شَهَادَةِ الذِّمِّيِّ عَلَى الْمُسْلِمِ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ بِالْإِضَافَةِ إِلَيْهِ، وَلِأَنَّهُ يَتَقَوَّلُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ يَغِيظُهُ قَهْرُهُ إِيَّاهُ، وَمِلَلُ الْكُفْرِ وَإِنِ اخْتَلَفَتْ فَلَا قَهْرَ فَلَا يَحْمِلُهُمُ الْغَيْظُ عَلَى التَّقَوُّلِ .

فرمایا: اور اہل ذمہ کی گواہی ایک دوسرے پر قبول کی جائے گی خواہ ان کی اقوام میں اختلاف ہو۔ جبکہ امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ ان کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ فاسق ہے۔ (ان کی دلیل یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ کافر ہی ظالم ہیں۔ پس اس کی خبر میں توقف واجب ہوگیا۔ اور اسی طرح اس کی شہادت مسلمان پر قبول نہ کی جائے گی پس وہ مرتد کی طرح ہو جائے گا۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نصاریٰ کی گواہی ان میں ایک دوسرے پر جائز قرار دی ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اور اپنی اولاد پر اہل ولایت میں سے ہیں۔ پس وہ جنس شہادت کے سبب اہل شہادت میں سے ہو جائیں گے۔ جبکہ اعتقادی فسق مانع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دین میں حرام اعتقاد سے بچنے والا ہے اور جھوٹ تو تمام ادیان میں منع ہے بہ خلاف مرتد کے کیونکہ اس کی ولایت ہی نہیں ہے۔ اور اسی طرح بہ خلاف ذمی کی گواہی کے کہ جب وہ مسلمان پر ہو کیونکہ اس کو اپنے دین کی جانب نسبت ہونے کے سبب مسلمان کے لئے اس کی ولایت نہ ہوگی۔ کیونکہ ذمی مسلمان پر بہتان لگائے گا۔ اور مسلمان کا ذمی کو مغلوب کرنا یا اس کو غصہ دلانے میں اضافہ کرے گا۔ اور کفار کے ادیان خواہ مختلف ہوں مگر ان میں مغلوب بنانا نہیں ہے۔ پس وہ ان کو غصہ دلانے میں تیار کرنے والا نہ ہوگا۔

ذمی کے خلاف حربی کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْحَرْبِيِّ عَلَى الذِّمِّيِّ) اَرَادَ بِهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ الْمُسْتَاْمَنَ لِاَنَّهٗ لَا وِلَايَةَ لَهٗ عَلَيْهِ لِاَنَّ الذِّمِّيَّ مِنْ اَهْلِ دَارِنَا وَهُوَ اَعْلٰى حَالًا مِنْهُ، وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الذِّمِّيِّ عَلَيْهِ كَشَهَادَةِ الْمُسْلِمِ عَلَيْهِ وَعَلَى الذِّمِّيِّ (وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْمُسْتَاْمَنِيْنَ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ اِذَا كَانُوْا مِنْ اَهْلِ دَارٍ وَاحِدَةٍ، فَاِنْ كَانُوْا مِنْ دَارَيْنِ كَالرُّوْمِ وَالتُّرْكِ لَا تُقْبَلُ) لِاَنَّ اخْتِلَافَ الدَّارَيْنِ يَقْطَعُ الْوِلَايَةَ وَلِهٰذَا يَمْنَعُ التَّوَارُثَ، بِخِلَافِ الذِّمِّيِّ لِاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ دَارِنَا، وَلَا كَذٰلِكَ الْمُسْتَاْمَنُ .

اور ذمی کے خلاف حربی متامن کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ اس سے مراد امن دیا گیا حربی ہے اللہ بہتر جاننے والا ہے اس لیے کہ حربی متامن کو ذمی پر ولایت نہیں ہے کیونکہ کہ ذمی دارالاسلام میں ہے اور یہ امن والے حربی سے اچھی حالت ہے۔

حربی کے خلاف ذمی کی گواہی قبول کی جائے گی جس طرح مسلم کی گواہی حربی اور ذمی دونوں کے خلاف مقبول کی جاتی ہے اور امن والے حربیوں میں سے بعض کی گواہی دوسرے بعض کے حق میں قبول کی جائے گی اس شرط کے ساتھ کہ سب ایک ہی ملک کے ہوں اور اگر وہ دو ملکوں سے ہوں جیسے روم اور ترک تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ملک مختلف ہونا ولایت کو منقطع کر دیتا ہے اسی وجہ سے باہمی میراث ممنوع ہو جاتی ہے ذمی کے خلاف اس لئے کہ وہ دارالاسلام کا باشندہ ہے اور متامن ایسا نہیں ہے۔

غالب نیک اعمال والے کے عادل ہونے کا بیان

(وَاِنْ كَانَتِ الْحَسَنَاتُ اَغْلَبَ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالرَّجُلُ مِمَّنْ يَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ وَاِنْ اَلَمَّ بِمَعْصِيَةٍ) هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ فِيْ حَدِّ الْعَدَالَةِ الْمُعْتَبَرَةِ، اِذْ لَا بُدَّ مِنْ تَوَقِّي الْكَبَائِرِ كُلِّهَا وَبَعْدَ ذٰلِكَ يُعْتَبَرُ الْغَالِبُ كَمَا ذَكَرْنَا، فَاَمَّا الْاِلْمَامُ بِمَعْصِيَةٍ لَا تَنْقَدِحُ بِهِ الْعَدَالَةُ الْمَشْرُوْطَةُ

فَلَا تُرَدُّ بِهِ الشَّهَادَةُ الْمَشْرُوعَةُ لِاَنَّ فِي اعْتِبَارِ اجْتِنَابِهِ الْكُلَّ سَدَّ بَابِهِ وَهُوَ مَفْتُوحٌ اِحْيَاءً لِلْحُقُوقِ .

ترجمہ اور جب کسی شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور وہ شخص کبائر سے پرہیز بھی کرتا ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اگر چہ وہ کسی معصیت کا مرتکب ہوا ہو معتبرہ کی عدالت میں یہی صحیح تعریف ہے اس لئے کہ عادل کے لئے تمام کبیرہ گناہوں سے بچنا ضروری ہے اور اس کے بعد غالب کا اعتبار کیا جائے گا جیسے ہم بیان کر چکے ہیں اور صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے سے عدالت مشروطہ میں کمی نہیں آتی لہٰذا اس وجہ سے گواہی کے جائز ہونے کو رد نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ تمام صغیرہ گناہوں سے بچنے کا اعتبار کرنے میں شہادت کا دروازہ بند ہو جائے گا جبکہ احیائے حقوق کے لئے اس کو کھولا گیا ہے۔

خصی کی گواہی کے قبول ہونے کا بیان

قَالَ (وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْاَقْلَفِ) لِاَنَّهُ لَا يُخِلُّ بِالْعَدَالَةِ اِلَّا اِذَا تَرَكَهُ اسْتِخْفَافًا بِالدِّيْنِ لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ بِهٰذَا الصَّنِيعِ عَدْلًا

(وَالْخَصِيِّ) لِاَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبِلَ شَهَادَةَ عَلْقَمَةَ الْخَصِيِّ، وَلِاَنَّهُ قُطِعَ عُضْوٌ مِنْهُ ظُلْمًا فَصَارَ كَمَا اِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ .

(وَوَلَدِ الزِّنَا) لِاَنَّ فِسْقَ الْاَبَوَيْنِ لَا يُوجِبُ فِسْقَ الْوَلَدِ كَكُفْرِهِمَا وَهُوَ مُسْلِمٌ .

وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا تُقْبَلُ فِي الزِّنَا لِاَنَّهُ يَجِبُ اَنْ يَكُونَ غَيْرُهُ كَمِثْلِهِ فَيُتَّهَمُ .

قُلْنَا : الْعَدْلُ لَا يَخْتَارُ ذٰلِكَ وَلَا يَسْتَحِبُّهُ، وَالْكَلَامُ فِي الْعَدْلِ .

ترجمہ فرمایا کہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اس لئے کہ اس سے عدالت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس نے اس کو دین میں حقیر سمجھ کر چھوڑا ہو اس لئے کہ وہ اس فعل سے عادل نہیں رہا۔

فرمایا کہ خصی مرد کی گواہی بھی قبول کی جائے گی اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ خصی کی گواہی کو قبول کیا ہے۔ اور اس لئے کہ خصی کا وہ عضو ظلم کے طور پر کاٹا گیا ہے لہٰذا یہ اسی طرح ہو گیا جیسے اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہو۔

فرمایا کہ ولد الزنا کی گواہی بھی قبول کی جائے گی اس لئے کہ والدین کا فسق لڑکے کے فسق کو مستلزم نہیں ہے جس طرح ان کا کافر ہونا اور لڑکے کا مسلمان ہونا جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ زنا میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ وہ پسند کرے گا کہ اس کے علاوہ بھی اس جیسا ہو پس وہ متہم ہو گا ہم کہتے ہیں کہ عادل شخص نہ تو اس کو اختیار کرے گا اور نہ ہی اس کو پسند کرے گا، جبکہ مسئلہ عادل ہی کے متعلق ہے۔

خنثیٰ کی شہادت کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَشَهَادَةُ الْخُنْثَى جَائِزَةٌ) لِاَنَّهُ رَجُلٌ اَوْ امْرَاَةٌ وَشَهَادَةُ الْجِنْسَيْنِ مَقْبُولَةٌ بِالنَّصِّ .

(وَشَهَادَةُ الْعُمَّالِ جَائِزَةٌ) وَالْمُرَادُ عُمَّالُ السُّلْطَانِ عِنْدَ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ، لِاَنَّ نَفْسَ الْعَمَلِ لَيْسَ بِفِسْقٍ اِلَّا اِذَا كَانُوا اَعْوَانًا عَلَى الظُّلْمِ.

وَقِيلَ الْعَامِلُ اِذَا كَانَ وَجِيهًا فِي النَّاسِ ذَا مُرُوءَةٍ لَا يُجَازِفُ فِي كَلَامِهِ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ كَمَا مَرَّ عَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْفَاسِقِ، لِاَنَّهُ لِوَجَاهَتِهِ لَا يَقْدُمُ عَلَى الْكَذِبِ حِفْظًا لِلْمُرُوءَةِ وَلِمَهَابَتِهِ لَا يُسْتَأْجَرُ عَلَى الشَّهَادَةِ الْكَاذِبَةِ.

فرمایا کہ خنثی کی گواہی بھی جائز ہے اس لئے کہ خنثی یا تو مرد ہوتا ہے یا عورت اور نص کے اعتبار سے مرد و عورت دونوں کی گواہی مقبول ہے۔ فرمایا کہ عمال کی گواہی جائز ہے اور عامۃ المشائخ کے نزدیک عمال سے مراد بادشاہ کے عمال ہیں اس لئے کہ نفس عمل فسق نہیں ہے مگر یہ کہ عمال ظلم پر تعاون کرنے والے ہوں اور ایک قول یہ کہ اگر عامل لوگوں کے درمیان مشہور ہو بامروت ہو اور اپنی گفتگو میں بدگوئی نہ کرتا ہو تو اس کی گواہی مقبول ہوگی جس طرح فاسق کے متعلق امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے گزر چکا ہے اس لئے کہ وہ اپنی وجاہت کی وجہ سے جھوٹ پر اقدام نہیں کرے گا تا کہ اس کی مروت محفوظ رہے اور اپنی ہیبت کی وجہ سے وہ جھوٹی گواہی کے لئے اجرت پر نہیں خریدا جائے گا۔

وصی ہونے کے ثبوت میں دو اشخاص کی گواہی کا بیان

قَالَ (وَاِذَا شَهِدَ الرَّجُلَانِ اَنَّ اَبَاهُمَا اَوْصَى اِلَى فُلَانٍ وَالْوَصِيُّ يَدَّعِي ذٰلِكَ فَهُوَ جَائِزٌ اسْتِحْسَانًا، وَاِنْ اَنْكَرَ الْوَصِيُّ لَمْ يَجُزْ) وَفِي الْقِيَاسِ: لَا يَجُوزُ اِنْ ادَّعَى، وَعَلَى هٰذَا اِذَا شَهِدَ الْمُوصَى لَهُمَا بِذٰلِكَ اَوْ غَرِيمَانِ لَهُمَا عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ اَوْ لِلْمَيِّتِ عَلَيْهِمَا دَيْنٌ اَوْ شَهِدَ الْوَصِيَّانِ اَنَّهُ اَوْصَى اِلَى هٰذَا الرَّجُلِ مَعَهُمَا. وَجْهُ الْقِيَاسِ اَنَّهَا شَهَادَةٌ لِلشَّاهِدِ لِعَوْدِ الْمَنْفَعَةِ اِلَيْهِ.

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ لِلْقَاضِي وِلَايَةَ نَصْبِ الْوَصِيِّ اِذَا كَانَ طَالِبًا وَالْمَوْتُ مَعْرُوفٌ، فَيَكْفِي الْقَاضِيَ بِهٰذِهِ الشَّهَادَةِ مُؤْنَةَ التَّعْيِينِ لَا اَنْ يَثْبُتَ بِهَا شَيْءٌ فَصَارَ كَالْقُرْعَةِ وَالْوَصِيَّانِ اِذَا اَقَرَّا اَنَّ مَعَهُمَا ثَالِثًا يَمْلِكُ الْقَاضِي نَصْبَ ثَالِثٍ مَعَهُمَا لِعَجْزِهِمَا عَنِ التَّصَرُّفِ بِاعْتِرَافِهِمَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَنْكَرَا وَلَمْ يَعْرِفِ الْمَوْتَ لِاَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ نَصْبِ الْوَصِيِّ فَتَكُونُ الشَّهَادَةُ هِيَ الْمُوجِبَةُ، وَفِي الْغَرِيمَيْنِ لِلْمَيِّتِ عَلَيْهِمَا دَيْنٌ تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَوْتُ مَعْرُوفًا لِاَنَّهُمَا يُقِرَّانِ عَلَى اَنْفُسِهِمَا فَيَثْبُتُ الْمَوْتُ بِاعْتِرَافِهِمَا فِي حَقِّهِمَا (وَاِنْ شَهِدَا اَنَّ اَبَاهُمَا الْغَائِبَ وَكَّلَهُ بِقَبْضِ دُيُونِهِ بِالْكُوفَةِ فَادَّعَى الْوَكِيلُ اَوْ اَنْكَرَهُ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمَا) لِاَنَّ

الْقَاضِیْ لَا یَمْلِكُ نَصْبَ الْوَكِیْلِ عَنِ الْغَائِبِ، فَلَوْ ثَبَتَ اِنَّمَا یَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمَا وَهِیَ غَیْرُ مُوْجِبَةٍ لِمَكَانِ التُّهْمَةِ.

فرمایا کہ جب گواہی دی دو آدمیوں نے کہ ان کے والد نے فلاں آدمی کو وصی مقرر کیا ہے اور وصی بھی اس کا دعوی کرتا ہے تو استحسانا جائز ہے اور اگر وصی اس کا انکار کرے تو جائز نہیں ہے اور قیاسی طور پر یہ جائز نہیں خواہ وصی مدعی ہو اور اسی پر ہے کہ جب دو موصی لہ نے اس کی گواہی دی یا دو قرض خواہوں نے گواہی دی کہ جن کا میت پر قرض ہے یا جن پر کا قرض ہے یا دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے ان کے ساتھ فلاں آدمی کو بھی وصی مقرر کیا ہے قیاس کی دلیل یہ ہے یہ گواہی خود شاہد کے لئے ہے اس لئے کہ اس کی منفعت گواہ کی طرف لوٹ رہی ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کو اصی مقرر کرنے کی ولایت حاصل ہے اس شرط پر کہ وصی اس کا طالب ہو اور موصی کا مرنا مشہور ہو لہٰذا قاضی اس شہادت کی بنیاد پر تعیین کی تکلیف سے کفایت کرے گا لیکن اس شہادت سے کوئی چیز ثابت نہیں کی جائے گی لہٰذا یہ قرعہ کی طرح ہو گیا اور دو وصیوں نے جب اپنے ساتھ تیسرے وصی کا اقرار لیا تو قاضی ان کے ساتھ تیسرا وصی مقرر کرنے کا مالک ہو گیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں اپنے اعتراف کی وجہ سے تصرف کرنے سے عاجز ہیں برخلاف اس صورت کے جب وصی انکار کر دے یا موصی کی موت مشہور نہ ہو اس لئے کہ قاضی کو وصی مقرر کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے لہٰذا یہ شہادت موجب ہوگی اور ان دونوں قرض داروں میں جن پر میت کا دین ہے اس کی گواہی مقبول ہوگی چاہے موت معروف نہ ہو اس لئے کہ یہ دونوں اپنی ذات میں دین کا اقرار کر رہے ہیں لہٰذا ان کے اعتراف کے سبب سے ان کے حق میں موت ثابت ہو جائے گی۔

اور جب دو شخصوں یہ گواہی دی کہ ان کے غائب باپ نے فلاں آدمی کو کوفہ میں اپنا قرض وصول کرنے کے کا وکیل بنایا ہے پس اگر وکیل نے یہ دعوی کیا یا انکار کر دیا تو دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی اس لئے کہ قاضی غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا مالک نہیں ہے لہٰذا اگر وکالت ثابت ہوئی تو ان دونوں کی گواہی سے ثابت ہوگی اور تہمت کی وجہ سے ان دونوں کی گواہی موجب نہیں ہے۔

محض جرح پر شہادت نہ سننے کا بیان

قَالَ (وَلَا یَسْمَعُ الْقَاضِیْ الشَّهَادَةَ عَلٰی جَرْحٍ وَلَا یَحْكُمُ بِذٰلِكَ) لِاَنَّ الْفِسْقَ مِمَّا لَا یَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ لِاَنَّ لَهُ الدَّفْعَ بِالتَّوْبَةِ فَلَا یَتَحَقَّقُ الْاِلْزَامُ، وَلِاَنَّهُ هَتْكُ السِّرِّ وَالسَّتْرُ وَاجِبٌ وَالْاِشَاعَةُ حَرَامٌ، وَاِنَّمَا یُرَخَّصُ ضَرُوْرَةَ اِحْیَاءِ الْحُقُوْقِ وَذٰلِكَ فِیْمَا یَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ (اِلَّا اِذَا شَهِدُوْا عَلٰی اِقْرَارِ الْمُدَّعِیْ بِذٰلِكَ تُقْبَلُ) لِاَنَّ الْاِقْرَارَ مِمَّا یَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ.

فرمایا کہ محض جرح پر نہ تو قاضی شہادت سنے گا اور نہ ہی اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لئے کہ فسق ان چیزوں میں سے ہے جو حکم کے تحت داخل نہیں ہوتا کیونکہ فسق توبہ سے ختم ہو جاتا ہے لہٰذا الزام ثابت نہیں ہوگا اور اس لئے کہ اس میں پردہ دری

کرنا ہے حالانکہ ستر واجب ہے اور فسق کا پھیلانا حرام ہے اور احیائے حقوق کی ضرورت سے اس میں رخصت دی جاتی ہے اور یہ ایسی چیز کے دعوی میں ہے جو قضا کے حکم کے تحت داخل ہوتا ہے مگر یہ کہ گواہوں نے اس سلسلے میں مدعی کے اقرار پر شہادت دی اس لئے کہ اقرار ان چیزوں میں سے ہے جو قضاء کے حکم کے تحت داخل ہوتی ہیں۔

مدعی علیہ کی الزام اجرت پر عدم قبول شہادت کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَقَامَ الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ الْبَیِّنَةَ اَنَّ الْمُدَّعِیَ اسْتَاْجَرَ الشُّهُوْدَ لَمْ تُقْبَلْ) لِاَنَّهٗ شَهَادَةٌ عَلٰی جَرْحٍ مُجَرَّدٍ، وَالِاسْتِئْجَارُ وَاِنْ كَانَ اَمْرًا زَائِدًا عَلَیْهِ فَلَا خَصْمَ فِیْ اِثْبَاتِهٖ لِاَنَّ الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ فِیْ ذٰلِكَ اَجْنَبِیٌّ عَنْهُ، حَتّٰی لَوْ اَقَامَ الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ الْبَیِّنَةَ اَنَّ الْمُدَّعِیَ اسْتَاْجَرَ الشُّهُوْدَ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ لِیُؤَدُّوا الشَّهَادَةَ وَاَعْطَاهُمُ الْعَشَرَةَ مِنْ مَالِیَ الَّذِیْ كَانَ فِیْ یَدِهٖ تُقْبَلُ لِاَنَّهٗ خَصْمٌ فِیْ ذٰلِكَ ثُمَّ یَثْبُتُ الْجَرْحُ بِنَاءً عَلَیْهِ، وَكَذَا اِذَا اَقَامَهَا عَلٰی اَنِّیْ صَالَحْتُ الشُّهُوْدَ عَلٰی كَذَا مِنَ الْمَالِ.

وَدَفَعْتُهٗ اِلَیْهِمْ عَلٰی اَنْ لَا یَشْهَدُوْا عَلَیَّ بِهٰذَا الْبَاطِلِ وَقَدْ شَهِدُوْا وَطَالَبْتُهُمْ بِرَدِّ ذٰلِكَ الْمَالِ، وَلِهٰذَا قُلْنَا اِنَّهٗ لَوْ اَقَامَ الْبَیِّنَةَ اَنَّ الشَّاهِدَ عَبْدٌ اَوْ مَحْدُوْدٌ فِیْ قَذْفٍ اَوْ شَارِبُ خَمْرٍ اَوْ قَاذِفٌ اَوْ شَرِیْكُ الْمُدَّعِیْ تُقْبَلُ.

فرمایا کہ جب مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی پیش کردی کہ مدعی نے گواہوں کو اجرت پر لیا ہے تو مدعی علیہ سے یہ گواہی قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ صرف جرح پر گواہی ہے اور اجرت پر لینا اگرچہ جرح مجرد ایک زائد امر ہے لیکن مدعی علیہ اسے ثابت کرنے میں خصم نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ اس امر میں مدعی علیہ سے اجنبی ہے حتی کہ اگر مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی پیش کردیا کہ مدعی نے دس درہم پر گواہوں کو گواہی دینے کے لئے اجرت پر لیا ہے اور مدعی علیہ نے وہ دس دراہم اس مال میں سے گواہوں کو دیا ہے جو اس کے قبضہ میں ہے تو مدعی علیہ کا گواہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اس سلسلے میں خصم ہے پھر اس پر مبنی ہوکر جرح ثابت ہوگی اور ایسے اگر مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی قائم کردیا کہ میں نے ان گواہوں سے اتنے مال پر مصالحت کی ہے اور اس شرط پر میں نے انہیں وہ مال دے دیا ہے کہ وہ میرے خلاف اس ناحق پر گواہی نہیں دیں گے حالانکہ انہوں نے وہ گواہی دے دی اور مدعی علیہ نے ان سے وہ مال واپس کرنے کا مطالبہ کیا اس لئے ہم نے کہا کہ اگر مدعی علیہ نے گواہی پیش کیا کہ گواہ غلام ہے یا محدود فی القذف ہے یا شرابی ہے یا بہتان لگانے والا ہے یا مدعی کا شریک ہے تو مدعی علیہ کا یہ دعوی قبول کیا جائے گا۔

عادل کا گواہی میں اظہار شک کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَهِدَ وَلَمْ یَبْرَحْ حَتّٰی قَالَ اُوْهِمْتُ بَعْضَ شَهَادَتِیْ، فَاِنْ كَانَ عَدْلًا جَازَتْ شَهَادَتُهٗ) وَمَعْنٰی قَوْلِهٖ اُوْهِمْتُ اَیْ اَخْطَاْتُ بِنِسْیَانِ مَا كَانَ یَحِقُّ عَلَیَّ ذِكْرُهٗ اَوْ بِزِیَادَةٍ كَانَتْ بَاطِلَةً.

وَوَجْهُهُ اَنَّ الشَّاهِدَ قَدْ يُبْتَلٰى بِمِثْلِهِ لِمَهَابَةِ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَكَانَ الْعُذْرُ وَاضِحًا فَتُقْبَلُ اِذَا تَدَارَكَهُ فِي اَوَانِهِ وَهُوَ عَدْلٌ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ ثُمَّ عَادَ وَقَالَ اَوْهَمْتُ، لِاَنَّهُ يُوهِمُ الزِّيَادَةَ مِنَ الْمُدَّعِي بِتَلْبِيسٍ وَخِيَانَةٍ فَوَجَبَ الْاِحْتِيَاطُ، وَلِاَنَّ الْمَجْلِسَ اِذَا اتَّحَدَ لَحِقَ الْمُلْحَقُ بِاَصْلِ الشَّهَادَةِ فَصَارَ كَكَلَامٍ وَاحِدٍ، وَلَا كَذٰلِكَ اِذَا اخْتَلَفَ.

وَعَلٰى هٰذَا اِذَا وَقَعَ الْغَلَطُ فِي بَعْضِ الْحُدُوْدِ اَوْ فِي بَعْضِ النَّسَبِ وَهٰذَا اِذَا كَانَ مَوْضِعَ شُبْهَةٍ، فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَكُنْ فَلَا بَاْسَ بِاِعَادَةِ الْكَلَامِ اَصْلًا مِثْلُ اَنْ يَدَعَ لَفْظَةَ الشَّهَادَةِ وَمَا يَجْرِي مَجْرٰى ذٰلِكَ وَاِنْ قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ بَعْدَ اَنْ يَكُوْنَ عَدْلًا.

وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنَّهُ يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي غَيْرِ الْمَجْلِسِ اِذَا كَانَ عَدْلًا. وَالظَّاهِرُ مَا ذَكَرْنَاهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے گواہی دی اور اپنی جگہ سے الگ ہونے سے پہلے اس نے کہا کہ مجھے اپنی گواہی پر شک ہے تو اگر وہ عادل ہے تو اس کی گواہی جائز رہے گی اور اوھمت کا معنی ہے جو چیز بیان کرنا بطور حق ضروری تھا اسے بیان کرنے سے بھول کر میں چوک گیا یا جو چیز غلط تھی بھول کر میں اس کا اضافہ کر دیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مجلس قضا کی ہیبت سے گواہ کبھی کبھی اس جیسے مسئلے میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے عذر واضح ہے اور جب وقت میں اس کا تدارک کر لیا اور وہ عادل بھی ہے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اس صورت کے خلاف کہ جب وہ مجلس سے اٹھ کر کھڑا ہوا پھر پلٹ کر اس نے کہا کہ مجھے وہم ہو گیا اس لئے کہ مدعی کی طرف سے اس میں تلبیس اور خیانت کے طور پر زیادتی کا وہم ہے اس لئے احتیاط واجب ہے اور اس لئے کہ جب مجلس متحد ہو گئی تو ملحق اصل گواہی کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور کلام واحد کی طرح ہو جائے گا اور مجلس تبدیل ہونے کی صورت میں ایسا نہیں ہے اور اسی حکم پر ہے جب بعض حدود یا بعض نسب میں غلطی ہو جائے اور یہ حکم اس وقت ہے جب مقام شبہ موجود ہو لیکن اگر مقام شبہ نہ ہو تو کلام کا اعادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں مثال کے طور پر اگر گواہ لفظ شہادت اور اس کے قائم مقام کوئی چیز ترک کر دے اگر چہ وہ مجلس سے اٹھ گیا ہو لیکن وہ عادل ہو۔

اور شیخین کے نزدیک اگر گواہ عادل ہو تو مجلس شہادت کے علاوہ بھی اس کا قول قبول کیا جائے گا لیکن ظاہر وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

بَابُ الاِخْتِلَافِ فِی الشَّهَادَةِ

﴿یہ باب شہادت میں اختلاف کے بیان میں ہے﴾

باب اختلاف شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہادت میں اختلاف کو موخر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہ اس کا طبعی تقاضہ ہے کیونکہ شہادت اتفاق یہ شہادت کی اصل ہے جبکہ اس میں اختلاف ہونا یہ عارض ہے جو جہالت اور کذب کے سبب واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو موخر کرنا ہی مناسب تھا۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۱۰، بیروت)

گواہی کا دعوے کے مطابق ہونے کا بیان

قَالَ (الشَّهَادَةُ اِذَا وَافَقَتِ الدَّعْوٰى قُبِلَتْ، وَاِنْ خَالَفَتْهَا لَمْ تُقْبَلْ) لِاَنَّ تَقَدُّمَ الدَّعْوٰى فِی حُقُوقِ الْعِبَادِ شَرْطُ قَبُولِ الشَّهَادَةِ، وَقَدْ وُجِدَتْ فِيمَا يُوَافِقُهَا وَانْعَدَمَتْ فِيمَا يُخَالِفُهَا .

فرمایا کہ جب گواہی دعوے کے مطابق ہو تو قبول کی جائے گی۔ اگر مخالف ہو تو قبول نہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ حقوق العباد میں دعوے کا مقدم ہونا گواہی کے مقبول ہونے کی شرط ہے۔ اور دعوی اسی شہادت میں پایا گیا ہے جو دعوے کے مطابق ہے۔ اور جو گواہی دعوے کے خلاف ہو۔ تو اس میں تقدیم دعوی معدوم ہے۔

دونوں گواہوں کا لفظ و معنی میں متفق ہونے کا بیان

قَالَ (وَيُعْتَبَرُ اتِّفَاقُ الشَّاهِدَيْنِ فِی اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى عِنْدَ اَبِی حَنِيفَةَ، فَاِنْ شَهِدَ اَحَدُهُمَا بِاَلْفٍ وَالْآخَرُ بِاَلْفَيْنِ لَمْ تُقْبَلْ الشَّهَادَةُ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ عَلَى الْاَلْفِ اِذَا كَانَ الْمُدَّعِی يَدَّعِی الْاَلْفَيْنِ) .

وَعَلٰى هٰذَا الْمِائَةُ وَالْمِائَتَانِ وَالطَّلْقَةُ وَالطَّلْقَتَانِ وَالطَّلْقَةُ وَالثَّلَاثُ . لَهُمَا اَنَّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى الْاَلْفِ اَوْ الطَّلْقَةِ وَتَفَرَّدَ اَحَدُهُمَا بِالزِّيَادَةِ فَيَثْبُتُ مَا اجْتَمَعَا عَلَيْهِ دُونَ مَا تَفَرَّدَ بِهِ اَحَدُهُمَا فَصَارَ كَالْاَلْفِ وَالْاَلْفِ وَالْخَمْسِمِائَةِ .

وَلِاَبِی حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُمَا اخْتَلَفَا لَفْظًا، وَذٰلِكَ يَدُلُّ عَلَى اخْتِلَافِ الْمَعْنٰى لِاَنَّهُ يُسْتَفَادُ

بِـالـلَّفْظِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْاَلْفَ لَا يُعَبَّرُ بِهٖ عَنِ الْاَلْفَيْنِ بَلْ هُمَا جُمْلَتَانِ مُتَبَايِنَتَانِ فَحَصَلَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدٌ وَاحِدٌ فَصَارَ كَمَا اِذَا اخْتَلَفَ جِنْسُ الْمَالِ .

فرمایا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں گواہوں کا لفظ اور معنی میں متفق ہونے کا اعتبار ہے۔ اور اگر ایک نے ایک ہزار پر گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار پر تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک ایک ہزار پر گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دو ہزار کا دعوی کر رہا ہے اور اسی اختلاف پر سو دو سو، ایک طلاق اور دو طلاق، نیز ایک اور تین کا مسئلہ ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دونوں گواہوں نے ایک ہزار پر ایک طلاق پر اکتفاء کیا ہے اور ان میں سے ایک کیساتھ متفرد ہے جس پر دونوں متفق ہیں وہ ثابت ہو جائے گا اور جس پر ایک ان میں سے ایک متفرد ہے وہ ثابت نہیں ہوگا اور یہ ایک ہزار اور ڈیڑھ کی طرح ہو جائے گا حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ دونوں گواہوں نے لفظا اختلاف کیا ہے اور یہ معنی کے اختلاف پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ معنی لفظ سے مستفاد ہوتا ہے جبکہ لفظ الف سے الفین کو تعبیر نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ دونوں الگ الگ جملے ہیں لہٰذا دونوں میں سے ہر ہر جملے پر ایک گواہ حاصل ہوا یہ ایسے ہو گیا کہ جیسے جنس مال میں اختلاف ہو گیا۔

دونوں گواہوں کا تعین قیمت میں فرق کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا شَهِدَ اَحَدُهُمَا بِالْاَلْفِ وَالْاٰخَرُ بِاَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ وَالْمُدَّعِي يَدَّعِي اَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ قُبِلَتْ الشَّهَادَةُ عَلَى الْاَلْفِ) لِاتِّفَاقِ الشَّاهِدَيْنِ عَلَيْهَا لَفْظًا وَمَعْنًى، لِاَنَّ الْاَلْفَ وَالْخَمْسَمِائَةِ جُمْلَتَانِ عُطِفَ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى وَالْعَطْفُ يُقَرِّرُ الْاَوَّلَ وَنَظِيرُهُ الطَّلْقَةُ وَالطَّلْقَةُ وَالنِّصْفُ وَالْمِائَةُ وَالْمِائَةُ وَالْخَمْسُونَ، بِخِلَافِ الْعَشَرَةِ وَالْخَمْسَةَ عَشَرَ لِاَنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ فَهُوَ نَظِيرُ الْاَلْفِ وَالْاَلْفَيْنِ (وَاِنْ قَالَ الْمُدَّعِي لَمْ يَكُنْ لِي عَلَيْهِ اِلَّا الْاَلْفُ فَشَهَادَةُ الَّذِي شَهِدَ بِالْاَلْفِ وَخَمْسِمِائَةٍ بَاطِلَةٌ) لِاَنَّهُ كَذَّبَهُ الْمُدَّعِي فِي الْمَشْهُودِ بِهٖ، وَكَذَا اِذَا سَكَتَ اِلَّا عَنْ دَعْوَى الْاَلْفِ لِاَنَّ التَّكْذِيبَ ظَاهِرٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّوْفِيقِ، وَلَوْ قَالَ كَانَ اَصْلُ حَقِّي اَلْفٌ وَخَمْسُمِائَةٍ وَلٰكِنِّي اسْتَوْفَيْتُ خَمْسَمِائَةٍ اَوْ اَبْرَاْتُهُ عَنْهَا قُبِلَتْ لِتَوْفِيقِهٖ

فرمایا کہ جب دو گواہوں میں سے ایک نے ایک ہزار پر گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار پانچ سو پر گواہی دی اور مدعی بھی ایک ہزار پانچ سو کا دعوی کر رہا ہے تو ایک ہزار والی گواہی قبول کی جائے گی اس لئے کہ ایک ہزار پر دونوں گواہ لفظی اور معنوی اعتبار سے متفق ہیں جبکہ الف اور خمس مائۃ دو جملے ہیں اور ان میں سے ایک کا دوسرے پر عطف کیا گیا ہے اور عطف پہلے کو ثابت کرتا ہے اس کی مثال ایک طلاق اور ایک اور نصف ہے اور ایک سو اور ڈیڑھ سو ہے دس اور پندرہ کے خلاف اس لئے کہ ان کے درمیان حرف عطف نہیں آتا لہٰذا یہ ایک ہزار اور دو ہزار کی مثال ہے۔

اور جب مدعی نے کہا کہ مدعی علیہ پر میرا ایک ہزار کے علاوہ کچھ نہیں تھا تو اس شخص کی گواہی باطل ہو جائے گی جس نے ایک

ہزار پانچ سو کی گواہی دی اس لئے کہ مشہود بہ کے متعلق مدعی نے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا اور اسی طرح اگر مدعی نے ایک ہزار کے دعوے کے علاوہ میں سکوت اختیار کر لیا ہو کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے اس لئے موافقت پیدا کرنا ضروری ہے اور جب مدعی نے کہا کہ میرا حق پندرہ سو تھا اور میں نے پانچ سو وصول کر لیا تھا یا میں نے مدعی علیہ کو پانچ سو سے زیادہ سے بری کر دیا تھا تو اس کے توفیق دینے کے سبب گواہی قبول کی جائے گی۔

اختلاف شہادت میں قلیل پر اتفاق شہادت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا شَهِدَا بِالْاَلْفِ وَقَالَ اَحَدُهُمَا قَضَاهُ مِنْهَا خَمْسَمِائَةٍ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا بِالْاَلْفِ) لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَيْهِ (وَلَمْ يُسْمَعْ قَوْلُهُ اِنَّهُ قَضَاهُ) لِاَنَّهُ شَهَادَةُ فَرْدٍ (اِلَّا اَنْ يَشْهَدَ مَعَهُ آخَرُ) وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَقْضِيْ بِخَمْسِمِائَةٍ، لِاَنَّ شَاهِدَ الْقَضَاءِ مَضْمُوْنُ شَهَادَتِهِ اَنْ لَا دَيْنَ اِلَّا خَمْسُمِائَةٍ. وَجَوَابُهُ مَا قُلْنَا.

فرمایا کہ جب دونوں گواہوں نے ایک ہزار کی گواہی دی اور ان میں سے ایک نے کہا کہ مدعی علیہ نے پانچ سو مدعی کو ادا کر دیا ہے تو ایک ہزار پر ان دونوں کی گواہی قبول کی جائے گی اس لئے کہ اس پر دونوں متفق ہیں اور ایک گواہ کا یہ کہنا کہ مدعی علیہ نے مدعی کو ایک ہزار ادا کر دیا ہے قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ایک شخص کی گواہی ہے مگر یہ کہ اس کے ساتھ دوسرا شخص بھی گواہی دے حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پانچ سو کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ پانچ سو درہم ادا کرنے والے کی شہادت اس بات کو شامل ہے کہ دین صرف پانچ سو ہے اور اس کا جواب ہم بیان کر چکے ہیں۔

شہادت میں کمی بیشی کرنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِيْ لِلشَّاهِدِ) اِذَا عَلِمَ بِذٰلِكَ (اَنْ لَا يَشْهَدَ بِالْاَلْفِ حَتّٰى يُقِرَّ الْمُدَّعِيْ اَنَّهُ قَبَضَ خَمْسَمِائَةٍ) كَيْ لَا يَصِيْرَ مُعِيْنًا عَلَى الظُّلْمِ.

(وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ: رَجُلَانِ شَهِدَا عَلٰى رَجُلٍ بِقَرْضِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَشَهِدَ اَحَدُهُمَا اَنَّهُ قَدْ قَضَاهَا، فَالشَّهَادَةُ جَائِزَةٌ عَلَى الْقَرْضِ) لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَيْهِ، وَتَفَرَّدَ اَحَدُهُمَا بِالْقَضَاءِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ عَنْ اَصْحَابِنَا اَنَّهُ لَا تُقْبَلُ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ الْمُدَّعِيَ اَكْذَبَ شَاهِدَ الْقَضَاءِ. قُلْنَا: هٰذَا اِكْذَابٌ فِيْ غَيْرِ الْمَشْهُوْدِ بِهِ الْاَوَّلِ وَهُوَ الْقَرْضُ وَمِثْلُهُ لَا يَمْنَعُ الْقُبُوْلَ.

فرمایا کہ جب گواہ کو یہ پتہ چل جائے کہ مدعی علیہ نے پانچ سو ادا کر دیے ہیں تو اس کے لئے ایک ہزار کی گواہی مناسب نہیں ہے جب تک کہ مدعی اس بات کا اقرار نہ کرے کہ اس نے پانچ سو پر قبضہ کیا ہے تا کہ گواہ پر اعانت کرنے والا نہ بنے۔

اور جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر اگر دو گواہوں نے ایک آدمی پر ایک ہزار کی گواہی دی پھران میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ مدعی علیہ نے قرض ادا کر دیا ہے تو قرض پر گواہی جائز ہے اس لئے کہ دونوں گواہ قرض پر متفق ہیں اور ادا کرنے کی صورت میں ایک شخص منفرد ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

اور امام طحاوی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ شہادت مقبول نہیں ہوگی اور امام زفر کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ مدعی نے اداء کے گواہ کو جھوٹا قرار دیا ہے ہم نزدیک یہ مشہود بہ اول کے علاوہ کی تکذیب ہے اور پہلا مشہود بہ قرض ہے اور اس طرح کی تکذیب شہادت کی قبولیت کے مانع نہیں ہے۔

اختلاف بلد کے سبب سقوط شہادت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّهُ قَتَلَ زَيْدًا يَوْمَ النَّحْرِ بِمَكَّةَ وَشَهِدَ آخَرَانِ أَنَّهُ قَتَلَهُ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْكُوفَةِ وَاجْتَمَعُوا عِنْدَ الْحَاكِمِ لَمْ يَقْبَلْ الشَّهَادَتَيْنِ) لِأَنَّ إِحْدَاهُمَا كَاذِبَةٌ بِيَقِينٍ وَلَيْسَتْ إِحْدَاهُمَا بِأَوْلَى مِنْ الْأُخْرَى (فَإِنْ سَبَقَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَضَى بِهَا ثُمَّ حَضَرَتْ الْأُخْرَى لَمْ تُقْبَلْ) لِأَنَّ الْأُولَى تَرَجَّحَتْ بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهَا فَلَا تُنْتَقَضُ بِالثَّانِيَةِ .

فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے یوم نحر کو مکہ میں زید کو قتل کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے زید کو کوفہ میں قتل کیا ہے اور سب لوگ حاکم کے پاس جمع ہوئے تو حاکم دونوں شہادتوں کو قبول نہیں کرے گا اس لئے کہ ان میں سے یقیناً ایک گواہی جھوٹی ہے اور ان میں سے کوئی دوسرے سے اولی نہیں ہے لیکن جب ان دونوں میں سے ایک گواہی پہلے دی گئی اور قاضی نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا تو اس کے بعد دوسری گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ پہلی گواہی کے ساتھ حکم قضاء متصل ہونے کے سبب وہ راجح ہو گئی پس وہ دوسری گواہی کے ساتھ باطل نہ ہوگی۔

چوری شدہ جانور کے رنگ میں اختلاف شہادت کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ سَرَقَ بَقَرَةً وَاخْتَلَفَا فِي لَوْنِهَا قُطِعَ، وَإِنْ قَالَ أَحَدُهُمَا بَقَرَةً وَقَالَ الْآخَرُ ثَوْرًا لَمْ يُقْطَعْ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَا : لَا يُقْطَعُ فِي الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا، وَقِيلَ الِاخْتِلَافُ فِي لَوْنَيْنِ يَتَشَابَهَانِ كَالسَّوَادِ وَالْحُمْرَةِ لَا فِي السَّوَادِ وَالْبَيَاضِ، وَقِيلَ هُوَ فِي جَمِيعِ الْأَلْوَانِ .

لَهُمَا أَنَّ السَّرِقَةَ فِي السَّوْدَاءِ غَيْرُهَا فِي الْبَيْضَاءِ فَلَمْ يَتِمَّ عَلَى كُلِّ فِعْلٍ نِصَابُ الشَّهَادَةِ وَصَارَ كَالْغَصْبِ بَلْ أَوْلَى، لِأَنَّ أَمْرَ الْحَدِّ أَهَمُّ وَصَارَ كَالذُّكُورَةِ وَالْأُنُوثَةِ .

وَلَهُ أَنَّ التَّوْفِيقَ مُمْكِنٌ لِأَنَّ التَّحَمُّلَ فِي اللَّيَالِي مِنْ بَعِيدٍ وَاللَّوْنَانِ يَتَشَابَهَانِ أَوْ يَجْتَمِعَانِ فِي

وَاحِدٍ فَيَكُونُ السَّوَادُ مِنْ جَانِبٍ وَهٰذَا يُبْصِرُهُ وَالْبَيَاضُ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ وَهٰذَا الْآخَرُ يُشَاهِدُهُ، بِخِلَافِ الْغَصْبِ لِأَنَّ التَّحَمُّلَ فِيهِ بِالنَّهَارِ عَلٰى قُرْبٍ مِنْهُ، وَالذُّكُورَةُ وَالْأُنُوثَةُ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي وَاحِدَةٍ، وَكَذَا الْوُقُوفُ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْقُرْبِ مِنْهُ فَلَا يَشْتَبِهُ.

فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں آدمی نے گائے چوری کی ہے اور اس کے رنگ میں دونوں نے اختلاف کیا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر ایک نے گائے کی گواہی دی اور دوسرے نے بیل کی تو نہیں کاٹا جائے گا یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں نہیں کاٹا جائے گا اور کہا گیا ہے کہ اگر ان دو رنگوں میں یہ اختلاف ہے کہ جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں جیسے سیاہ اور سرخ نہ کہ سیاہ اور سفید اور دوسرا قول یہ ہے کہ تمام رنگوں میں ان حضرات کا اسی طرح اختلاف ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ سیاہ گائے کی چوری سفید گائے کی چوری سے الگ ہے لہٰذا ہر فعل پر نصاب شہادت تام نہیں ہوا اور یہ غصب کی طرح ہو گیا بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم ہو گیا اس لئے کہ حد لگانے کا معاملہ زیادہ اہم ہے اور یہ مذکر اور مونث کے اختلاف کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ توفیق ممکن ہے اس لئے کہ راتوں میں اس طرح کی گواہی کا تحمل دور سے ہوتا ہے اور دو رنگ ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں یا ایک رنگ میں جمع ہو جاتے ہیں لہٰذا ایک طرف سیاہی ہوگی اور یہ اس کو دیکھے گا اور دوسری طرف سفیدی ہوگی اور یہ اس کو دیکھے گا۔ غصب کی صورت کے خلاف اس لئے کہ اس میں شہادت کا تحمل دن میں قریب سے ہوتا ہے اور مذکر اور مونث ہونا ایک میں جمع نہیں ہو سکتے نیز ان پر واقف ہونا قریب سے ہوتا ہے اس لئے کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔

غلام کی معین قیمت میں اختلاف کے سبب بطلان شہادت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَهِدَ لِرَجُلٍ أَنَّهُ اشْتَرٰى عَبْدًا مِنْ فُلَانٍ بِأَلْفٍ وَشَهِدَ آخَرُ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ فَالشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ إِثْبَاتُ السَّبَبِ وَهُوَ الْعَقْدُ وَيَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الثَّمَنِ فَاخْتَلَفَ الْمَشْهُودُ بِهِ وَلَمْ يَتِمَّ الْعَدَدُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ، وَلِأَنَّ الْمُدَّعِيَ يُكَذِّبُ أَحَدَ شَاهِدَيْهِ وَكَذٰلِكَ إِذَا كَانَ الْمُدَّعِي هُوَ الْبَائِعَ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَدَّعِيَ الْمُدَّعِي أَقَلَّ الْمَالَيْنِ أَوْ أَكْثَرَهُمَا لِمَا بَيَّنَّا

فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کے لئے یہ گواہی دی کہ اس نے ایک ہزار کے عوض فلاں سے ایک غلام خریدا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے پندرہ سو میں خریدا ہے تو گواہی باطل ہو جائے گی اس لئے کہ مقصود سبب کا اثبات ہے اور وہ عقد ہے اور ثمن کے مختلف ہونے سے سبب مختلف ہو جاتا ہے لہٰذا مشہود بہ مختلف ہو گیا اور ہر عدد پر عقد تام نہیں ہوا اور اس لئے کہ مدعی نے اپنے دو گواہوں میں سے ایک کی تکذیب کر دی اور ہے اور ایسے ہی اگر مدعی ہی بیچنے والا ہو تو اور اس میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ کیونکہ مدعی دونوں اموال میں سے تھوڑے مال کا دعویٰ کرنے والا ہو یا زیادہ کا دعویٰ کرنے والا ہو اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر

آئے ہیں۔

عقود میں اختلاف شہادت کے مسائل کا بیان

(وَكَذَا الْخُلْعُ وَالْإِعْتَاقُ عَلَى مَالٍ وَالصُّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ إِذَا كَانَ الْمُدَّعِي هُوَ الْمَرْأَةَ أَوْ الْعَبْدَ أَوْ الْقَاتِلَ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ إِثْبَاتُ الْعَقْدِ وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَتْ الدَّعْوَى مِنْ جَانِبٍ آخَرَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ دَعْوَى الدَّيْنِ فِيمَا ذَكَرْنَا مِنْ الْوُجُوهِ لِأَنَّهُ ثَبَتَ الْعَفْوُ وَالْعِتْقُ وَالطَّلَاقُ بِاعْتِرَافِ صَاحِبِ الْحَقِّ فَبَقِيَ الدَّعْوَى فِي الدَّيْنِ وَفِي الرَّهْنِ، إِنْ كَانَ الْمُدَّعِي هُوَ الرَّاهِنَ لَا يُقْبَلُ لِأَنَّهُ لَا حَظَّ لَهُ فِي الرَّهْنِ فَعَرِيَتْ الشَّهَادَةُ عَنْ الدَّعْوَى، وَإِنْ كَانَ الْمُرْتَهِنَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ دَعْوَى الدَّيْنِ .

اور خلع اعتاق علی مال اور صلح عن دم العبد کا بھی یہی حکم ہے جب مدعی عورت ہو یا غلام ہو یا قاتل ہو اس لئے کہ اثبات عقد مقصود ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے اور جب دعوی دوسری طرف سے ہو تو ہماری بیان کردہ صورتوں میں وہ دعوی قرض کی صورت میں ہوگا اس لئے کہ صاحب حق کے اعتراف سے عفو، عتق اور طلاق کا ثبوت ہو جائے گا اور صرف قرض کا دعوی باقی رہے گا۔ اور رہن کی صورت میں اگر راہن مدعی ہو تو شہادت مقبول نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ مرہون میں راہن کا حق نہیں ہوتا اس لئے شہادت دعوے سے عاری ہو جائے گی اور اگر مرتہن مدعی ہو تو وہ دعوی قرض کے درجے میں ہوگا اور اجارت کی صورت میں اگر یہ اختلاف پہلی مدت میں ہو تو وہ بیع کی مثل ہے اور اگر مدت گزرنے کے بعد اختلاف ہوا اور اجارہ پر دینے والا ہی مدعی ہو تو وہ دین کا دعوی ہے۔

عقد نکاح کا بطور استحسان ایک ہزار بدلے میں جائز ہونے کا بیان

قَالَ (فَأَمَّا النِّكَاحُ فَإِنَّهُ يَجُوزُ بِأَلْفٍ اسْتِحْسَانًا، وَقَالَا : هَذَا بَاطِلٌ فِي النِّكَاحِ أَيْضًا) وَذَكَرَ فِي الْأَمَالِي قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ مَعَ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ . لَهُمَا أَنَّ هَذَا اخْتِلَافٌ فِي الْعَقْدِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ الْجَانِبَيْنِ السَّبَبُ فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمَالَ فِي النِّكَاحِ تَابِعٌ، وَالْأَصْلُ فِيهِ الْحِلُّ وَالِازْدِوَاجُ وَالْمِلْكُ وَلَا اخْتِلَافَ فِي مَا هُوَ الْأَصْلُ فَيَثْبُتُ، ثُمَّ إِذَا وَقَعَ الِاخْتِلَافُ فِي التَّبَعِ يَقْضِي بِالْأَقَلِّ لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَيْهِ، وَيَسْتَوِي دَعْوَى أَقَلِّ الْمَالَيْنِ أَوْ أَكْثَرِهِمَا فِي الصَّحِيحِ . ثُمَّ قِيلَ : الِاخْتِلَافُ فِيمَا إِذَا كَانَتْ الْمَرْأَةُ هِيَ الْمُدَّعِيَةَ وَفِيمَا إِذَا كَانَ الْمُدَّعِي هُوَ الزَّوْجَ إِجْمَاعٌ عَلَى أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ، لِأَنَّ مَقْصُودَهَا قَدْ يَكُونُ الْمَالَ وَمَقْصُودَهُ لَيْسَ إِلَّا الْعَقْدَ . وَقِيلَ الِاخْتِلَافُ فِي

الْفَصْلَيْنِ وَهٰذَا اَصَحُّ وَالْوَجْهُ مَا ذَكَرْنَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

فرمایا کہ نکاح البتہ ایک ہزار کے عوض استحسانا جائز ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نکاح میں بھی مذکورہ شہادت باطل ہے امالی میں امام ابو یوسف امام اعظم کے ساتھ ہیں صاحبین کی دلیل یہ کہ یہ عقد میں اختلاف ہے اس لئے کہ دونوں طرف سے سبب ہی مقصود ہے اس لئے یہ بیع کے مشابہ ہو گیا امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ نکاح میں مال تابع ہوتا ہے اور اس میں حلت ازدواج اور ملک بضع اصل ہے اور اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے وہ ثابت ہو جائے گا پھر جب تابع میں اختلاف ہوگا تو اقل مال میں فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ اقل پر دونوں گواہ متفق ہیں اور اقل مالین اور اکثر مالین دونوں کا دعوی صحیح قول میں برابر ہے پھر کہا گیا ہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے جب عورت مدعیہ ہو اور اس صورت میں جب شوہر مدعی ہو اس بات پر اجماع ہے کہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ عورت کا مقصود کبھی مال ہوتا ہے اور شوہر کا مقصود صرف عقد ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اختلاف ہے اور یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

فَصْلٌ فِی الشَّهَادَةِ عَلَی الْاِرْثِ

﴿یہ فصل وراثت میں شہادت کے بیان میں ہے﴾

فصل وراثت میں شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ارث پر شہادت کو مصنف علیہ الرحمہ نے اس لئے احکام شہادت کے بعد ذکر کیا ہے کہ کیونکہ یہ شہادت سے اگرچہ متعلق ہیں لیکن فوت شدہ لوگوں کے احکام زندہ لوگوں کے احکام سے مؤخر ہوتے ہیں۔ لہٰذا حسب اقتضاء کے سبب اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، فصل شہادت علی ارث، بیروت)

باپ کی وراثت پر گواہی قائم کرنے کا بیان

(وَمَنْ اَقَامَ بَيِّنَةً عَلٰی دَارٍ اَنَّهَا كَانَتْ لِاَبِيهِ اَعَارَهَا اَوْ اَوْدَعَهَا الَّذِیْ هِیَ فِیْ يَدِهِ فَاِنَّهُ يَاْخُذُهَا وَلَا يُكَلَّفُ الْبَيِّنَةَ اَنَّهُ مَاتَ وَتَرَكَهَا مِيرَاثًا لَهُ) وَاَصْلُهُ اَنَّهُ مَتٰی ثَبَتَ مِلْكُ الْمُورِثِ لَا يَقْضِیْ بِهِ لِلْوَارِثِ حَتّٰی يَشْهَدَ الشُّهُودُ اَنَّهُ مَاتَ وَتَرَكَهَا مِيرَاثًا لَهُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، خِلَافًا لِاَبِیْ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

هُوَ يَقُولُ : اِنَّ مِلْكَ الْوَارِثِ مِلْكُ الْمُورِثِ فَصَارَتْ الشَّهَادَةُ بِالْمِلْكِ لِلْمُورِثِ شَهَادَةً بِهِ لِلْوَارِثِ، وَهُمَا يَقُولَانِ : اِنَّ مِلْكَ الْوَارِثِ مُتَجَدِّدٌ فِیْ حَقِّ الْعَيْنِ حَتّٰی يَجِبَ عَلَيْهِ الْاِسْتِبْرَاءُ فِی الْجَارِيَةِ الْمَوْرُوثَةِ، وَيَحِلُّ لِلْوَارِثِ الْغَنِيِّ مَا كَانَ صَدَقَةً عَلَی الْمُورِثِ الْفَقِيرِ فَلَا بُدَّ مِنَ النَّقْلِ، اِلَّا اَنَّهُ يَكْتَفِیْ بِالشَّهَادَةِ عَلٰی قِيَامِ مِلْكِ الْمُورِثِ وَقْتَ الْمَوْتِ لِثُبُوتِ الْاِنْتِقَالِ ضَرُورَةً، وَكَذَا عَلٰی قِيَامِ يَدِهِ عَلٰی مَا نَذْكُرُهُ، وَقَدْ وُجِدَتْ الشَّهَادَةُ عَلَی الْيَدِ فِیْ مَسْاَلَةِ الْكِتَابِ لِاَنَّ يَدَ الْمُسْتَعِيرِ وَالْمُودَعِ وَالْمُسْتَاْجِرِ قَائِمَةٌ مَقَامَ يَدِهِ فَاَغْنٰی ذٰلِكَ عَنِ الْجَرِّ وَالنَّقْلِ (وَاِنْ شَهِدُوا اَنَّهَا كَانَتْ فِیْ يَدِ فُلَانٍ مَاتَ وَهِیَ فِیْ يَدِهِ جَازَتْ الشَّهَادَةُ) لِاَنَّ الْاَيْدِیَ عِنْدَ الْمَوْتِ تَنْقَلِبُ يَدَ مِلْكٍ بِوَاسِطَةِ الضَّمَانِ وَالْاَمَانَةُ تَصِيرُ مَضْمُونَةً بِالتَّجْهِيلِ فَصَارَ بِمَنْزِلَةِ الشَّهَادَةِ عَلٰی قِيَامِ مِلْكِهِ وَقْتَ الْمَوْتِ .

فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی مکان پر اس گواہی کو پیش کر دیا ہے کہ یہ مکان اس کے باپ کا ہے اور اس کے باپ نے قابض کو عاریت یا ودیعت پر دیا تھا تو مدعی اسے لے لے گا اور اسے اس بات پر گواہی پیش کرنے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا کہ اس کا باپ مرگیا ہے اور یہ مکان اس کے لئے میراث چھوڑ گیا ہے اور اس کی اصل یہ کہ حضرات صاحبین کے نزدیک جب مورث کے لئے ملک ثابت ہو جائے گی تو وارث کے لئے اس کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ مورث مرگیا ہے اور اس نے وارث کے لئے فلاں چیز چھوڑی ہے۔

امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ وارث کی ملک ہی مورث کی ملک تھی لہذا مورث کے لئے ملکیت کی گواہی دینا وارث کے لئے ملک کی گواہی ہے حضرات طرفین فرماتے ہیں کہ مال کا عین وارث کے حق میں ملک جدید ہوتی ہے یہاں تک کہ وراثت میں ملی ہوئی لونڈی کے حق میں وارث پر استبراء کرنا واجب ہے اور فقیر مورث پر جو چیز صدقہ ہو مالدار وارث کے لئے اس کا لینا حلال ہے اس لئے ملکیت کا منتقل ہونا ضروری ہے لیکن مورث کی موت کے وقت اس کی ملکیت موجود ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا اس لئے کہ ملک کا ضرورتاً منتقل ہونا ثابت ہے اور اس کے قبضے کے قیام پر بھی اسی طرح ہوگا جو ہم انشاء اللہ بیان کریں گے اور مسئلہ کتاب میں قبضہ مورث پر گواہی پائی گئی ہے اس لئے کہ مستعیر مودع اور مستاجر کا قبضہ مورث کے قبضے کے قائم مقام ہے لہذا اس قبضے نے نقل وحمل سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

اور جب کچھ لوگوں نے یہ گواہی دی کہ یہ مکان فلاں آدمی کے قبضہ میں تھا اور جس وقت وہ مرا اس وقت بھی اس کے قبضہ میں تھا تو شہادت جائز ہے اس لئے کہ موت کے وقت کا قبضہ ضمان کے واسطے سے قبضہ ملکیت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور مجہول چھوڑنے میں امانت مضمون ہو جاتی ہے لہذا یہ مورث کی موت کے وقت اس کی ملکیت کے موجود ہونے پر گواہی دینے کی طرح ہو گیا۔

مدعی کے قبضہ میں مکان ہونے کی گواہی دینے کا بیان

(وَإِنْ قَالُوْا لِرَجُلٍ حَيٍّ نَشْهَدُ أَنَّهَا كَانَتْ فِي يَدِ الْمُدَّعِي مُنْذُ شَهْرٍ لَمْ تُقْبَلْ) وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهَا تُقْبَلُ لِأَنَّ الْيَدَ مَقْصُوْدَةٌ كَالْمِلْكِ ؛ وَلَوْ شَهِدُوا أَنَّهَا كَانَتْ مِلْكَهُ تُقْبَلُ فَكَذَا هٰذَا صَارَ كَمَا إِذَا شَهِدُوا بِالْأَخْذِ مِنَ الْمُدَّعِي.

وَجْهُ الظَّاهِرِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا أَنَّ الشَّهَادَةَ قَامَتْ بِمَجْهُوْلٍ لِأَنَّ الْيَدَ مُنْقَضِيَةٌ وَهِيَ مُتَنَوِّعَةٌ إِلَى مِلْكٍ وَأَمَانَةٍ وَضَمَانٍ فَتَعَذَّرَ الْقَضَاءُ بِإِعَادَةِ الْمَجْهُوْلِ، بِخِلَافِ الْمِلْكِ لِأَنَّهُ مَعْلُوْمٌ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ، وَبِخِلَافِ الْأَخْذِ لِأَنَّهُ مَعْلُوْمٌ وَحُكْمُهُ مَعْلُوْمٌ وَهُوَ وُجُوْبُ الرَّدِّ، وَلِأَنَّ يَدَ ذِي الْيَدِ مُعَايَنٌ وَيَدُ الْمُدَّعِي مَشْهُوْدٌ بِهِ، وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ.

(وَإِنْ أَقَرَّ بِذٰلِكَ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ دُفِعَتْ إِلَى الْمُدَّعِي) لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِي الْمُقَرِّ بِهِ لَا تَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ (وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهَا كَانَتْ فِي يَدِ الْمُدَّعِي دُفِعَتْ إِلَيْهِ) لِأَنَّ الْمَشْهُوْد بِهِ

هَاهُنَا الْإِقْرَارُ وَهُوَ مَعْلُومٌ .

اور جب گواہوں نے کسی زندہ شخص کے بارے میں یہ کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ مکان کچھ ماہ سے مدعی کے پاس تھا تو یہ گواہی قبول نہ کی جائے گی جبکہ حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قبول کی جائے گی اس لئے کہ ملک کی طرح قبضہ بھی مقصود ہوتا ہے اور اگر یہ گواہی دیتے کہ یہ مکان مدعی کی ملکیت میں تھا تو گواہی قبول کرلی جاتی ہٰذا یہ گواہی بھی قبول کی جائے گی اور یہ اس طرح ہو گیا جیسے انہوں نے مدعی سے لینے کی شہادت دی ظاہر الروایہ کی یہ دلیل ہے کہ شہادت مجہول قبضہ پر قائم ہوئی ہے اس لئے کہ قبضہ ختم ہو چکا تھا جبکہ قبضہ ملک، امانت، اور ضمان کی طرف منقسم ہوتا ہے لہٰذا مجہول قبضے کے اعادہ کا حکم دینا متعذر ہے ملک کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ ملکیت معلوم ہوتی ہے اور مختلف نہیں ہوتی لے لینے کے خلاف اس لئے کہ وہ بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کا حکم بھی معلوم ہے اور واپسی کا واجب ہونا اور اسلئیکہ قابض کا قبضہ تو مشاہد ہے اور مدعی کے قبضہ کی گواہی دی گئی ہے جبکہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں ہوتی۔

اور جب مدعی نے اس کا اقرار کرلیا تو وہ مکان مدعی کو دے دیا جائے گا اس لئے کہ مقر بہ کی جہالت اقرار کے صحیح ہونے کی کے مانع نہیں ہے اور اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی علیہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ مکان مدعی کے قبضہ میں تھا تو بھی مدعی کو وہ مکان دے دیا جائے گا اس لئے کہ یہاں مشہود بہ اقرار ہے اور وہ معلوم ہے۔

بَابُ الشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ

﴿یہ باب شہادت پر شہادت دینے کے بیان میں ہے﴾

باب شہادت پر شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہادت پر گواہی دینا یہ اصلی گواہی کی فرع ہے اور فرع ذکر کرنے میں تاخیر کی مستحق ہے۔ اور اس کا جواز استحسان کے طور پر ہے حالانکہ قیاس اس کا تقاضہ نہیں کرتا کیونکہ ادا عبادت بدنیہ میں سے ہے جو اصل پر ضروری ہے اور وہ بغیر کسی جبر کے مشہود سے لاحق ہونے والی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۱۲، بیروت)

گواہی پر گواہی دینے سے پہلے تحقیق کرنے کا بیان

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (حجرات، ۶)

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بیجانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ، (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر، جس پر کوئی بڑا نتیجہ مترتب ہوتا ہو، تمہیں ملے تو اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ کوئی فاسق شخص ہو، یعنی جس کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ اس کی بات اعتماد کے لائق نہیں ہے، تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کر لو کہ امر واقعہ کیا ہے۔ اس حکم ربانی سے ایک اہم شرعی قاعدہ نکلتا ہے جس کا دائرہ اطلاق بہت وسیع ہے۔ اس کی رو سے مسلمانوں کی حکومت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی کاروائی ایسے مخبروں کی دی ہوئی خبروں کی بنا پر کر ڈالے جن کی سیرت بھروسے کے لائق نہ ہو۔ اسی قاعدے کی بنا پر محدثین نے علم حدیث میں جرح و تعدیل کا فن ایجاد کیا تا کہ ان لوگوں کے حالات کی تحقیق کریں جن کے ذریعہ سے بعد کی نسلوں کو نبی ﷺ کی احادیث پہنچی تھیں، اور فقہاء نے قانون شہادت میں یہ اصول قائم کیا کہ کسی ایسے معاملہ میں جس سے کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا ہو، یا کسی انسان پر کوئی حق عائد ہوتا ہو، فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ البتہ اس امر پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ عم دنیوی معاملات میں ہر خبر کی تحقیق اور خبر لانے والے کے لائق اعتماد ہونے کا اطمینان کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ آیت میں لفظ نَبَاٌ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق ہر خبر پر نہیں ہوتا بلکہ اہمیت رکھنے والی خبر پر ہوتا ہے اس لیے فقہاء کہتے ہیں کہ عام معاملات میں یہ

قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ کسی کے ہاں جاتے ہیں اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اندر سے کوئی آ کر کہتا ہے کہ آ جائیے۔ آپ اس کے کہنے پر اندر جا سکتے ہیں قطع نظر اس سے کہ صاحب خانہ کی طرف سے اذن کی اطلاع دینے والا فاسق ہو یا صالح۔ اسی طرح اس حکم کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جن لوگوں کا فسق جھوٹ اور بدکرداری کی نوعیت کا نہ ہو، بلکہ فسق عقیدہ کی بنا پر وہ فاسق قرار پاتے ہوں، ان کی شہادت بھی قبول کی جا سکتی ہے اور روایت بھی۔ محض ان کے عقیدے کی خرابی ان کی شہادت و روایت قبول کرنے میں مانع نہیں ہے۔

شبہ سے ساقط نہ ہونے والے معاملات میں گواہی پر شہادت دینے کا بیان

قَالَ (اَلشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ حَقٍّ لَا يَسْقُطُ بِالشُّبْهَةِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ لِشِدَّةِ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا، إِذْ شَاهِدُ الْاَصْلِ قَدْ يَعْجِزُ عَنْ اَدَاءِ الشَّهَادَةِ لِبَعْضِ الْعَوَارِضِ، فَلَوْ لَمْ تَجُزِ الشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ اَدّٰى إِلَى اِتْوَاءِ الْحُقُوقِ، وَلِهٰذَا جَوَّزْنَا الشَّهَادَةَ عَلَى الشَّهَادَةِ وَإِنْ كَثُرَتْ، إِلَّا اَنَّ فِيهَا شُبْهَةً مِنْ حَيْثُ الْبَدَلِيَّةُ اَوْ مِنْ حَيْثُ اَنَّ فِيهَا زِيَادَةَ احْتِمَالٍ، وَقَدْ اَمْكَنَ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ بِجِنْسِ الشُّهُودِ فَلَا تُقْبَلُ فِيمَا تَنْدَرِءُ بِالشُّبُهَاتِ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ.

فرمایا کہ گواہی پر گواہی دینا ہر ایسے حق میں جائز ہے جو شبہ سے ساقط نہ ہوتا ہو اور یہ استحسان ہے اس لئے کہ اس کی ضرورت زیادہ ہے کیونکہ اصل میں شاہد کچھ عوارض کی بنا پر ادائے شہادت سے بے بس ہوتا ہے اس لئے اگر شہادت پر شہادت جائز نہ قرار دی جائے تو اس سے حقوق کا ضائع ہونا ضروری آئے گا اس لئے ہم نے شہادت پر شہادت کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ شہود فرع زیادہ ہوں لیکن اس میں بدلیت کے اعتبار سے یا اس اعتبار سے کہ اس میں احتمال زیادہ ہے ایک شبہ ہے اور جنس شہود کے ذریعے اس سے بچنا ممکن ہے مگر ان چیزوں میں جو شبہات کے ساتھ ساقط ہو جاتی ہیں گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ جس طرح حدود اور قصاص ہے۔

دو گواہوں کی شہادت پر گواہی دینے کا بیان

(وَتَجُوزُ شَهَادَةُ شَاهِدَيْنِ عَلَى شَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ) .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا يَجُوزُ إِلَّا الْاَرْبَعُ عَلَى كُلِّ اَصْلٍ اثْنَانِ لِاَنَّ كُلَّ شَاهِدَيْنِ قَائِمَانِ مَقَامَ شَاهِدٍ وَاحِدٍ فَصَارَا كَالْمَرْاَتَيْنِ. وَلَنَا قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَا يَجُوزُ عَلَى شَهَادَةِ رَجُلٍ إِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ. وَلِاَنَّ نَقْلَ شَهَادَةِ الْاَصْلِ مِنَ الْحُقُوقِ فَهُمَا شَهِدَا بِحَقٍّ ثُمَّ شَهِدَا بِحَقٍّ آخَرَ فَتُقْبَلُ.

(وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ وَاحِدٍ عَلَى شَهَادَةِ وَاحِدٍ) لِمَا رَوَيْنَا، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَلِاَنَّهُ حَقٌّ مِنَ الْحُقُوقِ فَلَا بُدَّ مِنْ نِصَابِ الشَّهَادَةِ.

اور دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں کی گواہی دینا جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چار سے کم پر جائز نہیں ہے۔ ہر اصلی گواہ پر دو گواہ ہونے چاہئے اس لئے کہ یہ دو گواہ فرع ایک اصلی گواہ کے قائم مقائم ہے لہٰذا یہ دو عورتوں کی طرح ہو گیا ہماری دلیل حضرت علی بنی تفریح کا وہ فرمان ہے کہ ایک مرد کی گواہی پر دو مردوں سے کم کی گواہی جائز نہیں ہے اور اس لئے کہ اصل گواہ کی گواہی نقل کرنا حقوق میں سے ہے لہٰذا دونوں نے ایک حق کی گواہی دینے کے بعد دوسرے حق کی گواہی دی اس لئے اس کو قبول کیا جائے گا اور ایک شخص کی گواہی پر ایک شخص کی گواہی مقبول نہیں ہوگی اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور وہ امام مالک کے خلاف حجت ہے اور اس لئے کہ وہ حقوق میں سے ہے لہٰذا شہادت کا نصاب ہونا ضروری ہے۔

اصل گواہی سے فرع کی طرف جانے کا طریقہ

(وَصِفَةُ الْإِشْهَادِ أَنْ يَقُولَ شَاهِدُ الْأَصْلِ لِشَاهِدِ الْفَرْعِ: اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي أَنِّي أَشْهَدُ أَنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَقَرَّ عِنْدِي بِكَذَا وَأَشْهَدَنِي عَلَى نَفْسِهِ) لِأَنَّ الْفَرْعَ كَالنَّائِبِ عَنْهُ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّحْمِيلِ وَالتَّوْكِيلِ عَلَى مَا مَرَّ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَشْهَدَ كَمَا يَشْهَدُ عِنْدَ الْقَاضِي لِيَنْقُلَهُ إِلَى مَجْلِسِ الْقَضَاءِ (وَإِنْ لَمْ يَقُلْ أَشْهَدَنِي عَلَى نَفْسِهِ جَازَ) لِأَنَّ مَنْ سَمِعَ إِقْرَارَ غَيْرِهِ حَلَّ لَهُ الشَّهَادَةُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ اشْهَدْ (وَيَقُولُ شَاهِدُ الْفَرْعِ عِنْدَ الْأَدَاءِ أَشْهَدُ أَنَّ فُلَانًا أَشْهَدَنِي عَلَى شَهَادَتِهِ أَنَّ فُلَانًا أَقَرَّ عِنْدَهُ بِكَذَا وَقَالَ لِي اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي بِذَلِكَ) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ شَهَادَتِهِ، وَذِكْرِ شَهَادَةِ الْأَصْلِ وَذِكْرِ التَّحْمِيلِ، وَلَهَا لَفْظٌ أَطْوَلُ مِنْ هَذَا وَأَقْصَرُ مِنْهُ، وَخَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا

اور گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ فرع سے کہے کہ تم میری شہادت پر یہ شہادت دو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے میرے پاس اس بات کا اقرار کیا ہے اور مجھے اپنی ذات پر گواہ بنایا ہے اس لئے کہ فرع اصلی کے نائب کی طرح ہے لہٰذا گواہی کا متحمل اور وکیل بنانا ضروری ہے جیسے گذر چکا ہے اور اصلی گواہ کے لئے اسی طرح گواہی دینا ضروری ہے جس طرح وہ قاضی کی مجلس میں گواہی دیتا تاکہ شاہد فرع اسے قاضی کی مجلس میں پیش کر سکے اور اگر شاہد فرع نے اشھدنی علی نفسہ نہ کہا تو بھی جائز ہے اس لئے کہ جو شخص دوسرے کا اقرار سنتا ہے اس کے لئے گواہی دینا حلال ہو جاتا ہے اگرچہ مقر نے اسے اشہد نہ کہا ہو۔

اور ادائے شہادت کے وقت شاہد فرع یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شاہد نے مجھے اپنی گواہی پر شاہد بنایا ہے کہ فلاں نے اس کے پاس فلاں چیز کا اقرار کیا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ تم اس سلسلے میں میرے گواہ بن جاؤ اس لئے کہ شاہد فرع کی گواہی ضروری ہے نیز اس کے کئے اصل کی شہادت اور متحمل بنانے کا تذکرہ کرنا ضروری ہے اور اس لئے کہ مذکورہ عبارت سے طویل لفظ بھی ہے اور اس سے کم لفظ بھی ہے اور تمام امور میں اوسط بہتر ہے۔

اپنی شہادت پر گواہ بنانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ أَشْهَدَنِي فُلَانٌ عَلَى نَفْسِهِ لَمْ يَشْهَدِ السَّامِعُ عَلَى شَهَادَتِهِ حَتَّى يَقُولَ لَهُ اشْهَدْ

عَلٰی شَهَادَتِی) لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ التَّحْمِيلِ، وَهٰذَا ظَاهِرٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ الْقَضَاءَ عِنْدَهُ بِشَهَادَةِ الْفُرُوعِ وَالْاُصُولِ جَمِيعًا حَتّٰى اشْتَرَكُوا فِي الضَّمَانِ عِنْدَ الرُّجُوعِ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ نَقْلِ شَهَادَةِ الْاُصُولِ لِيَصِيرَ حُجَّةً فَيَظْهَرَ تَحْمِيلُ مَا هُوَ حُجَّةٌ.

جس شخص نے کہا کہ فلاں آدمی نے مجھے اپنی ذات پر گواہ بنایا ہے تو سامع اس کی گواہی پر گواہی نہ دے یہاں تک کہ اصلی شاہدیوں کہے تم میری شہادت پر گواہ ہو جاؤ اس لئے کہ گواہی کا متحمل بنانا ضروری ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ ظاہر اس لئے کہ ان کے نزدیک قضائے قاضی اصول اور فرع دونوں سے ہوتا ہے یہاں تک کہ تاوان میں دونوں فریق شریک ہوتے ہیں اور حضرات شیخین کے نزدیک بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ اصول کی شہادت کو نقل کرنا ضروری ہے تا کہ وہ حجت ہو جائے لہٰذا جو حجت ہے اس کو اٹھانے کا اظہار ہو جائے گا۔

شہود فرع کی گواہی کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ شُهُودِ الْفَرْعِ اِلَّا اَنْ يَمُوتَ شُهُودُ الْاَصْلِ اَوْ يَغِيبُوا مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا اَوْ يَمْرَضُوا مَرَضًا لَا يَسْتَطِيعُونَ مَعَهُ حُضُورَ مَجْلِسِ الْحَاكِمِ) لِاَنَّ جَوَازَهَا لِلْحَاجَةِ، وَاِنَّمَا تَمَسُّ عِنْدَ عَجْزِ الْاَصْلِ وَبِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ يَتَحَقَّقُ الْعَجْزُ.

وَاِنَّمَا اعْتَبَرْنَا السَّفَرَ لِاَنَّ الْمُعْجِزَ بُعْدُ الْمَسَافَةِ وَمُدَّةُ السَّفَرِ بَعِيدَةٌ حُكْمًا حَتّٰى اُدِيرَ عَلَيْهَا عِدَّةٌ مِنَ الْاَحْكَامِ فَكَذَا سَبِيلُ هٰذَا الْحُكْمِ.

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اِنْ كَانَ فِي مَكَانٍ لَوْ غَدَا لِاَدَاءِ الشَّهَادَةِ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَبِيتَ فِي اَهْلِهِ صَحَّ الْاِشْهَادُ اِحْيَاءً لِحُقُوقِ النَّاسِ، قَالُوا: الْاَوَّلُ اَحْسَنُ وَالثَّانِي اَرْفَقُ وَبِهِ اَخَذَ الْفَقِيهُ اَبُو اللَّيْثِ.

فرمایا کہ شہود فرع کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر یہ کہ اصلی گواہ مر جائیں یا تین دن یا اس سے زائد کی مسافت پر غائب ہو جائیں یا اتنے بیمار ہو جائیں کہ اس بیماری کے سبب مجلس حاکم میں حاضر نہ ہو سکیں اس لئے کہ گواہی پر گواہی دینا ضرورت کے سبب ہے اور ضرورت اصل اس وقت پڑے گی جب اصلی شہود عاجز ہو جائے اور ان چیزوں سے عجز ثابت ہو جاتا ہے اور سفر کا اعتبار اس لئے کیا ہے کہ مسافت کا دور ہونا بھی عاجز کرنے والی چیز ہے اور مدت سفر حکم کے اعتبار سے بعید ہے یہاں تک کہ اس پر بہت سے احکام کا مدار ہے اسی طرح اس حکم کی بھی راہ ہے اور حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر اصلی گواہ ایسے مقام پر ہو کہ وہ صبح کو ادائے شہادت کے لئے نکلے اور تو اپنے اہل خانہ میں رات نہ گزار سکے تو حقوق العباد کے احیاء کی خاطر اس کے لئے گواہ بنانا جائز ہے مشائخ فرماتے ہیں کہ پہلا قول احسن ہے اور دوسرا قول زیادہ آسان ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اس کو اختیار کیا ہے۔

فروع کا تعدیل اصل پر سکوت کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَدَّلَ شُهُودَ الْاَصْلِ شُهُودُ الْفَرْعِ جَازَ) لِاَنَّهُمْ مِنْ اَهْلِ التَّزْكِيَةِ (وَكَذَا إِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ فَعَدَّلَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ صَحَّ) لِمَا قُلْنَا، غَايَةُ الْاَمْرِ اَنَّ فِيهِ مَنْفَعَةً مِنْ حَيْثُ الْقَضَاءِ بِشَهَادَتِهِ لَكِنَّ الْعَدْلَ لَا يُتَّهَمُ بِمِثْلِهِ كَمَا لَا يُتَّهَمُ فِي شَهَادَةِ نَفْسِهِ، كَيْفَ وَاَنَّ قَوْلَهُ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَاِنْ رُدَّتْ شَهَادَةُ صَاحِبِهِ فَلَا تُهْمَةَ .

قَالَ (وَاِنْ سَكَتُوا عَنْ تَعْدِيلِهِمْ جَازَ وَنَظَرَ الْقَاضِيُّ فِي حَالِهِمْ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا تُقْبَلُ لِاَنَّهُ لَا شَهَادَةَ إِلَّا بِالْعَدَالَةِ، فَإِذَا لَمْ يَعْرِفُوهَا لَمْ يَنْقُلُوا الشَّهَادَةَ فَلَا يُقْبَلُ .

وَلِاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْمَاخُوذَ عَلَيْهِمُ النَّقْلُ دُوْنَ التَّعْدِيلِ، لِاَنَّهُ قَدْ يَخْفٰى عَلَيْهِمْ، وَإِذَا نَقَلُوْا يَتَعَرَّفُ الْقَاضِيُّ الْعَدَالَةَ كَمَا إِذَا حَضَرُوْا بِاَنْفُسِهِمْ وَشَهِدُوْا .

قَالَ (وَاِنْ اَنْكَرَ شُهُودُ الْاَصْلِ الشَّهَادَةَ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَةُ الشُّهُودِ الْفَرْعِ) لِاَنَّ التَّحْمِيلَ لَمْ يَثْبُتْ لِلتَّعَارُضِ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ وَهُوَ شَرْطٌ .

فرمایا کہ اگر فروع نے اپنی اصل کی تعدیل سے سکوت کر لیا تو بھی جائز ہے اور قاضی اصول کے احوال میں غور کرے گا اور یہ حکم امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ فروع کی گواہی مقبول نہیں ہوگی اس لئے کہ عدالت کے بغیر کوئی شہادت ہی نہیں ہوتی چنانچہ اگر فروع کو اصول کی شہادت ہی معلوم نہیں تو ایسا ہے جیسے انہوں نے شہادت ہی نقل نہیں کی اس لئے قبول بھی نہیں کی جائے گی حضرت امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ فروع پر صرف نقل شہادت واجب ہے نہ کہ تعدیل کرنا اس لئے کہ کبھی فروع پر اصل کی عدالت مخفی رہتی ہے اور جب انہوں نے شہادت نقل کر دی تو قاضی از خود ان کی عدالت دریافت کرے گا جس طرح اگر وہ خود حاضر ہو کر شہادت دیتے۔

فرمایا کہ اگر شہود اصل نے شہادت سے انکار کر دیا تو شہود فرع کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ دونوں خبروں میں تعارض کے سبب سے تحمیل ثابت نہیں ہوئی جبکہ اٹھانا ہی شرط ہے۔

دو مردوں کی شہادت پر دوسرے دو مردوں کی گواہی کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ رَجُلَانِ عَلٰى شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ عَلٰى فُلَانَةَ بِنْتِ فُلَانٍ الْفُلَانِيَّةِ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ، وَقَالَا اَخْبَرَانَا اَنَّهُمَا يَعْرِفَانِهَا فَجَاءَ بِامْرَاَةٍ وَقَالَا : لَا نَدْرِيْ اَهِيَ هٰذِهِ اَمْ لَا فَإِنَّهُ يُقَالُ لِلْمُدَّعِيْ هَاتِ

شَاهِدَيْنِ يَشْهَدَانِ أَنَّهَا فُلَانَةُ) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ عَلَى الْمَعْرِفَةِ بِالنِّسْبَةِ قَدْ تَحَقَّقَتْ وَالْمُدَّعِي يَدَّعِي الْحَقَّ عَلَى الْحَاضِرَةِ وَلَعَلَّهَا غَيْرُهَا فَلَا بُدَّ مِنْ تَعْرِيفِهَا بِتِلْكَ النِّسْبَةِ، وَنَظِيرُ هَذَا إِذَا تَحَمَّلُوا الشَّهَادَةَ بِبَيْعٍ مَحْدُوْدَةٌ بِذِكْرِ حُدُوْدِهَا وَشَهِدُوا عَلَى الْمُشْتَرِي لَا بُدَّ مِنْ آخَرَيْنِ يَشْهَدَانِ عَلَى أَنَّ الْمَحْدُوْدَ بِهَا فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، وَكَذَا إِذَا أَنْكَرَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ أَنَّ الْحُدُوْدَ الْمَذْكُورَةَ فِي الشَّهَادَةِ حُدُوْدُ مَا فِي يَدِهِ .

ترجمہ: اور جب دو مردوں کی گواہی پر دوسرے دو مردوں نے یہ گواہی دی کہ فلانہ بنت فلاں فلانیہ پر ایک ہزار درہم قرض ہیں اور فرعی گواہوں نے کہا کہ ہمیں اصلی شہود نے یہ خبر دی ہے کہ وہ دونوں اس عورت کو پہچانتے ہیں پھر مدعی ایک عورت کو لایا اور فرعی گواہوں نے کہا کہ ہم اس کو نہیں پہچانتے کہ یہ وہی عورت ہے یا نہیں تو مدعی سے کہا جائے گا کہ تم ایسے دو گواہ پیش کرو جو یہ گواہی دیں کہ مذکورہ عورت فلانیہ ہی ہے اس لئے کہ نسب کی شناخت پر تو گواہی ثابت ہو چکی ہے اور مدعی موجودہ عورت پر حق کا دعوی کر رہا ہے جبکہ ہوسکتا ہے وہ اس کے علاوہ ہو لہٰذا اس نسب کے ساتھ اسے پہچاننا ضروری ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب گواہ ایسی محدود چیز کی فروختگی کے گواہ ہوئے جس کی حدود بیان کر دی ہے اور انہوں نے خریدار پر بھی گواہی دی تو دوسرے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو اس چیز کی گواہی دیں کہ جس چیز کے حدود اربع بیان کئے گئے ہیں وہی مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے اور ایسے ہی جب مدعی علیہ نے انکار کر دیا کہ شہادت میں بیان کردہ حدود وہی ہیں جو اس کے قبضہ میں ہیں۔

خط قاضی کو شہادت پر گواہی دینے پر قیاس کرنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَا) (كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ إِلَّا أَنَّ الْقَاضِيَ لِكَمَالِ دِيَانَتِهِ وَوُفُورِ وِلَايَتِهِ يَنْفَرِدُ بِالنَّقْلِ (وَلَوْ قَالُوا فِي هَذَيْنِ الْبَابَيْنِ التَّمِيمِيَّةُ لَمْ يَجُزْ حَتَّى يَنْسُبُوهَا إِلَى فَخِذِهَا) وَهِيَ الْقَبِيلَةُ الْخَاصَّةُ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّعْرِيفَ لَا بُدَّ مِنْهُ فِي هَذَا، وَلَا يَحْصُلُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعَامَّةِ وَهِيَ عَامَّةٌ إِلَى بَنِي تَمِيمٍ لِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يُحْصَوْنَ، وَيَحْصُلُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْفَخِذِ لِأَنَّهَا خَاصَّةٌ .

وَقِيلَ الْفَرْغَانِيَّةُ نِسْبَةٌ عَامَّةٌ والأوزجندية خَاصَّةٌ، (وَقِيلَ السَّمَرْقَنْدِيَّةُ وَالْبُخَارِيَّةُ عَامَّةٌ) وَقِيلَ إِلَى السِّكَّةِ الصَّغِيرَةِ خَاصَّةٌ، وَإِلَى الْمَحَلَّةِ الْكَبِيرَةِ وَالْمِصْرِ عَامَّةٌ .

ثُمَّ التَّعْرِيفُ وَإِنْ كَانَ يَتِمُّ بِذِكْرِ الْجَدِّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَاتِ، فَذِكْرُ الْفَخِذِ يَقُومُ مَقَامَ الْجَدِّ لِأَنَّهُ اسْمُ الْجَدِّ الْأَعْلَى فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الْجَدِّ الْأَدْنَى، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

فرمایا کہ کتاب القاضی الی القاضی کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی شہادت پر شہادت کے حکم میں ہیں لیکن قاضی اپنی کمال دیانت اور وفور ولایت کے سبب نقل کرنے میں متفرد ہے۔

اور اگر گواہوں نے ان دونوں صورتوں میں تمیمہ کہا تو جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کو اس کے فخذ کی طرف منسوب کریں اور فخذ خاص قبیلہ ہے اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اس میں شناخت ضروری ہے اور نسبت عامہ سے شناخت حاصل نہیں ہوتی اور تمیمہ بنو تمیم کی طرف نسبت کرتے ہوئے نسبت عامہ ہے اس لئے کہ وہ ایسی قوم ہے جسے شمار نہیں کیا جاسکتا اور فخذ کی جانب نسبت کرنے سے شناخت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ نسبت خاصہ ہے اور کہا گیا ہے کہ فرغانہ نسبت عامہ ہے اور اوز جند یہ نسبت خاصہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سمرقند نسبت عامہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ چھوٹے گاؤں کی جانب نسبت کرنا نسبت خاصہ ہے جبکہ بڑے گاؤں اور شہر کی جانب نسبت کرنا یہ نسبت عامہ ہے۔ جبکہ ظاہری روایت کے مطابق طرفین سے مطابق اگرچہ دادا کو ذکر کرنے کے سبب پہچان مکمل ہو جاتی ہے بہر حال فخذ کا ذکر کرنا دادا کے قائم مقام ہے کیونکہ فخذ جد اعلیٰ کا نام ہے۔ پس اس کو ادنیٰ کے درجے میں شمار کیا جائے گا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل جھوٹی گواہی کے حکم کے بیان میں ہے﴾

فصل جھوٹی گواہی کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ سچی گواہیوں سے متعلق احکام کو بیان کرنے کے بعد اب اس فصل میں ان گواہیوں کو بیان کریں گے۔ جس میں گواہی دینے والے جھوٹے ہوں۔ جھوٹ سے کا سچ سے مؤخر ہونا یہ ظاہر ہے۔ اور مطابقت فقہی بھی اسی کے موافق ہے۔ کیونکہ جھوٹ کے بارے میں کثیر وعیدیں موجود ہیں۔

جھوٹے گواہ سے لوگوں کو بچانے کا بیان

(قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : شَاهِدُ الزُّورِ اُشَهِّرُهُ فِي السُّوقِ وَلَا اُعَزِّرُهُ .وَقَالَا : نُوجِعُهُ ضَرْبًا وَنَحْبِسُهُ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ .لَهُمَا مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ ضَرَبَ شَاهِدَ الزُّورِ اَرْبَعِينَ سَوْطًا وَسَخَّمَ وَجْهَهُ، وَلِاَنَّ هٰذِهِ كَبِيرَةٌ يَتَعَدّٰى ضَرَرُهَا اِلَى الْعِبَادِ وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعَزَّرُ .

وَلَهُ اَنَّ شُرَيْحًا كَانَ يُشَهِّرُ وَلَا يَضْرِبُ، وَلِاَنَّ الِانْزِجَارَ يَحْصُلُ بِالتَّشْهِيرِ فَيُكْتَفٰى بِهِ، وَالضَّرْبُ وَاِنْ كَانَ مُبَالَغَةً فِي الزَّجْرِ وَلٰكِنَّهُ يَقَعُ مَانِعًا عَنِ الرُّجُوعِ فَوَجَبَ التَّخْفِيفُ نَظَرًا اِلٰى هٰذَا الْوَجْهِ .

وَحَدِيثُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَحْمُولٌ عَلَى السِّيَاسَةِ بِدَلَالَةِ التَّبْلِيغِ اِلَى الْاَرْبَعِينَ وَالتَّسْخِيمِ ثُمَّ تَفْسِيرُ التَّشْهِيرِ مَنْقُولٌ عَنْ شُرَيْحٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاِنَّهُ كَانَ يَبْعَثُهُ اِلٰى سُوقِهِ اِنْ كَانَ سُوقِيًّا، وَاِلٰى قَوْمِهِ اِنْ كَانَ غَيْرَ سُوقِيٍّ بَعْدَ الْعَصْرِ اَجْمَعَ مَا كَانُوا، وَيَقُولُ : اِنَّ شُرَيْحًا يُقْرِئُكُمُ السَّلَامَ وَيَقُولُ : اِنَّا وَجَدْنَا هٰذَا شَاهِدَ زُورٍ فَاحْذَرُوهُ وَحَذِّرُوا النَّاسَ مِنْهُ .

وَذَكَرَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يُشَهَّرُ عِنْدَهُمَا اَيْضًا .وَالتَّعْزِيرُ وَالْحَبْسُ عَلٰى قَدْرِ مَا يَرَاهُ الْقَاضِي عِنْدَهُمَا، وَكَيْفِيَّةُ التَّعْزِيرِ ذَكَرْنَاهُ فِي الْحُدُودِ (وَفِي الْجَامِعِ

الصَّغِيرِ : شَاهِدَانِ اَقَرَّا اَنَّهُمَا شَهِدَا بِزُورٍ لَمْ يُضْرَبَا وَقَالَا يُعَزَّرَانِ) وَفَائِدَتُهُ اَنَّ شَاهِدَ الزُّورِ فِي حَقِّ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْحُكْمِ هُوَ الْمُقِرُّ عَلٰى نَفْسِهِ بِذٰلِكَ، فَاَمَّا لَا طَرِيقَ اِلَى اِثْبَاتِ ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ لِاَنَّهُ نَفْيٌ لِلشَّهَادَةِ وَالْبَيِّنَاتُ لِلْاِثْبَاتِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی دینے والے کو بازار میں مشہور کردو کہ اسے تعزیر نہیں کرے گا جبکہ صاحبین نے فرمایا ہے کہ ہم اس کو ماریں گے اور اس کو قید خانے میں رکھیں گے۔

اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے صاحبین کی دلیل وہ واقعہ ہے جو حضرت عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس کوڑے مارے اور اس کا منہ کالا کیا اس لئے کہ جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے جس کا ضرر بندوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اس میں کوئی حد نہیں ہے کیونکہ اس کی تعزیر کی جائے گی حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قاضی شریح جھوٹے گواہ کی مشہور کیا کرتے تھے اور مارتے نہیں تھے اور اس لئے کہ مشہور سے جھوٹی گواہی سے رکنے کا حصول ہو جاتا ہے اس لئے اس پر اکتفاء کیا جائے گا اور ضرب سے اگرچہ سزا میں مبالغہ ہوتا ہے لیکن وہ رجوع سے مانع ہوگا اس لئے اس صورت کی طرف نظر کرتے ہوئے تخفیف واجب ہے۔

حضرت عمر کا واقعہ سیاست مدنیہ پر محمول ہے پھر مشہور کی کیفیت حضرت شریح سے اس طرح منقول ہے کہ عصر کے بعد جس وقت لوگوں کا سب سے زیادہ مجمع ہوتا اور شاہد زور بازاری ہوتا تو حضرت شریح اس کو بازار بھیجتے تھے اور اگر وہ غیر بازاری ہوتا تو اس کو اس کی قوم میں بھیجتے تھے اور لے جانے والے کو یہ کہتے کہ قاضی جی نے تمہیں سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہم نے جھوٹا گواہ پایا ہے لہٰذا خود بھی اس سے بچو اور لوگوں کو بھی اس سے بچاؤ حضرت شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ صاحبین کے نزدیک بھی مشہور کیا جائے گی اور صاحبین کے نزدیک تعزیر اور حبس قاضی کی رائے کے مطابق ہوگا اور تعزیر کی کیفیت وہی ہے جس کو ہم نے کتاب الحدود میں ذکر کیا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب دو گواہوں نے اقرار کیا کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو ان کو مارا نہیں جائے گا صاحبین فرماتے ہیں کہ ان کو تعزیر کی جائے گی اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ شاہد زور ہمارے بیان کردہ حکم کے حق میں اپنی ذات پر اقرار کرنے والا ہے لیکن گواہی کے ذریعے اس کو ثابت کرنے کی کوئی راہ نہیں اس لئے کہ یہ شہادت کی نفی اور گواہی کے اثبات کے لئے ہوتی ہے۔

كِتَابُ الرُّجُوعِ عَنِ الشَّهَادَةِ

﴿یہ کتاب شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں ہے﴾

کتاب شہادت سے رجوع کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس فصل کی کتاب شہادات میں سابقہ بیان کردہ احکام سے مناسبت واضح ہے اور خاص طور جھوٹی گواہی کی فصل کے بعد لانے میں اس کی مطابقت یہ ہے۔کبیرہ گناہ سے بچنا ہے۔اور بقیہ مطابقت یہ ہے کہ رجوع ہمیشہ ثبوت حکم کے بعد ہوا کرتا ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ،بتصرف،ج ۱۱،ص ۳۸،بیروت)

شہادت سے رجوع کرنے کا فقہی مفہوم

علامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہادت رجوع کرنے کا معنی یہ ہے کہ گواہ یہ کہے کہ میں نے جس کو ثابت کیا ہے اس سے رجوع کرتا ہوں۔اور اس کا رکن یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں نے جس کی گواہی دی اس سے رجوع کرتا ہوں یا پھر میں نے وہ جھوٹی گواہی دی تھی۔(محیط رضوی،احکام شہادات)

اجرائے حکم سے پہلے گواہی سے رجوع کرنے کا بیان

(قَالَ : إِذَا رَجَعَ الشُّهُودُ عَنْ شَهَادَتِهِمْ قَبْلَ الْحُكْمِ بِهَا سَقَطَتْ) لِأَنَّ الْحَقَّ إِنَّمَا يَثْبُتُ بِالْقَضَاءِ وَالْقَاضِيْ لَا يَقْضِيْ بِكَلَامٍ مُتَنَاقِضٍ وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُمَا مَا أَتْلَفَا شَيْئًا لَا عَلَى الْمُدَّعِي وَلَا عَلَى الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ (فَإِنْ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ ثُمَّ رَجَعُوا لَمْ يُفْسَخِ الْحُكْمُ) لِأَنَّ آخِرَ كَلَامِهِمْ يُنَاقِضُ أَوَّلَهُ فَلَا يُنْقَضُ الْحُكْمُ بِالتَّنَاقُضِ وَلِأَنَّهُ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى الصِّدْقِ مِثْلُ الْأَوَّلِ، وَقَدْ تَرَجَّحَ الْأَوَّلُ بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهِ (وَعَلَيْهِمْ ضَمَانُ مَا أَتْلَفُوهُ بِشَهَادَتِهِمْ) لِإِقْرَارِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِسَبَبِ الضَّمَانِ، وَالتَّنَاقُضُ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ، وَسَنُقَرِّرُهُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ إِلَّا بِحَضْرَةِ الْحَاكِمِ) لِأَنَّهُ فَسْخٌ لِلشَّهَادَةِ فَيَخْتَصُّ بِمَا تَخْتَصُّ بِهِ الشَّهَادَةُ مِنَ الْمَجْلِسِ وَهُوَ مَجْلِسُ الْقَاضِي أَيَّ قَاضٍ كَانَ، وَلِأَنَّ الرُّجُوعَ تَوْبَةٌ وَالتَّوْبَةُ عَلَى حَسَبِ الْجِنَايَةِ، فَالسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْإِعْلَانُ بِالْإِعْلَانِ .

وَإِذَا لَمْ يَصِحَّ الرُّجُوعُ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَاضِي، فَلَوْ ادَّعَى الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ رُجُوعَهُمَا وَأَرَادَ يَمِينَهُمَا لَا يَحْلِفَانِ، وَكَذَا لَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُ ادَّعَى رُجُوعًا بَاطِلًا، حَتَّى لَوْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ رَجَعَ عِنْدَ قَاضٍ كَذَا وَضَمَّنَهُ الْمَالَ تُقْبَلُ لِأَنَّ السَّبَبَ صَحِيحٌ.

فرمایا کہ جب گواہی پر فیصلہ ہونے سے پہلے گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو گواہی ختم ہو جائے گی اس لئے کہ حق قضاء سے ثابت ہوتا ہے اور قاضی اور متناقض کلام پر فیصلہ نہیں کرتا اور گواہوں پر ضمان بھی واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ انہوں کوئی چیز تلف نہیں کی نہ تو مدعی کی اور نہ مدعی علیہ کی پھر جب قاضی نے ان کی گواہی پر فیصلہ کر دیا پھر انہوں نے رجوع کیا تو فیصلہ فسخ نہیں ہوگا اس لئے کہ گواہوں کا آخری کلام ان کے پہلے کلام کے متناقض ہے اس لئے تناقض کی وجہ سے کلام نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ سچائی پر دلالت کرنے میں کلام آخر کلام اول کی طرح ہے اور اول کے ساتھ قضا متصل ہونے کی وجہ سے وہ راجح ہو چکا ہے اور ان گواہوں پر اس چیز کا ضمان واجب ہے جس کو انہوں نے اپنی گواہی سے تلف کیا اس لئے کہ انہوں نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا ہے۔ اور تناقض صحت اقرار سے مانع نہیں ہے اس کو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

اور حاکم کی موجودگی کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ شہادت کو فسخ کرنا ہے لہذا اس مجلس کے ساتھ مختص ہوگا جس کے ساتھ شہادت مختص ہے اور وہ قاضی کی مجلس ہے چاہئے کوئی بھی قاضی ہو اور اس لئے کہ شہادت سے رجوع کرنا توبہ ہے اور توبہ لنایت کے مطابق ہوتی ہے لہذا خفیہ جرم کی خفیہ توبہ ہے اور علانیہ کی علانیہ۔ اور جب قاضی کی مجلس کے سوا رجوع کرنا درست نہیں تو جب مشہود علیہ نے دونوں گواہوں کے رجوع کا دعویٰ کیا اور ان سے قسم لینا چاہا تو ان سے قسم نہیں لی جائے گی نیز ان کے خلاف مدعی علیہ کا دعویٰ بھی قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس نے باطل رجوع کا دعویٰ کیا ہے یہاں تک کہ جب مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی قائم کیا کہ اس نے فلاں قاضی کے پاس رجوع کیا ہے اور اس قاضی نے اس کو مال کا تاوان دلایا ہے تو گواہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ سبب درست ہے۔

مال کی گواہی دینے کے بعد شہادت سے رجوع کرنے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِمَالٍ فَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِهِ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا الْمَالَ الْمَشْهُودَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ التَّسْبِيبَ عَلَى وَجْهِ التَّعَدِّي سَبَبُ الضَّمَانِ كَحَافِرِ الْبِئْرِ وَقَدْ سَبَّبَا لِلْإِتْلَافِ تَعَدِّيًا.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَضْمَنَانِ لِأَنَّهُ لَا عِبْرَةَ لِلتَّسْبِيبِ عِنْدَ وُجُودِ الْمُبَاشَرَةِ.

قُلْنَا: تَعَذَّرَ إِيجَابُ الضَّمَانِ عَلَى الْمُبَاشِرِ وَهُوَ الْقَاضِي لِأَنَّهُ كَالْمُلْجَإِ إِلَى الْقَضَاءِ، وَفِي إِيجَابِهِ صَرْفُ النَّاسِ عَنْ تَقَلُّدِهِ وَتَعَذُّرُ اسْتِيفَائِهِ مِنَ الْمُدَّعِي لِأَنَّ الْحُكْمَ مَاضٍ فَاعْتُبِرَ التَّسْبِيبُ، وَإِنَّمَا يَضْمَنَانِ إِذَا قَبَضَ الْمُدَّعِي الْمَالَ دَيْنًا كَانَ أَوْ عَيْنًا، لِأَنَّ الْإِتْلَافَ بِهِ يَتَحَقَّقُ، وَلِأَنَّهُ لَا مُمَاثَلَةَ بَيْنَ أَخْذِ الْعَيْنِ وَإِلْزَامِ الدَّيْنِ.

فرمایا کہ جب دو گواہوں نے مال کی گواہی دی پھر انہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو وہ دونوں مشہود علیہ کے لئے مال کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ تعدی کے طور پر سبب مہیا کرنا ضمان کا سبب ہے جس طرح کنواں کھودنے والا اور مذکورہ گواہوں نے بھی تعدی کے طور پر مال تلف کرنے کا سبب مہیا کیا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں ضامن نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ ارتکاب فعل کے وقت سبب مہیا کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں کہ مباشر یعنی قاضی پر ضمان واجب کرنا متعذر ہے اس لئے کہ فیصلہ کرنے میں ایک مجبور شخص کی طرح ہے اور قاضی پر ضمان واجب کرنے میں لوگوں کو عہدہ قضاء قبول کرنے سے دور کرنا ضروری آتا ہے اور مدعی سے بھی ضمان وصول کرنا متعذر ہے اس لئے کہ حکم نافذ ہو چکا ہے لہٰذا سبب مہیا کرنے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور دونوں گواہ اسی وقت ضامن ہوں گے جب مدعی نے مال پر قبضہ کر لیا ہو چاہے وہ مال دین ہو یا عین ہو اس لئے کہ قبضہ کرنے سے ہی تلف کرنا ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ عین لینے اور دین ضروری کرنے میں کوئی مماثلت نہ ہے۔

ایک گواہ کے رجوع پر بقاء کے اعتبار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ رَجَعَ اَحَدُهُمَا ضَمِنَ النِّصْفَ) وَالْاَصْلُ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي هٰذَا بَقَاءُ مَنْ بَقِيَ لَا رُجُوعُ مَنْ رَجَعَ وَقَدْ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ نِصْفُ الْحَقِّ

وَاِنْ شَهِدَا بِالْمَالِ ثَلَاثَةٌ فَرَجَعَ اَحَدُهُمْ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ بَقِيَ مَنْ بَقِيَ بِشَهَادَتِهِ كُلُّ الْحَقِّ، وَهٰذَا لِاَنَّ الِاسْتِحْقَاقَ بَاقٍ بِالْحُجَّةِ، وَالْمُتْلِفُ مَتَى اسْتَحَقَّ (سَقَطَ الضَّمَانُ فَاَوْلٰى اَنْ يَمْتَنِعَ) فَاِنْ رَجَعَ الْاٰخَرُ ضَمِنَ (الرَّاجِعَانِ نِصْفَ الْمَالِ) لِاَنَّ بِبَقَاءِ اَحَدِهِمْ يَبْقَى نِصْفُ الْحَقِّ .(وَاِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ فَرَجَعَتْ امْرَاَةٌ ضَمِنَتْ رُبُعَ الْحَقِّ) لِبَقَاءِ ثَلَاثَةِ الْاَرْبَاعِ بِبَقَاءِ مَنْ بَقِيَ (وَاِنْ رَجَعَتَا ضَمِنَتَا نِصْفَ الْحَقِّ) لِاَنَّ بِشَهَادَةِ الرَّجُلِ بَقِيَ نِصْفُ الْحَقِّ

فرمایا کہ جب دونوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو وہ آدھے کا ضامن ہوگا اور ضابطہ یہ ہے کہ جو باقی رہا اس کی بقاء معتبر ہے اور رجوع کرنے والے کا رجوع کرنا معتبر نہیں ہے یہ اور وہ شخص باقی ہے جس کی گواہی سے نصف حق باقی ہے اور جب تین لوگوں نے مال کی گواہی دی پھر ان میں سے ایک نے رجوع کر لیا تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اب بھی ایسے لوگ باقی ہیں جن کی شہادت سے پورا حق باقی رہ سکتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ استحقاق حجت کے ساتھ باقی ہے اور جب چیز متلف مستحق ہو جاتی ہے تو ضمان ساقط ہو جاتی ہے لہٰذا رجوع کرنے والے پر بدرجہ اولیٰ ممتنع ہوگا۔ پھر جب دو میں سے ایک اور نے رجوع کر لیا تو وہ دونوں آدھے مال کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ ان میں سے ایک کی بقاء سے آدھا مال باقی رہتا ہے اور جب ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی اور پھر ان میں سے ایک عورت نے رجوع کر لیا تو وہ چوتھائی مال کی ضامن ہوگی اس لئے کہ جو اس پر باقی ہیں ان کی بقاء سے تین چوتھائی حق باقی ہے اور جب دونوں عورتوں نے رجوع کر لیا تو وہ آدھے مال کی ضامن ہوں گی اس لئے کہ ایک

مرد کی گواہی سے آدھا حق باقی ہے۔

ایک مرد اور دس عورتوں کی شہادت سے رجوع کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَعَشَرَةُ نِسْوَةٍ ثُمَّ رَجَعَ ثَمَانٌ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِنَّ) لِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ كُلُّ الْحَقِّ (فَإِنْ رَجَعَتْ أُخْرَى كَانَ عَلَيْهِنَّ رُبُعُ الْحَقِّ) لِأَنَّهُ بَقِيَ النِّصْفُ بِشَهَادَةِ الرَّجُلِ وَالرُّبُعُ بِشَهَادَةِ الْبَاقِيَةِ فَبَقِيَ ثَلَاثَةُ الْأَرْبَاعِ (وَإِنْ رَجَعَ الرَّجُلُ وَالنِّسَاءُ فَعَلَى الرَّجُلِ سُدُسُ الْحَقِّ وَعَلَى النِّسْوَةِ خَمْسَةُ أَسْدَاسِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا عَلَى الرَّجُلِ النِّصْفُ وَعَلَى النِّسْوَةِ النِّصْفُ) لِأَنَّهُنَّ وَإِنْ كَثُرْنَ يَقُمْنَ مَقَامَ رَجُلٍ وَاحِدٍ وَلِهَذَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُنَّ إِلَّا بِانْضِمَامِ رَجُلٍ وَاحِدٍ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ كُلَّ امْرَأَتَيْنِ قَامَتَا مَقَامَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، (قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي نُقْصَانِ عَقْلِهِنَّ عُدِلَتْ شَهَادَةُ اثْنَتَيْنِ مِنْهُنَّ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ) فَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدَ بِذَلِكَ سِتَّةُ رِجَالٍ ثُمَّ رَجَعُوا (وَإِنْ رَجَعَ النِّسْوَةُ الْعَشَرَةُ دُونَ الرَّجُلِ كَانَ عَلَيْهِنَّ نِصْفُ الْحَقِّ عَلَى الْقَوْلَيْنِ) لِمَا قُلْنَا

(وَلَوْ شَهِدَ رَجُلَانِ وَامْرَأَةٌ بِمَالٍ ثُمَّ رَجَعُوا فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمَا دُونَ الْمَرْأَةِ) لِأَنَّ الْوَاحِدَةَ لَيْسَتْ بِشَاهِدَةٍ بَلْ هِيَ بَعْضُ الشَّاهِدِ فَلَا يُضَافُ إِلَيْهِ الْحُكْمُ.

جب ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی اور ان میں سے آٹھ نے رجوع کر لیا تو ان پر ضمان واجب نہیں ہے اس لئے کہ ابھی تک اتنے گواہ باقی ہیں جن کی گواہی سے پورا حق باقی ہے پھر جب ان میں سے ایک اور نے رجوع کر لیا تو ان پر چوتھائی حق کی ضمان آئے گی اس لئے کی مرد کی گواہی سے آدھا حق باقی ہے اور چوتھائی حق عورت کی گواہی سے باقی ہے لہٰذا تین چوتھائی حق باقی ہے اور جب مرد اور عورتوں سب نے رجوع کر لیا تو امام اعظم کے نزدیک مرد پر چھٹا حصہ واجب ہوگا اور عورتوں پر حق کے پانچ سدس واقع ہوں گے۔

صاحبین نے فرمایا ہے کہ آدھا مرد پر واجب ہوگا اور آدھا عورتوں پر اس لئے ہے کہ عورتیں زیادہ ہیں لیکن پھر بھی ایک مرد کے قائم مقام ہیں اسی وجہ سے مرد کو ملائے بغیر ان کی شہادت مقبول نہیں ہوتی حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ ہر مرد دو عورتوں کے برابر ہوتا ہے آپ ﷺ نے عورتوں کی عقل کے نقصان کے متعلق فرمایا کہ عورتوں میں سے دو کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے لہٰذا یہ ایسا ہو گیا جیسے چھ مردوں نے گواہی دی پھر سب نے رجوع کر لیا ہو۔ پھر جب دس عورتوں نے رجوع کر لیا ہو اور مرد نے رجوع نہ کیا ہو تو دونوں قولوں کے مطابق عورتوں پر نصف حق واجب ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی اور جب دو مرد اور ایک عورت نے مال کی گواہی پھر سب نے رجوع کر لیا تو مردوں پر ہی ضمان واجب ہوگا نہ کہ عورت پر اس لئے کہ ایک عورت گواہ

نہیں ہے بلکہ گواہی کا ایک حصہ ہے لہٰذا اس کی جز کی طرف حکم منسوب نہیں ہوگا۔

مہر مثلی کی شہادت دونوں گواہوں کے رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ عَلَى امْرَأَةٍ بِالنِّكَاحِ بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا ثُمَّ رَجَعَا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا، وَكَذَلِكَ إِذَا شَهِدَا بِأَقَلَّ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا) لِأَنَّ مَنَافِعَ الْبُضْعِ غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَ الْإِتْلَافِ لِأَنَّ التَّضْمِينَ يَسْتَدْعِي الْمُمَاثَلَةَ عَلَى مَا عُرِفَ، وَإِنَّمَا تُضْمَنُ وَتَتَقَوَّمُ بِالتَّمَلُّكِ لِأَنَّهَا تَصِيرُ مُتَقَوِّمَةً ضَرُورَةَ الْمِلْكِ إِبَانَةً لِخَطَرِ الْمَحَلِّ (وَكَذَا إِذَا شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ يَتَزَوَّجُ امْرَأَةً بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا) لِأَنَّهُ إِتْلَافٌ بِعِوَضٍ لَمَّا أَنَّ الْبُضْعَ مُتَقَوِّمٌ حَالَ الدُّخُولِ فِي الْمِلْكِ وَالْإِتْلَافُ بِعِوَضٍ كَلَا إِتْلَافٍ، وَهَذَا لِأَنَّ مَبْنَى الضَّمَانِ عَلَى الْمُمَاثَلَةِ وَلَا مُمَاثَلَةَ بَيْنَ الْإِتْلَافِ بِعِوَضٍ وَبَيْنَهُ بِغَيْرِ عِوَضٍ (وَإِنْ شَهِدَا بِأَكْثَرَ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا الزِّيَادَةَ) لِأَنَّهُمَا أَتْلَفَاهَا مِنْ غَيْرِ عِوَضٍ.

فرمایا کہ جب دو گواہوں نے کسی عورت پر مہر مثل کے عوض نکاح کی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو ان پر کوئی ضمان نہیں ہے اور اسی طرح جب انہوں نے مہر مثل سے کم پر گواہی دی ہو اس لئے کہ اتلاف کے وقت منافع بضع متقوم نہیں ہوتے اس لئے کہ ضامن بنانا مماثلت کا متقاضی ہوتا ہے جس طرح معلوم ہو چکا ہے اور مالک بننے سے منافع بضع مضمون بھی ہو جاتے ہیں اور متقوم بھی اس لئے کہ محل کی شرافت کو ظاہر کرنے کے لئے ضرورت ملک کے تحت منافع بضع متقوم ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح جب دو مردوں نے کسی مرد پر کسی عورت کے ساتھ اس کے مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنے پر گواہی دی اس لئے کہ یہ عوض کے ساتھ ضائع کرنا ہے اس لئے کہ ملک میں داخل ہونے کی حالت میں بضع متقوم ہوتا ہے اور اتلاف بالعوض عدم اتلاف کی طرح ہو گیا اور یہ حکم اس وجہ سے کہ ضمان کا دارومدار مماثلت پر ہے اور اتلاف بالعوض اور اتلاف بغیر العوض میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اور جب گواہوں نے مہر مثل سے زیادہ کی گواہی دی اور پھر انہوں نے رجوع کر لیا تو وہ زیادتی کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے زائد مقدار کو بغیر عوض ضائع کیا ہے۔

بیع کی شہادت دینے کے بعد رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ شَهِدَا بِبَيْعِ شَيْءٍ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ أَوْ أَكْثَرَ ثُمَّ رَجَعَا لَمْ يَضْمَنَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِإِتْلَافٍ مَعْنًى نَظَرًا إِلَى الْعِوَضِ (وَإِنْ كَانَ بِأَقَلَّ مِنَ الْقِيمَةِ ضَمِنَا النُّقْصَانَ) لِأَنَّهُمَا أَتْلَفَا هَذَا الْجُزْءَ بِلَا عِوَضٍ .وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْبَيْعُ بَاتًّا أَوْ فِيهِ خِيَارُ الْبَائِعِ، لِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْبَيْعُ السَّابِقُ فَيُضَافُ الْحُكْمُ عِنْدَ سُقُوطِ الْخِيَارِ إِلَيْهِ فَيُضَافُ التَّلَفُ إِلَيْهِمْ

فرمایا کہ جب دولوگوں نے کسی چیز کو مثلی قیمت یا اس سے زائد کے عوض فروخت کرنے کی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو وہ ضامن نہیں ہوں گے اس لئے کہ عوض کی طرف دیکھا جائے تو یہ معنی کے اعتبار سے اتلاف نہیں ہے اور جب مثل قیمت سے کم کی گواہی دی تو وہ نقصان کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے اس جز کو بلا عوض ہلاک کیا ہے۔ اور اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ بیع قطعی ہو یا اس میں بیچنے والا کا خیار ہو اس لئے کہ سبب تو بیع سابق ہے لہٰذا سقوط خیار کے وقت حکم اسی طرف منسوب کیا جائے گا اور ضائع بھی انہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

دخول سے قبل طلاق کی گواہی سے رجوع کرنے کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَا عَلٰى رَجُلٍ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا نِصْفَ الْمَهْرِ) لِأَنَّهُمَا أَكَّدَا ضَمَانًا عَلٰى شَرَفِ السُّقُوْطِ، أَلَا تَرٰى أَنَّهَا لَوْ طَاوَعَتْ ابْنَ الزَّوْجِ أَوْ ارْتَدَّتْ سَقَطَ الْمَهْرُ أَصْلًا وَلِأَنَّ الْفُرْقَةَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فِيْ مَعْنَى الْفَسْخِ فَيُوجِبُ سُقُوْطَ جَمِيْعِ الْمَهْرِ كَمَا مَرَّ فِي النِّكَاحِ، ثُمَّ يَجِبُ نِصْفُ الْمَهْرِ ابْتِدَاءً بِطَرِيْقِ الْمُتْعَةِ فَكَانَ وَاجِبًا بِشَهَادَتِهِمَا۔

اور جب دولوگوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے پھر انہوں نے رجوع کر لیا تو وہ دونوں آدھے مہر کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے اس ضمان کو موکد کر دیا ہے جو ساقط ہونے کے قریب تھا کیا دیکھتے نہیں کہ جب عورت ابن زوج سے مطاوعت کرے یا مرتد ہو جائے تو مہر بالکل ساقط ہو جائے گا اور اس لئے کہ فرقت قبل الدخول فسخ کے معنی میں ہے لہٰذا یہ پورے مہر کے سقوط کو واجب کرتا ہے جس طرح کتاب النکاح میں گذر چکا ہے پھر ابتداء بطریق متعہ نصف مہر واجب ہوگا اور یہ ان گواہوں کی گواہی سے ہوگا۔

غلام کو آزاد کرنے کی شہادت سے رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ عَبْدَهُ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا قِيْمَتَهُ) لِأَنَّهُمَا أَتْلَفَا مَالِيَّةَ الْعَبْدِ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ عِوَضٍ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ لِأَنَّ الْعِتْقَ لَا يَتَحَوَّلُ إِلَيْهِمَا بِهٰذَا الضَّمَانِ فَلَا يَتَحَوَّلُ الْوَلَاءُ

فرمایا کہ جب دولوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ فلاں آدمی نے اپنا غلام آزاد کر دیا ہے، پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو دونوں گواہ اس غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ دونوں گواہوں نے آقا پر غلام کی مالیت بغیر عوض ضائع کیا ہے اور ولا معتق کے لئے ہے اس لئے کہ اس ضمان کی وجہ سے عتق گواہوں کی طرف منتقل نہیں ہوگا لہٰذا ولا بھی ان کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

قصاص کی گواہی دینے کے بعد رجوع کرنے کا بیان

(وَإِنْ شَهِدُوْا بِقِصَاصٍ ثُمَّ رَجَعُوْا بَعْدَ الْقَتْلِ ضَمِنُوا الدِّيَةَ وَلَا يُقْتَصُّ مِنْهُمْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ

رَحِمَهُ اللّٰهُ : يُقْتَصُّ مِنْهُمْ لِوُجُودِ الْقَتْلِ مِنْهُمْ تَسْبِيبًا فَاشْبَهَ الْمُكْرِهَ بَلْ اَوْلٰى ، لِاَنَّ الْوَلِيَّ يُعَانُ وَالْمُكْرَهَ يُمْنَعُ .

وَلَنَا اَنَّ الْقَتْلَ مُبَاشَرَةً لَمْ يُوجَدْ ، وَكَذَا تَسْبِيبًا لِاَنَّ التَّسْبِيبَ مَا يُفْضِي اِلَيْهِ غَالِبًا ، وَهٰهُنَا لَا يُفْضِي لِاَنَّ الْعَفْوَ مَنْدُوبٌ ، بِخِلَافِ الْمُكْرَهِ لِاَنَّهُ يُؤْثِرُ حَيَاتَهُ ظَاهِرًا ، وَلِاَنَّ الْفِعْلَ الِاخْتِيَارِيَّ مِمَّا يَقْطَعُ النِّسْبَةَ ، ثُمَّ لَا اَقَلَّ مِنَ الشُّبْهَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْقِصَاصِ ، بِخِلَافِ الْمَالِ لِاَنَّهُ يَثْبُتُ مَعَ الشُّبُهَاتِ وَالْبَاقِي يُعْرَفُ فِي الْمُخْتَلِفِ .

اور جب گواہوں نے قصاص کی گواہی دی اور پھر قتل کے بعد انہوں نے رجوع کر لیا تو وہ دیت کے ضامن ہوں گے اور ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان سے قصاص لیا جائے گا اس لئے کہ ان کی طرف سے قتل سبب بن کر پایا ہے اس لئے یہ مکرہ کے مشابہ ہو گیا بلکہ اس سے بھی اغلب ہے اس لئے کہ ولی کا تعاون کیا جاتا ہے اور مکرہ کو روکا جاتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قتل مباشرۃً نہیں پایا گیا نیز سبب بن کر بھی نہیں پایا گیا اس لئے کہ سبب وہ ہوتا ہے جو عموماً مسبب تک پہنچا دیتا ہے اور یہاں سبب لے جانے والا نہیں ہے اس لئے کہ معاف کرنا مستحب ہے مکرہ کے خلاف اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو ترجیح دے گا اور اس لئے کہ یہ فعل اختیاری ان چیزوں میں سے ہے جو نسبت کو ختم کر دیتا ہے پھر یہ شبہ سے کم نہیں ہے اور شبہ قصاص کو دور کر دیتا ہے مال کے خلاف اس لئے کہ مال شبہات کے باوجود ثابت ہو جاتا ہے اور بقیہ تفصیل ظاہر الروایہ میں معلوم ہو گی۔

شہود فرع کے رجوع کے سبب ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا رَجَعَ شُهُودُ الْفَرْعِ ضَمِنُوا) لِاَنَّ الشَّهَادَةَ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ صَدَرَتْ مِنْهُمْ فَكَانَ التَّلَفُ مُضَافًا اِلَيْهِمْ (وَلَوْ رَجَعَ شُهُودُ الْاَصْلِ وَقَالُوا لَمْ نُشْهِدْ شُهُودَ الْفَرْعِ عَلٰى شَهَادَتِنَا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ) لِاَنَّهُمْ اَنْكَرُوا السَّبَبَ وَهُوَ الْاِشْهَادُ فَلَا يَبْطُلُ الْقَضَاءُ لِاَنَّهُ خَبَرٌ مُحْتَمِلٌ فَصَارَ كَرُجُوعِ الشَّاهِدِ ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْقَضَاءِ (وَاِنْ قَالُوا اَشْهَدْنَاهُمْ وَغَلِطْنَا ضَمِنُوا وَهٰذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ) لِاَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ بِشَهَادَةِ الْفُرُوعِ لِاَنَّ الْقَاضِيَ يَقْضِي بِمَا يُعَايِنُ مِنَ الْحُجَّةِ وَهِيَ شَهَادَتُهُمْ . وَلَهُ اَنَّ الْفُرُوعَ نَقَلُوا شَهَادَةَ الْاُصُولِ فَصَارَ كَاَنَّهُمْ حَضَرُوا

ترجمہ: فرمایا کہ جب شہود فرع نے رجوع کیا تو وہ ضامن ہوں گے اس لئے کہ مجلس میں ان کی طرف سے گواہی صادر ہوئی ہے لہذا ضائع کرنا بھی ان کی طرف منسوب کیا جائے گا اور جب اصلی گواہ نے رجوع کیا اور یہ کہا کہ میں نے اپنی شہادت پر شہود فرع کو شاہد نہیں بنایا تو ان پر ضمان واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اصل نے سبب ضمان یعنی گواہ بنانے کا انکار کر دیا ہے اور قضاء باطل نہیں ہو گا اس لئے کہ یہ خبر محتمل ہے لہذا یہ گواہ کے رجوع کرنے کی طرح ہو گیا قضاء سے پہلے کے خلاف ہے۔ 26

اور جب اصلی گواہ نے کہا کہ ہم نے فرع کو گواہ بنایا تھا اور ہم سے غلطی ہوئی ہے تو وہ ضامن ہوں گے اور یہ قول امام محمد کا ہے شیخین کے نزدیک ان پر ضمان نہیں ہوگی اس لئے کہ فیصلہ فروع کی گواہی پر ہوا ہے اس لئے کہ قاضی اسی حجت پر فیصلہ کرتا ہے جس کا وہ مشاہدہ کرتا ہے اور وہ فروع کی شہادت ہے امام محمد کی دلیل یہ ہے فروع نے اصل کی شہادت نقل کی ہے لہذا یہ ایسا ہو گیا جیسے خود اصول نے حاضر ہو کر شہادت دی ہو۔

اصول وفروع سب کا شہادت سے رجوع کرنے کا بیان

(وَلَوْ رَجَعَ الْاُصُولُ وَالْفُرُوعُ جَمِيعًا يَجِبُ الضَّمَانُ عِنْدَهُمَا عَلَى الْفُرُوعِ لَا غَيْرُ) لِاَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ بِشَهَادَتِهِمْ : وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ بِالْخِيَارِ ، اِنْ شَاءَ ضَمِنَ الْاُصُولَ وَاِنْ شَاءَ ضَمِنَ الْفُرُوعَ ، لِاَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ بِشَهَادَةِ الْفُرُوعِ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرَا وَبِشَهَادَةِ الْاُصُولِ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرَ فَيَتَخَيَّرُ بَيْنَهُمَا ، وَالْجِهَتَانِ مُتَغَايِرَتَانِ فَلَا يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا فِي التَّضْمِينِ (وَاِنْ قَالَ شُهُودُ الْفَرْعِ كَذَبَ شُهُودُ الْاَصْلِ اَوْ غَلِطُوا فِي شَهَادَتِهِمْ لَمْ يُلْتَفَتْ اِلَى ذَلِكَ) لِاَنَّ مَا اُمْضِيَ مِنَ الْقَضَاءِ لَا يُنْتَقَضُ بِقَوْلِهِمْ ، وَلَا يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَيْهِمْ لِاَنَّهُمْ مَا رَجَعُوا عَنْ شَهَادَتِهِمْ اِنَّمَا شَهِدُوا عَلَى غَيْرِهِمْ بِالرُّجُوعِ .

ترجمہ: اور جب اصول اور فروع سب نے رجوع کر لیا تو شیخین کے ضمان فروع پر واجب ہوگا اس لئے کہ فیصلہ ان کی شہادت پر ہوا ہے۔

امام محمد کے نزدیک مدعی علیہ کو اختیار ہوگا جب چاہے تو اصول کو ضامن بنائے جب چاہے فروع کو ضامن بنائے اس لئے کہ فیصلہ فروع کی شہادت اس طریقے کے مطابق ہوا ہے جسے حضرات شیخین نے بیان کیا ہے اور اصول کی شہادت پر اس طریقے پر واقع ہوا ہے جسے امام محمد نے بیان کیا ہے اس لئے کہ مدعی علیہ کو دونوں کے درمیان اختیار ہوگا اور دونوں اطراف آپس میں متغائر ہیں۔

لہذا ضامن بنانے میں اصول اور فروع کو جمع نہیں کیا جائے گا اور جب شہود فرع نے کہا کہ شہود اصل جھوٹے ہیں یا انہوں نے اس غلطی کی ہے تو اس طرف توجہ نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جو حکم قضاء گذر چکا ہے وہ ان کے قول سے نہیں ٹوٹے گا اور فروع پر ضمان بھی نہیں واجب ہوگا اس لئے کہ انہوں نے اپنی گواہی سے رجوع نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اپنے سوا رجوع کی گواہی دی ہے۔

مزکون کا تزکیہ سے رکوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ رَجَعَ الْمُزَكُّوْنَ عَنِ التَّزْكِيَةِ) (ضَمِنُوا) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَا: لَا يَضْمَنُوْنَ لِأَنَّهُمْ أَثْنَوْا عَلَى الشُّهُوْدِ خَيْرًا فَصَارُوْا كَشُهُوْدِ الْإِحْصَانِ. وَلَهُ أَنَّ التَّزْكِيَةَ إِعْمَالٌ لِلشَّهَادَةِ، إِذِ الْقَاضِيْ لَا يَعْمَلُ بِهَا إِلَّا بِالتَّزْكِيَةِ فَصَارَتْ بِمَعْنَى عِلَّةِ الْعِلَّةِ، بِخِلَافِ شُهُوْدِ الْإِحْصَانِ لِأَنَّهُ شَرْطٌ مَحْضٌ

فرمایا کہ جب تزکیہ کیے جانے والوں نے اپنے تزکیہ سے رجوع کر لیا تو وہ ضامن ہوں گے۔ حضرت امام اعظم کے نزدیک جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ ضامن نہیں ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے گواہوں کی اچھی تعریف کی ہے لہٰذا وہ احصان کے گواہوں کی طرح ہو گئے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ گواہی کو کارآمد بنانے کے لئے ہوتا ہے اس لئے کہ تزکیہ کے بغیر قاضی گواہی پر عمل نہیں کرتا پس تزکیہ علت العلت کے معنی میں ہو گیا شہود احصان کے خلاف اس لئے کہ یہ صرف شرط ہے۔

یمین وشرط کے گواہوں کے رجوع کرنے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِالْيَمِيْنِ وَشَاهِدَانِ بِوُجُوْدِ الشَّرْطِ ثُمَّ رَجَعُوْا فَالضَّمَانُ عَلَى شُهُوْدِ الْيَمِيْنِ خَاصَّةً) لِأَنَّهُ هُوَ السَّبَبُ، وَالتَّلَفُ يُضَافُ إِلَى مُثْبِتِي السَّبَبِ دُوْنَ الشَّرْطِ الْمَحْضِ: أَلَا تَرَى أَنَّ الْقَاضِيَ يَقْضِيْ بِشَهَادَةِ الْيَمِيْنِ دُوْنَ شُهُوْدِ الشَّرْطِ، وَلَوْ رَجَعَ شُهُوْدُ الشَّرْطِ وَحْدَهُمْ اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِيْهِ. وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ يَمِيْنُ الْعَتَاقِ وَالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ.

فرمایا کہ جب دو گواہوں نے یمین کی شہادت دی اور دوسرے دو گواہوں نے وجود شرط کی گواہی دی پھر سب نے رجوع کر لیا تو ضمان شہود یمین پر خصوصاً واجب ہوگا اس لئے کہ یہی سبب ہیں اور ہلاک کرنا سبب ثابت کرنے والوں کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ کہ شرط کو ثابت کرنے والوں کی طرف کیا آپ دیکھتے نہیں کہ قاضی یمین پر فیصلہ کرتا ہے نہ کہ وجود شرط پر اور جب صرف شہود شرط نے رجوع کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور مسئلہ کے معنی یمین عتاق اور یمین طلاق قبل الدخول کے ہیں۔

کِتَابُ الْوَكَالَةِ

﴿یہ کتاب وکالت کے بیان میں ہے﴾

کتاب وکالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ کتاب شہادات کے بعد کتاب وکالت لائے ہیں کیونکہ انسانی طبعی طور پر مدنی پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی معاش کی ضرورت ہوتی ہے اور شہادات کا تعلق معاوضات سے ہے جبکہ وکالت بھی اسی میں سے ہے۔ اور اس میں بھی اسی طرح تعاوض ہے پس یہ مفرد سے مرکب کی طرح ہو جائے گا پس ہم نے اس کو مؤخر کر دیا ہے۔ اور وکالت کو ''واؤ'' کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے کیونکہ یہ توکیل کا اسم ہے اور اس کا معنی ہے ہر وہ چیز جس کو کسی کے سپرد کر دیا جائے۔ اور وکیل فعیل کی طرح بمعنی مفعول کے ہے یعنی جس کو کوئی معاملہ سپرد کر دیا گیا ہو۔ لہٰذا مفوض الیہ وکیل کو کہا جاتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۷۰، بیروت)

وکالت کے فقہی مفہوم کا بیان

وکالت کے معنی ہیں اپنے حقوق و مال کے تصرف یعنی لینے دینے میں کسی دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانا وکالت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مؤکل یعنی کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنانے والا) تصرف یعنی لین دین کا مالک ہو اور جس شخص کو وکیل بنایا جا رہا ہو وہ اس معاملہ کو جانتا ہو جس میں وہ وکیل بنایا گیا ہے۔

اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا بھی جائز اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز نہیں ہے اس میں وکیل کرنا بھی جائز نہیں ہے مثلاً کوئی شخص شراب یا سور وغیرہ حرام چیزوں کی خرید و فروخت کے لئے کسی کو وکیل کر دے تو یہ درست نہیں ہوگا تمام حقوق کو ادا کرنے اور ان کے حاصل کرنے میں وکیل کرنا جائز ہے اسی طرح حقوق پر قبضہ کرنے کے لئے بھی وکیل کرنا جائز ہے مگر حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی انجام دہی پر باوجود مؤکل کے اس جگہ موجود نہ ہونے کے لئے وکالت درست نہیں ہوتی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حقوق کی جواب دہی کے لئے وکیل کرنا فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے ہاں اگر مؤکل بیمار ہو یا تین منزل کی مسافت یا اس سے زائد کی دوری پر ہو تو جائز ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد کہتے ہیں کہ فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر بھی حقوق کی جاب دہی کے لئے وکیل کرنا جائز ہے۔

وکالت کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عروۃ بن الجعد بارقی کے بارے میں منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انہیں ایک دینار دیا تا کہ وہ آپ ﷺ کے لئے ایک بکری خرید لائیں چنانچہ انہوں نے ایک دینار میں دو بکریاں خریدلیں اور پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے عوض کسی کے ہاتھ بیچ دیا اس طرح انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ایک بکری دی اور ایک دینار بھی دیا۔ رسول کریم ﷺ نے ان کی اس ذہانت سو خوش ہو کر ان کے خرید و فروخت کے معاملات میں برکت کی دعا فرمائی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اگر وہ مٹی خرید لیتے تو اس میں بھی انہیں فائدہ ہوتا (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 151)

ابن ملک کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارتی معاملات میں وکالت جائز ہے اسی طرح ان تمام چیزوں میں بھی کسی کو اپنا وکیل بنانا درست ہے جن میں نیابت اور قائم مقامی چلتی ہو۔

اگر کوئی شخص کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر بیچے تو بیع منعقد ہو جاتی ہے لیکن اس کا صحیح ہونا مال کے مالک کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر مال کا مالک اجازت دے دے گا تو بیع صحیح ہو جائے گی۔ یہ حنفیہ کا مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال بیچنا سرے سے جائز ہی نہیں ہے اگر چہ بعد میں مالک کی اجازت بھی حاصل کیوں نہ ہو جائے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو رخصت ہونے کے ارادہ سے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کر لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم خیبر میں میرے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے پندرہ وسق (کھجوریں) لے لینا اگر وہ تم سے کوئی نشانی مانگے تو اپنا ہاتھ اس کے حلق پر رکھ دینا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 154)

آنحضرت ﷺ نے جس شخص کو خیبر میں اپنا وکیل مقرر کر رکھا تھا اسے یہ ہدایت دے رکھی ہوگی کہ اگر کوئی شخص میری طرف سے کچھ مانگنے آئے اور تم اس سے میرا فرستادہ ہونے کی کوئی نشانی و علامت طلب کرو اور وہ اپنا ہاتھ تمہارے حلق پر رکھ دے تو سمجھ لینا کہ اس شخص کو میں نے بھیجا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت جابر کو یہی نشانی سکھا کر بھیجا تا کہ وکیل اس نشانی کے ذریعہ ان کو پندرہ وسق کھجوریں دیدے۔

خود حضور اقدس ﷺ نے بعض امور میں لوگوں کو وکیل بنایا، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو قربانی کا جانور خریدنے کے لیے وکیل کیا۔ اور بعض صحابہ کو نکاح کا وکیل کیا وغیرہ وغیرہ۔ اور وکالت کے جواز پر اجماع امت بھی منعقد لہٰذا کتاب وسنت و اجماع سے اس کا جواز ثابت۔ وکالت کے یہ معنیٰ ہیں کہ جو تصرف خود کرتا اس میں دوسرے کو اپنے قائم مقام کر دینا۔

وکالت کرنے والے کا مفہوم

ایک ایسا شخص جو دوسرے شخص کی جگہ عمل یا اس کی نمائندگی (وکالت) کرتا ہو۔ وکیل کو بعض اوقات سازندہ اور کارندہ بھی کہا جاتا ہے۔ وکیل (قانون)، ایک شخص جسے دوسرے شخص کی جگہ کام کرنے یا اس کی نمائندگی کرنے کا اختیار حاصل ہوتا

ہے۔ وکیل سفر: ایک شخص جو تعطیلات اور سفر کا بندوبست کرتا ہے۔
وکیل (قانون) وکیل (advocate) ایک ایسی شخصیت کو کہا جاتا ہے کہ جو دوسرے (اپنے صارف) کی جانب سے اس کی بابت گفتگو کرے۔ اس مضمون میں یہ گفتگو قانون سے متعلق تصور کی گئی ہے اور اس وجہ سے یہ مضمون صرف قانونی وکلاء کے بارے میں ذکر کرتا ہے۔ عام طور پر اردو میں وکیل کا لفظ lawyer کے متبادل کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جو کہ درست نہیں ہے، lawyer کو اردو میں قانون دان کہتے ہیں۔

ہر جائز عقد میں جواز وکالت کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (كُلُّ عَقْدٍ جَازَ اَنْ يَعْقِدَهُ الْإِنْسَانُ بِنَفْسِهِ جَازَ اَنْ يُوَكِّلَ بِهِ غَيْرَهُ) لِاَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَعْجِزُ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ بِنَفْسِهِ عَلَى اعْتِبَارِ بَعْضِ الْاَحْوَالِ فَيَحْتَاجُ اِلَى اَنْ يُوَكِّلَ غَيْرَهُ فَيَكُونَ بِسَبِيلٍ مِنْهُ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ .

وَقَدْ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَّلَ بِالشِّرَاءِ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ وَبِالتَّزْوِيجِ عُمَرَ بْنَ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا) .

فرمایا کہ ہر وہ عقد جس کو انسان بذات خود سرانجام دے سکتا ہے اس کے لئے اس پر دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز ہے اس لئے کہ انسان بعض عوارض کی وجہ سے کچھ کام کرنے سے عاجز بھی ہوتا ہے اور وہ محتاج ہوتا اس کام کے لئے دوسرے کو وکیل بنانے کا پس حاجت کو دور کرنے کے لئے وکیل بنانے کی گنجائش ہے۔ اور یہ ثابت ہے صحیح روایت سے کہ آپ ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام کو شراء کا اور حضرت عمرو بن ام سلمہ کو نکاح کرنے کا وکیل بنایا ہے۔

وکالت بہ خصومت کا تمام حقوق میں جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْوَكَالَةُ بِالْخُصُومَةِ فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ) لِمَا قَدَّمْنَا مِنَ الْحَاجَةِ اِذْ لَيْسَ كُلُّ اَحَدٍ يَهْتَدِي اِلَى وُجُوهِ الْخُصُومَاتِ .

وَقَدْ صَحَّ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَّلَ عَقِيلًا ، وَبَعْدَمَا اَسَنَّ وَكَّلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (وَكَذَا بِاِيفَائِهَا وَاسْتِيفَائِهَا اِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ فَاِنَّ الْوَكَالَةَ لَا تَصِحُّ بِاسْتِيفَائِهَا مَعَ غَيْبَةِ الْمُوَكِّلِ عَنِ الْمَجْلِسِ) لِاَنَّهَا تَنْدَرِءُ بِالشُّبُهَاتِ وَشُبْهَةُ الْعَفْوِ ثَابِتَةٌ حَالَ غَيْبَةِ الْمُوَكِّلِ ، بَلْ هُوَ الظَّاهِرُ لِلنَّدْبِ الشَّرْعِيِّ ، بِخِلَافِ غَيْبَةِ الشَّاهِدِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ الرُّجُوعِ ، وَبِخِلَافِ حَالَةِ الْحَضْرَةِ لِانْتِفَاءِ هَذِهِ الشُّبْهَةِ ، وَلَيْسَ كُلُّ اَحَدٍ يُحْسِنُ الْاِسْتِيفَاءَ فَلَوْ مُنِعَ عَنْهُ يَنْسَدُّ بَابُ الْاِسْتِيفَاءِ اَصْلًا ، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

(وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا تَجُوْزُ الْوَكَالَةُ بِاِثْبَاتِ الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ بِاِقَامَةِ الشُّهُوْدِ اَيْضًا) وَمُحَمَّدٌ مَعَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقِيْلَ مَعَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، وَقِيْلَ هٰذَا الْاِخْتِلَافُ فِيْ غَيْبَتِهِ دُوْنَ حَضْرَتِهِ لِاَنَّ كَلَامَ الْوَكِيْلِ يَنْتَقِلُ اِلَى الْمُوَكِّلِ عِنْدَ حُضُوْرِهِ فَصَارَ كَاَنَّهُ مُتَكَلِّمٌ بِنَفْسِهِ .

لَهُ اَنَّ التَّوْكِيْلَ اِنَابَةٌ وَشُبْهَةُ النِّيَابَةِ يُتَحَرَّزُ عَنْهَا فِيْ هٰذَا الْبَابِ (كَمَا فِي الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ وَكَمَا فِي الْاِسْتِيْفَاءِ) وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْخُصُوْمَةَ شَرْطٌ مَحْضٌ لِاَنَّ الْوُجُوْبَ مُضَافٌ اِلَى الْجِنَايَةِ وَالظُّهُوْرَ اِلَى الشَّهَادَةِ فَيَجْرِيْ فِيْهِ التَّوْكِيْلُ كَمَا فِيْ سَائِرِ الْحُقُوْقِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ التَّوْكِيْلُ بِالْجَوَابِ مِنْ جَانِبِ مَنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ وَالْقِصَاصُ .

وَكَلَامُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْهِ اَظْهَرُ لِاَنَّ الشُّبْهَةَ لَا تَمْنَعُ الدَّفْعَ، غَيْرَ اَنَّ اِقْرَارَ الْوَكِيْلِ غَيْرُ مَقْبُوْلٍ عَلَيْهِ لِمَا فِيْهِ مِنْ شُبْهَةِ عَدَمِ الْاَمْرِ بِهِ .

فرمایا کہ تمام حقوق میں وکالت خصومت کے ساتھ جائز ہے اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے مقدم حاجت بیان کی ہے اس لئے کہ ہر شخص طرق خصومات کی طرف راہ یاب نہیں ہوتا اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خصومات میں حضرت عقیل کو وکیل بنایا اور ان کی عمر دراز ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر کو وکیل بنایا تھا۔

اور حدود اور قصاص کے سوا تمام حقوق کی ادائیگی کا اور وصولی کا بھی یہی حکم ہے البتہ حدود اور قصاص حاصل کرنے کے لئے مجلس میں مؤکل کے نہ پائے جانے سے وکالت جائز نہیں ہے اس لئے کہ شبہات سے حدود اور قصاص ساقط ہو جاتے ہیں اور مؤکل کی عدم موجودگی میں قاتل کو معاف کرنے کا شبہ موجود ہے بلکہ شرعاً مندوب ہونے کی وجہ سے یہی ظاہر ہے شاہد کی غیبوبت کے خلاف اس لئے کہ رجوع نہ کرنا ظاہر ہے مؤکل کی موجودگی کے خلاف اس لئے کہ عفو کا شبہ معدوم ہے اور ہر شخص قصاص لینے پر قادر بھی نہیں ہوتا لہٰذا جب وکیل بنانے سے روک دیا جائے تو قصاص سے وصولیابی کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اور یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ امام اعظم کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ گواہ قائم کر کے بھی حدود اور قصاص ثابت کرنے کے لئے وکیل بنانا جائز نہیں ہے۔

اور امام محمد، امام اعظم کے ساتھ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اختلاف مؤکل کی غیبوبت میں ہے نہ کہ اس کی موجودگی میں اس لئے کہ مؤکل کی موجودگی میں وکیل کا کام اس طرف منتقل ہو جاتا ہے لہٰذا یہ اس طرح ہو گیا جیسے خود مؤکل ہی متکلم ہے امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ وکالت نائب بنانا ہے اور حدود اور قصاص کے باب میں نائب کے شبہ سے بھی گریز کیا جاتا ہے جیسے شہادت علی الشہادت اور قصاص حاصل کرنے میں۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ خصومت ایک شرط محض ہے اس لئے کہ حدود اور قصاص کا وجوب جنایت کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جرم کا ظہور شہادت کی طرف منسوب ہوتا ہے لہٰذا دوسرے حقوق کی طرح اس میں بھی وکالت جاری ہوگی۔

اور اسی اختلاف پر من علیہ الحدود کی جانب سے جواب دہی کے لئے بھی وکیل بنایا جائے گا اور امام اعظم کا کلام اس صورت میں زیادہ ظاہر ہے اس لئے کہ شبہ حد کے دور کرنے کو نہیں روکتا لیکن موکل پر وکیل کا اقرار مقبول نہیں اس لئے کہ اس میں امر کے نہ پائے جانے کا شبہ ہے۔

توکیل بہ خصومت میں خصم کی رضامندی کا بیان

(وَقَالَ اَبُوْ حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِالْخُصُومَةِ إِلَّا بِرِضَا الْخَصْمِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُوَكِّلُ مَرِيضًا أَوْ غَائِبًا مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا .وَقَالَا : يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِغَيْرِ رِضَا الْخَصْمِ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ .وَلَا خِلَافَ فِي الْجَوَازِ إِنَّمَا الْخِلَافُ فِي اللُّزُومِ .لَهُمَا أَنَّ التَّوْكِيلَ تَصَرُّفٌ فِي خَالِصِ حَقِّهِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى رِضَا غَيْرِهِ كَالتَّوْكِيلِ بِتَقَاضِي الدُّيُونِ .

وَلَهُ أَنَّ الْجَوَابَ مُسْتَحَقٌّ عَلَى الْخَصْمِ وَلِهٰذَا يَسْتَحْضِرُهُ، وَالنَّاسُ مُتَفَاوِتُونَ فِي الْخُصُومَةِ، فَلَوْ قُلْنَا بِلُزُومِهِ يَتَضَرَّرُ بِهِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى رِضَاهُ كَالْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ إِذَا كَاتَبَهُ أَحَدُهُمَا يَتَخَيَّرُ الْآخَرُ، بِخِلَافِ الْمَرِيضِ وَالْمُسَافِرِ لِأَنَّ الْجَوَابَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهِمَا هُنَالِكَ، ثُمَّ كَمَا يَلْزَمُ التَّوْكِيلُ عِنْدَهُ مِنَ الْمُسَافِرِ يَلْزَمُ إِذَا أَرَادَ السَّفَرَ لِتَحَقُّقِ الضَّرُورَةِ، وَلَوْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ مُخَدَّرَةً لَمْ تَجْرِ عَادَتُهَا بِالْبُرُوزِ وَحُضُورِ مَجْلِسِ الْحُكْمِ قَالَ الرَّازِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يَلْزَمُ التَّوْكِيلُ لِأَنَّهَا لَوْ حَضَرَتْ لَا يُمْكِنُهَا أَنْ تَنْطِقَ بِحَقِّهَا لِحَيَائِهَا فَيَلْزَمُ تَوْكِيلُهَا .قَالَ : وَهٰذَا شَيْءٌ اسْتَحْسَنَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ .

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خصم کی رضامندی کے بغیر وکالت بالخصومت بنانا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ موکل بیمار ہو یا تین دن یا اس سے زیادہ کی مدت مسافت پر ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ خصم کی رضامندی کے بغیر بھی وکیل بنانا جائز ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف تو ضروری ہونے میں ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وکیل بنانا خالص اپنے حق میں تصرف کرنا ہے لہٰذا وہ دوسرے کی رضامندی پر موقوف نہیں ہوگا جیسے قرضے کی وصولی کے لئے وکیل بنانا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ خصم پر جواب دینا ضروری ہے اسی لئے مدعی خصم کو مجلس قاضی میں حاضر کرائے گا اور خصومت میں لوگوں کے احوال ضائع ہوتے ہیں پس جب ہم اس کے لزوم کے قائل ہو گئے تو اس سے ضرر پہنچے گا لہٰذا مذکورہ وکالت خصم کی رضامندی پر ہوگی جس طرح کہ جب عبد مشترک کو ایک مالک نے مکاتب بنا دیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا مریض اور مسافر کے خلاف اس لئے کہ ان پر جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

امام اعظم کے نزدیک جس طرح مسافر کی طرف سے وکالت ضروری ہوتی ہے اسی طرح سفر کا ارادہ کرنے والے کی طرف سے بھی وکالت ضروری ہوگی اس لئے کہ ضرورت ثابت ہے۔ اور جب عورت پردہ نشین ہو اور باہر نکلنے اور مجلس قاضی میں حاضر ہونے کی عادی نہ ہو تو امام ابوبکر رازی فرماتے ہیں کہ اس کی وکالت ضروری ہوگی اس لئے کہ جب وہ حاضر ہو بھی جائے تو شرم کی وجہ سے وہ اپنے حق کے متعلق گفتگو نہیں کر سکے گی اس لئے اس کی وکالت ضروری ہوگی صاحب ہدایہ کے نزدیک اس قول کو متاخرین نے مستحسن کہا ہے

مؤکل کے حق وکالت کے لئے شرائط کا بیان

(قَالَ : وَمِنْ شَرْطِ الْوَكَالَةِ اَنْ يَكُونَ الْمُوَكِّلُ مِمَّنْ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ وَتَلْزَمُهُ الْاَحْكَامُ) لِاَنَّ الْوَكِيلَ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ مِنْ جِهَةِ الْمُوَكِّلِ فَلَا بُدَّ اَنْ يَكُونَ الْمُوَكِّلُ مَالِكًا لِيُمَلِّكَهُ مِنْ غَيْرِهِ.

(وَ) يُشْتَرَطُ اَنْ يَكُونَ (الْوَكِيلُ مِمَّنْ يَعْقِلُ الْعَقْدَ وَيَقْصِدُهُ) لِاَنَّهُ يَقُومُ مَقَامَ الْمُوَكِّلِ فِي الْعِبَارَةِ فَيُشْتَرَطُ اَنْ يَكُونَ مِنْ اَهْلِ الْعِبَارَةِ حَتّٰى لَوْ كَانَ صَبِيًّا لَا يَعْقِلُ اَوْ مَجْنُونًا كَانَ التَّوْكِيلُ بَاطِلًا.

(وَاِذَا وَكَّلَ الْحُرُّ الْعَاقِلُ الْبَالِغُ اَوِ الْمَاْذُونُ مِثْلَهُمَا جَازَ) لِاَنَّ الْمُوَكِّلَ مَالِكٌ لِلتَّصَرُّفِ وَالْوَكِيلَ مِنْ اَهْلِ الْعِبَارَةِ (وَاِنْ وَكَّلَا صَبِيًّا مَحْجُورًا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ اَوْ عَبْدًا مَحْجُورًا جَازَ، وَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا الْحُقُوقُ وَيَتَعَلَّقُ بِمُوَكِّلِهِمَا) لِاَنَّ الصَّبِيَّ مِنْ اَهْلِ الْعِبَارَةِ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ يَنْفُذُ تَصَرُّفُهُ بِاِذْنِ وَلِيِّهِ، وَالْعَبْدَ مِنْ اَهْلِ التَّصَرُّفِ عَلٰى نَفْسِهِ مَالِكٌ لَهُ وَاِنَّمَا لَا يَمْلِكُهُ فِي حَقِّ الْمَوْلٰى، وَالتَّوْكِيلُ لَيْسَ تَصَرُّفًا فِي حَقِّهِ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَصِحُّ مِنْهُمَا الْتِزَامُ الْعُهْدَةِ. اَمَّا الصَّبِيُّ لِقُصُورِ اَهْلِيَّتِهِ وَالْعَبْدُ لِحَقِّ سَيِّدِهِ فَتَلْزَمُ الْمُوَكِّلَ. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْمُشْتَرِيَ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِحَالِ الْبَائِعِ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهُ صَبِيٌّ اَوْ مَجْنُونٌ لَهُ خِيَارُ الْفَسْخِ لِاَنَّهُ دَخَلَ فِي الْعَقْدِ عَلٰى اَنَّ حُقُوقَهُ تَتَعَلَّقُ بِالْعَاقِدِ، فَاِذَا ظَهَرَ خِلَافُهُ يَتَخَيَّرُ كَمَا اِذَا عَثَرَ عَلٰى عَيْبٍ.

فرمایا کہ وکالت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مؤکل ایسا شخص ہو جو تصرف کا مالک ہو اور اس پر احکام ضروری ہوتے ہوں اس لئے وکیل مؤکل کی طرف سے تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ لہٰذا خود مؤکل کا بھی تصرف کا مالک ہونا ضروری ہے تاکہ وہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ وکیل ایسا شخص ہو جو عقد کو سمجھتا ہو اور اس کا قصد کرتا ہو اس لئے کہ وکیل گفتگو کرنے میں مؤکل کا نائب ہوتا ہے لہٰذا وکیل کے لئے عبارت کا اہل ہونا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر وکیل نہ سمجھ بچہ ہو یا پاگل ہو تو توکیل باطل ہو جائے گی۔

اور جب آزاد، اور عاقل، بالغ یا ماذون نے اپنے جیسے کو وکیل بنایا تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ مؤکل تصرف کی ملکیت رکھنے والا ہے

جبکہ وکیل اہل عبارت میں سے ہے۔ اور اس نے ایسے مجور بچے کو وکیل بنایا جو بیع اور شراء کو سمجھتا ہے یا عبد مجور کو وکیل بنایا تو بھی جائز ہے۔ اور ان دونوں سے حقوق متعلق نہیں ہوں گے بلکہ ان سے مؤکل کے متعلق ہوں گے اس لئے کہ بچہ اہل عبارت میں سے ہے کیا دیکھتے نہیں کہ اس کے ولی کی اجازت سے اس کا تصرف نافذ ہو جاتا ہے۔ اور غلام اپنی ذات پر تصرف کا اہل ہے اور تصرف کا مالک بھی ہے صرف آقا کے حق میں تصرف کا مالک نہیں اور توکیل آقا کے حق میں تصرف نہیں ہے لیکن ان دونوں کی طرف سے عہدے کو ضروری کرنا صحیح نہیں ہے البتہ بچہ تو اس لئے کہ اس کی ولایت قاصر ہے اور غلام اپنے آقا کے حق کی وجہ سے۔ لہذا یہ حقوق مؤکل کے ذمہ ضروری ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر خریدار بیچنے والا کے حال کو نہ جانتا ہو پھر اس کو معلوم ہوا کہ وہ بچہ ہے یا مجنون ہے یا عبد مجور ہے تو اس کے لئے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ اس لئے کہ خریدار اس گمان کے ساتھ عقد میں داخل ہوا تھا کہ اس کے حقوق عاقد سے متعلق ہوتے ہیں لیکن جب اس کے خلاف ظاہر ہوا تو اس کو اختیار ہوگا جیسے اس صورت میں اختیار ہوگا جب وہ بیع کے کسی عیب پر مطلع ہوا ہو۔

وکلاء کے منعقد کردہ عقد کی اقسام کا بیان

قَالَ (وَالْعَقْدُ الَّذِیْ یَعْقِدُهُ الْوُكَلَاءُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ) : كُلُّ عَقْدٍ یُضِیفُهُ الْوَكِیلُ إِلٰی نَفْسِهِ كَالْبَیْعِ وَالْإِجَارَةِ فَحُقُوقُهُ تَتَعَلَّقُ بِالْوَكِیلِ دُوْنَ الْمُوَكِّلِ .

وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : تَتَعَلَّقُ بِالْمُوَكِّلِ ؛ لِأَنَّ الْحُقُوقَ تَابِعَةٌ لِحُكْمِ التَّصَرُّفِ، وَالْحُكْمُ وَهُوَ الْمِلْكُ یَتَعَلَّقُ بِالْمُوَكِّلِ، فَكَذَا تَوَابِعُهُ وَصَارَ كَالرَّسُولِ وَالْوَكِیلِ بِالنِّكَاحِ .

وَلَنَا أَنَّ الْوَكِیلَ هُوَ الْعَاقِدُ حَقِیقَةً ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ یَقُومُ بِالْكَلَامِ، وَصِحَّةُ عِبَارَتِهِ لِكَوْنِهِ آدَمِیًّا وَكَذَا حُكْمًا ؛ لِأَنَّهُ یَسْتَغْنِی عَنْ إِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَی الْمُوَكِّلِ، وَلَوْ كَانَ سَفِیرًا عَنْهُ لَمَا اسْتَغْنٰی عَنْ ذٰلِكَ كَالرَّسُولِ، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ كَانَ أَصِیلًا فِی الْحُقُوقِ فَتَتَعَلَّقُ بِهِ وَلِهٰذَا قَالَ فِی الْكِتَابِ (یُسَلِّمُ الْمَبِیعَ وَیَقْبِضُ الثَّمَنَ وَیُطَالِبُ بِالثَّمَنِ إِذَا اشْتَرٰی، وَیَقْبِضُ الْمَبِیعَ وَیُخَاصِمُ فِی الْعَیْبِ وَیُخَاصَمُ فِیهِ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مِنَ الْحُقُوقِ وَالْمِلْكُ یَثْبُتُ لِلْمُوَكِّلِ خِلَافَةً عَنْهُ، اعْتِبَارًا لِلتَّوْكِیلِ السَّابِقِ كَالْعَبْدِ یَتَّهِبُ وَیَصْطَادُ هُوَ الصَّحِیحُ . قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِیفُ : وَفِی مَسْأَلَةِ الْعَیْبِ تَفْصِیلٌ نَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی .

ترجمہ: وہ عقد جس کو وکلاء منعقد کرتے ہیں دو قسم پر ہے ہر وہ عقد جس کو وکیل اپنی طرف منسوب کرتا ہے جیسے بیع اور اجارہ تو اس کے حقوق وکیل کے ساتھ متعلق ہوں گے نہ کہ مؤکل کے ساتھ۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ مؤکل کے ساتھ متعلق ہوں گے اس لئے کہ حقوق حکم تصرف کے تابع ہوتے ہیں اور حکم یعنی ملک

مؤکل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے لہٰذا اس کے تابع بھی مؤکل کے ساتھ ہی متعلق ہوں گے اور یہ قاصد اور وکیل فی النکاح کی طرح ہو گیا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ وکیل ہی بطور حقیقت عاقد ہے اس لئے کہ عقد کلام کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اس کی عبارت کا صحیح ہونا اس کے آدمی ہونے کی وجہ سے ہے نیز وکیل حکما بھی عاقد ہے اس لئے کہ وہ مؤکل کی طرف عقد کو منسوب کرنے سے مستغنی ہے اور جب وکیل مؤکل کی طرف سے سفیر ہوتا تو اس سے مستغنی نہ ہوتا جس طرح قاصد اور جب یہ صورت حال ہے تو وکیل حقوق کے متعلق اصیل ہوگا لہٰذا حقوق عقد اسی سے متعلق ہوں گے اسی وجہ سے کتاب میں کہا ہے کہ وکیل مبیع سپرد کرے اور ثمن پر قبضہ کرے اور اس سے ثمن کا مطالبہ کیا جائے گا جب اس نے خریدا ہو اور وہ مبیع پر قبضہ کرے گا اور عیب کے سلسلے میں وکیل مخاصمہ کرے گا اور عیب کے متعلق اس سے مخاصمہ کیا جائے گا اس لئے کہ یہ سب حقوق میں سے ہیں اور وکالت سابق پر نظر کرتے ہوئے وکیل کا نائب ہو کر مؤکل کے لئے ملک ثابت ہوگی جیسے غلام ہبہ قبول کرے شکار کرے اور لکڑیاں جمع کرے یہی صحیح ہے فرماتے ہیں کہ مسئلہ عیب میں کچھ تفصیل ہے جس کو انشاء اللہ ہم بیان کریں گے۔

مؤکل کی جانب اضافت شدہ عقد کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ عَقْدٍ يُضِيفُهُ اِلٰى مُوَكِّلِهِ كَالنِّكَاحِ وَالْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ فَاِنَّ حُقُوقَهُ تَتَعَلَّقُ بِالْمُوَكِّلِ دُوْنَ الْوَكِيلِ فَلَا يُطَالَبُ وَكِيلُ الزَّوْجِ بِالْمَهْرِ وَلَا يَلْزَمُ وَكِيلَ الْمَرْاَةِ تَسْلِيمُهَا) ؛ لِاَنَّ الْوَكِيلَ فِيهَا سَفِيرٌ مَحْضٌ ؛ اَلَا يُرٰى اَنَّهُ لَا يُسْتَغْنٰى عَنْ اِضَافَةِ الْعَقْدِ اِلَى الْمُوَكِّلِ، وَلَوْ اَضَافَهُ اِلٰى نَفْسِهِ كَانَ النِّكَاحُ لَهُ فَصَارَ كَالرَّسُولِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا لَا يَقْبَلُ الْفَصْلَ عَنِ السَّبَبِ ؛ لِاَنَّهُ اِسْقَاطٌ فَيَتَلَاشٰى فَلَا يُتَصَوَّرُ صُدُورُهُ مِنْ شَخْصٍ وَثُبُوتُ حُكْمِهِ لِغَيْرِهِ فَكَانَ سَفِيرًا .

فرمایا کہ ہر وہ عقد جس کو وکیل اپنے مؤکل کی طرف مضاف کرے جس طرح نکاح، خلع اور صلح عن دم العمد تو اس کے حقوق مؤکل کے ساتھ متعلق ہوں گے نہ کہ وکیل کے ساتھ لہٰذا شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور عورت کے وکیل پر عورت کو سپرد کرنا ضروری نہیں ہوگا اس لئے کہ ان عقود میں وکیل صرف سفیر ہوتا ہے کیا دیکھتے نہیں کہ وکیل مؤکل کی طرف عقد منسوب کرنے سے مستغنی نہیں ہے اور جب وکیل نے اپنی طرف عقد کو منسوب کیا تو نکاح اسی کے لئے ہوگا۔ اور وہ قاصد کی طرح ہو جائے گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ان عقود میں حکم سبب سے جدائی کو قبول نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ اسقاط ہے کیونکہ وہ متحمل ہو جاتا ہے لہٰذا ایک شخص سے اس کا صدور دوسرے شخص کے لئے اس کے حکم کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس لئے وکیل صرف سفیر ہوگا۔

مال پر آزاد کرنے میں وکالت کا بیان

وَالضَّرْبُ الثَّانِي مِنْ اَخَوَاتِهِ الْعِتْقُ عَلٰى مَالٍ وَالْكِتَابَةُ وَالصُّلْحُ عَلَى الْاِنْكَارِ . فَاَمَّا الصُّلْحُ الَّذِي هُوَ جَارٍ مَجْرَى الْبَيْعِ فَهُوَ مِنَ الضَّرْبِ الْاَوَّلِ، وَالْوَكِيلُ بِالْهِبَةِ وَالتَّصَدُّقِ وَالْاِعَارَةِ

وَالْإِيدَاعِ وَالرَّهْنِ وَالْإِقْرَاضِ سَفِيرٌ أَيْضًا ؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيمَا يَثْبُتُ بِالْقَبْضِ، وَأَنَّهُ يُلَاقِي مَحَلًّا مَمْلُوكًا لِلْغَيْرِ فَلَا يُجْعَلُ أَصِيلًا، وَكَذَا إِذَا كَانَ الْوَكِيلُ مِنْ جَانِبِ الْمُلْتَمِسِ، وَكَذَا الشَّرِكَةُ وَالْمُضَارَبَةُ، إِلَّا أَنَّ التَّوْكِيلَ بِالِاسْتِقْرَاضِ بَاطِلٌ حَتَّى لَا يَثْبُتَ الْمِلْكُ لِلْمُوَكِّلِ بِخِلَافِ الرِّسَالَةِ فِيهِ .

اور دوسری قسم کی مثالوں میں مال پر آزاد کرنا، مکاتبت کرنا اور صلح عن الانکار ہے لیکن وہ صلح جو بیع کے قائم مقام ہو وہ قسم اول میں سے ہے۔ اور ہبہ کرنے، صدقہ کرنے، عاریت اور ودیعت پر دینے، رہن رکھنے اور قرض دینے کا وکیل بھی سفیر ہوتا ہے اس لئے کہ ان عقود میں حکم قبضہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔ اور قبضہ ایسے محل کے ساتھ متصل ہوتا ہے جو دوسرے کا مملوک ہے اس لئے وکیل کو اصیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اور ایسے ہی جب کوئی ان چیزوں کو چاہنے والے کی طرف سے وکیل ہو اور شرکت اور مضاربت کے وکیل کا بھی یہی حکم ہے لیکن قرضہ لینے کے لئے وکیل بنانا باطل ہے حتی کہ موکل کے لئے ملکیت ثابت نہیں ہوگی قرضہ لینے کے لئے قاصد بھیجنے خلاف ہے۔

موکل کا خریدار سے طلب ثمن کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا طَالَبَ الْمُوَكِّلُ الْمُشْتَرِيَ بِالثَّمَنِ) (فَلَهُ أَنْ يَمْنَعَهُ إِيَّاهُ) ؛ لِأَنَّهُ أَجْنَبِيٌّ عَنْ الْعَقْدِ وَحُقُوقِهِ لِمَا أَنَّ الْحُقُوقَ إِلَى الْعَاقِدِ (فَإِنْ دَفَعَهُ إِلَيْهِ جَازَ وَلَمْ يَكُنْ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِهِ ثَانِيًا) ؛ لِأَنَّ نَفْسَ الثَّمَنِ الْمَقْبُوضِ حَقُّهُ وَقَدْ وَصَلَ إِلَيْهِ، وَلَا فَائِدَةَ فِي الْأَخْذِ مِنْهُ ثُمَّ الدَّفْعِ إِلَيْهِ، وَلِهَذَا لَوْ كَانَ لِلْمُشْتَرِي عَلَى الْمُوَكِّلِ دَيْنٌ يَقَعُ الْمُقَاصَّةُ، وَلَوْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِمَا دَيْنٌ يَقَعُ الْمُقَاصَّةُ بِدَيْنِ الْمُوَكِّلِ أَيْضًا دُونَ دَيْنِ الْوَكِيلِ وَبِدَيْنِ الْوَكِيلِ إِذَا كَانَ وَحْدَهُ إِنْ كَانَ يَقَعُ الْمُقَاصَّةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لِمَا أَنَّهُ يَمْلِكُ الْإِبْرَاءَ عَنْهُ عِنْدَهُمَا وَلَكِنَّهُ يَضْمَنُهُ لِلْمُوَكِّلِ فِي الْفَصْلَيْنِ .

فرمایا کہ جب موکل خریدار سے ثمن کا مطالبہ کرے تو خریدار کو یہ حق ہے کہ وہ موکل کو ثمن دینے سے انکار کر دے اس لئے کہ موکل عقد اور حقوق عقد سے اجنبی ہے۔ اس لئے کہ حقوق عقد تو عاقد کی طرف لوٹ رہے ہیں لیکن جب خریدار نے موکل کو ثمن دے دیا تو جائز ہے اور وکیل کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ دوبارہ خریدار سے ثمن وصول کرے اس لئے کہ وہ ثمن جس پر موکل نے قبضہ کیا ہے وہ اسی کا حق ہے اور وہ حق اس تک پہنچ گیا ہے اس موکل سے لے کر پھر اسی کو دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جب موکل پر خریدار کا دین ہو تو مقاصہ ہو جائے گا نہ کہ وکیل کے دین سے۔ اور جب تنہا وکیل پر دین ہو تو طرفین کے نزدیک اس کے دین سے بھی مقاصہ ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وکیل خریدار کو ثمن سے بری کرنے کا مالک ہے لیکن دونوں صورتوں میں وکیل موکل کے لئے ثمن کا ضامن ہوگا۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ

﴿یہ باب خرید وفروخت کی وکالت کے بیان میں ہے﴾

فَصْلٌ فِي الشِّرَاءِ

﴿یہ فصل خرید وفروخت کی وکالت کے بیان میں ہے﴾

خرید وفروخت میں وکالت کی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

خرید وفروخت میں وکالت کے احکام عرف میں اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان کی توضیح محتاج بیان نہیں ہے۔ لہذا ان کی کثرت کے سبب ان کو احکام وکالت میں ایک خاص باب وفصل کے تحت اور مختلف فقہی جزئیات کے ساتھ مصنف علیہ الرحمہ نے مزین کیا ہے۔ ماقبل تقدم احکام وکالت کا سبب یہ ہے کہ قواعد و بنیادی معارف ہمیشہ مقدم ہوتے ہیں جبکہ جزئیات کو مؤخر ذکر کیا جاتا ہے جن کا فہم وادراک اصول و بنیادی قوانین پر مشتمل ہوتا ہے۔

وکیل کے لئے مؤکلہ کی جنس وصفت بیان کرنے کا بیان

(قَالَ : وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ فَلَا بُدَّ مِنْ تَسْمِيَةِ جِنْسِهِ وَصِفَتِهِ أَوْ جِنْسِهِ وَمَبْلَغِ ثَمَنِهِ) لِيَصِيرَ الْفِعْلُ الْمُوَكَّلُ بِهِ مَعْلُومًا فَيُمْكِنُهُ الِائْتِمَارُ، (إلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُ وَكَالَةً عَامَّةً فَيَقُولَ : ابْتَعْ لِي مَا رَأَيْت) ؛ لِأَنَّهُ فَوَّضَ الْأَمْرَ إلَى رَأْيِهِ، فَأَيُّ شَيْءٍ يَشْتَرِيهِ يَكُونُ مُمْتَثِلًا .

وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الْجَهَالَةَ الْيَسِيرَةَ تَتَحَمَّلُ فِي الْوَكَالَةِ كَجَهَالَةِ الْوَصْفِ اسْتِحْسَانًا، لِأَنَّ مَبْنَى التَّوْكِيلِ عَلَى التَّوْسِعَةِ ؛ لِأَنَّهُ اسْتِعَانَةٌ .وَفِي اعْتِبَارِ هَذَا الشَّرْطِ بَعْضُ الْحَرَجِ وَهُوَ مَدْفُوعٌ .

فرمایا کہ جو شخص کسی آدمی کو کوئی چیز خریدنے کا وکیل بنائے تو اس چیز کی جنس اور صفت یا اس کی جنس اور ایک آخری ثمن بیان کرنا ضروری ہے تاکہ جس چیز کے لئے وکیل بنایا گیا ہے وہ معلوم ہو جائے اور اس کی انجام دہی ممکن ہو سکے۔ مگر یہ کہ مؤکل وکالت عامہ کے طور پر وکیل بنائے اور یہ کہے کہ جو تم مناسب سمجھو میرے لئے خرید لو اس لئے کہ مؤکل نے معاملہ وکیل کی رائے کے سپرد کر دیا ہے لہذا جو چیز بھی وکیل خریدے گا وہ حکم کی تعمیل کرنے والا ہوگا۔ اور اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ استحساناً تھوڑی

سی وکالت میں جہالت برداشت کر لی جاتی ہے جیسے وصل کا مجہول ہونا اس لئے کہ وکالت کا مدار توسع پر ہے کیونکہ وکالت استعانت ہے اور اس شرط کا اعتبار کرنے میں کچھ حرج ہے اس لئے اس کو دور کر دیا جائے گا۔

اجناس مشترکہ کو شامل کرنے والے سے وکالت کی عدم صحت کا بیان

(ثُمَّ إِنْ كَانَ اللَّفْظُ يَجْمَعُ أَجْنَاسًا أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَى الْأَجْنَاسِ لَا يَصِحُّ التَّوْكِيلُ وَإِنْ بَيَّنَ الثَّمَنَ) ؛ لِأَنَّ بِذَلِكَ الثَّمَنِ يُوجَدُ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ فَلَا يُدْرَى مُرَادُ الْآمِرِ لِتَفَاحُشِ الْجَهَالَةِ (وَإِنْ كَانَ جِنْسًا يَجْمَعُ أَنْوَاعًا لَا يَصِحُّ إِلَّا بِبَيَانِ الثَّمَنِ أَوْ النَّوْعِ) ؛ لِأَنَّهُ بِتَقْدِيرِ الثَّمَنِ يَصِيرُ النَّوْعُ مَعْلُومًا، وَبِذِكْرِ النَّوْعِ تَقِلُّ الْجَهَالَةُ فَلَا تَمْنَعُ الِامْتِثَالَ .

مِثَالُهُ : إِذَا وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ أَوْ جَارِيَةٍ لَا يَصِحُّ ؛ لِأَنَّهُ يَشْمَلُ أَنْوَاعًا فَإِنْ بَيَّنَ النَّوْعَ كَالتُّرْكِيِّ وَالْحَبَشِيِّ أَوْ الْهِنْدِيِّ أَوْ السِّنْدِيِّ أَوْ الْمُوَلَّدِ جَازَ، وَكَذَا إِذَا بَيَّنَ الثَّمَنَ لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَلَوْ بَيَّنَ النَّوْعَ أَوْ الثَّمَنَ وَلَمْ يُبَيِّنْ الصِّفَةَ وَالْجَوْدَةَ وَالرَّدَاءَةَ وَالسِّطَةَ جَازَ ؛ لِأَنَّهُ جَهَالَةٌ مُسْتَدْرَكَةٌ، وَمُرَادُهُ مِنْ الصِّفَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْكِتَابِ النَّوْعُ

اس کے بعد ہر ایسا لفظ جو کئی اجناس کو شامل ہو یا اس چیز کو شامل ہو جو اجناس کے معنی میں ہو تو وکالت صحیح نہیں ہے خواہ ثمن بیان کر دیا ہو اس لئے کہ اس ثمن کے عوض ہر جنس میں سے پایا جاتا ہے اس لئے جہالت فاحش ہونے کی وجہ سے مؤکل کی مراد معلوم نہیں ہوگی اور جب ایسی جنس ہو جو کئی نوع کو شامل ہو تو ثمن یا نوع کے بیان کئے بغیر وکالت صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ ثمن کا اندازہ معلوم کرنے سے نوع معلوم ہو جائے گی اور نوع بیان کرنے سے جہالت کم ہو جائے گی اس لئے یہ جہالت تعمیل حکم سے مانع نہیں ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی نے غلام یا باندی خریدنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا تو وکالت صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ بہت سی انواع کو شامل ہیں چنانچہ جب نوع بیان کر دی جیسے ترکی یا حبشی یا ہندی یا سندی یا مولد تو جائز ہے اور ایسے ہی جب ثمن بیان کر دی تو بھی جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور جب نوع یا ثمن بیان کیا اور جید ہونا یا ردی ہونا یا متوسط ہونا بیان نہیں کیا تو بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ جہالت یسیرہ ہے اور قدوری میں جو صفت مذکور ہے اس سے مصنف کی مراد نوع ہے۔

جہالت فاحشہ کے سبب بطلان وکالت کا بیان

(وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ اشْتَرِ لِي ثَوْبًا أَوْ دَابَّةً أَوْ دَارًا فَالْوَكَالَةُ بَاطِلَةٌ) لِلْجَهَالَةِ الْفَاحِشَةِ، فَإِنَّ الدَّابَّةَ فِي حَقِيقَةِ اللُّغَةِ اسْمٌ لِمَا يَدِبُّ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ .

وَفِي الْعُرْفِ يُطْلَقُ عَلَى الْخَيْلِ وَالْحِمَارِ وَالْبَغْلِ فَقَدْ جَمَعَ أَجْنَاسًا، وَكَذَا الثَّوْبُ ؛ لِأَنَّهُ

يَتَنَاوَلُ الْمَلْبُوسَ مِنَ الْاَطْلَسِ اِلَى الْكِسَاءِ وَلِهٰذَا لَا يَصِحُّ تَسْمِيَتُهٗ مَهْرًا وَكَذَا الدَّارُ تَشْمَلُ مَا هُوَ فِي مَعْنَى الْاَجْنَاسِ ؛ لِاَنَّهَا تَخْتَلِفُ اخْتِلَافًا فَاحِشًا بِاخْتِلَافِ الْاَغْرَاضِ وَالْجِيرَانِ وَالْمَرَافِقِ وَالْمَحَالِّ وَالْبُلْدَانِ فَيَتَعَذَّرُ الْاِمْتِثَالُ (قَالَ : وَاِنْ سَمَّى ثَمَنَ الدَّارِ وَوَصَفَ جِنْسَ الدَّارِ وَالثَّوْبِ جَازَ) مَعْنَاهُ نَوْعُهٗ، وَكَذَا اِذَا سَمَّى نَوْعَ الدَّابَّةِ بِاَنْ قَالَ حِمَارًا اَوْ نَحْوَهٗ.

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی نے دوسرے کو کہا کہ میرے لئے کپڑا یا دابہ یا دار خرید لو تو جہالت فاحشہ کی وجہ سے وکالت باطل ہے اس لئے کہ حقیقت لغوی کے اعتبار سے دابہ اس کا نام ہے جو روئے زمین پر چلتا ہے اور عرف عام میں گھوڑے گدھے خچر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ کئی جنسوں کو شامل ہے اور کپڑوں کا بھی یہی حال ہے چنانچہ وہ بھی اعلیٰ سے لے کر ادنی سب کو شامل ہیں اس لئے کپڑے کو مہر بنانا صحیح نہیں ہے اسی طرح دار بھی ان چیزوں کو شامل ہوتا ہے جو اجناس کے معنی میں ہیں اس لئے کہ مقاصد، پڑوسیوں، منافع محلوں اور شہروں کے بدلنے سے دار میں بھی زبردست تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اس لئے تعمیل حکم میں دشواری ہوگی فرمایا کہ جب موکل نے دار کا ثمن بیان کر دیا اور دار اور ثوب کی جنس یعنی نوع بیان کر دی تو وکالت جائز ہے اور اسی طرح جب دابہ کی نوع بیان کر دی اس طرح کہ اس نے حمار وغیرہ کہہ دیا ہے۔

طعام میں بطور استحسان گندم و آٹے کے شامل ہونے کا بیان

(قَالَ : وَمَنْ دَفَعَ اِلَى آخَرَ دَرَاهِمَ وَقَالَ اشْتَرِ لِي بِهَا طَعَامًا فَهُوَ عَلَى الْحِنْطَةِ وَدَقِيقِهَا) اسْتِحْسَانًا. وَالْقِيَاسُ اَنْ يَكُونَ عَلَى كُلِّ مَطْعُومٍ اعْتِبَارًا لِلْحَقِيقَةِ كَمَا فِي الْيَمِينِ عَلَى الْاَكْلِ اِذِ الطَّعَامُ اسْمٌ لِمَا يُطْعَمُ.

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الْعُرْفَ اَمْلَكُ وَهُوَ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ اِذَا ذُكِرَ مَقْرُونًا بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَلَا عُرْفَ فِي الْاَكْلِ فَبَقِيَ عَلَى الْوَضْعِ، وَقِيلَ اِنْ كَثُرَتِ الدَّرَاهِمُ فَعَلَى الْحِنْطَةِ، وَاِنْ قَلَّتْ فَعَلَى الْخُبْزِ، وَاِنْ كَانَ فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ فَعَلَى الدَّقِيقِ.

فرمایا کہ جب کسی نے دوسرے کو دراہم دے کر یہ کہا تم میرے لئے ان دراہم کے عوض طعام خرید لاؤ تو استحساناً یہ گندم اور اس کے آٹے پر واقع ہوگا۔ جب کہ قیاس یہ ہے کہ حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے ہر مطعوم پر واقع ہو جس طرح یمین علی الاکل ہوتا ہے اس لئے کہ طعام ہر اس چیز کا نام ہے جو کھائی جاتی ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ عرف زیادہ قوی ہے اور اسی کے مطابق ہے جو ہم نے بیان کیا ہے جب کہ بیع وشراء کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جائے اور اکل میں کوئی عرف نہیں ہے اس لئے وہ اصل وضع پر باقی رہے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جب دراہم زیادہ ہوں تو گندم پر وکالت واقع ہوگی اور جب کم ہوں تو روٹی پر اور جب قلیل وکثیر کے درمیان ہوں تو وہ آٹے پر واقع ہوں گے۔

مبیع میں عیب کی اطلاع پر واپسی کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْوَكِيلُ وَقَبَضَ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ بِالْعَيْبِ مَا دَامَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ حُقُوقِ الْعَقْدِ وَهِيَ كُلُّهَا إلَيْهِ (فَإِنْ سَلَّمَهُ إلَى الْمُوَكِّلِ لَمْ يَرُدَّهُ إلَّا بِإِذْنِهِ) ؛ لِأَنَّهُ انْتَهَى حُكْمُ الْوَكَالَةِ، وَلِأَنَّ فِيهِ إبْطَالَ يَدِهِ الْحَقِيقِيَّةِ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْهُ إلَّا بِإِذْنِهِ، وَلِهَذَا كَانَ خَصْمًا لِمَنْ يَدَّعِي فِي الْمُشْتَرِي دَعْوَى كَالشَّفِيعِ وَغَيْرِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ إلَى الْمُوَكِّلِ لَا بَعْدَهُ قَالَ (وَيَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِعَقْدِ الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ) ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ يَمْلِكُهُ بِنَفْسِهِ فَيَمْلِكُ التَّوْكِيلَ بِهِ عَلَى مَا مَرَّ، وَمُرَادُهُ التَّوْكِيلُ بِالْإِسْلَامِ دُونَ قَبُولِ السَّلَمِ ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ، فَإِنَّ الْوَكِيلَ يَبِيعُ طَعَامًا فِي ذِمَّتِهِ عَلَى أَنْ يَكُونَ الثَّمَنُ لِغَيْرِهِ، وَهَذَا لَا يَجُوزُ .

فرمایا کہ جب وکیل نے کوئی چیز خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر وہ کسی عیب پر مطلع ہوا تو جب تک مبیع اس کے قبضہ میں ہو اسے عیب کی وجہ سے مبیع واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ یہ حقوق عقد میں سے ہے اور تمام حقوق عقد وکیل کی طرف ہی لوٹتے ہیں لیکن جب وکیل نے مبیع کو مؤکل کے سپرد کر دیا تو وہ مؤکل کی اجازت کے بغیر واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ وکالت کا حکم پورا ہو چکا ہے اور اس لئے کہ واپس کرنے میں مؤکل کے حقیقی قبضے کا ابطال ہے۔ لہٰذا مؤکل کی اجازت کے بغیر وکیل اس پر قادر نہیں ہوگا اسی لئے مؤکل کی طرف مبیع سپرد کرنے سے پہلے وکیل اس شخص کا خصم ہوگا جو مبیع میں دعویٰ کرے گا جیسے شفیع وغیرہ لیکن سپرد کر دینے کے بعد وکیل خصم نہیں ہوگا۔

فرمایا کہ عقد صرف اور عقد سلم میں وکیل بنانا جائز ہے اس لئے کہ یہ ایسے عقد ہیں جن کو خود مؤکل انجام دے سکتا ہے۔ لہٰذا حاجت کو دور کرنے کے لئے وہ اس کا وکیل بنانے کا بھی مالک ہوگا۔ جس طرح گذر چکا ہے اور امام قدوری کی مراد عقد سلم کرنے کے لئے وکیل بنانا ہے نہ کہ سلم قبول کرنے کے لئے اس لئے کہ اس میں وکالت جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ وکیل ایسا طعام فروخت کرے گا جو اس کے ذمہ میں ہو اس شرط پر کہ ثمن دوسرے کے لئے ہو اور یہ جائز نہیں ہے۔

قبضہ سے پہلے وکیل کا ساتھی سے جدا ہو جانے کا بیان

(فَإِنْ فَارَقَ الْوَكِيلُ صَاحِبَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ الْعَقْدُ) لِوُجُودِ الِافْتِرَاقِ مِنْ غَيْرِ قَبْضٍ (وَلَا يُعْتَبَرُ مُفَارَقَةُ الْمُوَكِّلِ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِعَاقِدٍ وَالْمُسْتَحِقُّ بِالْعَقْدِ قَبْضُ الْعَاقِدِ وَهُوَ الْوَكِيلُ فَيَصِحُّ قَبْضُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْحُقُوقُ كَالصَّبِيِّ وَالْعَبْدِ الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ الرَّسُولِ ؛ لِأَنَّ الرِّسَالَةَ فِي الْعَقْدِ لَا فِي الْقَبْضِ، وَيَنْتَقِلُ كَلَامُهُ إلَى الْمُرْسِلِ فَصَارَ قَبْضُ الرَّسُولِ قَبْضَ غَيْرِ الْعَاقِدِ فَلَمْ يَصِحَّ .

۔۔۔ پھر جب قبضہ کرنے سے پہلے وکیل اپنے ساتھی سے جدا ہو گیا تو عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قبضہ کے بغیر جدا ہونا پایا گیا ہے اور موکل کی مفارقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ وہ عاقد نہیں ہے جبکہ عقد کی وجہ سے عاقد ہی قبضہ کا مستحق ہوتا ہے اور عاقد وکیل ہے لہٰذا اسی کا قبضہ صحیح ہوگا جبکہ اس کے ساتھ حقوق متعلق نہ ہوتے ہوں جیسے بچہ اور عبد مجور قاصدوں کے خلاف اس لئے کہ رسالت عقد میں ہوتی ہے نہ کہ قبضہ میں اور قاصد کا کلام مرسل کی طرف منتقل ہوتا ہے لہٰذا قاصد کا قبضہ غیر عاقد کا قبضہ ہوا اس لئے صحیح نہیں ہوگا۔

وکیل بہ شراء کو اپنے موکل سے ثمن لینے کے حق کا بیان

(قَالَ : وَإِذَا دَفَعَ الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ الثَّمَنَ مِنْ مَالِهِ وَقَبَضَ الْمَبِيعَ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِهِ عَلَى الْمُوَكِّلِ) ؛ لِأَنَّهُ انْعَقَدَتْ بَيْنَهُمَا مُبَادَلَةٌ حُكْمِيَّةٌ وَلِهَذَا إذَا اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ يَتَحَالَفَانِ وَيَرُدُّ الْمُوَكِّلُ بِالْعَيْبِ عَلَى الْوَكِيلِ وَقَدْ سَلَّمَ الْمُشْتَرِي لِلْمُوَكِّلِ مِنْ جِهَةِ الْوَكِيلِ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ وَلِأَنَّ الْحُقُوقَ لَمَّا كَانَتْ رَاجِعَةً إلَيْهِ وَقَدْ عَلِمَهُ الْمُوَكِّلُ يَكُونُ رَاضِيًا بِدَفْعِهِ مِنْ مَالِهِ (فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ قَبْلَ حَبْسِهِ هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُوَكِّلِ وَلَمْ يَسْقُطْ الثَّمَنُ) ؛ لِأَنَّ يَدَهُ كَيَدِ الْمُوَكِّلِ، فَإِذَا لَمْ يَحْبِسْهُ يَصِيرُ الْمُوَكِّلُ قَابِضًا بِيَدِهِ

فرمایا کہ جب وکیل بہ شراء نے اپنے مال سے ثمن ادا کر کے مبیع پر قبضہ کر لیا تو اسے موکل سے ثمن واپس لینے کا حق ہے اس لئے کہ وکیل اور موکل کے درمیان حکمی طور پر مبادلہ ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جب موکل اور وکیل نے ثمن میں اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے۔ اور عیب کی وجہ سے موکل وکیل کو مبیع واپس کر دے گا اور جس طرح وکیل کی طرف سے موکل کو چیز سپرد کی جا چکی ہے اس لئے وکیل موکل سے اپنا ثمن واپس لے گا اور اس لئے کہ جب عقد کے حقوق وکیل کی طرف لوٹ رہے ہوں اور موکل اس کو جانتا بھی ہو تو موکل وکیل کے مال سے ثمن ادا کرنے پر راضی ہوگا پھر جب وکیل کے مبیع کو روکنے سے پہلے مبیع اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو وہ موکل کے مال سے ہلاک ہوگی اور ثمن ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ وکیل کا قبضہ موکل کے قبضہ کی طرح ہے اس لئے جب وکیل نے مبیع جو نہیں روکا تو وکیل کے قبضہ سے موکل بھی قابض ہو جائے گا۔

وکیل کے لئے مبیع کو روکنے کا حق رکھنے کا بیان

(وَلَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبَائِعِ مِنْ الْمُوَكِّلِ .وَقَالَ زُفَرُ : لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ الْمُوَكِّلَ صَارَ قَابِضًا بِيَدِهِ فَكَأَنَّهُ سَلَّمَهُ إلَيْهِ فَيَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ .

قُلْنَا : هَذَا لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ فَلَا يَكُونُ رَاضِيًا بِسُقُوطِ حَقِّهِ فِي الْحَبْسِ ، عَلَى أَنَّ قَبْضَهُ

موقوفٌ فيقع للموكل إن لم يحبسه ولحبسه عند حبسه، فإن حبسه فهلك كان مضمونا ضمانَ الرهن عند أبي يوسف وضمانَ المبيع عند محمد، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله، وضمانَ الغصب عند زفر رحمه الله، لأنه منع بغير حق. لهما أنه بمنزلة البائع منه فكان حبسه لاستيفاء الثمن فيسقط بهلاكه. ولأبي يوسف أنه مضمون بالحبس للاستيفاء بعد أن لم يكن، وهو الرهن بعينه بخلاف المبيع، لأن البيع ينفسخ بهلاكه وههنا لا ينفسخ أصلُ العقد. قلنا: ينفسخ في حق الموكل والوكيل، كما إذا رده الموكل بعيب ورضي الوكيل به.

اور وکیل مبیع کو روکنے کا حق دار ہے یہاں تک کہ وہ اپنا ثمن وصول کرلے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ وکیل موکل سے بیچنے والے کے درجہ میں ہے۔ [illegible]

حضرت امام زفر فرماتے ہیں کہ وکیل کو روکنے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ وکیل کے قبضہ کر لینے سے موکل بھی قابض [illegible] اس طرح ہوگیا جیسے وکیل نے موکل کو مبیع سپرد کر دی اس لئے کہ حبس کا حق ساقط ہو جائے گا ہم کہتے ہیں کہ [illegible] احتراز ممکن نہیں ہے لہٰذا مبیع کو روکنے کے متعلق وکیل اپنا حق ساقط کرنے پر راضی نہیں ہوگا اس کے علاوہ وکیل کا قبضہ موقوف ہے چنانچہ جب اس نے مبیع نہ روکی تو وہ قبضہ موکل کا ہوگا اور بصورت حبس وکیل کے لئے ہوگا۔ [illegible] وکیل نے مبیع کو روک لیا اور ہلاک ہوگئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک مبیع ضمان رہن کی طرح مضمون ہوگی۔

حضرت امام محمد کے نزدیک ضمان بیع کی طرح مضمون ہوگی اور امام اعظم کا بھی یہی قول ہے اور امام زفر کے نزدیک ضمان غصب کی طرح مضمون ہوگی اس لئے کہ مبیع کو ناحق روکی گئی ہے طرفین کی دلیل یہ ہے کہ وکیل موکل کے ہاتھ [illegible] والے کے درجے میں ہے لہٰذا وکیل کا مبیع کو روکنا ثمن وصول کرنے کے لئے ہوگا اس لئے کہ مبیع کے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مبیع قیمت کو پورا کرنے کے لئے روکنے کی وجہ سے مضمون ہوتی ہے حالانکہ اب تک وہ مضمون نہیں تھی اور اسی طرح یہی رہن کے معنی میں ہے مبیع کے خلاف اس لئے کہ مبیع کے ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو جاتی ہے اور یہاں اصل عقد فسخ نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں موکل اور وکیل کے حق میں عقد فسخ ہو جاتا ہے جیسے جب عیب کی وجہ سے موکل مبیع کو واپس کردے اور وکیل اس پر راضی ہو جائے۔

دس ارطال گوشت خریدنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ: وَإِذَا وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَشَرَةِ أَرْطَالِ لَحْمٍ بِدِرْهَمٍ فَاشْتَرَى عِشْرِينَ رِطْلًا بِدِرْهَمٍ مِنْ لَحْمٍ يُبَاعُ مِنْهُ عَشَرَةُ أَرْطَالٍ بِدِرْهَمٍ لَزِمَ الْمُوَكِّلَ مِنْهُ عَشَرَةٌ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا:

يَلْزَمُهُ الْعِشْرُونَ بِدِرْهَمٍ) وَذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مَعَ قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ لَمْ يَذْكُرِ الْخِلَافَ فِي الْاَصْلِ .

لِاَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ اَمَرَهُ بِصَرْفِ الدِّرْهَمِ فِي اللَّحْمِ وَظَنَّ اَنَّ سِعْرَهُ عَشَرَةُ اَرْطَالٍ، فَاِذَا اشْتَرَى بِهِ عِشْرِينَ فَقَدْ زَادَهُ خَيْرًا وَصَارَ كَمَا اِذَا وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدِهِ بِاَلْفٍ فَبَاعَهُ بِاَلْفَيْنِ .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ اَمَرَهُ بِشِرَاءِ عَشَرَةِ اَرْطَالٍ وَلَمْ يَاْمُرْهُ بِشِرَاءِ الزِّيَادَةِ فَيَنْفُذُ شِرَاؤُهَا عَلَيْهِ وَشِرَاءُ الْعَشَرَةِ عَلَى الْمُوَكِّلِ بِخِلَافِ مَا اسْتَشْهَدَ بِهِ ؛ لِاَنَّ الزِّيَادَةَ هُنَاكَ بَدَلُ مِلْكِ الْمُوَكِّلِ فَيَكُونُ لَهُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اشْتَرَى مَا يُسَاوِي عِشْرِينَ رِطْلًا بِدِرْهَمٍ حَيْثُ يَصِيرُ مُشْتَرِيًا لِنَفْسِهِ بِالْاِجْمَاعِ ؛ لِاَنَّ الْاَمْرَ يَتَنَاوَلُ السَّمِينَ وَهٰذَا مَهْزُولٌ فَلَمْ يَحْصُلْ مَقْصُودُ الْاَمِرِ .

فرمایا اور جب کسی بندے نے کسی کو ایک درہم کے بدلے دس رطل گوشت خریدنے کا وکیل بنایا پھر وکیل نے ایسا بیس رطل گوشت خریدا ایک درہم کے بدلے جس میں گوشت ایک درہم میں دس رطل بیچا جاتا ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مؤکل پر اس گوشت میں سے نصف درہم کے بدلے دس رطل لینا لازم ہوگا۔ صاحبین نے فرمایا کہ مؤکل پر ایک درہم کے بدلے بیس رطل لازم ہوگا اور بعض نسخوں میں امام محمد کا قول امام اعظم کے ساتھ مذکور ہے اور امام محمد نے مبسوط میں اس اختلاف کو ذکر نہیں کیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مؤکل نے وکیل کو گوشت کی قیمت میں ایک درہم صرف کرنے کا وکیل بنایا ہے۔ اور اس نے یہ سمجھا ہے کہ اس کا بھاؤ دس رطل ہے لیکن جب وکیل نے یک درہم کے بدلے بیس رطل خرید لیا تو وکیل نے مؤکل کے لئے خیر کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ ایسے ہو گیا جیسے کسی شخص نے دوسرے کو ایک ہزار کے بدلے اپنا غلام بیچنے کا وکیل بنایا اور وکیل نے دو ہزار میں غلام کو بیچا ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ مؤکل نے وکیل کو دس رطل خریدنے کا حکم دیا ہے۔ اور زیادہ خریدنے کا حکم نہیں دیا لہٰذا زیادہ کی خریداری وکیل پر نافذ ہوگی اور دس رطل کی خریداری مؤکل پر نافذ ہوگی۔ اس مسئلے کے خلاف جس سے امام ابو یوسف نے استشہاد کیا ہے۔ اس لئے وہاں زیادتی مؤکل کی ملکیت کا بدل ہے اس لئے وہ مؤکل کی ہی ہوگی۔ اس صورت کے خلاف جب مؤکل نے ایک درہم کے بدلے ایسا بیس رطل گوشت خریدا ہو جو ایک درہم کے عوض بیس رطل کے برابر ہو تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ وکیل اپنے لئے خریدنے والا ہے۔ اس لئے کہ مؤکل کا حکم موٹے جانور کے گوشت کو شامل ہے اور یہ دبلے جانور کا ہے۔ اس لئے آمر کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔

مؤکل کا معین چیز خریدنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَشْتَرِيَهُ لِنَفْسِهِ) لِاَنَّهُ يُؤَدِّي اِلَى تَغْرِيرِ الْاَمِرِ حَيْثُ اعْتَمَدَ عَلَيْهِ وَلِاَنَّ فِيهِ عَزْلَ نَفْسِهِ وَلَا يَمْلِكُهُ عَلَى مَا قِيلَ اِلَّا بِمَحْضَرٍ مِنَ الْمُوَكِّلِ ،

فَلَوْ كَانَ الثَّمَنُ مُسَمًّى فَاشْتَرٰى بِخِلَافِ جِنْسِهِ اَوْ لَمْ يَكُنْ مُسَمًّى فَاشْتَرٰى بِغَيْرِ النُّقُوْدِ اَوْ وَكَّلَ وَكِيْلًا بِشِرَائِهِ فَاشْتَرَى الثَّانِيْ وَهُوَ غَائِبٌ يَثْبُتُ الْمِلْكُ لِلْوَكِيْلِ الْاَوَّلِ فِيْ هٰذِهِ الْوُجُوْهِ ؛ لِاَنَّهُ خَالَفَ اَمْرَ الْاٰمِرِ فَيَنْفُذُ عَلَيْهِ .

وَلَوْ اشْتَرَى الثَّانِيْ بِحَضْرَةِ الْوَكِيْلِ الْاَوَّلِ نَفَذَ عَلَى الْمُوَكِّلِ الْاَوَّلِ ؛ لِاَنَّهُ حَضَرَهُ رَأْيُهُ فَلَمْ يَكُنْ مُخَالِفًا .

فرمایا کہ جب مؤکل نے کسی معین چیز خریدنے کا وکیل بنایا تو وکیل کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مذکورہ چیز اپنے لئے خرید لائے اس لئے کہ یہ مؤکل کو دھوکہ دینے کا سبب ہے کیونکہ مؤکل نے وکیل پر اعتماد کیا ہے اور اس لئے کہ ایسا کرنے میں وکیل کا اپنے آپ کو معزول کرنا لازم آتا ہے جبکہ مؤکل کی موجودگی کے بغیر وکیل اس کا مالک نہیں ہے جیسا کہا گیا ہے۔ پھر جب ثمن بیان کر دیا گیا ہو اور وکیل نے بیان کردہ ثمن کے خلاف جس سے خریدا یا ثمن متعین نہ ہو لیکن وکیل نے نقود کے علاوہ سے خرید لیا یا وکیل نے دوسرے کو اس کی خریداری کا وکیل بنا دیا اور دوسرے وکیل نے خریدا جبکہ پہلا وکیل غائب تھا تو ان تمام صورتوں میں پہلے وکیل کے لئے ملکیت ثابت ہوگی اس لئے کہ وکیل نے مؤکل کے حکم کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا یہ خریداری اسی پر نافذ ہوگی۔ اور اگر دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں خریدا ہو تو یہ خریداری پہلے مؤکل پر ثابت ہوگی اس لئے جب اس خریداری میں پہلے وکیل کی رائے شامل ہے۔ لہٰذا وہ مؤکل کے امر کی مخالفت کرنے والا نہ ہوا۔

غیر معین غلام خریدنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ : فَاشْتَرٰى عَبْدًا فَهُوَ لِلْوَكِيْلِ اِلَّا اَنْ يَقُوْلَ نَوَيْتُ الشِّرَاءَ لِلْمُوَكِّلِ اَوْ يَشْتَرِيَهُ بِمَالِ الْمُوَكِّلِ) قَالَ : هٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ عَلٰى وُجُوْهٍ : اِنْ اَضَافَ الْعَقْدَ اِلٰى دَرَاهِمِ الْاٰمِرِ كَانَ لِلْاٰمِرِ وَهُوَ الْمُرَادُ عِنْدِيْ بِقَوْلِهِ اَوْ يَشْتَرِيهِ بِمَالِ الْمُوَكِّلِ دُوْنَ النَّقْدِ مِنْ مَالِهِ ؛ لِاَنَّ فِيْهِ تَفْصِيْلًا وَخِلَافًا ، وَهٰذَا بِالْاِجْمَاعِ وَهُوَ مُطْلَقٌ .

وَاِنْ اَضَافَهُ اِلٰى دَرَاهِمِ نَفْسِهِ كَانَ لِنَفْسِهِ حَمْلًا لِحَالِهِ عَلٰى مَا يَحِلُّ لَهُ شَرْعًا اَوْ يَفْعَلُهُ عَادَةً اِذْ الشِّرَاءُ لِنَفْسِهِ بِاِضَافَةِ الْعَقْدِ اِلٰى دَرَاهِمِ غَيْرِهِ مُسْتَنْكَرٌ شَرْعًا وَعُرْفًا .

فرمایا اور جب کسی شخص نے کسی کو غیر متعین غلام خریدنے کے لئے وکیل بنایا پھر وکیل نے ایک غلام خریدا تو وہ وکیل کے لئے ہوگا مگر یہ کہ وکیل یہ کہہ دے کہ میں نے مؤکل کے لئے خریدنے کی نیت کی ہے اور وکیل نے اس کو مؤکل کے مال سے خریدا ہو۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔

اگر وکیل نے عقد کو مؤکل کے دراہم کی طرف منسوب کیا تو وہ مؤکل کے لئے ہوگا اور میرے نزدیک امام قدوری کا یہ قول "او یشتریہ بمال الموکل" سے یہی مراد ہے اور مؤکل کے مال سے ادا کرنا مراد نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تفصیل بھی ہے اور اختلاف بھی

ہے اور یہ حکم متفق علیہ ہے جب کہ مطلق ہے۔

اور اگر وکیل نے عقد کو اپنے دراہم کی طرف منسوب کیا تو وہ عقد وکیل کے لئے ہوگا کیونکہ حال کو ایسی چیز پر محمول کرتے ہوئے جو اس کے لئے شرعاً حلال ہے یا اسے وکیل بطور عادت انجام دیتا ہے۔ اس لئے کہ دوسرے کے دراہم کی طرف عقد کو منسوب کر کے اپنے لئے خریدنا شرعاً بھی ناپسند ہے اور عرفاً بھی برا ہے۔

وکیل کا عقد کو مطلق دراہم کی جانب منسوب کرنے کا بیان

وَاِنْ اَضَافَهُ اِلٰى دَرَاهِمَ مُطْلَقَةٍ، فَاِنْ نَوَاهَا لِلْاٰمِرِ فَهُوَ لِلْاٰمِرِ، وَاِنْ نَوَاهَا لِنَفْسِهِ فَلِنَفْسِهِ ؛ لِاَنَّ لَهُ اَنْ يَعْمَلَ لِنَفْسِهِ وَيَعْمَلَ لِلْاٰمِرِ فِي هٰذَا التَّوْكِيلِ، وَاِنْ تَكَاذَبَا فِي النِّيَّةِ يَحْكُمُ النَّقْدُ بِالْاِجْمَاعِ ؛ لِاَنَّهُ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا، وَاِنْ تَوَافَقَا عَلٰى اَنَّهُ لَمْ تَحْضُرْهُ النِّيَّةُ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : هُوَ لِلْعَاقِدِ ؛ لِاَنَّ الْاَصْلَ اَنَّ كُلَّ اَحَدٍ يَعْمَلُ لِنَفْسِهِ اِلَّا اِذَا ثَبَتَ جَعْلُهُ لِغَيْرِهِ وَلَمْ يَثْبُتْ .

وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يَحْكُمُ النَّقْدُ ؛ لِاَنَّ مَا اَوْقَعَهُ مُطْلَقًا يَحْتَمِلُ الْوَجْهَيْنِ فَيَبْقٰى مَوْقُوفًا، فَمِنْ اَيِّ الْمَالَيْنِ نَقَدَ فَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ الْمُحْتَمَلَ لِصَاحِبِهِ وَلِاَنَّ مَعَ تَصَادُقِهِمَا يَحْتَمِلُ النِّيَّةَ لِلْاٰمِرِ، وَفِيمَا قُلْنَا حَمْلُ حَالِهِ عَلَى الصَّلَاحِ كَمَا فِي حَالَةِ التَّكَاذُبِ . وَالتَّوْكِيلُ بِالْاِسْلَامِ فِي الطَّعَامِ عَلٰى هٰذِهِ الْوُجُوهِ

اور جب وکیل نے عقد کو مطلق دراہم کی طرف منسوب کیا تو اگر اس نے وکیل کے لئے اس کی نیت کی ہو تو عقد مؤکل کے لئے ہوگا اور اگر اس نے اپنے لئے نیت کی تو اس کے اپنے لئے ہوگا اس لئے کہ اس توکیل میں وکیل کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے لئے کام کرے یا مؤکل کے لئے کام کرے اور اگر وکیل اور مؤکل نے نیت میں ایک دوسرے کو جھٹلا دیا تو بالاتفاق ادائیگی کو حکم بنایا جائے گا اس لئے کہ ادائیگی اس پر ظاہری دلیل ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اگر دونوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ شراء کے وقت نیت نہیں تھی تو امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ عقد عاقد کے لئے ہوگا اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ ہر بندہ اپنے لئے کام کرتا ہے مگر یہ کہ اس کام کو دوسرے کے لئے ثابت کرنا ثابت ہو جائے حالانکہ یہ ثابت نہیں ہوا ہے۔

اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس میں بھی اداء کرنے کو حکم بنایا جائے گا اس لئے کہ وکیل نے مطلق جس کام کو انجام دیا ہے وہ دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے لہذا یہ عمل موقوف رہے گا اور وکیل نے جس کے مال سے ثمن ادا کیا ہو تو گویا اس نے یہ احتمال والا کام بھی اسی کے لئے کیا ہوگا اور اس لئے اس کی نیت کے نہ پائے جانے پر دونوں کے اتفاق کر لینے کے باوجود مؤکل کے لئے نیت کا احتمال ہے اور جو کچھ ہم نے کہا ہے اس میں وکیل کے حال کو اصلاح پر محمول کرنا ہے جس طرح ایک دوسرے کی تکذیب میں ہے۔ اور اناج کی بیع سلم کے لئے وکیل بنانا بھی انہیں صورتوں پر ہے۔

حکم دینے والے کے قول کے اعتبار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَمَرَ رَجُلًا بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِاَلْفٍ فَقَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَمَاتَ عِنْدِي وَقَالَ الْاٰمِرُ اشْتَرَيْتَه لِنَفْسِكَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْاٰمِرِ، فَاِنْ كَانَ دَفَعَ اِلَيْهِ الْاَلْفَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمَامُوْرِ) ؛ لِاَنَّ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ اَخْبَرَ عَمَّا لَا يَمْلِكُ اسْتِئْنَافَهُ وَهُوَ الرُّجُوْعُ بِالثَّمَنِ عَلَى الْاٰمِرِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ .وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي هُوَ اَمِيْنٌ يُرِيْدُ الْخُرُوْجَ عَنْ عُهْدَةِ الْاَمَانَةِ فَيُقْبَلُ قَوْلُهُ .

وَلَوْ كَانَ الْعَبْدُ حَيًّا حِيْنَ اخْتَلَفَا، اِنْ كَانَ الثَّمَنُ مَنْقُوْدًا فَالْقَوْلُ لِلْمَامُوْرِ ؛ لِاَنَّهُ اَمِيْنٌ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَنْقُوْدًا فَكَذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ؛ لِاَنَّهُ يَمْلِكُ اسْتِئْنَافَ الشِّرَاءِ فَلَا يُتَّهَمُ فِي الْاِخْبَارِ عَنْهُ .

وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : اَلْقَوْلُ لِلْاٰمِرِ ؛ لِاَنَّهُ مَوْضِعُ تُهْمَةٍ بِاَنْ اشْتَرَاهُ لِنَفْسِهِ، فَاِذَا رَاَى الصَّفْقَةَ خَاسِرَةً اَلْزَمَهَا الْاٰمِرَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الثَّمَنُ مَنْقُوْدًا ؛ لِاَنَّهُ اَمِيْنٌ فِيْهِ فَيُقْبَلُ قَوْلُهُ تَبَعًا لِذٰلِكَ وَلَا ثَمَنَ فِيْ يَدِهِ هٰهُنَا، وَاِنْ كَانَ اَمَرَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِعَيْنِهِ ثُمَّ اخْتَلَفَا وَالْعَبْدُ حَيٌّ فَالْقَوْلُ لِلْمَامُوْرِ سَوَاءٌ كَانَ الثَّمَنُ مَنْقُوْدًا اَوْ غَيْرَ مَنْقُوْدٍ، وَهٰذَا بِالْاِجْمَاعِ ؛ لِاَنَّهُ اَخْبَرَ عَمَّا يَمْلِكُ اسْتِئْنَافَهُ، وَلَا تُهْمَةَ فِيْهِ ؛ لِاَنَّ الْوَكِيْلَ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ لَا يَمْلِكُ شِرَاءَهُ لِنَفْسِهِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ الثَّمَنِ فِيْ حَالِ غَيْبَتِهِ عَلٰى مَا مَرَّ، بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَيَّنِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

📖 کہا جب تو نے اپنے لئے وہ غلام خریدا تھا تو حکم دینے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر حکم دینے والا نے مامور کو ایک ہزار دے دیا ہو تو مامور کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ پہلی صورت میں وکیل نے ایسی چیز کی خبر دی ہے۔ جس کو ایجاد کرنے کا وہ مالک نہ ہے اور وہ مامور سے ثمن واپس لینا ہے حالانکہ ماموراس کا منکر ہے اور منکر کا قول ہی معتبر ہے۔ اور دوسری صورت میں مامور امین ہے اور وہ امانت کی ذمہ داری سے نکلنا چاہتا ہے اس لئے اس کا قول مقبول ہوگا اور اگر حکم دینے والا اور مامور کے اختلاف کے وقت غلام زندہ ہو تو اگر مامور کو ثمن سے دیا گیا ہو تو اس کا قول ہی معتبر ہوگا اس لئے کہ وہ امین ہے اور اگر ثمن نہ دیا گیا ہو تو بھی صاحبین کے نزدیک یہی حکم ہوگا اس لئے کہ مامور نئے سرے سے اس کو خریدنے کا مالک ہے لہذا خرید کی خبر دینے میں وہ متہم نہ ہوگا۔

اور حضرت امام اعظم کے نزدیک حکم دینے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ یہ تہمت کا مقام ہے اسی طریقہ پر مامور نے اپنے لئے خریدا ہو پھر جب مامور نے گھاٹے کا سودا دیکھا تو اسے حکم دینے والا کے سر ڈال دیا اس صورت کے خلاف جب ثمن

دے دیا گیا ہو اس لئے کہ مامور اس سلسلے میں امین ہے کیونکہ اس کے تابع ہو کر اسی کا قول معتبر ہوگا اور یہاں مامور کے قبضہ میں ثمن ہی نہ ہے۔

اور جب حکم دینے والا نے مامور کو کسی معین غلام کو خریدنے کا حکم دیا پھر دونوں میں اختلاف ہوا حالانکہ غلام زندہ ہے تو مامور کا قول معتبر ہوگا چاہے ثمن دے دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو اور یہ حکم متفق ہے اس لئے کہ مامور نے ایسی خبری ہے جس کو وہ نئے سرے سے کرنے کا مالک ہے اور اس میں تہمت بھی نہ ہے اس لئے کہ کسی معین چیز کو خریدنے کا وکیل مؤکل کی عدم موجودگی میں اتنے ہی ثمن میں اس چیز کو اپنے لئے خریدنے کا مالک نہ ہوتا غیر معین کی توکیل کے خلاف جس طرح ہم نے حضرت امام اعظم کی دلیل میں بیان کیا ہے۔

وکالت عن فلاں کے اقرار کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ بِعْنِي هٰذَا الْعَبْدَ لِفُلَانٍ فَبَاعَهُ ثُمَّ اَنْكَرَ اَنْ يَكُوْنَ فُلَانٌ اَمَرَهُ ثُمَّ جَاءَ فُلَانٌ وَقَالَ اَنَا اَمَرْته بِذٰلِكَ فَاِنَّ فُلَانًا يَاْخُذُهُ) ؛ لِاَنَّ قَوْلَهُ السَّابِقَ اِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْوَكَالَةِ عَنْهُ فَلَا يَنْفَعُهُ الْاِنْكَارُ اللَّاحِقُ .

(فَاِنْ قَالَ فُلَانٌ لَمْ آمُرْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ) ؛ لِاَنَّ الْاِقْرَارَ يَرْتَدُّ بِرَدِّهِ (اِلَّا اَنْ يُسَلِّمَهُ الْمُشْتَرِى لَهُ فَيَكُوْنُ بَيْعًا عَنْهُ وَعَلَيْهِ الْعُهْدَةُ) ؛ لِاَنَّهُ صَارَ مُشْتَرِيًا بِالتَّعَاطِي ، كَمَنْ اشْتَرٰى لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ اَمْرِهِ حَتّٰى لَزِمَهُ ثُمَّ سَلَّمَهُ الْمُشْتَرٰى لَهُ ، وَدَلَّتْ الْمَسْاَلَةُ عَلٰى اَنَّ التَّسْلِيمَ عَلٰى وَجْهِ الْبَيْعِ يَكْفِي لِلتَّعَاطِي وَاِنْ لَمْ يُوجَدْ نَقْدُ الثَّمَنِ ، وَهُوَ يَتَحَقَّقُ فِي النَّفِيسِ وَالْخَسِيسِ لِاسْتِتْمَامِ التَّرَاضِيْ وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي الْبَابِ .

اور جس شخص نے کسی دوسرے کو کہا کہ تو اس غلام کو بیچ فلاں کے لئے اور جب اس نے اس کو بیچ دیا تو اس نے انکار کر دیا کہ فلاں نے اس کو حکم دیا ہے پھر فلاں آ گیا اور اس نے کہا کہ میں نے قائل کو حکم دیا تھا تو فلاں اس کو لے لے گا اس لئے کہ قائل کا قول سابق اس کی طرف سے وکالت عن فلاں کا اقرار ہے لہٰذا اس کا انکار لاحق اس کے لئے مفید نہ ہوگا پھر اگر فلاں نے کہا کہ میں نے اس کو حکم نہ دیا تھا تو اس کو غلام لینے کا حق نہ ہوگا اس لئے کہ اقرار اس کے رد کرنے سے رد ہو گیا۔

فرمایا کہ اس صورت میں جب غلام خریدنے والے نے اس کو فلاں کے سپرد کر دیا ہو تو یہ خریدار کی طرف سے بیع ہوگی اور ذمہ داری فلاں پر ہوگی اس لئے کہ تعاطی کے ذریعہ فلاں خریدار ہو گیا ہے جس طرح وہ بندہ جس نے کسی دوسرے کے حکم سے کوئی چیز اس کے لئے خریدی حتی کہ وہ خریدار کے ذمہ لازم ہو گئی پھر جس کے لئے خریدی تھی اس کے سپرد کر دیا اور یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع کے طور پر سپرد کرنا تعاطی کے لئے کافی ہے اگرچہ ثمن کی ادائیگی نہ پائی جائے۔ اور بیع تعاطی نفیس اور خسیس دونوں میں ثابت ہے اس لئے کہ باہمی رضامندی پوری ہے اور بیع کے باب میں یہی معتبر ہے۔

ثمن بتائے بغیر موکل کے لئے خریداری کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَمَرَ رَجُلًا اَنْ يَّشْتَرِيَ لَهُ عَبْدَيْنِ بِاَعْيَانِهِمَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهُ ثَمَنًا فَاشْتَرَى لَهُ اَحَدَهُمَا جَازَ) ؛ لِاَنَّ التَّوْكِيلَ مُطْلَقٌ، وَقَدْ لَا يَتَّفِقُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا فِي الْبَيْعِ (اِلَّا فِيمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ) ؛ لِاَنَّهُ تَوْكِيلٌ بِالشِّرَاءِ، وَهٰذَا كُلُّهُ بِالْاِجْمَاعِ (وَلَوْ اَمَرَهُ بِاَنْ يَشْتَرِيَهُمَا بِاَلْفٍ وَقِيمَتُهُمَا سَوَاءٌ ، فَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنِ اشْتَرَى اَحَدَهُمَا بِخَمْسِمِائَةٍ اَوْ اَقَلَّ جَازَ، وَاِنِ اشْتَرَى بِاَكْثَرَ لَمْ يَلْزَمِ الْاٰمِرَ) ؛ لِاَنَّهُ قَابَلَ الْاَلْفَ بِهِمَا وَقِيمَتُهُمَا سَوَاءٌ فَيُقَسَّمُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ دَلَالَةً، فَكَانَ آمِرًا بِشِرَاءِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِخَمْسِمِائَةٍ ثُمَّ الشِّرَاءُ بِهَا مُوَافَقَةٌ وَبِاَقَلَّ مِنْهَا مُخَالَفَةٌ اِلَى خَيْرٍ وَالزِّيَادَةُ اِلَى شَرٍّ قَلَّتِ الزِّيَادَةُ اَوْ كَثُرَتْ فَلَا يَجُوزُ (اِلَّا اَنْ يَشْتَرِيَ الْبَاقِيَ بِبَقِيَّةِ الْاَلْفِ قَبْلَ اَنْ يَخْتَصِمَا اسْتِحْسَانًا) ؛ لِاَنَّ شِرَاءَ الْاَوَّلِ قَائِمٌ وَقَدْ حَصَلَ غَرَضُهُ الْمُصَرَّحُ بِهِ وَهُوَ تَحْصِيلُ الْعَبْدَيْنِ بِالْاَلْفِ وَمَا ثَبَتَ الِانْقِسَامُ اِلَّا دَلَالَةً وَالصَّرِيحُ يَفُوقُهَا (وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : اِنِ اشْتَرَى اَحَدَهُمَا بِاَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ الْاَلْفِ بِمَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ وَقَدْ بَقِيَ مِنَ الْاَلْفِ مَا يُشْتَرَى بِمِثْلِهِ الْبَاقِي جَازَ) ؛ لِاَنَّ التَّوْكِيلَ مُطْلَقٌ لٰكِنَّهُ يَتَقَيَّدُ بِالْمُتَعَارَفِ وَهُوَ فِيمَا قُلْنَا، وَلٰكِنْ لَا بُدَّ اَنْ يَبْقَى مِنَ الْاَلْفِ بَاقِيَةٌ يُشْتَرَى بِمِثْلِهَا الْبَاقِي لِيُمْكِنَهُ تَحْصِيلُ غَرَضِ الْاٰمِرِ .

فرمایا اور جب کسی بندے نے دوسرے کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے دو معین غلام خریدے اور موکل نے وکیل کو ثمن نہ بتایا پھر وکیل نے موکل کے لئے ان میں سے ایک غلام خریدا تو جائز ہے اس لئے کہ توکیل مطلق ہے لہٰذا وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوگی اور کبھی بیع میں دونوں غلاموں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو پاتا اس صورت کے سوا جس میں لوگ دھوکہ نہ کھاتے ہوں اوس لئے کہ یہ توکیل بہ خرید ہے اور یہ سب متفق علیہ ہے۔

اور اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ ان دونوں غلاموں کو ایک ہزار میں خرید لے اور ان دونوں کی قیمت برابر ہے تو امام صاحب کے نزدیک اگر وکیل نے ان میں سے ایک کو پانچ سو یا اس سے کم میں خریدا تو جائز ہے۔ لیکن اگر پانچ سو سے زیادہ میں خریدا تو اس کی خریداری موکل پر نہ ہوگی اس لئے کہ موکل نے دونوں کو ایک ہزار کا مقابل ٹھہرایا ہے اور ان کی قیمت برابر ہے لہٰذا دلالۃ آدھا آدھا ان دونوں کے درمیان ہوگا اور موکل ان میں سے ہر ایک کو پانچ سو میں خریدنے کا حکم دینے والا ہوگا اس لئے پانچ سو میں خریدنے میں موافقت ہے اور پانچ سو سے کم میں خریدنا خیر کی طرف مخالفت ہے جب کہ اس سے زیادہ میں خریدنا شر کی طرف مخالفت ہے اور زیادتی کم ہو یا زیادہ ہو ہر صورت میں جائز نہ ہے مگر یہ کہ خصومت کرنے سے پہلے دوسرے غلام کو بقیہ الف کے بدلے خرید لے تو استحسانا جائز ہے اس لئے کہ پہلے غلام کی خریداری موجود ہے اور موکل کے جس مقصد کی صراحت کی گئی تھی وہ

مقصد بھی حاصل ہو چکا ہے۔یعنی ایک ہزار کے بدلے دونوں غلاموں کو خریدنا حاصل ہو چکا ہے اور تقسیم دلالۃ ثابت ہوئی تھی حالانکہ کہ صراحت دلالت پر فائق ہے۔

صاحبین نے فرمایا کہ اگر وکیل نے ان میں سے ایک غلام کو ایک ہزار کے آدھے سے اتنی زیادہ قیمت میں خریدا جس میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہوں اور ایک ہزار میں سے اتنا باقی ہے جس کی مثل میں دوسرا غلام خریدا جا سکتا ہے تو جائز ہے کیونکہ وکیل مطلق ہے لیکن وہ متعارف کے ساتھ مقید ہے اور متعارف اسی میں ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک ہزار میں سے اتنی رقم باقی ہو جس کے مثل کے عوض دوسرا غلام خریدا جا سکتا ہو کہ وکیل کے لئے مؤکل کی غرض کو حاصل کرنا ممکن ہو۔

قرض کے بدلے غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ عَلٰى آخَرَ اَلْفُ دِرْهَمٍ فَاَمَرَهُ اَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا هٰذَا الْعَبْدَ فَاشْتَرَاهُ جَازَ) ؛ لِاَنَّ فِي تَعْيِينِ الْمَبِيعِ تَعْيِينَ الْبَائِعِ ؛ وَلَوْ عَيَّنَ الْبَائِعَ يَجُوزُ عَلٰى مَا نَذْكُرُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

فرمایا اور جب کسی بندے کے کسی شخص پر ایک ہزار دراہم قرض ہوں اور قرض خواہ نے قرض دار کو حکم دیا کہ اس الف کے بدلے غلام خریدلے پس اس نے خرید لیا تو یہ جائز ہے اس لئے کہ مبیع کو متعین کرنے میں بیچنے والے کی بھی تعیین ہے۔اور اگر حکم دینے والا بیچنے والے کو متعین کرتا تو جائز ہوتا جس طرح ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

قرض کے بدلے غیر معین غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اَمَرَهُ اَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا عَبْدًا بِغَيْرِ عَيْنِهِ فَاشْتَرَاهُ فَمَاتَ فِي يَدِهِ قَبْلَ اَنْ يَقْبِضَهُ الْاٰمِرُ مَاتَ مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِي، وَاِنْ قَبَضَهُ الْاٰمِرُ فَهُوَ لَهُ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا : هُوَ لَازِمٌ لِلْاٰمِرِ اِذَا قَبَضَهُ الْمَاْمُورُ) وَعَلٰى هٰذَا اِذَا اَمَرَهُ اَنْ يُسَلِّمَ مَا عَلَيْهِ اَوْ يَصْرِفَ مَا عَلَيْهِ .

لَهُمَا اَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ لَا يَتَعَيَّنَانِ فِي الْمُعَاوَضَاتِ دَيْنًا كَانَتْ اَوْ عَيْنًا، اَلَا يُرٰى اَنَّهُ لَوْ تَبَايَعَا عَيْنًا بِدَيْنٍ ثُمَّ تَصَادَقَا اَنْ لَا دَيْنَ لَا يَبْطُلُ الْعَقْدُ فَصَارَ الْاِطْلَاقُ وَالتَّقْيِيدُ فِيهِ سَوَاءٌ فَيَصِحُّ التَّوْكِيلُ وَيَلْزَمُ الْاٰمِرَ ؛ لِاَنَّ يَدَ الْوَكِيلِ كَيَدِهِ .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهَا تَتَعَيَّنُ فِي الْوَكَالَاتِ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ قَيَّدَ الْوَكَالَةَ بِالْعَيْنِ مِنْهَا اَوْ بِالدَّيْنِ مِنْهَا ثُمَّ اسْتَهْلَكَ الْعَيْنَ اَوْ اَسْقَطَ الدَّيْنَ بَطَلَتْ الْوَكَالَةُ، وَاِذَا تَعَيَّنَتْ كَانَ هٰذَا تَمْلِيكُ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ مِنْ دُونِ اَنْ يُوَكِّلَهُ بِقَبْضِهِ وَذٰلِكَ لَا يَجُوزُ، كَمَا اِذَا اشْتَرٰى بِدَيْنٍ عَلٰى غَيْرِ الْمُشْتَرِي اَوْ يَكُونُ اَمْرًا بِصَرْفِ مَا لَا يَمْلِكُهُ اِلَّا بِالْقَبْضِ قَبْلَهُ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ كَمَا اِذَا قَالَ اَعْطِ مَالِي عَلَيْكَ مَنْ شِئْتَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا عَيَّنَ الْبَائِعَ ؛ لِاَنَّهُ يَصِيرُ وَكِيلًا عَنْهُ

فِي الْقَبْضِ ثُمَّ يَتَمَلَّكُهُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا أَمَرَهُ بِالتَّصَدُّقِ ؛ لِأَنَّهُ جَعَلَ الْمَالَ لِلّٰهِ وَهُوَ مَعْلُومٌ . وَإِذَا لَمْ يَصِحَّ التَّوْكِيلُ نَفَذَ الشِّرَاءُ عَلَى الْمَأْمُورِ فَيَهْلِكُ مِنْ مَالِهِ إِلَّا إِذَا قَبَضَهُ الْآمِرُ مِنْهُ لِانْعِقَادِ الْبَيْعِ تَعَاطِيًا .

اور جب قرض خواہ نے قرض دار کو حکم دیا کہ وہ اس دین کے بدلے غیر معین غلام خرید لے پس اس نے خرید لیا اور وہ غلام اس قرض دار کے پاس مر گیا قرض خواہ کے قبضہ کرنے سے پہلے تو وہ خریدار کے مال سے مرا ہے۔ اور اگر حکم دینے والا نے اس پر قبضہ کر لیا ہو تو وہ اسی کا ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم کے نزدیک ہے۔

صاحبین کے نزدیک وہ حکم دینے والا پر لازم ہوگا اگر مامور نے اس پر قبضہ کر لیا ہو اور اسی بنا پر اختلاف ہے اس میں جب قرض خواہ نے یہ کہا ہو قرض دار کو کہ جو کچھ تم پر ہے اس کی بیع سلم کر لے یا بیع صرف کر لے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ معاوضات میں دراہم اور دنانیر متعین نہ ہوتے چاہے وہ عین ہو یا دین ہو۔ کیا آپ دیکھتے نہ کہ جب دو بندوں نے ایک مال عین کو دین کے بدلے بیچا پھر دونوں نے اتفاق کر لیا کہ دین نہ تھا تو عقد ختم نہ ہوگا۔ لہٰذا اس میں اطلاق اور تقیید دونوں برابر ہو گئے اس لئے توکیل صحیح ہو گیا اور عقد حکم دینے والا پر لازم ہوگا اس لئے کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کے قبضہ کی طرح ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر وکالات میں متعین ہوتے ہیں کیا آپ نے دیکھا نہ کہ جب مؤکل نے دراہم اور دنانیر میں سے عین یا دین کے ساتھ وکالت کو مقید کیا پھر عین کو ہلاک کر دیا یا دین کو ختم کر دیا تو وکالت باطل ہو جائے گی۔ لہٰذا جب وکالت میں دراہم اور دنانیر متعین ہوئے تو یہ قرض دار کو قبضہ کرنے کا وکیل بنایا اس کے علاوہ دین کا مالک کرتا ہوا حالانکہ یہ جائز نہ ہے۔

جس طرح کہ جب کسی بندے نے ایسے دین کے بدلے کوئی چیز خریدی جو دین خریدار کے علاوہ پر ہے یا ایسے مال کو صرف کرنے کا حکم دیا جس کا وہ مالک نہ ہے مگر یہ کہ حکم دینے سے پہلے وہ اس پر قبضہ کر لے اور وہ بھی باطل ہے جیسے اس صورت میں جب کہا کہ میرا جو مال تم پر باقی ہے تم جس کو چاہو وہ دے دو۔ اس صورت کے خلاف جب مؤکل نے بیچنے والے کو متعین کر دیا ہو اس لئے کہ بیچنے والا مؤکل کی طرف سے قبضہ کرنے کا وکیل ہوگا پھر وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس صورت کے خلاف جب مؤکل نے قرض دار کو وہ مال صدقہ کرنے کا حکم دیا ہو اس لئے کہ مالک نے اللہ کے لئے وہ مال وقف کر دیا اور وہ معلوم بھی ہے اور جب توکیل صحیح نہ ہوئی تو خرید وکیل پر نافذ ہو گیا اور غلام اس کے مال سے ہی ہلاک ہوگا مگر جب مؤکل وکیل کی طرف سے قبضہ کر لے اس لئے کہ بیع تعاطی واقع ہو گئی ہے۔

وکالت کی خریداری میں وکیل کے قول کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى آخَرَ أَلْفًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا جَارِيَةً فَاشْتَرَاهَا فَقَالَ الْآمِرُ اشْتَرَيْتَهَا بِخَمْسِمِائَةٍ .

وَقَالَ الْمَامُوْرُ اشْتَرَيْتُهَا بِأَلْفٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمَامُوْرِ) وَمُرَادُهُ إِذَا كَانَتْ تُسَاوِي أَلْفًا ؛ لِأَنَّهُ أَمِينٌ فِيهِ وَقَدْ ادَّعَى الْخُرُوجَ عَنْ عُهْدَةِ الْأَمَانَةِ وَالْآمِرُ يَدَّعِي عَلَيْهِ ضَمَانَ خَمْسِمِائَةٍ وَهُوَ يُنْكِرُ، فَإِنْ كَانَتْ تُسَاوِي خَمْسَمِائَةٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْآمِرِ ؛ لِأَنَّهُ خَالَفَ حَيْثُ اشْتَرَى جَارِيَةً تُسَاوِي خَمْسَمِائَةٍ وَالْأَمْرُ تَنَاوَلَ مَا يُسَاوِي أَلْفًا فَيَضْمَنُ .

فرمایا اور جب ایک بندے نے دوسرے کو ایک ہزار درہم دیئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ ان دراہم کے ساتھ ایک باندی خریدے پس وکیل نے باندی خرید لی پس موکل نے کہا کہ تم نے اس کو پانچ سو میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو ہزار میں خریدا ہے تو وکیل کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور ماتن کی مراد یہ ہے کہ جب باندی ایک ہزار کی مالیت کے برابر ہو اس لئے کہ ماموراس سلسلے میں امین ہے اور اس نے امانت کے عہدہ سے بری ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور حکم دینے والا اس پر پانچ سو کی ضمان کا دعویٰ کررہا ہے حالانکہ ماموراس کا منکر ہے۔لیکن اگر وہ باندی پانچ سو کی مالیت کے برابر ہوتو حکم دینے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ مامور نے حکم دینے والا کے قول کی مخالفت کی ہے اس لئے کہ اس نے ایسی باندی خریدی ہے جو پانچ سو کی مالیت کے برابر ہے جب کہ موکل کا قول ایسی باندی کو شامل ہے جو ایک ہزار کی مالیت کے برابر ہو اس لئے وکیل ضامن ہوگا۔

مامور کے دراہم نہ دینے میں موکل کے قول کا اعتبار

قَالَ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَفَعَ إِلَيْهِ الْأَلْفَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْآمِرِ) أَمَّا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهَا خَمْسَمِائَةٍ فَلِلْمُخَالَفَةِ وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهَا أَلْفًا فَمَعْنَاهُ أَنَّهُمَا يَتَحَالَفَانِ ؛ لِأَنَّ الْمُوَكِّلَ وَالْوَكِيلَ فِي هٰذَا يَنْزِلَانِ مَنْزِلَةَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي وَقَدْ وَقَعَ الِاخْتِلَافُ فِي الثَّمَنِ وَمُوجِبُهُ التَّحَالُفُ . ثُمَّ يُفْسَخُ الْعَقْدُ الَّذِي جَرَى بَيْنَهُمَا فَتَلْزَمُ الْجَارِيَةُ الْمَامُوْرَ .

فرمایا اور جب حکم دینے والے نے مامور کو ایک ہزار درہم نہ دئے ہوں تو اس وقت حکم دینے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا لیکن جب باندی کی قیمت پانچ سو دراہم ہو تو مخالفت کی وجہ سے اور اگر اس کی قیمت ہزار درہم ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ وکیل اور موکل دونوں قسم کھائیں گے اس لئے کہ اس میں وکیل اور موکل بیچنے والا اور خریدار کے درجہ میں ہیں اور ثمن میں اختلاف ہوا ہے جس کا موجب باہمی قسم کھانا ہے پھر وہ عقد جو وکیل اور موکل کے درمیان جاری ہوا ہے وہ فسخ ہو جائے گا اور باندی مامور کے ذمہ لازم ہوگی۔

تصدیق بیچنے والا سے موکل و وکیل سے سقوط حلف کا بیان

قَالَ (وَلَوْ أَمَرَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ لَهُ هٰذَا الْعَبْدَ وَلَمْ يُسَمِّ لَهُ ثَمَنًا فَاشْتَرَاهُ فَقَالَ الْآمِرُ اشْتَرَيْتَهُ بِخَمْسِمِائَةٍ وَقَالَ الْمَامُوْرُ بِأَلْفٍ وَصَدَّقَ الْبَائِعُ الْمَامُوْرَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمَامُوْرِ مَعَ يَمِينِهِ) قِيلَ لَا تَحَالُفَ هٰهُنَا ؛ لِأَنَّهُ ارْتَفَعَ الْخِلَافُ بِتَصْدِيقِ الْبَائِعِ، إِذْ هُوَ حَاضِرٌ وَفِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى

هُوَ غَائِبٌ، فَاعْتُبِرَ الِاخْتِلَافُ، وَقِيْلَ يَتَحَالَفَانِ كَمَا ذَكَرْنَا، وَقَدْ ذَكَرَ مُعْظَمَ يَمِيْنِ التَّحَالُفِ وَهُوَ يَمِيْنُ الْبَائِعِ وَالْبَائِعُ بَعْدَ اسْتِيْفَاءِ الثَّمَنِ اَجْنَبِيٌّ عَنْهُمَا وَقَبْلَهُ اَجْنَبِيٌّ عَنِ الْمُوَكِّلِ اِذْ لَمْ يَجْرِ بَيْنَهُمَا بَيْعٌ فَلَا يُصَدَّقُ عَلَيْهِ فَيَبْقَى الْخِلَافُ، وَهٰذَا قَوْلُ الْاِمَامِ اَبِيْ مَنْصُوْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ اَظْهَرُ .

فرمایا اور جب مؤکل نے وکیل کو حکم دیا کہ اس کے لئے یہ غلام خرید لے اور مؤکل نے وکیل سے ثمن بیان نہ کیا ہو پھر مؤکل نے کہا کہ تم نے اس کو پانچ سو درہم میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو ایک ہزار درہم میں خریدا ہے اور بیچنے والے نے وکیل کی تصدیق کردی تو وکیل کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہا گیا کہ یہاں قسم نہ ہوگی۔ اس لئے کہ بیچنے والے کی تصدیق سے اختلاف ختم ہوگیا اس لئے کہ بیچنے والا حاضر ہے اور پہلے مسئلے میں غائب تھا اس لئے اختلاف کا اعتبار کیا گیا دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں قسم کھائیں گیا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور امام محمد نے تحالف میں جو سب سے بڑی قسم بیان کی ہے وہ بیچنے والے کی قسم ہے اور ثمن لینے کے بعد بیچنے والا دونوں اجنبی ہے جب کہ ثمن لینے سے پہلے مؤکل سے اجنبی ہے اس لئے کہ مؤکل اور بیچنے والا کے درمیان پہلے بیع جاری نہ ہوئی ہے لہٰذا مؤکل کے خلاف اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اس لئے کہ اختلاف باقی رہا اور یہ قول ابومنصور ماتریدی کا ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

فَصْلٌ فِی التَّوْکِیلِ بِشِرَاءِ نَفْسِ الْعَبْدِ

یہ فصل نفس غلام کی خریداری میں توکیل کے بیان میں ہے

فصل نفس غلام کی توکیل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی غلام نے اپنے آپ کو اپنے آقا سے خریدا تو یہ بھی ایک قسم کی خریداری ہے۔ اور یہ قسم فصل فی بیع کے سوا ایک الگ نوع رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کو ایک مستقل فصل میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے مؤخر ہونے کا سبب ظاہر ہے کیونکہ یہ بیع شاذ و نادر ہی واقع ہوتی ہے۔ اسی سبب سے اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، کتاب وکالت)

غلام کا اپنے آپ کو آقا سے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لِرَجُلٍ : اشْتَرِ لِي نَفْسِي مِنَ الْمَوْلٰى بِأَلْفٍ وَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، فَإِنْ قَالَ الرَّجُلُ لِلْمَوْلٰى : اشْتَرَيْته لِنَفْسِهِ فَبَاعَهُ عَلٰى هٰذَا فَهُوَ حُرٌّ وَالْوَلَاءُ لِلْمَوْلٰى) ؛ لِأَنَّ بَيْعَ نَفْسِ الْعَبْدِ مِنْهُ إِعْتَاقٌ وَشِرَاءُ الْعَبْدِ نَفْسَهُ قَبُولُ الْإِعْتَاقِ بِبَدَلٍ وَالْمَأْمُورُ سَفِيرٌ عَنْهُ إِذْ لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ الْحُقُوقُ فَصَارَ كَأَنَّهُ اشْتَرٰى بِنَفْسِهِ، وَإِذَا كَانَ إِعْتَاقًا أَعْقَبَ الْوَلَاءَ (وَإِنْ لَمْ يُعَيِّنْ لِلْمَوْلٰى فَهُوَ عَبْدٌ لِلْمُشْتَرِي) لِأَنَّ اللَّفْظَ حَقِيقَةٌ لِلْمُعَاوَضَةِ وَأَمْكَنَ الْعَمَلُ بِهَا إِذَا لَمْ يُعَيِّنْ فَيُحَافَظُ عَلَيْهَا. بِخِلَافِ شِرَاءِ الْعَبْدِ نَفْسَهُ ؛ لِأَنَّ الْمَجَازَ فِيهِ مُتَعَيِّنٌ، وَإِذَا كَانَ مُعَاوَضَةً يَثْبُتُ الْمِلْكُ لَهُ (وَالْأَلْفُ لِلْمَوْلٰى) ؛ لِأَنَّهُ كَسْبُ عَبْدِهِ (وَعَلَى الْمُشْتَرِي أَلْفٌ مِثْلُهُ) ثَمَنًا لِلْعَبْدِ فَإِنَّهُ فِي ذِمَّتِهِ حَيْثُ لَمْ يَصِحَّ الْأَدَاءُ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِشِرَاءِ الْعَبْدِ مِنْ غَيْرِهِ حَيْثُ لَا يُشْتَرَطُ بَيَانُهُ ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَيْنِ هُنَاكَ عَلٰى نَمَطٍ وَاحِدٍ، وَفِي الْحَالَيْنِ الْمُطَالَبَةُ تَتَوَجَّهُ نَحْوَ الْعَاقِدِ، أَمَّا هَاهُنَا فَأَحَدُهُمَا إِعْتَاقٌ مُعْقِبٌ لِلْوَلَاءِ وَلَا مُطَالَبَةَ عَلَى الْوَكِيلِ وَالْمَوْلٰى عَسَاهُ لَا يَرْضَاهُ وَيَرْغَبُ فِي الْمُعَاوَضَةِ الْمَحْضَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَيَانِ

فرمایا کہ جب غلام نے کسی شخص سے کہا کہ تم ایک ہزار کے بدلے مجھے میرے آقا سے خرید لو اور غلام نے اس شخص کو

ایک ہزار دے دیا پھر اگر اس شخص نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اس کے نفس کے لئے خریدا ہے اور آقا نے اس کو اس شرط پر فروخت کر دیا تو وہ آزاد ہے اور ولاء آقا کے لئے ہوگی اسلئے کہ غلام کے ہاتھ نفس غلام کو بیچنا اعتاق ہے۔ اور غلام کا اپنے آپ کو خریدنا بدل کے ساتھ اعتاق کو قبول کرنا ہے۔ اور وکیل غلام کی طرف سے سفیر محض ہے اس لئے کہ وکیل پر حقوق عود نہیں کرتے۔ لہٰذا یہ اس طرح ہو گیا جیسے غلام نے بذات خود خریدا ہو اور جب یہ اعتاق ہے تو اس کے بعد ولاء کا ثبوت ہوگا۔

اور جب وکیل نے آقا سے بیان نہ کیا ہو تو وہ غلام خریدار کے لئے ہوگا اس لئے کہ لفظ معاوضہ کے لئے حقیقت شرط ہے اور حقیقت پر عمل کرنا ممکن بھی ہے۔ جب وکیل نے بیان نہیں کیا ہے لہٰذا اس کی محافظت کی جائے گی غلام کو اپنی ذات کو خریدنے کے خلاف اس لئے کہ اس میں مجاز متعین ہے اور جب یہ شراء معاوضہ ہے تو خریدار کے لئے ملکیت ثابت ہو جائے گی اور ایک ہزار روپیہ آقا کے لئے ہوگا اس لئے کہ وہ اس کے غلام کی کمائی ہیاور خریدار پر ایک ہزار اس غلام کے مثل غلام کا ثمن لازم ہوگا اس لئے کہ ثمن خریدار کے ذمہ باقی ہے اس لئے کہ اس کی ادائیگی صحیح نہیں ہوئی غلام کے سوا دوسرے کی طرف سے شراء عقد کے خلاف اس لئے کہ اس میں وکیل کا بیان کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ یہاں دونوں عقد ایک ہی طرز پر ہیں اور دونوں عقدوں میں سے ایک اعتاق ہے جو بعد میں ولاء کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور وکیل پر کوئی مطالبہ نہیں ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ آقا اس پر راضی نہ ہو اور صرف معاوضہ میں راغب ہو اس لئے کہ وضاحت ضروری ہے۔

کسی دوسرے کے لئے اپنے آپ کو خریدنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدٍ اشْتَرِ لِي نَفْسَكَ مِنْ مَوْلَاكَ فَقَالَ لِمَوْلَاهُ بِعْنِي نَفْسِي لِفُلَانٍ بِكَذَا فَفَعَلَ فَهُوَ لِلْآمِرِ) ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ يَصْلُحُ وَكِيلًا عَنْ غَيْرِهِ فِي شِرَاءِ نَفْسِهِ ؛ لِأَنَّهُ أَجْنَبِيٌّ عَنْ مَالِيَّتِهِ، وَالْبَيْعُ يَرِدُ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ مَالٌ إلَّا أَنَّ مَالِيَّتَهُ فِي يَدِهِ حَتَّى لَا يَمْلِكَ الْبَائِعُ الْحَبْسَ بَعْدَ الْبَيْعِ فَإِذَا أَضَافَهُ إلَى الْآمِرِ صَلَحَ فِعْلُهُ امْتِثَالًا فَيَقَعُ .

الْعَقْدُ لِلْآمِرِ .

(وَإِنْ عَقَدَ لِنَفْسِهِ فَهُوَ حُرٌّ) ؛ لِأَنَّهُ إعْتَاقٌ وَقَدْ رَضِيَ بِهِ الْمَوْلَى دُونَ الْمُعَاوَضَةِ، وَالْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ وَكِيلًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَلَكِنَّهُ أَتَى بِجِنْسِ تَصَرُّفٍ آخَرَ وَفِي مِثْلِهِ يَنْفُذُ عَلَى الْوَكِيلِ (وَكَذَا لَوْ قَالَ بِعْنِي نَفْسِي وَلَمْ يَقُلْ لِفُلَانٍ فَهُوَ حُرٌّ) ؛ لِأَنَّ الْمُطْلَقَ يَحْتَمِلُ الْوَجْهَيْنِ فَلَا يَقَعُ امْتِثَالًا بِالشَّكِّ فَيَبْقَى التَّصَرُّفُ وَاقِعًا لِنَفْسِهِ .

اور اسی طرح جب کسی شخص نے غلام کو کہا کہ تو میرے لئے اپنے آقا سے اپنے آپ کو خرید لے پس غلام نے اپنے آقا سے کہا کہ مجھے فلاں کے لئے اتنے میں بیچ دو اس پر آقا نے غلام کو بیچ دیا تو وہ غلام حکم دینے والے کے لئے ہوگا اس لئے کہ غلام اپنے آپ کی خریداری میں دوسرے کے لئے وکیل ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ اپنی مالیت سے اجنبی ہے اور غلام پر مال ہونے کی حیثیت

سے بیع وارد ہوتی ہے لیکن غلام کی مالیت اس کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ عقد بیع کے بعد ثمن وصول کرنے کے لئے بیچنے والا غلام کو روکنے کا مالک نہیں رہتا پھر جب غلام نے عقد کو حکم دینے والے کی طرف منسوب کر دیا تو اس کا فعل حکم کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھے گا اس لئے کہ یہ عقد مؤکل کے لئے واقع ہوگا۔

اور جب غلام نے اپنے لئے عقد کیا تو وہ آزاد ہے اس لئے کہ یہ اعتاق ہے اور آقا اعتاق پر راضی بھی ہے معاوضہ پر راضی نہیں ہے اور اگرچہ یہ غلام عبد معین کو خریدنے کا وکیل ہے لیکن اس نے جنس آخر کا تصرف انجام دیا ہے اور ایسی صورت میں وکیل پر تصرف نافذ ہوگا۔

اور اسی طرح جب غلام نے کہا کہ مجھے میرے ہاتھ بیچ دو لفلاں نہیں کہا تو بھی آزاد ہوگا اس لئے کہ کلام مطلق ہے اور دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا زیادہ شک ہونے کی وجہ سے یہ تعمیل حکم نہیں ہوگا اور اپنی ذات کے لئے تصرف باقی رہ جائے گا۔

مکاتبت کے ذریعے آزادی خریدنے کا استدلال

حضرت ابراہیم نخعی نے ایسی صورت کے بارے میں فتویٰ دیا ہے۔ جس میں ایک شخص نے اپنی ام ولد کی شادی اپنے غلام سے کر دی تھی اور پھر اس غلام میں سے اس کی اولاد بھی پیدا ہوگئی تھی۔ انہوں نے کہا، "وہ اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے۔ جب تک وہ غلامی کی حالت میں رہے گی، یہ بھی غلام رہیں گے اور جب وہ مکمل آزاد ہو جائے گی تو یہ بھی آزاد ہو جائیں گے۔ جب ماں کا آقا فوت ہوگا تو یہ سب کے سب آزاد ہو جائیں گے۔

اس معاملے میں بھی کسی مرفوع حدیث کے نہ پائے جانے کا سبب بنیادی طور پر یہی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں پیش نہیں آیا جس میں کسی غلام یا لونڈی کے مالک نے ان کے بچوں کو آزاد کرنے سے انکار کیا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اس اصول کو مان لیا گیا ہے کہ غلاموں کے نابالغ بچے اپنے والدین کے تابع ہی ہوں گے۔ اگر ان بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے ان کے والدین آزاد نہیں ہو پاتے، جس کا امکان عہد رسالت ﷺ میں بہت ہی کم تھا، تو ان بچوں کو خود یہ اختیار حاصل ہو جائے گا کہ یہ مکاتبت کے ذریعے اپنی آزادی خرید سکیں۔

فَصْلٌ فِی الْبَیْعِ

﴿یہ فصل توکیل بہ بیع کے بیان میں ہے﴾

فصل توکیل بہ بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے جب بیع وشراء کی مختلف اقسام کو ذکر کر دیا ہے تو اب یہاں سے بیع میں وکالت کرنے سے متعلق احکام کو بیان کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے خریداری کے احکام کو بیان کیا ہے کیونکہ خریداری کے سبب مبیع حاصل ہوا کرتی ہے جبکہ بیع میں ازالہ کا معنی مقصود ہوتا ہے کیونکہ اس کے سبب مبیع کو اپنی ملکیت سے ختم کیا جاتا ہے اور یہ اصول ہے کہ اثبات ہمیشہ ازالہ سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۱، ص ۱۶۴، بیروت)

وکیل بہ بیع وشراء کے لئے عدم جواز والے عقد کا بیان

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَعْقِدَ مَعَ أَبِيهِ وَجَدِّهِ وَمَنْ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَا: يَجُوزُ بَيْعُهُ مِنْهُمْ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ إِلَّا مِنْ عَبْدِهِ أَوْ مُكَاتَبِهِ) لِأَنَّ التَّوْكِيلَ مُطْلَقٌ وَلَا تُهْمَةَ إِذْ الْأَمْلَاكُ مُتَبَايِنَةٌ وَالْمَنَافِعُ مُنْقَطِعَةٌ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ؛ لِأَنَّهُ بَيْعٌ مِنْ نَفْسِهِ؛ لِأَنَّ مَا فِي يَدِ الْعَبْدِ لِلْمَوْلَى وَكَذَا لِلْمَوْلَى حَقٌّ فِي كَسْبِ الْمُكَاتَبِ وَيَنْقَلِبُ حَقِيقَةً بِالْعَجْزِ. وَلَهُ أَنَّ مَوَاضِعَ التُّهْمَةِ مُسْتَثْنَاةٌ عَنْ الْوَكَالَاتِ، وَهَذَا مَوْضِعُ التُّهْمَةِ بِدَلِيلِ عَدَمِ قَبُولِ الشَّهَادَةِ وَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ بَيْنَهُمْ مُتَّصِلَةٌ فَصَارَ بَيْعًا مِنْ نَفْسِهِ مِنْ وَجْهٍ، وَالْإِجَارَةُ وَالصَّرْفُ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ.

فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک وکیل بہ بیع اور وکیل بہ شراء کے لئے نہ تو اپنے باپ دادا کے ساتھ عقد کرنا جائز ہے اور نہ ہی اس بندے کے ساتھ جائز ہے جس کی گواہی اس کے حق میں قبول کی جاتی ہو۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ مثل قیمت پر ان لوگوں کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے لیکن اپنے غلام اور مکاتب سے بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ توکیل مطلق ہے اور تہمت معدوم ہے اس لئے کہ املاک جدا جدا ہیں اور نفع ختم ہونے والا ہے۔ اس غلام کے اس لئے کہ یہ اپنے آپ کو فروخت کرنا ہے اس لئے کہ جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ آقا کا ہے نیز مکاتب کی کمائی میں بھی آقا کا حق ہے اور وہ مکاتب کے عاجز ہونے کی وجہ سے حقیقت ملک میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ مواضع تہمت وکالتوں سے مستثنیٰ ہے اور یہ بھی مقام تہمت ہے۔ اس دلیل کے سبب کہ ان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی اور اس لئے کہ ان کے درمیان منافع ملے ہوئے ہیں لہٰذا یہ من وجہ اپنے آپ سے بیع ہوگی اور عقد اجارہ اور عقد صرف بھی اسی اختلاف پر ہے۔

وکیل بہ بیع کے لئے ثمن قلیل وکثیر کے جواز کا بیان

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ يَجُوزُ بَيْعُهُ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ وَالْعَرَضِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَا: لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ بِنُقْصَانٍ لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ، وَلَا يَجُوزُ اِلَّا بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ) ؛ لِاَنَّ مُطْلَقَ الْاَمْرِ يَتَقَيَّدُ بِالْمُتَعَارَفِ ؛ لِاَنَّ التَّصَرُّفَاتِ لِدَفْعِ الْحَاجَاتِ فَتَتَقَيَّدُ بِمَوَاقِعِهَا، وَالْمُتَعَارَفُ الْبَيْعُ بِثَمَنِ الْمِثْلِ وَبِالنُّقُودِ وَلِهٰذَا يَتَقَيَّدُ التَّوْكِيلُ بِشِرَاءِ الْفَحْمِ وَالْجَمْدِ وَالْاُضْحِيَّةِ بِزَمَانِ الْحَاجَةِ، وَلِاَنَّ الْبَيْعَ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ بَيْعٌ مِنْ وَجْهٍ هِبَةٌ مِنْ وَجْهٍ، وَكَذَا الْمُقَايَضَةُ بَيْعٌ مِنْ وَجْهٍ شِرَاءٌ مِنْ وَجْهٍ فَلَا يَتَنَاوَلُهُ مُطْلَقُ اسْمِ الْبَيْعِ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُهُ الْاَبُ وَالْوَصِيُّ.

وَلَهُ اَنَّ التَّوْكِيلَ بِالْبَيْعِ مُطْلَقٌ فَيَجْرِي عَلٰى اِطْلَاقِهِ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ التُّهْمَةِ، وَالْبَيْعُ بِالْغَبْنِ اَوْ بِالْعَيْنِ مُتَعَارَفٌ عِنْدَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ اِلَى الثَّمَنِ وَالتَّبَرُّمِ مِنَ الْعَيْنِ، وَالْمَسَائِلُ مَمْنُوعَةٌ عَلٰى قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلٰى مَا هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْهُ وَاَنَّهُ بَيْعٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، حَتّٰى اَنَّ مَنْ حَلَفَ لَا يَبِيعُ يَحْنَثُ بِهِ، غَيْرَ اَنَّ الْاَبَ وَالْوَصِيَّ لَا يَمْلِكَانِهِ مَعَ اَنَّهُ بَيْعٌ ؛ لِاَنَّ وِلَايَتَهُمَا نَظَرِيَّةٌ وَلَا نَظَرَ فِيهِ، وَالْمُقَايَضَةُ شِرَاءٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ وَبَيْعٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ لِوُجُودِ حَدِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا.

فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک وکیل بہ بیع کے لئے ثمن قلیل ثمن کثیر اور سامان کے بدلے بیچنا جائز ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ ایسے نقصان کے ساتھ اس کا فروخت کرنا جس میں لوگ غبن نہ اٹھائیں جائز نہیں ہے نیز دراہم اور دنانیر کے سوا کسی دوسرے عوض سے بیچنا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ مطلق امر متعارف کے ساتھ مقید ہوتا ہے اس لئے کہ تصرفات حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے جائز ہوتا ہے لہٰذا مطلق امر مواقع حاجت کے ساتھ مقید ہوگا اور متعارف ثمن مثل اور نقود کے ساتھ بیچنا ہے اس لئے کوئلہ، برف اور قربانی کا جانور خریدنے کی توکیل زمان حاجت کے ساتھ مقید ہے اور اس لئے کہ غبن فاحش کے ساتھ بیچنا من وجہ بیع ہے اور من وجہ بیع ہبہ ہے نیز سامان کے بدلے سامان کی بیع بھی من وجہ ہے اور من وجہ شراء ہے لہٰذا مطلق اسم بیع اس کو شامل نہیں ہوگا اس لئے باپ اور وصی غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنے کے مالک نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ توکیل بالبیع مطلق ہے لہٰذا مقام تہمت کے سوا میں وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوگی اور غبن فاحش اور سامان کے بدلے بیع کرنا اس وقت متعارف ہے جب ثمن کی شدید ضرورت ہو اور سامان سے اکتاہٹ ہوگئی ہو اور یہ مسائل امام اعظم کے قول پر ممنوع ہیں جس طرح ان سے مروی ہے اور غبن فاحش کے ساتھ بیچنا من کل وجہ بیع ہے یہاں تک کہ اگر

کسی نے قسم کھائی کہ وہ نہیں بیچے گا تو غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنے سے حانث ہو جائے گا تاہم باپ اور وصی اس کے مالک نہیں ہیں حالانکہ کہ وہ من کل وجہ بیع ہے اس لئے کہ ان کی ولایت نظری ہے اور غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنے میں کوئی نظر نہیں ہے اور مقائضہ من کل وجہ شراء بھی ہے اور من کل وجہ بیع بھی ہے اس لئے کہ اس میں دونوں کی تعریف پائی جاتی ہے۔

عرفی دھوکہ تک وکالتی دھوکہ مؤکل کی جانب سے رخصت ہوگا

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ يَجُوزُ عَقْدُهُ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ وَزِيَادَةٍ يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهَا، وَلَا يَجُوزُ بِمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهِ) لِأَنَّ التُّهْمَةَ فِيهِ مُتَحَقِّقَةٌ فَلَعَلَّهُ اشْتَرَاهُ لِنَفْسِهِ، فَإِذَا لَمْ يُوَافِقْهُ أَلْحَقَهُ بِغَيْرِهِ عَلَى مَا مَرَّ، حَتَّى لَوْ كَانَ وَكِيلًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ قَالُوا يَنْفُذُ عَلَى الْآمِرِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ شِرَاءَهُ لِنَفْسِهِ، وَكَذَا الْوَكِيلُ بِالنِّكَاحِ إذَا زَوَّجَهُ امْرَأَةً بِأَكْثَرَ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا جَازَ عِنْدَهُ؛ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ الْإِضَافَةِ إلَى الْمُوَكِّلِ فِي الْعَقْدِ فَلَا تَتَمَكَّنُ هَذِهِ التُّهْمَةُ، وَلَا كَذَلِكَ الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ؛ لِأَنَّهُ يُطْلِقُ الْعَقْدَ.

قَالَ (وَالَّذِي لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ مَا لَا يَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ، وَقِيلَ فِي الْعُرُوضِ "الإل نيم" وَفِي الْحَيَوَانَاتِ "الإل يازده" وَفِي الْعَقَارَاتِ "الإل دوازده") لِأَنَّ التَّصَرُّفَ يَكْثُرُ وُجُودُهُ فِي الْأَوَّلِ وَيَقِلُّ فِي الْأَخِيرِ وَيَتَوَسَّطُ فِي الْأَوْسَطِ وَكَثْرَةُ الْغَبْنِ لِقِلَّةِ التَّصَرُّفِ.

فرمایا کہ وکیل بہ شراء کا مثل قیمت یا ایسی زیادتی کے بدلے عقد کرنا جیسے مثل میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہوں جائز ہے لیکن جس زیادتی میں لوگ دھوکہ نہ کھاتے ہوں اس میں جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ غبن فاحش کے ساتھ خریدنے میں تہمت ثابت ہے اور ہوسکتا ہے کہ وکیل نے اس کو اپنے لئے خریدا ہو اور جب خریداری اس کے موافق نہیں ہوئی تو اس کو اس نے دوسرے کے ساتھ ملحق کر دیا جس طرح گذر چکا ہے یہاں تک کہ اگر وہ کوئی معین چیز خریدنے کا وکیل ہو تو مشائخ فرماتے ہیں کہ عقد حکم دینے والے پر نافذ ہوگا اس لئے کہ وکیل اس کو اپنے لئے خریدنے کا مالک نہیں ہے۔اسی طرح جب وکیل بالنکاح نے جب کسی عورت کے مہر مثل سے زیادہ کے بدلے اپنے مؤکل کا نکاح کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ عقد جائز ہے۔اس لئے کہ عقد نکاح میں مؤکل کی طرف نسبت کرنا لازم ہے اس لئے اس میں تہمت نہیں ہوگی اور وکیل بہ شراء ایسا نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ عقد کو مطلق رکھنے والا ہے۔

فرمایا کہ وہ جس کو لوگ برداشت نہ کرتے ہوں اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اندازہ کرنے والوں کے اندازہ تحت داخل نہ ہو اور کہا گیا ہے کہ سامان میں ساڑھے دس ہے اور حیوانات میں گیارہ ہے اور زمین میں بارہ ہے۔اس لئے کہ پہلے میں زیادہ استعمال ہوتا ہے اور آخری میں کم ہوتا ہے۔اور درمیان میں درمیانہ ہوتا ہے اور غبن کی زیادتی قلت تصرف کے سبب سے ہوتی ہے۔

وکیل کے لئے نصف غلام بیچنے کے جواز کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدٍ فَبَاعَ نِصْفَهُ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) ؛ لِأَنَّ اللَّفْظَ مُطْلَقٌ عَنْ قَيْدِ الِافْتِرَاقِ وَالِاجْتِمَاعِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ بَاعَ الْكُلَّ بِثَمَنِ النِّصْفِ يَجُوزُ عِنْدَهُ فَإِذَا بَاعَ النِّصْفَ بِهِ أَوْلَى (وَقَالَا : لَا يَجُوزُ) ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ لِمَا فِيهِ مِنْ ضَرَرِ الشَّرِكَةِ (إِلَّا أَنْ يَبِيعَ النِّصْفَ الْآخَرَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَصِمَا) ؛ لِأَنَّ بَيْعَ النِّصْفِ قَدْ يَقَعُ وَسِيلَةً إِلَى الِامْتِثَالِ بِأَنْ لَا يَجِدَ مَنْ يَشْتَرِيهِ جُمْلَةً فَيَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُفَرِّقَ، فَإِذَا بَاعَ الْبَاقِيَ قَبْلَ نَقْضِ الْبَيْعِ الْأَوَّلِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ وَقَعَ وَسِيلَةً، وَإِذَا لَمْ يَبِعْ ظَهَرَ أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ وَسِيلَةً فَلَا يَجُوزُ ؛ وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ عِنْدَهُمَا .

فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے بندے کو اپنے غلام کی بیع کا وکیل بنایا اور وکیل نے آدھا غلام بیچ دیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ لفظ افتراق اور اجتماع کی قید سے مطلق ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اگر آدھی قیمت کے بدلے اگر وکیل نے پورا غلام بیچ دیا تو بھی امام اعظم کے نزدیک جائز ہے لہٰذا جب نصف ثمن کے بدلے نصف غلام بیچا تو یہ بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ آدھے غلام کو بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ معروف نہیں ہے اور اس میں شرکت کا ضرر ہے مگر یہ کہ مخاصمت سے پہلے دوسرے آدھے کو بھی بیچ دے اس لئے کہ کبھی آدھا بیچنا حکم کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس طریقہ پر کہ وکیل کسی اور شخص کو نہ پائے جو پورا غلام خرید لے لہٰذا وہ متفرق کر کے غلام کو بیچنے کا محتاج ہوگا، پھر جب پہلی بیع کے ٹوٹنے سے پہلے اس نے جو باقی تھا بیچ دیا تو یہ واضح ہوگیا کہ پہلے آدھے کو بیچنا حکم کو پورا کرنے کا ذریعہ تھا اور اگر اس نے دوسرے آدھے کو نہ بیچا تو یہ ظاہر ہوا کہ پہلا آدھا ذریعہ نہیں واقع نہیں ہوا اس لئے وہ جائز نہیں ہوگا اور یہ صاحبین کے نزدیک استحسان ہے۔

وکیل کی نصف خریداری پر بیع موقوف ہونے کا بیان

(وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ فَاشْتَرَى نِصْفَهُ فَالشِّرَاءُ مَوْقُوفٌ، فَإِنْ اشْتَرَى بَاقِيَهُ لَزِمَ الْمُوَكِّلَ) ؛ لِأَنَّ شِرَاءَ الْبَعْضِ قَدْ يَقَعُ وَسِيلَةً إِلَى الِامْتِثَالِ بِأَنْ كَانَ مَوْرُوثًا بَيْنَ جَمَاعَةٍ فَيَحْتَاجُ إِلَى شِرَائِهِ شِقْصًا شِقْصًا، فَإِذَا اشْتَرَى الْبَاقِيَ قَبْلَ رَدِّ الْآمِرِ الْبَيْعَ تَبَيَّنَ أَنَّهُ وَقَعَ وَسِيلَةً فَيَنْفُذُ عَلَى الْآمِرِ، وَهَذَا بِالِاتِّفَاقِ . وَالْفَرْقُ لِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ فِي الشِّرَاءِ تَتَحَقَّقُ التُّهْمَةُ عَلَى مَا مَرَّ . وَآخَرُ أَنَّ الْأَمْرَ بِالْبَيْعِ يُصَادِفُ مِلْكَهُ فَيَصِحُّ فَيُعْتَبَرُ فِيهِ إِطْلَاقُهُ وَالْأَمْرُ بِالشِّرَاءِ صَادَفَ مِلْكَ الْغَيْرِ فَلَمْ يَصِحَّ فَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّقْيِيدُ وَالْإِطْلَاقُ .

اور جب کسی شخص نے غلام کو خریدنے کے لئے وکیل بنایا ہے اور اس وکیل نے آدھا غلام خریدا تو یہ خریداری موقوف ہو جائے گی اور اگر وکیل نے بقیہ غلام بھی خرید لیا تو بیع موکل پر نافذ ہو جائے گی کیونکہ کبھی کبھی غلام کی خریداری حکم کو مکمل کرنے کے

لئے ہوا کرتی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ غلام ایک جماعت کے درمیان مورث ہو۔ پس اب وکیل اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیچنے کا ضرورت مند ہوگا۔ ہاں البتہ جب اس نے موکل کو رد کرنے سے قبل وکیل نے بقیہ غلام کو خرید لیا تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ آدھے غلام کو خریدنا یہ حکم کو پورا کرنے کے لئے تھا۔ لہٰذا خریداری موکل پر نافذ ہو جائے گی۔ اور یہ حکم فقہاء میں متفق علیہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق فرق یہ ہے کہ خریداری میں تہمت ثابت ہوا کرتی ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے اور اس کا دوسرا فرق یہ ہے بیع کرنے کا حکم دینے یہ موکل کی ملکیت کو پالینے کی مترادف ہے لہٰذا وہ صحیح ہوگا۔ اور اس میں حکم کا علی الاطلاق ہونا اعتبار کیا جائے گا جبکہ شراء کا حکم غیر کی ملکیت کو پانے والا ہوگا پس وہ صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں مقید ہونے اور مطلق ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

وکیل کے ذریعے فروخت شدہ غلام کو واپس کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَمَرَ رَجُلًا بِبَيْعِ عَبْدِهِ فَبَاعَهُ وَقَبَضَ الثَّمَنَ اَوْ لَمْ يَقْبِضْ فَرَدَّهُ الْمُشْتَرِی عَلَيْهِ بِعَيْبٍ لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ بِقَضَاءِ الْقَاضِیْ بِبَيِّنَةٍ اَوْ بِاِبَاءِ يَمِينٍ اَوْ بِاِقْرَارٍ فَاِنَّهُ يَرُدُّهُ عَلَی الْاٰمِرِ) لِاَنَّ الْقَاضِیَ تَيَقَّنَ بِحُدُوثِ الْعَيْبِ فِی يَدِ الْبَائِعِ فَلَمْ يَكُنْ قَضَاؤُهُ مُسْتَنِدًا اِلٰی هٰذِهِ الْحُجَجِ.

وَتَاْوِيلُ اشْتِرَاطِهَا فِی الْكِتَابِ اَنَّ الْقَاضِیَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ فِی مُدَّةِ شَهْرٍ مَثَلًا لٰكِنَّهُ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ تَارِيخُ الْبَيْعِ فَيَحْتَاجُ اِلٰی هٰذِهِ الْحُجَجِ لِظُهُورِ التَّارِيخِ، اَوْ كَانَ عَيْبًا لَا يَعْرِفُهُ اِلَّا النِّسَاءُ اَوْ الْاَطِبَّاءُ، وَقَوْلُهُنَّ وَقَوْلُ الطَّبِيبِ حُجَّةٌ فِی تَوَجُّهِ الْخُصُومَةِ لَا فِی الرَّدِّ فَيَفْتَقِرُ اِلَيْهَا فِی الرَّدِّ، حَتّٰی لَوْ كَانَ الْقَاضِیْ عَايَنَ الْبَيْعَ وَالْعَيْبُ ظَاهِرٌ لَا يَحْتَاجُ اِلٰی شَیْءٍ مِنْهَا وَهُوَ رَدٌّ عَلَی الْمُوَكِّلِ فَلَا يَحْتَاجُ الْوَكِيلُ اِلٰی رَدٍّ وَخُصُومَةٍ.

(وَكَذٰلِكَ اِنْ رَدَّهُ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ يَحْدُثُ مِثْلُهُ بِبَيِّنَةٍ اَوْ بِاِبَاءِ يَمِينٍ) ؛ لِاَنَّ الْبَيِّنَةَ حُجَّةٌ مُطْلَقَةٌ، وَالْوَكِيلُ مُضْطَرٌّ فِی النُّكُولِ لِبُعْدِ الْعَيْبِ عَنْ عِلْمِهِ بِاعْتِبَارِ عَدَمِ مُمَارَسَتِهِ الْمَبِيعَ فَلَزِمَ الْاٰمِرَ

اور جب کسی شخص نے اپنا غلام کسی دوسرے کو بیچنے کا حکم دیا اور اس نے اس کو بیچ دیا ہے خواہ اس نے قیمت پر قبضہ کیا یا نہ کیا تھا کہ خریدار نے کسی عیب کی وجہ سے اس غلام کو واپس کر دیا جو خریدار کے پاس پیدا ہونے والا عیب بھی نہیں تھا۔ اور غلام کو یہ واپس کرنا گواہی کے ذریعے یا انکار قسم یا وکیل کے اقرار کے ذریعے قاضی کے حکم سے ہوا ہے تو وکیل اس غلام کو موکل کے ہاں واپس کر سکتا ہے۔ کیونکہ بیچنے والا کے ہاں عیب پیدا ہونے کے سبب قاضی یقین کر چکا ہے پس اس کا فیصلہ ان دلائل کی جانب منسوب ہو گا۔

کتاب قدوری میں ان دلائل کی شرط بیان کرنے کی تاویل یہ ہے کہ قاضی اس معاملے کو جانتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کا عیب جس طرح ایک مہینے کی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتا لہٰذا اس پر بیع کی تاریخ مشتبہ ہو جائے گی پس تاریخ کے واضح ہونے کے لئے قاضی

دلائل کا محتاج ہوگا یا پھر وہ کوئی اس طرح کا عیب ہو جس کو خواتین ہی یا پھر اس کو ڈاکٹرز جانتے ہوں لہٰذا خواتین و ڈاکٹرز کا قول جھگڑا پیدا کرنے میں حجت ہوگا جبکہ بیچنے والا پر واپس کرنے میں حجت نہ ہوگا حتیٰ کہ قاضی نے جب خود یہ خود بیع کا مشاہدہ کیا ہو اور عیب بھی ظاہر ہو تو پھر وہ ان میں سے کسی بھی حجت کا محتاج نہ ہوگا اور موکل پر واپس کرنا اسی طرح ہوگا اور وکیل بھی واپس کرنے اور خصومت پیدا کرنے میں ضرورت مند نہ ہوگا۔

اور اسی طرح جب خریدار نے گواہی سے یا قسم سے انکار کے سبب غلام کو کسی ایسے عیب کی وجہ سے خریدار کو واپس کر دیا ہے جس کی طرح پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ گواہی کامل حجت ہے جبکہ وکیل قسم سے انکار کی وجہ سے مجبور ہے۔ کیونکہ مبیع کے ساتھ مہارت نہ ہونے کے سبب عیب وکیل کے علم میں نہیں ہے کیونکہ موکل پر غلام لازم ہوا ہے۔

اقرار کے سبب واپسی پر غلام کا وکیل پر لازم ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ بِإِقْرَارِهِ لَزِمَ الْمَأْمُورَ) ؛ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ وَهُوَ غَيْرُ مُضْطَرٍّ إِلَيْهِ لِإِمْكَانِهِ السُّكُوتَ وَالنُّكُولَ، إِلَّا أَنَّ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَ الْمُوَكِّلَ فَيُلْزِمَهُ بِبَيِّنَةٍ أَوْ بِنُكُولِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الرَّدُّ بِغَيْرِ قَضَاءٍ وَالْعَيْبُ يَحْدُثُ مِثْلُهُ حَيْثُ لَا يَكُونُ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَ بَائِعَهُ ؛ لِأَنَّهُ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ وَالْبَائِعُ ثَالِثُهُمَا، وَالرَّدُّ بِالْقَضَاءِ فَسْخٌ لِعُمُومِ وِلَايَةِ الْقَاضِي، غَيْرَ أَنَّ الْحُجَّةَ قَاصِرَةٌ وَهِيَ الْإِقْرَارُ، فَمِنْ حَيْثُ الْفَسْخُ كَانَ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ، وَمِنْ حَيْثُ الْقُصُورُ لَا يَلْزَمُ الْمُوَكِّلَ إِلَّا بِحُجَّةٍ، وَلَوْ كَانَ الْعَيْبُ لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ وَالرَّدُّ بِغَيْرِ قَضَاءٍ بِإِقْرَارِهِ يَلْزَمُ الْمُوَكِّلَ مِنْ غَيْرِ خُصُومَةٍ فِي رِوَايَةٍ ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ مُتَعَيِّنٌ وَفِي عَامَّةِ الرِّوَايَاتِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ لِمَا ذَكَرْنَا وَالْحَقُّ فِي وَصْفِ السَّلَامَةِ ثُمَّ يَنْتَقِلُ إِلَى الرَّدِّ ثُمَّ إِلَى الرُّجُوعِ بِالنُّقْصَانِ فَلَمْ يَتَعَيَّنْ الرَّدُّ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الْكِفَايَةِ بِأَطْوَلَ مِنْ هَذَا .

اور اگر وہ واپسی وکیل کے اقرار کے سبب سے ہوئی ہے تو غلام وکیل پر لازم ہوگا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے جبکہ وکیل اقرار کرنے میں مجبور نہ ہوگا کیونکہ اس کا خاموش رہنا اور قسم سے انکار کرنا ممکن تھا جبکہ وکیل کو موکل سے جھگڑا کرنا یا اس کا گواہی پیش کرنا یا قسم کے انکار کے ذریعے غلام کو موکل پر لازم کر دینے کا اختیار ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب واپسی قاضی کے فیصلہ کے بغیر محض اقرار وکیل سے ہوئی ہے اور اس طرح کا عیب خریدار میں پیدا ہو سکتا ہے تو وکیل کے لئے اپنے موکل سے جھگڑا کرنے کا حق نہ ہوگا کیونکہ ثالث کے حق میں یہ ایک نئی بیع ہے جبکہ موکل ان کا تیسرا فرد ہے اور قاضی کے فیصلے کے مطابق واپس ہوئی ہے وہ فسخ ہے کیونکہ قاضی کی ولایت عام ہے جبکہ یہ حجت قاصرہ یعنی اقرار کے سبب سے ہوا ہے کیونکہ فسخ کی حیثیت سے وکیل کے لئے موکل کو جھگڑا کرنے کا اختیار ہوگا ہاں البتہ جب حجت قاصرہ کے سبب دوسری حجت کے بغیر یہ فسخ موکل پر لازم نہ ہوگا اور جب ایسا عیب ہو جس طرح کوئی عیب پیدا نہیں ہو سکتا اور واپسی وکیل کے اقرار سے بغیر قضاء کے ہوئی ہے تو ایک روایت کے مطابق یہ واپسی

خصومت کے بغیر موکل پر لازم ہوگی اس لئے واپسی کا تعین ہو چکا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ حق کا وصف سلامت ہونے میں واپسی کی جانب یا پھر رجوع بہ نقصان کی جانب منتقل ہوگا کیونکہ واپسی متعین نہیں ہوئی ہے اور اس بحث کو ہم نے کفایہ منتہی میں اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے۔

نقدی کے ساتھ غلام کو بیچنے میں وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ اَمَرْتُكَ بِبَيْعِ عَبْدِي بِنَقْدٍ فَبِعْتَه بِنَسِيئَةٍ وَقَالَ الْمَامُورُ اَمَرْتَنِي بِبَيْعِهِ وَلَمْ تَقُلْ شَيْئًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْاٰمِرِ) ؛لِاَنَّ الْاَمْرَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ وَلَا دَلَالَةَ عَلَى الْإِطْلَاقِ .

قَالَ (وَاِنْ اخْتَلَفَ فِي ذٰلِكَ الْمُضَارِبُ وَرَبُّ الْمَالِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُضَارِبِ) ؛لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي الْمُضَارَبَةِ الْعُمُومُ، اَلَا تَرَى اَنَّهُ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ بِذِكْرِ لَفْظِ الْمُضَارَبَةِ فَقَامَتْ دَلَالَةُ الْإِطْلَاقِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا ادَّعَى رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارَبَةَ فِي نَوْعٍ وَالْمُضَارِبُ فِي نَوْعٍ آخَرَ حَيْثُ يَكُونُ الْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ ؛لِاَنَّهُ سَقَطَ الْإِطْلَاقُ بِتَصَادُقِهِمَا فَنَزَلَ إِلَى الْوَكَالَةِ الْمَحْضَةِ ثُمَّ مُطْلَقُ الْاَمْرِ بِالْبَيْعِ يَنْتَظِمُهُ نَقْدًا وَنَسِيئَةً إِلَى اَيِّ اَجَلٍ كَانَ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا يَتَقَيَّدُ بِاَجَلٍ مُتَعَارَفٍ وَالْوَجْهُ قَدْ تَقَدَّمَ .

اور جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھ کو اپنا غلام نقدی کے ساتھ بیچنے کا حکم دیا تھا جبکہ تم نے اس غلام کو ادھار میں بیچ ڈالا ہے تو وکیل نے کہا کہ تم نے مجھے اس کو بیچنے کا حکم دیا تھا اور کچھ بھی نہ کہا تھا تو موکل کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ حکم تو اسی کی جانب سے مستفاد ہونے والا ہے جبکہ اطلاق پر کوئی دلالت نہیں ہے۔

اور جب مضارب اور رب مال نے اختلاف کیا تو مضارب کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ مضاربت میں اصل عموم ہے (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب مضاربت کا لفظ بولا جاتا ہے تو مضارب تصرف کا مالک ہوتا ہے پس اطلاق پر دلالت موجود ہے بہ خلاف اس صورت کے جب رب مال نے ایک قسم کی مضاربت کا دعویٰ کیا خواہ مضارب نے دوسری قسم کا دعویٰ کیا ہے تو رب مال کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ دونوں کے اتفاق سے مضاربت کا اطلاق ساقط ہو چکا ہے پس اس کو وکالت محض کے حکم میں شمار کیا جائے گا۔

مطلق کا بیع کا حکم یہ نقد وادھار دونوں طرح کی بیع کو شامل ہے اگر چہ میعاد کوئی بھی ہو یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ میعاد عرف کے مطابق ہوگی اسی دلیل کے سبب جو پہلے گزر چکی ہے۔

حکم موکل سے غلام بیچ کر رہن رکھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَمَرَ رَجُلًا بِبَيْعِ عَبْدِهِ فَبَاعَهُ وَاَخَذَ بِالثَّمَنِ رَهْنًا فَضَاعَ فِي يَدِهِ اَوْ اَخَذَ بِهِ كَفِيلًا فَتَوِيَ الْمَالُ عَلَيْهِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛لِاَنَّ الْوَكِيلَ اَصِيلٌ فِي الْحُقُوقِ وَقَبْضُ الثَّمَنِ مِنْهَا

وَالْكَفَالَةُ تُوثَقُ بِهِ، وَالْارْتِهَانُ وَثِيقَةٌ لِجَانِبِ الْإِسْتِيفَاءِ فَيَمْلِكُهُمَا بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِقَبْضِ الدَّيْنِ، لِأَنَّهُ يَفْعَلُ نِيَابَةً وَقَدْ أَنَابَهُ فِي قَبْضِ الدَّيْنِ دُونَ الْكَفَالَةِ وَأَخْذِ الرَّهْنِ وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ يَقْبِضُ أَصَالَةً وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ الْمُوَكِّلُ حَجْرَهُ عَنْهُ .

فرمایا اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے بندے کو اپنا غلام بیچنے کے لئے کہا اور وکیل نے اس کو بیچ کر اس کے بدلے میں رہن رکھ لی اور پھر وہ مال اس کے قبضہ سے ضائع ہو گیا یا پھر وکیل نے ثمن کے لئے کفیل لیا ہے اس کے بعد مال ہلاک ہو گیا ہے تو وکیل پر ضمان واجب نہ ہوگا کیونکہ بیع میں وکیل ہی اصیل ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ ثمن پر قبضہ کرنا یہ عقد کے حقوق میں سے ہے اور کفیل لینا یہ اس کو مضبوط کرتا ہے جبکہ رہن رکھنا یہ بھی وصول کر لینے کے لئے وثیقہ ہے کیونکہ وہ دونوں کا مالک ہے۔ بہ خلاف دین پر قبضہ کرنے کے کیونکہ وہ بطور نیابت کام کرنے والا ہے اور مؤکل نے اس قرض پر قبضہ کرنے کے لئے وکیل بنایا ہے نہ کہ کفالہ قبول کرنے کے لئے اور نہ ہی رہن لینے کے لئے بنایا ہے اور وکیل بہ بیع بطور اصالت قبضہ کرنے والا ہے اسی دلیل کے سبب مؤکل وکیل کو ثمن پر قبضہ کرنے سے روکنے والا مالک نہیں ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل دو بندوں کو وکیل بنانے کے بیان میں ہے﴾

فصل دو وکلاء کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے ایک بندے کو وکیل کرنے کے بعد اس فصل کو شروع کیا ہے جس میں دو بندوں کو وکیل بنایا جاتا ہے۔ اور ایک وکیل بنانے کے بعد دو بندوں کو وکیل بنانے کی مطابقت واضح ہے۔ کیونکہ تثنیہ وجود میں محتاج مفرد ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۱، ص ۱۸۵ بیروت)

دو بندوں کو وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا وَكَّلَ وَكِيلَيْنِ فَلَيْسَ لِاَحَدِهِمَا اَنْ يَتَصَرَّفَ فِيمَا وُكِّلَا بِهِ دُوْنَ الْاٰخَرِ) وَهٰذَا فِي تَصَرُّفٍ يَحْتَاجُ فِيهِ اِلَى الرَّاْيِ كَالْبَيْعِ وَالْخُلْعِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، لِاَنَّ الْمُوَكِّلَ رَضِيَ بِرَاْيِهِمَا لَا بِرَاْيِ اَحَدِهِمَا، وَالْبَدَلُ وَاِنْ كَانَ مُقَدَّرًا وَلٰكِنَّ التَّقْدِيرَ لَا يَمْنَعُ اسْتِعْمَالَ الرَّاْيِ فِي الزِّيَادَةِ وَاخْتِيَارِ الْمُشْتَرِي .

قَالَ (اِلَّا اَنْ يُوَكِّلَهُمَا بِالْخُصُومَةِ) لِاَنَّ الِاجْتِمَاعَ فِيهَا مُتَعَذِّرٌ لِلْاِفْضَاءِ اِلَى الشَّغْبِ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَالرَّاْيُ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ سَابِقًا لِتَقْوِيمِ الْخُصُومَةِ .

اور جب کسی شخص نے دو بندوں کو وکیل بنایا ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کے بغیر اس چیز میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہوگا جس چیز میں ان کو وکیل بنایا گیا تھا اور یہ حکم اس تصرف میں ہے جس میں رائے کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح بیع اور خلع وغیرہ ہیں کیونکہ مؤکل ان دونوں کی رضا پر راضی ہوا ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کی مرضی پر راضی ہونے والا نہیں ہے اور بدل خواہ مقدر ہو ہاں البتہ زیادتی میں تعین کرنا اور خریدار کو پسند کرنے میں مرضی استعمال کرنے میں مانع نہیں ہے۔

ہاں البتہ جب مؤکل دو بندوں کی خصومت میں وکیل بنائے کیونکہ جھگڑنے میں دونوں کی رائے کا جمع ہونا مشکل ہے کیونکہ اس طرح قضاء کی مجلس میں شور شرابا ہو جائے گا جبکہ جھگڑنے کی مضبوطی کے لئے رائے کی ضرورت مقدم ہے۔

عوض کے بغیر طلاق وغیرہ دینے کا بیان

(قَالَ : اَوْ بِطَلَاقِ زَوْجَتِهِ بِغَيْرِ عِوَضٍ) (اَوْ بِعِتْقِ عَبْدِهِ بِغَيْرِ عِوَضٍ اَوْ بِرَدِّ وَدِيعَةٍ عِنْدَهُ اَوْ

قَضَاءِ دَيْنٍ عَلَيْهِ) لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ لَا يُحْتَاجُ فِيهَا إِلَى الرَّأْيِ بَلْ هُوَ تَعْبِيرٌ مَحْضٌ، وَعِبَارَةُ الْمَثْنَى وَالْوَاحِدِ سَوَاءٌ.

وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لَهُمَا طَلِّقَاهَا إِنْ شِئْتُمَا أَوْ قَالَ أَمْرُهَا بِأَيْدِيكُمَا لِأَنَّهُ تَفْوِيضٌ إِلَى رَأْيِهِمَا؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ تَمْلِيكٌ مُقْتَصِرٌ عَلَى الْمَجْلِسِ، وَلِأَنَّهُ عَلَّقَ الطَّلَاقَ بِفِعْلِهِمَا فَاعْتَبَرَهُ بِدُخُولِهِمَا.

اور اسی طرح جب کسی شخص نے اپنی بیوی کوعوض کے بغیر طلاق دینے یا بغیر عوض کے اپنا غلام آزاد کرنے یا اپنے پاس سے ودیعت کرنے میں یا اپنے اوپر واجب شدہ قرض اتارنے کے لئے دو بندوں کو وکیل بنایا ہے حالانکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن میں رائے کی ضرورت ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف ترجمانی ہوا کرتی ہے اور دو یا ایک کی ترجمانی برابر ہوتی ہے اور یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب مؤکل نے دو بندوں سے کہا کہ جب تم چاہو میری بیوی کو طلاق دے دو یا اس طرح کہا کہ اس کا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے کیونکہ یہ دونوں جملے رائے کو ان کے حوالے کرنا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ مجلس کی ملکیت منحصر ہے کیونکہ مؤکل نے طلاق کو دونوں کے فعل پر معلق کیا ہے پس اس کو ان دونوں کے داخلے پر قیاس کیا جائے گا۔

مؤکل بہ میں دوسرے کو وکیل بنانے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُوَكِّلَ فِيمَا وُكِّلَ بِهِ) لِأَنَّهُ فُوِّضَ إِلَيْهِ التَّصَرُّفُ دُونَ التَّوْكِيلِ بِهِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ رَضِيَ بِرَأْيِهِ وَالنَّاسُ مُتَفَاوِتُونَ فِي الْآرَاءِ.

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْمُوَكِّلُ) لِوُجُودِ الرِّضَا (أَوْ يَقُولَ لَهُ اعْمَلْ بِرَأْيِكَ) لِإِطْلَاقِ التَّفْوِيضِ إِلَى رَأْيِهِ، وَإِذَا جَازَ فِي هٰذَا الْوَجْهِ يَكُونُ الثَّانِي وَكِيلًا عَنِ الْمُوَكِّلِ حَتَّى لَا يَمْلِكُ الْأَوَّلُ عَزْلَهُ وَلَا يَنْعَزِلُ بِمَوْتِهِ وَيَنْعَزِلَانِ بِمَوْتِ الْأَوَّلِ، وَقَدْ مَرَّ نَظِيرُهُ فِي أَدَبِ الْقَاضِي.

اور وکیل کے لئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ مؤکل بہ میں دوسرے کو وکیل بنائے کیونکہ اس کو مؤکل نے اس چیز کے تصرف کا اختیار دیا ہے اس کا مزید وکیل بنانے کا اختیار نہیں دیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مؤکل اس وکیل کی مرضی پر راضی ہوا ہے جبکہ لوگوں کی آراء مختلف ہوا کرتی ہیں جبکہ مؤکل اس کو اجازت دے کیونکہ اس کی رضامندی پائی گئی ہے یا پھر مؤکل وکیل سے کہہ دے کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو کیونکہ اس کی مرضی کی جانب حوالے کر دینا یہ مطلق ہے اور جب اس نے اس طرح وکیل کیا ہے تو اب توکیل جائز ہوگی تو دوسرا وکیل بھی مؤکل ہی جانب سے ہوگا۔ حتیٰ کہ وکیل اول اس کو معزول کرنے کا حق رکھنے والا نہ ہوگا جبکہ اس کی موت کے سبب وکیل ثانی معزول نہ ہوگا۔ جبکہ مؤکل کی موت کے دونوں وکیل ہی معزول ہو جائیں گے اور ادب قاضی میں اس مسئلہ کی مثال بیان کر دی گئی ہے۔

مؤکل کی اجازت کے بغیر وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ وَكَّلَ بِغَيْرِ إِذْنِ مُوَكِّلِهِ فَعَقَدَ وَكِيلُهُ بِحَضْرَتِهِ جَازَ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ حُضُورُ رَأْيِ الْأَوَّلِ وَقَدْ حَضَرَ، وَتَكَلَّمُوا فِي حُقُوقِهِ.

(وَإِنْ عَقَدَ فِي حَالِ غَيْبَتِهِ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّهُ فَاتَ رَأْيُهُ إِلَّا أَنْ يُبْلِغَهُ فَيُجِيزَهُ (وَكَذَا لَوْ بَاعَ غَيْرُ الْوَكِيلِ فَبَلَغَهُ فَأَجَازَهُ) لِأَنَّهُ حَضَرَ رَأْيُهُ (وَلَوْ قَدَّرَ الْأَوَّلُ الثَّمَنَ لِلثَّانِي فَعَقَدَ بِغَيْبَتِهِ يَجُوزُ) لِأَنَّ الرَّأْيَ فِيهِ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِتَقْدِيرِ الثَّمَنِ ظَاهِرًا وَقَدْ حَصَلَ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا وَكَّلَ وَكِيلَيْنِ وَقَدَّرَ الثَّمَنَ، لِأَنَّهُ لَمَّا فَوَّضَ إِلَيْهِمَا مَعَ تَقْدِيرِ الثَّمَنِ ظَهَرَ أَنَّ غَرَضَهُ اجْتِمَاعُ رَأْيِهِمَا فِي الزِّيَادَةِ وَاخْتِيَارِ الْمُشْتَرِي عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، أَمَّا إِذَا لَمْ يُقَدِّرِ الثَّمَنَ وَفَوَّضَ إِلَى الْأَوَّلِ كَانَ غَرَضُهُ رَأْيَهُ فِي مُعْظَمِ الْأَمْرِ وَهُوَ التَّقْدِيرُ فِي الثَّمَنِ.

فرمایا اور جب پہلے وکیل نے مؤکل کی اجازت کے بغیر دوسرا وکیل بنا دیا ہے اور اس نے وکیل اول کی موجودگی میں عقد کیا ہے تو جائز ہے کیونکہ مؤکل کا مقصد وکیل اول کی مرضی کے موجود ہونے میں ہے اور وہ بھی یہاں موجود ہے جبکہ اس عقد کے حقوق میں علماء نے کلام کیا ہے۔

اور جب وکیل ثانی نے وکیل اول کی عدم موجودگی میں عقد کیا ہے تو جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ وکیل اول کی رائے ختم ہو چکی ہے ہاں جب وکیل اول کو یہ پیغام پہنچے اور وہ اس کی اجازت دے دیتا ہے۔

اور اسی طرح جب وکیل کے سوا کسی دوسرے نے بیچ دیا اس کے بعد وکیل کو پتہ چلا اور اس نے اجازت دے دی ہے۔ کیونکہ اس میں اس مرضی شامل ہوگئی ہے اور جب وکیل اول نے وکیل ثانی کے لئے ثمن متعین کر دی ہے اس کے بعد وکیل ثانی نے اس کی عدم موجودگی میں عقد کیا ہے تو بھی جائز ہے کیونکہ بہ ظاہر یہ تعین کرنا ثمن کے لئے عقد میں رائے کی ضرورت ہے اور وہ رائے حاصل ہو چکی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے دو وکیل بنائے اور ثمن کو معین کیا ہے کیونکہ ثمن معین کر کے مؤکل نے عقد کو دونوں وکلاء کے حوالے کیا ہے تو اس سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ مؤکل کا مقصد یہ تھا کہ ثمن بڑھانے میں اور خریدار کو پسند کرنے میں دونوں کی رائے کو جمع کیا جائے جس طرح ہم بیان کرآئے ہیں ہاں البتہ جب مؤکل نے ثمن معین نہ کی اور وکیل اول نے عقد حوالے کر دیا ہے تو مؤکل کا مقصد سب سے اہم چیز یعنی ثمن کا تعین کرنے میں وکیل اول کی مرضی کو جاننا پڑے گا۔

رقیت وکفر کا ولایت کو ختم کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا زَوَّجَ الْمُكَاتَبُ أَوِ الْعَبْدُ أَوِ الذِّمِّيُّ ابْنَتَهُ وَهِيَ صَغِيرَةٌ حُرَّةٌ مُسْلِمَةٌ أَوْ بَاعَ أَوِ اشْتَرٰى لَهَا لَمْ يَجُزْ) مَعْنَاهُ التَّصَرُّفُ فِي مَالِهَا لِأَنَّ الرِّقَّ وَالْكُفْرَ يَقْطَعَانِ الْوِلَايَةَ: أَلَا يَرٰى أَنَّ الْمَرْقُوقَ لَا يَمْلِكُ إِنْكَاحَ نَفْسِهِ فَكَيْفَ يَمْلِكُ إِنْكَاحَ غَيْرِهِ، وَكَذَا الْكَافِرُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلٰى

الْمُسْلِمِ حَتّٰى لَا تُقْبَلَ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِ، وَلِأَنَّ هٰذِهِ وِلَايَةٌ نَظَرِيَّةٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّفْوِيضِ إِلَى الْقَادِرِ الْمُشْفِقِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى النَّظَرِ، وَالرِّقُّ يُزِيلُ الْقُدْرَةَ وَالْكُفْرُ يَقْطَعُ الشَّفَقَةَ عَلَى الْمُسْلِمِ فَلَا تُفَوَّضُ إِلَيْهِمَا (قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : وَالْمُرْتَدُّ إِذَا قُتِلَ عَلٰى رِدَّتِهِ وَالْحَرْبِيُّ كَذٰلِكَ) لِأَنَّ الْحَرْبِيَّ أَبْعَدُ مِنَ الذِّمِّيِّ فَأَوْلٰى بِسَلْبِ الْوِلَايَةِ، وَأَمَّا الْمُرْتَدُّ فَتَصَرُّفُهُ فِي مَالِهِ وَإِنْ كَانَ نَافِذًا عِنْدَهُمَا لٰكِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلٰى وَلَدِهِ وَمَالِ وَلَدِهِ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهَا وِلَايَةٌ نَظَرِيَّةٌ وَذٰلِكَ بِاتِّفَاقِ الْمِلَّةِ وَهِيَ مُتَرَدِّدَةٌ، ثُمَّ تَسْتَقِرُّ جِهَةُ الْاِنْقِطَاعِ إِذَا قُتِلَ عَلَى الرِّدَّةِ فَيَبْطُلُ وَبِالْإِسْلَامِ يُجْعَلُ كَأَنَّهُ لَمْ يَزَلْ مُسْلِمًا فَيَصِحُّ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے مکاتب یا غلام یا ذمی نے اپنی صغیرہ بیٹی، آزاد اور مسلمان نے لڑکی کا نکاح کر دیا یا اس کے لئے خرید و فروخت کی تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا معنی مال میں تصرف ہے حالانکہ رقیت اور کفر یہ ولایت کو ختم کرنے والے ہیں۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ مملوک اپنی ذات کا نکاح بھی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ تو وہ دوسرے کا نکاح کس طرح کر سکتا ہے۔

اور اسی طرح کافر کا مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہے حتیٰ کہ مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ نظریاتی ولایت ہے پس اس کو قادر و شفقت والے کے حوالے کرنا ہوگا تا کہ نظر کا معنی ثابت ہو جائے جبکہ رقیت قدرت کو زائل کرنے والی ہے۔ جبکہ کفر مسلمان پر شفقت کو ختم کرنے والا ہے لہٰذا یہ ولایت ان دونوں کے حوالے نہ کی جائے گی۔

صاحبین نے فرمایا ہے کہ جب مرتد اپنے ارتداد کے سبب قتل کیا گیا ہے تو وہ اور حربی دونوں کا یہ حکم ہے کیونکہ حربی ذمی سے بعید ہے۔ پس اس کی ولایت بدرجہ اولیٰ ختم ہو جائے گی البتہ مرتد کے مال میں اس کا تصرف کرنا صاحبین کے نزدیک نافذ ہے جبکہ اس کے بیٹے پر اور بیٹے کے مال پر اس کا تصرف بہ اجماع موقوف ہوگا کیونکہ یہ نظریاتی ولایت ہے۔ نظر یہ اتحاد ملت کے سبب ثابت ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ، اہل کلام کے مطابق بھی یہ اصول ہے) جبکہ مرتد کی ملت تو ختم ہو چکی ہے اور اس کے بعد جب وہ اپنی ملت پر قتل کر دیا گیا ہے تو ملت ختم ہونے کا یقین اور بھی پکا ہو چکا ہے لہٰذا اس کا تصرف باطل ہو جائے گا اور اسلام لانے کے سبب اس کو ماضی میں بھی مسلمان قرار دیا جائے گا کیونکہ اس کا تصرف ہے۔

بَابُ الْوِكَالَةِ بِالْخُصُومَةِ وَالْقَبْضِ

﴿یہ باب خصومت وقبض کے ساتھ وکالت کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب وکیل بہ خصومت وقبض کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وکالت بہ خصومت وقبض کو وکالت بہ خصومت خرید وفروخت سے مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ خصومت اس وقت واقع ہوتی ہے جب معاملہ کو مکمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور ذمہ داری کو پورا کرنے کا معاملہ عام طور پر مبیع یا ثمن میں ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی مجبور ہے لہٰذا مجبور کو غیر مجبور پر مؤخر کرنا یہ اس کا حق ہے۔

(عنایہ، ج ۱۱، ص ۲۰۰، بیروت)

وکیل بہ خصومت کا وکیل بہ قبض ہونے کا بیان

قَالَ (الْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ وَكِيلٌ بِالْقَبْضِ) عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ. هُوَ يَقُولُ رَضِيَ بِخُصُومَتِهِ وَالْقَبْضُ غَيْرُ الْخُصُومَةِ وَلَمْ يَرْضَ بِهِ.

وَلَنَا اَنَّ مَنْ مَلَكَ شَيْئًا مَلَكَ اِتْمَامَهُ وَاِتْمَامُ الْخُصُومَةِ وَانْتِهَاؤُهَا بِالْقَبْضِ، وَالْفَتْوَى الْيَوْمَ عَلَى قَوْلِ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِظُهُورِ الْخِيَانَةِ فِي الْوُكَلَاءِ، وَقَدْ يُؤْتَمَنُ عَلَى الْخُصُومَةِ مَنْ لَا يُؤْتَمَنُ عَلَى الْمَالِ، وَنَظِيرُهُ الْوَكِيلُ بِالتَّقَاضِي يَمْلِكُ الْقَبْضَ عَلَى اَصْلِ الرِّوَايَةِ لِاَنَّهُ فِي مَعْنَاهُ وَضْعًا، اِلَّا اَنَّ الْعُرْفَ بِخِلَافِهِ وَهُوَ قَاضٍ عَلَى الْوَضْعِ وَالْفَتْوَى عَلَى اَنْ لَا يَمْلِكَ.

ہمارے نزدیک خصومت کا وکیل ہی قبضے کا وکیل ہوا کرتا ہے جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے اس سے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مؤکل پر خصومت پر رضامندی ظاہر کرنے والا ہے جبکہ قبضہ خصومت کے سوا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ جو بندہ کسی چیز کا مالک ہوتا ہے اس کو پورا کرنے کا مالک بھی وہی ہوتا ہے جبکہ خصومت کو پورا کرتے ہوئے اس کا انجام تک لے جانا قبضہ سے ہوگا۔ مگر اب امام زفر علیہ الرحمہ کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔ کیونکہ وکلاء میں خیانت ظاہر ہو چکی ہے اور کبھی کبھی ایسے شخص پر بھی اعتماد کیا جاتا ہے۔ جس کے مال پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور اس کی مثال قرض کو طلب کرنے والے وکیل کی ہے جو اصل روایت کے مطابق قبضہ کرنے کا مالک بھی ہوتا ہے کیونکہ لغت میں تقاضہ قبضہ کے حکم میں ہے جبکہ عرف کے خلاف ہے اور عرف لغت پر غالب ہوا کرتا ہے (قاعدہ فقہیہ) لہٰذا فتویٰ اس پر ہوگا کہ تقاضے کا وکیل قبضے کا مالک نہ ہوگا۔

خصومت کے وکلاء کا قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَا وَكِيلَيْنِ بِالْخُصُومَةِ لَا يَقْبِضَانِ إِلَّا مَعًا) لِأَنَّهُ رَضِيَ بِأَمَانَتِهِمَا لَا بِأَمَانَةِ أَحَدِهِمَا، وَاجْتِمَاعُهُمَا مُمْكِنٌ بِخِلَافِ الْخُصُومَةِ عَلَى مَا مَرَّ .

فرمایا اور جب بندے کے خصومت کے وکلاء ہوں تو وہ قبضہ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ مؤکل ان دونوں کی خصومت پر رضامندی ظاہر کرنے والا ہے جبکہ وہ ان میں سے کسی ایک کی خصومت پر راضی ہونے والا نہیں ہے بہ خلاف خصومت کے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

قابض قرض کے وکیل بہ خصومت ہونے میں اختلاف کا بیان

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِقَبْضِ الدَّيْنِ يَكُونُ وَكِيلًا بِالْخُصُومَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) حَتَّى لَوْ أُقِيمَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ عَلَى اسْتِيفَاءِ الْمُوَكِّلِ أَوْ إِبْرَائِهِ تُقْبَلُ عِنْدَهُ، وَقَالَا : لَا يَكُونُ خَصْمًا وَهُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْقَبْضَ غَيْرُ الْخُصُومَةِ، وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ يُؤْتَمَنُ عَلَى الْمَالِ يَهْتَدِي فِي الْخُصُومَاتِ فَلَمْ يَكُنْ الرِّضَا بِالْقَبْضِ رِضًا بِهَا .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ وَكَّلَهُ بِالتَّمَلُّكِ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُقْضَى بِأَمْثَالِهَا، إذْ قَبْضُ الدَّيْنِ نَفْسِهِ لَا يُتَصَوَّرُ إلَّا أَنَّهُ جَعَلَ اسْتِيفَاءَ الْعَيْنِ حَقَّهُ مِنْ وَجْهٍ، فَأَشْبَهَ الْوَكِيلَ بِأَخْذِ الشُّفْعَةِ وَالرُّجُوعِ فِي الْهِبَةِ وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ وَالْقِسْمَةِ وَالرَّدِّ بِالْعَيْبِ، وَهَذِهِ أَشْبَهُ بِأَخْذِ الشُّفْعَةِ حَتَّى يَكُونَ خَصْمًا قَبْلَ الْقَبْضِ كَمَا يَكُونُ خَصْمًا قَبْلَ الْأَخْذِ هُنَالِكَ .

وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ لَا يَكُونُ خَصْمًا قَبْلَ مُبَاشَرَةِ الشِّرَاءِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُبَادَلَةَ تَقْتَضِي حُقُوقًا وَهُوَ أَصِيلٌ فِيهَا فَيَكُونُ خَصْمًا فِيهَا

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرض پر قبضہ کرنے والا وکیل خصومت کا وکیل بھی ہوگا۔ حتیٰ کہ اس پر گواہی قائم کر دی گئی ہے کہ مؤکل قرض وصول کر چکا ہے یا وہ مقروض کو قرض سے بری کر چکا ہے تو امام صاحب کے نزدیک وہ گواہی قابل قبول ہوگی۔

صاحبین نے کہا ہے قرض پر قبضے والا وکیل، وکیل خصومت نہ ہوگا اور حضرت حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کیونکہ قبضہ خصومت کے سوا ہے اور کوئی ضرورت والی بات نہیں ہے کہ جو بندہ مال وصول کرنے کے لئے اعتماد والا ہے مقدمات کی پیروی بھی وہی کرنے والا بن جائے۔ لہذا قرض پر قبضہ کی رضامندی یہ خصومت پر رضامندی نہ ہوگی (تو فقہ فقیہ)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مالک بنانے کا وکیل بنایا ہے کیونکہ حقوق اپنی شئوں سے ادا کیے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کو قبضہ پر توکیل مقصود نہیں ہے بہ خلاف ابتداء کے وایسے طرح سے حق کا وصول کرنا قرار دیا گیا ہے پس یہ قبضہ لینے کے۔ ہبہ واپس لینے کی طرح ہے ہمارے نزدیک اور ہبہ سے سبب کی واپسی کرنے میں وکیل کے مشابہ ہو جائے گا اور وکالت پر قبضہ لینے کی وکالت سے زیادہ مشابہ ہے حتیٰ کہ وکیل پر قبضہ کرنے سے پہلے خصم ہو جائے گا جس طرح وکیل بہ شفعہ شفعہ لینے سے پہلے ہی خصم بن جاتا ہے البتہ وکیل بالشراء قبضہ شراء کرنے سے پہلا خصم نہ ہوگا اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ مبادلہ حقوق کا تقاضہ کرنے والا ہے اور وکیل حقوق کے متعلق اصل ہوتا ہے پس وہ ان کے حقوق میں خصم نہ ہوگا۔

قابض عین کے وکیل پہ خصومت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِقَبْضِ الْعَيْنِ لَا يَكُونُ وَكِيلًا بِالْخُصُومَةِ) بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ أَمِينٌ مَحْضٌ، وَالْقَبْضُ لَيْسَ بِمُبَادَلَةٍ فَأَشْبَهَ الرَّسُولَ (حَتَّى أَنَّ مَنْ وَكَّلَ وَكِيلًا بِقَبْضِ عَبْدٍ لَهُ فَأَقَامَ الَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ الْبَيِّنَةَ أَنَّ الْمُوَكِّلَ بَاعَهُ إِيَّاهُ وَقَفَ الْأَمْرُ حَتَّى يَحْضُرَ الْغَائِبُ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ، وَالْقِيَاسُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى الْوَكِيلِ لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ قَامَتْ لَا عَلَى خَصْمٍ فَلَمْ تُعْتَبَرْ.

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ خَصْمٌ فِي قَصْرِ يَدِهِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْمُوَكِّلِ فِي الْقَبْضِ فَتُقْصَرُ يَدُهُ حَتَّى لَوْ حَضَرَ الْبَائِعُ تُعَادُ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْبَيْعِ، فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى أَنَّ الْمُوَكِّلَ عَزَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ فِي قَصْرِ يَدِهِ كَذَا هَذَا

اور عین پر قبضہ کرنے والا وکیل، وکیل بہ خصومت نہ ہوگا یہ بہ اتفاق ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف امین ہوتا ہے جبکہ قبضہ مبادلہ نہیں ہے پس یہ قاصد کے مشابہ ہو جائے گا حتیٰ کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام پر قبضہ کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا اور جس کے قبضہ میں وہ غلام ہے۔ اس نے اس پر گواہی قائم کر دی کہ موکل نے وہ غلام اس قابض کے ہاں بیچا ہے تو معاملہ موقوف ہو جائے گا حتیٰ کہ غائب شخص حاضر ہو جائے اور یہ حکم دلیل استحسان کے سبب سے ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ غلام وکیل کو دے دیا جائے اگرچہ گواہی قائم ہوئی ہے لیکن وہ خصم پر نہیں ہوئی پس اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ وکیل اپنے قبضہ میں کوتاہی کے سبب خصم ہے کیونکہ قبضہ کرنے میں وہ موکل کے قائم مقام ہے لہٰذا اس کے قبضہ میں کوتاہی ہوگی اگرچہ بیع ثابت نہ ہوئی ہے حتیٰ کہ جب غائب شخص حاضر ہو گیا ہے تو بیع پر گواہی کا اعادہ کیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح قابض نے اس بات پر گواہی قائم کی کہ موکل نے اس کو اپنے قبضہ سے معزول کر دیا ہے پس اس کا قبضہ ناقص ہونے کے سبب گواہی کو قبول کیا جائے گا اور یہاں پر بھی اسی طرح کا حکم دیا جائے گا۔

طلاق وعتاق میں ناقص وکالت کے سبب گواہی کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ الْعَتَاقُ وَالطَّلَاقُ وَغَيْرُ ذَلِكَ) وَمَعْنَاهُ إِذَا أَقَامَتِ الْمَرْأَةُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الطَّلَاقِ

وَالْعَبْدُ وَالْاَمَةُ عَلَى الْعَتَاقِ عَلَى الْوَكِيلِ بِنَقْلِهِمْ تُقْبَلُ فِي قَصْرِ يَدِهِ حَتّٰى يَحْضُرَ الْغَائِبُ اسْتِحْسَانًا دُوْنَ الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ .

فرمایا اور اسی طرح طلاق وعتاق میں بھی یہی حکم ہے کہ جب عورت نے طلاق پر گواہی قائم کردی اور غلام وباندی نے اس وکیل پر گواہی قائم کی جوان کو لینے آیا تھا تو غائب شخص کے حاضر ہونے تک بطور استحسان وکیل کا قبضہ ناقص ہونے کے سبب گواہی قبول کی جائے گی جبکہ طلاق وعتاق میں قبول نہ ہوگی۔

وکیل بہ خصومت کا موکل کے خلاف اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اَقَرَّ الْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ عَلٰى مُوَكِّلِهِ عِنْدَ الْقَاضِيْ جَازَ اِقْرَارُهُ عَلَيْهِ، وَلَا يَجُوزُ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ اسْتِحْسَانًا اِلَّا اَنَّهُ يَخْرُجُ عَنِ الْوِكَالَةِ وَقَالَ اَبُوْ يُوسُفَ : يَجُوزُ اِقْرَارُهُ عَلَيْهِ وَاِنْ اَقَرَّ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ .

وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : لَا يَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَوَّلًا، وَهُوَ الْقِيَاسُ لِاَنَّهُ مَاْمُورٌ بِالْخُصُومَةِ وَهِيَ مُنَازَعَةٌ وَالْاِقْرَارُ يُضَادُّهُ لِاَنَّهُ مُسَالَمَةٌ، وَالْاَمْرُ بِالشَّيْءِ لَا يَتَنَاوَلُ ضِدَّهُ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ الصُّلْحَ وَالْاِبْرَاءَ وَيَصِحُّ اِذَا اسْتَثْنَى الْاِقْرَارَ، وَكَذَا لَوْ وَكَّلَهُ بِالْجَوَابِ مُطْلَقًا يَتَقَيَّدُ بِجَوَابٍ هُوَ خُصُومَةٌ لِجَرَيَانِ الْعَادَةِ بِذٰلِكَ وَلِهٰذَا يَخْتَارُ فِيهَا الْاَهْدَى فَالْاَهْدَى .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ التَّوْكِيلَ صَحِيحٌ قَطْعًا وَصِحَّتُهُ بِتَنَاوُلِهِ مَا يَمْلِكُهُ قَطْعًا وَذٰلِكَ مُطْلَقُ الْجَوَابِ دُوْنَ اَحَدِهِمَا عَيْنًا .وَطَرِيقُ الْمَجَازِ مَوْجُودٌ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيُصْرَفُ اِلَيْهِ تَحَرِّيًا لِلصِّحَّةِ قَطْعًا ؛

اور جب وکیل بہ خصومت نے قاضی کے ہاں موکل کے خلاف کسی چیز کا اقرار کیا تو اس کا یہ اقرار کرنا جائز ہے۔ طرفین کے نزدیک غیر قاضی کے ہاں بطور استحسان کا اقرار جائز نہ ہوگا۔ البتہ وکیل وکالت سے خارج ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وکیل کا اقرار موکل کے خلاف جائز ہے خواہ وہ مجلس قضاء کے سوا ہو جبکہ امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول اول بھی اسی طرح ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کیونکہ وکیل خصومت پر مامور ہونے والا ہے اور خصومت تو سراسر جھگڑا ہے۔ حالانکہ اقرار اس کی ضد ہے کیونکہ اس میں مصالحت کا ہونا ہے اور کسی چیز کا حکم اس کی ضد کو شامل نہیں ہوا کرتا (قاعدہ فقہیہ) اسی دلیل کے سبب وکیل صلح کرنے اور بری کرنے کا مالک نہیں ہوتا اور جب اقرار استثناء کر دیا ہے تب وکیل صحیح ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے وکیل کو مطلق جواب دہی کا وکیل بنایا ہے تو یہ توکیل جواب یعنی خصومت کے ساتھ مقید بن جائے گی۔ کیونکہ عرف عام اسی پر جاری ہے اور اس میں اسی بندے کو اختیار کیا جائے گا جو زیادہ سے زیادہ عقل مند ہوگا۔

اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ توکیل تو قطعی طور پر درست ہے اور اس کا صحیح ہونا اس چیز کو شامل ہے جس کا مؤکل قطعی طور پر مالک ہے۔ اور وہ مطلق جواب ہے نہ کہ ان میں سے کوئی ایک متعین طریعے سے اور مجاز کا طریقہ بھی موجود ہے جس طرح اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کردیں گے، پس قطعی طور پر طلب صحت کے لئے توکیل کو مجاز کی جانب پھیر دیا جائے گا۔

مؤکل کے اقرار کے استثناء کا بیان

وَلَوِ اسْتَثْنَى الْإِقْرَارَ، فَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُهُ .وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَصِحُّ لِأَنَّ لِلتَّنْصِيصِ زِيَادَةَ دَلَالَةٍ عَلَى مِلْكِهِ إِيَّاهُ ؛ وَعِنْدَ الْإِطْلَاقِ يُحْمَلُ عَلَى الْأَوْلَى .

وَعَنْهُ أَنَّهُ فَصَلَ بَيْنَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ وَلَمْ يُصَحِّحْهُ فِي الثَّانِي لِكَوْنِهِ مَجْبُورًا عَلَيْهِ وَيُخَيَّرُ الطَّالِبُ فِيهِ ؛ فَبَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : إنَّ الْوَكِيلَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمُوَكِّلِ، وَإِقْرَارُهُ لَا يَخْتَصُّ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَكَذَا إِقْرَارُ نَائِبِهِ .

وَهُمَا يَقُولَانِ : إنَّ التَّوْكِيلَ يَتَنَاوَلُ جَوَابَ يُسَمَّى خُصُومَةً حَقِيقَةً أَوْ مَجَازًا، وَالْإِقْرَارُ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ خُصُومَةٌ مَجَازًا، إِمَّا لِأَنَّهُ خَرَجَ فِي مُقَابَلَةِ الْخُصُومَةِ، أَوْ لِأَنَّهُ سَبَبٌ لَهُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ إِتْيَانُهُ بِالْمُسْتَحَقِّ وَهُوَ الْجَوَابُ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَيَخْتَصُّ بِهِ، لَكِنْ إِذَا أُقِيمَتْ الْبَيِّنَةُ عَلَى إِقْرَارِهِ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ يَخْرُجُ مِنْ الْوَكَالَةِ حَتَّى لَا يُؤْمَرَ بِدَفْعِ الْمَالِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ صَارَ مُنَاقِضًا وَصَارَ كَالْأَبِ أَوْ الْوَصِيِّ إِذَا أَقَرَّ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ لَا يَصِحُّ وَلَا يَدْفَعُ الْمَالَ إِلَيْهِ.

📖 اور جب مؤکل نے اقرار کا استثناء کرلیا ہے تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ استثناء درست نہ ہوگا کیونکہ مؤکل استثناء کا مالک نہیں ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس استثناء درست ہوگا کیونکہ صراحت کرنے سے مؤکل کے انکار کا مالک ہونے پر دلالت زیادہ ہوجائے گی اور اس کو اطلاق کے وقت اولیٰ پر محمول کیا جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے طالب و مطلوب کے درمیان فرق کیا ہے اور مطلوب میں استثناء کو صحیح نہیں قرار دیا کیونکہ مطلوب ترک انکار پر مجبور ہوتا ہے جبکہ طالب کو اس میں اختیار ہوتا ہے۔ اس کے بعد امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وکیل مؤکل کے قائم مقام ہے اور مؤکل کا اقرار مجلس قضاء کے ساتھ خاص نہ ہوگا پس اس کے خلیفہ کا اقرار بھی مجلس قضاء کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔ (قاعدہ فقہیہ)

طرفین نے کہا ہے کہ توکیل خصومت ایسے جواب کو شامل ہے جو یقینی طور پر خصومت ہو یا مجازی خصومت ہو اور مجلس قضاء میں اقرار کرنا یہ مجازی خصومت ہے یا پھر اس وقت ہوگا کہ جب اقرار خصومت کے مقابلے میں واقع ہوا ہے یا پھر اس سبب سے ہے کہ خصومت اقرار کا سبب ہے کیونکہ ظاہر اسی طرح ہے کہ مستحق مطالبہ کے وقت مستحق ہی کے ساتھ جواب دیا جائے اور مستحق وہی جواب ہے جو قاضی کی مجلس میں ہوتا ہے کیونکہ یہ جواب مجلس قضاء کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں البتہ جب مجلس قضاء کے سوا میں وکیل کے اقرار پر گواہی قائم کر دی گئی ہے تو اب وکیل وکالت سے خارج ہو جائے گا اور اس کو مال دینے کا حکم بھی نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ ٹوٹ چکا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی باپ یا وصی نے جب مجلس قضاء میں اقرار کیا ہے تو اس کا اقرار درست نہ ہوگا اور مقر کو وہ مال نہیں دیا جائے گا۔

مدیون سے وصول کردہ مال پر قبضہ کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ بِمَالٍ عَنْ رَجُلٍ فَوَكَّلَهُ صَاحِبُ الْمَالِ بِقَبْضِهِ عَنِ الْغَرِيمِ لَمْ يَكُنْ وَكِيلًا فِي ذَلِكَ اَبَدًا) لِاَنَّ الْوَكِيلَ مَنْ يَعْمَلُ لِغَيْرِهِ، وَلَوْ صَحَّحْنَاهَا صَارَ عَامِلًا لِنَفْسِهِ فِي اِبْرَاءِ ذِمَّتِهِ فَانْعَدَمَ الرُّكْنُ، وَلِاَنَّ قَبُولَ قَوْلِهِ مُلَازِمٌ لِلْوَكَالَةِ لِكَوْنِهِ اَمِينًا، وَلَوْ صَحَّحْنَاهَا لَا يُقْبَلُ لِكَوْنِهِ مُبَرِّئًا نَفْسَهُ فَيَنْعَدِمُ بِانْعِدَامِ لَازِمِهِ، وَهُوَ نَظِيرُ عَبْدٍ مَدْيُونٍ اَعْتَقَهُ مَوْلَاهُ حَتّٰى ضَمِنَ قِيمَتَهُ لِلْغُرَمَاءِ وَيُطَالَبُ الْعَبْدُ بِجَمِيعِ الدَّيْنِ، فَلَوْ وَكَّلَهُ الطَّالِبُ بِقَبْضِ الْمَالِ عَنِ الْعَبْدِ كَانَ بَاطِلًا لِمَا بَيَّنَّاهُ .

اور جب کوئی شخص کسی کی جانب سے کفیل بہ مال ہوا اس کے بعد صاحب مال نے کفیل کو مدیون سے مال لے کر اس پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے۔ تو اب کفیل اس میں کبھی بھی وکیل نہ بن سکے گا کیونکہ وکیل وہی ہوتا ہے جو دوسرے کے لئے کام کرتا ہے اور جب ہم اس وکالت کو درست قرار دیں تو وہ اپنی ذمہ داری میں بری کرنے میں اپنا کام کرنے والا ہو جائے گا جس سے توکیل ختم ہو جائے گی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وکیل کے قول کا مقبول ہونا وکالت کے لئے ضروری ہے کیونکہ وکیل امین ہوتا ہے اور جب ہم وکالت کو درست قرار دیتے ہیں تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کیونکہ وکیل اپنی ذات کو بری کرنے والا بن رہا ہے پس اس کو اپنے لازم کے معدوم ہونے سے توکیل معدوم ہو رہی ہے اور یہ عبد ماذون مدیون کی مثال ہے۔ جس کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا ہے حتیٰ کہ آقا قرض خواہوں کے لئے اس کی قیمت کا ضامن ہوا ہے اور آقا غلام سے پورے قرض کا مطالبہ کرے گا مگر جب قرض خواہ نے آقا کو غلام سے مال پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے تو یہ توکیل باطل ہو جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

غائب کا قرض وصول کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ ادَّعَى اَنَّهُ وَكِيلُ الْغَائِبِ فِي قَبْضِ دَيْنِهِ فَصَدَّقَهُ الْغَرِيمُ اُمِرَ بِتَسْلِيمِ الدَّيْنِ اِلَيْهِ) لِاَنَّهُ اِقْرَارٌ عَلَى نَفْسِهِ لِاَنَّ مَا يَقْضِيهِ خَالِصُ مَالِهِ (فَاِنْ حَضَرَ الْغَائِبُ فَصَدَّقَهُ وَاِلَّا دَفَعَ اِلَيْهِ الْغَرِيمُ

الـدَّيْـنَ ثَـانِيًـا) لِاَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ اِلاسْتِيفَاءُ حَيْثُ اَنْكَرَ الْوِكَالَةَ. وَالْقَوْلُ فِي ذٰلِكَ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ فَيَفْسُدُ الْاَدَاءُ (وَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْوَكِيلِ اِنْ كَانَ بَاقِيًا فِي يَدِهِ) لِاَنَّ غَرَضَهُ مِنَ الدَّفْعِ بَرَاءَةُ ذِمَّتِهِ وَلَمْ تَحْصُلْ فَلَهُ اَنْ يَنْقُضَ قَبْضَهُ (وَاِنْ كَانَ) ضَاعَ (فِي يَدِهِ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ بِتَصْدِيقِهِ اعْتَرَفَ اَنَّهُ مُحِقٌّ فِي الْقَبْضِ وَهُوَ مَظْلُومٌ فِي هٰذَا الْاَخْذِ. وَالْمَظْلُومُ لَا يَظْلِمُ غَيْرَهُ.

اور جب کسی شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ میں فلاں غائب بندے کی جانب سے اس کا قرض وصول کرنے میں وکیل ہوں اور قرض دار نے اس کی تصدیق کردی ہے تو قرض دار کو اس مدعی کی جانب قرض حوالے کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اپنی ذات پر یہ اقرار کرنے والا ہے کیونکہ قرض دار جو بھی ادا کرے گا وہ خاص اسی کا مال ہوگا۔ اور اگر مؤکل غائب حاضر ہو گیا اور اس نے بھی وکیل کی تصدیق کردی تو درست ہوگا ورنہ مدیون دوبارہ مؤکل کو قرض ادا کرے گا کیونکہ جب مؤکل نے وکالت کا انکار کیا ہے تو اس کا اصول ثابت نہیں ہے تو اب مؤکل کا قول قسم کے ساتھ اعتبار کرلیا جائے گا پس مدیون کی ادائیگی فاسد ہوجائے گی۔

اور جب وکیل کے ہاں مال موجود ہو تو قرض دار اس کو وکیل سے واپس لے گا کیونکہ اس کا وکیل کو مال دینے کا مقصد اپنے آپ کو قرض سے بری کرنا تھا جبکہ یہ مقصد حاصل نہیں ہوا ہے پس مدیون کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ وکیل کا قبضہ توڑ دے اور جب وکیل کے پاس مال ضائع ہو چکا ہے تو مدیون اس سے واپس نہ لے گا بلکہ وکیل کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے مدیون یہ اقرار کر چکا ہے کہ وکیل مال پر قبضہ کرنے میں بجانب حق ہے جبکہ قرض دار قرض خواہ سے قرض لینے میں مظلوم ہے۔ اور مظلوم دوسرے پر ظلم کرنے والا نہ ہوگا۔

مقروض کا مال دیتے وقت وکیل کو ضامن بنانے کا بیان

قَالَ (اِلَّا اَنْ يَكُونَ ضَمِنَهُ عِنْدَ الدَّفْعِ) لِاَنَّ الْمَاْخُوذَ ثَانِيًا مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فِي زَعْمِهِمَا، وَهٰذِهِ كَفَالَةٌ اُضِيفَتْ اِلَى حَالَةِ الْقَبْضِ فَتَصِحُّ بِمَنْزِلَةِ الْكَفَالَةِ بِمَا ذَابَ لَهُ عَلَى فُلَانٍ، وَلَوْ كَانَ الْغَرِيمُ لَمْ يُصَدِّقْهُ عَلَى الْوِكَالَةِ وَدَفَعَهُ اِلَيْهِ عَلَى ادِّعَائِهِ، فَاِنْ رَجَعَ صَاحِبُ الْمَالِ عَلَى الْغَرِيمِ رَجَعَ الْغَرِيمُ عَلَى الْوَكِيلِ لِاَنَّهُ لَمْ يُصَدِّقْهُ عَلَى الْوِكَالَةِ، وَاِنَّمَا دَفَعَهُ اِلَيْهِ عَلَى رَجَاءِ الْاِجَازَةِ، فَاِذَا انْقَطَعَ رَجَاؤُهُ رَجَعَ عَلَيْهِ، وَكَذَا اِذَا دَفَعَهُ اِلَيْهِ عَلَى تَكْذِيبِهِ اِيَّاهُ فِي الْوِكَالَةِ.

وَهٰذَا اَظْهَرُ لِمَا قُلْنَا، وَفِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا لَيْسَ لَهُ اَنْ يَسْتَرِدَّ الْمَدْفُوعَ حَتّٰى يَحْضُرَ الْغَائِبُ لِاَنَّ الْمُؤَدّٰى صَارَ حَقًّا لِلْغَائِبِ، اِمَّا ظَاهِرًا اَوْ مُحْتَمَلًا فَصَارَ كَمَا اِذَا دَفَعَهُ اِلَى فُضُولِيٍّ عَلَى رَجَاءِ الْاِجَازَةِ لَمْ يَمْلِكِ الْاِسْتِرْدَادَ لِاحْتِمَالِ الْاِجَازَةِ، وَلِاَنَّ مَنْ بَاشَرَ التَّصَرُّفَ لِغَرَضٍ لَيْسَ لَهُ اَنْ يَنْقُضَهُ مَا لَمْ يَقَعِ الْيَاْسُ عَنْ غَرَضِهِ.

ترجمہ ہاں البتہ مقروض مال دیتے وقت وکیل کو ضامن بنا دے کیونکہ مقروض سے جو دوبارہ لیا گیا ہے وہ مدیون اور وکیل دونوں کے خیال میں قرض خواہ پر بطور ضمانت ہے اور یہ ایک ایسی کفالت ہے جو قبضہ کی جانب منسوب ہے لہٰذا یہ کفالت درست ہوئی اور یہ کفالت اس کفالت کے حکم میں ہے کہ جس نے فلاں پر کے لئے کفیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اور اگر مدیون نے وکالت پر وکیل کی تصدیق نہیں کی اور اس نے دعویٰ پر اس کو مال دے دیا تو اب جب قرض خواہ نے قرض دار پر رجوع کر لیا ہے تو قرض دار وکیل پر رجوع کرے گا کیونکہ مدیون نے وکالت کے وکیل کی تصدیق نہ کی تھی اور صرف اجازت کی امید پر اسے مال دے دیا تھا مگر جب امید ہی ختم ہوگئی ہے تو وہ وکیل سے واپس لے لے گا اور اسی طرح جب مقروض نے وکالت میں وکیل کو جھٹلاتے ہوئے اس کو وہ مال دیا ہے اور یہ زیادہ اظہر ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور مذکورہ بیان کردہ تمام احوال میں قرض دار کو دیا ہوا مال واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا حتیٰ کہ غائب مؤکل حاضر ہو جائے کیونکہ ادا کردہ مال غائب کا حق ہے اگر چہ یہ بطور ظاہر ہوا ہے یا بطور احتمال کے ہوا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مدیون نے اجازت کی امید کرتے ہوئے کسی فضولی کو مال دے دیا تو احتمال اجازت کے سبب مدیون واپس لینے کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ جب کسی شخص نے کسی مقصد کے مطابق کوئی تصرف کیا ہے تو جب تک اس کو اپنے مقصد سے بے امیدی نہ ہو جائے اس وقت تک کے لئے وہ تصرف توڑنا جائز نہ ہوگا۔

ودیعت پر قبضہ کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ اِنِّی وَكِيلٌ بِقَبْضِ الْوَدِيعَةِ فَصَدَّقَهُ الْمُودِعُ) لَمْ يُؤْمَرْ بِالتَّسْلِيمِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ اَقَرَّ لَهُ بِمَالِ الْغَيْرِ، بِخِلَافِ الدَّيْنِ .

وَلَوْ ادَّعَى اَنَّهُ مَاتَ اَبُوهُ وَتَرَكَ الْوَدِيعَةَ مِيرَاثًا لَهُ وَلَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ، وَصَدَّقَهُ الْمُودَعُ اُمِرَ بِالدَّفْعِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ لَا يَبْقَى مَالُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ، فَقَدْ اتَّفَقَا عَلَى اَنَّهُ مَالُ الْوَارِثِ وَلَوْ ادَّعَى اَنَّهُ اشْتَرَى الْوَدِيعَةَ مِنْ صَاحِبِهَا فَصَدَّقَهُ الْمُودَعُ لَمْ يُؤْمَرْ بِالدَّفْعِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ مَا دَامَ حَيًّا كَانَ اِقْرَارًا بِمِلْكِ الْغَيْرِ لِاَنَّهُ مِنْ اَهْلِهِ فَلَا يُصَدَّقَانِ فِي دَعْوَى الْبَيْعِ عَلَيْهِ .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میں ودیعت پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوں اور مودع نے اس کی تصدیق کر دی ہے تو مودع کو مدعی کی جانب سے حوالے کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا کیونکہ یہ دوسرے کے مال پر اقرار کرنا ہے جبکہ دین میں ایسا نہیں ہوتا۔

اور جب کسی شخص نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ اس کا باپ فوت ہو چکا ہے یا مرحوم نے اس کے لئے ودیعت کو میراث چھوڑا ہے اور مدعی کے سوا مرحوم کا اور کوئی وارث بھی نہیں ہے اور مودع نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے تو مودع کو مدعی کا مال حوالے کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ مودع کی موت کے بعد وہ مال اس کا نہیں رہا بلکہ مودع اور مدعی دونوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ مال وارث کا ہے۔

اور جب کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نے مودع سے ودیعت خرید لی تھی اور مودع نے اس کی تصدیق کردالی تو مودع کو مدعی کا مال حوالے کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ جب تک مودع زندہ ہے یہ غیر کی ملکیت کا اقرار ہے کیونکہ مودع ملکیت کا اہل ہے پس مودع کے خلاف بیع کا دعویٰ کرنے میں مدعی اور مودع دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

مال کی وصولی کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ وَكَّلَ وَكِيلًا يَقْبِضُ مَالَهُ فَادَّعَى الْغَرِيمُ أَنَّ صَاحِبَ الْمَالِ قَدْ اسْتَوْفَاهُ فَإِنَّهُ يَدْفَعُ الْمَالَ إِلَيْهِ) لِأَنَّ الْوَكَالَةَ قَدْ ثَبَتَتْ وَالِاسْتِيفَاءُ لَمْ يَثْبُتْ بِمُجَرَّدِ دَعْوَاهُ فَلَا يُؤَخِّرُ الْحَقَّ. قَالَ (وَيَتْبَعُ رَبُّ الْمَالِ فَيَسْتَحْلِفُهُ) رِعَايَةً لِجَانِبِهِ، وَلَا يَسْتَحْلِفُ الْوَكِيلَ لِأَنَّهُ نَائِبٌ.

اور جب کسی شخص نے کسی بندے کو اپنا مال وصول کرنے کے لئے وکیل بنایا اس کے بعد قرض دار نے یہ دعویٰ کر دیا کہ صاحب مال نے تو اپنا مال ہی وصول کر لیا ہے تب بھی وہ وکیل کو مال دے گا کیونکہ ان دونوں کے اتفاق سے وکالت ثابت ہو چکی ہے جبکہ محض اُس کے دعویٰ سے اس کی وصولی ثابت نہ ہوگی کیونکہ حق کو مؤخر نہ کیا جائے گا اور قرض دار قرض خواہ سے علیحدگی میں قسم لے گا تا کہ قرض دار کی رعایت ہو سکے اور وکیل سے قسم نہ لی جائے گی کیونکہ اپنے مؤکل کا نائب ہے۔

عیب کے سبب باندی کو واپس کرنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وَكَّلَهُ بِعَيْبٍ فِي جَارِيَةٍ فَادَّعَى الْبَائِعُ رِضَا الْمُشْتَرِي لَمْ يُرَدَّ عَلَيْهِ حَتَّى يَحْلِفَ الْمُشْتَرِي) بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الدَّيْنِ لِأَنَّ التَّدَارُكَ مُمْكِنٌ هُنَالِكَ بِاسْتِرْدَادِ مَا قَبَضَهُ الْوَكِيلُ إِذَا ظَهَرَ الْخَطَأُ عِنْدَ نُكُولِهِ، وَهَاهُنَا غَيْرُ مُمْكِنٍ لِأَنَّ الْقَضَاءَ بِالْفَسْخِ مَاضٍ عَلَى الصِّحَّةِ وَإِنْ ظَهَرَ الْخَطَأُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ، وَلَا يَسْتَحْلِفُ الْمُشْتَرِيَ عِنْدَهُ بَعْدَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ، وَأَمَّا عِنْدَهُمَا قَالُوا: يَجِبُ أَنْ يَتَّحِدَ الْجَوَابُ عَلَى هَذَا فِي الْفَصْلَيْنِ وَلَا يُؤَخَّرُ، لِأَنَّ التَّدَارُكَ مُمْكِنٌ عِنْدَهُمَا لِبُطْلَانِ الْقَضَاءِ. وَقِيلَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْ يُؤَخَّرَ فِي الْفَصْلَيْنِ لِأَنَّهُ يَعْتَبِرُ النَّظَرَ حَتَّى يَسْتَحْلِفَ الْمُشْتَرِيَ لَوْ كَانَ حَاضِرًا مِنْ غَيْرِ دَعْوَى الْبَائِعِ فَيَنْتَظِرُ لِلنَّظَرِ.

اور جب کسی شخص نے عیب کے سبب باندی کو واپس کرنے کا وکیل بنایا ہے اور بیچنے والے نے خریدار کی رضامندی کا دعویٰ کیا ہے تو وکیل خریدار کے قسم اٹھانے سے قبل بیچنے والا پر بیع واپس نہیں کر سکتا ہے خلاف دین کے مسئلہ کے کیونکہ اس میں تدارک ممکن ہے اور وہ اس طرح ہے کہ جب قرض خواہ کے قسم سے انکار کے سبب غلطی ظاہر ہو جائے تو وکیل نے جس مال پر قبضہ کیا ہوا ہے اس کو واپس لیا جائے گا۔

جبکہ دوسرے مسئلہ میں تدارک ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ فسخ کا فیصلہ صحت پر جاری ہونے والا ہے اگرچہ غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور اس کے بعد امام صاحب کے مطابق اس سے قسم نہ لی جائے گی کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مشائخ کے قول کے مطابق دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہونا چاہیے اور تاخیر کی جائے گی کیونکہ قضاء کے باطل ہونے کے سبب صاحبین کے نزدیک اس کا تدارک ممکن ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں تاخیر کی جائے گی کیونکہ وہ نظر کا اعتبار کرنے والے ہیں حتیٰ کہ خریدار سے قسم لی جائے گی مگر اس میں شرط یہ ہے کہ بیچنے والا دعویٰ کے بغیر حاضر ہو اور اس میں غور و غوض کے لئے انتظار کر لیا جائے گا۔

اولاد پر خرچ کرنے کے لئے دس دراہم کسی دوسرے کو دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ دَفَعَ اِلٰی رَجُلٍ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ يُنْفِقُهَا عَلٰی اَهْلِهِ فَاَنْفَقَ عَلَيْهِمْ عَشَرَةً مِنْ عِنْدِهِ فَالْعَشَرَةُ بِالْعَشَرَةِ) لِاَنَّ الْوَكِيلَ بِالْاِنْفَاقِ وَكِيلٌ بِالشِّرَاءِ وَالْحُكْمُ فِيهِ مَا ذَكَرْنَاهُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فَهٰذَا كَذٰلِكَ .وَقِيلَ هٰذَا اسْتِحْسَانٌ وَفِي الْقِيَاسِ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ وَيَصِيرُ مُتَبَرِّعًا .وَقِيلَ الْقِيَاسُ وَالِاسْتِحْسَانُ فِي قَضَاءِ الدَّيْنِ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِشِرَاءٍ، فَاَمَّا الْاِنْفَاقُ يَتَضَمَّنُ الشِّرَاءَ فَلَا يَدْخُلَانِهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جب کسی شخص نے دوسرے کو دس دراہم دیئے ہیں کہ وہ ان کو اس کی اولاد پر خرچ کرے اس کے بعد اس نے اپنی جانب سے دس دراہم خرچ کر دیئے ہیں تو ان دیئے دس دراہم کے بدلے میں ہو جائیں گے۔ کیونکہ خرچ کرنے والا ہی وکیل خریداری ہے اور وکیل بہ شراء کا بھی یہی حکم ہے جس کو ہم بیان کر کے ثابت بھی کر آئے ہیں پس اس کا حکم بھی وہی ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ استحسان ہے جبکہ قیاس کے مطابق اس کے لئے وہ دس دراہم نہ ہوں بلکہ وہ احسان ہو جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ بھی ہے کہ قیاس واستحسان یہ ادائے قرض میں ہے کیونکہ وہ شراء نہیں ہے البتہ خرچ کرنے کا معاملہ جو ہے یہ شراء کو لازم کیے ہوئے ہے کیونکہ اس میں قیاس واستحسان داخل ہی ہونے والے نہیں ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ عَزْلِ الْوَكِيلِ

﴿ یہ باب وکیل کو برطرف کرنے کے بیان میں ہے ﴾

باب عزل وکیل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وکیل کو معزول کرنے کے اس باب کو مؤخر کی وجہ ظاہر ہے جس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (کیونکہ کسی چیز کے ثابت ہونے کے بعد اس کا اختتام ہوتا ہے۔ لہٰذا ابتداء کو مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے اور اس کے آخری مرحلے کو آخر میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے معزول وہی ہوگا جو شخص وکیل ہوگا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وکیل ہو ہی نہ اور اس کو وکالت سے معزول کیا جائے۔ لہٰذا اسی مطابقت کے سبب اس باب کو مؤخر ذکر کیا ہے)۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۲۴۰، بیروت)

وکیل کی برطرفی کا فقہی مفہوم

وکیل کو قبل تصرف برطرف کر دینے کا ہر وقت اختیار ہے مثلاً زید نے کسی سے کہا تھا کہ مجھے ایک بکری کی ضرورت ہے کہیں مل جائے تو لے لینا پھر منع کر دیا کہ میں نے تم سے جو بکری خریدنے کے لئے کہا تھا اب نہ خریدنا اس کے باوجود وہ شخص بکری خرید لے تو زید کے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ وہ بکری لے لے کیونکہ منع کرنے کے بعد اس شخص کو زید کے لیے بکری خریدنے کا اختیار نہیں رہا تھا۔ ہاں اگر اس نے بکری خرید لی اور پھر اس کے بعد زید نے منع کیا تو اس صورت میں زید پر واجب ہوگا کہ وہ بکری لے لے اور اس کی قیمت ادا کر دے۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ زید نے خود اس کو منع نہیں کیا بلکہ خط لکھ کر بھیجا یا آدمی بھیج کر اطلاع دی کہ اب میرے لئے بکری نہ خریدنا تب بھی وہ شخص وکالت سے برطرف ہو گیا اور اگر زید نے برطرفی کی اطلاع نہیں دی بلکہ کسی اور آدمی نے اس سے کہہ دیا کہ زید نے تمہیں وکالت سے برطرف کر دیا ہے اس کے لئے نہ خریدنا تو اس صورت میں اگر اطلاع دینے والے دو آدمی ہوں یا ایک ہی آدمی نے اطلاع دی مگر وہ معتبر اور پابند شرع ہے تو اس اطلاع پر بھی برطرفی عمل میں آ جائے گی اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شخص وکالت سے برطرف نہیں ہوگا اگر اس نے بکری خرید لی تو زید کو لینی پڑے گی۔

عزل وکالت کے حکم کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وکالت عقود لازمہ میں سے نہیں یعنی نہ مؤکل پر اس کی پابندی لازم ہے نہ وکیل پر، جس طرح مؤکل جب چاہے وکیل کو برطرف کر سکتا ہے وکیل بھی جب چاہے دست بردار ہو سکتا ہے اسی وجہ سے اس میں خیار شرط نہیں ہوتا کہ جب یہ خود ہی لازم نہیں تو شرط لگانے سے کیا فائدہ ہے۔ وکالت کا بالقصد حکم نہیں ہو سکتا یعنی جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز شامل نہ ہو محض وکالت کا قاضی حکم نہیں دے گا مثلاً یہ کہ زید عمرو کا وکیل ہے۔ اگر مدیون پر وکیل نے دعوی کیا اور وہ

اس کی وکالت سے انکار کرتا ہے تو اب یہ بیشک اس قابل ہے کہ اس کے متعلق قاضی اپنا فیصلہ صادر کرے۔ (بحرالرائق، کتاب الوکالہ)

مؤکل کے حق ابطال کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُوَكِّلِ اَنْ يَعْزِلَ الْوَكِيلَ عَنِ الْوَكَالَةِ) لِاَنَّ الْوَكَالَةَ حَقُّهُ فَلَهُ اَنْ يُبْطِلَهُ، اِلَّا اِذَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ بِاَنْ كَانَ وَكِيلًا بِالْخُصُومَةِ يُطْلَبُ مِنْ جِهَةِ الطَّالِبِ لِمَا فِيهِ مِنْ اِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ، وَصَارَ كَالْوَكَالَةِ الَّتِي تَضَمَّنَهَا عَقْدُ الرَّهْنِ.

فرمایا اور مؤکل کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ وکیل کو وکالت سے برطرف کر دے۔ کیونکہ وکالت دینا اسی کا حق تھا لہٰذا باطل کرنے کا حق بھی اسی کا ہے۔ ہاں البتہ جب وہ اس حق کو غیر کے ساتھ معلق کرنے والا ہے کیونکہ وکیل بہ خصومت طالب کی جانب سے طلب کیا جاتا ہے جبکہ اس میں غیر حق کو باطل کرنا ضروری آئے گا پس یہ ایسی وکالت کی ہو جائے گا جو عقد رہن کو ضروری کرنے والی ہے۔

وکیل تک خبر عزل نہ پہنچنے تک وکیل رہنے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ لَمْ يَبْلُغْهُ الْعَزْلُ فَهُوَ عَلٰى وَكَالَتِهِ وَتَصَرُّفُهُ جَائِزٌ حَتّٰى يَعْلَمَ) لِاَنَّ فِي الْعَزْلِ اِضْرَارًا بِهِ مِنْ حَيْثُ اِبْطَالُ وِلَايَتِهِ اَوْ مِنْ حَيْثُ رُجُوعُ الْحُقُوقِ اِلَيْهِ فَيَنْقُدُ مِنْ مَالِ الْمُوَكِّلِ وَيُسَلِّمُ الْمَبِيعَ فَيَضْمَنُهُ فَيَتَضَرَّرُ بِهِ، وَيَسْتَوِي الْوَكِيلُ بِالنِّكَاحِ وَغَيْرُهُ لِلْوَجْهِ الْاَوَّلِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا اشْتِرَاطَ الْعَدَدِ اَوِ الْعَدَالَةِ فِي الْمُخْبِرِ فَلَا نُعِيدُهُ.

اور جب تک وکیل کو برطرفی کی خبر نہ پہنچی ہو تو وہ اپنی وکالت پر ہی رہے گا اور اس کا تصرف بھی جائز ہوگا حتی کہ اس کو معزول ہونے کا علم ہو جائے کیونکہ معزول ہونے میں وکیل کا نقصان ہے۔ کیونکہ اس کی ولایت کو ختم کر دیا گیا ہے یا اس طرح کہ حقوق وکیل کی جانب لوٹیں گے۔ اس کے بعد وکیل مؤکل کے مال سے ثمن ادا کرے گا اور مبیع اس کے حوالے کر دے گا اور اس کا ضامن ہو کر اس سے نقصان اٹھا لیا جائے گا اور اس میں وکیل بہ نکاح وغیرہ سارے شامل ہیں اور پہلی دلیل کا سبب یہ ہے کہ خبر دینے والے میں ہم نے عدد یا عدالت کو مشروط ہونے کو ہم بیان کر آئے ہیں پس اس کی دلیل کو ہم دوبارہ بیان نہ کریں گے۔

ابطال وکالت کے ذرائع کا بیان

قَالَ (وَتَبْطُلُ الْوَكَالَةُ بِمَوْتِ الْمُوَكِّلِ وَجُنُونِهِ جُنُونًا مُطْبِقًا وَلَحَاقِهِ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا) لِاَنَّ التَّوْكِيلَ تَصَرُّفٌ غَيْرُ لَازِمٍ فَيَكُونُ لِدَوَامِهِ حُكْمُ ابْتِدَائِهِ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِ الْاَمْرِ وَقَدْ بَطَلَ بِهٰذِهِ الْعَوَارِضِ، وَشَرْطُ اَنْ يَكُونَ الْجُنُونُ مُطْبِقًا لِاَنَّ قَلِيلَهُ بِمَنْزِلَةِ الْاِغْمَاءِ، وَحَدُّ الْمُطْبِقِ شَهْرٌ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ اعْتِبَارًا بِمَا يَسْقُطُ بِهِ الصَّوْمُ. وَعَنْهُ اَكْثَرُ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِاَنَّهُ تَسْقُطُ بِهِ

الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ فَصَارَ كَالْمَيِّتِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : حَوْلٌ كَامِلٌ لِاَنَّهُ يَسْقُطُ بِهِ جَمِيعُ الْعِبَادَاتِ فَقَدَّرَ بِهِ احْتِيَاطًا . قَالُوْا : الْحُكْمُ الْمَذْكُورُ فِي اللَّحَاقِ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ لِاَنَّ تَصَرُّفَاتِ الْمُرْتَدِّ مَوْقُوفَةٌ عِنْدَهُ فَكَذَا وَكَالَتُهُ، فَاِنْ اَسْلَمَ نَفَذَ، وَاِنْ قُتِلَ اَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتِ الْوَكَالَةُ، فَاَمَّا عِنْدَهُمَا تَصَرُّفَاتُهُ نَافِذَةٌ فَلَا تَبْطُلُ وَكَالَتُهُ اِلَّا اَنْ يَمُوتَ اَوْ يُقْتَلَ عَلَى رِدَّتِهِ اَوْ يُحْكَمَ بِلَحَاقِهِ وَقَدْ مَرَّ فِي السِّيَرِ

وَاِنْ كَانَ الْمُوَكِّلُ امْرَاَةً فَارْتَدَّتْ فَالْوَكِيلُ عَلَى وَكَالَتِهِ حَتّٰى تَمُوتَ اَوْ تَلْحَقَ بِدَارِ الْحَرْبِ لِاَنَّ رِدَّتَهَا لَا تُؤَثِّرُ فِي عُقُودِهَا عَلَى مَا عُرِفَ .

مؤکل کے فوت ہو جانے، دائمی طور پر پاگل ہو جانے اور مرتد ہو کر اس کے دارالحرب میں چلے جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ توکیل ایک غیر لازم صفت ہے پس اس کے تصرف کے دوام کو اس کی ابتدا کا حکم حاصل ہو جائے گا کیونکہ مؤکل کے حکم کا قائم رہنا ضروری ہے جبکہ مذکورہ عوارض کے سبب مؤکل کا حکم باطل ہو جاتا ہے۔

اور دائمی جنون کی شرط اس لئے بیان کی گی ہے کہ معاً تا جنون تو بے ہوشی کے حکم میں ہوگا جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جنون مطبق کی حد ایک مہینہ ہے اس کو سقوط روزے کے سبب پر قیاس کیا گیا ہے اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک دن رات سے زائد ہو کیونکہ اس سے پانچوں نمازیں ساقط ہو جاتی ہیں پس یہ میت کے حکم میں ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جنون مطبق مکمل ایک سال ہے کیونکہ اس سے تمام عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ پس احتیاط کے پیش نظر اسی سے اندازہ کرلیا جائے گا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ دارالحرب میں جانے کے بارے میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں۔ پس اس کی وکالت بھی موقوف رہے گی۔ ہاں جب وہ اسلام لے آیا ہے تو اب اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا۔ اور اگر وہ قتل کر دیا گیا یا وہ دارالحرب میں چلا گیا تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی۔

صاحبین کے نزدیک مرتد کے تصرفات نافذ رہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی وکالت باطل نہیں ہوئی ہاں البتہ جب وہ مر جائے یا ارتداد کے سبب قتل ہو جائے یا اس کے دارالحرب میں ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اور کتاب سیر میں اس کے احکام ذکر کر دیے گئے ہیں۔ (شرح ہدایہ جلد نمبر ۹)

اور جب مؤکل کوئی عورت ہے اور اس کے بعد وہ مرتدہ بن گئی تو وکیل اپنی ذات پر برقرار رہے گا حتیٰ کہ مؤکلہ مر جانے یا دارالحرب میں چلی جائے کیونکہ عورت کا ارتداد یہ اس کے عقود میں اثر انداز ہونے والا نہیں ہے جس طرح بیان کر دیا گیا ہے۔

مکاتب کا وکیل بنانے کے بعد عاجز ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا وَكَّلَ الْمُكَاتَبُ ثُمَّ عَجَزَ اَوِ الْمَاذُونُ لَهُ ثُمَّ حُجِرَ عَلَيْهِ اَوِ الشَّرِيكَانِ فَافْتَرَقَا، فَهٰذِهِ

الْوُجُوهُ تُبْطِلُ الْوَكَالَةَ عَلَى الْوَكِيلِ، عَلِمَ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ بَقَاءَ الْوَكَالَةِ يَعْتَمِدُ قِيَامَ الْأَمْرِ وَقَدْ بَطَلَ بِالْحَجْرِ وَالْعَجْزِ وَالِافْتِرَاقِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْعِلْمِ وَعَدَمِهِ لِأَنَّ هَذَا عَزْلٌ حُكْمِيٌّ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْعِلْمِ كَالْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ إِذَا بَاعَهُ الْمُوَكِّلُ.

اور جب کسی مکاتب نے وکیل بنایا ہے اس کے بعد وہ عاجز آ گیا یا کسی ماذون لہ نے وکیل بنایا اور اس کے بعد اس کو روک دیا گیا ہے یا دو اشخاص نے مل کر وکیل بنایا ہے اس کے بعد دونوں الگ ہو گئے یہ اسباب وکالت کو باطل کرنے والے ہیں اگر چہ وکیل کو ان کا علم ہو یا نہ ہو۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

وکالت کی بقاء حکم کے قیام پر موقوف رہتی ہے۔ جبکہ حجر، عجز اور افتراق کے سبب حکم باطل ہو جاتا ہے اور وکیل کے جاننے یا نہ جاننے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ عزل بطور حکم کے ہے کیونکہ وکیل جاننے پر موقوف نہ ہوگا جس طرح وکیل بہ بیع ہے جبکہ اس کے مؤکل نے مبیع کو بیچ دیا ہو۔

وکیل کے دائمی مجنون ہونے سے بطلان وکالت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الْوَكِيلُ أَوْ جُنَّ جُنُونًا مُطْبِقًا بَطَلَتِ الْوَكَالَةُ) لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ أَمْرُهُ بَعْدَ جُنُونِهِ وَمَوْتِهِ (وَإِنْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا) لَمْ يَجُزْ لَهُ التَّصَرُّفُ إِلَّا أَنْ يَعُودَ مُسْلِمًا قَالَ: وَهَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ، فَأَمَّا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لَا تَعُودُ الْوَكَالَةُ. لِمُحَمَّدٍ أَنَّ الْوَكَالَةَ إِطْلَاقٌ لِأَنَّهُ رَفْعُ الْمَانِعِ.

أَمَّا الْوَكِيلُ يَتَصَرَّفُ بِمَعَانٍ قَائِمَةٍ بِهِ وَإِنَّمَا عَجَزَ بِعَارِضِ اللَّحَاقِ لِتَبَايُنِ الدَّارَيْنِ، فَإِذَا زَالَ الْعَجْزُ وَالْإِطْلَاقُ بَاقٍ عَادَ وَكِيلًا. وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِثْبَاتُ وِلَايَةِ التَّنْفِيذِ، لِأَنَّ وِلَايَةَ أَصْلِ التَّصَرُّفِ بِأَهْلِيَّتِهِ وَوِلَايَةُ التَّنْفِيذِ بِالْمِلْكِ وَبِاللَّحَاقِ لَحِقَ بِالْأَمْوَاتِ وَبَطَلَتِ الْوِلَايَةُ فَلَا تَعُودُ كَمِلْكِهِ فِي أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ. وَلَوْ عَادَ الْمُوَكِّلُ مُسْلِمًا وَقَدْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا لَا تَعُودُ الْوَكَالَةُ فِي الظَّاهِرِ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهَا تَعُودُ كَمَا قَالَ فِي الْوَكِيلِ.

وَالْفَرْقُ لَهُ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ مَبْنَى الْوَكَالَةِ فِي حَقِّ الْمُوَكِّلِ عَلَى الْمِلْكِ وَقَدْ زَالَ وَفِي حَقِّ الْوَكِيلِ عَلَى مَعْنًى قَائِمٍ بِهِ وَلَمْ يَزُلْ بِاللَّحَاقِ.

اور جب وکیل فوت ہو گیا یا وہ دائمی طور پر مجنون بن گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی کیونکہ وکیل کے مرنے یا مجنون بننے کے بعد اس کا مامور ہونا درست نہیں ہے اور اگر وکیل مرتد ہو کر دار الحرب میں جا پہنچا تو اس کے لئے تصرف کرنا جائز نہ ہوگا حتی کہ وہ مسلمان ہو کر واپس دار الاسلام میں آئے۔

مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ حکم حضرت امام محمد علیہ الرحمہ مطابق ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی وکالت لوٹ کرنہ آئے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ وکالت اطلاق ہے کیونکہ وہ مانع کو دفع کرنے والی ہے البتہ وکیل تو وہ ایسے احکام کے سبب تصرف کرتا ہے جو اس کے ساتھ قائم ہونے والے ہیں جبکہ دارین بدلنے کے سبب عارض کے لاحق ہونے کی وجہ سے وکیل عاجز ہو چکا ہے اور جب عجز زائل ہو جائے گا تو اطلاق باقی رہے گا لہٰذا وہ وکیل دوبارہ وکیل بن جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ ولایت نفاذ کو ثابت کرنے والی ہے کیونکہ اصل تصرف کرنے کی ولایت تو وکیل کو اس کے اہل ہونے کے سبب سے ملی ہے جبکہ نفاذ کی اہلیت اس کی ملکیت کے سبب سے ملی ہے مگر جب وہ دارالحرب میں گیا تو وہ میت کے حکم میں ہے اور اس کی ولایت باطل ہو جائے گی لہٰذا وہ دوبارہ لوٹ کر آنے والی نہیں ہے۔ جس طرح ام ولد اور مدبر میں اس کی ملکیت لوٹ کر نہیں آیا کرتی۔

اور جب مؤکل مسلمان ہو کر واپس آیا ہے جبکہ وہ حالت ارتداد میں دارالحرب میں گیا تھا تو ظاہر روایت کے مطابق اس کی وکالت لوٹ کرنہ آئے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ لوٹ آئے گی جس طرح انہوں نے وکیل کے بارے میں فرمایا تھا۔ اور ظاہر روایت کے مطابق امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر فرق اس طرح ہے کہ مؤکل کے حق میں وکالت کی بنیاد ملکیت پر ہے اور وہ ملکیت ختم ہو چکی ہے اور وہ وکیل کے حق میں ایسے حکم پر ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے اور دارالحرب میں چلے جانے سے وہ حکم زائل نہ ہوگا۔

وکیل بنانے کے بعد خود تصرف کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَكَّلَ آخَرَ بِشَيْءٍ ثُمَّ تَصَرَّفَ بِنَفْسِهِ فِيمَا وَكَّلَ بِهِ بَطَلَتْ الْوَكَالَةُ) وَهٰذَا اللَّفْظُ يَنْتَظِمُ وُجُوهًا: مِثْلَ أَنْ يُوَكِّلَهُ بِإِعْتَاقِ عَبْدِهِ أَوْ بِكِتَابَتِهِ فَأَعْتَقَهُ أَوْ كَاتَبَهُ الْمُوَكِّلُ بِنَفْسِهِ أَوْ يُوَكِّلَهُ بِتَزْوِيجِ امْرَأَةٍ أَوْ بِشِرَاءِ شَيْءٍ فَفَعَلَهُ بِنَفْسِهِ أَوْ يُوَكِّلَهُ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ فَطَلَّقَهَا الزَّوْجُ ثَلَاثًا أَوْ وَاحِدَةً وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا أَوْ بِالْخُلْعِ فَخَالَعَهَا، بِنَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَمَّا تَصَرَّفَ بِنَفْسِهِ تَعَذَّرَ عَلَى الْوَكِيلِ التَّصَرُّفُ فَبَطَلَتْ الْوَكَالَةُ، حَتَّى لَوْ تَزَوَّجَهَا بِنَفْسِهِ وَأَبَانَهَا لَمْ يَكُنْ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُزَوِّجَهَا مِنْهُ لِأَنَّ الْحَاجَةَ قَدْ انْقَضَتْ، بِخِلَافِ مَا إذَا تَزَوَّجَهَا الْوَكِيلُ وَأَبَانَهَا لَهُ أَنْ يُزَوِّجَ الْمُوَكِّلَ لِبَقَاءِ الْحَاجَةِ، وَكَذَا لَوْ وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدِهِ فَبَاعَهُ بِنَفْسِهِ، فَلَوْ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ؛ فَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَيْسَ لِلْوَكِيلِ أَنْ يَبِيعَهُ مَرَّةً أُخْرَى لِأَنَّ بَيْعَهُ بِنَفْسِهِ مَنْعٌ لَهُ مِنْ التَّصَرُّفِ فَصَارَ كَالْعَزْلِ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَهُ أَنْ يَبِيعَهُ مَرَّةً أُخْرَى لِأَنَّ الْوَكَالَةَ بَاقِيَةٌ لِأَنَّهُ إطْلَاقٌ وَالْعَجْزُ قَدْ

زَالَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا وَكَّلَهُ بِالْهِبَةِ فَوَهَبَ بِنَفْسِهِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يَكُنْ لِلْوَكِيلِ اَنْ يَهَبَ لِاَنَّهُ مُخْتَارٌ فِي الرُّجُوعِ فَكَانَ ذَلِكَ دَلِيلُ عَدَمِ الْحَاجَةِ.

اَمَّا الرَّدُّ بِقَضَاءٍ بِغَيْرِ اخْتِيَارِهِ فَلَمْ يَكُنْ دَلِيلُ زَوَالِ الْحَاجَةِ، فَاِذَا عَادَ اِلَيْهِ قَدِيمُ مِلْكِهِ كَانَ لَهُ اَنْ يَبِيعَهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

فرمایا اور جس شخص نے کسی دوسرے کو کسی چیز کا وکیل بنایا اور اس کے بعد اس نے خود ہی اس چیز میں تصرف کیا جس کا وکیل بنایا تھا تو وکالت باطل ہو جائے گی۔ اور یہ عبارت کئی مسائل کو شامل ہے۔ مثال کے طور پر چند ایک یہ ہیں۔

جب کسی نے اپنا غلام آزاد کرنے یا اس کو مکاتب بنانے کے لئے وکیل بنایا اور اس کے بعد مؤکل نے خود ہی اس کو آزاد کر دیا ہے یا مکاتب بنا دیا ہے۔

اسی طرح جب کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے یا کوئی چیز خریدنے کے لئے وکیل بنایا ہے اور اس کے بعد مؤکل نے وہ کام خود ہی کر لئے ہیں۔

اسی طرح جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے وکیل بنایا ہے اس کے بعد شوہر نے خود ہی بیوی کو تین طلاق یا ایک طلاق دے دی ہے اور اس عورت کی عدت پوری ہوگئی ہے۔

اسی طرح جب شوہر نے خلع کرنے کا وکیل بنایا ہے اور اس کے بعد خود ہی بیوی سے خلع لے لیا ہے اور اب جب اس نے خود یہ تصرف کر لیا ہے تو یہ کام وکیل کے لئے کرنے ناممکن ہو گئے ہیں۔ لہٰذا وکالت باطل ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ مؤکل نے خود جب اس عورت سے نکاح کیا یا اس کو بائنہ کر دیا ہے تو وکیل کو یہ حق نہ رہے گا کہ وہ مؤکل کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرے کیونکہ ضرورت پوری ہوگئی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وکیل نے اس سے نکاح کر کے اس کو بائنہ کر دیا ہے تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ مؤکل کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرے۔ کیونکہ ضرورت ابھی باقی ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے اپنا غلام بیچنے کے لئے کسی دوسرے آدمی کو وکیل بنا دیا اور اس کے بعد اس نے خود ہی اس کو فروخت کر ڈالا ہے یا پھر کسی عیب کے سبب قاضی کے فیصلے کے مطابق وہ غلام مؤکل کو واپس کیا گیا ہے۔ تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وکیل کے لئے اس غلام کو دوبارہ بیچنے کا حق نہ ہوگا کیونکہ مؤکل کا بہ ذات خود اس غلام کو بیچ دینا یہ اس کے تصرف کو روکنے والا ہے پس یہ وکیل معزول کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وکیل کے لئے دوبارہ اس غلام کو بیچنے کا حق محفوظ ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مؤکل نے وہ غلام ہبہ کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا اور اس کے مؤکل نے خود اس کو ہبہ کر دیا ہے اور اس کے بعد اس نے ہبہ واپس لے لیا ہے تو اب وکیل کو غلام دوبارہ ہبہ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ رجوع کرنے میں مؤکل اختیار رکھنے والا ہے پس یہ دلیل عدم ضرورت کی ہوگی۔ مگر مؤکل کے اختیار کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر مبیع کو واپس کرتے ہوئے یہ کہنا حاجت ختم ہوگئی ہے ایسا نہیں ہے۔

پس جب وہ غلام مؤکل کی پرانی ملکیت سے دوبارہ اس کی ملکیت میں آ گیا ہے تو وکیل کے لئے اس کو بیچنے کا اختیار نہ ہوگا۔

کتاب الدعوی

﴿یہ کتاب دعویٰ کے بیان میں ہے﴾

کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

مشہور حنفی فقیہ محقق علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت وکالت بہ خصومت کے ساتھ واضح ہے۔اس کا لغوی معنی یہ ہے کہ انسان غیر کے حق میں ایجاب کا ارادہ کرے۔اور دعویٰ کی جمع دعاویٰ ہے۔جس طرح فتویٰ کی جمع فتاویٰ ہے۔(ردمحتار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب وکالت بہ خصومت کو بیان کیا تو انہوں دعویٰ کا بیان شروع کر دیا کیونکہ وکالت بہ خصومت ہی دعویٰ کو لانے والی ہے۔لہٰذا مسبب سبب کو لانے والا ہوا۔

(فتح القدیر، کتاب دعویٰ، بیروت)

دعویٰ کے لغوی مفہوم کا بیان

دعویٰ یا lawsuit کو اردو میں بعض اوقات مقدمہ دائر کرنا اور یا قانونی چارہ جوئی بھی کہا جاتا ہے اور انگریزی میں اسے litigation اور اکثر صرف suit کے الفاظ سے بھی جانا جاتا ہے۔اس سے مراد ایک ایسی قانونی چارہ جوئی کی ہوتی ہے جو کسی ایک حزب party کی جانب سے عدالت میں داخل کیا جاتا ہے اور وہ حزب جو دعویٰ کرتی ہے اسے مدعی plaintiff کہتے ہیں جبکہ جس حزب کے خلاف دعویٰ دائر کیا جاتا ہے اسے مدعی علیہ defendant کہا جاتا ہے۔مدعی علیہ کا دعویٰ دائر کرنے کا مدعا، اس عدالت کے ذریعے سے اپنی شکایت یا دعویٰ کا مداوا remedy حاصل کرنا ہوتا ہے، مدعا علیہ کے دعویٰ کا سامنا کرنے کے لیئے جو مدعی ہو وہ کوئی ایک شخص یا ادارہ بھی ہو سکتا ہے اور یا پھر متعدد اشخاص و ادارے بھی ہو سکتے ہیں، عدالت کا قاضی judge دونوں اطراف کے بیانات کے بعد جو دعویٰ دائر کرنے والے کے لیئے عدالت کی جانب سے فیصلہ سناتا ہے اسے قانونی مداوا legal remedy کہتے ہیں۔

مدعی plaintiff قانونی اصطلاح میں ایک ایسے فریق یا حزب کو کہا جاتا ہے کہ جو کسی عدالت میں کوئی دعویٰ lawsuit دائر کرے، اسے اس شکایت گذاری کی نسبت سے بعض اوقات شکایت گذار یا دعویٰ دائر کرنے والا اور دعویٰ دار بھی کہا جاتا ہے۔مدعی کا دعویٰ دائر کرنے کا مقصد و مدعا اپنی کسی تکلیف یا کسی دوسرے (حریف) سے پہنچنے والے کسی بھی قسم کے نقصان کا مداوا remedy حاصل کرنا ہوتی ہے اور اس کی فریاد یا شکایت پر عدالت کا منصف یا قاضی جو فیصلہ judgment سناتا ہے اسے

اصطلاحی زبان میں قانونی مداواlegal remedy کہا جاتا ہے اور یہ قانونی مداوا مدعی کے حق میں بھی ہوسکتا ہے اور یا پھر مدعی، ناکامی بھی ہوسکتی ہے۔

دعویٰ کے فقہی مفہوم کا بیان

دعویٰ اُس قول کو کہتے ہیں جو قاضی کے سامنے اس لیے پیش کیا گیا جس سے مقصود دوسرے شخص سے حق طلب کرنا ہے۔ دعویٰ میں سب سے زیادہ اہم جو چیز ہے وہ مدعی ومدعیٰ علیہ کا تعین ہے اس میں غلطی کرنا فیصلہ کی غلطی کا سبب ہوتا ہے عام لوگ تو اس کو مدعی جانتے ہیں جو پہلے قاضی کے پاس جاکر دعویٰ کرتا ہے اور اس کے مقابل کو مدعیٰ علیہ۔ مگر یہ سطحی وظاہری بات ہے بہت مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ جو صورۃً مدعی ہے وہ مدعیٰ علیہ ہے اور جو مدعیٰ علیہ ہے وہ مدعی ہے۔

دعویٰ کے شرعی مأخذ کا بیان

(۱) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (یونس،۱۰)

ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے۔ اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے۔ اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

(۲) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ (النساء،۶۰)

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور اُن کا تو حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔ (کنز الایمان)

اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دعوے کو جھٹلایا ہے جو زبانی تو اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام اگلی کتابوں پر اور اس قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ کسی اور طرف لے جاتے ہیں، چنانچہ یہ آیت ان دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں کچھ اختلاف تھا ایک تو یہودی تھا دوسرا انصاری، یہودی تو کہتا تھا کہ چل محمد ﷺ سے فیصلہ کرالیں اور انصاری کہتا تھا کعب بن اشرف کے پاس چلو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے جو بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن در پردہ احکام جاہلیت کی طرف جھکنا چاہتے تھے، اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں، آیت اپنے حکم اور الفاظ کے اعتبار سے عام ہے ان تمام واقعات پر مشتمل ہے ہر اس شخص کی مذمت اور برائی کا اظہار کرتی ہے جو کتاب وسنت سے ہٹ کر کسی اور باطل کی طرف اپنا فیصلہ لے جائے اور یہی مراد یہاں طاغوت

ہے (یعنی قرآن وحدیث کے سوا کی چیز یا شخص) صدور سے مراد تکبر سے منہ موڑ لینا، جیسے اور آیت میں ہے۔
(وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِـعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا) 2۔البقرۃ:170)
یعنی جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی فرمانبرداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی پر ہی اڑے رہیں گے،

ایمان والوں کو جواب یہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا جواب دوسری آیت میں اس طرح مذکور ہے۔
(اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) 24۔النور 51:) یعنی ایمان والوں کو جب اللہ رسول کے فیصلے اور حکم کی طرف بلایا جائے تو ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے تہ دل سے قبول کیا، پھر منافقوں کی مذمت میں بیان ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں کے باعث جب تکلیفیں پہنچتی ہیں اور تیری ضرورت محسوس ہوتی ہے تو دوڑے بھاگے آتے ہیں اور تمہیں خوش کرنے کے لئے عذر معذرت کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور قسمیں کھا کر اپنی نیکی اور صلاحیت کا یقین دلانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے سوا دوسروں کی طرف ان مقدمات کے لے جانے سے ہمارا مقصود صرف یہی تھا کہ ذرا دوسروں کا دل رکھا جائے آپس میں میل جول نبھ جائے ورنہ دل سے کچھ ہم ان کی اچھائی کے معتقد نہیں، جیسے اور آیت میں

(فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭفَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ) 5۔المائدہ:52) تک بیان ہوا ہے، یعنی تو دیکھے گا کہ بیمار دل یعنی منافق یہود و نصاریٰ کی باہم دوستی کی تمام تر کوششیں کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے اختلاف کی وجہ سے آفت میں پھنس جانے کا خطرہ ہے بہت ممکن ہے ان سے دوستی کے بعد اللہ تعالیٰ فتح دیں یا اپنا کوئی حکم نازل فرمائیں اور یہ لوگ ان ارادوں پر پشیمان ہونے لگیں جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہیں،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ابو برزہ اسلمی ایک کاہن شخص تھا، یہود اپنے بعض فیصلے اس سے کراتے تھے ایک واقعہ میں مشرکین بھی اس کی طرف دوڑے اس میں یہ آیتیں (آیت الم تر سے ترفیقا) تک نازل ہوئیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے لوگ یعنی منافقین کے دلوں میں جو کچھ ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو کامل ہے اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مخفی نہیں وہ ان کے ظاہر و باطن کا اسے علم ہے تو ان سے چشم پوشی کر ان کے باطنی ارادوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کر ہاں انہیں نفاق اور دوسروں سے شر و فساد وابستہ رہنے سے باز رہنے کی نصیحت کر اور دل میں اترنے والی باتیں ان سے کہہ بلکہ ان کے لئے دعا بھی کر۔

یہود فصل خصومات میں رعایت و رشوت کے عادی تھے اس لئے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خائن ہوتے وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لے جانا پسند کرتے کہ وہ خاطر کریں گے اور آپ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپ حق کی رعایت کریں گے اور کسی کی اصلاً رعایت نہ کریں گے۔ سو مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا کسی امر میں دونوں جھگڑ پڑے۔ یہودی جو سچا تھا اس نے کہا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اس نے کہا کہ چل کعب

بن اشرف، کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا۔ آخر وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں جھگڑا لے کر آئے تو آپ ﷺ نے یہودی کا حق ثابت فرمایا۔ منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کردیں وہی منظور اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعی اسلام ہوں اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ قضیہ آپ کی خدمت میں جا چکا ہے اور آپ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کر چکے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ یہی ہے۔ اس کے وارث حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تو صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرا دیں یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت محمد ﷺ کے فیصلہ سے انکار تھا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرما دی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق فرمایا۔

ماٰخذ حدیث سے ثبوت دعویٰ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم لوگوں کو ان کے دعویٰ کے مطابق دے دیا جائے تو لوگ آدمیوں کے خون اور اموال کا دعویٰ کریں گے لیکن مدعی علیہ پر قسم ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر، 1977)

مدعی کو خصومت پر عدم اجبار کا بیان

قَالَ (الْمُدَّعِي مَنْ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ إِذَا تَرَكَهَا وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ) وَمَعْرِفَةُ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا مِنْ أَهَمِّ مَا يُبْتَنَى عَلَيْهِ مَسَائِلُ الدَّعْوَى، وَقَدْ اخْتَلَفَتْ عِبَارَاتُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ فِيهِ، فَمِنْهَا مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ حَدٌّ عَامٌّ صَحِيحٌ.

وَقِيلَ الْمُدَّعِي مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ إِلَّا بِحُجَّةٍ كَالْخَارِجِ، وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يَكُونُ مُسْتَحِقًّا بِقَوْلِهِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ كَذِي الْيَدِ، وَقِيلَ الْمُدَّعِي مَنْ يَتَمَسَّكُ بِغَيْرِ الظَّاهِرِ وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يَتَمَسَّكُ بِالظَّاهِرِ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْأَصْلِ: الْمُدَّعَى عَلَيْهِ هُوَ الْمُنْكِرُ، وَهَذَا صَحِيحٌ لَكِنَّ الشَّأْنَ فِي مَعْرِفَتِهِ وَالتَّرْجِيحِ بِالْفِقْهِ عِنْدَ الْحُذَّاقِ مِنْ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لِأَنَّ الِاعْتِبَارَ لِلْمَعَانِي دُونَ الصُّوَرِ، فَإِنَّ الْمُودَعَ إِذَا قَالَ رَدَدْت الْوَدِيعَةَ فَالْقَوْلُ لَهُ مَعَ الْيَمِينِ وَإِنْ كَانَ مُدَّعِيًا لِلرَّدِّ صُورَةً لِأَنَّهُ يُنْكِرُ الضَّمَانَ معنى.

فرمایا: مدعی وہ آدمی ہے جس کو خصومت پر مجبور نہ کیا جائے گا اور مدعی علیہ کو خصومت پر مجبور کیا جائے گا اور ان میں

فرق کا پہچاننا ان کاموں کا اہم ترین حصہ ہے جن پر دعویٰ کے مسائل بنی ہیں اور اس بارے میں مشائخ فقہاء سے مختلف اقوال ہیں انہی اقوال میں سے ایک قول قدوری میں بیان کیا گیا ہے اور یہ تعریف عام اور درست ہے اور کہا گیا ہے کہ مدعی وہ ہے کہ جو حجت کے سوا مستحق نہیں ہوتا جس طرح وہ آدمی جو کسی دوسرے کے قبضہ میں کسی عین کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ وہ آدمی ہے جو حجت کے سوا اپنے قول سے مستحق ہو جاتا ہے جس طرح قبضہ کرنے والا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف سے دلیل استدلال کرے اور مدعیٰ علیہ وہ ہے جو ظاہر سے استدلال کرے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ مبسوط میں فرماتے ہیں کہ مدعیٰ علیہ وہ ہوتا ہے جو انکار کرنے والا ہو اور یہی صحیح ہے اس وجہ سے کہ گفتگو ہوتی ہے معرفت میں اور فقہ کے ذریعے ترجیح دینے کا حق ہمارے عظیم علماء کو حاصل ہے اس لئے کہ معانی کا اعتبار کیا جاتا ہے صورت کا نہیں کیا جاتا۔ پس جب مودع نے کہا کہ میں نے ودیعت کو واپس کر دیا ہے تو قسم کے ساتھ اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اگرچہ وہ صورتاً واپس کرنے کا دعویٰ کرے اس لئے کہ وہ بطور معنیٰ ضمان کا انکار کرنے والا ہے۔

قبول دعویٰ کے لئے جنس ومقدار کو بیان کرنے کا حکم

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ الدَّعْوَى حَتّٰى يَذْكُرَ شَيْئًا مَعْلُومًا فِي جِنْسِهِ وَقَدْرِهِ) لِاَنَّ فَائِدَةَ الدَّعْوَى الْإِلْزَامُ بِوَاسِطَةِ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ، وَالْإِلْزَامُ فِي الْمَجْهُولِ لَا يَتَحَقَّقُ (فَإِنْ كَانَ عَيْنًا فِي يَدِ الْمُدَّعَى) عَلَيْهِ كُلِّفَ إِحْضَارَهَا لِيُشِيرَ إِلَيْهَا بِالدَّعْوَى، وَكَذَا فِي الشَّهَادَةِ وَالِاسْتِحْلَافِ. لِاَنَّ الْإِعْلَامَ بِأَقْصَى مَا يُمْكِنُ شَرْطٌ وَذٰلِكَ بِالْإِشَارَةِ فِي الْمَنْقُولِ لِاَنَّ النَّقْلَ مُمْكِنٌ وَالْإِشَارَةُ أَبْلَغُ فِي التَّعْرِيفِ، وَيَتَعَلَّقُ بِالدَّعْوَى وُجُوبُ الْحُضُورِ، وَعَلٰى هٰذَا الْقُضَاةُ مِنْ آخِرِهِمْ فِي كُلِّ عَصْرٍ، وَوُجُوبُ الْجَوَابِ إِذَا حَضَرَ لِيُفِيدَ حُضُورُهُ وَلُزُومُ إِحْضَارِ الْعَيْنِ الْمُدَّعَاةِ لِمَا قُلْنَا وَالْيَمِينِ إِذَا أَنْكَرَهُ، وَسَنَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

فرمایا کہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا جب تک مدعی ایسی چیز نہ بیان کر دے جس کی جنس اور مقدار معلوم ہو اس لئے کہ دعویٰ کا فائدہ لازم کرنا ہوتا ہے حجت کے قائم ہونے کے ساتھ اور مجہول چیز میں لازم کرنا ممکن نہیں ہوتا پس جب مدعیٰ علیہ کے پاس اگر مال کا عین موجود ہو تو اس کو وہ مال حاضر کرنے کا مکلف بنایا جائے گا تا کہ دعویٰ کے وقت مدعی اس کی طرف اشارہ کرے اور گواہی دینے اور قسم لینے میں بھی یہی حکم ہوگا اس لئے کہ امکان کے وقت اطلاع دینا شرط ہے اور اس طرح کی اطلاع منقول میں اشارہ کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے کہ مال کو منتقل کرنا ممکن ہے اور شناخت کرنے میں اشارہ زیادہ بلیغ ہوتا ہے اور دعویٰ کے ساتھ مدعی کا حاضر ہونا متعلق ہے اور اسی طرح پہلے سے آخری زمانہ کی طرف قاضی ہوتے آئے ہیں اور جب مدعیٰ علیہ حاضر ہو تو جواب کا حاضر ہونا بھی دعویٰ کے ساتھ متعلق ہے تا کہ اس کی حاضری فائدہ دے اور اس مال عین کو حاضر کرنا لازم ہوگا جس کا دعویٰ کیا گیا ہے اس دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور جب مدعیٰ علیہ دعویٰ کا انکار کر دے تو اس پر قسم لازم ہے اس کو ہم ان شاء اللہ بیان

کریں گے۔

مال منقول کو پیش نہ کرسکنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَاضِرَةً ذَكَرَ قِيمَتَهَا لِيَصِيرَ الْمُدَّعَى مَعْلُومًا) لِأَنَّ الْعَيْنَ لَا تُعْرَفُ بِالْوَصْفِ، وَالْقِيمَةُ تُعْرَفُ بِهِ وَقَدْ تَعَذَّرَ مُشَاهَدَةُ الْعَيْنِ .وَقَالَ الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ : يُشْتَرَطُ مَعَ بَيَانِ الْقِيمَةِ ذِكْرُ الذُّكُورَةِ وَالْأُنُوثَةِ .

فرمایا کہ جب مال منقول حاضر نہ ہو تو اس کی قیمت بیان کردے تاکہ مدعی کو معلوم ہو جائے اس لئے کہ مال کا عین وصف کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا اور قیمت اس کی پہچان کراسکتی ہے جبکہ عین کی پہچان مشکل ہے۔ حضرت فقیہ ابوالليث فرماتے ہیں کہ قیمت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مذکر اور مؤنث کی وضاحت کرنا بھی شرط ہے۔

غیر منقول چیز کے دعویٰ میں حدود کا بیان

قَالَ (وَإِنِ ادَّعَى عَقَارًا حَدَّدَهُ وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ) لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ التَّعْرِيفُ بِالْإِشَارَةِ لِتَعَذُّرِ النَّقْلِ فَيُصَارُ إِلَى التَّحْدِيدِ فَإِنَّ الْعَقَارَ يُعْرَفُ بِهِ، وَيَذْكُرُ الْحُدُودَ الْأَرْبَعَةَ، وَيَذْكُرُ أَسْمَاءَ أَصْحَابِ الْحُدُودِ وَأَنْسَابَهُمْ، وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ الْجَدِّ لِأَنَّ تَمَامَ التَّعْرِيفِ بِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى مَا عُرِفَ هُوَ الصَّحِيحُ، وَلَوْ كَانَ الرَّجُلُ مَشْهُورًا يُكْتَفَى بِذِكْرِهِ، فَإِنْ ذَكَرَ ثَلَاثَةً مِنَ الْحُدُودِ يُكْتَفَى بِهَا عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ لِوُجُودِ الْأَكْثَرِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا غَلِطَ فِي الرَّابِعَةِ لِأَنَّهُ يَخْتَلِفُ بِهِ الْمُدَّعَى وَلَا كَذَلِكَ بِتَرْكِهَا، وَكَمَا يُشْتَرَطُ التَّحْدِيدُ فِي الدَّعْوَى يُشْتَرَطُ فِي الشَّهَادَةِ .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَا بُدَّ مِنْهُ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَنْتَصِبُ خَصْمًا إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ، وَفِي الْعَقَارِ لَا يُكْتَفَى بِذِكْرِ الْمُدَّعِي وَتَصْدِيقِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ فِي يَدِهِ بَلْ لَا تَثْبُتُ الْيَدُ فِيهِ إِلَّا بِالْبَيِّنَةِ، أَوْ عِلْمِ الْقَاضِي هُوَ الصَّحِيحُ نَفْيًا لِتُهْمَةِ الْمُوَاضَعَةِ إِذِ الْعَقَارُ عَسَاهُ فِي يَدِ غَيْرِهِمَا، بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ لِأَنَّ الْيَدَ فِيهِ مُشَاهَدَةٌ .

وَقَوْلُهُ وَأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ لِأَنَّ الْمُطَالَبَةَ حَقُّهُ فَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهِ، وَلِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَرْهُونًا فِي يَدِهِ أَوْ مَحْبُوسًا بِالثَّمَنِ فِي يَدِهِ، وَبِالْمُطَالَبَةِ يَزُولُ هَذَا الِاحْتِمَالُ، وَعَنْ هَذَا قَالُوا فِي الْمَنْقُولِ يَجِبُ أَنْ يَقُولَ فِي يَدِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ .

قَالَ (وَإِنْ كَانَ حَقًّا فِي الذِّمَّةِ ذَكَرَ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ) لِمَا قُلْنَا، وَهَذَا لِأَنَّ صَاحِبَ الذِّمَّةِ قَدْ حَضَرَ

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْمُطَالَبَةُ لَكِنْ لَا بُدَّ مِنْ تَعْرِيفِهِ بِالْوَصْفِ لِأَنَّهُ يُعْرَفُ بِهِ

فرمایا کہ جب مدعی نے کسی غیر منقول چیز کا دعویٰ کیا تو وہ اس کی حدود بیان کرے گا کہ وہ چیز مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے اور مدعی اس کا مطالبہ کر رہا ہے اس لئے کہ انتقال کے مشکل ہونے کی وجہ سے اشارہ کے ساتھ مدعی بہ کی شناخت مشکل ہے لہٰذا تحدید کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ عقار تحدید کے سبب معلوم ہو جاتا ہے اور مدعی چاروں حدود ذکر کرے گا اور اصحاب حدود کے نام اور ان کے نسب بھی بیان کرے گا اور دادا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ امام اعظم کے نزدیک دادا کے ذکر کرنے سے تعریف پوری ہو جاتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے اور یہی صحیح ہے اور جب صاحب حد مشہور ہو تو اس کے ذکر پر ہی اکتفاء کیا جائے گا پس جب مدعی نے تین حدود بیان کردی تو ہمارے نزدیک ان پر اکتفاء کر لیا جائے گا امام زفر کا اس میں اختلاف ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ زیادہ حدود پائی گئی ہیں اس صورت کے خلاف کہ جب مدعی نے چوتھی حد بیان کرنے میں غلطی کی اس لئے کہ اس سے دعویٰ مختلف ہو جاتا ہے اور اس کو ترک کرنے میں یہ بات نہیں ہے اور جس طرح دعویٰ میں حدود کو بیان کرنا شرط ہے اسی طرح شہادت میں بھی حدود جو بیان کرنا شرط ہے۔

اور امام قدوری کا وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ کہنا شرط ہے اس لئے کہ مدعی علیہ اس وقت خصم ہوگا جب مدعی بہ اس کے قبضہ میں ہو اور عقار میں مدعی کے ذکر کرنے اور اس سلسلے میں مدعی علیہ کی تصدیق پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ عقار ان دونوں کے علاوہ کسی اور کے قبضہ میں ہو مال منقول کے خلاف اس لئے کہ اس میں قبضہ مشاہد ہوتا ہے۔

اور امام قدوری کا قول وانہ یطالبہ اس وجہ سے ہے کہ مطالبہ کرنا مدعی کا حق ہے لہٰذا اس کا طلب کرنا لازم ہے اور اس لئے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ عقار اس کے قبضہ میں مرہون ہو یا ثمن کے سبب محبوس ہو اور مطالبہ کے ساتھ یہ احتمال ختم ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ منقول میں مدعی کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ مدعی علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور جب مدعی کے ذمہ کوئی حق ہو تو مدعی یہ ذکر کرے کہ وہ اس کا مطالبہ کر رہا ہے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جس کے ذمہ تھا وہ تو حاضر ہو گیا ہے لہٰذا مطالبہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا لیکن وصف کو بیان کر کے اس کی پہچان کرانا لازم ہے اس لئے کہ وہ حق وصف کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے۔

صحت دعویٰ کے بعد قاضی کا مدعی علیہ سے پوچھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى سَأَلَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنْهَا) لِيَنْكَشِفَ لَهُ وَجْهُ الْحُكْمِ (فَإِنِ اعْتَرَفَ قُضِيَ عَلَيْهِ بِهَا) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مُوجِبٌ بِنَفْسِهِ فَيَأْمُرُهُ بِالْخُرُوجِ عَنْهُ (وَإِنْ أَنْكَرَ سَأَلَ الْمُدَّعِي الْبَيِّنَةَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ فَقَالَ لَا، فَقَالَ: لَكَ يَمِينُهُ" سَأَلَ وَرَتَّبَ الْيَمِينَ عَلَى فَقْدِ الْبَيِّنَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ السُّؤَالِ لِيُمْكِنَهُ الِاسْتِحْلَافُ

قَالَ (فَإِنْ أَحْضَرَهَا قُضِيَ بِهَا) لِانْتِفَاءِ التُّهْمَةِ عَنْهَا (وَإِنْ عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ وَطَلَبَ يَمِينَ

خَصْمِهٖ) اِسْتَحْلَفَهٗ (عَلَيْهَا) لِمَا رَوَيْنَا، وَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهٖ لِاَنَّ الْيَمِيْنَ حَقُّهٗ ؛ اَلَا يُرٰى اَنَّهٗ كَيْفَ اُضِيْفَ اِلَيْهِ بِحَرْفِ اللَّامِ فَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهٖ .

فرمایا کہ جب دعویٰ صحیح ہوگیا تو قاضی مدعیٰ علیہ سے اس دعوے کے بارے میں پوچھے گا تا کہ حکم کی جہت واضح ہو جائے پس اگر مدعیٰ علیہ دعویٰ کا اقرار کر لے تو قاضی مدعیٰ علیہ پر اس دعوے کا فیصلہ کر دے گا اس لئے کہ اقرار خود واجب کرنے والا ہے لہٰذا قاضی مدعیٰ علیہ کو اس اقرار کی ذمہ داری سے نکلنے کا حکم دے گا اور جب مدعیٰ علیہ انکار کر دے تو قاضی مدعی سے گواہی کا مطالبہ کرے گا۔

آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے مدعی سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہی موجود ہے اس نے کہا نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تجھ پر مدعیٰ علیہ کی قسم ہے۔ آپ ﷺ نے مدعی سے گواہ طلب کیا اور گواہی کے مفقود ہونے پر قسم کو مرتب کیا اس لئے قاضی کا سوال کرنا لازم ہے تا کہ اس کے لئے مدعیٰ علیہ سے قسم لینا ممکن ہو فرمایا کہ پھر جب مدعی نے گواہی پیش کر دیا تو قاضی گواہی کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لئے کہ اس دعوے سے تہمت دور ہوگئی اور جب مدعی دعویٰ پیش نہ کر سکا اور اپنے خصم سے قسم طلب کی تو قاضی مدعیٰ علیہ سے اس دعوے پر قسم لے گا اس حدیث کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور مدعی کے لئے قسم کا مطالبہ کرنا لازم ہے کیونکہ قسم اس کا حق ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حرف لام کے ساتھ کس طرح اس کی طرف قسم کو مضاف کیا گیا ہے لہٰذا مدعی پر قسم کا طلب کرنا لازم ہے۔

باب الیمین

﴿یہ باب قسم کے بیان میں ہے﴾

باب قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ نے دعویٰ کا ذکر کیا ہے اور یہ جس وقت خصم دعویٰ کا انکار کردے اور مدعی کے پاس اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی گواہی بھی موجود نہ ہو تو قسم کا لینا ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے انکار خصم اور عدم شہادت کے سبب احتیاج الی یمین کے پیش نظر کتاب دعویٰ میں قسم سے متعلق ایک مستقل باب قائم کردیا ہے۔ تاکہ معاملات کو حل کیا جائے اور لوگوں سے جھگڑا اور مقدمات کو ختم کیا جائے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعی علیہ پر قسم ہونے کے فقہی ماٰخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر لوگوں کو محض ان کے دعوی پر (ان کے مدعا) دیا جائے (یعنی اگر مدعی سے نہ تو گواہ طلب کئے جائیں اور نہ مدعا علیہ سے تصدیق کیا جائے بلکہ محض اس کے دعوی پر اس کا از قسم مال وجان مدعا کو دے دیا جائے) تو لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور اپنے مال کا (جھوٹا) دعوی کرنے لگیں (لہٰذا صرف مدعی کا بلا گواہی کے بیان معتبر نہیں ہے) لیکن قسم کھانا مدعا علیہ پر ضروری ہے (مسلم) اور نووی نے اپنی کتاب شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بیہقی کی روایت میں جو حسن یا صحیح اسناد سے منقول ہے حضرت ابن عباس سے (مذکورہ بالا حدیث میں بطریق مرفوع ان الفاظ کا اضافہ بھی منقول ہے کہ " گواہ پیش کرنا نہ مدعی کے ذمہ ہے اور قسم کھانا اس شخص کا حق ہے جو انکار کرے یعنی مدعا علیہ

(مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 884)

لیکن قسم کھانا مدعا علیہ کا حق ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر فریق دوم یعنی مدعا علیہ، فریق اول یعنی مدعی کے دعوی سے انکار کرے اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو اس (مدعا علیہ) پر قسم کھانا ضروری ہے اس (مسلم کی) روایت میں مدعی سے گواہ طلب کرنے کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ یہ مدعی کا گواہ پیش کرنے کا ذمہ دار ہونا شریعت کا ثابت شدہ اور بالکل ظاہری ضابطہ ہے اس اعتبار سے گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ گواہ پیش کرنے کی ذمہ داری مدعی پر ہے اگر مدعی گواہ پیش نہ کرے تو پھر مدعا علیہ قسم اور جحد (انکار) کے ذریعہ اپنی صفائی پیش کرنے کا حق رکھتا ہے یہ مفہوم حضرت ابن عباس کی دوسری روایت سے ظاہر ہے۔

مدعی علیہ سے طلب یمین کا بیان

(وَإِذَا قَالَ الْمُدَّعِي لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ وَطَلَبَ الْيَمِينَ لَمْ يُسْتَحْلَفْ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ،

مَعْنَاهُ حَاضِرَةٌ فِي الْمِصْرِ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : يُسْتَحْلَفُ لِاَنَّ الْيَمِيْنَ حَقُّهُ بِالْحَدِيْثِ الْمَعْرُوْفِ، فَإِذَا طَالَبَهُ بِهٖ يُجِيْبُهُ. وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ ثُبُوْتَ الْحَقِّ فِي الْعَيْنِ مُرَتَّبٌ عَلَى الْعَجْزِ عَنْ اِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ لِمَا رَوَيْنَا فَلَا يَكُوْنُ حَقُّهُ دُوْنَهُ، كَمَا اِذَا كَانَتِ الْبَيِّنَةُ حَاضِرَةً فِي الْمَجْلِسِ. وَمُحَمَّدٌ مَعَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فِيْمَا ذَكَرَهُ الْخَصَّافُ، وَمَعَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْمَا ذَكَرَهُ الطَّحَاوِيُّ.

اور جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہی ہے۔ اور اس نے مدعی علیہ سے قسم طلب کی تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اس کا معنی ہے کہ شہر میں گواہی موجود ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔ اس لئے کہ یمین مدعی کا حق ہے اور حدیث مشہور سے ثابت ہے لہٰذا جب مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا جائے گا تو مدعی علیہ اس کو پورا کرے گا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قسم میں مدعی کے حق کا ثبوت اقامت گواہی سے عاجز ہونے پر مرتب ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا اس سے پہلے یمین مدعی کا حق نہیں ہوگی جیسا کہ جب گواہی مجلس میں موجود ہو امام خصاف کے بیان کے مطابق امام محمد امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ اور امام طحاوی کے بیان کے مطابق امام اعظم کے ساتھ ہیں۔

مدعی پر قسم نہ لوٹانے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُرَدُّ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعِيْ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ، وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ اَنْكَرَ) قَسَمَ وَالْقِسْمَةُ تُنَافِي الشَّرِكَةَ، وَجَعَلَ جِنْسَ الْاَيْمَانِ عَلَى الْمُنْكِرِيْنَ وَلَيْسَ وَرَاءَ الْجِنْسِ شَيْءٌ، وَفِيْهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ صَاحِبِ الْيَدِ فِي الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ، وَبَيِّنَةُ الْخَارِجِ اَوْلَى).

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُقْضَى بِبَيِّنَةِ ذِي الْيَدِ لِاعْتِضَادِهَا بِالْيَدِ فَيَتَقَوَّى الظُّهُوْرُ وَصَارَ كَالنِّتَاجِ وَالنِّكَاحِ وَدَعْوَى الْمِلْكِ مَعَ الْاِعْتَاقِ وَالْاِسْتِيلَادِ وَالتَّدْبِيْرِ.

وَلَنَا اَنَّ بَيِّنَةَ الْخَارِجِ اَكْثَرُ اِثْبَاتًا اَوْ اِظْهَارًا لِاَنَّ قَدْرَ مَا اَثْبَتَهُ الْيَدُ لَا يُثْبِتُهُ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ، اِذِ الْيَدُ دَلِيْلُ مُطْلَقِ الْمِلْكِ، بِخِلَافِ النِّتَاجِ لِاَنَّ الْيَدَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ، وَكَذَا عَلَى الْاِعْتَاقِ وَاُخْتَيْهِ وَعَلَى الْوَلَاءِ الثَّابِتِ بِهَا

فرمایا کہ مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ مدعی پر گواہی ہے اور منکر پر یمین ہے۔ اور یہ آپ ﷺ کا تقسیم فرمانا شرکت کے منافی ہے۔ اور آپ نے قسموں کی جنسوں کو انکار کرنے والوں پر مقرر کیا ہے۔ اور جنس کے علاوہ

کوئی چیز باقی نہیں اور اس میں امام شافعی نے اختلاف کیا ہے۔
فرمایا کہ مطلق ملکیت میں قبضہ کرنے والے کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ جبکہ قبضہ نہ کرنے والے کی گواہی افضل ہے۔ جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قابض کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ قبضہ کی وجہ سے وہ قوی ہو گیا کیونکہ کہ ظہور بھی قوی ہوگا اور یہ نتاج، نکاح اور اعتاق یا استیلاد یا تدبیر کے ساتھ دعوی ملک کی طرح ہو گیا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ خارج کی گواہی زیادہ مثبت ہے یا زیادہ مظہر ہے اس لئے کہ قبضہ مطلق ملک کی دلیل ہے نتاج کے خلاف اس لئے کہ قبضہ نتاج پر دلالت نہیں کرتا نیز اعتاق اور استیلاد اور تدبیر پر اور ان کے ذریعہ ثابت ہونے والے ولاء پر بھی قبضہ دلالت نہیں کرتا۔

مدعی علیہ کے انکار کے سبب فیصلہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا نَكَلَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنِ الْيَمِينِ قُضِيَ عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ وَأَلْزَمَهُ مَا ادُّعِيَ عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يُقْضَى بِهِ بَلْ يَرُدُّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعِي، فَإِذَا حَلَفَ يَقْضِي بِهِ لِأَنَّ النُّكُولَ يَحْتَمِلُ التَّوَرُّعَ عَنِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ وَالتَّرَفُّعَ عَنِ الصَّادِقَةِ وَاشْتِبَاهَ الْحَالِ فَلَا يَنْتَصِبُ حُجَّةً مَعَ الِاحْتِمَالِ، وَيَمِينُ الْمُدَّعِي دَلِيلُ الظُّهُورِ فَيُصَارُ إِلَيْهِ. وَلَنَا أَنَّ النُّكُولَ دَلَّ عَلَى كَوْنِهِ بَاذِلًا أَوْ مُقِرًّا، إِذْ لَوْلَا ذَلِكَ لَأَقْدَمَ عَلَى الْيَمِينِ إِقَامَةً لِلْوَاجِبِ وَدَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ نَفْسِهِ فَتَرَجَّحَ هَذَا الْجَانِبُ، وَلَا وَجْهَ لِرَدِّ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعِي لِمَا قَدَّمْنَاهُ.

فرمایا کہ جب مدعی علیہ قسم سے انکار کر دے تو انکار کے سبب قاضی اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔ اور مدعی نے جو دعوی کیا ہے اس کو قاضی مدعی علیہ پر لازم کر دے گا۔
جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قاضی انکار کی وجہ سے مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ نہ کرے گا بلکہ مدعی پر قسم لوٹائے گا پس اگر مدعی نے قسم کھالی تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا کیونکہ مدعی علیہ کا قسم سے انکار کرنا اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ جھوٹی قسم سے بچنا چاہتا ہے یا سچی قسم سے احتیاط کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے اس کا حال مشتبہ ہو گیا تو احتمال کے ہوتے ہوئے اس کا انکار حجت نہیں بنے گا۔ اور مدعی کا قسم کھانا حق کو ظاہر کرنے کی علامت ہے اس لئے اس کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ انکار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدعی علیہ مدعی بہ فراغ دلی کے ساتھ دینا چاہتا ہے۔ اور وہ دعوے کا اقرار کر رہا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوتا اپنے نفس سے ضرر دور کرنے اور شریعت کے واجب کردہ حق کو ادا کرنے کے لئے مدعی علیہ قسم پر اقدام کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ پہلو راجح ہوگا اور مدعی پر قسم کو لوٹانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

قاضی کا مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْقَاضِي أَنْ يَقُولَ لَهُ إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْكَ الْيَمِينَ ثَلَاثًا، فَإِنْ حَلَفْتَ وَإِلَّا قَضَيْتُ عَلَيْكَ بِمَا ادَّعَاهُ) وَهَذَا الْإِنْذَارُ لِإِعْلَامِهِ بِالْحُكْمِ إِذْ هُوَ مَوْضِعُ الْخَفَاءِ

قَالَ (فَاِذَا كَرَّرَ الْعَرْضَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَضٰى عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ) وَهٰذَا التَّكْرَارُ ذَكَرَهُ الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِزِيَادَةِ الْاِحْتِيَاطِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي اِبْلَاءِ الْعُذْرِ، فَاَمَّا الْمَذْهَبُ اَنَّهُ لَوْ قَضٰى بِالنُّكُولِ بَعْدَ الْعَرْضِ مَرَّةً جَازَ لِمَا قَدَّمْنَاهُ هُوَ الصَّحِيْحُ وَالْاَوَّلُ اَوْلٰى، ثُمَّ النُّكُولُ قَدْ يَكُوْنُ حَقِيْقِيًّا كَقَوْلِهِ لَا اَحْلِفُ، وَقَدْ يَكُوْنُ حُكْمِيًّا بِاَنْ يَسْكُتَ، وَحُكْمُهُ حُكْمُ الْاَوَّلِ اِذَا عَلِمَ اَنَّهُ لَا آفَةَ بِهِ مِنْ طَرَشٍ اَوْ خَرَسٍ هُوَ الصَّحِيْحُ .

فرمایا کہ قاضی کو چاہئے کہ وہ مدعی علیہ کے لئے اس طرح کہے کہ میں تم پر تین بار قسم کو پیش کروں گا اگر تو نے قسم کھالی ٹھیک ہے ورنہ میں تجھ پر اس چیز کا فیصلہ کر دوں گا جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ انذار اسے قسم کے انکار کے حکم کی خبر دینے کے لئے ہے کیونکہ یہ پوشیدگی کا مقام ہے۔ لہٰذا جب قاضی نے مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کی تو اس کے انکار کے سبب اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔ اور اس تکرار کو امام خصاف نے بیان کیا ہے اس لئے کہ اس میں احتیاط بھی زیادہ ہے۔ اور عذر کو ظاہر کرنے میں مبالغہ بھی ہے۔

پس بہر حال مذہب تو یہ ہے کہ جب ایک بار پیش کرنے کے بعد انکار کے سبب اگر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو بھی جائز ہے۔ اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور یہی صحیح ہے لیکن پہلی صورت افضل ہے۔

پس انکار کبھی حقیقی ہوتا ہے جس طرح مدعی علیہ یہ کہے کہ میں قسم نہیں کھاؤں گا اور کبھی حکمی ہوتا ہے جس طرح اس کا خاموش رہنا اور اس کا حکم بھی پہلے والے حکم کی طرح ہوگا۔ مگر یہ کہ معلوم ہو جائے کہ مدعی علیہ کو بہرہ یا گونگا ہونے کی آفت نہیں ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔

دعویٰ نکاح کے انکار پر عدم قسم کا بیان

قَالَ (وَاِنْ كَانَتِ الدَّعْوٰى نِكَاحًا لَمْ يُسْتَحْلَفِ الْمُنْكِرُ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَلَا يُسْتَحْلَفُ عِنْدَهُ فِي النِّكَاحِ وَالرَّجْعَةِ وَالْفَيْءِ فِي الْاِيْلَاءِ وَالرِّقِّ وَالْاِسْتِيْلَادِ وَالنَّسَبِ وَالْوَلَاءِ وَالْحُدُوْدِ وَاللِّعَانِ .

وَقَالَا : يُسْتَحْلَفُ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ اِلَّا فِي الْحُدُوْدِ وَاللِّعَانِ .وَصُوْرَةُ الْاِسْتِيْلَادِ اَنْ تَقُوْلَ الْجَارِيَةُ اَنَا اُمُّ وَلَدٍ لِمَوْلَايَ وَهٰذَا ابْنِيْ مِنْهُ وَاَنْكَرَ الْمَوْلٰى، لِاَنَّهُ لَوِ ادَّعَى الْمَوْلٰى ثَبَتَ الْاِسْتِيْلَادُ بِاِقْرَارِهِ وَلَا يُلْتَفَتُ اِلٰى اِنْكَارِهَا .لَهُمَا اَنَّ النُّكُوْلَ اِقْرَارٌ لِاَنَّهُ يَدُلُّ عَلٰى كَوْنِهِ كَاذِبًا فِي الْاِنْكَارِ عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ، اِذْ لَوْلَا ذٰلِكَ لَاَقْدَمَ عَلَى الْيَمِيْنِ الصَّادِقَةِ اِقَامَةً لِلْوَاجِبِ فَكَانَ اِقْرَارًا اَوْ بَدَلًا عَنْهُ، وَالْاِقْرَارُ يَجْرِيْ فِيْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ لٰكِنَّهُ اِقْرَارٌ فِيْهِ شُبْهَةٌ، وَالْحُدُوْدُ تَنْدَرِءُ بِالشُّبُهَاتِ، وَاللِّعَانُ فِيْ مَعْنَى الْحَدِّ .وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهُ بَذْلٌ لِاَنَّ مَعَهُ لَا تَبْقٰى

الْيَمِينُ وَاجِبَةٌ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَاِنْزَالُهُ بَاذِلًا اَوْلَى كَيْ لَا يَصِيرَ كَاذِبًا فِي الْاِنْكَارِ، وَالْبَذْلُ لَا يَجْرِي فِي هَذِهِ الْاَشْيَاءِ. وَفَائِدَةُ الْاِسْتِحْلَافِ الْقَضَاءُ بِالنُّكُولِ فَلَا يُسْتَحْلَفُ، إِلَّا أَنَّ هَذَا بَذْلٌ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ فَيَمْلِكُهُ الْمُكَاتَبُ وَالْعَبْدُ الْمَاذُونُ بِمَنْزِلَةِ الضِّيَافَةِ الْيَسِيرَةِ، وَصِحَّتُهُ فِي الدَّيْنِ بِنَاءً عَلَى زَعْمِ الْمُدَّعِي وَهُوَ مَا يَقْبِضُهُ حَقًّا لِنَفْسِهِ، وَالْبَذْلُ مَعْنَاهُ هَاهُنَا تَرْكُ الْمَنْعِ وَاَمْرُ الْمَالِ هَيِّنٌ

(۱) فرمایا کہ جب نکاح کا دعویٰ ہو تو امام اعظم کے نزدیک انکار کرنے والے سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اور امام اعظم کے نزدیک نکاح میں، رجعت میں، ایلاء سے رجوع کرنے میں، رقیت میں، استیلاد میں، نسب میں، ولاء میں، حدود اور لعان میں انکار کرنے والے سے قسم نہیں لی جائے گی۔

جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ حدود ولعان کے سوا بقیہ سب میں قسم لی جائے گی۔ اور استیلاد کی صورت یہ ہے کہ باندی یہ کہے گی میں اپنے آقا کی ام ولد ہوں اور میرا یہ بیٹا اسی سے پیدا ہوا ہے جبکہ آقا اس سے انکار کرنے والا ہے کیونکہ جب آقا نے دعویٰ کیا ہے تو اس کے اقرار سے استیلاد ثابت ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور باندی کے انکار کی جانب توجہ نہ کی جائے گی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا اقرار ہے اس لئے کہ قسم کا انکار سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدعی علیہ انکار دعوی میں جھوٹا ہے۔ جس طرح پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا قسم سے انکار کرنا یا تو اقرار ہے یا اس کے الٹ ہے اور ان چیزوں میں اقرار جاری ہوتا ہے۔ لہذا یہ ایسا اقرار ہے جس میں اشتباہ ہے اور اشتباہ میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور لعان حد کے معنی میں ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا فراغ دلی ہے۔ اور بذل کے ساتھ قسم واجب ہو کر باقی نہیں رہتی اس لئے کہ مقصود حاصل ہو چکا ہے اور اس کو باذل ٹھہرانا زیادہ اچھا ہے۔ تا کہ مدعی علیہ انکار میں جھوٹا نہ ہو اور ان چیزوں میں بذل جاری نہیں ہوتا اور قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ انکار پر فیصلہ کر دیا جائے لہذا قسم نہیں لی جائے گی۔ لیکن یہ بذل خصومت کو دور کرنے کے لئے ہے اس لئے مکاتب اور عبد ماذون بھی اس کے مالک ہوں گے۔ جس طرح وہ ضیافت یسیرہ کے مالک ہیں۔ اور قرض میں اس کا صحیح ہونا مدعی کے گمان کی بناء پر ہے۔ اور وہ اپنے ذاتی حق کی بناء پر اس پر قبضہ کرتا ہے اور یہاں پر بذل منع کو ترک کرنے کے معنی میں ہے اور مال کا معاملہ آسان ہے۔

چور سے حلف وضمان کا بیان

قَالَ (وَيُسْتَحْلَفُ السَّارِقُ، فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ وَلَمْ يُقْطَعْ) لِاَنَّ الْمَنُوطَ بِفِعْلِهِ شَيْئَانِ : الضَّمَانُ وَيَعْمَلُ فِيهِ النُّكُولُ. وَالْقَطْعُ وَلَا يَثْبُتُ بِهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا شَهِدَ عَلَيْهَا رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ .

قَالَ (وَاِذَا ادَّعَتِ الْمَرْاَةُ طَلَاقًا قَبْلَ الدُّخُولِ اُسْتُحْلِفَ الزَّوْجُ، فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ نِصْفَ الْمَهْرِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِاَنَّ الْاِسْتِحْلَافَ يَجْرِي فِي الطَّلَاقِ عِنْدَهُمْ لَا سِيَّمَا اِذَا كَانَ الْمَقْصُودُ

هُوَ الْمَالُ، وَكَذَا فِي النِّكَاحِ إِذَا ادَّعَتْ هِيَ الصَّدَاقَ لِأَنَّ ذَلِكَ دَعْوَى الْمَالِ، ثُمَّ يَثْبُتُ الْمَالُ بِنُكُولِهِ وَلَا يَثْبُتُ النِّكَاحُ، وَكَذَا فِي النَّسَبِ إِذَا ادَّعَى حَقًّا كَالْإِرْثِ وَالْحَجْرِ فِي اللَّقِيطِ، وَالنَّفَقَةِ وَامْتِنَاعِ الرُّجُوعِ فِي الْهِبَةِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هَذِهِ الْحُقُوقُ، وَإِنَّمَا يُسْتَحْلَفُ فِي النَّسَبِ الْمُجَرَّدِ عِنْدَهُمَا إِذَا كَانَ يَثْبُتُ بِإِقْرَارِهِ كَالْأَبِ وَالِابْنِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ وَالْأَبِ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ، لِأَنَّ فِي دَعْوَاهَا الِابْنَ تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَالْمَوْلَى وَالزَّوْجِ فِي حَقِّهِمَا.

اور چور سے حلف لیا جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو وہ ضامن ہوگا جبکہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس کے فعل کے ساتھ دو چیزیں منوط ہیں۔ ضمان ہے جو انکار کے سبب لازم ہوئی ہے لہٰذا اس پر قطع ثابت نہ ہوگا۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس پر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی ہو۔

فرمایا اور جب کسی عورت نے دخول سے پہلے ہی طلاق کا دعویٰ کیا تو شوہر سے حلف لیا جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو وہ سب کے قول کے مطابق اس پر نصف مہر لازم ہوگا۔ کیونکہ حلف لینا ان کے نزدیک یہ طلاق میں جاری ہوا ہے لہٰذا اس کا مقصد یقیناً مال ہے جس طرح نکاح میں ہوتا ہے کہ جب کسی عورت نے مہر کا دعویٰ کیا تو وہ مال کا دعویٰ ہے۔ پھر مال کا دعویٰ تو اس شخص کے انکار سے بھی ثابت ہو جائے گا جبکہ نکاح ثابت نہ ہوگا جس طرح نسب میں ہے کہ جب کسی شخص نے حق کا دعویٰ کیا ہے جس طرح لقیط میں ارث اور حجر ہے۔ اور نفقہ اور ہبہ میں رجوع کی ممانعت ہے۔ کیونکہ ان میں حقوق مقصود ہوتے ہیں۔

صاحبین کے نزدیک نسب محض کا حلف لیا جائے گا کیونکہ وہ اس کے اقرار سے ثابت ہو جائے گا جس طرح کسی شخص نے باپ یا بیٹا ہونے کے کسی شخص کے بارے میں دعویٰ کر دیا ہو۔ اور عورت کے حق میں باپ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جبکہ کسی عورت نے کسی بیٹے کا دعویٰ کیا تو شوہر کے سوا پر نسب محمول کرنا ہوگا۔ اور مولیٰ اور شوہر کا دعویٰ ان کے دونوں کے حق میں ہوگا۔

دعویٰ قصاص سے انکار پر مدعیٰ علیہ سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ ادَّعَى قِصَاصًا عَلَى غَيْرِهِ فَجَحَدَهُ اُسْتُحْلِفَ) بِالْإِجْمَاعِ (ثُمَّ إِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ يَلْزَمُهُ الْقِصَاصُ، وَإِنْ نَكَلَ فِي النَّفْسِ حُبِسَ حَتَّى يَحْلِفَ أَوْ يُقِرَّ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَا: لَزِمَهُ الْأَرْشُ فِيهِمَا لِأَنَّ النُّكُولَ إِقْرَارٌ فِيهِ شُبْهَةٌ عِنْدَهُمَا فَلَا يَثْبُتُ بِهِ الْقِصَاصُ وَيَجِبُ بِهِ الْمَالُ، خُصُوصًا إِذَا كَانَ امْتِنَاعُ الْقِصَاصِ لِمَعْنًى مِنْ جِهَةِ مَنْ عَلَيْهِ، كَمَا إِذَا أَقَرَّ بِالْخَطَأِ وَالْوَلِيُّ يَدَّعِي الْعَمْدَ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْأَطْرَافَ يُسْلَكُ بِهَا مَسْلَكَ الْأَمْوَالِ فَيَجْرِي فِيهَا الْبَذْلُ، بِخِلَافِ الْأَنْفُسِ فَإِنَّهُ لَوْ قَالَ اقْطَعْ يَدِي فَقَطَعَهَا لَا يَجِبُ الضَّمَانُ، وَهَذَا إِعْمَالٌ لِلْبَذْلِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُبَاحُ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ، وَهَذَا الْبَذْلُ مُفِيدٌ لِانْدِفَاعِ الْخُصُومَةِ بِهِ فَصَارَ كَقَطْعِ الْيَدِ لِلْأَكِلَةِ

وَقَلْعِ السِّنِّ لِلْوَجَعِ، وَإِذَا امْتَنَعَ الْقِصَاصُ فِي النَّفْسِ وَالْيَمِينُ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ يُحْبَسُ بِهِ كَمَا فِي الْقَسَامَةِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے شخص پر قصاص کا دعوی کیا اور اس نے انکار کر دیا تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔ پس اگر مدعی علیہ نے مادون النفس میں قسم کا انکار کر دیا تو اس پر قصاص واجب ہوگا اور اگر نفس میں انکار کیا تو اس کو محبوس کر دیا جائے گا۔ جب تک وہ قسم نہ کھالے یا اقرار نہ کرلے یہ قول حضرت امام اعظم کا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں مدعی علیہ پر دیت لازم ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک یہاں قسم سے انکار کرنا ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہوتا ہے اس لئے اس انکار سے قصاص ثابت نہیں ہوگا اور اس سے مال ثابت ہو جائے گا خاص طور پر اس جگہ پر جہاں قصاص کا ممتنع ہونا ایسے معنی کے سبب ہو جو اس شخص کی طرف سے پائے جائیں جس پر قصاص واجب ہو جس طرح کہ اگر قاتل قتل خطا کا اقرار کرلے اور مقتول کا ولی قتل عمد کا دعوی کرتا ہو۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ اطراف میں اموال کا معاملہ ہوتا ہے لہٰذا اطراف میں بذل جاری ہوگا نفوس کے خلاف پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ دو اور اس نے کاٹ دیا تو ضمان واجب نہیں ہوگا اور یہ بذل کا اثر ہے۔ لیکن فائدہ کے معدوم ہونے کی وجہ جائز نہیں ہے اور یہ بذل مفید ہے اس لئے کہ اس میں خصومت کو دور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ایسے ہو گیا جیسے آکلہ زخم کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا یا درد کی وجہ سے دانت اکھاڑنا اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ جب قصاص فی النفس ممتنع ہو گیا اور مدعی علیہ پر قسم ایک واجبی حق ہے تو اس حق کی وجہ سے مدعی علیہ کو محبوس کر دیا جائے گا جس طرح قسامت میں ہوتا ہے۔

مدعی علیہ کے گواہوں کی موجودگی کے سبب کفالت بہ نفس دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ الْمُدَّعِي لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ قِيلَ لِخَصْمِهِ أَعْطِهِ كَفِيلًا بِنَفْسِكَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) كَيْ لَا يَغِيبَ نَفْسُهُ فَيَضِيعَ حَقُّهُ وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ جَائِزَةٌ عِنْدَنَا وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَأَخْذُ الْكَفِيلِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى اسْتِحْسَانٌ عِنْدَنَا لِأَنَّ فِيهِ نَظَرًا لِلْمُدَّعِي وَلَيْسَ فِيهِ كَثِيرُ ضَرَرٍ بِالْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَهَذَا لِأَنَّ الْحُضُورَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى حَتَّى يُعَدَّى عَلَيْهِ وَيُحَالُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَشْغَالِهِ فَصَحَّ التَّكْفِيلُ بِإِحْضَارِهِ وَالتَّقْدِيرُ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مَرْوِيٌّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَلَا فَرْقَ فِي الظَّاهِرِ بَيْنَ الْخَامِلِ وَالْوَجِيهِ وَالْحَقِيرِ مِنْ الْمَالِ وَالْخَطِيرِ، ثُمَّ لَا بُدَّ مِنْ قَوْلِهِ لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ لِلتَّكْفِيلِ وَمَعْنَاهُ فِي الْمِصْرِ، حَتَّى لَوْ قَالَ الْمُدَّعِي لَا بَيِّنَةَ لِي أَوْ شُهُودِي غُيَّبٌ لَا يُكَفَّلُ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ.

قَالَ (فَإِنْ فَعَلَ وَإِلَّا أُمِرَ بِمُلَازَمَتِهِ) كَيْ لَا يَذْهَبَ حَقُّهُ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَرِيبًا فَيُلَازِمَ مِقْدَارَ مَجْلِسِ الْقَاضِي) وَكَذَا لَا يُكَفَّلُ إِلَّا إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ، فَالِاسْتِثْنَاءُ مُنْصَرِفٌ إِلَيْهِمَا لِأَنَّ فِي

[illegible]

ف ۱ فرمایا کہ جب مدعی علیہ نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں تو اس کے حکم سے کہا جائے گا کہ تم تین دن کے لئے اس کو کفیل پیش کر دو تاکہ وہ چھپ نہ جائے اور مدعی کا حق ضائع نہ ہو جائے۔ اور امام کے نزدیک کفیل لینا استحسان ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور صرف دعوے پر کفیل لینا امام کے نزدیک استحسان ہے اس لئے کہ اس میں مدعی کے لئے نفع ہے اور اس میں مدعی علیہ کا زیادہ نقصان نہیں ہے اور یہ اس لئے کہ … صرف دعوے سے مدعی علیہ پر اس کا حاضر ہونا لازم ہو جاتا ہے … ثابت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مدعی علیہ کو حاضر کرنے کے لئے کفیل لینا جائز ہے اور تین دن کی مقدار امام سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے اور حد اور قصاص کے درمیان … اور زیادہ … کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر کفیل لینے کے لئے مدعی کا یہ کہنا ضروری ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ شہر میں گواہ موجود ہے یہاں تک کہ اگر مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ موجود نہیں ہے یا میرے گواہ غائب ہیں تو … کفیل نہ لیا جائے گا۔ فرمایا کہ پھر جب مدعی علیہ نے کفیل دے دیا تو ٹھیک ہے ورنہ مدعی کو اس کے ساتھ لگے رہنے کا حکم دیا جائے گا تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو لیکن جب مدعی علیہ پردیسی آدمی ہو تو مدعی قاضی کی مجلس کی مقدار تک اس کے ساتھ لگا رہے گا۔ نیز اس مدعی علیہ سے قاضی کی مجلس کے ختم ہونے تک ہی کفیل لیا جائے گا۔ لہٰذا استثناء دونوں طرف ہی راجع ہوگا اس لئے کہ اس مقدار سے زیادہ اس کے لئے کفیل لینے اور مدعی علیہ کے پیچھے لگے رہنے سے مدعی علیہ کو ایسا نقصان لاحق ہوگا جو اس کو سفر کرنے سے روک دے گا۔ اور اس مقدار میں بظاہر کوئی نقصان نہیں ہے اور ساتھ لگے رہنے کی کیفیت کو ان شاء اللہ ہم کتاب الحجر میں بیان کریں گے۔

فَصْلٌ فِی کَیْفِیَّةِ الْیَمِیْنِ وَالْاِسْتِحْلَافِ

یہ فصل قسم کھانے اور قسم لینے کی کیفیت کے بیان میں ہے

فصل کیفیت یمین وحلف کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے نفس یمین کو ذکر کرنے کا بعد اس کا طریقہ بیان کرنا یہاں سے شروع کیا ہے۔ جبکہ کسی چیز کی کیفیت یہ ہے جس پر واقع ہو اس کی صفت ہوا کرتی ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ صفت موصوف سے مؤخر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس فصل کو یمین کے باب سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی اصول ہے کہ کسی چیز کے وجود کے بعد ہی اس کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بیان طریقہ وکیفیت یہ وجود وثبوت کا محتاج ہوتا ہے۔ (نتائج الافکار بتصرف، کتاب دعویٰ)

قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَالْیَمِیْنُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ دُوْنَ غَیْرِهٖ) لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ کَانَ مِنْکُمْ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِیَذَرْ) وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَکَ) (وَقَدْ تُؤَکَّدُ بِذِکْرِ اَوْصَافِهٖ) وَهُوَ التَّغْلِیْظُ، وَذٰلِکَ مِثْلُ قَوْلِهٖ: قُلْ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، الَّذِیْ یَعْلَمُ مِنَ السِّرِّ مَا یَعْلَمُ مِنَ الْعَلَانِیَةِ، مَا لِفُلَانٍ هٰذَا عَلَیْکَ وَلَا قِبَلَکَ هٰذَا الْمَالُ الَّذِیْ ادَّعَاهُ وَهُوَ کَذَا وَکَذَا وَلَا شَیْءَ مِنْهُ.

وَلَهٗ اَنْ یَزِیْدَ فِی التَّغْلِیْظِ عَلٰی هٰذَا وَلَهٗ اَنْ یَنْقُصَ مِنْهُ، اِلَّا اَنَّهٗ یَحْتَاطُ فِیْهِ کَیْ لَا یَتَکَرَّرَ عَلَیْهِ الْیَمِیْنُ، لِاَنَّ الْمُسْتَحَقَّ یَمِیْنٌ وَاحِدَةٌ، وَالْقَاضِیْ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ غَلَّظَ وَاِنْ شَاءَ لَمْ یُغَلِّظْ فَیَقُوْلُ: قُلْ بِاللّٰهِ اَوْ وَاللّٰهِ، وَقِیْلَ: لَا یُغَلَّظُ عَلَی الْمَعْرُوْفِ بِالصَّلَاحِ وَیُغَلَّظُ عَلٰی غَیْرِهٖ، وَقِیْلَ: یُغَلَّظُ فِی الْخَطِیْرِ مِنَ الْمَالِ دُوْنَ الْحَقِیْرِ.

فرمایا کہ قسم اللہ کی ہوتی ہے اس کے سوا کی نہیں ہوتی اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے قسم کھائی ہو تو وہ اللہ کی کھائے ورنہ چھوڑ دے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا اور کبھی قسم کو اللہ تعالیٰ کے اوصاف کیساتھ مؤکد کیا جاتا ہے۔ اور وہ زیادہ سختی کے لئے ہوتا ہے۔ جس طرح کہ کہنے والے کا یہ قول کہ تم یوں کہو کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

اور وہ حاضر اور غیب کو جاننے والا اور وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ جو پوشیدہ اور باطن کو علانیہ کی طرح جانتا ہے۔ کہ فلاں کا تجھ پر حق ہے یا فلاں کا نے جس مال کا دعویٰ کیا ہے تیری طرف سے اتنا اتنا ہے یا کچھ نہیں ہے۔ اور قاضی کو اس پر بھی زیادہ کر کے تغلیظ کا اختیار ہے اور اس سے کم کرنے کا بھی اختیار ہے۔ اس لئے قاضی اس سلسلے میں احتیاط کرے کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہ ہونے پائے۔ اس لئے کہ اس پر ایک ہی قسم واجب ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو تغلیظ کرے اور اگر وہ چاہے تو تغلیظ نہ کرے۔ اور باللہ یا واللہ کہہ دے اور کہا گیا ہے کہ جو بندہ نیکی اور پرہیز گاری میں مشہور ہو اس پر تغلیظ نہ کرے اور اس کے سوا دوسروں پر تغلیظ کرے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ زیادہ مال میں تغلیظ کرے اور کم میں تغلیظ نہ کرے۔

طلاق وعتاق کا حلف نہ لینے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَسْتَحْلِفُ بِالطَّلَاقِ وَلَا بِالْعَتَاقِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَقِيلَ فِي زَمَانِنَا إِذَا أَلَحَّ الْخَصْمُ سَاغَ لِلْقَاضِي أَنْ يَحْلِفَ بِذَلِكَ لِقِلَّةِ الْمُبَالَاةِ بِالْيَمِينِ بِاللَّهِ وَكَثْرَةِ الْإِمْتِنَاعِ بِسَبَبِ الْحَلِفِ بِالطَّلَاقِ .

قَالَ (وَيَسْتَحْلِفُ الْيَهُودِيَّ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالنَّصْرَانِيَّ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْإِنْجِيلَ عَلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِابْنِ صُورِيَّا الْأَعْوَرِ أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى أَنَّ حُكْمَ الزِّنَا فِي كِتَابِكُمْ هَذَا) وَلِأَنَّ الْيَهُودِيَّ يَعْتَقِدُ نُبُوَّةَ مُوسَى وَالنَّصْرَانِيَّ نُبُوَّةَ عِيسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَيُغَلَّظُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِذِكْرِ الْمُنَزَّلِ عَلَى نَبِيِّهِ (وَ) يَسْتَحْلِفُ (الْمَجُوسِيَّ بِاللَّهِ الَّذِي خَلَقَ النَّارَ) وَهَكَذَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْأَصْلِ .يُرْوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي النَّوَادِرِ أَنَّهُ لَا يَسْتَحْلِفُ أَحَدًا إِلَّا بِاللَّهِ خَالِصًا .وَذَكَرَ الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَسْتَحْلِفُ غَيْرَ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ إِلَّا بِاللَّهِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ بَعْضِ مَشَايِخِنَا لِأَنَّ فِي ذِكْرِ النَّارِ مَعَ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى تَعْظِيمًا وَمَا يَنْبَغِي أَنْ تُعَظَّمَ، بِخِلَافِ الْكِتَابَيْنِ لِأَنَّ كُتُبَ اللَّهِ مُعَظَّمَةٌ .

فرمایا کہ طلاق اور عتاق میں قسم نہیں لی جائے گی۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ہمارے دور میں اگر مدعی علیہ زیادہ مبالغہ کر جائے تو قاضی کے لئے اس سے قسم دلانے کی گنجائش ہے اس لئے کہ لوگوں کو اب اللہ کی قسم کی پرواہ کم ہے اور لوگ طلاق کی قسم کھانے سے زیادہ گریز کرتے ہیں۔

فرمایا کہ یہودی سے اس طرح قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور نصرانی سے اس طرح قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی اس لئے کہ آپ ﷺ نے ابن صوریہ اعور سے فرمایا تھا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دیلاتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی کیا تمہاری کتاب

میں زنا کا یہ حکم ہے۔ اور اس لئے کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اور نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں لہٰذا قاضی ان میں سے ہر ایک پر اس کتاب کا ذکر کر کے تغلیظ کرے گا جو اس کے نبی (علیہ السلام) پر اتاری گئی ہے۔
اور مجوسی سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ اس اللہ کی قسم جس نے آگ کو پیدا کیا۔ اسی طرح امام محمد نے مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ قاضی اللہ کے سوا کسی کی بھی قسم نہیں اٹھوائے گا۔ امام خصاف فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کے سوا سب سے اللہ کی قسم لے گا اور اسی کو ہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے نام کے ساتھ آگ کا ذکر کرنا آگ کی تعظیم ہے جبکہ آگ کی تعظیم کرنا مناسب نہیں ہے۔ دونوں کتابوں کے خلاف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں تعظیم کے قابل ہیں۔

بتوں کو پوجنے والوں سے قسم اٹھوانے کا بیان

(وَالْوَثَنِيُّ لَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللَّهِ) لِأَنَّ الْكَفَرَةَ بِأَسْرِهِمْ يَعْتَقِدُوْنَ اللَّهَ تَعَالَى، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللَّهُ) قَالَ (وَلَا يَحْلِفُونَ فِي بُيُوتِ عِبَادَتِهِمْ) لِأَنَّ الْقَاضِيَ لَا يَحْضُرُهَا بَلْ هُوَ مَمْنُوعٌ عَنْ ذٰلِكَ .

اور بتوں کو پوجنے والوں سے اللہ کے سوا کسی کی قسم نہیں لی جائے گی اس لئے کہ تمام کافر اللہ کا یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر آپ بتوں کو پوجنے والوں سے پوچھیں کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ بتوں کو پوجنے والوں سے ان کے عبادت گاہوں میں قسم نہیں لی جائے گی اس لئے کہ قاضی وہاں نہیں جا سکتا اور اس کو وہاں جانے سے روک دیا گیا ہے۔

تغلیظ یمین کا زمان ومکان کے ساتھ عدم وجوب کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجِبُ تَغْلِيظُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُسْلِمِ بِزَمَانٍ وَلَا مَكَانٍ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ تَعْظِيمُ الْمُقْسَمِ بِهِ وَهُوَ حَاصِلٌ بِدُوْنِ ذٰلِكَ، وَفِي إِيجَابِ ذٰلِكَ حَرَجٌ عَلَى الْقَاضِي حَيْثُ يُكَلَّفُ حُضُورَهَا وَهُوَ مَدْفُوعٌ .

فرمایا کہ مسلمان پر زمان اور مکان کے ساتھ قسم کی تغلیظ واجب نہیں ہے اس لئے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور وہ اس کے سوا بھی حاصل ہے اور اس کو واجب کرنے میں قاضی پر حرج ہے اس طرح کہ قاضی کو وہاں جانے کا مکلف بنایا جائے حالانکہ حرج کو دور کر دیا گیا ہے۔

غلام کو خریدنے کا حلف اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى أَنَّهُ ابْتَاعَ مِنْ هٰذَا عَبْدَهُ بِأَلْفٍ فَجَحَدَ اسْتُحْلِفَ بِاللَّهِ مَا بَيْنَكُمَا بَيْعٌ قَائِمٌ فِيهِ وَلَا يُسْتَحْلَفُ بِاللَّهِ مَا بِعْت) لِأَنَّهُ قَدْ يُبَاعُ الْعَيْنُ ثُمَّ يُقَالُ فِيهِ

(وَيُسْتَحْلَفُ فِي الْغَصْبِ بِاللّٰهِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْكَ رَدَّهُ وَلَا يَحْلِفُ بِاللّٰهِ مَا غَصَبْتُ) لِأَنَّهُ قَدْ يَغْصِبُ ثُمَّ يَفْسَخُ بِالْهِبَةِ وَالْبَيْعِ (وَفِي النِّكَاحِ بِاللّٰهِ مَا بَيْنَكُمَا نِكَاحٌ قَائِمٌ فِي الْحَالِ) لِأَنَّهُ قَدْ يَطْرَأُ عَلَيْهِ الْخُلْعُ (وَفِي دَعْوَى الطَّلَاقِ بِاللّٰهِ مَا هِيَ بَائِنٌ مِنْكَ السَّاعَةَ بِمَا ذَكَرْتَ وَلَا يُسْتَحْلَفُ بِاللّٰهِ مَا طَلَّقَهَا) لِأَنَّ النِّكَاحَ قَدْ يُجَدَّدُ بَعْدَ الْإِبَانَةِ فَيَحْلِفُ عَلَى الْحَاصِلِ فِي هَذِهِ الْوُجُوهِ، لِأَنَّهُ لَوْ حَلَفَ عَلَى السَّبَبِ يَتَضَرَّرُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. أَمَّا عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَحْلِفُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ عَلَى السَّبَبِ إِلَّا إِذَا عَرَّضَ بِمَا ذَكَرْنَا فَحِينَئِذٍ يَحْلِفُ عَلَى الْحَاصِلِ. وَقِيلَ: يُنْظَرُ إِلَى إِنْكَارِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِنْ أَنْكَرَ السَّبَبَ يَحْلِفُ عَلَيْهِ، وَإِنْ أَنْكَرَ الْحُكْمَ يَحْلِفُ عَلَى الْحَاصِلِ. فَالْحَاصِلُ هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُمَا إِذَا كَانَ سَبَبًا يَرْتَفِعُ إِلَّا إِذَا كَانَ فِيهِ تَرْكُ النَّظَرِ فِي جَانِبِ الْمُدَّعِي فَحِينَئِذٍ يَحْلِفُ عَلَى السَّبَبِ بِالْإِجْمَاعِ، وَذَلِكَ أَنْ تَدَّعِيَ مَبْتُوتَةٌ نَفَقَةَ الْعِدَّةِ وَالزَّوْجُ مِمَّنْ لَا يَرَاهَا، أَوْ ادَّعَى شُفْعَةً بِالْجِوَارِ وَالْمُشْتَرِي لَا يَرَاهَا، لِأَنَّهُ لَوْ حَلَفَ عَلَى الْحَاصِلِ يَصْدُقُ فِي يَمِينِهِ فِي مُعْتَقَدِهِ فَيَفُوتُ النَّظَرُ فِي حَقِّ الْمُدَّعِي، وَإِنْ كَانَ سَبَبًا لَا يَرْتَفِعُ بِرَافِعٍ فَالتَّحْلِيفُ عَلَى السَّبَبِ بِالْإِجْمَاعِ (كَالْعَبْدِ الْمُسْلِمِ إِذَا ادَّعَى الْعِتْقَ عَلَى مَوْلَاهُ، بِخِلَافِ الْأَمَةِ وَالْعَبْدِ الْكَافِرِ) لِأَنَّهُ يَتَكَرَّرُ الرِّقُّ عَلَيْهَا بِالرِّدَّةِ وَاللِّحَاقِ وَعَلَيْهِ بِنَقْضِ الْعَهْدِ وَاللِّحَاقِ، وَلَا يَتَكَرَّرُ عَلَى الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں آدمی سے اس کا غلام ایک ہزار میں خریدا ہے اور مدعیٰ علیہ نے انکار کر دیا تو اس سے قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم ہمارے درمیان عقد نہیں ہوا اور یہ قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم میں نے فروخت نہیں کیا اس لئے کہ کبھی عین کو فروخت کر کے اس میں اقالہ کر دیا جاتا ہے۔ اور غصب میں قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم یہ تم پر مغصوب کی واپسی کا حق دار نہیں ہے اور اس طرح قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم میں نے غصب نہیں کیا اس لئے کہ کبھی انسان غصب کرنے کے بعد اس کو ہبہ یا بیع کے ساتھ فسخ کر دیتا ہے۔ اور نکاح میں اس طرح لی جائے گی کہ خدا کی قسم اس وقت تم دونوں کے درمیان نکاح قائم نہیں ہے اس لئے کہ کبھی نکاح پر خلع طاری ہو جاتا ہے۔ اور طلاق کے دعویٰ میں اس طرح قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم یہ عورت تجھ پر اس وقت بائنہ نہیں ہے اس وجہ سے جس کو اس نے بیان کیا اور اس طرح قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم اس نے اس عورت کو طلاق نہیں دی اس لئے کہ کبھی بائنہ کرنے کے بعد نکاح کی تجدید کر لی جاتی ہے۔ لہٰذا ان تمام صورتوں میں مراد کے حصول پر قسم لی جائے گی۔ اس لئے کہ اگر قاضی نے سبب پر قسم لی تو مدعیٰ علیہ کو نقصان پہنچے گا یہ قول طرفین کا ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک تمام صورتوں میں سبب پر قسم لی جائے گی مگر جب مدعیٰ علیہ ان امور کے ساتھ تعریض کرے جن

کو ہم نے بیان کر دیا ہے تو اس وقت مراد کے حصول پر قسم لی جائے گی۔ اور اسی طرح کا قول بھی ہے کہ مدعی علیہ کے انکار کرنے کو دیکھا جائے گا جب اس نے سبب کا انکار کیا تو اس سبب پر قسم لی جائے گی اور اگر اس نے حکم کا انکار کیا ہے تو حاصل پر قسم لی جائے گی طرفین کے نزدیک حاصل ہی حکم اصل ہے۔ ہاں البتہ شرط یہ ہے کہ حکم کسی دور کرنے والے سبب سے ختم ہو سکتا ہو۔ مگر اس میں اگر مدعی کی طرف رعایت کو چھوڑنا لازم آئے تو اب بہ اتفاق سبب پر قسم لی جائے گی۔

اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کوئی ایک مطلقہ ثلاثہ عدت میں نفقہ کا دعویٰ کرے جبکہ شوہر ان لوگوں میں سے ہو جو اس کا نظریہ نہ رکھتا ہو یا پھر شفیع نے شفعہ کی ہمسائیگی کا دعویٰ کیا جبکہ خریدار اس کا نظریہ نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ جب اس نے حاصل حکم پر قسم اٹھائی ہے تو اب وہ اپنے نظریے کے مطابق اپنی قسم میں سچا ہے۔ مدعی کے حق رعایت ختم ہو جائے گی۔

اور جب سبب کوئی اس طرح کا ہے جو کسی دور کرنے والے سے دور نہ ہو سکے تو اب بہ اتفاق سبب پر قسم اٹھائی جائے گی۔ جس طرح کسی مسلمان غلام نے اپنے آقا پر آزادی کا دعویٰ کیا بہ خلاف باندی اور کافر غلام کے کیونکہ وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلے جانے سے ان کی رقیت مکرر ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح عہد کو توڑتے ہوئے دار الحرب جانے کے سبب باندی کی رقیت بھی مکرر ہو چکی ہے اور ایسے ہی عہد کو توڑتے ہوئے غلام کی رقیت بھی مکرر ہو چکی جبکہ مسلمان غلام پر رقیت مکرر نہ ہوگی۔

مورث غلام پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ وَرِثَ عَبْدًا وَادَّعَاهُ آخَرُ يَسْتَحْلِفُ عَلَى عِلْمِهِ) لِأَنَّهُ لَا عِلْمَ لَهُ بِمَا صَنَعَ الْمُوَرِّثُ فَلَا يَحْلِفُ عَلَى الْبَتَاتِ (وَإِنْ وَهَبَ لَهُ أَوِ اشْتَرَاهُ يَحْلِفُ عَلَى الْبَتَاتِ) لِوُجُودِ الْمُطْلَقِ لِلْيَمِينِ إِذِ الشِّرَاءُ سَبَبٌ لِثُبُوتِ الْمِلْكِ وَضْعًا وَكَذَا الْهِبَةُ.

قَالَ (وَمَنِ ادَّعَى عَلَى آخَرَ مَالًا فَافْتَدَى يَمِينَهُ أَوْ صَالَحَهُ مِنْهَا عَلَى عَشَرَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ) وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَحْلِفَهُ عَلَى تِلْكَ الْيَمِينِ أَبَدًا) لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا اور جب کوئی شخص کسی غلام کا وارث ہوا جبکہ کسی دوسرے آدمی نے بھی اسی غلام پر دعویٰ کر دیا ہے تو پہلے شخص کے علم کے مطابق اس سے حلف لیا جائے گا کیونکہ مورث ہونے کا علم نہ ہونے کا سبب اسی میں ہے لہٰذا بتات پر قسم نہ ہوگی۔ اور اگر اس نے اس کو ہبہ کیا یا اس کو بیچ دیا ہے تو بتات پر حلف ہوگا۔ کیونکہ اب مطلق طور پر قسم پائی گئی ہے کیونکہ خریداری یہ ثبوت ملکیت کے لئے سبب بن چکا ہے۔ جس طرح ہبہ میں ہوتا ہے۔

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس اس نے اس کی قسم کا فدیہ دیا یا اس نے دس پر مصالحت کر لی تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ماثور ہے۔ لہٰذا اس یمین پر اس سے کبھی حلف نہ لیا جائے گا کیونکہ اس کا حق ساقط ہو چکا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ التَّحَالُفِ

﴿یہ باب تحالف کے بیان میں ہے﴾

باب تحالف کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے ایک شخص کی قسم اٹھانے کے بعد اس باب کو شروع کیا ہے جس میں قسم دو افراد سے متعلق ہے۔ اور کو مؤخر کرنے کا سبب وضعی ہے کیونکہ مفرد تثنیہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس رعایت کے سبب اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

تحالف کا فقہی مفہوم

بعض ایسی صورتیں ہیں کہ مدعی و مدعیٰ علیہ دونوں کو قسم کھانا پڑتا ہے۔ اس کو تحالف کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی ایک شخص سے حلف لیا جاتا ہے اور تحالف یہ باب تفاعل سے ہے اس میں تقابل یعنی دونوں مدعی اور مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان ہے۔ لفظ حلف کی لغوی تحقیق حسب ذیل ہے۔

لفظِ حَلَف کی لغوی تحقیق

اس مادہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنی وجود رکھتے ہیں، ایک قَسم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اس دوسرے معنی کی بازگشت بھی قَسم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظ "حَلَف" تیز دھار چیز کے معنی میں آتا ہے، (جیسے لفظ "قسم" جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنی میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "سِنَانٌ حَلِيفٌ" (یعنی تیز دھار تلوار) اور "لِسَانٌ حَلِيفٌ" (یعنی کاٹنے والی زبان) اور لفظِ "حَلَف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (حَلَف و حَلِف)، لیکن دونوں قَسم کا معنی دیتے ہیں، حلف کا اصل معنی "اَلْعَقْدُ بِالْعَزْمِ" (یعنی محکم اور مضبوط نیت وعقیدہ) ہے، اور "حَالِف، حَلَّاف اور حَلَّافَة" (بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنی میں ہیں، اور "اَحْلَفَ، حَلَّفَ اور اِسْتَحْلَفَ" تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اس لفظ کو "حاء" کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (حلف وحِلف) لیکن دونوں قسم ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "حِلف" ایسی قَسم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرف عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "دوام اور پائیداری" کا معنی بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "حَالَفَ فُلَانٌ وَ حَلِيفُهُ" جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظِ "حَلَف" اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں آیا

ہے: (وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ)، "تو اے پیغمبر ان منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا" اور باقی موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

متبایعان میں اختلاف ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الْبَيْعِ فَادَّعَى أَحَدُهُمَا ثَمَنًا وَادَّعَى الْبَائِعُ أَكْثَرَ مِنْهُ أَوْ اعْتَرَفَ الْبَائِعُ بِقَدْرٍ مِنَ الْمَبِيعِ وَادَّعَى الْمُشْتَرِي أَكْثَرَ مِنْهُ فَأَقَامَ أَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ قَضَى لَهُ بِهَا) لِأَنَّ فِي الْجَانِبِ الْآخَرِ مُجَرَّدَ الدَّعْوَى وَالْبَيِّنَةُ أَقْوَى مِنْهَا (وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً كَانَتْ الْبَيِّنَةُ الْمُثْبِتَةُ لِلزِّيَادَةِ أَوْلَى) لِأَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِلْإِثْبَاتِ وَلَا تَعَارُضَ فِي الزِّيَادَةِ (وَلَوْ كَانَ الِاخْتِلَافُ فِي الثَّمَنِ وَالْمَبِيعِ جَمِيعًا فَبَيِّنَةُ الْبَائِعِ أَوْلَى فِي الثَّمَنِ وَبَيِّنَةُ الْمُشْتَرِي أَوْلَى فِي الْمَبِيعِ) نَظَرًا إِلَى زِيَادَةِ الْإِثْبَاتِ .

فرمایا کہ جب دو بیع کرنے والوں کا بیع میں اختلاف ہو گیا پس ان میں سے ایک قیمت کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ بیچنے والا اس سے زیادہ کا دعویٰ کرتا ہے یا پھر بیچنے والا مبیع کی مقدار کے برابر ہوا اعتراف کرتا ہے جبکہ خریدار اس سے زیادہ کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ پس ان میں سے ایک نے گواہی پیش کر دی تو قاضی اسی کے مطابق فیصلہ کر دے گا۔ کیونکہ دوسری جانب صرف دعویٰ ہے جبکہ گواہی دعویٰ سے زیادہ قوت والی ہے۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک نے گواہی پیش کر دی ہے۔ تو زیادتی کو ثابت کرنے والی گواہی افضل ہوگی کیونکہ گواہیاں اثبات کے لئے ہوتی ہیں لہٰذا زیادتی میں تعارض نہ ہوگا۔

اور جب اختلاف قیمت و مبیع دونوں میں ہوا ہے تو قیمت میں بیچنے والے کی گواہی اولیٰ ہوگی اور مبیع میں خریدار کی گواہی اولیٰ ہوگی۔ اور یہ حکم اثبات کی زیادتی کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔

گواہی نہ ہونے کے سبب فریقین سے رضا طلب کرنے کا بیان

(وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي إِمَّا أَنْ تَرْضَى بِالثَّمَنِ الَّذِي ادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَإِلَّا فَسَخْنَا الْبَيْعَ، وَقِيلَ لِلْبَائِعِ إِمَّا أَنْ تُسَلِّمَ مَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مِنَ الْمَبِيعِ وَإِلَّا فَسَخْنَا الْبَيْعَ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ قَطْعُ الْمُنَازَعَةِ، وَهَذِهِ جِهَةٌ فِيهِ لِأَنَّهُ رُبَّمَا لَا يَرْضَيَانِ بِالْفَسْخِ فَإِذَا عَلِمَا بِهِ يَتَرَاضَيَانِ بِهِ .

اور جب ان دونوں میں سے کسی ایک پاس بھی گواہی موجود نہ ہو تو خریدار سے کہا جائے گا کہ کیا آپ قیمت پر راضی ہیں جس کا بیچنے والے نے دعویٰ کیا ہے ورنہ بیع کو ختم کر دیا جائے گا اور بیچنے والے سے بھی کہا جائے گا کہ آپ خریدار کو مبیع پر دینے پر راضی ہیں؟ ورنہ بیع کو ختم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ مقصد ان دونوں سے جھگڑے کو ختم کرنا ہے اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن

طور پر دونوں بیع کے ختم ہونے پر راضی نہ ہوں گے۔ کیونکہ جب دونوں کو بیع کے ختم ہونے کا علم ہوا تو وہ راضی ہو جائیں گے۔

عدم رضا پر فریقین سے حلف لینے کا بیان

(فَإِنْ لَمْ يَتَرَاضَيَا اسْتَحْلَفَ الْحَاكِمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى دَعْوَى الْآخَرِ) وَهٰذَا التَّحَالُفُ قَبْلَ الْقَبْضِ عَلٰى وِفَاقِ الْقِيَاسِ، لِأَنَّ الْبَائِعَ يَدَّعِي زِيَادَةَ الثَّمَنِ وَالْمُشْتَرِيَ يُنْكِرُهُ، وَالْمُشْتَرِيَ يَدَّعِي وُجُوبَ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ بِمَا نَقَدَ وَالْبَائِعُ يُنْكِرُهُ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُنْكِرٌ فَيَحْلِفُ ؛ فَأَمَّا بَعْدَ الْقَبْضِ فَمُخَالِفٌ لِلْقِيَاسِ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَدَّعِي شَيْئًا لِأَنَّ الْمَبِيعَ سَالِمٌ لَهُ فَبَقِيَ دَعْوَى الْبَائِعِ فِي زِيَادَةِ الثَّمَنِ وَالْمُشْتَرِي يُنْكِرُهَا فَيُكْتَفٰى بِحَلِفِهِ، لٰكِنَّا عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ وَالسِّلْعَةُ قَائِمَةٌ بِعَيْنِهَا تَحَالَفَا وَتَرَادَّا) .

پس جب عاقدین راضی نہ ہوں تو حاکم ان میں ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لے گا اور باہمی قسم کا یہ حکم قبضہ سے پہلے قیاس کے مطابق ہوگا اس لئے کہ بیچنے والا ثمن کی زیادتی کا دعوی کر رہا ہے اور خریدار اس کا انکار کر رہا ہے۔ اور خریدار نے جو ثمن ادا کیا ہے اس کے بدلے مبیع کو تسلیم کرنے کا دعوی کر رہا ہے۔ اور بیچنے والا اس کا انکار کرنے والا ہے تو ان میں سے ہر ایک انکار کرنے والا ہو گیا۔ اس لئے ہر ایک سے قسم لی جائے گی جبکہ قبضہ کے بعد باہمی قسم لینا تو قیاس کے خلاف ہے اس لئے کہ خریدار تو کوئی دعوی نہیں کر رہا کیونکہ کہ اس کے لئے مبیع سلامت ہے۔ لہٰذا ثمن کی زیادتی میں بیچنے والا کا دعوی باقی رہا اور خریدار اس کا منکر ہے۔ اس لئے کہ خریدار کی قسم پر اکتفاء کر لیا جائے گا۔ لیکن ہم نے اس کو نص سے پہچانا ہے۔ اور وہ نص آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب دونوں بیع کرنے والے اختلاف کریں اور مبیع بعینہ قائم ہو تو وہ دونوں باہم قسم کھائیں اور مبیع پھیر لیں۔

قاضی خریدار سے قسم شروع کرنے کا بیان

(وَيَبْتَدِءُ بِيَمِينِ الْمُشْتَرِي) وَهٰذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَأَبِي يُوسُفَ آخِرًا، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ أَشَدُّهُمَا إِنْكَارًا لِأَنَّهُ يُطَالِبُ أَوَّلًا بِالثَّمَنِ وَلِأَنَّهُ يَتَعَجَّلُ فَائِدَةَ النُّكُولِ وَهُوَ إِلْزَامُ الثَّمَنِ، وَلَوْ بُدِئَ بِيَمِينِ الْبَائِعِ تَتَأَخَّرُ الْمُطَالَبَةُ بِتَسْلِيمِ الْمَبِيعِ إِلٰى زَمَانِ اسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ .

وَكَانَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ أَوَّلًا : يَبْدَأُ بِيَمِينِ الْبَائِعِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فَالْقَوْلُ مَا قَالَهُ الْبَائِعُ) خَصَّهُ بِالذِّكْرِ، وَأَقَلُّ فَائِدَتِهِ التَّقْدِيمُ .

فرمایا کہ قاضی خریدار کی قسم سے شروع کرے گا یہ حضرت امام محمد کے نزدیک ہے اور حضرت امام ابو یوسف کا بھی آخری قول یہی ہے۔ اور امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ دونوں میں خریدار کا انکار زیادہ سخت ہے

[illegible]

ثمن کی بیع ثمن سے ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ بَيْعَ عَيْنٍ بِعَيْنٍ أَوْ ثَمَنٍ بِثَمَنٍ بَدَأَ الْقَاضِي بِيَمِينِ أَيِّهِمَا شَاءَ) لِاسْتِوَائِهِمَا (وَصِفَةُ الْيَمِينِ أَنْ يَحْلِفَ الْبَائِعُ بِاللَّهِ مَا بَاعَهُ بِأَلْفٍ وَيَحْلِفَ الْمُشْتَرِي بِاللَّهِ مَا اشْتَرَاهُ بِأَلْفَيْنِ) وَقَالَ فِي الزِّيَادَاتِ: يَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا بَاعَهُ بِأَلْفٍ وَلَقَدْ بَاعَهُ بِأَلْفَيْنِ. يَحْلِفُ الْمُشْتَرِي بِاللَّهِ مَا اشْتَرَاهُ بِأَلْفَيْنِ وَلَقَدْ اشْتَرَاهُ بِأَلْفٍ يَضُمُّ الْإِثْبَاتَ إِلَى النَّفْيِ تَأْكِيدًا، وَالْأَصَحُّ الِاقْتِصَارُ عَلَى النَّفْيِ لِأَنَّ الْأَيْمَانَ عَلَى ذَلِكَ وُضِعَتْ. دَلَّ عَلَيْهِ حَدِيثُ الْقَسَامَةِ (بِاللَّهِ مَا قَتَلْتُمْ وَلَا عَلِمْتُمْ لَهُ قَاتِلًا).

ترجمہ اور جب مال ستی کی بیع مال ستی سے ہو یا ثمن کی بیع ثمن سے ہو تو قاضی جس کی قسم سے چاہے شروع کرے دونوں برابر ہیں اور قسم کا طریقہ یہ ہے کہ بیچنے والا یوں کہے کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال ایک ہزار کے بدلے نہیں بیچا اور خریدار یہ قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال دو ہزار میں نہیں خریدا ہے۔

اور زیادات میں فرماتے ہیں کہ بیچنے والا یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال ایک ہزار میں نہیں بیچا بلکہ دو ہزار میں بیچا ہے اور خریدار قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال دو ہزار میں نہیں بلکہ ایک ہزار میں خریدا ہے۔ اثبات کو نفی کے ساتھ بطور تاکید ملانے کیلئے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ نفی پر اقتصار کرے اس لئے کہ قسمیں نفی پر وضع کی گئی ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح کہ حدیث قسامہ اس پر صحیح دلالت کرتی ہے کہ خدا کی قسم نہ تم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ تم اس کے قاتل کو جانتے ہو۔

دونوں کے حلف اٹھانے پر بیع کو ختم کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ حَلَفَا فَسَخَ الْقَاضِي الْبَيْعَ بَيْنَهُمَا) وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَنْفَسِخُ بِنَفْسِ التَّحَالُفِ لِأَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ مَا ادَّعَاهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَيَبْقَى بَيْعٌ مَجْهُولٌ فَيَفْسَخُهُ الْقَاضِي قَطْعًا لِلْمُنَازَعَةِ أَوْ يُقَالُ إِذَا لَمْ يَثْبُتْ الْبَدَلُ يَبْقَى بَيْعًا بِلَا بَدَلٍ وَهُوَ فَاسِدٌ وَلَا بُدَّ مِنْ الْفَسْخِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ.

قَالَ: (وَإِنْ نَكَلَ أَحَدُهُمَا عَنْ الْيَمِينِ لَزِمَهُ دَعْوَى الْآخَرِ) لِأَنَّهُ جُعِلَ بَاذِلًا فَلَمْ يَبْقَ دَعْوَاهُ

مُعَارِضًا لِدَعْوَى الْآخَرِ فَلَزِمَ الْقَوْلُ بِثُبُوتِهِ.

فرمایا کہ جب دونوں نے قسم کھالی تو قاضی ان کے درمیان بیع کو ختم کر دے گا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نفس تحالف سے بیع ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے جو دعویٰ کیا ہے وہ ثابت نہیں ہوا لہٰذا بیع مجہول ہوگئی اور قاضی جھگڑا کو ختم کرنے کے لئے بیع کو ختم کر دے گا یا یہ کہا جائے گا کہ جب بدل ثابت نہ ہوا تو بیع بدل کے بغیر باقی رہی حالانکہ وہ فاسد ہے اور بیع فاسد کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اور جب عاقدین میں سے ایک نے قسم سے انکار کر دیا تو دوسرے کا دعویٰ اس پر ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ انکار کرنے والے کو باذل قرار دے دیا گیا ہے اس لئے اس کا دعویٰ دوسرے کے دعویٰ کے معارض نہیں رہا اور اس کے قول کا ثابت ہونا لازم ہو جائے گا۔

وقت، ثمن یا خیار شرط میں عاقدین کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْأَجَلِ أَوْ فِي شَرْطِ الْخِيَارِ أَوْ فِي اسْتِيفَاءِ بَعْضِ الثَّمَنِ فَلَا تَحَالُفَ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّ هٰذَا اخْتِلَافٌ فِي غَيْرِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَالْمَعْقُودِ بِهِ، فَأَشْبَهَ الِاخْتِلَافَ فِي الْحَطِّ وَالْإِبْرَاءِ، وَهٰذَا لِأَنَّ بِانْعِدَامِهِ لَا يَخْتَلُّ مَا بِهِ قِوَامُ الْعَقْدِ، بِخِلَافِ الْاِخْتِلَافِ فِي وَصْفِ الثَّمَنِ وَجِنْسِهِ حَيْثُ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الْاِخْتِلَافِ فِي الْقَدْرِ فِي جَرَيَانِ التَّحَالُفِ لِأَنَّ ذٰلِكَ يَرْجِعُ إِلَى نَفْسِ الثَّمَنِ فَإِنَّ الثَّمَنَ دَيْنٌ وَهُوَ يُعْرَفُ بِالْوَصْفِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْأَجَلُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِوَصْفٍ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الثَّمَنَ مَوْجُودٌ بَعْدَ مُضِيِّهِ (وَالْقَوْلُ قَوْلُ مَنْ يُنْكِرُ الْخِيَارَ وَالْأَجَلَ مَعَ يَمِينِهِ) لِأَنَّهُمَا يَثْبُتَانِ بِعَارِضِ الشَّرْطِ وَالْقَوْلُ لِمُنْكِرِ الْعَوَارِضِ.

فرمایا کہ جب وقت میں یا خیار شرط میں یا کچھ ثمن وصول کرنے میں عاقدین کا اختلاف ہو تو ان کے درمیان تحالف نہیں ہے اس لئے کہ یہ اختلاف معقود علیہ اور معقود بہ کے علاوہ میں ہے لہٰذا یہ قیمت کم کرنے اور معاف کرنے میں اختلاف کی طرح ہو گیا اور یہ اس سبب سے ہے کہ ذکر کردہ چیزوں کے معدوم ہونے سے اس چیز میں کوئی فرق نہیں پڑتا جو عقد کو قائم کرنے والی ہے۔ وصف ثمن یا جنس ثمن میں اختلاف کے خلاف۔ پس وہ اختلاف تحالف کے جاری ہونے کے اعتبار سے مقدار میں ہونے والے اختلاف کے درجے میں ہیں اس لئے کہ نفس ثمن کی جانب راجع ہوتا ہے اس لئے کہ ثمن دین ہے اور وہ وصف سے جانا جاتا ہے۔ اور میعاد کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ وہ وصف نہیں ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ میعاد کے گزر جانے کے بعد بھی ثمن باقی رہتا ہے۔ فرمایا کہ جو آدمی خیار اور میعاد کا انکار کرنے والا ہو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کیونکہ خیار اور میعاد شرط عارض کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں اور منکر عوارض کے قول کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

ہلاکت مبیع کے بعد عاقدین میں اختلاف کے سبب عدم حلف کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ ثُمَّ اخْتَلَفَا لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ

وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَتَحَالَفَانِ وَيُفْسَخُ الْبَيْعُ عَلَى قِيمَةِ الْهَالِكِ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَعَلَى هٰذَا إِذَا خَرَجَ الْمَبِيعُ عَنْ مِلْكِهِ أَوْ صَارَ بِحَالٍ لَا يَقْدِرُ عَلَى رَدِّهِ بِالْعَيْبِ.

لَهُمَا أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَدَّعِي غَيْرَ الْعَقْدِ الَّذِي يَدَّعِيهِ صَاحِبُهُ وَالْآخَرُ يُنْكِرُهُ وَأَنَّهُ يُفِيدُ دَفْعَ زِيَادَةِ الثَّمَنِ فَيَتَحَالَفَانِ، كَمَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي جِنْسِ الثَّمَنِ بَعْدَ هَلَاكِ السِّلْعَةِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ أَنَّ التَّحَالُفَ بَعْدَ الْقَبْضِ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ لِأَنَّهُ سَلَّمَ لِلْمُشْتَرِي مَا يَدَّعِيهِ وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ فِي حَالِ قِيَامِ السِّلْعَةِ، وَالتَّحَالُفُ فِيهِ يُفْضِي إِلَى الْفَسْخِ، وَلَا كَذٰلِكَ بَعْدَ هَلَاكِهَا لِارْتِفَاعِ الْعَقْدِ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَاهُ وَلِأَنَّهُ لَا يُبَالِي بِالِاخْتِلَافِ فِي السَّبَبِ بَعْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَإِنَّمَا يُرَاعَى مِنَ الْفَائِدَةِ مَا يُوجِبُهُ الْعَقْدُ، وَفَائِدَةُ دَفْعِ زِيَادَةِ الثَّمَنِ لَيْسَتْ مِنْ مُوجَبَاتِهِ وَهٰذَا إِذَا كَانَ الثَّمَنُ دَيْنًا، فَإِنْ كَانَ عَيْنًا يَتَحَالَفَانِ لِأَنَّ الْمَبِيعَ فِي أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ قَائِمٌ فَتُوَفَّرُ فَائِدَةُ الْفَسْخِ ثُمَّ يَرُدُّ مِثْلَ الْهَالِكِ إِنْ كَانَ لَهُ مِثْلٌ أَوْ قِيمَتَهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلٌ.

حضرات شیخین فرماتے ہیں کہ مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد عاقدین نے اختلاف کیا تو دونوں قسم نہ کھائیں گے اور خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ جبکہ امام محمد کے نزدیک دونوں قسم کھائیں گے اور ہلاک شدہ کی قیمت پر بیع فسخ کردی جائے گی۔ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور مبیع کا خریدار کی ملکیت سے نکل جانا یا اس حال میں ہو جانا کہ عیب کی وجہ سے خریدار اس کو واپس کرنے پر قادر نہ ہو یہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔

حضرت امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر اس عقد کے سوا کا دعویٰ کر رہا ہے جس عقد کا اس کا ساتھی مدعی ہے اور دوسرا اس کا انکار کرنے والا ہے اور زیادتی ثمن کو دور کرنے کا فائدہ دے رہی ہے اس لئے دونوں قسم کھائیں گے جس طرح سامان کے ہلاک ہونے کے بعد دونوں نے اس کی جنس میں اختلاف کیا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کے بعد باہمی قسم لینا خلاف قیاس ہے اس لئے کہ بیچنے والے نے خریدار کو وہ مال دے دیا ہے جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے اور سامان موجود ہونے کی صورت میں اس پر شریعت وارد ہوئی ہے اور اس سے باہمی قسم لینا یہ فسخ کی طرف لے جانے والا ہے اور سلعہ کی ہلاکت کے بعد ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ عقد مرتفع ہو چکا ہے اس لئے ہلاکت کی حالت موجود ہونے کی حالت کے معنی میں نہیں ہے اور اس لئے کہ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اس کے بعد سبب کے اختلاف کی پرواہ نہیں کی جاتی اور وہی فائدہ ملحوظ ہوتا ہے جس کو عقد واجب کرتا ہے اور ثمن کی زیادتی کو دور کرنے کا فائدہ موجبات عقد میں سے نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب ثمن دین ہو مگر جب ثمن عین ہو تو دونوں قسم کھائیں گے کیونکہ دونوں اجانب میں سے کسی ایک جانب میں مبیع موجود

بے بیّنہ فسخ کا فائدہ ظاہر ہوگا پھر ہر ترک شدہ کی طرف پھیر دیا جائے گا اگر اس کا مثل ہو تو اور اگر اس کا مثل نہ ہو تو اس کی قیمت کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

دونوں غلاموں میں کسی ایک کی ہلاکت کے بعد دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ وَإِنْ هَلَكَ اَحَدُ الْعَبْدَيْنِ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ اِلَّا اَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ اَنْ يَتْرُكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ مِنَ الثَّمَنِ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : الْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي مَعَ يَمِينِهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ الْبَائِعُ اَنْ يَاْخُذَ الْعَبْدَ الْحَيَّ وَلَا شَيْءَ لَهُ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : يَتَحَالَفَانِ فِي الْحَيِّ وَيُفْسَخُ الْعَقْدُ فِي الْحَيِّ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي قِيمَةِ الْهَالِكِ . وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَتَحَالَفَانِ عَلَيْهِمَا وَيَرُدُّ الْحَيَّ وَقِيمَةَ الْهَالِكِ) لِاَنَّ هَلَاكَ كُلِّ السِّلْعَةِ لَا يَمْنَعُ التَّحَالُفَ عِنْدَهُ فَهَلَاكُ الْبَعْضِ اَوْلَى .

وَلِاَبِي يُوسُفَ اَنَّ امْتِنَاعَ التَّحَالُفِ لِلْهَلَاكِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ . وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّ التَّحَالُفَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ فِي حَالِ قِيَامِ السِّلْعَةِ وَهِيَ اسْمٌ لِجَمِيعِ اَجْزَائِهَا فَلَا تَبْقَى السِّلْعَةُ بِفَوَاتِ بَعْضِهَا، وَلِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُ التَّحَالُفُ فِي الْقَائِمِ اِلَّا عَلَى اعْتِبَارِ حِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقِسْمَةِ وَهِيَ تُعْرَفُ بِالْحَزْرِ وَالظَّنِّ فَيُؤَدِّي اِلَى التَّحَالُفِ مَعَ الْجَهْلِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ اِلَّا اَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ اَنْ يَتْرُكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ اَصْلًا لِاَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ الثَّمَنُ كُلُّهُ بِمُقَابَلَةِ الْقَائِمِ وَيَخْرُجُ الْهَالِكُ عَنِ الْعَقْدِ فَيَتَحَالَفَانِ .

هٰذَا تَخْرِيجُ بَعْضِ الْمَشَايِخِ وَيُصْرَفُ الِاسْتِثْنَاءُ عِنْدَهُمْ اِلَى التَّحَالُفِ كَمَا ذَكَرْنَا وَقَالُوْا : اِنَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِهِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ يَاْخُذُ الْحَيَّ وَلَا شَيْءَ لَهُ، مَعْنَاهُ : لَا يَاْخُذُ مِنْ ثَمَنِ الْهَالِكِ شَيْئًا اَصْلًا .

فرمایا کہ جب دو غلاموں میں سے ایک غلام ہلاک ہو گیا اس کے بعد عاقدین نے اختلاف کیا تو حضرت امام اعظم کے نزدیک دونوں قسم کھائیں گے مگر یہ کہ بیچنے والا ہلاک شدہ غلام کا حصہ ترک کرنے پر راضی ہو جائے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک قسم کے ساتھ خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا مگر یہ کہ بیچنے والا یہ چاہے کہ وہ زندہ غلام کو لے لے اور تلف ہونے والے غلام کی قیمت سے اس کے لئے کچھ نہ ہو۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ زندہ غلام میں عاقدین سے قسم لی جائے گی پھر اس میں عقد کو ختم کر دیا جائے گا اور تلف شدہ

غلام کی قیمت میں خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ زندہ اور تلف شدہ دونوں غلاموں میں عاقدین سے قسم لی جائے گی اور زندہ غلام کو اور تلف شدہ غلام کی قیمت کو واپس کر دیا جائے گا اس لئے کہ ان کے نزدیک پورے سامان کا ہلاک ہونا تحالف سے مانع نہیں ہے اس لئے بعض کا ہلاک ہونا بدرجہ اولی مانع نہیں ہوگا۔

امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ تحالف کا مانع ہونا مبیع کے ہلاک ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے یہ امتناع ہلاکت کی مقدار مقدر ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ مبیع کے سامان کے ہلاک ہونے کی حالت میں تحالف خلاف قیاس ہے اور سلعہ اپنے پورے اجزاء کا نام ہے اس لئے بعض حصے کے تلف ہونے سے سلعہ باقی نہیں رہے گا اور اس لئے کہ موجودہ مبیع میں اس کے ثمن کا حصہ اعتبار کئے بغیر تحالف ممکن نہیں اس لئے قیمت پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور قیمت تخمینہ اور اندازے سے معلوم ہوتی ہے ابتداء ثمن کے معلوم نہ ہونے کے ساتھ یہ تحالف کی طرف لے جانے والا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے مگر یہ کہ بیچنے والا تلف شدہ حصے کو بالکل ترک کرنے پر راضی ہو جائے کیونکہ اس وقت پورا ثمن مبیع موجود کے مقابلہ میں ہوگا اور تلف شدہ چیز عقد سے خارج ہو جائے گی اس لئے دونوں قسم کھائیں گے اور یہ بعض مشائخ کی تخریج ہے اور ان کے نزدیک استثناء کو تحالف کی طرف پھیرا جائے گا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور وہ مشائخ فرماتے ہیں کہ جامع صغیر میں امام محمد کے قول کی مراد یہ ہے زندہ غلام کو لے لے اور اس کے لئے کچھ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تلف شدہ کے ثمن میں سے کچھ نہ لیا جائے۔

ہلاک شدہ کا تاوان اقرار خریدار کی مقدار کے برابر ہوگا

وَقَالَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ : يَأْخُذُ مِنْ ثَمَنِ الْهَالِكِ بِقَدْرِ مَا أَقَرَّ بِهِ الْمُشْتَرِي، وَإِنَّمَا لَا يَأْخُذُ الزِّيَادَةَ .وَعَلٰى قَوْلِ هٰؤُلَاءِ يَنْصَرِفُ الِاسْتِثْنَاءُ إِلَى يَمِينِ الْمُشْتَرِي لَا إِلَى التَّحَالُفِ، لِأَنَّهُ لَمَّا أَخَذَ الْبَائِعُ بِقَوْلِ الْمُشْتَرِي فَقَدْ صَدَّقَهُ فَلَا يَحْلِفُ الْمُشْتَرِي، ثُمَّ تَفْسِيرُ التَّحَالُفِ عَلٰى قَوْلِ مُحَمَّدٍ مَا بَيَّنَّاهُ فِي الْقَائِمِ .

وَإِذَا حَلَفَا وَلَمْ يَتَّفِقَا عَلٰى شَيْءٍ فَادَّعٰى أَحَدُهُمَا الْفَسْخَ أَوْ كِلَاهُمَا يُفْسَخُ الْعَقْدُ بَيْنَهُمَا وَيَأْمُرُ الْقَاضِي الْمُشْتَرِيَ بِرَدِّ الْبَاقِي وَقِيمَةِ الْهَالِكِ .

وَاخْتَلَفُوا فِي تَفْسِيرِهِ عَلٰى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَحْلِفُ الْمُشْتَرِي بِاللّٰهِ مَا اشْتَرَيْتَهُمَا بِمَا يَدَّعِيهِ الْبَائِعُ، فَإِنْ نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوَى الْبَائِعِ، وَإِنْ حَلَفَ يَحْلِفُ الْبَائِعُ بِاللّٰهِ مَا بِعْتُهُمَا بِالثَّمَنِ الَّذِي يَدَّعِيهِ الْمُشْتَرِي، فَإِنْ نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوَى الْمُشْتَرِي، وَإِنْ حَلَفَ يَفْسَخَانِ الْعَقْدَ فِي الْقَائِمِ وَتَسْقُطُ حِصَّتُهُ مِنَ الثَّمَنِ وَيَلْزَمُ الْمُشْتَرِي

حِصَّةَ الْهَالِكِ وَيُعْتَبَرُ قِيمَتُهُمَا فِي الْانْقِسَامِ يَوْمَ الْقَبْضِ (وَإِنْ اخْتَلَفَا فِي قِيمَةِ الْهَالِكِ يَوْمَ الْقَبْضِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ، وَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ.

اور بعض مشائخ فقہاء نے فرمایا کہ بیچنے والا ہلاک شدہ مال کا اتنا ہی ثمن لے گا جتنے کا خریدار نے اقرار کیا ہے۔اس سے زیادہ نہیں لے گا ان حضرات کے قول پر یمین کا استثناء خریدار کی طرف لوٹے گا۔نہ کہ دونوں کے حق کی طرف اس لئے کہ جب بیچنے والے نے خریدار کے کہنے پر لے لیا تو اس نے خریدار کے قول کی تصدیق کر دی اس لئے خریدار سے قسم نہیں لی جائے گی۔

حضرت امام محمد کے نزدیک دونوں سے حلف لینے کی وہی تفسیر ہے جس کو ہم نے موجودہ غلام کے متعلق بیان کیا اور جب عاقدین نے قسم کھالی اور ثمن کی کسی مقدار پر اتفاق نہ کیا پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے یا دونوں نے فسخ کا دعویٰ کیا تو ان کے درمیان عقد کو فسخ کر دیا جائے گا۔اور قاضی خریدار کو جو غلام باقی ہے اور جو تلف ہوا ہے اس کی قیمت واپس کرنے کا حکم دے گا۔

حضرت امام ابویوسف کے قول کے مطابق دونوں سے قسم لینے کی تفسیر میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ خریدار سے اس طرح قسم لی جائے کہ خدا کی قسم میں نے دونوں غلاموں کو اتنے ثمن میں نہیں خریدا جس کا بیچنے والا دعویٰ کر رہا ہے۔پس جب خریدار نے قسم کا انکار کر دیا تو اس پر لازم ہو جائے گا بیچنے والا کا دعویٰ اور اگر خریدار قسم کھالے تو بیچنے والا سے قسم لی جائے گی اس طرح کہ وہ کہے کہ خدا کی قسم میں نے ان کو اس قیمت میں نہیں بیچا جس کا خریدار دعویٰ کر رہا ہے۔لیکن جب بیچنے والے نے قسم سے انکار کر دیا تو اس پر خریدار کا دعویٰ لازم ہو جائے گا اور اگر بیچنے والا قسم کھالے تو موجودہ غلام میں عقد کو ختم کر دیا جائے گا اور اس کے ثمن کا حصہ خریدار سے ساقط ہو جائے گا اور ہلاک شدہ غلام کے ثمن کا حصہ اس پر لازم ہوگا اور حصہ میں قبضہ والے دن کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب عاقدین ہلاک ہونے والے غلام کی قبضہ والے دن کی قیمت میں اختلاف کریں تو بیچنے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔اور ان میں سے جو گواہی پیش کرے گا اس کے گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

بیچنے والے کی گواہی کے افضل ہونے کا بیان

وَإِنْ أَقَامَاهَا فَبَيِّنَةُ الْبَائِعِ أَوْلَى) وَهُوَ قِيَاسُ مَا ذُكِرَ فِي بُيُوعِ الْأَصْلِ (اشْتَرَى عَبْدَيْنِ وَقَبَضَهُمَا ثُمَّ رَدَّ أَحَدَهُمَا بِالْعَيْبِ وَهَلَكَ الْآخَرُ عِنْدَهُ يَجِبُ عَلَيْهِ ثَمَنُ مَا هَلَكَ عِنْدَهُ وَيَسْقُطُ عَنْهُ ثَمَنُ مَا رَدَّهُ وَيَنْقَسِمُ الثَّمَنُ عَلَى قِيمَتِهِمَا .

فَإِنْ اخْتَلَفَا فِي قِيمَةِ الْهَالِكِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ) لِأَنَّ الثَّمَنَ قَدْ وَجَبَ بِاتِّفَاقِهِمَا ثُمَّ الْمُشْتَرِي يَدَّعِي زِيَادَةَ السُّقُوطِ بِنُقْصَانِ قِيمَةِ الْهَالِكِ وَالْبَائِعُ يُنْكِرُهُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ (وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَبَيِّنَةُ الْبَائِعِ أَوْلَى) لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إِثْبَاتًا ظَاهِرًا لِإِثْبَاتِهَا الزِّيَادَةَ فِي قِيمَةِ الْهَالِكِ وَهَذَا لِفِقْهِهِ .

وَهُوَ اَنَّ فِي الْاَيْمَانِ تُعْتَبَرُ الْحَقِيقَةُ لِاَنَّهَا تَتَوَجَّهُ عَلٰى اَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ وَهُمَا يَعْرِفَانِ حَقِيقَةَ الْحَالِ فَبُنِيَ الْاَمْرُ عَلَيْهَا وَالْبَائِعُ مُنْكِرٌ حَقِيقَةً فَلِذَا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ، وَفِي الْبَيِّنَاتِ يُعْتَبَرُ الظَّاهِرُ لِاَنَّ الشَّاهِدَيْنِ لَا يَعْلَمَانِ حَقِيقَةَ الْحَالِ فَاعْتُبِرَ الظَّاهِرُ فِي حَقِّهِمَا وَالْبَائِعُ مُدَّعٍ ظَاهِرًا فَلِهٰذَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ اَيْضًا وَتَتَرَجَّحُ بِالزِّيَادَةِ الظَّاهِرَةِ عَلٰى مَا مَرَّ، وَهٰذَا يُبَيِّنُ لَكَ مَعْنٰى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَوْلِ اَبِيْ يُوْسُفَ .

اور جب دونوں نے گواہی کو پیش کر دیا تو بیچنے والے کی گواہی افضل ہوگی اور یہ مبسوط میں بیان کردہ مسئلہ میں قیاس کے مطابق ہے کہ اس آدمی نے دو غلام خریدے اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر کسی عیب کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو واپس کیا اور دوسرا خریدار کے پاس ہلاک ہو گیا تو خریدار پر ہلاک ہونے والے غلام کے ثمن کا حصہ واجب ہوگا اور واپس کئے ہوئے غلام کے ثمن کا حصہ اس سے ساقط ہو جائے گا اور ثمن ان دونوں کی قیمت کی طرف منقسم ہوگا۔ پس جب تلف ہونے والے غلام کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا تو بیچنے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ ثمن عاقدین کی رائے سے واجب ہوا تھا پھر ہلاک ہونے والے غلام کی قیمت کے کم ہونے کے سبب خریدار زیادہ ثمن کے ساقط ہونے کا دعوی کر رہا ہے۔

اور بیچنے والا اس کا انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والے کے قول کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور جب دونوں نے گواہی قائم کر دیا تو بیچنے والا کا گواہی افضل ہوگا کیونکہ اس کا گواہی بظاہر زیادتی کو ثابت کر رہا ہے اس لئے کہ وہ ہلاک ہونے والے غلام کی قیمت کو زیادہ ثابت کر رہا ہے اور فقہ میں قسم کی حقیقت کے حال کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ یمین عاقدین میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور عاقدین حال کی حقیقت کو جاننے والے ہوتے ہیں لہٰذا قسم کا معاملہ حال کی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے اور اس حقیقت کا بیچنے والا انکار کرنے والا ہے اس لئے اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور بینات میں ظاہر کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے کہ گواہ حال کی حقیقت کو جاننے والے نہیں ہوتے اس لئے ان کے حق میں ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا اور ظاہر میں بیچنے والا مدعی ہے لہٰذا اس کے گواہی کو قبول کیا جائے گا اور ظاہر کی زیادتی کی وجہ سے بیچنے والا کا گواہی راجح ہوگا جس طرح گذر چکا ہے اور یہ تمہارے لئے امام ابو یوسف کے قول کا وہی معنی ہے جو ہم نے بیان کیا وہ اس کو واضح کر رہا ہے۔

بیع اقالہ کے بعد ثمن میں عاقدین کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرٰى جَارِيَةً وَقَبَضَهَا ثُمَّ تَقَايَلَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَاِنَّهُمَا يَتَحَالَفَانِ وَيَعُوْدُ الْبَيْعُ الْاَوَّلُ) وَنَحْنُ مَا اَثْبَتْنَا التَّحَالُفَ فِيْهِ بِالنَّصِّ لِاَنَّهُ وَرَدَ فِي الْبَيْعِ الْمُطْلَقِ وَالْاِقَالَةُ فَسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ، وَاِنَّمَا اَثْبَتْنَاهُ بِالْقِيَاسِ لِاَنَّ الْمَسْاَلَةَ مَفْرُوضَةٌ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْقِيَاسُ يُوَافِقُهُ عَلٰى مَا مَرَّ وَلِهٰذَا نَقِيْسُ الْاِجَارَةَ عَلَى الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْوَارِثَ عَلَى الْعَاقِدِ وَالْقِيمَةَ عَلَى الْعَيْنِ فِيْمَا اِذَا اسْتَهْلَكَهُ فِي يَدِ الْبَائِعِ غَيْرُ الْمُشْتَرِي .قَالَ (وَلَوْ قَبَضَ الْبَائِعُ الْمَبِيعَ بَعْدَ الْاِقَالَةِ فَلَا

تَحَالُفَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ) لِاَنَّہٗ یَرَی النَّصَّ مَعْلُوْلًا بَعْدَ الْقَبْضِ اَیْضًا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایک باندی خرید کر اس پر قبضہ کرلیا اس کے بعد عاقدین نے بیع کا اقالہ کرلیا اور پھر ثمن میں اختلاف ہوگیا تو دونوں قسم کھائیں گے اور لوٹایا جائے گا پہلی بیع کو اور اس صورت میں ہم نے آپس میں قسم اٹھانے کو نص سے ثابت نہیں کیا اس لئے کہ نص بیع مطلق میں وارد ہوئی ہے اور اقالہ عاقدین کے حق میں بیع کو ختم کرنے والا ہے اور ہم نے قیاس کے ذریعے اقالہ میں دونوں کے قسم کھانے کو ثابت کیا ہے اس لئے کہ مسئلہ قبضہ سے پہلے فرض کیا گیا ہے اور قیاس اس کے موافق ہے جس طرح گزر چکا ہے اس لئے ہم اجارہ کو قبضہ سے پہلے والی بیع پر قیاس کرتے ہیں اور وارث کو عاقد پر اور قیمت کو مال عین پر قیاس کرتے ہیں اس صورت میں جب مبیع کو خریدار کے علاوہ نے بیچنے والا کے قبضہ میں ہلاک کیا ہو۔ اور جب اقالہ کے بعد بیچنے والے نے مبیع پر قبضہ کرلیا تو شیخین کے نزدیک دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی۔ حضرت امام محمدؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں اس لئے کہ وہ قبضہ کے بعد بھی نص کو معلول سمجھتے ہیں۔

عاقدین کا سلم کے بعد اقالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَسْلَمَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فِیْ كُرِّ حِنْطَةٍ ثُمَّ تَقَايَلَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِی الثَّمَنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْلَمِ اِلَيْهِ وَلَا يَعُوْدُ السَّلَمُ) لِاَنَّ الْاِقَالَةَ فِیْ بَابِ السَّلَمِ لَا تَحْتَمِلُ النَّقْضَ لِاَنَّهٗ اِسْقَاطٌ فَلَا يَعُوْدُ السَّلَمُ، بِخِلَافِ الْاِقَالَةِ فِی الْبَيْعِ ؛ اَلَا تَرٰی اَنَّ رَاْسَ مَالِ السَّلَمِ لَوْ كَانَ عَرَضًا فَرَدَّهٗ بِالْعَيْبِ وَهَلَكَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ اِلٰی رَبِّ السَّلَمِ لَا يَعُوْدُ السَّلَمُ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ فِیْ بَيْعِ الْعَيْنِ يَعُوْدُ الْبَيْعُ دَلَّ عَلَی الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایک بوری گندم میں دس دراہم بیع سلم کے طور پر دیا پھر عاقدین نے بیع کا اقالہ کردیا اس کے بعد ثمن میں اختلاف کیا تو اس وقت مسلم الیہ کے قول کو قبول کیا جائے گا۔ اور بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا اس لئے کہ سلم کے باب میں اقالہ توڑنے کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ کہ وہ اسقاط کے قبیل سے ہے اس لئے بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا بیع میں اقالہ کے خلاف کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جب بیع سلم کا راس المال کوئی سامان ہو پھر عیب کی وجہ سے اس کو واپس کردیا اور رب السلم کو دینے سے پہلے وہ سامان مسلم الیہ کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا تو بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا اور جب یہ مسئلہ بیع عین میں ہو تو بیع کو لوٹایا جائے گا اور ان دونوں میں فرق کی دلیل یہی ہے۔

زوجین میں اختلاف مہر کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِی الْمَهْرِ فَادَّعَی الزَّوْجُ اَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا بِاَلْفٍ وَقَالَتْ تَزَوَّجَنِیْ بِاَلْفَيْنِ فَاَيُّهُمَا اَقَامَ الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهٗ) لِاَنَّهٗ نَوَّرَ دَعْوَاهُ بِالْحُجَّةِ .

(وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ) لِأَنَّهَا تُثْبِتُ الزِّيَادَةَ، مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مَهْرُ مِثْلِهَا أَقَلَّ مِمَّا ادَّعَتْهُ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ تَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَا يُفْسَخُ النِّكَاحُ) لِأَنَّ أَثَرَ التَّحَالُفِ فِي انْعِدَامِ التَّسْمِيَةِ، وَأَنَّهُ لَا يُخِلُّ بِصِحَّةِ النِّكَاحِ لِأَنَّ الْمَهْرَ تَابِعٌ فِيهِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّ عَدَمَ التَّسْمِيَةِ يُفْسِدُهُ عَلَى مَا مَرَّ فَيُفْسَخُ، (وَلَكِنْ يَحْكُمُ مَهْرُ الْمِثْلِ، فَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ أَوْ أَقَلَّ قَضَى بِمَا قَالَ الزَّوْجُ) لِأَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَهُ (وَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ أَوْ أَكْثَرَ قَضَى بِمَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ، وَإِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ أَكْثَرَ مِمَّا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ وَأَقَلَّ مِمَّا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ قَضَى لَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ) لِأَنَّهُمَا لَمَّا تَحَالَفَا لَمْ تَثْبُتِ الزِّيَادَةُ عَلَى مَهْرِ الْمِثْلِ وَلَا الْحَطُّ عَنْهُ.

قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : ذَكَرَ التَّحَالُفَ أَوَّلًا ثُمَّ التَّحْكِيمَ، وَهٰذَا قَوْلُ الْكَرْخِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ لَا اعْتِبَارَ لَهُ مَعَ وُجُودِ التَّسْمِيَةِ وَسُقُوطِ اعْتِبَارِهَا بِالتَّحَالُفِ وَلِهٰذَا يُقَدَّمُ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا، وَيَبْدَأُ بِيَمِينِ الزَّوْجِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ تَعْجِيلًا لِفَائِدَةِ النُّكُولِ كَمَا فِي الْمُشْتَرِي، وَتَخْرِيجُ الرَّازِيِّ بِخِلَافِهِ وَقَدِ اسْتَقْصَيْنَاهُ فِي النِّكَاحِ وَذَكَرْنَا خِلَافَ أَبِي يُوسُفَ فَلَا نُعِيدُهُ

فرمایا کہ جب مہر کے بارے میں زوجین کا اختلاف ہو جائے اور شوہر یہ دعوی کرے کہ میں نے اس عورت سے ایک ہزار کے بدلے میں نکاح کیا ہے اور بیوی کہے کہ تم نے مجھ سے دو ہزار کے بدلے نکاح کیا تھا تو ان میں سے جس نے گواہی پیش کر دیا اس کے گواہی کو قبول کیا جائے گا اس لئے کہ اس نے اپنے دعوے کو دلیل کے ساتھ منور کر دیا ہے پس جب دونوں نے گواہی پیش کر دیا تو عورت کا گواہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس عورت کا مہر مثل اس کے دعوی کردہ مہر سے کم ہے۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر زوجین کے پاس گواہی نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اور یہ چیز نکاح کے صحیح ہونے میں خلل نہیں ڈالتی اس لئے کہ نکاح میں مہر تابع ہوتا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ اس میں مقرر نہ کرنا اس کو فاسد کر دیتا ہے جس طرح گزر چکا ہے کیونکہ بیع کو ختم کر دیا جائے گا اور مہر مثل کو حکم بنایا جائے گا۔

پس جب مہر مثل اتنا ہو جتنے کا شوہر نے اقرار کیا ہے یا اس سے کم ہو تو شوہر کی بتائی ہوئی مقدار کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر اسی کا شاہد ہے۔ اور جب مہر مثل اتنا ہو جتنے کا عورت نے دعوی کیا ہے یا اس سے زیادہ ہو تو جس کا عورت نے دعوی کیا ہے اس کا فیصلہ کیا جائے گا اور جب مہر مثل اس سے زیادہ ہو جس کا شوہر نے اقرار کیا ہے یا اس سے کم ہو جس کا عورت نے دعوی کیا ہے تو عورت کے لئے مہر مثل کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ جب زوجین نے قسم کھالی تو نہ مہر مثل سے کم ثابت ہو نہ زیادہ صاحب ہدایہ

کے نزدیک ماتن نے پہلے آپس میں قسم اٹھانے کو ذکر کیا ہے اس کے بعد تحکیم کو بیان کیا ہے اور یہ قول امام کرخی کا ہے اس لئے کہ مہر مسمّی کے ہوتے ہوئے مہر مثل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کا ختم ہونا آپس میں قسم اٹھانے سے ہوگا اس لئے کہ تمام صورتوں میں آپس میں قسم اٹھانے کو مقدم کیا جائے گا۔

طرفین کے نزدیک انکار کے فائدہ کو جلدی ظاہر کرنے کیلئے شوہر کی قسم سے شروع کیا جائے گا جس طرح خریدار میں ہے۔ جبکہ امام ابوبکر رازی کی تفسیر اس کے خلاف ہے جس کو ہم نے کتاب النکاح میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور امام ابو یوسف کا اختلاف بھی بیان کیا ہے اس لئے اس کا اعادہ نہیں کیا۔

غلام وباندی پر نکاح ہونے میں دعویٰ کرنے کا بیان

(وَلَوْ ادَّعَى الزَّوْجُ النِّكَاحَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ وَالْمَرْاَةُ تَدَّعِيهِ عَلٰى هٰذِهِ الْجَارِيَةِ فَهُوَ كَالْمَسْاَلَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ، اِلَّا اَنَّ قِيمَةَ الْجَارِيَةِ اِذَا كَانَتْ مِثْلَ مَهْرِ الْمِثْلِ يَكُونُ لَهَا قِيمَتُهَا دُوْنَ عَيْنِهَا) لِاَنَّ تَمَلُّكَهَا لَا يَكُونُ اِلَّا بِالتَّرَاضِيْ وَلَمْ يُوجَدْ فَوَجَبَتْ الْقِيمَةُ .

اور جب شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس غلام پر نکاح ہوا ہے اور عورت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باندی پر ہوا ہے تو یہ پہلے والے مسئلے کی طرح ہوگا لیکن جب باندی کی قیمت مہر مثل کے برابر ہو تو عورت کو باندی کی قیمت دی جائے گی باندی نہیں ملے گی اس لئے کہ آپس میں رضامندی کے بغیر باندی کا مالک ہونا ثابت نہیں ہوگا اور آپس میں رضامندی نہیں پائی جارہی اسلئے قیمت واجب ہے۔

عقد والی چیز سے پہلے موجر ومستاجر میں اختلاف ہونے کا بیان

(وَاِنْ اخْتَلَفَا فِي الْاِجَارَةِ قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا وَتَرَادَّا) مَعْنَاهُ اخْتَلَفَا فِي الْبَدَلِ اَوْ فِي الْمُبْدَلِ لِاَنَّ التَّحَالُفَ فِي الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ عَلٰى وِفَاقِ الْقِيَاسِ عَلٰى مَا مَرَّ، وَالْاِجَارَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ الْمَنْفَعَةُ نَظِيرُ الْبَيْعِ قَبْلَ قَبْضِ الْمَبِيعِ وَكَلَامُنَا قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَنْفَعَةِ (فَاِنْ وَقَعَ الِاخْتِلَافُ فِي الْاُجْرَةِ يَبْدَاُ بِيَمِينِ الْمُسْتَاْجِرِ) لِاَنَّهُ مُنْكِرٌ لِوُجُوبِ الْاُجْرَةِ (وَاِنْ وَقَعَ فِي الْمَنْفَعَةِ يَبْدَاُ بِيَمِينِ الْمُؤَجِّرِ، وَاَيُّهُمَا نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوٰى صَاحِبِهِ، وَاَيُّهُمَا اَقَامَ الْبَيِّنَةَ قُبِلَتْ، وَلَوْ اَقَامَاهَا فَبَيِّنَةُ الْمُؤَجِّرِ اَوْلٰى اِنْ كَانَ الِاخْتِلَافُ فِي الْاُجْرَةِ، وَاِنْ كَانَ فِي الْمَنَافِعِ فَبَيِّنَةُ الْمُسْتَاْجِرِ اَوْلٰى، وَاِنْ كَانَ فِيهِمَا قُبِلَتْ بَيِّنَةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِيمَا يَدَّعِيهِ مِنْ الْفَضْلِ) نَحْوُ اَنْ يَدَّعِيَ هٰذَا شَهْرًا بِعَشْرَةٍ وَالْمُسْتَاْجِرُ شَهْرَيْنِ بِخَمْسَةٍ يَقْضِي بِشَهْرَيْنِ بِعَشْرَةٍ .

فرمایا کہ جب معقود علیہ کو وصول کرنے سے پہلے ہی موجر اور مستاجر میں اختلاف ہوگیا تو دونوں قسم کھائیں گے اور

اجارہ پھیر لیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے یا تو اجرت میں اختلاف کیا ہے یا معقود علیہ میں اختلاف کیا ہے اس لئے کہ قبضہ سے پہلے بیع میں دونوں کا قسم کھانا قیاس کے مطابق ہے جس طرح گزر چکا ہے اور منفعت وصول کرنے سے پہلے اجارہ مبیع پر قبضہ سے پہلے بیع کی مثل ہے اور ہمارا کلام منفعت وصول کرنے سے پہلے میں ہے پس جب اجرت کے متعلق اختلاف ہو تو مستاجر کی قسم سے شروع کیا جائے گا کیونکہ وہ اجرت کے واجب ہونے کا انکار کرنے والا ہے۔

اور جب اختلاف منفعت میں ہو تو موجر کی قسم سے شروع کیا جائے گا اور ان میں سے جس نے بھی قسم کا انکار کر دیا تو دوسرے کا دعوی اس پر واجب ہو جائے گا اور جس نے گواہی قائم کیا اس کا گواہی قبول کیا جائے گا اور جب دونوں نے گواہی قائم کر دیا تو موجر کا گواہی افضل ہوگا جب اختلاف اجرت میں ہو اور مستاجر کا گواہی افضل ہوگا جب منافع میں اختلاف ہو اور جب ان دونوں میں اختلاف ہو تو ان میں سے ہر ایک کا گواہی اس کی زیادتی میں قبول کیا جائے گا جس کا وہ مدعی ہے جس طرح موجر دعوی کرے کہ اس نے دس درہم میں ایک ماہ کے لئے دیا ہے اور مستاجر دعوی کر رہا ہے کہ اس نے پانچ درہم میں دو ماہ کے لئے لیا ہے تو دس درہم میں دو ماہ کے لئے فیصلہ کیا جائے گا۔

وصولی نفع کے بعد اختلاف ہونے میں دونوں پر حلف نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اخْتَلَفَا بَعْدَ الِاسْتِيفَاءِ لَمْ يَتَحَالَفَا وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ ظَاهِرٌ، لِأَنَّ هَلَاكَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ يَمْنَعُ التَّحَالُفَ عِنْدَهُمَا، وَكَذَا عَلٰى أَصْلِ مُحَمَّدٍ لِأَنَّ الْهَلَاكَ إِنَّمَا لَا يُمْنَعُ عِنْدَهُ فِي الْمَبِيعِ لِمَا أَنَّ لَهُ قِيمَةً تَقُومُ مَقَامَهُ فَيَتَحَالَفَانِ عَلَيْهَا، وَلَوْ جَرَى التَّحَالُفُ هٰهُنَا وَفُسِخَ الْعَقْدُ فَلَا قِيمَةَ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ لَا تَتَقَوَّمُ بِنَفْسِهَا بَلْ بِالْعَقْدِ وَتَبَيَّنَ أَنَّهُ لَا عَقْدَ .

وَإِذَا امْتَنَعَ فَالْقَوْلُ لِلْمُسْتَأْجِرِ مَعَ يَمِينِهِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُسْتَحَقُّ عَلَيْهِ (وَإِنْ اخْتَلَفَا بَعْدَ اسْتِيفَاءِ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا وَفُسِخَ الْعَقْدُ فِيمَا بَقِيَ وَكَانَ الْقَوْلُ فِي الْمَاضِي قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ) لِأَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ سَاعَةً فَسَاعَةً فَيَصِيرُ فِي كُلِّ جُزْءٍ مِنْ الْمَنْفَعَةِ كَأَنَّ ابْتِدَاءَ الْعَقْدِ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّ الْعَقْدَ فِيهِ دَفْعَةٌ وَاحِدَةٌ، فَإِذَا تَعَذَّرَ فِي الْبَعْضِ تَعَذَّرَ فِي الْكُلِّ .

فرمایا کہ جب منافع وصول کرنے کے بعد دونوں میں اختلاف ہوا تو دونوں سے ہی قسم نہیں لی جائے گی اور مستاجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور شیخین کے نزدیک یہ ظاہر ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک معقود علیہ کا تلف ہونا ہلاکت سے مانع ہے اور اسی طرح امام محمد کی اصل پر بھی ہے کیونکہ امام محمد کے نزدیک معقود علیہ کی ہلاکت سے مبیع میں دونوں کے قسم اٹھانے کا غیر ممتنع ہونا اس کے سبب ہے کہ مبیع کی قیمت مبیع کے قائم مقام ہے اس لئے دونوں سے قیمت پر قسم لی جائے گی اور جب اس جگہ آپس میں قسم لی جائیاور عقد ختم کر دیا جائے تو کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے کہ منافع بذات خود قائم نہیں ہوتا بلکہ عقد

کے ساتھ پایا جاتا ہے اور یہ واضح ہو گیا کہ عقد نہیں ہے اور جب دونوں کا آپس میں قسم کھانا ممتنع ہو تو یمین کے ساتھ مستاجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب کچھ معقود علیہ کے حصول کے بعد اختلاف ہوا تو دونوں قسم کھائیں گے اور جو باقی ہو گا اس میں عقد ختم کر دیا جائے گا اور زمانہ ماضی کے متعلق مستاجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ عقد اجارہ تھوڑا تھوڑا ہو کر منعقد ہوتا ہے لہٰذا منافع کے ہر ہر جز میں ایسا ہو جائے گا جیسے اس پر ابھی عقد منعقد ہوا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ اس میں ایک ہی بار عقد منعقد ہو جاتا ہے لہٰذا جب بعض میں ختم کرنا مشکل ہو تو کل میں بھی مشکل ہو گا۔

آقا وغلام کا مال کتابت میں اختلاف کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اخْتَلَفَ الْمَوْلٰى وَالْمُكَاتَبُ فِى مَالِ الْكِتَابَةِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ اَبِى حَنِيْفَةَ .وَقَالَا : يَتَحَالَفَانِ وَتُفْسَخُ الْكِتَابَةُ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِاَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ يَقْبَلُ الْفَسْخَ فَاَشْبَهَ الْبَيْعَ، وَالْجَامِعُ اَنَّ الْمَوْلٰى يَدَّعِى بَدَلًا زَائِدًا يُنْكِرُهُ الْعَبْدُ وَالْعَبْدُ يَدَّعِى اسْتِحْقَاقَ الْعِتْقِ عَلَيْهِ عِنْدَ اَدَاءِ الْقَدْرِ الَّذِىْ يَدَّعِيهِ وَالْمَوْلٰى يُنْكِرُهُ فَيَتَحَالَفَانِ كَمَا اِذَا اخْتَلَفَا فِى الثَّمَنِ .

وَلِاَبِى حَنِيْفَةَ اَنَّ الْبَدَلَ مُقَابَلٌ بِفَكِّ الْحَجْرِ فِى حَقِّ الْيَدِ وَالتَّصَرُّفِ لِلْحَالِ وَهُوَ سَالِمٌ لِلْعَبْدِ وَاِنَّمَا يَنْقَلِبُ مُقَابَلًا بِالْعِتْقِ عِنْدَ الْاَدَاءِ فَقَبْلَهُ لَا مُقَابَلَةَ فَبَقِىَ اخْتِلَافًا فِى قَدْرِ الْبَدَلِ لَا غَيْرُ فَلَا يَتَحَالَفَانِ .

فرمایا کہ جب آقا اور مکاتب نے مال مکاتب میں اختلاف کیا تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ قسم لی جائے گی اور کتابت ختم کر دی جائے گی امام شافعی کا قول بھی یہی ہے اس لئے کہ کتابت کا عقد ایسا عقد معاوضہ ہے جو ختم کرنے کو قبول کرتا ہے لہٰذا یہ بیع کے مشابہ ہو گیا اور جامع یہ ہے کہ آقا ایسی زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے جس کا غلام انکار کرنے والا ہے اور غلام اپنے آقا سے آزادی کے مستحق ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس مقدار کی اداء کرنے پر جس کا وہ مدعی ہے حالانکہ آقا اس کا انکار کرنے والا ہے اس لئے دونوں قسم کھائیں گے جس طرح کہ اس صورت میں جب دونوں نے ثمن میں اختلاف کیا ہو۔

امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ اور اس وقت تصرف کرنے کے حق میں فک کے حجر کا مقابل ہے اور یہ غلام کے لئے سالم ہے اور یہ بدل کتابت اداء کرتے وقت آزادی کا مقابل ہونا ہو کر منقلب ہو جائے گا لیکن کتابت کا بدل اداء کرنے سے پہلے مقابل نہیں ہے لہٰذا صرف بدل کی مقدار میں اختلاف باقی رہا اس لئے دونوں سے قسم لی جائے گی۔

زوجین کا گھریلو سامان میں اختلاف کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِى مَتَاعِ الْبَيْتِ فَمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ كَالْعِمَامَةِ) لِاَنَّ

الظاهر شاهد له (وما يصلح للنساء فهو للمرأة) كالوقاية لشهادة الظاهر لها (وما يصلح لهما كالآنية فهو للرجل) لأنّ المرأة وما في يدها في يد الزوج والقول في الدعاوى لصاحب اليد، بخلاف ما يختصّ بها لأنّه يعارضه ظاهرٌ أقوى منه، ولا فرق بين ما إذا كان الاختلاف في حال قيام النكاح أو بعدما وقعت الفرقة

(۱) فرمایا کہ جب میاں اور بیوی نے گھر کے سامان میں اختلاف کیا تو جو چیزیں مردوں کے لائق ہیں وہ مرد کے لئے ہوں گی جیسے عمامہ، اس لئے کہ ظاہر شاہد ہے اور جو چیزیں عورتوں کے لائق ہیں جیسے اوڑھنی کا سربند وہ عورت کے لئے ہوں گی اس لئے کہ ظاہر حال اس کے حق میں شاہد ہے اور جو چیزیں دونوں کے لائق ہوں وہ مرد کے لئے ہیں جیسے برتن اس لئے کہ عورت اور جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے مرد کے قبضہ میں ہوتا ہے اور دعووں میں قبضہ رکھنے والے کے قول کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے ان چیزوں کے خلاف جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں اس لئے کہ اب اس ظاہر سے زیادہ قوی ظاہر معارض ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ اختلاف نکاح کے باقی ہونے کی حالت میں ہو یا جدائی کے واقع ہونے کے وقت ہو۔

وفات زوجہ کے بعد مال میں ورثاء کے اختلاف کا بیان

(فإن مات أحدهما واختلف ورثته مع الآخر فما يصلح للرجال والنساء فهو للباقي منهما) لأنّ اليد للحيّ دون الميّت، وهذا الذي ذكرناه قول أبي حنيفة

وقال أبو يوسف: يدفع إلى المرأة ما يجهّز به مثلها، والباقي للزوج مع يمينه لأنّ الظاهر أنّ المرأة تأتي بالجهاز وهذا أقوى فيبطل به ظاهر يد الزوج، ثمّ في الباقي لا معارض لظاهره فيعتبر (والطلاق والموت سواء) لقيام الورثة مقام مورّثهم (وقال محمّد: وما كان للرجال فهو للرجل، وما كان للنساء فهو للمرأة، وما يكون لهما فهو للرجل أو لورثته) لما قلنا لأبي حنيفة (والطلاق والموت سواء) لقيام الوارث مقام المورّث (وإن كان أحدهما مملوكا فالمتاع للحرّ في حالة الحياة) لأنّ يد الحرّ أقوى (وللحيّ بعد الممات) لأنّه لا يد للميّت فخلت يد الحيّ عن المعارض (وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا: العبد المأذون له في التجارة والمكاتب بمنزلة الحرّ) لأنّ لهما يدا معتبرة في الخصومات

(۱) پس جب زوجین میں سے ایک فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں نے دوسرے کے ساتھ اختلاف کیا تو جو چیزیں مردوں اور عورتوں کے لائق ہیں وہ ان میں سے زندہ بچنے والے کے لئے ہیں کیونکہ اس لئے کہ قبضہ زندہ کا ہوتا ہے نہ کہ مردہ کا اور یہ جو بیان کیا گیا ہے وہ امام اعظم کا قول ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عورت کو وہ سامان دے دیا جائے گا جس طرح وہ جہیز کے طور پر لاتی ہے اور باقی سامان اس کو شوہر کی یمین کے ساتھ دے دیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ عورت جہیز لاتی ہے اور یہ زیادہ قوی ہے لہٰذا اس سے شوہر کا ظاہری قبضہ ختم ہو جائے گا پھر باقی میں شوہر کے ظاہر قبضہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے اس کا اعتبار کیا جائے گا اور موت اور طلاق برابر ہیں اس لئے کہ وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ جو سامان مردوں کے لائق ہے وہ مرد کے لئے ہوگا اور جو سامان عورت کے لائق ہے وہ عورت کے لئے ہوگا اور جو دونوں کے لائق ہے وہ مرد کے لئے ہوگا یا اس کے وارثوں کیلئے ہوگا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے امام اعظم کے حوالے سے بیان کی ہے اور طلاق اور موت برابر ہیں اس لئے کہ وارث مورث کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب زوجین میں سے کوئی مملوک ہو تو زندہ ہونے کی حالت میں مال آزاد کے لئے ہوگا اس لئے کہ آزاد کا قبضہ زیادہ قوی ہوتا ہے اور مرنے کے بعد زندہ کے لئے ہوگا اس لئے کہ میت کا کوئی قبضہ نہیں ہوتا لہٰذا زندہ کے قبضہ کے لئے کوئی عارضہ نہیں ہے اور یہ حکم امام اعظم کے نزدیک ہے۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس کو اجازت دی گئی ہو تجارت میں اور مکاتب یہ آزاد کے درجے میں ہیں اس لئے کہ خصومات میں ان کے قبضہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

فَصْلٌ فِيمَنْ لَا يَكُونُ خَصْمًا

﴿ یہ فصل ان لوگوں کے بیان میں ہے جو خصم نہیں ہوتے ﴾

فصل خصم نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے یہ فصل جس میں لوگوں کا خصم نہ ہونا بیان کیا جائے گا اس کو مؤخر ذکر کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ [illegible] کی معرفت [illegible] چیزوں سے پہلے ہوا کرتی ہے۔

([illegible])

[illegible]

مدعی علیہ کا اپنے سے دعویٰ دور کرنے کا بیان

[illegible]

[illegible]

مدعی ومدعی علیہ کے درمیان خصومت نہ ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ هٰذَا الشَّيْءُ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ الْغَائِبُ أَوْ رَهَنَهُ عِنْدِي أَوْ غَصَبْتُهُ مِنْهُ وَأَقَامَ بَيِّنَةً عَلٰى ذٰلِكَ فَلَا خُصُومَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُدَّعِي) وَكَذَا إِذَا قَالَ : آجَرَنِيهِ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ لِأَنَّهُ أَثْبَتَ بِبَيِّنَتِهِ أَنَّ يَدَهُ لَيْسَتْ بِيَدِ خُصُومَةٍ .

وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ : لَا تَنْدَفِعُ الْخُصُومَةُ لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ إِثْبَاتُ الْمِلْكِ لِلْغَائِبِ لِعَدَمِ الْخَصْمِ عَنْهُ وَدَفْعِ الْخُصُومَةِ بِنَاءٌ عَلَيْهِ .

قُلْنَا : مُقْتَضَى الْبَيِّنَةِ شَيْئَانِ ثُبُوتُ الْمِلْكِ لِلْغَائِبِ وَلَا خَصْمَ فِيهِ فَلَمْ يَثْبُتْ، وَدَفْعُ خُصُومَةِ الْمُدَّعِي وَهُوَ خَصْمٌ فِيهِ فَيَثْبُتُ وَهُوَ كَالْوَكِيلِ بِنَقْلِ الْمَرْأَةِ وَإِقَامَتِهَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الطَّلَاقِ كَمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ، وَلَا تَنْدَفِعُ بِدُونِ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ كَمَا قَالَهُ ابْنُ أَبِي لَيْلٰى لِأَنَّهُ صَارَ خَصْمًا بِظَاهِرِ يَدِهِ، فَهُوَ بِإِقْرَارِهِ يُرِيدُ أَنْ يُحَوِّلَ حَقًّا مُسْتَحَقًّا عَلٰى نَفْسِهِ فَلَا يُصَدَّقُ إِلَّا بِالْحُجَّةِ، كَمَا إِذَا ادَّعَى تَحَوُّلَ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّتِهِ إِلٰى ذِمَّةِ غَيْرِهِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : إِنْ كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا فَالْجَوَابُ كَمَا قُلْنَاهُ، وَإِنْ كَانَ مَعْرُوفًا بِالْحِيَلِ لَا تَنْدَفِعُ عَنْهُ الْخُصُومَةُ لِأَنَّ الْمُحْتَالَ مِنَ النَّاسِ قَدْ يَدْفَعُ مَالَهُ إِلٰى مُسَافِرٍ يُودِعُهُ إِيَّاهُ وَيُشْهِدُ عَلَيْهِ الشُّهُودَ فَيَحْتَالُ لِإِبْطَالِ حَقِّ غَيْرِهِ، فَإِذَا اتَّهَمَهُ الْقَاضِي بِهِ لَا يَقْبَلُهُ .

(وَلَوْ قَالَ الشُّهُودُ : أَوْدَعَهُ رَجُلٌ لَا نَعْرِفُهُ لَا تَنْدَفِعُ عَنْهُ الْخُصُومَةُ) لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ الْمُودِعُ هُوَ هٰذَا الْمُدَّعِي، وَلِأَنَّهُ مَا أَحَالَهُ إِلٰى مُعَيَّنٍ يُمْكِنُ لِلْمُدَّعِي اتِّبَاعُهُ، فَلَوْ انْدَفَعَتْ لَتَضَرَّرَ بِهِ الْمُدَّعِي، وَلَوْ قَالُوا نَعْرِفُهُ بِوَجْهِهِ وَلَا نَعْرِفُهُ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِلْوَجْهِ الثَّانِي، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ تَنْدَفِعُ لِأَنَّهُ أَثْبَتَ بِبَيِّنَتِهِ أَنَّ الْعَيْنَ وَصَلَ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ حَيْثُ عَرَفَهُ الشُّهُودُ بِوَجْهِهِ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ فَلَمْ تَكُنْ يَدُهُ يَدَ خُصُومَةٍ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، وَالْمُدَّعِي هُوَ الَّذِي أَضَرَّ بِنَفْسِهِ حَيْثُ نَسِيَ خَصْمَهُ أَوْ أَضَرَّهُ شُهُودُهُ، وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ مُخَمَّسَةُ كِتَابِ الدَّعْوٰى وَقَدْ ذَكَرْنَا الْأَقْوَالَ الْخَمْسَةَ .

جب مدعی علیہ نے کہا کہ فلاں غائب نے یہ چیز میرے پاس ودیعت رکھی ہے یا رہن رکھی ہے یا میں نے اس سے یہ چیز غصب کی ہے اور مدعی علیہ نے اس پر گواہی کو قائم کر دیا ہے۔ تو اس کے اور مدعی کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ فلاں غائب شخص نے مجھے یہ چیز اجارہ پر دی ہے اور اس نے گواہی قائم کر دیا اس لئے کہ اس نے گواہی سے یہ

ثابت کر دیا ہے کہ اس کا قبضہ خصومت کا قبضہ نہیں ہے ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ خصومت ختم نہ ہوگی اس لئے کہ غائب کی طرف سے خصم نہ ہونے کے سبب غائب کے لئے ملک کو ثابت کرنا مشکل ہے اور خصومت کا دور ہونا اسی بات پر مبنی ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ دلیل دو چیزوں کا تقاضہ کرتا ہے۔

غائب کے لئے ملک کا ثابت ہونا اور اس میں کوئی خصم نہیں ہے اس لئے کہ غائب کے لئے ملکیت ثابت نہیں ہوگی اور مدعی کی خصومت کا دور ہونا اور وہ اس میں خصم ہے اس لئے یہ ثابت ہو جائے گا اور یہ صورت منتقل کرنے کے وکیل کی طرح ہے اور عورت کی طلاق پر گواہی قائم کرنے کی طرح ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور گواہی کے بغیر خصومت ختم نہیں ہوگی جس طرح ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہے اس لئے کہ وہ اپنے ہی قبضے کے سبب سے خصم ہو چکا ہے اور وہ اپنے اقرار سے یہ چاہتا ہے کہ اس پر جو حق واجب ہے اس کو پھیر دے لہٰذا حجت کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی جس طرح اگر کسی نے اپنے ذمے سے قرض کو دوسرے کے ذمے منتقل کرنے کا دعویٰ کیا۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر قابض نیک شخص ہو تو وہی حکم ہوگا جس کو ہم نے بیان کیا ہے لیکن اگر وہ حیلہ سازی میں مشہور ہو تو اس سے خصومت ختم نہیں ہوگی اس لئے کہ دھوکہ بازوں میں حیلہ بازی ہوتی ہے وہ کسی مسافر کو چپکے سے مال دے دیتا ہے تاکہ مسافر اس کے پاس وہ مال ودیعت رکھ دے اور اس پر گواہ قائم کرے اور اس طرح وہ دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا حیلہ کرتا ہے لہٰذا جب قاضی اس کو متہم سمجھے گا تو وہ اس کی حجت کو قبول نہیں کرے گا۔

اور جب گواہوں نے یہ کہا کہ اس شخص کے پاس ایک ایسے آدمی نے ودیعت رکھی ہے جس کو ہم نہیں جانتے تو اس سے خصومت ختم نہیں ہوگی اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ودیعت رکھنے والا یہی مدعی ہو اور اس لئے کہ قابض نے مدعی کو کسی معین شخص کی طرف حوالہ نہیں کیا تاکہ مدعی کے لئے اس کا پیچھا کرنا ممکن ہو پس اگر خصومت ختم ہو جائے تو اس سے مدعی کا نقصان ہوگا اور جب گواہوں نے یہ کہا کہ ہم ودیعت رکھنے والے کو اس صورت سے پہچانتے ہیں لیکن اس کے نام اور نسب کو نہیں جانتے تو بھی امام محمد کے نزدیک یہی حکم ہوگا اور امام اعظم کے نزدیک خصومت ختم ہو جائے گی اس لئے کہ قابض نے اپنے گواہوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ مال عین اس کو دوسرے کی طرف سے ملا ہے اس لئے کہ گواہ اس کو صورت سے پہچانتے ہیں جبکہ صورت کے ذریعہ اس کا قبضہ خصومت کا قبضہ نہیں ہے اور یہی مقصود ہے اور مدعی نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے کہ وہ اپنے مدعیٰ علیہ کو بھول گیا ہوگا اس کے گواہوں نے اس کو نقصان نہیں پہنچایا اور کتاب الدعویٰ میں یہ مسئلہ مخمسہ کے نام سے مشہور ہے اور ہم نے پانچ اقوال کو ذکر کر دیا ہے۔

غائب کو خریدنے پر خصم ہونے کا بیان

وَإِنْ قَالَ: ابْتَعْتُهُ مِنَ الْغَائِبِ فَهُوَ خَصْمٌ لِأَنَّهُ لَمَّا زَعَمَ أَنَّ يَدَهُ يَدُ مِلْكٍ اعْتَرَفَ بِكَوْنِهِ خَصْمًا وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعِي: غَصَبْتَهُ مِنِّي أَوْ سَرَقْتَهُ مِنِّي لَا تَنْدَفِعُ الْخُصُومَةُ وَإِنْ أَقَامَ ذُو الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْوَدِيعَةِ لِأَنَّهُ إِنَّمَا صَارَ خَصْمًا بِدَعْوَى الْفِعْلِ عَلَيْهِ لَا بِيَدِهِ، بِخِلَافِ دَعْوَى

الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ لِاَنَّهُ خَصْمٌ فِيْهِ بِاعْتِبَارِ يَدِهِ حَتّٰى لَا يَصِحَّ دَعْوَاهُ عَلٰى غَيْرِ ذِى الْيَدِ وَيَصِحُّ دَعْوَى الْفِعْلِ .

اور جب مدعی علیہ نے کہا کہ میں نے اس کو اس آدمی سے خریدا ہے جو غائب ہے پس وہ خصم ہوگا اس لئے کہ اس کا یہ اقرار کرنا دلیل ہے اس کا قبضہ کرنا قبضہ ملکیت ہے تو اس نے اپنے آپ کے خصم ہونے کا بھی اقرار کرلیا اور جب مدعی نے کہا کہ تو نے یہ غلام مجھ سے غصب کیا ہے یا میرے ہاں سے چرایا ہے تو اس کے ذریعے مدعی علیہ سے خصومت دور نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ ودیعت پر گواہی قائم کردے اس لئے کہ وہ اس فعل کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے جھگڑے کا ایک فرد ہوگیا ہے ملک مطلق کے دعوے کے خلاف کیونکہ اس میں اپنے قبضہ کی وجہ سے مدعی علیہ جھگڑے کا ایک فرد ہے حتیٰ کہ غیر قابض پر ملک مطلق کا دعویٰ درست نہیں ہے اور فعل کا دعویٰ درست ہے۔

جب مدعی نے چیز کے چوری ہونے کا دعویٰ کیا ہے

(وَاِنْ قَالَ الْمُدَّعِي : سُرِقَ مِنِّي وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ : اَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ وَاَقَامَ الْبَيِّنَةَ لَمْ تَنْدَفِعِ الْخُصُومَةُ) وَهٰذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ وَهُوَ اسْتِحْسَانٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ : تَنْدَفِعُ لِاَنَّهُ لَمْ يَدَّعِ الْفِعْلَ عَلَيْهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ : غُصِبَ مِنِّي عَلٰى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ .

وَلَهُمَا اَنَّ ذِكْرَ الْفِعْلِ يَسْتَدْعِي الْفَاعِلَ لَا مَحَالَةَ، وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ هُوَ الَّذِي فِي يَدِهِ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يُعَيِّنْهُ دَرْءًا لِلْحَدِّ شَفَقَةً عَلَيْهِ وَاِقَامَةً لِحِسْبَةِ السِّتْرِ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ : سَرَقْتَ، بِخِلَافِ الْغَصْبِ لِاَنَّهُ لَا حَدَّ فِيْهِ فَلَا يُحْتَرَزُ عَنْ كَشْفِهِ

(وَاِنْ قَالَ الْمُدَّعِي : ابْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانٍ وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ : اَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ ذٰلِكَ اُسْقِطَتِ الْخُصُومَةُ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ) لِاَنَّهُمَا تَوَافَقَا عَلٰى اَنَّ اَصْلَ الْمِلْكِ فِيْهِ لِغَيْرِهِ فَيَكُونُ وُصُولُهَا اِلٰى يَدِ ذِي الْيَدِ مِنْ جِهَتِهِ فَلَمْ تَكُنْ يَدُهُ يَدَ خُصُومَةٍ اِلَّا اَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ اَنَّ فُلَانًا وَكَّلَهُ بِقَبْضِهِ لِاَنَّهُ اَثْبَتَ بِبَيِّنَتِهِ كَوْنَهُ اَحَقَّ بِاِمْسَاكِهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور جب مدعی نے کہا کہ یہ چیز مجھ سے چوری کی گئی ہے اور قابض نے یہ کہا کہ فلاں آدمی نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور گواہی کو بھی قائم کردیا تو پھر بھی شیخین کے نزدیک خصومت دور نہیں ہوگی اور یہ استحسان ہے۔

حضرت امام محمد کے نزدیک خصومت ختم ہو جائے گی اس لئے کہ مدعی نے قابض پر فعل کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ اس طرح ہوگیا جیسے مدعی نے کہا کہ یہ چیز میرے پاس سے غصب کی گئی ہے اور اس کا کوئی غاصب نہیں بتایا۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ فعل فاعل کا تقاضہ کرتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جس کے پاس وہ چیز موجود ہے وہی چور ہے لیکن مدعی نے شفقت کی وجہ سے حدود کرنے کے لئے اس کو متعین نہیں کیا اور پردہ پوشی کو پیش نظر رکھا ہے لہٰذا یہ اس طرح ہوگیا جیسے مدعی نے قابض سے کہا

اور اس کے پاس کوئی چیز ہو اس لئے کہ قبضہ اس کے ہاتھ میں ہے جو اس نے ظاہر کیا اس لئے کہ اس کا ظاہر کرنے سے کچھ نہیں بدلے گا۔

اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے یہ سامان فلاں آدمی سے خریدا ہے اور قابض نے کہا کہ اسی آدمی نے میرے پاس یہ سامان ودیعت رکھا ہے تو خصومت ساقط ہو جائے گی بغیر گواہ کے کیونکہ جب دونوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس میں اصل ملکیت اسی کی ہے تو قابض کے پاس اس کا ہاتھ اسی کی طرف سے ہوگا اور اس کا قبضہ قبضہ خصومت نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ اس بات پر گواہی قائم کرے کہ فلاں آدمی نے اس کو اس چیز پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے اس لئے کہ اس نے اپنی گواہی سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اس کو لینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

بَابُ مَا يَدَّعِيهِ الرَّجُلَانِ

﴿یہ باب دو اشخاص کا دعویٰ کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب دعویٰ کرنے والوں کے ان احکام سے فارغ ہوئے ہیں جن میں مدعی ایک ہوتا ہے تو اب انہوں نے دعویٰ سے متعلق ان احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس میں دعویٰ کرنے والے دو افراد ہوتے ہیں اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ واحد تثنیہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ مفرد مدعی سے متعلق احکام کو مقدم اور دو مدعیوں سے متعلق احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۳۶۰، بیروت)

دو مدعیوں کے درمیان اختلاف ہونے کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کے دو حقدار ایک شخص (یعنی ذی الید) کے مقابل میں کھڑے ہو جاتے ہیں ہر ایک اپنا حق ثابت کرتا ہے۔ یہ بات پہلے بتائی گئی ہے کہ خارج کے گواہ کو ذوالید کے گواہ پر ترجیح ہے مگر جبکہ ذوالید کے گواہوں نے وہ وقت بیان کیا جو خارج کے وقت سے مقدم ہے تو ذوالید کے گواہ کو ترجیح ہوگی مگر بعض صورتیں بظاہر ایسی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ذوالید کی تاریخ مقدم ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم نہیں مثلاً کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے ایک مہینہ سے میرے یہاں سے غائب ہے ذوالید کہتا ہے یہ چیز ایک سال سے میری ہے مدعی کے گواہوں کو ترجیح ہوگی اور اُسی کے موافق فیصلہ ہوگا کیونکہ مدعی نے ملک کی تاریخ نہیں بیان کی ہے تاکہ ذوالید کے گواہوں کو ترجیح دی جائے بلکہ غائب ہونے کی تاریخ بتائی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ملک مدعی کی تاریخ ایک سال سے زیادہ کی ہو۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میرے قبضہ میں ہے اگر ایک نے گواہوں سے اپنا قبضہ ثابت کر دیا تو وہی قابض مانا جائے گا دوسرا خارج قرار دیا جائے گا پھر وہ شخص جس کو قابض قرار دیا گیا اگر گواہوں سے اپنی ملک مطلق ثابت کرنا چاہے گا مقبول نہ ہوں گے کہ ملک مطلق میں ذوالید کے گواہ معتبر نہیں اور اگر قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے تو حلف کسی پر نہیں۔ ایک شخص نے دوسرے سے چیز چھین لی جب اُس سے پوچھا گیا تو کہنے لگا میں نے اس لیے لے لی کہ یہ چیز میری تھی اور گواہوں سے اپنی ملک ثابت کی یہ گواہ مقبول ہیں کہ اگرچہ اس وقت یہ ذوالید ہے مگر حقیقت میں ذوالید نہ تھا بلکہ خارج تھا اُس سے لے لینے کے بعد ذوالید ہوا۔ (بحرالرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

دو شخصوں کا تیسرے شخص کے قبضہ میں ہونے والی چیز میں دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ وَإِذَا ادَّعَى اثْنَانِ عَيْنًا فِي يَدِ آخَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّهَا لَهُ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ قُضِيَ بِهَا بَيْنَهُمَا، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي قَوْلٍ تَهَاتَرَتَا، وَفِي قَوْلٍ يُقْرَعُ بَيْنَهُمَا، لِأَنَّ إِحْدَى الْبَيِّنَتَيْنِ كَاذِبَةٌ بِيَقِينٍ لِاسْتِحَالَةِ اجْتِمَاعِ الْمِلْكَيْنِ فِي الْكُلِّ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَدْ تَعَذَّرَ التَّمْيِيزُ فَيَتَهَاتَرَانِ أَوْ يُصَارُ إِلَى الْقُرْعَةِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَقْرَعَ فِيهِ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَهُمَا، وَلَنَا حَدِيثُ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي نَاقَةٍ وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ فَقَضَى بِهَا بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ.
وَحَدِيثُ الْقُرْعَةِ كَانَ فِي الِابْتِدَاءِ ثُمَّ نُسِخَ. وَلِأَنَّ الْمُطْلَقَ لِلشَّهَادَةِ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُحْتَمَلُ الْوُجُودِ بِأَنْ يَعْتَمِدَ أَحَدُهُمَا سَبَبَ الْمِلْكِ وَالْآخَرُ الْيَدَ فَصَحَّتِ الشَّهَادَتَانِ فَيَجِبُ الْعَمَلُ بِهِمَا مَا أَمْكَنَ، وَقَدْ أَمْكَنَ بِالتَّنْصِيفِ إِذِ الْمَحَلُّ يَقْبَلُهُ، وَإِنَّمَا يَنْتَصِفُ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي سَبَبِ الِاسْتِحْقَاقِ.

ترجمہ: فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے کسی چیز کا دعویٰ کیا جو کسی تیسرے آدمی کے قبضہ میں ہے اور ان میں سے ہر ایک شخص کے گمان کے مطابق وہ چیز اسی کی ہے اور دونوں نے گواہ پیش کر دیے تو دونوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔
امام شافعی کے ایک قول کے مطابق دونوں کے گواہ ساقط ہو جائیں گے اور دوسرے قول کے مطابق ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی اس لئے کہ دونوں گواہوں میں سے ایک یقینی طور پر جھوٹا ہے اس لئے کہ ایک حالت میں دو مستقل ملکیتوں کا جمع ہونا محال ہے اور امتیاز متعذر ہو گیا ہے لہذا دونوں بینے ساقط ہو جائیں گے یا قرعہ اندازی کی راہ اختیار کی جائے گی اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس میں قرعہ اندازی کی ہے اور اس طرح دعا فرمائی اے اللہ تو ہی ان کے درمیان فیصلہ فرما۔ ہماری دلیل تمیم بن طرفہ کی یہ حدیث ہے کہ دو آدمیوں نے آپ ﷺ کے پاس ایک اونٹنی کے متعلق مقدمہ پیش کیا اور ان میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کر دیے تو آپ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں کے لئے آدھی آدھی کا فیصلہ فرمایا اور قرعہ اندازی والی حدیث ابتدائے اسلام پر محمول کی جائے گی پھر وہ منسوخ ہو گئی اور اس لئے کہ دونوں کے حق میں شہادت کو جائز کرنے والی چیز پائی جا سکتی ہے اس طرح کہ ایک گواہ نے ملکیت کے سبب پر اعتماد کیا ہو اور دوسرے نے قبضہ پر، تو دونوں شہادتیں درست ہو گئیں لہذا جہاں تک ممکن ہو دونوں پر عمل کرنا واجب ہو گا اور آدھا آدھا کرنے کی صورت میں عمل ممکن ہے اس لئے کہ محل اس کو قبول کرتا ہے اور آدھا آدھا اس وجہ سے کیا جائے گا کہ استحقاق کے سبب ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

مدعیان کا دعویٰ نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنِ ادَّعٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِكَاحَ امْرَأَةٍ وَآقَامَا بَيِّنَةً لَمْ يَقْضِ بِوَاحِدَةٍ مِنَ الْبَيِّنَتَيْنِ) لِتَعَذُّرِ الْعَمَلِ بِهِمَا، لِأَنَّ الْمَحِلَّ لَا يَقْبَلُ الْاِشْتِرَاكَ.

قَالَ (وَيَرْجِعُ إِلٰى تَصْدِيقِ الْمَرْأَةِ لِأَحَدِهِمَا) لِأَنَّ النِّكَاحَ مِمَّا يُحْكَمُ بِهِ بِتَصَادُقِ الزَّوْجَيْنِ، وَهٰذَا إِذَا لَمْ تُوَقَّتِ الْبَيِّنَتَانِ، فَأَمَّا إِذَا وَقَّتَا فَصَاحِبُ الْوَقْتِ الْأَوَّلِ أَوْلٰى وَإِنْ أَقَرَّتْ لِأَحَدِهِمَا قَبْلَ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ فَهِيَ امْرَأَتُهُ) لِتَصَادُقِهِمَا (وَإِنْ أَقَامَ الْآخَرُ الْبَيِّنَةَ قُضِيَ بِهَا) لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ أَقْوٰى مِنَ الْإِقْرَارِ وَلَوْ تَفَرَّدَ أَحَدُهُمَا بِالدَّعْوٰى وَالْمَرْأَةُ تَجْحَدُ فَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ وَقَضٰى بِهَا الْقَاضِي لَهُ ثُمَّ ادَّعَى الْآخَرُ وَآقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ لَا يَحْكُمُ بِهَا) لِأَنَّ الْقَضَاءَ الْأَوَّلَ قَدْ صَحَّ فَلَا يُنْقَضُ بِمَا هُوَ مِثْلُهُ بَلْ هُوَ دُونَهُ (إِلَّا أَنْ يُوَقِّتَ شُهُودُ الثَّانِي سَابِقًا) لِأَنَّهُ ظَهَرَ الْخَطَأُ فِي الْأَوَّلِ بِيَقِينٍ وَكَذَا إِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ فِي يَدِ الزَّوْجِ وَنِكَاحُهُ ظَاهِرٌ لَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْخَارِجِ إِلَّا عَلٰى وَجْهِ السَّبْقِ.

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس عورت سے نکاح کیا ہے اور دونوں نے گواہی پیش کردی تو دونوں گواہیوں میں سے کسی پر بھی فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ دونوں پر عمل کرنا مشکل ہے کیونکہ محل اشتراک کو قبول نہیں کرتا فرمایا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں عورت کی تصدیق کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ میاں بیوی کے اتفاق کے ساتھ نکاح کا فیصلہ کردیا جاتا ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب گواہوں میں سے کسی نے نکاح کا وقت نہ بیان کیا ہو لیکن جب دونوں نے نکاح کا وقت بیان کردیا تو پہلے کا گواہی افضل ہوگا اور جب عورت نے گواہی پیش کرنے سے پہلے کسی کے لئے اقرار کردیا تو وہ عورت مقرلہ کی بیوی ہوگی اس لئے کہ دونوں نے اتفاق کرلیا ہے اب اگر دوسرے مدعی نے گواہی پیش کردی تو اس کے حق میں فیصلہ ہوگا اس لئے کہ گواہی اقرار سے قوی ہوتی ہے اور جب صرف ایک آدمی نے دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کردیا اور مدعی نے اس پر گواہی پیش کردیا اور قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا اس کے دوسرے نے اسی طرح دعویٰ کرکے گواہی پیش کردی تو اس کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ قضائے اول درست ہے لہٰذا اس طرح کی گواہی سے وہ باطل نہ ہوگا جو اس کی مثل ہے بلکہ اس سے کمزور ہے مگر یہ کہ دوسرے مدعی کے گواہ پہلے کے گواہوں سے پہلی تاریخ کا ذکر کریں اس لئے کہ اب یقین کے ساتھ پہلا قضاء غلط ہوگیا اسی طرح اگر وہ عورت کسی آدمی کے نکاح میں ہو اور اس کا نکاح ظاہر ہو تو اس صورت میں بھی خارج کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر تاریخ کے مقدم ہونے کی صورت میں قبول کی جائے گی۔

مدعیان کا خریداری کرنے میں دعویٰ کا بیان

قَالَ (وَلَوِ ادَّعَى اثْنَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْهُ هٰذَا الْعَبْدَ) مَعْنَاهُ مِنْ صَاحِبِ الْيَدِ (وَأَقَامَا بَيِّنَةً فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الْعَبْدِ بِنِصْفِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ) لِأَنَّ الْقَاضِيَ يَقْضِي بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي السَّبَبِ فَصَارَ كَالْفُضُولِيَّيْنِ إِذَا بَاعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ رَجُلٍ وَأَجَازَ الْمَالِكُ الْبَيْعَيْنِ يُخَيَّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ عَلَيْهِ شَرْطُ عَقْدِهِ، فَلَعَلَّ رَغْبَتَهُ فِي تَمَلُّكِ الْكُلِّ فَيَرُدُّهُ وَيَأْخُذُ كُلَّ الثَّمَنِ .

فَإِنْ قَضَى الْقَاضِي بِهِ بَيْنَهُمَا فَقَالَ أَحَدُهُمَا : لَا أَخْتَارُ لَمْ يَكُنْ لِلْآخَرِ أَنْ يَأْخُذَ جَمِيعَهُ) لِأَنَّهُ صَارَ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ فِي النِّصْفِ فَانْفَسَخَ الْبَيْعُ فِيهِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ خَصَمَ فِيهِ لِظُهُورِ اسْتِحْقَاقِهِ بِالْبَيِّنَةِ لَوْلَا بَيِّنَةُ صَاحِبِهِ بِخِلَافِ مَا لَوْ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ تَخْيِيرِ الْقَاضِي حَيْثُ يَكُونُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ الْجَمِيعَ لِأَنَّهُ يَدَّعِي الْكُلَّ وَلَمْ يَفْسَخْ سَبَبَهُ، وَالْعَوْدُ إِلَى النِّصْفِ لِلْمُزَاحَمَةِ وَلَمْ تُوجَدْ، وَنَظِيرُهُ تَسْلِيمُ أَحَدِ الشَّفِيعَيْنِ قَبْلَ الْقَضَاءِ، وَنَظِيرُ الْأَوَّلِ تَسْلِيمُهُ بَعْدَ الْقَضَاءِ وَلَوْ ذَكَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَارِيخًا فَهُوَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُ أَثْبَتَ الشِّرَاءَ فِي زَمَانٍ لَا يُنَازِعُهُ فِيهِ أَحَدٌ فَانْدَفَعَ الْآخَرُ بِهِ (وَلَوْ وَقَّتَتْ إِحْدَاهُمَا وَلَمْ تُوَقِّتِ الْأُخْرَى فَهُوَ لِصَاحِبِ الْوَقْتِ) لِثُبُوتِ مِلْكِهِ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ وَاحْتَمَلَ الْآخَرُ أَنْ يَكُونَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا يَقْضِي لَهُ بِالشَّكِّ (وَإِنْ لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا وَمَعَ أَحَدِهِمَا قَبْضٌ فَهُوَ أَوْلَى) وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ فِي يَدِهِ لِأَنَّ تَمَكُّنَهُ مِنْ قَبْضِهِ يَدُلُّ عَلَى سَبْقِ شِرَائِهِ، وَلِأَنَّهُمَا اسْتَوَيَا فِي الْإِثْبَاتِ فَلَا تُنْقَضُ الْيَدُ الثَّابِتَةُ بِالشَّكِّ، وَكَذَا لَوْ ذَكَرَ الْآخَرُ وَقْتًا لِمَا بَيَّنَّا .إِلَّا أَنْ يَشْهَدُوا أَنَّ شِرَاءَهُ كَانَ قَبْلَ شِرَاءِ صَاحِبِ الْيَدِ لِأَنَّ الصَّرِيحَ يَفُوقُ الدَّلَالَةَ .

📖 جب دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے قبضہ کرنے والا سے یہ غلام خریدا ہے اور انہوں نے گواہ پیش کر دیا تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو آدھا ثمن دے کر آدھا غلام لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دیا اس لئے کہ قاضی ان کے درمیان نصف نصف کا فیصلہ کرے گا اس لئے کہ سبب میں دونوں برابر ہیں تو یہ اس طرح ہو گیا جیسے دو فضولیوں میں سے ہر ایک نے الگ الگ خریدار سے فروخت کرا دیا اور مالک نے دونوں کو بیع کی اجازت دے دی تو پھر بھی ہر خریدار کو اختیار دیا جائے گا اس لئے کہ ہر خریدار پر عقد کی شرط متغیر ہو گئی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی خواہش یہ ہو کہ وہ پورے غلام کا مالک بنے لہذا اگر وہ چاہے تو مبیع کو واپس کر کے پورا ثمن واپس لے لے اور جب قاضی ان دونوں کے درمیان نصف نصف غلام کا فیصلہ کر دے لیکن ایک خریدار کہے کہ میں نصف نہیں لوں گا تو دوسرے کے لئے پورا غلام لینے کا حق نہیں ہو گا اس لئے کہ اس کے متعلق نصف کا فیصلہ ہو چکا ہے لہذا نصف میں اس کی بیع فسخ ہو جائے گی۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ ایک خریدار ان میں سے خصم ہے اس لئے کہ اگر دوسرے خریدار

کے گواہ نہ ہوتے تو گواہی کی وجہ سے اس کا استحقاق ظاہر ہو جاتا اس صورت کے خلاف جب قاضی اختیار دینے سے پہلے کی خریدار نے انکار کر دیا تو اس صورت میں انکار کرنے والے کے علاوہ پر پورا غلام خریدنے کا اختیار ہوگا اس لئے کہ وہ پورے غلام کا دعویٰ کرنے والا تھا اور اس کا سبب فسخ نہیں ہوا اور نصف کی طرف عود کرنا مزاحمت کے سبب ہے اور یہاں پر مزاحمت نہیں پائی جا رہی اس کی مثال قضائے قاضی سے پہلے دو شفع کرنے والوں کا دستبردار ہونا ہے اور پہلے کی مثال قضائے قاضی کے بعد ایک شفیع کا دستبردار ہونا ہے۔

جب دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک نے تاریخ بیان کر دی تو وہ غلام پہلی تاریخ والے کا ہوگا اس لئے کہ اس نے ایسے وقت میں شراء ثابت کیا ہے جس میں کوئی اس کا مزاحم نہیں لہٰذا اس سے دوسرے کا شراء ختم ہو جائے گا اور جب ایک گواہی کا وقت بیان کیا اور دوسری کا وقت بیان نہیں کیا تو وہ غلام وقت بیان کرنے والے کا ہوگا اس لئے کہ اس وقت میں اس کی ملکیت ثابت ہے اور دوسرے میں یہ احتمال ہے کہ اس نے مذکورہ وقت سے پہلے اس کو خریدا ہو یا اس کے بعد خریدا ہو لہٰذا شک کی بناء پر اس کے لئے فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور جب دونوں نے تاریخ بیان نہ کی اور ان میں سے کسی کا قبضہ ہے یعنی مدعیٰ بہ کسی کے قبضہ میں ہو تو قبضہ کرنے والا اس کا زیادہ حق دار ہوگا اس لئے کہ اس کا قبضہ پر قادر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا شراء مقدم ہے اور اس لئے کہ دونوں مدعی دعویٰ کو ثابت کرنے میں برابر ہیں لہٰذا شک کی وجہ سے ثابت شدہ قبضہ ختم نہیں ہوگا اسی طرح اگر دوسرے نے وقت اور تاریخ بیان کر دی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے مگر یہ کہ اس کے گواہ شہادت دے دیں کہ دوسرے کا شراء قبضے والے کے شراء سے مقدم ہے اس لئے کہ صراحت دلالت سے برتر ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

مدعیان میں مختلف دعووں کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ ادَّعَى اَحَدُهُمَا شِرَاءً وَّالْاٰخَرُ هِبَةً وَّقَبْضًا) مَعْنَاهُ مِنْ وَاحِدٍ (وَاَقَامَا بَيِّنَةً وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا فَالشِّرَاءُ اَوْلٰى) لِاَنَّ الشِّرَاءَ اَقْوٰى لِكَوْنِهِ مُعَاوَضَةً مِنَ الْجَانِبَيْنِ، وَلِاَنَّهُ يُثْبِتُ الْمِلْكَ بِنَفْسِهِ وَالْمِلْكُ فِي الْهِبَةِ يَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَبْضِ، وَكَذَا الشِّرَاءُ وَالصَّدَقَةُ مَعَ الْقَبْضِ لِمَا بَيَّنَّا (وَالْهِبَةُ وَالْقَبْضُ وَالصَّدَقَةُ مَعَ الْقَبْضِ سَوَاءٌ حَتّٰى يَقْضِيَ بَيْنَهُمَا) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي وَجْهِ التَّبَرُّعِ، وَلَا تَرْجِيحَ بِاللُّزُومِ لِاَنَّهُ يَرْجِعُ اِلَى الْمَآلِ وَالتَّرْجِيحُ بِمَعْنًى قَائِمٍ فِي الْحَالِ، وَهٰذَا فِيمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ صَحِيحٌ، وَكَذَا فِيمَا يَحْتَمِلُهَا عِنْدَ الْبَعْضِ لِاَنَّ الشُّيُوعَ طَارِئٌ. وَعِنْدَ الْبَعْضِ لَا يَصِحُّ لِاَنَّهُ تَنْفِيذُ الْهِبَةِ فِي الشَّائِعِ وَصَارَ كَاِقَامَةِ الْبَيِّنَتَيْنِ عَلَى الْاِرْتِهَانِ وَهٰذَا اَصَحُّ

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ایک نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے ہبہ مع القبض کا دعویٰ کیا یعنی ایک ہی شخص سے اور دونوں نے گواہی پیش کر دی لیکن کسی کے پاس تاریخ نہ ہو تو شراء کو ترجیح ہوگی اس لئے کہ شراء اقویٰ ہے اس لئے وہ جانبین سے معاوضہ ہے اور اس لئے کہ شراء بذات خود ملکیت ثابت کرتا ہے جب کہ ہبہ میں ملکیت قبضہ پر موقوف رہتی ہے شراء اور صدقہ مع القبض کا بھی یہی حکم ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ہبہ مع القبض اور صدقہ مع القبض دونوں برابر ہیں

ہی کہ دونوں مدعیوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ شیوع کی صورت میں دونوں برابر ہیں اور لازم نہ ہبہ کی تنہا ہو کی اس لئے کہ یہ لازم آ جاتا ہے ایسے سبب کی وجہ سے ہوتی ہے جو قبول کو تمام ہو ان چیزوں میں سے جو تقسیم کے قابل نہ ہوں اور امام (فقہا) کے نزدیک تقسیم ہونے والی چیزوں میں بھی یہ درست ہے اس لئے کہ شیوع بعد میں پیدا ہوئی ہے اور امام کے نزدیک یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ مشترک چیز میں ہبہ کو نافذ کرنا ہے۔ یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی نے رہن پر دو گواہوں کو قائم کیا تو یہ درست ہے۔

جب مدعی نے دعویٰ خریداری جبکہ مدعیہ نے دعویٰ نکاح کر دیا ہے

قَالَ (وَاِذَا ادَّعٰى اَحَدُهُمَا الشِّرَاءَ وَادَّعَتْ امْرَاَتُهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا عَلَيْهِ فَهُمَا سَوَاءٌ) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْقُوَّةِ فَاِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ يُثْبِتُ الْمِلْكَ بِنَفْسِهِ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي يُوْسُفَ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: اَلشِّرَاءُ اَوْلٰى وَلَهَا عَلَى الزَّوْجِ الْقِيْمَةُ لِاَنَّهُ اَمْكَنَ الْعَمَلُ بِالْبَيِّنَتَيْنِ بِتَقْدِيْمِ الشِّرَاءِ، اِذِ التَّزَوُّجُ عَلٰى عَيْنٍ مَمْلُوْكَةٍ لِلْغَيْرِ صَحِيْحٌ وَتَجِبُ قِيْمَتُهُ عِنْدَ تَعَذُّرِ تَسْلِيْمِهِ. وَاِذَا ادَّعٰى اَحَدُهُمَا رَهْنًا وَقَبْضًا وَالْاٰخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا وَاَقَامَا بَيِّنَةً فَالرَّهْنُ اَوْلٰى) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ، وَفِي الْقِيَاسِ الْهِبَةُ اَوْلٰى لِاَنَّهَا تُثْبِتُ الْمِلْكَ وَالرَّهْنُ لَا يُثْبِتُهُ. وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الْمَقْبُوْضَ بِحُكْمِ الرَّهْنِ مَضْمُوْنٌ وَبِحُكْمِ الْهِبَةِ غَيْرُ مَضْمُوْنٍ وَعَقْدُ الضَّمَانِ اَقْوٰى.

بِخِلَافِ الْهِبَةِ بِشَرْطِ الْعِوَضِ لِاَنَّهُ بَيْعٌ انْتِهَاءً. وَالْبَيْعُ اَوْلٰى مِنَ الرَّهْنِ لِاَنَّهُ عَقْدُ ضَمَانٍ يُثْبِتُ الْمِلْكَ صُوْرَةً وَمَعْنًى، وَالرَّهْنُ لَا يُثْبِتُهُ اِلَّا عِنْدَ الْهَلَاكِ مَعْنًى لَا صُوْرَةً فَكَذَا الْهِبَةُ بِشَرْطِ الْعِوَضِ

فرمایا کہ جب مدعیوں میں سے ہر ایک نے شراء کا دعویٰ کیا اور ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ مدعی علیہ نے اس غلام کے بدلے مجھ سے نکاح کیا ہے تو دونوں دعویٰ کرنے والے برابر ہیں اس لئے کہ قوت میں دونوں ایک جیسے ہیں کیونکہ شراء اور نکاح میں سے ہر ایک معاوضہ ہے اور بذات خود ملکیت ثابت کرتا ہے یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے امام محمد کے نزدیک شراء افضل ہے اور شوہر پر عورت کے لئے غلام کی قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ شراء کو مقدم کر کے دونوں گواہیوں پر عمل کرنا ممکن ہے اس لئے کہ غیر کے مملوکہ عین پر نکاح کرنا درست ہے اور اس کی سپردگی متعذر ہونے کے سبب اس عین کی قیمت واجب ہوگی۔

اور جب ایک نے قبضہ کے ساتھ رہن کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے ہبہ اور قبضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہی کو پیش کر دیا تو رہن کو مقدم کیا جائے گا استحسان کے سبب ہے اور قیاس کے مطابق ہبہ اولیٰ ہوگا اس لئے کہ ہبہ ملک کو ثابت کرنے والا ہے جبکہ رہن ملک کو ثابت کرنے والا نہیں ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز رہن کے طور پر قبضہ کی جاتی ہے وہ مضمون ہوتی ہے اور جو چیز ہبہ کے طور پر قبضہ کی جاتی ہے وہ مضمون نہیں ہوتی اور عقد ضمان قوی ہوتا ہے۔ بہ خلاف اس ہبہ کے بدلے کی شرط کے ساتھ ہوتا ہے

کیونکہ اس کی انتہاء بیع ہے حالانکہ بیع رہن سے اولیٰ ہے کیونکہ عقد ضمان بطور صورت وحکم دونوں طرح ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے
جبکہ رہن یہ ملکیت کو ثابت نہیں کرتی مگر جب حکمی طور پر ہلاکت کے وقت ہو جائے جبکہ بطور صورت نہیں۔ اور ہبہ بشرط عوض والا
مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

دعویٰ میں تاریخ کے تقدم کو ترجیح حاصل ہونے کا بیان

(وَاِنْ اَقَامَ الْخَارِجَانِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ وَالتَّارِيخِ فَصَاحِبُ التَّارِيخِ الْاَقْدَمِ اَوْلَى) لِاَنَّهُ اَثْبَتَ اَنَّهُ اَوَّلُ الْمَالِكَيْنِ فَلَا يَتَلَقَّى الْمِلْكَ اِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَلَمْ يَتَلَقَّ الْاٰخَرُ مِنْهُ .

قَالَ : (وَلَوْ ادَّعَيَا الشِّرَاءَ مِنْ وَاحِدٍ) مَعْنَاهُ مِنْ غَيْرِ صَاحِبِ الْيَدِ وَاَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلٰى تَارِيخَيْنِ فَالْاَوَّلُ اَوْلَى) لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهُ اَثْبَتَهُ فِي وَقْتٍ لَا مُنَازِعَ لَهُ فِيهِ (وَاِنْ اَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنْ آخَرَ وَذَكَرَا تَارِيخًا) فَهُمَا سَوَاءٌ لِاَنَّهُمَا يُثْبِتَانِ الْمِلْكَ لِبَائِعَيْهِمَا فَيَصِيرُ كَاَنَّهُمَا حَضَرَا ثُمَّ يُخَيَّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ (وَلَوْ وَقَّتَتْ اِحْدَى الْبَيِّنَتَيْنِ وَقْتًا وَلَمْ تُؤَقِّتْ الْاُخْرَى قَضَى بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ) لِاَنَّ تَوْقِيتَ اِحْدَاهُمَا لَا يَدُلُّ عَلَى تَقَدُّمِ الْمِلْكِ لِجَوَازِ اَنْ يَكُونَ الْاٰخَرُ اَقْدَمَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْبَائِعُ وَاحِدًا لِاَنَّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى اَنَّ الْمِلْكَ لَا يُتَلَقَّى اِلَّا مِنْ جِهَتِهِ، فَاِذَا اَثْبَتَ اَحَدُهُمَا تَارِيخًا يُحْكَمُ بِهِ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ اَنَّهُ تَقَدَّمَ شِرَاءُ غَيْرِهِ .

وَلَوْ ادَّعَى اَحَدُهُمَا الشِّرَاءَ مِنْ رَجُلٍ وَالْاٰخَرُ الْهِبَةَ وَالْقَبْضَ مِنْ غَيْرِهِ وَالثَّالِثُ الْمِيرَاثَ مِنْ اَبِيهِ وَالرَّابِعُ الصَّدَقَةَ وَالْقَبْضَ مِنْ آخَرَ قَضَى بَيْنَهُمْ اَرْبَاعًا) لِاَنَّهُمْ يَتَلَقَّوْنَ الْمِلْكَ مِنْ بَاعَتِهِمْ فَيُجْعَلُ كَاَنَّهُمْ حَضَرُوا وَاَقَامُوا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ .

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے کسی غیر قبضہ کرنے والے آدمی سے شراء کا دعویٰ کیا اور دونوں نے دو تاریخوں پر گواہی پیش کر دی تو پہلی تاریخ والے کی گواہی مقدم ہوگی اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے کہ پہلے نے ایسے وقت میں اپنی ملکیت ثابت کر دی جس میں اس کا کوئی مقابل نہیں ہے اور جب ان میں سے ہر ایک مدعی نے شراء پر گواہی پیش کی اور دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو دونوں برابر ہوں گے اس لئے کہ دونوں اپنے بیچنے والا کے لئے ملکیت ثابت کر رہے ہیں تو یہ ایسا ہو گیا جیسے دونوں بیچنے والا حاضر ہو گئے پس ہر مدعی کو اختیار دیا جائے گا جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب دونوں گواہیوں میں سے ایک کی تاریخ بیان کی گئی اور دوسرے کی تاریخ نہیں بیان کی گئی تو ان کے درمیان نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا اس لئے کہ ایک گواہی کا وقت بیان کرنا تقدم کی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے مذکورہ چیز کا مالک ہو اس صورت کے خلاف جب بیچنے والا ایک ہو اس لئے کہ دونوں مدعی اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس ایک بیچنے

والے کی ملکیت حاصل کی گئی ہے پس جب ایک مدعی نے تاریخ بیان کردی تو اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے گا یہاں تک کہ یہ واضح ہوجائے کہ اس کے مقابل کا شراء اس سے پہلے ہے اور جب ان میں سے ایک نے شراء کا دعوی کیا اور دوسرے نے قبضہ کے ساتھ ہبہ کا دعوی کیا اور تیسرے نے اپنے باپ کی میراث ہونے کا دعوی کیا اور چوتھے نے قبضہ کے ساتھ صدقہ کا دعوی کیا تو قاضی اس چیز کو ان چاروں کے درمیان تقسیم کردے گا اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے ملک کو حاصل کرنے کا دعوی کیا ہے یہ اس طرح ہے کہ جس طرح تمام مدعی حاضر ہوں اور وہ مطلق ملک پر گواہی قائم کردیں۔

قابض کی گواہی کے مقدم ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلٰى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ وَصَاحِبُ الْيَدِ بَيِّنَةً عَلٰى مِلْكٍ أَقْدَمَ تَارِيخًا كَانَ أَوْلٰى) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ مُحَمَّدٍ .وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ رَجَعَ إِلَيْهِ لِأَنَّ الْبَيِّنَتَيْنِ قَامَتَا عَلٰى مُطْلَقِ الْمِلْكِ وَلَمْ يَتَعَرَّضَا لِجِهَةِ الْمِلْكِ فَكَانَ التَّقَدُّمُ وَالتَّأَخُّرُ سَوَاءً .

وَلَهُمَا أَنَّ الْبَيِّنَةَ مَعَ التَّارِيخِ مُتَضَمِّنَةٌ مَعْنَى الدَّفْعِ، فَإِنَّ الْمِلْكَ إِذَا ثَبَتَ لِشَخْصٍ فِي وَقْتٍ فَثُبُوتُهُ لِغَيْرِهِ بَعْدَهُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالتَّلَقِّي مِنْ جِهَتِهِ وَبَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ عَلَى الدَّفْعِ مَقْبُولَةٌ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ لَوْ كَانَتْ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا وَالْمَعْنٰى مَا بَيَّنَّا، وَلَوْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَذُو الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلٰى مِلْكٍ مُطْلَقٍ وَوَقَّتَتْ إِحْدَاهُمَا دُونَ الْأُخْرٰى فَعَلٰى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ الْخَارِجُ أَوْلٰى .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ : صَاحِبُ الْوَقْتِ أَوْلٰى لِأَنَّهُ أَقْدَمُ وَصَارَ كَمَا فِي دَعْوَى الشِّرَاءِ إِذَا أُرِّخَتْ إِحْدَاهُمَا كَانَ صَاحِبُ التَّارِيخِ أَوْلٰى .وَلَهُمَا أَنَّ بَيِّنَةَ ذِي الْيَدِ إِنَّمَا تُقْبَلُ لِتَضَمُّنِهَا مَعْنَى الدَّفْعِ، وَلَا دَفْعَ هَاهُنَا حَيْثُ وَقَعَ الشَّكُّ فِي التَّلَقِّي مِنْ جِهَتِهِ، وَعَلٰى هٰذَا إِذَا كَانَتْ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا وَلَوْ كَانَتْ فِي يَدِ ثَالِثٍ، الْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا فَهُمَا سَوَاءٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : الَّذِي وَقَّتَ أَوْلٰى .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : الَّذِي أَطْلَقَ أَوْلٰى لِأَنَّهُ ادَّعٰى أَوَّلِيَّةَ الْمِلْكِ بِدَلِيلِ اسْتِحْقَاقِ الزَّوَائِدِ وَرُجُوعِ الْبَاعَةِ بَعْضِهِمْ عَلَى الْبَعْضِ .وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ التَّارِيخَ يُوجِبُ الْمِلْكَ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ بِيَقِينٍ وَالْإِطْلَاقُ يَحْتَمِلُ غَيْرَ الْأَوَّلِيَّةِ، وَالتَّرْجِيحُ بِالتَّيَقُّنِ ؛ كَمَا لَوْ ادَّعَيَا الشِّرَاءَ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ التَّارِيخَ يُضَامُّهُ احْتِمَالُ عَدَمِ التَّقَدُّمِ فَسَقَطَ اعْتِبَارُهُ فَصَارَ كَمَا لَوْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلٰى مِلْكٍ مُطْلَقٍ، بِخِلَافِ الشِّرَاءِ لِأَنَّهُ أَمْرٌ حَادِثٌ فَيُضَافُ إِلٰى أَقْرَبِ الْأَوْقَاتِ فَيَتَرَجَّحُ جَانِبُ صَاحِبِ

التَّارِیخِ.

فرمایا کہ جب خارج نے تاریخ کے ساتھ اپنی ملکیت پر گواہی پیش کردی اور قبضہ کرنے والا نے اس سے پرانی تاریخ پر گواہی پیش کردی تو قبضہ کرنے والے کی گواہی افضل ہوگا یہ شیخین کے نزدیک ہے اور امام محمد سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے اور امام محمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ قبضہ کرنے والا کا گواہی قبول نہیں کیا جائے گا اور امام محمد نے اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے اس لئے کہ دونوں گواہیوں کا ملک مطلق پر ہے اور کسی میں سبب ملک سے بحث نہیں کی گئی لہٰذا تقدم اور تاخر دونوں برابر ہوں گے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ والیلہ گواہی دفع کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لئے کہ جب ایک وقت میں کسی آدمی کے لئے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے تو دوسرے کے لئے اس کا ثبوت پہلے کی طرف سے حصول کے ذریعے ہوتا ہے اور دفع کے حوالے سے قبضہ کرنے والا کی گواہی مقبول ہوگی اسین اختلاف پر یہ بھی ہے کہ جب گھر دونوں کے قبضہ میں ہو اور سبب وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں نے مطلق ملک پر گواہی پیش کی اور ان میں سے ایک نے گواہی کے تاریخ بیان کردی دوسرے نے نہ کی تو طرفی کے نزدیک خارج کا گواہی افضل ہوگا۔

جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک تاریخ والے کا گواہی افضل ہوگا یہی امام اعظم سے بھی روایت ہے اس لئے کہ وہ پہلے کا ہے یہ اس طرح ہو گیا جیسے شراء سے دعوی میں ایک مدعی نے اپنے گواہی کی تاریخ بیان کردی تو وہ مقدم ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کرنے والے کی گواہی اس وجہ سے قبول کیا جاتا ہے کہ وہ دفع کے معنی کو شامل ہے اور یہاں دفع نہیں ہے اس لئے کہ قبضہ کرنے والا کی طرف سے ملکیت ثابت ہونے میں شک ہو گیا یہی اختلاف اس صورت میں بھی ہے جب گھر ان کے قبضہ میں ہو اور جب گھر کسی تیسرے کے قبضہ میں ہو اور مسئلہ یہی ہو تو دونوں مدعی امام اعظم کے نزدیک برابر ہیں امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ تاریخ بیان کرنے والا مقدم ہوگا امام محمد کے نزدیک ملک مطلق والے کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ یہ آدمی پہلے مالک ہونے کا دعوی کر رہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ یہی آدمی مدعی بہ کے زوائد اور حاصلات کا بھی مستحق ہے اور بیچنے والا اور خریدنے والا ایک دوسرے سے رجوع کرتے ہوئے اس آدمی تک پہنچیں گے۔

امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ مؤرخ کے وقت میں یقینی طور پر ملکیت ثابت کرتی ہے جبکہ اطلاق میں غیر اولیت کا بھی احتمال ہے اور یقین کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ جس طرح یہ ہے کہ جب انہوں نے شراء کا دعوی کیا ہو۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ میں اس کے مقدم نہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے لہٰذا تاریخ کا احتمال ساقط ہو جائے گا جس طرح اس صورت میں کہ جب دونوں ملک مطلق پر گواہی پیش کردیں شراء کے خلاف اس لئے کہ وہ نیا معاملہ ہوتا ہے لہٰذا اس کو قریب ترین وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا اس لئے تاریخ والے کی جانب راجح ہوگی۔

خارج و قابض کا نتاج پر گواہی پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَصَاحِبُ الْيَدِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً عَلَى النِّتَاجِ فَصَاحِبُ الْيَدِ أَوْلَى) لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ قَامَتْ عَلَى مَا لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ فَاسْتَوَيَا، وَتَرَجَّحَتْ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ بِالْيَدِ فَيَقْضِي لَهُ

وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ عِيسَى بْنُ اَبَانَ اِنَّهُ تَتَهَاتَرُ الْبَيِّنَتَانِ وَيُتْرَكُ فِي يَدِهٖ لَا عَلٰى طَرِيقِ الْقَضَاءِ،

وَلَوْ تَلَقّٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْمِلْكَ مِنْ رَجُلٍ اَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى النِّتَاجِ عِنْدَهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ اِقَامَتِهَا عَلَى النِّتَاجِ فِي يَدِ نَفْسِهٖ (وَلَوْ اَقَامَ اَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ وَالْاٰخَرُ عَلَى النِّتَاجِ فَصَاحِبُ النِّتَاجِ اَوْلٰى اَيُّهُمَا كَانَ) لِاَنَّ بَيِّنَتَهُ قَامَتْ عَلٰى اَوَّلِيَّةِ الْمِلْكِ فَلَا يَثْبُتُ لِلْاٰخَرِ اِلَّا بِالتَّلَقِّي مِنْ جِهَتِهٖ، وَكَذٰلِكَ اِذَا كَانَتِ الدَّعْوٰى بَيْنَ خَارِجَيْنِ فَبَيِّنَةُ النِّتَاجِ اَوْلٰى لِمَا ذَكَرْنَا (وَلَوْ قَضٰى بِالنِّتَاجِ لِصَاحِبِ الْيَدِ ثُمَّ اَقَامَ ثَالِثٌ الْبَيِّنَةَ عَلَى النِّتَاجِ يُقْضٰى لَهُ اِلَّا اَنْ يُعِيدَهَا ذُو الْيَدِ) لِاَنَّ الثَّالِثَ لَمْ يَصِرْ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ بِتِلْكَ الْقَضِيَّةِ، وَكَذَا الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ بِالْمِلْكِ الْمُطْلَقِ اِذَا اَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى النِّتَاجِ تُقْبَلُ وَيُنْقَضُ الْقَضَاءُ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّصِّ.

فرمایا کہ جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں نے نتاج پر گواہی پیش کی تو قبضہ کرنے والا کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ گواہی اس چیز پر قائم ہوا ہے جس پر قبضہ دلالت نہیں کرتا تو دونوں مدعی برابر ہوں گے اور قبضہ کی وجہ سے قبضہ کرنے والا کا گواہی راجح ہوگا لہٰذا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے یہی درست ہے۔

عیسی بن ابان کے قول کے خلاف کہ دونوں سے گواہی ساقط ہو جائے گی اور مدعی بہ قضاء کے سوا قبضہ کرنے والا کے پاس چھوڑ دی جائے گی اور جب قبضہ کرنے والا اور خارج میں سے ہر ایک نے کسی دوسرے آدمی سے ملک کے حصول کا دعوی کیا اور دونوں نے نتاج پر گواہی کو پیش کر دیا تو یہ اپنے قبضہ میں موجود چیز کے نتاج پر گواہی پیش کرنیکی طرح ہوگا اور جب ایک نے ملکیت پر گواہی کو پیش کیا اور دوسرے نے نتاج پر تو نتاج والے کی گواہی راجح ہوگی چاہے وہ قبضہ کرنے والا ہو یا خارج اس لئے کہ اس کا گواہی پہلے ملکیت پر قائم ہوا ہے لہٰذا دوسرے کے لئے اسی کی طرف سے ہی ملکیت ثابت ہوگی ایسے ہی جب دو خارجوں کا دعوی ہو تو نتاج والے کا گواہی راجح ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے اور جب قبضہ کرنے والا کے لئے نتاج کا فیصلہ کر دیا گیا ہو پھر تیسرے آدمی نے نتاج پر گواہی پیش کر دیا تو اس کے لئے نتاج کا فیصلہ کر دیا جائے گا مگر یہ کہ قبضہ کرنے والا دوبارہ گواہی پیش کر دے اس لئے کہ سابق قضاء سے تیسرا آدمی مقضی علیہ نہیں ہوا تھا اسی طرح جب ملک مطلق کا مقضی علیہ نتاج پر گواہی پیش کر دے تو اس کا گواہی بھی قبول کیا جائے گا اور پہلا قضاء باطل ہو جائے گا اس لئے کہ دوسری قضاء نص کے درجہ میں ہے اور پہلا اجتہاد کی طرح ہے۔

غیر مکرر سبب ملکیت کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ النَّسْجُ فِي الثِّيَابِ الَّتِي لَا تُنْسَجُ اِلَّا مَرَّةً) كَغَزْلِ الْقُطْنِ (وَكَذٰلِكَ كُلُّ سَبَبٍ فِي الْمِلْكِ لَا يَتَكَرَّرُ) لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى النِّتَاجِ كَحَلْبِ اللَّبَنِ وَاتِّخَاذِ الْجُبْنِ وَاللِّبْدِ وَالْمِرْعِزّٰى

وَجَزِّ الصُّوفِ، وَإِنْ كَانَ يَتَكَرَّرُ قُضِيَ بِهِ لِلْخَارِجِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ مِثْلُ الْخَزِّ وَالْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ وَزِرَاعَةِ الْحِنْطَةِ وَالْحُبُوبِ، فَإِنْ أَشْكَلَ يَرْجِعُ إِلَى أَهْلِ الْخِبْرَةِ لِأَنَّهُمْ أَعْرَفُ بِهِ، فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ قُضِيَ بِهِ لِلْخَارِجِ لِأَنَّ الْقَضَاءَ بِبَيِّنَتِهِ هُوَ الْأَصْلُ وَالْعُدُولُ عَنْهُ بِخَبَرِ النِّتَاجِ، فَإِذَا لَمْ يَعْلَمْ يَرْجِعُ إِلَى الْأَصْلِ.

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ وَصَاحِبُ الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنْهُ كَانَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْلَى) لِأَنَّ الْأَوَّلَ إِنْ كَانَ يَدَّعِي أَوَّلِيَّةَ الْمِلْكِ فَهٰذَا تَلَقَّى مِنْهُ، وَفِي هٰذَا لَا تَنَافِي فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ بِالْمِلْكِ لَهُ ثُمَّ ادَّعَى الشِّرَاءَ مِنْهُ.

فرمایا کہ ان کپڑوں کی بنائی کا بھی یہی حکم ہوگا جو صرف ایک ہی مرتبہ بنے جاتے ہیں جس طرح روئی سے سوت کات کر کپڑے بننا اور یہی حکم ہر اس سبب ملک کا ہوگا جو مکرر نہ ہو اس لئے کہ وہ نتاج کے معنی میں ہے جیسے دودھ دوہنا، پنیر اور نمدہ بنانا بھیڑ اور بکری کے بال کاٹنا اور اون کاتنا اور جب وہ سب متکرر ہو تو اس کا فیصلہ خارج کے لئے ہوگا جس طرح مطلق ملک کے دعوے میں ہوتا ہے مثلاً ریشم کا کپڑا بنانا اور عمارت بنوانا اور پودے لگانا اور گندم اور غلوں کی کھیتی کرنا اور جب معاملہ مشتبہ ہو تو ماہرین سے رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ ان کو اس کی زیادہ معلومات ہوتی ہیں لیکن جب ان پر بھی معاملہ مشتبہ ہو تو خارج کے لئے اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اس لئے کہ خارج کے گواہی پر فیصلہ کرنا اصل ہے اور نتاج کی خبر پر اصل سے عدول کیا جائے گا اور جب اس کا پتہ نہ ہو تو اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب خارج نے ملک مطلق پر گواہی پیش کی اور قبضہ کرنے والا نے خارج سے خریدنے پر گواہی پیش کر دی تو قبضہ کرنے والا مقدم ہوگا اس لئے کہ اگر چہ خارج اولیت کی ملکیت کو ثابت کر رہا ہے لیکن قبضہ کرنے والا نے اسی خارج سے ملک کا حصول ثابت کر دیا اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے یہ اس طرح ہو گیا جیسے قبضہ کرنے والا نے خارج کی ملکیت کا اقرار کیا پھر اسی سے شراء کا دعوی کر لیا ہے۔

تاریخ بیان نہ کرنے پر گواہی کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا تَهَاتَرَتِ الْبَيِّنَتَانِ وَتُتْرَكُ الدَّارُ فِي يَدِ ذِي الْيَدِ) قَالَ: وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَعَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَقْضِي بِالْبَيِّنَتَيْنِ وَيَكُونُ لِلْخَارِجِ لِأَنَّ الْعَمَلَ بِهِمَا مُمْكِنٌ فَيُجْعَلُ كَأَنَّهُ اشْتَرَى ذُو الْيَدِ مِنَ الْآخَرِ وَقَبَضَ ثُمَّ بَاعَ الدَّارَ لِأَنَّ الْقَبْضَ دَلَالَةُ السَّبْقِ عَلَى مَا مَرَّ، وَلَا يُعْكَسُ الْأَمْرُ لِأَنَّ الْبَيْعَ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ فِي الْعَقَارِ عِنْدَهُ. وَلَهُمَا أَنَّ الْإِقْدَامَ عَلَى الشِّرَاءِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْمِلْكِ لِلْبَائِعِ فَصَارَ كَأَنَّهُمَا قَامَتَا عَلَى الْإِقْرَارَيْنِ وَفِيهِ التَّهَاتُرُ بِالْإِجْمَاعِ، كَذَا

هَاهُنَا، وَلِاَنَّ السَّبَبَ يُرَادُ لِحُكْمِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلَا يُمْكِنُ الْقَضَاءُ لِذِى الْيَدِ اِلَّا بِمِلْكٍ مُسْتَحَقٍّ فَبَقِيَ الْقَضَاءُ لَهُ بِمُجَرَّدِ السَّبَبِ وَاَنَّهُ لَا يُفِيدُهُ .

ترجمہ فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے شراء کی گواہی پیش کردی اور ان کے ساتھ تاریخ بیان نہ کی تو دونوں گواہیاں باطل ہو جائیں گی اور دار کو قبضہ کرنے والا کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا فرمایا کہ یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔ حضرت امام محمد کے نزدیک دونوں گواہیوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور مدعی بہ خارج کا ہوگا اس لئے کہ دونوں گواہیوں پر عمل کرنا ممکن ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح قبضہ کرنے والا نے دوسرے سے خرید کر اس پر قبضہ کرلیا پھر خارج کو بیچ دیا لیکن مبیع کو اس کے سپرد نہیں کیا اس لئے کہ قبضہ سبقت ملک کی دلیل ہے جس طرح کہ گزر چکا ہے اور اس کے برعکس نہیں ہوگا اس لئے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے اگر چہ وہ عقار ہی کیوں نہ ہو یہ امام محمد کا قول ہے۔
شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شراء پر اقدام کرنا حقیقت میں خریدار کی طرف سے بیچنے والا کے لئے ملکیت کا اقرار ہے اور دونوں گواہیاں دو اقراروں پر منعقد ہوئی ہیں اور اس جیسی صورتوں میں بہ اتفاق شہادتوں کا بطلان ہوتا ہے لہٰذا اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ہوگا اور اس لئے کہ سبب سے حکم یعنی ملکیت مراد لی جاتی ہے اور یہاں پر مستحق کی ملکیت کے بغیر قبضہ کرنے والا کے لئے اس کا فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا قبضہ کرنے والا کے لئے صرف سبب کا فیصلہ کرنے والا ہوگا اور یہ صرف سبب کا فیصلہ کرنا ملکیت کے لئے فائدہ نہیں ہے۔

دونوں گواہیوں کا ثمن پر واقع ہونے کا بیان

ثُمَّ لَوْ شَهِدَتِ الْبَيِّنَتَانِ عَلَى نَقْدِ الثَّمَنِ فَالْاَلْفُ بِالْاَلْفِ قِصَاصٌ عِنْدَهُمَا اِذَا اسْتَوَيَا لِوُجُودِ قَبْضٍ مَضْمُونٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، وَاِنْ لَمْ يَشْهَدُوا عَلَى نَقْدِ الثَّمَنِ فَالْقِصَاصُ مَذْهَبُ مُحَمَّدٍ لِلْوُجُوبِ عِنْدَهُ .

وَلَوْ شَهِدَ الْفَرِيقَانِ بِالْبَيْعِ وَالْقَبْضِ تَهَاتَرَتَا بِالْاِجْمَاعِ، لِاَنَّ الْجَمْعَ غَيْرُ مُمْكِنٍ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِجَوَازِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْبَيْعَيْنِ بِخِلَافِ الْاَوَّلِ .

وَاِنْ وَقَّتَتِ الْبَيِّنَتَانِ فِي الْعَقَارِ وَلَمْ تُثْبِتَا قَبْضًا وَوَقْتُ الْخَارِجِ اَسْبَقُ يُقْضَى لِصَاحِبِ الْيَدِ عِنْدَهُمَا فَيُجْعَلُ كَاَنَّ الْخَارِجَ اشْتَرَى اَوَّلًا ثُمَّ بَاعَ قَبْلَ الْقَبْضِ مِنْ صَاحِبِ الْيَدِ، وَهُوَ جَائِزٌ فِي الْعَقَارِ عِنْدَهُمَا .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يُقْضَى لِلْخَارِجِ لِاَنَّهُ لَا يَصِحُّ لَهُ بَيْعُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَبَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ، وَاِنْ اَثْبَتَا قَبْضًا يُقْضَى لِصَاحِبِ الْيَدِ لِاَنَّ الْبَيْعَيْنِ جَائِزَانِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ، وَاِنْ كَانَ وَقْتُ صَاحِبِ الْيَدِ اَسْبَقَ يُقْضَى لِلْخَارِجِ فِي الْوَجْهَيْنِ فَيُجْعَلُ كَاَنَّهُ اشْتَرَاهَا ذُو الْيَدِ وَقَبَضَ ثُمَّ بَاعَ وَلَمْ يُسَلِّمْ اَوْ

سَلَّمَ ثُمَّ وَصَلَ اِلَيْهِ بِسَبَبٍ آخَرَ.

پھر اگر دونوں گواہیاں ثمن کی ادائیگی پر واقع ہوں تو شیخین کے نزدیک الف، ہزار کے بدلے تبادلہ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ جنس اور صفت میں برابر ہوں اس لئے کہ ہر طرف سے قبضہ مضمون موجود ہے اور جب گواہوں نے ثمن کی ادائیگی کی شہادت نہ دی تو تبادلہ والا مذہب امام محمد کا ہے اس لئے کہ امام محمد کے نزدیک ثمن واجب ہوتا ہے۔

اور جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں کے گواہوں نے قبضہ کے ساتھ بیع کی شہادت دی تو با اتفاق شہادت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ امام محمد کے نزدیک جمع کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ دونوں بیع جائز ہیں پہلے کے خلاف اور جب دونوں گواہیاں غیر منقولہ جائداد کے متعلق مورخ بیان کئے گئے اور گواہوں نے قبضہ ثابت نہیں کیا اور خارج کی تاریخ مقدم ہے تو شیخین کے نزدیک قبضہ کرنے والا کے لئے فیصلہ کیا جائے گا اور مسئلہ اس طرح ہوگا کہ خارج نے پہلے قبضہ کرنے والا کو مدعی بہ کو خریدا پھر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ کرنے والا کو بیچ دیا اور بیع قبضہ سے پہلے عقار میں جائز ہے شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک خارج کے حق میں فیصلہ ہوگا اس لئے کہ ان کے نزدیک قبضہ سے پہلے عقار کی بیع جائز نہیں ہے اس لئے مبیع خارج ہی کی ملکیت میں باقی رہ گئی اور جب گواہوں نے قبضہ بھی ثابت کر دیا تو با اتفاق قبضہ کرنے والا کے لئے فیصلہ ہوگا اس لئے کہ دونوں قولوں پر دونوں بیع جائز ہیں اور جب قبضہ کرنے والا کی تاریخ مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں خارج کے لئے فیصلہ کیا جائے گا اور مسئلہ یوں فرض کیا جائے گا کہ قبضہ کرنے والا نے مدعی بہ کو خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو خارج کو بیچ دیا لیکن مبیع اس کے سپرد نہیں کیا یا سپرد کر دیا اور پھر وہ چیز کسی دوسرے سبب سے قبضہ کرنے والا کے پاس آ گئی۔

نصاب شہادت سے اضافہ کا اعتبار نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَاِنْ اَقَامَ اَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ وَالْاٰخَرُ اَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ) لِاَنَّ شَهَادَةَ كُلِّ الشَّاهِدَيْنِ عِلَّةٌ تَامَّةٌ كَمَا فِي حَالَةِ الْاِنْفِرَادِ، وَالتَّرْجِيحُ لَا يَقَعُ بِكَثْرَةِ الْعِلَلِ بَلْ بِقُوَّةٍ فِيهَا عَلٰى مَا عُرِفَ.

قَالَ (وَاِذَا كَانَتْ دَارٌ فِي يَدِ رَجُلٍ ادَّعَاهَا اثْنَانِ اَحَدُهُمَا جَمِيعَهَا وَالْاٰخَرُ نِصْفَهَا وَاَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَلِصَاحِبِ الْجَمِيعِ ثَلَاثَةُ اَرْبَاعِهَا وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ رُبُعُهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ) اعْتِبَارًا بِطَرِيقِ الْمُنَازَعَةِ، فَاِنَّ صَاحِبَ النِّصْفِ لَا يُنَازِعُ الْاٰخَرَ فِي النِّصْفِ فَسَلَّمَ لَهُ بِلَا مُنَازِعٍ وَاسْتَوَتْ مُنَازَعَتُهُمَا فِي النِّصْفِ الْاٰخَرِ فَيُنَصَّفُ بَيْنَهُمَا (وَقَالَا: هِيَ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا) فَاعْتَبَرَا طَرِيقَ الْعَوْلِ وَالْمُضَارَبَةِ، فَصَاحِبُ الْجَمِيعِ يَضْرِبُ بِكُلِّ حَقِّهِ سَهْمَيْنِ وَصَاحِبُ النِّصْفِ بِسَهْمٍ وَاحِدٍ فَتُقْسَمُ اَثْلَاثًا، وَلِهٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ نَظَائِرُ وَاَضْدَادٌ لَا يَحْتَمِلُهَا هٰذَا الْمُخْتَصَرُ وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي الزِّيَادَاتِ.

فرمایا کہ جب ایک مدعی نے دو گواہ پیش کئے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کر دیے تو پھر بھی دونوں برابر ہوں گے اس لئے کہ ہر دو گواہوں کی گواہی علت تامہ ہے جس طرح انفراد کی صورت میں دو کی گواہی علت تامہ ہے اور علت کی زیادتی سے ترجیح نہیں ہوتی بلکہ علت میں قوت کی بناء پر ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے پاس گھر ہو اور دو آدمیوں نے اس کا دعویٰ کر دیا ایک نے پورے گھر کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہی پیش کر دی تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا تھا اس کے لئے تین چوتھائی ہوگا اور جس نے آدھے کا دعویٰ کیا تھا اس کے لئے ایک ربع ہوگا۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور اس کو منازعت پر قیاس کیا گیا ہے لہٰذا آدھے کا دعویٰ کرنے والا آدھے میں دوسرے کا مقابل نہیں ہوگا اس لئے پورے کا دعویٰ کرنے والے کے لئے یہ آدھا منازعت کے علاوہ صحیح سالم ہے اور دوسرے آدھے میں دونوں کا دعویٰ برابر ہے لہٰذا اس کو ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا کر دیا جائے گا۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ گھر ان کے درمیان دو اور ایک یعنی تین تہائی کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا اور انہوں نے اس کو عول اور مضاربت پر قیاس کیا ہے لہٰذا پورے کا دعویٰ کرنے والا اپنا حق دو حصوں میں کر کے لے اور آدھے کا دعویٰ کرنے والا اپنا حق ایک حصے میں کر کے لے گا اور تین تہائی سے تقسیم کریں گے اس مسئلے کے اور بھی بہت سے اضداد، امثال اور نظائر ہیں جن کو اس مختصر سی کتاب میں بیان نہیں کیا جا سکتا اس لئے ہم نے ان کو زیادات میں بیان کر دیا ہے۔

مکان کو دونوں مدعیان کے قبضہ میں ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ كَانَتْ فِي اَيْدِيهِمَا سَلِمَ لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ نِصْفُهَا عَلٰى وَجْهِ الْقَضَاءِ وَنِصْفُهَا لَا عَلٰى وَجْهِ الْقَضَاءِ) لِاَنَّهُ خَارِجٌ فِي النِّصْفِ فَيَقْضِيْ بِبَيِّنَتِهِ، وَالنِّصْفُ الَّذِيْ فِي يَدَيْهِ صَاحِبُهُ لَا يَدَّعِيهِ لِاَنَّ مُدَّعَاهُ النِّصْفُ وَهُوَ فِي يَدِهِ سَالِمٌ لَهُ، وَلَوْ لَمْ يَنْصَرِفْ اِلَيْهِ دَعْوَاهُ كَانَ ظَالِمًا بِاِمْسَاكِهِ وَلَا قَضَاءَ بِدُوْنِ الدَّعْوٰى فَيُتْرَكُ فِي يَدِهِ .

قَالَ (وَاِذَا تَنَازَعَا فِي دَابَّةٍ وَاَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً اَنَّهَا نُتِجَتْ عِنْدَهُ، وَذَكَرَا تَارِيخًا وَسِنُّ الدَّابَّةِ يُوَافِقُ اَحَدَ التَّارِيخَيْنِ فَهُوَ اَوْلٰى) لِاَنَّ الْحَالَ يَشْهَدُ لَهُ فَيَتَرَجَّحُ (وَاِنْ اَشْكَلَ ذٰلِكَ كَانَتْ بَيْنَهُمَا) لِاَنَّهُ سَقَطَ التَّوْقِيتُ فَصَارَ كَاَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا .

وَاِنْ خَالَفَ سِنُّ الدَّابَّةِ الْوَقْتَيْنِ بَطَلَتِ الْبَيِّنَتَانِ، كَذَا ذَكَرَهُ الْحَاكِمُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ ظَهَرَ كَذِبُ الْفَرِيقَيْنِ فَيُتْرَكُ فِي يَدِ مَنْ كَانَتْ فِي يَدِهِ .

قَالَ (وَاِذَا كَانَ عَبْدٌ فِي يَدِ رَجُلٍ اَقَامَ رَجُلَانِ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ اَحَدُهُمَا بِغَصْبٍ وَالْاٰخَرُ بِوَدِيعَةٍ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْاِسْتِحْقَاقِ .

فرمایا کہ جب گھر ان دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو تو پورے کا دعویٰ کرنے والے کو آدھا قضاء کے طور پر دیا جائے

گا اور آدھا قضاء کے علاوہ میں دیا جائے گا اس لئے کہ غیر مقبوضہ نصف کے متعلق وہ خارج ہے لہٰذا اس کے متعلق اس کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا اور وہ آدھا جو اس کے قبضہ میں ہے اس کا شریک اس نصف کا مدعی نہیں ہے اس لئے کہ اس کا دعویٰ صرف آدھے میں ہے اور وہ آدھا اس کے قبضہ میں سالم ہے اور جب اس کا دعویٰ اس آدھے کی طرف نہیں پھیرا جائے گا تو وہ اس کو روک کر ظالم ہو گا اور دعوے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا لہٰذا وہ آدھا پورے کا دعویٰ کرنے والے کے قبضہ میں قضاء کے بغیر دے دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب کسی جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ان میں سے ہر ایک نے اس بات پر گواہی پیش کر دیا کہ یہ جانور میرے پاس پیدا ہوا ہے اور دونوں نے تاریخ بھی بیان کر دی اور ان میں سے ایک کی تاریخ کے ساتھ جانور کی عمر ملتی جلتی ہے تو اس کا گواہی مقدم ہو گا اس لئے کہ ظاہر حال اس کے حق میں شاہد ہے لہٰذا اس کا دعویٰ راجح ہو گا اور جب یہ موافقت مشکل ہو تو وہ جانوران دونوں کے درمیان مشترک ہو گا اس لئے تاریخ سے اس کی تعین ساقط ہو جاتی ہے لہٰذا یہ ایسا ہو گیا جیسے انہوں نے کوئی تاریخ بیان کی ہی نہیں اور اگر جانور کی عمر دونوں کی بیان کردہ تاریخوں سے نہ ملتی ہو تو دونوں گواہیاں ساقط ہو جائیں گی۔

حاکم شہید نے اسی طرح بیان کیا ہے اس لئے کہ فریقین کا جھوٹ اجاگر ہو گیا ہے لہٰذا وہ جانور قابض کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے پاس غلام ہو اور دو آدمیوں نے اس پر گواہی پیش کر دیا ایک نے غصب کا اور دوسرے نے ودیعت کا تو وہ غلام ان دونوں کے درمیان مشترک ہو گا اس لئے کہ وہ دونوں حقدار ہونے میں برابر ہیں۔

فَصْلٌ فِی التَّنَازُعِ بِالْاَیْدِی

﴿یہ فصل قبضہ کے ذریعے منازعت کرنے کے میں ہے﴾

فصل تنازعہ فی قبضہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب گواہی کے سبب سے ثابت ہونے والی ملکیت سے متعلق احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس ملکیت سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس میں قبضہ کے ذریعے ملکیت بہ ظاہر پائی جاتی ہے۔ پس وہ ملکیت جو گواہی کے سبب سے ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ قوی ہے کیونکہ جب گواہی قائم ہو جائے تو کوئی قبضہ کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ لہٰذا سابقہ فصل کو مقدم اور اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۲۱۱، بیروت)

دو آدمیوں کا کسی جانور میں اختلاف ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا تَنَازَعَا فِی دَابَّةٍ اَحَدُهُمَا رَاكِبُهَا وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِلِجَامِهَا فَالرَّاكِبُ اَوْلَی) لِاَنَّ تَصَرُّفَهُ اَظْهَرُ فَاِنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْمِلْكِ (وَكَذٰلِكَ اِذَا كَانَ اَحَدُهُمَا رَاكِبًا فِی السَّرْجِ وَالْآخَرُ رَدِيفُهُ فَالرَّاكِبُ اَوْلَی) بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَا رَاكِبَيْنِ حَيْثُ تَكُونُ بَيْنَهُمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فِی التَّصَرُّفِ (وَكَذَا اِذَا تَنَازَعَا فِی بَعِيرٍ وَعَلَيْهِ حِمْلٌ لِاَحَدِهِمَا فَصَاحِبُ الْحِمْلِ اَوْلَی) لِاَنَّهُ هُوَ الْمُتَصَرِّفُ (وَكَذَا اِذَا تَنَازَعَا فِی قَمِيصٍ اَحَدُهُمَا لَابِسُهُ وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِكُمِّهِ فَاللَّابِسُ اَوْلَی) لِاَنَّهُ اَظْهَرُهُمَا تَصَرُّفًا (وَلَوْ تَنَازَعَا فِی بِسَاطٍ اَحَدُهُمَا جَالِسٌ عَلَيْهِ وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِهِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) مَعْنَاهُ لَا عَلٰی طَرِيقِ الْقَضَاءِ لِاَنَّ الْقُعُودَ لَيْسَ بِيَدٍ عَلَيْهِ فَاسْتَوَيَا .

قَالَ : (وَاِذَا كَانَ ثَوْبٌ فِی يَدِ رَجُلٍ وَطَرَفٌ مِنْهُ فِی يَدِ آخَرَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لِاَنَّ الزِّيَادَةَ مِنْ جِنْسِ الْحُجَّةِ فَلَا تُوجِبُ زِيَادَةً فِی الِاسْتِحْقَاقِ .

فرمایا کہ جب کسی جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے اس طرح جھگڑا کیا کہ ان میں سے ایک سوار ہو اور دوسرا لگام پکڑے ہوئے ہو تو سوار اس کا زیادہ مستحق ہوگا اس لئے کہ اس کا تصرف زیادہ ہے کیونکہ رکوب ملکیت کے ساتھ مختص ہے ایسے ہی جب ایک شخص زین میں سوار ہو اور دوسرا اس کا ردیف ہو تو زین والا آدمی افضل ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جب دونوں زین پر سوار ہوں تو وہ جانور ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اس لئے کہ تصرف میں دونوں برابر ہیں اسی طرح جب کسی اونٹ کے

بارے میں اس طرح اختلاف کیا کہ ان میں سے ایک کا اس پر سامان لدا ہوا تھا اور دوسرے کا اس پر پانی کا کوزہ تھا تو جس کا سامان لدا ہوا ہوگا وہ افضل ہوگا اس لئے کہ اس کو ہی متصف سمجھا جائے گا۔

اسی طرح جب کسی قمیص کے بارے میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا ایک شخص اس کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرے نے اس کی آستین کو پکڑا ہوا ہو تو پہننے والا افضل ہوگا اس لئے کہ اس کا تصرف زیادہ ہے۔

جب دو آدمیوں نے کسی بستر کے بارے میں اختلاف کیا اور ان میں سے ایک اس پر بیٹھا ہوا اور دوسرا اس کو پکڑے ہوئے ہو تو بستر ان میں مشترک ہوگا یعنی قضاء مشترک نہیں ہوگا اس لئے کہ اس پر بیٹھنا قبضہ کی دلیل نہیں ہے اس لئے دونوں برابر ہوں گے۔

فرمایا کہ جب ایک آدمی کی قبضہ میں کپڑا ہوا اور اس کا ایک کنارہ دوسرے آدمی کے قبضہ میں ہو تو وہ ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اس لئے کہ جو زیادتی ہے وہ دلیل کی ہی جنس ہے لہٰذا یہ زیادتی استحقاق کے زیادہ ہونے کی موجب نہیں ہوگی۔

ترجمانی کرنے والے مقبوضہ بچے کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ صَبِيٌّ فِي يَدِ رَجُلٍ وَهُوَ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ فَقَالَ : أَنَا حُرٌّ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ (وَلَوْ قَالَ أَنَا عَبْدٌ لِفُلَانٍ فَهُوَ عَبْدٌ لِلَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ) لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِأَنَّهُ لَا يَدَ لَهُ حَيْثُ أَقَرَّ بِالرِّقِّ (وَإِنْ كَانَ لَا يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ فَهُوَ عَبْدٌ لِلَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ) لِأَنَّهُ لَا يَدَ لَهُ عَلَى نَفْسِهِ لَمَّا كَانَ لَا يُعَبِّرُ عَنْهَا وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَتَاعِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ يُعَبِّرُ، فَلَوْ كَبِرَ وَادَّعَى الْحُرِّيَّةَ لَا يَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِأَنَّهُ ظَهَرَ الرِّقُّ عَلَيْهِ فِي حَالِ صِغَرِهِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے قبضہ میں بچہ ہو اور وہ اپنی ترجمانی کر سکتا ہو اور وہ یہ کہے کہ میں آزاد ہوں تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اپنی ذات کا خود مالک ہے اور جب اس نے یہ کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں تو وہ اس آدمی کا غلام ہوگا تو وہ اس آدمی کا ہی غلام ہوگا جو اس پر قابض ہے اس لئے کہ اس نے رقیت کا اقرار کر کے یہ اقرار کر لیا ہے کہ اس کا ذاتی قبضہ نہیں ہے اور جب وہ بچہ اپنی ترجمانی نہ کر سکتا ہو تو وہ اس آدمی کا غلام ہوگا جس کے قبضہ میں ہوگا کیونکہ اس کا اپنی ذات پر قبضہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی ترجمانی پر قادر نہیں ہے اور وہ سامان کے حکم میں ہے اس صورت کے خلاف کہ جب وہ اپنی ترجمانی کرنے پر قادر ہو پھر وہ بچہ بڑا ہو کر اپنی آزادی کا دعویٰ کرے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کے بچپن میں اس پر رقیت طاری ہو چکی ہے۔

متصل دیوار و شتہیر کے سبب اختلاف ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ الْحَائِطُ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ جُذُوعٌ أَوْ مُتَّصِلٌ بِبِنَائِهِ وَلِآخَرَ عَلَيْهِ هَرَادِيٌّ فَهُوَ لِصَاحِبِ الْجُذُوعِ وَالِاتِّصَالِ، وَالْهَرَادِيُّ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ) لِأَنَّ صَاحِبَ الْجُذُوعِ صَاحِبُ اسْتِعْمَالٍ وَالْآخَرُ صَاحِبُ تَعَلُّقٍ فَصَارَ كَدَابَّةٍ تَنَازَعَا فِيهَا وَلِأَحَدِهِمَا حِمْلٌ عَلَيْهَا وَلِلْآخَرِ

تُوزٌ مُعَلَّقٌ بِهَا، وَالْمُرَادُ بِالْاِتِّصَالِ مُدَاخَلَةُ لَبِنِ جِدَارِهِ فِيْهِ وَلَبِنِ هٰذَا فِي جِدَارِهِ وَقَدْ يُسَمّٰى اِتِّصَالَ تَرْبِيْعٍ، وَهٰذَا شَاهِدٌ ظَاهِرٌ لِصَاحِبِهِ لِاَنَّ بَعْضَ بِنَائِهِ عَلٰى بَعْضِ بِنَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ.
وَقَوْلُهُ الْهَرَادِيُّ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ لِلْهَرَادِيِّ اَصْلًا، وَكَذَا الْبَوَارِي لِاَنَّ الْحَائِطَ لَا تُبْنٰى لَهَا اَصْلًا حَتّٰى لَوْ تَنَازَعَا فِي حَائِطٍ وَلِاَحَدِهِمَا عَلَيْهِ هَرَادِيٌّ وَلَيْسَ لِلْاٰخَرِ عَلَيْهِ شَيْءٌ فَهُوَ بَيْنَهُمَا.

فرمایا کہ جب کسی آدمی کی دیوار میں شہتیر ہو یا دیوار اس کی عمارت سے ملی ہوئی ہو اور اس پر دوسرے کے تختے لگے ہوئے ہوں تو وہ دیوار شہتیر اور اتصال والے کی ہوگی اور تختوں کا اعتبار نہیں ہوگا اس لئے کہ شہتیر والا اس دیوار کو استعمال کرنے والا ہے اور دوسرا شخص تعلق والا ہے تو یہ ایسا ہوگیا جیسے ایک جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے اختلاف کیا ہو اور ان میں سے ایک کا جانور پر سامان ہو اور دوسرے کا کوزہ ہو اور اتصال کا مطلب یہ ہے اس آدمی کی دیوار کی اینٹیں دوسرے آدمی کی دیوار کی اینٹوں لگائی گئی ہوں اور اس اتصال کو اتصال تربیع بھی کہا جاتا ہے یہ اتصال تعمیر کے مالک کے حق میں ظاہری گواہ ہوتا ہے اس لئے کہ عمارت کے مالک کی کچھ عمارت اس کی دیوار کے حصے میں داخل ہوتی ہے اور ماتن کا قول الھر ادی لیست بشی ء اس بات کی دلیل ہے کہ تختوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہی حکم بوریہ اور چٹائی کا بھی ہے اس لئے کہ دیواران کے لئے نہیں بنائی جاتی حتی کہ وہ لوگ کسی ایسی دیوار کے بارے میں جھگڑا کریں جس پر ان میں سے کسی ایک کے تختے ہوں اور دوسرے کا کچھ نہ ہو تو وہ دیوار ان کے درمیان مشترک ہوگی۔

تعدد شہتیروں کے سبب اشتراک دیوار ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَيْهِ جُذُوعٌ ثَلَاثَةٌ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) لِاسْتِوَائِهِمَا وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْاَكْثَرِ مِنْهَا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ وَاِنْ كَانَ جُذُوعُ اَحَدِهِمَا اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةٍ فَهُوَ لِصَاحِبِ الثَّلَاثَةِ وَلِلْاٰخَرِ مَوْضِعُ جِذْعِهِ) فِي رِوَايَةٍ، وَفِي رِوَايَةٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا تَحْتَ خَشَبَتِهِ، ثُمَّ قِيْلَ مَا بَيْنَ الْخَشَبِ بَيْنَهُمَا، وَقِيْلَ عَلٰى قَدْرِ خَشَبِهِمَا، وَالْقِيَاسُ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لِاَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِالْكَثْرَةِ فِي نَفْسِ الْحُجَّةِ.
وَجْهُ الثَّانِي اَنَّ الْاِسْتِعْمَالَ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ بِقَدْرِ خَشَبَتِهِ. وَوَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ الْحَائِطَ يُبْنٰى لِوَضْعِ كَثِيْرِ الْجُذُوْعِ دُوْنَ الْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰى فَكَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لِصَاحِبِ الْكَثِيْرِ، اِلَّا اَنَّهُ يَبْقٰى لَهُ حَقُّ الْوَضْعِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ فِي اسْتِحْقَاقِ يَدِهِ

اور جب مدعیوں میں سے ہر ایک کے اس دیوار پر تین تین شہتیر ہوں تو وہ دیوار ان کے درمیان مشترک ہوگی اس

لئے کہ وہ مستحق ہونے کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور تین کے بعد زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جب ان میں سے کسی آدمی کے شہتیر تین سے کم ہوں تو دیوار تین والے کو ملے گی اور دوسرے کو اپنی شہتیر رکھنے کی جگہ ملے گی اور ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو لکڑی رکھنے کی جگہ ملے گی پھر ایک قول یہ بھی ہے کہ دو شہتیروں کے درمیان جو جگہ ہوگی وہ ان کے درمیان مشترک ہوگی اور آخری قول یہ ہے کہ ان کو ان کی لکڑیوں کی مقدار جگہ ملے گی قیاس یہ ہے کہ وہ دیوار ان دونوں کے درمیان مشترک ہو اس لئے کہ نفس حجت میں کثرت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا اور دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی لکڑی کی مقدار متصرف ہے پہلے قول کا سبب یہ ہے کہ دیوار کئی شہتیر رکھنے کے لئے بنائی جاتی ہے ایک دو شہتیر رکھنے کے لئے نہیں بنائی جاتی لہٰذا ظاہر حال کثیر والے کے حق میں شاہد ہوگا لیکن دوسرے کو شہتیر رکھنے کا حق دیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر حال اس دوسرے کے قبضہ کے استحقاق کے حوالے سے حجت نہیں ہے۔

اتصال دیوار سے شہتیر کا زیادہ حقدار ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ لِأَحَدِهِمَا جُذُوعٌ وَلِلْآخَرِ اتِّصَالٌ فَالْأَوَّلُ أَوْلَى) وَيُرْوَى الثَّانِي أَوْلَى. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ لِصَاحِبِ الْجُذُوعِ التَّصَرُّفَ وَلِصَاحِبِ الْاِتِّصَالِ الْيَدُ وَالتَّصَرُّفُ أَقْوَى. وَجْهُ الثَّانِي أَنَّ الْحَائِطَيْنِ بِالْاِتِّصَالِ يَصِيرَانِ كَبِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ ضَرُورَةِ الْقَضَاءِ لَهُ بِبَعْضِهِ الْقَضَاءُ بِكُلِّهِ ثُمَّ يَبْقَى لِلْآخَرِ حَقُّ وَضْعِ جُذُوعِهِ لِمَا قُلْنَا، وَهَذِهِ رِوَايَةُ الطَّحَاوِيِّ وَصَحَّحَهَا الْجُرْجَانِيُّ.

جب ایک مدعی کا شہتیر ہو اور دوسرے کا اتصال ہو تو شہتیر والا زیادہ حق دار ہوگا ایک روایت یہ ہے کہ اتصال والا افضل ہوگا پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ شہتیر والا اس دیوار میں متصرف ہے اور اتصال والا اس پر قابض ہے اور تصرف زیادہ قوی ہوتا ہے دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ اتصال کی وجہ سے دونوں دیواریں ایک ہی عمارت کی طرح ہیں اور صاحب اتصال کے بعض دیوار کے فیصلہ کرنے سے بداہۃ اس کیلئے کل کا فیصلہ ہوگا اور شہتیر والے کو شہتیر رکھنے کا حق ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے یہ امام طحاوی کی روایت ہے اور علامہ جرجانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

مشترکہ گھر میں مختلف کمروں پر قبضہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَتْ دَارٌ مِنْهَا فِي يَدِ رَجُلٍ عَشَرَةُ أَبْيَاتٍ وَفِي يَدِ آخَرَ بَيْتٌ فَالسَّاحَةُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي اسْتِعْمَالِهَا وَهُوَ الْمُرُورُ فِيهَا.

قَالَ: (وَإِذَا ادَّعَى رَجُلَانِ أَرْضًا) يَعْنِي يَدَّعِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا (أَنَّهَا فِي يَدِهِ لَمْ يَقْضِ أَنَّهَا فِي يَدِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَتَّى يُقِيمَا الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا فِي أَيْدِيهِمَا) لِأَنَّ الْيَدَ فِيهَا غَيْرُ مُشَاهَدَةٍ لِتَعَذُّرِ إِحْضَارِهَا وَمَا غَابَ عَنْ عِلْمِ الْقَاضِي فَالْبَيِّنَةُ تُثْبِتُهُ وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ جُعِلَتْ فِي يَدِهِ) لِقِيَامِ الْحُجَّةِ لِأَنَّ الْيَدَ حَقٌّ مَقْصُودٌ (وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ جُعِلَتْ فِي أَيْدِيهِمَا) لِمَا بَيَّنَّا فَلَا يَسْتَحِقُّ

لِأَحَدِهِمَا مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ (وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا قَدْ لَبِنَ فِي الْأَرْضِ أَوْ بَنَى أَوْ حَفَرَ فَهِيَ فِي يَدِهِ) لِوُجُودِ التَّصَرُّفِ وَالِاسْتِعْمَالِ فِيهَا .

فرمایا کہ جب ایسا گھر ہو جس کے دس کمرے ایک کے قبضہ میں ہوں اور ایک کمرہ دوسرے کے قبضہ میں ہو تو اس کا صحن دونوں میں آدھا آدھا مشترک ہوگا اس لئے کہ اس صحن کے استعمال یعنی گذرنے میں دونوں برابر ہیں۔

فرمایا کہ جب کسی زمین کے بارے میں دو آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کے قبضہ میں ہے تو ان میں سے کسی کے حق میں بھی اس زمین کے قبضہ کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دونوں اس بات پر گواہی پیش کریں کہ وہ زمین ان کے قبضہ میں ہے اس لئے کہ زمین کا قبضہ ظاہری طور پر معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کو حاضر کرنا مشکل ہے اور جو چیز قاضی کی معلومات سے غائب ہو اس کو گواہی ثابت کرتی ہے۔

اور جب ان میں سے ایک آدمی نے گواہی پیش کردی تو وہ زمین اس کے قبضہ میں دے دی جائے گی اس لئے کہ دلیل قائم ہو چکی ہے کیونکہ قبضہ حق مقصود ہے اور جب دونوں نے گواہی پیش کردی تو وہ زمین ان دونوں کو دے دی جائے گی اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا حجت کے بغیر کسی کو اس کا مستحق نہیں قرار دیا جائے گا اور جب ایک مدعی نے اس زمین میں کچھ اینٹیں لگا دیں یا عمارت بنوالی یا کنواں کھدوالیا تو وہ زمین اس کے قبضہ میں ہی ہوگی اس لئے کہ اس میں اس شخص کا تصرف اور استعمال موجود ہے۔

بَابُ دَعْوَی النَّسَبِ

﴿یہ باب دعویٰ نسب کے بیان میں ہے﴾

باب دعویٰ نسب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اموال میں ہونے والے دعووں کو پہلے ذکر کیا ہے کیونکہ اموال میں دعووں کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے۔لہٰذا ان کو پہلے کرنا ضروری تھا۔جبکہ نسب میں دعووں کا ہونا یہ اس کی بہ نسبت بہت کم ہے لہٰذا اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۴۳۰، بیروت)

نسب کے مؤثر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے، اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔

(المسند لاحمد بن حنبل، ج ۲، ص ۵۳۹، اتحاف السادۃ، از امام زبیدی، ج ۱، ص ۲۷)

زانی کے لئے نسب ثابت نہ ہونے میں فقہی مذاہب

مسلم شریف میں نبی ﷺ سے حدیث مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (بچہ بستر والے (یعنی خاوند) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں)۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عاھر زانی کو کہتے ہیں، زانی کے لیے پتھر ہیں کا معنی یہ ہے کہ: اسے ذلت ورسوائی ملے گی اور بچے میں اس کا کوئی حق نہیں۔

اور عرب عادتا یہ کہتے تھے کہ: اس کے لیے پتھر ہیں، اور اس سے وہ معنی یہ لیتے تھے کہ اس سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ نہیں ملے گا۔

زنا سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔مندرجہ بالا حدیث (بچہ بستر والے کا اور زانی کے لیے پتھر ہیں) کی بنا پر فقہاء کا کہنا ہے کہ ولدزنا کا نسب ثابت نہیں ہوتا، یعنی زنا سے پیدا شدہ بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے زانی سے ملحق کیا جائے گا۔

ولدزنا کے عدم نسب میں فقہاء کرام کے اقوال

اول: حافظ ابن حزم الظاہری کا قول ہے کہ نبی ﷺ نے (زانی کے لیے پتھر ہیں) کے الفاظ کہہ کر زانی سے اولاد کی نفی کردی

ہے، تو زانی پر حد ہے اور بچے کا الحاق زانی کے ساتھ نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر عورت بچہ جنتی ہے تو اسے ماں کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا مرد کی طرف نہیں۔

اور اسی طرح وہ اپنی ماں کا اور ماں اس کی وارث ہوگی اس لیے کہ لعان میں نبی ﷺ نے بچہ عورت سے ملحق کیا اور مرد سے اس کی نفی کر دی۔

دوم: فقہ مالکیہ میں ہے کہ: زانی کا پانی فاسد ہے اس لیے بچہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔

سوم: فقہ حنفی میں ہے کہ: ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ اس نے آزاد عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہ بچہ اس کے زنا سے پیدا شدہ ہے اور عورت بھی اس کی تصدیق کر دے تو پھر بھی نسب ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے (خاوند) کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) تو یہاں پر فراش اور بستر تو زانی کا ہے ہی نہیں اور نبی ﷺ نے زانی کا حصہ تو صرف پتھر قرار دیے ہیں، تو اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ نسب میں زانی کا کوئی حصہ نہیں۔

زنا سے پیدا شدہ بچے کا الحاق زانیہ عورت سے ہوگا

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ولد زنا کا الحاق زانی سے نہیں ہو سکتا بلکہ جس زانی عورت نے اسے جنا ہے اس کے ساتھ ہی اس کا الحاق ہوگا، امام سرخسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "المبسوط" میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد نے یہ اعتراف کیا کہ اس نے آزاد عورت سے زنا کیا اور یہ اس کے زنا کا بیٹا ہے اور عورت نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو نسب اس سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) اور زانی کا بستر نہیں۔ اور اگر ان دائی نے اس کی ولادت کی گواہی دے دی تو اس کی وجہ سے بچے کا عورت کے ساتھ نسب ثابت ہوگا لیکن مرد سے نہیں۔

عورت کے ساتھ نسب کا ثبوت تو بچے کی ولادت ہے جو کہ دائی کی گواہی سے ظاہر ہوا ہے، اس لیے کہ عورت سے بچے کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا لہٰذا عورت سے بچے کا نسب ثابت ہو گیا۔

زانی مرد کا زنیہ عورت سے شادی کرنا اور بچے کے نسب میں اس کی اثر اندازی:

فقہ حنفیہ کی کتاب فتاوی ھندیہ میں میں ہے کہ: اگر کسی نے عورت سے زنا کیا تو وہ حاملہ ہو گئی پھر اس نے اسی عورت سے شادی کر لی تو اس نے اگر تو چھ یا چھ سے زیادہ ماہ کی مدت میں بچا جنا تو اس سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اور اگر چھ ماہ سے قبل پیدائش ہو جائے تو پھر نسب ثابت نہیں ہوگا۔

لیکن اگر وہ اس کا اعتراف کرے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے اور یہ نہ کہے کہ وہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے، لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ وہ میرے زنا سے ہی پیدا ہوا ہے تو اس طرح نہ تو نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وہ اس کا وارث بنے گا۔

اوعلامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالی نے "المغنی" میں ذکر کیا ہے کہ جمہور علماء کے قول کے مطابق لعان کرنے والی عورت کے بچے کو لعان کرنے والا جب اپنے خاندان میں ملانا چاہے تو اسے اس کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا، لیکن ولد زنا کو زانی سے ملحق نہیں جائے گا، یعنی جب زانی ولد زنا کو اپنے ساتھ ملانا چاہے تو اسے زانی کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ مالکی کہتے ہیں۔ کہ جاہلیت میں عادت تھی کہ زنا سے نسب کا الحاق کیا جاتا تھا، اور وہ لوگ زنا کے لیے لونڈیاں کرائے پر حاصل کرتے تھے اور ماں جس کا اعتراف کر لیتی بچہ اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا، اور اسلام نے آ کر اسے باطل قرار دیا اور بچے کو شرعی بستر والے کی طرف منسوب کر دیا، اور جب عبد بن زمعہ اور سعد بن ابی وقاص کا آپس میں تنازع پیدا ہوا اور سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عتبہ کی وصیت پر دور جاہلیت کے طریقہ پر عمل کرنا چاہا اور انہیں اسلام میں اس کے باطل ہونے کا علم نہ ہوا اور نہ ہی جاہلیت میں اس کی نسبت عتبہ کی طرف ہو سکی یا تو اس کا سبب عدم دعویٰ تھا، یا پھر بچے کی ماں نے عتبہ کا ہونے کا اعتراف نہ کیا، اور عبد بن زمعہ نے یہ دلیل لی کہ وہ اس کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ اور وہ سب اس پر جمع ہیں کہ جب بچہ کسی آدمی کے بستر پر پیدا ہو اور دوسرا شخص اس کا دعویٰ کرے کہ وہ بچہ میرا ہے تو وہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔ (المغنی (228/6))

باندی کی بیع ہو جانے کے بچہ جننے کا بیان

(وَإِذَا بَاعَ جَارِيَةً فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ) فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ بَاعَ فَهُوَ ابْنُ الْبَائِعِ وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ (وَفِي الْقِيَاسِ هُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ دَعْوَتُهُ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ الْبَيْعَ اعْتِرَافٌ مِنْهُ بِأَنَّهُ عَبْدٌ فَكَانَ فِي دَعْوَاهُ مُنَاقِضًا وَلَا نَسَبَ بِدُونِ الدَّعْوَى .وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ اتِّصَالَ الْعُلُوقِ بِمِلْكِهِ شَهَادَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى كَوْنِهِ مِنْهُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ الزِّنَا .وَمَبْنَى النَّسَبِ عَلَى الْخَفَاءِ فَيُعْفَى فِيهِ التَّنَاقُضُ، وَإِذَا صَحَّتْ الدَّعْوَى اسْتَنَدَتْ إلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ بَاعَ أُمَّ وَلَدِهِ فَيُفْسَخُ الْبَيْعُ لِأَنَّ بَيْعَ أُمِّ الْوَلَدِ لَا يَجُوزُ (وَيُرَدُّ الثَّمَنُ) لِأَنَّهُ قَبَضَهُ بِغَيْرِ حَقٍّ (وَإِنْ ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مَعَ دَعْوَةِ الْبَائِعِ أَوْ بَعْدَهُ فَدَعْوَةُ الْبَائِعِ أَوْلَى) لِأَنَّهَا أَسْبَقُ لِاسْتِنَادِهَا إلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ وَهَذِهِ دَعْوَةُ اسْتِيلَادٍ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْبَيْعِ لَمْ تَصِحَّ دَعْوَةُ الْبَائِعِ) لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ اتِّصَالُ الْعُلُوقِ بِمِلْكِهِ تَيَقُّنًا وَهُوَ الشَّاهِدُ وَالْحُجَّةُ (إلَّا إذَا صَدَّقَهُ الْمُشْتَرِي) فَيَثْبُتُ النَّسَبُ وَيُحْمَلُ عَلَى الِاسْتِيلَادِ بِالنِّكَاحِ، وَلَا يَبْطُلُ الْبَيْعُ لِأَنَّا تَيَقَّنَّا أَنَّ الْعُلُوقَ لَمْ يَكُنْ فِي مِلْكِهِ فَلَا يَثْبُتُ حَقِيقَةُ الْعِتْقِ وَلَا حَقُّهُ، وَهَذِهِ دَعْوَةُ تَحْرِيرٍ وَغَيْرُ الْمَالِكِ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے باندی کو بیچا پھر اس نے بچہ جنا اور بیچنے والے نے اس کا دعویٰ کر دیا تو اگر بیع کے دن سے چھ ماہ سے کم میں اگر باندی نے بچہ جنا ہو تو وہ بچہ بیچنے والا کا ہوگا اور اس کی ماں بیچنے والے کی ام ولد ہوگی قیاس میں اس کا دعویٰ باطل ہوگا۔

حضرت امام زفر اور حضرت امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ بیچنے والا کا بیع کرنا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ بچہ اس کا غلام ہے لہٰذا اس کے دعویٰ میں تناقض ہو گیا اور دعویٰ کے بغیر نسب ثابت نہیں ہوتا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والے کی ملکیت سے علوق کا اتصال اس امر کی واضح شہادت ہے کہ وہ بچہ اس کا ہے اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہا یک مسلمان زنا نہیں کرے گا اور نسب کا مدار پوشیدگی پر ہے لہٰذا اس میں تناقض ہو سکتا ہے اور جب بیچنے والا کا دعویٰ صحیح ہے تو یہ دعویٰ وقت علوق کی طرف منسوب ہوگا اور یہ واضح ہو جائے گا کہ بیچنے والے نے اپنی ام ولد کو بیچا ہے اس لئے بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اس لئے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہے اور بیچنے والا ثمن کا واپس کرے گا اس لئے کہ اس نے ناحق ثمن پر قبضہ کیا ہے۔

اور جب بیع کے دو سال بعد باندی نے بچہ جنا تو بیچنے والا کا دعویٰ درست نہیں ہوگا اس لئے کہ یقینی طور پر علوق بیچنے والے کی ملکیت سے متصل نہیں ہے جبکہ علوق کا اتصال ہی دلیل اور حجت ہے مگر یہ کہ بیچنے والا خریدار کی تصدیق کر دے تو بیچنے والا سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اس کو استیلاد بالنکاح پر محمول کیا جائے گا اور بیع باطل نہیں ہوگی اس لئے کہ ہم کو یہ یقین ہے کہ علوق بیچنے والے کی ملکیت میں نہیں ہوا ہے۔

لہٰذا نہ تو آزادی کی حقیقت ثابت ہوگی اور نہ ہی آزادی کا حق ثابت ہوگا اور یہ دعویٰ تحریر کا دعویٰ ہوگا اور غیر مالک تحریر کے دعویٰ کا اہل نہیں ہوتا۔

وقت بیع سے چھ ماہ سے زائد پر جنم دینے کا بیان

(وَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ لِاَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مِنْ وَقْتِ الْبَيْعِ وَلِاَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ لَمْ تُقْبَلْ دَعْوَةُ الْبَائِعِ فِيْهِ اِلَّا اَنْ يُصَدِّقَهُ الْمُشْتَرِي) لِاَنَّهُ احْتَمَلَ اَنْ لَا يَكُونَ الْعُلُوقُ فِي مِلْكِهِ فَلَمْ تُوجَدْ الْحُجَّةُ فَلَا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِهِ، وَاِذَا صَدَّقَهُ يَثْبُتُ النَّسَبُ وَيَبْطُلُ الْبَيْعُ وَالْوَلَدُ حُرٌّ وَالْاُمُّ اُمُّ وَلَدٍ لَهُ كَمَا فِي الْمَسْاَلَةِ الْاُولٰى لِتَصَادُقِهِمَا وَاحْتِمَالِ الْعُلُوقِ فِي الْمِلْكِ .

📖 اور جب اس نے بیع کے وقت سے چھ ماہ سے زائد میں اور دو سال سے کم مدت میں بچہ جنا تو نسب کے متعلق بیچنے والا کا دعویٰ مقبول نہیں ہوگا مگر یہ کہ خریدار اس کی تصدیق کر دے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ علوق بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہوا ہو اور اس حوالے سے جیسا کہ کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا خریدار کی تصدیق ضروری ہے اور جب خریدار نے تصدیق کر دی تو نسب ثابت ہو جائے گا بیع باطل ہو جائے گی اور یہ بچہ آزاد ہوگا اور اس کی ماں بیچنے والے کی ام ولد ہوگی جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہے اس لئے کہ بیچنے والا اور خریدار نے ایک دوسرے کی تصدیق کر دی ہے اور یہ احتمال تو ہے ہی کہ علوق بیچنے والے کی ملکیت میں ہوا ہوگا۔

چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنم دینے پر عدم استیلاد کا بیان

(فَاِنْ مَاتَ الْوَلَدُ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَاءَ تْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتْ الِاسْتِيلَادُ فِي الْاُمِّ) لِاَنَّهَا تَابِعَةٌ لِلْوَلَدِ وَلَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِعَدَمِ حَاجَتِهِ اِلٰى ذٰلِكَ فَلَا يَتْبَعُهُ اسْتِيلَادُ

الْاُمِّ (وَاِنْ مَاتَتِ الْاُمُّ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَاءَ تْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ يَثْبُتُ النَّسَبُ فِي الْوَلَدِ وَاَخَذَهُ الْبَائِعُ) ؛ لِاَنَّ الْوَلَدَ هُوَ الْاَصْلُ فِي النَّسَبِ فَلَا يَضُرُّهُ فَوَاتُ التَّبَعِ، وَاِنَّمَا كَانَ الْوَلَدُ اَصْلًا لِاَنَّهَا تُضَافُ اِلَيْهِ يُقَالُ اُمُّ الْوَلَدِ، وَتَسْتَفِيدُ الْحُرِّيَّةَ مِنْ جِهَتِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَعْتَقَهَا وَلَدُهَا) وَالثَّابِتُ لَهَا حَقُّ الْحُرِّيَّةِ وَلَهُ حَقِيْقَتُهَا، وَالْاَدْنٰى يَتْبَعُ الْاَعْلٰى (وَيَرُدُّ الثَّمَنَ كُلَّهُ فِي قَوْلِ اَبِي حَنِيْفَةَ .

وَقَالَا : يَرُدُّ حِصَّةَ الْوَلَدِ وَلَا يَرُدُّ حِصَّةَ الْاُمِّ) لِاَنَّهُ تَبَيَّنَ اَنَّهُ بَاعَ اُمَّ وَلَدِهٖ، وَمَالِيَّتُهَا غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ فِي الْعَقْدِ وَالْغَصْبِ فَلَا يَضْمَنُهَا الْمُشْتَرِي، وَعِنْدَهُمَا مُتَقَوِّمَةٌ فَيَضْمَنُهَا .

فرمایا کہ جب بچہ فوت گیا اور بیچنے والے نے اس کے نسب کا دعویٰ کر دیا جبکہ باندی نے اس کو چھ ماہ سے کم مدت میں جنا ہو تو ماں میں استیلاد ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ بچہ تابع ہے اور موت کے بعد اس کا نسب ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ موت کے بعد نسب کے ثبوت کی ضرورت ہی نہیں رہی لہٰذا استیلاد کو اس کے تابع نہیں کیا جائے گا اور جب ماں مرگئی اور بیچنے والے نے نسب کا دعویٰ کر دیا اور ماں نے چھ ماہ سے کم میں وہ بچہ جنا تھا تو بچے میں نسب ثابت ہو جائے گا اور بیچنے والا اس کو لے لے گا اس لئے کہ نسب کے معاملے میں ولد ہی اصل ہے لہٰذا تبع کا فوت ہونا اس کے لئے نقصان دے نہیں ہے اور ولد اس وجہ سے اصل ہے کہ ماں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اس کو ام ولد بولا جاتا ہے اور وہ ماں اسی ولد سے حریت حاصل کرتی ہے لہٰذا آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس باندی کو اس کے بچے نے آزاد کر دیا اور ماں کے لئے حریت کا حق ثابت ہوتا ہے جب کہ بچے کے لئے حریت کی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور ادنیٰ اعلیٰ کا تابع ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک بیچنے والا پورا ثمن واپس کرے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ صرف لڑکے کے حصے کا ثمن واپس کرے گا اور ماں کے حصے کا ثمن واپس نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ واضح ہو گیا کہ اس نے اپنی ام ولد کو بیچا ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک عقد اور غصب میں ام ولد کی مالیت متقوم نہیں ہے لہٰذا خریدار اس کا ضامن نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک خریدار اس کی مالیت کا ضامن ہوگا۔

ولد کے اصل اور ماں کے تابع ہونے کا بیان

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : وَاِذَا حَمَلَتِ الْجَارِيَةُ فِي مِلْكِ رَجُلٍ فَبَاعَهَا فَوَلَدَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَادَّعَى الْبَائِعُ الْوَلَدَ وَقَدْ اَعْتَقَ الْمُشْتَرِي الْاُمَّ فَهُوَ ابْنُهُ يَرُدُّ عَلَيْهِ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ .

وَلَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي اِنَّمَا اَعْتَقَ الْوَلَدَ فَدَعْوَاهُ بَاطِلَةٌ .وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ الْاَصْلَ فِي هٰذَا الْبَابِ الْوَلَدُ، وَالْاُمُّ تَابِعَةٌ لَهُ عَلٰى مَا مَرَّ .وَفِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ قَامَ الْمَانِعُ مِنَ الدَّعْوَةِ وَالْاِسْتِيلَادِ وَهُوَ الْعِتْقُ فِي التَّبَعِ وَهُوَ الْاُمُّ فَلَا يَمْتَنِعُ ثُبُوتُهُ فِي الْاَصْلِ وَهُوَ الْوَلَدُ، وَلَيْسَ مِنْ ضَرُوْرَاتِهٖ .كَمَا

فِي وَلَدِ الْمَغْرُوْرِ فَإِنَّهُ حُرٌّ وَأُمُّهُ أَمَةٌ لِمَوْلَاهَا، وَكَمَا فِي الْمُسْتَوْلَدَةِ بِالنِّكَاحِ.

وَفِي الْفَصْلِ الثَّانِي قَامَ الْمَانِعُ بِالْأَصْلِ وَهُوَ الْوَلَدُ فَيَمْتَنِعُ ثُبُوْتُهُ فِيْهِ وَفِي التَّبَعِ، وَإِنَّمَا كَانَ الْإِعْتَاقُ مَانِعًا لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ كَحَقِّ اسْتِلْحَاقِ النَّسَبِ وَحَقِّ الْإِسْتِيْلَادِ فَاسْتَوَيَا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، ثُمَّ الثَّابِتُ مِنَ الْمُشْتَرِي حَقِيْقَةُ الْإِعْتَاقِ وَالثَّابِتُ فِي الْأُمِّ حَقُّ الْحُرِّيَّةِ، وَفِي الْوَلَدِ لِلْبَائِعِ حَقُّ الدَّعْوَةِ وَالْحَقُّ لَا يُعَارِضُ الْحَقِيْقَةَ، وَالتَّدْبِيْرُ بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ وَقَدْ ثَبَتَ بِهِ بَعْضُ آثَارِ الْحُرِّيَّةِ.

وَقَوْلُهُ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ يَرُدُّ عَلَيْهِ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ قَوْلُهُمَا وَعِنْدَهُ يَرُدُّ بِكُلِّ الثَّمَنِ هُوَ الصَّحِيْحُ كَمَا ذَكَرْنَا فِي فَصْلِ الْمَوْتِ.

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی کی ملکیت میں باندی حاملہ ہوئی پھر اس نے اس کو فروخت کر دیا اور خریدار کے قبضہ میں اسنے بچہ جنا اور بیچنے والے نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا جبکہ خریدار ماں کو آزاد کر چکا ہے تو وہ بچہ بیچنے والا کا ہوگا اور بیچنے والا خریدار کو اس کے حصے کا ثمن واپس کرے گا اور خریدار نے بچے کو آزاد کیا ہو تو بیچنے والا کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔

فرق کا سبب یہ ہے کہ اس میں ولد اصل ہے اور ماں اس کے تابع ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور پہلی صورت میں دعویٰ اور استیلاد سے مانع موجود ہے اور وہ تابع یعنی ماں کا آزاد ہو جانا ہے لہٰذا یہ آزادی اصل میں ثبوت نسب سے مانع نہیں ہوگا اور بچے کے آزادی سے اس کی ماں کا آزاد ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ مغرور آدمی کا لڑکا آزاد ہوتا ہے حالانکہ اس بچے کی ماں اپنے آقا کی مملوک رہتی ہے اور جیسا کہ نکاح سے باندی کا بچہ ہونا۔

اور دوسری صورت میں اصل یعنی ولد کی وجہ سے مانع موجود ہے لہٰذا یہ بچہ میں بھی اور ماں میں بھی نسب اور آزادی کو ثابت کرنے سے مانع ہوگا اور اعتاق اس وجہ سے مانع ہے اس لئے کہ وہ نقض کا احتمال نہیں رکھتی جیسا کہ استحقاق نسب اور استیلاد کا حق لہٰذا اس اعتبار سے دونوں برابر ہیں اور بچہ میں خریدار کی طرف سے حقیقی اعتاق ثابت ہے جبکہ ماں میں حریت کا حق ثابت ہے اور بچہ میں بیچنے والے کی طرف سے دعویٰ کا حق موجود ہے اور حق حقیقت کے لئے عارضہ نہیں ہوتا اور مدبر بنانا اعتاق کے درجہ میں ہے اس لئے کہ تدبیر میں بھی بطلان کا احتمال نہیں ہوتا اور تدبیر سے بھی آزادی کے کچھ اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اور پہلی فصل امام محمد کا یہ قول یرد علیه بحصته من الثمن صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم کے نزدیک پورا ثمن واپس کرنا ہوگا یہی درست ہے۔ جس طرح کہ موت کی فصل میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

فروخت شدہ غلام پر دعویٰ نسب کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وُلِدَ عِنْدَهُ وَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي مِنْ آخَرَ ثُمَّ ادَّعَاهُ الْبَائِعُ الْأَوَّلُ فَهُوَ ابْنُهُ

وَيَبْطُلُ الْبَيْعُ) لِاَنَّ الْبَيْعَ يَحْتَمِلُ النَّقْضَ، وَمَا لَهُ مِنْ حَقِّ الدَّعْوَةِ لَا يَحْتَمِلُهُ فَيُنْقَضُ الْبَيْعُ لِاَجْلِهِ، وَكَذَا اِذَا كَاتَبَ الْوَلَدَ اَوْ رَهَنَهُ اَوْ اَجَرَهُ اَوْ كَاتَبَ الْاُمَّ اَوْ رَهَنَهَا اَوْ زَوَّجَهَا ثُمَّ كَانَتِ الدَّعْوَةُ لِاَنَّ هٰذِهِ الْعَوَارِضَ تَحْتَمِلُ النَّقْضَ فَيُنْقَضُ ذٰلِكَ كُلُّهُ وَتَصِحُّ الدَّعْوَةُ، بِخِلَافِ الْاِعْتَاقِ وَالتَّدْبِيرِ عَلٰى مَا مَرَّ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي اَوَّلًا ثُمَّ ادَّعَاهُ الْبَائِعُ حَيْثُ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الْبَائِعِ لِاَنَّ النَّسَبَ الثَّابِتَ مِنَ الْمُشْتَرِي لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ فَصَارَ كَاِعْتَاقِهِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایسا غلام بیچا جو اس کے پاس پیدا ہوا تھا اور خریدار نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا پھر بیچنے والا اول نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو وہ غلام اس کا بیٹا ہوگا اور بیع ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ بیع میں نقض کا احتمال ہے لیکن بیچنے والا کا جو دعویٰ ہے اس میں نقض کا احتمال نہیں ہے لہٰذا اس کے سبب بیع ساقط ہو جائے گی۔

اسی طرح جب خریدار نے اس لڑکے کو مکاتب بنا دیا یا رہن رکھ دیا یا اسے کرایہ پر دے دیا یا اس کی ماں کو مکاتب بنایا ہو یا اس کو رہن رکھا ہو یا اس کا نکاح کر دیا ہو پھر بیچنے والا اول نے دعویٰ کیا ہو اس لئے کہ یہ امور بطلان کا احتمال رکھتے ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک باطل ہو جائے گا اور دعویٰ درست ہوگا اعتاق اور تدبیر کے خلاف جیسا کہ گزر چکا ہے اور اس صورت کے خلاف جب پہلے خریدار نے دعویٰ کیا ہو پھر بیچنے والے نے دعویٰ کیا ہو تو اس صورت میں بیچنے والا سے نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ جو نسب خریدار سے ثابت ہو چکا ہے اس میں نقض کا احتمال نہیں ہے تو یہ خریدار کے لئے آزاد کرنے کی طرح ہو جائے گا۔

دو جڑوے بچوں میں دعویٰ نسب کا بیان

قَالَ (وَمَنِ ادَّعٰى نَسَبَ اَحَدِ التَّوْاَمَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُمَا مِنْهُ) لِاَنَّهُمَا مِنْ مَاءٍ وَاحِدٍ، فَمِنْ ضَرُوْرَةِ ثُبُوتِ نَسَبِ اَحَدِهِمَا ثُبُوتُ نَسَبِ الْاٰخَرِ، وَهٰذَا لِاَنَّ التَّوْاَمَيْنِ وَلَدَانِ بَيْنَ وِلَادَتِهِمَا اَقَلُّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَلَا يُتَصَوَّرُ عُلُوقُ الثَّانِي حَادِثًا لِاَنَّهُ لَا حَبَلَ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ.

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: اِذَا كَانَ فِي يَدِهِ غُلَامَانِ تَوْاَمَانِ وُلِدَا عِنْدَهُ فَبَاعَ اَحَدَهُمَا وَاَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ ادَّعَى الْبَائِعُ الَّذِي فِي يَدِهِ فَهُمَا ابْنَاهُ وَبَطَلَ عِتْقُ الْمُشْتَرِي؛ لِاَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ الَّذِي عِنْدَهُ لِمُصَادَفَةِ الْعُلُوقِ وَالدَّعْوَةِ مِلْكَهُ اِذِ الْمَسْاَلَةُ مَفْرُوضَةٌ فِيهِ ثَبَتَ بِهِ حُرِّيَّةُ الْاَصْلِ فِيهِ فَيَثْبُتُ نَسَبُ الْاٰخَرِ، وَحُرِّيَّةُ الْاَصْلِ فِيهِ ضَرُورَةً لِاَنَّهُمَا تَوْاَمَانِ، فَتَبَيَّنَ اَنَّ عِتْقَ الْمُشْتَرِي وَشِرَاءَهُ لَاقٰى حُرِّيَّةَ الْاَصْلِ فَبَطَلَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْوَلَدُ وَاحِدًا لِاَنَّ هُنَاكَ يَبْطُلُ الْعِتْقُ فِيهِ مَقْصُودًا لِحَقِّ دَعْوَةِ الْبَائِعِ وَهُنَا ثَبَتَ تَبَعًا لِحُرِّيَّتِهِ فِيهِ حُرِّيَّةُ الْاَصْلِ فَافْتَرَقَا (وَلَوْ لَمْ يَكُنْ اَصْلُ الْعُلُوقِ فِي مِلْكِهِ ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ الَّذِي عِنْدَهُ، وَلَا يُنْقَضُ الْبَيْعُ

فِيمَا بَاعَ) لِاَنَّ هَذِهِ دَعْوَةُ تَحْرِيرٍ لِانْعِدَامِ شَاهِدِ الْإِتِّصَالِ فَيَقْتَصِرُ عَلٰى مَحَلِّ وِلَايَتِهِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دو جڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں بچوں کا نسب ہی اس سے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا ان میں سے ایک کا نسب ثابت ہونے سے یقیناً دوسرے کا بھی نسب ثابت ہو جائے گا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جڑواں بچے وہی کہلاتے ہیں جن کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو اور دوسرے بچے کا حمل قرار پانا متصور نہ ہو اس لئے چھ ماہ سے کم میں حمل کا تصور نہیں ہے۔ 34

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی کے پاس دو غلام ہوں اور وہ دونوں اس کے پاس پیدا ہوئے ہوں اور قابض نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا اور خریدار نے اس کو آزاد کر دیا پھر بیچنے والا کے قبضہ میں جو غلام تھا اس کے بارے میں نسب کا دعویٰ کیا تو وہ دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور خریدار کی آزادی ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ جب علوق اور دعوی ے متصل ہونے کی وجہ سے اس بچے کے نسب کا دعویٰ ثابت ہو گیا جو بیچنے والا کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اس لئے کہ مسئلہ اس حال میں فرض کیا گیا ہے کہ علوق اور ولادت دونوں چیزیں بیچنے والے کی ملکیت میں ہوئی ہیں پس جب بیچنے والے نے اس بچے کو اپنے سے پیدا ہونے کا اقرار کر لیا تو تو بچہ میں اصلی حریت ثابت ہو جائے گی اور خریدار کا آزادی باطل ہو جائے گا اس صورت کے خلاف کہ جب بچہ ایک ہو اس لئے کہ اس صورت میں بیچنے والا کے دعوے کا حق بن کر بالقصد آزادی باطل ہو گا اور صورت مسئلہ میں اصل آزادی کے سبب تبعیت کے طور پر خریدار کی آزادی باطل ہے لہٰذا دونوں مسئلوں میں فرق ہو گیا اور جب اصل علوق بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہوا ہو تو اسی لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو گا جو اس کے قبضہ میں ہے اور جو اس نے بیچ دیا ہے اس میں بیع باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ دعویٰ تحریر ہے اس لئے کہ علوق اور نسب کے دعویٰ میں اتصال نہیں ہے لہٰذا یہ دعویٰ بیچنے والا کے محل ولایت پر انحصار کرنے والا ہو گا۔

اقرار نسب میں اقرار اول کا دوسرے اقرار سے قوی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الصَّبِيُّ فِي يَدِ رَجُلٍ فَقَالَ : هُوَ ابْنُ عَبْدِي فُلَانٍ الْغَائِبِ ثُمَّ قَالَ : هُوَ ابْنِي لَمْ يَكُنْ ابْنَهُ أَبَدًا وَإِنْ جَحَدَ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ ابْنَهُ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَا : إِذَا جَحَدَ الْعَبْدُ فَهُوَ ابْنُ الْمَوْلَى) وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا قَالَ : هُوَ ابْنُ فُلَانٍ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ ثُمَّ ادَّعَاهُ لِنَفْسِهِ .لَهُمَا أَنَّ الْإِقْرَارَ ارْتَدَّ بِرَدِّ الْعَبْدِ فَصَارَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ الْإِقْرَارُ ، وَالْإِقْرَارُ بِالنَّسَبِ يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ وَإِنْ كَانَ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهُ وَالْهَزْلُ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِإِعْتَاقِ الْمُشْتَرِي فَكَذَّبَهُ الْبَائِعُ ثُمَّ قَالَ أَنَا أَعْتَقْتُهُ يَتَحَوَّلُ الْوَلَاءُ إِلَيْهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَدَّقَهُ لِأَنَّهُ يَدَّعِي بَعْدَ ذٰلِكَ نَسَبًا ثَابِتًا مِنْ الْغَيْرِ ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يُصَدِّقْهُ وَلَمْ يُكَذِّبْهُ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُقَرِّ لَهُ عَلٰى اعْتِبَارِ تَصْدِيقِهِ فَيَصِيرُ كَوَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ فَإِنَّهُ لَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْ غَيْرِ الْمُلَاعِنِ ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يُكَذِّبَ نَفْسَهُ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ النَّسَبَ مِمَّا لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ بَعْدَ ثُبُوتِهِ وَالْإِقْرَارُ بِمِثْلِهِ لَا يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ فَبَقِيَ فَتَمْتَنِعُ دَعْوَتُهُ، كَمَنْ شَهِدَ عَلَى رَجُلٍ بِنَسَبِ صَغِيرٍ فَرُدَّتْ شَهَادَتُهُ لِتُهْمَةٍ ثُمَّ ادَّعَاهُ لِنَفْسِهِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُقَرِّ لَهُ عَلَى اعْتِبَارِ تَصْدِيقِهِ، حَتّٰى لَوْ صَدَّقَهُ بَعْدَ التَّكْذِيبِ يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ، وَكَذَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْوَلَدِ فَلَا يَرْتَدُّ بِرَدِّ الْمُقَرِّ لَهُ. وَمَسْأَلَةُ الْوَلَاءِ عَلَى هٰذَا الْخِلَافِ، وَلَوْ سُلِّمَ فَالْوَلَاءُ قَدْ يَبْطُلُ بِاعْتِرَاضِ الْأَقْوَى كَجَرِّ الْوَلَاءِ مِنْ جَانِبِ الْأُمِّ إِلَى قَوْمِ الْأَبِ. وَقَدِ اعْتَرَضَ عَلَى الْوَلَاءِ الْمَوْقُوفِ مَا هُوَ أَقْوَى وَهُوَ دَعْوَى الْمُشْتَرِي فَيَبْطُلُ بِهِ، بِخِلَافِ النَّسَبِ عَلَى مَا مَرَّ. وَهٰذَا يَصْلُحُ مَخْرَجًا عَلَى أَصْلِهِ فِيمَنْ يَبِيعُ الْوَلَدَ وَيَخَافُ عَلَيْهِ الدَّعْوَةَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَقْطَعُ دَعْوَاهُ إِقْرَارُهُ بِالنَّسَبِ لِغَيْرِهِ.

جب کسی آدمی کے پاس ایک بچہ ہو اور قابض یہ کہتا ہو کہ یہ میرے فلاں غائب غلام کا بچہ ہے پھر قابض نے یہ دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو وہ بچہ کبھی بھی قابض کا بیٹا نہیں ہو سکتا اگر چہ غلام اس بات کا انکار بھی کر دے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے یہ حکم حضرت امام اعظم کے نزدیک ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جب غلام انکار کر دے تو وہ بچہ آقا کا ہوگا اسی اختلاف پر یہ بھی ہے کہ جب اس نے یہ کہا کہ یہ بچہ فلاں کا ہے اور اسی سے پیدا ہوا ہے پھر اپنے لئے اس کا دعوی کر لیا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ غلام کے رد کر دینے سے اقرار رد ہو جاتا ہے اور یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اقرار تھا ہی نہیں اور نسب کا اقرار کر دینے سے رد ہو جاتا ہے اگر چہ اس میں نقض کا احتمال نہیں ہوتا کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اس میں اکراہ اور ہزل اپنا اثر دکھاتے ہیں تو یہ ایسا ہو گیا کہ گویا خریدار نے یہ اقرار کیا کہ بیچنے والے نے مبیع غلام کو بیچنے سے پہلے ہی آزاد کر دیا تھا مگر بیچنے والے نے اس کی تکذیب کر دی پھر خریدار نے کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو ولاء خریدار کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس صورت کے خلاف کہ جب غلام آقا کی تصدیق کر دے تو بھی آقا کے دعوے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اب وہ ایسے نسب کا دعوی کر رہا ہے جو دوسرے سے ثابت ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب غلام نہ تو تصدیق کرے اور نہ ہی تکذیب کرے اس لئے کہ غلام کے تصدیق کرنے کی صورت میں اس بچہ سے مقرلہ کا حق متعلق ہو چکا ہے تو وہ بچہ ملاعنہ کے بچے کی طرح ہو جائے گا کہ ملاعن کے علاوہ اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ ملاعن کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو جھٹلا دے

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ نسب ان چیزوں میں سے ہے جن کے ثابت ہونے کے بعد ان کے باطل ہونے کا احتمال نہیں ہوتا اور اس جیسا اقرار بھی رد کرنے سے رد نہیں ہوتا لہٰذا اقرار باقی رہے گا اور مدعی کا دعوی ممتنع ہوگا جیسا کہ کسی آدمی نے دوسرے کے خلاف کسی چھوٹے بچے کے نسب کی گواہی دی پھر کسی تہمت کے سبب اس کی گواہی رد ہو گئی اس کے بعد اس نے اپنے لئے اس کے نسب کا دعوی کر دیا تو اس کا دعوی مردود ہوگا اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ مقرلہ کی تصدیق کے سبب اس بچے کا حق اس

سے وابستہ ہو گیا حتی کہ تکذیب کے بعد مقرلہ اس کی تصدیق کر دے پھر بھی اسی سے نسب ثابت ہو گا نیز اقرار کے سبب اس بچے کا حق بھی اس سے متعلق ہو گیا ہے لہذا مقرلہ کے انکار سے نسب کا انکار نہیں ہو گا۔

اور ولاء کا مسئلہ بھی اسی اختلاف کی بناء پر ہے اور اگر ہم اس کو متفق علیہ مان بھی لیں تو ولاء اقوی سے پیش آنے سے ساقط ہو جائے گا جس طرح ماں کی طرف سے باپ کی طرف ولاء منتقل ہو جاتا ہے اور صورت مسئلہ میں ولاء موقوف پر ایسی چیز حادی ہو گئی ہے جو اس سے بھی اقوی ہے یعنی خریدار کا دعوی لہذا اس دعوی کی سبب ولاء موقوف ساقط ہو جائے گا نسب کے خلاف جیسا کہ گذر چکا ہے اور یہ مسئلہ امام اعظم کی اصل پر اس آدمی کے حق میں حیلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جو کسی غلام کو بیچے اور اس کو بیع کے بعد دوسرے کی طرف سے دعوے کا خوف ہو تو وہ دوسرے کے لئے نسب کا اقرار کر کے اس کا دعوی خارج کر دے۔

دعویٰ آزادی کا دعویٰ غلامی سے قوی ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ الصَّبِيُّ فِي يَدِ مُسْلِمٍ وَنَصْرَانِيٍّ فَقَالَ النَّصْرَانِيُّ : هُوَ ابْنِي وَقَالَ الْمُسْلِمُ هُوَ عَبْدِي فَهُوَ ابْنُ النَّصْرَانِيِّ وَهُوَ حُرٌّ) لِأَنَّ الْإِسْلَامَ مُرَجِّحٌ فَيَسْتَدْعِي تَعَارُضًا، وَلَا تَعَارُضَ لِأَنَّ نَظَرَ الصَّبِيِّ فِي هٰذَا أَوْفَرُ لِأَنَّهُ يَنَالُ شَرَفَ الْحُرِّيَّةِ حَالًا وَشَرَفَ الْإِسْلَامِ مَآلًا، إِذْ دَلَائِلُ الْوَحْدَانِيَّةِ ظَاهِرَةٌ، وَفِي عَكْسِهِ الْحُكْمُ بِالْإِسْلَامِ تَبَعًا وَحِرْمَانُهُ عَنِ الْحُرِّيَّةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي وُسْعِهِ اكْتِسَابُهَا (وَلَوْ كَانَتْ دَعْوَتُهُمَا دَعْوَةَ الْبُنُوَّةِ فَالْمُسْلِمُ أَوْلَى) تَرْجِيحًا لِلْإِسْلَامِ وَهُوَ أَوْفَرُ النَّظَرَيْنِ .

فرمایا کہ جب کسی مسلمان اور نصرانی کے قبضہ میں ایک بچہ ہو اور نصرانی کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مسلمان کہے کہ یہ میرا غلام ہے تو وہ نصرانی کا بیٹا ہو گا یا آزاد ہو گا اس لئے کہ اسلام کو ترجیح دی جاتی ہے لیکن ترجیح تعارض کا تقاضہ کرنے والی ہوتی ہے اور یہاں پر تعارض نہیں ہے اور بچے کو نصرانی کا بیٹا بنانے میں اس کے ساتھ زیادہ شفقت ہے اس لئے کہ وہ اسی وقت حریت سے مشرف ہو جائے گا اور کچھ دنوں بعد اسلام سے بھی مشرف ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل ظاہر ہیں اور اگر اس کو غلام مان لیا جائے تو وہ اپنے آقا کے تابع ہو کر مسلمان ہو گا اور آزادی کی نعمت سے محروم رہے گا اور بعد میں بھی آزادی حاصل کرنا اس کے بس میں نہیں ہو گی اور جب دونوں میں سے ہر ایک کا دعوی یہ ہو کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کو مسلمان کا بیٹا قرار دینا زیادہ راجح ہے اس لئے کہ اس میں اسلام کو غلبہ ہو گا اور بچے کے حق میں شفقت بھی زیادہ ہو گی۔

عورت کا کسی بچے کے متعلق دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ امْرَأَةٌ صَبِيًّا أَنَّهُ ابْنُهَا لَمْ تَجُزْ دَعْوَاهَا حَتّٰى تَشْهَدَ امْرَأَةٌ عَلَى الْوِلَادَةِ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ ذَاتَ زَوْجٍ لِأَنَّهَا تَدَّعِي تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ فَلَا تُصَدَّقُ إِلَّا بِحُجَّةٍ، بِخِلَافِ الرَّجُلِ لِأَنَّهُ يُحَمِّلُ نَفْسَهُ النَّسَبَ، ثُمَّ شَهَادَةُ الْقَابِلَةِ كَافِيَةٌ فِيهَا

لِاَنَّ الْحَاجَةَ اِلٰى تَعْيِيْنِ الْوَلَدِ اَمَّا النَّسَبُ فَيَثْبُتُ بِالْفِرَاشِ الْقَائِمِ، وَقَدْ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَبِلَ شَهَادَةَ الْقَابِلَةِ عَلَى الْوِلَادَةِ)

فرمایا کہ جب کسی عورت نے کسی بچے کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اس کے دعوے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ ولادت پر کوئی عورت گواہی دے اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ وہ عورت شوہر والی ہو اس لئے کہ وہ دوسرے پر نسب لادنے کا دعویٰ کر رہی ہے لہٰذا دلیل کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی مرد کے خلاف اس لئے کہ وہ اپنے اوپر نسب کو لادرہا ہے پھر اس سلسلے میں دائی کی گواہی کافی ہو گی اس لئے کہ یہاں تعیین ولد کی ضرورت ہے رہا نسب تو وہ موجودہ زوجیت سے ثابت ہے اور یہ درست ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ولادت کے بارے میں دائی کی گواہی کو قبول فرمایا ہے۔

معتدہ عورت کے دعویٰ کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ مُعْتَدَّةً فَلَا بُدَّ مِنْ حُجَّةٍ تَامَّةٍ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، وَاِنْ لَمْ تَكُنْ مَنْكُوْحَةً وَلَا مُعْتَدَّةً قَالُوْا : يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهَا بِقَوْلِهَا لِاَنَّ فِيْهِ اِلْزَامًا عَلٰى نَفْسِهَا دُوْنَ غَيْرِهَا .(وَاِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ وَزَعَمَتْ اَنَّهٗ ابْنُهُمَا مِنْهُ وَصَدَّقَهَا فَهُوَ ابْنُهُمَا وَاِنْ لَمْ تَشْهَدْ امْرَاَةٌ) لِاَنَّهُ الْتَزَمَ نَسَبَهٗ فَاَغْنٰى ذٰلِكَ عَنِ الْحُجَّةِ .(وَاِنْ كَانَ الصَّبِيُّ فِيْ اَيْدِيْهِمَا وَزَعَمَ الزَّوْجُ اَنَّهُ ابْنُهٗ مِنْ غَيْرِهَا وَزَعَمَتْ اَنَّهُ ابْنُهَا مِنْ غَيْرِهِ فَهُوَ ابْنُهُمَا) لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ الْوَلَدَ مِنْهُمَا لِقِيَامِ اَيْدِيْهِمَا اَوْ لِقِيَامِ الْفِرَاشِ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُرِيْدُ اِبْطَالَ حَقِّ صَاحِبِهٖ فَلَا يُصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَهُوَ نَظِيْرُ ثَوْبٍ فِيْ يَدِ رَجُلَيْنِ يَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هُوَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ صَاحِبِهٖ يَكُوْنُ الثَّوْبُ بَيْنَهُمَا اِلَّا اَنَّ هُنَاكَ يَدْخُلُ الْمُقَرُّ لَهٗ فِيْ نَصِيْبِ الْمُقِرِّ لِاَنَّ الْمَحَلَّ يَحْتَمِلُ الشَّرِكَةَ، وَهٰهُنَا لَا يَدْخُلُ لِاَنَّ النَّسَبَ لَا يَحْتَمِلُهَا .

اور جب مدعی دعویٰ کرنے والی عورت معتدہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک حجت تامہ ضروری ہے اور یہ بات کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے اور جب وہ عورت نہ تو معتدہ ہو اور نہ ہی منکوحہ تو مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے سے ہی نسب ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں اس پر ہی الزام ہے کسی دوسرے پر نہیں ہے۔

اور جب عورت اور اس کے شوہر نے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ بچہ اسی شوہر سے ہے اور شوہر نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو وہ ان دونوں کا بیٹا ہوگا اگر چہ کوئی عورت گواہی نہ دے اس لئے کہ شوہر نے خود اس کا التزام کر لیا ہے اور اس چیز نے دلیل سے بے نیاز کر دیا ہے اور جب بچہ دونوں کے قبضہ میں ہو اور شوہر یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابضہ کے علاوہ دوسری بیوی سے ہے اور بیوی یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابض کے علاوہ دوسرے شوہر سے ہے تو اس صورت میں بھی وہ بچہ ان دونوں کا بیٹا ہوگا اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ بچہ ان دونوں سے پیدا ہوا ہے اس لئے کہ وہ دونوں اس پر قابض ہیں یا اس وجہ سے کہ ان میں رشتہ زوجیت

برقرار ہے اوران میں سے ہرایک اپنے ساتھ والے حق کو باطل کرنا چاہ رہا ہے لہٰذا اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔
یہ اس کپڑے کی مثل ہے جو دو آدمیوں کے قبضہ میں ہو اوران میں سے ہر آدمی یہ کہے کہ یہ کپڑا میرے اور قابض کے علاوہ دوسرے آدمی کے درمیان مشترک ہے تو وہ کپڑا دونوں قابضوں کے درمیان مشترک ہوگا لیکن اس صورت میں مقرلہ مقر کے حصے میں داخل ہوگا اس لئے کہ محل میں شرکت کا احتمال ہے اور لڑکے والے مسئلہ میں مقرلہ مقر کے حصے میں داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ نسب میں شرکت کا احتمال نہیں ہوتا ہے۔

خریدکردہ باندی کے حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰی جَارِيَةً فَوَلَدَتْ وَلَدًا عِنْدَهُ فَاسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ غَرِمَ الْاَبُ قِيمَةَ الْوَلَدِ يَوْمَ يُخَاصِمُ) لِاَنَّهُ وَلَدُ الْمَغْرُوْرِ فَإِنَّ الْمَغْرُوْرَ مَنْ يَطَأُ امْرَاَةً مُعْتَمِدًا عَلٰی مِلْكِ يَمِينٍ اَوْ نِكَاحٍ فَتَلِدُ مِنْهُ ثُمَّ تُسْتَحَقُّ، وَوَلَدُ الْمَغْرُوْرِ حُرٌّ بِالْقِيمَةِ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلِاَنَّ النَّظَرَ مِنْ الْجَانِبَيْنِ وَاجِبٌ فَيُجْعَلُ الْوَلَدُ حُرَّ الْاَصْلِ فِي حَقِّ اَبِيهِ رَقِيقًا فِي حَقِّ مُدَّعِيهِ نَظَرًا لَهُمَا، ثُمَّ الْوَلَدُ حَاصِلٌ فِي يَدِهِ مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ فَلَا يَضْمَنُهُ اِلَّا بِالْمَنْعِ كَمَا فِي وَلَدِ الْمَغْصُوْبَةِ، فَلِهٰذَا تُعْتَبَرُ قِيمَةُ الْوَلَدِ يَوْمَ الْخُصُومَةِ لِاَنَّهُ يَوْمُ الْمَنْعِ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی لونڈی خریدی اوراس لونڈی نے خریدار کے پاس بچہ جنا اورایک آدمی اس باندی کا مستحق نکل گیا تو باپ مخاصمت والے دن کی قیمت کا مالک ہوگا اس لئے کہ یہ ولد مغرور ہے اور مغرور وہ آدمی ہوتا ہے جو ملک یمین یا نکاح پر اعتماد کر کے کسی عورت سے وطی کرے اور عورت اس کے نطفے سے بچہ جنے پھر وہ عورت کسی کی مستحق نکل جائے اور ولد مغرور اجماع صحابہ کے ساتھ قیمت سے آزاد ہوتا ہے اوراس لئے کہ دونوں کی طرف سے شفقت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے لہٰذا لڑکے کو اس کے باپ کے حق میں حرالاصل قرار دیا جائے گا اور مدعی کے حق میں اس کو رقیق مانا جائے گا تاکہ دونوں کے ساتھ شفقت متحقق ہو جائے۔

پھر یہ بچہ باپ کی طرف سے کسی زیادت کے بغیر اس کے پاس آیا ہے لہٰذا منع کے بغیر وہ ضامن نہیں ہوگا جس طرح ولد مغصوبہ میں ہوتا ہے اسی لئے لڑکے کی وہی قیمت معتبر ہے جو خصومت کے دن کی ہے اس لئے کہ خصومت کا دن ہی منع کا دن ہے۔

وفات بچہ کے سبب معدوم منع کا بیان

(وَلَوْ مَاتَ الْوَلَدُ لَا شَيْءَ عَلَی الْاَبِ) لِانْعِدَامِ الْمَنْعِ، وَكَذَا لَوْ تَرَكَ مَالًا لِاَنَّ الْاِرْثَ لَيْسَ بِبَدَلٍ عَنْهُ، وَالْمَالُ لِاَبِيهِ لِاَنَّهُ حُرُّ الْاَصْلِ فِي حَقِّهِ فَيَرِثُهُ (وَلَوْ قَتَلَهُ الْاَبُ يَغْرَمُ قِيمَتَهُ) لِوُجُودِ الْمَنْعِ وَكَذَا لَوْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ فَاَخَذَ دِيَتَهُ، لِاَنَّ سَلَامَةَ بَدَلِهِ لَهُ كَسَلَامَتِهِ، وَمَنْعُ بَدَلِهِ كَمَنْعِهِ فَيَغْرَمُ قِيمَتَهُ كَمَا اِذَا كَانَ حَيًّا (وَيَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْوَلَدِ عَلٰی بَائِعِهِ) لِاَنَّهُ ضَمِنَ لَهُ سَلَامَتَهُ كَمَا يَرْجِعُ

بِثَمَنِهٖ، بِخِلَافِ الْعُقْرِ لِاَنَّهٗ لَزِمَهٗ لِاسْتِيْفَاءِ مَنَافِعِهَا فَلَا يَرْجِعُ بِهٖ عَلَى الْبَائِعِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اور جب یہ بچہ فوت ہو جائے تو باپ پر کچھ نہیں ہوگا اس لئے کہ منع معدوم ہے ایسے ہی جب اس بچے نے میراث میں کوئی مال چھوڑا تو وہ بھی باپ پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ لڑکا میراث کا بدل نہیں ہے اور اس کا مال اس کے باپ کا ہوگا اس لئے کہ باپ کے حق میں یہ بچہ حر الاصل ہے اس لئے باپ اس کا وارث ہوگا اور جب باپ اس کو قتل کر دے تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ منع موجود ہے اسی طرح جب کسی دوسرے آدمی نے اس کو قتل کر دیا اور باپ نے اس کی دیت لے لی تو بھی باپ ضامن ہوگا اس لئے کہ لڑکے کے بدل کی سلامتی اس کی سلامتی کی مثل ہے اور اس کے بدل کا روکنا لڑکے کے روکنے کی طرح ہے لہٰذا باپ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا جس طرح کہ اگر بچہ زندہ ہوتا تو بھی باپ ضامن ہوتا اور باپ اپنے بیچنے والا سے لڑکے کی قیمت کو واپس لے گا اس لئے کہ بیچنے والے نے خریدار کے لئے مبیع کی سلامتی کا ضمان لیا تھا اور یہ باپ مبیع کا بھی ثمن واپس لے گا عقر کے خلاف اس لئے کہ لونڈی کا منافع وصول کرنے کے سبب اس پر عقر لازم ہو گیا ہے اس لئے خریدار اس کو بیچنے والا سے واپس نہیں لے سکتا۔

کِتَابُ الْاِقْرَارِ

﴿یہ کتاب اقرار کے بیان میں ہے﴾

کتاب اقرار کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کتاب دعویٰ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے کتاب اقرار کو شروع کیا ہے کیونکہ دعویٰ اور اقرار میں مطابقت یہ ہے کہ مدعی علیہ دعویٰ کرنے والے کے دعویٰ کا اقرار کرلے گا یا پھر انکار کردے گا اور اب وہ اقرار کرلیتا ہے تو معاملہ جلد نبٹا دیا جائے گا جبکہ انکار کی حالت میں اس کی کئی شقیں اور بن جائیں گے جن کے بعد یہ مسئلہ حل ہوگا۔ پس انکار و اقرار یہ دونوں دعوے پر موقوف ہوئے۔ پس موقوف علیہ یعنی دعویٰ کو کتاب اقرار سے پہلے ذکر کردیا ہے اور اصول بھی یہی ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، کتاب اقرار)

اقرار کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصل میں یہ قرار سے بنا ہے اس لیے اقرار کے معنی ٹھہرانا اور ثابت کرنا ہوئے۔ جنہیں قبول کرنے، اعتراف کرنے اور تسلیم کرنے کو بھی اقرار کہتے ہیں کیونکہ آدمی جس کو مانتا، قبول کرتا اور تسلیم کرتا ہے اس پر اپنے آپ کو ثابت اور برقرار رکھتا ہے۔ اسی لیے قول و قرار اور عہد و پیاں کو بھی اقرار کہا جاتا ہے۔ بطور اصطلاح خدا اور رسول ﷺ کی زبان سے شہادت اور گواہی کا نام اقرار ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: **اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان،**

زبان سے اقرار کرنا کہ خدا اور رسول ﷺ برحق ہیں اور اس کو دل سے سچا جاننا اور احکام الٰہی و ارکان دین کو ہاتھ پاؤں اور اعضاو جوارح سے بجالانا۔ احکام و قوانین عدالتی فیصلوں اور مقدمات کے سلسلہ میں بھی اقرار کا لفظ بولا جاتا ہے۔

چنانچہ شرعی دلائل میں دعوے کے ثبوت کے لیے سب سے قوی دلیل مدعا علیہ کا اقرار ہی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ مدعا علیہ اس بات کو تسلیم کرے جس کا اس پر دعویٰ کیا گیا ہے یا بالفاظ دیگر اپنے خلاف گواہی دے اور اقرار کرے کہ مدعی نے جو کچھ دعویٰ کیا ہے وہ درست ہے۔ اس اقرار کے بعد مقر، اقرار کرنے والا، پابند ہوجاتا ہے۔ لیکن اقرار کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے والا عاقل و بالغ ہو اور اس پر کسی قسم کا جبر نہ کیا گیا ہو۔ اگر کسی سے جبراً اقرار کرایا گیا ہو تو یہ صحیح نہیں مانا جائے گا۔ اسی طرح نابالغ، پاگل یا ان جیسے مرفوع القلم لوگوں کا اقرار بھی معتبر نہ ہوگا۔ جب مدعا علیہ اقرار کرے تو حقوق العباد میں اپنے اقرار سے نہیں پھر سکتا البتہ

حقوق اللہ میں اختلاف ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب الاقرار، بیروت)

حکم اقرار کے شرعی مأخذ کا بیان

اقرار کرنے والے نے جس شے کا اقرار کیا وہ اُس پر لازم ہو جاتی ہے قرآن وحدیث واجماع سب سے ثابت ہے کہ اقرار اس امر کی دلیل ہے کہ مقر کے ذمہ وہ حق ثابت ہے، جس کا اُس نے اقرار کیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ھے: وَ لْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا

جس کے ذمہ حق ہے وہ املا کرے (تحریر لکھوائے) اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ کم نہ کرے۔

اس آیت میں جس پر حق ہے اوس کو اِملا کرنے کا حکم دیا ہے اور اِملا اوس حق کا اقرار ہے لہٰذا اگر اقرار حجت نہ ہوتا تو اس کے املا کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا نیز اس کو اس سے منع کیا گیا کہ حق کے بیان کرنے میں کمی کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے کا اقرار کریگا وہ اُس کے ذمہ لازم ہوگا۔ اور ارشاد فرماتا ہے:

ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے اور حضور (ﷺ) کی مدد کرنے کا جو عہد لیا گیا اُس کے متعلق ارشاد ہوا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اس سے معلوم ہوا کہ اقرار حجت ہے ورنہ اقرار کا مطالبہ نہ ہوتا۔ اور فرماتا ہے:

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

عدل کے ساتھ قائم ہونے والے ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہ بن جاؤ اگر چہ وہ گواہی خود تمہارے ہی خلاف ہو۔"

تمام مفسرین فرماتے ہیں اپنے خلاف شہادت دینے کے معنی اپنے ذمہ حق کا اقرار کرنا ہے۔ حدیثیں اس بارے میں متعدد ہیں۔ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو اقرار کی وجہ سے رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ غامدیہ صحابیہ پر بھی رجم کا حکم اُنکے اقرار کی بنا پر فرمایا۔

حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اس شخص کی عورت کے پاس صبح جاؤ اگر وہ اقرار کرے رجم کر دو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اقرار سے جب حدود تک ثابت ہو جاتے ہیں تو دوسرے قسم کے حقوق بدرجہ اولیٰ ثابت ہونگے۔

بظاہر اقرار مُقر کے لیے مُضر ہے۔ کہ اس کی وجہ سے اُس پر ایک حق ثابت ولازم ہو جاتا ہے جو اب تک ثابت نہ تھا مگر حقیقت میں مُقر کے لیے اس میں بہت فوائد ہیں ایک فائدہ یہ ہے کہ اپنے ذمہ سے دوسرے کا حق ساقط کرنا ہے یعنی صاحب حق کے حق سے بری ہو جاتا ہے اور لوگوں کی زبان بندی ہو جاتی ہے کہ اس معاملہ میں اب اس کی مذمت نہیں کر سکتے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس کی چیز تھی اُس کو دے کر اپنے بھائی کو نفع پہنچایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ سب کی نظروں میں یہ شخص راست گو ثابت ہوتا ہے اور ایسے شخص کی بندگانِ خدا تعریف کرتے ہیں اور یہ اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔

اقرار کا ثبوت حق کے لئے اخبار ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَقَرَّ الْحُرُّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ بِحَقٍّ لَزِمَهُ إِقْرَارُهُ مَجْهُولًا كَانَ مَا أَقَرَّ بِهِ أَوْ مَعْلُومًا) اعْلَمْ أَنَّ الْإِقْرَارَ إِخْبَارٌ عَنْ ثُبُوتِ الْحَقِّ، وَأَنَّهُ مُلْزِمٌ لِوُقُوعِهِ دَلَالَةً ؛ أَلَا تَرَى كَيْفَ أَلْزَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاعِزًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الرَّجْمَ بِإِقْرَارِهِ وَتِلْكَ الْمَرْأَةَ بِاعْتِرَافِهَا . وَهُوَ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ لِقُصُورِ وِلَايَةِ الْمُقِرِّ عَنْ غَيْرِهِ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ .

وَشَرْطُ الْحُرِّيَّةِ لِيَصِحَّ إِقْرَارُهُ مُطْلَقًا، فَإِنَّ الْعَبْدَ الْمَأْذُونَ لَهُ وَإِنْ كَانَ مُلْحَقًا بِالْحُرِّ فِي حَقِّ الْإِقْرَارِ، لَكِنَّ الْمَحْجُورَ عَلَيْهِ لَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِالْمَالِ وَيَصِحُّ بِالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ لِأَنَّ إِقْرَارَهُ عُهِدَ مُوجِبًا لِتَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ وَهِيَ مَالُ الْمَوْلَى فَلَا يُصَدَّقُ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ الْمَأْذُونِ لِأَنَّهُ مُسَلَّطٌ عَلَيْهِ مِنْ جِهَتِهِ، وَبِخِلَافِ الْحَدِّ وَالدَّمِ لِأَنَّهُ مُبْقًى عَلَى أَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِي ذَلِكَ، حَتَّى لَا يَصِحَّ إِقْرَارُ الْمَوْلَى عَلَى الْعَبْدِ فِيهِ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْبُلُوغِ وَالْعَقْلِ لِأَنَّ إِقْرَارَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ غَيْرُ لَازِمٍ لِانْعِدَامِ أَهْلِيَّةِ الْإِلْتِزَامِ، إِلَّا إِذَا كَانَ الصَّبِيُّ مَأْذُونًا لَهُ لِأَنَّهُ مُلْحَقٌ بِالْبَالِغِ بِحُكْمِ الْإِذْنِ، وَجَهَالَةُ الْمُقَرِّ بِهِ لَا تَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ قَدْ يَلْزَمُ مَجْهُولًا بِأَنْ أَتْلَفَ مَالًا لَا يَدْرِي قِيمَتَهُ أَوْ يَجْرَحَ جِرَاحَةً لَا يَعْلَمُ أَرْشَهَا أَوْ تَبْقَى عَلَيْهِ بَاقِيَةُ حِسَابٍ لَا يُحِيطُ بِهِ عِلْمُهُ، وَالْإِقْرَارُ إِخْبَارٌ عَنْ ثُبُوتِ الْحَقِّ فَيَصِحُّ بِهِ، بِخِلَافِ الْجَهَالَةِ فِي الْمُقَرِّ لَهُ لِأَنَّ الْمَجْهُولَ لَا يَصْلُحُ مُسْتَحِقًّا، (وَيُقَالُ لَهُ : بَيِّنِ الْمَجْهُولَ) لِأَنَّ التَّجْهِيلَ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ (فَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ أَجْبَرَهُ الْقَاضِي عَلَى الْبَيَانِ) لِأَنَّهُ لَزِمَهُ الْخُرُوجُ عَمَّا لَزِمَهُ بِصَحِيحِ إِقْرَارِهِ وَذَلِكَ بِالْبَيَانِ .

فرمایا کہ جب کسی آزاد، عاقل اور بالغ نے اپنے اوپر کسی حق کا اقرار کرلیا تو وہ اس پر لازم ہو جائے گا چاہے وہ حق مجہول ہو یا معلوم ہو تو جان کہ کسی کے حق کے ثبوت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں اور اقرار کو مقر پر لازم کردیا جاتا ہے اس لئے کہ اقرار مجربہ پر دلیل بن جاتا ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زنا کا اقرار کرنے پر حضرت ماعز پر رجم لازم کردیا تھا اور غامدیہ کی عورت پر اس کے اعتراف کرنے کے سبب رجم کا لازم کردیا تھا اور اقرار حجت قاصرہ ہے اس لئے کہ مقر کو اپنے علاوہ پر ولایت نہیں ہوتی لہٰذا مقر کا اقرار اسی پر منحصر رہتا ہے۔

اور امام قدوری نے اسی لئے حریت کی شرط لگائی ہے تاکہ مطلق طور پر اقرار درست ہو اس لئے کہ عبد ماذون لہ اگرچہ اقرار کے حق میں آزاد کے ساتھ ملحق ہے لیکن عبد مجور کا اقرار بالمال درست نہیں ہے ہاں عبد مجور کی طرف سے حدود اور قصاص کا اقرار درست ہے اس لئے کہ عبد مجور کا اقرار ملزم مانا گیا ہے اس لئے کہ دین اس کے رقبہ سے متعلق ہوتا ہے جبکہ رقبہ اس کے آقا کا مال ہے لہٰذا آقا

کے خلاف اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی عبد ماذون لہ کے خلاف اس لئے کہ وہ آقا کی طرف ہی سے اس کے مال میں تصرف کرنے پر مسلط کیا جاتا ہے حد اور قصاص کے اقرار کے خلاف اس لئے کہ معاملے میں وہ اصل حریت پر باقی رہتا ہے حتی کہ حد اور قصاص میں غلام خلاف اس کے آقا کا اقرار بھی درست نہیں ہے۔

اور عقل اور بلوغت لازم ہے اس لئے کہ اہلیت التزام کے معدوم ہونے کے سبب ہی بچے اور مجنون کا اقرار لازم نہیں ہوتا مگر یہ کہ بچہ ماذون فی التجارت ہو اس لئے کہ اجازت کے سبب صبی ماذون بالغ کے درجہ میں ہو جاتا ہے اور مقر بہ کی جہالت اقرار کے درست ہونے کے مانع نہیں ہے اس لئے کہ کبھی مقر پر مجہول حق بھی لازم ہو جاتا ہے اس طرح کہ وہ ایسی چیز ہلاک کر دے جس کی قیمت معلوم نہ ہو یا ایسا زخم لگا دے جس کا تاوان معلوم نہ ہو یا اس پر کچھ حساب و کتاب باقی ہو جس کو وہ نہ جانتا ہو اور اقرار میں جیسا کہ حق کے ثبوت کی خبر دی جاتی ہے اس لئے مجہول چیز کا اقرار بھی درست ہے اس جہالت کے خلاف کہ جو مقر لہ میں ہو اس لئے کہ مجہول آدمی مستحق نہیں بن سکتا اور مقر کے لئے کہا جائے گا کہ جہالت کی وضاحت کر دے اس لئے کہ یہ جہالت اس کی طرف ہی پیدا کی گئی ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی نے اپنے دو غلاموں میں سے کسی ایک غیر معین کو آزاد کر دیا ہو۔

اور جب مقر جہالت کی وضاحت نہ کرے تو قاضی اس کو وضاحت کرنے پر مجبور کرے گا اس لئے کہ اس درست اقرار کے سبب جو چیز اس پر لازم ہوئی ہے اس سے عہدہ برآ ہونا بھی اس پر لازم ہے۔ اور یہ بیان کے حکم میں ہوگا۔

معاشرے کے رواج کے سبب حکم شرعی کے اجراء کا بیان

(فَإِنْ قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ لَزِمَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا لَهُ قِيمَةٌ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ عَنْ الْوُجُوبِ فِي ذِمَّتِهِ، وَمَا لَا قِيمَةَ لَهُ لَا يَجِبُ فِيهَا)، فَإِذَا بَيَّنَ غَيْرَ ذَلِكَ يَكُونُ رُجُوعًا .

قَالَ (وَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ إِنْ ادَّعَى الْمُقَرُّ لَهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ هُوَ الْمُنْكِرُ فِيهِ (وَكَذَا إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ حَقٌّ) لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَا لَوْ قَالَ : غَصَبْتُ مِنْهُ شَيْئًا وَيَجِبُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا هُوَ مَالٌ يَجْرِي فِيهِ التَّمَانُعُ تَعْوِيلًا عَلَى الْعَادَةِ .

جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کا مجھ پر کچھ بقایا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ایسی چیز کو بیان کرے جس کی کوئی قیمت ہو کیونکہ اس نے اپنے ذمہ پر کسی چیز کے لازم ہونے کا اقرار کیا ہے اور جس کی چیز کی قیمت نہیں ہوتی وہ ذمہ پر واجب نہیں ہوا کرتی اور اگر اس نے غیر قیمت والی چیز کو بیان کیا تو یہ اس کے لئے یہ رجوع کرنا ہوگا اور جب مقر لہ مقر کی اقرار کردہ چیز سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو مقر سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا کیونکہ یہاں پر انکار کرنے والا وہی ہے۔

اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ فلاں آدمی کا مجھ پر کوئی حق ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی جب اس نے کہا کہ میں فلاں شخص کی کوئی چیز غصب کی ہوئی ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ کسی ایسی چیز کو بیان کرے جو مال ہو اور معاشرے عام طور پر اس کے لینے دینے پر منع کرنے والا ہو۔

مقر کے مال کا اقرار کرنے کے سبب تصدیق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَيَّ مَالٌ فَالْمَرْجِعُ إِلَيْهِ فِي بَيَانِهِ لِأَنَّهُ الْمُجْمِلُ وَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مَالٌ فَإِنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُتَمَوَّلُ بِهِ (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِي أَقَلَّ مِنْ دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ مَالًا عُرْفًا (وَلَوْ قَالَ : مَالٌ عَظِيمٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِمَالٍ مَوْصُوفٍ فَلَا يَجُوزُ إِلْغَاءُ الْوَصْفِ وَالنِّصَابُ عَظِيمٌ حَتَّى اُعْتُبِرَ صَاحِبُهُ غَنِيًّا بِهِ، وَالْغَنِيُّ عَظِيمٌ عِنْدَ النَّاسِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِي أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَهِيَ نِصَابُ السَّرِقَةِ لِأَنَّهُ عَظِيمٌ حَيْثُ تُقْطَعُ بِهِ الْيَدُ الْمُحْتَرَمَةُ، وَعَنْهُ مِثْلُ جَوَابِ الْكِتَابِ، وَهَذَا إِذَا قَالَ مِنَ الدَّرَاهِمِ، أَمَّا إِذَا قَالَ مِنَ الدَّنَانِيرِ فَالتَّقْدِيرُ فِيهَا بِالْعِشْرِينَ، وَفِي الْإِبِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ لِأَنَّهُ أَدْنَى نِصَابٍ يَجِبُ فِيهِ مِنْ جِنْسِهِ وَفِي غَيْرِ مَالِ الزَّكَاةِ بِقِيمَةِ النِّصَابِ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر کچھ مال ہے تو اس کی تشریح کرنے میں اس سے رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ اجمال اسی میں پایا گیا ہے لہٰذا کم یا زیادہ کے بارے میں اس کی بات کو تسلیم کرلیا جائے گا۔ کیونکہ تھوڑا بھی مال ہے اور زیادہ بھی مال ہے۔ کیونکہ مال اسی چیز کو کہتے ہیں جس سے دولت حاصل کی جائے مگر ایک درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ اس سے تھوڑے کو معاشرے میں مال نہیں مانا جاتا۔ اور اگر اس نے عظیم مال کہہ دیا ہے تو دو سو دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اب اس نے ایسے مال کا اقرار کیا ہے جس کو عظیم کی صفت کو ساتھ موصوف کیا ہے پس وصف بیکار قرار دینا درست نہ ہو گا۔ اور مال نصاب کی مقدار کے برابر ہے وہ عظیم ہے کیونکہ صاحب نصاب اسی مال کے سبب غنی شمار ہوتا ہے اور مالدار آدمی لوگوں میں بڑا شمار ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دس دراہم سے تھوڑے پر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور چوری کا نصاب دس دراہم ہے لہٰذا یہ مال عظیم ہوا کیونکہ اس کی چوری پر محترم ہاتھ کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت صاحب قدوری کے قول کے مطابق ہے اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب اس نے ''دراہم سے'' کہا ہو اور جب اس نے ''دنانیر سے'' کہا ہے تو دنانیر میں بیس سے عظیم کا اندازہ لگایا جائے گا۔ کیونکہ اونٹ کے لئے کم از کم یہی نصاب ہے جس میں اسی کی جنس کا بچہ واجب ہوتا ہے۔ اور مال زکوٰۃ کے سوا میں نصاب کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اموال عظام میں سے ادنیٰ جمع کے اعتبار کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : أَمْوَالٌ عِظَامٌ فَالتَّقْدِيرُ بِثَلَاثَةِ نُصُبٍ مِنْ أَيِّ فَنٍّ سَمَّاهُ) اعْتِبَارًا لِأَدْنَى الْجَمْعِ (وَلَوْ قَالَ : دَرَاهِمُ كَثِيرَةٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَعِنْدَهُمَا لَمْ

يُصَدَّقُ فِي أَقَلَّ مِنْ مِائَتَيْنِ) لِأَنَّ صَاحِبَ النِّصَابِ مُكْثِرٌ حَتَّى وَجَبَ عَلَيْهِ مُوَاسَاةُ غَيْرِهِ، بِخِلَافِ مَا دُوْنَهُ .

وَلَهُ أَنَّ الْعَشَرَةَ أَقْصَى مَا يَنْتَهِي إِلَيْهِ اسْمُ الْجَمْعِ، يُقَالُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ ثُمَّ يُقَالُ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا فَيَكُونُ هُوَ الْأَكْثَرُ مِنْ حَيْثُ اللَّفْظُ فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِ (وَلَوْ قَالَ دَرَاهِمُ فَهِيَ ثَلَاثَةٌ) لِأَنَّهَا أَقَلُّ الْجَمْعِ الصَّحِيحِ (إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ أَكْثَرَ مِنْهَا) لِأَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ وَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوَزْنِ الْمُعْتَادِ (وَلَوْ قَالَ : كَذَا كَذَا دِرْهَمًا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْهَمَيْنِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ وَأَقَلُّ ذَلِكَ مِنَ الْمُفَسَّرِ أَحَدَ عَشَرَ (وَلَوْ قَالَ : كَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ أَحَدٍ وَعِشْرِينَ) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْهَمَيْنِ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ، وَأَقَلُّ ذَلِكَ مِنَ الْمُفَسَّرِ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ فَيُحْمَلُ كُلُّ وَجْهٍ عَلَى نَظِيرِهِ (وَلَوْ قَالَ كَذَا دِرْهَمًا فَهُوَ دِرْهَمٌ) لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لِلْمُبْهَمِ (وَلَوْ ثَلَّثَ كَذَا بِغَيْرِ وَاوٍ فَأَحَدَ عَشَرَ) لِأَنَّهُ لَا نَظِيرَ لَهُ سِوَاهُ (وَإِنْ ثَلَّثَ بِالْوَاوِ فَمِائَةٌ وَاحَدٌ وَعِشْرُونَ، وَإِنْ رَبَّعَ يُزَادُ عَلَيْهَا أَلْفٌ) لِأَنَّ ذَلِكَ نَظِيرُهُ .

اور جب مقرا موال عظامہ کا اقرار کیا تو جمع کی کم از کم مقدار کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی بیان کردہ جنس کے مطابق تین نصابوں سے اس کا اندازہ کیا جائے گا۔ اور اگر مقر نے دراہم کثیرہ کہہ دیا تو دس دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرات صاحبین رضی اللہ عنہما کے نزدیک دوسو دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ صاحب نصاب بہت زیادہ مال والا ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر دوسروں کا خیال رکھنا لازم ہوتا ہے۔ بہ خلاف اس شخص کے جو اس سے کم مال رکھتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ دس کا عدد جمع انتہائی عدد ہے۔ کیونکہ دس دراہم بولنے کے بعد گیارہ دراہم کہا جاتا ہے۔ لہٰذا لفظ کے اعتبار سے دس ہی اکثر ہوا۔ پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

اور جب مقر نے دراہم کہا ہے تو اس سے مراد تین ہوں گے کیونکہ کم از کم جمع تین ہے۔ ہاں البتہ جب مقر خود اس پر اضافہ کرے کیونکہ لفظ میں زیادتی کی صلاحیت ہے۔ اور دراہم کے مشہور وزن کا اعتبار کیا جائے گا اور جب مقر نے ''کَذَا کَذَا دِرْهَمًا'' کہا ہے تو اب گیارہ دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ وہ ایسے دو مبہم اعداد کو ذکر کرنے والا ہے جن کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں ہے۔ اور تفسیری صورت میں اس کی کم از کم مقدار اکیس ہے۔ پس ہر طرح سے اس کو نظیر پر محمول کیا جائے۔ اور جب اس نے ''کذا درھما'' کہا ہے تو اس سے ایک ہی درہم مراد ہوگا۔ کیونکہ ایک درہم اس میں مبہم درہم کی تفسیر ہے۔ اور جب مقر نے تین بار ''کذا، کذا، کذا'' واؤ کے عطف کے بغیر کہا ہے تو اس سے گیارہ دراہم مراد ہوں گے کیونکہ گیارہ کے

سواس کی کوئی مثال نہیں ہے اور جب اس نے واؤ کے ساتھ تین بار "کذا وکذا وکذا" تو اس سے ایک سو اکیس مراد ہوں گے۔ اور جب اس نے "کذا وکذا وکذا وکذا درھما" چار مرتبہ کہا ہے تو اس سے ایک ہزار ایک سو اکیس دراہم مراد ہوں گے۔ کیونکہ اس کی مثال یہی ہے۔

مقر کا مجھ پر یا میری طرف کے قول سے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ قَالَ : لَهُ عَلَيَّ أَوْ قِبَلِي فَقَدْ أَقَرَّ بِالدَّيْنِ) لِأَنَّ " عَلَيَّ " صِيغَةُ إِيجَابٍ، وَقِبَلِي يُنْبِءُ عَنْ الضَّمَانِ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْكَفَالَةِ .

(وَلَوْ قَالَ الْمُقِرُّ هُوَ وَدِيعَةٌ وَوَصَلَ صُدِّقَ) لِأَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ مَجَازًا حَيْثُ يَكُونُ الْمَضْمُونُ عَلَيْهِ حِفْظَهُ وَالْمَالُ مَحَلَّهُ فَيُصَدَّقُ مَوْصُولًا لَا مَفْصُولًا .

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ : وَفِي نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ فِي قَوْلِهِ قِبَلِي إِنَّهُ إِقْرَارٌ بِالْأَمَانَةِ لِأَنَّ اللَّفْظَ يَنْتَظِمُهُمَا حَتَّى صَارَ قَوْلُهُ : لَا حَقَّ لِي قِبَلَ فُلَانٍ إِبْرَاءٌ عَنْ الدَّيْنِ وَالْأَمَانَةِ جَمِيعًا، وَالْأَمَانَةُ أَقَلُّهُمَا وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

فرمایا: اور جب کسی مقر نے کہا کہ اس کا مجھ پر یا میری طرف ہے پس اس نے یہ قرض کا اقرار کیا ہے کیونکہ لفظ "علی" یہ صیغہ ایجاب کے لئے ہے۔ اور قبلی یہ بھی ضمان کی خبر دینے والا ہے جس طرح کفالہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اور جب اقرار کرنے والے نے "مجھ پر یا میری جانب" کے ساتھ "وہ ودیعت" کہہ دیا ہے تو اب بھی اس کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا یہ جملہ بطور مجاز ودیعت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اس لئے کہ مودع ودیعت کے مال کی حفاظت کرنے میں پابند ہوتا ہے جبکہ یہ محل حفاظت کا محل ہے۔ لہٰذا بطور موصول اس کی تصدیق کر لی جائے گی البتہ فصل کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صاحب قدوری کے بعض نسخہ جات میں اقرار کرنے والے قول "قبلی" کے بارے میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ امانت کا اقرار ہے۔ اس لئے کہ یہ لفظ امانت کو بھی شامل ہے یہاں تک کہ اس کا قول "فلاں شخص کی جانب میرا کوئی حق نہیں ہے" یہ امانت اور قرض دونوں کی طرف سے بری کرنے والا ہے۔ جبکہ امانت اس میں قلیل ہے جبکہ پہلا قول جو ذکر ہوا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔

مقر کے قول میرے پاس سے اقرار امانت کا بیان

(وَلَوْ قَالَ عِنْدِي أَوْ مَعِي أَوْ فِي بَيْتِي أَوْ فِي كِيسِي أَوْ فِي صُنْدُوقِي فَهُوَ إِقْرَارٌ بِأَمَانَةٍ فِي يَدِهِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ إِقْرَارٌ بِكَوْنِ الشَّيْءِ فِي يَدِهِ وَذَلِكَ يَتَنَوَّعُ إِلَى مَضْمُونٍ وَأَمَانَةٍ فَيَثْبُتُ أَقَلُّهَا وَهُوَ الْأَمَانَةُ .

اور جب اس نے کہا کہ میرے پاس اتنے دراہم ہیں یا میرے ساتھ ہیں یا میرے گھر میں ہیں یا میری تھیلی میں ہیں یا میرے صندوق میں ہیں تو یہ اس کی امانت کا اقرار ہے۔ جو اس کے قبضہ میں ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک اس بات کا اقرار ہے کہ وہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور وہ چیز مقبوضہ مضمون اور امانت پر تقسیم ہونے والی ہے کیونکہ ان میں جو زیادہ قلیل امانت ہے وہ ثابت ہو چکی ہے۔

دوسرے قول سے ثبوت اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ : لِي عَلَيْكَ أَلْفٌ فَقَالَ اتَّزِنْهَا أَوْ انْتَقِدْهَا أَوْ أَجِّلْنِي بِهَا أَوْ قَدْ قَضَيْتُكَهَا فَهُوَ إِقْرَارٌ) لِأَنَّ الْهَاءَ فِي الْأَوَّلِ وَالثَّانِي كِنَايَةٌ عَنْ الْمَذْكُورِ فِي الدَّعْوَى، فَكَأَنَّهُ قَالَ : اتَّزِنْ الْأَلْفَ الَّتِي لَكَ عَلَيَّ، حَتَّى لَوْ لَمْ يَذْكُرْ حَرْفَ الْكِنَايَةِ لَا يَكُونُ إِقْرَارًا لِعَدَمِ انْصِرَافِهِ إِلَى الْمَذْكُورِ، وَالتَّأْجِيلُ إِنَّمَا يَكُونُ فِي حَقٍّ وَاجِبٍ، وَالْقَضَاءُ يَتْلُو الْوُجُوبَ وَدَعْوَى الْإِبْرَاءِ كَالْقَضَاءِ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَا دَعْوَى الصَّدَقَةِ وَالْهِبَةِ لِأَنَّ التَّمْلِيكَ يَقْتَضِي سَابِقَةَ الْوُجُوبِ، وَكَذَا لَوْ قَالَ أَحَلْتُكَ بِهَا عَلَى فُلَانٍ لِأَنَّهُ تَحْوِيلُ الدَّيْنِ .

اور جب کسی دوسرے شخص نے کہا کہ میرے تجھ پر ایک ہزار دراہم ہیں تب دوسرے نے کہا کہ ان کا وزن کرلو یا نقدی پر معاملہ کرو یا مجھے مہلت دے دو یا وہ دراہم میں تجھ کو دے چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا کیونکہ پہلے اور دوسرے جملے میں جو "ہا" کا استعمال ہوا ہے وہ ان دراہم سے کنایہ ہے جو اس کے دعویٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ وہ ایک ہزار دراہم جو تمہارے مجھ پر ہیں ان کا وزن کرو۔ پس اگر اس نے حرف کنایہ کو ذکر نہ کیا ہوتا تو یہ اقرار نہ ہوتا کیونکہ اس کے ذکر کردہ دعویٰ کی جانب کو پھیرنا یہ ممکن نہیں ہے جبکہ حق مہلت دینا یہی حق واجب میں ثابت ہے کیونکہ ادائیگی وجوب کے بعد ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور بری کرنے کا دعویٰ یہ دعویٰ قضاء کی طرح ہوگا ہاں البتہ ہبہ اور صدقہ کرنے کا دعویٰ کی بھی قضاء کی طرح ہوگا۔ کیونکہ ملکیت پہلے واجب ہونے کا تقاضہ کرنے والی ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا ہے میں نے دراہم کے بارے میں تم کو فلاں شخص کے سپرد کر دیا تھا کیونکہ یہ قرض کا حوالہ کرنا ہے۔

مقر کا قرض موجل کا اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ مُؤَجَّلٍ فَصَدَّقَهُ الْمُقَرُّ لَهُ فِي الدَّيْنِ وَكَذَّبَهُ فِي التَّأْجِيلِ لَزِمَهُ الدَّيْنُ حَالًّا) لِأَنَّهُ أَقَرَّ عَلَى نَفْسِهِ بِمَالٍ وَادَّعَى حَقًّا لِنَفْسِهِ فِيهِ فَصَارَ كَمَا إذَا أَقَرَّ بِعَبْدٍ فِي يَدِهِ وَادَّعَى الْإِجَارَةَ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِالدَّرَاهِمِ السُّودِ لِأَنَّهُ صِفَةٌ فِيهِ وَقَدْ مَرَّتْ الْمَسْأَلَةُ فِي الْكَفَالَةِ. قَالَ (وَيَسْتَحْلِفُ الْمُقَرُّ لَهُ عَلَى الْأَجَلِ) لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ حَقًّا عَلَيْهِ وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُنْكِرِ.

اور جب کسی شخص نے قرض موجل کا اقرار کیا اور قرض کے بارے میں مقرلہ نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے

البتہ اس نے تاجیل یعنی جلدی کے بارے میں اس کی تکذیب کی ہے تو مقر پر اسی حالت میں قرض لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ پر مال کا اقرار کرنے والا ہے اور اس نے اس میں اپنے لئے ایک حق کا اس نے دعویٰ کیا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح جب اس کے قبضہ میں ایک غلام ہو اور وہ دوسرے کے لئے اس کا اقرار کر لیکن ساتھ ہی اس نے اجارہ کا دعویٰ کر دیا ہے بہ خلاف سیاہ دراہم کے اقرار کے کیونکہ سیاہ ہونا یہ دراہم کی صفت ہے اور یہ مسئلہ کتاب کفالہ میں گزر چکا ہے اور مدت کے انکار کرنے پر مقرلہ سے قسم لی جائے گی کیونکہ وہ اپنے اوپر ایک حق کے لازم ہونے سے انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والے پر ہی قسم ہوا کرتی ہے۔

ایک سو ایک دراہم کا اقرار کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ : لَهُ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ لَزِمَهُ كُلُّهَا دَرَاهِمُ .وَلَوْ قَالَ : مِائَةٌ وَثَوْبٌ لَزِمَهُ ثَوْبٌ وَاحِدٌ، وَالْمَرْجِعُ فِي تَفْسِيرِ الْمِائَةِ إِلَيْهِ) وَهُوَ الْقِيَاسُ فِي الْأَوَّلِ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ لِأَنَّ الْمِائَةَ مُبْهَمَةٌ وَالدِّرْهَمَ مَعْطُوفٌ عَلَيْهَا بِالْوَاوِ الْعَاطِفَةِ لَا تَفْسِيرًا لَهَا فَبَقِيَتْ الْمِائَةُ عَلَى إِبْهَامِهَا كَمَا فِي الْفَصْلِ الثَّانِي .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّهُمْ اسْتَثْقَلُوا تَكْرَارَ الدِّرْهَمِ فِي كُلِّ عَدَدٍ وَاكْتَفَوْا بِذِكْرِهِ عَقِيبَ الْعَدَدَيْنِ .

وَهٰذَا فِيمَا يَكْثُرُ اسْتِعْمَالُهُ وَذَلِكَ عِنْدَ كَثْرَةِ الْوُجُوبِ بِكَثْرَةِ أَسْبَابِهِ وَذَلِكَ فِي الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، أَمَّا الثِّيَابُ وَمَا لَا يُكَالُ وَلَا يُوزَنُ فَلَا يَكْثُرُ وُجُوبُهَا فَبَقِيَ عَلَى الْحَقِيقَةِ .

(وَكَذَا إِذَا قَالَ : مِائَةٌ وَثَوْبَانِ) لِمَا بَيَّنَّا (بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْهَمَيْنِ وَأَعْقَبَهُمَا تَفْسِيرًا إِذْ الْأَثْوَابُ لَمْ تُذْكَرْ بِحَرْفِ الْعَطْفِ فَانْصَرَفَ إِلَيْهِمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْحَاجَةِ إِلَى التَّفْسِيرِ فَكَانَتْ كُلُّهَا ثِيَابًا .

📖 اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک سو ایک دراہم ہیں تو اس پر ایک سو ایک دراہم لازم ہوں گے اور جب اس نے ایک سو اور ثوب کہا ہے تو اس پر ایک کپڑا لازم ہوگا جبکہ سو کی تفسیر میں اس سے رجوع کیا جائے گا جبکہ پہلے مسئلہ میں بھی قیاس اسی کا تقاضہ کرنے والا ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ ماۃ اپنے ابہام پر باقی ہے جس طرح دوسری فصل میں بیان کیا گیا ہے۔

استحسان کی دلیل اور وجہ فرق یہ ہے کہ ہر عدد میں درہم کے تکرار کو لوگ ثقیل سمجھتے ہیں اور دو عدد کے بعد اسی کے ذکر کو کافی جانتے ہیں اور یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کا استعمال زیادہ ہو اور استعمال کی زیادتی کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اسباب کی

کثرت وجوب کی کثرت سے ہو۔

اور یہ حکم دراہم، دنانیر، کیل والی اور وزن والی اشیاء میں ہوتا ہے۔ جبکہ کپڑوں کو نہ کیل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وزن کیا جا سکتا ہے۔ پس ان کا وجوب زیادہ نہ ہوگا۔ پس یہاں ماۃ حقیقت پر باقی ہوگا۔

اور اسی طرح جب اس نے کہا ''ماۃ وثوب'' تو یہ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے ماۃ اور ثلاثۃ اثواب کہہ دیا ہے کیونکہ اب اس نے دو ابہام والے اعداد کو ذکر کرنے کے بعد ان کی تفسیر کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ لفظ اثواب کو عطف کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا پس یہ تفسیر ان دونوں اعداد کی جانب لوٹنے والی ہوگی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ انہی دونوں کو ہی تو تفسیر کی حاجت ہے پس وہ سب کپڑے ہی قرار دیئے جائیں گے۔

جس نے ایک تھیلی چھواروں کا اقرار کیا

قَالَ (وَمَنْ اَقَرَّ بِتَمْرٍ فِي قَوْصَرَّةٍ لَزِمَهُ التَّمْرُ وَالْقَوْصَرَّةُ) وَفَسَّرَهُ فِي الْاَصْلِ بِقَوْلِهِ : غَصَبْتُ تَمْرًا فِي قَوْصَرَّةٍ .وَوَجْهُهُ اَنَّ الْقَوْصَرَّةَ وِعَاءٌ لَهُ وَظَرْفٌ لَهُ، وَغَصْبُ الشَّيْءِ وَهُوَ مَظْرُوفٌ لَا يَتَحَقَّقُ بِدُوْنِ الظَّرْفِ فَيَلْزَمَانِهِ وَكَذَا الطَّعَامُ فِي السَّفِينَةِ وَالْحِنْطَةُ فِي الْجَوَالِقِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ : غَصَبْتُ تَمْرًا مِنْ قَوْصَرَّةٍ لِاَنَّ كَلِمَةَ مِنْ لِلِانْتِزَاعِ فَيَكُوْنُ الْاِقْرَارُ بِغَصْبِ الْمَنْزُوعِ .

قَالَ : (وَمَنْ اَقَرَّ بِدَابَّةٍ فِي اِصْطَبْلٍ لَزِمَهُ الدَّابَّةُ خَاصَّةً) لِاَنَّ الْاِصْطَبْلَ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِالْغَصْبِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ وَعَلَى قِيَاسِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَضْمَنُهُمَا وَمِثْلُهُ الطَّعَامُ فِي الْبَيْتِ .

قَالَ : (وَمَنْ اَقَرَّ لِغَيْرِهِ بِخَاتَمٍ لَزِمَهُ الْحَلَقَةُ وَالْفَصُّ) لِاَنَّ اسْمَ الْخَاتَمِ يَشْمَلُ الْكُلَّ .(وَمَنْ اَقَرَّ لَهُ بِسَيْفٍ فَلَهُ النَّصْلُ وَالْجَفْنُ وَالْحَمَائِلُ) لِاَنَّ الِاسْمَ يَنْطَوِي عَلَى الْكُلِّ .(وَمَنْ اَقَرَّ بِحَجَلَةٍ فَلَهُ الْعِيدَانُ وَالْكِسْوَةُ) لِانْطِلَاقِ الْاِسْمِ عَلَى الْكُلِّ عُرْفًا .

اور جب کسی شخص نے اپنے ذمہ ایک تھیلہ میں دوسرے کے چھواروں کا اقرار کیا تو اس پر چھواروں کے ساتھ تھیلہ بھی لازم ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اس کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ میں نے تھیلے میں رکھے گئے چھواروں کو غصب کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تھیلہ چھواروں کے لئے برتن ہے اور اس چیز یعنی مظروف کا غصب کرنا یہ ظرف کے بغیر ممکن نہیں ہے پس اقرار کرنے والے پر دونوں چیزیں لازم ہوں گی۔ کشتی میں رکھے ہوئے غلے اور گودام میں رکھے گئے غلے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقر نے یہ کہا ہے کہ میں نے تھیلے سے غصب کیا ہے کیونکہ کلمہ ''من'' یہ نکالنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ پس یہ نکالی گئی چیز کے غصب کا اقرار ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے اصطبل میں گھوڑے کو غصب کرنے کا اقرار کیا تو اس پر صرف جانور لازم ہوگا کیونکہ شیخین کے نزدیک

اصطبل غصب کے سبب ضمان میں نہیں آئے گا۔
حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اصطبل اور گھوڑا یہ دونوں کا ضامن ہوگا اور گھر میں غلہ غصب کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔
اور جب کسی نے دوسرے کے لئے خاتم یعنی چاندی کی انگوٹھی کا اقرار کیا اور اس پر انگوٹھی کا نگینہ اور حلقہ بھی لازم ہوگا اس لئے لفظ خاتم ان سب کو شامل ہے اور جب کسی نے دوسرے کے لئے تلوار کا اقرار کیا ہے تو اس پر پھل، نیام اور پرتلہ یہ سب لازم ہوں گے۔ کیونکہ لفظ ''سیف'' ان سب کو شامل ہے۔
اور جب کسی شخص نے چھپر کا اقرار کیا ہے تو اس پر اس کی لکڑیاں اور پردہ وغیرہ سب لازم ہوں گے کیونکہ عرف میں لفظ حجلہ ان سب چیزوں پر بولا جاتا ہے۔

رومال میں لپٹے ہوئے کپڑے کو غصب کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ غَصَبْتُ ثَوْبًا فِي مِنْدِيلٍ لَزِمَاهُ جَمِيعًا) لِأَنَّهُ ظَرْفٌ لِأَنَّ الثَّوْبَ يُلَفُّ فِيهِ .
(وَكَذَا لَوْ قَالَ عَلَيَّ ثَوْبٌ فِي ثَوْبٍ) لِأَنَّهُ ظَرْفٌ . بِخِلَافِ قَوْلِهِ : دِرْهَمٌ فِي دِرْهَمٍ حَيْثُ يَلْزَمُهُ وَاحِدٌ لِأَنَّهُ ضَرْبٌ لَا ظَرْفٌ (وَإِنْ قَالَ : ثَوْبٌ فِي عَشَرَةِ أَثْوَابٍ لَمْ يَلْزَمْهُ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ .
وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَزِمَهُ أَحَدَ عَشَرَ ثَوْبًا) لِأَنَّ النَّفِيسَ مِنْ الثِّيَابِ قَدْ يُلَفُّ فِي عَشَرَةِ أَثْوَابٍ فَأَمْكَنَ حَمْلُهُ عَلَى الظَّرْفِ . وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ حَرْفَ "فِي" يُسْتَعْمَلُ فِي الْبَيْنِ وَالْوَسَطِ أَيْضًا، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (فَادْخُلِي فِي عِبَادِي) أَيْ بَيْنَ عِبَادِي، فَوَقَعَ الشَّكُّ وَالْأَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَمِ، عَلَى أَنَّ كُلَّ ثَوْبٍ مُوعًى وَلَيْسَ بِوِعَاءٍ فَتَعَذَّرَ حَمْلُهُ عَلَى الظَّرْفِ فَتَعَيَّنَ الْأَوَّلُ مَحْمَلًا .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ رومال میں لپیٹا ہوا کپڑے کے تھان کو میں نے غصب کیا ہے۔ تو اس پر کپڑا اور رومال دونوں لازم ہوں گے۔ کیونکہ یہاں پر رومال ظرف ہے اس لئے یہ رومال میں کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے اسی طرح جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر تھان میں تھان ہے۔ کیونکہ یہاں پر بھی دوسرا کپڑا ظرف ہے بہ خلاف اس قول کے کہ جب کسی نے ''درہم فی درہم'' کہا ہے کیونکہ اس صورت میں اس پر ایک ہی کپڑا لازم ہوگا۔ کیونکہ یہ حساب کا ضرب ہے حساب کا ظرف نہیں ہے۔
اور جب کسی شخص نے کہا کہ ایک کپڑا ان کپڑوں میں ہے تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر صرف ایک کپڑا واجب ہوگا،
حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس پر گیارہ کپڑے لازم ہوں گے۔ کیونکہ اچھے کپڑے کو بھی دس کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ پس دس کپڑوں کو ظرف پر محمول کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حرف "فی" یہ درمیان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فَادْخُلِي فِي عِبَادِي" پس یہاں "فی" کا کپڑے کے لئے ظرف بننے میں شک ہوگا جبکہ ذمہ داری سے فراغت اصل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر کپڑا مقر وف ہو ظرف کوئی بھی نہ ہو اور اس طرح بھی اس کو ظرف پر محمول کرنا ناممکن ہے لہٰذا پہلے حکم کا تعین ہو جائے گا۔

مقر کے قول پانچ در پانچ کے اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ: لِفُلَانٍ عَلَيَّ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ يُرِيدُ الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ لَزِمَهُ خَمْسَةٌ) لِأَنَّ الضَّرْبَ لَا يُكْثِرُ الْمَالَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: يَلْزَمُهُ خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الطَّلَاقِ (وَلَوْ قَالَ أَرَدْت خَمْسَةً مَعَ خَمْسَةٍ لَزِمَهُ عَشَرَةٌ) لِأَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ.

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِنْ دِرْهَمٍ إلَى عَشَرَةٍ أَوْ قَالَ مَا بَيْنَ دِرْهَمٍ إلَى عَشَرَةٍ لَزِمَهُ تِسْعَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَيَلْزَمُهُ الِابْتِدَاءُ وَمَا بَعْدَهُ وَتَسْقُطُ الْغَايَةُ، وَقَالَا: يَلْزَمُهُ الْعَشَرَةُ كُلُّهَا) فَتَدْخُلُ الْغَايَتَانِ. وَقَالَ زُفَرُ: يَلْزَمُهُ ثَمَانِيَةٌ وَلَا تَدْخُلُ الْغَايَتَانِ.

(وَلَوْ قَالَ لَهُ مِنْ دَارِي مَا بَيْنَ هَذَا الْحَائِطِ إلَى هَذَا الْحَائِطِ فَلَهُ مَا بَيْنَهُمَا وَلَيْسَ لَهُ مِنْ الْحَائِطَيْنِ شَيْءٌ) وَقَدْ مَرَّتْ الدَّلَائِلُ فِي الطَّلَاقِ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کے پانچ در پانچ ہیں اور اس نے حساب وضرب کا ارادہ کیا ہے تو اس پر پانچ دراہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ ضرب سے مال میں اضافہ نہیں ہوا کرتا۔

حضرت امام حسن علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر پچیس دراہم لازم ہوں گے۔ اور کتاب طلاق میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں اور جب اس نے پانچ کے ساتھ پانچ کا ارادہ کیا ہے تو اس پر دس دراہم لازم ہوں گے کیونکہ اب اس کے الفاظ میں اسی کا احتمال ہے۔

اور جب اس نے کہا کہ مجھ پر فلاں شخص کے ایک درہم سے لے کر دس دراہم تک ہیں یا اس نے کہا ایک درہم سے لے کر دس کے درمیان تک ہیں تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر نو دراہم لازم ہوں گے۔ پس اس پر ابتداء والے اور اس کے بعد والے دراہم لازم نہ ہوں گے۔ اور آخری درہم بھی لازم نہ ہوگا۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک اس پر مکمل دس دراہم لازم ہوں گے۔ اور یہ دونوں غایات داخل ہوں گی جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر آٹھ دراہم لازم ہوں گے۔ اور یہ دونوں غایات داخل نہ ہوں گی۔

اور جب اس نے کہا کہ میرے ذمہ پر فلاں آدمی کے میرے گھر میں اس دیوار سے اُس دیوار کے درمیان تک ہے تو مقر لہ کو دونوں دیواروں کے درمیان والا حصہ ملے گا جبکہ دونوں دیواروں میں سے اس کو کچھ نہ مل سکے گا اور اسکے دلائل کتاب طلاق میں گزر چکے ہیں۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مسائل حمل کے بیان میں ہے﴾

فصل مسائل حمل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب اقرار میں فقہی مسائل جو اقرار سے متعلق ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے حمل سے متعلقہ مسائل کے لئے ایک الگ فصل ذکر کی ہے۔ کیونکہ اقرار سے متعلق حمل کے مسائل بقیہ تمام مسائل سے الگ ہیں لہٰذا انہی جزئیات کی موافقت کرتے ہوئے جداگانہ فصل میں ان کو ذکر کیا ہے اور کتاب مبسوط کی اتباع میں کچھ زائد مسائل بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔

حمل کے لئے ایک ہزار دراہم کا اقرار کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ : لِحَمْلِ فُلَانَةَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ، فَإِنْ قَالَ أَوْصَى لَهُ فُلَانٌ أَوْ مَاتَ أَبُوهُ فَوَرِثَهُ فَالْإِقْرَارُ صَحِيحٌ) لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِسَبَبٍ صَالِحٍ لِثُبُوتِ الْمِلْكِ لَهُ (ثُمَّ إِذَا جَاءَتْ بِهِ فِي مُدَّةٍ يُعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا وَقْتَ الْإِقْرَارِ لَزِمَهُ، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ مَيِّتًا فَالْمَالُ لِلْمُوصِي وَالْمُوَرِّثِ حَتَّى يُقْسَمَ بَيْنَ وَرَثَتِهِ) لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ فِي الْحَقِيقَةِ لَهُمَا، وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْجَنِينِ بَعْدَ الْوِلَادَةِ وَلَمْ يَنْتَقِلْ (وَلَوْ جَاءَتْ بِوَلَدَيْنِ حَيَّيْنِ فَالْمَالُ بَيْنَهُمَا، وَلَوْ قَالَ الْمُقِرُّ بَاعَنِي أَوْ أَقْرَضَنِي لَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ) لِأَنَّهُ بَيَّنَ مُسْتَحِيلًا .

قَالَ (وَإِنْ أُبْهِمَ الْإِقْرَارُ لَمْ يَصِحَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَصِحُّ) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مِنْ الْحُجَجِ فَيَجِبُ إِعْمَالُهُ وَقَدْ أَمْكَنَ بِالْحَمْلِ عَلَى السَّبَبِ الصَّالِحِ .

وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْإِقْرَارَ مُطْلَقَهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْإِقْرَارِ بِسَبَبِ التِّجَارَةِ، وَلِهَذَا حُمِلَ إِقْرَارُ الْعَبْدِ الْمَأْذُونِ لَهُ وَأَحَدِ الْمُتَفَاوِضِينَ عَلَيْهِ فَيَصِيرُ كَمَا إِذَا صَرَّحَ بِهِ .

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِحَمْلِ جَارِيَةٍ أَوْ حَمْلِ شَاةٍ لِرَجُلٍ صَحَّ إِقْرَارُهُ وَلَزِمَهُ) لِأَنَّ لَهُ وَجْهًا صَحِيحًا وَهُوَ الْوَصِيَّةُ بِهِ مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ .

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِشَرْطِ الْخِيَارِ بَطَلَ الشَّرْطُ) لِأَنَّ الْخِيَارَ لِلْفَسْخِ وَالْإِخْبَارُ لَا يَحْتَمِلُهُ (وَلَزِمَهُ

الْمَالُ) بِوُجُودِ الصِّيغَةِ الْمُلْزِمَةِ وَلَمْ تَنْعَدِمْ بِهٰذَا الشَّرْطِ الْبَاطِلِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں عورت کے حمل کا مجھ پر ایک ہزار درہم ہے اور اگر اب وہ یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص نے اس کے لئے وصیت کی ہے یا اس حمل کے باپ کو انتقال ہوا تھا اور وہ ہزار دراہم اس کو وراثت میں ملے ہیں تو اقرار درست ہوگا کیونکہ اس نے ایسے سبب کا اقرار کیا ہے جس سبب اس حمل کے ثبوت ملکیت کی قوت رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد اگر وہ فلاں عورت اتنی مدت زندہ اس کو جنے جس سے یہ معلوم کیا جا سکے کہ اقرار کے وقت حمل موجود تھا۔ تو مقر بہ یہ مقر پر لازم ہو جائے گا۔

اور جب اس نے مردہ کو جنم دیا ہے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا اور موصی اور مورث کے ورثاء میں اس کو تقسیم کیا جائے گا کیونکہ حقیقت میں یہ انہی کے لئے اقرار ہے اور بچے کی جانب ولادت کے بعد یہ ملکیت منتقل ہوتی ہے حالانکہ مردہ پیدا ہونے کے سبب اس کی جانب منتقل نہیں ہوئی ہے۔

اور جب عورت نے دو زندہ بچوں کو جنم دیا ہے تو یہ مال ان کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور جب مقر نے کہا کہ حمل نے وہ مال مجھ کو فروخت کر دیا ہے یا مجھے قرض کے طور پر دے دیا ہے تو اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے ایک ناممکن سبب کو بیان کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ اقرار کو مبہم رکھے تو وہ اقرار درست نہ ہوگا جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے صحیح ہے۔ کیونکہ اقرار کے صحیح حجت ہے پس اس پر عمل کرنا واجب ہے اور صلاحیت رکھنے والے سبب پر اس کو محمول کرتے ہوئے اس پر عمل کرنا ممکن ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق اقرار، تجارت کے سبب میں اقرار کی جانب لوٹتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اسی اصول کے مطابق عبد ماذون اور شرکت مفاوضہ کرنے والوں میں کسی ایک کا اقرار، اقرار بہ سبب تجارت پر محمول کیا جاتا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مقر نے وضاحت کے ساتھ سبب تجارت کو بیان کر دیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے کے لئے کسی باندی یا کسی بکری کے حمل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا۔ اور مقر پر مقر بہ لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کی درست دلیل پائی جاتی ہے یعنی دوسرے کی جانب سے وصیت ہے پس اس کو اقرار کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

اور جس نے خیار شرط کا اقرار کیا تو اس میں شرط باطل ہوگی کیونکہ خیار فسخ کے لئے ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ اقرار میں فسخ کا احتمال نہیں ہوتا لہٰذا مقر پر مال لازم ہو جائے گا کیونکہ لازم کرنے والا لفظ ''علی'' موجود ہے لہٰذا ابطال شرط کے سبب یہ لفظ اور اس کا لازم ہونا یہ باطل نہ ہوگا۔

بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ

﴿یہ باب استثناء اوراس کے حکم کے بیان میں ہے﴾

باب استثناء اوراس کے حکم کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب غیر استثنائی مسائل جو کتاب اقرار کی فقہی جزئیات سے متعلق ہیں ان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے کتاب اقرار سے ان مسائل کو ذکر کیا ہے جن میں بعض کا استثناء کیا جائے۔ اور فقہی اور فنی اصولوں کے مطابق یہ قانون ہے کہ کلام جب استثناء سے خالی ہو تو وہ اصل ہے اور جب کلام میں استثناء ہو جائے تو مستثنیٰ کلام یہ مستثنیٰ منہ کی فرع ہے اور اصول یہی ہے کہ اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے۔

باب اقرار میں استثناء کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقرار کے باب میں استثناء کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مستثنیٰ کے نکالنے کے بعد جو کچھ باقی بچتا ہے وہ کہا گیا مثلاً یہ کہا کہ فلاں کے میرے ذمہ دس روپے ہیں مگر تین اس کا حاصل یہ ہوا کہ سات روپے ہیں۔

(درمختار، کتاب اقرار، بیروت)

اقرار میں اتصال کے ساتھ استثناء کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اسْتَثْنَى مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ صَحَّ الِاسْتِثْنَاءُ وَلَزِمَهُ الْبَاقِي) لِأَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ مَعَ الْجُمْلَةِ عِبَارَةٌ عَنْ الْبَاقِي وَلَكِنْ لَا بُدَّ مِنْ الِاتِّصَالِ، (وَسَوَاءٌ اسْتَثْنَى الْأَقَلَّ أَوْ الْأَكْثَرَ، فَإِنْ اسْتَثْنَى الْجَمِيعَ لَزِمَهُ الْإِقْرَارُ وَبَطَلَ الِاسْتِثْنَاءُ) لِأَنَّهُ تَكَلَّمَ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الثُّنْيَا وَلَا حَاصِلَ بَعْدَهُ فَيَكُونُ رُجُوعًا، وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ فِي الطَّلَاقِ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے اپنے اقرار کے ساتھ ہی استثناء کر لیا تو اس کا یہ استثناء کرنا درست ہوگا اور بقیہ مقر بہ اس پر لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ سارے کے ساتھ استثناء بقیہ سے عبارت ہے ہاں البتہ استثناء کے صحیح ہونے کے لئے اتصال ضروری ہے اگرچہ کلام کرنے والا تھوڑے کا استثناء کرے یا زیادہ کا استثناء کرے لہٰذا ہر طرح درست ہے مگر جب اس نے سارے کا استثناء کر دیا تو اقرار لازم ہو جائے گا اور استثناء باطل ہو جائے گا کیونکہ استثناء کے بعد کا بقیہ بچ جانے والا ہے اسی کے کلام کا نام استثناء ہے جبکہ سارے کے استثناء کے بعد تو کچھ بچنے والا ہی نہیں ہے کیونکہ کل کا استثناء رجوع ہوگا اور اس کی دلیل کتاب طلاق میں گزر گئی ہے۔

دراہم سے دیناروں کا استثناء کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : لَهُ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا دِينَارًا أَوْ إِلَّا قَفِيزَ حِنْطَةٍ لَزِمَهُ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا قِيمَةَ الدِّينَارِ أَوِ الْقَفِيزِ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ (وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا ثَوْبًا لَمْ يَصِحَّ الِاسْتِثْنَاءُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا يَصِحُّ فِيهِمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَصِحُّ فِيهِمَا .

وَلِمُحَمَّدٍ أَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ مَا لَوْلَاهُ لَدَخَلَ تَحْتَ اللَّفْظِ، وَهٰذَا لَا يَتَحَقَّقُ فِي خِلَافِ الْجِنْسِ .وَلِلشَّافِعِيِّ أَنَّهُمَا اتَّحَدَا جِنْسًا مِنْ حَيْثُ الْمَالِيَّةُ .وَلَهُمَا أَنَّ الْمُجَانَسَةَ فِي الْأَوَّلِ ثَابِتَةٌ مِنْ حَيْثُ الثَّمَنِيَّةُ، وَهٰذَا فِي الدِّينَارِ ظَاهِرٌ .

وَالْمَكِيلُ وَالْمَوْزُونُ أَوْصَافُهَا أَثْمَانٌ ؛ أَمَّا الثَّوْبُ فَلَيْسَ بِثَمَنٍ أَصْلًا وَلِهٰذَا لَا يَجِبُ بِمُطْلَقِ عَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ وَمَا يَكُونُ ثَمَنًا صَلَحَ مُقَدِّرًا بِالدَّرَاهِمِ فَصَارَ مُسْتَثْنًى مِنَ الدَّرَاهِمِ، وَمَا لَا يَكُونُ ثَمَنًا لَا يَصْلُحُ مُقَدِّرًا فَبَقِيَ الْمُسْتَثْنَى مِنَ الدَّرَاهِمِ مَجْهُولًا فَلَا يَصِحُّ .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک دینار کے یا ایک بوری گندم کے تو اس پر شخص پر ایک دینار یا ایک بوری گندم کے سوا سارے سو دراہم لازم ہو جائیں گے۔ یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔ اور جب کسی نے کہا کہ اس کے مجھ ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک تھان کے تو یہ استثناء درست نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر استثناء نہ کیا جائے تو اس کا مابعد ماقبل میں داخل ہو جائے گا۔ اور یہ چیز خلاف جنس میں ثابت ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مالیت کے اعتبار سے مستثنیٰ اور اور مستثنیٰ منہ کی جنس متحد ہوتی ہے۔ جبکہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں ثمنیت کے اعتبار سے جنس ثابت ہے اور دینار میں یہ حکم ظاہر ہے اور مکیل و موزون کے اوصاف ثمن ہوتے ہیں۔ جبکہ کپڑا ہرگز ثمن نہیں ہے اسی اصول کے سبب مطلق عقد معاوضہ میں کپڑا واجب نہیں ہوگا اور جو چیز ثمن ہو سکتی ہے دراہم سے اس کا اندازہ بھی کیا جائے گا پس درہم سے اتنی مقدار کا استثناء ہوگا۔ اور جو چیز ثمن نہیں بن سکتی اس کا دراہم سے اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پس دراہم سے استثناء کردہ چیز مجہول رہی کیونکہ استثناء صحیح نہیں ہے۔

اقرار کے ساتھ اتصالی طور پر ان شاء اللہ کہہ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِحَقٍّ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مُتَّصِلًا) بِإِقْرَارِهِ (لَمْ يَلْزَمْهُ الْإِقْرَارُ) لِأَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ بِمَشِيئَةِ اللّٰهِ إِمَّا إِبْطَالٌ أَوْ تَعْلِيقٌ ؛ فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلَ فَقَدْ بَطَلَ، وَإِنْ كَانَ الثَّانِيَ فَكَذٰلِكَ، إِمَّا لِأَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يَحْتَمِلُ التَّعْلِيقَ بِالشَّرْطِ، أَوْ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يُوقَفُ عَلَيْهِ كَمَا ذَكَرْنَا فِي الطَّلَاقِ،

بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِذَا مِتُّ أَوْ إِذَا جَاءَ رَأْسُ الشَّهْرِ أَوْ إِذَا أَفْطَرَ النَّاسُ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى بَيَانِ الْمُدَّةِ فَيَكُونُ تَأْجِيلًا لَا تَعْلِيقًا، حَتّٰى لَوْ كَذَّبَهُ الْمُقَرُّ لَهُ فِي الْأَجَلِ يَكُونُ الْمَالُ حَالًّا .

اور جب کسی شخص نے کسی حق کا اقرار کیا ہے اور اس نے اپنے اقرار کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دیا ہے۔ تو اقرار لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ استثناء سے یا ابطال مراد ہے یا تعلیق مراد ہے۔ اگر ابطال مراد ہے تو اقرار باطل ہو جائے گا اور اگر تعلیق مراد ہے تب بھی اقرار باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اقرار میں شرط پر معلق ہونے کا احتمال نہیں ہوتا یا اس سبب سے کہ رضائے خدا کی شرط ہی ایسی شرط ہے جس پر اطلاع نہیں پائی جا سکتی جس طرح کہ طلاق کے احکام میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقر نے یہ کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر سو دراہم ہیں جب میں فوت ہو جاؤں یا جب چاند رات آئے یا جب لوگ افطار کریں۔ کیونکہ یہ مدت بیان کے حکم میں ہیں۔ پس یہ تاجیل ہوگی تعلیق نہ ہوگی یہاں تک کہ جب مقر لہ مدت کے متعلق مقر کو جھٹلا دے تو اسی حالت میں مال واجب ہو جائے گا۔

گھر کے اقرار سے اپنے لئے عمارت کا استثناء کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِدَارٍ وَاسْتَثْنَى بِنَاءَ هَا لِنَفْسِهِ فَلِلْمُقَرِّ لَهُ الدَّارُ وَالْبِنَاءُ) لِأَنَّ الْبِنَاءَ دَاخِلٌ فِي هٰذَا الْإِقْرَارِ مَعْنًى لَا لَفْظًا، وَالِاسْتِثْنَاءُ تَصَرُّفٌ فِي الْمَلْفُوظِ، وَالْفَصُّ فِي الْخَاتَمِ وَالنَّخْلَةُ فِي الْبُسْتَانِ نَظِيرُ الْبِنَاءِ فِي الدَّارِ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيهِ تَبَعًا لَا لَفْظًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِلَّا ثُلُثَهَا أَوْ إِلَّا بَيْتًا مِنْهَا لِأَنَّهُ دَاخِلٌ فِيهِ لَفْظًا (وَلَوْ قَالَ بِنَاءُ هٰذَا الدَّارِ لِي وَالْعَرْصَةُ لِفُلَانٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ) لِأَنَّ الْعَرْصَةَ عِبَارَةٌ عَنْ الْبُقْعَةِ دُونَ الْبِنَاءِ، فَكَأَنَّهُ قَالَ بَيَاضُ هَذِهِ الْأَرْضِ دُونَ الْبِنَاءِ لِفُلَانٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ مَكَانَ الْعَرْصَةِ أَرْضًا حَيْثُ يَكُونُ الْبِنَاءُ لِلْمُقَرِّ لَهُ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ بِالْأَرْضِ إِقْرَارٌ بِالْبِنَاءِ كَالْإِقْرَارِ بِالدَّارِ .

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے کے لئے گھر کا اقرار کیا اور اس نے اپنے لئے اس کی عمارت کا استثناء کر لیا ہے تو مقر لہ کے لئے گھر اور عمارت دونوں ہوں گے کیونکہ اس گھر کی بناء حکم کے اعتبار سے داخل ہے اگرچہ باعتبار لفظ داخل نہیں ہے۔ حالانکہ استثناء سے ظاہری لفظوں میں ہی تصرف ہوتا ہے۔ اور انگوٹھی کا نگینہ اور باغ کا درخت یہ گھر میں سے بناء کی مثال ہے۔ کیونکہ خاتم میں نگینہ اور بستان میں نخلہ بطور تابع داخل ہیں۔ اگرچہ لفظ کے اعتبار سے داخل نہیں ہوتے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقر نے ''إِلَّا ثُلُثَهَا أَوْ إِلَّا بَيْتًا مِنْهَا'' کہتے ہوئے استثناء کر لیا ہے کیونکہ ثلث اور بیت یہ گھر میں بطور تابع داخل نہیں ہیں بطور لفظ داخل ہیں۔

اور جب مقر نے کہا کہ اس دار کی عمارت میری ہے جبکہ صحن فلاں شخص کا ہے تو اب حکم مقر کے قول کے مطابق ہوگا کیونکہ صحن

زمین کا نام ہے کسی عمارت کا نام نہیں ہے یعنی اس نے یہ کہا ہے کہ زمین کا خالی حصہ فلاں شخص کا ہے اور عمارت نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے عرصہ کی جگہ ارضا کہہ دیا ہے تو بناء بھی مقرلہ کو مل جائے گی کیونکہ زمین کے اقرار سے عمارت کا اقرار ہو گیا ہے جس طرح دار کا اقرار ہی اقرار بہ بناء ہوتا ہے۔

مقر کے قول غلام کی قیمت ایک ہزار ہونے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اشْتَرَيْته مِنْهُ وَلَمْ اَقْبِضْهُ، فَإِنْ ذَكَرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ قِيلَ لِلْمُقَرِّ لَهُ إنْ شِئْت فَسَلِّمْ الْعَبْدَ وَخُذْ الْاَلْفَ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ لَك) قَالَ: وَهٰذَا عَلٰى وُجُوهٍ: اَحَدُهَا هٰذَا وَهُوَ اَنْ يُصَدِّقَهُ وَيُسَلِّمَ الْعَبْدَ، وَجَوَابُهُ مَا ذُكِرَ، لِاَنَّ الثَّابِتَ بِتَصَادُقِهِمَا كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً.

وَالثَّانِي اَنْ يَقُولَ الْمُقَرُّ لَهُ: الْعَبْدُ عَبْدُك مَا بِعْتُكَهُ وَاِنَّمَا بِعْتُك عَبْدًا غَيْرَ هٰذَا وَفِيهِ الْمَالُ لَازِمٌ عَلَى الْمُقِرِّ لِاِقْرَارِهِ بِهِ عِنْدَ سَلَامَةِ الْعَبْدِ لَهُ وَقَدْ سَلَّمَ فَلَا يُبَالِي بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ بَعْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر اس غلام کی قیمت کے ایک ہزار دراہم ہیں جس کو میں نے فلاں شخص سے خریدا تھا۔ مگر میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ تو اب مقر کسی معین غلام کو بیان کرتا ہے تو مقرلہ سے کہا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو ایک ہزار لے کر غلام کو اس کے سپرد کر دو ورنہ تم کو کچھ نہ ملے گا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ مسئلہ کئی صورتوں مشتمل ہے ان میں ایک صورت یہ ہے کہ مقرلہ مقر کی تصدیق کر دے اور غلام اس کے حوالے کر دے۔ اور اس کا حکم ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ مقر اور مقرلہ کے اتفاق ثابت ہونے والی چیز ایسی ہے جیسے کہ ان دونوں کے معائنہ سے ثابت شدہ چیز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مقرلہ یہ کہہ دے کہ یہ غلام تو تمہارا ہی ہے میں نے اس کو تمہارے ہاتھ تو نہیں بیچا ہے ہاں البتہ اس کے سوا دوسرا غلام بیچا تھا۔ اور اس میں مقر پر مال لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے غلام صحیح سلامت ہونے کی صورت میں اس نے خود ہی مال کا اقرار کیا ہے اور وہ غلام اس کے لئے صحیح وسلامت ہے۔ لہٰذا مقصد کے حصول کے بعد اختلاف سبب کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔

مقر کے قول یہ غلام میرا ہے کی فقہی جزئیات کا بیان

وَالثَّالِثُ اَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ عَبْدِي مَا بِعْتُك. وَحُكْمُهُ اَنْ لَا يَلْزَمَ الْمُقِرَّ شَيْءٌ لِاَنَّهُ مَا اَقَرَّ بِالْمَالِ اِلَّا عِوَضًا عَنْ الْعَبْدِ فَلَا يَلْزَمُهُ دُونَهُ، وَلَوْ قَالَ مَعَ ذٰلِكَ اِنَّمَا بِعْتُك غَيْرَهُ يَتَحَالَفَانِ لِاَنَّ الْمُقِرَّ يَدَّعِي تَسْلِيمَ مَنْ عَيَّنَهُ وَالْاٰخَرَ يُنْكِرُ وَالْمُقَرُّ لَهُ يَدَّعِي عَلَيْهِ الْاَلْفَ بِبَيْعِ غَيْرِهِ وَالْاٰخَرَ يُنْكِرُهُ،

وَإِذَا تَحَالَفَا بَطَلَ الْمَالُ، هٰذَا إِذَا ذَكَرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ (وَإِنْ قَالَ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اشْتَرَيْتُهُ وَلَمْ يُعَيِّنْهُ لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَلَا يُصَدَّقُ فِي قَوْلِهِ مَا قَبَضْتُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَصَلَ أَمْ فَصَلَ) لِأَنَّهُ رُجُوعٌ فَإِنَّهُ أَقَرَّ بِوُجُوبِ الْمَالِ رُجُوعًا إِلَى كَلِمَةِ عَلَيَّ، وَإِنْكَارُهُ الْقَبْضَ فِي غَيْرِ الْمُعَيَّنِ يُنَافِي الْوُجُوبَ أَصْلًا لِأَنَّ الْجَهَالَةَ مُقَارِنَةً كَانَتْ أَوْ طَارِئَةً بِأَنْ اشْتَرٰى عَبْدًا ثُمَّ نَسِيَاهُ عِنْدَ الْاِخْتِلَاطِ بِأَمْثَالِهِ تُوجِبُ هَلَاكَ الْمَبِيعِ فَيَمْتَنِعُ وُجُوبُ نَقْدِ الثَّمَنِ، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ كَانَ رُجُوعًا فَلَا يَصِحُّ وَإِنْ كَانَ مَوْصُولًا .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : إِنْ وَصَلَ صُدِّقَ وَلَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ فَصَلَ لَمْ يُصَدَّقْ إِذَا أَنْكَرَ الْمُقَرُّ لَهُ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ، وَإِنْ أَقَرَّ أَنَّهُ بَاعَهُ مَتَاعًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُقِرِّ . وَوَجْهُ ذٰلِكَ أَنَّهُ أَقَرَّ بِوُجُوبِ الْمَالِ عَلَيْهِ وَبَيَّنَ سَبَبًا وَهُوَ الْبَيْعُ، فَإِنْ وَافَقَهُ الطَّالِبُ فِي السَّبَبِ وَبِهِ لَا يَتَأَكَّدُ الْوُجُوبُ إِلَّا بِالْقَبْضِ، وَالْمُقِرُّ يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهُ، وَإِنْ كَذَّبَهُ فِي السَّبَبِ كَانَ هٰذَا مِنَ الْمُقِرِّ بَيَانًا مُغَيِّرًا لِأَنَّ صَدْرَ كَلَامِهِ لِلْوُجُوبِ مُطْلَقًا وَآخِرُهُ يَحْتَمِلُ انْتِفَاءَهُ عَلٰى اعْتِبَارِ عَدَمِ الْقَبْضِ وَالْمُغَيِّرُ يَصِحُّ مَوْصُولًا لَا مَفْصُولًا .

اور اسی کی تیسری صورت یہ ہے کہ مقر یہ کہہ دے کہ یہ غلام میرا ہے اور میں نے تجھ کو فروخت ہی نہیں کیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ مقر پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اسی مال کا اقرار کیا ہے جو غلام کو بدلہ ہے لہٰذا غلام کے سوا اس پر مال لازم نہ ہوگا اور جب اس کے ساتھ مقر یہ بھی کہہ دے کہ میں نے دوسرا غلام تیرے ہاتھ فروخت کیا ہے تو دونوں حلف اٹھائیں گے کیونکہ مقر اپنے معین کردہ غلام کا مدعی ہے جبکہ مقر لہ اس کا انکار کرنے والا ہے اور دوسرے غلام کی بیل کو لے کر اس پر ایک ہزار دراہم کا مدعی ہے۔ جبکہ مقر اس کا منکر ہے لہٰذا جب دونوں قسم اٹھالیں گے تو مال ختم ہو جائے گا۔ اور یہ حکم وقت ہوگا جب مقر نے کوئی معین غلام بیان کیا ہے۔

اور جب اس نے ''غلام کی قیمت سے'' کہا ہے اور غلام معین نہیں کیا ہے۔ تو اس پر ہزار دراہم لازم ہوں گے۔ اور اس کے قول ''ماقبضت'' میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ اس نے یہ بات بطور اتصال کہی ہے یا اس نے بطور انفصال کہی ہے کیونکہ یہ اقرار سے رجوع ہے۔ اس لئے کہ اس نے وجوب مال کا اقرار کیا ہے جس طرح کلمہ ''علی'' اس پر دلیل ہے۔ جبکہ غیر معین کے قبضہ میں اس کے قبضہ کا انکار بالکل ہی وجوب کو روکنے والا ہے۔ کیونکہ جہالت اگرچہ متصل ہو یا بعد میں طاری ہونے والی ہو یہ مبیع کی ہلاکت کو مستلزم ہے۔ اور طاری کی مثال یہ ہے کہ جب کسی ایک غلام کو خریدا۔ اس کے بعد اس کو دوسرے غلاموں سے ملا دیا اور بیچنے والا اور خریدار دونوں اس کو بھول گئے۔ حالانکہ ہلاکت مبیع وجوب قیمت کو روکنے والی ہے پس مقر کا یہ قول رجوع ہوگا۔ لہٰذا یہ درست نہ ہوگا۔ اگرچہ اقرار کے بطور اتصال ہی کیوں نہ ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب مقر نے یہ بات بطور اتصال کہی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے بطور انفصال یہ بات کہی ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ مقر لہ اس بات کا انکار کرنے والا ہو کہ یہ ہزار غلام کی قیمت والا ہے۔

اور جب مقر لہ یہ کہہ دے کہ میں نے کہا ہے کہ اس نے مقر سے سامان فروخت کیا ہے تو مقر کی بات کو مان لیا جائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ مقر نے اپنے اوپر وجوب مال کا اقرار کیا ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بیع یعنی مطالب یعنی اگر مقر لہ سبب میں اس کی مطابقت کر لیتا ہے تب بھی بغیر قبضہ کے قیمت کو وجوب مؤکد نہ ہوگا جبکہ مقر قبضہ کا انکاری ہے۔ لہٰذا اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مقر لہ وجوب سبب میں مقر کو جھٹلائے تو بیان مقر کی جانب سے بدلنے والا ہوگا۔ کیونکہ اس کا شروع کلام مطلق طور پر وجوب کے لئے ہے۔ جبکہ اس کا آخری کلام قبضہ نہ ہونے کے حوالے انتفائے وجوب کا احتمال رکھنے والا ہے جبکہ مغیر یہ بطور اتصال درست ہوتا ہے بطور انفصال درست نہیں ہوتا۔

قبضہ کا بیع کے لوازمات میں سے ہونے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ ابْتَعْتُ مِنْهُ بَيْعًا إِلَّا أَنِّي لَمْ أَقْبِضْهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ ضَرُورَةِ الْبَيْعِ الْقَبْضُ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِوُجُوبِ الثَّمَنِ.

📖 اور جب مقر یہ کہہ دے کہ میں نے مقر لہ سے ایک معین مال خریدا ہے لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے تو بہ اجماع مقر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ قبضہ بیع کے لوازمات میں سے نہیں ہے بہ خلاف اس اقرار جو وجوب ثمن کے ساتھ ہوا قائم ہوا ہے۔

خنزیر و شراب کی قیمت والے دراہم کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَكَذَا لَوْ قَالَ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ (لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَلَمْ يُقْبَلْ تَفْسِيرُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَصَلَ أَمْ فَصَلَ) لِأَنَّهُ رُجُوعٌ لِأَنَّ ثَمَنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ لَا يَكُونُ وَاجِبًا وَأَوَّلُ كَلَامِهِ لِلْوُجُوبِ (وَقَالَا: إِذَا وَصَلَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ) لِأَنَّهُ بَيَّنَ بِآخِرِ كَلَامِهِ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِهِ الْإِيجَابَ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ فِي آخِرِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. قُلْنَا: ذَاكَ تَعْلِيقٌ وَهَذَا إِبْطَالٌ.

📖 اور اسی طرح جب اس نے یہ کہا کہ شراب یا خنزیر کی قیمت سے ہے اس مسئلہ کا معنی یہ ہے کہ جب اس نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ پر ایک ہزار دراہم جو شراب یا خنزیر کی قیمت سے ہیں تو اس پر ایک ہزار دراہم لازم ہوں گے۔
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی تفسیر قبول نہ کی جائے گی اگرچہ اور بطور اتصال کی ہو یا بطور انفصال کی ہو کیونکہ تفسیر

کرنا یا اقرار سے رجوع کرنا ہے۔ جبکہ شراب وخنزیر کی قیمت واجب نہیں ہوتی۔ البتہ مقر کا ابتدائی کلام وجوب کے لئے ہے۔
صاحبین نے کہا ہے کہ جب اس نے بطور اتصال کہا ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنے آخری کلام سے یہ وضاحت کردی ہے کہ اس نے ایجاب کا ارادہ ہی نہ کیا تھا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے کلام کے آخر میں ''ان شاء اللہ'' کہا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ تعلیق ہے۔ حالانکہ صورت مسئلہ میں ابطال میں ہے۔

دراہم کے اقرار کے بعد وصف زیوف بتانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ اَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ اَوْ قَالَ اَقْرَضَنِي اَلْفَ دِرْهَمٍ ثُمَّ قَالَ هِيَ زُيُوفٌ اَوْ نَبَهْرَجَةٌ وَقَالَ الْمُقَرُّ لَهُ جِيَادٌ لَزِمَهُ الْجِيَادُ فِي قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : اِنْ قَالَ مَوْصُولًا يُصَدَّقُ، وَاِنْ قَالَ مَفْصُولًا لَا يُصَدَّقُ) وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا قَالَ هِيَ سَتُّوقَةٌ اَوْ رَصَاصٌ، وَعَلَى هٰذَا اِذَا قَالَ اِلَّا اَنَّهَا زُيُوفٌ، وَعَلَى هٰذَا اِذَا قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ زُيُوفٍ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ .لَهُمَا اَنَّهُ بَيَانٌ مُغَيِّرٌ فَيَصِحُّ بِشَرْطِ الْوَصْلِ كَالشَّرْطِ وَالِاسْتِثْنَاءِ .
وَهٰذَا لِاَنَّ اسْمَ الدَّرَاهِمِ يَحْتَمِلُ الزُّيُوفَ بِحَقِيقَتِهِ وَالسَّتُّوقَةُ بِمَجَازِهِ، اِلَّا اَنَّ مُطْلَقَهُ يَنْصَرِفُ اِلَى الْجِيَادِ فَكَانَ بَيَانًا مُغَيِّرًا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ اِلَّا اَنَّهَا وَزْنُ خَمْسَةٍ .وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّ هٰذَا رُجُوعٌ لِاَنَّ مُطْلَقَ الْعَقْدِ يَقْتَضِي وَصْفَ السَّلَامَةِ عَنِ الْعَيْبِ، وَالزِّيَافَةُ عَيْبٌ وَدَعْوَى الْعَيْبِ رُجُوعٌ عَنْ بَعْضِ مُوجِبِهِ وَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ بِعْتُكَهُ مَعِيبًا وَقَالَ الْمُشْتَرِي بِعْتَنِيهِ سَلِيمًا فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي لِمَا بَيَّنَّا، وَالسَّتُّوقَةُ لَيْسَتْ مِنَ الْاَثْمَانِ وَالْبَيْعُ يَرِدُ عَلَى الثَّمَنِ فَكَانَ رُجُوعًا .
وَقَوْلُهُ اِلَّا اَنَّهَا وَزْنُ خَمْسَةٍ يَصِحُّ اسْتِثْنَاءً لِاَنَّهُ مِقْدَارٌ بِخِلَافِ الْجَوْدَةِ لِاَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْوَصْفِ لَا يَجُوزُ كَاسْتِثْنَاءِ الْبِنَاءِ فِي الدَّارِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ عَلَيَّ كُرُّ حِنْطَةٍ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اِلَّا اَنَّهَا رَدِيئَةٌ لِاَنَّ الرَّدَاءَةَ نَوْعٌ لَا عَيْبٌ، فَمُطْلَقُ الْعَقْدِ لَا يَقْتَضِي السَّلَامَةَ عَنْهَا .
وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ فِي غَيْرِ رِوَايَةِ الْاُصُولِ فِي الْقَرْضِ اَنَّهُ يُصَدَّقُ فِي الزُّيُوفِ اِذَا وَصَلَ لِاَنَّ الْقَرْضَ يُوجِبُ رَدَّ مِثْلِ الْمَقْبُوضِ، وَقَدْ يَكُونُ زَيْفًا كَمَا فِي الْغَصْبِ .وَوَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ التَّعَامُلَ بِالْجِيَادِ فَانْصَرَفَ مُطْلَقُهُ اِلَيْهَا .

اور جب کسی شخص نے کہا ہے کہ مجھ پر فلاں شخص کے ایک ہزار دراہم ہیں جو سامان کی قیمت ہیں یا اس نے یہ کہا کہ تم نے مجھے ایک ہزار درہم قرض دیا تھا اس کے بعد اس نے کہا کہ وہ کھوٹے تھے۔ یا اب بازار میں وہ رائج نہیں ہیں۔ جبکہ مقر لہ کہتا ہے

کہ وہ دراہم عمدہ تھے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عمدہ دراہم لازم ہوں گے جبکہ صاحبین کے نزدیک اگر مقر نے بطور اتصال کہا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے بطور انفصال کہا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور یہ اسی اختلاف پر ہے کہ جب اس نے کہا کہ وہ ستوقہ یعنی بالکل بیکار، رصاص یعنی دھات کے ہیں۔ اور اسی اختلاف پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب اس نے کہا کہ وہ کھوٹے ہیں۔ اسی طرح جب اس نے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار کھوٹے دراہم ہیں جو سامان کی قیمت ہیں۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مقر کا بعد والا قول تبدیلی کرنے والا ہے پس وہ شرط وصل کے ساتھ درست ہوگا جس طرح شرط اور استثناء شرط وصل کے ساتھ درست ہوتے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محض دراہم ہی حقیقت میں کھوٹے ہونے کا احتمال رکھتے ہیں جبکہ ستوقہ کا احتمال تو بطور مجاز ہے البتہ مطلق لفظ دراہم یہ عمدہ کی جانب لوٹنے والا ہوتا ہے۔ پس اس اعتبار سے اس کا دوسرا قول مغیر ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے ''اِلَّا اَنَّهَا وَزْنُ خَمْسَةٍ'' کہا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ رجوع ہے کیونکہ مطلق طور پر عقد سلامتی کا تقاضہ کرنے والا ہے جبکہ کھوٹا ہونا یہ ایک عیب ہے اور عیب کا دعویٰ کرنا یہ بعض واجبات عقد سے رجوع کرنا ہے یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح وہ یہ کہے کہ میں نے اس کو تمہارے ہاتھ عیب کی حالت میں فروخت کیا تھا جبکہ خریدار کہتا ہے کہ سلامتی کی حالت میں فروخت کیا تھا تو خریدار کا قول معتبر ہوگا اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

البتہ ستوقہ ثمن نہیں ہے جبکہ بیع ثمن پر وارد ہوا کرتی ہے پس یہ رجوع ہوگا اور مقر کا قول ''اِلَّا اَنَّهَا وَزْنُ خَمْسَةٍ'' استثناء بن جائے گا کیونکہ خمسہ کا وزن بھی دراہم کی ایک مقدار ہے۔ بہ خلاف اس کی جودت وعمدگی کے کیونکہ وصف کا استثناء درست نہیں ہے جس طرح گھر سے عمارت کا استثناء کرنا ہے۔ اسی کے بہ خلاف جب مقر نے کہا کہ مجھ پر غلام کی قیمت کی ایک بوری گندم ہے مگر وہ ردی ہے کیونکہ ردی ہونا ایک قسم ہے یہ عیب نہیں ہے پس مطلق طور پر عقد ردی ہونے سے سلامتی کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر الروایت کے سوا میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب مقر بطور اتصال کہتا ہے تو زیوف کے متعلق اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ قرض مثلی مقبوض کی واپسی کا موجب ہے حالانکہ مقبوض کبھی کھوٹا بھی ہوتا ہے جس طرح غصب میں ہوتا ہے اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر لین دین کھرے دراہم کا ہوا کرتا ہے پس مطلق طور پر دراہم عمدہ کی جانب راجع ہوں گے۔

کھوٹے دراہم کو بیع وقرض کے طور پر ذکر نہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ زُيُوفٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْبَيْعَ وَالْقَرْضَ قِيلَ يُصَدَّقُ) بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ اسْمَ الدَّرَاهِمِ يَتَنَاوَلُهَا (وَقِيلَ لَا يُصَدَّقُ) لِاَنَّ مُطْلَقَ الْاِقْرَارِ يَنْصَرِفُ اِلَى الْعُقُودِ لِتَعَيُّنِهَا مَشْرُوعَةً لَا اِلَى الْاِسْتِهْلَاكِ الْمُحَرَّمِ.

(وَلَوْ قَالَ اغْتَصَبْتُ مِنْهُ اَلْفًا اَوْ قَالَ اَوْدَعَنِي ثُمَّ قَالَ هِيَ زُيُوفٌ اَوْ نَبَهْرَجَةٌ صُدِّقَ وَصَلَ اَمْ فَصَلَ) لِاَنَّ الْاِنْسَانَ يَغْصِبُ مَا يَجِدُ وَيُودِعُ مَا يَمْلِكُ فَلَا مُقْتَضَى لَهُ فِي الْجِيَادِ وَلَا تَعَامُلَ فَيَكُونُ بَيَانَ النَّوْعِ فَيَصِحُّ وَاِنْ فَصَلَ، وَلِهٰذَا لَوْ جَاءَ رَادُّ الْمَغْصُوبِ الْوَدِيعَةِ بِالْمَعِيبِ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِيهِ مَفْصُولًا اعْتِبَارًا بِالْقَرْضِ اِذِ الْقَبْضُ فِيهِمَا هُوَ الْمُوجِبُ لِلضَّمَانِ .

اور جب اس نے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار کھوٹے دراہم ہیں اور اس نے بیع اور قرض کا ذکر نہیں کیا تو ایک قول کے مطابق بہ اجماع اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ لفظ دراہم زیوف کو بھی شامل ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ مطلق اقرار عقود کی جانب لوٹنے والا ہے اس لئے کہ عقود مشروع ہیں پس ان کو حرام کی جانب منسوب نہ کیا جائے گا۔ اور جب کسی نے کہا ہے کہ میں نے فلاں شخص کا ایک ہزار درہم غصب کیا ہے یا فلاں نے میرے پاس ایک ہزار دراہم ودیعت رکھے ہیں اس کے بعد کہا کہ وہ کھوٹے ہیں۔ اور غیر رائجہ ہیں۔ تو اس کی تصدیق کی جائے گی خواہ نے بطور اتصال کہا ہو یا بطور انفصال کہا ہو کیونکہ جس کو پائے اسی کو غصب کرنے والا ہے۔ اور جس چیز کا مالک ہوتا ہے اس کو ودیعت رکھ دیتا ہے۔ پس امانت اور غصب والے دراہم کا کھرا ہونا ضروری نہ ہوگا جبکہ ان چیزوں میں کھرے دراہم کا تعامل یعنی عرف میں رائج ہونے کا معمول بھی نہیں ہے پس مقر کا بیان، بیان نوع کے لئے ہوگا پس وہ درست ہوگا خواہ بطور انفصال ہو۔ اسی دلیل کے سبب جب مغصوب اور ودیعت والا عیب والے دراہم لے کر آئے تو اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انفصال کے طور کہنے کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اس کو قرض پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ غصب اور قرض میں قبضہ ہی ضمان کو واجب کرنے والا ہے۔

مقر کا اتصالی طور پر ستوقہ یا رصاص کہنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ هِيَ سَتُّوقَةٌ اَوْ رَصَاصٌ بَعْدَمَا اَقَرَّ بِالْغَصْبِ الْوَدِيعَةِ وَوَصَلَ صُدِّقَ، وَاِنْ فَصَلَ لَمْ يُصَدَّقْ لِاَنَّ السَّتُّوقَةَ لَيْسَتْ مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ لٰكِنَّ الْاِسْمَ يَتَنَاوَلُهَا مَجَازًا فَكَانَ بَيَانًا مُغَيِّرًا فَلَا بُدَّ مِنَ الْوَصْلِ (وَاِنْ قَالَ فِي هٰذَا كُلِّهِ اَلْفًا ثُمَّ قَالَ اِلَّا اَنَّهُ يَنْقُصُ كَذَا لَمْ يُصَدَّقْ وَاِنْ وَصَلَ صُدِّقَ) لِاَنَّ هٰذَا اسْتِثْنَاءُ الْمِقْدَارِ وَالِاسْتِثْنَاءُ يَصِحُّ مَوْصُولًا، بِخِلَافِ الزِّيَافَةِ لِاَنَّهَا وَصْفٌ وَاسْتِثْنَاءُ الْاَوْصَافِ لَا يَصِحُّ، وَاللَّفْظُ يَتَنَاوَلُ الْمِقْدَارَ دُونَ الْوَصْفِ وَهُوَ تَصَرُّفٌ لَفْظِيٌّ كَمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ كَانَ الْفَصْلُ ضَرُورَةَ انْقِطَاعِ الْكَلَامِ فَهُوَ وَاصِلٌ لِعَدَمِ اِمْكَانِ الْاِحْتِرَازِ عَنْهُ .

اور جب غصب یا ودیعت میں رکھنے والے نے بطور اتصال کہا کہ وہ ستوقہ (کھوٹے) یا رصاص (سیسہ) تھے تو

اس کی تصدیق کرلی جائے گی۔ مگر جب اس نے بطور انفصال کہا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ ستوقہ دراہم کی جنس سے نہیں ہیں البتہ لفظ اسم اس کو بطور مجاز شامل ہے پس یہی بیان مغیر ہوگا کیونکہ قبولیت کے لئے وصف ضروری ہے۔

اور جب مقر نے مذکورہ تمام صورتوں میں کہا کہ ایک ہزار ہیں اس کے اس نے کہا کہ ایک ہزار سے کچھ کم ہیں تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور جب اس نے بطور اتصال کہا تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ مقدار کا استثناء یہی ہے اور موصول استثناء درست ہوتا ہے۔ بہ خلاف زیافت کے کیونکہ وہ وصف ہے اور اوصاف کا استثناء درست نہیں ہے جبکہ لفظ الف یعنی ہزار یہ مقدار کو شامل ہے نہ کہ وصف کو شامل ہے۔ اور یہ لفظ تصرف ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب کلام منقطع ہو جانے کے سبب فصل پایا جائے یعنی جس طرح اس کی سانس رک گئی ہے تو اس کو وصل ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

غصب شدہ کپڑے کے اقرار کے بعد عیب والا کپڑا لانے کا بیان

(وَمَنْ اَقَرَّ بِغَصْبِ ثَوْبٍ ثُمَّ جَاءَ بِثَوْبٍ مَعِيبٍ فَالْقَوْلُ لَهُ) لِاَنَّ الْغَصْبَ لَا يَخْتَصُّ بِالسَّلِيمِ .(وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ : اَخَذْتُ مِنْكَ اَلْفَ دِرْهَمٍ وَدِيعَةً فَهَلَكَتْ فَقَالَ لَا بَلْ اَخَذْتَهَا غَصْبًا فَهُوَ ضَامِنٌ، وَاِنْ قَالَ اَعْطَيْتَنِيهَا وَدِيعَةً فَقَالَ لَا بَلْ غَصَبْتَنِيهَا لَمْ يَضْمَنْ) وَالْفَرْقُ اَنَّ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ اَقَرَّ بِسَبَبِ الضَّمَانِ وَهُوَ الْاَخْذُ ثُمَّ ادَّعَى مَا يُبْرِئُهُ وَهُوَ الْاِذْنُ وَالْاٰخَرُ يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهُ مَعَ الْيَمِينِ .

وَفِي الثَّانِي اَضَافَ الْفِعْلَ اِلٰى غَيْرِهِ وَذَاكَ يَدَّعِي عَلَيْهِ سَبَبَ الضَّمَانِ وَهُوَ الْغَصْبُ فَكَانَ الْقَوْلُ لِمُنْكِرِهِ مَعَ الْيَمِينِ وَالْقَبْضُ فِي هٰذَا كَالْاَخْذِ وَالدَّفْعُ كَالْاِعْطَاءِ، فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ : اِعْطَاؤُهُ وَالدَّفْعُ اِلَيْهِ لَا يَكُونُ اِلَّا بِقَبْضِهِ، فَنَقُولُ : قَدْ يَكُونُ بِالتَّخْلِيَةِ وَالْوَضْعِ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَوْ اقْتَضَى ذٰلِكَ فَالْمُقْتَضَى ثَابِتٌ ضَرُورَةً فَلَا يَظْهَرُ فِي انْعِقَادِهِ سَبَبُ الضَّمَانِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ : اَخَذْتُهَا مِنْكَ وَدِيعَةً وَقَالَ الْاٰخَرُ لَا بَلْ قَرْضًا حَيْثُ يَكُونُ الْقَوْلُ لِلْمُقِرِّ وَاِنْ اَقَرَّ بِالْاَخْذِ لِاَنَّهُمَا تَوَافَقَا هُنَالِكَ عَلٰى اَنَّ الْاَخْذَ كَانَ بِالْاِذْنِ اِلَّا اَنَّ الْمُقَرَّ لَهُ يَدَّعِي سَبَبَ الضَّمَانِ وَهُوَ الْقَرْضُ وَالْاٰخَرُ يُنْكِرُ فَافْتَرَقَا .

اور جب کسی شخص نے کپڑا غصب کرنے کا اقرار کیا اور اس کے بعد وہ عیب والا کپڑا لے کر حاضر ہو گیا تو اسی کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ غصب کرنا یہ کسی صحیح و سالم کپڑے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار دراہم ودیعت کے طور لئے تھے۔ اور وہ ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے ان کو غصب کیا تھا تو مقر ضامن ہوگا اور جب مقر نے کہا کہ تم نے ہزار دراہم ودیعت کے طور پر مجھے دیئے تھے جبکہ مقرلہ نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ دراہم تم نے غصب کیے تھے تو مقر ضامن نہ ہوگا اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی

صورت میں مقر نے ضمان کے سبب کا اقرار کیا ہے اور وہ لینا ہے اس کے بعد مقر نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے جو اس کو ضمان سے بری کرنے والی ہے اور دوسرا اس کا انکاری ہے۔ لہٰذا قسم کے ساتھ مقر لہ کے کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ مقر نے فعل مقر لہ کی جانب منسوب کر دیا ہے اور مقر لہ اس پر ضمان کے سبب کا دعویٰ کر رہا ہے اور وہ غصب ہے تو قسم کے ساتھ غصب سے انکاری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اس بارے میں قبضہ کرنا یہ لینے کے حکم میں ہے۔ اور دینا یہ عطاء کرنے کی طرح ہے۔ اور اب کوئی شخص یہ کہے کہ مقر کو دینا یا عطاء کرنا یہ اس کے قبضہ کے بغیر نہ ہوگا تو ہم بطور جواب اس سے کہیں گے کہ دینا اور عطاء یہ کبھی تخلیہ کرنے اور مقر کے سامنے رکھنے سے ہو جائیں گے۔ اور جب دینا اور عطاء قبضہ کا تقاضہ کرنے والے ہوں تو بطور ضرورت قبضہ بھی ثابت ہوگا کیونکہ سبب ضمان کے انعقاد یہ تقاضہ ثابت نہ ہوگا۔

اور یہ اس صورت کے خلاف ہے جب مقر نے کہا کہ میں نے تجھ سے ودیعت کے طور پر ایک ہزار دراہم لیے تھے اور دوسرے یعنی مقر لہ نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے بطور قرض لیے تھے۔ تو مقر کے قول کا اعتبار ہوگا خواہ وہ اقرار کر رہا ہے کیونکہ وہ دونوں یہاں اس بات پر اتفاق کرنے والے ہیں کہ پکڑنا اجازت سے تھا ہاں البتہ جب مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور وہ قرض ہے اور دوسرا مقر اس کا انکاری ہے۔ لہٰذا یہ دونوں مسائل حکم کے اعتبار سے الگ الگ ہو گئے۔

ایک ہزار بطور امانت ہونے کے اقرار کا بیان

(وَإِنْ قَالَ هَذِهِ الْأَلْفُ كَانَتْ وَدِيعَةً لِي عِنْدَ فُلَانٍ فَأَخَذْتُهَا فَقَالَ فُلَانٌ هِيَ لِي فَإِنَّهُ يَأْخُذُهَا) لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِالْيَدِ لَهُ وَادَّعَى اسْتِحْقَاقَهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ.

(وَلَوْ قَالَ: آجَرْتُ دَابَّتِي هَذِهِ فُلَانًا فَرَكِبَهَا وَرَدَّهَا، أَوْ قَالَ: آجَرْتُ ثَوْبِي هَذَا فُلَانًا فَلَبِسَهُ وَرَدَّهُ وَقَالَ فُلَانٌ كَذَبْتَ وَهُمَا لِي فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: الْقَوْلُ قَوْلُ الَّذِي أُخِذَ مِنْهُ الدَّابَّةُ وَالثَّوْبُ) وَهُوَ الْقِيَاسُ وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْإِعَارَةُ وَالْإِسْكَانُ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میرے یہ ایک ہزار فلاں آدمی کے پاس امانت کے طور پر تھے۔ اور میں نے اس سے لے لئے ہیں۔ جبکہ فلاں شخص کہتا ہے کہ وہ تو میرے پاس ہیں۔ تو وہی فلاں ہی ان دراہم کو لینے والا ہوگا کیونکہ مقر فلاں آدمی کے لئے قبضہ کا اقرار کر کے اس پر اپنے حق کا دعویٰ کرنے رہا ہے۔ جبکہ اس کے حق کا انکار کرنے والا فلاں آدمی ہی ہے۔ لہٰذا انکاری کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور جب اس نے کہا کہ میں فلاں آدمی کو کرائے پر یہ سواری دی ہوئی تھی اور سوار ہونے کے بعد اس نے وہ سواری مجھ کو پیش کر دی اور یہ اس نے کہا کہ میں نے اپنا یہ کپڑا فلاں آدمی کو کرائے پر دیا تھا اور اس نے پہن کر مجھ کو واپس کر دیا ہے۔ جبکہ فلاں آدمی نے کہا کہ تم جھوٹے ہو یہ سواری اور یہ کپڑا تو دونوں میرے اپنے ہیں تو مقر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ اسی شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جس سے یہ سواری اور یہ کپڑا

لیا گیا ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اور اسی عاریت پر دینا اور رہائش کے لئے مکان دینا یہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔

نصف درہم سے کپڑے کی سلوائی کرانے کے اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ خَاطَ فُلَانٌ ثَوْبِیْ هٰذَا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ قَبَضْتُهُ وَقَالَ فُلَانٌ الثَّوْبُ ثَوْبِیْ فَهُوَ عَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ فِی الصَّحِیْحِ) وَجْهُ الْقِیَاسِ مَا بَیَّنَّاهُ فِی الْوَدِیْعَةِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ وَهُوَ الْفَرْقُ اَنَّ الْیَدَ فِی الْاِجَارَةِ وَالْاِعَارَةِ ضَرُوْرِیَّةٌ تَثْبُتُ ضَرُوْرَةَ اسْتِیْفَاءِ الْمَعْقُوْدِ عَلَیْهِ وَهُوَ الْمَنَافِعُ فَیَكُوْنُ عَدَمًا فِیْمَا وَرَاءَ الضَّرُوْرَةِ فَلَا یَكُوْنُ اِقْرَارًا لَهُ بِالْیَدِ مُطْلَقًا، بِخِلَافِ الْوَدِیْعَةِ لِاَنَّ الْیَدَ فِیْهَا مَقْصُوْدَةٌ وَالْاِیْدَاعُ اِثْبَاتُ الْیَدِ قَصْدًا فَیَكُوْنُ الْاِقْرَارُ بِهِ اعْتِرَافًا بِالْیَدِ لِلْمُوْدِعِ .

وَوَجْهٌ آخَرُ اَنَّ فِی الْاِجَارَةِ وَالْاِعَارَةِ وَالْاِسْكَانِ اَقَرَّ بِیَدٍ ثَابِتَةٍ مِنْ جِهَتِهِ فَیَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فِی كَیْفِیَّتِهِ .

وَلَا كَذٰلِكَ فِی مَسْاَلَةِ الْوَدِیْعَةِ لِاَنَّهُ قَالَ فِیْهَا كَانَتْ وَدِیْعَةً، وَقَدْ تَكُوْنُ مِنْ غَیْرِ صُنْعِهِ، حَتّٰی لَوْ قَالَ اَوْدَعْتُهَا كَانَ عَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ، وَلَیْسَ مَدَارُ الْفَرْقِ عَلٰی ذِكْرِ الْاَخْذِ فِی طَرَفِ الْوَدِیْعَةِ وَعَدَمِهِ فِی الطَّرَفِ الْاٰخَرِ وَهُوَ الْاِجَارَةُ وَاُخْتَاهُ ؛ لِاَنَّهُ ذَكَرَ الْاَخْذَ فِی وَضْعِ الطَّرَفِ الْاٰخَرِ فِی كِتَابِ الْاِقْرَارِ اَیْضًا، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ اقْتَضَیْتُ مِنْ فُلَانٍ اَلْفَ دِرْهَمٍ كَانَتْ لِیْ عَلَیْهِ اَوْ اَقْرَضْتُهُ اَلْفًا ثُمَّ اَخَذْتُهَا مِنْهُ وَاَنْكَرَ الْمُقَرُّ لَهُ حَیْثُ یَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِاَنَّ الدُّیُوْنَ تُقْضٰی بِاَمْثَالِهَا، وَذٰلِكَ اِنَّمَا یَكُوْنُ بِقَبْضٍ مَضْمُوْنٍ، فَاِذَا اَقَرَّ بِالِاقْتِضَاءِ فَقَدْ اَقَرَّ بِسَبَبِ الضَّمَانِ ثُمَّ ادَّعٰی تَمَلُّكَهُ عَلَیْهِ بِمَا یَدَّعِیْهِ مِنَ الدَّیْنِ مُقَاصَّةً وَالْاٰخَرُ یُنْكِرُهُ، اَمَّا هٰهُنَا الْمَقْبُوْضُ عَیْنُ مَا ادَّعٰی فِیْهِ الْاِجَارَةَ وَمَا اَشْبَهَهَا فَافْتَرَقَا، لَوْ اَقَرَّ اَنَّ فُلَانًا زَرَعَ هٰذِهِ الْاَرْضَ اَوْ بَنٰی هٰذِهِ الدَّارَ اَوْ غَرَسَ هٰذَا الْكَرْمَ وَذٰلِكَ كُلُّهُ فِی یَدِ الْمُقِرِّ فَادَّعَاهَا فُلَانٌ وَقَالَ الْمُقِرُّ لَا بَلْ ذٰلِكَ كُلُّهُ لِیْ اسْتَعَنْتُ بِكَ فَفَعَلْتَ اَوْ فَعَلْتَهُ بِاَجْرٍ فَالْقَوْلُ لِلْمُقِرِّ لِاَنَّهُ مَا اَقَرَّ لَهُ بِالْیَدِ وَاِنَّمَا اَقَرَّ بِمُجَرَّدِ فِعْلٍ مِنْهُ، وَقَدْ یَكُوْنُ ذٰلِكَ فِیْ مِلْكٍ فِیْ یَدِ الْمُقِرِّ وَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ خَاطَ لِیْ الْخَیَّاطُ قَمِیْصِیْ هٰذَا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ وَلَمْ یَقُلْ قَبَضْتُهُ مِنْهُ لَمْ یَكُنْ اِقْرَارًا بِالْیَدِ وَیَكُوْنُ الْقَوْلُ لِلْمُقِرِّ لَمَّا اَنَّهُ اَقَرَّ بِفِعْلٍ مِنْهُ وَقَدْ یَخِیْطُ ثَوْبًا فِیْ یَدِ الْمُقِرِّ كَذَا هٰذَا .

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی نے نصف درہم میں میرے اس کپڑے کو سی دیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ

بھی کرلیا ہے جبکہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ یہ تو میرا کپڑا ہے قول صحیح کے مطابق یہ صورت بھی مذکورہ اختلاف کے مطابق ہے۔ اور قیاس کی دلیل اسی طرح ہے جس کو ہم ودیعت میں بیان کرآئے ہیں۔

استحسان کی دلیل اور اس کا سبب فرق یہ ہے کہ اجارہ اور اعارہ میں قبضہ ضرورت کے وقت ہوا کرتا ہے تاکہ معقود بہ سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ پس ضرورت کے سوا میں قبضے کا اعتبار نہ ہوگا پس مقر کے اجارہ اور اعارہ کا اقرار اس کے لئے مطلق طور قبضہ کا اقرار نہ ہوگا بہ خلاف ودیعت کے کیونکہ ودیعت میں قبضہ مقصود ہوتا ہے جبکہ ودیعت دینے میں بطور قصد قبضہ کو ثابت کیا جاتا ہے پس ودیعت کا اقرار مودع کے لئے قبضے کا اعتراف ہے۔

اس کے سوا ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ اجارہ اور اس کان میں مقر اپنی جانب سے قبضہ دینے کا اقرار کرتا ہے پس قبضہ کی ہیئت کے متعلق مقر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ ودیعت والے مسئلہ میں اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مقر صرف ودیعت ہونے کا اقرار کرنے والا ہے۔ کبھی فعل مودع کے بغیر بھی ودیعت ثابت ہوجاتی ہے ہاں البتہ جب مقر ''میں نے ودیعت کیا'' کہا تو بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ اور اختلاف کا دارومدار اس بات پر نہیں ہے کہ ودیعت کی صورت میں مقر نے لے جانے کی وضاحت کی ہے جبکہ اجارہ وغیرہ میں یہ توضیح نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے دوسری صورت میں بھی لے جانے کی وضاحت کی ہے یعنی انہوں نے جامع صغیر میں کتاب الاقرار میں بھی اجارہ کو لینے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ اس صورت کے برخلاف ہے۔

اور جب مقر نے یہ کہا ہے کہ فلاں شخص پر جو میرے ایک ہزار دراہم تھے میں نے ان سے وصول کرلیا ہے یا میں نے ان کو ہزار دراہم قرض دیا تھا اس کے بعد ان سے لے لیا ہے جبکہ مقر لہ نے اس کا انکار کردیا ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا۔ کیونکہ قرض مثلی ادا کئے جاتے ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب قرض مقبوض مضمون ہو۔ اور اب جبکہ مقر نے وصول کرنے کا اقرار کیا ہے تو اس نے ضمان کے سبب کا اقرار بھی کیا ہے اس کے بعد مقر لہ نے قرض کا دعویٰ کرکے بطور تبادلہ اس کا مالک ہونے کا اس نے دعویٰ کردیا ہے جبکہ مقر لہ اس کا انکاری ہے۔ پس اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور مقبوض بھی وہی ہے جس میں اجارہ و اعارہ کا دعویٰ ہے کیونکہ اب دونوں کا حکم ایک دوسرے الگ ہوچکا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اقرار کیا ہے کہ فلاں آدمی نے اس میں کاشت کاری کی ہے یا اس گھر میں عمارت بنوائی ہے یا اس باغ میں انگور کی بیل لگوائی ہے۔ جبکہ یہ تمام چیزیں مقر کے قبضہ میں ہیں۔ اس کے بعد اس فلاں آدمی نے ان چیزوں کا دعویٰ کردیا اور مقر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تمام اشیاء میری ہیں۔ اور میں ان کاموں میں تجھ سے مدد مانگی تھی پس تم نے میری مدد کی تھی یا تم نے مزدوری پر یہ کام کیا تھا تو مقر کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں کام ہوتا ہے اور یہ اسی طرح ہوجائے گا جس طرح کسی شخص نے کہا کہ درزی نے میرے لئے قمیص آدھے درہم میں سی دی ہے مگر یہ نہ کہا کہ میں نے اس سے یہ قمیص لے کر قبضہ کرلیا ہے تو قبضہ کا اقرار نہ ہوگا اور مقر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مقر نے درزی کی جانب سے کام کا اقرار کیا ہے اور مقر کے قبضہ میں بھی سلا ہوا کپڑا ہے پس اسی زمین کی کھیتی کرنے والے اور عمارت بنوانے والے، تمر کا قبضہ بھی برقرار رہے گا۔

بَابُ اِقْرَارِ الْمَرِيضِ

﴿یہ باب مریض کے اقرار کے بیان میں ہے﴾

باب اقرار مریض کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ مقر کے حالت صحت والے اقرار کے بعد حالت مرض والے یا مریض کے اقرار کے باب کو شروع کیا ہے اوراس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ اقرار کے احوال میں سے حالت صحت یہ اصل ہے جبکہ حالت مرض یہ عارضی، طاری اور فرعی کیفیت ہے۔اوراصول یہ ہے کہ اصل کوفرع پر تقدم حاصل ہے۔

مرض موت میں کئی قسم کے قرضوں کے اقرار کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ بِدُيُونٍ وَعَلَيْهِ دُيُونٌ فِي صِحَّتِهِ وَدُيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي مَرَضِهِ بِأَسْبَابٍ مَعْلُومَةٍ فَدَيْنُ الصِّحَّةِ وَالدَّيْنُ الْمَعْرُوفُ الْأَسْبَابِ مُقَدَّمٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : دَيْنُ الْمَرَضِ وَدَيْنُ الصِّحَّةِ يَسْتَوِيَانِ لِاسْتِوَاءِ سَبَبِهِمَا وَهُوَ الْإِقْرَارُ الصَّادِرُ عَنْ عَقْلٍ وَدِينٍ، وَمَحَلُّ الْوُجُوبِ الذِّمَّةُ الْقَابِلَةُ لِلْحُقُوقِ فَصَارَ كَإِنْشَاءِ التَّصَرُّفِ مُبَايَعَةً وَمُنَاكَحَةً .

وَلَنَا أَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يُعْتَبَرُ دَلِيلًا إذَا كَانَ فِيهِ إبْطَالُ حَقِّ الْغَيْرِ، وَفِي إقْرَارِ الْمَرِيضِ ذَلِكَ لِأَنَّ حَقَّ غُرَمَاءِ الصِّحَّةِ تَعَلَّقَ بِهَذَا الْمَالِ اسْتِيفَاءً، وَلِهَذَا مُنِعَ مِنْ التَّبَرُّعِ وَالْمُحَابَاةِ إلَّا بِقَدْرِ الثُّلُثِ .

بِخِلَافِ النِّكَاحِ لِأَنَّهُ مِنْ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ وَهُوَ بِمَهْرِ الْمِثْلِ، وَبِخِلَافِ الْمُبَايَعَةِ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ لِأَنَّ حَقَّ الْغُرَمَاءِ تَعَلَّقَ بِالْمَالِيَّةِ لَا بِالصُّورَةِ، وَفِي حَالَةِ الصِّحَّةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِالْمَالِ لِقُدْرَتِهِ عَلَى الِاكْتِسَابِ فَيَتَحَقَّقُ التَّثْمِيرُ، وَهَذِهِ حَالَةُ الْعَجْزِ وَحَالَتَا الْمَرَضِ حَالَةٌ وَاحِدَةٌ لِأَنَّهُ حَالَةُ الْحَجْرِ، بِخِلَافِ حَالَتَيْ الصِّحَّةِ وَالْمَرَضِ ؛ لِأَنَّ الْأُولَى حَالَةُ إطْلَاقٍ وَهَذِهِ حَالَةُ عَجْزٍ فَافْتَرَقَا، وَإِنَّمَا تُقَدَّمُ الدُّيُونُ الْمَعْرُوفَةُ الْأَسْبَابِ لِأَنَّهُ لَا تُهْمَةَ فِي ثُبُوتِهَا إذْ الْمُعَايَنُ لَا

مَرَّ لَہٗ، وَذٰلِكَ مِثْلُ بَدَلِ مَالٍ مَلَكَهٗ اَوْ اسْتَهْلَكَهٗ وَعُلِمَ وُجُوْبُهٗ بِغَيْرِ اِقْرَارِهٖ اَوْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً بِمَهْرِ مِثْلِهَا، وَهٰذَا الدَّيْنُ مِثْلُ دَيْنِ الصِّحَّةِ لَا يُقَدَّمُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ اَقَرَّ بِعَيْنٍ فِيْ يَدِهٖ لِاٰخَرَ لَمْ يَصِحَّ فِيْ حَقِّ غُرَمَاءِ الصِّحَّةِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهٖ، وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَرِيْضِ اَنْ يَقْضِيَ دَيْنَ بَعْضِ الْغُرَمَاءِ دُوْنَ الْبَعْضِ؛ لِاَنَّ فِيْ اِيْثَارِ الْبَعْضِ اِبْطَالُ حَقِّ الْبَاقِيْنَ، وَغُرَمَاءُ الصِّحَّةِ وَالْمَرَضِ فِيْ ذٰلِكَ سَوَاءٌ، اِلَّا اِذَا قَضٰى مَا اسْتَقْرَضَ فِيْ مَرَضِهٖ اَوْ نَقَدَ ثَمَنَ مَا اشْتَرٰى فِيْ مَرَضِهٖ وَقَدْ عُلِمَ بِالْبَيِّنَةِ.

اور جب کسی شخص نے مرض موت میں کئی قرضوں کا اقرار کرلیا جبکہ تندرستی کے عالم میں بھی اس پر بعض قرض تھے اور مرض کی حالت میں بھی اس پر کچھ قرض لازم ہوئے ہوں جن کی وجوہات بھی معلوم ہوں تو صحت اور جن کی وجوہات معلوم ہیں وہ قرض مقدم ہوں گے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مقرض اور تندرستی میں قرض برابر ہیں کیونکہ ان کا سبب برابر ہے اور یہ اس طرح کا اقرار ہے جو عقل اور قرض والے صادر ہوا ہے جبکہ محل وجوب وہ ذمہ ہے جو حقوق کو قبول کرتا ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح آپس کی رضامندی ہے کے ساتھ اس نے بیع اور نکاح کا تصرف کیا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب اقرار میں دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آتا ہو تو وہ اقرار دلیل نہ ہوگا اور مریض کے اقرار میں یہ بات پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آرہا ہے، اس لئے کہ اس نے حالت میں قرض خواہوں کے حق کو مشکل سے پورا کر کے اس کو بچہ کچھ مال ملا ہے کیونکہ تہائی سے زائد احسان وانعامات میں اسکو منع کر دیا جائے گا۔ بہ خلاف نکاح کے کیونکہ مہر مثلی نکاح کرنا یہ ضروریات اصلیہ میں سے ہے بہ خلاف آپس کی بیع کے کیونکہ جب وہ مثلی قیمت پر کی جائے تو وہ قرض خواہوں کے حق مالیت سے متعلق ہے جبکہ صورت سے نہیں اور صحت کے عالم میں ان کا حق مال سے متعلق نہیں ہوتا کیونکہ مدیون کمائی کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اس کے مال میں اضافہ ہو سکتا ہے اور یہ عاجزی کی حالت ہے جبکہ مرض کے دونوں احوال ایک جیسے ہوتے ہیں لہٰذا یہی ممانعت والی حالت ہے بہ خلاف صحت اور مرض کے احوال کے کیونکہ پہلی صورت اباحت وجواز کی ہے۔ اور یہ عاجز ہونے حالت ہے لہٰذا یہ دونوں احوال ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

اور جب قرضوں کی وجوہات معلوم ہوں وہ مقدم ہوں گے کیونکہ ان کو ثابت کرنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ قرضے سب لوگوں کے روبرو ہوئے ہیں لہٰذا ان کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اور اسکی مثال کسی مال کا بدل ہے جس کا وہ مالک ہوا ہے یا اس سے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا وجوب اس شخص کے اقرار کے سوا کسی دوسری دلیل سے معلوم ہوا ہے یا اس نے کسی عورت کے مہر مثل پر اس سے نکاح کیا ہے اور یہ قرض دین صحت کی طرح ہے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر مقدم نہ کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مقر کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور اس نے دوسرے کے لئے اقرار کیا ہے تو صحت کی حالت کے قرض خواہوں کے حق میں یہ اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ اس مال سے ہی ان کو حق ثابت ہو چکا ہے اور مریض کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ کچھ قرض خواہوں کا قرضہ دے اور کچھ نہ دے۔ کیونکہ بعض کو ترجیح دینے کے سبب بقیہ قرض خواہوں کے حق کا باطل ہونے لازم آئے گا اور صحت و مرض دونوں کے قرض خواہ اس موقع پر برابر ہیں۔ ہاں البتہ جب مریض کوئی ایسا قرض ادا کرے جس کو اس نے مرض کی حالت میں لیا تھا یا ایسی چیز کی قیمت ادا کرے جس کو نے مرض کی حالت میں خریدا تھا۔ اور یہ معاملہ گواہی ثابت ہو چکا ہے تو اس کو ادا کرنا جائز ہے۔

پہلے قرضوں کے بعد کچھ مال کے بچ جانے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا قُضِيَتْ) يَعْنِي الدُّيُونَ الْمُقَدَّمَةَ (وَفَضَلَ شَيْءٌ) (يُصْرَفُ إِلَى مَا أَقَرَّ بِهِ فِي حَالَةِ الْمَرَضِ) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ فِي ذَاتِهِ صَحِيحٌ، وَإِنَّمَا رُدَّ فِي حَقِّ غُرَمَاءِ الصِّحَّةِ فَإِذَا لَمْ يَبْقَ حَقُّهُمْ ظَهَرَتْ صِحَّتُهُ .

قَالَ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دُيُونٌ فِي صِحَّتِهِ جَازَ إِقْرَارُهُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَتَضَمَّنْ إِبْطَالَ حَقِّ الْغَيْرِ وَكَانَ الْمُقَرُّ لَهُ أَوْلَى مِنَ الْوَرَثَةِ لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : إِذَا أَقَرَّ الْمَرِيضُ بِدَيْنٍ جَازَ ذَلِكَ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ تَرِكَتِهِ وَلِأَنَّ قَضَاءَ الدَّيْنِ مِنَ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ وَحَقُّ الْوَرَثَةِ يَتَعَلَّقُ بِالتَّرِكَةِ بِشَرْطِ الْفَرَاغِ وَلِهَذَا تُقَدَّمُ حَاجَتُهُ فِي التَّكْفِينِ .

اور جب مقدمہ قرض ادا کر دیئے گئے ہیں اور کچھ مال بچ گیا ہے تو اس کو اس کے قرض میں دیا جائے گا جس نے حالت مرض میں اقرار کیا تھا کیونکہ یہ اقرار ذاتی طور پر درست تھا لیکن صحت والے قرض خواہوں کے حقوق کی رعایت کے سبب اس کا روک دیا گیا تھا۔ مگر جب ان کا حق پورا ہو گیا تو روکے گئے قرضوں کی صحت ظاہر ہو گئی۔

اور جب کسی مرض پر اس کی صحت کے عالم کا کوئی قرض نہ ہو تو مرض کی حالت کے قرض کا اقرار جائز ہے کیونکہ اب غیر کے حق کا باطل ہونا لازم نہ آئے گا اور مقر لہ ورثاء سے مقدم ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جب مریض کسی قرض کا اقرار کرتا ہے تو جائز ہے اور یہ اس کے پورے ترکہ میں ہوگا کیونکہ قرض ادا کرنا یہ ضروریات اصلیہ میں سے ہے جبکہ ترکہ سے ورثاء کا حق فراغت کی شرط کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ تدفین کفن کی ضرورت کو بھی ورثاء کے حق سے مقدم کیا گیا ہے۔

مریض کا ورثاء کے لئے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ أَقَرَّ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ لَا يَصِحُّ إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ فِيهِ بَقِيَّةُ الْوَرَثَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ : يَصِحُّ لِأَنَّهُ إِظْهَارُ حَقٍّ ثَابِتٍ لِتَرَجُّحِ جَانِبِ الصِّدْقِ فِيهِ، وَصَارَ كَالْإِقْرَارِ لِأَجْنَبِيٍّ

وَبِوَارِثٍ آخَرَ وَبِوَدِيعَةٍ مُسْتَهْلَكَةٍ لِلْوَارِثِ.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وَلَا إِقْرَارَ لَهُ بِالدَّيْنِ) " وَلِأَنَّهُ تَعَلَّقَ حَقُّ الْوَرَثَةِ بِمَالِهِ فِي مَرَضِهِ وَلِهَذَا يُمْنَعُ مِنَ التَّبَرُّعِ عَلَى الْوَارِثِ أَصْلًا، فَفِي تَخْصِيصِ الْبَعْضِ بِهِ إِبْطَالُ حَقِّ الْبَاقِينَ، وَلِأَنَّ حَالَةَ الْمَرَضِ حَالَةُ الِاسْتِغْنَاءِ وَالْقَرَابَةِ سَبَبُ التَّعَلُّقِ، إِلَّا أَنَّ هَذَا التَّعَلُّقَ لَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ الْأَجْنَبِيِّ لِحَاجَتِهِ إِلَى الْمُعَامَلَةِ فِي الصِّحَّةِ؛ لِأَنَّهُ لَوِ انْحَجَرَ عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْمَرَضِ يَمْتَنِعُ النَّاسُ عَنِ الْمُعَامَلَةِ مَعَهُ، وَقَلَّمَا تَقَعُ الْمُعَامَلَةُ مَعَ الْوَارِثِ وَلَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ الْإِقْرَارِ بِوَارِثٍ آخَرَ لِحَاجَتِهِ أَيْضًا، ثُمَّ هَذَا التَّعَلُّقُ حَقُّ بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ، فَإِذَا صَدَّقُوهُ فَقَدْ أَبْطَلُوهُ فَيَصِحُّ إِقْرَارُهُ قَالَ (وَإِذَا أَقَرَّ لِأَجْنَبِيٍّ جَازَ وَإِنْ أَحَاطَ بِمَالِهِ) لِمَا بَيَّنَّا، وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ إِلَّا فِي الثُّلُثِ لِأَنَّ الشَّرْعَ قَصَرَ تَصَرُّفَهُ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّا نَقُولُ: لَمَّا صَحَّ إِقْرَارُهُ فِي الثُّلُثِ كَانَ لَهُ التَّصَرُّفُ فِي ثُلُثِ الْبَاقِي لِأَنَّهُ الثُّلُثُ بَعْدَ الدَّيْنِ ثُمَّ وَثُمَّ حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى الْكُلِّ.

اور جب کسی مریض نے اپنے وارث کے لئے اقرار کیا ہے تو اس کا یہ اقرار درست نہ ہوگا ہاں البتہ جب دوسرے وارثوں نے اس کی تصدیق کردی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ درست ہے کیونکہ ایک ثابت شدہ حق کا ظاہر کرنا ہے۔ تاکہ صدق کی جانب راجح ہو جائے۔ اور یہ اجنبی کے لئے دوسرے وارث اور کسی وارث کی ہلاک کردہ امانت کے لئے اقرار کرنے کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے اور نہ اس کے لئے قرض کا اقرار ہے کیونکہ مریض کے مرض الموت میں اس کے مال سے وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے کیونکہ وارث کے حق میں احسان کرنے سے کلی طور پر منع کردیا گیا ہے پس بعض لوگوں کے لئے بھی اقرار کرنے میں بقیہ وارثوں کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ مرض کی حالت میں تو استغناء کی حالت ہوا کرتی ہے جبکہ قرابت کا تعلق سبب بنتا ہے اور اجنبی کے حق میں یہ تعلق ظاہر نہیں ہے۔ اس لئے کہ تندرستی کے عالم میں اس کو اجنبی کے ساتھ معاملہ کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس لئے کہ جب مرض کے سبب مریض کو اقرار سے منع کردیا جائے تو لوگ اس کے ساتھ معاملہ کرنے سے پرہیز کریں گے۔ جبکہ وارثوں کے ساتھ معاملہ بہت کم ہوتا ہے۔

اور دوسری قسم کے وارث کے حق میں یہ معاملہ ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس کے ساتھ بھی معاملہ طے کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس کے بعد یہ تعلق دوسرے وارثوں کا حق ہے اور جب وہ تصدیق کردیں تو وہ اپنا حق باطل کرنے والے ہو جائیں گے۔ کیونکہ اب مریض کا اقرار درست ہو جائے گا۔

اور جب مریض نے کسی اجنبی کے لئے اقرار کیا ہے تو یہ اقرار جائز ہے خواہ یہ اقرار سارے مال کا احاطہ کیے ہوئے ہی کیوں نہ

ہو اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اقرار صرف تہائی مال میں درست ہو کیونکہ شریعت نے تہائی پر مریض کو منحصر کیا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تہائی میں اس کا تصرف جائز ہے تو تہائی سے بقیہ سے بچ جانے والے مال میں اس کا تصرف درست ہوگا کیونکہ قرض کے بعد بچ جانے والا تہائی ہے اور اسی طرح تہائی در تہائی میں یہ سارے کے صحیح ہونے پر طاری و جاری ہونیوالا ہے۔

مریض کا اجنبی کے لئے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَقَرَّ لِاَجْنَبِيٍّ ثُمَّ قَالَ : هُوَ ابْنِي ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَبَطَلَ اِقْرَارُهُ، فَاِنْ اَقَرَّ لِاَجْنَبِيَّةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَبْطُلْ اِقْرَارُهُ لَهَا) وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ دَعْوَةَ النَّسَبِ تَسْتَنِدُ اِلٰى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَتَبَيَّنَ اَنَّهُ اَقَرَّ لِابْنِهِ فَلَا يَصِحُّ وَلَا كَذٰلِكَ الزَّوْجِيَّةُ لِاَنَّهَا تَقْتَصِرُ عَلٰى زَمَانِ التَّزَوُّجِ فَبَقِيَ اِقْرَارُهُ لِاَجْنَبِيَّةٍ .

قَالَ (وَمَنْ طَلَّقَ زَوْجَتَهُ فِي مَرَضِهِ ثَلَاثًا ثُمَّ اَقَرَّ لَهَا بِدَيْنٍ فَلَهَا الْاَقَلُّ مِنَ الدَّيْنِ وَمِنْ مِيرَاثِهَا مِنْهُ) لِاَنَّهُمَا مُتَّهَمَانِ فِيهِ لِقِيَامِ الْعِدَّةِ، وَبَابُ الْاِقْرَارِ مَسْدُودٌ لِلْوَارِثِ فَلَعَلَّهُ اَقْدَمَ عَلٰى هٰذَا الطَّلَاقِ لِيَصِحَّ اِقْرَارُهُ لَهَا زِيَادَةً عَلٰى مِيرَاثِهَا وَلَا تُهْمَةَ فِي اَقَلِّ الْاَمْرَيْنِ فَيَثْبُتُ .

اور جب مریض نے کسی اجنبی شخص کے لئے اقرار کیا ہے اور اس کے بعد اس نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو مقر سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور جو اقرار تھا وہ باطل ہو جائے گا اور جب مریض نے کسی اجنبی عورت کے لئے اقرار کرتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا اور اس کے حق میں اقرار اول باطل نہ ہوگا۔ اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ نسب کا دعویٰ وقت علوق کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) لہٰذا یہ واضح ہو چکا ہے کہ مقر نے اپنے بیٹے کے لئے اقرار کیا ہے اس لئے یہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ زوجیت کی حالت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا انحصار نکاح کے وقت کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ پس اس کا اقرار اجنبیہ کے لئے ہی قرار دیا جائے گا۔

اور جب کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دی اس کے بعد اس نے اس کے لئے قرض کا اقرار کیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور اس عورت کو قرض اور میراث میں سے جو کم ہوگا وہی ملے گا کیونکہ عدت کے باقی رہنے کے سبب وہ دونوں اس اقرار میں تہمت زدہ ہیں۔ جبکہ وارثوں کے لئے اقرار دروازہ بند ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شوہر نے اس کو طلاق بھی اسی سبب سے دی ہو کہ اس کا اقرار درست ہو جائے۔ اور اس کو زیادہ میراث مل جائے جبکہ دونوں معاملات میں قلیل کی صورت میں کوئی تہمت نہیں ہے۔ لہٰذا وہ ثابت ہو جائے گا۔

فصل فی الاقرار بالنسب

﴿یہ فصل اقرار نسب کے بیان میں ہے﴾

فصل اقرار نسب کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے ان چیزوں کے اقرار کو بیان کیا ہے جن کا تعلق مالی معاملات سے ہے اور اب یہاں سے ان معاملات کا بیان شروع کیا ہے جن کا تعلق نسبی احکام سے متعلق ہے۔ اقرار کے بارے میں چونکہ مالی معاملات کا وقوع کثرت کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا ان کے کثرت وقوع کے سبب ان کو مقدم کیا ہے اور نسبی اقرار کے معاملات کے کم وقوع ہونے کے سبب ان کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

مقر کا دعویٰ ولد کرنے کا بیان

(وَمَنْ اَقَرَّ بِغُلَامٍ يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ وَلَيْسَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ اَنَّهُ ابْنُهُ وَصَدَّقَهُ الْغُلَامُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَاِنْ كَانَ مَرِيضًا) لِاَنَّ النَّسَبَ مِمَّا يَلْزَمُهُ خَاصَّةً فَيَصِحُّ اِقْرَارُهُ بِهِ وَشَرَطَ اَنْ يُولَدَ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ كَيْ لَا يَكُونَ مُكَذَّبًا فِي الظَّاهِرِ، وَشَرَطَ اَنْ لَا يَكُونَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ لِاَنَّهُ يَمْنَعُ ثُبُوتَهُ مِنْ غَيْرِهِ، وَاِنَّمَا شَرَطَ تَصْدِيقَهُ لِاَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ اِذْ الْمَسْاَلَةُ فِي غُلَامٍ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ، بِخِلَافِ الصَّغِيرِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَلَا يَمْتَنِعُ بِالْمَرَضِ لِاَنَّ النَّسَبَ مِنْ الْحَوَائِجِ الْاَصْلِيَّةِ (وَيُشَارِكُ الْوَرَثَةَ فِي الْمِيرَاثِ) لِاَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ صَارَ كَالْوَارِثِ الْمَعْرُوفِ فَيُشَارِكُ وَرَثَتَهُ.

اور جب کسی شخص نے ایسے لڑکے کے بارے میں یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس طرح کا بیٹا مقر کا ہو سکتا ہے اور اس لڑکے کا کوئی مشہور نسب بھی نہ ہو اور اس لڑکے نے بھی مدعی کی تصدیق کر دی ہے تو اس کا لڑکے کا نسب مدعی سے ثابت ہو جائے گا۔ خواہ مقر مریض ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نسب محض صرف مقر پر لازم ہوتا ہے پس مقر کے لئے اس کا اقرار درست ہوگا۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے اس میں یہ شرط بیان کی ہے کہ اسی طرح کا لڑکا مقر سے پیدا ہو سکتا ہو۔ تا کہ وہ ظاہری طور پر کسی طرح کا جھوٹ ظاہر نہ ہو۔ اور یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ اس کا کوئی مشہور نسب نہ ہو۔ کیونکہ اگر دوسرے سے کوئی معروف نسب

ہے تو وہ مدعی کے ثبوت میں مانع ہوگا۔ اور یہ بھی شرط بیان کی ہے کہ لڑکے نے اس کی تصدیق کر دی ہو۔ کیونکہ وہ لڑکا اپنے ذاتی قبضہ میں ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اس لڑکے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو خود اپنی ترجمانی کرنے کا اہل ہو۔ بہ خلاف چھوٹے بچے کے جس طرح اس سے پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔

مرض کے سبب سے اقرار قبولیت کے مانع نہ ہوگا۔ کیونکہ نسب اصلی ضروریات میں سے ہے۔ اور وہ لڑکا میراث میں دوسرے وارثوں کا شریک ہوگا کیونکہ جب مریض سے اس کا نسب ہو جائے گا تو وہ بھی مشہور وارث کی طرح بن جائے گا اور مریض کے وارثوں کا شریک بھی بن جائے گا۔

والدین وزوجہ وغیرہ کے حق میں اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ إِقْرَارُ الرَّجُلِ بِالْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ وَالزَّوْجَةِ وَالْمَوْلَى) لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِمَا يَلْزَمُهُ وَلَيْسَ فِيهِ تَحْمِيلُ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ .

(وَيُقْبَلُ إِقْرَارُ الْمَرْأَةِ بِالْوَالِدَيْنِ وَالزَّوْجِ وَالْمَوْلَى) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يُقْبَلُ بِالْوَلَدِ) لِأَنَّ فِيهِ تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَهُوَ الزَّوْجُ لِأَنَّ النَّسَبَ مِنْهُ (إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهَا الزَّوْجُ) لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ (أَوْ تَشْهَدَ بِوِلَادَتِهِ قَابِلَةٌ) لِأَنَّ قَوْلَ الْقَابِلَةِ فِي هٰذَا مَقْبُولٌ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي إِقْرَارِ الْمَرْأَةِ تَفْصِيلًا فِي كِتَابِ الدَّعْوَى، وَلَا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِ هٰؤُلَاءِ، وَيَصِحُّ التَّصْدِيقُ فِي النَّسَبِ بَعْدَ مَوْتِ الْمُقِرِّ لِأَنَّ النَّسَبَ يَبْقَى بَعْدَ الْمَوْتِ، وَكَذَا تَصْدِيقُ الزَّوْجَةِ لِأَنَّ حُكْمَ النِّكَاحِ بَاقٍ، وَكَذَا تَصْدِيقُ الزَّوْجِ بَعْدَ مَوْتِهَا لِأَنَّ الْإِرْثَ مِنْ أَحْكَامِهِ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ النِّكَاحَ انْقَطَعَ بِالْمَوْتِ وَلِهٰذَا لَا يَحِلُّ لَهُ غُسْلُهَا عِنْدَنَا، وَلَا يَصِحُّ التَّصْدِيقُ عَلَى اعْتِبَارِ الْإِرْثِ لِأَنَّهُ مَعْدُومٌ حَالَةَ الْإِقْرَارِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالتَّصْدِيقُ يَسْتَنِدُ إِلَى أَوَّلِ الْإِقْرَارِ .

اور جب کسی شخص نے والدین، لڑکا، بیوی اور مولیٰ کے حق میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرے والدین یا لڑکا، وغیرہ ہیں۔ تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا اقرار کیا ہے جو اس پر لازم ہوگی اور اس میں نسب کو کسی دوسرے کے ہاں ڈالنا نہیں پایا جائے گا۔ اور والدین، شوہر اور آقا کے بارے میں عورت کا اقرار قبول کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور لڑکے کے بارے میں اس عورت کا اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ اس میں غیر یعنی خاوند پر نسب کو ڈالنا لازم آئے گا کیونکہ نسب تو صرف شوہر سے ثابت ہوتا ہے۔ (عمومی قاعدہ)

اور جب شوہر یہ تصدیق کر دیتا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اس کا حق بنتا ہے۔ یا کوئی دائی اس کی ولادت کے وقت گواہی دیدے۔ کیونکہ اس بارے میں دائی کی گواہی قابل قبول ہے۔ کتاب طلاق میں ہم اسکو بیان کر آئے ہیں اور کتاب دعویٰ میں

عورت کے اقرار کے بارے میں ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اور اقرار کے صحیح ہونے کے لئے مذکورہ اقرار کرنے والوں کی تصدیق لازم ہے اور مقر کی موت کے بعد بھی نسب کے بارے میں تصدیق کرنا درست ہے کیونکہ موت کے بھی باقی رہنے والا ہے۔ اور اسی طرح مقر شوہر کی موت کے بعد بیوی کی تصدیق بھی درست ہے۔ کیونکہ نکاح کا حکم تو باقی ہے۔ اسی طرح بیوی کی موت کے بعد خاوند کی تصدیق بھی درست ہے کیونکہ وراثت پانا یہ نکاح کے احکام میں سے ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے حق میں خاوند کی تصدیق درست نہیں ہے کیونکہ موت کے سبب نکاح ختم ہو چکا ہے اور دلیل کے سبب احناف کے نزدیک شوہر کے لئے بیوی کو غسل دینا حلال نہیں ہے۔ اور وراثت کا اعتبار کرتے ہوئے تصدیق بھی درست نہ ہوگی کیونکہ اقرار کے وقت وراثت معدوم ہے اس لئے کہ وراثت تو موت کے بعد ثابت ہونے والی ہے۔ حالانکہ تصدیق اقرار کے شروع کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔

غیر والدین کے نسب کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَقَرَّ بِنَسَبٍ مِنْ غَيْرِ الْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ نَحْوَ الْاَخِ وَالْعَمِّ لَا يُقْبَلُ اِقْرَارُهُ فِي النَّسَبِ) لِاَنَّ فِيهِ حَمْلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ (فَاِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ مَعْرُوفٌ قَرِيبٌ اَوْ بَعِيدٌ فَهُوَ اَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْمُقَرِّ لَهُ) لِاَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ لَا يُزَاحِمُ الْوَارِثَ الْمَعْرُوفَ (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ اسْتَحَقَّ الْمُقَرُّ لَهُ مِيرَاثَهُ) لِاَنَّ لَهُ وِلَايَةَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِ نَفْسِهِ عِنْدَ عَدَمِ الْوَارِثِ ؛ اَلَا يُرَى اَنَّ لَهُ اَنْ يُوصِيَ بِجَمِيعِهِ فَيَسْتَحِقَّ جَمِيعَ الْمَالِ وَاِنْ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ لِمَا فِيهِ مِنْ حَمْلِ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ، وَلَيْسَتْ هٰذِهِ وَصِيَّةً حَقِيقَةً حَتّٰى اَنَّ مَنْ اَقَرَّ بِاَخٍ ثُمَّ اَوْصَى لِآخَرَ بِجَمِيعِ مَالِهِ كَانَ لِلْمُوصَى لَهُ ثُلُثُ جَمِيعِ الْمَالِ خَاصَّةً وَلَوْ كَانَ الْاَوَّلُ وَصِيَّةً لَاشْتَرَكَا نِصْفَيْنِ لٰكِنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ، حَتّٰى لَوْ اَقَرَّ فِي مَرَضِهِ بِاَخٍ وَصَدَّقَهُ الْمُقَرُّ لَهُ ثُمَّ اَنْكَرَ الْمُقِرُّ وِرَاثَتَهُ ثُمَّ اَوْصَى بِمَالِهِ كُلِّهِ لِاِنْسَانٍ كَانَ مَالُهُ لِلْمُوصَى لَهُ ؛ وَلَوْ لَمْ يُوصِ لِاَحَدٍ كَانَ لِبَيْتِ الْمَالِ، لِاَنَّ رُجُوعَهُ صَحِيحٌ لِاَنَّ النَّسَبَ لَمْ يَثْبُتْ فَبَطَلَ اِقْرَارُهُ .

اور جب کسی شخص نے والدین لڑکے کے سوا بھائی یا چچا کے بارے میں نسب کا اقرار کیا ہے تو نسب کے بارے میں اس کا اقرار قبول نہ کیا جائے گا اور جب مقر کا کوئی مشہور نسب ہو اگرچہ وہ قریبی ہو یا دور کا ہو تو وہ وراث مقر لہ کی بہ نسبت وراثت کا زیادہ حقدار ہوگا کیونکہ جب مقر سے مقر لہ کا نسب ہی ثابت نہیں ہوا ہے تو مقر لہ معروف وارث سے جھگڑا کرنے والا نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب مقر کا کوئی وارث ہو تو مقر لہ اس کی میراث کا حقدار بن جائے گا کیونکہ وارث نہ ہونے کے سبب مقر کو اپنے مال میں تصرف کا مکمل اختیار وحق ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ وارث نہ ہونے کی صورت میں اس کو سارے مال کی وصیت کرنے کا بھی حق

حاصل ہے۔ پس مقرلہ پورے مال کا حقدار ہوگا خواہ نے مقر سے اس کا نسب ثابت نہ ہو کیونکہ اس میں غیر پر نسب کو لازم کرنا پایا جارہا ہے۔

اور اس کا یہ اقرار حقیقی طور پر وصیت نہیں ہے یہاں تک کہ جب کسی شخص نے بھائی ہونے کا اقرار کیا ہے اس کے بعد دوسرے کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کی ہے تو موصیٰ لہ کو اس کے پورے مال سے تہائی ملے گی۔ اور جب پہلا اقرار وصیت ہے تو دونوں موصیٰ لہ کو نصف نصف پائیں گے۔ مگر یہ اقرار وصیت کے حکم میں ہوگا۔ یہاں تک کہ جب مقر نے اپنے مرض الموت میں کسی کے لئے بھائی ہونے کا اقرار اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کردی ہے اس کے بعد مقر نے اس بھائی کی قرابت سے انکار کردیا ہے۔ اس کے بعد کسی شخص کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کردی ہے تو وہ مال موصیٰ لہ کے لئے ہوگا اور جب کسی کے لئے وصیت نہیں کی تو وہ مال بیت المال کا ہوگا۔ کیونکہ مقر کا رجوع کرنا یہ درست ہے اس لئے کہ جب نسب ہی ثابت نہیں ہوا ہے تو اقرار بھی باطل ہوجائے گا۔

والد کی وفات کے بعد بھائی ہونے کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ اَبُوهُ فَاَقَرَّ بِاَخٍ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُ اَخِيهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَيُشَارِكُهُ فِي الْاِرْثِ) لِاَنَّ اِقْرَارَهُ تَضَمَّنَ شَيْئَيْنِ : حَمْلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَلَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ، وَالِاشْتِرَاكَ فِي الْمَالِ وَلَهُ فِيهِ وِلَايَةٌ فَيَثْبُتُ كَالْمُشْتَرِي وَاِذَا اَقَرَّ عَلَى الْبَائِعِ بِالْعِتْقِ لَمْ يُقْبَلْ اِقْرَارُهُ حَتّٰى لَا يَرْجِعَ عَلَيْهِ بِالثَّمَنِ وَلٰكِنَّهُ يُقْبَلُ فِي حَقِّ الْعِتْقِ

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ ابْنَيْنِ وَلَهُ عَلٰى آخَرَ مِائَةُ دِرْهَمٍ فَاَقَرَّ اَحَدُهُمَا اَنَّ اَبَاهُ قَبَضَ مِنْهَا خَمْسِينَ لَا شَيْءَ لِلْمُقِرِّ وَلِلْآخَرِ خَمْسُونَ) لِاَنَّ هٰذَا اِقْرَارٌ بِالدَّيْنِ عَلَى الْمَيِّتِ لِاَنَّ الِاسْتِيفَاءَ اِنَّمَا يَكُونُ بِقَبْضٍ مَضْمُونٍ، فَاِذَا كَذَّبَهُ اَخُوهُ اسْتَغْرَقَ الدَّيْنُ نَصِيبَهُ كَمَا هُوَ الْمَذْهَبُ عِنْدَنَا، غَايَةُ الْاَمْرِ اَنَّهُمَا تَصَادَقَا عَلٰى كَوْنِ الْمَقْبُوضِ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا، لٰكِنَّ الْمُقِرَّ لَوْ رَجَعَ عَلَى الْقَابِضِ بِشَيْءٍ لَرَجَعَ الْقَابِضُ عَلَى الْغَرِيمِ وَرَجَعَ الْغَرِيمُ عَلَى الْمُقِرِّ فَيُؤَدِّي اِلَى الدَّوْرِ .

اور جب کسی شخص کا باپ فوت ہو چکا ہے اور اس نے کسی آدمی کا اپنے بھائی ہونے کا اقرار کیا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور وہ مقرلہ میراث میں مقر کا شریک بن جائے گا۔ کیونکہ مقر کا اقرار دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ دوسرے پر نسب ڈالنا ہے جبکہ مقر کو اس کی ولایت حاصل نہیں ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ مال میں مقر کو شریک کرنا ہے اور اس میں مقر کو ولایت حاصل ہے۔ جس طرح خریدار نے جب بیچنے والا پر آزادی غلام کا اقرار کیا ہے تو بیچنے والا کے خلاف اس کا یہ اقرار قبول نہ کیا جائے گا اور خریدار بیچنے والا سے ثمن واپس نہ لے گا مگر آزادی کے حق میں یہ اقرار قبول کرلیا جائے گا۔

اور جب کوئی شخص دو بیٹوں کو چھوڑ کر فوت ہو گیا ہے اور ایک شخص پر اس فوت ہونے والے کے سو دراہم قرض تھے اور ان دونوں بیٹوں میں سے ایک بیٹے نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس کے باپ نے سو دراہم میں پچاس دراہم واپس لے لئے تھے۔ تو مقر کو کچھ نہ ملے گا۔ جبکہ دوسرے کو پچاس مل جائیں گے کیونکہ یہ میت پر قرض کا اقرار ہے اور قرض کو وصول کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ مضمون مال پر قبضہ کرتے ہوئے اس کو وصول کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک بھائی نے باپ کی وصولیابی کا انکار کرتے ہوئے اپنے مقر بھائی کو جھٹلا دیا تو قرض اس کے حصے پر محیط ہو جائے گا جیسا ہمارے نزدیک مذہب یہی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وصول کیا گیا حصہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا مگر جب مقر قابض سے کچھ واپس لے لیتا ہے تو قابض قرض دار سے واپس لینے ہی شمار کیا جائے گا اور اس کے بعد قرض دار مقر سے واپس لینے والا ہوگا اور اسی سے تو دور لازم آئے گا۔

کِتَابُ الصُّلْحِ

﴿یہ کتاب صلح کے بیان میں ہے﴾

کتاب صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب اقرار کے کتاب صلح کو بیان کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے باہم فقہی مطابقت یہ ہے۔ مقر کا کسی خصومت میں انکار کرنا یہ جھگڑے کا سبب ہے جبکہ اس جھگڑے کو باہم صلح وصفائی کے ساتھ اگر حل کر لیا جائے تو یہ صلح ہے۔ اقرار کو تقدم اس لئے حاصل ہوا کہ وہ ثبوت حق کے لئے ابتداء ہے اور اگر وہ جھگڑے جانب لے جانے والا بن جائے تو اس کا حل صلح ہے جو باعتبار وضع بھی مؤخر ہے۔

صلح کا لغوی مفہوم

صلح اصل میں صلاح اور صلوح کا اسم ہے جو فساد بمعنی تباہی کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی مملکت کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ نظریہ توحید کے مطابق عالمگیر امن کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے، تبلیغ اسلام کی مطمح نظر کی خاطر انسانی سلامتی و آزادی کی حفاظت اور سیاسی و جنگی مصلح کے پیش نظر دشمن اقوام سے معاہدۂ صلح وامن کر لے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ٦ھ میں اپنے سب سے بڑے دشمن کفار مکہ سے صلح کی جو " صلح حدیبیہ " کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدۂ صلح کی مقدار دس سال مقرر کی گئی تھی اور حدیث وتاریخ کے اس متفقہ فیصلہ کے مطابق کہ حدیبیہ کا یہی وہ معاہدۂ صلح ہے جس نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں بڑی آسانیاں پیدا کی بلکہ دنیا کو معلوم ہوگیا کہ اسلام، انسانیت اور امن کے قیام کا حقیقی علم دار ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ جنگ جو عرب اور بالخصوص کفار مکہ کے وحشیانہ تشدد اور عیارانہ سازشوں کے باوجود اس معاہدہ کی پوری پوری پابندی کرتے رہے لیکن اس معاہدہ صلح کی مدت پر تین سال ہی گذرے تھے کہ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کے حلیف بنوخزاعہ کے مقابلہ پر جنگ کرنے والے بنوبکر کی مدد کر کے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔

صلح کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جھگڑے کو دور کرنے کے لیے جو عقد کیا جائے اُس کو صلح کہتے ہیں۔ وہ حق جو باعث نزاع تھا اس کو مصالح عنہ اور جس پر صلح ہوئی اُس کو بدل صلح اور مصالح علیہ کہتے ہیں۔ صلح میں ایجاب ضروری ہے اور معین چیز

میں قبول بھی ضروری ہے اور غیر معین میں قبول ضروری نہیں۔ مثلاً مدعی نے معین چیز کا دعویٰ کیا مدعیٰ علیہ نے کہا اتنے روپے پر اس معاملہ میں مجھ سے صلح کرلو مدعی نے کہا میں نے کی جب تک مدعیٰ علیہ قبول نہ کرے صلح نہیں ہوگی۔ اور اگر روپے اشرفی کا دعویٰ ہے اور صلح کسی دوسری جنس پر ہوئی تو اس میں بھی قبول ضروری ہے کہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے اور بیع میں قبول ضروری ہے اور اُسی جنس پر ہوئی مثلاً سو روپے کا دعویٰ تھا پچاس پر صلح ہوئی یہ جائز ہے اگر چہ مدعیٰ علیہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کیا یعنی پہلے مدعیٰ علیہ نے صلح کو خود کہا کہ اتنے میں صلح کرلو اس کے بعد مدعی نے کہا کہ میں نے کی صلح ہوگئی اگر چہ مدعیٰ علیہ نے قبول نہ کیا ہو کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنے حق کو چھوڑ دینا۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کے شرعی ماٰخذ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(۱) لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۔(النسآء)

اُن کی بہتیری سرگوشیوں میں بھلائی نہیں ہے مگر اُس کی سرگوشی جو صدقہ یا اچھی بات یا لوگوں کے مابین صلح کا حکم کرے۔"

(۲) وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۔(النسآء)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے بدخلقی اور بے توجہی کا اندیشہ ہو تو اُن دونوں پر یہ گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح اچھی چیز ہے۔"

(۳) وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔(الحجرٰت)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ جائیں تو اُن میں صلح کرادو پھر اگر ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو اُس بغاوت کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے پھر جب وہ لوٹ آیا تو دونوں میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو بیشک انصاف کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

صلح کے ماٰخذ شرعی میں احادیث کا بیان

(۱) صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی کہتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کے مابین کچھ مناقشہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند

اصحاب کے ساتھ اُن میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے تھے نماز کا وقت آ گیا اور حضور (ﷺ) تشریف نہیں لائے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) نے اذان کہی اور اب بھی تشریف نہیں لائے حضرت بلال نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر یہ کہا حضور (ﷺ) وہاں رُک گئے اور نماز تیار ہے کیا آپ امامت کریں گے فرمایا اگر تم کہو تو پڑھا دوں گا حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آگے آ گئے کچھ دیر بعد حضور (ﷺ) تشریف لائے اور صفوں سے گزر کر صف اولی میں تشریف لے جا کر قیام فرمایا لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ادھر متوجہ ہوں مگر وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو کسی طرف متوجہ نہ ہوتے مگر جب لوگوں نے بکثرت ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ادھر توجہ کی دیکھا کہ حضور (ﷺ) ان کے پیچھے تشریف فرما ہیں حضور (ﷺ) کے لیے آگے تشریف لے جانے کا اشارہ کیا حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ تم نماز جیسے پڑھا رہے ہو پڑھاؤ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ہاتھ اٹھا کر اللہ (عزوجل) کی حمد کی اور اُلٹے پاؤں چل کر صف میں شامل ہو گئے۔ حضور (ﷺ) آگے بڑھے اور نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں سے فرمایا": اے لوگو! نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو تم نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا یہ کام عورتوں کے لیے ہے اگر کوئی چیز نماز میں کسی کو پیش آ جائے تو سُبحان اللہ کہے امام جب اس کو سُنے گا متوجہ ہو جائے گا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے ابوبکر جب میں نے اشارہ کر دیا تھا پھر تمہیں نماز پڑھانے سے کون سا امر مانع آیا عرض کی ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کو یہ سزاوار نہیں 1) کہ نبی ﷺ کے آگے نماز پڑھے (امام بنے)۔ (صحیح البخاری"، کتاب الصلح)

(۲) صحیح بخاری میں ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے مروی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں": وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے کہ اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے"۔ (صحیح البخاری"، کتاب الصلح)

(۳) حضور اقدس ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں": میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔ (بخاری شریف)

(۴) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دروازہ پر جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی اُن میں ایک دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور اُس سے آسانی کرنے کی خواہش کرتا تھا اور دوسرا کہتا تھا خدا کی قسم ایسا نہیں کروں گا۔ حضور (ﷺ) باہر تشریف لائے فرمایا کہاں ہے وہ جو اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ نیک کام نہیں کریگا اُس نے عرض کی میں حاضر ہوں یارسول اللہ (عزوجل و ﷺ) وہ جو چاہے مجھے منظور ہے۔ (صحیح البخاری"، کتاب الصلح)

(۵) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ پر میرا دین تھا میں نے تقاضا کیا اس میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں کہ حضور (ﷺ) نے کاشانہ اقدس میں ان کی آوازیں سنیں، تشریف لائے اور حجرہ کا پردہ ہٹا کر کعب بن مالک کو پکارا عرض کی لبیک یارسول اللہ! حضور (ﷺ) نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا دین معاف کر دو کعب نے کہا میں نے معاف کیا دوسرے صاحب سے فرمایا": اب تم اٹھو اور ادا کر دو۔ (صحیح بخاری)

(۶) حضرت امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی

خریدار کو اُس زمین میں ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا اس نے بیچنے والا سے کہا یہ سونا تم لے لو کیوں کہ میں نے زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدا ہے بیچنے والے نے کہا میں نے زمین اور جو کچھ زمین میں تھا سب کو بیع کر دیا ان دونوں نے یہ مقدمہ ایک شخص کے پاس پیش کیا اُس حاکم نے دریافت کیا تم دونوں کی اولادیں ہیں ایک نے کہا میرے لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے حاکم نے کہا ان دونوں کا نکاح آپس میں کر دو اور یہ سونا اُن پر خرچ کر دو اور مَہر میں دے دو۔

(۷) امام ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مسلمانوں کے مابین ہر صلح جائز ہے مگر وہ صلح کہ حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔

صلح کے حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صلح کا حکم یہ ہے کہ مدعی علیہ دعویٰ سے بری ہو جائے گا اور مصالح علیہ مدعی کی مِلک ہو جائے گا چاہے مدعی علیہ حقِ مدعی سے منکر ہو یا اقراری ہو اور مصالح عنہ مِلکِ مدعیٰ علیہ ہو جائے گا اگر مدعی علیہ اقراری تھا بشرطیکہ وہ قابلِ تملیک بھی ہو یعنی مال ہو اور اگر وہ قابلِ مِلک ہی نہ ہو مثلاً قصاص یا مدعی علیہ اس امر سے انکاری تھا کہ یہ حق مدعی ہے تو ان دونوں صورتوں میں مدعی علیہ کے حق میں فقط دعوے سے برأت ہوگی۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کی شرائط کا بیان

(۱) عاقل ہونا۔ بالغ اور آزاد ہونا شرط نہیں لہٰذا نابالغ کی صلح بھی جائز ہے جب کہ اُس کی صلح میں سرعام نقصان نہ ہو۔ غلام ماذون اور مکاتب کی صلح بھی جائز ہے جب کہ اس میں نفع ہو۔ نشہ والے کی صلح بھی جائز ہے۔

(۲) مصالح علیہ کے قبضہ کرنے کی ضرورت ہو تو اس کا معلوم ہونا مثلاً اتنے روپے پر صلح ہوئی یا مدعیٰ علیہ فلاں چیز مدعی کو دیدے گا اور اگر اُس کے قبضہ کی ضرورت نہ ہو تو معلوم ہونا شرط نہیں مثلاً ایک شخص نے دوسرے کے مکان میں ایک حق کا دعویٰ کیا تھا کہ میرا اس میں کچھ حصہ ہے دوسرے نے اُس کی زمین کے متعلق دعویٰ کیا کہ میرا اس میں کچھ حق ہے اور صلح یوں ہوئی کہ دونوں اپنے اپنے دعوے سے دستبردار ہو جائیں۔

(۳) مصالح عنہ کا عوض لینا جائز ہو یعنی مصالح عنہ مصالح کا حق ہو اپنے محل میں ثابت ہو عام ازیں کہ مصالح عنہ مال ہو یا غیر مال مثلاً قصاص و تعزیر جب کہ تعزیر حق العبد کی وجہ سے ہو اور اگر حق اللہ کی وجہ سے ہو تو اس کا عوض لینا جائز نہیں مثلاً کسی اجنبیہ کا بوسہ لیا اور کچھ دے کر صلح کر لی یہ جائز نہیں۔ اور اگر مصالح عنہ کے عوض میں کچھ لینا جائز نہ ہو تو صلح جائز نہیں مثلاً حق شفعہ کے بدلے میں شفیع کا کچھ لے کر صلح کر لینا یا کسی نے زنا کی تہمت لگائی تھی اور کچھ مال لے کر صلح ہوگئی یا زانی اور چور یا شراب خوار کو پکڑا تھا اُس نے کہا مجھے حاکم کے پاس پیش نہ کرو اور کچھ لے کر چھوڑ دیا یہ ناجائز ہے۔ کفالت بالنفس میں مکفول عنہ نے کفیل سے مال لے کر صلح کر لی۔ یہ صلح تو ناجائز ہی ہیں اس صلح سے شفعہ بھی باطل ہو جائے گا اور کفالت بھی جاتی رہی اسی طرح حد قذف بھی اگر قاضی کے یہاں پیش کرنے سے پہلے صلح ہوگئی۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

(۴) نابالغ کی طرف سے کسی نے صلح کی تو اس صلح میں نابالغ کا کھلا ہوا نقصان نہ ہو مثلاً نابالغ پر دعویٰ تھا اُس کے باپ نے صلح کی اگر مدعی کے پاس گواہ تھے اور اُتنے ہی پر مصالحت ہوئی جتنا حق تھا یا کچھ زیادہ پر تو صلح جائز ہے اور غبن فاحش پر صلح ہوئی یا مدعی کے پاس گواہ نہ تھے تو صلح ناجائز ہے اور اگر باپ نے اپنا مال دے کر صلح کی ہے تو بہر حال جائز ہے کہ اس میں نابالغ کا کچھ نقصان نہیں ہے۔

(۵) نابالغ کی طرف سے صلح کرنے والا وہ شخص ہو جو اُس کے مال میں تصرف کرسکتا ہو مثلاً باپ دادا وصی ہیں۔

(۶) بدل صلح مال متقوم ہو اگر مسلمان نے شراب کے بدلے میں صلح کی یہ صلح صحیح نہیں۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کی اقسام وتعریفات کا بیان

قَالَ (الصُّلْحُ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَضْرُبٍ : صُلْحٌ مَعَ اِقْرَارٍ، وَصُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ، وَهُوَ اَنْ لَا يُقِرَّ الْمُدَّعٰی عَلَيْهِ وَلَا يُنْكِرَ وَصُلْحٌ مَعَ اِنْكَارٍ وَكُلُّ ذٰلِكَ جَائِزٌ) لِاِطْلَاقِ قَوْلِهِ تَعَالٰی (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : (كُلُّ صُلْحٍ جَائِزٌ فِيمَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ اِلَّا صُلْحًا اَحَلَّ حَرَامًا اَوْ حَرَّمَ حَلَالًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَجُوزُ مَعَ اِنْكَارٍ اَوْ سُكُوتٍ لِمَا رَوَيْنَا، وَهٰذَا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ لِاَنَّ الْبَدَلَ كَانَ حَلَالًا عَلَی الدَّافِعِ حَرَامًا عَلَی الْاٰخِذِ فَيَنْقَلِبُ الْاَمْرُ، وَلِاَنَّ الْمُدَّعٰی عَلَيْهِ يَدْفَعُ الْمَالَ لِقَطْعِ الْخُصُومَةِ وَهٰذَا رِشْوَةٌ .

وَلَنَا مَا تَلَوْنَا وَاَوَّلُ مَا رَوَيْنَا وَتَاْوِيلُ آخِرِهِ اَحَلَّ حَرَامًا لِعَيْنِهِ كَالْخَمْرِ اَوْ حَرَّمَ حَلَالًا لِعَيْنِهِ كَالصُّلْحِ عَلٰی اَنْ لَا يَطَاَ الضَّرَّةَ وَلِاَنَّ هٰذَا صُلْحٌ بَعْدَ دَعْوٰی صَحِيحَةٍ فَيُقْضٰی بِجَوَازِهِ لِاَنَّ الْمُدَّعِيَ يَاْخُذُهُ عِوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِي زَعْمِهِ وَهٰذَا مَشْرُوعٌ، وَالْمُدَّعٰی عَلَيْهِ يَدْفَعُهُ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ عَنْ نَفْسِهِ وَهٰذَا مَشْرُوعٌ اَيْضًا اِذِ الْمَالُ وِقَايَةُ الْاَنْفُسِ وَدَفْعُ الرِّشْوَةِ لِدَفْعِ الظُّلْمِ اَمْرٌ جَائِزٌ .

صلح کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اقرار کے ساتھ صلح کرنا (۲) سکوت کے ساتھ صلح کرنا ہے۔ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ مدعی علیہ نہ تو اس کا اقرار کرے اور نہ ہی اس کا انکار کرے۔

(۳) صلح کی تیسری قسم انکار کرنے کے ساتھ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "وَالصُّلْحُ خَيْرٌ" اس میں مطلق طور فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ہر صلح جائز ہے۔ سوائے اس صلح کے جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کردے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ انکار کے ساتھ صلح اور سکوت کے ساتھ صلح یہ دونوں جائز نہیں ہیں۔ اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ انکار کے ساتھ صلح اور سکوت والی صلح یہ بھی اسی صفت پر ہیں۔ کیونکہ بدل خواہ دینے والے پر

حلال ہے مگر وہ لینے والے پر بھی حرام ہے۔ پس یہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ کیونکہ مدعی علیہ اپنی جان سے جھگڑے کو دور کرنے کے لئے مال دیتا ہے اور یہ رشوت ہے۔

ہماری دلیل وہ آیت مبارکہ ہے جس کو ہم تلاوت کر آئے ہیں اور روایت کردہ حدیث کا ابتدائی حصہ بھی دلیل ہے جبکہ دوسرے حصے کی تاویل یہ ہے کہ جب وہ ایسی چیز میں صلح کرے جو بعینہ حرام ہو جس طرح شراب یا ایسی چیز کو حرام کرے جو بعینہ حلال ہو جس طرح کسی نے اپنی بیوی سے اس بات پر صلح کی کہ سوکن سے جماع نہ کرے گا۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ ایسی صلح ایک درست دعویٰ کے بعد ہوئی ہے پس اس کے جائز ہونے والا حکم دیا جائے گا کیونکہ مدعی وہ مال کے اپنے حق کا بدلہ سمجھ کر لینے والا ہے اور یہ مشروع ہے جبکہ مدعی علیہ اپنے آپ سے لڑائی کو دور کرنے کے لئے وہ مال مدعی کے حوالے کر رہا ہے اور یہ بھی جائز ہے کیونکہ مال جان کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ اور ظلم کو دور کرنے کے لئے رشوت دینا بھی جائز ہے۔

اقراری صلح میں بیاعات والی چیزوں کے اعتبار کا بیان

قَالَ (فَاِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ اِقْرَارٍ اُعْتُبِرَ فِيهِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْبِيَاعَاتِ اِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ) لِوُجُودِ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بِتَرَاضِيهِمَا (فَتَجْرِي فِيهِ الشُّفْعَةُ اِذَا كَانَ عَقَارًا، وَيُرَدُّ بِالْعَيْبِ، وَيَثْبُتُ فِيهِ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطِ، وَيُفْسِدُهُ جَهَالَةُ الْبَدَلِ) لِاَنَّهَا هِيَ الْمُفْضِيَةُ اِلَى الْمُنَازَعَةِ دُونَ جَهَالَةِ الْمُصَالَحِ عَنْهُ لِاَنَّهُ يَسْقُطُ وَيُشْتَرَطُ الْقُدْرَةُ عَلَى تَسْلِيمِ الْبَدَلِ (وَاِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَنَافِعَ يُعْتَبَرُ بِالْاِجَارَاتِ) لِوُجُودِ مَعْنَى الْاِجَارَةِ وَهُوَ تَمْلِيكُ الْمَنَافِعِ بِمَالٍ وَالْاِعْتِبَارُ فِي الْعُقُودِ لِمَعَانِيهَا فَيُشْتَرَطُ التَّوْقِيتُ فِيهَا وَيَبْطُلُ، الصُّلْحُ بِمَوْتِ اَحَدِهِمَا فِي الْمُدَّةِ لِاَنَّهُ اِجَارَةٌ (وَالصُّلْحُ عَنِ السُّكُوتِ وَالْاِنْكَارِ فِي حَقِّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِافْتِدَاءِ الْيَمِينِ وَقَطْعِ الْخُصُومَةِ وَفِي حَقِّ الْمُدَّعِي بِمَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَيَجُوزُ اَنْ يَخْتَلِفَ حُكْمُ الْعَقْدِ فِي حَقِّهِمَا كَمَا يَخْتَلِفُ حُكْمُ الْاِقَالَةِ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَغَيْرِهِمَا) وَهٰذَا فِي الْاِنْكَارِ ظَاهِرٌ، وَكَذَا فِي السُّكُوتِ لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ الْاِقْرَارَ وَالْجُحُودَ فَلَا يَثْبُتُ كَوْنُهُ عِوَضًا فِي حَقِّهِ بِالشَّكِّ.

فرمایا کہ جب اقرار کے ساتھ صلح ہوئی ہوں تو ان چیزوں کا ہی اعتبار کیا جائے گا جو بیوع میں معتبر ہوتی ہیں بشرطیکہ مال کے عوض مال پر صلح ہوئی ہو اس لئے کہ اس میں بیع کا معنی موجود ہے اور وہ متعاقدین کے حق میں ان کی رضامندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا ہے اور جب مدعی علیہ کی دی ہوئی زیخ زمین یا عقار ہو تو اس میں شفعہ ہوگا اور عیب کے سبب اس کو واپس کیا جائے گا اور اس میں خیار شرط اور رویت ثابت ہوگا اور بدل کی جہالت اس کو فاسد کر دے گی اس لئے کہ بدل کی جہالت ہی تو

منازعت کی طرف لے جانے والی ہے نہ کہ مصالحت عنہ کی جہالت اس لئے کہ مصالح عنہ تو ساقط ہو جاتی ہے اور اس صلح میں قدر علی تسلیم البدل شرط ہے اور جب مال کے بدلے منافع پر صلح ہوئی ہو تو اس کو اجارات پر قیاس کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں اجارہ کا معنی موجود ہے اور وہ مال پر منافع کی تملیک ہے اور رقود میں معانی کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا اس میں توقیت شرط ہوگی اور مدت کے دوران ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ صلح اجارہ ہے فرمایا کہ وہ صلح جو خاموشی یا انکار کے بدلے میں ہو وہ مدعی علیہ کے نکار کے حق میں قسم کا دیہ دینے اور خصومت ختم کرنے کا بدلہ ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ کے حکم میں ہوتی ہے اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ عقد صلح کا حکم مدعی اور مدعی علیہ دونوں کے حق میں الگ الگ ہو جس طرح کہ دو عقد کرنے والوں کے حق میں اقالہ کا حکم بدلتا رہتا ہے اور انکار کی صورت میں یہ ظاہر ہے خاموشی میں بھی یہی حکم ہوگا اس لئے کہ خاموشی میں انکار اور اقرار دونوں کا احتمال ہوتا ہے لہٰذا شک کے سبب مدعی علیہ کے حق میں یہ بدلہ نہ ہوگا۔

مکان کے بدلے ہونے والی صلح میں عدم شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَالَحَ عَنْ دَارٍ لَمْ يَجِبْ فِيهَا الشُّفْعَةُ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ عَنْ إِنْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ لِأَنَّهُ يَأْخُذُهَا عَلَى أَصْلِ حَقِّهِ وَيَدْفَعُ الْمَالَ دَفْعًا لِخُصُومَةِ الْمُدَّعِي وَزَعْمُ الْمُدَّعِي لَا يَلْزَمُهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلَى دَارٍ حَيْثُ يَجِبُ فِيهَا الشُّفْعَةُ لِأَنَّ الْمُدَّعِيَ يَأْخُذُهَا عِوَضًا عَنْ الْمَالِ فَكَانَ مُعَاوَضَةً فِي حَقِّهِ فَتَلْزَمُهُ الشُّفْعَةُ بِإِقْرَارِهِ وَإِنْ كَانَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ يُكَذِّبُهُ.

فرمایا کہ جب کسی مدعی نے مکان کے بدلے میں صلح کی تو اس میں شفعہ واجب نہ ہوگا مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری کے قول کا معنی یہ ہے کہ جب صلح انکار کے ساتھ ہو یا سکوت کے ساتھ ہو۔

اس لئے کہ مدعی علیہ اس گھر کو اپنا اصل حق سمجھ کر لے رہا ہے اور مدعی کی خصومت ختم کرنے کے لئے اس کو مال دے رہا ہے اور مدعی کا گمان مدعی علیہ پر لازم نہیں ہوتا اس صورت کے خلاف جب دار پر صلح ہوئی ہو اس میں شفعہ واجب ہوگا اس لئے کہ مدعی اس کو مال کا عوض سمجھ کر لے گا لہٰذا وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہوگا اور مدعی کے اقرار سے اس پر شفعہ لازم ہوگا اگر چہ مدعی علیہ اس کو جھٹلا رہا ہو۔

مصالح عنہ سے بعض میں حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ وَاسْتُحِقَّ بَعْضُ الْمُصَالَحِ عَنْهُ رَجَعَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِحِصَّةِ ذَلِكَ مِنْ الْعِوَضِ) لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ مُطْلَقَةٌ كَالْبَيْعِ وَحُكْمُ الِاسْتِحْقَاقِ فِي الْبَيْعِ هَذَا. (وَإِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ فَاسْتُحِقَّ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ رَجَعَ الْمُدَّعِي بِالْخُصُومَةِ وَرَدَّ الْعِوَضَ) لِأَنَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَا بَذَلَ الْعِوَضَ إِلَّا لِيَدْفَعَ خُصُومَتَهُ عَنْ نَفْسِهِ، فَإِذَا ظَهَرَ الِاسْتِحْقَاقُ تَبَيَّنَ

اَنْ لَا خُصُومَةَ لَهُ فَيَبْقَى الْعِوَضُ فِي يَدِهِ غَيْرَ مُشْتَمِلٍ عَلٰى غَرَضِهِ فَيَسْتَرِدُّهُ، وَاِنْ اسْتُحِقَّ بَعْضُ ذٰلِكَ رَدَّ حِصَّتَهُ وَرَجَعَ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ لِاَنَّهُ خَلَا الْعِوَضُ فِي هٰذَا الْقَدْرِ عَنِ الْغَرَضِ.

وَلَوْ اسْتُحِقَّ الْمُصَالَحُ عَلَيْهِ عَنْ اِقْرَارٍ رَجَعَ بِكُلِّ الْمُصَالَحِ عَنْهُ لِاَنَّهُ مُبَادَلَةٌ، وَاِنْ اسْتُحِقَّ بَعْضُهُ رَجَعَ بِحِصَّتِهِ.

وَاِنْ كَانَ الصُّلْحُ عَنْ اِنْكَارٍ اَوْ سُكُوتٍ رَجَعَ اِلَى الدَّعْوٰى فِي كُلِّهِ اَوْ بِقَدْرِ الْمُسْتَحَقِّ اِذَا اسْتُحِقَّ بَعْضُهُ لِاَنَّ الْمُبْدَلَ فِيهِ هُوَ الدَّعْوٰى، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ مِنْهُ عَلَى الْاِنْكَارِ شَيْئًا حَيْثُ يَرْجِعُ بِالْمُدَّعٰى لِاَنَّ الْاِقْدَامَ عَلَى الْبَيْعِ اِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْحَقِّ لَهُ، وَلَا كَذٰلِكَ الصُّلْحُ لِاَنَّهُ قَدْ يَقَعُ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ، وَلَوْ هَلَكَ بَدَلُ الصُّلْحِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَالْجَوَابُ فِيهِ كَالْجَوَابِ فِي الْاِسْتِحْقَاقِ فِي الْفَصْلَيْنِ.

فرمایا کہ جب اقرار پر صلح ہوئی ہو اور مصالح عنہ کا کچھ حصہ کسی کا حقدار نکلا تو مدعی علیہ اس حصے کی مقدار مدعی سے عوض واپس لے گا اس لئے کہ اقرار پر صلح کرنا بیع کی مثل مطلق معاوضہ ہوتی ہے اور بیع میں استحقاق کا یہی حکم ہے اور جب صلح خاموشی کیساتھ یا انکار کے ساتھ ہوئی ہو اور متنازع فیہ چیز مستحق نکل جائے تو مدعی اسی مستحق کے ساتھ خصومت کرے اور مدعی علیہ سے لیا ہوا عوض واپس کر دے اس لئے کہ مدعی علیہ اسی لئے عوض دیتا ہے تا کہ اپنے نفس سے خصومت کو دور کر دے لیکن استحقاق کے ظاہر ہونے سے یہ واضح ہو گیا کہ مدعی علیہ کے لئے خصومت ہے ہی نہیں تو اس کے قبضہ میں جو عوض ہوگا وہ اس کے مقصد پر مشتمل نہیں ہے اس لئے مدعی اس کو واپس لے لے گا اور جب انکار یا خاموشی والی صلح میں بعض مصالح عنہ مستحق نکلی تو مدعی اس کی مقدار عوض کو واپس لے اور مستحق سے اسی مقدار میں خصومت کرے اس لئے کہ اس حصے میں مدعی علیہ کو ملا ہوا بدلہ مقصد سے خالی ہے۔

اور جب اقرار کے ساتھ کی جانے والی صلح میں مصالح علیہ حقدار نکل گیا تو مدعی پورا مصالح عنہ واپس لے لے اس لئے کہ یہ مبادلہ ہے اور جب بعض مصالح علیہ مستحق نکلی تو مدعی اس کی مقدار بدلہ واپس لے لیا اور جب صلح انکار یا خاموشی کی صورت میں ہوئی ہو تو کل کے استحقاق کی صورت میں مدعی پورے دعوے کو واپس لے اور جب کچھ حصہ کا حقدار نکلا ہو تو اس کی مقدار واپس لے اس لئے کہ جس چیز میں بدلہ دیا گیا ہے وہ دعوی ہے یہ حکم اس کے خلاف ہے کہ جب مدعی علیہ نے مدعی کے انکار کے باوجود اس سے کوئی چیز بیچی ہو تو وہ مدعی سے واپس لے لے گا اس لئے کہ مدعی علیہ کا بیع پر اقدام کرنا مدعی کے حق کا انکار ہے اور صلح کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ کبھی خصومت کو دور کرنے کے لئے بھی صلح کی جاتی ہے اور جب مدعی کی طرف تسلیم کرنے سے پہلے ہی بدل صلح ہلاک ہو گیا تو اس کا وہی حکم ہے جو استحقاق کا ہے اقرار کی صورت میں بھی اور انکار کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

تفصیل ذکر کیے بغیر گھر میں دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ ادَّعٰى حَقًّا فِي دَارٍ وَلَمْ يُبَيِّنْهُ فَصُولِحَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الدَّارِ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا

مِنَ الْعِوَضِ لِاَنَّ دَعْوَاهُ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ فِيْمَا بَقِيَ) بِخِلَافِ مَا اِذَا اسْتَحَقَّ كُلَّهُ لِاَنَّهُ يَعْرَى الْعِوَضُ عِنْدَ ذٰلِكَ عَنْ شَيْءٍ يُقَابِلُهُ فَيَرْجِعُ بِكُلِّهِ عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ فِي الْبُيُوْعِ .وَلَوْ ادَّعٰى دَارًا فَصَالَحَهُ عَلٰى قِطْعَةٍ مِنْهَا لَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ لِاَنَّ مَا قَبَضَهُ مِنْ عَيْنِ حَقِّهِ وَهُوَ عَلٰى دَعْوَاهُ فِي الْبَاقِي .

وَالْوَجْهُ فِيْهِ اَحَدُ اَمْرَيْنِ : اِمَّا اَنْ يَزِيْدَ دِرْهَمًا فِي بَدَلِ الصُّلْحِ فَيَصِيْرَ ذٰلِكَ عِوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِيْمَا بَقِيَ، اَوْ يَلْحَقَ بِهِ ذِكْرُ الْبَرَاءَةِ عَنْ دَعْوَى الْبَاقِي .(وَالصُّلْحُ جَائِزٌ عَنْ دَعْوَى الْاَمْوَالِ) لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ عَلٰى مَا مَرَّ .قَالَ (وَالْمَنَافِعِ لِاَنَّهَا تُمْلَكُ بِعَقْدِ الْاِجَارَةِ فَكَذَا بِالصُّلْحِ) وَالْاَصْلُ فِيْهِ اَنَّ الصُّلْحَ يَجِبُ حَمْلُهُ عَلٰى اَقْرَبِ الْعُقُوْدِ اِلَيْهِ وَاَشْبَهِهَا بِهِ احْتِيَالًا لِتَصْحِيْحِ تَصَرُّفِ الْعَاقِدِ مَا اَمْكَنَ

فرمایا کہ جب مدعی نے کسی گھر میں دعوی کیا لیکن اس کی تفصیل نہیں بیان کی پھر اس کے بعد صلح کر لی گئی۔ اس کے بعد گھر کا کچھ حصہ میں حقدار نکل آیا تو مدعی بدلہ میں سے کچھ واپس نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا دعوی جو باقی گھر ہے اس میں ہو اس صورت کے خلاف کہ جب پورا گھر مستحق نکل گیا اس لئے کہ اس صورت میں بدلہ ایسی چیز سے خالی ہوگا جو اس کے مقابل ہو لہٰذا مدعی علیہ اپنا پورا بدلہ واپس لے لے گا جس طرح کہ بیوع میں ہم نے بیان کیا ہے جب کسی آدمی نے گھر کا دعوی کیا اور مدعی علیہ نے گھر کے کسی ایک حصے پر صلح کر لی تو صلح درست نہیں ہے اس لئے کہ مدعی نے جس حصہ پر قبضہ کیا ہے وہ اس کے دعوے کا ایک حصہ ہے اور جو باقی ہے اس میں وہ اپنے دعوے پر قائم ہے اور اس میں صلح دو وجہ سے جائز ہو سکتی ہے یا تو مدعی علیہ صلح کے بدل میں ایک درہم بڑھا دے اور یہ جو باقی ہے اس میں مدعی کے حق کا بدلہ ہو جائے یا باقی دعوے سے براءت کر دے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل امور صلح کے جواز وعدم جواز کے بیان میں ہے﴾

فصل امور صلح کے جواز وعدم جواز کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے صلح کے مقدمات وشرائط کو بیان کرنے کے بعد اب اس کو انواع واقسام کا بیان شروع کررہے ہیں اوراس میں اب ان امور کو بیان کریں گے جن میں صلح کرنا جائز ہے اوران امور کو بھی ذکر کریں گے جن میں صلح کرنا جائز نہیں ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۶۷، بیروت)

مالوں کے دعووں میں صلح کے جواز کا بیان

(وَالصُّلْحُ جَائِزٌ عَنْ دَعْوَى الْأَمْوَالِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ عَلَى مَا مَرَّ. قَالَ (وَالْمَنَافِعِ لِأَنَّهَا تُمْلَكُ بِعَقْدِ الْإِجَارَةِ فَكَذَا بِالصُّلْحِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الصُّلْحَ يَجِبُ حَمْلُهُ عَلَى أَقْرَبِ الْعُقُودِ إلَيْهِ وَأَشْبَهِهَا بِهِ احْتِيَالًا لِتَصْحِيحِ تَصَرُّفِ الْعَاقِدِ مَا أَمْكَنَ

اوراموال کے دعووں میں صلح کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان میں بیع کا معنی پایا جاتا ہے جس طرح اس کا بیان گزرگیا ہے۔ منافع سے صلح کرنا بھی جائز ہے کیونکہ عقد اجارہ کے سبب منافع پر ملکیت حاصل ہونے والی ہے۔ جس طرح صلح کے ساتھ ہے۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ صلح کو اس کے قریبی عقود یا قریبی عقود کے مشابہ پر محمول کرنا واجب ہے۔ تاکہ عاقد کے تصرف کو صحیح بناتے ہوئے ممکن حد تک اس کا ذریعہ بنایا جائے۔

جنایت عمد وخطاء میں صلح کے صحیح ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَصِحُّ عَنْ جِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَأِ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ) الْآيَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ النِّكَاحِ، حَتَّى أَنَّ مَا صَلَحَ مُسَمًّى فِيهِ صَلَحَ هَاهُنَا إذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ إلَّا أَنَّ عِنْدَ فَسَادِ التَّسْمِيَةِ هُنَا يُصَارُ إلَى الدِّيَةِ لِأَنَّهَا مُوجَبُ الدَّمِ.

فرمایا کہ مالوں کے دعووں سے صلح کرنا جائز ہے کیونکہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے جس طرح اس کا بیان گزرگیا

ہے۔ اور منافع کے دعوے سے بھی صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اجارہ کے عقد سے منافع مملوک ہو جاتا ہے لہٰذا صلح کے ساتھ بھی مملوک ہو جائے گا اور اصل یہ ہے کہ صلح کو اس کے زیادہ قریب والے عقود پر محمول کیا جائے یا جو عقود صلح کے مشابہ ہوں ان پر محمول کرنا لازم ہے تا کہ حیلہ کر کے حتی الامکان عاقد کے تصرف کو درست بنایا جا سکے۔

فرمایا کہ جان بوجھ کر قتل کرنے اور غلطی سے قتل کرنے کے جرم سے بھی صلح کرنا درست ہے جان بوجھ کر قتل کرنے میں صلح کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ پس جس کو اس کے بھائی کی طرف سے معاف کر دیا ہو (الآیۃ)

اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ صلح نکاح کے درجہ میں ہے حتی کہ جو چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے وہ یہاں پر بھی بدل بن سکتی ہے اس لئے کہ یہ صلح اور نکاح مبادلۃ المال بغیر المال ہے لہٰذا صلح میں فساد تسمیہ کی صورت میں دیت کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ دیت ہی تو قتل کا موجب ہے۔

خمر پر صلح ہونے کے سبب کچھ واجب نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ صَالَحَ عَلٰى خَمْرٍ لَا يَجِبُ شَيْءٌ لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِمُطْلَقِ الْعَفْوِ. وَفِي النِّكَاحِ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْفَصْلَيْنِ لِأَنَّهُ الْمُوجَبُ الْأَصْلِيُّ، وَيَجِبُ مَعَ السُّكُوتِ عَنْهُ حُكْمًا، وَيَدْخُلُ فِي إِطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ الْجِنَايَةَ فِي النَّفْسِ وَمَا دُونَهَا، وَهٰذَا بِخِلَافِ الصُّلْحِ عَنْ حَقِّ الشُّفْعَةِ عَلٰى مَالٍ حَيْثُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ حَقُّ التَّمَلُّكِ، وَلَا حَقَّ فِي الْمَحَلِّ قَبْلَ التَّمَلُّكِ.

وَأَمَّا الْقِصَاصُ فَمِلْكُ الْمَحَلِّ فِي حَقِّ الْفِعْلِ فَيَصِحُّ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ وَإِذَا لَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ تَبْطُلُ الشُّفْعَةُ لِأَنَّهَا تَبْطُلُ بِالْإِعْرَاضِ وَالسُّكُوتِ، وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ بِمَنْزِلَةِ حَقِّ الشُّفْعَةِ حَتّٰى لَا يَجِبَ الْمَالُ بِالصُّلْحِ عَنْهُ، غَيْرَ أَنَّ فِي بُطْلَانِ الْكَفَالَةِ رِوَايَتَيْنِ عَلٰى مَا عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ.

وَأَمَّا الثَّانِي وَهُوَ جِنَايَةُ الْخَطَأِ فَلِأَنَّ مُوجَبَهَا الْمَالُ فَيَصِيرُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا تَصِحُّ الزِّيَادَةُ عَلٰى قَدْرِ الدِّيَةِ لِأَنَّهُ مُقَدَّرٌ شَرْعًا فَلَا يَجُوزُ إِبْطَالُهُ فَتُرَدُّ الزِّيَادَةُ، بِخِلَافِ الصُّلْحِ عَنِ الْقِصَاصِ حَيْثُ تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلٰى قَدْرِ الدِّيَةِ لِأَنَّ الْقِصَاصَ لَيْسَ بِمَالٍ وَإِنَّمَا يَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ، وَهٰذَا إِذَا صَالَحَ عَلٰى أَحَدِ مَقَادِيرِ الدِّيَةِ، أَمَّا إِذَا صَالَحَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ جَازَ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ بِهَا، إِلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ كَيْ لَا يَكُونَ افْتِرَاقًا عَنْ دَيْنٍ بِدَيْنٍ.

وَلَوْ قَضَى الْقَاضِي بِأَحَدِ مَقَادِيرِهَا فَصَالَحَ عَلٰى جِنْسٍ آخَرَ مِنْهَا بِالزِّيَادَةِ جَازَ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ الْحَقُّ بِالْقَضَاءِ فَكَانَ مُبَادَلَةً بِخِلَافِ الصُّلْحِ ابْتِدَاءً لِأَنَّ تَرَاضِيَهُمَا عَلٰى بَعْضِ الْمَقَادِيرِ بِمَنْزِلَةِ الْقَضَاءِ فِي حَقِّ التَّعْيِينِ فَلَا تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلٰى مَا تَعَيَّنَ.

اور جب شراب پر صلح کی ہوئی تو کچھ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ مطلق معاف کرنے میں کچھ واجب نہیں ہوتا جب کہ نکاح میں دونوں صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا اس لئے کہ مہر مثل ہی تو موجب اصل ہے اور مہر میں خاموشی کے وقت بھی حکما مہر مثل ہی واجب ہوتا ہے۔

اور قدوری میں جو مطلق حکم بیان ہوا ہے اس میں جنایت فی النفس اور جنایت مادون النفس دونوں شامل ہیں اور یہ جواز مال پر شفعہ کے حق میں صلح کرنے کے مخالف ہے اس لئے کہ شفعہ کے حق میں مال پر صلح کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ شفعہ کا حق تملک کا حق ہوتا ہے اور ملکیت کے حصول سے پہلے محل میں کوئی حق نہیں ہوتا جبکہ قصاص فعل کے حق میں ملک کا محل ہوتا ہے اس لئے اس کا بدلہ لینا درست ہے اور جب حق شفعہ کے بدلے صلح کرنا جائز نہیں ہے تو شفعہ باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اعراض کرنیا ور خاموش رہنے سے بھی شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور کفالہ بالنفس حق شفعہ کے درجہ میں ہے حتی کہ کفالہ کے بدلے صلح کرنے سے مال واجب نہیں ہوتا تاہم کفالہ کے باطل ہونے کے بارے میں دو روایتیں ہیں جس طرح کہ مبسوط میں جان لیا گیا ہے۔ اور دوسری یعنی قتل خطاً سے صلح کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جنایت خطاً کا موجب مال ہے لہٰذا اس سے صلح کرنا بیع کے درجہ میں ہوگا لیکن دیت کی مقدار پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ دیت شرعاً مقدر ہے لہٰذا اس کو باطل کرنا درست نہیں ہے اور اس پر جو زیادتی ہوگی اس کو رد کر دیا جائے گا قصاص سے صلح کرنے کے خلاف چنانچہ اس میں دیت کی مقدار پر اضافہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ قصاص مال نہیں ہے اور عقد صلح کے سبب قصاص متقوم ہوتا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب دیت کی کسی مقرر کردہ مقدار پر صلح ہوئی ہو اور جب اس کے علاوہ کسی دوسری چیز پر ہوئی ہو تب بھی جائز ہے اس لئے کہ صلح دیت کا بدل ہے لیکن مجلس کے اندر بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط ہے تا کہ دین کے بدلے دین سے افتراق نہ ہو اور جب قاضی نے دیت کی کسی ایک مقدار کا فیصلہ کر دیا اور قاتل نے اس مقدار پر کسی دوسری جنس کی زیادتی کے ساتھ صلح کی تو جائز ہے اس لئے کہ قاضی کی قضاء سے حق متعین ہو گیا اور دوسری مقدار پر صلح کرنا اس پر تبادلہ ہوگا اسی صلح پر ابتدا کرنے کے خلاف اس لئے کہ صلح کرنے والوں کا کسی مقدار پر اتفاق کر لینا تعین کے حق میں قضائے قاضی کے حکم میں ہے لہٰذا شریعت کی مقدار پر اضافہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

دعویٰ حد میں صلح کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ عَنْ دَعْوَى حَدٍّ) لِأَنَّهُ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالَى لَا حَقُّهُ، وَلَا يَجُوزُ الْاِعْتِيَاضُ عَنْ حَقِّ غَيْرِهِ، وَلِهٰذَا لَا يَجُوزُ الْاِعْتِيَاضُ اِذَا ادَّعَتِ الْمَرْاَةُ نَسَبَ وَلَدِهَا لِاَنَّهُ حَقُّ الْوَلَدِ لَا حَقُّهَا، وَكَذَا لَا يَجُوزُ الصُّلْحُ عَمَّا اَشْرَعَهُ اِلٰى طَرِيقِ الْعَامَّةِ لِاَنَّهُ حَقُّ الْعَامَّةِ فَلَا يَجُوزُ اَنْ يُصَالِحَ وَاحِدٌ عَلَى الْاِنْفِرَادِ عَنْهُ ؛ وَيَدْخُلُ فِي اِطْلَاقِ الْجَوَابِ حَدُّ الْقَذْفِ لِاَنَّ الْمُغَلَّبَ فِيهِ حَقُّ الشَّرْعِ.

فرمایا کہ حد کے دعویٰ میں صلح کرنا جائز نہ ہے اس لئے کہ حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے نہ کہ بندوں کا اور دوسرے کا حق کا

بدلہ لینا جائز نہ ہے اسی لئے جب عورت نے اپنے بچے کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس کا بدلہ لینا جائز نہ ہے اس لئے کہ نسب بچے کا حق ہے عورت کا حق نہ ہے پس اس چیز میں بھی صلح کرنا جائز نہ ہے جس کو عام راستہ میں کسی نے بنایا ہوا اس لئے کہ عوام کا حق ہے لہٰذا کسی ایک آدمی کا اس پر مصالحت کرنا جائز نہ ہے اور قدوری کے مطلق حکم میں حد قذف بھی شامل ہے اس لئے کہ اس میں حق الشرع غالب ہے۔

کسی شخص کا عورت پر دعویٰ نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى امْرَأَةٍ نِكَاحًا وَهِيَ تَجْحَدُ فَصَالَحَتْهُ عَلَى مَالٍ بَذَلَتْهُ حَتَّى يَتْرُكَ الدَّعْوَى جَازَ وَكَانَ فِي مَعْنَى الْخُلْعِ) لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَصْحِيحُهُ خُلْعًا فِي جَانِبِهِ بِنَاءً عَلَى زَعْمِهِ وَفِي جَانِبِهَا بَدَلًا لِلْمَالِ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ .قَالُوْا : وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا كَانَ مُبْطِلًا فِي دَعْوَاهُ .

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ امْرَأَةٌ عَلَى رَجُلٍ نِكَاحًا فَصَالَحَهَا عَلَى مَالٍ بَذَلَهُ لَهَا جَازَ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَكَذَا ذُكِرَ فِي بَعْضِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ، وَفِي بَعْضِهَا قَالَ : لَمْ يَجُزْ .

وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنْ يُجْعَلَ زِيَادَةً فِي مَهْرِهَا .

وَجْهُ الثَّانِي أَنَّهُ بَذَلَ لَهَا الْمَالَ لِتَتْرُكَ الدَّعْوَى فَإِنْ جُعِلَ تَرْكُ الدَّعْوَى مِنْهَا فُرْقَةً فَالزَّوْجُ لَا يُعْطِي الْعِوَضَ فِي الْفُرْقَةِ، وَإِنْ لَمْ يُجْعَلْ فَالْحَالُ عَلَى مَا كَانَ عَلَيْهِ قَبْلَ الدَّعْوَى فَلَا شَيْءَ يُقَابِلُهُ الْعِوَضُ فَلَمْ يَصِحَّ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت اس کا انکار کرنے والی ہے پھر عورت نے کچھ مال خرچ کر کے اس آدمی سے مصالحت کر لی تا کہ وہ دعویٰ چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہیا اور یہ صلح خلع کے معنی میں ہوگی اس لئے کہ شوہر کی فہم کے مطابق اس کے حق میں اس کو خلع قرار دینا ممکن ہے اور عورت کے حق میں خصومت کو دور کرنے کے لئے مال خرچ کرنا ہے۔

مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب شوہر اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو تو دیانت کے طور پر اس کے لئے یہ مال لینا حلال نہ ہے فرمایا کہ جب کسی عورت نے کسی آدمی سے نکاح کا دعویٰ کیا اور اس نے کچھ مال دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی تو یہ صلح کرنا جائز ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری نے قدوری کے بعض نسخوں میں ایسا ہی مسئلہ بیان کیا ہے اور دوسرے بعض نسخوں میں یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ صلح کرنا جائز نہ ہے صلح کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صلح کے بدل کو عورت کے مہر میں اضافہ قرار دیا جائے اور جائز نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے اس وجہ سے مال خرچ کیا ہے تا کہ عورت اپنا دعویٰ چھوڑ دے اب اگر عورت کے دعویٰ چھوڑنے کو اس کی طرف سے فرقت قرار دیا جائے تو فرقت میں شوہر بدلہ نہ دیتا اور جب اس کو فرقت نہ مانا جائے تو عورت اپنے دعویٰ پر بدستور

قائم رہے گیا اور اس بدلہ کے مقابلہ میں شوہر کو کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ صلح درست نہ ہے۔

غلام سے مال پر صلح کر لینے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَى عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ عَبْدُهُ فَصَالَحَهُ عَلَى مَالٍ أَعْطَاهُ جَازَ وَكَانَ فِي حَقِّ الْمُدَّعِي بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتَاقِ عَلَى مَالٍ) لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَصْحِيحُهُ عَلَى هٰذَا الْوَجْهِ فِي حَقِّهِ لِزَعْمِهِ وَلِهٰذَا يَصِحُّ عَلَى حَيَوَانٍ فِي الذِّمَّةِ إِلَى أَجَلٍ وَفِي حَقِّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ يَكُونُ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ ؛ لِأَنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّهُ حُرٌّ فَجَازَ إِلَّا أَنَّهُ لَا وَلَاءَ لَهُ لِإِنْكَارِ الْعَبْدِ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ فَتُقْبَلَ وَيَثْبُتَ الْوَلَاءُ.

قَالَ (وَإِذَا قَتَلَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ رَجُلًا عَمْدًا لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يُصَالِحَ عَنْ نَفْسِهِ، وَإِنْ قَتَلَ عَبْدٌ لَهُ رَجُلًا عَمْدًا فَصَالَحَهُ جَازَ) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ رَقَبَتَهُ لَيْسَتْ مِنْ تِجَارَتِهِ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِيهِ بَيْعًا فَكَذَا اسْتِخْلَاصًا بِمَالِ الْمَوْلَى وَصَارَ كَالْأَجْنَبِيِّ، أَمَّا عَبْدُهُ فَمِنْ تِجَارَتِهِ وَتَصَرُّفُهُ فِيهِ نَافِذٌ بَيْعًا فَكَذَا اسْتِخْلَاصًا، وَهٰذَا لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ كَالزَّائِلِ عَنْ مِلْكِهِ وَهٰذَا شِرَاؤُهُ فَيَمْلِكُهُ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور مدعی علیہ نے اس کو مال دے کر اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے حق میں یہ عمل مال لے کر آزاد کرنے کی طرح ہوگا اس لئے کہ مدعی کی سمجھ کے مطابق اسی طریقے پر اس کی تصحیح ممکن ہے اس لئے مدت بتا کر کے حیوان دینے کی بات پر بھی یہ صلح درست ہوگی اور مدعی کے حق میں خصومت کو دور کرنے کیلئے ہوگا اس لئے کہ مدعی علیہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ حر الاصل ہے تو صلح جائز ہے لیکن مدعی کو ولا ، نہ دیا جائے گا اس لئے کہ مدعی علیہ اس کے غلام ہونے کا انکار کرنے والا ہے مگر یہ کہ مدعی بینہ پیش کر دے تو بینہ مقبول ہوگا اور اس کو ولا ، دیا جائے

فرمایا کہ جب ماذون غلام کسی آدمی کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس غلام کا یہ حق نہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے صلح کر لے اور جب اس ماذون کے غلام نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اور اس ماذون نے مقتول کے اولیاء سے صلح کر لی تو جائز ہے اور فرق کا سبب یہ ہے کہ ماذون غلام کو اپنی گردن کی تجارت کا حق نہ ہے اس لئے وہ اپنے رقبہ کی بیع کا مالک نہ ہے لہٰذا وہ آقا کے مال کے بدلے اپنی جان چھڑانے کا بھی مالک نہ ہے اور یہ اجنبی کی طرح ہو گیا رہا اس غلام کا تو وہ اس کی تجارت کا مال ہے اور اس میں اس کا بیع وغیرہ نافذ کرنا جائز ہے لہٰذا وہ اس کو چھڑانے کا بھی مالک ہے اور یہ وجہ سے ہے کہ مستحق نکلی ہوئی چیز ایسی ہے جیسے وہ اس کی ملکیت سے خارج ہوگئی ہو اور اس کو چھڑانا ان اس کو خریدنے کی مثل ہے لہٰذا ماذون غلام اس کا مالک ہوگا۔

یہودی کے کپڑے کا تھان غصب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا يَهُودِيًّا قِيمَتُهُ دُونَ الْمِائَةِ فَاسْتَهْلَكَهُ فَصَالَحَهُ مِنْهَا عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ

جَازَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ .

وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ : یَبْطُلُ الْفَضْلُ عَلٰی قِیْمَتِهٖ بِمَا لَا یَتَغَابَنُ النَّاسُ فِیْهِ) لِاَنَّ الْوَاجِبَ هِیَ الْقِیْمَةُ وَهِیَ مُقَدَّرَةٌ فَالزِّیَادَةُ عَلَیْهَا تَکُوْنُ رِبًا، بِخِلَافِ مَا اِذَا صَالَحَ عَلٰی عَرَضٍ لِاَنَّ الزِّیَادَةَ لَا تَظْهَرُ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ، وَبِخِلَافِ مَا یَتَغَابَنُ النَّاسُ فِیْهِ لِاَنَّهٗ یَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِیْمِ الْمُقَوِّمِیْنَ فَلَا تَظْهَرُ الزِّیَادَةُ .

وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ حَقَّهٗ فِی الْهَالِكِ بَاقٍ حَتّٰی لَوْ کَانَ عَبْدًا وَتَرَكَ اَخْذَ الْقِیْمَةِ یَکُوْنُ الْکَفَنُ عَلَیْهِ اَوْ حَقُّهٗ فِیْ مِثْلِهٖ صُوْرَةً وَمَعْنًی، لِاَنَّ ضَمَانَ الْعُدْوَانِ بِالْمِثْلِ، وَاِنَّمَا یَنْتَقِلُ اِلَی الْقِیْمَةِ بِالْقَضَاءِ فَقَبْلَهٗ اِذَا تَرَاضَیَا عَلَی الْاَکْثَرِ کَانَ اعْتِیَاضًا فَلَا یَکُوْنُ رِبًا، بِخِلَافِ الصُّلْحِ بَعْدَ الْقَضَاءِ لِاَنَّ الْحَقَّ قَدِ انْتَقَلَ اِلَی الْقِیْمَةِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے یہودی کے کپڑے کا تھان غصب کیا اور اس کی قیمت سو دراہم سے کم ہو اور غاصب نے اس کو ضائع کردیا پھر مغصوب سے اس تھان کی قیمت کے بدلے سو دراہم پر صلح کرلی تو امام اعظم کے نزدیک صلح جائز ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جس مقدار میں زیادتی کے ساتھ لوگ معاملہ نہ کرتے ہوں وہ مقدار باطل ہوگی اس لئے کہ غاصب پر قیمت ہی واجب ہے اور وہ متعین ہے لہٰذا اس پر جو زیادتی ہوگی وہ ربوا ہے اس صورت کے خلاف جب سامان پر صلح کی ہو اس لئے کہ جنس کے مختلف ہونے میں زیادتی ظاہر نہ ہوگی۔

اس صورت کے خلاف کہ جس صورت میں لوگ زیادتی کو برداشت کرلیتے ہوں اس لئے کہ یہ اضافہ اندازہ لگانے والوں کے اندازہ کے تحت آسکتا ہے اس لئے زیادتی کو ظہور نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ہلاک شدہ تھان میں مالک کا حق باقی ہے کہ اگر مغصوب غلام ہوتا اور آقا نے ابھی تک اس کی قیمت نہ لی ہوتی تو اس کا کفن اور دفن کا خرچ آقا پر ہی ہوتا یا یہ کہ صورتا اور معنا ہلاک شدہ مغصوب کے مثل میں مالک کا ہے اس لئے کہ تعدی کا ضمان ضمان بالمثل ہوتا ہے اور قضائے قاضی سے یہ حکم قیمت کی طرف منتقل ہوتا ہے لہٰذا قضائے قاضی سے پہلے اگر دونوں فریق زیادہ لین دین پر راضی ہوگئے تو یہ بھی بدلہ لینا ہوگا اس لئے سود نہ ہوگا قاضی کی قضاء کے بعد صلح کرنے کے خلاف اس لئے کہ قضاء کے بعد حق قیمت کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔

دو اشخاص کے درمیان مشترکہ غلام ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا کَانَ الْعَبْدُ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَعْتَقَهٗ اَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوْسِرٌ فَصَالَحَهُ الْاٰخَرُ عَلٰی اَکْثَرَ مِنْ نِصْفِ قِیْمَتِهٖ فَالْفَضْلُ بَاطِلٌ) وَهٰذَا بِالْاِتِّفَاقِ، وَاَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِمَا بَیَّنَّا .

وَالْفَرْقُ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْقِیْمَةَ فِی الْعِتْقِ مَنْصُوْصٌ عَلَیْهَا وَتَقْدِیْرُ الشَّرْعِ لَا یَکُوْنُ

دُوْنَ تَقْدِيْرِ الْقَاضِيْ فَلَا يَجُوْزُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ، وَبِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّهَا غَيْرُ مَنْصُوْصٍ عَلَيْهَا (وَإِنْ صَالَحَهُ عَلٰى عُرُوْضٍ جَازَ) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ الْفَضْلُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

۱ فرمایا کہ جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اوران میں سے ایک آدمی اس کو آزاد کردے اور وہ مالدار بھی ہو اور دوسرا شریک غلام کی آدھی قیمت سے زائد پر اس سے مصالحت کرلے تو زیادتی باطل ہوگی اس بات پر اتفاق ہے۔ حضرات صاحبین کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ امام اعظم کے لئے فرق کی وجہ یہ ہے کہ آزادی کی صورت میں جو قیمت ہے وہ منصوص ہے اور شریعت کی متعین کردہ قیمت قاضی کی متعین کی جانے والی قیمت سے نہ ہوتی لہٰذا اس پر اضافہ کرنا درست نہ ہے پہلے والے مسئلے کے خلاف اس لئے کہ وہ منصوص نہ ہے اور جب اس نے سامان پر مصالحت کی تو جائز ہے اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ زیادتی ظاہر نہ ہوگی۔

بَابُ التَّبَرُّعِ بِالصُّلْحِ وَالتَّوْكِيلِ بِهِ

﴿یہ باب متبرع بہ صلح اور توکیل کے بیان میں ہے﴾

باب تبرع بہ صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کسی شخص سے متعلق وہ احکام جو ذاتی طور اس کی صلح سے متعلق ہوتے ہیں ان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان احکام کو شروع کیا ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے بندے کی جانب سے صلح کرتا ہے۔ اور کسی بھی انسان کا اپنا عمل یہ اصل ہوتا ہے جبکہ دوسرے کی جانب سے کوئی کام کروانا یہ اس کی فرع ہے اور فرع ہمیشہ مؤخر ہوتی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۸۹، بیروت)

صلح کے لئے وکیل بنانے کا بیان

(وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِالصُّلْحِ عَنْهُ فَصَالَحَ لَمْ يَلْزَمْ الْوَكِيلَ مَا صَالَحَ عَنْهُ إلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ، وَالْمَالُ لَازِمٌ لِلْمُوَكِّلِ) وَتَأْوِيلُ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ إذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ أَوْ كَانَ الصُّلْحُ عَنْ بَعْضِ مَا يَدَّعِيهِ مِنْ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ إسْقَاطٌ مَحْضٌ فَكَانَ الْوَكِيلُ فِيهِ سَفِيرًا وَمُعَبِّرًا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ كَالْوَكِيلِ بِالنِّكَاحِ إلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ هُوَ مُؤَاخَذٌ بِعَقْدِ الضَّمَانِ لَا بِعَقْدِ الصُّلْحِ، أَمَّا إذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ فَتَرْجِعُ الْحُقُوقُ إلَى الْوَكِيلِ فَيَكُونُ الْمُطَالَبُ بِالْمَالِ هُوَ الْوَكِيلُ دُونَ الْمُوَكِّلِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی کو اپنی طرف سے صلح کرنے کا وکیل بنایا اور وکیل نے صلح کر لی تو جس مال کے بدلے صلح کی ہے وہ مال وکیل پر واجب نہ ہوگا مگر یہ کہ وکیل نے اس کی ضمانت لی ہو اور مال موکل پر لازم ہوگا اور اس مسئلے کی تاویل یہ ہے کہ صلح جان بوجھ کر قتل کرنے کے دم میں ہو یا مدعی نے جس دین کا دعوی کیا تھا اس کے کچھ حصے پر صلح کی گئی ہو اس لئے کہ یہ اسقاط محض ہے لہٰذا اس میں وکیل صرف سفیر اور ترجمان ہوگا اور اس پر بدل صلح وغیرہ کا ضمان واجب نہ ہوگا جس طرح کہ نکاح کے وکیل پر نہ ہوتا مگر یہ کہ وکیل اس کا ضامن بن جائے اس لئے کہ اس وقت عقد ضمان کے سبب اس کا مواخذہ ہوگا عقد صلح کے سبب مواخذہ نہ ہوگا اور اگر وہ مال سے صلح ہو تو وہ بیع کے درجہ میں ہوگا اور وکیل کی طرف عائد ہوں گے اور مال کا مطالبہ بھی وکیل سے ہی ہوگا موکل سے نہ ہوگا۔

کسی کی اجازت کے بغیر اس کی جانب سے صلح کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ صَالَحَ رَجُلٌ عَنْهُ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَهُوَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ: إِنْ صَالَحَ بِمَالٍ وَضَمِنَهُ تَمَّ الصُّلْحُ) لِأَنَّ الْحَاصِلَ لِلْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَيْسَ إِلَّا الْبَرَاءَةُ، وَفِي حَقِّهَا هُوَ وَالْأَجْنَبِيُّ سَوَاءٌ فَصَلَحَ أَصِيلًا فِيهِ إِذَا ضَمِنَهُ، كَالْفُضُولِيِّ بِالْخُلْعِ إِذَا ضَمِنَ الْبَدَلَ، وَيَكُونُ مُتَبَرِّعًا عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ كَمَا لَوْ تَبَرَّعَ بِقَضَاءِ الدَّيْنِ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ بِأَمْرِهِ، وَلَا يَكُونُ لِهَذَا الْمُصَالِحِ شَيْءٌ مِنَ الْمُدَّعَى، وَإِنَّمَا ذَلِكَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ لِأَنَّ تَصْحِيحَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْقَاطِ، وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ مُقِرًّا أَوْ مُنْكِرًا (وَكَذَلِكَ إِنْ قَالَ صَالَحْتُكَ عَلَى أَلْفِي هَذِهِ أَوْ عَلَى عَبْدِي هَذَا صَحَّ الصُّلْحُ وَلَزِمَهُ تَسْلِيمُهَا) لِأَنَّهُ لَمَّا أَضَافَهُ إِلَى مَالِ نَفْسِهِ فَقَدِ الْتَزَمَ تَسْلِيمَهُ فَصَحَّ الصُّلْحُ (وَكَذَلِكَ لَوْ قَالَ عَلَى أَلْفٍ وَسَلَّمَهَا) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ إِلَيْهِ يُوجِبُ سَلَامَةَ الْعِوَضِ لَهُ فَيَتِمُّ الْعَقْدُ لِحُصُولِ مَقْصُودِهِ (وَلَوْ قَالَ صَالَحْتُكَ عَلَى أَلْفٍ فَالْعَقْدُ مَوْقُوفٌ، فَإِنْ أَجَازَهُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ جَازَ وَلَزِمَهُ الْأَلْفُ، وَإِنْ لَمْ يُجِزْهُ بَطَلَ) لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الْعَقْدِ إِنَّمَا هُوَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِأَنَّ دَفْعَ الْخُصُومَةِ حَاصِلٌ لَهُ، إِلَّا أَنَّ الْفُضُولِيَّ يَصِيرُ أَصِيلًا بِوَاسِطَةِ إِضَافَةِ الضَّمَانِ إِلَى نَفْسِهِ. فَإِذَا لَمْ يُضِفْهُ بَقِيَ عَاقِدًا مِنْ جِهَةِ الْمَطْلُوبِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى إِجَازَتِهِ.

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللّٰهُ: وَوَجْهٌ آخَرُ وَهُوَ أَنْ يَقُولَ صَالَحْتُكَ عَلَى هَذِهِ الْأَلْفِ أَوْ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ وَلَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى نَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَمَّا عَيَّنَهُ لِلتَّسْلِيمِ صَارَ شَارِطًا سَلَامَتَهُ لَهُ فَيَتِمُّ بِقَوْلِهِ.

وَلَوِ اسْتُحِقَّ الْعَبْدُ أَوْ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَرَدَّهُ فَلَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الْمُصَالِحِ لِأَنَّهُ الْتَزَمَ الْإِيفَاءَ مِنْ مَحَلٍّ بِعَيْنِهِ وَلَمْ يَلْتَزِمْ شَيْئًا سِوَاهُ. فَإِنْ سَلِمَ الْمَحَلُّ لَهُ تَمَّ الصُّلْحُ. وَإِنْ لَمْ يَسْلَمْ لَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ.

بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلَى دَرَاهِمَ مُسَمَّاةٍ وَضَمِنَهَا وَدَفَعَهَا ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ أَوْ وَجَدَهَا زُيُوفًا حَيْثُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ جَعَلَ نَفْسَهُ أَصِيلًا فِي حَقِّ الضَّمَانِ وَلِهَذَا يُجْبَرُ عَلَى التَّسْلِيمِ. فَإِذَا لَمْ يَسْلَمْ لَهُ مَا سَلَّمَهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِبَدَلِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی کی طرف سے کسی نے اس کے حکم کے بغیر کسی وجہ سے مصالحت کر لی تو اس مصالحت کی چار صورتیں ہیں جب اس نے مال کے بدلے کی اور اس کا ضامن ہوگیا تو صلح پوری ہوگی اس لئے کہ مدعی علیہ کو فقط براءت حاصل

ہوئی ہے اور برائت کے حق میں اجنبی اور مدعی علیہ دونوں برابر ہیں لہٰذا اجنبی اس سلسلے میں اصیل بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ مال کی ادائیگی کا ضامن ہو جائے جس طرح کہ خلع کرانے والا فضولی جب بدل خلع کا ضامن ہو جائے اور یہ آدمی مدعی علیہ پر احسان کرنے والا ہو گا جس طرح کہ جب اس نے قرض اداء کرنے میں احسان کیا ہو اس صورت کے خلاف کہ جب صلح اس کے حکم سے ہوئی ہو اور اس صلح کرانے والے کو مدعی میں سے کچھ نہ ملے گا وہ تو اس کا ہی ہوگا جس کے قبضہ میں موجود ہوگا اس لئے کہ اس صلح کو ساقط کرنے کے طریقہ پر درست قرار دیا گیا ہے اور اس سے کوئی فرق نہ پڑتا کہ مدعی علیہ اس کا اقرار کرے یا انکار کرے اور اسی طرح جب کسی اجنبی نے کہا کہ میں نے اپنے اس ہزار درہم کے بدلے یا اس غلام کے بدلے تم سے صلح کر لی تو صلح درست ہوگی اور مصالح پر اس بدل کو سپرد کرنا لازم ہے جب اس نے صلح کی نسبت اپنے مال کی طرف کر دی تو اس کو سپرد کرنے کا پابند ہوگا اس لئے صلح درست ہوگی۔

اور اسی طرح جب کہا کہ میں نے ایک ہزار پر صلح کی اور مدعی کو ایک ہزار دے دیا اس لئے کہ مدعی کو دینا اس کے لئے بدلہ کی سلامتی کا موجب ہے لہٰذا عقد پورا ہوگا اس لئے کہ مدعی کا مقصد حاصل ہو چکا ہے اور جب مصالح نے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار پر صلح کی تو ایک ہزار موقوف رہے گا جب مدعی علیہ اس کی اجازت دے گا تو عقد جائز ہوگا اور مصالح پر ہزار لازم ہو جائے گا اور جب مدعی علیہ نے اجازت نہ دی عقد باطل ہو جائے گا اس لئے کہ مدعی علیہ ہی عقد میں اصل ہے اس لئے خصومت کا دور کرنا اس کو ہی حاصل ہوگا لیکن اپنی طرف ضمان کی نسبت کرنے سے فضولی اصیل بن جاتا ہے اور جب اس نے ضمان کو اپنی طرف منسوب نہ کیا ہو تو مدعی علیہ کی طرف سے صرف عاقد رہ گیا اس لئے عقد صلح مدعی علیہ کی اجازت پر موقوف ہوگی مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ مصالح یہ کہے کہ میں نے تم سے اس ہزار پر یا اس غلام پر تم سے صلح کر لی اور اس کو اپنی طرف منسوب نہ کرے اس لئے کہ جب مصالح نے سپرد کرنے کے لئے

اس ہزار کو یا اس غلام کو متعین کر دیا تو اس نے مدعی کے لئے اس کی سلامتی کی شرط لگا دی لہٰذا اس کے یہ کہہ دینے سے صلح مکمل ہو جائے گی اور جب غلام کسی کا مستحق نکل گیا یا مدعی نے اس میں عیب پا کر اس کو واپس کر دیا تو مدعی کو مصالح پر کوئی اختیار نہ ہوگا اس لئے کہ مصالح نے بعینہ اسی غلام کو دینے کی پیش کش کی تھی اور اس کے علاوہ کسی چیز کا التزام نہ کیا تھا لہٰذا جب وہ محل مدعی کو دے دیا گیا تو صلح پوری ہو گئی اور اگر نہ دیا گیا ہو تو مدعی مصالح سے کچھ واپس نہ لے گا۔

اس صورت کے خلاف کہ جب مدعی نے متعین دراہم کے ساتھ صلح کی ہو ان کا ضامن بنا اور ان کو مدعی کے حوالے کر دیا پھر وہ دراہم مستحق نکل گئے یا مدعی نے ان کو کھوٹا پایا تو وہ مصالح سے واپس لے گا اس لئے کہ مصالح نے ضمان کے حوالے سے اپنے آپ کو اصیل بنایا تھا اسی لئے اس کو دینے پر مجبور کیا جائے گا اور جب بدل صلح مدعی کے لئے سالم نہ رہا تو وہ مصالح سے اس کا بدل واپس لے گا۔

بَابُ الصُّلْحِ فِی الدَّیْنِ

﴿یہ باب قرض میں صلح کے بیان میں ہے﴾

باب قرض میں صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ اب تک عمومی دعووں میں صلح سے متعلق احکام کو بیان کیا ہے جبکہ ان کے مقابلے میں قرض کا دعویٰ کرنا یہ خاص ہے اور اصول یہی ہے کہ خاص ہمیشہ عموم کے بعد آیا کرتا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۹۶، بیروت)

بدل صلح کو معاوضہ پر حمل نہ کرنے کا بیان

(وَكُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ الصُّلْحُ وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ لَمْ يُحْمَلْ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ، وَإِنَّمَا يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ اسْتَوْفَى بَعْضَ حَقِّهِ وَأَسْقَطَ بَاقِيَهُ، كَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ، وَكَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ أَلْفٌ جِيَادٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ زُيُوفٍ جَازَ وَكَأَنَّهُ أَبْرَأَهُ عَنْ بَعْضِ حَقِّهِ) وَهَذَا لِأَنَّ تَصَرُّفَ الْعَاقِلِ يَتَحَرَّى تَصْحِيحَهُ مَا أَمْكَنَ، وَلَا وَجْهَ لِتَصْحِيحِهِ مُعَاوَضَةً لِإِفْضَائِهِ إلَى الرِّبَا فَجُعِلَ إسْقَاطًا لِلْبَعْضِ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَلِلْبَعْضِ وَالصِّفَةِ فِي الثَّانِيَةِ (وَلَوْ صَالَحَ عَلَى أَلْفٍ مُؤَجَّلَةٍ جَازَ وَكَأَنَّهُ أَجَّلَ نَفْسَ الْحَقِّ) لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ جَعْلُهُ مُعَاوَضَةً لِأَنَّ بَيْعَ الدَّرَاهِمِ بِمِثْلِهَا نَسِيئَةً لَا يَجُوزُ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى التَّأْخِيرِ

(وَلَوْ صَالَحَهُ عَلَى دَنَانِيرَ إلَى شَهْرٍ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ الدَّنَانِيرَ غَيْرُ مُسْتَحَقَّةٍ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ فَلَا يُمْكِنُ حَمْلُهُ عَلَى التَّأْخِيرِ، وَلَا وَجْهَ لَهُ سِوَى الْمُعَاوَضَةِ، وَبَيْعُ الدَّرَاهِمِ بِالدَّنَانِيرِ نَسِيئَةً لَا يَجُوزُ فَلَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ

فرمایا کہ ہر وہ چیز جس پر صلح ہو اور عقد مداینت سے وہ چیز مستحق ہو تو بدل صلح کو معاوضہ نہ محمول کیا جائے گا بلکہ اس طرح کہا جائے گا کہ قرض خواہ نے اپنا کچھ حصہ وصول کرلیا ہے اور کچھ حصہ معاف کر دیا ہے جس طرح کہ کسی آدمی کے کسی دوسرے آدمی پر ہزار درہم ہوں اور اس نے پانچ سو پر مصالحت کر لی یا کسی آدمی کے کسی دوسرے پر ایک ہزار عمدہ دراہم ہوں اور پانچ سو کھوٹے دراہم لے کر اس پر صلح کر لے تو جائز ہے اور اگرچہ قرض خواہ نے مدیون سے اپنا کچھ حق ساقط کر دیا ہے اور یہ حکم اس وجہ

سے ہے کہ عاقل بالغ کے تصرف کو حتی الامکان درست کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور بدل صلح کو معاوضہ قرار دے کر اس قسم کو درست قرار نہ دیا جاسکتا اس لئے کہ یہ مفضی الی الربوا ہے لہٰذا پہلے مسئلے میں اس کو بعض کا اسقاط کر قرار دے دی گیا اور دوسرے مسئلے میں بعض کے اسقاط اور صفت کے اسقاط پر محمول کیا گیا ہے۔

اور جب قرض خواہ نے ایک ہزار ادھار پر صلح کی تو بھی جائز ہے گویا کہ اس نے اصل قرض میں مہلت دے دی ہے اس لئے کہ اس کو معاوضہ قرار دینا ممکن ہے کیونکہ دراہم کو دراہم کیساتھ ادھار بیچنا جائز نہ ہے اس لئے ہم نے اس کو تاخیر پر محمول کر دیا ہے اور جب اس نے ایک ماہ کی مدت میں دنانیر پر صلح کی تو بھی جائز نہ ہے اس لئے کہ لین دین میں دنانیر واجب نہیں اس لئے اس کو تاخیر حق پر محمول نہ کیا جائیگا اور اس کو معاوضہ کے علاوہ کچھ اور قرار دینا ممکن نہ ہے حالانکہ دنانیر کے بدلے دراہم کی بیع ادھار کے طور پر جائز نہ ہے اس لئے صلح بھی درست نہ ہے۔

ایک ہزار بطور ادھار قرض کی صلح کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ لَهُ أَلْفٌ مُؤَجَّلَةٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ حَالَّةً لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ الْمُعَجَّلَ خَيْرٌ مِنَ الْمُؤَجَّلِ وَهُوَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ بِالْعَقْدِ فَيَكُونُ بِإِزَاءِ مَا حَطَّهُ عَنْهُ، وَذَلِكَ اعْتِيَاضٌ عَنِ الْأَجَلِ وَهُوَ حَرَامٌ (وَإِنْ كَانَ لَهُ أَلْفٌ سُودٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ بِيضٍ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ الْبِيضَ غَيْرُ مُسْتَحَقَّةٍ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ وَهِيَ زَائِدَةٌ وَصْفًا فَيَكُونُ مُعَاوَضَةُ الْأَلْفِ بِخَمْسِمِائَةٍ وَزِيَادَةِ وَصْفٍ وَهُوَ رِبًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَنِ الْأَلْفِ الْبِيضِ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ سُودٍ حَيْثُ يَجُوزُ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ كُلُّهُ قَدْرًا وَوَصْفًا، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلَى قَدْرِ الدَّيْنِ وَهُوَ أَجْوَدُ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمِثْلِ بِالْمِثْلِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِالصِّفَةِ إِلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ، وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ أَلْفُ دِرْهَمٍ وَمِائَةُ دِينَارٍ فَصَالَحَهُ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ حَالَّةٍ أَوْ إِلَى شَهْرٍ صَحَّ الصُّلْحُ لِأَنَّهُ أَمْكَنَ أَنْ يُجْعَلَ إِسْقَاطًا لِلدَّنَانِيرِ كُلِّهَا وَالدَّرَاهِمِ إِلَّا مِائَةً وَتَأْجِيلًا لِلْبَاقِي فَلَا يُجْعَلُ مُعَاوَضَةً تَصْحِيحًا لِلْعَقْدِ أَوْ لِأَنَّ مَعْنَى الْإِسْقَاطِ فِيهِ أَلْزَمُ

فرمایا جب کسی آدمی کے ایک ہزار دراہم ادھار قرض ہوں اور وہ مدیون سے پانچ سو غیر میعادی دراہم پر مصالحت کر لی تو جائز نہ ہے اس لئے کہ معجّل موجل سے بہتر ہوتا ہے اور دراہم والا آدمی عقد کے سبب معجّل کا مستحق نہ تھا لہٰذا معجّل لینا کم کردہ دراہم کے مقابل ہوگا جبکہ یہ ادھار کا بدلہ ہے اور ادھار کے بدلے نقد لینا حرام ہے اور جب کسی آدمی کے ایک ہزار سیاہ دراہم ہوں اور اس نے مدیون سے پانچ سو سفید دراہم پر مصالحت کر لی تو بھی جائز نہ ہے اس لئے کہ عقد دین سے سفید دراہم واجب نہ تھے حالانکہ یہ وصف کی زیادتی ہے لہٰذا ایک ہزار کے بدلہ پانچ سو اور وصف کی زیادتی ہوئی حالانکہ یہ سود ہے اس کے برخلاف کہ جب اس نے ایک ہزار سفید دراہم پر پانچ سو سیاہ دراہم پر مصالحت کی ہو اس لئے کہ یہ قدر اور وصف کے کچھ حصے میں کمی کرنا ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب دین کی مقدار پر صلح

کی ہو اور اس مقدار کے کھرے ہونے کی شرط لگادی اس لئے کہ یہ مثل کے بدلے مثل کا بدلہ ہے اور صفت کا اعتبار نہ ہے لیکن مجلس میں قضاء کرنا شرط ہے اور جب مدیون پر ایک ہزار دراہم اور سو دینار ہوں اور قرض خواہ نے اس سے ایک سو دراہم نقدی پر یا ایک ماہ کی مدت پر مصالحت کی تو یہ صلح جائز ہے اس لئے کہ اس کو تمام دنانیر اور سو دراہم چھوڑ کر باقی میں معاف دینا اور سو دراہم میں مہلت قرار دینا ممکن ہے لہٰذا اس کو عقد کے درست ہونے کے پیش نظر معاوضہ نہ قرار دیا جائے گا اور اس لئے کہ اس میں اسقاط کے معنی زیادہ لازم ہیں۔

ایک ہزار دراہم کے باقی ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ عَلٰى آخَرَ اَلْفُ دِرْهَمٍ فَقَالَ اَدِّ اِلَيَّ غَدًا مِنْهَا خَمْسَمِائَةٍ عَلٰى اَنَّكَ بَرِیْءٌ مِنَ الْفَضْلِ فَفَعَلَ فَهُوَ بَرِیْءٌ، فَاِنْ لَمْ يَدْفَعْ اِلَيْهِ الْخَمْسَمِائَةَ غَدًا عَادَ عَلَيْهِ الْاَلْفُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ.

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَا يَعُوْدُ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ اِبْرَاءٌ مُطْلَقٌ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ جَعَلَ اَدَاءَ الْخَمْسِمِائَةِ عِوَضًا حَيْثُ ذَكَرَهُ بِكَلِمَةِ عَلٰى وَهِيَ لِلْمُعَاوَضَةِ، وَالْاَدَاءُ لَا يَصِحُّ عِوَضًا لِكَوْنِهِ مُسْتَحَقًّا عَلَيْهِ فَجَرٰى وُجُوْدُهُ مَجْرٰى عَدَمِهِ فَبَقِيَ الْاِبْرَاءُ مُطْلَقًا فَلَا يَعُوْدُ كَمَا اِذَا بَدَاَ بِالْاِبْرَاءِ.

وَلَهُمَا اَنَّ هٰذَا اِبْرَاءٌ مُقَيَّدٌ بِالشَّرْطِ فَيَفُوْتُ بِفَوَاتِهِ لِاَنَّهُ بَدَاَ بِاَدَاءِ الْخَمْسِمِائَةِ فِي الْغَدِ وَاَنَّهُ يَصْلُحُ غَرَضًا حِذَارَ اِفْلَاسِهِ وَتَوَسُّلًا اِلٰى تِجَارَةٍ اَرْبَحَ مِنْهُ، وَكَلِمَةُ عَلٰى اِنْ كَانَتْ لِلْمُعَاوَضَةِ فَهِيَ مُحْتَمِلَةٌ لِلشَّرْطِ لِوُجُوْدِ مَعْنَى الْمُقَابَلَةِ فِيْهِ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ تَعَذُّرِ الْحَمْلِ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ تَصْحِيْحًا لِتَصَرُّفِهِ اَوْ لِاَنَّهُ مُتَعَارَفٌ، وَالْاِبْرَاءُ مِمَّا يَتَقَيَّدُ بِالشَّرْطِ وَاِنْ كَانَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ كَمَا فِي الْحَوَالَةِ، وَسَنُخْرِجُ الْبُدَاءَةَ بِالْاِبْرَاءِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے دوسرے پر ایک ہزار دراہم باقی ہوں اور قرض خواہ نے مقروض سے کہا کہ تم کل مجھ کو اس میں سے پانچ سو دے دو اس شرط پر کہ باقی سے تم بری ہو تو وہ پانچ سو دینے سے مقروض بری ہو جائے گا لیکن اگر اس نے کل پانچ سو نہ دئے تو اس پر ایک ہزار پھر لوٹ آئے گا یہ طرفین کا قول ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس پر ہزار نہ لوٹے گا اس لئے کہ یہ مطلق ابراء ہے کیا آپ نے دیکھا نہ کہ قرض خواہ نے پانچ سو کی ادائیگی کو بدلہ قرار دیا ہے اس لئے کہ اس نے کلمہ علی کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے اور علی کو معاوضہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اداء کرنا بھی معاوضہ نہ بن سکتا اس لئے کہ مدیون پر ہر صورت میں اس کی ادائیگی واجب ہے لہٰذا اداء کا وجود عدم وجود کے درجہ میں ہو گیا اور ابراء مطلق رہ گیا اس لئے مدیون پر ہزار نہ لوٹے گا جس طرح کہ جب قرض خواہ ابراء کا جملہ پہلے ادا کر دے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ یہ ابراء شرط کے ساتھ مقید ہے اس لئے جب شرط فوت ہو گی تو یہ بھی فوت ہو جائے گا اس لئے کہ قرض خواہ نے غد میں پانچ سو کی ادائیگی کے مطالبہ کے ساتھ اپنے کلام کا آغاز کیا ہے اور یہ جملہ اس وجہ سے درست ہو سکتا ہے کہ

قرض خواہ نے مدیون کی محتاجی کا خیال کر کے اس کو اور زیادہ بدحال ہونے سے بچالیا ہے یا کسی ایسی تجارت کا ارادہ کیا ہے جس کے ساتھ وہ زیادہ نفع کمالے گا اور کلمہ علی جس طرح معاوضہ کیلئے آتا ہے اسی طرح اس میں شرط کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ اس میں مقابلہ کے معنی موجود ہیں لہٰذا معاوضہ پر اس کا حمل متعذر ہونے کی صورت میں اس کو شرط پر محمول کیا جائے گا تا کہ قرض خواہ کا تصرف ہو جائے یا اس وجہ سے شرط پر محمول کیا جائے گا کہ یہی معنی متعارف ہے اور ابراء ایسا عمل ہے جس کو شرط کے ساتھ مقید کیا جاتا ہیا گرچہ شرط سے متعلق نہ ہوتا جیسا کہ حوالہ ہے اور بدلیۃ بالا براء کو ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

قرض کی مختلف صورتوں میں صلح کرنے کا بیان

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ : وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلٰى وُجُوهٍ : اَحَدُهَا مَا ذَكَرْنَاهُ .وَالثَّانِي إِذَا قَالَ صَالَحْتُك مِنَ الْاَلْفِ عَلٰى خَمْسِمِائَةٍ تَدْفَعُهَا اِلَيَّ غَدًا وَاَنْتَ بَرِیءٌ مِنَ الْفَضْلِ عَلٰى اَنَّك اِنْ لَمْ تَدْفَعْهَا اِلَيَّ غَدًا فَالْاَلْفُ عَلَيْك عَلٰى حَالِهِ .وَجَوَابُهُ اَنَّ الْاَمْرَ عَلٰى مَا قَالَ لِاَنَّهُ اَتٰى بِصَرِيحِ التَّقْيِيدِ فَيُعْمَلُ بِهِ .

وَالثَّالِثُ إِذَا قَالَ اَبْرَاْتُك مِنْ خَمْسِمِائَةٍ مِنَ الْاَلْفِ عَلٰى اَنْ تُعْطِيَنِي الْخَمْسَمِائَةَ غَدًا وَالْإِبْرَاءُ فِيهِ وَاقِعٌ اَعْطَى الْخَمْسَمِائَةَ اَوْ لَمْ يُعْطِ لِاَنَّهُ اَطْلَقَ الْإِبْرَاءَ اَوَّلًا، وَاَدَاءُ الْخَمْسِمِائَةِ لَا يَصْلُحُ عِوَضًا مُطْلَقًا وَلٰكِنَّهُ يَصْلُحُ شَرْطًا فَوَقَعَ الشَّكُّ فِي تَقْيِيدِهِ بِالشَّرْطِ فَلَا يَتَقَيَّدُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَدَاَ بِاَدَاءِ خَمْسِمِائَةٍ لِاَنَّ الْإِبْرَاءَ حَصَلَ مَقْرُونًا بِهِ، فَمِنْ حَيْثُ اَنَّهُ لَا يَصْلُحُ عِوَضًا يَقَعُ مُطْلَقًا، وَمِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَصْلُحُ شَرْطًا لَا يَقَعُ مُطْلَقًا فَلَا يَثْبُتُ الْإِطْلَاقُ بِالشَّكِّ فَافْتَرَقَا .

وَالرَّابِعُ إِذَا قَالَ اَدِّ اِلَيَّ خَمْسَمِائَةٍ عَلٰى اَنَّك بَرِیءٌ مِنَ الْفَضْلِ وَلَمْ يُوَقِّتْ لِلْاَدَاءِ وَقْتًا .وَجَوَابُهُ اَنَّهُ يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ وَلَا يَعُودُ الدَّيْنُ لِاَنَّ هٰذَا اِبْرَاءٌ مُطْلَقٌ، لِاَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُوَقِّتْ لِلْاَدَاءِ وَقْتًا لَا يَكُونُ الْاَدَاءُ غَرَضًا صَحِيحًا لِاَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ فِي مُطْلَقِ الْاَزْمَانِ فَلَمْ يَتَقَيَّدْ بَلْ يُحْمَلُ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ وَلَا يَصْلُحُ عِوَضًا، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِاَنَّ الْاَدَاءَ فِي الْغَدِ غَرَضٌ صَحِيحٌ .

وَالْخَامِسُ إِذَا قَالَ اِنْ اَدَّيْت اِلَيَّ خَمْسَمِائَةٍ اَوْ قَالَ اِذَا اَدَّيْت اَوْ مَتٰى اَدَّيْت .فَالْجَوَابُ فِيهِ اَنَّهُ لَا يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ لِاَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالشَّرْطِ صَرِيحًا، وَتَعْلِيقُ الْبَرَاءَاتِ بِالشُّرُوطِ بَاطِلٌ لِمَا فِيهَا مِنْ مَعْنَى التَّمْلِيكِ حَتّٰى يَرْتَدَّ بِالرَّدِّ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِاَنَّهُ مَا اَتٰى بِصَرِيحِ الشَّرْطِ فَحُمِلَ عَلَى التَّقْيِيدِ بِهِ .

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ کئی صورتوں پر مشتمل ہے پہلی صورت وہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور

دوسری صورت یہ ہے کہ جب قرض خواہ نے یہ کہا کہ میں نے ایک ہزار کے بدلے اس شرط کے ساتھ پانچ سو دراہم پر تم سے صلح کی کہ تم پانچ سو دراہم مجھے کل دے دینا اور تم زیادہ سے بری ہو لیکن اگر تو نے کل پانچ سو دراہم نہ دئے تو تم پر سابق حساب ایک ہزار دراہم باقی رہیں گے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں متکلم کی بات کے مطابق فیصلہ ہوگا اس لئے کہ اس نے اس میں صراحتا براءت کو معلق کیا ہے لہٰذا اس پر عمل کیا جائے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرض خواہ نے کہا کہ میں تم کو پانچ سو سے بری کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے پانچ سو دراہم کل دے دینا تو اس میں ابراء واقع ہوگا چاہے مقروض پانچ سو ادا کرے یا نہ کرے اس لئے کہ اس نے ابراء کو مطلق رکھا ہے اور پانچ سو کی ادائیگی مطلق بدلہ بننے کے لائق نہ ہے تاہم وہ شرط بن سکتی ہے تو اس کے مقید بالشرط ہونے میں شک ہوگیا اس لئے یہ صورت مقید بالشرط نہ ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ جب قرض خواہ نے خمس مائۃ کی ادائیگی کی بات پہلے کی ہو اس لئے کہ اس ادائیگی کے ساتھ ابراء متصل ہوگیا تو اس حیثیت سے کہ ابراء مطلق بدلہ نہ بن سکتا وہ مطلق ہوگا اور اس اعتبار سے کہ ابراء شرط بن سکتا ہے وہ مطلق ابراء نہ ہوگا اور شک کے سبب اطلاق ثابت نہ ہوگا لہٰذا دونوں صورتوں میں فرق ہوگیا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جب قرض خواہ یہ کہے کہ تم مجھے پانچ سو دے دو اس شرط پر کہ تم باقی سے بری ہو اور اس نے ادائیگی کا کوئی وقت بیان نہ کیا اس کا حکم یہ ہے کہ ابراء درست ہے اور مقروض پر قرضہ دوبارہ لوٹے گا نہ اس لئے کہ یہ مطلق ابراء ہے کیونکہ جب قرض خواہ نے کوئی وقت بیان نہ کیا تو ادائیگی میں کوئی درست غرض نہ ہوگی اس لئے کہ یہ ادائیگی تو اس پر مطلق وقت میں واجب ہے لہٰذا ابراء مقید نہ ہوا بلکہ ادائیگی معاوضہ پر محمول کی جائے گی جبکہ ابراء بدلہ نہ بن سکتا اس صورت کے خلاف کہ جو پہلے گزر چکی ہیں اس لئے کہ غد میں اداء کرنا درست غرض ہے۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ قرض خواہ نے یہ کہا کہ اگر تم نے مجھے پانچ سو دراہم دیا یا یہ کہا اذا ادیت یا متی ادیت کہا تو اس کا حکم یہ ہے وہ ابراء درست نہ ہے اس لئے کہ متکلم نے اس کو صریح شرط پر معلق کردیا ہے جبکہ براءت کو شرائط پر معلق کرنا باطل ہے اس لئے کہ اس میں تملیک کا معنی ہے حتی کہ رد کرنے سے براءت رد ہوجاتی ہے پہلی صورت کے خلاف اس لئے کہ وہاں پر قرض خواہ نے صراحتا شرط کا جملہ اداء نہ کیا ہے لہٰذا اس ابراء کو شرط کے ساتھ مقید ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

اقرار مال کو مہلت سے مقید کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ لَا اُقِرُّ لَكَ بِمَالِكَ حَتّٰى تُؤَخِّرَهُ عَنِّي اَوْ تَحُطَّ عَنِّي فَفَعَلَ جَازَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهٗ لَيْسَ بِمُكْرَهٍ، وَمَعْنَى الْمَسْاَلَةِ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ سِرًّا، اَمَّا اِذَا قَالَ عَلَانِيَةً يُؤْخَذُ بِهٖ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دوسرے سے کہا کہ میں اس وقت تک تمہارے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھ کو مہلت نہ دے دے یا مجھ کو معاف نہ کردے اور قرض خواہ نے وہ کام کردیا ہے تو جائز ہے اس لئے کہ مدیون مکروہ نہ ہے اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ مقروض نے خاموشی سے یہ بات کہہ دی ہو لیکن اگر اس نے اعلانیہ یہ بات کہی ہو تو اس کو پکڑ لیا جائے گا۔

فَصْلٌ فِی الدَّیْنِ الْمُشْتَرَکِ

﴿یہ فصل مشترکہ قرض کے بیان میں ہے﴾

فصل قرض مشترکہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے دین مشترکہ کے احکام کو دین مفردہ کے احکام سے مؤخر ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرکب مفرد سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۱۰۷، بیروت)

قرض مشترکہ کے حکم کا بیان

اور دین مشترک کا حکم یہ ہے کہ ایک شریک نے مدیون سے جو کچھ وصول کیا دوسرا ابھی اُس میں شریک ہے مثلاً سو میں سے پچاس روپے ایک شریک نے وصول کیے تو دوسرے شریک سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے حصہ کے میں نے پچاس وصول کر لیے اپنے حصہ کے تم وصول کر لو بلکہ دوسرا ان پچاس میں سے پچیس لے سکتا ہے اس کو انکار کا حق نہیں ہے ہاں اگر دوسرا خود مدیون ہی سے وصول کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے شریک سے مطالبہ نہیں کرتا تو اُس کی خوشی مگر چاہے تو شریک سے مطالبہ کر سکتا ہے یعنی اگر فرض کرو مدیون دیوالیہ ہو گیا یا کوئی اور صورت ہوگئی تو یہ اپنے شریک سے وصول شدہ میں سے آدھا لے سکتا ہے۔

دین مشترکہ میں کسی ایک کی مصالحت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالَحَ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيبِهِ عَلَى ثَوْبٍ فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ، إنْ شَاءَ اتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ بِصِفَةٍ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ إلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبُعَ الدَّيْنِ) وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ الدَّيْنَ الْمُشْتَرَكَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إذَا قَبَضَ أَحَدُهُمَا شَيْئًا مِنْهُ فَلِصَاحِبِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِي الْمَقْبُوضِ لِأَنَّهُ ازْدَادَ بِالْقَبْضِ، إذْ مَالِيَّةُ الدَّيْنِ بِاعْتِبَارِ عَاقِبَةِ الْقَبْضِ، وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ رَاجِعَةٌ إلَى أَصْلِ الْحَقِّ فَتَصِيرُ كَزِيَادَةِ الْوَلَدِ وَالثَّمَرَةِ وَلَهُ حَقُّ الْمُشَارَكَةِ، وَلَكِنَّهُ قَبْلَ الْمُشَارَكَةِ بَاقٍ عَلَى مِلْكِ الْقَابِضِ، لِأَنَّ الْعَيْنَ غَيْرُ الدَّيْنِ حَقِيقَةً وَقَدْ قَبَضَهُ بَدَلًا عَنْ حَقِّهِ فَيَمْلِكُهُ حَتَّى يَنْفُذَ تَصَرُّفُهُ فِيهِ وَيَضْمَنَ لِشَرِيكِهِ حِصَّتَهُ،

جب قرض دو لوگوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک نے اپنے حصے کے کپڑے پر مصالحت کر لی تو اس

کے ساتھی کو اختیار ہے اگر چاہے تو جس پر نصف دین ہے اس کا پیچھا کر کے اس سے وصول کر لے اور اگر چاہے تو آدھے کپڑے لے لے مگر یہ کہ اس کا شریک چوتھائی دین کا ضامن ہو جائے اس کی اصل یہ ہے کہ وہ دین جو لوگوں کے درمیان مشترک ہو اگر ان میں سے کوئی شریک دین کے کسی حصے پر قبضہ کر لے تو اس کے ساتھی کو یہ حق ہے کہ مقبوض میں شریک ہو جائے اس لئے کہ لینے والے نے اپنے حق سے زیادہ لے لیا ہے اس لئے کہ قبضہ کے اعتبار سے ہی دین کی مالیت کا علم ہوتا ہے اور یہ زیادتی اصل حق سے متعلق ہوتی ہے تو یہ اولاد اور پھل کی زیادتی کی طرح ہو گیا اس لئے غیر آخذ کو شرکت کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن مشارکت سے پہلے وہ چیز قابض کی ملکیت پر باقی رہے گی اس لئے کہ اب یہ عین حقیقت میں دین نہیں ہے اور قابض نے اس کو اپنے حق کا بدل سمجھ کر اس پر قبضہ کیا ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس میں اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا اور یہ قابض اپنے شریک کے لئے اس کے حصے کا ضامن ہوگا۔

دین مشترکہ کا ایک ہی سبب سے واجب ہونے کا بیان

وَالدَّيْنُ الْمُشْتَرَكُ يَكُونُ وَاجِبًا بِسَبَبٍ مُتَّحِدٍ كَثَمَنِ الْمَبِيعِ إِذَا كَانَ صَفْقَةً وَاحِدَةً وَثَمَنِ الْمَالِ الْمُشْتَرَكِ وَالْمَوْرُوثِ بَيْنَهُمَا وَقِيمَةِ الْمُسْتَهْلَكِ الْمُشْتَرَكِ .إِذَا عَرَفْنَا هٰذَا فَنَقُولُ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ : لَهُ أَنْ يَتْبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَصْلُ لِأَنَّ نَصِيبَهُ بَاقٍ فِي ذِمَّتِهِ لِأَنَّ الْقَابِضَ قَبَضَ نَصِيبَهُ لَكِنَّ لَهُ حَقَّ الْمُشَارَكَةِ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ لِأَنَّ لَهُ حَقَّ الْمُشَارَكَةِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبُعَ الدَّيْنِ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي ذٰلِكَ .

قَالَ (وَلَوْ اسْتَوْفَى نِصْفَ نَصِيبِهِ مِنَ الدَّيْنِ كَانَ لِشَرِيكِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِيمَا قَبَضَ) لِمَا قُلْنَا (ثُمَّ يَرْجِعَانِ عَلَى الْغَرِيمِ بِالْبَاقِي) لِأَنَّهُمَا لَمَّا اشْتَرَكَا فِي الْمَقْبُوضِ لَا بُدَّ أَنْ يَبْقَى الْبَاقِي عَلَى الشَّرِكَةِ .

اور دین مشترک یہ ہے کہ ایک ہی سبب سے وہ واجب ہوا ہو جس طرح کہ مبیع کا ثمن جب ایک ہی صفقہ سے ہو اور مال مشترک کا ثمن اور وہ مال جو دو لوگوں کے درمیان موروث ہو اور مشترکہ طور پر ہلاک کرنے والی چیز کی قیمت ہے۔

جب تم نے یہ جان لیا تو کتاب والے مسئلے میں ہم کہتے ہیں کہ غیر مصالح والے آدمی کو یہ حق ہے کہ وہ مدیون کا پیچھا کر کے اس سے دین وصول کر لے اس لئے کہ مدیون کے ذمہ میں اس کا حق باقی ہے اس لئے کہ قابض تو اپنے حصے پر قابض ہو چکا ہے تاہم غیر مصالح کو مشارکت کا حق ہوگا اور اگر وہ چاہے تو آدھے کپڑے لے لے کیونکہ کہ اس کو مشارکت کا حق حاصل ہے مگر یہ کہ اس کا شریک چوتھائی دین کا ضامن ہو جائے اس لئے کہ اس کو بھی اس کا حق ہے۔

فرمایا کہ جب دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصے کا دین وصول کر لیا تو دوسرے شریک کو قبضہ والے حصے میں شرکت کرنے کا حق ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے پھر وہ دونوں مقروض سے جو باقی ہے دین واپس لیں گے اس لئے

کہ جب مقبوض میں وہ دونوں شریک ہیں تو جو باقی قرض ہے یقینا مشترک ہوگا۔

شرکاء میں سے ایک کا اپنے حصہ کے عوض سامان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَلَوِ اشْتَرٰى اَحَدُهُمَا بِنَصِيْبِهٖ مِنَ الدَّيْنِ سِلْعَةً كَانَ لِشَرِيْكِهٖ اَنْ يُضَمِّنَهٗ رُبُعَ الدَّيْنِ) لِاَنَّهٗ صَارَ قَابِضًا حَقَّهٗ بِالْمُقَاصَّةِ كَامِلًا، لِاَنَّ مَبْنَى الْبَيْعِ عَلَى الْمُمَاكَسَةِ بِخِلَافِ الصُّلْحِ لِاَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْاِغْمَاضِ وَالْحَطِيْطَةِ، فَلَوْ اَلْزَمْنَاهُ دَفْعَ رُبُعِ الدَّيْنِ يَتَضَرَّرُ بِهٖ فَيَتَخَيَّرُ الْقَابِضُ كَمَا ذَكَرْنَا، وَلَا سَبِيْلَ لِلشَّرِيْكِ عَلَى الثَّوْبِ فِي الْبَيْعِ لِاَنَّهٗ مَلَكَهٗ بِعَقْدِهٖ وَالْاِسْتِيْفَاءِ بِالْمُقَاصَّةِ بَيْنَ ثَمَنِهٖ وَبَيْنَ الدَّيْنِ .

وَلِلشَّرِيْكِ اَنْ يَتْبَعَ الْغَرِيْمَ فِي جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَا لِاَنَّ حَقَّهٗ فِي ذِمَّتِهٖ بَاقٍ لِاَنَّ الْقَابِضَ اسْتَوْفَى نَصِيْبَهٗ حَقِيْقَةً لٰكِنَّ لَهٗ حَقَّ الْمُشَارَكَةِ فَلَهٗ اَنْ لَا يُشَارِكَهٗ، فَلَوْ سَلَّمَ لَهٗ مَا قَبَضَ ثُمَّ تَوٰى مَا عَلَى الْغَرِيْمِ لَهٗ اَنْ يُشَارِكَ الْقَابِضَ لِاَنَّهٗ رَضِيَ بِالتَّسْلِيْمِ لِيُسَلِّمَ لَهٗ مَا فِي ذِمَّةِ الْغَرِيْمِ وَلَمْ يُسَلِّمْ، وَلَوْ وَقَعَتِ الْمُقَاصَّةُ بِدَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ الشَّرِيْكُ لِاَنَّهٗ قَاضٍ بِنَصِيْبِهٖ لَا مُقْتَضٍ، وَلَوْ اَبْرَاَهٗ عَنْ نَصِيْبِهٖ فَكَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اِتْلَافٌ وَلَيْسَ بِقَبْضٍ، وَلَوْ اَبْرَاَهٗ عَنِ الْبَعْضِ كَانَتْ قِسْمَةُ الْبَاقِي عَلٰى مَا بَقِيَ مِنَ السِّهَامِ، وَلَوْ اَخَّرَ اَحَدُهُمَا عَنْ نَصِيْبِهٖ صَحَّ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ اِعْتِبَارًا بِالْاِبْرَاءِ الْمُطْلَقِ، وَلَا يَصِحُّ عِنْدَهُمَا لِاَنَّهٗ يُؤَدِّيْ اِلٰى قِسْمَةِ الدَّيْنِ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَلَوْ غَصَبَ اَحَدُهُمَا عَيْنًا مِنْهُ اَوِ اشْتَرَاهَا شِرَاءً فَاسِدًا وَهَلَكَ فِي يَدِهٖ فَهُوَ قَبْضٌ وَالْاِسْتِئْجَارُ بِنَصِيْبِهٖ قَبْضٌ، وَكَذَا الْاِحْرَاقُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لِاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالتَّزَوُّجُ بِهٖ اِتْلَافٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَكَذَا الصُّلْحُ عَلَيْهِ مِنْ جِنَايَةِ الْعَمْدِ .

فرمایا کہ جب دو شرکاء میں سے ایک نے اپنے حصے کے بدلے سامان خرید لیا تو اس کے شریک کو یہ حق ہوگا کہ اس سے اپنے دین کے چوتھائی حصے کا ضامن بنالے اس لئے کہ شریک کو وصول کرنے کا پورا حق ہے کیونکہ بیع کا دارومدار مماکست پر ہے صلح کے خلاف اس لئے کہ اس کا دارومدار چشم پوشی اور رعایت پر ہے پس اگر قابض کے شریک پر چوتھائی دین کی ادائیگی کو لازم کر دیا جائے تو اس کو نقصان ہوگا اس لئے قابض کو اختیار ہوگا جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور بیع کی صورت میں دوسرے شریک کو کپڑوں میں کوئی اختیار نہ ہوگا

اس لئے کہ قابض عقد میں شریک ہونے سے اس کا مالک ہو چکا ہے اور یہاں قرض کی وصولیابی مبیع یعنی ثوب کے ثمن اور قرض کے درمیان مقاصہ کے ذریعے ہوئی ہے اور غیر قابض شریک کو یہ حق ہے کہ تمام صورتوں میں وہ اصل مقروض سے اپنا حصہ

وصول کرے اس لئے کہ مقروض کا حق اس کے ذمہ باقی ہے کیونکہ قابض نے تو حقیقتاً اپنا حصہ وصول کیا ہے لیکن اس کو دوسرے شریک کواس میں شریک کرنے کا حق ہے اور شریک نہ کرنے کا بھی حق ہے۔

پس جب قابض نے قبضہ والی چیز میں غیر قابض کے حوالے کر دی اس کے بعد مقروض پر جو باقی دین ہلاک ہو گیا تو شریک غیر قابض کو قابض کے ساتھ شرکت کا حق ہوگا اس لئے کہ غیر قابض کا شریک اسی لئے ترک شرکت پر راضی ہوا تھا تا کہ اسے مقروض کے پاس موجود دین مل جائے جبکہ وہ نہ ملا اس لئے اب وہ شرکت کرے گا۔

اور جب کسی ایسے قرض کے سبب مقاصہ ہوا ہو جو مدیون کا پہلے سے کسی پر ہو تو دوسرا شریک اس شریک پر رجوع نہ کرے گا اس لئے کہ اب قابض شریک مقروض کا حق ادا کرنے والا ہے تقاضہ کرنے والا نہ اور جب دونوں شریکوں میں سے ایک مدیون کو اپنے حصے سے بری کر دے تو بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ اتلاف ہے اور قبضہ نہ ہے اور جب کسی حصے سے بری کر دے تو باقی کی تقسیم باقی حصوں کے حساب سے ہوگی اور جب شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصے کی وصولیابی میں تاخیر کر دی تو مطلق ابراء پر قیاس کرتے ہوئے امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے جبکہ طرفین کے نزدیک یہ درست نہ ہے اس لئے کہ اس سے قبضہ سے پہلے دین کی تقسیم لازم آتی ہے جب دو شریکوں میں سے ایک نے مقروض کی کوئی چیز غصب کر لی یا شرائے فاسد کے طور پر اس سے کوئی چیز خرید لی اور وہ چیز اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو اس کو قبضہ شمار کیا جائے گا اور اپنے حصے کے بدلے مقروض سے کوئی چیز کرایہ پر لینا بھی قبضہ ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ مقروض کا سامان جلانا بھی قبضہ ہے امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے اور قرض پر نکاح کرنا بھی ظاہر روایت کے مطابق اتلاف ہے پس جان بوجھ کر قتل کرنے کے دم سے قرض پر صلح کرنا بھی اتلاف ہے۔

بیع سلم کا دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ السَّلَمُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالَحَ اَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيبِهِ عَلٰى رَأْسِ الْمَالِ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجُوزُ الصُّلْحُ) اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الدُّيُونِ، وَبِمَا إِذَا اشْتَرَيَا عَبْدًا فَاَقَالَ اَحَدُهُمَا فِي نَصِيبِهِ .

وَلَهُمَا اَنَّهُ لَوْ جَازَ فِي نَصِيبِهِ خَاصَّةً يَكُونُ قِسْمَةُ الدَّيْنِ فِي الذِّمَّةِ، وَلَوْ جَازَ فِي نَصِيبِهِمَا لَا بُدَّ مِنْ اِجَازَةِ الْآخَرِ بِخِلَافِ شِرَاءِ الْعَيْنِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمُسْلَمَ فِيهِ صَارَ وَاجِبًا بِالْعَقْدِ وَالْعَقْدُ قَامَ بِهِمَا فَلَا يَنْفَرِدُ اَحَدُهُمَا بِرَفْعِهِ، وَلِاَنَّهُ لَوْ جَازَ لَشَارَكَهُ فِي الْمَقْبُوضِ، فَإِذَا شَارَكَهُ فِيهِ رَجَعَ الْمُصَالِحُ عَلٰى مَنْ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ فَيُؤَدِّي اِلٰى عَوْدِ السَّلَمِ بَعْدَ سُقُوطِهِ .

قَالُوا : هٰذَا اِذَا خَلَطَا رَأْسَ الْمَالِ، فَاِنْ لَمْ يَكُونَا قَدْ خَلَطَاهُ فَعَلَى الْوَجْهِ الْاَوَّلِ هُوَ عَلَى الْخِلَافِ، وَعَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي هُوَ عَلَى الِاتِّفَاقِ .

فرمایا کہ جب بیع سلم میں ایسی چیز میں ہو جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں ایک شریک نے اپنے

حصے کے بدلے رأس المال پر صلح کرلی تو طرفین کے نزدیک یہ صلح جائز نہ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دوسرے دیون پر قیاس کرتے ہوئے یہ صلح بھی جائز ہے اور اس صورت پر قیاس کرتے ہوئے کہ جب دو آدمیوں نے ایک غلام خریدا اور ان میں سے ایک نے اپنے حصے میں بیع کو فسخ کردیا ہو۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک شریک کے حصے میں خاص کر ہم صلح کو جائز قرار دے دیں تو اس طرح کے دین کی تقسیم لازم آئے گی جو ذمہ میں لازم ہوگا اور جب دونوں کے حصہ میں صلح کو جائز قرار دے دیا تو اس کے لئے دوسرے کی اجازت لازم ہے عین کی خریداری کے خلاف یہ حکم اس لئے ہے کہ عقد کے سبب مسلم فیہ واجب ہو جاتا ہے اور عقد دونوں سے منعقد ہوا ہے لہٰذا ایک شریک عقد کو فسخ کرنے میں منفرد نہ ہوگا اور اس لئے بھی کہ جب ایک کی صلح یا فسخ کو جائز مان لیا جائے تو دوسرا فریق بھی مقبوض میں اس کا شریک ہوگا پس جب دوسرا بھی اس میں شامل ہوگیا تو مصالح وہ مقدار مقروض سے واپس لے گا اور یہ چیز بیع سلم کو سقوط کے بعد اس کو دوبارہ جائز قرار دینے کی طرف لے جاتی ہے۔ مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب دونوں نے رأس المال کو مخلوط کردیا ہو لیکن جب انہوں نے رأس المال کو مخلوط نہ کیا ہو تو پہلی صورت میں اختلاف ہے جبکہ دوسری صورت پر اتفاق ہے۔

فَصْلٌ فِي التَّخَارُجِ

﴿یہ فصل تخارج کے بیان میں ہے﴾

فصل تخارج کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تخارج تفاعل کے وزن پر خروج سے بنا ہے۔ اور اصطلاح میں تخارج اس مال وراثت کو کہتے ہیں جو میراث سے مال معلوم کے ساتھ کچھ نکل آئے۔ اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا وقوع بہت قلیل ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۱۲۰، بیروت)

تخارج کا فقہی مفہوم

اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک وارث بالمقطع (کل حصے کے بدلے میں) اپنا کچھ حصہ لے کر ترکہ سے نکل جاتا ہے کہ اب وہ کچھ نہیں لے گا اس کو تخارج کہتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی صلح ہے۔

کچھ حصہ دے کر ترکہ سے خارج کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَانَتِ الشَّرِكَةُ بَيْنَ وَرَثَةٍ فَأَخْرَجُوا أَحَدَهُمْ مِنْهَا بِمَالٍ أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ وَالتَّرِكَةُ عَقَارٌ أَوْ عُرُوضٌ جَازَ قَلِيلًا كَانَ مَا أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ أَوْ كَثِيرًا) لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَصْحِيحُهُ بَيْعًا .

وَفِيهِ أَثَرُ عُثْمَانَ، فَإِنَّهُ صَالَحَ تَمَاضُرَ الْأَشْجَعِيَّةَ امْرَأَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رُبُعِ ثَمَنِهَا عَلَى ثَمَانِينَ أَلْفِ دِينَارٍ .

فرمایا کہ جب کچھ وارثوں کے درمیان ترکہ مشترکہ ہو اور انہوں نے ان میں سے ایک آدمی کو اس کا حصہ دے کر ترکہ سے خارج کر دیا ہے اور وہ مال غیر منقولہ جائداد ہو یا سامان ہو تو یہ اخراج جائز ہے خواہ اس کو دیا گیا مال کم ہو یا زیادہ کیوں کہ اس کو بیع قرار دے کر اس کی تصحیح ممکن ہے اور اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اثر موجود ہے جس طرح کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کو تماضر بنت اصبغ اشجعیہ سے ان کے ثمن کے چوتھائی حصے پر اسی ہزار دینار کے بدلے مصالحت ہوئی تھی۔

تخارج کے ترکہ میں سونا چاندی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ فِضَّةً فَأَعْطَوْهُ ذَهَبًا أَوْ كَانَ ذَهَبًا فَأَعْطَوْهُ فِضَّةً فَهُوَ كَذَلِكَ) لِأَنَّهُ بَيْعٌ .

الْجِنْسِ بِخِلَافِ الْجِنْسِ فَلَا يُعْتَبَرُ التَّسَاوِي وَيُعْتَبَرُ التَّقَابُضُ فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّهُ صَرْفٌ غَيْرَ أَنَّ الَّذِي فِي يَدِهِ بَقِيَّةُ التَّرِكَةِ إِنْ كَانَ جَاحِدًا يَكْتَفِي بِذَلِكَ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ قَبْضُ ضَمَانٍ فَيَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الصُّلْحِ وَإِنْ كَانَ مُقِرًّا لَا بُدَّ مِنْ تَجْدِيدِ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ قَبْضُ أَمَانَةٍ فَلَا يَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الصُّلْحِ (وَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ ذَهَبًا وَفِضَّةً وَغَيْرَ ذَلِكَ فَصَالَحُوهُ عَلَى ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَا أَعْطَوْهُ أَكْثَرَ مِنْ نَصِيبِهِ مِنْ ذَلِكَ الْجِنْسِ حَتَّى يَكُونَ نَصِيبُهُ بِمِثْلِهِ وَالزِّيَادَةُ بِحَقِّهِ مِنْ بَقِيَّةِ التَّرِكَةِ) احْتِرَازًا عَنِ الرِّبَا، وَلَا بُدَّ مِنَ التَّقَابُضِ فِيمَا يُقَابِلُ نَصِيبَهُ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لِأَنَّهُ صَرْفٌ فِي هَذَا الْقَدْرِ، وَلَوْ كَانَ بَدَلُ الصُّلْحِ عَرَضًا جَازَ مُطْلَقًا لِعَدَمِ الرِّبَا، وَلَوْ كَانَ فِي التَّرِكَةِ دَرَاهِمُ وَدَنَانِيرُ وَبَدَلُ الصُّلْحِ دَرَاهِمُ وَدَنَانِيرُ أَيْضًا جَازَ الصُّلْحُ كَيْفَمَا كَانَ صَرْفًا لِلْجِنْسِ إِلَى خِلَافِ الْجِنْسِ كَمَا فِي الْبَيْعِ لَكِنْ يُشْتَرَطُ التَّقَابُضُ لِلصَّرْفِ .

اور جب ترکہ چاندی کی صورت میں ہو اور وارثوں نے خارج ہونے والے کو سونا دیا یا ترکہ سونا ہو اور وارثوں نے خارج ہونے والے کو چاندی دی تو بھی حکم اسی طرح ہوگا اس لئے کہ یہ ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں بیچنے کی مثل ہے لہٰذا برابری کا اعتبار نہ کیا جائے گا جبکہ اس مجلس میں باہمی قبضہ کرنا لازم ہے اس لئے کہ یہ بیع صرف ہے اس کے علاوہ جس وارث کے قبضہ میں ترکہ ہے اگر وہ ترکہ کے پائے جانے کا انکار کرنے والا ہو تو یہی قبضہ کافی ہوگا اس لئے کہ یہ قبضہ ضمان ہے کیونکہ قبضہ صلح کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب وارث ترکہ کے پائے جانے کا اقرار کرنے والا ہو اور اعتراف کرنیوالا ہو تو نیا قبضہ کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ وہ قبضہ امانت کا قبضہ ہے اس لئے قبضہ کو مصالحت کے قائم مقام نہ کیا جائے گا اور جب ترکہ میں سونا چاندی اور دوسری چیزیں ہوں اور وارثوں نے صرف سونا یا چاندی کے بدلہ میں مصالحت کی تو اس کیلئے ضروری تھا کہ خارج کو دیا جانے والا مال اسی جنس سے اس کے حصے سے زائد ہو تاکہ نقدی اس کے حصہ کے برابر ہو جائے اور جو زیادتی وہ بقیہ حصے سے اس کے مقابل ہو جائے اور ربوا سے بچا جائے اور اس خارج کے حصہ کے مقابلے میں جو سونا یا چاندی ہو اس پر قبضہ کرنا لازم ہے اس لئے کہ یہ صلح اس مقدار میں بیع صرف ہے اور جب صلح کا بدل سامان ہو تو مطلق صلح جائز ہے اس لئے کہ ربوا اور شبہ ربوا نہ پایا جاتا ہے۔

اور جب ترکہ میں دراہم اور دنانیر ہوں اور صلح کا بدل بھی دراہم اور دنانیر ہوں تو اس صورت میں بھی ہر طرح صلح جائز ہے اس لئے کہ جنس کو خلاف جنس کا بدلہ قرار دیا جائے گا جس طرح کہ بیع میں ہوتا ہے لہٰذا یہ بیع صرف ہے اس لئے اس میں قبضہ شرط ہے۔

مصالح قرضداروں سے بری ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ عَلَى النَّاسِ فَأَدْخَلُوهُ فِي الصُّلْحِ عَلَى أَنْ يُخْرِجُوا الْمُصَالِحَ عَنْهُ وَيَكُونَ الدَّيْنُ لَهُ فَالصُّلْحُ بَاطِلٌ) لِأَنَّ فِيهِ تَمْلِيكَ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ وَهُوَ حِصَّةُ

الْمُصَالِحِ (وَإِنْ شَرَطُوا أَنْ يَبْرَأَ الْغُرَمَاءُ مِنْهُ وَلَا يَرْجِعُ عَلَيْهِمْ بِنَصِيبِ الْمُصَالِحِ فَالصُّلْحُ جَائِزٌ) لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ وَهُوَ تَمْلِيكُ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ وَهُوَ جَائِزٌ، وَهَذِهِ حِيلَةُ الْجَوَازِ، وَأُخْرَى أَنْ يُعَجِّلُوا قَضَاءَ نَصِيبِهِ مُتَبَرِّعِينَ، وَفِي الْوَجْهَيْنِ ضَرَرٌ بِبَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ.

فرمایا کہ جب ترکہ میں ایسا مال ہو جو لوگوں پر قرض ہو اور وارثوں نے اس شرط پر یہ قرض صلح میں شامل کرلیا کہ صلح کرنے والا اس قرض سے بری ہو جائے گا اور یہ پورا قرض ورثاء کا ہوگا تو اس صورت میں صلح باطل ہوگی اس لئے کہ اس طرح کرنے میں ایسے آدمی سے قرض کی تملیک لازم آرہی ہے اور جس جز پر دین نہیں ہے اور وہ مصالح کا حصہ ہے۔

اور جب ورثاء نے یہ شرط لگائی کہ مصالح قرض داروں کو اس سے بری کردے اور کوئی وارث ان سے مصالح کا حصہ نہ لے تو صلح جائز ہوگی اس لئے کہ یہ اسقاط ہے یا یہ قرض دار کی جانب سے قرض کی تملیک ہے اور یہ جائز ہے یہ جواز کا حیلہ ہے اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ وارث تبرع کے طور پر مصالح کے دین کے حصہ کو ادا کردیں لیکن ان دونوں صورتوں میں دوسرے وارثوں کا نقصان ہے اس میں سب سے افضل توجیہ یہ ہے کہ ورثاء مصالح کو اس کے دین کے حصہ کے بعد قرض کی مقدار دے دیں اور قرض کے علاوہ دوسرا ترکہ میں اس کے ساتھ مصالحت کرلیں اور مصالح قرض داروں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے باقی وارثوں کو ذمہ دار بنائے گا۔

کیل والی یا موزونی چیز میں صلح کرنے کا بیان

وَالْأَوْجَهُ أَنْ يُقْرِضُوا الْمُصَالِحَ مِقْدَارَ نَصِيبِهِ وَيُصَالِحُوا عَمَّا وَرَاءَ الدَّيْنِ. وَيُحِيلُهُمْ عَلَى اسْتِيفَاءِ نَصِيبِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ وَأَعْيَانُهَا غَيْرُ مَعْلُومَةٍ وَالصُّلْحُ عَلَى الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، قِيلَ لَا يَجُوزُ لِاحْتِمَالِ الرِّبَا، وَقِيلَ يَجُوزُ لِأَنَّهُ شُبْهَةُ الشُّبْهَةِ، وَلَوْ كَانَتِ التَّرِكَةُ غَيْرَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ لَكِنَّهَا أَعْيَانٌ غَيْرُ مَعْلُومَةٍ قِيلَ لَا يَجُوزُ لِكَوْنِهِ بَيْعًا إِذِ الْمُصَالَحُ عَنْهُ عَيْنٌ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهَا لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ لِقِيَامِ الْمُصَالَحِ عَنْهُ فِي يَدِ الْبَقِيَّةِ مِنَ الْوَرَثَةِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ مُسْتَغْرِقٌ لَا يَجُوزُ الصُّلْحُ وَلَا الْقِسْمَةُ لِأَنَّ التَّرِكَةَ لَمْ يَتَمَلَّكْهَا الْوَارِثُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُسْتَغْرِقًا لَا يَنْبَغِي أَنْ يُصَالِحُوا مَا لَمْ يَقْضُوا دَيْنَهُ فَتُقَدَّمُ حَاجَةُ الْمَيِّتِ، وَلَوْ فَعَلُوا قَالُوا يَجُوزُ. وَذَكَرَ الْكَرْخِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْقِسْمَةِ أَنَّهَا لَا تَجُوزُ اسْتِحْسَانًا وَتَجُوزُ قِيَاسًا.

اور جب ترکہ میں قرض نہ ہو اور ترکہ کی متعین اشیاء بھی معلوم نہ ہوں اور مکیلی یا موزونی چیز پر صلح ہوئی ہو تو ایک قول یہ ہے کہ صلح جائز نہ ہے اس لئے کہ ربوا کا احتمال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے اس لئے کہ یہ شبہۃ الشبہ ہے اور جب ترکہ مکیلی یا موزونی چیز کے علاوہ میں ہو لیکن وہ متعین چیزیں غیر معلومہ ہوں تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ

جائز نہ ہے اس لئے کہ صلح بیع ہے کیونکہ مصالح عنہ عین ہے لیکن زیادہ درست بات یہ ہے کہ صلح جائز ہے اس لئے کہ ثمن کی جہالت نزاع کی طرف لے جانے والی نہ ہے اس لئے کہ مصالح عنہ باقی وارثوں کے قبضہ میں موجود ہے اور جب میت میں دین مستغرق ہو تو نہ ہی صلح جائز ہے اور نہ ہی تقسیم جائز ہے اس لئے کہ ابھی تک ترکہ وارث کی ملکیت میں نہ آیا اور جب میت پر لازم شدہ قرض محیط نہ ہو تو میت کا قرض اداء کرنے سے پہلے صلح کرنا جائز نہ ہے اس لئے کہ میت کی حاجت مقدم ہے اور جب وارثوں نے میت کا قرض اداء کرنے سے پہلے صلح کر لی تو مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ صلح جائز ہے لیکن امام کرخی فرماتے ہیں کہ بطور استحسان تقسیم جائز نہیں ہے جبکہ بطور قیاس جائز ہے۔

كِتَابُ الْمُضَارَبَةِ

﴿یہ کتاب مضاربت کے بیان میں ہے﴾

کتاب مضاربت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب صلح کے بعد اب مضاربت کی کتاب کو بیان کیا ہے ان دونوں میں باہم مطابقت یہ ہے کہ ان دونوں میں حصول نفع مقصود ہوتا ہے۔ مضاربت کی بہ نسبت صلح کثرت سے واقع ہونے والی ہے۔ اور مضاربت میں اہمیت میں زیادہ ہے۔ لہٰذا اس سبب سے اس کو مقدم ذکر کیا ہے۔ حصول میں اشتراک کے سبب ان دونوں کتب کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

مضاربت کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کی رو سے مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی قرارداد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا (صاحب مال) برداشت کرے گا۔

لفظ مضاربت مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی سفر کے ہیں کیونکہ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ" اور جب تم زمین پر سفر کرو۔

اس کو قراض اور مقارضہ بھی کہتے ہیں یہ لفظ قرض سے مشتق ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں۔ (وجہ تسمیہ) یہ ہے کہ مالک اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے تاکہ نفع کے ایک حصہ کے عوض اس سے کاروبار کیا جائے۔

مضاربت کی اصطلاحی تعریف

فقہاء کے نزدیک مضاربت دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے دے گا کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت (یا کاروبار) میں لگائے۔

دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مضاربت کی مختلف صورتوں کا بیان

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔ دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔ نوٹ: مضاربت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں۔

عقد مضاربت کے حکم کا بیان

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ جب مضارب کو مال دیا گیا اُس وقت وہ امین ہے اور جب اُس نے کام شروع کیا اب وہ وکیل ہے اور جب کچھ نفع ہوا تو اب شریک ہے اور رب المال کے حکم کے خلاف کیا تو غاصب ہے اور مضاربت فاسد ہوگئی تو وہ اَجیر ہے اور اجارہ بھی فاسد۔ (درمختار)

مضاربت کے اشتقاق ومفہوم کا بیان

اَلْمُضَارَبَةُ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْاَرْضِ ؛ سُمِّيَ بِهَا لِاَنَّ الْمُضَارِبَ يَسْتَحِقُّ الرِّبْحَ بِسَعْيِهِ وَعَمَلِهِ، وَهِيَ مَشْرُوعَةٌ لِلْحَاجَةِ اِلَيْهَا، فَاِنَّ النَّاسَ بَيْنَ غَنِيٍّ بِالْمَالِ غَبِيٍّ عَنِ التَّصَرُّفِ فِيهِ، وَبَيْنِ مُهْتَدٍ فِي التَّصَرُّفِ صِفْرِ الْيَدِ عَنْهُ، فَمَسَّتِ الْحَاجَةُ اِلٰى شَرْعِ هٰذَا النَّوْعِ مِنَ التَّصَرُّفِ لِيَنْتَظِمَ مَصْلَحَةُ الْغَبِيِّ وَالذَّكِيِّ وَالْفَقِيرِ وَالْغَنِيِّ .

وَبُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُبَاشِرُونَهُ فَقَرَّرَهُمْ عَلَيْهِ وَتَعَامَلَتْ بِهِ الصَّحَابَةُ، ثُمَّ الْمَدْفُوعُ اِلَى الْمُضَارِبِ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ لِاَنَّهُ قَبَضَهُ بِاَمْرِ مَالِكِهِ لَا عَلٰى وَجْهِ الْبَدَلِ وَالْوَثِيقَةِ، وَهُوَ وَكِيلٌ فِيهِ لِاَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِيهِ بِاَمْرِ مَالِكِهِ، وَاِذَا رَبِحَ فَهُوَ شَرِيكٌ فِيهِ لِتَمَلُّكِهِ جُزْءًا مِنَ الْمَالِ بِعَمَلِهِ، فَاِذَا فَسَدَتْ ظَهَرَتِ الْاِجَارَةُ حَتّٰى اسْتَوْجَبَ الْعَامِلُ اَجْرَ مِثْلِهِ، وَاِذَا خَالَفَ كَانَ غَاصِبًا لِوُجُودِ التَّعَدِّي مِنْهُ عَلٰى مَالِ غَيْرِهِ .

مضاربت ضرب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے زمین میں چلنا، اور مضاربت اس عقد کو اس لئے کہتے ہیں کہ

مضارب اپنی محنت کے سبب فائدے کا حقدار بنتا ہے اور مضاربت کا عقد مشروع ہے کیونکہ اس کی ضرورت ثابت ہے۔ کیونکہ عوام میں بعض لوگ مال کے اعتبار سے غنی بن جاتے ہیں لیکن تصرف میں سادہ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں میں مال کے تصرف کی قوت ہوتی ہے لیکن ان کے پاس مال نہیں ہوتا پس اس قسم کے تصرف کی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔ تاکہ سادہ، مالدار اور فقیر لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں۔

اور عقد کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو شان نبوت ورسالت ﷺ کے اظہار کی حالت کے بعد بھی عقد مضاربت باقی رہنے دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مضاربت کا عقد کیا کرتے تھے۔

ہاں البتہ مضاربت میں مال دیا جانے والا یہ اس شخص کے قبضہ میں بطور امانت ہوتا ہے کیونکہ مال کے مالک کے حکم سے مضارب اس مال پر قبضہ کرنے والا ہے۔ جبکہ یہ قبضہ کسی بدل یا رہن کے طور پر نہیں ہے۔ اور مضارب اس مال میں رب المال کا وکیل ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مال کے مالک کی اجازت سے اس میں تصرف کرنے والا ہے۔ اور جب اس سے نفع ہوگا تو مضارب بھی اس نفع میں شریک بنے گا۔ کیونکہ وہ اپنے کام کے سبب مال کے حصے کا مالک بنا ہے۔ اور جب مضارب فاسد ہو جائے تو وہ اجارہ بن جائے گا۔ یہاں تک کہ مضارب مثلی مزدوری کا حقدار بن جائے گا۔ اور جب مضارب رب المال کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ غصب کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کے مال پر اس کی جانب سے ظلم پایا گیا ہے۔

عقد مضاربت کا شرکت پر منعقد ہونے کا بیان

قَالَ (الْمُضَارَبَةُ عَقْدٌ عَلَى الشَّرِكَةِ بِمَالٍ مِنْ اَحَدِ الْجَانِبَيْنِ) وَمُرَادُهُ الشَّرِكَةُ فِي الرِّبْحِ وَهُوَ يُسْتَحَقُّ بِالْمَالِ مِنْ اَحَدِ الْجَانِبَيْنِ (وَالْعَمَلِ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ) وَلَا مُضَارَبَةَ بِدُونِهَا ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّ الرِّبْحَ لَوْ شُرِطَ كُلُّهُ لِرَبِّ الْمَالِ كَانَ بِضَاعَةً، وَلَوْ شُرِطَ جَمِيعُهُ لِلْمُضَارِبِ كَانَ قَرْضًا .

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ اِلَّا بِالْمَالِ الَّذِىْ تَصِحُّ بِهِ الشَّرِكَةُ) وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُهُ مِنْ قَبْلُ، وَلَوْ دَفَعَ اِلَيْهِ عَرْضًا وَقَالَ بِعْهُ وَاعْمَلْ مُضَارَبَةً فِي ثَمَنِهِ جَازَ لَهُ لِاَنَّهُ يَقْبَلُ الْاِضَافَةَ مِنْ حَيْثُ اِنَّهُ تَوْكِيلٌ وَاِجَارَةٌ فَلَا مَانِعَ مِنَ الصِّحَّةِ، وَكَذَا اِذَا قَالَ لَهُ اقْبِضْ مَا لِي عَلٰى فُلَانٍ وَاعْمَلْ بِهِ مُضَارَبَةً جَازَ لِمَا قُلْنَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ لَهُ اعْمَلْ بِالدَّيْنِ الَّذِىْ فِي ذِمَّتِك حَيْثُ لَا تَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ، لِاَنَّ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَصِحُّ هٰذَا التَّوْكِيلُ عَلٰى مَا مَرَّ فِي الْبُيُوعِ . وَعِنْدَهُمَا يَصِحُّ لٰكِنْ يَقَعُ الْمِلْكُ فِي الْمُشْتَرٰى لِلْاٰمِرِ فَيَصِيرُ مُضَارَبَةً بِالْعَرْضِ .

اور عقد مضاربت کا انعقاد شرکت پر ہوا کرتا ہے۔ جس میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور فائدے کا حقدار ہوتا بھی ایک جانب سے مال جبکہ دوسری جانب کام کے ذریعے ثابت ہوتا ہے۔ شرکت کے بغیر مضاربت ثابت نہیں ہوتی کیا آپ

غور وفکر نہیں کرتے کہ جب رب المال کے لئے سارے نفع کی شرط لگائی جائے تو یہ تجارت ہو جائے گی۔ اور جب مضارب پورے نفع کی شرط لگائے تو یہ قرض بن جائے گا۔

مضاربت کا عقد اسی مال سے درست ہوگا جس سے شرکت درست ہوگی۔ اور پہلے مسئلہ میں اس مال کا بیان کر دیا گیا ہے اور جب رب المال نے کسی کو سامان دیتے ہوئے کہا کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے مضاربت کرو تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ قول اضافت کو قبول کرنے والا ہے۔ اور اسی قیاس کے مطابق ہے کہ یہ وکیل بنایا اور اجارے پر دینا ہے پس اس کے صحیح ہونے میں کوئی مانع نہ ہوگا اسی طرح جب رب المال نے کسی سے کہا کہ میرا جو مال فلاں آدمی کے ذمہ پر ہے اس کو لے لو اور مضاربت کرو تو یہ بھی جائز ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب رب المال نے کسی شخص سے کہا کہ میرا جو قرض تمہارے ذمہ پر ہے اس سے مضاربت کرو تو مضاربت درست نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک میں وکیل بنانا درست نہیں ہے۔ جس طرح بیوع میں اس مسئلہ کا بیان گزر گیا ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس میں وکالت درست ہے مگر ملکیت صرف خریدی ہوئی چیز میں آمر کے لئے ثابت ہوگی اور مضاربت سامان کے بدلے میں ہوگی۔

عقد مضاربت کی بعض شرائط کا بیان

قَالَ (وَمِنْ شَرْطِهَا اَنْ يَكُونَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا لَا يَسْتَحِقُّ اَحَدُهُمَا دَرَاهِمَ مُسَمَّاةً) مِنَ الرِّبْحِ لِاَنَّ شَرْطَ ذٰلِكَ يَقْطَعُ الشَّرِكَةَ بَيْنَهُمَا وَلَا بُدَّ مِنْهَا كَمَا فِي عَقْدِ الشَّرِكَةِ.

قَالَ (فَاِنْ شَرَطَ زِيَادَةَ عَشَرَةٍ فَلَهُ اَجْرُ مِثْلِهِ) لِفَسَادِهِ فَلَعَلَّهُ لَا يَرْبَحُ اِلَّا هٰذَا الْقَدْرَ فَتَنْقَطِعُ الشَّرِكَةُ فِي الرِّبْحِ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ ابْتَغٰى عَنْ مَنَافِعِهِ عِوَضًا وَلَمْ يَنَلْ لِفَسَادِهِ، وَالرِّبْحُ لِرَبِّ الْمَالِ لِاَنَّهُ نَمَاءُ مِلْكِهِ، وَهٰذَا هُوَ الْحُكْمُ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ لَمْ تَصِحَّ الْمُضَارَبَةُ وَلَا تُجَاوِزُ بِالْاَجْرِ الْقَدْرَ الْمَشْرُوطَ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ كَمَا بَيَّنَّا فِي الشَّرِكَةِ، وَيَجِبُ الْاَجْرُ وَاِنْ لَمْ يَرْبَحْ فِي رِوَايَةِ الْاَصْلِ لِاَنَّ اَجْرَ الْاَجِيرِ يَجِبُ بِتَسْلِيمِ الْمَنَافِعِ اَوِ الْعَمَلِ وَقَدْ وُجِدَ.

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ لَا يَجِبُ اعْتِبَارًا بِالْمُضَارَبَةِ الصَّحِيحَةِ مَعَ اَنَّهَا فَوْقَهَا، وَالْمَالُ فِي الْمُضَارَبَةِ الْفَاسِدَةِ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِالْهَلَاكِ اعْتِبَارًا بِالصَّحِيحَةِ، وَلِاَنَّهُ عَيْنٌ مُسْتَاْجَرَةٌ فِي يَدِهِ، وَكُلُّ شَرْطٍ يُوجِبُ جَهَالَةً فِي الرِّبْحِ يُفْسِدُهُ لِاخْتِلَالِ مَقْصُودِهِ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ لَا يُفْسِدُهَا، وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ كَاشْتِرَاطِ الْوَضِيعَةِ عَلَى الْمُضَارِبِ

اور مضاربت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نفع دونوں کے درمیان مشترکہ ہو اور ان میں سے کوئی فریق نفع سے معین دراہم کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط ان کے درمیان شرکت کو ختم کرنے والی ہے حالانکہ شرکت ضروری بھی ہے جس طرح عقد شرکت

میں شرکت ضروری ہوا کرتی ہے۔

اور جب کسی کے لئے سو میں سے دس دراہم لینے کی شرط کو بیان کیا گیا ہے تو عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ کیونکہ یہ عقد مضاربت فاسدہ ہو چکا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف اسی مقدار میں نفع ملے اور نفع میں شرکت ختم ہو جائے۔ اور اجرت مثلی کا وجوب اس دلیل کے سبب ہوگا کہ مضارب نے اپنے نفع کا بدل لینا چاہا ہے حالانکہ جب وہ عقد ہی فاسد ہو چکا ہے تو بدلہ نہیں پایا گیا لہٰذا پورا نفع رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ افزائش اس کی ملکیت سے ہوئی ہے اور یہ حکم اس مقام پر جاری ہوگا جہاں مضاربت درست نہ ہوئی ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اجرت مثلی شرط میں متعین کردہ مقدار سے زائد نہ ہوگی جبکہ اس میں امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے جس طرح شرکت کے باب میں ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔

اور فاسد مضاربت میں اجرت واجب ہوگی خواہ مضارب نفع نہ کمایا ہو اور یہ مبسوط کی روایت ہے کیونکہ نفع یا کام کو حوالے کے سبب سے مزدور کی اجرت ثابت ہوتی ہے اور کام یہاں پایا جا رہا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے۔ کہ مضاربت صحیح پر قیاس کرتے ہوئے اجرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ مضاربت صحیحہ مضاربت فاسدہ سے بلند تر ہے۔ اور مضاربت صحیحہ پر قیاس کرتے ہوئے مضاربت فاسدہ میں ہلاکت مال کے سبب ضمان نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ جو مال مضارب کے قبضہ میں ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اور ہر وہ شرط جو نفع میں جہالت کا سبب بنے وہ عقد مضاربت کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ اس کے سبب نفع کے مقاصد مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا میں شرائط فاسدہ کے سبب مضاربت کا عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہو جاتی ہے جس طرح مضارب کے لئے نقصان کی شرط لگائیں تو وہ فاسد ہو جائے گی۔

عقد مضاربت میں مال کو مضارب کے سپرد کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا بُدَّ اَنْ يَكُونَ الْمَالُ مُسَلَّمًا اِلَى الْمُضَارِبِ وَلَا يَدَ لِرَبِّ الْمَالِ فِيهِ) لِاَنَّ الْمَالَ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّسْلِيمِ اِلَيْهِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ الشَّرِكَةِ لِاَنَّ الْمَالَ فِي الْمُضَارَبَةِ مِنْ اَحَدِ الْجَانِبَيْنِ وَالْعَمَلَ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ، فَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ يَخْلُصَ الْمَالُ لِلْعَامِلِ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ.

اَمَّا الْعَمَلُ فِي الشَّرِكَةِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَلَوْ شَرَطَ خُلُوصَ الْيَدِ لِاَحَدِهِمَا لَمْ تَنْعَقِدِ الشَّرِكَةُ، وَشَرْطُ الْعَمَلِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ مُفْسِدٌ لِلْعَقْدِ لِاَنَّهُ يَمْنَعُ خُلُوصَ يَدِ الْمُضَارِبِ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنَ التَّصَرُّفِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْمَقْصُودُ سَوَاءٌ كَانَ الْمَالِكُ عَاقِدًا اَوْ غَيْرَ عَاقِدٍ كَالصَّغِيرِ لِاَنَّ يَدَ الْمَالِكِ ثَابِتَةٌ لَهُ، وَبَقَاءُ يَدِهِ يَمْنَعُ التَّسْلِيمَ اِلَى الْمُضَارِبِ، وَكَذَا اَحَدُ الْمُتَفَاوِضَيْنِ وَاَحَدُ شَرِيكَيِ الْعِنَانِ اِذَا دَفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً وَشَرَطَ عَمَلَ صَاحِبِهِ لِقِيَامِ الْمِلْكِ لَهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ

عَاقِدًا، وَاشْتِرَاطُ الْعَمَلِ عَلَى الْعَاقِدِ مَعَ الْمُضَارِبِ وَهُوَ غَيْرُ مَالِكٍ يُفْسِدُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُضَارَبَةِ فِيهِ كَالْمَأْذُونِ، بِخِلَافِ الْأَبِ وَالْوَصِيِّ لِأَنَّهُمَا مِنْ أَهْلِ أَنْ يَأْخُذَا مَالَ الصَّغِيرِ مُضَارَبَةً بِأَنْفُسِهِمَا فَكَذَا اشْتِرَاطُهُ عَلَيْهِمَا بِجُزْءٍ مِنَ الْمَالِ .

ترجمہ: اور مال کو مضارب کے سپرد کرنا لازم ہے۔ اور رب المال کا اس میں کوئی اختیار نہ ہو کیونکہ مضارب کے قبضہ میں مال امانت ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی جانب مال کو حوالے کرنا لازم ہے جبکہ یہ حکم شرکت کے عقد کے خلاف ہے کیونکہ مضاربت میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور دوسری جانب سے کام ہوتا ہے پس عامل کے لئے مال کا خاص ہونا ضروری ہوا۔ تا کہ وہ اس میں تصرف کر سکے جبکہ عقد شرکت میں دونوں اطراف سے کام ہوتا ہے اور اب جب شرکت میں کسی ایک شریک کے لئے مال پر قبضہ کو خاص کر دیا جائے تو شرکت کا انعقاد نہ ہوگا جبکہ رب المال پر کام کی شرط لگانا یہ عقد کو فاسد کرنا ہے کیونکہ یہ شرط مضارب کے لئے اس مال پر قبضہ کرنے سے روکنے والی ہے اور وہ اس طرح تصرف نہ کر سکے گا۔ پس اس طرح مقصد ثابت نہ ہوگا اگر چہ عقد کرنے والا مالک یا نہ ہو جس طرح صغیر ہے اور حکم ہر حالت میں اسی طرح ہے کیونکہ جب مال پر مالک کا قبضہ ثابت نہ ہوگا اور مالک کے قبضہ کی بقاء مضارب کی جانب مال کو سپرد کرنے سے روکنے والی ہوگی۔

اسی طرح جب عقد مفاوضہ کے شرکاء میں سے ایک نے یا شرکت عنان کے ایک شریک نے مضاربت کے طور پر مال دے کر اپنے ساتھی کے لئے کام کرنے کی شرط لگائی ہے تو بھی عقد فاسد ہو جائے گا۔ اس سبب سے کہ مال پر مال والے کی ملکیت باقی ہے خواہ وہ عاقد نہیں بن رہا۔

اسی طرح جب مضارب کے ساتھ عاقد کے کام کرنے کی شرط لگائی اور وہ عاقد مالک مال نہ ہو تو یہ شرط بھی عقد کو فاسد کرنے والی ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عاقد اس مال پر مضاربت کی اہلیت رکھنے والا نہ ہو جس طرح ماذون غلام ہے۔ بہ خلاف باپ اور وصی کے کیونکہ ان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ صغیر کا مال اپنے لئے بطور مضاربت کے حاصل کریں تو نفع کی کچھ شرط لگانا بھی درست ہوگا۔

مضاربت کے مطلق طور پر درست ہونے کے بعد اختیار مضارب کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ مُطْلَقَةً جَازَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَبِيعَ وَيَشْتَرِيَ وَيُوَكِّلَ وَيُسَافِرَ وَيُبْضِعَ وَيُودِعَ) لِإِطْلَاقِ الْعَقْدِ وَالْمَقْصُودُ مِنْهُ الِاسْتِرْبَاحُ وَلَا يَتَحَصَّلُ إِلَّا بِالتِّجَارَةِ، فَيَنْتَظِمُ الْعَقْدُ صُنُوفَ التِّجَارَةِ وَمَا هُوَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ، وَالتَّوْكِيلُ مِنْ صَنِيعِهِمْ، وَكَذَا الْإِبْضَاعُ وَالْإِيدَاعُ وَالْمُسَافَرَةُ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُودَعَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ فَالْمُضَارِبُ أَوْلَى، كَيْفَ وَأَنَّ اللَّفْظَ دَلِيلٌ عَلَيْهِ لِأَنَّهَا مُشْتَقَّةٌ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ وَهُوَ السَّيْرُ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ .

وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنَّهُ اِنْ دَفَعَ فِی بَلَدِهِ لَیْسَ لَهُ اَنْ یُسَافِرَ لِاَنَّهُ تَعْرِیْضٌ عَلَی الْهَلَاكِ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَةٍ وَاِنْ دَفَعَ فِی غَیْرِ بَلَدِهِ لَهُ اَنْ یُسَافِرَ اِلٰی بَلَدِهِ لِاَنَّهُ هُوَ الْمُرَادُ فِی الْغَالِبِ، وَالظَّاهِرُ مَا ذُكِرَ فِی الْكِتَابِ قَالَ (وَلَا یُضَارِبُ اِلَّا اَنْ یَاْذَنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ اَوْ یَقُوْلَ لَهُ اعْمَلْ بِرَاْیِكَ) لِاَنَّ الشَّیْءَ لَا یَتَضَمَّنُ مِثْلَهُ لِتَسَاوِیْهِمَا فِی الْقُوَّةِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّنْصِیْصِ عَلَیْهِ اَوِ التَّفْوِیْضِ الْمُطْلَقِ اِلَیْهِ وَكَانَ كَالتَّوْكِیْلِ، فَاِنَّ الْوَكِیْلَ لَا یَمْلِكُ اَنْ یُوَكِّلَ غَیْرَهُ اِلَّا اِذَا قِیْلَ لَهُ اعْمَلْ بِرَاْیِكَ، بِخِلَافِ الْاِیْدَاعِ وَالْاِبْضَاعِ لِاَنَّهُ دُوْنَهُ فَیَتَضَمَّنُهُ، وَبِخِلَافِ الْاِقْرَاضِ حَیْثُ لَا یَمْلِكُهُ.

وَاِنْ قِیْلَ لَهُ اعْمَلْ بِرَاْیِكَ لِاَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ التَّعْمِیْمُ فِیْمَا هُوَ مِنْ صَنِیْعِ التُّجَّارِ وَلَیْسَ الْاِقْرَاضُ مِنْهُ وَهُوَ تَبَرُّعٌ كَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ فَلَا یَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ وَهُوَ الرِّبْحُ لِاَنَّهُ لَا تَجُوْزُ الزِّیَادَةُ عَلَیْهِ، اَمَّا الدَّفْعُ مُضَارَبَةً فَمِنْ صَنِیْعِهِمْ، وَكَذَا الشِّرْكَةُ وَالْخَلْطُ بِمَالِ نَفْسِهِ فَیَدْخُلُ تَحْتَ هٰذَا الْقَوْلِ.

اور جب مطلق طور پر مضاربت درست ہو چکی ہے تو مضا ب کے لئے بیع وشراء، وکیل بنانا، سفر کرنا، تجارت پر مال دینا اور ودیعت پر مال دینا جائز ہے۔ کیونکہ عقد مطلق طور پر ہے اور اس عقد سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے جو صرف تجارت سے حاصل ہو سکتا ہے پس یہ عقد تجارت کے تمام اقسام وانواع اور تاجروں کے کاموں کو شامل ہے جبکہ وکیل بنانا یہ تاجروں کے کاموں میں سے ایک کام ہے۔ اسی طرح امانت رکھوانا، ابضاع اور مسافرت بھی تجارت سے متعلق کام ہیں۔

کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ مودع کو امانت کا مال لے کر سفر کرنے کا اختیار ہے۔ تو مضاربت میں اس کو بدرجہ اولیٰ اختیار ہوگا اور اس کو یہ اختیار کیسے نہیں مل سکے گا جبکہ مضاربت دلیل مسافرت ہے۔ اور ویسے بھی وہ زمین میں ضرب سے ہی مشتق ہے۔ جس کا معنی ہی چلنا اور سفر کرنا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ان سے مضاربت کے مال لے کر سفر کرنے کا حق نہیں ہے اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رب المال نے مضارب کے شہر میں اسے مال دے دیا ہے تو اس کو مال لے کر سفر کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ یہ بغیر کسی ضرورت کے مال کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جبکہ مال کو ہلاکت سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا بغیر کسی وجہ کے سفر کی اجازت نہ دی جائے گی۔ ہاں جب رب المال نے دوسرے شہر میں اس کو مال دیا ہے تو مضارب اس مال کو اپنے شہر لے جانے کے لئے سفر کر سکتا ہے۔ وہ اپنی جگہ پر پہنچ کر اطمینان سے وہ تجارت میں مصروف ہو جائے کیونکہ عام طور پر کوئی شخص اپنے شہر میں پہنچ کر کاروبار اور تجارت کرنا پسند کرنے والا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ظاہری حکم وہی ہے جو کتاب یعنی صاحب قدوری علیہ الرحمہ نے جس کو ذکر کیا ہے۔ اور اس

میں مطلق طور پر سفر کی اجازت دی گئی ہے اگر چہ اس کو ضرورت ہو یا نہ ہو۔

اور مضارب وہ مال کسی کو آگے مضاربت نہیں دے سکتا جب تک اس کو رب المال نے اجازت نہ دی ہو یا یہ کہہ دیا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو کیونکہ وہ کوئی بھی چیز اپنی جیسی چیز کو شامل نہیں ہوتی۔ اسی لئے کہ وہ اور اس کی مثل دونوں چیزیں قوت میں برابر ہو جاتی ہیں۔ پس اس کی تصریح یا مضارب کی جانب سے مطلق طور پر حوالے کرنے کا عمل ضروری ہے اور یہ توکیل کی طرح ہی ہو جائے گا۔ لہٰذا وکیل بھی اس چیز میں کسی اور وکیل نہیں بنا سکتا ہاں البتہ جب اس سے یہ کہہ دیا ہو تو اپنی رائے سے عمل کرے بہ خلاف ایداع وابضاع کے کیونکہ یہ مضاربت سے تھوڑے مرتبے کے کام ہیں۔ لہٰذا ان کو مضاربت شامل ہو جائے گی بہ خلاف قرض کے کیونکہ مضارب اس کا مالک نہ ہوگا خواہ اس کو یہ کہہ دیا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو۔ کیونکہ اس میں عموم کو بیان کرنا مقصود ہے جو تاجروں کے کاموں میں سے ہے۔

البتہ قرض دینا یہ تاجروں کے لوازمات میں سے نہیں ہے بلکہ وہ تو ہبہ، صدقہ کی طرح احسان ہے اور یہ تاجروں کے اعمال میں سے ہے اور اسی طرح کسی شریک کرنا اور اسکو اپنے مال کے ساتھ کسی کا ملانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ بھی ''اپنی مرضی سے کام کرو'' کے عموم میں شامل ہے۔

معین شہر میں رب المال کا تصرف کو خاص کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَصَّ لَهُ رَبُّ الْمَالِ التَّصَرُّفَ فِي بَلَدٍ بِعَيْنِهِ أَوْ فِي سِلْعَةٍ بِعَيْنِهَا لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَجَاوَزَهَا) لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ .

وَفِي التَّخْصِيصِ فَائِدَةٌ فَيَتَخَصَّصُ، وَكَذَا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ بِضَاعَةً إلَى مَنْ يُخْرِجُهَا مِنْ تِلْكَ الْبَلْدَةِ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْإِخْرَاجَ بِنَفْسِهِ فَلَا يَمْلِكُ تَفْوِيضَهُ إلَى غَيْرِهِ .

قَالَ (فَإِنْ خَرَجَ إلَى غَيْرِ ذَلِكَ الْبَلَدِ فَاشْتَرَى ضَمِنَ) وَكَانَ ذَلِكَ لَهُ، وَلَهُ رِبْحُهُ لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِ حَتَّى رَدَّهُ إلَى الْكُوفَةِ وَهِيَ الَّتِي عَيَّنَهَا بَرِءَ مِنْ الضَّمَانِ كَالْمُودَعِ إذَا خَالَفَ فِي الْوَدِيعَةِ ثُمَّ تَرَكَ وَرَجَعَ الْمَالُ مُضَارَبَةً عَلَى حَالِهِ لِبَقَائِهِ فِي يَدِهِ بِالْعَقْدِ السَّابِقِ، وَكَذَا إذَا رَدَّ بَعْضَهُ وَاشْتَرَى بِبَعْضِهِ فِي الْمِصْرِ كَانَ الْمَرْدُودُ وَالْمُشْتَرَى فِي الْمِصْرِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ لِمَا قُلْنَا، ثُمَّ شَرَطَ الشِّرَاءَ بِهَا هَاهُنَا وَهُوَ رِوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ، وَفِي كِتَابِ الْمُضَارَبَةِ ضَمِنَهُ بِنَفْسِ الْإِخْرَاجِ .

وَالصَّحِيحُ أَنَّ بِالشِّرَاءِ يَتَقَرَّرُ الضَّمَانُ لِزَوَالِ احْتِمَالِ الرَّدِّ إلَى الْمِصْرِ الَّذِي عَيَّنَهُ، أَمَّا الضَّمَانُ فَوُجُوبُهُ بِنَفْسِ الْإِخْرَاجِ، وَإِنَّمَا شَرَطَ الشِّرَاءَ لِلتَّقَرُّرِ لَا لِأَصْلِ الْوُجُوبِ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ عَلَى أَنْ يَشْتَرِيَ فِي سُوقِ الْكُوفَةِ حَيْثُ لَا يَصِحُّ التَّقْيِيدُ لِأَنَّ الْمِصْرَ مَعَ

تَبَايُنِ اَطْرَافِهِ كَبُقْعَةٍ وَاحِدَةٍ فَلَا يُفِيدُ التَّقْيِيدُ، اِلَّا اِذَا صَرَّحَ بِالنَّهْيِ بِاَنْ قَالَ اعْمَلْ فِي السُّوقِ وَلَا تَعْمَلْ فِي غَيْرِ السُّوقِ لِاَنَّهُ صَرَّحَ بِالْحَجْرِ وَالْوِلَايَةُ اِلَيْهِ وَمَعْنَى التَّخْصِيصِ اَنْ يَقُولَ لَهُ عَلٰى اَنْ تَعْمَلَ كَذَا اَوْ فِي مَكَانِ كَذَا، وَكَذَا اِذَا قَالَ خُذْ هٰذَا الْمَالَ تَعْمَلُ بِهِ فِي الْكُوفَةِ لِاَنَّهُ تَفْسِيرٌ لَهُ، اَوْ قَالَ فَاعْمَلْ بِهِ فِي الْكُوفَةِ لِاَنَّ الْفَاءَ لِلْوَصْلِ اَوْ قَالَ خُذْهُ بِالنِّصْفِ بِالْكُوفَةِ لِاَنَّ الْبَاءَ لِلْاِلْصَاقِ،

اور جب رب المال نے کسی معین شہر یا معین سامان میں تصرف کو خاص کیا ہے تو مضارب کے لئے اس کی خلاف ورزی جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ عقد مضاربت توکیل ہے اور تخصیص میں فائدہ ہے کیونکہ اس کو خاص رکھا گیا ہے اور مضارب کے لئے کسی ایسے شخص کو بھی بضاعت پر مال دینے کا اختیار نہ ہوگا جو اس کو شہر سے باہر لے کر جائے اس لئے کہ جب مضارب نے خود مال مضاربت کو باہر لے جانے کا مالک نہیں ہے تو وہ دوسرے کی جانب سپرد کرنے کا مالک بھی نہ ہوگا۔

اور جب اس شہر کے سوا کسی دوسرے شہر کی جانب مال کو لے کر چلا گیا ہے اور اس نے کوئی چیز خریدی ہے تو وہ ضامن ہوگا اور خریدی ہوئی چیز اور اس کا نفع یہ سب مضارب کا ہوگا کیونکہ اس نے رب المال کے سوا یہ تصرف کر دیا ہے اور جب مضارب نے اس دوسرے شہر میں کوئی چیز بھی نہ خریدی اور مال مضاربت کو لے کر کوفہ میں پہنچ چکا ہے اور رب المال نے کوئی کو ہی معین کیا تھا تو مضارب ضمان سے بری ہو جائے گا جس طرح مودَع نے ودیعت میں مودع کے حکم کی خلاف ورزی کی اس کے بعد مخالف کو چھوڑ دیا ہے اور یہ عقد سابق کے سبب سے مضارب کے پاس اسی حالت میں مضاربت کے مال میں باقی رہے گا۔

اسی طرح جب مضارب نے کچھ مال واپس کیا ہے اور بعض مال کے بدلے شہر میں اس نے کوئی چیز خریدی ہے تو واپس لایا ہوا مال اور شہر میں خریدی گئی چیز دونوں میں مضاربت کا مال ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اسی طرح یہاں خریدار کو ضمان کے لئے پابند کیا گیا ہے اور یہ روایت جامع صغیر کی ہے جبکہ مبسوط کی کتاب مضاربت میں ہے کہ محض نکالنے سے مضارب ضامن ہو جائے گا۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ شراء کے سبب ضمان کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ شراء کے سبب سے رب المال کے معین کردہ شہر کی جانب مال مضاربت کو واپس لے جانے کا احتمال ختم ہو چکا ہے البتہ ضمان رہ گیا ہے تو اس کا وجوب محض اخراج ہی سے ہو جائے گا۔ جبکہ شراء کو تو ضمان کو پکا کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے جبکہ اصل وجوب کے لئے نہیں کیا گیا ہے۔

اور یہی مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہوگا جب رب المال نے کہا کہ میں نے تم کو مال اس شرط پر دیا ہے کہ تم کوفہ کے بازار میں اس سے خریداری کرلو تو یہ قید درست نہ ہوگی کیونکہ شہر تباین الطراف کے سبب ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے لہٰذا قید درست نہ ہوگی۔ ہاں البتہ جب رب المال نے ممانعت کی وضاحت کرتے ہوئے اس کو کہہ دیا کہ فلاں بازار کے سوا میں خریداری نہ کرنا۔ اب چونکہ رب المال نے صراحت کے ساتھ منع کر دیا ہے اور اسی کو اس کی ولایت حاصل ہے۔

اور خاص کرنے کا معنی یہ ہے کہ رب المال اس طرح کہہ دے میں اس شرط پر مال دے رہا ہوں کہ تم یہ کام کرو یا فلاں جگہ کام کرو۔ اور یا اس نے یہ کہا کہ یہ مال لو اور کوفہ میں کام کرو کیونکہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تفسیر ہے یا اس نے کہا کہ تو کوفہ میں کام کرنے

والا ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں فاء وصل کے لئے آئی ہے یا پھر اس نے یہ کہہ دیا کہ نصف نفع پر کوفہ میں کام کرو کیونکہ باء الصاق کے لئے آتی ہے۔

مضارب کو مال دیکر کوفہ میں بیچنے کا حکم دینے کا بیان

اَمَّا اِذَا قَالَ خُذْ هٰذَا الْمَالَ وَاعْمَلْ بِهٖ بِالْكُوْفَةِ فَلَهٗ اَنْ يَّعْمَلَ فِيْهَا وَفِيْ غَيْرِهَا لِاَنَّ الْوَاوَ لِلْعَطْفِ فَيَصِيْرُ بِمَنْزِلَةِ الْمَشُوْرَةِ، وَلَوْ قَالَ عَلٰى اَنْ تَشْتَرِيَ مِنْ فُلَانٍ وَتَبِيْعَ مِنْهُ صَحَّ التَّقْيِيْدُ لِاَنَّهٗ مُفِيْدٌ لِزِيَادَةِ الثِّقَةِ بِهٖ فِي الْمُعَامَلَةِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ عَلٰى اَنْ تَشْتَرِيَ بِهَا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ، اَوْ دَفَعَ فِي الصَّرْفِ عَلٰى اَنْ يَّشْتَرِيَ بِهٖ مِنَ الصَّيَارِفَةِ وَيَبِيْعَ مِنْهُمْ فَبَاعَ بِالْكُوْفَةِ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهَا اَوْ مِنْ غَيْرِ الصَّيَارِفَةِ جَازَ ؛ لِاَنَّ فَائِدَةَ الْاَوَّلِ التَّقْيِيْدُ بِالْمَكَانِ، وَفَائِدَةَ الثَّانِي التَّقْيِيْدُ بِالنَّوْعِ، وَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ عُرْفًا لَا فِيْمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ .

قَالَ (وَكَذٰلِكَ اِنْ وَقَّتَ لِلْمُضَارَبَةِ وَقْتًا بِعَيْنِهٖ يَبْطُلُ الْعَقْدُ بِمُضِيِّهٖ) لِاَنَّهٗ تَوْكِيْلٌ فَيَتَوَقَّتُ بِمَا وَقَّتَهٗ وَالتَّوْقِيْتُ مُفِيْدٌ وَاَنَّهٗ تَقْيِيْدٌ بِالزَّمَانِ فَصَارَ كَالتَّقْيِيْدِ بِالنَّوْعِ وَالْمَكَانِ .

پس جب رب المال نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ مال لے لو اور اس سے کوفہ میں کاروبار کرو تو مضارب کو کوفہ اور کوفہ کے سوا میں ہر جگہ کام کرنے کا اختیار ہوگا کیونکہ واؤ عطف کے لئے آتی ہے پس یہ مشورہ کے حکم میں ہوگا۔

اور جب اس نے کہا کہ میں اس شرط پر تم کو مال دیتا ہوں کہ فلاں آدمی سے خرید وفروخت کرو تو یہ قید درست ہوگی کیونکہ متقید بہ کے ساتھ معاملہ میں زیادتی کے اعتماد کے حوالے سے قید فائدے مند ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں اس شرط پر تم کو مال دے رہا ہوں کہ تم کوفہ سے خرید وفروخت کرو یا پھر اس نے بعض صرافہ کا مال دے دیا ہے اس پر شرط پر کہ تم سناروں سے کاروبار کرو اور مضارب نے کوفہ میں اہل کوفہ سے سوا سناروں سے کاروبار کرنا شروع کر دیا تو جائز ہے کیونکہ پہلے کا فائدہ قید بہ مکان ہے اور دوسرے کا فائدہ قید بہ قسم ہے اور عرف کے مطابق ان دونوں سے یہی سمجھا جاتا ہے جبکہ اس کے سوا کچھ مراد نہیں ہے۔

اور جب رب المال نے مضاربت کے لئے کوئی وقت مقرر کیا ہے تو وہ وقت گزرنے کے بعد عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہاں عقد مضاربت توکیل ہے پس رب المال کے موقت کرنے کے سبب یہ موقت ہو جائے گا اور توقیت مفید یہ ہے کہ زمانے کے ساتھ مقید کرنا ہے اور یہی نوع اور جگہ کی قید کی طرح ہے۔

قرابت کے سبب مضارب کے لئے غلام نہ خریدنے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُضَارِبِ اَنْ يَّشْتَرِيَ مَنْ يُّعْتَقُ عَلٰى رَبِّ الْمَالِ لِقَرَابَةٍ اَوْ غَيْرِهَا) لِاَنَّ الْعَقْدَ وُضِعَ لِتَحْصِيْلِ الرِّبْحِ وَذٰلِكَ بِالتَّصَرُّفِ مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰى، وَلَا يَتَحَقَّقُ فِيْهِ لِعِتْقِهٖ وَلِهٰذَا لَا

یَدْخُلُ فِی الْمُضَارَبَۃِ شِرَاءُ مَا لَا یُمْلَکُ بِالْقَبْضِ کَشِرَاءِ الْخَمْرِ وَالشِّرَاءِ بِالْمَیْتَۃِ .بِخِلَافِ الْبَیْعِ الْفَاسِدِ لِاَنَّہٗ یُمْکِنُہٗ بَیْعُہٗ بَعْدَ قَبْضِہٖ فَیَتَحَقَّقُ الْمَقْصُوْدُ .

اور مضارب کے لئے ایسے غلام کی خریداری کرنے کا حق نہ ہوگا جو قرابت یا کسی دوسرے سبب سے رب المال سے آزاد ہو جائے کیونکہ مضاربت کا عقد نفع حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور نفع کا حصول ایک کے بعد دوسرے کی تصرفات سے ثابت ہوگا جبکہ مذکورہ حالت میں خریدی گئی چیز میں ایک کے بعد دوبارہ تصرف ممکن نہ ہوگا کیونکہ ایک ہی مرتبہ تصرف کے سبب سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ مضاربت میں اس چیز کی خریداری داخل نہ ہوگی جو قبضہ کے سبب سے مملوک نہ ہوئی ہو جس طرح شراب و مردار کی خریداری ہے۔ بہ خلاف بیع فاسد کے کیونکہ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو بیچنا ممکن ہے کیونکہ مقصود ثابت ہو جائے گا۔

آزادی کا سبب بننے والا غلام مضارب کا ہوگا

قَالَ (وَلَوْ فَعَلَ صَارَ مُشْتَرِیًا لِنَفْسِہٖ دُوْنَ الْمُضَارَبَۃِ) لِاَنَّ الشِّرَاءَ مَتٰی وَجَدَ نَفَاذًا عَلَی الْمُشْتَرِیْ نَفَذَ عَلَیْہِ کَالْوَکِیْلِ بِالشِّرَاءِ اِذَا خَالَفَ .

قَالَ (فَاِنْ کَانَ فِی الْمَالِ رِبْحٌ لَمْ یَجُزْ لَہٗ اَنْ یَشْتَرِیَ مَنْ یُعْتَقُ عَلَیْہِ) لِاَنَّہٗ یُعْتَقُ عَلَیْہِ نَصِیْبُہٗ وَیُفْسِدُ نَصِیْبَ رَبِّ الْمَالِ اَوْ یُعْتَقُ عَلَی الْاِخْتِلَافِ الْمَعْرُوْفِ فَیَمْتَنِعُ التَّصَرُّفُ فَلَا یَحْصُلُ الْمَقْصُوْدُ (وَاِنْ اشْتَرَاھُمْ ضَمِنَ مَالَ الْمُضَارَبَۃِ) لِاَنَّہٗ یَصِیْرُ مُشْتَرِیًا الْعَبْدَ لِنَفْسِہٖ فَیَضْمَنُ بِالنَّقْدِ مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَۃِ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِی الْمَالِ رِبْحٌ جَازَ اَنْ یَشْتَرِیَھُمْ لِاَنَّہٗ لَا مَانِعَ مِنَ التَّصَرُّفِ، اِذْ لَا شَرِکَۃَ لَہٗ فِیْہِ لِیُعْتَقَ عَلَیْہِ (فَاِنْ زَادَتْ قِیْمَتُھُمْ بَعْدَ الشِّرَاءِ عَتَقَ نَصِیْبُہٗ مِنْھُمْ) لِمِلْکِہٖ بَعْضَ قَرِیْبِہٖ (وَلَمْ یَضْمَنْ لِرَبِّ الْمَالِ شَیْئًا) لِاَنَّہٗ لَا صُنْعَ مِنْ جِھَتِہٖ فِیْ زِیَادَۃِ الْقِیْمَۃِ وَلَا فِیْ مِلْکِہٖ الزِّیَادَۃَ، لِاَنَّ ھٰذَا شَیْءٌ یَثْبُتُ مِنْ طَرِیْقِ الْحُکْمِ فَصَارَ کَمَا اِذَا وَرِثَہٗ مَعَ غَیْرِہٖ (وَیَسْعَی الْعَبْدُ فِیْ قِیْمَۃِ نَصِیْبِہٖ مِنْہُ) لِاَنَّہٗ اُحْتُبِسَتْ مَالِیَّتُہٗ عِنْدَہٗ فَیَسْعٰی فِیْہِ کَمَا فِی الْوَرَثَۃِ .

اور جب مضارب نے کوئی اس طرح کا غلام خریدا ہے جو رب المال پر آزاد ہوتا ہے تو مضارب اس کو اپنے لئے خریدنے والا بن جائے گا کیونکہ جب خریدی ہوئی چیز کو خریدار کے حق میں نافذ کرنا ممکن ہے تو وہ اس پر نافذ کر دی جائے گی جس طرح وکیل بہ شراء جب مؤکل کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو شراء کا نافذ ہونا اسی پر ہی ہوتا ہے۔

اور جب مال میں کچھ نفع ملا ہے تو مضارب کے لئے کسی ایسے آدمی کو خریدنا جائز نہیں ہے جو اس پر آزاد ہو جائے کیونکہ اس طرح کرنے سے مضارب کا حصہ اس پر آزاد ہو جائے گا جبکہ رب المال کا حصہ یا تو فاسد ہو جائے گا یا پھر وہ بھی آزاد ہو جائے گا اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے جو مشہور ہے پس تصرف منع ہوگا اور مقصود حاصل نہ ہوگا۔

اور جب مضارب نے مضاربت کے مال سے ایسے دو غلاموں کو خریدا ہے تو وہ مضاربت کے مال کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ غلام

خریدنے والا ہے پس وہ مضاربت کے مال کا ضامن بن جائے گا۔

اور جب مال مضاربت میں فائدہ نہ ہو تو مضارب کے لئے جو اس پر آزاد کیا گیا ہے اس کو خریدنا جائز ہے کیونکہ اب تصرف سے کوئی چیز رد کرنے والی نہیں ہے کیونکہ اب مضاربت کے مال میں شرکت نہیں ہے کہ خریدار غلام اس پر آزاد کیا جائے۔

اور پھر جب خریدنے کے بعد ان غلاموں کی بڑھ جائے تو ان میں سے مضارب کا حصہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے ذو رحم محرم کے حصے کا مالک بن گیا ہے جبکہ مضارب رب المال کے لئے ضامن نہ ہوگا کیونکہ قیمت بڑھنے میں مضارب کا کوئی عمل دخل نہ رہا ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ یہ چیز عقد کے حکم سے ثابت ہوئی ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح دوسرے کے ساتھ مضارب اپنے کسی قریبی کا وارث بنا ہے۔

مضارب کے لئے نصف کی شرط پر ایک ہزار دراہم ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا جَارِيَةً قِيمَتُهَا أَلْفٌ فَوَطِئَهَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ يُسَاوِي أَلْفًا فَادَّعَاهُ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيمَةُ الْغُلَامِ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ وَالْمُدَّعِي مُوسِرٌ، فَإِنْ شَاءَ رَبُّ الْمَالِ اسْتَسْعَى الْغُلَامَ فِي أَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ وَخَمْسِينَ، وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ) وَوَجْهُ ذَلِكَ أَنَّ الدَّعْوَةَ صَحِيحَةٌ فِي الظَّاهِرِ حَمْلًا عَلَى فِرَاشِ النِّكَاحِ، لَكِنَّهُ لَمْ يَنْفُذْ لِفَقْدِ شَرْطِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ لِعَدَمِ ظُهُورِ الرِّبْحِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَعْنِي الْأُمَّ وَالْوَلَدَ مُسْتَحَقٌّ بِرَأْسِ الْمَالِ، كَمَالِ الْمُضَارَبَةِ إِذَا صَارَ أَعْيَانًا كُلُّ عَيْنٍ مِنْهَا يُسَاوِي رَأْسَ الْمَالِ لَا يَظْهَرُ الرِّبْحُ كَذَا هَذَا، فَإِذَا زَادَتْ قِيمَةُ الْغُلَامِ الْآنَ ظَهَرَ الرِّبْحُ فَنَفَذَتْ الدَّعْوَةُ السَّابِقَةُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَعْتَقَ الْوَلَدَ ثُمَّ ازْدَادَتْ الْقِيمَةُ.

لِأَنَّ ذَلِكَ إِنْشَاءُ الْعِتْقِ، فَإِذَا بَطَلَ لِعَدَمِ الْمِلْكِ لَا يَنْفُذُ بَعْدَ ذَلِكَ بِحُدُوثِ الْمِلْكِ، أَمَّا هَذَا فَإِخْبَارٌ فَجَازَ أَنْ يَنْفُذَ عِنْدَ حُدُوثِ الْمِلْكِ كَمَا إِذَا أَقَرَّ بِحُرِّيَّةِ عَبْدِ غَيْرِهِ ثُمَّ اشْتَرَاهُ، وَإِذَا صَحَّتْ الدَّعْوَةُ وَثَبَتَ النَّسَبُ عَتَقَ الْوَلَدُ لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِي بَعْضِهِ، وَلَا يَضْمَنُ لِرَبِّ الْمَالِ شَيْئًا مِنْ قِيمَةِ الْوَلَدِ لِأَنَّ عِتْقَهُ ثَبَتَ بِالنَّسَبِ وَالْمِلْكِ وَالْمِلْكُ آخِرُهُمَا فَيُضَافُ إِلَيْهِ وَلَا صُنْعَ لَهُ فِيهِ، وَهَذَا ضَمَانُ إِعْتَاقٍ فَلَا بُدَّ مِنْ التَّعَدِّي وَلَمْ يُوجَدْ.

اور جب مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار دراہم ہوں اور اس نے ان ایک ہزار دراہم کے بدلے میں ایک ایسی باندی کو خرید لیا جس کی قیمت ایک ہزار دراہم ہے اور اس نے اس باندی سے جماع کر لیا اس کے بعد اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا جس کی قیمت ایک ہزار ہے اور مضارب نے اس کا دعویٰ کر دیا ہے اس کے لڑکے کی قیمت بڑھ کر ڈیڑھ ہزار دراہم ہو چکی ہے اور مضارب مدعی مالدار ہے تو اب اگر رب المال چاہے تو غلام سے ڈیڑھ سو دراہم میں محنت کرائے اور اگر وہ چاہے تو اس

کو آزاد کر دے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جماع کو فراش نکاح پر محمول کرتے ہوئے ظاہری طور پر اس دعویٰ کو درست قرار دیا جائے گا۔ مگر آزادی کے حق میں یہ دعویٰ ظاہر نہ ہوگا کیونکہ آزادی کی شرط یعنی ملکیت ہے ہی نہیں۔ اس لئے نفع ظاہر نہ ہوا ہے کیونکہ ماں اورام ولد میں سے ہر ایک رأس المال سے حقدار بنا ہے جس طرح مضاربت کے مال جس وقت عین بن جائے اور ہر عین رأس المال کے برابر تو نفع ظاہر نہ ہوگا اسی طرح یہاں بھی نفع ظاہر نہ ہوگا اور جب اس وقت غلام کی قیمت بڑھ جائے تو نفع ظاہر ہوگا اور گزشتہ دعویٰ نافذ ہو جائے گا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مضارب نے لڑکے کو آزاد کر دیا ہے اس کے بعد قیمت بڑھ گئی ہے اس لئے کہ یہی آزادی کا انشاء ہوا ہے۔

اور جب ملکیت نہ ہونے کے سبب سے ایک بار انشاء باطل ہو گیا ہے تو اس کے بعد حدوث ملکیت سے آزادی نافذ نہ ہوگی۔ جبکہ محض دعویٰ تو وہ خبر ہے لہٰذا حدوث ملکیت کے وقت اس کا نفاذ ہو جائے گا جس طرح کسی نے دوسرے کے غلام کی آزادی کا اقرار کیا ہے اس کے بعد اس کو خرید لیا ہے۔ اور اس کے بعد جب دعویٰ درست ہو گیا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ بیٹے کے بعض حصہ میں مضارب کی ملکیت ثابت ہے۔ اور یہ مضارب رب المال کے لئے لڑکے کی قیمت میں سے کسی چیز کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کی آزادی نسب اور ملکیت دونوں سے ثابت ہوئی ہے جبکہ ملکیت آخر میں بھی موجود ہے کیونکہ حکم اس کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور اس میں مضارب کا کوئی عمل دخل تک نہیں ہے اور یہ ضمان آزادی ہے کیونکہ تعدی لازم ہے۔ حالانکہ تعدی تو موجود بھی نہیں ہے۔

رب المال کے لئے غلام سے کمائی کروانے کا بیان

(وَلَهُ أَنْ يَسْتَسْعِيَ الْغُلَامَ) لِأَنَّهُ احْتُبِسَتْ مَالِيَّتُهُ عِنْدَهُ، وَلَهُ أَنْ يُعْتِقَ لِأَنَّ الْمُسْتَسْعَى كَالْمُكَاتَبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَيَسْتَسْعِيهِ فِي أَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ وَخَمْسِينَ، لِأَنَّ الْأَلْفَ مُسْتَحَقٌّ بِرَأْسِ الْمَالِ وَالْخَمْسَمِائَةِ رِبْحٌ وَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا فَلِهَذَا يَسْعَى لَهُ فِي هَذَا الْمِقْدَارِ .

ثُمَّ إِذَا قَبَضَ رَبُّ الْمَالِ الْأَلْفَ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُدَّعِيَ نِصْفَ قِيمَةِ الْأُمِّ لِأَنَّ الْأَلْفَ الْمَأْخُوذَ لَمَّا اُسْتُحِقَّ بِرَأْسِ الْمَالِ لِكَوْنِهِ مُقَدَّمًا فِي الِاسْتِيفَاءِ ظَهَرَ أَنَّ الْجَارِيَةَ كُلَّهَا رِبْحٌ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا، وَقَدْ تَقَدَّمَتْ دَعْوَةٌ صَحِيحَةٌ لِاحْتِمَالِ الْفِرَاشِ الثَّابِتِ بِالنِّكَاحِ وَتَوَقَّفَ نَفَاذُهَا لِفَقْدِ الْمِلْكِ، فَإِذَا ظَهَرَ الْمِلْكُ نَفَذَتْ تِلْكَ الدَّعْوَةُ وَصَارَتْ الْجَارِيَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَيَضْمَنُ نَصِيبَ رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّ هَذَا ضَمَانُ تَمَلُّكٍ وَضَمَانُ التَّمَلُّكِ لَا يَسْتَدْعِي صُنْعًا كَمَا إِذَا اسْتَوْلَدَ جَارِيَةً بِالنِّكَاحِ ثُمَّ مَلَكَهَا هُوَ وَغَيْرُهُ وِرَاثَةً يَضْمَنُ نَصِيبَ شَرِيكِهِ كَذَا هَذَا ؛ بِخِلَافِ ضَمَانِ الْوَلَدِ عَلَى مَا مَرَّ .

اور رب المال کے لئے غلام سے کمائی کروانے کا حق موجود ہے کیونکہ اس کی مالیت اسی غلام کے پاس مقید ہے اور

رب المال کو یہ بھی حق حاصل ہوگا۔ وہ اس غلام کو آزاد کردے جس طرح مکاتب میں ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حکم یہی ہے اور جب وہ کمائی کروائے گا تو وہ ساڑھے بارہ سو دراہم میں کمائی کروائے گا۔ کیونکہ ایک ہزار تو راس المال سے بطور حق بنا ہے اور پانچ سو دراہم نفع ہیں اور نفع مضارب اور رب المال میں مشترک ہے۔ کیونکہ ۲۵۰ دراہم کی مقدار میں وہ غلام رب المال کے لئے کمائی کرے گا اس کے جب رب المال ایک ہزار پر قبضہ کرلے گا تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ مضارب کو ام کی نصف قیمت کا ضامن بنادے کیونکہ وصول کیے گئے جب ہزار دراہم راس المال سے حق بنے ہیں تو ان کو وصول کرنا مقدم ہوا ہے تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ پوری باندی نفع تھی کیونکہ وہ بھی ان کے درمیان مشترک ہوئی ہے۔

البتہ اس سے پہلے مضارب کی جانب سے دعویٰ درست ثابت ہو چکا ہے کیونکہ ممکن ہے نکاح کے سبب مذکورہ باندی میں اس کا فراش ثابت ہو چکا ہو البتہ ملک کے نہ ہونے کے سبب اس دعویٰ کا نفاذ موقوف تھا۔ اور جب ملکیت ظاہر ہو چکی ہے تو وہی سابقہ دعویٰ نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ ملکیت کا ہونا یہ فعل کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے۔ جس طرح کسی شخص نے نکاح کر کے باندی کو ام ولد بنالیا اس کے بعد پیدا ہونے والے اور ایک دوسرا شخص وراثت میں اس باندی کے مالک بن گئے تو یہ مستولد اپنے شریک کے حصے کا ضامن ہو گا اسی طرح یہاں بھی مضارب رب المال کے حصے کا ضامن ہوگا بہ خلاف ضمان ولد کے جس طرح کہ اس کا بیان گزر گیا ہے۔

بَابُ الْمُضَارِبِ يُضَارِبُ

﴿یہ باب مضارب کا مضارب بنانے کے بیان میں ہے﴾

باب مضارب یضارب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب کی مضاربت یہ مرکب ہے جبکہ اس سے قبل مضاربت سے متعلق احکام مفردہ کو بیان کیا ہے۔ مفرد و مرکب میں تقدم و تاخر کا قانون وضع عموم کے تمام اہل علم کے نظر کے موافق موجود ہے جس پر کسی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲ ص ۱۵۸، بیروت)

مضارب کا مال مضاربت دوسرے کو دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا دَفَعَ الْمُضَارِبُ الْمَالَ إِلَى غَيْرِهِ مُضَارَبَةً وَلَمْ يَأْذَنْ لَهُ رَبُّ الْمَالِ لَمْ يَضْمَنْ بِالدَّفْعِ وَلَا يَتَصَرَّفُ الْمُضَارِبُ الثَّانِي حَتَّى يَرْبَحَ، فَإِذَا رَبِحَ ضَمِنَ الْأَوَّلُ لِرَبِّ الْمَالِ) وَهَذَا رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : إِذَا عَمِلَ بِهِ ضَمِنَ رَبِحَ أَوْ لَمْ يَرْبَحْ، وَهَذَا ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ .

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَضْمَنُ بِالدَّفْعِ عَمِلَ أَوْ لَمْ يَعْمَلْ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْمَمْلُوكَ لَهُ الدَّفْعُ عَلَى وَجْهِ الْإِيدَاعِ، وَهَذَا الدَّفْعُ عَلَى وَجْهِ الْمُضَارَبَةِ .وَلَهُمَا أَنَّ الدَّفْعَ إِيدَاعٌ حَقِيقَةً، وَإِنَّمَا يَتَقَرَّرُ كَوْنُهُ لِلْمُضَارَبَةِ بِالْعَمَلِ فَكَانَ الْحَالُ مُرَاعًى قَبْلَهُ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الدَّفْعَ قَبْلَ الْعَمَلِ إِيدَاعٌ وَبَعْدَهُ إِبْضَاعٌ، وَالْفِعْلَانِ يَمْلِكُهُمَا الْمُضَارِبُ فَلَا يَضْمَنُ بِهِمَا، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا رَبِحَ فَقَدْ أَثْبَتَ لَهُ شَرِكَةً فِي الْمَالِ فَيَضْمَنُ كَمَا لَوْ خَلَطَهُ بِغَيْرِهِ، وَهَذَا إِذَا كَانَتْ الْمُضَارَبَةُ صَحِيحَةً، فَإِنْ كَانَتْ فَاسِدَةً لَا يَضْمَنُهُ الْأَوَّلُ، وَإِنْ عَمِلَ الثَّانِي لِأَنَّهُ أَجِيرٌ فِيهِ وَلَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ فَلَا تَثْبُتُ الشَّرِكَةُ بِهِ .

ثُمَّ ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ يَضْمَنُ الْأَوَّلُ وَلَمْ يَذْكُرْ الثَّانِي .

وَقِيلَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَضْمَنَ الثَّانِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ بِنَاءً عَلَى

اخْتِلَافِهِمْ فِي مُودِعِ الْمُودَعِ .

وَقِيلَ رَبُّ الْمَالِ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْأَوَّلَ وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الثَّانِيَ بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ الْمَشْهُورُ، وَهٰذَا عِنْدَهُمَا ظَاهِرٌ وَكَذَا عِنْدَهُ، وَوَجْهُ الْفَرْقِ لَهُ بَيْنَ هٰذِهِ وَبَيْنَ مُودِعِ الْمُودَعِ أَنَّ الْمُودَعَ الثَّانِيَ يَقْبِضُهُ لِمَنْفَعَةِ الْأَوَّلِ فَلَا يَكُونُ ضَامِنًا، أَمَّا الْمُضَارِبُ الثَّانِي يَعْمَلُ فِيهِ لِنَفْعِ نَفْسِهِ فَجَازَ أَنْ يَكُونَ ضَامِنًا .

ثُمَّ إِنْ ضَمِنَ الْأَوَّلُ صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ بَيْنَ الْأَوَّلِ وَبَيْنَ الثَّانِي وَكَانَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا لِأَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ مِنْ حِينِ خَالَفَ بِالدَّفْعِ إِلٰى غَيْرِهِ لَا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي رَضِيَ بِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا دَفَعَ مَالَ نَفْسِهِ، وَإِنْ ضَمِنَ الثَّانِي رَجَعَ عَلَى الْأَوَّلِ بِالْعَقْدِ لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ كَمَا فِي الْمُودَعِ وَلِأَنَّهُ مَغْرُورٌ مِنْ جِهَتِهِ فِي ضِمْنِ الْعَقْدِ .

وَتَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ وَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا لِأَنَّ قَرَارَ الضَّمَانِ عَلَى الْأَوَّلِ فَكَأَنَّهُ ضَمِنَهُ ابْتِدَاءً، وَيَطِيبُ الرِّبْحُ لِلثَّانِي وَلَا يَطِيبُ لِلْأَعْلٰى لِأَنَّ الْأَسْفَلَ يَسْتَحِقُّهُ بِعَمَلِهِ وَلَا خُبْثَ فِي الْعَمَلِ، وَالْأَعْلٰى يَسْتَحِقُّهُ بِمِلْكِهِ الْمُسْتَنِدِ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ وَلَا يُعَرّٰى عَنْ نَوْعِ خُبْثٍ .

اور جب مضارب نے مضاربت کا مال کسی دوسرے شخص کو مضاربت کرنے کے لئے دیا ہے جبکہ رب المال نے اس کا اجازت بھی نہ دی تھی تو صرف دینے اور مضارب ثانی کے تصرف سے مضارب اول رب المال کے لئے کسی چیز میں ضامن نہ ہوگا یہاں تک کہ جب مضارب ثانی نفع مل گیا ہے جب اس کو نفع حاصل ہوا ہے مضارب اول رب المال کے لئے ضامن بن جائے گا۔

حضرت امام حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کیا ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا کہ مضارب ثانی کے کام کرنے کے سبب مضارب اول ضامن ہوجائے گا خواہ دوسرے کو نفع حاصل ہوجائے یا نہ ہو یہی ظاہر الروایات ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دینے سے مضارب اول ضامن بن جائے گا اگرچہ دوسرا اس میں کوئی عمل کرے یا نہ کرے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی یہی روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ مضارب کو صرف امانت کے طور پر دینے کا اختیار ہے اور جب یہ مضاربت کے طور پر دے دیتا ہے تو وہ ضامن ہوگا،

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دینا یہ اصل میں دوسرے کے قبضہ میں امانت رکھنا ہے۔ جبکہ کام شروع کرنے کے سبب یہ مضاربت کو دور کرنے کے لئے ہوگا پس اس سے پہلے والی حالت حفاظت کا حال ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے دینا یہ ایداع ہے اور عمل کے بعد یہ ابضاع ہے۔ جبکہ مضارب اول یہ ایداع اور ابضاع دونوں کا مالک ہے پس انہی دونوں کے اسباب کے پیش نظر اس پر ضمان نہ ہوگا ہاں البتہ جب اس

کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو مال میں دوسرے کی شرکت ثابت ہو جائے گی لہٰذا وہ ضامن ہوگا۔

جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب پہلا مضاربت کے مال کو دوسرے نے مال سے ملا دیا ہے تو وہ ضامن ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب مضاربت درست ہو اور جب مضاربت فاسد ہو تو اب مضارب اول ضامن نہ ہوگا۔ خواہ دوسرے مضارب نے کام ہی کیوں نہ شروع کر دیا ہو۔ کیونکہ اب دوسرا اس میں اجرت لینے والا ہے اور اس کو اجرت مثلی ملے گی لہٰذا مال میں اس کی شرکت ثابت نہ ہوگی۔

اس کے بعد قدوری میں مضارب اول کے ضامن ہونے کو ذکر کیا گیا ہے جس میں دوسرے کا ذکر نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو ضامن نہ ہونا چاہیے جبکہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کو ضامن ہونا چاہیے۔ اور یہ اختلاف مودع المودع کے اختلاف پر مبنی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رب المال کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو دوسرے سے ضمان لے اور وہ چاہے تو پہلے سے ضمان لے۔ یہ حکم بہ اتفاق ہے اور مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ یہ صاحبین کے نزدیک ظاہر اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ظاہر ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس مسئلہ میں اور مودع المودع کے مسئلہ میں فرق حسب ذیل ہے۔ کہ دوسرا مودع ثانی پہلے مودع کی منفعت پر مال پر قبضہ کرنے والا ہے لہٰذا وہ ضامن نہ ہوگا مگر جب مضارب ثانی اس میں اپنے لئے کام کرتا ہے پس وہ ضامن ہو جائے گا۔

اس کے بعد جب رب المال مضارب اول کو ضامن بناتا ہے تب بھی اول وثانی دونوں کے درمیان مضاربت درست ہوگی اور اس کا نفع ان کے درمیان انہی شرائط کے مطابق مشترک ہوگا۔ اس لئے کہ جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ جس وقت اس نے رب المال کی مخالفت کرتے ہوئے دوسرے کو مال دیا ہے تو وہ اسی وقت مال مضارب کا مالک بن جائے گا تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے اپنا مال مضاربت کے لئے دے دیا ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب ثانی کو ضامن بنا دیا ہے تو مضارب ثانی عقد کے سبب پہلے سے رجوع کرے گا۔ کیونکہ دوسرا مضارب پہلے کے لئے کام کرنے والا ہے۔ جس طرح مودع میں ہے کیونکہ دوسرا مضارب عقد میں پہلے کی جانب سے دھوکے میں چلا گیا ہے۔ ہاں البتہ مضارب درست ہوگی اور انہی شرائط کے مطابق ان میں نفع تقسیم کیا جائے گا کیونکہ ضمان کا اقرار حقیقت میں پہلے مضارب پر ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا گویا رب المال نے ابتدائی طور پر ہی اس کو ضامن بنایا ہے اور دوسرے مضارب کے لئے نفع لینا حلال ہوگا جبکہ مضارب اول کے لئے نفع مناسب نہ ہوگا کیونکہ مضارب ثانی اپنی محنت کے سبب نفع کا حقدار بنا ہے جبکہ پہلا مضارب ملکیت کے سبب نفع میں حقدار بنتا ہے جو ادائے ضمان کی جانب منسوب ہے۔ لہٰذا یہ تھوڑی بہت خباثت سے خالی نہیں ہے۔ (کیونکہ ضمان کا بوجھ پہلے نے خود ہی رب المال سے لے کر اٹھایا ہوا ہے)

نصف پر مضارب کو مال دینے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا دَفَعَ رَبُّ الْمَالِ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ وَاَذِنَ لَهُ بِاَنْ يَدْفَعَهُ اِلٰى غَيْرِهِ فَدَفَعَهُ بِالثُّلُثِ وَقَدْ

تَصَرَّفَ الثَّانِي وَرَبِحَ، فَإِنْ كَانَ رَبُّ الْمَالِ قَالَ لَهُ عَلَى اَنَّ مَا رَزَقَ اللّٰهُ فَهُوَ بَيْنَنَا نِصْفَانِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي الثُّلُثُ وَلِلْمُضَارِبِ الْاَوَّلِ السُّدُسُ) لِاَنَّ الدَّفْعَ اِلَى الثَّانِي مُضَارَبَةً قَدْ صَحَّ لِوُجُودِ الْاَمْرِ بِهِ مِنْ جِهَةِ الْمَالِكِ وَرَبُّ الْمَالِ شَرَطَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ جَمِيْعِ مَا رَزَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَمْ يَبْقَ لِلْاَوَّلِ اِلَّا النِّصْفُ فَيَتَصَرَّفُ تَصَرُّفُهُ اِلٰى نَصِيبِهِ وَقَدْ جَعَلَ مِنْ ذٰلِكَ بِقَدْرِ ثُلُثِ الْجَمِيْعِ لِلثَّانِي فَيَكُونُ لَهُ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا السُّدُسُ، وَيَطِيبُ لَهُمَا ذٰلِكَ لِاَنَّ فِعْلَ الثَّانِي وَاقِعٌ لِلْاَوَّلِ كَمَنْ اُسْتُؤْجِرَ عَلٰى خِيَاطَةِ ثَوْبٍ بِدِرْهَمٍ وَاسْتَاْجَرَ غَيْرَهُ عَلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ (وَاِنْ كَانَ قَالَ لَهُ عَلٰى اَنَّ مَا رَزَقَكَ اللّٰهُ فَهُوَ بَيْنَنَا نِصْفَانِ فَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي الثُّلُثُ وَالْبَاقِي بَيْنَ الْمُضَارِبِ الْاَوَّلِ وَرَبِّ الْمَالِ نِصْفَانِ) لِاَنَّهُ فَوَّضَ اِلَيْهِ التَّصَرُّفَ وَجَعَلَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ مَا رُزِقَ الْاَوَّلُ وَقَدْ رُزِقَ الثُّلُثَيْنِ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا، بِخِلَافِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهُ جَعَلَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ جَمِيْعِ الرِّبْحِ فَافْتَرَقَا .

اور جب رب المال نے نصف نفع پر مضارب کو مضاربت کا مال دیا ہے اور اس کو دوسرے مضارب کو مال دینے کی اجازت بھی دے دی ہے اور اس نے آگے دوسرے مضارب کو تہائی نفع پر مضاربت کا مال دے دیا ہے اور دوسرے محنت کر کے اس میں نفع کما لیا ہے۔ تو اب اگر رب المال نے مضارب اول سے کہا ہے کہ اللہ پاک ہے جو کچھ دے گا وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا تو رب المال کو نصف ملے گا اور دوسرے مضارب کو تہائی ملے گا جبکہ مضارب اول کو چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ دوسرے مضارب کو مضاربت پر مال دینا درست ہے کیونکہ مالک کی جانب سے دفع کرنے کا معاملہ موجود ہے ... المال نے پورے مال میں اپنے لئے نصف نفع کی شرط لگائی ہے پس مضارب اول کے لئے نصف نفع باقی رہ جائے گا ... اس کے حصے کی جانب لوٹنے والا ہے۔ اور اس کے نفع میں سے دوسرے مضارب کے لئے تہائی حصہ مقرر کیا گیا تھا۔ پس ... تہائی ... کے لئے ہوگا اور اب اول کے لئے صرف سدس بقیہ بچ جائے گا اور یہ نفع مضاربین یعنی دونوں مضاربوں کے لئے حلال ہے کیونکہ دوسرے مضارب کا کام پہلے کے لئے واقع ہوا ہے جس طرح نے ایک درہم کے بدلے میں کوئی کپڑا سلائی کے لئے کسی کو دے دیا اور اس درزی نے دوسرے کو نصف درہم پر سلائی کی مزدوری پر دے دیا ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب سے یہ کہا ہے کہ اللہ پاک ہے جو کچھ روزی تم کو ملے گی وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہو گی تو مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور بقیہ مضارب اول اور رب المال کے درمیان نصف نصف ہو جائے گا کیونکہ رب المال نے مضارب اول کو اختیار سپرد کر دیا ہے اور اس کو ملنے والا نفع اپنے لئے نصف کر لیا ہے اور اب اس کو دو تہائی ملا ہے اس لئے وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا بہ خلاف پہلی صورت کے کیونکہ اس میں رب المال نے پورے نفع میں سے اپنے لئے آدھے کی شرط لگائی ہے لہٰذا یہ دونوں مسائل جدا جدا ہو جائیں گے

رب المال کا نصف منافع کو مقید کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ قَالَ لَهُ فَمَا رَبِحْتَ مِنْ شَيْءٍ فَبَيْنِي وَبَيْنَكَ نِصْفَانِ وَقَدْ دَفَعَ إِلَى غَيْرِهِ بِالنِّصْفِ فَلِلثَّانِي النِّصْفُ وَالْبَاقِي بَيْنَ الْأَوَّلِ وَرَبِّ الْمَالِ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ شَرَطَ لِلثَّانِي نِصْفَ الرِّبْحِ وَذَلِكَ مُفَوَّضٌ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ رَبِّ الْمَالِ فَيَسْتَحِقُّهُ.

وَقَدْ جَعَلَ رَبُّ الْمَالِ لِنَفْسِهِ نِصْفَ مَا رَبِحَ الْأَوَّلُ وَلَمْ يَرْبَحْ إِلَّا النِّصْفَ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا (وَلَوْ كَانَ قَالَ لَهُ عَلَى أَنَّ مَا رَزَقَ اللَّهُ تَعَالَى فَلِي نِصْفُهُ أَوْ قَالَ فَمَا كَانَ مِنْ فَضْلٍ فَبَيْنِي وَبَيْنَكَ نِصْفَانِ وَقَدْ دَفَعَ إِلَى آخَرَ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي النِّصْفُ وَلَا شَيْءَ لِلْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ جَعَلَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ مُطْلَقِ الْفَضْلِ فَيَنْصَرِفُ شَرْطُ الْأَوَّلِ النِّصْفَ لِلثَّانِي إِلَى جَمِيعِ نَصِيبِهِ فَيَكُونُ لِلثَّانِي بِالشَّرْطِ وَيَخْرُجُ الْأَوَّلُ بِغَيْرِ شَيْءٍ، كَمَنْ اُسْتُؤْجِرَ لِيَخِيطَ ثَوْبًا بِدِرْهَمٍ فَاسْتَأْجَرَ غَيْرَهُ لِيَخِيطَهُ بِمِثْلِهِ.

اور جب رب المال نے مضارب اول سے کہا کہ تم کو جو بھی نفع ملے گا وہ تمہارے اور میرے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اب اس نے نصف نفع کی شرط پر دوسرے کو مال مضاربت دیا ہے پس دوسرے مضارب کو نصف ملے گا جبکہ بقیہ نصف مضارب اول اور رب المال کے درمیان تقسیم کیا جائے گا کیونکہ جب مضارب اول نے دوسرے کے لئے نصف نفع کی شرط لگائی ہے اور رب المال کی جانب سے ایسا کرنے کا اختیار بھی اس کو تھا لہٰذا دوسرا نصف کا حقدار بنے گا اور مضارب اول کو ملنے والے نفع میں سے رب المال نے جب خود نصف لینے کی شرط بیان کردی تھی تو اس نصف ہی حاصل ہوا ہے لہٰذا وہ نصف ان کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔

اور جب رب المال نے پہلے مضارب سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ رزق دے گا اس کا آدھا میرے لئے ہوگا۔ یا پھر رب المال نے یہ کہہ دیا ہے کہ جو دیا ہوا ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان نصف نصف ہوگا اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دوسرے مضارب کو دیا ہوا ہے تو رب المال کو نصف مال ملے گا۔ اور مضارب ثانی کو بھی نصف مال ملے گا جبکہ مضارب اول کو کچھ نہ مل سکے گا کیونکہ رب المال نے اپنے لئے مطلق طور نصف نفع مقرر کیا ہے پس مضارب اول کی جانب سے دوسرے کے لئے نفع کی شرط اس کے پورے حصے کی جانب راجع ہوگی۔

پس شرط کے سبب دوسرے کو نصف مل جائے گا جبکہ مضارب اول بغیر کچھ نفع لیے ہی درمیان سے خارج ہو جائے گا جس طرح ایک شخص ایک درہم کے بدلے میں کوئی کپڑا سلوانے کے لئے مزدوری پر مامور کیا گیا اور آگے اس نے بھی ایک درہم کے بدلے میں دوسرے آدمی کو سلوانے کی مزدوری پر رکھا ہوا ہے۔

دوسرے مضارب کے لئے دو تہائی کی شرط لگانے کا بیان

(وَاِنْ شَرَطَ لِلْمُضَارِبِ الثَّانِي ثُلُثَيْ الرِّبْحِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي النِّصْفُ وَيَضْمَنُ الْمُضَارِبُ الْاَوَّلُ لِلثَّانِي سُدُسَ الرِّبْحِ فِي مَالِهِ) لِاَنَّهُ شَرَطَ لِلثَّانِي شَيْئًا هُوَ مُسْتَحَقٌّ لِرَبِّ الْمَالِ فَلَمْ يَنْفُذْ فِي حَقِّهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْاِبْطَالِ، لٰكِنَّ التَّسْمِيَةَ فِي نَفْسِهَا صَحِيحَةٌ لِكَوْنِ الْمُسَمّٰى مَعْلُومًا فِي عَقْدٍ يَمْلِكُهُ وَقَدْ ضَمِنَ لَهُ السَّلَامَةَ فَيَلْزَمُهُ الْوَفَاءُ بِهِ، وَلِاَنَّهُ غَرَّهُ فِي ضِمْنِ الْعَقْدِ وَهُوَ سَبَبُ الرُّجُوعِ فَلِهٰذَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ، وَهُوَ نَظِيرُ مَنْ اُسْتُؤْجِرَ لِخِيَاطَةِ ثَوْبٍ بِدِرْهَمٍ فَدَفَعَهُ اِلٰى مَنْ يَخِيطُهُ بِدِرْهَمٍ وَنِصْفٍ .

اور جب پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کے لئے دو تہائی کے نفع کی شرط لگا دی ہے تو اب رب المال کو نصف ملے گا اور دوسرے مضارب کو بھی نصف ملے گا اور مضارب اول دوسرے کے لئے اپنے مال میں سے چھٹے حصے کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ دوسرے کے لئے ایسی شرط لگانے والا ہے جس کا رب المال حقدار ہے پس رب المال کے حق میں یہ شرط نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس میں اس کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ مگر یہ بہ ذات خود یہ شرط درست ہے کیونکہ اس کی مقدار ایک ایسے عقد میں معلوم و متعین ہے جس کا مالک مضارب ہے۔ اور وہ مضارب اول دوسرے کے لئے اس شرط کو پورا کرنے کے عہد کر گیا ہے پس اس کو مکمل کرنا اس پر لازم ہے۔

اور جب پہلے عقد کے بارے میں دوسرے کو دھوکہ دیا ہے اور دھوکہ دینا یہ سبب رجوع ہے پس دوسرے پہلے سے نفع کے لئے سدس کا رجوع کرے گا اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی کو ایک دراہم کے بدلے میں کپڑا سلوانے کے لئے کرائے پر حاصل کیا اور اس کے بعد اس نے دوسرے کو ڈیڑھ درہم کے بدلے میں وہی کپڑا کسی کو سلنے کے لئے دے دیا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مضارب کے ساتھ دوسرے کی شمولیت کے بیان میں ہے﴾

فصل مضاربت میں شریک ثانی کی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ مضارب سے متعلق احکام سے فارغ ہونے کے بعد یہ بیان کررہے ہیں کہ جب مضارب کسی یا تیسرے شخص مضارب بنائے یا ان کو مضاربت کے کاروبار میں شامل کرے۔ اس فقہی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ مضارب کا مضارب یہ یقینی طور پر پہلے کی فرع ہے۔ اور فرع مؤخر ہوا کرتی ہے۔

شرط نفع غلام کے سبب غلام پر کام ہونے کا بیان

(وَإِذَا شَرَطَ الْمُضَارِبُ لِرَبِّ الْمَالِ ثُلُثَ الرِّبْحِ وَلِعَبْدِ رَبِّ الْمَالِ ثُلُثَ الرِّبْحِ عَلَى أَنْ يَعْمَلَ مَعَهُ وَلِنَفْسِهِ ثُلُثَ الرِّبْحِ فَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ لِلْعَبْدِ يَدًا مُعْتَبَرَةً خُصُوصًا إذَا كَانَ مَأْذُونًا لَهُ وَاشْتِرَاطُ الْعَمَلِ إذْنٌ لَهُ، وَلِهَذَا لَا يَكُونُ لِلْمَوْلَى وِلَايَةُ أَخْذِ مَا أَوْدَعَهُ الْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ مَحْجُورًا عَلَيْهِ، وَلِهَذَا يَجُوزُ بَيْعُ الْمَوْلَى مِنْ عَبْدِهِ الْمَأْذُونِ لَهُ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يَكُنْ مَانِعًا مِنَ التَّسْلِيمِ وَالتَّخْلِيَةِ بَيْنَ الْمَالِ وَالْمُضَارِبِ، بِخِلَافِ اشْتِرَاطِ الْعَمَلِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ مَانِعٌ مِنَ التَّسْلِيمِ عَلَى مَا مَرَّ، وَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ يَكُونُ الثُّلُثُ لِلْمُضَارِبِ بِالشَّرْطِ وَالثُّلُثَانِ لِلْمَوْلَى، لِأَنَّ كَسْبَ الْعَبْدِ لِلْمَوْلَى إذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَهُوَ لِلْغُرَمَاءِ.

هَذَا إذَا كَانَ الْعَاقِدُ هُوَ الْمَوْلَى، وَلَوْ عَقَدَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ عَقْدَ الْمُضَارَبَةِ مَعَ أَجْنَبِيٍّ وَشَرَطَ الْعَمَلَ عَلَى الْمَوْلَى لَا يَصِحُّ إنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِأَنَّ هَذَا اشْتِرَاطُ الْعَمَلِ عَلَى الْمَالِكِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْعَبْدِ دَيْنٌ صَحَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْمَوْلَى بِمَنْزِلَةِ الْأَجْنَبِيِّ عِنْدَهُ عَلَى مَا عُرِفَ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا اور جب مضارب نے رب المال کے لئے تیسرے حصے کی شرط کو بیان کردیا ہے اور رب المال کے غلام کے

لئے بھی تیسرے حصے کی شرط لگائی ہے وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ مذکورہ غلام اس کے ساتھ کام کرے گا۔ اور اپنے لئے تہائی حصے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ غلام کے قبضہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ جب وہ عبد ماذون ہے۔ اور اس کے کام کرنے کی شرط اس کے آقا کی جانب سے اجازت ہے کیونکہ آقا کو یہ ولایت نہیں ہے کہ وہ غلام کی ودیعت کردہ چیز کو حاصل کرلے۔ خواہ وہ غلام مجبور ہی کیوں نہ ہو۔ اسی دلیل کے سبب آپ کی خرید وفروخت اپنے ماذون غلام سے جائز ہے اور جب صورت مسئلہ یہی ہے تو غلام کی مضارب کے ساتھ شرط لگانا مال اور مضارب کے درمیان سپرد کرنے اور الگ کرنے سے روکنا نہ ہوگا بہ خلاف رب المال پر کام کرنے کی شرط کے کیونکہ یہ سپرد کرنے سے روکتی ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب مضاربت درست ہو جائے تو تہائی نفع مضارب کا ہوگا اور دو تہائی اس کے غلام کو ملے گا اس لئے کہ جب غلام پر قرض نہ ہو تو اس کی کمائی آقا کے لئے ہوا کرتی ہے اور جب اس پر قرض ہو تو وہ کمائی قرض خواہوں کی ہوتی ہے اور یہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب عقد کرنے والا آقا ہی ہے۔ اور جب ماذون غلام نے کسی کے ساتھ مضاربت کا عقد کرلیا ہے اور آقا کے کام کرنے کی شرط بیان کردی ہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ غلام پر قرض نہ ہو کیونکہ یہی مالک پر عمل کی شرط ہے اور جب غلام پر قرض ہو تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ماذون غلام کا آقا اجنبی کی طرح ہو جائے گا جس طرح پہلے معلوم کرچکے ہیں۔

فَصْلٌ فِى الْعَزْلِ وَالْقِسْمَةِ

﴿یہ فصل عزل مضارب وتقسیم کے بیان میں ہے﴾

فصل عزل مضارب وقسمت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عزل کا حکم یہ ثبوت مضاربت کا محتاج ہے۔یعنی جب مضاربت پائی جائے گی تب یہ کسی سبب کے پیش نظر اس میں عزل کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔اور اسی طرح نفع بھی حصول کے بعد ہی تقسیم کیا جا سکتا ہے لہٰذا ان دونوں اشیاء کے حصول کے تاخر کے سبب ان کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔

وفات کے سبب عقد مضاربت کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ رَبُّ الْمَالِ أَوْ الْمُضَارِبُ بَطَلَتْ الْمُضَارَبَةُ) لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ عَلَى مَا تَقَدَّمَ، وَمَوْتُ الْمُوَكِّلِ يُبْطِلُ الْوَكَالَةَ، وَكَذَا مَوْتُ الْوَكِيلِ وَلَا تُورَثُ الْوَكَالَةُ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ . (وَإِنْ ارْتَدَّ رَبُّ الْمَالِ عَنْ الْإِسْلَامِ) وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ (وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ) (بَطَلَتْ الْمُضَارَبَةُ) لِأَنَّ اللُّحُوقَ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْتِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يُقَسَّمُ مَالُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ وَقَبْلَ لُحُوقِهِ يَتَوَقَّفُ تَصَرُّفُ مُضَارِبِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ لَهُ فَصَارَ كَتَصَرُّفِهِ بِنَفْسِهِ (وَلَوْ كَانَ الْمُضَارِبُ هُوَ الْمُرْتَدُّ فَالْمُضَارَبَةُ عَلَى حَالِهَا) لِأَنَّ لَهُ عِبَارَةً صَحِيحَةً، وَلَا تَوَقُّفَ فِي مِلْكِ رَبِّ الْمَالِ فَبَقِيَتْ الْمُضَارَبَةُ .

اور جب رب المال یا مضارب فوت ہو جائے تو عقد مضاربت باطل ہو جائے گا کیونکہ مضاربت وکالت ہے جس طرح گزر گیا ہے۔اور مؤکل کی موت وکالت کو باطل کرنے والی ہے اور وکیل کی موت بھی وکالت کو باطل کرنے والی ہے حالانکہ وکالت میراث نہیں بنتی۔اور اس کا بیان کتاب وکالت میں پہلے گزر گیا ہے۔

اور جب رب المال اسلام سے مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) اور دارالحرب میں چلا گیا ہے تب بھی مضاربت باطل ہو جائے گی کیونکہ دارالحرب میں جانا یہ موت کے حکم میں ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ لحوق کے بعد اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔اور مرتد کا دارالحرب میں جانے کے فیصلہ سے پہلے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مضارب کا تصرف موقوف رہے گا کیونکہ مضارب اسی کے لئے تصرف کرنے والا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مرتد کا تصرف موقوف رہتا ہے۔اور جب مضارب

مرتد ہوا ہے تو مضاربت اپنی حالت پر باقی رہے گی۔ کیونکہ مضارب کی بات درست ہے جبکہ رب المال کی ملکیت میں کوئی توقف نہ ہوگا لہٰذا مضاربت باقی رہ جائے گی۔

رب المال کا مضارب کو مستعفی کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَزَلَ رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارِبَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِعَزْلِهِ حَتّٰى اشْتَرٰى وَبَاعَ فَتَصَرُّفُهُ جَائِزٌ) لِاَنَّهُ وَكِيلٌ مِنْ جِهَتِهِ وَعَزْلُ الْوَكِيلِ قَصْدًا يَتَوَقَّفُ عَلٰى عِلْمِهِ (وَاِنْ عَلِمَ بِعَزْلِهِ وَالْمَالُ عُرُوضٌ فَلَهُ اَنْ يَبِيعَهَا وَلَا يَمْنَعُهُ الْعَزْلُ مِنْ ذٰلِكَ) لِاَنَّ حَقَّهُ قَدْ ثَبَتَ فِي الرِّبْحِ، وَاِنَّمَا يَظْهَرُ بِالْقِسْمَةِ وَهِيَ تُبْتَنٰى عَلٰى رَاْسِ الْمَالِ، وَاِنَّمَا يُنَضُّ بِالْبَيْعِ .

فرمایا اور جب رب المال نے مضارب کو مستعفی کر دیا ہے اور مضارب کو اپنے مستعفی ہونے کا پتہ نہ چل سکا۔ حتیٰ کہ اس نے خرید و فروخت کر لی تو اس کا تصرف جائز ہے کیونکہ مضارب رب المال کی جانب سے اس کو وکیل ہے اور وکیل کو بطور قصد مستعفی کرنا اس کے علم پر موقوف ہوگا۔ اور جب رب المال کو اپنے مستعفی ہونے کا علم ہو گیا ہے تو اس کو وہ خرید کردہ سامان کو بیچنے کا حق ہوگا اور معزول ہونا یہ اس سے مانع نہ ہوگا۔ کیونکہ نفع میں مضارب کا حق ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس کا اظہار تقسیم کرنے سے ہوگا۔ جبکہ تقسیم کا دارومدار راس المال پر ہے۔ اور یہ راس المال بیع سے حاصل ہونے والا ہے۔

سامان مضاربت سے دوسری چیز خریدنے کی عدم اباحت کا بیان

قَالَ (ثُمَّ لَا يَجُوزُ اَنْ يَشْتَرِيَ بِثَمَنِهَا شَيْئًا آخَرَ) لِاَنَّ الْعَزْلَ اِنَّمَا لَمْ يَعْمَلْ ضَرُورَةَ مَعْرِفَةِ رَاْسِ الْمَالِ وَقَدْ انْدَفَعَتْ حَيْثُ صَارَ نَقْدًا فَيَعْمَلُ الْعَزْلُ (فَاِنْ عَزَلَهُ وَرَاْسُ الْمَالِ دَرَاهِمُ اَوْ دَنَانِيرُ وَقَدْ نَضَّتْ لَمْ يَجُزْ لَهُ اَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهَا) لِاَنَّهُ لَيْسَ فِي اِعْمَالِ عَزْلِهِ اِبْطَالُ حَقِّهِ فِي الرِّبْحِ فَلَا ضَرُورَةَ .

قَالَ : وَهٰذَا الَّذِي ذَكَرَهُ اِذَا كَانَ مِنْ جِنْسِ رَاْسِ الْمَالِ، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ بِاَنْ كَانَ دَرَاهِمَ وَرَاْسُ الْمَالِ دَنَانِيرُ اَوْ عَلَى الْقَلْبِ لَهُ اَنْ يَبِيعَهَا بِجِنْسِ رَاْسِ الْمَالِ اسْتِحْسَانًا لِاَنَّ الرِّبْحَ لَا يَظْهَرُ اِلَّا بِهِ وَصَارَ كَالْعُرُوضِ، وَعَلٰى هٰذَا مَوْتُ رَبِّ الْمَالِ وَلُحُوقُهُ بَعْدَ الرِّدَّةِ فِي بَيْعِ الْعُرُوضِ وَنَحْوِهَا .

فرمایا کہ سامان کو بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری چیز خریدنا یہ مضارب کے لئے جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ راس المال حاصل کرنے کی حاجت کے سبب عزل نے اپنا اثر ظاہر نہیں کیا اور راس المال کے نقد ہونے کے سبب یہ ضرورت پوری ہو چکی ہے لہٰذا عزل اب اپنا اثر دکھائے گا۔

اور جب رب المال نے ایسی حالت میں مضارب کو معزول کر دیا ہے کہ راس المال دراہم ہوں یا دنانیر ہوں اور یہ نقدی ہو تو مضارب کے لئے اس میں تصرف کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ رب المال نے عزل کا یہ کام مضارب سے نفع کو ختم کرنے کے لئے کیا ہے۔ پس اس کی ضرورت نہ رہی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام قدوری علیہ الرحمہ کا بیان کردہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب موجودہ مال کی نقدی راس المال کی جنس میں سے ہے۔ اور وہ موجودہ مال کو راس المال کی جنس کے بدلے میں بیچ ڈالے اس لئے کہ اس کے بغیر نفع کا اظہار نہ ہوگا۔ اور یہ سامان کی طرح ہو جائے گا۔ اور سامان کی بیع وغیرہ میں رب المال کی موت کا حکم بھی یہی ہے۔ اور عروض اور اس کی مثل میں ردی ہونے کے بعد بھی یہی حکم ہے۔

مضارب ورب المال کے ذمہ پر دیون ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا افْتَرَقَا وَفِي الْمَالِ دُيُونٌ وَقَدْ رَبِحَ الْمُضَارِبُ فِيهِ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى اقْتِضَاءِ الدُّيُونِ) لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَجِيرِ وَالرِّبْحُ كَالْأَجْرِ لَهُ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ رِبْحٌ لَمْ يَلْزَمْهُ الِاقْتِضَاءُ) لِأَنَّهُ وَكِيلٌ مَحْضٌ وَالْمُتَبَرِّعُ لَا يُجْبَرُ عَلَى إيفَاءِ مَا تَبَرَّعَ بِهِ، (وَيُقَالُ لَهُ وَكِّلْ رَبَّ الْمَالِ فِي الِاقْتِضَاءِ) لِأَنَّ حُقُوقَ الْعَقْدِ تَرْجِعُ إلَى الْعَاقِدِ، فَلَا بُدَّ مِنْ تَوْكِيلِهِ وَتَوَكُّلِهِ كَيْ لَا يَضِيعَ حَقُّهُ وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : يُقَالُ لَهُ أَحِلْ مَكَانَ قَوْلِهِ وَكِّلْ، وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْوَكَالَةُ وَعَلَى هَذَا سَائِرُ الْوَكَالَاتِ وَالْبَيَّاعُ وَالسِّمْسَارُ يُجْبَرَانِ عَلَى التَّقَاضِي لِأَنَّهُمَا يَعْمَلَانِ بِأَجْرٍ عَادَةً .

فرمایا اور جب مضارب اور رب المال عقد مضاربت کو ختم کرنے کے بعد جدا جدا ہو چکے اور مال مضاربت کے کچھ قرض ہوں اور مضارب نے اس مال میں نفع کمایا ہے تو حاکم مضارب کو ان قرضوں کی وصولی کے مجبور کرے گا اس لئے یہ مزدور کے حکم میں ہے اس نفع اس کے لئے مزدوری ہے اور جب مضارب کو مضاربت میں کوئی نفع حاصل نہ ہوا ہو تو اس پر قرض کا تقاضہ کرنا لازم نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ محض وکیل ہے اور احسان کو پورا کرنے کے لئے متبرع کو مجبور نہ کیا جائے گا ہاں البتہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ قرضوں کی وصولی کے لئے وہ رب المال کو وکیل بنا دے کیونکہ عقد کے حقوق عاقد کی جانب لوٹتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

پس اس کا وکیل بنانا اور بننا لازم ہوگا تا کہ رب المال کا حق ضائع نہ ہو جامع صغیر میں امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مضارب سے کہہ دیا جائے گا کہ مؤکل یعنی رب المال کے حوالے کر دے اور حوالے کرنے سے بھی وکالت ہی مراد ہے اور دوسری وکالتوں کا بھی حکم اسی طرح ہے۔ اسی طرح دلالت کرنے والے اور ثالث دونوں کو قرضوں کی وصولی کے لئے مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ عام طور پر یہ دونوں مزدوری پر کام کرنے والے ہیں۔

مال مضاربت سے ہلاکت پر انقطاع نفع کا بیان

قَالَ (وَمَا هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ فَهُوَ مِنْ الرِّبْحِ دُونَ رَأْسِ الْمَالِ) لِأَنَّ الرِّبْحَ تَابِعٌ وَصَرْفُ

الْهَلَاكِ اِلٰى مَا هُوَ التَّبَعُ اَوْلٰى كَمَا يُصْرَفُ الْهَلَاكُ اِلَى الْعَفْوِ فِي الزَّكَاةِ (فَاِنْ زَادَ الْهَالِكُ عَلَى الرِّبْحِ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِاَنَّهُ اَمِيْنٌ (وَاِنْ كَانَا يَقْتَسِمَانِ الرِّبْحَ وَالْمُضَارَبَةُ بِحَالِهَا ثُمَّ هَلَكَ الْمَالُ بَعْضُهُ اَوْ كُلُّهُ تَرَادَّا الرِّبْحَ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ رَبُّ الْمَالِ رَاْسَ الْمَالِ) لِاَنَّ قِسْمَةَ الرِّبْحِ لَا تَصِحُّ قَبْلَ اسْتِيْفَاءِ رَاْسِ الْمَالِ لِاَنَّهُ هُوَ الْاَصْلُ وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلَيْهِ وَتَبَعٌ لَهُ، فَاِذَا هَلَكَ مَا فِي يَدِ الْمُضَارِبِ اَمَانَةً تَبَيَّنَ اَنَّ مَا اسْتَوْفَيَاهُ مِنْ رَاْسِ الْمَالِ، فَيَضْمَنُ الْمُضَارِبُ مَا اسْتَوْفَاهُ لِاَنَّهُ اَخَذَهُ لِنَفْسِهِ وَمَا اَخَذَهُ رَبُّ الْمَالِ مَحْسُوْبٌ مِنْ رَاْسِ مَالِهِ (وَاِذَا اسْتَوْفَى رَاْسَ الْمَالِ، فَاِنْ فَضَلَ شَيْءٌ كَانَ بَيْنَهُمَا لِاَنَّهُ رِبْحٌ وَاِنْ نَقَصَ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَوِ اقْتَسَمَا الرِّبْحَ وَفَسَخَا الْمُضَارَبَةَ ثُمَّ عَقَدَاهَا فَهَلَكَ الْمَالُ لَمْ يَتَرَادَّا الرِّبْحَ الْاَوَّلَ) لِاَنَّ الْمُضَارَبَةَ الْاُوْلٰى قَدِ انْتَهَتْ وَالثَّانِيَةَ عَقْدٌ جَدِيْدٌ، وَهَلَاكُ الْمَالِ فِي الثَّانِي لَا يُوْجِبُ انْتِقَاضَ الْاَوَّلِ كَمَا اِذَا دَفَعَ اِلَيْهِ مَالًا آخَرَ.

اور مال مضاربت سے جتنا مال ہلاک ہوگا وہ نفع سے کاٹ لیا جائے گا جبکہ راُس المال سے نہیں کٹے گا کیونکہ نفع تابع ہے اور ہلاک شدہ چیز تابع کی جانب پھیرنا زیادہ بہتر ہے جس طرح نصاب زکوۃ میں ہلاک ہونے کو معافی جانب پھیر دیا جاتا ہے اور اگر وہ ہلاک شدہ چیز نفع سے زیادہ ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہوگا اس لئے کہ وہ امین ہے اور جب رب المال اور مضارب نفع تقسیم کر چکے ہیں اور مضاربت بقیہ ہے اس کے بعد کچھ مال یا سارا مال ہلاک ہو جائے تو دونوں نفع واپس کر دیں گے یہاں تک کہ رب المال راُس المال وصول کرے گا کیونکہ پورا راُس المال کو وصول کرنے سے پہلے تقسیم درست نہیں ہے اس لئے راُس المال ہی اصل ہے اور نفع بھی اسی پر مبنی ہے اور اسی کے تابع ہے پس جب وہ مضارب کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہلاک ہو گیا ہے تو یہ واضح ہو چکا ہے کہ انہوں نے جس کو مال کو بطور نفع وصول کیا ہے وہ راُس المال کا مال ہے پس جو مضارب نے وصول کیا ہے اس مقدار کا وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس نے اپنے لئے وہ مال لیا ہے اور جو مقدار رب المال نے وصول کر لیا ہے وہ مقدار راُس المال سے محسوب ہوگی اور راُس المال کے پورا ہونے جانے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ان کے درمیان مشترکہ ہوگا کیونکہ وہ نفع ہے اور اگر وہ کم ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب ان دونوں نے نفع کو تقسیم کرنے کے بعد عقد مضاربت کو ختم کر دیا ہے اور اس کے بعد دوبارہ عقد کیا ہے اور مال ہلاک ہو گیا ہے تو پہلے نفع کو واپس نہ کیا جائے گا کیونکہ پہلی مضاربت مکمل ہو چکی تھی جبکہ دوسرے مضاربت یہ ایک نیا عقد ہے پس دوسرے عقد میں مال کی ہلاکت پہلے عقد کے طور پر دیئے گئے مال کو ختم کرنے کا سبب نہیں بن سکتی جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب رب المال نے مضارب کو دوسرا مال دے دیا ہے۔

فَصْلٌ فِيمَا يَفْعَلُهُ الْمُضَارِبُ

﴿یہ فصل امور مضارب کے بیان میں ہے﴾

فصل امور مضارب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں مضارب اور مضاربت سے متعلق ان کو مسائل کو ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے شروع میں ذکر نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مضاربت کے مسائل میں اعادہ یہ مسائل کی اہمیت پر دلالت کرنے والا ہے۔ اوران مسائل کے مقصود کے عظیم ہونے پر دلیل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۱۸۰، بیروت)

مضارب کے لئے ادھار ونقد کی بیع کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُضَارِبِ اَنْ يَبِيعَ بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ) لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ فَيَنْتَظِمُهُ اِطْلَاقُ الْعَقْدِ اِلَّا اِذَا بَاعَ اِلٰى اَجَلٍ لَا يَبِيعُ التُّجَّارُ اِلَيْهِ لِاَنَّ لَهُ الْاَمْرَ الْعَامَّ الْمَعْرُوفَ بَيْنَ النَّاسِ، وَلِهٰذَا كَانَ لَهُ اَنْ يَشْتَرِيَ دَابَّةً لِلرُّكُوبِ، وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَشْتَرِيَ سَفِينَةً لِلرُّكُوبِ، وَلَهُ اَنْ يَسْتَكْرِيَهَا اعْتِبَارًا لِعَادَةِ التُّجَّارِ، وَلَهُ اَنْ يَاْذَنَ لِعَبْدِ الْمُضَارَبَةِ فِي التِّجَارَةِ فِي الرِّوَايَةِ الْمَشْهُورَةِ لِاَنَّهُ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ .

وَلَوْ بَاعَ بِالنَّقْدِ ثُمَّ اَخَّرَ الثَّمَنَ جَازَ بِالْاِجْمَاعِ، اَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِاَنَّ الْوَكِيلَ يَمْلِكُ ذٰلِكَ فَالْمُضَارِبُ اَوْلٰى، اِلَّا اَنَّ الْمُضَارِبَ لَا يَضْمَنُ لِاَنَّ لَهُ اَنْ يُقَايِلَ ثُمَّ يَبِيعَ نَسِيئَةً، وَلَا كَذٰلِكَ الْوَكِيلُ لِاَنَّهُ لَا يَمْلِكُ ذٰلِكَ . وَاَمَّا عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ فَلِاَنَّهُ يَمْلِكُ الْاِقَالَةَ ثُمَّ الْبَيْعَ بِالنَّسَاءِ بِخِلَافِ الْوَكِيلِ لِاَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْاِقَالَةَ .

فرمایا اور مضارب کے لئے نقد وادھار ہر طرح کی بیع وشراء جائز ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک تاجروں کے عرف ورواج میں شامل ہے۔ پس مطلق طور پر عقد کرنا یہ نقد وادھار دونوں کو شامل ہوگا ہاں البتہ جب مضارب اتنی طویل مدت تک ادھار دے کہ تاجر اتنی طویل مدت تک ادھار نہ دیتے ہوں کیونکہ تاجر کو اسی بات کا اختیار ہوتا ہے جو عام ہے اور لوگوں میں معروف ہے۔ اسی دلیل کے سبب اس کے لئے سواری خریدنے کا حق ہے۔ جبکہ اس کام کے لئے کشتی خریدنے کا حق نہیں ہے ہاں البتہ تاجروں کے رواج کے مطابق اس کے لئے کرائے پر کشتی لینے کا اختیار ثابت کیا جائے گا اور مضارب کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ مضاربت کے

غلام کو تجارت کی اجازت دیدے۔ اور مشہور روایت یہی ہے۔ کیونکہ تاجروں کا رواج اس میں بھی ہے۔

اور جب مضارب کوئی چیز نقد بیچی ہے اس کے بعد قیمت لینے کے لئے مہلت دے دی ہے تو یہ بہ اتفاق جائز ہے۔ طرفین کے نزدیک اس کا جواز اس دلیل کے سبب ہے کہ وکیل تاخیر کا مالک ہے پس مضارب بدرجہ اولیٰ اس کا مالک ہوگا اس لئے کہ مضارب ضامن نہیں ہوا کرتا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ مضارب اقالہ کا بھی مالک ہے اس کے بعد دوبارہ بیچنے کا بھی مالک ہے بہ خلاف وکیل کے کیونکہ وہ اقالہ کا مالک نہیں ہے۔

مضارب کا قیمت کو اغنیاء کے حوالے کرنے کا بیان

وَلَوِ احْتَالَ بِالثَّمَنِ عَلَى الْاَيْسَرِ اَوِ الْاَعْسَرِ جَازَ لِاَنَّ الْحَوَالَةَ مِنْ عَادَةِ التُّجَّارِ، بِخِلَافِ الْوَصِيِّ يَحْتَالُ بِمَالِ الْيَتِيمِ حَيْثُ يُعْتَبَرُ فِيهِ الْاَنْظَرُ، لِاَنَّ تَصَرُّفَهُ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ النَّظَرِ، وَالْاَصْلُ اَنَّ مَا يَفْعَلُهُ الْمُضَارِبُ ثَلَاثَةُ اَنْوَاعٍ : نَوْعٌ يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْمُضَارَبَةِ وَهُوَ مَا يَكُونُ مِنْ بَابِ الْمُضَارَبَةِ وَتَوَابِعِهَا وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا، وَمِنْ جُمْلَتِهِ التَّوْكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ لِلْحَاجَةِ اِلَيْهِ وَالرَّهْنُ وَالِارْتِهَانُ لِاَنَّهُ اِيفَاءٌ وَاسْتِيفَاءٌ وَالْاِجَارَةُ وَالِاسْتِئْجَارُ وَالْاِيدَاعُ وَالْاِبْضَاعُ وَالْمُسَافَرَةُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

وَنَوْعٌ لَا يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْعَقْدِ وَيَمْلِكُهُ اِذَا قِيلَ لَهُ اعْمَلْ بِرَاْيِكَ، وَهُوَ مَا يَحْتَمِلُ اَنْ يَلْحَقَ بِهِ فَيَلْحَقُ عِنْدَ وُجُودِ الدَّلَالَةِ، وَذَلِكَ مِثْلُ دَفْعِ الْمَالِ مُضَارَبَةً اَوْ شَرِكَةً اِلَى غَيْرِهِ وَخَلْطِ مَالِ الْمُضَارَبَةِ بِمَالِهِ اَوْ بِمَالِ غَيْرِهِ لِاَنَّ رَبَّ الْمَالِ رَضِيَ بِشَرِكَتِهِ لَا بِشَرِكَةِ غَيْرِهِ، وَهُوَ اَمْرٌ عَارِضٌ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ التِّجَارَةُ فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ مُطْلَقِ الْعَقْدِ وَلَكِنَّهُ جِهَةٌ فِي التَّثْمِيرِ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يُوَافِقُهُ فَيَدْخُلُ فِيهِ عِنْدَ وُجُودِ الدَّلَالَةِ وَقَوْلُهُ اعْمَلْ بِرَاْيِكَ دَلَالَةٌ عَلَى ذَلِكَ .

وَنَوْعٌ لَا يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْعَقْدِ وَلَا بِقَوْلِهِ اعْمَلْ بِرَاْيِكَ اِلَّا اَنْ يَنُصَّ عَلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ وَهُوَ الِاسْتِدَانَةُ، وَهُوَ اَنْ يَشْتَرِيَ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ بَعْدَمَا اشْتَرَى بِرَاْسِ الْمَالِ السِّلْعَةَ وَمَا اَشْبَهَ ذَلِكَ لِاَنَّهُ يَصِيرُ الْمَالُ زَائِدًا عَلَى مَا انْعَقَدَ عَلَيْهِ الْمُضَارَبَةُ وَلَا يَرْضَى بِهِ وَلَا يَشْغَلُ ذِمَّتَهُ بِالدَّيْنِ، وَلَوْ اَذِنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ بِالِاسْتِدَانَةِ صَارَ الْمُشْتَرَى بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ بِمَنْزِلَةِ شَرِكَةِ الْوُجُوهِ وَاَخْذُ السَّفَاتِجِ لِاَنَّهُ نَوْعٌ مِنَ الِاسْتِدَانَةِ، وَكَذَا اِعْطَاؤُهَا لِاَنَّهُ اِقْرَاضٌ وَالْعِتْقُ بِمَالٍ وَبِغَيْرِ مَالٍ وَالْكِتَابَةُ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ وَالْاِقْرَاضُ وَالْهِبَةُ وَالصَّدَقَةُ لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ .

(ف) اور جب مضارب نے قیمت کو کسی غنی یا غریب کے حوالے کرنے کو قبول کیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ تو تاجروں کے عرف میں سے ہے بہ خلاف اس کے کہ جب وہ وصی یتیم کے مال کا حوالہ کرتا ہے۔ تو اس میں شفقت کا اعتبار ہوگا کیونکہ وصی کا تصرف سلامتی کے وصف کے ساتھ مقید ہے اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مضارب کے افعال تین ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ جس میں مطلق طور مضارب مضاربت کا مالک ہوتا ہے۔ اور یہ وہ افعال ہیں جو مضاربت کے احکام میں اور اس کے توابع کے بارے میں ہے ان میں بعض کو ہم بیان کرتے ہیں اور انہی میں سے یہ ہے کہ خرید و فروخت کے لئے وکیل بنانا ہے کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہے اور وہ رہن لینا اور دینا ہے۔ کیونکہ یہ ادا کرنا اور وصول کرنا ہے اجارہ پر دینا اور اجارہ پر لینا ہے ودیعت رکھنا تجارت کے لئے مال لینا اور مال کو لے کر سفر کرنا ہے جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ جس کے مطلق عقد سے مضارب مالک نہیں ہوا کرتا بلکہ جب اس سے "اپنی مرضی کرو" کہا جاتا ہے تب وہ مالک بنتا ہے اور یہ وہ افعال ہیں جو پہلی قسم کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ پس وجود دلالت کے وقت ان کو پہلی قسم کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب کسی مضاربت یا شرکت پر مال دیا ہے اور مال مضاربت کو اپنے یا دوسرے کے مال کے ساتھ ملاتا ہے کیونکہ رب المال مضارب ہی کی شرکت کو پسند کرتا ہے اور وہ اس کے سوا کی شرکت پر راضی ہونے والا نہیں ہے جبکہ یہ ایک عارضی معاملہ ہے جبکہ اس پر تجارت موقوف نہیں ہے۔ پس یہ امور مطلق مضاربت کے احکام میں شامل نہ ہوں گے۔ ہاں البتہ یہ بھی مال کو بڑھانے کا ایک طریقہ ہے کیونکہ اس طرح بھی یہ عمل مضاربت کے ہم معنی ہونے میں قریب ہے اور کسی دلالت کے سبب یہ مضاربت میں داخل ہو جائے گا۔ اور رب المال کا قول "اعمل برأیک" اسی کی دلیل ہے۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ اس میں ان افعال کا تعلق ہے جن میں نہ تو مضارب مطلق عقد کا مالک بنتا ہے اور نہ ہی وہ رب المال کے قول "اعمل برأیک" کہنے سے مالک بنتا ہے ہاں البتہ جب رب المال وضاحت کے ساتھ اس کام کی صراحت کرے اور وہ قرض لینا ہے۔ جس کی حالت یہ ہے کہ مضارب رأس المال سے سامان خریدنے کے بعد کچھ دراہم و دنانیر کے بدلے میں کچھ اور خریدے۔ اس لئے کہ یہ خریداری اس مال سے زائد ہے جس مضاربت منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ رب المال اس پر راضی نہ ہوگا ہاں وہ تو اپنے ذمہ پر ہونے والے قرض کے ساتھ مصروف ہونے میں راضی نہ ہوگا اور جب رب المال نے مضارب کو قرض لینے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ تو زائد خریدی ہوئی چیز شرکت وجوہ کے سبب ان کے درمیان مشترک ہوگی اور ان میں ہنڈی بھی ہے کیونکہ وہ بھی قرض کی ایک قسم ہے اور اس کو دینا بھی اس میں شامل ہے اس لئے کہ یہ قرض دینا ہے۔ مال کے بدلے میں یا بغیر مال کے غلام کو آزاد کرنا ہے اور مکاتب بنانا بھی اسی میں شامل ہے اس لئے کہ یہ معاملات تجارت نہیں کہلاتے۔ قرض دینا، ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا یہ افعال بھی مضارب رب المال کی وضاحت کے سوا نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ معاملات محض احسان ہیں تجارت نہیں ہیں۔

مضارب کا مالِ مضاربت سے غلام و باندی کا نکاح نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُزَوِّجُ عَبْدًا وَلَا اَمَةً مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ) وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يُزَوِّجُ الْاَمَةَ لِاَنَّهُ مِنْ بَابِ الْاِكْتِسَابِ ؛ اَلَا تَرَى اَنَّهُ يَسْتَفِيدُ بِهِ الْمَهْرَ وَسُقُوطَ النَّفَقَةِ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ وَالْعَقْدُ لَا يَتَضَمَّنُ إِلَّا التَّوْكِيلَ بِالتِّجَارَةِ وَصَارَ كَالْكِتَابَةِ وَالْإِعْتَاقِ عَلَى مَالٍ فَإِنَّهُ اكْتِسَابٌ، وَلَكِنْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ تِجَارَةً لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْمُضَارَبَةِ فَكَذَا هٰذَا .

ترجمہ فرمایا اور مضارب مال مضاربت میں سے کسی باندی کا نکاح نہیں کرسکتا۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ باندی کا نکاح کرسکتا ہے کیونکہ یہ کمانے کا ایک طریقہ ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ اس سے مضارب مہر حاصل کرے گا اور نفقہ کے ساقط ہونے کا فائدہ اٹھائے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نکاح تجارت نہیں ہے جبکہ مضاربت میں محض وکالت بہ تجارت کو لازم ہوتی ہے اور یہ مکاتب بنانے اور مال لنکت آزاد کرنے کی طرح ہو جائے گا اس لئے یہ بھی ایک کمانے کا طریقہ ہے مگر یہ طریقے تجارت میں معروف نہیں ہیں لہٰذا مضاربت کے تحت یہ داخل نہ ہوں گے اور باندی کی تزویج کا بھی حال ہے۔

مضارب کا رب المال کو بعض کام کے لئے مال دینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ دَفَعَ شَيْئًا مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ إِلَى رَبِّ الْمَالِ بِضَاعَةً فَاشْتَرَى رَبُّ الْمَالِ وَبَاعَ فَهُوَ عَلَى الْمُضَارَبَةِ) وَقَالَ زُفَرُ : تَفْسُدُ الْمُضَارَبَةُ لِأَنَّ رَبَّ الْمَالِ مُتَصَرِّفٌ فِي مَالِ نَفْسِهِ فَلَا يَصْلُحُ وَكِيلًا فِيهِ فَيَصِيرُ مُسْتَرِدًّا وَلِهٰذَا لَا تَصِحُّ إِذَا شَرَطَ الْعَمَلَ عَلَيْهِ ابْتِدَاءً .

وَلَنَا أَنَّ التَّخْلِيَةَ فِيهِ قَدْ تَمَّتْ وَصَارَ التَّصَرُّفُ حَقًّا لِلْمُضَارِبِ فَيَصْلُحُ رَبُّ الْمَالِ وَكِيلًا عَنْهُ فِي التَّصَرُّفِ وَالْإِبْضَاعُ تَوْكِيلٌ مِنْهُ فَلَا يَكُونُ اسْتِرْدَادًا، بِخِلَافِ شَرْطِ الْعَمَلِ عَلَيْهِ فِي الِابْتِدَاءِ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ التَّخْلِيَةَ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا دَفَعَ الْمَالَ إِلَى رَبِّ الْمَالِ مُضَارَبَةً حَيْثُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ الْمُضَارَبَةَ تَنْعَقِدُ شَرِكَةً عَلَى مَالِ رَبِّ الْمَالِ وَعَمَلِ الْمُضَارِبِ وَلَا مَالَ هَاهُنَا، فَلَوْ جَوَّزْنَاهُ يُؤَدِّي إِلَى قَلْبِ الْمَوْضُوعِ، وَإِذَا لَمْ تَصِحَّ بَقِيَ عَمَلُ رَبِّ الْمَالِ بِأَمْرِ الْمُضَارِبِ فَلَا تَبْطُلُ بِهِ الْمُضَارَبَةُ الْأُولَى .

ترجمہ فرمایا اور جب مضارب نے مضاربت کے مال میں بعض رب المال کو کام کرنے کے لئے دے دیا ہے اس کے بعد رب المال نے خرید و فروخت کی ہے تو وہ بھی مضاربت پر ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مضاربت فاسد ہو جائے گی اس لئے رب المال اپنے مال میں تصرف کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس مال میں وہ وکیل نہ رہے گا۔ بلکہ رب المال اس کو واپس لینے والا ہوگا کیونکہ جب ابتدائی طور پر رب المال پر کام کرنے کی شرط لگائی گئی ہے تو مضاربت درست نہ ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مضارب اور مال کے درمیان علیحدگی پوری طرح ہو چکی ہے اور تصرف کرنا یہ مضارب ہی کا حق بن گیا ہے پس رب المال نفس تصرف میں اس کا وکیل بنا سکتا ہے اور تجارت کی غرض سے مال دینا یہ مضارب کی جانب سے وکیل بنانا ہے

پس یہ واپس لینا نہ ہوگا یہ خلاف شروع میں شرط لگانے کے کیونکہ یہ علیحدگی سے روکنے والا ہے۔ اور یہ خلاف اس صورت کے کہ جب مضارب نے رب المال کو مضاربت کے طور پر مال دیا ہے تو دوسرا عقد درست نہ ہوگا۔ کیونکہ مضارب کے عمل اور رب المال کے مال کو ملاتے ہوئے اشتراک سے مضاربت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اور مضارب کا مال یہاں معدوم ہے۔ اور اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو اس سے قلب موضوع لازم آئے گا اور جب دوسرا عقد درست ہی نہیں ہوا ہے۔ تو رب المال کے حکم کے سبب رب المال کا کام بقیہ کے طور پر رہے گا۔ پس اس سے پہلی مضاربت باطل نہ ہوگی۔

اصلی شہر میں کام کرنے کے سبب نفقہ مضارب نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَمِلَ الْمُضَارِبُ فِي الْمِصْرِ فَلَيْسَتْ نَفَقَتُهُ فِي الْمَالِ، وَإِنْ سَافَرَ فَطَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَكِسْوَتُهُ وَرُكُوبُهُ) وَمَعْنَاهُ شِرَاءٌ وَكِرَاءٌ فِي الْمَالِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ النَّفَقَةَ تَجِبُ بِإِزَاءِ الِاحْتِبَاسِ كَنَفَقَةِ الْقَاضِي وَنَفَقَةِ الْمَرْأَةِ، وَالْمُضَارِبُ فِي الْمِصْرِ سَاكِنٌ بِالسُّكْنَى الْأَصْلِيِّ، وَإِذَا سَافَرَ صَارَ مَحْبُوسًا بِالْمُضَارَبَةِ فَيَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ فِيهِ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْأَجِيرِ لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ الْبَدَلَ لَا مَحَالَةَ فَلَا يَتَضَرَّرُ بِالْإِنْفَاقِ مِنْ مَالِهِ، أَمَّا الْمُضَارِبُ فَلَيْسَ لَهُ إلَّا الرِّبْحُ وَهُوَ فِي حَيِّزِ التَّرَدُّدِ، فَلَوْ أَنْفَقَ مِنْ مَالِهِ يَتَضَرَّرُ بِهِ، وَبِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ الْفَاسِدَةِ لِأَنَّهُ أَجِيرٌ، وَبِخِلَافِ الْبِضَاعَةِ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ .

اور جب مضارب نے اپنے ہی شہر میں کام کیا ہے تو مضاربت کے مال میں اس کا خرچ نہ ہوگا اور اگر مضارب سفر کرتا ہے تو اس کا کھانا، پینا، کپڑا اور سواری یعنی خریدنا اور کرایہ دینا یہ سب مضاربت کے مال سے ہوگا ان دونوں میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ خرچہ روکنے کے مقابلے میں ہوتا ہے جس طرح قاضی اور عورت کو نفقہ ہے۔

اور جب مضارب شہر میں وطن اصلی کے طور پر رہتا ہے اور جب وہ سفر کرتا ہے تو مضاربت کے سبب سے وہ مقید ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ مال مضاربت سے نفقہ کا حقدار بنے گا اور یہ حکم اجرت لینے والے کے خلاف ہے۔ کیونکہ اجیر ہر حالت میں بدل کا حقدار بنتا ہے۔ پس اپنے مال خرچ کرنے کے سبب وہ نقصان اٹھانے والا نہ ہوگا جبکہ مضارب کو تو صرف نفع ملتا ہے اور نفع کا ملنا یہ مشکوک ہے اور اگر مضارب اپنا مال خرچ کرے گا تو اس کا نقصان ہوگا یہ خلاف مضاربت فاسدہ کے کیونکہ وہ اجیر ہے یہ خلاف بضاعت کے کیونکہ وہ متبرع ہے۔

مضاربت سے بچ جانے والے سامان کا بیان

قَالَ (فَإِنْ بَقِيَ شَيْءٌ فِي يَدِهِ بَعْدَمَا قَدِمَ مِصْرَهُ رَدَّهُ فِي الْمُضَارَبَةِ) لِانْتِهَاءِ الِاسْتِحْقَاقِ، وَلَوْ كَانَ خُرُوجُهُ دُونَ السَّفَرِ فَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ يَغْدُو ثُمَّ يَرُوحُ فَيَبِيتُ بِأَهْلِهِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ السُّوقِيِّ فِي الْمِصْرِ، وَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ لَا يَبِيتُ بِأَهْلِهِ فَنَفَقَتُهُ فِي مَالِ الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّ خُرُوجَهُ

لِلْمُضَارَبَةِ، وَالنَّفَقَةُ هِيَ مَا يُصْرَفُ إِلَى الْحَاجَةِ الرَّاتِبَةِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا، وَمِنْ ذَلِكَ غَسْلُ ثِيَابِهِ وَأُجْرَةُ أَجِيرٍ يَخْدُمُهُ وَعَلَفُ دَابَّةٍ يَرْكَبُهَا وَالدُّهْنُ فِي مَوْضِعٍ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ عَادَةً كَالْحِجَازِ، وَإِنَّمَا يُطْلَقُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ بِالْمَعْرُوفِ حَتَّى يَضْمَنَ الْفَضْلَ إِنْ جَاوَزَهُ اعْتِبَارًا لِلْمُتَعَارَفِ بَيْنَ التُّجَّارِ .

اور جب شہر میں واپس آنے کے بعد مضارب کے ہاں کچھ سامان بچ گیا ہے تو وہ اس کو مضاربت میں واپس کردے۔ کیونکہ اب اس کا حق ختم ہو چکا ہے اور جب وہ سفر کی مسافت سے کم سفر کے لئے نکلا ہے یعنی اس طرح نکلا ہے کہ وہ صبح کو جائے گا اور شام کو وہ پاس آ جائے گا اور اپنے گھر میں رات گزارے گا۔ تو وہ اپنے شہر کے بازار میں رہنے والا شمار کیا جائے گا۔

اور اگر وہ اتنا دور جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں رات گزارنے والا نہیں ہے تو اس کا نفقہ مضاربت کے مال سے ہوگا۔ کیونکہ اب وہ مضاربت کے لئے گیا ہوا ہے۔ اور نفقہ وہ ہے روزمرہ کی ضروریات پر خرچ کیا جاتا ہے اور ایسی ضروریات کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مضارب کے کپڑوں کی دھلائی بھی انہی میں سے ہے۔ اور اس کے نوکر کی مزدوری ہے۔ اور اس کی سواری کا چارہ ہے۔ اور جن ملکوں میں تیل لگانے کی عادت ہو جس طرح ملک حجاز ہے کہ وہاں تیل ہے اور ان تمام اشیاء میں قانون کے موافق مضارب کو اجازت دی جائے گی۔ یہی سبب ہے کہ جب تاجروں میں مشہور صرفہ بڑھ جائے تو زیادتی کا وہی ضامن ہوگا۔

دواء کا نفقہ مضارب میں شامل ہونے کا بیان

قَالَ (وَأَمَّا الدَّوَاءُ فَفِي مَالِهِ) فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ . وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَدْخُلُ فِي النَّفَقَةِ لِأَنَّهُ لِإِصْلَاحِ بَدَنِهِ وَلَا يَتَمَكَّنُ مِنَ التِّجَارَةِ إِلَّا بِهِ فَصَارَ كَالنَّفَقَةِ، وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى النَّفَقَةِ مَعْلُومَةُ الْوُقُوعِ وَإِلَى الدَّوَاءِ بِعَارِضِ الْمَرَضِ، وَلِهَذَا كَانَتْ نَفَقَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ وَدَوَاؤُهَا فِي مَالِهَا .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ دوا نفقہ میں شامل ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مضارب کی دواء اس کے مال سے ہوگی۔ کیونکہ دوا سے بدن کی اصلاح ہوتی ہے اور بدن کی سلامتی کے بغیر مضارب تجارت نہیں کر سکے گا۔ اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ کی حاجت یقینی طور پر معلوم ہے جبکہ دوا کی ضرورت مرض کے آنے کے سبب پڑتی ہے۔ اسی دلیل کے سبب بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے جبکہ اس کی دوائی اس کے اپنے مال سے ہوتی ہے۔

نفع مضارب سے راس المال کا خرچہ وصول کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رَبِحَ أَخَذَ رَبُّ الْمَالِ مَا أَنْفَقَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ، فَإِنْ بَاعَ الْمَتَاعَ مُرَابَحَةً حَسَبَ مَا أَنْفَقَ عَلَى الْمَتَاعِ مِنَ الْحُمْلَانِ وَنَحْوِهِ، وَلَا يَحْتَسِبُ مَا أَنْفَقَ عَلَى نَفْسِهِ) لِأَنَّ الْعُرْفَ جَارٍ بِإِلْحَاقِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي، وَلِأَنَّ الْأَوَّلَ يُوجِبُ زِيَادَةً فِي الْمَالِيَّةِ بِزِيَادَةِ الْقِيمَةِ وَالثَّانِي لَا

بُوجُهَا۔

[۱] اور جب مضارب نے نفع کمایا تو اس نے جو رأس المال سے مال خرچ کیا ہے۔ رب المال اس سے وہ وصول کرلے۔ اور جب مضارب نے بیع مرابحہ کے طور پر مال بیچا ہے تو اس مال کو لانے آنے کا جو خرچہ ہوا ہے تو وہ اس کو اصل رقم میں شامل کرے۔ لیکن جو اس نے اپنے اوپر خرچ کیا ہے اس کو شامل نہ کرے۔ کیونکہ سامان کے خرچ کو شامل کرنے کا رواج ہے۔ جبکہ اپنی ذات پر خرچ کیے ہوئے کا عرف نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا الحاق قیمت کی زیادتی کے حوالے سے مالیت کی زیادتی کا سبب ہے جبکہ دوسرے سے یہ زیادتی حاصل ہونے والی نہیں ہے۔

مضارب کا دراہم کے بدلے کپڑا خریدنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرٰى بِهَا ثِيَابًا فَقَصَّرَهَا أَوْ حَمَلَهَا بِمِائَةٍ مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ قِيلَ لَهُ اعْمَلْ بِرَأْيِكَ فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ) لِأَنَّهُ اسْتِدَانَةٌ عَلٰى رَبِّ الْمَالِ فَلَا يَنْتَظِمُهُ هٰذَا الْمَقَالُ عَلٰى مَا مَرَّ (وَإِنْ صَبَغَهَا أَحْمَرَ فَهُوَ شَرِيكٌ بِمَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ وَلَا يَضْمَنُ) لِأَنَّهُ عَيْنُ مَالٍ قَائِمٍ بِهِ حَتّٰى إِذَا بِيعَ كَانَ لَهُ حِصَّةُ الصَّبْغِ وَحِصَّةُ الثَّوْبِ الْأَبْيَضِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ بِخِلَافِ الْقِصَارَةِ وَالْحَمْلِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِعَيْنِ مَالٍ قَائِمٍ بِهِ، وَلِهٰذَا إِذَا فَعَلَهُ الْغَاصِبُ ضَاعَ وَلَا يَضِيعُ إِذَا صَبَغَ الْمَغْصُوبَ، وَإِذَا صَارَ شَرِيكًا بِالصَّبْغِ انْتَظَمَهُ قَوْلُهُ اعْمَلْ بِرَأْيِكَ انْتِظَامَهُ الْخُلْطَةَ فَلَا يَضْمَنُهُ

اور جب مضارب کے پاس ایک ہزار دراہم ہیں اور اس نے ان دراہم کے بدلے میں کپڑے کا تھان خریدا ہے اور اپنے پاس سے سو دراہم خرچ کر کے اس پر کڑھائی کرائی ہے یا اس کو اٹھوا کر کہیں دوسری جگہ رکھوایا ہے اور مضارب نے اس کو یہ کہہ دیا تھا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو تو اس میں سو روپے کا خرچہ دینے میں وہ متبرع ہوگا کیونکہ یہ رب المال پر قرض لینا ہے پس یہ قول ''اپنی مرضی سے عمل کرو'' اس کام کو شامل نہ ہوگا جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب مضارب نے سرخ رنگ سے اس کو رنگ کر دیا ہے تو رنگنے کے سبب جس قدر اضافہ ہوا ہے اس مقدار میں مضارب رب المال کا شریک ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ رنگنا ایسا مال عین ہے جو کپڑے کے ساتھ موجود ہے یہاں تک کہ جب اس کو بیچ دیا جائے تو اسے رنگ کا حصہ بھی ملے گا۔ اور سفید کپڑے کے حصے کی قیمت مضاربت پر ہوگی۔ بہ خلاف کڑھائی اور اٹھوانے اور رکھوانے کے کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کپڑے کے ساتھ موجود ہو اسی لئے جب غاصب نے ایسا کام کیا ہے تو اس کا عمل تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ مغصوبہ کپڑا رنگنے کے سبب ضائع نہ ہوگا اور جب رنگنے کے سبب مضارب رب المال کا شریک ہو گیا ہے تو رب المال کا قول ''اپنی مرضی سے کام کرو'' ملانے کے انتظام کے طور پر اس کو شامل ہو جائے گا کیونکہ ملانے کے سبب رب المال ضامن نہ ہوگا۔

فصل فی مسائل المتفرقه

﴿یہ فصل متفرق مسائل کے بیان میں ہے﴾

مسائل متفرقہ فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ اس فصل میں کتاب مضاربہ کے ان مسائل کو بیان کریں گے جو فقہی جزئیات میں متفرق یعنی مختلف ابواب وفصول سے ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے کہ اس میں مذکورہ کتاب کے مختلف جزوی دلائل سے مستنبط شدہ مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

مضارب کے ساتھ نصف کی شرط لگانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا بَزًّا فَبَاعَهُ بِأَلْفَيْنِ ثُمَّ اشْتَرَى بِالْأَلْفَيْنِ عَبْدًا فَلَمْ يَنْقُدْهُمَا حَتَّى ضَاعَا يَغْرَمُ رَبُّ الْمَالِ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ وَالْمُضَارِبُ خَمْسَمِائَةٍ وَيَكُونُ رُبْعُ الْعَبْدِ لِلْمُضَارِبِ وَثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ) قَالَ: هَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ حَاصِلُ الْجَوَابِ، لِأَنَّ الثَّمَنَ كُلَّهُ عَلَى الْمُضَارِبِ إذْ هُوَ الْعَاقِدُ، إلَّا أَنَّ لَهُ حَقَّ الرُّجُوعِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ عَلَى مَا نُبَيِّنُ فَيَكُونُ عَلَيْهِ فِي الْأُجْرَةِ .

وَوَجْهُهُ أَنَّهُ لَمَّا نَضَّ الْمَالُ ظَهَرَ الرِّبْحُ وَلَهُ مِنْهُ وَهُوَ خَمْسُمِائَةٍ، فَإِذَا اشْتَرَى بِالْأَلْفَيْنِ عَبْدًا صَارَ مُشْتَرِيًا رُبْعَهُ لِنَفْسِهِ وَثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ لِلْمُضَارَبَةِ عَلَى حَسَبِ انْقِسَامِ الْأَلْفَيْنِ، وَإِذَا ضَاعَتْ الْأَلْفَانِ وَجَبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ لِمَا بَيَّنَّاهُ، وَلَهُ الرُّجُوعُ بِثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ الثَّمَنِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ وَكِيلٌ مِنْ جِهَتِهِ فِيهِ وَيَخْرُجُ نَصِيبُ الْمُضَارِبِ وَهُوَ الرُّبْعُ مِنْ الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ وَمَالُ الْمُضَارَبَةِ أَمَانَةٌ وَبَيْنَهُمَا مُنَافَاةٌ وَيَبْقَى ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْعَبْدِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ مَا يُنَافِي الْمُضَارَبَةَ (وَيَكُونُ رَأْسُ الْمَالِ أَلْفَيْنِ وَخَمْسَمِائَةٍ) لِأَنَّهُ دَفَعَ مَرَّةً أَلْفًا وَمَرَّةً أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ (وَلَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً إلَّا عَلَى أَلْفَيْنِ) لِأَنَّهُ اشْتَرَاهُ بِأَلْفَيْنِ، وَيَظْهَرُ ذَلِكَ فِيمَا إذَا بِيعَ الْعَبْدُ بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ فَحِصَّةُ الْمُضَارَبَةِ ثَلَاثَةُ آلَافٍ يَرْفَعُ رَأْسَ الْمَالِ وَيَبْقَى خَمْسُمِائَةٍ رِبْحٌ

بَيْنَهُمَا .

اور جب مضارب کے ہاں نصف نفع کی شرط کے مطابق ایک ہزار دراہم تھے اور اس نے ان کے بدلے میں کاٹن کے کپڑوں کا تھان خرید کر اس کو دو ہزار میں بیچ دیا ہے اور اس نے دو ہزار دراہم کے بدلے میں ایک غلام کو خرید لیا۔ مگر اس کی قیمت دینے پہلے دو ہزار نقدی دراہم کی اس سے ضائع ہو گئی تو اب رب المال ڈیڑھ ہزار دراہم کا ضامن ہوگا جبکہ مضارب پانچ سو کا ضامن ہوگا اور غلام چوتھائی اور تین چوتھائی کے مطابق مضاربت پر ہوگا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے جو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ جواب کا خلاصہ ہے کیونکہ اصل میں ساری قیمت مضارب پر ہی لازم ہے کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے مگر اس کو رب المال سے ڈیڑھ ہزار دراہم لینے کا حق حاصل ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ بہر حال یہ پندرہ سو کی رقم رب المال پر ہی واجب ہوگی۔

اور اس کی دلیل اس طرح ہے کہ جب نقد مال ختم ہو چکا ہے تو نفع ظاہر ہوا ہے اور پانچ سو ریال ہے اس کے بعد جب مضارب نے دو ہزار میں غلام کو کریدا ہے تو وہ اس کا نفع اپنے لئے خریدنے والا بن جائے گا اور تین چوتھائی مضاربت کے لئے ہے تو دو ہزار دراہم میں تقسیم ہوگا مگر جب وہ دو ہزار ضائع ہو چکے ہیں تو اس پر قیمت واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں اور اس تین چوتھائی حصے کی قیمت کو رب المال پر رجوع کرنے کا حق ہوگا اس لئے اس حصے میں رب المال کا وکیل ہے اور مضارب کا چوتھائی حصہ مضاربت سے خارج ہونے والا ہے۔ اس سبب سے کہ یہ مال اسی پر مضمون ہے حالانکہ مضاربت کا مال امانت ہے۔ اور مضمون مال اور امام امانت میں فرق ہے جبکہ غلام کے تین چوتھائی حصے مضاربت پر ہوں گے اس لئے کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مضاربت کو روکنے والی ہو۔

اور اب اگر رأس المال ڈیڑھ ہزار دراہم ہے اس لئے کہ ایک مرتبہ جب مضارب نے اس کو ایک ہزار دیا ہے اور ایک بار ڈیڑھ ہزار دیا ہے اور مضارب دو ہزار میں اس کو بطور مرابحہ کے بیچ سکتا ہے کیونکہ اس نے دو ہزار میں اس کو خریدا ہے اور اس کا فائدہ تب ظاہر ہوگا جب یہ غلام چار ہزار میں بیچا جائے گا۔ تو مضاربت کے حصے میں تین ہزار ہوں گے۔ جس میں سے رأس المال کے لئے ڈھائی ہزار ہوں گے جبکہ بقیہ پانچ سو ان کے درمیان مشترکہ ہوگا۔

مضارب کا بطور مرابحہ کسی چیز کو بیچنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرَى رَبُّ الْمَالِ عَبْدًا بِخَمْسِمِائَةٍ وَبَاعَهُ إِيَّاهُ بِأَلْفٍ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى خَمْسِمِائَةٍ) لِأَنَّ هَذَا الْبَيْعَ مَقْضِيٌّ بِجَوَازِهِ لِتَغَايُرِ الْمَقَاصِدِ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ وَإِنْ كَانَ بَيْعَ مِلْكِهِ بِمِلْكِهِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ شُبْهَةَ الْعَدَمِ، وَمَبْنَى الْمُرَابَحَةِ عَلَى الْأَمَانَةِ وَالِاحْتِرَازِ عَنْ شُبْهَةِ الْخِيَانَةِ فَاعْتُبِرَ أَقَلُّ الثَّمَنَيْنِ، وَلَوْ اشْتَرَى الْمُضَارِبُ عَبْدًا بِأَلْفٍ وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِأَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ بَاعَهُ مُرَابَحَةً بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ لِأَنَّهُ اُعْتُبِرَ عَدَمًا فِي حَقِّ نِصْفِ الرِّبْحِ وَهُوَ نَصِيبُ

رَبِّ الْمَالِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ .

ترجمہ فرمایا کہ جب مضارب کے پاس ایک ہزار دراہم ہوں اور رب المال کسی اجنبی سے پانچ سو میں ایک غلام کو خرید تے ہوئے اس کو مضارب کے ہاتھ میں ایک ہزار میں بیچ دیتا ہے اور مضارب کو بطور مرابحہ بیچنا چاہتا ہے تو وہ اس کو پانچ سو میں بیچ دے گا کیونکہ ضرورت کو پورا کرنے اور اختلاف مقصود کے سبب اس بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسی بیع ہے جس کا رب المال اپنے مال سے مالک بننے والا ہے مگر اس میں عدم جواز کا شک ہے۔ اور مرابحہ کا مقصد امانت ہے اور شبہ خیانت سے حفاظت ہے پس مرابحہ میں تھوڑی قیمتوں میں سے کم قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مضارب نے ایک ہزار کے بدلے میں کسی غلام کو خریدتے ہوئے اس کو رب المال کے ہاتھ میں بارہ سو میں فروخت کر دیا ہے اور رب المال نے اس کو گیارہ سو میں بطور مرابحہ بیچ دیا ہے کیونکہ نصف نفع کے حق میں اس کی بیع کو کالعدم تسلیم کیا گیا ہے اور وہ رب المال کا حصہ بنتا ہے اور کتاب بیوع میں یہ گزر چکا ہے۔

مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا عَبْدًا قِيمَتُهُ أَلْفَانِ فَقَتَلَ الْعَبْدُ رَجُلًا خَطأً فَثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْفِدَاءِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ وَرُبْعُهُ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِأَنَّ الْفِدَاءَ مُؤْنَةُ الْمِلْكِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ وَقَدْ كَانَ الْمِلْكُ بَيْنَهُمَا أَرْبَاعًا، لِأَنَّهُ لَمَّا صَارَ الْمَالُ عَيْنًا وَاحِدًا ظَهَرَ الرِّبْحُ وَهُوَ أَلْفٌ بَيْنَهُمَا وَأَلْفٌ لِرَبِّ الْمَالِ بِرَأْسِ مَالِهِ لِأَنَّ قِيمَتَهُ أَلْفَانِ، وَإِذَا فَدَيَا خَرَجَ الْعَبْدُ عَنِ الْمُضَارَبَةِ، أَمَّا نَصِيبُ الْمُضَارِبِ فَلِمَا بَيَّنَّاهُ، وَأَمَّا نَصِيبُ رَبِّ الْمَالِ فَلِقَضَاءِ الْقَاضِي بِانْقِسَامِ الْفِدَاءِ عَلَيْهِمَا لِمَا أَنَّهُ يَتَضَمَّنُ قِسْمَةَ الْعَبْدِ بَيْنَهُمَا وَالْمُضَارَبَةُ تَنْتَهِي بِالْقِسْمَةِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّ جَمِيعَ الثَّمَنِ فِيهِ عَلَى الْمُضَارِبِ وَإِنْ كَانَ لَهُ حَقُّ الرُّجُوعِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الْقِسْمَةِ، وَلِأَنَّ الْعَبْدَ كَالزَّائِلِ عَنْ مِلْكِهِمَا بِالْجِنَايَةِ، وَدَفْعُ الْفِدَاءِ كَابْتِدَاءِ الشِّرَاءِ فَيَكُونُ الْعَبْدُ بَيْنَهُمَا أَرْبَاعًا لَا عَلَى الْمُضَارَبَةِ يَخْدُمُ الْمُضَارِبَ يَوْمًا وَرَبَّ الْمَالِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ .

ترجمہ اور جب مضارب کے پاس آدھے نفع کی شرط کے مطابق ایک ہزار دراہم ہوں اور اس نے اس ایک ہزار کے بدلے میں ایسا غلام خریدا ہے جس کی قیمت دو ہزار ہے۔ اور اس غلام نے غلطی کے طور پر کسی کو قتل کر دیا ہے تو فدیہ کی تین چوتھائی رقم رب المال پر ہوگی اور اس کی چوتھائی رقم مضارب پر ہوگی۔ کیونکہ فدیہ صرف ملکیت کا ہے۔ اور ملکیت مقدار کے برابر ہوگی اور یہ ملکیت مضارب اور رب المال کے درمیان چار چوتھائی کے حساب سے ہے کیونکہ اس کا ضمان بھی نفع کے حساب سے ہوگا اور یہ اس لئے ایسا ہے کہ جب مال ایک عین ہے جس کی قیمت دو ہزار ہے اور وہ ایک ہزار میں بطور نفع دونوں کے درمیان مشترکہ ہے اور ایک

ہزار رب المال کے لئے اس کے راس المال کے بدلے میں ہوگا کیونکہ مضاربت سے خریدا ہوا غلام دو ہزار قیمت کا ہے۔
اور جب ان دونوں نے فدیہ ادا کر دیا ہے تو وہ غلام مضاربت سے خارج ہو جائے گا جبکہ مضارب کا حصہ تو وہ اسی کے سبب سے ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور رب المال کا حصہ اس سبب سے خارج ہو جائے گا کیونکہ قاضی نے ان پر فدیہ کی تقسیم کا فیصلہ دے دیا ہے کیونکہ یہ فیصلہ ان دونوں کے درمیان غلام کی تقسیم میں شامل ہے اور تقسیم مضاربت کو ختم کرنے والی ہے بہ خلاف اس صورت کے جو گزر گئی ہے۔ کیونکہ اس میں ساری قیمت ہی مضارب پر لازم آتی ہے خواہ اس کے لئے رجوع کا حق ہے پس تقسیم کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جنایت کرنے کے سبب وہ غلام ان کی ملکیت سے ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ فدیہ دینا یہ ابتدائی طور پر خریدنے کی طرح ہو جائے گا پس وہ غلام ان کے درمیان مشترکہ نفع کے حساب سے ہوگا مگر مضاربت کے طور پر نہ ہوگا کیونکہ اب وہ غلام ایک دن مضارب کی خدمت کرے گا اور وہ تین رب المال کی خدمت کرے گا بہ خلاف اس صورت کے کہ جو اس سے پہلے بیان کر دی گئی ہے

مضارب کا دراہم ادا کرنے سے قبل غلام کے فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ اَلْفٌ فَاشْتَرٰى بِهَا عَبْدًا فَلَمْ يَنْقُدْهَا حَتّٰى هَلَكَتْ يَدْفَعُ رَبُّ الْمَالِ ذٰلِكَ الثَّمَنَ وَرَأْسُ الْمَالِ جَمِيعُ مَا يَدْفَعُ اِلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ) لِاَنَّ الْمَالَ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ وَلَا يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا، وَالِاسْتِيفَاءُ اِنَّمَا يَكُونُ بِقَبْضٍ مَضْمُونٍ وَحُكْمُ الْاَمَانَةِ يُنَافِيهِ فَيَرْجِعُ مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰى، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ اِذَا كَانَ الثَّمَنُ مَدْفُوعًا اِلَيْهِ قَبْلَ الشِّرَاءِ وَهَلَكَ بَعْدَ الشِّرَاءِ حَيْثُ لَا يَرْجِعُ اِلَّا مَرَّةً لِاَنَّهُ اَمْكَنَ جَعْلُهُ مُسْتَوْفِيًا، لِاَنَّ الْوَكَالَةَ تُجَامِعُ الضَّمَانَ كَالْغَاصِبِ اِذَا تَوَكَّلَ بِبَيْعِ الْمَغْصُوبِ، ثُمَّ فِي الْوَكَالَةِ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ يَرْجِعُ مَرَّةً، وَفِيمَا اِذَا اشْتَرٰى ثُمَّ دَفَعَ الْمُوَكِّلُ اِلَيْهِ الْمَالَ فَهَلَكَ لَا يَرْجِعُ لِاَنَّهُ ثَبَتَ لَهُ حَقُّ الرُّجُوعِ بِنَفْسِ الشِّرَاءِ فَجُعِلَ مُسْتَوْفِيًا بِالْقَبْضِ بَعْدَهُ، اَمَّا الْمَدْفُوعُ اِلَيْهِ قَبْلَ الشِّرَاءِ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْاَمَانَةِ بَعْدَهُ فَلَمْ يَصِرْ مُسْتَوْفِيًا، فَاِذَا هَلَكَ رَجَعَ عَلَيْهِ مَرَّةً ثُمَّ لَا يَرْجِعُ لِوُقُوعِ الْاِسْتِيفَاءِ عَلٰى مَا مَرَّ

فرمایا کہ جب مضارب کے پاس ایک ہزار دراہم ہوں اور اس نے ان دراہم کے بدلے میں ایک غلام خریدا ہے مگر ان دراہم کو ادا کرنے سے پہلے ہی وہ دراہم ہلاک ہو گئے ہیں تو وہ قیمت رب المال ادا کرے گا۔ اور جتنی بار ہزار ہلاک ہوگا اتنی بار رب المال ادا کرنے والا ہوگا اور رب المال کو مضارب کو جس قدر مال دے گا وہ سب راس المال ہوگا کیونکہ یہ مال مضارب کے پاس بطور امانت ہے جبکہ ضمان اس وقت لیا جاتا ہے جب قبضہ ضمانت میں ہو۔ حالانکہ امانت کا حکم ضمانت کے خلاف ہے پس ایک بار کے بعد مضارب رب المال سے ثمن کا مال واپس لے گا بہ خلاف وکیل بہ شراء کے کیونکہ جب خریدے سے پہلے اس کو ثمن دے دی گئی ہے اور خریدنے کے بعد وہ قیمت ہلاک ہوگئی ہے تو وہ صرف ایک بار موکل سے ثمن لینے کا حقدار ہے کیونکہ وکیل سے ضمان لینے ممکن ہے اس لئے کہ وکالت ضمان کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ جس طرح غاصب مغصوبہ مال کو بیچنے کا وکیل بنا جائے، اس کے بعد وکالت کی

اس صورت میں وکیل ایک بار موکل سے ثمن لے گا اور جب وکیل نے کوئی چیز خریدی ہے اس کے بعد موکل نے اس کو مال دے دیا ہے اور وہ مال ہلاک ہو گیا ہے تو وکیل دوبارہ موکل سے ثمن وصول نہیں کر سکے گا کیونکہ خریداری کے سبب سے وکیل کو رجوع کرنے کا حق تھا جو خریداری کے بعد رقم پر قبضہ کرنے کے سبب سے وہ اپنا حق وصول کر چکا ہے۔ ہاں البتہ وہ رقم جو اس نے خریداری سے پہلے وکیل دے دی ہے تو وہ اس کے پاس امانت ہے اور خریداری کے بعد بھی وہ اسی امانت پر قائم رہے گا پس اس صورت میں وہ اپنا حق وصول کرنے والا نہ ہوگا اور جب ایک بار قیمت ہلاک ہو جائے تو وکیل موکل سے ایک بار لینے کا حقدار ہوتا ہے جبکہ وہ دوبارہ اس سے نہیں لے سکے گا کیونکہ اس کے حق میں وصولی مکمل ہو چکی ہے۔

فصل فی الاختلاف

﴿یہ فصل اختلاف کے بیان میں ہے﴾

فصل اختلاف فریقین کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں رب المال اور مضارب کا اختلاف ہو جانے کو بیان کیا ہے۔ اور فقہی مطابقت کے موافق اصول یہی ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق یہ اصل ہے جبکہ اختلاف یہ فرع ہے۔ اور اتفاق کا مرتبہ اختلاف سے زیادہ اور عظیم ہے۔ لہٰذا اس کا درجہ بعید ہونے کے سبب اس فصل کو مؤخر بیان کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۲۰۳، بیروت)

مضارب کے پاس دو ہزار دراہم ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ أَلْفَانِ فَقَالَ دَفَعْت إلَيَّ أَلْفًا وَرَبِحْت أَلْفًا وَقَالَ رَبُّ الْمَالِ لَا بَلْ دَفَعْت إلَيْك أَلْفَيْنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُضَارِبِ) وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ أَوَّلًا الْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ الْمَالِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ، لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدَّعِي عَلَيْهِ الشَّرِكَةَ فِي الرِّبْحِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ، ثُمَّ رَجَعَ إلَى مَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ لِأَنَّ الِاخْتِلَافَ فِي الْحَقِيقَةِ فِي مِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ وَفِي مِثْلِهِ الْقَوْلُ قَوْلُ الْقَابِضِ ضَمِينًا كَانَ أَوْ أَمِينًا لِأَنَّهُ أَعْرَفُ بِمِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ، وَلَوْ اخْتَلَفَا مَعَ ذَلِكَ فِي مِقْدَارِ الرِّبْحِ فَالْقَوْلُ فِيهِ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّ الرِّبْحَ يُسْتَحَقُّ بِالشَّرْطِ وَهُوَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ، وَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى مَا ادَّعَى مِنْ فَضْلٍ قُبِلَتْ لِأَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِلْإِثْبَاتِ

فرمایا کہ جب مضارب کے ہاں دو ہزار دراہم ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ تم نے مجھے ایک ہزار دیا تھا اور ایک ہزار میں نے نفع کمالیا ہے۔ رب المال کہتا ہے کہ نہیں بلکہ میں نے تم کو دو ہزار دیئے تھے تو مضارب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پہلے اس بات کے قائل تھے کہ رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یہی امام زفر علیہ الرحمہ کا قول ہے کیونکہ مضارب نفع میں رب المال پر شرکت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جبکہ رب المال اس کا انکاری ہے۔ اور منکر کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی جانب رجوع کیا ہے جس کو قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف حقیقت میں مضارب کے قبضہ کردہ حقدار کے برابر ہے اور اس جیسی صورت میں قبضہ کرنے والے کے قول کا اعتبار کیا جاتا

ہے۔ اگر چہ وہ ضامن ہو یا امانت والا ہو۔ اس لئے کہ قبضہ کردہ مقدار سے زیادہ واقف وہی ہے۔

اور جب رأس المال میں اختلاف کے ساتھ ساتھ نفع کی مقدار میں بھی دونوں نے اختلاف کر دیا ہے تو نفع کے بارے میں رب المال کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ نفع کا حقدار ہونا یہ شرط کے سبب سے ہے اور شرط رب المال کی جانب سے ہوئی ہے۔ اور ان میں سے جو بھی زیادتی کے بارے میں گواہی پیش کرے گا اسی کی گواہی کو قبول کر لیا جائے گا کیونکہ کسی چیز کے ثبوت کے لئے گواہیاں ہوا کرتی ہیں۔

مال کا کاروبار کے لئے ہونے میں رب المال کے قول کا اعتبار

(وَمَنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَقَالَ هِيَ مُضَارَبَةٌ لِفُلَانٍ بِالنِّصْفِ وَقَدْ رَبِحَ أَلْفًا وَقَالَ فُلَانٌ هِيَ بِضَاعَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ الْمَالِ) لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدَّعِي عَلَيْهِ تَقْوِيمَ عَمَلِهِ أَوْ شَرْطًا مِنْ جِهَتِهِ أَوْ يَدَّعِي الشَّرِكَةَ وَهُوَ يُنْكِرُ، وَلَوْ قَالَ الْمُضَارِبُ أَقْرَضْتَنِي وَقَالَ رَبُّ الْمَالِ هُوَ بِضَاعَةٌ أَوْ وَدِيعَةٌ فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُضَارِبِ، لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدَّعِي عَلَيْهِ التَّمَلُّكَ وَهُوَ يُنْكِرُ.

جب کسی شخص کے پاس ایک ہزار دراہم ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ یہ مال نصف نفع کی شرط کے مطابق فلاں کے لئے مضاربت پر ہے اور اس نے ایک ہزار کمایا ہے اور وہ فلاں کہتا ہے کہ وہ کاروبار کے لئے ہے تو رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ مضارب رب المال کے خلاف اپنے کام کے قیمتی ہونے والا دعویٰ کرنے والا ہے یا اس کی جانب سے شرط کا دعویٰ کر رہا ہے یا وہ نفع میں شرکت کا مدعی ہے جبکہ رب المال اس کا انکاری ہے تو انکاری کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

رب المال کا خاص تجارت کے لئے دعویٰ کرنے کا بیان

وَلَوْ ادَّعَى رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارَبَةَ فِي نَوْعٍ وَقَالَ الْآخَرُ مَا سَمَّيْتَ لِي تِجَارَةً بِعَيْنِهَا فَالْقَوْلُ لِلْمُضَارِبِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الْعُمُومُ وَالْإِطْلَاقُ، وَالتَّخْصِيصُ يُعَارِضُ الشَّرْطَ، بِخِلَافِ الْوَكَالَةِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الْخُصُوصُ.

وَلَوْ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نَوْعًا فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى التَّخْصِيصِ، وَالْإِذْنُ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ، وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُضَارِبِ لِحَاجَتِهِ إلَى نَفْيِ الضَّمَانِ وَعَدَمِ حَاجَةِ الْآخَرِ إلَى الْبَيِّنَةِ، وَلَوْ وَقَّتَتْ الْبَيِّنَتَانِ وَقْتًا فَصَاحِبُ الْوَقْتِ الْأَخِيرِ أَوْلَى لِأَنَّ آخِرَ الشَّرْطَيْنِ يَنْقُضُ الْأَوَّلَ.

اور جب رب المال نے کسی خاص قسم کی تجارت کا دعویٰ کیا ہے اور مضارب کہتا ہے کہ تم نے کسی معین تجارت کے

لئے مال نہ دیا تھا تو مضارب کی بات کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ مضاربت میں عموم اور اطلاق اصل ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ خاص کرنا یہ عارضی طور پر شرط میں ہوتا ہے بہ خلاف وکالت کے کیونکہ وکالت میں اصل خصوص ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب مضارب اور رب المال میں سے دونوں نے ایک ایک قسم کی تجارت کی ہے تو رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ دونوں خاص کرنے میں اتفاق کرنے والے ہیں۔ جبکہ اجازت رب المال کی جانب سے ملنے والی ہے کیونکہ خصوص کے بارے میں اسی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور جب ان دونوں نے گواہی پیش کر دی ہے تو مضارب کی گواہی کو قبول کیا جائے گا کیونکہ اس کو اپنی ذات سے ضمان کو دور کرنے کی ضرورت ہے جبکہ رب المال کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جب دونوں گواہیوں کی تاریخ بیان کر دی گئی ہے تو بعد والی تاریخ کا اعتبار کرنا افضل ہوگا اس لئے کہ بعد والی شرط پہلی کو توڑنے والی ہوا کرتی ہے۔

کِتَابُ الْوَدِیْعَۃِ

﴿یہ کتاب ودیعت کے بیان میں ہے﴾

کتاب ودیعت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب مضاربت کے بعد کتاب ودیعت کو بیان کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مضاربت میں مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت ہوتا ہے اور اسی طرح ودیعت میں بھی مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت ہوتا ہے۔ ہاں البتہ ان دونوں قسم کے اموال میں فرق یہ ہے کہ مضاربت کا مال یہ ایک عمومی مال ہوتا ہے جبکہ ودیعت والا مال یہ ایک خاص قسم کا مال ہوتا ہے اور اصول یہی ہے کہ خاص عام سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا مضاربت سے ودیعت کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

ودیعت کے شرعی مأخذ کا بیان

(اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۔(النساء،۵۸)

اللہ (عز وجل) حکم فرماتا ہے کہ امانت جس کی ہو اُسے دے دو۔

(وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَ عَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۔(المؤمنون،۸)

اور فلاح پانے والے وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھتے ہیں۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں مذکورہ آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کسی دوسرے شخص کے پاس مال کو بطور امانت رکھنا شریعت کے مطابق مباح ہے۔ اور ودیعت امانت ہی کی طرح ہے لہٰذا ودیعت کے شرعی مأخذ کے طور انہی آیات سے استدلال کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی گئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

حضرت عروہ بارقی سے روایت ہے کہ نبی کریم نے اپنے واسطے بکری خریدنے کے لیے ایک اشرفی دی انہوں نے آپ کے لیے دو بکریاں خرید لیں پھر ایک بکری ایک اشرفی میں فروخت کر دی اور نبی کی خدمت میں ایک بکری اور ایک اشرفی پیش کر دی تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو برکت کی دعا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کی دعا کا اثر تھا کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی ان کو نفع ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عروہ بن جعد بارقی نے فرمایا کہ ایک قافلہ آیا تو نبی ﷺ نے مجھے ایک اشرفی دی آگے وہی مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ (سنن ابن ماجہ)

ایداع ومتعلقات ایداع کا فقہی مفہوم

دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مقرر کردینے کو ایداع کہتے ہیں اور اُس مال کو ودیعت کہتے ہیں جس کو عام طور پر امانت کہا جاتا ہے جس کی چیز ہے اُسے مودِع اور جس کی حفاظت میں دی گئی اُسے مودَع کہتے ہیں ایداع کی دو صورتیں ہیں کبھی صراحۃً کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ چیز تمھاری حفاظت میں دی اور کبھی دلالۃً بھی ایداع ہوتا ہے مثلاً کسی کی کوئی چیز گرگئی اور مالک کی غیر موجودگی میں لے لی یہ چیز لینے والے کی حفاظت میں آگئی اگر لینے کے بعد اُس نے چھوڑ دی ضامن ہے اور اگر مالک کی موجودگی میں لی ہے ضامن نہیں۔

ودیعت کے حکم کا بیان

ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مودَع کے پاس امانت ہوتی ہے اُس کی حفاظت مودَع پر واجب ہوتی ہے اور مالک کے طلب کرنے پر دینا واجب ہوتا ہے۔ ودیعت کا قبول کرنا مستحب ہے۔ ودیعت ہلاک ہوجائے تو اس کا ضمان واجب نہیں۔ (بحرالرائق، کتاب ودیعت، بیروت)

ودیعت سے متعلق شرائط کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ودیعت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مال اس قابل ہو جو قبضہ میں آسکے لہٰذا بھاگے ہوئے غلام کے متعلق کہہ دیا میں نے اُس کو ودیعت رکھا یا ہوا میں پرند اُڑ رہا ہے اوس کو ودیعت رکھا ان کا ضمان واجب نہیں۔ یہ بھی شرط ہے کہ جس کے پاس امانت رکھی جائے وہ مکلّف ہو تب حفاظت واجب ہوگی اگر بچہ کے پاس کوئی چیز امانت رکھ دی اُس نے ہلاک کردی ضمان واجب نہیں اور غلام مجحور کے پاس رکھ دی اس نے ہلاک کردی تو آزاد ہونے کے بعد اُس سے ضمان لیا جاسکتا ہے۔ (درمختار، کتاب ودیعت، بیروت)

ودیعت کا مودَع کے ہاتھ میں امانت ہونے کا بیان

قَالَ (الْوَدِيعَةُ اَمَانَةٌ فِي يَدِ الْمُودَعِ إِذَا هَلَكَتْ لَمْ يَضْمَنْهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ غَيْرِ الْمُغِلِّ ضَمَانٌ وَلَا عَلَى الْمُسْتَوْدَعِ غَيْرِ الْمُغِلِّ ضَمَانٌ) وَلِأَنَّ بِالنَّاسِ حَاجَةً إِلَى الِاسْتِيدَاعِ، فَلَوْ ضَمَّنَّاهُ يَمْتَنِعُ النَّاسُ عَنْ قَبُولِ الْوَدَائِعِ فَتَتَعَطَّلُ مَصَالِحُهُمْ

فرمایا کہ مودَع کے ہاتھ میں ودیعت کا مال بطور امانت ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مال ہلاک ہوجائے تو مودَع اس کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عاریت پر لینے والا جب خیانت کرنے والا نہ ہوتو اس پر ضمان نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب مودَع بھی خیانت کرنے والا نہ ہوتو اس پر بھی ضمان نہ ہوگا کیونکہ عوام کو امانت رکھنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اور اگر ہم مودَع کو ضامن بنادیں لوگ ودیعتوں کو قبول کرنے سے اعراض کرنے لگیں گے اور لوگوں کی ضروریات ختم ہوجائیں گی۔

مودَع کا بہ ذات خود مال کی حفاظت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُودَعِ اَنْ يَحْفَظَهَا بِنَفْسِهِ وَبِمَنْ فِي عِيَالِهِ) لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهُ يَلْتَزِمُ حِفْظَ مَالِ غَيْرِهِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَحْفَظُ مَالَ نَفْسِهِ، وَلِاَنَّهُ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنَ الدَّفْعِ اِلَى عِيَالِهِ لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ مُلَازَمَةُ بَيْتِهِ وَلَا اسْتِصْحَابُ الْوَدِيعَةِ فِي خُرُوجِهِ فَكَانَ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِهِ (فَاِنْ حَفِظَهَا بِغَيْرِهِمْ اَوْ اَوْدَعَهَا غَيْرَهُمْ ضَمِنَ) لِاَنَّ الْمَالِكَ رَضِيَ بِيَدِهِ لَا بِيَدِ غَيْرِهِ، وَالْاَيْدِي تَخْتَلِفُ فِي الْاَمَانَةِ، وَلِاَنَّ الشَّيْءَ لَا يَتَضَمَّنُ مِثْلَهُ كَالْوَكِيلِ لَا يُوَكِّلُ غَيْرَهُ، وَالْوَضْعُ فِي حِرْزِ غَيْرِهِ اِيدَاعٌ، اِلَّا اِذَا اسْتَأْجَرَ الْحِرْزَ فَيَكُونُ حَافِظًا بِحِرْزِ نَفْسِهِ .

اور مودَع کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بہ ذات خود اس مال کی حفاظت کرے اور ان لوگوں سے حفاظت کرائے جو اس کی نگرانی میں ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کہ مودَع اپنے مال کی حفاظت کی طرح دوسرے کے مال کی حفاظت بھی کرے۔ کیونکہ ودیعت کو اپنے عیال کے ہاں حوالے کرنے کے سوا مودَع کے لئے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ہمیشہ گھر رہنا ممکن نہیں ہے اور نہ گھر سے باہر مال ودیعت کو رکھنا ممکن ہے۔ پس مودِع مودَع کے اہل وعیال سے حفاظت کرانے پر رضا مند ہوگا۔ لیکن جب مودَع نے اپنے اہل وعیال کے سوا کسی دوسرے کی نگرانی میں مال دیا ہے یا اس نے کسی دوسرے کو بطور ودیعت دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ مال کا مالک اس کے قبضہ پر تو رضا مند ہوا ہے لیکن اس کے سوا کے کسی دوسرے کے قبضہ پر رضا مند نہیں ہوا ہے جبکہ امانت میں لوگوں کے قبضے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی چیز اپنی مثل کو متضمن نہیں ہوا کرتی۔ جس طرح وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ دوسرے کی حفاظت میں رکھنا بھی امانت ہے ہاں البتہ جب مودَع دوسرے کی محفوظ جگہ کو کرائے پر لے لیتا ہے تو اب وہی حفاظت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔

مودَع کے گھر میں آگ کے سبب انتقال ودیعت کا بیان

قَالَ (اِلَّا اَنْ يَقَعَ فِي دَارِهِ حَرِيقٌ فَيُسَلِّمَهَا اِلَى جَارِهِ اَوْ يَكُونَ فِي سَفِينَةٍ فَخَافَ الْغَرَقَ فَيُلْقِيَهَا اِلَى سَفِينَةٍ اُخْرَى) لِاَنَّهُ تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِلْحِفْظِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ فَيَرْتَضِيهِ الْمَالِكُ، وَلَا يُصَدَّقُ عَلَى ذَلِكَ اِلَّا بِبَيِّنَةٍ لِاَنَّهُ يَدَّعِي ضَرُورَةً مُسْقِطَةً لِلضَّمَانِ بَعْدَ تَحَقُّقِ السَّبَبِ فَصَارَ كَمَا اِذَا ادَّعَى الْاِذْنَ فِي الْاِيدَاعِ .

قَالَ (فَاِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا فَحَبَسَهَا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهَا ضَمِنَهَا) لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ بِالْمَنْعِ، وَهَذَا لِاَنَّهُ لَمَّا طَالَبَهُ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِاِمْسَاكِهِ بَعْدَهُ فَيَضْمَنُهُ بِحَبْسِهِ عَنْهُ .

فرمایا اور جب مودَع کے گھر میں آگ لگ گئی اور اس نے مال ودیعت کو اپنے ہمسائے کے ہاں بطور امانت بھیج دیا

ہے یا وہ کسی کشتی میں سوار ہے اور اس نے ڈوبنے کے خطرے کے سبب دوسری کشتی میں ڈال دیا ہے کیونکہ اس صورت میں حفاظت کا ذریعہ یہی ہے۔ پس مالک بھی اس پر رضامند ہوگا اور گواہی کے سوا اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ وہ ایک ایسی ضرورت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جو سبب ضمان کے ثابت ہونے کے بعد ضمان کو ساقط کرنے والا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مودع نے مودِع کی جانب ودیعت رکھنے کے بارے میں اجازت کا دعویٰ کیا ہے۔

اور جب مالک نے ودیعت کو طلب کیا اور سپرد کرنے کی طاقت کے باوجود مودَع اس کو نہ دے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس نے روکتے ہوئے زیادتی کی ہے اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جب مودِع نے اس کو طلب کر لیا ہے تو اس کے بعد وہ اس کو مودَع کے پاس رکھنے پر راضی نہ ہوگا پس اس سے روکنے کے سبب مودَع ضامن ہوگا۔

مودَع کا مال ودیعت کو مکس کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَلَطَهَا الْمُودَعُ بِمَالِهِ حَتَّى لَا تَتَمَيَّزَ ضَمِنَهَا ثُمَّ لَا سَبِيلَ لِلْمُودِعِ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : إذَا خَلَطَهَا بِجِنْسِهَا شَرِكَهُ إنْ شَاءَ) مِثْلُ أَنْ يَخْلِطَ الدَّرَاهِمَ الْبِيضَ بِالْبِيضِ وَالسُّودَ بِالسُّودِ وَالْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ .لَهُمَا أَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْوُصُولُ إلَى عَيْنِ حَقِّهِ صُورَةً وَأَمْكَنَهُ مَعْنًى بِالْقِسْمَةِ فَكَانَ اسْتِهْلَاكًا مِنْ وَجْهٍ دُونَ وَجْهٍ فَيَمِيلُ إلَى أَيِّهِمَا شَاءَ وَلَهُ أَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ لِأَنَّهُ فِعْلٌ يَتَعَذَّرُ مَعَهُ الْوُصُولُ إلَى عَيْنِ حَقِّهِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْقِسْمَةِ لِأَنَّهَا مِنْ مُوجَبَاتِ الشَّرِكَةِ فَلَا تَصْلُحُ مُوجِبَةً لَهَا، وَلَوْ أَبْرَأَ الْخَالِطَ لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الْمَخْلُوطِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ إلَّا فِي الدَّيْنِ وَقَدْ سَقَطَ، وَعِنْدَهُمَا بِالْإِبْرَاءِ تَسْقُطُ خِيَرَةُ الضَّمَانِ فَيَتَعَيَّنُ الشَّرِكَةُ فِي الْمَخْلُوطِ، وَخَلْطُ الْخَلِّ بِالزَّيْتِ وَكُلِّ مَائِعٍ بِغَيْرِ جِنْسِهِ يُوجِبُ انْقِطَاعَ حَقِّ الْمَالِكِ إلَى الضَّمَانِ، وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ صُورَةً وَكَذَا مَعْنًى لِتَعَذُّرِ الْقِسْمَةِ بِاعْتِبَارِ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ، وَمِنْ هَذَا الْقَبِيلِ خَلْطُ الْحِنْطَةِ بِالشَّعِيرِ فِي الصَّحِيحِ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا لَا يَخْلُو عَنْ حَبَّاتِ الْآخَرِ فَتَعَذَّرَ التَّمْيِيزُ وَالْقِسْمَةُ .

وَلَوْ خَلَطَ الْمَائِعَ بِجِنْسِهِ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَنْقَطِعُ حَقُّ الْمَالِكِ إلَى ضَمَانٍ لِمَا ذَكَرْنَا، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُجْعَلُ الْأَقَلُّ تَابِعًا لِلْأَكْثَرِ اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ أَجْزَاءً، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ شَرِكَهُ بِكُلِّ حَالٍ لِأَنَّ الْجِنْسَ لَا يَغْلِبُ الْجِنْسَ عِنْدَهُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الرَّضَاعِ، وَنَظِيرُهُ خَلْطُ الدَّرَاهِمِ بِمِثْلِهَا إذَابَةً لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَائِعًا بِالْإِذَابَةِ .

اور جب مودَع نے ودیعت کے مال کو اپنے میں اس طرح مکس کر دیا ہے کہ فرق مٹ گیا ہے۔ تو مودَع اس

مال کا ضامن ہوگا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مودع کے لئے اس مال پر کوئی حق نہ ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک جب مودَع نے ودیعت کے ہم جنس مال سے اس کو ملایا ہے تو اب اگر مودع چاہے تو وہ اس میں شریک ہو جائے جس طرح اس نے سفید دراہم کو سفید دراہم کے ساتھ مکس کر دیا ہے یا سیاہ دراہم کو سیاہ دراہم کے ساتھ مکس کر دیا ہے یا گندم کو گندم کے ساتھ اور جو کو جو کے ساتھ مکس کر دیا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مالک کے لئے بطور صورت اپنا مال وصول کرنا ممکن رہا ہے ہاں البتہ تقسیم کے ذریعے معنوی طور پر اس کو وصول کرنا ممکن ہے۔ پس یہ بھی ایک طرح کا ہلاک کرنا ہے اور ایک طرح سے ہلاک کرنا نہ ہوگا اور مالک کے لئے اختیار ہے کہ وہ جس جانب چاہے مائل ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ایک طرح سے ہلاک کرنا ہے کیونکہ اب مالک کے لئے اپنے مال بطور عین وصول کرنا ناممکن ہو چکا ہے جبکہ تقسیم کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ احکام شرکت میں سے ہے پس تقسیم شرکت کو واجب کرنے والی نہ ہوگی۔

اور جب مودع نے مکس کرنے والے کو بری کر دیا ہے۔ تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ملے ہوئے مال پر اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس کا حق صرف ضمان میں ہے جبکہ وہ حق برأت کے سبب ساقط ہو چکا ہے اور صاحبین کے نزدیک برأت کے سبب حق ضامن ساقط ہو جاتا ہے اور مکس مال میں شرکت معین ہو جائے گی۔

تلوں کے تیل کو روغن زیتون سے ملانے میں اور ہر سیال چیز کو خلاف جنس شئی سے مکس کرنے کے سبب مالک کا حق ختم ہو کر ضامن میں بدل جاتا ہے اور یہ حکم بہ اتفاق فقہاء ہے کیونکہ اس میں بطور صورت معنی دونوں طرح سے ہلاکت پائی جاتی ہے کیونکہ اختلاف جنس کے سبب تقسیم کرنا ممکن نہ رہا ہے اور گندم کو جو کے ساتھ ملانا بھی صحیح قول کے مطابق اس مسئلہ کے مطابق ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دانے دوسرے کے دانوں سے ملے ہوتے ہیں پس یہاں بھی فرق و امتیاز مشکل ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے جب سیال چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے ساتھ مکس کر دیں تو مالک کا حق ختم ہو ضمان میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کثرت والے کے اجزاء کو قلیل والوں کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر حالت میں مودع مودَع کا شریک ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک کوئی جنس کسی جنس پر غالب نہیں ہوتی جس طرح کتاب رضاع میں یہ مسئلہ گزر گیا ہے اور اس اختلاف کی مثال ودیعت کے دراہم میں دوسرے دراہم کو پگھلا کر مکس کرنا ہے۔ اس لئے کہ پگھلانے کے سبب سے سارے دراہم سیال ہو جائیں گے۔

فعل مودَع کے بغیر اختلاط مال کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اخْتَلَطَتْ بِمَالِهِ مِنْ غَيْرِ فِعْلِهِ فَهُوَ شَرِيكٌ لِصَاحِبِهَا) كَمَا إذَا انْشَقَّ الْكِيسَانِ فَاخْتَلَطَا لِأَنَّهُ لَا يَضْمَنُهَا لِعَدَمِ الصُّنْعِ مِنْهُ فَيَشْتَرِكَانِ وَهٰذَا بِالِاتِّفَاقِ .

قَالَ (فَإِنْ أَنْفَقَ الْمُودَعُ بَعْضَهَا ثُمَّ رَدَّ مِثْلَهُ فَخَلَطَهَا بِالْبَاقِي ضَمِنَ الْجَمِيعَ) لِأَنَّهُ خَلَطَ مَالَ غَيْرِهِ بِمَالِهِ فَيَكُونُ اسْتِهْلَاكًا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي تَقَدَّمَ.

اور جب موذع کا مال اس کے فعل کے بغیر اس کے مال میں مکس ہو گیا ہے تو موذع مودع کا شریک ہو جائے گا جس طرح دوس تھیلیاں پھٹ کر ایک دوسرے میں مکس ہو جائیں۔ کیونکہ موذع کی جانب سے فعل نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کا ضامن نہ ہوگا پس وہ دونوں اس مال میں مشترک ہوں گے اور یہ حکم باتفاق ہے۔

اور جب مودع نے کچھ خرچ مال ودیعت میں سے کیا ہے اس کے بعد اس نے اسی طرح کا مال اس میں واپس کر کے اس کو بقیہ مال سے ملا دیا ہے تو وہ پورے مال کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ موذع نے اپنے مال کو دوسرے کے مال میں مکس کر دیا ہے پس یہ ہلاکت ہی ہوگی جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

موذع کا ودیعت میں تعدی کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَعَدَّى الْمُودَعُ فِي الْوَدِيعَةِ بِأَنْ كَانَتْ دَابَّةً فَرَكِبَهَا أَوْ ثَوْبًا فَلَبِسَهُ أَوْ عَبْدًا فَاسْتَخْدَمَهُ أَوْ أَوْدَعَهَا غَيْرَهُ ثُمَّ أَزَالَ التَّعَدِّيَ فَرَدَّهَا إِلَى يَدِهِ زَالَ الضَّمَانُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَبْرَأُ عَنِ الضَّمَانِ لِأَنَّ عَقْدَ الْوَدِيعَةِ ارْتَفَعَ حِينَ صَارَ ضَامِنًا لِلْمُنَافَاةِ فَلَا يَبْرَأُ إِلَّا بِالرَّدِّ عَلَى الْمَالِكِ وَلَنَا أَنَّ الْأَمْرَ بَاقٍ لِإِطْلَاقِهِ، وَارْتِفَاعُ حُكْمِ الْعَقْدِ ضَرُورَةُ ثُبُوتِ نَقِيضِهِ، فَإِذَا ارْتَفَعَ عَادَ حُكْمُ الْعَقْدِ، كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَهُ لِلْحِفْظِ شَهْرًا فَتَرَكَ الْحِفْظَ فِي بَعْضِهِ ثُمَّ حَفِظَ فِي الْبَاقِي فَحَصَلَ الرَّدُّ إِلَى نَائِبِ الْمَالِكِ.

اور جب موذع نے ودیعت کے مال میں کچھ زیادتی کی اس طرح کہ وہ سواری تھی اور موذع اس پر سوار ہو گیا یا وہ کپڑا تھا اور موذع نے اس کو پہن لیا ہے یا غلام تھا اور موذع نے اس سے خدمت کروائی ہے یا پھر اس نے اس کو کسی دوسرے کے ہاں ودیعت میں رکھ دیا ہے اس کے بعد موذع نے وہ زیادتی ختم کرتے ہوئے وہ مال اپنے قبضہ میں لیا ہے تو ضمان ختم ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ موذع ضمان سے بری نہ ہوگا کیونکہ ضمان بنتے ہی ودیعت کا عقد ختم ہو چکا ہے کیونکہ ضمان اور امانت میں فرق ہے پس مالک کو واپس کیے بغیر وہ ضمان سے بری ہونے والا نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ودیعت کا عقد ابھی بھی برقرار ہے اس لئے کہ ودیعت کا معاملہ مطلق تھا اور حکم عقد کا ختم ہونا یہ اس کی نقیض یعنی ضمان کو ثابت کرنے کے لئے ضرورت کے پیش نظر تھا اور جب نقیض ختم ہو گئی تو عقد کا حکم لوٹ کر واپس آ جائے گا جس طرح کسی شخص نے کسی کو حفاظت کے لئے ایک ماہ کے لئے بطور سیکورٹی ملازم رکھا ہے اور ملازم نے مہینے میں بعض دن حفاظت چھوڑ دی ہے پھر اس نے بقیہ دنوں کی حفاظت کی ہے تو وہ مکمل حفاظت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ اور اس صورت مسئلہ میں مالک کے نائب کو واپس کرنا پایا جائے گا۔

مودع کا انکاری ہونے کے سبب ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا فَجَحَدَهَا ضَمِنَهَا) لِأَنَّهُ لَمَّا طَالَبَهُ بِالرَّدِّ فَقَدْ عَزَلَهُ عَنِ الْحِفْظِ فَبَعْدَ ذٰلِكَ هُوَ بِالْإِمْسَاكِ غَاصِبٌ مَانِعٌ فَيَضْمَنُهَا، فَإِنْ عَادَ إِلَى الْاِعْتِرَافِ لَمْ يَبْرَأْ عَنِ الضَّمَانِ لِارْتِفَاعِ الْعَقْدِ، إِذِ الْمُطَالَبَةُ بِالرَّدِّ رَفْعٌ مِنْ جِهَتِهِ وَالْجُحُودُ فَسْخٌ مِنْ جِهَةِ الْمُودَعِ كَجُحُودِ الْوَكِيلِ الْوَكَالَةَ وَجُحُودِ أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ فَتَمَّ الرَّفْعُ، أَوْ لِأَنَّ الْمُودَعَ يَنْفَرِدُ بِعَزْلِ نَفْسِهِ بِمَحْضَرٍ مِنَ الْمُسْتَوْدِعِ كَالْوَكِيلِ يَمْلِكُ عَزْلَ نَفْسِهِ بِحَضْرَةِ الْمُوَكِّلِ، وَإِذَا ارْتَفَعَ لَا يَعُودُ إِلَّا بِالتَّجْدِيدِ فَلَمْ يُوجَدِ الرَّدُّ إِلَى نَائِبِ الْمَالِكِ، بِخِلَافِ الْخِلَافِ ثُمَّ الْعَوْدِ إِلَى الْوِفَاقِ، وَلَوْ جَحَدَهَا عِنْدَ غَيْرِ صَاحِبِهَا لَا يَضْمَنُهَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِزُفَرَ لِأَنَّ الْجُحُودَ عِنْدَ غَيْرِهِ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ لِأَنَّ فِيهِ قَطْعَ طَمَعِ الطَّامِعِينَ، وَلِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ عَزْلَ نَفْسِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنْهُ أَوْ طَلَبِهِ فَبَقِيَ الْأَمْرُ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ بِحَضْرَتِهِ.

اور جب مالک اس سے ودیعت طلب کرے اور مودَع انکاری ہوا تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ جب مودِع نے واپسی کا مطالبہ کیا ہے تو وہ حفاظت سے مودَع کو معزول کر دیا ہے اور اس کے بعد ودیعت کو روکنا یہ غصب ہوگا اور مانع ودیعت ہے لہٰذا وہ ضامن ہوگا اس کے بعد جب وہ اقرار کرے تو وہ ضمان سے بری نہ ہوگا کیونکہ عقد ختم ہو چکا ہے کیونکہ مودع کی جانب سے واپسی کا مطالبہ کر دینا یہ اس کی جانب سے عقد کو ختم کرنا ہے جبکہ انکار کرنا یہ مودَع کی جانب سے ختم کرنا ہے جس طرح وکیل کا وکالت سے انکار کرنا اور دو عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کا بیع سے انکار کرنا ہے۔ پس وہ تکمیل پوری ہو جائے گی۔

اور اس سبب سے بھی عقد ختم ہو جائے گا کہ مودع کے ہوتے ہوئے محض تنہا اپنے آپ کو معزول کرنے کا وہ حق رکھتا ہے جس طرح مؤکل کی موجودگی میں وکیل اپنے آپ کو معزول کر سکتا ہے اور جب عقد ختم ہو چکا ہے تو نئے عقد کے بغیر وہ لوٹ کر نہیں آئے گا اور اس اقرار کے سبب مالک کے نائب کی جانب ودیعت کو واپس کرنا بھی نہیں پایا گیا ہے بہ خلاف عقد کے حکم کی مخالفت کے بعد مطابقت کرنے کے، کیونکہ جب مودَع نے مالک ودیعت کے سوا کسی تیسرے کے پاس انکار کیا ہے تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ضمان نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ دوسرے کے پاس انکار کرنا یہ بھی ایک حفاظت کرنے کا طریقہ ہے لہٰذا امانت کو غصب کرنے والوں کے لالچ کا خاتمہ ہونا چاہے اور اس لئے بھی کہ مودع کی موجودگی میں یا اس کی طلب کے بغیر مودَع خود کو معزول نہیں کر سکتا پس عقد باقی رہے گا بہ خلاف اس صورت کے کہ جبیہ کام مودع کے ہوتے ہوئے پایا جائے۔

مودَع کا مال ودیعت کے ساتھ سفر کرنے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُودَعِ أَنْ يُسَافِرَ الْوَدِيعَةِ وَإِنْ كَانَ لَهَا حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : لَيْسَ لَهُ

ذٰلِكَ إِذَا كَانَ لَهَا حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ فِي الْوَجْهَيْنِ. لِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِطْلَاقُ الْأَمْرِ، وَالْمَفَازَةُ مَحَلٌّ لِلْحِفْظِ إِذَا كَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا وَلِهٰذَا يَمْلِكُ الْأَبُ وَالْوَصِيُّ فِي مَالِ الصَّبِيِّ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ تَلْزَمُهُ مُؤْنَةُ الرَّدِّ فِيمَا لَهُ حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا يَرْضَى بِهِ فَيَتَقَيَّدُ، وَالشَّافِعِيُّ يُقَيِّدُهُ بِالْحِفْظِ الْمُتَعَارَفِ وَهُوَ الْحِفْظُ فِي الْأَمْصَارِ وَصَارَ كَالِاسْتِحْفَاظِ بِأَجْرٍ .

قُلْنَا : مُؤْنَةُ الرَّدِّ تَلْزَمُهُ فِي مِلْكِهِ ضَرُورَةَ امْتِثَالِ أَمْرِهِ فَلَا يُبَالِي بِهِ وَالْمُعْتَادُ كَوْنُهُمْ فِي الْمِصْرِ لَا حِفْظُهُمْ، وَمَنْ يَكُونُ فِي الْمَفَازَةِ يَحْفَظُ مَالَهُ فِيهَا، بِخِلَافِ الِاسْتِحْفَاظِ بِأَجْرٍ لِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ فَيَقْتَضِي التَّسْلِيمَ فِي مَكَانِ الْعَقْدِ (وَإِذَا نَهَاهُ الْمُودِعُ أَنْ يَخْرُجَ الْوَدِيعَةَ فَخَرَجَ بِهَا ضَمِنَ) لِأَنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ إِذِ الْحِفْظُ فِي الْمِصْرِ أَبْلَغُ فَكَانَ صَحِيحًا .

اور مودَع کو ودیعت کا مال لے کر سفر کرنے کا حق حاصل ہے خواہ اس کو لے جانے میں بوجھ اٹھوانے اور مشقت وغیرہ اٹھانا پڑتی ہو۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب اس میں بوجھ اٹھوانا اور خرچ آتا ہے تو اس کو لے کر جانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں اس کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مودع نے مودَع کو مطلق طور پر حکم دیا ہے اور جب راستے میں امن ہے اور جگہ بھی حفاظت والی ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب بچے کے مال میں باپ اور وصی کو ساتھ لے کر سفر کرنے کا حق حاصل ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جس مالک کو لے جاتے ہوئے بوجھ اٹھوانے اور خرچہ لازم آتا ہو وہ خرچہ مالک پر لازم ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ مالک تو اس پر راضی نہ ہوگا پس یہ اختیار خاص حالت کے ساتھ مقید ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس کو معروف حفاظت کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ شہروں میں حفاظت کرنا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی کو مزدوری پر مقرر کرنا ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مالک پر واپسی کا خرچ اس سبب سے ہے کہ وہ اس کی ملکیت میں اس کے حکم کو پورا کرنے والا ہے پس اس کو کوئی حرج نہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ معتاد حفاظت کرنے والوں کا شہروں میں رہنا ہے نہ ان کا شہر میں حفاظت کرنا ہے کیونکہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ وہاں پر اپنی حفاظت کرتا ہے بہ خلاف اجرت پر سیکورٹی لینے کے کیونکہ یہ عقد معاوضہ ہے اور عقد کی جگہ پر سپردگی کا تقاضہ کرنے والا ہے اور جب مودع نے مودَع کو مال ودیعت لے کر جانے سے روک دیا ہے مگر وہ لے کر چلا گیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ یہ قید کے ساتھ مقید ہے اس لئے کہ شہر میں حفاظت کرنا یہ زیادہ غالب ہے پس یہ قید درست ہو جائے گی۔

دو بندوں کے پاس ایک آدمی کا مال ودیعت رکھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَوْدَعَ رَجُلَانِ عِنْدَ رَجُلٍ وَدِيعَةً فَحَضَرَ أَحَدُهُمَا وَطَلَبَ نَصِيبَهُ مِنْهَا لَمْ يَدْفَعْ إِلَيْهِ حَتَّى يَحْضُرَ الْآخَرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَدْفَعُ إِلَيْهِ نَصِيبَهُ) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : ثَلَاثَةٌ اسْتَوْدَعُوا رَجُلًا أَلْفًا فَغَابَ اثْنَانِ فَلَيْسَ لِلْحَاضِرِ أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَهُ عِنْدَهُ، وَقَالَا : لَهُ ذَلِكَ، وَالْخِلَافُ فِي الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي الْمُخْتَصَرِ. لَهُمَا أَنَّهُ طَالَبَهُ بِدَفْعِ نَصِيبِهِ فَيُؤْمَرُ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ كَمَا فِي الدَّيْنِ الْمُشْتَرَكِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِتَسْلِيمِ مَا سَلَّمَ إِلَيْهِ وَهُوَ النِّصْفُ، وَلِهَذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ فَكَذَا يُؤْمَرُ هُوَ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ طَالَبَهُ بِدَفْعِ نَصِيبِ الْغَائِبِ لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِالْمُفْرَزِ وَحَقُّهُ فِي الْمُشَاعِ، وَالْمُفْرَزُ الْمُعَيَّنُ يَشْتَمِلُ عَلَى الْحَقَّيْنِ، وَلَا يَتَمَيَّزُ حَقُّهُ إِلَّا بِالْقِسْمَةِ، وَلَيْسَ لِلْمُودَعِ وِلَايَةُ الْقِسْمَةِ وَلِهَذَا لَا يَقَعُ دَفْعُهُ قِسْمَةً بِالْإِجْمَاعِ، بِخِلَافِ الدَّيْنِ الْمُشْتَرَكِ لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِتَسْلِيمِ حَقِّهِ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُقْضَى بِأَمْثَالِهَا. قَوْلُهُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ. قُلْنَا : لَيْسَ مِنْ ضَرُورَتِهِ أَنْ يُجْبَرَ الْمُودَعُ عَلَى الدَّفْعِ كَمَا إِذَا كَانَ لَهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ وَدِيعَةً عِنْدَ إِنْسَانٍ وَعَلَيْهِ أَلْفٌ لِغَيْرِهِ فَلِغَرِيمِهِ أَنْ يَأْخُذَهُ إِذَا ظَفِرَ بِهِ، وَلَيْسَ لِلْمُودَعِ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَيْهِ .

اور جب دو بندوں نے کسی ایک شخص کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور اس کے ایک ودیعت رکھنے والے نے آ کر اپنا حصہ طلب کر لیا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب تک دوسرا مودع نہ آئے گا اس کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس کو حصہ دے دیا جائے گا۔ جامع صغیر میں ہے۔ کہ جب تین بندوں نے کسی ایک آدمی کے پاس ایک ہزار روپے بطور ودیعت رکھ دیئے ہیں اور ان میں دو غائب ہو گئے ہیں۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک موجود کے لئے لینے کا حق نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ موجود اپنا حصہ لے سکتا ہے اور یہ اختلاف کیل والی اور وزنی اشیاء میں ہے اور جس اختلاف کو قدوری میں ذکر کیا گیا ہے اس سے بھی یہی مراد لیا گیا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر اپنا حصہ لینے کا مطالبہ کرنے والا ہے کیونکہ مودع کو اس کا حصہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح مشترکہ قرض میں ہوا کرتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب موجود آدمی ایسی چیز کا مطالبہ کرنے والا ہے جو اس نے دی ہے یعنی آدھا۔ اس لئے کہ اس کو اپنا حق لینے کا اختیار ہے لہٰذا مودع کو بھی حکم دیا جائے گا کہ وہ مودع کو اس کا حصہ دے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موجود نے غائب کے حصہ کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ وہ اپنا حصہ الگ سے مانگنے والا ہے جبکہ اس کا حق مشترکہ ہے معین مفرز دو حقوق کو شامل ہوتا ہے۔ جبکہ موجود کا حق تقسیم کے سوا الگ نہیں ہونے والا۔ اور مودع کو تقسیم کی ولایت حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کا دینا بہ اتفاق یہ تقسیم نہ ہوگا بہ خلاف مشترکہ قرض کے کیونکہ اس میں ایک شریک

اپنے حصہ کی سپردگی کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ قرض بہ مثل ادا کئے جاتے ہیں۔

اور ماتن کا قول "لَہُ اَنْ یَاْخُذَہٗ" ہماری جانب سے جواب ہے۔ کہ لینے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مودع کو دینے پر مجبور کیا جائے جس طرح کسی کے کسی شخص پر ہزار دراہم بطور ودیعت ہوں اور مودع پر دوسرے کا ایک ہزار قرض ہو تو قرض لینے والے کے لئے یہ حق بنتا ہے کہ وہ جب قابو پائے اس کا مال وصول کرلے جبکہ مودع کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قرض لینے والے کو دے دے۔

ایک شخص کا دو آدمیوں کے پاس ودیعت رکھنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اَوْدَعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَیْنِ شَیْئًا مِمَّا یُقْسَمُ لَمْ یَجُزْ اَنْ یَدْفَعَہٗ اَحَدُھُمَا اِلَی الْاٰخَرِ وَلٰکِنَّھُمَا یَقْتَسِمَانِہٖ فَیَحْفَظُ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا نِصْفَہٗ، وَاِنْ کَانَ مِمَّا لَا یُقْسَمُ جَازَ اَنْ یَحْفَظَ اَحَدُھُمَا بِاِذْنِ الْاٰخَرِ) وَھٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ، وَکَذٰلِکَ الْجَوَابُ عِنْدَہٗ فِی الْمُرْتَھِنَیْنِ وَالْوَکِیْلَیْنِ بِالشِّرَاءِ اِذَا سَلَّمَ اَحَدُھُمَا اِلَی الْاٰخَرِ. وَقَالَا: لِاَحَدِھِمَا اَنْ یَحْفَظَ بِاِذْنِ الْاٰخَرِ فِی الْوَجْھَیْنِ. لَھُمَا اَنَّہٗ رَضِیَ بِاَمَانَتِھِمَا فَکَانَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا اَنْ یُسَلِّمَ اِلَی الْاٰخَرِ وَلَا یَضْمَنُہٗ کَمَا فِیْمَا لَا یُقْسَمُ.

وَلَہٗ اَنَّہٗ رَضِیَ بِحِفْظِھِمَا وَلَمْ یَرْضَ بِحِفْظِ اَحَدِھِمَا کُلِّہٖ لِاَنَّ الْفِعْلَ مَتٰی اُضِیْفَ اِلٰی مَا یَقْبَلُ الْوَصْفَ بِالتَّجَزِّیْ تَنَاوَلَ الْبَعْضَ دُوْنَ الْکُلِّ فَوَقَعَ التَّسْلِیْمُ اِلَی الْاٰخَرِ مِنْ غَیْرِ رِضَا الْمَالِکِ فَیَضْمَنُ الدَّافِعُ وَلَا یَضْمَنُ الْقَابِضُ لِاَنَّ مُوْدِعَ الْمُوْدَعِ عِنْدَہٗ لَا یَضْمَنُ، وَھٰذَا بِخِلَافِ مَا لَا یُقْسَمُ لِاَنَّہٗ لَمَّا اَوْدَعَھُمَا وَلَا یُمْکِنُھُمَا الِاجْتِمَاعُ عَلَیْہِ آنَاءَ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَمْکَنَھُمَا الْمُھَایَاَۃُ کَانَ الْمَالِکُ رَاضِیًا بِدَفْعِ الْکُلِّ اِلٰی اَحَدِھِمَا فِیْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ.

اور جب کسی شخص نے دو بندوں کے پاس کوئی قابل تقسیم چیز کو بطور ودیعت رکھ دیا ہے تو ان میں سے ایک کا دوسرے کو چیز دینا جائز نہیں ہے مگر جب وہ دونوں اس کو تقسیم کر سکتے ہوں تو ان میں سے ہر ایک نصف نصف کی حفاظت کرے گا اور اگر وہ چیز نا قابل تقسیم ہے اور ایک مودع کا دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی حفاظت کرنا جائز ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرتہن اور وکیل بہ شراء کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ کہ جب میں سے ایک دوسرے کے حوالے کردے۔

صاحبین نے کہا کہ دونوں صورتوں میں ایک کو دوسرے کی اجازت کے بغیر حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مودع ان دونوں کی حفاظت پر رضامند ہوا ہے پس ان میں سے ہر ایک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دوسرے کے حوالے

کردے اور دینے والا ضامن نہ ہوگا جس طرح نا قابل تقسیم چیزوں میں ہوا کرتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے مودع ان دونوں چیزوں کی حفاظت پر رضامند ہوا ہے اوران میں سے سارے مال پر کسی ایک کی حفاظت پر رضامند نہیں ہوا ہے کہ کیونکہ حفاظت کا کام جب ایسی چیزوں کی جانب منسوب ہو جو قابل تقسیم ہوں تو فعل اس چیز کے بعض حصے کو شامل ہوگا سارے کو شامل نہ ہوگا لہٰذا دوسرے کی جانب حوالے کرنے کی اجازت مالک کے حکم سے خالی ہو گی کیونکہ دینے والا ضامن ہوگا اور لینے والا ضامن نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مودع کا مودع ضامن نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ حکم نا قابل تقسیم چیز کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب مودع نے دولوگوں کے پاس کسی چیز کو ودیعت رکھا ہے اور شب و روز ان کا اکٹھا ہونا ممکن نہیں ہے جبکہ باری باری ان کی حفاظت ممکن ہے لہٰذا بعض احوال میں مالک ایک ہی مودع کو سارا مال دینے پر رضامند ہوا ہے۔

مال ودیعت کو زوجہ کے پاس رکھنے سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ صَاحِبُ الْوَدِيعَةِ لِلْمُودَعِ لَا تُسَلِّمْهُ إِلَى زَوْجَتِك فَسَلَّمَهَا إِلَيْهَا لَا يَضْمَنُ . وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : إِذَا نَهَاهُ أَنْ يَدْفَعَهَا إِلَى أَحَدٍ مِنْ عِيَالِهِ فَدَفَعَهَا إِلَى مَنْ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ لَا يَضْمَنُ) كَمَا إِذَا كَانَتْ الْوَدِيعَةُ دَابَّةً فَنَهَاهُ عَنْ الدَّفْعِ إِلَى غُلَامِهِ، وَكَمَا إِذَا كَانَتْ شَيْئًا يُحْفَظُ فِي يَدِ النِّسَاءِ فَنَهَاهُ عَنْ الدَّفْعِ إِلَى امْرَأَتِهِ وَهُوَ مَحْمَلُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ إِقَامَةُ الْعَمَلِ مَعَ مُرَاعَاةِ هَذَا الشَّرْطِ، وَإِنْ كَانَ مُفِيدًا فَيَلْغُو (وَإِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ بُدٌّ ضَمِنَ) لِأَنَّ الشَّرْطَ مُفِيدٌ لِأَنَّ مِنْ الْعِيَالِ مَنْ لَا يُؤْتَمَنُ عَلَى الْمَالِ وَقَدْ أَمْكَنَ الْعَمَلُ بِهِ مَعَ مُرَاعَاةِ هَذَا الشَّرْطِ فَاعْتُبِرَ (وَإِنْ قَالَ احْفَظْهَا فِي هَذَا الْبَيْتِ فَحَفِظَهَا فِي بَيْتٍ آخَرَ مِنْ الدَّارِ لَمْ يَضْمَنْ) لِأَنَّ الشَّرْطَ غَيْرُ مُفِيدٍ، فَإِنَّ الْبَيْتَيْنِ فِي دَارٍ وَاحِدَةٍ لَا يَتَفَاوَتَانِ فِي الْحِرْزِ (وَإِنْ حَفِظَهَا فِي دَارٍ أُخْرَى ضَمِنَ) لِأَنَّ الدَّارَيْنِ يَتَفَاوَتَانِ فِي الْحِرْزِ فَكَانَ مُفِيدًا فَيَصِحُّ التَّقْيِيدُ، وَلَوْ كَانَ التَّفَاوُتُ بَيْنَ الْبَيْتَيْنِ ظَاهِرًا بِأَنْ كَانَتْ الدَّارُ الَّتِي فِيهَا الْبَيْتَانِ عَظِيمَةً وَالْبَيْتُ الَّذِي نَهَاهُ عَنْ الْحِفْظِ فِيهِ عَوْرَةً ظَاهِرَةً صَحَّ الشَّرْطُ .

اور جب مودِع نے مودَع سے کہہ دیا ہے کہ اپنی زوجہ کو ودیعت کا مال نہ دینا جبکہ مودع نے اس کو دے دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور جامع صغیر میں ہے کہ جب مودِع نے مودَع کو اپنے اہل وعیال میں سے کسی کو مال ودیعت کرنے سے روک دیا ہے اور اس نے ایسے شخص کو دے دیا ہے جس کو دیئے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہ تھا تب بھی مودع ضامن نہ ہوگا جس طرح جب ودیعت سواری ہو اور مودِع نے مودَع کو اپنے غلام کو دینے سے روک دیا ہے؟ س طرح ودیعت میں کوئی ایسی چیز ہے جس خواتین کے ہاں محفوظ کی جاتی ہے۔ اور مودع نے مودَع روک دیا ہے وہ ودیعت اپنی بیوی کو دے۔ اور پہلے مسئلہ کا حمل بھی یہی ہے اور اس

شرط کو پورا کرنے میں مودوع کے حکم کو پورا کرنا ممکن نہ ہو اگر چہ یہ شرط فائدے مند ہے مگر یہ بیکار ہے۔

ہاں البتہ جب مودع کے لئے کسی ذریعے سے ممکن ہے تو اب وہ ممنوع عنہ کو مال ودیعت دینے ضامن ہو جائے گا کیونکہ شرط مفید یہی ہے کیونکہ بعض اہل وعیال اس طرح کے بھی ہوتے ہیں جن پر مال کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاتا۔ پس اسی شرط کے ساتھ موذع کو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ممکن بھی ہے پس اس کا شرط کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مودع نے یہ کہا ہے کہ تم اس گھر میں ودیعت کے مال کی حفاظت کرو اور موذع نے اس گھر کے دوسرے میں اس کو حفاظت کے لئے رکھ دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط فائدے مند نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ہی گھر میں دو کمروں کی حفاظت میں کوئی فرق نہیں ہوا کرتا پس یہ شرط مقید ہوگی۔ اور اس میں قید لگانا درست ہوگا اور جب دو کمروں میں واضح طور پر فرق ہو اور وہ اس طرح کہ جس گھر میں دو کمرے ہیں وہ بڑا ہے اور وہ کمرہ جس میں حفاظت کرنے سے روک دیا گیا تھا اس میں واضح کوئی نقص ہے تو اب شرط درست ہوگی۔

ودیعت در ودیعت مال رکھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْدَعَ رَجُلًا وَدِيعَةً فَاَوْدَعَهَا آخَرَ فَهَلَكَتْ فَلَهُ اَنْ يُضَمِّنَ الْاَوَّلَ وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُضَمِّنَ الثَّانِيَ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا : لَهُ اَنْ يُضَمِّنَ اَيَّهُمَا شَاءَ، فَاِنْ ضَمَّنَ الْاٰخَرَ رَجَعَ عَلَى الْاَوَّلِ) لَهُمَا اَنَّهُ قَبَضَ الْمَالَ مِنْ يَدِ ضَمِيْنٍ فَيَضْمَنُهُ كَمُودَعِ الْغَاصِبِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَالِكَ لَمْ يَرْضَ بِاَمَانَةِ غَيْرِهِ، فَيَكُوْنُ الْاَوَّلُ مُتَعَدِّيًا بِالتَّسْلِيْمِ وَالثَّانِي بِالْقَبْضِ فَيُخَيَّرُ بَيْنَهُمَا، غَيْرَ اَنَّهُ اِنْ ضَمَّنَ الْاَوَّلَ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الثَّانِي لِاَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَظَهَرَ اَنَّهُ اَوْدَعَ مِلْكَ نَفْسِهِ، وَاِنْ ضَمَّنَ الثَّانِيَ رَجَعَ عَلَى الْاَوَّلِ لِاَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ بِمَا لَحِقَهُ مِنَ الْعُهْدَةِ، وَلَهُ اَنَّهُ قَبَضَ الْمَالَ مِنْ يَدِ اَمِيْنٍ لِاَنَّهُ بِالدَّفْعِ لَا يَضْمَنُ مَا لَمْ يُفَارِقْهُ لِحُضُوْرِ رَاْيِهِ فَلَا تَعَدِّيَ مِنْهُمَا فَاِذَا فَارَقَهُ فَقَدْ تَرَكَ الْحِفْظَ الْمُلْتَزَمَ فَيَضْمَنُهُ بِذٰلِكَ، وَاَمَّا الثَّانِي فَمُسْتَمِرٌّ عَلَى الْحَالَةِ الْاُوْلٰى وَلَمْ يُوْجَدْ مِنْهُ صُنْعٌ فَلَا يَضْمَنُهُ كَالرِّيْحِ اِذَا اَلْقَتْ فِيْ حِجْرِهِ ثَوْبَ غَيْرِهِ .

اور جب کسی شخص نے کسی آدمی کے پاس کوئی امانت بطور ودیعت رکھ دی ہے۔ جبکہ موذع نے اس کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیا ہے اس کے بعد وہ امانت ہلاک ہوگئی ہے۔ تو مودع صرف پہلے موذع کو ضامن بنائے گا جبکہ دوسرے موذع سے اس کو ضمان لینے کا کوئی حق نہ ہوگا اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس کو دونوں میں سے ہر ایک سے ضمان لینے کا حق حاصل ہے ہاں البتہ جب وہ پہلے سے ضمان لے لیتا ہے تو دوسرے سے ضمان لینے کا اس کو کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ (امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا مذہب اس مسئلہ میں صاحبین کے ساتھ ہے۔ (رضوی عفی عنہ)

اور جب مودع نے دوسرے مودَع سے ضمان لیا ہے تو دوسرا مودَع پہلے سے وہ رقم واپس لے گا۔ جبکہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے مودَع نے ایک ضامن سے مال لے کر اس مال پر قبضہ کیا ہے پس یہ بھی ضامن ہوگا جس طرح غاصب کا مودَع ہوتا ہے اور اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ مالک مودَع اول کے سوا کی امانت پر رضامند نہیں ہوا ہے پس پہلا دینے کے سبب جبکہ دوسرا قبضہ کرنے کے سبب اس حکم میں متعدی یعنی شامل ہوں گے اور مالک کو ان کے درمیان اختیار ہوگا۔ ہاں البتہ جب مالک نے پہلے سے ضمان لے لیا ہے تو پہلا دوسرے پر رجوع نہ کر سکے گا کیونکہ ضمان دینے کے سبب اول مودَع ودیعت کے مال کا مالک بن چکا ہے اور یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ اس نے اپنی ملکیت میں ودیعت رکھی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مودَع ثانی نے امانت والے شخص کے مال پر قبضہ کیا ہے کیونکہ پہلا محض دینے کے سبب سے ضامن نہیں ہوا ہے بلکہ جب تک وہ دے کر الگ نہ ہو جائے گا۔ کیونکہ الگ ہونے سے قبل اس میں پہلے کی رائے شامل ہوا کرتی ہے پس ان میں کسی کی جانب سے بھی زیادتی نہیں پائی گئی۔ اور جب مودَع اول اس سے الگ ہو گیا ہے تو اب وہ اپنے اوپر لازم کی گئی حفاظت کر چھوڑنے والا ہے لہٰذا وہ ضامن ہوگا جبکہ دوسرا مودَع تو وہ پہلی حالت پر ٹھہرنے والا ہے۔ اور اس کی جانب سے کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے پس وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح ہوا کسی کی گود میں دوسرے کا کپڑا اڑا کر ڈال دے تو جس شخص کی گود میں کپڑا اڑالا گیا ہے وہ ضامن نہ ہوگا۔

مال ودیعت کے ایک ہزار پر دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ فِي يَدِهِ اَلْفٌ فَادَّعَاهُ رَجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنَّهَا لَهُ اَوْدَعَهَا اِيَّاهُ وَاَبَى اَنْ يَحْلِفَ لَهُمَا فَالْاَلْفُ بَيْنَهُمَا وَعَلَيْهِ اَلْفٌ اُخْرَى بَيْنَهُمَا) وَشَرْحُ ذٰلِكَ اَنَّ دَعْوَى كُلِّ وَاحِدٍ صَحِيحَةٌ لِاحْتِمَالِهَا الصِّدْقَ فَيَسْتَحِقُّ الْحَلِفَ عَلَى الْمُنْكِرِ بِالْحَدِيثِ وَيَحْلِفُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى الِانْفِرَادِ لِتَغَايُرِ الْحَقَّيْنِ، وَبِاَيِّهِمَا بَدَاَ الْقَاضِيْ جَازَ لِتَعَذُّرِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا وَعَدَمِ الْاَوْلَوِيَّةِ .

اور جب کسی شخص کے پاس ایک ہزار دراہم ہوں اور دو آدمیوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے اور ہر شخص یہ کہنے والا ہے کہ یہ دراہم میرے ہیں اور میں نے فلاں شخص کے پاس اس کو ودیعت میں رکھا تھا۔ جبکہ قبضہ کرنے والے نے ان کے دعوے پر قسم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے تو یہ ایک ہزار دونوں دعویٰ کرنے والوں میں مشترکہ ہوگا اور قبضہ کرنے والے پر دوسرے ایک ہزار دراہم لازم ہو جائیں گے۔ جو ان کے درمیان مشترکہ ہیں اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہر مدعی کا دعویٰ درست ہے کیونکہ اس کی سچائی کا احتمال ہے پس ہر مدعی منکر سے حدیث کے حکم کے مطابق قسم اٹھوانے کا حقدار ہوگا۔ کیونکہ دونوں کا حق جدا جدا ہے۔ پس ہر شخص منفرد طور پر قسم لینے کا حقدار ہوگا اور قاضی جس شخص سے بھی قسم کی ابتداء کرے گا اس کے لئے جائز ہے کیونکہ بہ یک وقت دونوں سے قسم لینا یہ مشکل ہے اور ان میں اولیت بھی معدوم ہے۔

دونوں کے حلف میں برابری صورت میں قرعہ اندازی کا بیان

وَلَوْ تَشَاحَا اَقْرَعَ بَيْنَهُمَا تَطْيِيبًا لِقَلْبِهِمَا وَنَفْيًا لِتُهْمَةِ الْمَيْلِ، ثُمَّ إِنْ حَلَفَ لِاَحَدِهِمَا يَحْلِفُ لِلثَّانِي، فَاِنْ حَلَفَ فَلَا شَيْءَ لَهُمَا لِعَدَمِ الْحُجَّةِ، وَاِنْ نَكَلَ اَعْنِي لِلثَّانِي يَقْضِي لَهُ لِوُجُودِ الْحُجَّةِ، وَاِنْ نَكَلَ لِلْاَوَّلِ يَحْلِفُ لِلثَّانِي وَلَا يَقْضِي بِالنُّكُولِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَقَرَّ لِاَحَدِهِمَا لِاَنَّ الْاِقْرَارَ حُجَّةٌ مُوجِبَةٌ بِنَفْسِهِ فَيَقْضِي بِهِ، اَمَّا النُّكُولُ اِنَّمَا يَصِيرُ حُجَّةً عِنْدَ الْقَضَاءِ فَجَازَ اَنْ يُؤَخِّرَهُ لِيَحْلِفَ لِلثَّانِي فَيَنْكَشِفَ وَجْهُ الْقَضَاءِ، وَلَوْ نَكَلَ لِلثَّانِي اَيْضًا يَقْضِي بِهَا بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ عَلٰى مَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْحُجَّةِ كَمَا اِذَا اَقَامَا الْبَيِّنَةَ وَيَغْرَمُ اَلْفًا اُخْرٰى بَيْنَهُمَا لِاَنَّهُ اَوْجَبَ الْحَقَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِبَذْلِهِ اَوْ بِاِقْرَارِهِ وَذٰلِكَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ، وَبِالصَّرْفِ اِلَيْهِمَا صَارَ قَاضِيًا نِصْفَ حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ بِنِصْفِ حَقِّ الْاٰخَرِ فَيَغْرَمُهُ، فَلَوْ قَضَى الْقَاضِي لِلْاَوَّلِ حِينَ نَكَلَ ذَكَرَ الْاِمَامُ عَلِيٌّ الْبَزْدَوِيُّ فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ اَنَّهُ يَحْلِفُ لِلثَّانِي وَاِذَا نَكَلَ يَقْضِي بِهَا بَيْنَهُمَا لِاَنَّ الْقَضَاءَ لِلْاَوَّلِ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الثَّانِي لِاَنَّهُ يُقَدِّمُهُ اِمَّا بِنَفْسِهِ اَوْ بِالْقُرْعَةِ وَكُلُّ ذٰلِكَ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الثَّانِي.

وَذَكَرَ الْخَصَّافُ اَنَّهُ يَنْفُذُ قَضَاؤُهُ لِلْاَوَّلِ، وَوَضَعَ الْمَسْاَلَةَ فِي الْعَبْدِ وَاِنَّمَا نَفَذَ لِمُصَادَفَتِهِ مَحَلَّ الْاِجْتِهَادِ لِاَنَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ يَقْضِي لِلْاَوَّلِ وَلَا يَنْتَظِرُ لِكَوْنِهِ اِقْرَارَ دَلَالَةٍ ثُمَّ لَا يَحْلِفُ لِلثَّانِي مَا هٰذَا الْعَبْدُ لِي لِاَنَّ نُكُولَهُ لَا يُفِيدُ بَعْدَمَا صَارَ لِلْاَوَّلِ،

اور جب دونوں پہلے قسم اٹھانے میں جھگڑا کریں تو ان میں قرعہ اندازی کی جائے گی تا کہ دونوں کے لئے سینہ کشادہ ہو جائے اور فیصلے سے تہمت ختم ہو جائے۔ اس کے بعد جب ایک مدعی کے لئے قابض سے قسم لی گئی تو دوسرے کے لئے بھی قسم لی جائے گی اور جب وہ قسم اٹھالیتا ہے تو ان کا حق ختم ہو جائے گا کیونکہ دلیل معدوم ہے اور جب قابض نے دوسرے کے لئے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے تو اس کے لئے مال کا فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ بہ حالت انکاری یہ خود بطور دلیل ہے اور جب قابض پہلے مدعی کے لئے قسم اٹھانے سے انکاری ہوا ہے تو اس سے دوسرے کے لئے قسم لی جائے گی جبکہ انکاری ہونے کی وجہ سے پہلے کے لئے جلدی میں فیصلہ نہ کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب قابض نے کسی ایک کے لئے اقرار کر لیا ہے کیونکہ اقرار ایسی دلیل ہے جو خود بہ خود حکم کو واجب کرنے والی ہے پس ایک کے لئے اقرار کرنے کے سبب فیصلہ کر دیا جائے گا جبکہ انکار کرنا تو یہ بہ وقت قضاء دلیل بنتا ہے تو قضاء میں تاخیر جائز ہے تا کہ دوسرے کے لئے بھی قسم لی جا سکے۔ اور فیصلہ کی نوعیت واضح کی جا سکے۔

اور جب قابض دوسرے کے لئے قسم اٹھانے سے انکاری ہوا ہے تو دونوں کے لئے نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس طرح متن میں ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اب وہ دونوں دلیل میں برابر ہیں۔ اور جیسے اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں گواہی کو پیش

کر دیتے ہیں تب آدھے آدھے کا فیصلہ ہوتا اور قابض پر مزید ایک ہزار کی ضمانت لازم ہو جائے گی اور یہ بھی ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا کیونکہ قابض اپنے عمل یا اپنے اقرار کے سبب ان میں سے ہر ایک کے لئے حق کو ثابت کرنے والا ہے۔ پس یہ ایجاب اس قابض کے حق میں دلیل ہوگا۔ اور جب وہ ایک ہزار دونوں مدعیان میں تقسیم کر دیتا ہے تو قابض ان میں سے ہر ایک کے نصف حق کو دوسرے کے نصف حق کے بدلے میں ادا کرنے والا ہوگا۔ پس وہ مزید ایک ہزار کا ضمان ادا کرے گا۔

اور جب پہلے کے لئے قابض کے انکار قسم کرتے ہی قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے تو اس کے بارے میں شرح جامع صغیر میں امام بزدوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ دوسرے کے لئے بھی اس سے قسم لی جائے گی اور جب وہ انکار کرتا ہے تو ایک ہزار کا دونوں میں مشترکہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کیونکہ پہلے مدعی کے حق میں فیصلہ کرنے سے کا حق باطل نہ ہوگا کیونکہ قاضی خود دوسرے کو یا بذریعہ قرعہ اندازی مقدم کرنے والا ہے لہٰذا ان میں سے کوئی بھی چیز دوسرے کے حق کو باطل نہیں کر سکتی۔

حضرت امام خصاف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پہلے کے حق میں قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا اور انہوں نے ایک ہزار کی جگہ پر غلام کے مسئلہ کی تفریع بیان کی ہے اور نفاذ قضاء کے سبب قضاء کا محل اجتہاد سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قاضی اول کے لئے فیصلہ کرے اور وہ دوسرے کا انتظار نہ کرے کیونکہ انکار یہ دلالت کے اعتبار سے اقرار ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس کے بعد قاضی دوسرے کے لئے اس سے قسم نہ لے گا کہ یہ غلام اس کا نہیں ہے کیونکہ جب وہ غلام پہلے کا ہو چکا ہے تو اب اس کا دوسرے کے لئے انکار فائدے مند نہ ہوگا۔

انکار کی صورت میں قسم لینے کا بیان

وَهَلْ يُحَلِّفُهُ بِاللّٰهِ مَا لِهٰذَا عَلَيْكَ هٰذَا الْعَبْدُ وَلَا قِيمَتُهُ وَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَلَا اَقَلَّ مِنْهُ. قَالَ: يَنْبَغِي اَنْ يُحَلِّفَهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لِاَبِي يُوسُفَ بِنَاءً عَلٰى اَنَّ الْمُودَعَ اِذَا اَقَرَّ الْوَدِيعَةِ وَدَفَعَ بِالْقَضَاءِ اِلٰى غَيْرِهِ يَضْمَنُهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لَهُ وَهٰذِهِ فُرَيْعَةُ تِلْكَ الْمَسْاَلَةِ وَقَدْ وَقَعَ فِيهِ بَعْضُ الْاِطْنَابِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور کیا قاضی اس سے اس طرح قسم لے گا بہ خدا نہ اس دوسرے مدعی کا مدعی علیہ پر یہ غلام باقی ہے۔ اور نہ ہی اس کی اتنی مقدار میں قیمت اگر چہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ ہو۔ حضرت امام خصاف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قاضی کو انکار کرنے والے سے اسی طرح قسم لینی چاہے جبکہ اس میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف کی اساس یہ ہے کہ جب کسی شخص کے لئے ودیعت کا اقرار کرے جبکہ قاضی کے فیصلے سے مقرلہ کے سوا کو وہ مال دے دیا گیا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مودع ضامن ہوگا جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے اور تحلیف کا یہی مسئلہ اس اختلافی مسئلہ کی فرع ہے اور اس کی میں طویل بحث بھی ذکر کی گئی ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

كِتَابُ الْعَارِيَة

﴿یہ کتاب عاریت کے بیان میں ہے﴾

کتاب عاریت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب ودیعت کے ساتھ کتاب عاریت کو بیان کیا ہے کیونکہ ان دونوں میں امانت کا معنی پایا جاتا ہے اور معنی امانت کے اعتبار سے ودیعت کو غلبہ حاصل ہے اس لئے ودیعت کو مقدم ذکر کیا ہے اور اس کے بعد عاریت کو ذکر کیا ہے۔

عاریت کی تعریف وفقہی مفہوم کا بیان

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی نے عاریت کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی معین اور مباح چیز کا نفع لینا جس کا نفع لینا مباح ہو اور نفع حاصل کرنے کے بعد اصل چیز کو مالک کو واپس کرنا۔ تو اس تعریف سے وہ چیز خارج ہوگی جس کا نفع حاصل کیا جائے تو وہ ضائع ہو جائے مثلا کھانے پینے والی چیزیں۔

دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے جس کی چیز ہے اُسے معیر کہتے ہیں اور جس کو دی گئی مستعیر ہے اور چیز کو مستعار کہتے ہیں۔ عاریت کے لیے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے اگر کوئی ایسا فعل کیا جس سے قبول معلوم ہوتا ہو تو یہ فعل ہی قبول ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز مانگی اُس نے لا کر دیدی اور کچھ نہ کہا عاریت ہوگئی اور اگر وہ شخص خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو عاریت نہیں۔ (بحرالرائق، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کے شرعی مأخذ کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷)

یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالی نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک دن (ایک دن اس خیال سے کہ کفار کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے) مدینہ میں گھبراہٹ اور خوف کی ایک فضا پیدا ہوگئی ہے۔ (یہ دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ کا گھوڑا کہ جسے مندوب یعنی سست کہا جاتا تھا عاریۃً مانگا اور اس پر سوار ہو کر تحقیق حال کے لیے مدینہ سے باہر نکلے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا کہ میں نے خوف وگھبراہٹ کی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نیز میں نے اس گھوڑے کو کشادہ قدم یعنی تیز رفتار پایا

ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا پہلے بہت ڈھیلا اور سست رفتار تھا اسی واسطے اس کا نام ہی مندوب یعنی سست رکھ دیا گیا تھا مگر جب آنحضرت ﷺ اس پر سوار ہوئے تو آپ ﷺ کی برکت سے وہ گھوڑا بڑا چاق و چوبند اور تیز رفتار ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی جانور کو عاریۃً مانگنا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے نیز کسی جانور کو کسی نام سے موسوم کر دینا بھی جائز ہے اسی طرح سامان جنگ کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔

یہ حدیث جہاں آنحضرت ﷺ کی شجاعت و بہادری اور کمال جانبازی کو ظاہر کرتی ہے کہ جب دشمن کی فوج کے مدینہ کے قریب آ جانے کے خوف سے پورے مدینہ میں اضطراب و گھبراہٹ کی ایک عام فضا پیدا ہو گئی تھی تو آپ ﷺ بالکل بے خوف ہو کر تحقیق حال کے لئے تن تنہا مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی غماز ہے کہ دشمنوں کی ٹوہ لینی اور ان کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے سعی کرنا ضروری ہے۔ نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خوف و اضطراب کے موقع پر خوف کے خاتمہ کی خوشخبری لوگوں کو دینا مستحب ہے۔

مشروعیت عاریت پر کتاب وسنت سے استدلال کا بیان

عاریت کتاب وسنت اور اجماع کے ساتھ مشروع ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷)

یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

جو علماء کرام عاریت کو واجب کہتے ہیں انہوں نے اسی مندرجہ بالا آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر مالک غنی ہو تو اسے کوء چیز عاریت دینے سے نہیں روکنا چاہیے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے گھوڑا عاریتا لیا تھا اور صفوان بن امیہ سے درعیں عاریتا حاصل کی تھیں۔

کسی محتاج اور ضرورت مند کو کوء چیز عاریتا دینے میں دینے والے کو اجر و ثواب اور قرب حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ عموی طور پر نیکی اور بھلاء کے کاموں میں تعاون ہے۔

عاریت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرائط ہیں

پہلی شرط: عاریت دینے والے کی اہلیت: اس لیے کہ اعارہ میں احسان کی قسم پائی جاتی ہے، اس لیے بچے اور مجنون نہ ہی بے وقوف کی عاریت صحیح ہوگی۔

دوسری شرط: جسے عاریت دی جا رہی ہے وہ بھی لینے کا اہل ہو، تا کہ اس کا قبول کرنا صحیح ہو۔

تیسری شرط: عاریتا دی جا رہی چیز کا نفع مباح ہونا چاہیے: تو مسلمان غلام کافر کو عاریتا نہیں دیا جا سکتا، اور نہ ہی محرم کا شکار وغیرہ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم براء اور دشمنی کے کاموں میں تعاون نہ کرو)۔

چوتھی شرط: کہ عاریتا دی گئی چیز سے نفع حاصل کرنے کے بعد اس کی اصل باقی رہنا ضروری ہے جس کے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

عاریت دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اپنی چیز واپس لے لے لیکن اگر اس چیز کے واپس لینے سے عاریتا لینے والے کو کوئی نقصان ہونے کا خدشہ ہو پھر نہیں۔

جیسے کہ اگر کسی نے سامان اٹھانے کے لیے کشتی عاریتا لی تو اسے اس وقت تک واپس نہیں لیا جا سکتا جب تک کہ وہ سمندر میں ہے، اور اسی طرح اگر کسی نے دیوار عاریتا حاصل کی تا کہ وہ اپنی چھت اس پر رکھ سکے تو جب تک اس کے اوپر چھت کی لکڑیاں ہیں اس وقت تک اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔

اسی طرح عاریت لینے والے پر واجب ہے کہ وہ عاریتہ لی گئی چیز کی حفاظت بھی اپنے مال کی طرح ہی کرے تا کہ اس کے مالک تک صحیح سالم لوٹائی جا سکے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (یقیناً اللہ تعالی تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مالکوں کو لوٹا دو)۔

تو یہ آیت امانت کے لوٹانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس میں عاریت بھی شامل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (آپ امانت کو امانت رکھنے والے کے پاس لوٹا دیں)۔

تو یہ نصوص انسان کے پاس امانت رکھی گئی چیز کی حفاظت اور اسے مالک کو صحیح سالم واپس کرنے کے وجوب پر دلالت کرتیں ہیں، اور اس عمومی حکم میں عاریت بھی شامل ہوتی ہے، اس لیے عاریت لینے والا اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور وہ چیز اس سے مطلوب بھی ہے، اور اس کے لیے تو صرف اس چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے وہ بھی عرف عام کی حدود میں رہتے ہوئے، تو اس لیے وہ اسے ایسے استعمال نہیں کر سکتا کہ وہ چیز ہی ضائع ہو جائے اور نہ ہی اس کے یہ جائز ہے کہ وہ اس کا ایسا استعمال کرے جو صحیح نہ ہو اس لیے کہ اس کے مالک نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (احسان کا بدلہ احسان ہی ہے)۔ اور اگر اسے جس کے لیے عاریتا حاصل کیا گیا تھا استعمال نہیں کرتا بلکہ کسی اور چیز میں استعمال کرتا ہے اور وہ چیز ضائع ہونے کی صورت میں اس کا ضامن ہوگا اور اس کا نقصان دینا واجب ہے۔

اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (جو کچھ ہاتھ نے لیا اسے واپس کرنا ہے) اسے پانچ نے روایت کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ تو اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ انسان نے جو کچھ لیا ہے وہ اسے واپس کرنا ہے اس لیے کہ وہ دوسرے کی ملکیت ہے اس لیے وہ اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مالک یا اس کے قائم مقام تک نہیں پہنچ جاتی۔

اگر عاریتا لی گئی چیز سے صحیح طریقے پر نفع حاصل کرتے ہوئے وہ چیز ضائع ہو جائے تو عاریتا لینے والے پر کوئی ضمان نہیں اس لیے کہ دینے والے اس استعمال کی اجازت دی تھی اور جو کچھ اجازت شدہ پر مرتب ہو اس کی ضمانت نہیں ہوتی۔

اور اگر عاریتا لی گئی جس کام کے لیے لی گئی تھی اس کے علاوہ کسی اور استعمال میں ضائع ہو جائے تو اس کی ضمان میں علماء کرام کا

لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ تَمْلِيكَ الْمَنَافِعِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ بِدَلَالَةِ آخِرِهِ .

فرمایا کہ عاریت پر دینے والے کے اعرتک کہنے سے عاریت منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ لفظ اس میں صریح ہے اور میں نے یہ تجھے یہ زمین کھانے کے لئے دی یہ کہنے سے بھی عاریت درست ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ لفظ اس میں اا ستعمال ہوتے ہیں اور یہ کہنا کہ میں نے آپ کو یہ کپڑا ہدیہ میں دیا یا میں نے تجھے اس سواری پر سوار کیا اس شرط کے ساتھ کہ معیر حملتك الخ سے ہبہ مراد نہ لے اس لئے کہ یہ لفظ تملیک عین کے لئے ہے اور ہبہ مراد نہ لینے کی صورت میں مجاز کے طور پر اس کو تملیک منافع پر محمول کیا جائے گا۔

فرمایا کہ اخـدمتك الخ میں نے یہ غلام تیری خدمت کے لئے دے دیا کہ دینے سے بھی عاریت درست ہو جائے گی اس لئے کہ یہ غلام سے خدمت لینے کی اجازت ہے میرا گھر تمہارے لئے سکنی ہے اس طرح کہنے سے بھی عاریت درست ہو جائے گی اس لئے کہ اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو اپنا گھر رہنے کے لئے دے دیا داری لك عمری سکنی کہنے سے بھی عاریت درست ہوگی

اس لئے کہ اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو اپنا گھر زندگی بھر تمہیں رہنے کے لئے دے دیا اور معیر کے قول سکنی کو لک کی تفسیر قرار دے دیا جائے گا اس لئے کہ اس میں تملیک منافع کا احتمال ہے لہٰذا آخری کلمہ کی دلالت سے اس کو تملیک منافع پر محمول کر دیا جائے گا۔

معیر کے لئے عاریت سے حق رجوع میں اختیار کا بیان

قَالَ : (وَلِلْمُعِيرِ اَنْ يَرْجِعَ فِي الْعَارِيَةِ مَتَى شَاءَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ) وَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ تُمْلَكُ شَيْئًا فَشَيْئًا عَلَى حَسَبِ حُدُوثِهَا فَالتَّمْلِيكُ فِيمَا لَمْ يُوجَدْ لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ الْقَبْضُ فَيَصِحُّ الرُّجُوعُ عَنْهُ .

فرمایا کہ معیر کو اختیار ہے کہ جب وہ چاہے عاریت سے رجوع کر لے اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو چیز منحہ کے طور پر دی جائے وہ بھی واپس کی جا سکتی ہے اور جو چیز عاریت پر دی جائے وہ بھی واپس لی جا سکتی ہے اور اس لئے کہ منافع تھوڑا تھوڑا کر کے ملکیت میں آتا ہے لہٰذا غیر موجود منافع میں تملیک قبضہ سے متصل نہیں ہوتی اس لئے اس سے رجوع کرنا درست ہے۔

مستعار چیز کو واپس کرنے کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم ﷺ فرماتے تھے کہ مستعار چیز واپس کی جائے (یعنی کسی کی کوئی چیز مستعار لینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کے پاس واپس پہنچا دے) منحہ کا واپس کرنا ضروری ہے قرض کو ادا کیا جائے یعنی قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور ضامن ضمانت پوری کرنے پر مجبور ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی کے قرض وغیرہ کا ضامن ہو تو

اس کی ادائے گی اس پر لازم ہے (ترمذی ابوداؤد)

منحہ کا فقہی مفہوم

منحہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اپنا جانور دودھ پینے کے لئے دے دے یا کسی کو اپنی زمین یا اپنا باغ پھل وغیرہ کھانے کے لئے دے دے لہٰذا منحہ میں چونکہ صرف منفعت کا مالک بنایا جاتا ہے نہ کہ اصل اس چیز کا اس لئے اس چیز مثلاً جانور سے فائدہ اٹھانے کے بعد اسے مالک کو واپس کر دینا واجب ہے۔

عاریت کا تعدی کے بغیر ہلاکت کے سبب عدم ضمان کا بیان

قَالَ : (وَالْعَارِيَةُ اَمَانَةٌ اِنْ هَلَكَتْ مِنْ غَيْرِ تَعَدٍّ لَمْ يَضْمَنْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَضْمَنُ ؛ لِاَنَّهُ قَبَضَ مَالَ غَيْرِهِ لِنَفْسِهِ لَا عَنْ اسْتِحْقَاقٍ فَيَضْمَنُهُ، وَالْاِذْنُ ثَبَتَ ضَرُوْرَةَ الِانْتِفَاعِ فَلَا يَظْهَرُ فِيمَا وَرَاءَهُ، وَلِهٰذَا كَانَ وَاجِبَ الرَّدِّ وَصَارَ كَالْمَقْبُوضِ عَلٰى سَوْمِ الشِّرَاءِ .

وَلَنَا اَنَّ اللَّفْظَ لَا يُنْبِءُ عَنْ الْتِزَامِ الضَّمَانِ ؛ لِاَنَّهُ لِتَمْلِيكِ الْمَنَافِعِ بِغَيْرِ عِوَضٍ اَوْ لِاِبَاحَتِهَا، وَالْقَبْضُ لَمْ يَقَعْ تَعَدِّيًا لِكَوْنِهِ مَاْذُونًا فِيهِ، وَالْاِذْنُ وَاِنْ ثَبَتَ لِاَجْلِ الِانْتِفَاعِ فَهُوَ مَا قَبَضَهُ اِلَّا لِلِانْتِفَاعِ فَلَمْ يَقَعْ تَعَدِّيًا، وَاِنَّمَا وَجَبَ الرَّدُّ مُؤْنَةً كَنَفَقَةِ الْمُسْتَعَارِ فَاِنَّهَا عَلَى الْمُسْتَعِيرِ لَا لِنَقْضِ الْقَبْضِ .

وَالْمَقْبُوضُ عَلٰى سَوْمِ الشِّرَاءِ مَضْمُونٌ بِالْعَقْدِ ؛ لِاَنَّ الْاَخْذَ فِي الْعَقْدِ لَهُ حُكْمُ الْعَقْدِ عَلٰى مَا عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ .

فرمایا کہ عاریت پر لی ہوئی چیز امانت ہوتی ہے جب وہ زیادتی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو مستعیر اس کا ضامن نہیں ہوگا امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ مستعیر استحقاق کے بغیر دوسرے کے مال پر اپنے لئے قبضہ کرتا ہے اس لئے وہ ضامن ہوگا۔ اور مالک کی اجازت نفع اٹھانے کی ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے لہٰذا ضرورت کے بغیر اجازت ظاہر نہیں ہوگی اسی لئے عاریت کے مال کی واپسی لازم ہے اور یہ سوم شراء کے طور پر کسی چیز پر قبضہ کرنے کی طرح ہو گیا ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ عاریت التزام ضمان کی خبر نہیں دیتا اس لئے کہ یہ بدلہ کے سوا منافع کی تملیک یا اس کی اباحت کے لئے موضوع ہے اور قبضہ کرنے میں تعدی نہیں ہوتی اس لئے کہ قبضہ تو مالک کی اجازت سے ہوتا ہے اور مالک کی طرف سے اجازت اگرچہ نفع حاصل کرنے کے لئے ہے لیکن مستعیر بھی تو نفع حاصل کرنے کے لئے ہی مستعار پر قبضہ کرتا ہے اس لئے اس کے قبضہ میں تعدی نہیں ہوگی۔

اور مستعیر پر واپس کرنا اس لئے واجب ہے کہ اس میں خرچہ ہوتا ہے جس طرح کہ عاریت پر لی ہوئی چیز کا نفقہ اسی مستعیر پر واجب ہوتا ہے اور یہ واپسی قبضہ ختم کرنے کے لئے نہیں واجب ہے اور خریدنے کی نیت کے ساتھ جس چیز پر قبضہ ہوتا ہے وہ چیز عقد کے سبب مضمون ہوتی ہے اس لئے کہ عقد شروع کرنے کو عقد کا حکم حاصل ہے جس طرح کہ اس کے مقام پر معلوم ہو چکا ہے۔

عاریت والی چیز کو کرائے پر دینے میں عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُسْتَعِيرِ اَنْ يُؤَاجِرَ مَا اسْتَعَارَهُ ؛ فَإِنْ آجَرَهُ فَعَطِبَ ضَمِنَ) ؛ لِاَنَّ الْإِعَارَةَ دُونَ الْإِجَارَةِ وَالشَّيْءُ لَا يَتَضَمَّنُ مَا هُوَ فَوْقَهُ، وَلِاَنَّا لَوْ صَحَّحْنَاهُ لَا يَصِحُّ اِلَّا لَازِمًا ؛ لِاَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ بِتَسْلِيطٍ مِنَ الْمُعِيرِ، وَفِي وُقُوعِهِ لَازِمًا زِيَادَةُ ضَرَرٍ بِالْمُعِيرِ لِسَدِّ بَابِ الْإِسْتِرْدَادِ اِلَى انْقِضَاءِ مُدَّةِ الْإِجَارَةِ فَاَبْطَلْنَاهُ، وَضَمِنَهُ حِينَ سَلَّمَهُ ؛ لِاَنَّهُ اِذَا لَمْ تَتَنَاوَلْهُ الْعَارِيَّةُ كَانَ غَصْبًا، وَاِنْ شَاءَ الْمُعِيرُ ضَمَّنَ الْمُسْتَاْجِرَ ؛ لِاَنَّهُ قَبَضَهُ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَالِكِ لِنَفْسِهِ، ثُمَّ اِنْ ضَمِنَ الْمُسْتَعِيرُ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْمُسْتَاْجِرِ ؛ لِاَنَّهُ ظَهَرَ اَنَّهُ آجَرَ مِلْكَ نَفْسِهِ، وَاِنْ ضَمِنَ الْمُسْتَاْجِرُ يَرْجِعُ عَلَى الْمُؤَاجِرِ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ اَنَّهُ كَانَ عَارِيَّةً فِي يَدِهِ دَفْعًا لِضَرَرِ الْغُرُورِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا عَلِمَ .

فرمایا کہ مستعیر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عاریت پر لی ہوئی چیز کو کرایہ پر دے اور جب اس نے کرایہ پر دے دی اور وہ چیز ہلاک ہوگئی تو مستعیر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اعارۃ اجارہ سے کم حیثیت کا کام ہے اور کوئی بھی چیز اپنے سے اعلیٰ چیز کو متضمن نہیں ہوتی اور اس لئے کہ جب ہم مستعیر کے اجارہ کو درست قرار دے دیں تو وہ لازم ہو کر درست ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں یہ معیر کی جانب سے بذریعہ تسلیط اور تقدیر ہوگا جب کہ اس کے لازم ہو کر واقع ہونے میں معیر کا زیادہ نقصان ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجارہ کی مدت ختم ہونے تک واپسی کا راستہ بند ہو جائے گا اس لئے ہم نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور جب مستعیر چیز مستعار کو عاریت پر دیتا ہے تو اس کو مستاجر کے حوالے کرتے ہی مستعیر ضامن ہو جائے گا اس لئے کہ جب عاریت اجارہ کو شامل نہیں ہے تو مستعیر کا یہ فعل غصب ہوگا اب اگر معیر چاہے تو مستاجر کو ضامن بنالے اس لئے کہ مستاجر نے مالک کی اجازت کے بغیر اس پر قبضہ کیا ہے پس جب معیر مستعیر کو ضامن بنا کر اس سے ضمان لیتا ہے تو ضمان کی رقم وہ مستاجر سے واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ ضامن دینے سے یہ واضح ہوگیا کہ مستعیر نے اپنی ذاتی ملکیت اجارہ پر دی ہے اور جب معیر مستاجر سے ضمان لے لیتا ہے تو مستاجر موجر سے ضمان کی رقم واپس لے گا اس لئے کہ دھوکہ دینے نقصان دور کر سکے لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب مستاجر کو یہ معلوم نہ ہو کہ اجارہ پر لی ہوئی چیز مستعیر اور موجر کے پاس عاریت ہے اس صورت کے خلاف ہے کہ جب مستاجر کو یہ معلوم ہو۔

عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے کا بیان

قَالَ (وَلَهُ اَنْ يُعِيرَهُ اِذَا كَانَ مِمَّا لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَيْسَ لَهُ اَنْ يُعِيرَهُ ؛ لِاَنَّهُ اِبَاحَةُ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ، وَالْمُبَاحُ لَهُ لَا يَمْلِكُ الْإِبَاحَةَ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الْمَنَافِعَ غَيْرُ قَابِلَةٍ لِلْمِلْكِ لِكَوْنِهَا مَعْدُومَةً، وَاِنَّمَا جَعَلْنَاهَا مَوْجُودَةً فِي الْإِجَارَةِ لِلضَّرُورَةِ وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِالْإِبَاحَةِ هٰهُنَا .

وَنَحْنُ نَقُولُ : هُوَ تَمْلِيكُ الْمَنَافِعِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا فَيَمْلِكُ الْإِعَارَةَ كَالْمُوصٰى لَهُ بِالْخِدْمَةِ، وَالْمَنَافِعُ اُعْتُبِرَتْ قَابِلَةً لِلْمِلْكِ فِي الْإِجَارَةِ فَتُجْعَلُ كَذٰلِكَ فِي الْإِعَارَةِ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ، وَاِنَّمَا لَا تَجُوْزُ فِيْمَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ دَفْعًا لِمَزِيْدِ الضَّرَرِ عَنِ الْمُعِيْرِ ؛ لِاَنَّهُ رَضِيَ بِاسْتِعْمَالِهِ لَا بِاسْتِعْمَالِ غَيْرِهِ .

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ : وَهٰذَا اِذَا صَدَرَتِ الْإِعَارَةُ مُطْلَقَةً .وَهِيَ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَوْجُهٍ : اَحَدُهَا اَنْ تَكُوْنَ مُطْلَقَةً فِي الْوَقْتِ وَالْاِنْتِفَاعِ وَلِلْمُسْتَعِيرِ فِيْهِ اَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ اَيَّ نَوْعٍ شَاءَ فِي اَيِّ وَقْتٍ شَاءَ عَمَلًا بِالْاِطْلَاقِ .وَالثَّانِي اَنْ تَكُوْنَ مُقَيَّدَةً فِيْهِمَا وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُجَاوِزَ فِيْهِ مَا سَمَّاهُ عَمَلًا بِالتَّقْيِيْدِ اِلَّا اِذَا كَانَ خِلَافًا اِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ اَوْ اِلٰى خَيْرٍ مِنْهُ وَالْحِنْطَةُ مِثْلُ الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيْرُ خَيْرٌ مِنَ الْحِنْطَةِ اِذَا كَانَ كَيْلًا .وَالثَّالِثُ اَنْ تَكُوْنَ مُقَيَّدَةً فِي حَقِّ الْوَقْتِ مُطْلَقَةً فِي حَقِّ الْاِنْتِفَاعِ .

وَالرَّابِعُ عَكْسُهُ وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَتَعَدّٰى مَا سَمَّاهُ، فَلَوِ اسْتَعَارَ دَابَّةً وَلَمْ يُسَمِّ شَيْئًا لَهُ اَنْ يَحْمِلَ وَيُعِيْرَ غَيْرَهُ لِلْحَمْلِ ؛ لِاَنَّ الْحَمْلَ لَا يَتَفَاوَتُ .

وَلَهُ اَنْ يَرْكَبَ وَيُرْكِبَ غَيْرَهُ وَاِنْ كَانَ الرُّكُوْبُ مُخْتَلِفًا ؛ لِاَنَّهُ لَمَّا اُطْلِقَ فِيْهِ فَلَهُ اَنْ يُعَيِّنَ، حَتّٰى لَوْ رَكِبَ بِنَفْسِهِ لَيْسَ لَهُ اَنْ يُرْكِبَ غَيْرَهُ ؛ لِاَنَّهُ تَعَيَّنَ رُكُوْبُهُ، وَلَوْ اَرْكَبَ غَيْرَهُ لَيْسَ لَهُ اَنْ يَرْكَبَهُ حَتّٰى لَوْ فَعَلَهُ ضَمِنَهُ ؛ لِاَنَّهُ تَعَيَّنَ الْاِرْكَابُ .

فرمایا کہ مستعیر کو عاریت والی چیز عاریت پر دینا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ استعمال کرنے والے کے استعمال سے وہ چیز بدل نہ جائے۔

جبکہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کو عاریت پر دینے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ منافع کی اباحت ہے جس طرح کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور جس کے لئے کوئی چیز مباح کی جاتی ہے وہ دوسرے کے لئے اباحت کا مالک نہیں ہوتا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ منافع ملکیت کے قابل نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ معدوم ہوتا ہے اور ضرورت کی بنا پر ہم نے اس کو اجارہ کے حق میں موجود مانا ہے اور یہاں مباح کرنے سے یہ ضرورت پوری ہو چکی ہے ہم کہتے ہیں کہ عاریت منافع کی تملیک ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا مستعیر اعارہ کا مالک ہوگا جس طرح کو اس کو یہ حق ہوتا ہے جس کو بالخدمت وصیت کی جائے تو وہ اپنے خادم کو دوسرے کی خدمت کے لئے دے دیا اور منافع اجارہ میں ملکیت کے قابل ہے لہٰذا حاجت کو دور کرنے کے پیش نظر اعارہ میں بھی منافع مملوک ہونے کے قابل بنائیں گے ہاں وہ چیز جو استعمال کرنے سے بدل جاتی ہے اس کو اعارہ پر دینا جائز نہیں ہے تا کہ معیر سے مزید نقصان کو دور کیا جا سکے اس لئے کہ معیر مستعیر اول کے استعمال سے راضی ہوا ہے اور دوسرے کے استعمال سے راضی نہیں ہوا ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب عاریت مطلق ہو اور اس کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اعارہ وقت اور انتفاع دونوں کی قید سے مطلق ہو اور اس قسم میں مستعیر کو یہ حق ہے کہ وہ جب جس وقت جیسے چاہے اس سے انتفاع کرے تا کہ اطلاق پر عمل ہو سکے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ عاریت وقت اور انتفاع کی قید سے مقید ہو اور اس صورت میں مستعیر کو معیر کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہے تا کہ تقیید پر عمل ہو جائے مگر یہ کہ وہ مخالفت معیر کی معین کردہ چیز کے ہم مثل ہو یا اس سے اچھی ہو تو اس کی اجازت ہو گی اور ایک گیہوں دوسرے گیہوں کی مثل ہوتا ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ عاریت وقت کے حق میں مقید ہو اور انتفاع کے حق میں مطلق ہو۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ وقت کے حق میں مطلق ہو اور انتفاع کے حق میں مقید ہو ان دونوں صورتوں میں مستعیر کے لئے معیر کے معینکردہ وقت اور انتفاع سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

جب کسی نے کوئی سواری استعارہ پر لی اور کچھ معین نہیں کیا تو مستعیر کو یہ حق ہے کہ اس پر خود بھی سامان لادے اور اس کو دوسرے کو بھی سامان لادنے کے لئے دے دے اس لئے کہ لادنا متفاوت نہیں ہوتا اس کو یہ بھی حق ہے کہ خود سوار ہو اور دوسرے کو بھی سوار کرائے اگر چہ رکوب الگ الگ ہوتا ہے اس لئے کہ جب مالک نے انتفاع کو مطلق کر رکھا ہے تو مستعیر کو یہ حق ہے کہ وہ اس کو معین کر دے حتی کہ جب وہ خود سوار ہو گیا تو دوسرے کو سوار ہونے کا حق نہیں ہے اور جب دوسرے کو سوار کر دیا تو اس کو خود سوار ہونے کا حق نہیں ہے اور جب اس نے ایسا کیا تو وہ اس کا ضامن ہو گا اس لئے کہ راکب معین ہو چکا ہے۔

دراہم ودیناروں کو عاریت پر دینے کا بیان

قَالَ : (وَعَارِيَةُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ وَالْمَعْدُودِ قَرْضٌ) ؛لِأَنَّ الْإِعَارَةَ تَمْلِيكُ الْمَنَافِعِ، وَلَا يُمْكِنُ الِانْتِفَاعُ بِهَا إلَّا بِاسْتِهْلَاكِ عَيْنِهَا فَاقْتَضَى تَمْلِيكَ الْعَيْنِ ضَرُورَةً وَذَلِكَ بِالْهِبَةِ أَوْ بِالْقَرْضِ وَالْقَرْضُ أَدْنَاهُمَا فَيَثْبُتُ .أَوْ ؛لِأَنَّ مِنْ قَضِيَّةِ الْإِعَارَةِ الِانْتِفَاعَ وَرَدَّ الْعَيْنِ فَأُقِيمَ رَدُّ الْمِثْلِ مَقَامَهُ .قَالُوا : هَذَا إذَا أَطْلَقَ الْإِعَارَةَ .

وَأَمَّا إذَا عَيَّنَ الْجِهَةَ بِأَنْ اسْتَعَارَ دَرَاهِمَ لِيُعَايِرَ بِهَا مِيزَانًا أَوْ يُزَيِّنَ بِهَا دُكَّانًا لَمْ يَكُنْ قَرْضًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إلَّا الْمَنْفَعَةُ الْمُسَمَّاةُ، وَصَارَ كَمَا إذَا اسْتَعَارَ آنِيَةً يَتَجَمَّلُ بِهَا أَوْ سَيْفًا مُحَلًّى يَتَقَلَّدُهُ .

فرمایا کہ دراہم اور دنانیر اور ملیکی اور موزونی اور معدودی چیزوں کو عاریت پر دینا بھی قرض ہے اس لئے کہ اعارہ منافع کی تملیک ہے اور منافع کے عین کو استعمال کئے بغیر ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا یہ تملیک بطور ضرورت عین کی تملیک کا تقاضہ کرنے والی ہے اور عین کی تملیک ہبہ سے ہو گی یا قرض سے اور قرض ان میں ادنی ہے اس لئے وہ ثابت ہو جائے گا یا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ اعارہ کا تقاضہ مستعار چیز سے نفع حاصل کر کے اس کو معیر کو واپس دے دینا ہے لہٰذا مثل کی واپسی کو عین کے

رد کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اعارہ مطلق ہو اور جب اعارہ کی جہت معین ہو اس طریقے پر کہ اس طرح اعارہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ترازو کا وزن درست رکھے یا ان مستعار دراہم سے اپنی دکان کو سجائے گا تو یہ قرض نہیں ہوگا اور مستعیر کے لئے معین کردہ منفعت ہی ثابت ہوگی اور یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کہ کچھ برتن لے کر اس سے زیب و زینت حاصل کرلے یا پھل والی تلوار کو لٹکائے رکھے۔

زمین عاریت پر لے کر عمارت بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اسْتَعَارَ أَرْضًا لِيَبْنِيَ فِيهَا أَوْ لِيَغْرِسَ فِيهَا جَازَ وَلِلْمُعِيرِ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا وَيُكَلِّفَهُ قَلْعَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ) أَمَّا الرُّجُوعُ فَلِمَا بَيَّنَّا، وَأَمَّا الْجَوَازُ فَلِأَنَّهَا مَنْفَعَةٌ مَعْلُومَةٌ تُمْلَكُ بِالْإِجَارَةِ فَكَذَا بِالْإِعَارَةِ.

وَإِذَا صَحَّ الرُّجُوعُ بَقِيَ الْمُسْتَعِيرُ شَاغِلًا أَرْضَ الْمُعِيرِ فَيُكَلَّفُ تَفْرِيغَهَا، ثُمَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ وَقَّتَ الْعَارِيَّةَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَعِيرَ مُغْتَرٌّ غَيْرُ مَغْرُورٍ حَيْثُ اعْتَمَدَ إِطْلَاقَ الْعَقْدِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْبِقَ مِنْهُ الْوَعْدُ وَإِنْ كَانَ وَقَّتَ الْعَارِيَّةَ وَرَجَعَ قَبْلَ الْوَقْتِ صَحَّ رُجُوعُهُ لِمَا ذَكَرْنَاهُ وَلَكِنَّهُ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ خُلْفِ الْوَعْدِ (وَضَمِنَ الْمُعِيرُ مَا نَقَصَ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ بِالْقَلْعِ)؛ لِأَنَّهُ مَغْرُورٌ مِنْ جِهَتِهِ حَيْثُ وَقَّتَ لَهُ، وَالظَّاهِرُ هُوَ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ وَيَرْجِعُ عَلَيْهِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ نَفْسِهِ. كَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ فِي الْمُخْتَصَرِ.

وَذَكَرَ الْحَاكِمُ الشَّهِيدُ أَنَّهُ يَضْمَنُ رَبُّ الْأَرْضِ لِلْمُسْتَعِيرِ قِيمَةَ غَرْسِهِ وَبِنَائِهِ وَيَكُونَانِ لَهُ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُسْتَعِيرُ أَنْ يَرْفَعَهُمَا وَلَا يُضَمِّنَهُ قِيمَتَهُمَا فَيَكُونَ لَهُ ذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ مِلْكُهُ.

قَالُوا: إِذَا كَانَ فِي الْقَلْعِ ضَرَرٌ بِالْأَرْضِ فَالْخِيَارُ إِلَى رَبِّ الْأَرْضِ؛ لِأَنَّهُ صَاحِبُ أَصْلٍ وَالْمُسْتَعِيرُ صَاحِبُ تَبَعٍ وَالتَّرْجِيحُ بِالْأَصْلِ، وَلَوْ اسْتَعَارَهَا لِيَزْرَعَهَا لَمْ تُؤْخَذْ مِنْهُ حَتَّى يَحْصُدَ الزَّرْعَ وَقَّتَ أَوْ لَمْ يُوَقِّتْ؛ لِأَنَّ لَهُ نِهَايَةً مَعْلُومَةً، وَفِي التَّرْكِ مُرَاعَاةُ الْحَقَّيْنِ، بِخِلَافِ الْغَرْسِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ نِهَايَةٌ مَعْلُومَةٌ فَيُقْلَعُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْمَالِكِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے زمین عاریت پر لی تاکہ اس میں عمارت بنوائے یا درخت لگوائے تو اس طرح کا اعارہ جائز ہے اور معیر کو وہ زمین واپس لینے کا حق ہے اور واپس لینے کی صورت میں معیر مستعیر کو درخت اور عمارت نکالنے کا مکلف بنائے گا رہا رجوع کا حق تو اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اس اعارہ کا جواز اس وجہ سے ہے کہ یہ منفعت منفعت معلومہ

ہے اور اجارہ کے سبب ملکیت میں آجاتی ہے لہٰذا اعارہ سے بھی ملکیت آجائے گی اور جب رجوع درست ہے تو مستعیر معیر کی زمین کو مشغول کرنے والا ہوگا لہٰذا اس کو خالی کرنے کا مکلف بنایا جائے گا پس جب معیر نے عاریت کو موقت نہ کیا ہو تو اس پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ مستعیر نے خود ہی دھوکہ کھایا ہے اور اس کو معیر کی جانب سے دھوکہ نہیں دیا گیا ہے اس لئے کہ اس نے معیر کی جب سے کسی وعدے کے بغیر عقد کے مطلق ہونے پر اعتماد کر لیا ہے اور جب معیر نے عاریت کو موقت کر دیا اور وقت سے پہلے وہ رجوع کر لے تو بھی رجوع درست ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں وعدہ خلافی ہے اور عمارت اور درخت توڑنے سے جو نقصان ہوگا معیر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ مستعیر کو معیر کی جانب سے دھوکہ دیا گیا ہے اس لئے کہ اس نے وقت معین کر دیا تھا لہٰذا یہ ظاہر اس کو وعدہ پورا کرنا چاہیے تھا اس لئے مستعیر اپنی ذات سے نقصان کو دور کرنے کے لئے معیر سے ضمان کو واپس لے گا۔

امام قدوری نے اپنی مختصر میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا ہے حاکم شہید نے اس سلسلے میں یہ لکھا ہے کہ زمین کا مالک مستعیر کے لئے اس کے پودے اور اس کی عمارت کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ دونوں چیزیں اس کی ہی ہو جائیں گی لیکن جب مستعیر چاہے تو عمارت اور درخت کو اکھاڑ لے اور زمین کا مالک ان کی قیمت کا ضامن نہ بنائے تو یہ دونوں چیزیں مستعیر کی رہیں گی اس لئے کہ یہ اس کی ہی ملکیت ہے۔

مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب عمارت وغیرہ نکالنے سے زمین کو نقصان پہنچتا ہو تو یہ اختیار زمین کے مالک کو ہوگا کیونکہ اصل کا یہی مالک ہے اور مستعیر تبع کا مالک ہے اور اصل کو ترجیح حاصل ہوتی ہے جب مستعیر نے کاشت کاری کرنے کے لئے زمین عاریت پر لی تھی تو کھیتی کاٹی جانے سے پہلے وہ زمین اس سے نہیں لی جائے گی چاہے معیر نے اعارہ کو موقت کیا ہو یا نہ کیا ہو اس لئے کہ کھیتی کٹنے کی ایک معلوم مدت ہوتی ہے اور اجرت لے کر چھوڑنے میں دونوں کے حق کی رعایت ہے درخت لگانے کے خلاف اس لئے کہ اس کی کوئی معلوم مدت نہیں ہوتی لہٰذا مالک کے نقصان کو دور کرنے کے لئے درخت اکھاڑ دیئے جائیں گے۔

عاریت کو واپس کرنے کی اجرت کا مستعیر پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَاُجْرَةُ رَدِّ الْعَارِيَةِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ) ؛ لِاَنَّ الرَّدَّ وَاجِبٌ عَلَيْهِ لِمَا اَنَّهُ قَبَضَهُ لِمَنْفَعَةِ نَفْسِهِ وَالْاُجْرَةُ مُؤْنَةُ الرَّدِّ فَتَكُونُ عَلَيْهِ (وَاُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمُسْتَاْجَرَةِ عَلَى الْمُؤَجِّرِ) لِاَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْمُسْتَاْجِرِ التَّمْكِينُ وَالتَّخْلِيَةُ دُونَ الرَّدِّ، فَاِنَّ مَنْفَعَةَ قَبْضِهِ سَالِمَةٌ لِلْمُؤَجِّرِ مَعْنًى فَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ مُؤْنَةُ رَدِّهِ (وَاُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوبَةِ عَلَى الْغَاصِبِ) ؛ لِاَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِ الرَّدُّ وَالْاِعَادَةُ اِلَى يَدِ الْمَالِكِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ فَتَكُونُ مُؤْنَتُهُ عَلَيْهِ

فرمایا کہ عاریت کو واپس کرنے کی اجرت مستعیر پر ہوگی اس لئے کہ واپس کرنا مستعیر پر ہی لازم ہے کیونکہ اس نے

اپنی ذات کی منفعت کے لئے اس پر قبضہ کیا ہے اور اجرت رد کا صرفہ ہے لہذا یہ صرفہ مستعیر پر ہی ہوگا اور کرایہ پر لی ہوئی چیز واپس کرنے کی اجرت کرایہ پر دینے والے پر ہی واجب ہوگی اس لئے کہ لینے والے پر تقدیر علی التسلیم اور تخلیہ واجب ہے نہ کہ واپس کرنا اس لئے کہ مستاجر کے قبضہ کی منفعت بھی معنوی طور پر موجر کو ملتی ہے لہذا مستاجر پر اس کی واپسی کا صرفہ لازم نہیں ہوگا اور مغصوبہ چیز کو واپس کرنے کی اجرت غاصب پر ہی ہوگی اس لئے کہ مالک سے نقصان کو دور کرنے کے پیش نظر اس چیز کو واپس کر کے مالک کے قبضہ میں دینا اس غاصب پر ہی واجب ہے اس لئے کہ مؤنت کا رد بھی غاصب پر ہی ہوتا ہے۔

جانور کو بطور عاریت کے بعد واپس کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا اسْتَعَارَ دَابَّةً فَرَدَّهَا إِلَى إِصْطَبْلِ مَالِكِهَا فَهَلَكَتْ لَمْ يَضْمَنْ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ، وَفِي الْقِيَاسِ يَضْمَنُ؛ لِأَنَّهُ مَا رَدَّهَا إِلَى مَالِكِهَا بَلْ ضَيَّعَهَا.

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ أَتَى بِالتَّسْلِيمِ الْمُتَعَارَفِ؛ لِأَنَّ رَدَّ الْعَوَارِيِّ إِلَى دَارِ الْمُلَّاكِ مُعْتَادٌ كَآلَةِ الْبَيْتِ، وَلَوْ رَدَّهَا إِلَى الْمَالِكِ فَالْمَالِكُ يَرُدُّهَا إِلَى الْمَرْبِطِ.

(وَإِنْ اسْتَعَارَ عَبْدًا فَرَدَّهُ إِلَى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيْهِ لَمْ يَضْمَنْ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَوْ رَدَّ الْمَغْصُوبَ أَوْ الْوَدِيعَةَ إِلَى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيْهِ ضَمِنَ)؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْغَاصِبِ فَسْخُ فِعْلِهِ، وَذٰلِكَ بِالرَّدِّ إِلَى الْمَالِكِ دُونَ غَيْرِهِ، الْوَدِيعَةُ لَا يَرْضَى الْمَالِكُ بِرَدِّهَا إِلَى الدَّارِ وَلَا إِلَى يَدِ مَنْ فِي الْعِيَالِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ ارْتَضَاهُ لَمَا أَوْدَعَهَا إِيَّاهُ، بِخِلَافِ الْعَوَارِيِّ؛ لِأَنَّ فِيهَا عُرْفًا، حَتَّى لَوْ كَانَتْ الْعَارِيَّةُ عِقْدَ جَوْهَرٍ لَمْ يَرُدَّهَا إِلَّا إِلَى الْمُعِيرِ؛ لِعَدَمِ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ الْعُرْفِ فِيهِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے گھوڑا عاریت پر لیا اور اس کو مالک کے اصطبل خانے میں واپس کر دیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو مستعیر ضامن نہیں ہوگا یہ استحسان ہے بطور قیاس وہ ضامن ہے اس لئے کہ اس نے مالک کو نہیں واپس کیا ہے بلکہ ضائع کر دیا ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اس نے عام دستور کے مطابق واپس کیا ہے کیونکہ عاریتوں کو مالک کے گھر واپس کرنا معتاد ہے جس طرح کہ گھریلو سامان عاریت پر لئے جاتے ہیں پس گھر میں لوٹا دیئے جاتے ہیں اور جب مستعیر نے مالک کو واپس کیا اور مالک نے اس کو باڑے میں پہنچا دیا تو بھی واپسی درست ہوگی۔ جب کسی نے غلام عاریت پر لیا پھر اس کو مالک کے گھر پہنچا دیا لیکن مالک کے حوالے نہیں کیا تو مستعیر ضامن نہیں ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

جب مغصوب یا ودیعت کو کا مالک کے گھر پہنچایا اور مالک کے سپرد نہیں کیا تو واپس کرنے والا ضامن ہوگا اس لئے کہ غاصب پر فعل غصب کو فسخ کرنا واجب ہے اور یہ کام مالک کو واپس کرنے سے پورا ہو گیا اس کے علاوہ کو سپرد کرنے سے کام نہیں چلے گا اور ودیعت کا بھی یہی حال ہے اس لئے کہ مالک نہ تو اس کے گھر پہنچانے سے راضی ہوگا اور نہ ہی اس کے عیال میں سے کسی و... ہے

سے راضی ہوگا کیونکہ جب مالک ان چیزوں سے راضی ہوتا تو مودع کے پاس ودیعت ہی نہ رکھتا عواری کے خلاف اس لئے کہ ان میں ایک عرف جاری ہے حتی کہ جب جواہرات کا کوئی ہار عاریت پر لیا گیا ہو تو معیر کے علاوہ کسی اور کے پاس اس کی واپسی معتبر نہیں ہے اس لئے کہ اتنی قیمتی عاریت میں کوئی عرف نہیں ہے۔

سواری کو عاریت پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَعَارَ دَابَّةً فَرَدَّهَا مَعَ عَبْدِهِ اَوْ اَجِيرِهِ لَمْ يَضْمَنْ) وَالْمُرَادُ بِالْاَجِيرِ اَنْ يَكُونَ مُسَانَهَةً اَوْ مُشَاهَرَةً ؛ لِاَنَّهَا اَمَانَةٌ، وَلَهُ اَنْ يَحْفَظَهَا بِيَدِ مَنْ فِي عِيَالِهِ كَمَا فِي الْوَدِيعَةِ، بِخِلَافِ الْاَجِيرِ مُيَاوَمَةً ؛ لِاَنَّهُ لَيْسَ فِي عِيَالِهِ .

(وَكَذَا اِذَا رَدَّهَا مَعَ عَبْدِ رَبِّ الدَّابَّةِ اَوْ اَجِيرِهِ) ؛ لِاَنَّ الْمَالِكَ يَرْضَى بِهِ ؛ اَلَا تَرَى اَنَّهُ لَوْ رَدَّهُ اِلَيْهِ فَهُوَ يَرُدُّهُ اِلَى عَبْدِهِ، وَقِيلَ هٰذَا فِي الْعَبْدِ الَّذِي يَقُومُ عَلَى الدَّوَابِّ، وَقِيلَ فِيهِ وَفِي غَيْرِهِ وَهُوَ الْاَصَحُّ ؛ لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ لَا يُدْفَعُ اِلَيْهِ دَائِمًا يُدْفَعُ اِلَيْهِ اَحْيَانًا (وَاِنْ رَدَّهَا مَعَ اَجْنَبِيٍّ ضَمِنَ) وَدَلَّتْ الْمَسْاَلَةُ عَلَى اَنَّ الْمُسْتَعِيرَ لَا يَمْلِكُ الْاِيدَاعَ قَصْدًا كَمَا قَالَهُ بَعْضُ الْمَشَايِخِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : يَمْلِكُهُ لِاَنَّهُ دُونَ الْاِعَارَةِ، وَاَوَّلُوا هٰذِهِ الْمَسْاَلَةَ بِاِنْهَاءِ الْاِعَارَةِ لِانْقِضَاءِ الْمُدَّةِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی سواری عاریت پر لی اور اس کو اپنے غلام یا مزدور کے ساتھ واپس کیا تو ضامن نہیں ہوگا اور اجیر سے وہ مزدور مراد ہے جو سالانہ یا ماہانہ مشاہرہ پر ملازم ہو اس لئے کہ عاریت امانت ہوتی ہے لہٰذا مستعیر کو یہ حق ہے کہ اس آدمی سے اس کی حفاظت کرائے جو اس کے عیال میں سے ہو جیسے ودیعت میں ہوتا ہے اس مزدور کے خلاف جو روزانہ کی اجرت پر رکھا گیا ہو اس لئے کہ یہ مستعیر کے عیال میں سے نہیں ہے یہی حکم اس صورت میں ہے جب مستعیر نے وہ سواری سواری کے مالک کے غلام یا اس کے مزدور کے ساتھ واپس کیا ہو اس لئے کہ مالک اس پر راضی ہوگا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب مستعیر نے وہ جانور مالک کو دیا تو مالک بھی اس کو اپنے غالم کے حوالہ کر دے گا۔

بعض مشائخ فقہاء نے فرمایا کہ یہ حکم اس غالم کے بارے میں ہے جو سواریوں کی دیکھ بھال کرتا ہو لیکن دوسرے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ حکم اس غلام کے بارے میں بھی ہے اور اس کے علاوہ کے بارے میں بھی ہے یہی زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اگر چہ مالک اس طرح کے غلام کو ہمیشہ نہیں دیتا ہے لیکن کبھی کبھی دے دیتا ہے۔

اور جب مستعیر نے کسی اجنبی کے ذریعے وہ گھوڑے واپس کیا تو ضامن ہوگا اور یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ مستعیر چیز مستعار کو قصداً ودیعت پر دینے کا مالک نہیں ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے یہی فرمایا ہے جب کہ بعض دوسرے مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ مستعیر کو ودیعت پر دینے کا اختیار ہے اس لئے کہ ودیعت اعارہ سے کم تر ہے اور عدم جواز کے مشائخ نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ جب مدت اعارہ پوری ہونے سے اعارہ کا معاملہ ختم ہو گیا یا اس کے لئے ایداع جائز نہیں ہے۔

کاشتکاری کے لئے خالی زمین بطور عاریت لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اَعَارَ اَرْضًا بَيْضَاءَ لِلزِّرَاعَةِ يَكْتُبُ اِنَّكَ اَطْعَمْتَنِي عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا : يَكْتُبُ اِنَّكَ اَعَرْتَنِي) ؛ لِاَنَّ لَفْظَةَ الْاِعَارَةِ مَوْضُوْعَةٌ لَهُ وَالْكِتَابَةُ بِالْمَوْضُوْعِ لَهُ اَوْلٰى كَمَا فِي اِعَارَةِ الدَّارِ .

وَلَهُ اَنَّ لَفْظَةَ الْاِطْعَامِ اَدَلُّ عَلَى الْمُرَادِ ؛ لِاَنَّهَا تَخُصُّ الزِّرَاعَةَ وَالْاِعَارَةُ تَنْتَظِمُهَا وَغَيْرَهَا كَالْبِنَاءِ وَنَحْوِهِ فَكَانَتِ الْكِتَابَةُ بِهَا اَوْلٰى ، بِخِلَافِ الدَّارِ ؛ لِاَنَّهَا لَا تُعَارُ اِلَّا لِلسُّكْنٰى ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

فرمایا کہ جب کوئی آدمی کاشت کاری کے لئے کسی کو خالی زمین عاریت پر دے تو امام اعظم کے نزدیک مستعیر عاریت نامے میں یہ عبارت لکھے تو نے مجھے یہ زمین کھانے کے لئے دی ہے۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ یوں لکھے تو نے مجھے عاریت پر دیا ہے اس لئے کہ لفظ اعارہ اس کے لئے ہی موضوع ہے اور موضوع سے ملی ہوئی تحریر لکھنا زیادہ افضل ہے۔ جس طرح کہ گھر کے اعارہ میں لفظ موضوع سے دستاویز لکھی جاتی ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اطعام مراد پر زیادہ اچھی طرح دلالت کرتا ہے اس لئے کہ یہ جو لفظ زراعت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ اعارہ زراعت کو اور بناء وغیرہ کو بھی شامل ہوتا ہے لہٰذا لفظ اطعام سے دستاویز لکھنا زیادہ بہتر ہوگا دار کے خلاف اس لئے کہ وہ صرف رہائش کے لئے ہی عاریت پر لیا جاتا ہے۔

كِتَابُ الْهِبَةِ

﴿یہ کتاب ہبہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے عاریت کے بعد کتاب ہبہ کو بیان کیا ہے اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ احکام فقہیہ میں عاریت سے محض منافع کی ملکیت حاصل ہوتی ہے جبکہ ہبہ میں عین اور نفع دونوں کی ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا عاریت مفرد کے حکم میں ہوئی جبکہ ہبہ مرکب کے حکم میں ہوا پس اصول وہی ہوگا کہ مفرد مرکب سے مقدم ہوا کرتا ہے۔

ہبہ کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ مفت میں عین چیز کا کسی کو مالک بنانا ہے۔ اور قبضہ دینے پر تام ہو جاتا ہے۔

(درمختار، کتاب عاریت، بیروت شرح تنویرالابصار، کتاب ہبہ، بیروت)

ہبہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

ہبہ کے لغوی معنی تحفہ دینا، احسان کرنا ہے۔ ہبہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا بلاعوض مالک بنانا ہے۔ (التعریفات)

ہبہ اور عطیہ وغیرہ کسی مالدار یا غریب، مرد یا عورت ہر ایک کو دیا جا سکتا ہے یہ محبت بڑھانے اور تعلقات استوار کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے یا پھر آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

ہبہ کے ارکان وشرائط کا بیان

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کے ارکان دو ہیں (۱) ایجاب (۲) قبول، ہبہ کرنے والا اپنی زبان سے ہبہ یا اس جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہو کہہ دینے سے ایجاب اور جس شخص کو دیا جا رہا ہے وہ اسے قبول کر لے تو قبول پایا جائے گا مگر ہبہ کے تام اور مکمل ہونے کے لیے جسے ہبہ کیا گیا ہے اس شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔

ہبہ کی شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) ہبہ کرنے والا عاقل اور بالغ ہو۔

(۲) ہبہ کے وقت [illegible]

[illegible]

(۳) جس چیز کو ہبہ کیا جا رہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں قیمت والی ہو لہٰذا شریعت کی نگاہ میں جو مال ہی نہیں ہے اس کا ہبہ درست نہ ہوگا جیسے مردار، خون وغیرہ۔ (بدائع الصنائع، ج ۶، ص ۱۱۹)

ہبہ کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 2415)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عروہ سے کہا اے بھانجے! ہم لوگ ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے دو دو مہینے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ جلتی تھی میں نے پوچھا اے خالہ پھر کون سی چیز آپ ﷺ کو زندہ رکھتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا دو کالی چیزیں یعنی چھوہارے اور پانی مگر یہ کہ نبی ﷺ کے پڑوس میں چند انصار تھے ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں اور وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو ان کا دودھ دیتے تو آپ ﷺ ہم کو بھی پلاتے۔ (صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 2416)

ہبہ کا عقد مشروع ہونے کا بیان

الْهِبَةُ عَقْدٌ مَشْرُوعٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (تَهَادَوْا تَحَابُّوا) وَعَلَى ذَلِكَ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ (وَتَصِحُّ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ وَالْقَبْضِ) أَمَّا الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فَلِأَنَّهُ عَقْدٌ، وَالْعَقْدُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ، وَالْقَبُولِ، وَالْقَبْضُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِثُبُوتِ الْمِلْكِ .

وَقَالَ مَالِكٌ: يَثْبُتُ الْمِلْكُ فِيهِ قَبْلَ الْقَبْضِ اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الصَّدَقَةُ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَجُوزُ الْهِبَةُ إلَّا مَقْبُوضَةً) وَالْمُرَادُ نَفْيُ الْمِلْكِ، لِأَنَّ الْجَوَازَ بِدُونِهِ ثَابِتٌ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ، وَفِي إثْبَاتِ الْمِلْكِ قَبْلَ الْقَبْضِ إلْزَامُ الْمُتَبَرِّعِ شَيْئًا لَمْ يَتَبَرَّعْ بِهِ، وَهُوَ التَّسْلِيمُ فَلَا يَصِحُّ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ؛ لِأَنَّ أَوَانَ ثُبُوتِ الْمِلْكِ فِيهَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَا إلْزَامَ عَلَى الْمُتَبَرِّعِ؛ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ اللُّزُومِ، وَحَقُّ الْوَارِثِ مُتَأَخِّرٌ عَنْ الْوَصِيَّةِ فَلَمْ يَمْلِكْهَا .

فرمایا کہ ہبہ عقد مشروع ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے آپس میں ہدیہ کا لین دین کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور ہبہ کے مشروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے ہبہ ایجاب اور قبول اور قبضہ سے درست ہوتا ہے رہا ایجاب وقبول تو اس وجہ سے کہ ہبہ ایک عقد ہے اور ایجاب اور قبول سے عقد منعقد ہو جاتا ہے اور ہبہ کے لئے قبضہ لازم ہے کیونکہ قبضہ کرنے سے ہی

موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہوگی۔

امام مالک بیع پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہبہ میں بھی قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت ہو جائے گی صدقہ بھی اسی اختلاف کی بنیاد پر ہے ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ہبہ اس صورت میں جائز ہے جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو اور حدیث مبارکہ میں لا یجوز سے ملکیت کی نفی مراد ہے اس لئے کہ قبضہ کے بغیر بھی جواز ثابت ہے اور اس لئے کہ ہبہ عقد احسان ہے اور قبضہ سے پہلے ملکیت کو ثابت کرنے سے احسان پر ایسی چیز لازم کرنا لازم آئے گا جس کا اس نے احسان نہیں کیا ہے اور وہ سپرد کرنا ہے لہٰذا قبضہ سے پہلے اس میں موہوب لہ کے لئے ملکیت ثابت کرنا درست نہیں ہے وصیت کے خلاف اس لئے کہ وصیت میں موصی کی موت کے بعد ملکیت ثابت ہوتی ہے اور احسان پر کوئی چیز لازم نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ موت کے سبب لازم کرنے کا اہل ہونا معدوم ہو جاتا ہے اور وارث کا حق وصیت سے مؤخر ہے لہٰذا وہ وصیت کے مال کا مالک نہیں ہوگا۔

واہب کے بغیر موہوب لہ کے قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ قَبَضَهَا الْمَوْهُوبُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ بِغَيْرِ أَمْرِ الْوَاهِبِ جَازَ) اسْتِحْسَانًا (وَإِنْ قَبَضَ بَعْدَ الِافْتِرَاقِ لَمْ يَجُزْ إلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْوَاهِبُ فِي الْقَبْضِ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ فِي الْوَجْهَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ تَصَرُّفٌ فِي مِلْكِ الْوَاهِبِ، إذْ مِلْكُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَاقٍ فَلَا يَصِحُّ بِدُونِ إذْنِهِ، وَلَنَا أَنَّ الْقَبْضَ بِمَنْزِلَةِ الْقَبُولِ فِي الْهِبَةِ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ ثُبُوتُ حُكْمِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ، وَالْمَقْصُودُ مِنْهُ إثْبَاتُ الْمِلْكِ فَيَكُونُ الْإِيجَابُ مِنْهُ تَسْلِيطًا عَلَى الْقَبْضِ، بِخِلَافِ مَا إذَا قَبَضَ بَعْدَ الِافْتِرَاقِ؛ لِأَنَّا إنَّمَا أَثْبَتْنَا التَّسْلِيطَ فِيهِ إلْحَاقًا لَهُ بِالْقَبُولِ، وَالْقَبُولُ يَتَقَيَّدُ بِالْمَجْلِسِ، فَكَذَا مَا يُلْحَقُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا إذَا نَهَاهُ عَنْ الْقَبْضِ فِي الْمَجْلِسِ؛ لِأَنَّ الدَّلَالَةَ لَا تَعْمَلُ فِي مُقَابَلَةِ الصَّرِيحِ .

پس جب واہب کے حکم کے بغیر موہوب لہ نے مجلس میں قبضہ کر لیا تو بطور استحسان جائز ہے اور جب جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے مگر یہ کہ واہب نے اس کو قبضہ کرنے کی اجازت دی ہو قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ دونوں صورتوں میں قبضہ جائز نہ ہو یہی امام شافعی کا قول ہے اس لئے کہ قبضہ حقیقت میں واہب کی ملکیت میں تصرف ہے اس لئے کہ قبضہ سے پہلے واہب کی ملکیت باقی رہتی ہے لہٰذا واہب کی اجازت کے بغیر قبضہ درست نہیں ہوگا ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا قبضہ ہبہ قبول کرنے کے مقام پر ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ قبضہ پر اس کے حکم یعنی ملکیت کا ثبوت موقوف رہتا ہے اور واہب کا مقصد موہوب لہ کیلئے ملکیت کو ثابت کرنا ہے لہٰذا اس کی طرف سے ایجاب کرنا موہوب لہ کو قبضہ پر مسلط کرنا ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جب موہوب لہ نے مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا ہو اس لئے کہ ہم نے ایجاب کو قبول کے ساتھ ملا کر اس میں تسلیط ثابت کر دی اور قبول کرنا مجلس کے ساتھ مقید ہوتا ہے لہٰذا جو چیز قبولیت کے ساتھ ملی ہوگی وہ مجلس کے ساتھ بھی مقید ہوگی اس صورت کے خلاف کہ جب واہب نے

موہوب لہ کو مجلس میں قبضہ کرنے سے روک دیا ہو اس لئے کہ صریح کے مقابلے میں دلالت موثر نہ ہوا کرتی۔ (قاعدہ فقہیہ)

وہ الفاظ جن سے ہبہ منعقد ہو جاتا ہے

قَالَ : (وَتَنْعَقِدُ الْهِبَةُ بِقَوْلِهِ وَهَبْتُ وَنَحَلْتُ وَاَعْطَيْتُ) ؛ لِاَنَّ الْاَوَّلَ صَرِيحٌ فِيهِ وَالثَّانِي مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ .

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَكُلَّ اَوْلَادِكَ نَحَلْتَ مِثْلَ هٰذَا ؟) وَكَذٰلِكَ الثَّالِثُ ، يُقَالُ : اَعْطَاكَ اللّٰهُ وَوَهَبَكَ اللّٰهُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ (وَكَذَا تَنْعَقِدُ بِقَوْلِهِ اَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ وَجَعَلْتُ هٰذَا الثَّوْبَ لَكَ وَاَعْمَرْتُكَ هٰذَا الشَّيْءَ وَحَمَلْتُكَ عَلٰى هٰذِهِ الدَّابَّةِ اِذَا نَوٰى بِالْحُمْلَانِ الْهِبَةَ) اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ الْاِطْعَامَ اِذَا اُضِيفَ اِلٰى مَا يُطْعَمُ عَيْنُهُ يُرَادُ بِهِ تَمْلِيكُ الْعَيْنِ ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ : اَطْعَمْتُكَ هٰذِهِ الْاَرْضَ حَيْثُ تَكُونُ عَارِيَّةً ؛ لِاَنَّ عَيْنَهَا لَا تُطْعَمُ فَيَكُونُ الْمُرَادُ اَكْلَ غَلَّتِهَا .

وَاَمَّا الثَّانِي فَلِاَنَّ حَرْفَ اللَّامِ لِلتَّمْلِيكِ .

وَاَمَّا الثَّالِثُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَمَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰى فَهِيَ لِلْمُعَمَّرِ لَهُ وَلِوَرَثَتِهِ مِنْ بَعْدِهِ) وَكَذَا اِذَا قَالَ جَعَلْتُ هٰذِهِ الدَّارَ لَكَ عُمْرٰى لِمَا قُلْنَا .

وَاَمَّا الرَّابِعُ فَلِاَنَّ الْحَمْلَ هُوَ الْاِرْكَابُ حَقِيقَةً فَيَكُونُ عَارِيَّةً لٰكِنَّهُ يَحْتَمِلُ الْهِبَةَ ، يُقَالُ حَمَلَ الْاَمِيرُ فُلَانًا عَلٰى فَرَسٍ وَيُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكُ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ نِيَّتِهِ .

فرمایا کہ وہبت نحلت اور اعطیت کے ساتھ ہبہ منعقد ہو جاتا ہے اس لئے کہ پہلا لفظ ہبہ کے لئے صریح ہے اور دوسرا اس کے لئے استعمال ہونے والا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کیا تم نے اس طرح اپنی اولاد کو نحلہ دیا ہے اور تیسرا لفظ بھی ہبہ کے لئے استعمال ہونے والا ہے پس اعطاک اللہ اور وہبک اللہ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہونے والے ہیں واہب کے میں نے یہ غلہ تجھے کھانے کیلئے دیا ہے کہنے سے بھی ہبہ منعقد ہو جاتا ہے اسی طرح جعلت ھذا الثوب لك کہنے سے اور اعمرتك ھذا الشیء کہنے سے اور حملتك علی ھذا الدابة کہا اور اس نے ہبہ کی نیت کی ہو تو ہبہ منعقد ہو جائے گا لہٰذا اطعام سے ہبہ منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب اطعام کو ایسی چیز کی جانب منسوب کیا جائے جو خود کھائی جاتی ہو تو اس سے عین کی تملیک مراد ہوگی اس صورت کے خلاف کہ جب اس نے اطعمتك ھذا الارض کہا ہو تو عاریت نہیں ہوگی اس لئے کہ زمین نہیں کھائی جاتی اور ایسا کہنے سے اس کی پیداوار کھانے کا کھلانے اطلاق کیا جائے گا اور دوسرے لفظ سے ہبہ کے منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حرف لام تملیک کے لئے موضوع ہے اور تیسرے لفظ سے ہبہ کے منعقد ہونے کا سبب آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جس نے کوئی چیز کسی کو عمری کے طور پر دی تو معمر لہ کے لئے زندگی بھر وہ چیز اس کی ہو گیا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کی ہوگی اسی طرح جب یہ کہا ہو کہ میں نے زندگی بھر کیلئے یہ گھر تجھے دیا اس دلیل کے سبب جسکو ہم نے بیان کیا ہے۔

چوتھے لفظ سے ہبہ کے منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حمل کے لغوی معنی سوار کرنے کے ہیں تو یہ عاریت ہوئی لیکن اس میں ہبہ کا احتمال ہے جیسا کہ بولا جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو گھوڑے پر سوار کیا اور اس سے مالک بنانا مراد ہوتا ہے لہٰذا ہبہ کی نیت کے وقت اس پر ہی محمول کیا جائے گا۔

کسوہ سے تملیک مراد لینے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ كَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ يَكُونُ هِبَةً) ؛ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (أَوْ كِسْوَتُهُمْ) وَيُقَالُ كَسَا الْأَمِيرُ فُلَانًا ثَوْبًا : أَيْ مَلَّكَهُ مِنْهُ (وَلَوْ قَالَ مَنَحْتُكَ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ كَانَتْ عَارِيَةً) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ .

(وَلَوْ قَالَ دَارِي لَكَ هِبَةً سُكْنَى أَوْ سُكْنَى هِبَةً فَهِيَ عَارِيَةٌ) ؛ لِأَنَّ الْعَارِيَةَ مُحْكَمٌ فِي تَمْلِيكِ الْمَنْفَعَةِ وَالْهِبَةُ تَحْتَمِلُهَا وَتَحْتَمِلُ تَمْلِيكَ الْعَيْنِ فَيُحْمَلُ الْمُحْتَمَلُ عَلَى الْمُحْكَمِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ عُمْرَى سُكْنَى أَوْ نُحْلَى سُكْنَى أَوْ سُكْنَى صَدَقَةً أَوْ صَدَقَةٌ عَارِيَةً أَوْ عَارِيَةٌ هِبَةً لِمَا قَدَّمْنَاهُ .

(وَلَوْ قَالَ هِبَةٌ تَسْكُنُهَا فَهِيَ هِبَةٌ) ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ تَسْكُنُهَا مَشُورَةٌ وَلَيْسَ بِتَفْسِيرٍ لَهُ وَهُوَ تَنْبِيهٌ عَلَى الْمَقْصُودِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ هِبَةٌ سُكْنَى ؛ لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لَهُ .

جب کسی آدمی نے یہ کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا پہنا دیا تو یہ ہبہ ہوگا اس لئے کہ کسوۃ سے تملیک مراد لی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ او کسوتھم یادس مساکین کو کپڑا پہنادینا ہے اور یہ بھی بولو جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو کپڑا پہنایا یعنی اس کو کپڑے کا مالک بنایا جب کہا کہ میں نے تم کو یہ باندی منحہ میں دی تو یہ عاریت ہوگی اس حدیث کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جب کہا کہ میرا گھر تیرے لئے ہبہ سکنی یا سکنی ہبہ ہے تو یہ عاریت ہوگی اس لئے کہ منفعت کی تملیک میں عاریت ہونا محکم اور یقینی ہے اور ہبہ منفعت کے کی تملیک کا بھی احتمال رکھتا ہے لہٰذا محتمل کو محکم پر محمول کر دیا جائے گا۔

ایسے ہی جب کہا کہ میرا گھر تیرے لئے عمری سکنی ہے یا نحلی سکنی ہے یا سکنی صدقہ ہے یا صدقہ عاریت ہے یا عاریۃ ہبہ ہے تو تمام صورتیں عاریت ہوں گی اس دلیل کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور جب یوں کہا کہ میرا گھر تیرے لئے ہبہ ہے تم اس میں رہو تو یہ ہبہ ہوگا اس لئے کہ اس کا قول لتسکنھا مشورہ ہے اور ہبہ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ مقصود پر تنبیہ کرنا ہے ہبہ سکنی کہنے کے خلاف اس لئے کہ یہاں سکنی ہبہ کی تفسیر ہے۔

محوزہ مقسومہ میں جواز ہبہ کا بیان

قَالَ : (وَلَا تَجُوزُ الْهِبَةُ فِيمَا يُقْسَمُ إِلَّا مَحُوزَةً مَقْسُومَةً، وَهِبَةُ الْمُشَاعِ فِيمَا لَا يُقْسَمُ جَائِزَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ تَمْلِيكٍ فَيَصِحُّ فِي الْمُشَاعِ وَغَيْرِهِ كَالْبَيْعِ

بِأَنْوَاعِهِ، وَهٰذَا ؛ لِأَنَّ الْمُشَاعَ قَابِلٌ لِحُكْمِهِ، وَهُوَ الْمِلْكُ فَيَكُونُ مَحَلًّا لَهُ، وَكَوْنُهُ تَبَرُّعًا لَا يُبْطِلُهُ الشُّيُوعُ كَالْقَرْضِ وَالْوَصِيَّةِ .

وَلَنَا أَنَّ الْقَبْضَ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِي الْهِبَةِ فَيُشْتَرَطُ كَمَالُهُ وَالْمُشَاعُ لَا يَقْبَلُهُ إِلَّا بِضَمِّ غَيْرِهِ إِلَيْهِ، وَذٰلِكَ غَيْرُ مَوْهُوبٍ، وَلِأَنَّ فِي تَجْوِيزِهِ إِلْزَامَهُ شَيْئًا لَمْ يَلْتَزِمْهُ وَهُوَ مُؤْنَةُ الْقِسْمَةِ، وَلِهٰذَا امْتَنَعَ جَوَازُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ لِئَلَّا يَلْزَمَهُ التَّسْلِيمُ، بِخِلَافِ مَا لَا يُقْسَمُ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ الْقَاصِرَ هُوَ الْمُمْكِنُ فَيُكْتَفَى بِهِ ؛ وَلِأَنَّهُ لَا تَلْزَمُهُ مُؤْنَةُ الْقِسْمَةِ .

وَالْمُهَايَأَةُ تَلْزَمُهُ فِيمَا لَمْ يَتَبَرَّعْ بِهِ وَهُوَ الْمَنْفَعَةُ، وَالْهِبَةُ لَاقَتْ الْعَيْنَ، وَالْوَصِيَّةُ لَيْسَ مِنْ شَرْطِهَا الْقَبْضُ، وَكَذَا الْبَيْعُ الصَّحِيحُ، وَأَمَّا الْبَيْعُ الْفَاسِدُ وَالصَّرْفُ وَالسَّلَمُ فَالْقَبْضُ فِيهَا غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهِ، وَلِأَنَّهَا عُقُودُ ضَمَانٍ فَتُنَاسِبُ لُزُومَ مُؤْنَةِ الْقِسْمَةِ، وَالْقَرْضُ تَبَرُّعٌ مِنْ وَجْهٍ وَعَقْدُ ضَمَانٍ مِنْ وَجْهٍ، فَشَرَطْنَا الْقَبْضَ الْقَاصِرَ فِيهِ دُونَ الْقِسْمَةِ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ، عَلَى أَنَّ الْقَبْضَ غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهِ فِيهِ .وَلَوْ وَهَبَ مِنْ شَرِيكِهِ لَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى نَفْسِ الشُّيُوعِ .

فرمایا کہ تقسیم ہونے والی چیزوں میں اس وقت ہبہ جائز ہوگا جب ان کو تقسیم کر کے الگ کر دیا جائے اور جو چیز تقسیم ہونے والی نہ ہو اس کو تقسیم نہ ہونے والی چیزوں کی طرح ہبہ کرنا جائز ہے۔

جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں جائز ہے کیونکہ ہبہ عقد تملیک ہے لہذا مشاع اور غیر مشاع دونوں کا ہبہ جائز ہوگا جس طرح کہ مشترک اور غیر مشترک کی بیع درست ہوتی ہے یہ حکم اس سبب سے ہے کہ تقسیم نہ ہونے والی چیز بھی ہبہ کے حکم یعنی ملکیت کو قبول کرتی ہے اس لئے مشاع چیز بھی ہبہ کا محل ہوگی اور شیوع اس کے احسان ہونے کو باطل نہیں کرتا جس طرح کہ قرض اور وصیت میں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہبہ میں قبضہ مشروط اور منصوص ہوتا ہے اس لئے قبضہ کا کامل ہونا شرط ہوگا اور مشاع اور مشترک چیز دوسری چیز کو ملائے بغیر پورے قبضہ کو قبول نہیں کرتی جبکہ دوسری چیز ہبہ نہیں کی گئی اور اس لئے کہ مشترک چیز کو ہبہ کے لئے جائز قرار دینے سے واہب پر ایسا عمل لازم آئے گا جس کا اس نے التزام ہی نہیں کیا یعنی کہ تقسیم اور بٹوارہ اسی لئے قبضہ سے پہلے ہبہ کا جواز ممنوع ہے تاکہ واہب کے لئے موہوب چیز کو تسلیم کرنا لازم نہ آئے ان چیزوں کے خلاف کہ جو تقسیم نہیں کی جاتی کیونکہ اس میں ناقص قبضہ ہی ممکن ہے لہذا اس پر ہی اکتفاء کر لیا جائے گا اور اس لئے کہ جو چیزیں تقسیم نہیں کی جاتی ان میں واہب پر تقسیم کی مشقت لازم نہیں آئے گی۔

اور باری باری فائدہ اٹھانا اس چیز میں لازم آتا ہے جس کا واہب نے احسان ہی نہیں کیا اور ہبہ ذات سے ملا ہو ہوتا ہے اور وصیت کے لئے قبضہ شرط نہیں ہے اسی طرح بیع صحیح، بیع فاسد، بیع صرف اور بیع سلم میں بھی قبضہ مشروط اور منصوص نہیں ہے اور اس

لئے کہ یہ عقود ضمان میں سے ہے لہٰذا تقسیم کا صرف لازم ہونے کے مناسب ہے اور من وجہ قرض احسان ہے اور من وجہ عقد ضمان ہے لہٰذا ہم نے قرض میں قبضہ قاصرہ کی شرط لگائی اور تقسیم کی شرط نہیں لگائی تا کہ دونوں جہتوں پر عمل ہو جائے اس کے علاوہ میں قبضہ غیر منصوص ہے اور جب واہب نے اپنے شریک کو ہبہ کیا تب بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ حکم کا مدار نفس شیوع پر ہے۔ (اصول)

مشترک حصے کے ہبہ کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَهَبَ شِقْصًا مُشَاعًا فَالْهِبَةُ فَاسِدَةٌ) لِمَا ذَكَرْنَا (فَإِنْ قَسَّمَهُ وَسَلَّمَهُ جَازَ) ؛ لِأَنَّ تَمَامَهُ بِالْقَبْضِ وَعِنْدَهُ لَا شُيُوعَ .

قَالَ : (وَلَوْ وَهَبَ دَقِيقًا فِي حِنْطَةٍ أَوْ دُهْنًا فِي سِمْسِمٍ فَالْهِبَةُ فَاسِدَةٌ، فَإِنْ طَحَنَ وَسَلَّمَ لَمْ يَجُزْ) وَكَذَا السَّمْنُ فِي اللَّبَنِ ؛ لِأَنَّ الْمَوْهُوبَ مَعْدُومٌ، وَلِهَذَا لَوْ اسْتَخْرَجَهُ الْغَاصِبُ بِمِلْكِهِ، وَالْمَعْدُومُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْمِلْكِ فَوَقَعَ الْعَقْدُ بَاطِلًا، فَلَا يَنْعَقِدُ إلَّا بِالتَّجْدِيدِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ ؛ لِأَنَّ الْمُشَاعَ مَحَلٌّ لِلتَّمْلِيكِ، وَهِبَةُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ وَالصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ وَالزَّرْعِ وَالنَّخْلِ فِي الْأَرْضِ وَالتَّمْرِ فِي النَّخِيلِ بِمَنْزِلَةِ الْمُشَاعِ ؛ لِأَنَّ امْتِنَاعَ الْجَوَازِ لِلِاتِّصَالِ وَذَلِكَ يَمْنَعُ الْقَبْضَ كَالشَّائِعِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کو مشترکہ جزء ہبہ کیا تو ہبہ باطل ہو جائے گا اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں پس جب واہب نے اس کو تقسیم کر کے سپرد کیا تو جائز ہے اس لئے کہ ہبہ قبضہ سے پورا ہو جاتا ہے اور قبضہ کے وقت اس میں شیوع نہیں ہوتا ہے۔

فرمایا کہ جب کسی نے گندم میں آٹا یا تل کا تیل ہبہ کیا تو ہبہ باطل ہوگا جب جب گندم کو پیس کر سپرد کیا تو بھی جائز نہیں ہے اور دودھ میں پائے جانے والے مکھن کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ موہوب چیز معدوم ہے اس لئے جب غاصب ان کو نکال لے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور معدوم ملکیت کا محل نہیں ہوتا لہٰذا عقد باطل ہو جائے گا۔ نیا عقد کرنے کے ساتھ عقد درست نہیں ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جو گزر چکی ہے اس لئے کہ مشترک چیز تملیک کا محل ہے تھنوں میں دودھ کا س ہبہ کرنا اور بکری کی پشت پر اون کا ہبہ کرنا زور زمین میں موجود کھیتی یا درخت کا ہبہ کرنا اور کھجور کے درخت میں کھجور کا ہبہ کرنا مال مشاع کے ہبہ کرنے کے درجہ میں ہے کیونکہ جواز کا ممتنع ہونا ملا ہونے کے سبب ہے اور ملا ہونا قبضہ کے رو کنے والا ہے جس طرح کہ مشاع قبضہ کے روکنے والا ہے۔

موہوب کا موہوب لہ کے قبضہ میں ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَتْ الْعَيْنُ فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مَلَكَهَا بِالْهِبَةِ وَإِنْ لَمْ يُجَدِّدْ فِيهَا قَبْضًا) ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ فِي قَبْضِهِ وَالْقَبْضُ هُوَ الشَّرْطُ، بِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَهُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِي الْبَيْعِ مَضْمُونٌ فَلَا يَنُوبُ عَنْهُ قَبْضُ الْأَمَانَةِ، أَمَّا قَبْضُ الْهِبَةِ فَغَيْرُ مَضْمُونٍ فَيَنُوبُ عَنْهُ .

قَالَ: (وَإِذَا وَهَبَ الْأَبُ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ هِبَةً مَلَكَهَا الِابْنُ بِالْعَقْدِ)؛ لِأَنَّهُ فِي قَبْضِ الْأَبِ فَيَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الْهِبَةِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ أَوْ فِي يَدِ مُودِعِهِ؛ لِأَنَّ يَدَهُ كَيَدِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ مَرْهُونًا أَوْ مَغْصُوبًا أَوْ مَبِيعًا بَيْعًا فَاسِدًا؛ لِأَنَّهُ فِي يَدِ غَيْرِهِ أَوْ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ، وَالصَّدَقَةُ فِي هَذَا مِثْلُ الْهِبَةِ، وَكَذَا إِذَا وَهَبَتْ لَهُ أُمُّهُ وَهُوَ فِي عِيَالِهَا وَالْأَبُ مَيِّتٌ وَلَا وَصِيَّ لَهُ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَنْ يَعُولُهُ. (وَإِنْ وَهَبَ لَهُ أَجْنَبِيٌّ هِبَةً تَمَّتْ بِقَبْضِ الْأَبِ)؛ لِأَنَّهُ يَمْلِكُ عَلَيْهِ الدَّائِرَ بَيْنَ النَّافِعِ وَالضَّائِرِ فَأَوْلَى أَنْ يَمْلِكَ الْمَنَافِعَ

فرمایا کہ جب موہوب چیز موہوب لہ کے قبضہ میں ہوتو ہبہ کرنے سے موہوب لہ اس کا مالک ہو جائے گا اگر چہ تجدید قبضہ نہ بھی کرے اس لئے کہ موہوبہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور ہبہ کے درست ہونے کے لئے قبضہ ہی شرط ہے اس صورت کے خلاف کہ جب کسی آدمی کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور مالک قابض ہی اس کو بیچ دے اس لئے کہ بیع کا قبضہ مضمون ہوتا ہے لہذا قبضہ امانت اس کے قائم مقام نہیں ہوا جبکہ قبضہ غیر مضمون ہے اس لئے قبضہ امانت اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔

جب باپ نے اپنے چھوٹے بچے کو کوئی چیز ہبہ کی تو عقد کے سبب بیٹا اس کا مالک ہو جائے گا اس لئے کہ موہوبہ چیز پہلے ہی باپ کے قبضہ میں ہے لہذا یہ قبضہ ہبہ کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جب موہوبہ چیز واہب کے قبضہ میں ہو یا اس کے مودع کے پاس ہو اس لئے کہ مودع کا قبضہ مودع کے قبضہ کی مثل ہے۔

اس صورت کے خلاف کہ جب وہ چیز مرہون ہو یا مغصوب ہو یا فاسد بیع کے طور پر بیچی گئی ہو اس لئے کہ اب وہ چیز دوسرے کے قبضہ یا دوسرے کی ملکیت میں ہے اور اس حکم میں صدقہ ہبہ کے درجہ میں ہے اس طرح ہی جب بچہ اپنی ماں کی پرورش میں ہو اور ماں نے اس کے لئے کوئی چیز ہبہ کی اس کا باپ مر چکا ہو اور اس کا کوئی وصی نہ ہو یہی حکم ہر اس آدمی کے لئے ہے جو بچے کی سرپرستی کر رہا ہو اور جب بچے کے لئے کسی اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو باپ کے قبضہ کرنے سے ہبہ مکمل ہو جائے گی اس لئے کہ جب بچے کے لئے اس کا باپ اس چیز کے لین دین کا مالک ہے جس میں نفع اور نقصان کا احتمال ہو تو اس کو منافع لینے کا بدرجہ اولیٰ حق ہے اور اختیار حاصل ہوگا۔

ہبہ یتیم پر ولی کا قبضہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَهَبَ لِلْيَتِيمِ هِبَةً فَقَبَضَهَا لَهُ وَلِيُّهُ وَهُوَ وَصِيُّ الْأَبِ أَوْ جَدُّ الْيَتِيمِ أَوْ وَصِيُّهُ جَازَ)؛ لِأَنَّ لِهَؤُلَاءِ وِلَايَةً عَلَيْهِ لِقِيَامِهِمْ مَقَامَ الْأَبِ (وَإِنْ كَانَ فِي حِجْرِ أُمِّهِ فَقَبْضُهَا لَهُ جَائِزٌ)؛ لِأَنَّ لَهَا الْوِلَايَةَ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى حِفْظِهِ وَحِفْظِ مَالِهِ. وَهَذَا مِنْ بَابِهِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَبْقَى إِلَّا بِالْمَالِ فَلَا بُدَّ مِنْ وِلَايَةِ التَّحْصِيلِ (وَكَذَا إِذَا كَانَ فِي حِجْرِ أَجْنَبِيٍّ يُرَبِّيهِ)؛ لِأَنَّ لَهُ عَلَيْهِ يَدًا مُعْتَبَرَةً. أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا يَتَمَكَّنُ أَجْنَبِيٌّ آخَرُ أَنْ يَنْزِعَهُ مِنْ يَدِهِ فَيَمْلِكُ مَا يَتَمَحَّضُ نَفْعًا فِي حَقِّهِ (وَإِنْ قَبَضَ

الصَّبِيُّ الْهِبَةَ بِنَفْسِهِ جَازَ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا ؛ لِأَنَّهُ نَافِعٌ فِي حَقِّهِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِهِ .
وَفِيمَا وَهَبَ لِلصَّغِيرَةِ يَجُوزُ قَبْضُ زَوْجِهَا لَهَا بَعْدَ الزِّفَافِ لِتَفْوِيضِ الْأَبِ أُمُورَهَا إِلَيْهِ دَلَالَةً، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الزِّفَافِ وَيَمْلِكُهُ مَعَ حَضْرَةِ الْأَبِ، بِخِلَافِ الْأُمِّ وَكُلِّ مَنْ يَعُولُهَا غَيْرِهَا حَيْثُ لَا يَمْلِكُونَهُ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ الْأَبِ أَوْ غَيْبَتِهِ غَيْبَةً مُنْقَطِعَةً فِي الصَّحِيحِ ؛ لِأَنَّ تَصَرُّفَ هَؤُلَاءِ لِلضَّرُورَةِ لَا بِتَفْوِيضِ الْأَبِ، وَمَعَ حُضُورِهِ لَا ضَرُورَةَ .

اور جب یتیم کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہے اور اس پر اس کے ولی نے قبضہ کر لیا ہو اور وہ ولی اس کے باپ کا وصی ہے یا یتیم کا دادا یا دادا کا وصی ہو تو جائز ہے کیونکہ ان مذکورین کو اس پر ولایت حاصل ہے اس لئے کہ یہ لوگ باپ کے قائم مقام ہیں اور جب یتیم اپنی ماں کی پرورش میں ہو اور ماں اس کے ہبہ پر قبضہ کر لے تب بھی ہبہ اور قبضہ جائز ہے کیونکہ جو چیز بچہ یا اس کے مال کی حفاظت کے متعلق ہے اس میں ماں کو ولایت حاصل ہے اور ہبہ پر قبضہ کرنا مال کی حفاظت میں سے ہے اس لئے کہ مال کے بغیر بچہ زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے نفع والی چیز کے حاصل کرنے کی ولایت کا ہونا لازم ہے یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب بچہ کسی اجنبی کی پرورش میں ہو اور وہ اس کی تربیت کر رہا ہو اس لئے کہ اس بچے پر اجنبی کو معتبر اور مقبول قبضہ حاصل ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ دوسرا کوئی اجنبی اس بچے کو اس کی ملکیت سے لینے کا مالک نہیں ہے لہٰذا جس چیز میں بچہ کے لئے خالص نفع ہو اجنبی اس کو لینے کا مالک ہوگا۔

جب بچہ بذات خود ہبہ پر قبضہ کر لے تو بھی جائز ہے یعنی جب وہ عاقل ہو اس لئے کہ ہبہ پر قبضہ کرنا اس بچے کے حق میں نفع بخش ہے اور بچہ قبضہ کرنے کا اہل ہے اور جب بچی کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو اور اس کے شوہر نے اس سے رخصتی کر لی تو بچی کے ہبہ پر شوہر کا قبضہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ بطور دلالت باپ بچی کے معاملات اس کے شوہر کے سپرد کر دیتا ہے رخصتی سے پہلے کے خلاف اور باپ کی موجودگی میں بھی شوہر اس کا مالک ہوگا ماں کے اور ہر اس آدمی کے خلاف کہ جو بچی کی پرورش کرتا ہو اس لئے کہ یہ لوگ باپ کی موت یا صحیح قول کے مطابق غیبت منقطعہ کے طور پر اس کے غائب ہونے کی صورت میں ہی اس کے ہبہ پر قبضہ کرنے کے مالک ہوں گے کیونکہ ان لوگوں کا تصرف ضرورت کی بناء پر ہے باپ کے سپرد کرنے سے نہیں ہوتا اور باپ کی موجودگی میں ضرورت ہی نہیں ہوتی ہے۔

دو آدمیوں کا کسی شخص کو گھر ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا وَهَبَ اثْنَانِ مِنْ وَاحِدٍ دَارًا جَازَ) ؛ لِأَنَّهُمَا سَلَّمَاهَا جُمْلَةً وَهُوَ قَدْ قَبَضَهَا جُمْلَةً فَلَا شُيُوعَ (وَإِنْ وَهَبَهَا وَاحِدٌ مِنْ اثْنَيْنِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا يَصِحُّ) ؛ لِأَنَّ هَذِهِ هِبَةُ الْجُمْلَةِ مِنْهُمَا، إِذْ التَّمْلِيكُ وَاحِدٌ فَلَا يَتَحَقَّقُ الشُّيُوعُ كَمَا إِذَا رَهَنَ مِنْ رَجُلَيْنِ .
وَلَهُ أَنَّ هَذِهِ هِبَةُ النِّصْفِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، وَلِهَذَا لَوْ كَانَتْ فِيمَا لَا يُقَسَّمُ فَقَبِلَ أَحَدُهُمَا

صَحَّ، وَلِأَنَّ الْمِلْكَ يَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي النِّصْفِ فَيَكُونُ التَّمْلِيكُ كَذٰلِكَ، لِأَنَّهُ حُكْمُهُ، وَعَلَى هٰذَا الِاعْتِبَارِ يَتَحَقَّقُ الشُّيُوعُ، بِخِلَافِ الرَّهْنِ، لِأَنَّ حُكْمَهُ الْحَبْسُ، وَيَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَامِلًا، إِذْ لَا تَضَايُفَ فِيهِ فَلَا شُيُوعَ وَلِهٰذَا لَوْ قَضَى دَيْنَ أَحَدِهِمَا لَا يَسْتَرِدُّ شَيْئًا مِنَ الرَّهْنِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى مُحْتَاجِينَ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ أَوْ وَهَبَهَا لَهُمَا جَازَ، وَلَوْ تَصَدَّقَ بِهَا عَلَى غَنِيَّيْنِ أَوْ وَهَبَهَا لَهُمَا لَمْ يَجُزْ، وَقَالَا : يَجُوزُ لِلْغَنِيَّيْنِ أَيْضًا) جَعَلَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَجَازًا عَنِ الْآخَرِ، وَالصَّلَاحِيَّةُ ثَابِتَةٌ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَمْلِيكٌ بِغَيْرِ بَدَلٍ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الصَّدَقَةِ وَالْهِبَةِ فِي الْحُكْمِ .وَفِي الْأَصْلِ سَوّٰى بَيْنَهُمَا فَقَالَ : وَكَذٰلِكَ الصَّدَقَةُ، لِأَنَّ الشُّيُوعَ مَانِعٌ فِي الْفَصْلَيْنِ لِتَوَقُّفِهِمَا عَلَى الْقَبْضِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى هٰذِهِ الرِّوَايَةِ أَنَّ الصَّدَقَةَ يُرَادُ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ وَاحِدٌ، وَالْهِبَةُ يُرَادُ بِهَا وَجْهُ الْغَنِيِّ وَهُمَا اثْنَانِ .وَقِيلَ هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ، وَالْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي الْأَصْلِ الصَّدَقَةُ عَلَى غَنِيَّيْنِ .وَلَوْ وَهَبَ لِرَجُلَيْنِ دَارًا لِأَحَدِهِمَا ثُلُثَاهَا وَلِلْآخَرِ ثُلُثُهَا لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَجُوزُ .

وَلَوْ قَالَ لِأَحَدِهِمَا نِصْفُهَا وَلِلْآخَرِ نِصْفُهَا عَنْ أَبِي يُوسُفَ فِيهِ رِوَايَتَانِ، فَأَبُو حَنِيفَةَ مَرَّ عَلَى أَصْلِهِ، وَكَذَا مُحَمَّدٌ .وَالْفَرْقُ لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ بِالتَّنْصِيصِ عَلَى الْأَبْعَاضِ يَظْهَرُ أَنَّ قَصْدَهُ ثُبُوتُ الْمِلْكِ فِي الْبَعْضِ فَيَتَحَقَّقُ الشُّيُوعُ، وَلِهٰذَا لَا يَجُوزُ إِذَا رَهَنَ مِنْ رَجُلَيْنِ وَنَصَّ عَلَى الْأَبْعَاضِ .

هٰذِهِ الدَّارُ لَكَ نِصْفُهَا وَلِهٰذَا نِصْفُهَا جَازَ، وَإِنَّمَا لَا يَجُوزُ عِنْدَهُ التَّنْصِيصُ عَلَى الْأَبْعَاضِ بِالتَّنْصِيفِ إِذَا لَمْ يَتَقَدَّمْهُ الْإِجْمَالُ، وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ يُسْتَدَلُّ .

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے کسی شخص کو کوئی گھر ہبہ کیا تو یہ ہبہ جائز ہے اور اس لئے کہ واہبوں نے اکٹھے ہی گھر کو موہوب لہ کے سپرد کیا ہے اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہاں پر اشتراک نہیں پایا جاتا اور جب ایک شخص نے ایک گھر دو آدمیوں کے سپرد کیا تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ ہبہ جائز نہیں ہے۔

جبکہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ یہ بھی دونوں کے لئے اکٹھا ہی ہبہ ہے کیونکہ تملیک ایک ہی ہے لہٰذا شیوع پیدا نہیں ہوگا جس طرح کہ کسی آدمی نے دو لوگوں کے پاس مکان گروی رکھا ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے آدھا آدھا ہبہ ہے اس لئے جب اس چیز کا ہبہ ہوتا جو تقسیم ہونے والی نہ ہو اور ایک موہوب لہ اس کو قبول کر لیتا تو درست ہو جاتا اور اس لئے بھی کہ ان میں سے دونوں کے لئے آدھے آدھے کی ملکیت

ثابت ہو رہی ہے لہٰذا تملیک بھی آدھی آدھی ہی ثابت ہوگی اس لئے کہ ملکیت تملیک کا حکم ہے اور اس حوالے سے اشتراک پیدا ہو جائے گا رہن کے خلاف اس لئے کہ اس کا حکم روکنا ہے اور حبس دونوں مرتہن کے لئے مکمل ثابت ہوگا اور رہن میں شیوع نہیں ہوگا اسی لئے جب کسی راہن کا دین اداء کر دیا گیا ہو تو بھی مرہون میں سے کوئی چیز واپس نہیں لے سکتا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی نے دو محتاجوں کو دس درہم صدقہ کیا یا ہبہ کیا تو جائز ہے اور جب دو مالداروں پر صدقہ کیا یا ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ مالداروں کے لئے بھی جائز ہے جبکہ امام اعظم نے ہبہ اور صدقہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا مجاز قرار دیا ہے اور ان میں مجاز ہونے کی صلاحیت موجود ہے اس لئے کہ ہبہ اور صدقہ دونوں میں بدل کے بغیر تملیک ہوتی ہے۔

حضرت امام اعظم نے جامع صغیر میں ہبہ اور صدقہ میں حکم کے اعتبار سے فرق کیا ہے لیکن مبسوط میں فرق نہیں کیا ہے اور کذالک الصدقۃ فرما دیا ہے اس لئے کہ صدقہ اور ہبہ دونوں میں شیوع روکنے والا ہے اس لئے کہ دونوں کا پورا ہونا قبضہ پر موقوف رہتا ہے جامع صغیر کی روایت میں فرق کا سبب یہ ہے کہ صدقہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مراد لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہبہ سے مالدار کی رضا مراد ہوتی ہے اور یہاں وہ دو ہیں ایک قول یہ ہے کہ جامع صغیر والی روایت درست ہے اور مبسوط میں جو مذکور ہے اس سے مالدار پر صدقہ کرنا مراد ہے۔

جب دو آدمیوں کے لئے کسی شخص نے اس طرح گھر ہبہ کیا کہا یک کے لئے اس گھر کا دو تہائی حصہ مقرر کیا اور دوسرے کے لئے ایک ثلث مقرر کیا تو شیخین فرماتے ہیں کہ یہ ہبہ جائز نہیں ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور جب دونوں کے لئے آدھا آدھا تقسیم کیا تو امام ابو یوسف کی اس کے متعلق دو روایات ہیں اور امام اعظم اور امام محمد اس میں اپنی اپنی اصل پر قائم ہیں امام ابو یوسف کے لئے فرق کا سبب یہ ہے کہ بعض بعض کی صراحت سے یہ واضح ہو گیا کہ واہب بعض ہی ملکیت کو ثابت کرنا چاہ رہا ہے اس لئے شیوع ثابت ہو جائے گی اس لئے جب کسی شخص نے دو آدمیوں کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اور آدھے آدھے کی صراحت کر دی تو یہ رہن جائز نہیں ہوگا۔ اور جب اس نے یہ صراحت کر دی کہ یہ گھر نصف تیرا ہے تو نصف میں جائز ہوگا۔ اور جب پہلے میں اجمال نہ ہو تو اس وقت اس کے لئے بعض حصے کی صراحت جائز نہ ہوگی۔ اور اسی سے استدلال کیا جائے گا۔

بَابُ الرُّجُوعِ فِي الْهِبَةِ

﴿یہ باب ہبہ میں رجوع کے بیان میں ہے﴾

باب رجوع ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رجوع طبعی طور پر اصل سے مؤخر ہے۔ تو مصنف علیہ الرحمہ نے وضعی طور پر بھی رجوع کو ہبہ سے مؤخر ذکر کیا ہے تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔ اور رجعت کو فتح اور کسرہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے البتہ فتح زیادہ فصیح ہے۔ یقیناً حکم ہبہ یہ موہوب لہ کے لئے ثبوت ملکیت میں غیر لازم ہے لہٰذا رجوع درست ہوگا پس اس کو مانع سے روک دیا جائے گا تو وہ اپنے ذکر کی جانب محتاج ہوگا پس یہ باب اس کا بیان ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۹۵، بیروت)

اجنبی کے لئے ہبہ دو رجوع کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا وَهَبَ هِبَةً لِأَجْنَبِيٍّ فَلَهُ الرُّجُوعُ فِيهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا رُجُوعَ فِيهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَرْجِعُ الْوَاهِبُ فِي هِبَتِهِ إلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يَهَبُ لِوَلَدِهِ) وَلِأَنَّ الرُّجُوعَ يُضَادُّ التَّمْلِيكَ، وَالْعَقْدُ لَا يَقْتَضِي مَا يُضَادُّهُ، بِخِلَافِ هِبَةِ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ عَلَى أَصْلِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ التَّمْلِيكُ؛ لِكَوْنِهِ جُزْءًا لَهُ.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَاهِبُ أَحَقُّ بِهِبَتِهِ مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا) أَيْ مَا لَمْ يُعَوَّضْ؛ وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ بِالْعَقْدِ هُوَ التَّعْوِيضُ لِلْعَادَةِ، فَتَثْبُتُ لَهُ وِلَايَةُ الْفَسْخِ عِنْدَ فَوَاتِهِ، إذْ الْعَقْدُ يَقْبَلُهُ، وَالْمُرَادُ بِمَا رُوِيَ نَفْيُ اسْتِبْدَادٍ وَالرُّجُوعِ وَإِثْبَاتُهُ لِلْوَالِدِ؛ لِأَنَّهُ يَتَمَلَّكُهُ لِلْحَاجَةِ وَذَلِكَ يُسَمَّى رُجُوعًا.

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ فَلَهُ الرُّجُوعُ لِبَيَانِ الْحُكْمِ، أَمَّا الْكَرَاهَةُ فَلَازِمَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ) وَهَذَا لِاسْتِقْبَاحِهِ.

ثُمَّ لِلرُّجُوعِ مَوَانِعُ ذَكَرَ بَعْضَهَا فَقَالَ (إلَّا أَنْ يُعَوِّضَهُ عَنْهَا) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ (أَوْ تَزِيدَ زِيَادَةً مُتَّصِلَةً)؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إلَى الرُّجُوعِ فِيهَا دُونَ الزِّيَادَةِ؛ لِعَدَمِ الْإِمْكَانِ وَلَا مَعَ الزِّيَادَةِ؛

لِعَدَمِ دُخُولِهَا تَحْتَ الْعَقْدِ.

قَالَ: (أَوْ يَمُوتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ) لِأَنَّ بِمَوْتِ الْمَوْهُوبِ لَهُ يَنْتَقِلُ الْمِلْكُ إِلَى الْوَرَثَةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا انْتَقَلَ فِي حَالِ حَيَاتِهِ، وَإِذَا مَاتَ الْوَاهِبُ فَوَارِثُهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْعَقْدِ إِذْ هُوَ مَا أَوْجَبَهُ.

قَالَ (أَوْ تَخْرُجَ الْهِبَةُ عَنْ مِلْكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ) لِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيطِهِ فَلَا يَنْقُضُهُ، وَلِأَنَّهُ تَجَدَّدَ الْمِلْكُ بِتَجَدُّدِ سَبَبِهِ.

ترجمہ فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی اجنبی کیلئے کوئی چیز ہبہ کی تو اس کو رجوع کا حق ہے جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہبہ میں رجوع نہیں ہوتا اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واہب اپنے ہبہ کو واپس نہیں لے سکتا لیکن باپ اپنے بیٹے کو جو ہبہ کرتا ہے اس کو واپس لے سکتا ہے اور اس لئے کہ رجوع تملیک کی ضد ہے اور عقد اپنی ضد کا تقاضہ نہیں کرتا اپنی لڑکے کو ہبہ کرنے کے خلاف اس لئے کہ اس ہبہ میں تملیک تام نہیں ہوتی کیونکہ لڑکا اپنے باپ کا جزء ہوتا ہے۔

ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ واہب اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے جب تک کہ موہوب لہ اس کو بدلہ نہ دے اور اس لئے کہ عقد سے عام طور پر بدلہ کی خواہش مقصود ہوتی ہے لیکن بدلہ نہ ملنے کی صورت میں واہب کو ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ یہ عقد بھی فسخ کو قبول کرتا ہے۔

امام شافعی کی بیان کردہ حدیث سے رجوع میں خود مختار ہونے کی نفی کی گئی ہے اور والد کیلئے رجوع کا اثبات ہوتا ہے اس لئے کہ وہ والد ہونے کے سبب اس کا مالک ہے اور اس کو رجوع کہا جاتا ہے اور قدوری میں جو فلہ الرجوع مذکور ہے وہ حکم کو بیان کرنے کے لئے ہے لیکن رجوع کا مکروہ ہونا لازم ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہبہ واپس لینے والا قئے کو چاٹنے والے کی مثل ہے اور یہ تشبیہ اس کی قباحت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

پس رجوع کرنے میں کچھ رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں جن میں سے کچھ یہاں ذکر گئی ہیں پس فرمایا کہ ہبہ سے رجوع جائز نہیں ہے مگر یہ کہ موہوب لہ ہبہ کا عوض دے دے اس لئے کہ واہب کا مقصد حاصل ہو چکا ہے یا موہوب لہ اس میں کوئی اس طرح کی زیادتی کر دے جو اس سے ملی ہوئی ہو اس لئے کہ زیادتی کے بغیر اس میں رجوع کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں اور زیادتی کیساتھ بھی واپس لینے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ زیادتی عقد کے تحت داخل نہیں ہے۔

فرمایا کہ جب واہب یا موہوب لہ میں سے کوئی عاقد مر جائے اس لئے کہ موہوب لہ کے مرنے سے ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گی تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جس طرح موہوب لہ کی زندگی میں ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہوئی ہے اور جب وارث مرتا ہے تو اس کا وارث عقد سے اجنبی ہوتا ہے اس لئے کہ وارث نے ایجاب ہی نہیں کیا تھا یا موہوبہ چیز موہوب لہ کی ملکیت سے نکل جائے اس لئے کہ یہ نکلنا واہب کی جانب سے قدرت دینے کے نتیجے سے ہوا ہے لہذا واہب اس کو ختم نہیں کر سکتا اور اس لئے کہ سبب کے نیا ہونے سے ملکیت بھی نئی ہو جائے گی۔

خالی زمین ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ وَهَبَ لِآخَرَ اَرْضًا بَيْضَاءَ فَاَنْبَتَ فِي نَاحِيَةٍ مِنْهَا نَخْلًا اَوْ بَنَى بَيْتًا اَوْ دُكَّانًا اَوْ آرِيًّا وَكَانَ ذٰلِكَ زِيَادَةً فِيهَا فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا) ؛ لِاَنَّ هٰذِهِ زِيَادَةٌ مُتَّصِلَةٌ .

وَقَوْلُهُ وَكَانَ ذٰلِكَ زِيَادَةً فِيهَا ؛ لِاَنَّ الدُّكَّانَ قَدْ يَكُونُ صَغِيرًا حَقِيرًا لَا يُعَدُّ زِيَادَةً اَصْلًا، وَقَدْ تَكُونُ الْاَرْضُ عَظِيمَةً يُعَدُّ ذٰلِكَ زِيَادَةً فِي قِطْعَةٍ مِنْهَا فَلَا يَمْتَنِعُ الرُّجُوعُ فِي غَيْرِهَا .

قَالَ : (فَإِنْ بَاعَ نِصْفَهَا غَيْرَ مَقْسُومٍ رَجَعَ فِي الْبَاقِي) ؛ لِاَنَّ الِامْتِنَاعَ بِقَدْرِ الْمَانِعِ (وَإِنْ لَمْ يَبِعْ شَيْئًا مِنْهَا لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِي نِصْفِهَا) ؛ لِاَنَّ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِي كُلِّهَا فَكَذَا فِي نِصْفِهَا بِالطَّرِيقِ الْاَوْلٰى .

قَالَ (وَإِنْ وَهَبَ هِبَةً لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَلَا رُجُوعَ فِيهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا كَانَتِ الْهِبَةُ لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا) ؛ وَلِاَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا صِلَةُ الرَّحِمِ وَقَدْ حَصَلَ (وَكَذٰلِكَ مَا وَهَبَ اَحَدُ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ) ؛ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا الصِّلَةُ كَمَا فِي الْقَرَابَةِ، وَإِنَّمَا يُنْظَرُ إِلٰى هٰذَا الْمَقْصُودِ وَقْتَ الْعَقْدِ، حَتّٰى لَوْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَمَا وَهَبَ لَهَا فَلَهُ الرُّجُوعُ، وَلَوْ اَبَانَهَا بَعْدَمَا وَهَبَ فَلَا رُجُوعَ .

فرمایا کہ جب کسی نے دوسرے کو خالی زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس کی ایک جانب درخت لگایا یا کمرہ بنایا یا دکان بنائی یا جانور کو چارہ ڈالنے کے لئے جگہ بنائی اور ان تمام چیزوں سے زمین میں اضافہ ہو گیا تو واہب کو زمین کے کسی بھی حصے میں رجوع کا حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ زیادتی ملی ہوئی ہے اور ماتن کا یہ قول و کان ذلك زیادة فیها میں اس بار کی جانب اشارہ ہے کہ بعض دفعہ دکان اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ اس کو زیادتی شمار ہی نہیں کیا جاتا لہٰذا اس کے علاوہ میں رجوع ممتنع نہیں ہوگا۔

فرمایا کہ جب موہوب لہ نے موہوبہ چیز کے نصف حصے کو تقسیم کئے بغیر ہی بیچ دیا تو واہب باقی میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ امتناع بقدر روکنے والا ہوتا ہے اور جب موہوب لہ نے کچھ بھی نہ بیچا ہو تو واہب نصف میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ جب اس کو پورے میں رجوع کا حق حاصل ہے تو آدھے میں بدرجہ اولیٰ اس کو رجوع حق حاصل ہوگا۔

جب کسی آدمی نے اپنے ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تو وہ رجوع نہیں کر سکتا اس لئے کہ ذی محرم کو ہبہ کرنے سے صلہ رحمی مقصود ہوتی ہے اور وہ حاصل ہو گئی ہے اسی جرح جب زوجین میں سے ایک نے دوسرے کو ہبہ کیا تو اس میں بھی رجوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے بھی صلہ رحمی مقصود ہوتی ہے جس طرح کہ قرابت میں ہوتی ہے اور عقد کے وقت اس مقصود پر نظر رکھی جاتی ہے حتیٰ کہ جب کسی عورت کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو اس میں رجوع کر سکتا ہے اور جب ہبہ کرنے کے بعد اس کو بائنہ کر دیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے۔

ہبہ کا عوض یا بدل واہب کو دینے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا قَالَ الْمَوْهُوبُ لَهُ لِلْوَاهِبِ خُذْ هٰذَا عِوَضًا عَنْ هِبَتِكَ أَوْ بَدَلًا عَنْهَا أَوْ فِي مُقَابَلَتِهَا فَقَبَضَهُ الْوَاهِبُ سَقَطَ الرُّجُوعُ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَهٰذِهِ الْعِبَارَاتُ تُؤَدِّي مَعْنًى وَاحِدًا (وَإِنْ عَوَّضَهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مُتَبَرِّعًا فَقَبَضَ الْوَاهِبُ الْعِوَضَ بَطَلَ الرُّجُوعُ) ؛ لِأَنَّ الْعِوَضَ لِإِسْقَاطِ الْحَقِّ فَيَصِحُّ مِنَ الْأَجْنَبِيِّ كَبَدَلِ الْخُلْعِ وَالصُّلْحِ : قَالَ : (وَإِذَا اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْهِبَةِ رَجَعَ بِنِصْفِ الْعِوَضِ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُسَلَّمْ لَهُ مَا يُقَابِلُ نِصْفَهُ (وَإِنِ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْعِوَضِ لَمْ يَرْجِعْ فِي الْهِبَةِ إِلَّا أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ ثُمَّ يَرْجِعُ) وَقَالَ زُفَرُ : يَرْجِعُ بِالنِّصْفِ اعْتِبَارًا بِالْعِوَضِ الْآخَرِ .

وَلَنَا أَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا لِلْكُلِّ مِنَ الْإِبْتِدَاءِ، وَبِالْإِسْتِحْقَاقِ ظَهَرَ أَنَّهُ لَا عِوَضَ إِلَّا هُوَ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَخَيَّرُ ؛ لِأَنَّهُ مَا أَسْقَطَ حَقَّهُ فِي الرُّجُوعِ إِلَّا لِيُسَلَّمَ لَهُ كُلُّ الْعِوَضِ وَلَمْ يُسَلَّمْ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ .

فرمایا کہ جب موہوب لہ نے واہب سے فرمایا کہ یہ لو تمہاری ہبہ کا عوض یا اس کا بدل یا اس کے مقابلے میں ہے اور واہب نے اس پر قبضہ کر لیا تو رجوع ساقط ہو جائے گا کیونکہ واہب کا مقصود حاصل ہو چکا ہے اور ان سب جملوں کا ایک ہی معنی مراد لیا جاتا ہے اور جب کسی اجنبی نے تبرع کرتے ہوئے موہوب لہ کی جانب سے واہب کو عوض دے دیا اور واہب نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی رجوع باطل ہو جائے گا اس لئے کہ عوض حق کو ساقط کرنے کے لئے ہے لہٰذا اجنبی کی جانب سے بھی عوض دینا درست ہے جس طرح کہ خلع اور صلح کا بدل درست ہوتا ہے جب نصف ہبہ مستحق نکل گیا تو موہوب لہ اس سے نصف عوض کو واپس لے گا اس لئے کہ نصف مستحق کے مقابلے میں موہوب کے لئے کوئی چیز سالم نہیں رہی اور جب نصف عوض مستحق نکل گیا تو واہب ہبہ میں رجوع نہیں کر سکتا مگر یہ کہ جو عوض باقی ہے اس کو بھی واپس لے لے امام زفر فرماتے ہیں کہ واہب نصف ہبہ واپس لے گا اس کو عوض آخر پر قیاس کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جو عوض باقی ہے وہ پورے ہبہ کے لئے ابتداء عوض بن سکتا ہے لیکن استحقاق سے یہ واضح ہو گیا کہ عوض صرف مابقی ہے اس لئے واہب کو اختیار ملے گا اس لئے کہ رجوع کے بارے میں اس نے اسی لئے اپنا حق ساقط کیا ہے تا کہ پورا عوض اس کے لئے سلامت رہے لیکن پورا عوض اس کے لئے سلامت نہیں رہا لہٰذا اس کو پورا ہبہ واپس لینے کا حق حاصل ہو گا۔

نصف پر گھر ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وَهَبَ دَارًا فَعَوَّضَهُ مِنْ نِصْفِهَا) رَجَعَ الْوَاهِبُ فِي النِّصْفِ الَّذِي لَمْ يُعَوَّضْ ؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ خَصَّ النِّصْفَ .

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا أَوْ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ) ؛ لِأَنَّهُ مُخْتَلَفٌ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَفِي

أَصْلِهِ وَهَاءٌ وَفِي حُصُولِ الْمَقْصُودِ وَعَدَمِهِ خَفَاءٌ ، فَلَا بُدَّ مِنَ الْفَصْلِ بِالرِّضَا أَوْ بِالْقَضَاءِ، حَتَّى لَوْ كَانَتِ الْهِبَةُ عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ نَفَذَ، وَلَوْ مَنَعَهُ فَهَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ ؛ لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِيهِ، وَكَذَا إِذَا هَلَكَ فِي يَدِهِ بَعْدَ الْقَضَاءِ ؛ لِأَنَّ أَوَّلَ الْقَبْضِ غَيْرُ مَضْمُونٍ، وَهَذَا دَوَامٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَمْنَعَهُ بَعْدَ طَلَبِهِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَدَّى، وَإِذَا رَجَعَ بِالْقَضَاءِ أَوْ بِالتَّرَاضِي يَكُونُ فَسْخًا مِنَ الْأَصْلِ حَتَّى لَا يَشْتَرِطُ قَبْضَ الْوَاهِبِ وَيَصِحُّ فِي الشَّائِعِ ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ وَقَعَ جَائِزًا مُوجِبًا حَقَّ الْفَسْخِ، فَكَانَ بِالْفَسْخِ مُسْتَوْفِيًا حَقًّا ثَابِتًا لَهُ فَيَظْهَرُ عَلَى الْإِطْلَاقِ، بِخِلَافِ الرَّدِّ بِالْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ هُنَاكَ فِي وَصْفِ السَّلَامَةِ لَا فِي الْفَسْخِ فَافْتَرَقَا .

فرمایا کہ جب کسی کو کوئی گھر ہبہ کیا گیا اور اس نے نصف گھر کا عوض دے دیا تو واہب اسی نصف میں رجوع کرے گا جس کا عوض نہ دیا گیا ہو اس لئے کہ روکنے والا نے نصف کی تخصیص کر دی ہے۔

واہب اور موہوب کی رضامندی یا قضائے قاضی کے بغیر ہبہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ رجوع کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اس کی اصل میں ضعف ہے اور مقصود کا حاصل ہونا اور حاصل نہ ہونا پوشیدہ ہے لہٰذا عاقدین کی رضا یا قضائے قاضی کے ذریعے اس میں فصل کیا جائے حتی کہ جب کوئی غلام ہبہ ہوا اور موہوب لہ نے اس کو قضائے قاضی سے پہلے ہی آزاد کر دیا ہو تو عتق نافذ ہو جائے گا اور جب موہوب لہ نے اس کو روک لیا ہو پھر وہ ہلاک ہو گیا تو موہوب لہ اس کا ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ اس میں موہوب لہ کی ملکیت موجود ہے اسی طرح جب قضائے قاضی کے بعد موہوب لہ کے قبضہ میں موہوب ہلاک ہو جائے تو بھی موہوب لہ ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ پہلا قبضہ مضمون نہیں ہے اور رجوع کے بارے میں قضائے قاضی کے بعد جو قبضہ ہے وہ قبضہ اول پر دوام اور استمرار ہے مگر یہ کہ واہب کے مطالبے کے بعد موہوب لہ اس کو دینے سے انکار کر دے اس لئے کہ منع کرنے کے سبب وہ متعدی ہو گیا ہے اور جب قضائے قاضی یا رضامندی کے ساتھ واہب نے رجوع کر لیا تو یہ اصل عقد سے فسخ ہوگا حتی کہ فسخ کے لئے واہب کا قبضہ کرنا شرط نہیں ہے۔

اور مشترک ہبہ میں بھی رجوع درست ہوگا اس لئے کہ اس میں عقد جائز بن کر اور اصل سے فسخ کا موجب بن کر واقع ہوتا ہے لہٰذا فسخ کے سبب واہب اپنا ثابت شدہ حق کو وصول کرنے والا ہوگا لہٰذا علی الاطلاق فسخ ظاہر ہوگا قبضہ کرنے کے بعد عیب کے ظاہر ہونے پر واپس کرنے کے خلاف اس لئے کہ وہاں خریدار کا حق وصف سلامتی میں تھا نہ کہ فسخ میں اس لئے ہبہ اور بیع کے مسائل میں فرق ہو گیا۔

ہبہ کردہ چیز کے ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا تَلِفَتِ الْعَيْنُ الْمَوْهُوبَةُ وَاسْتَحَقَّهَا مُسْتَحِقٌّ وَضَمِنَ الْمَوْهُوبُ لَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الْوَاهِبِ بِشَيْءٍ) ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ فَلَا يَسْتَحِقُّ فِيهِ السَّلَامَةَ، وَهُوَ غَيْرُ عَامِلٍ لَهُ، وَالْغُرُورُ فِي ضِمْنِ عَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ سَبَبُ الرُّجُوعِ لَا فِي غَيْرِهِ .

فرمایا کہ جب ہبہ کردہ چیز ہلاک ہوگئی اور پھر کوئی آدمی اس کا مستحق نکلا اور اس نے موہوب لہ سے ضمان لے لیا تو موہوب لہ واہب سے کچھ نہیں واپس لے سکتا اس لئے کہ ہبہ عقد تبرع ہے لہٰذا اس میں موہوب لہ عاقد مشروط نہیں ہوگا اور پھر موہوب لہ واہب کا عامل بھی نہیں ہوتا اور عقد معاوضہ کا دھوکہ ہو تو رجوع کا سبب ہے لیکن عقد غیر معاوضہ رجوع واہب سے رجوع کا سبب نہیں ہے۔

شرط بدلہ کے ساتھ کسی چیز کو ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا وَهَبَ بِشَرْطِ الْعِوَضِ اُعْتُبِرَ التَّقَابُضُ فِي الْعِوَضَيْنِ، وَتَبْطُلُ بِالشُّيُوعِ) ؛ لِأَنَّهُ هِبَةٌ ابْتِدَاءً (فَإِنْ تَقَابَضَا صَحَّ الْعَقْدُ وَصَارَ فِي حُكْمِ الْبَيْعِ يُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَتُسْتَحَقُّ فِيهِ الشُّفْعَةُ) ؛ لِأَنَّهُ بَيْعٌ انْتِهَاءً .

وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : هُوَ بَيْعٌ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً ؛ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ التَّمْلِيكُ بِعِوَضٍ، وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي، وَلِهَذَا كَانَ بَيْعُ الْعَبْدِ مِنْ نَفْسِهِ إعْتَاقًا وَلَنَا أَنَّهُ اشْتَمَلَ عَلَى جِهَتَيْنِ فَيُجْمَعُ بَيْنَهُمَا مَا أَمْكَنَ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ، وَقَدْ أَمْكَنَ ؛ لِأَنَّ الْهِبَةَ مِنْ حُكْمِهَا تَأَخُّرُ الْمِلْكِ إلَى الْقَبْضِ، وَقَدْ يَتَرَاخَى عَنْ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَالْبَيْعُ مِنْ حُكْمِهِ اللُّزُومُ، وَقَدْ تَنْقَلِبُ الْهِبَةُ لَازِمَةً بِالتَّعْوِيضِ فَجَمَعْنَا بَيْنَهُمَا، بِخِلَافِ بَيْعِ نَفْسِ الْعَبْدِ مِنْ نَفْسِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْبَيْعِ فِيهِ، إذْ هُوَ لَا يَصْلُحُ مَالِكًا لِنَفْسِهِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے بدلہ کی شرط کے ساتھ کوئی چیز ہبہ کی تو عقد کی مجلس میں دونوں کے عوض میں قبضہ کرنے کا اعتبار کیا جائے گا اور اشتراک سے ہبہ باطل ہو جائے گا اس لئے کہ یہ ہبہ کی ابتداء کے طور پر ہے پس جب دونوں نے قبضہ کر لیا تو عقد درست ہو جائے گا اور بیع کے حکم میں ہوگا یعنی عیب اور خیار رویت کے سبب اس کو واپس کیا جائے گا اور اس میں شفعہ کا استحقاق ثابت ہوگا اس لئے کہ یہ بیع کی انتہاء کے طور پر ہے۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ ابتداء بھی بیع ہے اور انتہاء بھی بیع ہے اس لئے کہ اس میں بیع کا معنی یعنی تملیک بالعوض موجود ہے اور عقود میں معانی کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے اپنے غلام کو اسی کے ہاتھ آقا کا بیچنا اعتاق ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ عقد دو جہتوں پر مشتمل ہے لہٰذا دونوں مشابہتوں پر عمل کرتے ہوئے جس قدر ممکن ہو ان کو جمع کیا جائے گا اور جمع کرنا ممکن بھی ہے اس لئے کہ ہبہ کے حکم میں سے یہ بھی ہے قبضہ تک ملکیت موخر ہو جاتی ہے اور بیع فاسد میں بھی ملکیت موخر ہو جاتی ہے جبکہ بیع کا ایک حکم یہ ہے کہ عقد کے بعد وہ لازم ہو جاتی ہے اور بدلہ دینے سے ہبہ بھی لازم ہو جاتا ہے لہٰذا ہم نے مذکورہ ہبہ میں دونوں چیزوں کو جمع کر دیا ہے آقا کا اپنے غلام کو اسی غلام کے ہاتھ بیچنے کے خلاف اس لئے کہ اس میں بیع کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں ہو سکتا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل ہبہ کے مسائل شتیٰ کے بیان میں ہے﴾

ہبہ کے مسائل شتیٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور ہ، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

باندی کے حمل کا ہبہ میں استثناء کرنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ وَهَبَ جَارِيَةً إِلَّا حَمْلَهَا صَحَّتْ الْهِبَةُ وَبَطَلَ الِاسْتِثْنَاءُ) ؛ لِأَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ لَا يَعْمَلُ إِلَّا فِي مَحَلٍّ يَعْمَلُ فِيهِ الْعَقْدُ، وَالْهِبَةُ لَا تَعْمَلُ فِي الْحَمْلِ لِكَوْنِهِ وَصْفًا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فِي الْبُيُوعِ فَانْقَلَبَ شَرْطًا فَاسِدًا، وَالْهِبَةُ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، وَهَذَا هُوَ الْحُكْمُ فِي النِّكَاحِ وَالْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ ؛ لِأَنَّهَا لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالرَّهْنِ ؛ لِأَنَّهَا تَبْطُلُ بِهَا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے لونڈی کے حمل کو لونڈی کے بغیر ہبہ کیا تو ہبہ درست ہوگا اور استثناء باطل ہو جائے گا کیونکہ استثناء اس جگہ موثر ہوتا ہے جہاں عقد موثر ہوتا ہو اور ہبہ حمل میں اثر نہیں کرتا اس لئے کہ حمل ایک وصف ہے جس کو ہم نے بیوع میں بیان کر دیا ہے اور یہ استثناء شرط فاسد میں تبدیل ہو جائے گا اور ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا نکاح، خلع اور اور صلح عن دم العمد کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ عقود بھی شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے بیع، اجارہ اور رہن کے خلاف اس لئے کہ یہ عقود شروط سادہ سے باطل ہو جاتے ہیں۔

بطن میں آزاد کردہ کے ہبہ کے جواز کا بیان

وَلَوْ أَعْتَقَ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ وَهَبَهَا جَازَ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ الْجَنِينُ عَلَى مِلْكِهِ فَأَشْبَهَ الِاسْتِثْنَاءَ، وَلَوْ دَبَّرَ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ وَهَبَهَا لَمْ يَجُزْ ؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ بَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ فَلَمْ يَكُنْ شَبِيهَ الِاسْتِثْنَاءِ،

وَلَا يُمْكِنُ تَنْفِيذُ الْهِبَةِ فِيهِ لِمَكَانِ التَّدْبِيرِ فَبَقِيَ هِبَةُ الْمُشَاعِ أَوْ هِبَةُ شَيْءٍ هُوَ مَشْغُولٌ بِمِلْكِ الْمَالِكِ .

جب لونڈی کا حمل آزاد کر کے لونڈی کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اس لئے کہ واہب کی ملکیت پر باقی نہیں رہا تو یہ استثناء کے مشابہ ہو گیا جب لونڈی کے حمل کو مدبر بنا کر آزاد کیا ہو تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ حمل واہب کی ملکیت پر باقی ہے لہٰذا یہ استثناء کے مشابہ نہیں ہوگا اور اس میں ہبہ نافذ کرنا بھی ممکن نہیں ہے اس لئے کہ تدبیر موجود ہے لہٰذا یہ مشاع کا ہبہ ہوگا یا ایسی چیز کا ہبہ ہوگا جو مالک کی ملکیت سے مشغول ہے۔

ہبہ کے لئے عوض کی شرط فاسد لگانے کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ وَهَبَهَا لَهُ عَلَى أَنْ يَرُدَّهَا عَلَيْهِ أَوْ عَلَى أَنْ يُعْتِقَهَا أَوْ أَنْ يَتَّخِذَهَا أُمَّ وَلَدٍ أَوْ وَهَبَ دَارًا أَوْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِدَارٍ عَلَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْهَا أَوْ يُعَوِّضَهُ شَيْئًا مِنْهَا فَالْهِبَةُ جَائِزَةٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ) .

لِأَنَّ هَذِهِ الشُّرُوطَ تُخَالِفُ مُقْتَضَى الْعَقْدِ فَكَانَتْ فَاسِدَةً، وَالْهِبَةُ لَا تَبْطُلُ بِهَا، أَلَا تَرَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجَازَ الْعُمْرَى وَأَبْطَلَ شَرْطَ الْمُعْمِرِ) بِخِلَافِ الْبَيْعِ (؛ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ) وَلِأَنَّ الشَّرْطَ الْفَاسِدَ فِي مَعْنَى الرِّبَا، وَهُوَ يَعْمَلُ فِي الْمُعَاوَضَاتِ دُونَ التَّبَرُّعَاتِ .

جب کسی آدمی نے اس شرط پر لونڈی کو ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس کو واہب کو واپس کر دے یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس کو آزاد کر دے یا ام ولد بنا لے یا کسی کو کسی نے اس شرط پر گھر ہبہ کیا یا صدقہ کیا کہ اس کے بدلے موہوب لہ واہب کو کچھ دے دے یا اس کا کچھ عوض دے تو ہبہ جائز ہوگا اور شرط باطل ہو جائے گی اس لئے کہ اس طرح کی شرطیں عقد کے تقاضہ کے خلاف ہیں لہٰذا یہ شرطیں فاسد ہو جائیں گی اور ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا ہے۔

کیا آپ نے غور نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عمری کو جائز قرار دیا ہے اور معمر کی شرط کو باطل قرار دیا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ آپ ﷺ نے بیع کے ساتھ شرط رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس لئے کہ شرط فاسد ربوا کے معنی میں ہے اور ربوا معاوضات میں موثر ہوتا ہے احسانات میں نہیں ہوتا ہے۔

قرض خواہ کا مقروض کو دراہم سے بری کہنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَقَالَ إِذَا جَاءَ الْغَدُ فَهِيَ لَكَ أَوْ أَنْتَ مِنْهَا بَرِيءٌ . أَوْ قَالَ : إِذَا أَدَّيْتَ إِلَيَّ النِّصْفَ فَلَكَ نِصْفُهُ أَوْ أَنْتَ بَرِيءٌ مِنَ النِّصْفِ الْبَاقِي فَهُوَ بَاطِلٌ) ؛ لِأَنَّ الْإِبْرَاءَ تَمْلِيكٌ مِنْ وَجْهٍ إِسْقَاطٌ مِنْ وَجْهٍ، وَهِبَةُ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ إِبْرَاءٌ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الدَّيْنَ

مَالٌ مِنْ وَجْهٍ وَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ كَانَ تَمْلِيكًا، وَوَصْفٌ مِنْ وَجْهٍ وَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ كَانَ اِسْقَاطًا، وَلِهٰذَا قُلْنَا: اِنَّهُ يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ، وَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَبُولِ.
وَالتَّعْلِيقُ بِالشُّرُوطِ يَخْتَصُّ بِالْاِسْقَاطَاتِ الْمَحْضَةِ الَّتِي يُحْلَفُ بِهَا كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ فَلَا يَتَعَدَّاهَا.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کے دوسرے پر ایک ہزار دراہم باقی ہوں اور قرض خواہ مقروض سے کہے کہ یا کل آجائے تو وہ دراہم تیرے ہیں یا تو ان دراہم سے بری ہے یا یہ کہا کہ تو مجھے آدھے دراہم دے دے تو آدھے تیرے ہیں یا جو باقی ہیں ان سے تو بری ہے تو یہ باطل ہے اس لئے کہ ابراء من وجہ تملیک ہے اور من وجہ اسقاط جبکہ مدیون کو دین کا ہبہ کرنا ابراء ہے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ دین من وجہ مال ہے اس اعتبار سے ابراء تملیک ہوگا اور ایک اعتبار سے دین وصف ہے اور اس حوالے سے ابراء اسقاط ہوگا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مدیون کے رد کرنے سے ابراء رد ہو جاتا ہے اور اس کے قبول کرنے پر ابراء موقوف نہیں ہے جبکہ تعلیق بالشرط کا عمل ان کے ساتھ خاص ہے جو خالص اسقاط ہیں اور جن کے ذریعے قسم کھائی جاتی ہے جس طرح کہ طلاق ہے اور عتاق ہے لہٰذا تعلیق ان سے تجاوز نہیں کرے گی۔

عمریٰ کا معمر لہ کے لئے جائز ہونے کا بیان

قَالَ: (وَالْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِلْمُعَمَّرِ لَهُ حَالَ حَيَاتِهِ وَلِوَرَثَتِهِ مِنْ بَعْدِهِ) لِمَا رَوَيْنَا. وَمَعْنَاهُ اَنْ يَجْعَلَ دَارِهِ لَهُ عُمْرَهُ. وَاِذَا مَاتَ تُرَدُّ عَلَيْهِ فَيَصِحُّ التَّمْلِيكُ، وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ لِمَا رَوَيْنَا وَقَدْ بَيَّنَّا اَنَّ الْهِبَةَ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ (وَالرُّقْبٰى بَاطِلَةٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَقَالَ اَبُوْ يُوسُفَ: جَائِزَةٌ)؛ لِاَنَّ قَوْلَهُ دَارِي لَكَ تَمْلِيكٌ. وَقَوْلَهُ رُقْبٰى شَرْطٌ فَاسِدٌ كَالْعُمْرٰى. وَلَهُمَا (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَجَازَ الْعُمْرٰى وَرَدَّ الرُّقْبٰى) وَلِاَنَّ مَعْنَى الرُّقْبٰى عِنْدَهُمَا اِنْ مِتُّ قَبْلَكَ فَهُوَ لَكَ، وَاللَّفْظُ مِنَ الْمُرَاقَبَةِ كَاَنَّهُ يُرَاقِبُ مَوْتَهُ، وَهٰذَا تَعْلِيقُ التَّمْلِيكِ بِالْخَطَرِ فَبَطَلَ. وَاِذَا لَمْ تَصِحَّ تَكُونُ عَارِيَّةً عِنْدَهُمَا؛ لِاَنَّهُ يَتَضَمَّنُ اِطْلَاقَ الْاِنْتِفَاعِ بِهِ.

فرمایا کہ عمریٰ جائز ہے اور معمر لہ کی زندگی میں وہ چیز اس کی ہوگی اور اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے وارثوں کی ہوگی اس حدیث کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور عمریٰ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی آدمی زندگی بھر کے لئے اس شرط پر دے کہ جب معمر لہ مر جائے تو وہ گھر اس کو واپس کر دیا جائے تو اس طرح تملیک درست ہوگی اور شرط باطل ہو جائے گی اس حدیث کے سبب جو ہم نے روایت کی ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا طرفین فرماتے ہیں کہ رقبیٰ باطل ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جائز ہے اس لئے کہ داری لک رقبیٰ تملیک ہے اور داری لک میں جو رقبہ جوڑ دیا گیا ہے وہ شرط فاسد ہے جس طرح کہ عمریٰ شرط فاسد ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمری کو جائز قرار دیا ہے اور رقبی کو مسترد فرما دیا ہے اور اس لئے کہ ان کے نزدیک رقبی کا معنی یہ ہے کہ جب میں تجھ سے پہلے مر گیا تو میرا گھر تیرا ہے اور لفظ رقبی مراقبہ سے مشتق ہے گویا کہ ایک دوسرے کے مرنے کا انتظار کرتا ہے اور اس میں موت پر تملیک کو معلق کرنا ہے اس لئے یہ باطل ہے اور جب طرفین کے نزدیک رقبی درست نہیں ہے تو ان کے نزدیک وہ معاملہ عاریت ہوا اس لئے کہ یہ تمام مطلق نفع اٹھانے کو لازم کرنے والا ہے۔

فَصْلٌ فِی الصَّدَقَةِ

﴿یہ فصل صدقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل صدقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صدقہ اور ہبہ یہ دونوں شرائط کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں۔اسی سبب کے پیش نظر مصنف علیہ الرحمہ نے اس صدقہ کی فصل کو ہبہ میں بیان کیا ہے اور اس کو الگ فصل کے طور پر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہبہ اور صدقہ ان دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔(البنایہ شرح الہدایہ، کتاب ہبہ، ملتان)

صدقہ کا ہبہ کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ : (وَالصَّدَقَةُ كَالْهِبَةِ لَا تَصِحُّ اِلَّا بِالْقَبْضِ) ؛ لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ كَالْهِبَةِ (فَلَا تَجُوْزُ فِي مُشَاعٍ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ) لِمَا بَيَّنَّا فِيْ الْهِبَةِ (وَلَا رُجُوعَ فِي الصَّدَقَةِ) ؛ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الثَّوَابُ وَقَدْ حَصَلَ .

وَكَذَا اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ اسْتِحْسَانًا ؛ لِاَنَّهُ قَدْ يَقْصِدُ بِالصَّدَقَةِ عَلَى الْغَنِيِّ الثَّوَابَ .

وَكَذَا اِذَا وَهَبَ الْفَقِيرَ ؛ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ الثَّوَابُ وَقَدْ حَصَلَ .

فرمایا کہ ہبہ کی مثل صدقہ بھی قبضہ کے بغیر درست نہیں ہوتا اس لئے کہ ہبہ کی مثل صدقہ بھی تبرع ہے اور ایسی مشترک چیز میں جائز نہیں ہے جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے ہبہ میں بیان کیا ہے صدقہ میں رجوع نہیں ہوسکتا اس لئے کہ صدقہ کرنے سے ثواب مقصود ہوتا ہے اور صدقہ کرتے ہی ثواب حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح جب کسی غنی پر صدقہ کیا تو بطور استحسان یہ بھی جائز ہے اس لئے کہ کبھی غنی پر صدقہ کرنے سے ثواب مقصود ہوتا ہے اور ثواب اسی وقت حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح جب کسی فقیر کو صدقہ کیا تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ مقصود یعنی ثواب حاصل ہو چکا ہے۔

مال کو صدقہ کرنے کی نذر ماننے کا بیان

(وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ يَتَصَدَّقُ بِجِنْسِ مَا يَجِبُ فِيْهِ الزَّكَاةُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِلْكِهِ لَزِمَهُ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِالْجَمِيعِ) وَيُرْوٰى اَنَّهُ وَالْاَوَّلَ سَوَاءٌ ، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْفَرْقَ . وَوَجْهُ

الرِّوَايَتَيْنِ فِي مَسَائِلِ الْقَضَاءِ (وَيُقَالُ لَهُ أَمْسِكْ مَا تُنْفِقُهُ عَلَى نَفْسِكَ وَعِيَالِكَ إِلَى أَنْ تَكْتَسِبَ، فَإِذَا اكْتَسَبَ مَالًا يَتَصَدَّقُ بِمِثْلِ مَا أَنْفَقَ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

فرمایا کہ جب کسی نے یہ نذر مانی کہ اپنا مال صدقہ کرے گا تو وہ آدمی اس جنس کا مال صدقہ کرے جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور جب کسی نے اپنی ملکیت صدقہ کرنے کی نذر مانی تو اس پر پوری ملکیت صدقہ کرنا لازم ہے ایک روایت یہ ہے کہ مال اور ملکیت کی نذر ماننے کا ایک ہی حکم ہے اور ہم نے ان کا فرق دونوں روایات کی دلیل قضاء کے مسائل میں بیان کیا ہے اور منت ماننے والے سے یہ کہا جائے گا کہ تم اتنا مال روک لو جس کو اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرو حتی کہ دوسرا مال کمالو پس جب وہ دوسرا مال کمالے تو جتنا خرچ کیا ہو اس کی مقدار صدقہ کر دے اور اس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

کتاب الاجارات

﴿یہ کتاب اجارات کے بیان میں ہے﴾

کتاب الاجارات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ بغیر عوض والی اعیان کی ملکیت کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں۔ جس طرح ہبہ ہے تو اب اس کے بعد تملیک منافع بہ عوض کے احکام کو شروع کر رہے ہیں اور وہ اجارہ ہے۔ اور اس سے پہلی کتابوں کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ اعیان منافع پر مقدم ہوتی ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارات، بیروت)

اجارہ کا لغوی مفہوم

اجارہ کے لغوی معنی: کرایہ پر دینا۔ اجارہ کی اصطلاحی معنی: ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مال (پیسے وغیرہ) کے بدلے کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا گیا ہو، مثلاً ایک آدمی کا مکان ہو جس میں وہ کسی آدمی کو رہنے کی اجازت دی ہو اور اس میں رہنے والا اس کا کرایہ ادا کرتا ہو تو یہ اجارہ ہے۔

کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجر اور مواجر اور کرایہ دار کو مستاجر اور اُجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

اجارہ کے معنی ہیں کسی چیز کو کرایہ پر دینا اور اصطلاح شریعت میں اجارہ کا مفہوم ہے اپنی کسی چیز کی منفعت کا کسی کو مالک بنانا۔ فقہی طور پر قیاس تو یہ کہتا ہے کہ اجارہ میں چونکہ منفعت معدوم ہوتی ہے اس لئے اجارہ جائز ہونا چاہئے لیکن شریعت نے لوگوں کی احتیاج وضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ اجارہ حدیث وآثار سے ثابت ہے۔

کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجر اور مواجر اور کرایہ دار کو مستاجر اور اُجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

کسی سے کوئی چیز مقررہ کرائے پر لینا یا مقررہ اجرت پر کسی سے مزدوری کروانا اجارہ کہلاتا ہے۔ اس کے چند شرائط یاد رکھ کر اس پر عمل کرنا ہوتا ہے ورنہ اجارہ فاسد ہو جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی اپنا اجارہ توڑنا چاہے تو اس کا شریعت نے طریقہ بتایا ہے۔ اس بارے میں تفصیل درج ذیل ہے۔

جب کسی نے مہینہ بھر کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا چاہے اس میں رہنے کا

اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو۔ کرایہ بہر حال واجب ہے۔

درزی کپڑا سی کر یا رنگریز رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک وہ اس کی مزدوری نہ لے لیوے تب تک کپڑا نہ دے۔ بغیر مزدوری دیئے اس سے زبردستی لینا درست نہیں۔ اور اگر کسی مزدور سے غلے کا ایک بورا ایک پانچ روپیکے وعدہ پر اٹھوایا تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لیے غلہ نہیں روک سکتا۔ کیونکہ وہاں سے لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی بات نہیں پیدا ہوئی۔ اور پہلی صورتوں میں ایک نئی بات کپڑے میں پیدا ہوگئی۔

اگر کسی نے یہ شرط کر لی کہ میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو دوسرے سے دھلوانا درست نہیں۔ اور اگر یہ شرط نہیں کی تو کسی اور سے بھی وہ کام کروایا جا سکتا ہے۔

اجارہ کے حکم کا بیان

اجارہ کا حکم یہ ہے کہ طرفین بدلین کے مالک ہو جاتے ہیں مگر یہ مِلک ایک دم نہیں ہوتی بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے۔ مگر جبکہ تعجیل یعنی پیشگی لینا شرط ہو تو عقد کرتے ہی اُجرت کا مالک ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

اجارہ کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ حضرت ثابت بن ضحاک نے یہ بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے مزارع سے منع فرمایا ہے اور اجارہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ (مسلم)

حضرت حنظلہ بن قیس انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رافع بن خدیج سے سونے یا چاندی کے بدلہ میں زمین کو کرایہ پر دینے کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ اجارہ کرتے تھے۔ پانی کی رواں نالیوں کے سرے اور کھیتی کی جگہوں پر تو کبھی یہ ہلاک ہوتا اور وہ سلامت رہتا اور کبھی وہ ہلاک ہوتا اور یہ سلامت رہتا۔ اس صورت کے سوا لوگوں میں اور کرایہ مروج نہ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور جو چیز محفوظ و مامون ہو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور ابراہیم کی روایت مکمل ہے۔ اور قتیبہ نے عن حنظلہ عن رافع کہا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید کی حنظلہ سے اسی طرح روایت ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1616)

لیزنگ:

مروجہ جدید مالی معاملات میں سے ایک لیزنگ بھی ہے، لیز اصل عربی کے لفظ الاجارۃ کا ترجمہ ہے جو شرعی اصطلاح ہے لیکن مروجہ لیزنگ شرعی اجارہ سے مختلف ہے۔ شرعی اجارہ کا مفہوم تو صرف اتنا ہے۔ "بیع منفعة معلومة باجر معلوم"
طے شدہ اجرت کے بدلے طے شدہ منفعت فروخت کرنا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: 18/251)

اس کی دو قسمیں ہیں 1:۔ معاوضے کے بدلے کسی شخص (انجینئر وغیرہ) کی خدمات حاصل کرنا۔ 2۔ اپنی ذاتی چیز جیسے گاڑی یا مکان کا حق استعمال کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنا اور اس کے عوض کرایہ وصول کرنا۔ جب لیزنگ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اقتصادی

ہ ین لے نزدیک اس سے عموماً اجارہ کی یہ آخری قسم ہی مراد ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں اجارہ کے عنوان کے تحت دونوں قسموں کا بیان ہے، اجارہ کی اس قسم میں چونکہ اصل مالک کی ملکیت ہی ہوتی ہے، مستاجر کرایہ کے عوض صرف اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لیے متعلقہ اخراجات مستاجر کے ذمے ہوتے ہیں۔ مثلاً مکان کرائے پر دیا گیا ہے تو اس کی پراپرٹی ٹیکس مالک ادا کرے گا لیکن بجلی، گیس اور پانی کا بل مستاجر کے ذمے ہوگا۔ اسی طرح اگر کرایہ پر دی گئی چیز کا ایسا نقصان ہو جائے جس میں مستاجر کی غلطی، غفلت یا کوتاہی کا عمل دخل نہ ہو تو وہ نقصان بھی مالک ہی برداشت کرے گا۔

لیزنگ کا جدید مفہوم

اس کے برعکس انیسویں صدی عیسوی سے لیزنگ کی ایک نئی قسم متعارف ہوئی جس کو عربی میں البیع الا یجاری یعنی وہ اجارہ داری جس کی انتہا بیع پر ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بینک کسی کو کچھ سالوں کے لئے گاڑی خرید کر لیز پر دیتا ہے اس کا کرایہ اقساط میں وصول کیا جاتا ہے۔ بینک کرایہ طے کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھتا ہے کہ اس عرصے میں گاڑی کی قیمت مع اتنے نفع کے جو اس عرصے میں بینک کو اس رقم پر سود کی شکل میں حاصل ہوتا تھا، وصول ہو جاتے ہیں جب گاہک مکمل اقساط ادا کر دیتا ہے تو گاڑی اس کی ملکیت ہو جاتی ہے اس طرح ابتدا میں یہ اجارہ ہوتا ہے جو آخر میں بیع میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس عرصے میں گاڑی کے ہر طرح کے نقصانات کی ذمہ داری گاہک کی ہوتی ہے۔

بعض اہل علم کی رائے میں یہ ایک جدید صورت ہے۔ دین میں اس کے متعلق کوئی ممانعت نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔ جب کہ بعض حضرات کے نزدیک یہ ایک عقد میں دو عقد جمع ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ہمارا خیال میں اس میں زیادہ قابل اعتراض پہلو سود کی آمیزش کا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ گاہک جب بینک کے پاس گاڑی لینے جاتا ہے تو وہ اس کی قیمت کا کچھ حصہ ڈاؤن پے منٹ (Down Payment) کے نام سے پہلے ادا کرتا ہے جو زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم بھی، لیکن ایک خاص شرح (گاڑی کی قیمت کا دس فیصد) سے کم نہیں ہوتا، اب بینک نے کرائے کے نام پر جو اضافی رقم وصول کرنا ہوتی ہے اس کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ڈاؤن پے منٹ کی رقم کتنی ہے؟ اگر وہ زیادہ ہے تو اضافی رقم زیادہ یہ وصول کی جائے گی۔ اس بارے میں ہم نے مسلم کمرشل بینک کے ایک ذمہ دار سے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق اگر آپ بینک سے Baleno گاڑی لیتے ہیں اور ڈاؤن پے منٹ پانچ لاکھ ادا کرتے ہیں تو آپ کے پانچ سال کے لئے 9738 روپے ماہانہ قسط جمع کروانا ہوگی جو 584280 روپے بنتے ہیں۔ اس میں پانچ لاکھ ڈاؤن پے منٹ جمع کر لیں تو مکمل 1084260 روپے کی ماہانہ قسط جمع کروائیں گے جو 984480 روپے بنتے ہیں۔ دو لاکھ ڈاؤن پے منٹ کے نام سے پہلے ادا کیا جا چکا ہے اس طرح کل رقم 1184480 روپے ہو گی۔ پہلی صورت میں ایک لاکھ دو سو روپے کم اور دوسری صورت میں زیادہ کیوں؟

سیدھی سی بات ہے کہ یہ سودی معاملہ ہے پہلی صورت میں بینک کو چونکہ کم پیسے دینے پڑے اس لیے اس کا سود کم اور دوسری صورت میں زیادہ رقم دینا پڑی اس لیے سود بھی زیادہ بنا۔ اگر یہ حقیقی اجارہ ہوتا تو یہ فرق اتنا نہ ہوتا!! کیونکہ اجارہ میں کرائے کا تعلق

حق استعمال سے ہوتا ہے جو دونوں صورتوں میں برابر ہے نہ کہ اس بات سے کہ اس میں بینک کے کتنے پیسے استعمال ہوتے ہیں نیز اگر یہ حقیقی اجارہ ہوتا تو بینک اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوتا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل میں یہ سودی معاملہ ہے جسے اجارہ کا نام دیا گیا ہے۔ حقیقی اجارہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بظاہر یہ بیع قسط کے مشابہ ہے اس لیے بعض حضرات اسے بیع قسط قرار دے کر اس کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن درج ذیل وجوہ کے باعث یہ درست نہیں:

سطور بالا میں ہم نے اس کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کے مطابق اسے بیع قسط قرار دینے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ دراصل دو عقد پر مشتمل ہے۔ 1۔ عقد اجارہ 2۔ عقد بیع

جب کہ بیع قسط میں صرف ایک عقد ہوتا ہے بیع اور اجارہ الگ الگ اصطلاحات ہیں اور ہر ایک کے احکام بھی مختلف ہیں۔ بیع قسط میں قیمت تو ادھار ہوتی ہے مگر ملکیت فوراً خریدار کے نام منتقل ہو جاتی ہے لیکن یہاں ملکیت تمام اقساط کی ادائیگی کیساتھ مشروط ہے یہ عقد بیع کے منافی ہے کیونکہ بیع اصل مقصد ہی یہی ہے کہ چیز کی مکمل طور پر فروخت کنندہ کی ملکیت سے نکل کر خریدار کی ملکیت میں آجائے۔

لیزنگ کا متبادل:

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے اجلاس جو 10 تا 15 دسمبر 1988 کو کویت میں منعقد ہوا اس میں مروجہ لیزنگ کے درج ذیل دو متبادل تجویز کیے تھے۔ مدت ختم ہونے کے بعد مستأجر کے پاس تین اختیار ہوں۔

1۔ گاڑی مالک کے حوالے کر کے عقد اجارہ ختم کر دے۔ 2۔ نئے سرے سے عقد اجارہ کر لے۔

3۔ گاڑی خرید لے۔ (بحوالہ بحوث فی الاقتصاد الاسلامی للدکتور علی القراہ الداغی)

اگرچہ اس پر بھی بعض علماء کے تحفظات ہیں مثلاً مدت اجارہ پوری ہونے پر مستأجر تو آزاد ہے مگر مؤجر مستأجر کی پسند کا پابند ہے لیکن یہ اعتراض کوئی زیادہ وزنی نہیں اس لیے یہ صورت شرعی طور پر جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کی عملی تطبیق میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

مروجہ لیزنگ کا دوسرا متبادل:

اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس کی جگہ دوسرا متبادل بیع قسط تجویز کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں انتقال ملکیت آخری قسط کی ادائیگی کیساتھ معلق نہ ہو بلکہ دوسری ضمانتیں ہوں۔

اجارہ کا عوض پر عقد نفع ہونے کا بیان

(اَلْاِجَارَةُ : عَقْدٌ عَلَى الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ) لِاَنَّ الْاِجَارَةَ فِى اللُّغَةِ بَيْعُ الْمَنَافِعِ، وَالْقِيَاسُ يَأْبَى جَوَازَهُ ؛ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ الْمَنْفَعَةُ وَهِىَ مَعْدُومَةٌ، وَاِضَافَةُ التَّمْلِيكِ اِلَى مَا سَيُوجَدُ لَا يَصِحُّ

إِلَّا أَنَّا جَوَّزْنَاهُ لِحَاجَةِ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَقَدْ شَهِدَتْ بِصِحَّتِهَا الْآثَارُ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُعْلِمْهُ أَجْرَهُ) وَتَنْعَقِدُ سَاعَةً فَسَاعَةً عَلَى حَسَبِ حُدُوثِ الْمَنْفَعَةِ، وَالدَّارُ أُقِيمَتْ مَقَامَ الْمَنْفَعَةِ فِي حَقِّ إِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَيْهَا لِيَرْتَبِطَ الْإِيجَابُ بِالْقَبُولِ، ثُمَّ عَمَلُهُ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْمَنْفَعَةِ مِلْكًا وَاسْتِحْقَاقًا حَالَ وُجُودِ الْمَنْفَعَةِ .

اجارہ وہ عقد ہے جو بدلے کے ساتھ نفع پر واقع ہو کیونکہ لغوی طور پر منافع کی بیع کو اجارہ کہتے ہیں۔ جبکہ اس کے جواز کا قیاس انکار کرنے والا ہے کیونکہ اس میں معقود علیہ نفع ہے جبکہ وہ عقد کے وقت معدوم ہوتا ہے اور جو چیز پائی جائے اس کی جانب اضافت ملکیت درست نہیں ہے۔ جبکہ لوگوں کی ضرورت کے سبب ہم نے اجارہ کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے صحیح ہونے پر احادیث کی دلالت بھی موجود ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی مزدوری ادا کر دو۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص مزدور رکھے تو اس کو چاہیے کہ مزدور کو اس کی مزدوری بیان کر دے۔ اور نفع حاصل کرنے کے اعتبار سے بھی تھوڑا تھوڑا اجارہ منعقد ہوتا ہے جبکہ جانب گھر عقد کی اضافت کرنے کے حوالے سے اس کو نفع کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ ایجاب و قبول پر فٹ آتا رہے۔ اس کے بعد اجارے کے عقد کا کام منافع کے حق میں مالک ہونے اور حقدار ہونے کے بارے میں نفع کے پائے جانے کے وقت جائز ہے۔

اور اجارے کا عقد تب درست ہوگا جب اس کا منافع معلوم ہو اور مزدوری بھی معلوم ہو اسی حدیث کے سبب جس کو ہم روایت کر چکے ہیں۔ کیونکہ معقود علیہ اور اس کے بدل کی جہالت یہ جھگڑے کی جانب لے جانے والی ہے۔ جس طرح بیع میں قیمت اور مبیع میں جہالت یہ جھگڑے میں لے جانے والی ہیں۔

ہر ثمنی چیز کا اجارہ میں اجرت بننے کا بیان

(وَمَا جَازَ أَنْ يَكُونَ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ جَازَ أَنْ يَكُونَ أُجْرَةً فِي الْإِجَارَةِ) ؛ لِأَنَّ الْأُجْرَةَ ثَمَنُ الْمَنْفَعَةِ، فَتُعْتَبَرُ بِثَمَنِ الْمَبِيعِ .وَمَا لَا يَصْلُحُ ثَمَنًا يَصْلُحُ أُجْرَةً أَيْضًا كَالْأَعْيَانِ .فَهٰذَا اللَّفْظُ لَا يَنْفِي صَلَاحِيَّةَ غَيْرِهِ ؛ لِأَنَّهُ عِوَضٌ مَالِيٌّ (وَالْمَنَافِعُ تَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِالْمُدَّةِ كَاسْتِئْجَارِ الدُّورِ، لِلسُّكْنَى وَالْأَرَضِينَ لِلزِّرَاعَةِ فَيَصِحُّ الْعَقْدُ عَلَى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ أَيَّ مُدَّةٍ كَانَتْ) ؛ لِأَنَّ الْمُدَّةَ إِذَا كَانَتْ مَعْلُومَةً كَانَ قَدْرُ الْمَنْفَعَةِ فِيهَا مَعْلُومًا إِذَا كَانَتْ الْمَنْفَعَةُ لَا تَتَفَاوَتُ .

وَقَوْلُهُ أَيَّ مُدَّةٍ كَانَتْ إِشَارَةً إِلَى أَنَّهُ يَجُوزُ طَالَتْ الْمُدَّةُ أَوْ قَصُرَتْ لِكَوْنِهَا مَعْلُومَةً وَلِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا عَسَى، إِلَّا أَنَّ فِي الْأَوْقَافِ لَا تَجُوزُ الْإِجَارَةُ الطَّوِيلَةُ كَيْ لَا يَدَّعِيَ الْمُسْتَأْجِرُ مِلْكَهَا وَهِيَ مَا زَادَ عَلَى ثَلَاثِ سِنِينَ هُوَ الْمُخْتَارُ .

اور ہر وہ چیز جو بیع میں ثمن بن سکتی ہے وہ اجارہ میں اجرت بن سکتی ہے کیونکہ اجرت منفعت کا ثمن ہوتی ہے لہٰذا اس کو مبیع کے ثمن پر قیاس کیا جائے گا اور جو چیز ثمن نہیں بن سکتی وہ اجرت بھی نہیں بن سکتی جس طرح کہ اعیان اور ما جاز کا لفظ دوسرے کے ثمن بننے کی صلاحیت کی نفی نہیں کرتا کیونکہ اجرت مالی عوض ہے اور منافع کبھی مدت بتانے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح کہ گھروں کو رہائش کیلئے دینا اور زمین کو کھیتی کے لئے دینا لہٰذا عقد معلوم مدت پر درست ہوگا چاہے وہ کوئی بھی مدت ہو کیا نکہ جب مدت معلوم ہوگی تو اس میں منفعت کی مقدار بھی معلوم ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ منفعت میں فرق نہ پایا جائے۔

امام قدوری کا یہ قول ای مدۃ یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اجارہ ہر صورت میں جائز ہے چاہے مدت لمبی ہو یا مختصر ہو اس لئے کہ مدت معلوم ہے اور لمبی مدت کی ضرورت مسلم ہے مگر اوقاف میں اجارہ طویلہ جائز نہیں ہے تاکہ مستأجر وقف مستأجر کی ملکیت کا دعویٰ نہ کرلے اور لمبی مدت سے وہ مدت مراد ہے جو تین سال سے زیادہ ہو اسی مذہب کو ترجیح حاصل ہے۔

اجارہ میں نفس عقد سے منافع کے معلوم ہونے کا بیان

قَالَ : (وَتَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِنَفْسِهِ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا عَلَى صَبْغِ ثَوْبِهِ أَوْ خِيَاطَتِهِ أَوْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً ؛ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مَعْلُومًا أَوْ يَرْكَبَهَا مَسَافَةً سَمَّاهَا) ؛ لِأَنَّهُ إذَا بَيَّنَ الثَّوْبَ وَلَوْنَ الصَّبْغِ وَقَدْرَهُ وَجِنْسَ الْخِيَاطَةِ وَالْقَدْرَ الْمَحْمُولَ وَجِنْسَهُ وَالْمَسَافَةَ صَارَتْ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً فَيَصِحُّ الْعَقْدُ، وَرُبَّمَا يُقَالُ : الْإِجَارَةُ قَدْ تَكُونُ عَقْدًا عَلَى الْعَمَلِ كَاسْتِئْجَارِ الْقَصَّارِ وَالْخَيَّاطِ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْعَمَلُ مَعْلُومًا وَذَلِكَ فِي الْأَجِيرِ الْمُشْتَرَكِ، وَقَدْ تَكُونُ عَقْدًا عَلَى الْمَنْفَعَةِ كَمَا فِي أَجِيرِ الْوَحْدِ، وَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ الْوَقْتِ .

قَالَ : (وَتَارَةً تَصِيرُ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً بِالتَّعْيِينِ وَالْإِشَارَةِ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا، لِيَنْقُلَ لَهُ هَذَا الطَّعَامَ إلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ) ؛ لِأَنَّهُ إذَا أَرَاهُ مَا يَنْقُلُهُ وَالْمَوْضِعَ الَّذِي يَحْمِلُ إلَيْهِ كَانَتْ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً فَيَصِحُّ الْعَقْدُ .

فرمایا کہ کبھی نفس عقد سے ہی منافع معلوم ہو جاتا ہے جس طرح کہ جب کسی کو اپنا کپڑا رنگنے کے لئے کسی آدمی نے اجرت پر رکھا یا سلنے کے لئے رکھا ہو یا سواری کرایہ پر لی ہو تا کہ اس پر ایک معلوم مدت تک سامان لادے گا یا معین کی ہوئی مسافت تک اس پر سواری کرے گا کیونکہ جب مستأجر کپڑے کو، رنگنے کے رنگ اور مقدار کو، سلائی کی جنس اور لادنے کی مقدار اور اس کی جنس اور مسافت کو بیان کردے گا تو اس کی منفعت بھی معلوم ہو جائے گی اور عقد درست ہو جائے گا اور کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ اجارہ عمل پر بھی واقع ہوتا ہے جس طرح کہ دھوبی اور درزی کو اجارہ پر لینا مگر اس صورت میں عمل کا معلوم ہونا لازم ہے اور عمل پر عقد کرنا اجیر مشترک میں ہوتا ہے اور کبھی منفعت میں بھی اجارہ ہوتا ہے جس طرح کہ خاص نوکر میں ہے اور اس میں وقت کی صراحت لازم ہے۔

اکہ کبھی اشارہ کرنے اور معین کرنے سے بھی منافعت معلوم ہو جاتی ہے جس طرح کہ کسی آدمی نے کسی کو اس کام پر رکھا

کردہ یہ غلہ فلاں معین جگہ تک پہنچا دے اس لئے کہ جب مستأجر نے مزدور کو غلہ اور منتقل کرنے کی جگہ دکھلا تو اس کے ساتھ منفعت بھی معلوم ہوگئی اس لئے عقد درست ہو جائے گا۔

نفس عقد کے سبب اجرت کے لازم نہ ہونے کا بیان

قَالَ : (الْاُجْرَةُ لَا تَجِبُ بِالْعَقْدِ وَتُسْتَحَقُّ بِاَحَدِ مَعَانٍ ثَلَاثَةٍ : اِمَّا بِشَرْطِ التَّعْجِيلِ، اَوْ بِالتَّعْجِيلِ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ، اَوْ بِاسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تُمْلَكُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ ؛ لِاَنَّ الْمَنَافِعَ الْمَعْدُومَةَ صَارَتْ مَوْجُودَةً حُكْمًا ضَرُورَةَ تَصْحِيحِ الْعَقْدِ فَيَثْبُتُ الْحُكْمُ فِيمَا يُقَابِلُهُ مِنْ الْبَدَلِ .

وَلَنَا اَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ شَيْئًا فَشَيْئًا عَلَى حَسَبِ حُدُوثِ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا، وَالْعَقْدُ مُعَاوَضَةٌ، وَمِنْ قَضِيَّتِهَا الْمُسَاوَاةُ، فَمِنْ ضَرُورَةِ التَّرَاخِي فِي جَانِبِ الْمَنْفَعَةِ التَّرَاخِي فِي الْبَدَلِ الْآخَرِ وَاِذَا اسْتَوْفَى الْمَنْفَعَةَ يَثْبُتُ الْمِلْكُ فِي الْاَجْرِ لِتَحَقُّقِ التَّسْوِيَةِ .وَكَذَا اِذَا شَرَطَ التَّعْجِيلَ اَوْ عَجَّلَ ؛ لِاَنَّ الْمُسَاوَاةَ تَثْبُتُ حَقًّا لَهُ وَقَدْ اَبْطَلَهُ .

فرمایا کہ جب نفس عقد سے اجرت واجب نہیں ہوتی بلکہ تین باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے اس کا حقدار ہوتا ہے چاہے اجرت کی ایڈوانس لینے کی شرط لگادی گئی ہو یا بغیر شرط کے مستأجر ایڈوانس دے دے یا مستأجر پورا معقود علیہ حاصل کر لے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ نفس عقد کے ساتھ ہی اجرت موجر کی مملوک ہو جائے گی کیونکہ عقد کی درستگی کے پیش نظر اجارہ کے معدوم منافع کو حکمی طور پر موجود مان لیا جاتا ہے لہٰذا اس کے مقابل جو بدل ہے اس میں اسی وقت حکم ثابت ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع کے آہستہ آہستہ معرض وجود میں آنے کے اعتبار سے عقد اجارہ بھی آہستہ آہستہ منعقد ہوتا ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور جس طرح کہ یہ عقد معاوضہ ہے اور معاوضہ مساوات کا تقاضہ کرتا ہے لہٰذا منفعت میں تاخیر ہونے کے سبب قطعی طور پر دوسرے بدل یعنی اجرت میں بھی تاخیر ہو جائے گی پس جب مستأجر منفعت وصول کر لے گا تو اجرت میں موجر کی ملکیت بھی ثابت ہو جائے گی تاکہ برابری ثابت ہو جائے اسی طرح جب ایڈوانس اجرت کی شرط لگادی گئی یا شرط کے بغیر ہی مستأجر نے پہلے ہی اجرت دے دی تو اس صورت میں بھی اسی وقت اجرت میں موجر کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اس لئے کہ مساوات مستأجر کا حق بن کر ثابت تھی جبکہ اس نے خود اس کو باطل کر دیا ہے۔

مستأجر کے قبضہ کے سبب لزوم اجرت کا بیان

(وَاِذَا قَبَضَ الْمُسْتَاْجِرُ الدَّارَ فَعَلَيْهِ الْاَجْرُ وَاِنْ لَمْ يَسْكُنْهَا) ؛ لِاَنَّ تَسْلِيمَ عَيْنِ الْمَنْفَعَةِ لَا يُتَصَوَّرُ فَاَقَمْنَا تَسْلِيمَ الْمَحَلِّ مَقَامَهُ اِذْ التَّمَكُّنُ مِنْ الِانْتِفَاعِ يَثْبُتُ بِهِ .

قَالَ : (فَإِنْ غَصَبَهَا غَاصِبٌ مِنْ يَدِهِ سَقَطَتْ الْأُجْرَةُ) ؛ لِأَنَّ تَسْلِيمَ الْمَحَلِّ إنَّمَا أُقِيمَ مَقَامَ تَسْلِيمِ الْمَنْفَعَةِ لِلتَّمَكُّنِ مِنْ الِانْتِفَاعِ، فَإِذَا فَاتَ التَّمَكُّنُ فَاتَ التَّسْلِيمُ، وَانْفَسَخَ الْعَقْدُ فَسَقَطَ الْأَجْرُ، وَإِنْ وُجِدَ الْغَصْبُ فِي بَعْضِ الْمُدَّةِ سَقَطَ الْأَجْرُ بِقَدْرِهِ .إذْ الِانْفِسَاخُ فِي بَعْضِهَا .

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا فَلِلْمُؤَجِّرِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأُجْرَةِ كُلِّ يَوْمٍ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنْفَعَةً مَقْصُودَةً (إلَّا أَنْ يُبَيِّنَ وَقْتَ الِاسْتِحْقَاقِ بِالْعَقْدِ) ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ التَّأْجِيلِ (وَكَذَلِكَ إجَارَةُ الْأَرَاضِي) لِمَا بَيَّنَّا .

جب مستأجر مکان پر قبضہ کر لے تو اس پر اجرت واجب ہو جائے گی چاہے ابھی تک اس نے اس میں رہنا نہ شروع کیا ہو اس لئے کہ منفعت کے عین کو حوالے کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا ہم نے محل کی تسلیم کی عین منفعت کی تسلیم کے قائم مقام کر دیا اس لئے کہ محل کی تسلیم سے نفع حاصل کرنے کی قدرت ثابت ہو جاتی ہے۔

جب مستأجر کے قبضہ سے غاصب نے عین مستأجرہ کو غصب کر لیا تو اجرت ساقط ہو جائے گی اس لئے کہا انتفاع پر اجرت کی غرض کے سبب تسلیم محل کو تسلیم منفعت کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے لیکن جب تمکن فوت ہو گیا تو تسلیم بھی فوت ہو گئی اور عقد ختم ہو گیا لہٰذا اجرت بھی ساقط ہو جائے گی۔

جب غصب بعض مدت میں پایا گیا تو اسی کی مقدار اجرت ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ بعض مدت تک ہی عقد فسخ ہوا ہے جس آدمی نے گھر اجرت پر لیا تو موجر کو یہ حق ہے کہ وہ ہر دن کی اجرت مستأجر سے طلب کرے کیونکہ مستأجر نے منفعت مقصودہ کو حاصل کر لیا ہے مگر یہ کہ مستأجر عقد میں حقدار کی کوئی مدت بیان کر دے اس لئے کہ یہ تاجیل کے درجہ میں ہے زمین کیا جارہ کا بھی یہی حکم ہے اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

مکہ مکرمہ جانے کے لئے اونٹ کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا إلَى مَكَّةَ فَلِلْجَمَّالِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأُجْرَةِ كُلِّ مَرْحَلَةٍ) ؛ لِأَنَّ سَيْرَ كُلِّ مَرْحَلَةٍ مَقْصُودٌ .وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ أَوَّلًا : لَا يَجِبُ الْأَجْرُ إلَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ وَانْتِهَاءِ السَّفَرِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ جُمْلَةُ الْمَنَافِعِ فِي الْمُدَّةِ فَلَا يَتَوَزَّعُ الْأَجْرُ عَلَى أَجْزَائِهَا، كَمَا إذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَمَلَ .

وَوَجْهُ الْقَوْلِ الْمَرْجُوعِ إلَيْهِ أَنَّ الْقِيَاسَ يَقْتَضِي اسْتِحْقَاقَ الْأَجْرِ سَاعَةً فَسَاعَةً لِتَحَقُّقِ الْمُسَاوَاةِ، إلَّا أَنَّ الْمُطَالَبَةَ فِي كُلِّ سَاعَةٍ تُفْضِي إلَى أَنْ لَا يَتَفَرَّغَ لِغَيْرِهِ فَيَتَضَرَّرُ بِهِ، فَقَدَّرْنَا بِمَا ذَكَرْنَا .

جب کسی نے مکہ مکرمہ تک جانے کے لئے اونٹ کرایہ پر لیا تو جس کا یہ اونٹ ہے اس کو یہ حق حاصل ہے کہ مستاجر سے ہر ہر مرحلے کی اجرت مانگ لیا کرے اس لئے کہ ہر مرحلہ کی سیر مقصود ہے۔
حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ پہلے اس بات کے قائل تھے کہ مدت پوری ہونے اور سفر ختم ہونے کے بعد ہی اس اجرت واجب ہوگی حضرت امام زفر علیہ الرحمہ بھی اس کے ہی قائل ہیں اس لئے کہ معقود علیہ اس پوری مدت کا منافع ہے لہٰذا اجرت کو منافع کے اجزاء پر تقسیم نہیں کیا جائے گا اسی طرح کہ جب معقود علیہ کام ہے ہو قول مرجوع کی دلیل یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ لمحہ بہ لمحہ اجرت کا حقدار ہوتا ہے کہ مساوات ثابت ہو جائے لیکن ہر لمحہ اجرت کا مطالبہ کرنے سے مستاجر دوسرے کام کے لئے فارغ نہیں ہو سکے گا اور اس چیز سے اس کو نقصان ہوگا لہٰذا ہم نے جو بیان کیا ہے اس سے ہی اندازہ لگایا جائے گا۔

درزی یا دھوبی کا کام سے پہلے اجرت طلب کرنے کا بیان

قَالَ : (وَلَيْسَ لِلْقَصَّارِ وَالْخَيَّاطِ اَنْ يُطَالِبَ بِاَجْرِهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الْعَمَلِ) ؛ لِاَنَّ الْعَمَلَ فِي الْبَعْضِ غَيْرُ مُنْتَفَعٍ بِهِ فَلَا يَسْتَوْجِبُ بِهِ الْاَجْرَ، وَكَذَا اِذَا عَمِلَ فِي بَيْتِ الْمُسْتَاْجِرِ لَا يَسْتَوْجِبُ الْاَجْرَ قَبْلَ الْفَرَاغِ لِمَا بَيَّنَّا .قَالَ : (اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ التَّعْجِيلَ) لِمَا مَرَّ اَنَّ الشَّرْطَ فِيهِ لَازِمٌ .

فرمایا کہ دھوبی اور درزی کے لئے کام سے فارغ ہونے سے پہلے اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ بعض کام کرنا نا قابل نفع ہوتا ہے لہٰذا اس سے مستاجر اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اسی طرح جب کسی کے گھر میں دھوبی وغیرہ نے کام کیا تو وہ فارغ ہونے سے پہلے اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے مگر یہ کہ موجر نے تعجیل کی شرط لگا دی ہو اس دلیل کے سبب جو گزر چکی ہے کہ عقد اجارہ میں شرط لازم ہوتی ہے۔

روٹی لگانے والے کو اجرت پر لگانے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَاْجَرَ خَبَّازًا لِيَخْبِزَ لَهُ فِي بَيْتِهِ قَفِيزًا مِنْ دَقِيقٍ بِدِرْهَمٍ لَمْ يَسْتَحِقَّ الْاَجْرَ حَتّٰى يُخْرِجَ الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ) ؛ لِاَنَّ تَمَامَ الْعَمَلِ بِالْاِخْرَاجِ .
فَلَوْ احْتَرَقَ اَوْ سَقَطَ مِنْ يَدِهِ قَبْلَ الْاِخْرَاجِ فَلَا اَجْرَ لَهُ لِلْهَلَاكِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، (فَاِنْ اَخْرَجَهُ ثُمَّ احْتَرَقَ مِنْ غَيْرِ فِعْلِهِ فَلَهُ الْاَجْرُ) ؛ لِاَنَّهُ صَارَ مُسَلَّمًا اِلَيْهِ بِالْوَضْعِ فِي بَيْتِهِ، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّهُ لَمْ تُوجَدْ مِنْهُ الْجِنَايَةُ .
قَالَ : وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِاَنَّهُ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ، وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ مِثْلَ دَقِيقِهِ وَلَا اَجْرَ لَهُ ؛ لِاَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فَلَا يَبْرَاُ اِلَّا بَعْدَ حَقِيقَةِ التَّسْلِيمِ، وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ الْخُبْزَ، وَاَعْطَاهُ الْاَجْرَ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے روٹی لگانے والے کو اجرت پر لیا کہ وہ مستاجر کے گھر ایک درہم کے بدلے ایک بوری

آٹے کی روٹی لگا دے تو تنور سے روٹی کو وہ نکالے بغیر اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اس لئے کہ روٹی نکالنے ہی کام پورا ہوتا ہے پس جب نکالنے سے پہلے روٹی جل جائے یا اس کے ہاتھ سے گر جائے تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ منفعت حوالے کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہوگئی ہے مگر جب روٹی لگانے والے کے نکالنے کے بعد اس کے عمل کے بغیر وہ روٹی جل گئی تو اس کو اجرت دی جائے گی اس لئے کہ مستاجر کے گھر میں رکھنے سے وہ تسلیم کرنے والا ہوگیا ہے اور اس پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی طرف سے جنایت نہیں پائی گئی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اس لئے کہ خباز کے قبضہ میں روٹی امانت ہوتی ہے صاحبین کے نزدیک مستاجر اپنے آٹے کی مقدار اس سے ضمان لے گا اور اس کو اجرت بھی نہیں دی جائے گی اس لئے کہ مذکورہ چیز اس پر مضمون ہے لہٰذا حقیقی تسلیم کے بغیر خباز ضمان سے بری نہیں ہوگا اور اگر مستاجر چاہے تو خباز سے روٹیوں کا ضمان لے لے اور اس کو اجرت دے دے۔

اجرت پر لائے گئے باورچی کے لئے عرف کا اعتبار کرنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنُ اسْتَأْجَرَ طَبَّاخًا لِيَطْبُخَ لَهُ طَعَامًا لِلْوَلِيمَةِ فَالْغُرْفُ عَلَيْهِ) اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ .قَالَ : (وَمَنُ اسْتَأْجَرَ إِنْسَانًا لِيَضْرِبَ لَهُ لَبِنًا اسْتَحَقَّ الْأَجْرَ إِذَا أَقَامَهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَا يَسْتَحِقُّهَا حَتَّى يُشْرِجَهَا) ؛ لِأَنَّ التَّشْرِيجَ مِنْ تَمَامِ عَمَلِهِ، إِذْ لَا يُؤْمَنُ مِنْ الْفَسَادِ قَبْلَهُ فَصَارَ كَإِخْرَاجِ الْخُبْزِ مِنْ التَّنُّورِ ؛ وَلِأَنَّ الْأَجِيرَ هُوَ الَّذِي يَتَوَلَّاهُ عُرْفًا وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِيمَا لَمْ يُنَصَّ عَلَيْهِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْعَمَلَ قَدْ تَمَّ بِالْإِقَامَةِ، وَالتَّشْرِيجُ عَمَلٌ زَائِدٌ كَالنَّقْلِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَنْتَفِعُ بِهِ قَبْلَ التَّشْرِيجِ بِالنَّقْلِ إِلَى مَوْضِعِ الْعَمَلِ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْإِقَامَةِ ؛ لِأَنَّهُ طِينٌ مُنْتَشِرٌ، وَبِخِلَافِ الْخُبْزِ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهِ قَبْلَ الْإِخْرَاجِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ولیمہ کا کھانا پکانے کے لئے کوئی باورچی اجرت پر لیا تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کھانے کو پیالوں میں نکالنا بھی اسی باورچی پر لازم ہوگا۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی کو کچی اینٹیں بنانے کے لئے اجرت پر رکھا تو جب مزدور اینٹوں کو کھڑا کردے گا تو وہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اجرت کا حقدار ہوگا۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب تک وہ اینٹوں کو تہہ بہ تہہ کھڑا نہیں کرے گا وہ مزدوری کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ ان کو ترتیب سے رکھنا اس مزدور کی مزدوری میں سے ہے اس لئے کہ اس سے پہلے خراب ہونے سے اطمینان نہیں ہوتا تو یہ تنور سے نکالنے کی مثل ہوگیا اور عرف میں بھی مزدور ہی ترتیب سے رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور جس چیز میں صراحت نہ ہو اس میں عرف کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اینٹوں کو کھڑا کرنے سے کمہار کا کام مکمل ہو جاتا ہے اور ترتیب سے رکھنا ایک

زائد کام ہے جس طرح کہ تالاب سے اینٹوں کو منتقل کرنا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اینٹوں کو خشک کرنے کے لئے کھڑا کرنے سے پہلے کام والی جگہ تک اینٹ کو منتقل کرنے سے بھی ان اینٹوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے بر خلاف اٹھانے سے پہلے کے اس لئے کہ اقامت سے پہلے وہ پھیلی ہوئی مٹی رہتی ہے روٹی کے خلاف اس لئے کہ تنور سے نکالنے سے پہلے اس سے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا ہے۔

کام کا اثر عین میں موجود ہونے کا بیان

قَالَ : (وَكُلُّ صَانِعٍ لِعَمَلِهِ اَثَرٌ فِي الْعَيْنِ كَالْقَصَّارِ وَالصَّبَّاغِ فَلَهُ اَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الْاَجْرَ) ؛ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ وَصْفٌ قَائِمٌ فِي الثَّوْبِ فَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ ؛ لِاسْتِيفَاءِ الْبَدَلِ كَمَا فِي الْمَبِيعِ، وَلَوْ حَبَسَهُ فَضَاعَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي الْحَبْسِ فَبَقِيَ اَمَانَةً كَمَا كَانَ عِنْدَهُ، وَلَا اَجْرَ لَهُ لِهَلَاكِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ .

وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : الْعَيْنُ كَانَتْ مَضْمُونَةً قَبْلَ الْحَبْسِ فَكَذَا بَعْدَهُ، لٰكِنَّهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهُ غَيْرَ مَعْمُولٍ وَلَا اَجْرَ لَهُ، وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ مَعْمُولًا وَلَهُ الْاَجْرُ، وَسَنُبَيِّنُ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

فرمایا کہ ہر وہ کاریگر جس کے کام کا اثر عین میں موجود ہو جس طرح کہ دھوبی اور رنگ ریز تو کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ عین کو اپنے پاس روک سکتا ہے جب تک کہ وہ پوری اجرت وصول نہ کر لے اس لئے کہ معقود علیہ ایسا وصف ہے جو کپڑے میں موجود ہے لہٰذا بدل کو وصول کرنے کے لئے اس کو عین کو روکنے کا حق ہوگا جس طرح کہ مبیع میں ہوتا ہے اور جب مانع نے اس کو روک لیا اور اس کے قبضہ میں وہ چیز ہلاک ہوگئی تو امام صاحب کے نزدیک صانع پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ حبس میں وہ متعدی نہیں ہے لہٰذا حسب سابق وہ چیز اس کے پاس امانت رہ گئی اور اس کو اجرت بھی نہیں دی جائے گی اس لئے کہ معقود علیہ حوالے کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ چیز حبس سے پہلے مضمون تھی لہٰذا حبس کے بعد بھی مضمون ہی رہے گی لیکن مالک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو صانع کو بغیر کام کئے ہوئے کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے اور اس کو اجرت نہ دے اور اگر چاہے تو استری کردہ اور رنگے ہوئے کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے اور صانع کو اس کے کام کی اجرت دے دے اور ہم اس کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔

عین میں اثر نہ ہونے والے کاریگروں کا بیان

قَالَ : (وَكُلُّ صَانِعٍ لَيْسَ لِعَمَلِهِ اَثَرٌ فِي الْعَيْنِ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ لِلْاَجْرِ كَالْحَمَّالِ وَالْمَلَّاحِ) ؛ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ نَفْسُ الْعَمَلِ وَهُوَ غَيْرُ قَائِمٍ فِي الْعَيْنِ فَلَا يُتَصَوَّرُ حَبْسُهُ فَلَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الْحَبْسِ وَغَسْلُ الثَّوْبِ نَظِيرُ الْحَمْلِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ الْاٰبِقِ حَيْثُ يَكُونُ لِلرَّادِّ حَقُّ حَبْسِهِ لِاسْتِيفَاءِ الْجُعْلِ، وَلَا اَثَرَ لِعَمَلِهِ ؛ لِاَنَّهُ كَانَ عَلٰى شَرَفِ الْهَلَاكِ وَقَدْ اَحْيَاهُ فَكَاَنَّهُ بَاعَهُ

مِنْهُ فَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ، وَهٰذَا الَّذِیْ ذَکَرْنَا مَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ .

وَقَالَ زُفَرُ : لَيْسَ لَهُ حَقُّ الْحَبْسِ فِی الْوَجْهَيْنِ ؛ لِاَنَّهُ وَقَعَ التَّسْلِيْمُ بِاتِّصَالِ الْمَبِيْعِ بِمِلْكِهِ فَيَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ .

وَلَنَا اَنَّ الِاتِّصَالَ بِالْمَحَلِّ ضَرُوْرَةُ اِقَامَةِ تَسْلِيْمِ الْعَمَلِ فَلَمْ يَكُنْ هُوَ رَاضِيًا بِهِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ تَسْلِيْمٌ فَلَا يَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ كَمَا اِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِی بِغَيْرِ رِضَا الْبَائِعِ .

قَالَ : (وَاِذَا شَرَطَ عَلَى الصَّانِعِ اَنْ يَعْمَلَ بِنَفْسِهِ لَيْسَ لَهُ اَنْ يَسْتَعْمِلَ غَيْرَهُ) ؛ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ فِی مَحَلٍّ بِعَيْنِهِ فَيَسْتَحِقُّ عَيْنَهُ كَالْمَنْفَعَةِ فِی مَحَلٍّ بِعَيْنِهِ (وَاِنْ اَطْلَقَ لَهُ الْعَمَلَ فَلَهُ اَنْ يَسْتَاْجِرَ مَنْ يَعْمَلُهُ) ؛ لِاَنَّ الْمُسْتَحَقَّ عَمَلٌ فِی ذِمَّتِهِ، وَيُمْكِنُ اِيْفَاؤُهُ بِنَفْسِهِ وَبِالِاسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهِ بِمَنْزِلَةِ اِيْفَاءِ الدَّيْنِ .

فرمایا کہ ہر وہ کاری گر جس کے کام کا اثر عین میں نہ ہو اس کو اجرت وصول کرنے کے لئے عین کو روکنے کا حق نہیں ہے جس طرح کہ قلی اور ملاح اس لئے کہ معقود علیہ نفس عمل ہے اور وہ عین میں موجود نہیں ہے لہٰذا اس کو روکنے کا تصور بھی نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کو ولایت حبس ہی حاصل نہیں ہے اور کپڑا دھلنا بوجھ اٹھانے کی مثال ہے یہ حکم آبق کے برخلاف ہے پس واپس لانے والے کو محنتانہ وصول کرنے کے لئے حبس کا حق حاصل ہوگا جبکہ راد کے عمل کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اس لئے کہ آبق ہلاکت کے قریب تھا اور راد نے اس کو بچالیا تو یہ ایسا ہو گیا جیسے راد نے وہ آبق آقا کو بیچا اس لئے کہ اس کو حبس کا حق حاصل ہوگا یہ جو ہم نے بیان کیا ہے ہمارے علمائے ثلاثہ کو مذہب ہے۔ جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں صانع کو حبس کرنے کا حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ مبیع کے مستاجر کی ملکیت سے متصل ہونے کے سبب تسلیم ثابت ہوگئی لہٰذا حبس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ محل یعنی مستاجر کی ملکیت سے صانع کے کام کا متصل ہونا کام درست کرنے کی ضرورت کے تحت تھا لہٰذا صانع اس کے تسلیم ہونے پر راضی نہیں ہوگا اور اس کا حق حبس ساقط نہیں ہوگا جس طرح کہ جب بیچنے والے کی رضامندی کے بغیر خریدار مبیع پر قبضہ کرلے تو بیچنے والے کو حبس کا حق حاصل ہوگا۔

فرمایا کہ جب مستاجر نے یہ شرط لگادی کہ صنع بذات خود کام کرے گا تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے سے کام کرائے اس لئے کہ معقود علیہ یہ ہے کہ کام معین محل سے ملا ہوا ہو لہٰذا اس کے عین سے فعل حقدار ہوگا جس طرح کہ معین محل سے منفعت متعلق ہوتی ہے اور جب مستاجر نے اجیر کے لئے کام کو مطلق کردیا تو مستاجر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کام کرنے والے کو اجرت پر لے کر کام کرادے اس لئے کہ صانع پر کام پورا کرنا لازم کیا گیا ہے اور صانع کے لئے خود بھی اس کو پورا کرنا ممکن ہے اور دوسرے سے مدد لے کر بھی اس کو پورا کرانا ممکن ہے۔ جس طرح کہ دین کی ادائیگی ہوتی ہے۔

ڈاکیا کے طور پر کسی کو اجرت پر لگانے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَذْهَبَ إِلَى الْبَصْرَةِ فَيَجِيءَ بِعِيَالِهِ فَذَهَبَ فَوَجَدَ بَعْضَهُمْ قَدْ مَاتَ فَجَاءَ بِمَنْ بَقِيَ فَلَهُ الْأَجْرُ بِحِسَابِهِ) ؛ لِأَنَّهُ أَوْفَى بَعْضَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَيَسْتَحِقُّ الْعِوَضَ بِقَدْرِهِ، وَمُرَادُهُ إِذَا كَانُوا مَعْلُومِينَ (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهُ لِيَذْهَبَ بِكِتَابِهِ إِلَى فُلَانٍ بِالْبَصْرَةِ وَيَجِيءَ بِجَوَابِهِ فَذَهَبَ فَوَجَدَ فُلَانًا مَيِّتًا فَرَدَّهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ) هَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَهُ الْأَجْرُ فِي الذَّهَابِ ؛ لِأَنَّهُ أَوْفَى بَعْضَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَهُوَ قَطْعُ الْمَسَافَةِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَجْرَ مُقَابَلٌ بِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ الْمَشَقَّةِ دُونَ حَمْلِ الْكِتَابِ لِخِفَّةِ مُؤْنَتِهِ . وَلَهُمَا أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ نَقْلُ الْكِتَابِ ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَقْصُودُ أَوْ وَسِيلَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ الْعِلْمُ بِمَا فِي الْكِتَابِ وَلَكِنَّ الْحُكْمَ مُعَلَّقٌ بِهِ وَقَدْ نَقَضَهُ فَيَسْقُطُ الْأَجْرُ كَمَا فِي الطَّعَامِ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الَّتِي تَلِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ (وَإِنْ تَرَكَ الْكِتَابَ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ وَعَادَ يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ بِالذَّهَابِ بِالْإِجْمَاعِ) ؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ لَمْ يَنْتَقِضْ .(وَإِنْ اسْتَأْجَرَهُ لِيَذْهَبَ بِطَعَامٍ إِلَى فُلَانٍ بِالْبَصْرَةِ فَذَهَبَ فَوَجَدَ فُلَانًا مَيِّتًا فَرَدَّهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) ؛ لِأَنَّهُ نَقَضَ تَسْلِيمَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَهُوَ حَمْلُ الطَّعَامِ، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ هُنَاكَ قَطْعُ الْمَسَافَةِ عَلَى مَا مَرَّ .

جب کسی نے کسی کو بصرہ میں کسی آدمی کے پاس خط لے جانے اورلانے کے لئے اجرت پر رکھا اور مزدور ہو گیا لیکن مکتوب الیہ مر چکا تھا اور اجیر اس خط کو واپس واپس لے آیا تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ اجیر کو جانے کی اجرت ملے گی اس لئے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا کر دیا ہے یعنی جانے کی مسافت طے کر لی ہے یہ حکم اس لئے ہے کہ اجرت قطع مسافت ہی کے مقابل ہے اس لئے کہ سفر کرنے میں ہی مشقت ہے اور خط اٹھا کر لے جانے میں تو کوئی مشقت نہیں ہے اس لئے کہ اس کا وزن ہلکا ہوتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ خط کو لانا اور لے جانا ہے اس لئے کہ اجارہ کا مقصد یہی ہے یا مقصود کا وسیلہ ہے اور وہ خط میں لکھی ہوئی باتوں کا علم ہے اور اجرت کے واجب ہونے کا حکم خط لانے اور لے جانے کے متعلق ہے حالانکہ اجیر نے نقل کو ختم کر دیا ہے لہٰذا اس کی اجرت ساقط ہو جائے گی جس طرح کہ غلہ پہنچانے کے مسئلہ میں ہے اور وہ مسئلہ اس مسئلے کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

اور جب اجیر اس جگہ خط چھوڑ کر واپس آیا تو وہ بالاتفاق جانے کی اجرت کا حقدار ہوگا اس لئے کہ خط کو لیجانا ختم نہیں ہوا ہے جب کسی آدمی نے کسی کو اجرت پر لیا تا کہ وہ بصرہ میں غلہ پہنچا دے لیکن جب اجیر وہاں گیا تو فلاں مر چکا تھا اور وہ غلہ واپس لے آیا تو اس کو بالاتفاق اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ معقود علیہ یعنی غلہ کو اٹھا کر مقام مقصود تک پہنچانا ختم ہو چکا ہے برخلاف امام محمد کے قول پر کتاب کے مسئلہ میں اس لئے کہ وہاں مسافت طے کرنا معقود علیہ ہے جس طرح کہ گذر چکا ہے۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْإِجَارَةِ وَمَا يَكُونُ خِلَافًا فِيهَا

﴿یہ باب جائز اور مختلف فیہ اجاروں کے بیان میں ہے﴾

جائز اور مختلف فیہ اجارہ کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اجارہ، اس کی شرائط اور اجرت کا حقدار بننے کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب یہاں سے انہوں نے ان چیزوں کا ذکر شروع کیا ہے جن میں مطلق طور یا مقید طور اجارہ جائز ہے۔ اور اسی طرح ان کاموں کا ذکر کریں گے۔ جن میں مؤجر اور اجیر کے درمیان اختلاف ہوتا ہے اور جن میں اختلاف نہیں ہوتا۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

گھروں اور دکانوں کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدُّورِ وَالْحَوَانِيتِ لِلسُّكْنَى وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ مَا يَعْمَلُ فِيهَا) ؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ الْمُتَعَارَفَ فِيهَا السُّكْنَى فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِ، وَأَنَّهُ لَا يَتَفَاوَتُ فَصَحَّ الْعَقْدُ (وَلَهُ أَنْ يَعْمَلَ كُلَّ شَيْءٍ) لِلْإِطْلَاقِ (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُسْكِنُ حَدَّادًا وَلَا قَصَّارًا وَلَا طَحَّانًا) ؛ لِأَنَّ فِيهِ ضَرَرًا ظَاهِرًا) ؛ لِأَنَّهُ يُوهِنُ الْبِنَاءَ فَيَتَقَيَّدُ الْعَقْدُ بِمَا وَرَاءَهَا دَلَالَةً.

فرمایا کہ گھروں اور دکانوں کو کرایہ پر لینا جائز ہے اگر چہ اس میں کئے جانے والے کام کی وضاحت نہ کرے اس لئے کہ ان میں رہائش ہی متعارف عمل ہے اس لئے عقد اجارہ کو اسی طرف پھیرا جائے گا اور جس طرح کہ رہائش میں تفاوت نہیں ہوتا اس لئے عقد درست ہوگا اور اطلاق عقد کے سبب مستأجر کو اس میں ہر کام کرنے کی اجازت ہوگی لیکن مستأجر اس میں لوہا دھوبی اور آٹا پیسنے والے کو اس میں نہیں بسا سکتا اس لئے کہ اس میں واضح نقصان ہے اس لئے کہ یہ چیزیں عمارت کو کمزور کر دیتی ہیں لہٰذا دلالۃ عقد ان کے علاوہ سے مقید ہوگا۔

زراعت کے لئے زمین ٹھیکے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الْأَرَاضِي لِلزِّرَاعَةِ) ؛ لِأَنَّهَا مَنْفَعَةٌ مَقْصُودَةٌ مَعْهُودَةٌ فِيهَا (وَلِلْمُسْتَأْجِرِ الشُّرْبُ وَالطَّرِيقُ، وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ) لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تُعْقَدُ لِلِانْتِفَاعِ، وَلَا انْتِفَاعَ فِي الْحَالِ إِلَّا بِهِمَا فَيَدْخُلَانِ فِي مُطْلَقِ الْعَقْدِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ مِلْكُ الرَّقَبَةِ لَا

الْاِنْتِفَاعُ فِي الْحَالِ، حَتّٰى يَجُوزَ بَيْعُ الْجَحْشِ وَالْاَرْضِ السَّبْخَةِ دُوْنَ الْاِجَارَةِ فَلَا يَدْخُلَانِ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ الْحُقُوقِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ (وَلَا يَصِحُّ الْعَقْدُ حَتّٰى يُسَمِّيَ مَا يَزْرَعُ فِيْهَا) ؛ لِاَنَّهَا قَدْ تُسْتَاْجَرُ لِلزِّرَاعَةِ وَلِغَيْرِهَا وَمَا يُزْرَعُ فِيْهَا مُتَفَاوِتٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْيِيْنِ كَيْ لَا تَقَعَ الْمُنَازَعَةُ (اَوْ يَقُولَ عَلٰى اَنْ يَزْرَعَ فِيْهَا مَا شَاءَ) ؛ لِاَنَّهُ لَمَّا فَوَّضَ الْخِيَرَةَ اِلَيْهِ ارْتَفَعَتِ الْجَهَالَةُ الْمُفْضِيَةُ اِلَى الْمُنَازَعَةِ .

فرمایا کہ کھیتی کے لئے زمینوں کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ اس میں بھی منفعت مقصود ہے اور زمین میں معہود بھی ہے اور مستاجر کو پانی اور راستہ ملے گا اگر چہ اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو اس لئے کہ اجارہ نفع کے لئے منعقد کیا جاتا ہے اور پانی اور راستے کے بغیر نفع نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ دونوں مطلق عقد کے تحت داخل ہوں گے بیع کے خلاف اس لئے کہ بیع میں مبیع کا مالک بننا مقصود ہوتا ہے نہ کہ اسی وقت نفع کرنا اسی لئے گھوڑے کے چھوٹے بچے اور کھاری زمین کی بیع جائز ہے لیکن ان کا اجارہ جائز نہیں ہے لہٰذا حقوق بیان کئے بغیر پانی اور راستہ بیع میں شامل نہیں ہوگا اور یہ مسئلہ کتاب البیوع میں گذر چکا ہے۔

اور جب تک زمین میں بوئی جانے والی چیز کو معین نہ کر دیا جائے اس وقت تک عقد درست نہیں ہوگا اس لئے کہ زمین زراعت اور غیر زراعت دونوں چیزوں کے لئے لی جاتی ہے اور اس میں جن چیزوں کی کھیتی کی جاتی ہے وہ متفاوت ہوتی ہیں لہٰذا بوئی جانے والی چیز کو معین کرنا لازم ہے تا کہ جھگڑا نہ ہو یا مالک یہ کہہ دے کہ میں اس زمین کو مطلق دے رہا ہوں اور مستاجر جو چاہے اس میں کھیتی کرے اس لئے کہ جب مالک نے اس کو اختیار دیا ہے تو جو چیز جھگڑے کی طرف لے جانے والی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔

خالی زمین کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اَنْ يَسْتَاْجِرَ السَّاحَةَ ؛ لِيَبْنِيَ فِيْهَا اَوْ ؛ لِيَغْرِسَ فِيْهَا نَخْلًا اَوْ شَجَرًا) ؛ لِاَنَّهَا مَنْفَعَةٌ تُقْصَدُ بِالْاَرَاضِي (ثُمَّ اِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْاِجَارَةِ لَزِمَهُ اَنْ يَقْلَعَ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ وَيُسَلِّمَهَا اِلَيْهِ فَارِغَةً) ؛ لِاَنَّهُ لَا نِهَايَةَ لَهُمَا وَفِي اِبْقَائِهِمَا اِضْرَارًا بِصَاحِبِ الْاَرْضِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا انْقَضَتِ الْمُدَّةُ وَالزَّرْعُ بَقْلٌ حَيْثُ يُتْرَكُ بِاَجْرِ الْمِثْلِ اِلٰى زَمَانِ الْاِدْرَاكِ ؛ لِاَنَّ لَهُ نِهَايَةً مَعْلُوْمَةً فَاَمْكَنَ رِعَايَةُ الْجَانِبَيْنِ .

فرمایا اور یہ بھی جائز ہے کہ کوئی آدمی اس خالی زمین کو کرایہ پر لے تا کہ اس میں عمارت بنائے یا اس میں کھجور کے درخت لگائے یا کوئی اور درخت لگائے اس لئے کہ یہ منفعت بھی زمین میں مقصود ہے پس جب مدت ختم ہو جائے تو مستاجر کے لئے عمارت کو توڑنا اور درختوں کو اکھاڑ کر زمین کو خالی کر کے مالک کے حوالے کرنا لازم ہے اس لئے کہ درخت اور عمارت کی کوئی حد نہیں ہوتی لہٰذا اس کو باقی رکھنے سے زمین کے مالک کو تکلیف پہنچانا لازم آئے گا۔

اس کے خلاف کہ جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے اور کھیتی سرسبز ہو تو اس کو اجرت مثلی پر کھیتی کے پکنے تک چھوڑ دیا جائے گا اس

لئے۔ کھیتی پکنے کی ایک معین مدت ہے اور اس طرح کرنے میں موجر اور مستاجر دونوں کے حق میں رعایت ممکن ہے۔

صاحب زمین کا عوض میں تاوان دینے کا بیان

قَالَ : (إِلَّا أَنْ يَخْتَارَ صَاحِبُ الْأَرْضِ أَنْ يَغْرَمَ لَهُ قِيمَةَ ذٰلِكَ مَقْلُوعًا وَيَتَمَلَّكَهُ فَلَهُ ذٰلِكَ) وَهٰذَا بِرِضَا صَاحِبِ الْغَرْسِ وَالشَّجَرِ، إِلَّا أَنْ تَنْقُصَ الْأَرْضُ بِقَلْعِهِمَا فَحِينَئِذٍ يَتَمَلَّكُهُمَا بِغَيْرِ رِضَاهُ.

قَالَ : (أَوْ يَرْضَى بِتَرْكِهِ عَلَى حَالِهِ فَيَكُونَ الْبِنَاءُ لِهٰذَا وَالْأَرْضُ لِهٰذَا) ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ فَلَهُ أَنْ لَا يَسْتَوْفِيَهُ.

قَالَ : (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْإِجَارَةِ، وَفِي الْأَرْضِ رُطَبَةٌ فَإِنَّهَا تُقْلَعُ) ؛ لِأَنَّ الرِّطَابَ لَا نِهَايَةَ لَهَا فَأَشْبَهَ الشَّجَرَ.

فرمایا کہ جب زمین کا مالک یہ چاہے کہ جس کے درخت ہیں اس کو اکھاڑے ہوئے درخت کی قیمت کا تاوان دے دے اور درخت کا مالک ہو جائے تو اس کو یہ حق ہوگا لیکن درخت اور پودے والے کی رضامندی سے ہوگا پس جب درخت اکھاڑنے سے زمین کو نقصان پہنچتا ہو تو درخت والے کی مرضی کے بغیر بھی وہ اس کا مالک ہو جائے گا فرمایا کہ یا تو مالک اسی حالت پر عمارت اور درخت کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے تو عمارت والی کی عمارت ہوگی اور زمین والے کو زمین ملے گی اس لئے کہ قلع کا حق اس کو حاصل ہے لہٰذا اس کو یہ حق ہوگا کہ اپنا حق وصول نہ کرے جامع صغیر میں ہے کہ جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے اور زمین میں درخت وغیرہ کی جڑ ہو تو اس کو اکھاڑ دیا جائے اس لئے کہ جڑوں کی کوئی مدت نہیں ہوتی اور یہ درخت کی طرح ہو گئی۔

سواری کو اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدَّوَابِّ لِلرُّكُوبِ وَالْحَمْلِ) ؛ لِأَنَّهُ مَنْفَعَةٌ مَعْلُومَةٌ مَعْهُودَةٌ (فَإِنْ أَطْلَقَ الرُّكُوبَ جَازَ لَهُ أَنْ يُرْكِبَ مَنْ شَاءَ) عَمَلًا بِالْإِطْلَاقِ.

وَلٰكِنْ إِذَا رَكِبَ بِنَفْسِهِ أَوْ أَرْكَبَ وَاحِدًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يُرْكِبَ غَيْرَهُ ؛ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ مُرَادًا مِنَ الْأَصْلِ، وَالنَّاسُ يَتَفَاوَتُونَ فِي الرُّكُوبِ فَصَارَ كَأَنَّهُ نَصَّ عَلَى رُكُوبِهِ (وَكَذٰلِكَ إِذَا اسْتَأْجَرَ ثَوْبًا لِلُّبْسِ وَأَطْلَقَ جَازَ فِيمَا ذَكَرْنَا) لِإِطْلَاقِ اللَّفْظِ وَتَفَاوُتِ النَّاسِ فِي اللُّبْسِ (وَإِنْ قَالَ : عَلَى أَنْ يَرْكَبَهَا فُلَانٌ أَوْ يَلْبَسَ الثَّوْبَ فُلَانٌ فَأَرْكَبَهَا غَيْرَهُ أَوْ أَلْبَسَهُ غَيْرَهُ فَعَطِبَ كَانَ ضَامِنًا) ؛ لِأَنَّ النَّاسَ يَتَفَاوَتُونَ فِي الرُّكُوبِ وَاللُّبْسِ فَصَحَّ التَّعْيِينُ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَعَدَّاهُ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ لِمَا ذَكَرْنَا.

فَأَمَّا الْعَقَارُ وَمَا لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ إِذَا شَرَطَ سُكْنَى وَاحِدٍ فَلَهُ أَنْ يُسْكِنَ غَيْرَهُ ؛

لِاَنَّ التَّقْيِيدَ غَيْرُ مُفِيدٍ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ الَّذِي يَضُرُّ بِالْبِنَاءِ، وَالَّذِي يَضُرُّ بِالْبِنَاءِ خَارِجٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا .

فرمایا کہ سوار ہونے اور بوجھ لادنے کے لئے سواری کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک چیز معلوم اور معہود منفعت ہے اور جب مالک مطلق رکوب کے لئے اجازت دے دے تو مستاجر کیلئے جائز ہے کہ اطلاق پر عمل کرتے ہوئے جس کو چاہے سوار کرائے لیکن جب وہ خود سوار ہو گیا یا کسی دوسرے کو سوار کر دیا تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو سوار کرائے اس لئے کہ اس کا خود سوار ہونا یا کسی دوسرے ایک کو سوار کرانا اصل سے مقصود بن کر معین ہو گیا اور سوار ہونے میں لوگوں کی حالت مختلف ہے تو مستاجر کا یہ فعل اس طرح ہو گیا جیسے اس نے ابتداء ہی سے اپنے سوار ہونے کی صراحت کر دی اسی طرح جب کسی آدمی نے کپڑا پہننے کے لئے اجرت پر لیا اور اس کو مطلق رکھا تو اس صورت میں بھی اس کو خود پہننے اور دوسرے کو پہنانے کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ لفظ مطلق ہے اور پہننے میں لوگ مختلف ہیں۔

اور جب اس شرط پر سواری لی کہ اس پر فلاں آدمی سوار ہوگا یا فلاں آدمی کپڑا پہنے گا لیکن اس نے کسی دوسرے آدمی کو اس پر سوار کرا دیا یا وہ کپڑا کسی دوسرے آدمی کو پہنا دیا اور وہ دابہ یا کپڑا ہلاک ہو گیا تو مستاجر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ سوار ہونے اور پہننے میں لوگوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں لہٰذا راکب اور لابس کی تعین درست ہے لیکن تعین کے بعد مستاجر کو اس سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہوگا یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو استعمال کرنے والے کے استعمال سے بدل جائے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے۔

پس زمین اور ہر وہ چیز جو استعمال کرنے والے کے استعمال سے نہ بدلے اس میں جب کسی خاص آدمی کی رہائش کو مشروط کر دے تو مستاجر کو یہ حق ہوگا کہ دوسرے کو اس میں رہائش کی اجازت دے دے اس لئے کہ یہاں پر تقیید بے فائدہ ہے اس لئے کہ رہائش میں فرق نہیں ہوتا اور جو چیز عمارت کے لئے نقصان دے ہو وہ اس حکم سے خارج ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

خاص قسم کی سواری پر بوجھ لادنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ سَمَّى نَوْعًا وَقَدْرًا مَعْلُومًا يَحْمِلُهُ عَلَى الدَّابَّةِ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ خَمْسَةَ أَقْفِزَةِ حِنْطَةٍ فَلَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ مِثْلُ الْحِنْطَةِ فِي الضَّرَرِ أَوْ أَقَلَّ كَالشَّعِيرِ وَالسِّمْسِمِ) ؛ لِأَنَّهُ دَخَلَ تَحْتَ الْإِذْنِ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ، أَوْ لِكَوْنِهِ خَيْرًا مِنْ الْأَوَّلِ (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنْ الْحِنْطَةِ كَالْمِلْحِ وَالْحَدِيدِ) لِانْعِدَامِ الرِّضَا فِيهِ (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا قُطْنًا سَمَّاهُ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا مِثْلَ وَزْنِهِ حَدِيدًا) ؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَكُونُ أَضَرَّ بِالدَّابَّةِ فَإِنَّ الْحَدِيدَ يَجْتَمِعُ فِي مَوْضِعٍ مِنْ ظَهْرِهَا وَالْقُطْنُ يَنْبَسِطُ عَلَى ظَهْرِهَا .

فرمایا کہ جب مستاجر نے کسی خاص قسم کا اور معین مقدار میں دابہ پر سامان لادنے کی تعیین کر دی مثلاً یہ کہا کہ میں اس پر پانچ بوری گندم لادوں گا تو اس کو اس پر ہر وہ چیز لادنے کا حق ہوگا جو بوجھ اور وزن میں گندم کی مثل ہو یا اس سے کم وزن

کی ہو جیسا کہ جو اور تل اس لئے کہ تفاوت نہ ہونے کے سبب یہ چیزیں اجازت میں داخل ہیں یا اس وجہ سے داخل ہیں کہ یہ حنطہ سے بہتر ہیں اور مستاجر کو یہ حق نہیں ہے کہ اس پر گندم سے زیادہ وزنی چیز لادے جیسا کہ لوہا اس لئے کہ موجر اس سے راضی نہیں ہوگا۔

جب کسی آدمی نے محدود اور معین کردہ روئی لادنے کے لئے کوئی سواری اجرت پر لی تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ اتنے وزن کا اس پر لوہا لادے اس لئے کہ کبھی لوہا جانور کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اس لئے کہ لوہا جانور کی پشت پر ایک ہی جگہ جمع رہتا ہے جب کہ روئی اس کی پشت پر پھیل جاتی ہے۔

سواری کرائے دار کا ردیف بنانے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَرْكَبَهَا فَأَرْدَفَ مَعَهُ رَجُلًا فَعَطِبَتْ ضَمِنَ نِصْفَ قِيمَتِهَا وَلَا مُعْتَبَرَ بِالثِّقَلِ) ؛ لِأَنَّ الدَّابَّةَ قَدْ يَعْقِرُهَا جَهْلُ الرَّاكِبِ الْخَفِيفِ وَيَخِفُّ عَلَيْهَا رُكُوبُ الثَّقِيلِ لِعِلْمِهِ بِالْفُرُوسِيَّةِ، وَلِأَنَّ الْآدَمِيَّ غَيْرُ مَوْزُونٍ فَلَا يُمْكِنُ مَعْرِفَةُ الْوَزْنِ فَاعْتُبِرَ عَدَدُ الرَّاكِبِ كَعَدَدِ الْجُنَاةِ فِي الْجِنَايَاتِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے سوار ہونے کے لئے کرایہ پر جانور لیا اور اپنے ساتھ کسی کو ردیف بنالیا پس وہ دابہ ہلاک ہوگیا تو مستاجر آدھی قیمت کا ضامن ہوگا اور وزن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ کبھی کم وزن والے سوار کی نادانی بھی دابہ کو گھائل کر دیتی ہے جبکہ سوار ہونے کے طریقہ سے بھاری وزن والے آدمی کے سوار ہونے سے بھی جانور کو آرام پہنچتا ہے اور اس لئے کہ آدمی سے اس کے وزن کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اس کے وزن کو جاننا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا راکب کی تعداد کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح کہ جنایت میں مجرموں کی تعداد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

سواری پر معین مقدار کے مطابق بوجھ لادنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مِنْ الْحِنْطَةِ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْهُ فَعَطِبَتْ ضَمِنَ مَا زَادَ الثِّقَلُ) ؛ لِأَنَّهَا عَطِبَتْ بِمَا هُوَ مَأْذُونٌ فِيهِ وَمَا هُوَ غَيْرُ مَأْذُونٍ فِيهِ وَالسَّبَبُ الثِّقَلُ فَانْقَسَمَ عَلَيْهِمَا (إلَّا إذَا كَانَ حَمْلًا لَا يُطِيقُهُ مِثْلُ تِلْكَ الدَّابَّةِ فَحِينَئِذٍ يَضْمَنُ كُلَّ قِيمَتِهَا) لِعَدَمِ الْإِذْنِ فِيهَا أَصْلًا لِخُرُوجِهِ عَنْ الْعَادَةِ .

جب سواری اس لئے کرایہ پر لی کہ اس پر اتنی مقدار میں گندم لادے گا لیکن مستاجر نے معین کردہ مقدار سے زیادہ گندم لادی اور جانور ہلاک ہوگیا تو مستاجر زیادہ لادے ہوئے کا ضامن ہوگا اس لئے کہ دابہ ماذون اور غیر ماذون دونوں بوجھوں سے ہلاک ہوا ہے اور ہلاکت کا سبب ثقل ہے لہٰذا ضمان دونوں پر تقسیم ہوگا لیکن جب اتنا بوجھ لاد دیا کہ جس کو دابہ اٹھا ہی نہیں سکتا تو اس صورت میں مستاجر دابہ کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اس میں اجازت معدوم ہے اس لئے کہ یہ حمل عرف

اور عادت سے خارج ہے۔

مستأجر کا زور سے سواری کی لگام کھینچنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ كَبَحَ الدَّابَّةَ بِلِجَامِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فَعَطِبَتْ ضَمِنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ . وَقَالَا : لَا يَضْمَنُ إِذَا فَعَلَ فِعْلًا مُتَعَارَفًا) ؛ لِأَنَّ الْمُتَعَارَفَ مِمَّا يَدْخُلُ تَحْتَ مُطْلَقِ الْعَقْدِ فَكَانَ حَاصِلًا بِإِذْنِهِ فَلَا يَضْمَنُهُ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِذْنَ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ إِذْ يَتَحَقَّقُ السَّوْقُ بِدُونِهِ، وَإِنَّمَا هُمَا لِلْمُبَالَغَةِ فَيَتَقَيَّدُ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ كَالْمُرُورِ فِي الطَّرِيقِ .

جب مستأجر نے زور سے دابہ کی لگام کھینچی یا اس کو مارا اور وہ ہلاک ہوگیا تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستأجر اس کا ضامن ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ جب اس نے عام دستور کے کے مطابق ایسا کیا ہو تو وہ ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ متعارف کام مطلق عقد کے تحت داخل ہوتا ہے لہٰذا وہ کام مالک کی اجازت سے ہوا ہوگا اس لئے مستأجر ضامن نہیں ہوگا۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اجازت وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوتی ہے اس لئے کہ کبح اور ضرب کے بغیر بھی سواری کو چلانا ممکن ہے اور یہ دونوں کام تو تیز چلانے کے لئے ہوتے ہیں لہٰذا یہ وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوں گے جس طرح کہ راستہ میں چلنا وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔

حیرہ کے لئے سواری لے کر قادسیہ جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا إِلَى الْحِيرَةِ فَجَاوَزَ بِهَا إِلَى الْقَادِسِيَّةِ ثُمَّ رَدَّهَا إِلَى الْحِيرَةِ ثُمَّ نَفَقَتْ فَهُوَ ضَامِنٌ، وَكَذَلِكَ الْعَارِيَّةُ) وَقِيلَ تَأْوِيلُ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ إِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِبًا لَا جَائِيًا ؛ لِيَنْتَهِيَ الْعَقْدُ بِالْوُصُولِ إِلَى الْحِيرَةِ فَلَا يَصِيرُ بِالْعَوْدِ مَرْدُودًا إِلَى يَدِ الْمَالِكِ مَعْنًى .

وَأَمَّا إِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِبًا وَجَائِيًا فَيَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الْمُودَعِ إِذَا خَالَفَ ثُمَّ عَادَ إِلَى الْوِفَاقِ .

وَقِيلَ لَا، بَلْ الْجَوَابُ مُجْرًى عَلَى الْإِطْلَاقِ .

وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُودَعَ مَأْمُورٌ بِالْحِفْظِ مَقْصُودًا فَبَقِيَ الْأَمْرُ بِالْحِفْظِ بَعْدَ الْعَوْدِ إِلَى الْوِفَاقِ فَحَصَلَ الرَّدُّ إِلَى يَدِ نَائِبِ الْمَالِكِ، وَفِي الْإِجَارَةِ وَالْعَارِيَّةِ يَصِيرُ الْحِفْظُ مَأْمُورًا بِهِ تَبَعًا لِلِاسْتِعْمَالِ لَا مَقْصُودًا، فَإِذَا انْقَطَعَ الِاسْتِعْمَالُ لَمْ يَبْقَ هُوَ نَائِبًا فَلَا يَبْرَأُ بِالْعَوْدِ وَهَذَا أَصَحُّ .

اور جب کسی نے حیرہ جانے کے لئے سواری اجرت پر لی ہو لیکن وہ اس کو لے کر قادسیہ تک چلا گیا پھر حیرۃ واپس لایا اور وہ سواری ہلاک ہوگئی تو مستأجر ضامن ہوگا یہی حکم عاریت کا بھی ہے ایک قول یہ ہے کہ اس مسئلے میں تاویل یہ ہے کہ جب مستأجر

نے جانے کے لئے سواری لی ہو اور آنے کے لئے نہ لی ہو تا کہ مقام حیرۃ تک پہنچتے ہی عقد ختم ہو جائے لہٰذا وہ حیرۃ واپس آنے سے وہ بطور معنی مالک کو سواری واپس کرنے والا نہیں ہوگا اور جب اس نے جانے اور آنے دونوں کاموں کے لئے سواری لی ہو تو وہ اس مودع کے حکم میں ہوگا جو مودع کے حکم کی مخالفت کر کے موافقت کر لے ایک تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم مطلق ہے۔

اور ودیعت اور اجارہ میں فرق یہ ہے کہ مودع بالقصد حفاظت پر مامور ہوتا ہے لہٰذا مودع کی موافقت کر لینے کے بعد امر بہ حفاظت اسی حال پر باقی رہے گا اور مالک کے نائب کو واپس کرنا حاصل ہو گیا اس کے برخلاف اجارہ اور عاریت میں حفاظت کا مامور بہ ہونا استعمال کے تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے اور استعمال کے ختم ہونے کے بعد مستأجر مالک کا نائب نہیں رہتا اس لئے واپس ہونے سے وہ ضمان سے بری نہیں ہوگا یہی زیادہ درست ہے۔

زین کے ساتھ حمار کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اكْتَرٰى حِمَارًا بِسَرْجٍ فَنَزَعَ السَّرْجَ وَاَسْرَجَهُ بِسَرْجٍ يُسْرَجُ بِمِثْلِهِ الْحُمُرُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِاَنَّهُ اِذَا كَانَ يُمَاثِلُ الْاَوَّلَ تَنَاوَلَهُ اِذْنُ الْمَالِكِ، اِذْ لَا فَائِدَةَ فِي التَّقْيِيدِ بِغَيْرِهِ اِلَّا اِذَا كَانَ زَائِدًا عَلَيْهِ فِي الْوَزْنِ فَحِينَئِذٍ يَضْمَنُ الزِّيَادَةَ (وَاِنْ كَانَ لَا يُسْرَجُ بِمِثْلِهِ الْحُمُرُ ضَمِنَ) ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَتَنَاوَلْهُ الْاِذْنُ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ مُخَالِفًا (وَاِنْ اَوْكَفَهُ بِاِكَافٍ لَا يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمُرُ يَضْمَنُ) لِمَا قُلْنَا فِي السَّرْجِ، وَهٰذَا اَوْلٰى (وَاِنْ اَوْكَفَهُ بِاِكَافٍ يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمُرُ يَضْمَنُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَضْمَنُ بِحِسَابِهِ) ؛ لِاَنَّهُ اِذَا كَانَ يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمُرُ كَانَ هُوَ وَالسَّرْجُ سَوَاءٌ فَيَكُونُ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِهِ، اِلَّا اِذَا كَانَ زَائِدًا عَلَى السَّرْجِ فِي الْوَزْنِ فَيَضْمَنُ الزِّيَادَةَ ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِالزِّيَادَةِ فَصَارَ كَالزِّيَادَةِ فِي الْحَمْلِ الْمُسَمّٰى اِذَا كَانَ مِنْ جِنْسِهِ. وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْاِكَافَ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ السَّرْجِ ؛ لِاَنَّهُ لِلْحَمْلِ، وَالسَّرْجُ لِلرُّكُوبِ، وَكَذَا يَنْبَسِطُ اَحَدُهُمَا عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ مَا لَا يَنْبَسِطُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ فَكَانَ مُخَالِفًا كَمَا اِذَا حَمَلَ الْحَدِيدَ وَقَدْ شَرَطَ لَهُ الْحِنْطَةَ.

جب کسی آدمی نے زین کے ساتھ ہی کوئی گدھا کرایہ پر لیا اور اس زین کو اتار کر ایسی زین لگا دی جو گدھوں پر لگائی جاتی ہے تو مستأجر پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ جب دوسری زین بھی پہلی کی طرح ہے تو اس کو بھی مالک کی اجازت شامل ہوگی اس لئے کہ اس زین کے علاوہ کو مقید کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن جب دوسرے زین پہلی زین سے زیادہ وزنی ہو تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اور جب اس دوسری جیسی گدھوں کو نہ پہنائی جاتی ہو تو مستأجر ضامن ہوگا اس لئے کہ اس کو مالک کی اجازت شامل نہیں ہے لہٰذا مستأجر مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہو گیا جب مستأجر نے گدھے پر ایسا پالان باندھ دیا کہ جس طرح گدھوں پر نہیں باندھا جاتا تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے زین کے سلسلہ میں بیان کی ہے اور یہ افضل ہے۔

اور جب مستأجر نے گدھے پر ایسا پالان باندھ دیا کہ جس طرح گدھوں پر باندھا جاتا ہے تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستأجر ضامن ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ زیادتی کے حساب سے ضامن ہوگا اس لئے کہ جب اس طرح کا پالان گدھوں پہ باندھا جاتا ہے تو وہ اور زین برابر ہوں گے

اور مالک اس سے راضی ہوگا مگر یہ کہ پالان زین سے زیادہ وزنی ہو تو مستأجر زیادتی کا ضامن ہوگا اس لئے کہ مالک راضی نہیں ہے معین کردہ بوجھ میں زیادتی کی طرح ہوگیا جب وہ زیادتی اسی جنس سے ہو۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ پالان زین کی جنس سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کو بوجھ لادنے کے لئے لایا جاتا ہے اور زین کو سوار ہونے کے لئے لگایا جاتا ہے نیز پالان دابہ کی پشت پر اتنا پھیلاتا ہے جتنا زین نہیں پھیلتی لہٰذا مستأجر موجر کا مخالف ہوگا جس طرح کہ جب کوئی آدمی گندم لادنے کی شرط لگانے کے بعد اس پر لوہا لاد دیتا ہے۔

سامان کے لئے کرائے پر گاڑی لینے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَ حَمَّالًا لِيَحْمِلَ لَهُ طَعَامًا فِي طَرِيقِ كَذَا فَأَخَذَ فِي طَرِيقٍ غَيْرِهِ يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَهَلَكَ الْمَتَاعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْأَجْرُ) وَهَذَا إذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الطَّرِيقَيْنِ تَفَاوُتٌ ؛ لِأَنَّ عِنْدَ ذَلِكَ التَّقْيِيدَ غَيْرُ مُفِيدٍ، أَمَّا إذَا كَانَ تَفَاوُتٌ يَضْمَنُ لِصِحَّةِ التَّقْيِيدِ فَإِنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ إلَّا أَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ التَّفَاوُتِ إذَا كَانَ طَرِيقًا يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَلَمْ يُفَصِّلْ (وَإِنْ كَانَ طَرِيقًا لَا يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَهَلَكَ ضَمِنَ) ؛ لِأَنَّهُ صَحَّ التَّقْيِيدُ فَصَارَ مُخَالِفًا (وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْأَجْرُ) ؛ لِأَنَّهُ ارْتَفَعَ الْخِلَافُ مَعْنًى، وَإِنْ بَقِيَ صُورَةً .

قَالَ : (وَإِنْ حَمَلَهُ فِي الْبَحْرِ فِيمَا يَحْمِلُهُ النَّاسُ فِي الْبَرِّ ضَمِنَ) لِفُحْشِ التَّفَاوُتِ بَيْنَ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْأَجْرُ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَارْتِفَاعِ الْخِلَافِ مَعْنًى .

جب کسی آدمی نے حمال کرایہ پر لیا تاکہ وہ فلاں راستے سے اس کا سامان پہنچا دے گا لیکن حمال اس راستے کے علاوہ دوسرے راستے سے سامان لے گیا اور لوگ اس راستے پر چلتے ہوں پھر وہ سامان ہلاک ہوگیا تو حمال پر ضمان واجب نہیں ہوگا اور جب سامان اس جگہ پہنچ گیا تو حمال کو اجرت دی جائے گی یہ حکم اس صورت میں ہے جب دونوں راستوں میں فرق نہ ہو اس لئے کہ اس صورت میں کسی راستے کو مقید کرنا فائدہ مند نہیں ہوتا اور جب دونوں راستوں میں فرق ہو تو راستہ بدلنے کے سبب حمال اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اب تقیید درست اور فائدہ مند ہے۔

لیکن جب اس راستہ سے لوگ آمد و رفت کرتے ہوں تو ظاہر قول یہی ہے کہ دونوں راستوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا اسی لئے ماتن نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے اور جب اس راستہ میں لوگوں کی آمد و رفت منقطع ہو اور سامان ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں حمال ضامن ہوگا اس لئے کہ راستے کی تقیید درست ہے اور تبدیلی کے سبب حمال نے مالک کی مخالفت کی ہے اور جب

سامان دوسرے راستے سے منزل تک پہنچ گیا تو حمال کو اجرت دی جائے گی اس لئے کہ معنوی طور پر اختلاف ختم ہو گیا ہے اب صورتاً باقی ہے۔

اور جب حمال سامان کو دریائی راستے سے لے گیا جب کہ لوگ اس کو خشکی کے راستہ سے لے جاتے ہیں تو حمال اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ خشکی اور تری میں بہت زیادہ تفاوت ہے پھر بھی جب وہ سامان اپنی منزل تک پہنچ جائے تو حمال کو مزدوری دی جائے گی اس لئے کہ مستأجر کا مقصد حاصل ہوگیا ہے اور معنوی طور پر اختلاف ختم ہوگیا ہے۔

گندم کے لئے زمین اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَاجَرَ اَرْضًا ؛ لِيَزْرَعَهَا حِنْطَةً فَزَرَعَهَا رُطَبَةً ضَمِنَ مَا نَقَصَهَا) لِاَنَّ الرِّطَابَ اَضَرُّ بِالْاَرْضِ مِنَ الْحِنْطَةِ لِانْتِشَارِ عُرُوْقِهَا فِيْهَا وَكَثْرَةِ الْحَاجَةِ اِلٰى سَقْيِهَا فَكَانَ خِلَافًا اِلٰى شَرٍّ فَيَضْمَنُ مَا نَقَصَهَا (وَلَا اَجْرَ لَهُ) ؛ لِاَنَّهُ غَاصِبٌ لِلْاَرْضِ عَلٰى مَا قَرَّرْنَاهُ .

جب کسی آدمی نے گندم کی فصل کے لئے زمین کرایہ پر لی اور اس نے اس زمین میں کھیرے یا ککڑی یا سبزیاں بیج دی تو اس زمین کا جو نقصان ہوگا مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ گندم کی نسبت رطاب زمین کو زیادہ نقصان دہ ہے اس لئے کہ ان کی جڑیں زیادہ پھیل جاتی ہیں اور ان کو سینچنے کی زیادہ حاجت پڑتی ہے اس لئے یہ نقصان دہ چیز سے مخالفت کی گئی ہے لہٰذا مستأجر نقصان کا ضامن ہوگا اور نہ ہی اس کے لئے اجرت ہوگی کیونکہ مستأجر زمین کا غاصب ہوگیا ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

درزی کو سینے کے لئے کپڑا دینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ دَفَعَ اِلٰى خَيَّاطٍ ثَوْبًا لِيَخِيطَهُ قَمِيصًا بِدِرْهَمٍ فَخَاطَهُ قَبَاءً ، فَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ الثَّوْبِ ، وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الْقَبَاءَ وَاَعْطَاهُ اَجْرَ مِثْلِهِ لَا يُجَاوَزُ بِهِ دِرْهَمًا) قِيلَ : مَعْنَاهُ الْقُرْطَقُ الَّذِي هُوَ ذُو طَاقٍ وَاحِدٍ ؛ لِاَنَّهُ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْقَمِيصِ ، وَقِيلَ هُوَ مُجْرًى عَلٰى اِطْلَاقِهِ ؛ لِاَنَّهُمَا يَتَقَارَبَانِ فِي الْمَنْفَعَةِ . وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ يُضَمِّنُهُ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ ؛ لِاَنَّ الْقَبَاءَ خِلَافُ جِنْسِ الْقَمِيصِ . وَوَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّهُ قَمِيصٌ مِنْ وَجْهٍ ؛ لِاَنَّهُ يُشَدُّ وَسَطُهُ ، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يَكُونُ مُخَالِفًا ؛ لِاَنَّ الْقَمِيصَ لَا يُشَدُّ وَيُنْتَفَعُ بِهِ انْتِفَاعُ الْقَمِيصِ فَجَاءَتِ الْمُوَافَقَةُ وَالْمُخَالَفَةُ فَيَمِيلُ اِلٰى اَيِّ الْجِهَتَيْنِ شَاءَ ، اِلَّا اَنَّهُ يَجِبُ اَجْرُ الْمِثْلِ لِقُصُورِ جِهَةِ الْمُوَافَقَةِ ، وَلَا يُجَاوَزُ بِهِ الدِّرْهَمُ الْمُسَمّٰى كَمَا هُوَ الْحُكْمُ فِي سَائِرِ الْاِجَارَاتِ الْفَاسِدَةِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ فِي بَابِهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

جب کسی آدمی نے درزی کو کپڑا دیا کہ وہ اس کپڑے سے ایک درہم کے بدلے اس کی قمیص بنا دے اور درزی نے

اس کپڑے کا قبا بنا دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو اس درزی سے اتنے کپڑے کی ضمان لے لے یا اس سے قبا لے لے اور اس کو مثلی اجرت دے دے لیکن ایک درہم سے زیادہ نہ دے ایک قول یہ ہے کہ قبا سے وہ کرتہ مراد ہوتا ہے جس کی ایک تہہ ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی قباء کی طرح استعمال کیا جاتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ قبا اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے اس لئے کہ قبا اور کرتہ دونوں منفعت میں قریب ہیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مالک کو ضمان لینے کے علاوہ دوسرا اختیار نہیں ہوگا اور اس لئے کہ قبا قمیص کی جنس کے مخالف ہے ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ قباء بھی من وجہ قمیص ہی ہے اس لئے کہ اس کو درمیان میں باندھا جاتا ہے اور اس سے بھی قمیص کی طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو موافقت اور مخالفت دونوں چیزیں پائی گئی ہیں لہٰذا مالک کو دونوں طرف میں سے ایک جانب کی طرف مائل ہونے کا اختیار ہوگا لیکن اس پر اجرت مثلی ہی واجب ہوگی اس لئے کہ موافقت کی جانب میں کمی ہے اور یہ اجرت معین کردہ مقدار سے تجاوز نہیں کرے گی جس طرح کہ اجارات فاسدہ کا حکم ہے جس کو ہم انشاء اللہ اس کے باب میں بیان کریں گے۔

درزی سے قباء سلوانے کا بیان

وَلَوْ خَاطَهُ سَرَاوِيلَ وَقَدْ اَمَرَ بِالْقَبَاءِ قِيلَ يَضْمَنُ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ لِلتَّفَاوُتِ فِي الْمَنْفَعَةِ، وَالْاَصَحُّ اَنَّـهُ يُخَيَّرُ لِلِاتِّحَادِ فِي اَصْلِ الْمَنْفَعَةِ، وَصَارَ كَمَا اِذَا اُمِرَ بِضَرْبِ طَسْتٍ مِنْ شَبَّةٍ فَضَرَبَ مِنْهُ كُوزًا، فَاِنَّهُ يُخَيَّرُ كَذَا هٰذَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور جب مالک نے درزی کو قباء سینے کا حکم دیا اور اس نے پاجامہ سی دیا تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ مالک اس کو اختیار کے بغیر ہی اس کا ضامن بنائے گا اس لئے کہ منفعت میں تفاوت ہے لیکن زیادہ درست یہ ہے کہ اس کو اختیار دیا جائے گا اس لئے کہ اصل منفعت میں اتحاد ہے یہ اس طرح ہوگیا کہ جب کسی آدمی نے کاری گر کو تانبے کی طشت بنانے کا حکم دیا اور اس نے اس کا پیالہ بنا دیا تو اس صورت میں بھی مالک کو اختیار دیا جائے گا۔

بَابُ الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ

﴿یہ باب اجارہ فاسدہ کے بیان میں ہے﴾

باب اجارہ فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے اجارہ کی صحیح اقسام اوران کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے اجارہ فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اوراسی طرح نماز وروزہ وحج وغیرہ دیگر احکام شرعیہ میں بھی حکم فساد عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہٰذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے۔ جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام ومرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والی ہے جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

اجارہ فاسد کے حکم کا بیان

اجارہ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ اس استعمال کرنے پر اُجرت مثل لازم ہوگی اوراس میں تین صورتیں ہیں اگر اُجرت مقرر ہی نہیں ہوئی یا جو مقرر ہوئی معلوم نہیں ان دونوں صورتوں میں جو کچھ اُجرت مثل ہو دینی ہوگی اوراگر اُجرت مقرر ہوئی اور وہ معلوم بھی ہے تو اُجرت مثل اُسی وقت دی جائے گی جب وہ مقرر سے زیادہ نہ ہواوراگر مقرر سے اُجرت مثل زائد ہے تو جو مقرر ہے وہی دی جائے گی اُس سے زیادہ نہیں دی جائے گی۔ (بحرالرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

اجارہ فاسدہ کی شرائط بیع فاسدہ کی شراط کی طرح ہیں

قَالَ: (الْإِجَارَةُ تُفْسِدُهَا الشُّرُوطُ كَمَا تُفْسِدُ الْبَيْعَ)؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ عَقْدٌ يُقَالُ وَيُفْسَخُ (وَالْوَاجِبُ فِي الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ أَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ الْمُسَمَّى) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: يَجِبُ بَالِغًا مَا بَلَغَ اعْتِبَارًا بِبَيْعِ الْأَعْيَانِ.

وَلَنَا أَنَّ الْمَنَافِعَ لَا تَتَقَوَّمُ بِنَفْسِهَا بَلْ بِالْعَقْدِ لِحَاجَةِ النَّاسِ فَيُكْتَفَى بِالضَّرُورَةِ فِي الصَّحِيحِ مِنْهَا، إِلَّا أَنَّ الْفَاسِدَ تَبَعٌ لَهُ، وَيُعْتَبَرُ مَا يُجْعَلُ بَدَلًا فِي الصَّحِيحِ عَادَةً، لَكِنَّهُمَا إِذَا اتَّفَقَا عَلَى مِقْدَارٍ فِي الْفَاسِدِ فَقَدْ أَسْقَطَا الزِّيَادَةَ، وَإِذَا نَقَصَ أَجْرُ الْمِثْلِ لَمْ يَجِبْ زِيَادَةُ الْمُسَمَّى لِفَسَادِ

التَّسْمِيَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ مُتَقَوِّمَةٌ فِي نَفْسِهَا وَهِيَ الْمُوجِبُ الْأَصْلِيُّ، فَإِنْ صَحَّتْ التَّسْمِيَةُ انْتَقَلَ عَنْهُ وَإِلَّا فَلَا.

فرمایا تقاضہ عقد کی مخالف شرائط اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں جس طرح بیع کو فاسد کر دیتی ہیں اس لئے کہ اجارہ بیع کے حکم میں ہوتا ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اجارہ کا بھی اقالہ ہوتا ہے اور اس کو بھی فسخ کیا جاتا ہے اور اجارہ فاسدہ میں مثلی اجرت ہوتی ہے لیکن اس کو معین کردہ اجرت سے زیادہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو بھی اعیان کی بیع پر قیاس کرتے ہوئے اس کی ہر امکانی اجرت واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع بذات خود متقوم نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی حاجت کے پیش نظر عقد کے سبب متقوم ہوتا ہے لہٰذا ضرورت کے تحت اجارہ کے عقد کے درست ہونے پر قیاس کر لیا جائے گا لیکن اجارہ فاسدہ صحیحہ کے تابع ہے لہٰذا اجارہ صحیحہ میں جس چیز کو عادت اور عموم کے طور پر بدل قرار دیا جاتا ہے اس کو اجارہ فاسدہ میں بدل مان لیا جاتا ہے لیکن جب اجارہ فاسدہ میں عاقدین کسی مقدار پر متفق ہو گئے تو انہوں نے زیادتی کو ساقط کر دیا اور جب اجرت مثلی مقدار معین سے کم ہو تو مقدار معین سے زیادہ اجرت واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ طے کرنا فاسد ہو چکا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ عین بذات خود متقوم ہے اور اس کا متقوم ہونا ہی موجب اصلی ہے اب اگر بیع میں تسمیہ درست ہو تو موجب اصلی سے تسمیہ کی طرف منتقل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ہو سکتا۔

عقد کو محض ایک ماہ کے ساتھ مقید کر دینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا كُلَّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ فَالْعَقْدُ صَحِيحٌ فِي شَهْرٍ وَاحِدٍ فَاسِدٌ فِي بَقِيَّةِ الشُّهُورِ، إلَّا أَنْ يُسَمِّيَ جُمْلَةَ شُهُورٍ مَعْلُومَةٍ)؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ كَلِمَةَ كُلٍّ إذَا دَخَلَتْ فِيمَا لَا نِهَايَةَ لَهُ تَنْصَرِفُ إلَى الْوَاحِدِ لِتَعَذُّرِ الْعَمَلِ بِالْعُمُومِ فَكَانَ الشَّهْرُ الْوَاحِدُ مَعْلُومًا فَصَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ، وَإِذَا تَمَّ كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَنْقُضَ الْإِجَارَةَ لِانْتِهَاءِ الْعَقْدِ الصَّحِيحِ (وَلَوْ سَمَّى جُمْلَةَ شُهُورٍ مَعْلُومَةٍ جَازَ)؛ لِأَنَّ الْمُدَّةَ صَارَتْ مَعْلُومَةً.

جب کسی ایک آدمی نے گھر کرایہ پر لیا اس طرح کہ ہر ماہ کا ایک درہم کرایہ ہوگا تو عقد صرف ایک ماہ میں درست ہو گا اور باقی مہینوں میں فاسد ہوگا مگر یہ کہ تمام مہینوں کو معلوم طریقہ سے معین کر دیا ہو اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ کلمہ کل جب ایسی چیز پر داخل ہو جس کی انتہاء نہ ہو تو اس کو ایک کی جانب پھیرا جائے گا اس لئے کہ عموم پر عمل کرنا متعذر ہے اور جس طرح کہ شہر واحد معلوم ہوتا ہے اس لئے ایک ماہ میں عقد درست ہوگا اور ایک ماہ کے بعد عاقدین میں سے ہر ایک کو اجارہ ختم کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ اس مدت پر عقد صحیح مکمل ہو چکا ہے پس جب تمام مہینوں کو واضح کر کے بیان کر دیا جائے تو عقد جائز ہوگا اس لئے کہ مدت معلوم ہو چکی ہے۔

لمحہ بھر سے ماہ کے عقد کا درست ہونا

قَالَ (وَإِنْ سَكَنَ سَاعَةً مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي صَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُؤَجِّرِ أَنْ يُخْرِجَهُ إِلَى أَنْ يَنْقَضِيَ، وَكَذَلِكَ كُلُّ شَهْرٍ سَكَنَ فِي أَوَّلِهِ سَاعَةً) ؛ لِأَنَّهُ تَمَّ الْعَقْدُ بِتَرَاضِيهِمَا بِالسُّكْنَى فِي الشَّهْرِ الثَّانِي، إِلَّا أَنَّ الَّذِي ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ هُوَ الْقِيَاسُ، وَقَدْ مَالَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْمَشَايِخِ، وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ أَنْ يَبْقَى الْخِيَارُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي اللَّيْلَةِ الْأُولَى مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي وَيَوْمِهَا ؛ لِأَنَّ فِي اعْتِبَارِ الْأَوَّلِ بَعْضَ الْحَرَجِ .

فرمایا کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک لمحہ بھی مستاجر اس میں رہا تو دوسرے ماہ کا عقد درست ہو جائے گا اور دوسرا مہینہ پورا ہونے سے پہلے موجر کو یہ حق نہیں ہوگا کہ مستاجر کو اس مکان سے نکال دے یہی حکم ہر اس ماہ کا ہوگا جس کے شروع میں مستاجر سکونت اختیار کرلے اس لئے کہ وہ دوسرے مہینے میں سکونت کر لینے سے عاقدین کی رضامندی سے عقد مکمل ہو چکا ہے۔

لیکن امام قدوری نے جو بیان کیا ہے وہ قیاس ہے اور اسی طرف بعض فقہاء کا رجحان ہے ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرے ماہ کے پہلے دن اور پہلی رات عاقدین کو اجارہ فسخ کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ ساعت کا اعتبار کرنے میں بعض حرج ہے۔

سال کے لئے مکان کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَإِنِ اسْتَأْجَرَ دَارًا سَنَةً بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ جَازَ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ شَهْرٍ مِنَ الْأُجْرَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمُدَّةَ مَعْلُومَةٌ بِدُونِ التَّقْسِيمِ فَصَارَ كَإِجَارَةِ شَهْرٍ وَاحِدٍ فَإِنَّهُ جَائِزٌ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ يَوْمٍ، ثُمَّ يُعْتَبَرُ ابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِمَّا سَمَّى وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ شَيْئًا فَهُوَ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِي اسْتَأْجَرَهُ ؛ لِأَنَّ الْأَوْقَاتَ كُلَّهَا فِي حَقِّ الْإِجَارَةِ عَلَى السَّوَاءِ فَأَشْبَهَ الْيَمِينَ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ ؛ لِأَنَّ اللَّيَالِيَ لَيْسَتْ بِمَحَلٍّ لَهُ (ثُمَّ إِنْ كَانَ الْعَقْدُ حِينَ يُهَلُّ الْهِلَالُ فَشُهُورُ السَّنَةِ كُلُّهَا بِالْأَهِلَّةِ) ؛ لِأَنَّهَا هِيَ الْأَصْلُ (وَإِنْ كَانَ فِي أَثْنَاءِ الشَّهْرِ فَالْكُلُّ بِالْأَيَّامِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ الْأَوَّلُ بِالْأَيَّامِ وَالْبَاقِي بِالْأَهِلَّةِ ؛ لِأَنَّ الْأَيَّامَ يُصَارُ إِلَيْهَا ضَرُورَةً، وَالضَّرُورَةُ فِي الْأَوَّلِ مِنْهَا .

وَلَهُ أَنَّهُ مَتَى تَمَّ الْأَوَّلُ بِالْأَيَّامِ ابْتَدَأَ الثَّانِي بِالْأَيَّامِ ضَرُورَةً وَهَكَذَا إِلَى آخِرِ السَّنَةِ، وَنَظِيرُهُ الْعِدَّةُ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ .

جب کسی آدمی نے دس دراہم کے عوض سال کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا تو جائز ہے اگر چہ وہ ماہانہ اجرت کی قسط

نہ بیان کرے اس لئے کہ تقسیم کے بغیر بھی مدت معلوم ہے تو یہ ایک ماہ کے اجارہ کی طرح ہو گیا اور ایک ماہ کا اجارہ جائز ہے اگر چہ ہر دن کی قسط نہ بیان کی جائے پھر مدت کی ابتدا اس وقت سے شمار کی جائے گی جو وقت معین کیا گیا ہو اور جب کوئی وقت نہ معین کیا گیا ہو تو اس وقت سے مدت کو شمار کیا جائے گا جس وقت متاجر نے اجرت پر لیا ہو اس لئے کہ اجارہ کے حق میں تمام اوقات برابر ہیں لہٰذا یہ قسم کے مشابہ ہو گیا روزے کے خلاف اس لئے کہ راتیں روضے کا محل نہیں ہیں پس جب چاندرات کو اجارہ منعقد ہوا ہو تو سال کے تمام مہینوں کا حساب چاند سے لگایا جائے گا اور جب درمیان میں معاملہ ہو ہو تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنوں کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت یہی ہے حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پہلے ماہ کا حساب دنوں سے لگایا جائے گا اور باقی مہینوں کا حساب چاند سے ہو گا اس لئے کہ حساب و کتاب میں ضرورت کی بنا پر دنوں کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ ضرورت صرف مہینہ میں ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جب پہلے مہینہ کا معاملہ دنوں کے اعتبار سے ہوا ہے تو دوسرے مہینوں میں بھی لازماً دنوں کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور سال کے آخر تک یہی معاملہ ہو گا اس کی مثال عدت ہے اور عدت کا مسئلہ کتاب طلاق میں گذر چکا ہے۔

حمام وحجام کی اجرت کے جواز کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اَخْذُ اُجْرَةِ الْحَمَّامِ وَالْحَجَّامِ) اَمَّا الْحَمَّامُ فَلِتَعَارُفِ النَّاسِ وَلَمْ تُعْتَبَرُ الْجَهَالَةُ لِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

قَالَ : عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ) وَاَمَّا الْحَجَّامُ فَلِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَعْطَى الْحَجَّامَ الْاُجْرَةَ) وَلِاَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ عَلٰى عَمَلٍ مَعْلُومٍ بِاَجْرٍ مَعْلُومٍ فَيَقَعُ جَائِزًا .

قَالَ : (وَلَا يَجُوزُ اَخْذُ اُجْرَةِ عَسْبِ التَّيْسِ) وَهُوَ اَنْ يُؤَجِّرَ فَحْلًا لِيَنْزُوَ عَلَى الْاِنَاثِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِنَّ مِنَ السُّحْتِ عَسْبَ التَّيْسِ) وَالْمُرَادُ اَخْذُ الْاُجْرَةِ عَلَيْهِ .

فرمایا کہ حمام کی اجرت لینا اور پچھنہ لگانے کی اجرت لینا جائز ہے پس بہر حال حمام کی اجرت تو لوگوں کے درمیان وہ متعارف ہے اور اس میں جہالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا اس لئے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حجامت کی اجرت کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنہ لگوا کر حجام کو اجرت دی اور اس لئے کہ یہ معین اجرت کے عوض معلوم ہے اور معین کام کا اجارہ ہے لہٰذا یہ جائز ہو گا۔

فرمایا کہ نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے اس کی شکل یہ ہے کہ نر جانور کو اجرت پر لے کر اس کو مادہ جانوروں پر چڑھایا جائے۔

اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا حرام ہے اور اس سے مراد نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت ہے۔

اذان وامامت کی اجرت لینے کا بیان

قَالَ : (وَلَا الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْأَذَانِ وَالْحَجِّ، وَكَذَا الْإِمَامَةُ وَتَعْلِيمُ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ طَاعَةٍ يَخْتَصُّ بِهَا الْمُسْلِمُ لَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا .

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَصِحُّ فِي كُلِّ مَا لَا يَتَعَيَّنُ عَلَى الْأَجِيرِ ؛ لِأَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ عَلَى عَمَلٍ مَعْلُومٍ غَيْرِ مُتَعَيِّنٍ عَلَيْهِ فَيَجُوزُ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ) وَفِي آخِرِ مَا عَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلَى عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ (وَإِنْ اُتُّخِذْتَ مُؤَذِّنًا فَلَا تَأْخُذْ عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا) وَلِأَنَّ الْقُرْبَةَ مَتَى حَصَلَتْ وَقَعَتْ عَنْ الْعَامِلِ وَلِهَذَا تُعْتَبَرُ أَهْلِيَّتُهُ فَلَا يَجُوزُ لَهُ أَخْذُ الْأَجْرِ مِنْ غَيْرِهِ كَمَا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ، وَلِأَنَّ التَّعْلِيمَ مِمَّا لَا يَقْدِرُ الْمُعَلِّمُ عَلَيْهِ إلَّا بِمَعْنًى مِنْ قِبَلِ الْمُتَعَلِّمِ فَيَكُونُ مُلْتَزِمًا مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَلَا يَصِحُّ .

وَبَعْضُ مَشَايِخِنَا اسْتَحْسَنُوا الِاسْتِئْجَارَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ الْيَوْمَ ؛ لِأَنَّهُ ظَهَرَ التَّوَانِي فِي الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ .فَفِي الِامْتِنَاعِ تَضْيِيعُ حِفْظِ الْقُرْآنِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى .

فرمایا کہ اذان، حج، امامت، اور قرآن وفقہ کی تعلیم کی اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جو مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے ہمارے نزدیک اس کی اجرت لینا جائز نہیں ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر اس کام پر اجرت لینا جائز ہے جو اجیر پر معین ہو کر قائم نہ ہو اس لئے کہ یہ ایسے کام کی اجرت لینا ہے جو اجیر پر واجب نہیں ہے لہٰذا یہ جائز ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ قرآن کو تم قرآن کو پڑھو اور اس کو روزی کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن ابو العاص سے جو عہد لیا تھا اس کے آخر میں یہ بھی جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ جب تم کو مؤذن بنایا جائے تو اذان کی اجرت نہ لینا اور اس لئے کہ جب بھی کوئی عبادت واقع ہو گی تو وہ عامل کی طرف سے واقع ہو گی اسی وجہ سے عبادت میں عامل کی اہلیت کا اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا عامل کیلئے دوسرے سے اجرت لینا جائز نہیں ہے جس طرح کہ نماز میں اور روزے میں ہے۔

اور اس لئے کہ تعلیم ایسی چیز ہے جس میں متعلم کی دلچسپی کے بغیر معلم اس پر قادر نہیں ہوتا لہٰذا معلم ایسی چیز کو لازم کرنے والا ہو

کا جس کی تسلیم پر وہ قادر نہیں ہے اس لئے کہ اس حوالے سے قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔
ہمارے بعض فقہاء نے اس زمانے میں قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کو اچھا کہا ہے اس لئے کہ دینی معاملات میں سستی ہونے لگی ہے اور اجرت کو منع قرار دینے میں قرآن کے حفظ کے ضائع ہونے کا خوف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

گانا ونوحہ کی اجرت لینے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ: (وَلَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ، وَكَذَا سَائِرُ الْمَلَاهِي) ؛ لِأَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ وَالْمَعْصِيَةُ لَا تُسْتَحَقُّ بِالْعَقْدِ.

قَالَ: (وَلَا يَجُوزُ إجَارَةُ الْمُشَاعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إلَّا مِنْ الشَّرِيكِ، وَقَالَا: إجَارَةُ الْمُشَاعِ جَائِزَةٌ) وَصُورَتُهُ أَنْ يُؤَاجِرَ نَصِيبًا مِنْ دَارِهِ أَوْ نَصِيبَهُ مِنْ دَارٍ مُشْتَرَكَةٍ مِنْ غَيْرِ الشَّرِيكِ.
لَهُمَا أَنَّ لِلْمُشَاعِ مَنْفَعَةً وَلِهَذَا يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ، وَالتَّسْلِيمُ مُمْكِنٌ بِالتَّخْلِيَةِ أَوْ بِالتَّهَايُؤِ فَصَارَ كَمَا إذَا آجَرَ مِنْ شَرِيكِهِ أَوْ مِنْ رَجُلَيْنِ وَصَارَ كَالْبَيْعِ.
وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ آجَرَ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَلَا يَجُوزُ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ تَسْلِيمَ الْمُشَاعِ وَحْدَهُ لَا يُتَصَوَّرُ، وَالتَّخْلِيَةُ اُعْتُبِرَتْ تَسْلِيمًا لِوُقُوعِهِ تَمْكِينًا وَهُوَ الْفِعْلُ الَّذِي يَحْصُلُ بِهِ التَّمَكُّنُ وَلَا تَمَكُّنَ فِي الْمُشَاعِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِحُصُولِ التَّمَكُّنِ فِيهِ، وَأَمَّا التَّهَايُؤُ فَإِنَّمَا يَسْتَحِقُّ حُكْمًا لِلْعَقْدِ بِوَاسِطَةِ الْمِلْكِ، وَحُكْمُ الْعَقْدِ يَعْقُبُهُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى التَّسْلِيمِ شَرْطُ الْعَقْدِ وَشَرْطُ الشَّيْءِ يَسْبِقُهُ، وَلَا يُعْتَبَرُ الْمُتَرَاخِي سَابِقًا، وَبِخِلَافِ مَا إذَا آجَرَ مِنْ شَرِيكِهِ فَالْكُلُّ يَحْدُثُ عَلَى مِلْكِهِ فَلَا شُيُوعَ، وَالِاخْتِلَافُ فِي النِّسْبَةِ لَا يَضُرُّهُ، عَلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْهُ، وَبِخِلَافِ الشُّيُوعِ الطَّارِئِ ؛ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى التَّسْلِيمِ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلْبَقَاءِ، وَبِخِلَافِ مَا إذَا آجَرَ مِنْ رَجُلَيْنِ ؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ يَقَعُ جُمْلَةً ثُمَّ الشُّيُوعُ بِتَفَرُّقِ الْمِلْكِ فِيمَا بَيْنَهُمَا طَارِئٌ

فرمایا کہ گانا گانے اور نوحہ کرنے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے لہو ولعب کے تمام معاملات کا یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ برائی کا اجارہ ہے اور معصیت کو عقد سے ثابت نہیں کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تقسیم نہ ہونے والی چیز کا اجارہ جائز نہیں ہے مگر شریک کو اجارہ پر دینا جائز ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ تقسیم ہونے والی چیز کا اجارہ جائز ہے اس کی صورت یہ ہے کہ موجر اپنے گھر کا ایک حصہ یا مشترکہ گھر کا ایک حصہ غیر شریک کو اجارہ پر دے ان کی دلیل یہ ہے کہ مشترک چیز سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اسی لئے اس کی اجرت مثلی واجب ہوتی ہے اور خالی کرنے یا باری مقرر کرنے سے چیز مستاجر کی تسلیم بھی ممکن ہے یہ ایسا ہو گیا جس طرح کہ جس طرح ایک شریک نے

دوسرے شریک کو اجارہ پر دیا یا دو آدمیوں کو دیا اور یہ بیع کی طرح ہو گیا۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موجر نے ایسی چیز کو اجارہ پر دیا ہے جس کو حوالے کرنے پر وہ قادر نہیں ہے لہٰذا یہ اجارہ جائز نہیں ہوگا یہ حکم اس لئے ہے کہ مشترک چیز کو تنہا حوالے کرنا ممکن نہیں ہے اور خالی کرنے کو اس وجہ سے تسلیم اور حوالے کرنا مان لیا جاتا ہے کہ وہ تمکین واقع ہوتی ہے یعنی خالی کرنے سے نفع حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے جبکہ مشاع اور مشترک چیز میں تخلیہ سے بھی نفع ممکن نہیں ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ بیع میں تخلیہ سے نفع ممکن ہو جاتا ہے اور باری مقرر کرنا ملکیت کے واسطے سے عقد کا حکم بنتا ہے اور عقد کا حکم عقد کے منعقد ہونیکے بعد ثابت ہوتا ہے اور حوالے کرنے پر قدرت کا ہونا عقد کی شرط ہے اور ہر چیز کی شرط اس سے مقدم ہوتی ہے لہٰذا بعد میں ثابت ہونے والی چیز اول کا حکم نہیں لے سکتی ہے۔

اور جب اپنے شریک کو اجارہ دے گا تو پورا س نفع اسی شریک کی ملکیت پر حاصل ہوگا اس لئے شیوع نہیں ہوگا اور نسبت کی تبدیلی اجارہ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے اس لئے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن بن زیاد کی روایت میں شریک کو بھی اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے اور برخلاف اس صورت کے کہ جب دو آدمیوں کو اجارہ پر دیا ہو اس لئے کہ اس میں یک بارگی تسلیم ہوتی ہے پھر ملکیت کے متفرق ہونے سے ان میں شیوع طاری ہوتا ہے۔

معین اجرت کے بدلے میں دودھ پلانے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الظِّئْرِ بِأُجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى : (فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ) وَلِأَنَّ التَّعَامُلَ بِهِ كَانَ جَارِيًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْلَهُ وَأَقَرَّهُمْ عَلَيْهِ. ثُمَّ قِيلَ : إنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلَى الْمَنَافِعِ وَهِيَ خِدْمَتُهَا لِلصَّبِيِّ وَالْقِيَامُ بِهِ وَاللَّبَنُ يُسْتَحَقُّ عَلَى طَرِيقِ التَّبَعِ بِمَنْزِلَةِ الصَّبْغِ فِي الثَّوْبِ.

وَقِيلَ إنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلَى اللَّبَنِ، وَالْخِدْمَةُ تَابِعَةٌ، وَلِهَذَا لَوْ أَرْضَعَتْهُ بِلَبَنِ شَاةٍ لَا تَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ. وَالْأَوَّلُ أَقْرَبُ إلَى الْفِقْهِ ؛ لِأَنَّ عَقْدَ الْإِجَارَةِ لَا يَنْعَقِدُ عَلَى إتْلَافِ الْأَعْيَانِ مَقْصُودًا، كَمَا إذَا اسْتَأْجَرَ بَقَرَةً ؛ لِيَشْرَبَ لَبَنَهَا. وَسَنُبَيِّنُ الْعُذْرَ عَنْ الْإِرْضَاعِ بِلَبَنِ الشَّاةِ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. وَإِذَا ثَبَتَ مَا ذَكَرْنَا يَصِحُّ إذَا كَانَتْ الْأُجْرَةُ مَعْلُومَةً اعْتِبَارًا بِالِاسْتِئْجَارِ عَلَى الْخِدْمَةِ.

فرمایا کہ معلوم اور معین اجرت کے عوض دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مطلقہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو تم ان کو ان کی اجرت دو اور اس لئے کہ عہد رسالت میں اور اس سے پہلے بھی اسی طرح کا تعامل جاری رہا تھا اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس تعامل پر برقرار رکھا پس کہا گیا ہے کہ یہ عقد منافع پر واقع ہوتا ہے اور وہ بچے کی خدمت اور اس کی دیکھ بھال کرنا ہے اور دودھ تبعی طور پر اس میں شامل ہوتا ہے جس طرح کہ کپڑا میں رنگائی ہوتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقد دودھ پلانے پر منعقد ہوتا ہے اور خدمت اس میں تبعی طور پر ہوتی ہے اس لئے جب دایہ نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو وہ اجرت کی حقدار نہیں ہوگی اور پہلا قول فقہ کے زیادہ قریب ہے اس لئے عقد اجارہ بالذات اعیان کے تلف ہونے پر منعقد نہیں ہوتا جس طرح کہ کسی نے دودھ پینے کے لئے کوئی گائے کرایہ پر لی اور بکری کا دودھ پلانے میں جو عذر ہے اس کو ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے اور جب ہماری بیان کردہ تفصیلات ثابت ہوگئی تو جان لو کہ جب اجرت معین ہو تو اجارہ درست ہوگا جس طرح کہ خدمت کے لئے اجارہ درست ہوتا ہے۔

غلہ و کپڑے کی اجرت پر دائی کو رکھنے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ بِطَعَامِهَا وَكِسْوَتِهَا اسْتِحْسَانًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا : لَا يَجُوزُ) ؛ لِأَنَّ الْأُجْرَةَ مَجْهُولَةٌ فَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَهَا لِلْخَبْزِ وَالطَّبْخِ .

وَلَهُ أَنَّ الْجَهَالَةَ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ ؛ لِأَنَّ فِي الْعَادَةِ التَّوْسِعَةَ عَلَى الْأَظْآرِ شَفَقَةً عَلَى الْأَوْلَادِ فَصَارَ كَبَيْعِ قَفِيزٍ مِنْ صُبْرَةٍ، بِخِلَافِ الْخَبْزِ وَالطَّبْخِ ؛ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِيهِ تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : فَإِنْ سَمَّى الطَّعَامَ دَرَاهِمَ وَوَصَفَ جِنْسَ الْكِسْوَةِ وَأَجَلَهَا وَذَرْعَهَا فَهُوَ جَائِزٌ) يَعْنِي بِالْإِجْمَاعِ .

وَمَعْنَى تَسْمِيَةِ الطَّعَامِ دَرَاهِمَ أَنْ يَجْعَلَ الْأُجْرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ يَدْفَعُ الطَّعَامَ مَكَانَهُ، وَهَذَا لَا جَهَالَةَ فِيهِ (وَلَوْ سَمَّى الطَّعَامَ وَبَيَّنَ قَدْرَهُ جَازَ أَيْضًا) لِمَا قُلْنَا، وَلَا يُشْتَرَطُ تَأْجِيلُهُ ؛ لِأَنَّ أَوْصَافَهَا أَثْمَانٌ .

(وَيُشْتَرَطُ بَيَانُ مَكَانِ الْإِيفَاءِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ (وَفِي الْكِسْوَةِ يُشْتَرَطُ بَيَانُ الْأَجَلِ أَيْضًا مَعَ بَيَانِ الْقَدْرِ وَالْجِنْسِ) ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَصِيرُ دَيْنًا فِي الذِّمَّةِ إِذَا صَارَ مَبِيعًا، وَإِنَّمَا يَصِيرُ مَبِيعًا عِنْدَ الْأَجَلِ كَمَا فِي السَّلَمِ .

📖 حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلہ اور کپڑے پر دائی رکھنا بطور استحسان جائز ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اجرت مجہول ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جس طرح روٹی بنانے یا کھانا پکانے کے لئے اسی کو اجرت پر لیا حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے اس لئے کہ بچوں پر شفقت کے پیش نظر عام طور پر دودھ پلانے والی عورتوں کے متعلق کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے تو یہ ایسا ہو گیا جس طرح کہ ایک ڈھیر گندم میں سے ایک بوری کو بیچ دیا روٹی اور کھانا پکانے کے خلاف اس لئے کہ ان کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہوتی ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کھانے کی جنس بیان کر دی اور کپڑے کی جنس بھی بیان کر دی اور اس کی ادائیگی کا وقت اور اس کے گز بیان کر دیے تو یہ بالاتفاق جائز ہے اور طعام کے تسمیہ کا مطلب یہ ہے کہ دراہم کو اجرت مقرر کر کے ان کی جگہ غلہ دے دے اس

میں کوئی جہالت نہیں ہے اور جب غلہ معین کر کے اس کی مقدار بیان کر دی تو بھی جائز ہے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے۔

اور غلہ اداء کرنے کے لئے کسی مدت کا بیان کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ طعام کے اوصاف ثمن ہیں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ادائیگی کے مکان کو بیان کرنا شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے جس کو ہم نے کتاب البیوع میں بیان کر دیا ہے اور کپڑا دینے میں مقدار اور جنس کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ادائیگی کی مدت کو بھی بیان کرنا شرط ہے اس لئے کہ کپڑا اسی وقت ذمہ میں دین ہوتا ہے جب وہ مبیع بنتا ہے اور وہ میعاد بیان کرنے کی صورت میں ہی مبیع بنتا ہے جس طرح کہ سلم میں ہوتا ہے۔

مستأجر کا دایہ کو شوہر سے حق وطی سے نہ روکنے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ اَنْ يَمْنَعَ زَوْجَهَا مِنْ وَطْئِهَا) ؛ لِاَنَّ الْوَطْءَ حَقُّ الزَّوْجِ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْ اِبْطَالِ حَقِّهِ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّ لَهٗ اَنْ يَفْسَخَ الْاِجَارَةَ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهٖ صِيَانَةً لِحَقِّهٖ، اِلَّا اَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ يَمْنَعُهٗ عَنْ غِشْيَانِهَا فِيْ مَنْزِلِهٖ ؛ لِاَنَّ الْمَنْزِلَ حَقُّهٗ (فَاِنْ حَبِلَتْ كَانَ لَهُمْ اَنْ يَفْسَخُوا الْاِجَارَةَ اِذَا خَافُوْا عَلَى الصَّبِيِّ مِنْ لَبَنِهَا) ؛ لِاَنَّ لَبَنَ الْحَامِلِ يُفْسِدُ الصَّبِيَّ وَلِهٰذَا كَانَ لَهُمُ الْفَسْخُ اِذَا مَرِضَتْ اَيْضًا (وَعَلَيْهَا اَنْ تُصْلِحَ طَعَامَ الصَّبِيِّ) ؛ لِاَنَّ الْعَمَلَ عَلَيْهَا .

وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ يُعْتَبَرُ فِيْمَا لَا نَصَّ عَلَيْهِ الْعُرْفُ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْبَابِ، فَمَا جَرٰى بِهِ الْعُرْفُ مِنْ غَسْلِ ثِيَابِ الصَّبِيِّ وَاِصْلَاحِ الطَّعَامِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ عَلَى الظِّئْرِ اَمَّا الطَّعَامُ فَعَلٰى وَالِدِ الْوَلَدِ، وَمَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ اَنَّ الدُّهْنَ وَالرَّيْحَانَ عَلَى الظِّئْرِ فَذٰلِكَ مِنْ عَادَةِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ .

(وَاِنْ اَرْضَعَتْهُ فِي الْمُدَّةِ بِلَبَنِ شَاةٍ فَلَا اَجْرَ لَهَا) ؛ لِاَنَّهَا لَمْ تَأْتِ بِعَمَلٍ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهَا، وَهُوَ الْاِرْضَاعُ، فَاِنَّ هٰذَا اِيْجَارٌ وَلَيْسَ بِاِرْضَاعٍ، وَاِنَّمَا لَمْ يَجِبِ الْاَجْرُ لِهٰذَا الْمَعْنٰى اَنَّهُ اخْتَلَفَ الْعَمَلُ .

فرمایا کہ مستأجر کو یہ حق نہیں ہے کہ دایہ کے شوہر کو اس سے وطی کرنے سے روکے اس لئے کہ وطی شوہر کا حق ہے لہٰذا مستأجر کو شوہر کا حق باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب شوہر کو بیوی کے اجارہ کا علم نہ ہو تو اپنے حق کی حفاظت کے لئے شوہر کو اجارہ فسخ کرنے کا بھی حق ہے اس لئے مستأجر کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں آ کر ہم بستری کرنے سے روک دے اس لئے کہ گھر تو مستأجر کا ہے اور جب مرضعہ حاملہ ہو جائے اور یہ خوف ہو کہ اس کا دودھ بچے کے لئے نقصان دے ہوگا تو اس صورت میں اجارہ کو فسخ کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ حاملہ عورت کا دودھ بچے کے لئے نقصان دہ ہے اسی طرح جب مرضعہ بیمار ہو جائے تو اس صورت میں بھی بچہ والوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ اجارہ کو فسخ کر دیں اور دایہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کے کھانے پینے کا خیال رکھے اس لئے کہ یہ کام اس کا ہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں جہاں نص نہیں ہے وہاں عرف کا اعتبار کیا جائے گا

لہٰذا جن چیزوں میں عرف جاری ہے یعنی بچے کا کپڑا دھونا اور کھانے کا انتظام اور اس کا پیشاب اور پاخانہ دھونا مرضعہ پر ہی ہوگا رہا طعام کا صرفہ تو وہ بچے کے باپ پر ہوگا اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ بچے کی خوشبو اور تیل کا صرفہ بھی دایہ پر ہی ہوگا یہ اہل کوفہ کی عادت کے مطابق ہے۔

اور جب رضاعت کی مدت میں مرضعہ نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جو کام اس پر لازم تھا وہ اس نے نہیں کیا یعنی دودھ پلانا اور بکری کا دودھ پلانا تو دوا ڑالنا ہے دودھ پلانا نہیں ہے اور یہاں اس لئے اجرت واجب نہیں ہوئی کیونکہ عمل بدل گیا ہے۔

جولاہے کے لئے دھاگہ بننے کی اجرت مثلی ہونے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى حَائِكٍ غَزْلًا لِيَنْسِجَهُ بِالنِّصْفِ فَلَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ . وَكَذَا إِذَا اسْتَأْجَرَ حِمَارًا يَحْمِلُ طَعَامًا بِقَفِيزٍ مِنْهُ فَالْإِجَارَةُ فَاسِدَةٌ) ؛ لِأَنَّهُ جَعَلَ الْأَجْرَ بَعْضَ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ فَيَصِيرُ فِي مَعْنَى قَفِيزِ الطَّحَّانِ، وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، وَهُوَ أَنْ يَسْتَأْجِرَ ثَوْرًا لِيَطْحَنَ لَهُ حِنْطَةً بِقَفِيزٍ مِنْ دَقِيقِهِ . وَهَذَا أَصْلٌ كَبِيرٌ يُعْرَفُ بِهِ فَسَادُ كَثِيرٍ مِنْ الْإِجَارَاتِ، لَا سِيَّمَا فِي دِيَارِنَا، وَالْمَعْنَى فِيهِ أَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ عَاجِزٌ عَنْ تَسْلِيمِ الْأَجْرِ وَهُوَ بَعْضُ الْمَنْسُوجِ أَوْ الْمَحْمُولِ .

إذْ حُصُولُهُ بِفِعْلِ الْأَجِيرِ فَلَا يُعَدُّ هُوَ قَادِرًا بِقُدْرَةِ غَيْرِهِ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا اسْتَأْجَرَهُ لِيَحْمِلَ نِصْفَ طَعَامِهِ بِالنِّصْفِ الْآخَرِ حَيْثُ لَا يَجِبُ لَهُ الْأَجْرُ ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ مَلَكَ الْأَجِيرَ فِي الْحَالِ بِالتَّعْجِيلِ فَصَارَ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی جولاہے کو دھاگہ دیا تا کہ نصف قیمت پر اس کا کپڑا بن دے تو اس کو اجرت مثلی دی جائے گی اسی طرح جب کسی آدمی نے گدھا لیا تا کہ اس پر بعض غلہ لادے اور اسی غلہ میں سے ایک بوری اس کو اجرت دے تو یہ اجارہ فاسد ہوگا اس لئے کہ مستأجر نے اجیر کے کام کی بعض پیداوار کو اجرت مقرر کر دیا ہے تو یہ آٹا پیسنے والے کو اسی میں سے مزدوری دینے کے معنی میں ہو گیا جبکہ نبی کریم ﷺ نے بوری طحان سے منع فرمایا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی ایک بیل کرایہ پر دے تا کہ ایک بوری آٹے کے عوض وہ اس کے لئے گندم پیس دے یہ ایک بڑی اصل ہے جس سے اجارات کا بہت فساد واضح ہوتا ہے خاص کر ہمارے علاقہ میں اور اس کا سبب یہ ہے کہ مستأجر اجرت کی تسلیم سے عاجز ہے اور اجرت منسوج یا محمول یا اجیر کے فعل سے حاصل شدہ کام کا بعض حصہ ہے اور جس طرح کہ یہ امور دوسرے فعل پر موقوف ہوتے ہیں لہٰذا دوسرے کی قدرت سے مستأجر کو قادر نہیں شمار کیا جائے گا یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے کہ جب کسی آدمی نے کسی کو نصف غلہ کے عوض نصف غلہ رکھنے کے لئے اجرت پر رکھا تو اجیر کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ مستأجر نے اس کو نقد مزدوری دے دی ہے لہٰذا وہ غلہ ان دونوں میں

مشترک ہوگا۔

مشترکہ غلہ اٹھانے میں اجیر کے لئے اجرت نہ ہونے کا بیان

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِحَمْلِ طَعَامٍ مُشْتَرَكٍ بَيْنَهُمَا لَا يَجِبُ الْأَجْرُ لِأَنَّ مَا مِنْ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا وَهُوَ عَامِلٌ لِنَفْسِهِ فِيهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ تَسْلِيمُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ .

قَالَ (وَلَا يُجَاوِزُ بِالْأَجْرِ قَفِيزًا) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا فَسَدَتِ الْإِجَارَةُ فَالْوَاجِبُ الْأَقَلُّ مَا سَمَّى وَمِنْ أَجْرِ الْمِثْلِ ؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِحَطِّ الزِّيَادَةِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَكَا فِي الِاحْتِطَابِ حَيْثُ يَجِبُ الْأَجْرُ بَالِغًا مَا بَلَغَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ الْمُسَمَّى هُنَاكَ غَيْرُ مَعْلُومٍ فَلَمْ يَصِحَّ الْحَطُّ .

جب کسی نے اپنے شریک کو مشترک غلہ اٹھانے کے لئے اجرت پر رکھا تو اجیر کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جو مقدار بھی اٹھائے گا وہ اس میں اپنا کام کرنے والا ہوگا اور معقود علیہ کی تسلیم ثابت نہیں ہوگی اور ایک بوری سے زیادہ اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جب اجارہ فاسد ہوگیا تو اجرت مثلی اور اجرت مسمی میں سے جو کم ہوگا وہ واجب ہوگا اس لئے کہ مالک خود ہی زیادتی کو ختم کرنے پر راضی ہوگیا ہے یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے کہ جب دو آدمیوں نے مل کر لکڑیاں جمع کی اور ان میں سے باندھنے والے کو اجرت مثلی ملے گی چاہے یہ کتنی بھی کم ہو یہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجر مسمی معلوم نہیں ہے لہٰذا کم کرنا بھی درست نہیں ہے۔

روٹی پکوانے کے لئے اجرت پر آدمی کو رکھنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَخْبِزَ لَهُ هٰذِهِ الْعَشَرَةَ الْمَخَاتِيمَ مِنَ الدَّقِيقِ الْيَوْمَ بِدِرْهَمٍ فَهُوَ فَاسِدٌ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِي الْإِجَارَاتِ : هُوَ جَائِزٌ) ؛ لِأَنَّهُ يَجْعَلُ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ عَمَلًا وَيَجْعَلُ ذِكْرَ الْوَقْتِ لِلِاسْتِعْجَالِ تَصْحِيحًا لِلْعَقْدِ فَتَرْتَفِعُ الْجَهَالَةُ . وَلَهُ أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ مَجْهُولٌ لِأَنَّ ذِكْرَ الْوَقْتِ يُوجِبُ كَوْنَ الْمَنْفَعَةِ مَعْقُودًا عَلَيْهَا وَذِكْرَ الْعَمَلِ يُوجِبُ كَوْنَهُ مَعْقُودًا عَلَيْهِ وَلَا تَرْجِيحَ، وَنَفْعُ الْمُسْتَأْجِرِ فِي الثَّانِي وَنَفْعُ الْأَجِيرِ فِي الْأَوَّلِ فَيُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَصِحُّ الْإِجَارَةُ إِذَا قَالَ : فِي الْيَوْمِ، وَقَدْ سَمَّى عَمَلًا ؛ لِأَنَّهُ لِلظَّرْفِ فَكَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَمَلَ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ الْيَوْمَ وَقَدْ مَرَّ مِثْلُهُ فِي الطَّلَاقِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی روٹی لگانے والا اجرت پر رکھا تا کہ وہ ایک درہم کے عوض آج ہی اس کو دس سیر کی

رانیاں بیکار ہے تو یہ اجارہ فاسد ہو جائے گا یہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ اجارات میں یہ جائز ہے اس لئے کہ عقد کے درست ہونے کے لئے عمل کو معقود علیہ قرار دیا جائے گا اور وقت کے بیان کو جلدی کرنے پر محمول کیا جائے گا اور جہالت ختم ہو جائے گی۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں معقود علیہ مجہول ہے اس لئے کہ وقت بیان کرنے سے منفعت کا معقود علیہ ہونا لازم آتا ہے اور عمل کے تذکرے سے اس کا معقود علیہ ہونا لازم آتا ہے اور یہاں کسی کے لئے ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے دوسرے میں مستأجر کا فائدہ ہے جبکہ پہلے میں مزدور کا فائدہ ہے لہٰذا یہ صورت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مستأجر نے فی الیوم کہا ہو اور عمل کی تعین کر دی ہو اس لئے کہ فی ظرف کے لئے ہے لہٰذا معقود علیہ عمل ہوگا اس کے الیوم کہنے کے خلاف اور کتاب الطلاق میں اس کی مثال گزر چکی ہے۔

مستأجر کے ہل چلانے کی شرط زمین لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ اَرْضًا عَلٰى اَنْ يَكْرُبَهَا وَيَزْرَعَهَا اَوْ يَسْقِيَهَا وَيَزْرَعَهَا فَهُوَ جَائِزٌ) ؛ لِاَنَّ الزِّرَاعَةَ مُسْتَحَقَّةٌ بِالْعَقْدِ، وَلَا تَتَاَتّٰى الزِّرَاعَةُ اِلَّا بِالسَّقْيِ وَالْكِرَابِ . فَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُسْتَحَقًّا . وَكُلُّ شَرْطٍ هٰذِهِ صِفَتُهُ يَكُونُ مِنْ مُقْتَضَيَاتِ الْعَقْدِ فَذِكْرُهُ لَا يُوجِبُ الْفَسَادَ (فَاِنْ اشْتَرَطَ اَنْ يُثَنِّيَهَا اَوْ يُكْرِيَ اَنْهَارَهَا اَوْ يُسَرْقِنَهَا فَهُوَ فَاسِدٌ) ؛ لِاَنَّهُ يَبْقٰى اَثَرُهُ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ، وَاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُقْتَضَيَاتِ الْعَقْدِ، وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِاَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ .

وَمَا هٰذَا حَالُهُ يُوجِبُ الْفَسَادَ ؛ لِاَنَّ مُؤَجِّرَ الْاَرْضِ يَصِيرُ مُسْتَاْجِرًا مَنَافِعَ الْاَجِيرِ عَلٰى وَجْهٍ يَبْقٰى بَعْدَ الْمُدَّةِ فَيَصِيرُ صَفْقَتَانِ فِي صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ . ثُمَّ قِيلَ : الْمُرَادُ بِالتَّثْنِيَةِ اَنْ يَرُدَّهَا مَكْرُوبَةً وَلَا شُبْهَةَ فِي فَسَادِهِ . وَقِيلَ اَنْ يَكْرُبَهَا مَرَّتَيْنِ، وَهٰذَا فِي مَوْضِعٍ تُخْرِجُ الْاَرْضُ الرِّيعَ بِالْكِرَابِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَالْمُدَّةُ سَنَةٌ وَاحِدَةٌ، وَاِنْ كَانَتْ ثَلَاثَ سِنِينَ لَا تَبْقٰى مَنْفَعَتُهُ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِكَرْيِ الْاَنْهَارِ الْجَدَاوِلَ بَلْ الْمُرَادُ مِنْهَا الْاَنْهَارُ الْعِظَامُ هُوَ الصَّحِيحُ ؛ لِاَنَّهُ تَبْقٰى مَنْفَعَتُهُ فِي الْعَامِ الْقَابِلِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے اس شرط پر زمین کرایہ پر لی کہ اس میں مستأجر ہی ہل چلا کر بوئے گا اور پانی ڈالے گا تو یہ اجارہ جائز ہے اس لئے کہ عقد اجارہ سے کھیتی کرنا ثابت ہو چکا ہے اور جوتے اور پانی ڈالے بغیر کھیتی ممکن نہیں ہے لہٰذا یہ دونوں چیزیں عقد سے حقدار اور ثابت ہوں گی اور ہر وہ شرط جس کی یہ صفت ہو وہ عقد کے تقاضہ میں سے ہوگی اور اس کا تذکرہ فساد عقد کا موجب نہیں ہوگا اور جب مستأجر نے یہ شرط لگا دی کہ میں دوبارہ کھیتی کروں گا یا اس کی نہر کو گہرا کرے گا یا اس میں کھاد اور گوبر ڈالے گا اجارہ فاسد ہوگا اس لئے کہ مدت پوری ہونے کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے اور یہ شرائط تقاضہ عقد میں سے نہیں ہیں اور ان

میں عاقدین میں سے ایک کا فائدہ ہوتا ہے اور جو شرط اس حالت میں ہو وہ فساد عقد کا موجب ہوتی ہے اور اس لئے کہ ان شرطوں کے سبب موجر اجیر سے ایسا منافع اجارہ پر لینے والا ہوگا کہ مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد بھی وہ منافع باقی رہتا ہے اور صفقہ واحدہ میں دو صفقے جمع ہو جائیں گے حالانکہ اس سے منع کیا گیا ہے پس کہا گیا ہے کہ دوبارہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کرایہ دار زمین جوت کر مالک کو واپس کر دے اور اس شرط کے فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مستأجر دو بار اس کو جوت کر اس میں اناج بوئے اور یہ شرط اس صورت میں فاسد ہوگی جہاں ایک ہی مرتبہ جوتنے سے زمین غلہ پیدا کرتی ہو اور مدت اجارہ بھی ایک سال ہی ہو اور جب اجارہ کی مدت تین سال ہو تو اس میں دو بار جوتنے سے بھی اس کو منفعت باقی نہیں رہے گی۔ اور نہریں کھودنے سے چھوٹی چھوٹی نالیاں مراد ہیں یہی درست ہے اس لئے کہ آئندہ سال بھی اس کی منفعت باقی رہے گی۔

زراعت کے بدلے زراعت کرنے کے لئے زمین کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَاِنْ اسْتَاْجَرَهَا لِيَزْرَعَهَا بِزِرَاعَةِ اَرْضٍ اُخْرٰى فَلَا خَيْرَ فِيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : هُوَ جَائِزٌ، وَعَلٰى هٰذَا اِجَارَةُ السُّكْنٰى بِالسُّكْنٰى وَاللُّبْسِ بِاللُّبْسِ وَالرُّكُوْبِ بِالرُّكُوْبِ .

اَنَّ الْمَنَافِعَ بِمَنْزِلَةِ الْاَعْيَانِ حَتّٰى جَازَتِ الْاِجَارَةُ بِاُجْرَةِ دَيْنٍ وَلَا يَصِيْرُ دَيْنًا بِدَيْنٍ، وَلَنَا اَنَّ الْجِنْسَ بِانْفِرَادِهِ يُحَرِّمُ النَّسَاءَ عِنْدَنَا فَصَارَ كَبَيْعِ الْقُوْهِيِّ بِالْقُوْهِيِّ نَسِيْئَةً وَاِلٰى هٰذَا اَشَارَ مُحَمَّدٌ، وَلِاَنَّ الْاِجَارَةَ جُوِّزَتْ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ لِلْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اخْتَلَفَ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دوسرے کی زمین کی کھیتی کے بدلے کھیتی کرنے کے لئے کسی کی زمین کرایہ پر لی تو یہ بے فائدہ ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اسی حکم پر رہائش کے بدلے رہائش اور سواری کے بدلے سواری اور کپڑے کے بدلے کپڑا لینا ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے منافع اعیان کے درجہ میں ہے حتی کہ دین کی اجرت مقرر کر کے اجارہ جائز ہے اور دین کے بدلے دین کا اجارہ درست نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ جنس کے بدلے جنس کا ادھار حرام ہے تو یہ ایسا ہو گیا جس طرح کہ کوہستانی کپڑے کو کوہستانی کپڑے کے عوض بیچا ہو۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اس لئے کہ حاجت کی بناء پر خلاف قیاس اجارہ کو جائز قرار دیا گیا ہے اور جنس کے ایک ہونے کی صورت میں ضرورت نہیں پائی جاتی اس صورت کے خلاف کہ جب جنس کی منفعت میں اختلاف ہو۔

مشترکہ اجیر کے لئے اجرت نہ ہونے کا بیان

قَالَ : (وَاِذَا كَانَ الطَّعَامُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَاسْتَاْجَرَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ اَوْ حِمَارَ صَاحِبِهِ عَلٰى اَنْ يَحْمِلَ نَصِيْبَهُ فَحَمَلَ الطَّعَامَ كُلَّهُ فَلَا اَجْرَ لَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَهُ الْمُسَمّٰى ؛ لِاَنَّ الْمَنْفَعَةَ عَيْنٌ عِنْدَهُ وَبَيْعُ الْعَيْنِ شَائِعًا جَائِزٌ، وَصَارَ كَمَا اِذَا اسْتَاْجَرَ دَارًا مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهٖ

لِيَضَعَ فِيهَا الطَّعَامَ أَوْ عَبْدًا مُشْتَرَكًا لِيَخِيطَ لَهُ الثِّيَابَ وَلَنَا أَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُ لِعَمَلٍ لَا وُجُودَ لَهُ ؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ فِعْلٌ حِسِّيٌّ لَا يُتَصَوَّرُ فِي الشَّائِعِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ حُكْمِيٌّ، وَإِذَا لَمْ يُتَصَوَّرْ تَسْلِيمُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ لَا يَجِبُ الْأَجْرُ، وَلِأَنَّ مَا مِنْ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا وَهُوَ شَرِيكٌ فِيهِ فَيَكُونُ عَامِلًا لِنَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّسْلِيمُ، بِخِلَافِ الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ هُنَالِكَ الْمَنَافِعُ وَيَتَحَقَّقُ تَسْلِيمُهَا بِدُونِ وَضْعِ الطَّعَامِ، وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ إِنَّمَا هُوَ مِلْكُ نَصِيبِ صَاحِبِهِ وَأَنَّهُ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ يُمْكِنُ إِيقَاعُهُ فِي الشَّائِعِ .

فرمایا کہ جب غلہ دو آدمیوں میں مشترک ہو اور دونوں میں سے ایک شریک نے دوسرے شریک کو یا ایک کے گدھے کو اس کام کے لئے کرائے پر لیا کہ اجیر مستأجر کے حصے کا غلہ اٹھا کر کہیں پہنچا دے اور اس نے پوا غلہ اٹھا کر منتقل کر دیا تو اس کو اجرت نہیں ملے گی حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اجیر کو اجرت مسمی دی جائے گی اس لئے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک منفعت عین ہوتی ہے اور عین مشترک کو بیچنا جائز ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی نے غلہ رکھنے کے لئے ایسا گھر کرایہ پر لیا جو اس کے اور دوسرے آدمی کے درمیان مشترک ہو یا کپڑے سلانے کے لئے عبد مشترک کو اجارہ پر لیا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ شریک نے دوسرے شریک واس کام پر اجارہ کے لئے رکھا ہے جس کام میں ان کے درمیان کوئی تمیز نہیں ہے اس لئے کہ بابرادری ایک حسی فعل ہے اور یہ مشترک چیز میں ممکن نہیں ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ وہ حکمی تصرف ہیاور جب معقود علیہ کی تسلیم ممکن نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اجرت بھی واجب نہیں ہوگی اور اس لئے کہ اجیر جو بھی حصہ اٹھائے گا اس میں وہ مستأجر کا شریک ہوگا اور وہ اپنی ذات کے لئے کام کرنے والا ہوگا اور تسلیم معقود علیہ ثابت نہیں ہے مشترک گھر کے خلاف اس لئے کہ وہاں معقود علیہ منافع ہوتے ہیں اور اس میں غلہ رکھے بغیر بھی اس کی تسلیم ممکن ہے اور غلام کیخلاف اس لئے کہ اس میں معقود علیہ ساتھی کے حصہ کی ملکیت ہے اور یہ حکمی فعل ہے جسکو غیر مقسوم میں ثابت کیا جاتا ہے۔

کرائے پر لی گئی زمین میں وضاحت نہ کرنے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ يَزْرَعُهَا أَوْ أَيَّ شَيْءٍ يَزْرَعُهَا فَالْإِجَارَةُ فَاسِدَةٌ) ؛ لِأَنَّ الْأَرْضَ تُسْتَأْجَرُ لِلزِّرَاعَةِ وَلِغَيْرِهَا، وَكَذَا مَا يُزْرَعُ فِيهَا مُخْتَلِفٌ، فَمِنْهُ مَا يَضُرُّ بِالْأَرْضِ مَا لَا يَضُرُّ بِهَا غَيْرُهُ، فَلَمْ يَكُنْ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ مَعْلُومًا . (فَإِنْ زَرَعَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ فَلَهُ الْمُسَمَّى) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ .

وَفِي الْقِيَاسِ : لَا يَجُوزُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا . وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْجَهَالَةَ ارْتَفَعَتْ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ فَيَنْقَلِبُ جَائِزًا، كَمَا إِذَا ارْتَفَعَتْ فِي حَالَةِ الْعَقْدِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا أَسْقَطَ الْأَجَلَ الْمَجْهُولَ قَبْلَ مُضِيِّهِ وَالْخِيَارَ الزَّائِدَ فِي الْمُدَّةِ .

جب کسی آدمی نے زمین کو کرایہ پر لیا اور یہ وضاحت نہ کی کہ وہ اس میں کھیتی کرے گا یا یہ کہ کس چیز کی کھیتی کرے گا بیان نہ کیا تو اجارہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ زمین کھیتی اور غیر کھیتی دونوں کے لئے کی لی جاتی ہے پس اسی طرح جو چیز اس میں بوئی جاتی ہے وہ بھی کئی طرح کی بوئی جاتی ہے ان میں سے بعض چیزیں زمین کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں جبکہ بعض دوسری چیزیں زمین کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتی لہٰذا معقود علیہ معلوم نہیں ہوگا پس جب مستأجر نے اس زمین میں کھیتی کر لی اور اجارہ کی مدت ختم ہوگئی تو مالک کو اجرت مسمی دی جائے گی یہ حکم بطور استحسان ہے جبکہ قیاس کے مطابق یہ اجارہ جائز نہیں ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ اجارہ فاسد واقع ہوا ہے لہٰذا وہ جائز نہیں ہو سکتا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ عقد کے منتہی ہونے سے پہلے ہی جہالت ختم ہوگئی ہے اس لئے عقد جائز ہو جائے گا جس طرح کہ جب عقد کی حالت میں جہالت ختم ہو جائے اور جس طرح کہ مجہول مدت کے گزرنے سے پہلے اس کو واضح کر دیا جائے اور مدت کے اندر خیار زائد کو ساقط کر دیا جائے۔

بغداد جانے کے لئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ حِمَارًا إِلَى بَغْدَادَ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يُسَمِّ مَا يَحْمِلُ عَلَيْهِ فَحَمَلَ مَا يَحْمِلُ النَّاسُ فَنَفَقَ فِي نِصْفِ الطَّرِيقِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛لِأَنَّ الْعَيْنَ الْمُسْتَأْجَرَةَ أَمَانَةٌ فِي يَدِ الْمُسْتَأْجِرِ، وَإِنْ كَانَتْ الْأُجْرَةُ فَاسِدَةً (فَإِنْ بَلَغَ بَغْدَادَ فَلَهُ الْأَجْرُ الْمُسَمَّى اسْتِحْسَانًا) عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى (وَإِنْ اخْتَصَمَا قَبْلَ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهِ) وَفِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى قَبْلَ أَنْ يَزْرَعَ (نُقِضَتْ الْإِجَارَةُ) دَفْعًا لِلْفَسَادِ إذْ الْفَسَادُ قَائِمٌ بَعْدُ .

جب کسی نے بغداد جانے کے لئے ایک درہم کے بدلے گدھا کرایہ پر لیا لیکن جو چیز اس پر لادے گا اس کو معین نہ کیا اور پھر مستأجر نے گدھے پر وہی چیز لادی جو لوگ لادتے ہیں اور گدھا راستے میں مر گیا تو مستأجر پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ مستأجر کے پاس مستأجر چیز امانت ہوتی ہے اگر چہ اجارہ فاسد ہی کیوں نہ ہو اب اگر سامان بغداد تک پہنچ گیا تو بطور استحسان مالک اور موجر کو اجرت مسمی دی جائے گی جس طرح کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور جب گدھے پر سامان لادنے سے پہلے ہی موجر اور مستأجر میں جھگڑا ہو گیا اور پہلے مسئلے میں کھیتی کرنے سے پہلے دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو فساد کو دور کرنے کے لئے اجارہ کو ختم کر دیا جائے گا کیونکہ فساد ابھی بھی پایا جا رہا ہے۔

بَابُ ضَمَانِ الْاَجِيْرِ

﴿یہ باب ضمانت اجیر کے بیان میں ہے﴾

باب ضمانت اجیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ اجارہ اور اس کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اجارہ کے بعد والے احکام کو شروع کیا ہے اور اس میں سے ضمان بھی ہے۔ اور ضمان کے مؤخر ہونے کا سبب عام ہے کیونکہ اصل عدم ضمان ہے۔ جبکہ ضمان اصل عمل کے فوت ہونے یا کسی نقص کے سبب پائی جاتی ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ۳۲۸، بیروت)

اجیر مشترک اور اجیر خاص ہونے کا بیان

قَالَ : (الْاُجَرَاءُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ : اَجِيْرٌ مُشْتَرَكٌ، وَاَجِيْرٌ خَاصٌّ . فَالْمُشْتَرَكُ مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ الْاُجْرَةَ حَتّٰى يَعْمَلَ كَالصَّبَّاغِ وَالْقَصَّارِ) ؛ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ اِذَا كَانَ هُوَ الْعَمَلَ اَوْ اَثَرَهُ كَانَ لَهُ اَنْ يَعْمَلَ لِلْعَامَّةِ ؛ لِاَنَّ مَنَافِعَهُ لَمْ تَصِرْ مُسْتَحَقَّةً لِوَاحِدٍ، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُسَمّٰى مُشْتَرَكًا .

قَالَ (وَالْمَتَاعُ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ اِنْ هَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ شَيْئًا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ، وَيَضْمَنُهُ عِنْدَهُمَا اِلَّا مِنْ شَيْءٍ غَالِبٍ كَالْحَرِيْقِ الْغَالِبِ وَالْعَدُوِّ الْمُكَابِرِ) لَهُمَا مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا كَانَا يُضَمِّنَانِ الْاَجِيْرَ الْمُشْتَرَكَ ؛ وَلِاَنَّ الْحِفْظَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ اِذْ لَا يُمْكِنُهُ الْعَمَلُ اِلَّا بِهِ، فَاِذَا هَلَكَ بِسَبَبٍ يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ كَالْغَصْبِ وَالسَّرِقَةِ كَانَ التَّقْصِيْرُ مِنْ جِهَتِهِ فَيَضْمَنُهُ كَالْوَدِيْعَةِ اِذَا كَانَتْ بِاَجْرٍ ، بِخِلَافِ مَا لَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ كَالْمَوْتِ حَتْفَ اَنْفِهِ وَالْحَرِيْقِ الْغَالِبِ وَغَيْرِهِ ؛ لِاَنَّهُ لَا تَقْصِيْرَ مِنْ جِهَتِهِ .

وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْعَيْنَ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ ؛ لِاَنَّ الْقَبْضَ حَصَلَ بِاِذْنِهِ، وَلِهٰذَا لَوْ هَلَكَ بِسَبَبٍ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ لَمْ يَضْمَنْهُ، وَلَوْ كَانَ مَضْمُوْنًا لَضَمِنَهُ كَمَا فِي الْمَغْصُوْبِ، وَالْحِفْظُ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ تَبَعًا لَا مَقْصُوْدًا وَلِهٰذَا لَا يُقَابِلُهُ الْاَجْرُ، بِخِلَافِ الْمُوْدَعِ بِاَجْرٍ ؛ لِاَنَّ

الْحِفْظُ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ مَقْصُودًا حَتّٰى يُقَابِلَهُ الْأَجْرُ .

فرمایا کہ اجیروں کی دو اقسام ہیں۔ (۱) اجیر مشترک (۲) اجیر خاص۔ اجیر مشترک اس مزدور کو کہا جاتا ہے جو کام کرنے سے پہلے مزدوری کا حقدار نہیں بن سکتا۔ جس طرح رنگ کرنے والا اور دھوبی ہے کیونکہ اس میں کام یا اس کا اثر معقود علیہ ہے اور ایسے اجیر کو لوگوں میں کام کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ اس کا نفع کسی ایک کے لئے خاص نہیں ہوتا اسی دلیل کے سبب اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں۔

اور مشترک کہ اجیر کے پاس ہونے والا سامان یہ بطور امانت ہوتا ہے اور اگر وہ سامان ہلاک ہو گیا ہے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس مزدور پر کچھ ضمان نہ ہوگا حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

صاحبین نے کہا ہے اجیر ضامن ہوگا ہاں البتہ جب وہ سامان کی اچانک آنے والی آفت کے سبب ہلاک ہوا ہے تو اب وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح تیز آگ لگنے سے یا دشمنوں کے اچانک حملہ کرنے سے وہ سامان ہلاک ہوا ہے۔

حضرت علی المرتضٰی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما مشترکہ اجیر کو ضامن بناتے تھے صاحبین کی دلیل یہی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ سامان کی حفاظت کرنا یہ اس پر واجب ہے۔ کیونکہ حفاظت کے سوا اس کے لئے کام کرنا ممکن نہ ہوگا۔ پس جب وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہوا ہے جس سے بچنا ممکن ہے تو جس طرح غصب اور چوری ہے تو یہ اجیر کی جانب سے سستی ہوگی لہٰذا اجیر اس کے سامان کا ضامن ہوگا۔ جس طرح طرح اجرت پر رکھی ہوئی چیز ودیعت میں ہلاک ہو جائے مودَع ضامن ہوا کرتا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ مال کسی ایسے سبب ہلاک ہوا ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ جس طرح بطور رکھی گئی بکری جب خود ہی مر جائے یا تیز آگ لگنے کے سبب ہلاک ہو جائے تو اجیر ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کی موت آنے میں اس کی جانب سے کوئی سستی نہیں پائی گئی۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مشترکہ اجیر کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ بطور امانت ہوا کرتی ہے کیونکہ اجیر اس پر مستأجر کے اذن سے قبضہ کرنے والا ہے لہٰذا اگر یہ سامان کسی ایسے سبب سے ہلاک ہو جائے کہ جس سے بچنا ممکن نہ تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ سامان اس کے پاس بطور ضمانت ہوتا تو ہلاکت کی صورت میں تب وہ ضامن ہوتا جس طرح غصب کردہ مال کا حکم ہے۔ جبکہ اس سامان کی حفاظت یہ بطور تبع اس پر واجب ہوتا ہے بطور قصد نہیں ہے۔ لہٰذا حفاظت کے مقابلے میں اجرت نہیں ہوا کرتی۔ بہ خلاف مودَع بہ اجرت کے کیونکہ اس پر بطور قصد حفاظت واجب ہوا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مقابلے میں اس کو اجرت ملا کرتی ہے۔

اجیر کے عمل کے سبب سے چیز ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَمَا تَلِفَ بِعَمَلِهِ، فَتَخْرِيقُ الثَّوْبِ مِنْ دَقِّهِ وَزَلَقُ الْحَمَّالِ وَانْقِطَاعُ الْحَبْلِ الَّذِي يَشُدُّ بِهِ الْمُكَارِي الْحِمْلَ وَغَرَقُ السَّفِينَةِ مِنْ مَدِّهِ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ) .

وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ أَمَرَهُ بِالْفِعْلِ مُطْلَقًا فَيَنْتَظِمُهُ بِنَوْعَيْهِ

الْمَعِيبِ وَالسَّلِيمِ وَصَارَ كَأَجِيرِ الْوَحْدِ وَمُعِينِ الْقَصَّارِ .

وَلَنَا أَنَّ الدَّاخِلَ تَحْتَ الْإِذْنِ مَا هُوَ الدَّاخِلُ تَحْتَ الْعَقْدِ، وَهُوَ الْعَمَلُ الْمُصْلِحُ ، لِأَنَّهُ هُوَ الْوَسِيلَةُ إِلَى الْأَثَرِ وَهُوَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ حَقِيقَةً، حَتَّى لَوْ حَصَلَ بِفِعْلِ الْغَيْرِ يَجِبُ الْأَجْرُ فَلَمْ يَكُنِ الْمُفْسِدُ مَأْذُونًا فِيهِ، بِخِلَافِ الْمُعِينِ ، لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ فَلَا يُمْكِنُ تَقْيِيدُهُ بِالْمُصْلِحِ ، لِأَنَّهُ يَمْتَنِعُ عَنِ التَّبَرُّعِ، وَفِيمَا نَحْنُ فِيهِ يَعْمَلُ بِالْأَجْرِ فَأَمْكَنَ تَقْيِيدُهُ .

وَبِخِلَافِ أَجِيرِ الْوَحْدِ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَانْقِطَاعُ الْحَبْلِ مِنْ قِلَّةِ اهْتِمَامِهِ فَكَانَ مِنْ صَنِيعِهِ قَالَ : (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُضَمَّنُ بِهِ بَنِي آدَمَ مِمَّنْ غَرِقَ فِي السَّفِينَةِ أَوْ سَقَطَ مِنَ الدَّابَّةِ وَإِنْ كَانَ بِسَوْقِهِ وَقَوْدِهِ) ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ ضَمَانُ الْآدَمِيِّ . وَأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِالْعَقْدِ . وَإِنَّمَا يَجِبُ بِالْجِنَايَةِ وَلِهَذَا يَجِبُ عَلَى الْعَاقِلَةِ، وَضَمَانُ الْعُقُودِ لَا تَتَحَمَّلُهُ الْعَاقِلَةُ .

اور جو چیز اجیر کے کام کے سبب ہلاک ہو جائے جس طرح اس کے پھٹنے سے کپڑا اپھٹ جائے یا بوجھ اٹھانے والے کا پھسل جانا ہے۔ یا کرائے والے نے جس رسی کو لیا ہے اس کا ٹوٹ جانا ہے یا ملاح کے کھینچنے کے سبب کشتی کا ڈوب جانا ہے ان تمام چیزوں کی ضمانت اجیر پر ہوگی۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے اجیر پر ضمانت نہ ہوگی کیونکہ ان چیزوں کے مالکوں نے مطلق طور پر ان کو کام کرنے کا حکم دیا ہوا ہے پس ان کا حکم دینا یہ درست عیب دونوں طرح کی اقسام کو شامل ہوگا پس یہ اجیر خاص اور دھوبی کی مدد کرنے والے کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اجازت کے تحت اسی چیز کو شامل سمجھا جائے گا جو چیز عقد کے تحت داخل ہوگی۔ جبکہ وہ ٹھیک کام کا ہونا ہے کیونکہ درست طریقے سے کام کرنا ہی حقیقت میں معقود علیہ کا سبب ہے یہاں تک کہ جب دوسرے عمل سے معقود علیہ حاصل ہو تب بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی پس اس میں ناقص کام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ بہ خلاف مدد کرنے والے کے کیونکہ وہ احسان کرنے والا ہے جبکہ احسان کو درستگی کے ساتھ مقید کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ قید احسان کرنے سے روکنے والی ہے۔ اور جس مسئلہ میں ہماری بحث ہے اس میں تو اجیر اجارت لے کر کام کرنے والا ہے پس اس کو صحیح سے مقید کرنا ممکن ہے بہ خلاف اجیر خاص کے۔ اور اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور باندھنے والی رسی عدم التفات کے سبب ٹوٹتی ہے اور یہ اجیر کے عمل سے ہوا ہے۔ اور جب کوئی آدمی کشتی میں ڈوب کر فوت ہو جائے یا سواری گر جائے تو ملاح اور کشتی کو چلانے والا یہ ضامن نہ ہوں گے اگر چہ سواری یا کشتی کو چلانے والے عمل کے سبب موت واقع ہوئی ہو کیونکہ ضمان تو اس وقت واجب ہوتا ہے۔ (جب یہ عقد ہو) حالانکہ یہاں ضمان کا عقد کے سبب واجب نہیں ہوا کرتا بلکہ جنایت کے سبب واجب ہوتا ہے اسی دلیل کے سبب یہ ضمان معاونت کرنے والے پر واجب ہوگا حالانکہ معاونت کرنے والا عقد کی ضمانت نہیں دیتا۔

فرات سے پانی کا مٹکا اٹھانے پر اجیر لگانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا اسْتَأْجَرَ مَنْ يَحْمِلُ لَهُ دَنًّا مِنَ الْفُرَاتِ فَوَقَعَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَانْكَسَرَ، فَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي حَمَلَهُ وَلَا أَجْرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي انْكَسَرَ وَأَعْطَاهُ الْأَجْرَ بِحِسَابِهِ) أَمَّا الضَّمَانُ فَلِمَا قُلْنَا، وَالسُّقُوطُ بِالْعِثَارِ أَوْ بِانْقِطَاعِ الْحَبْلِ وَكُلُّ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعِهِ، وَأَمَّا الْخِيَارُ فَلِأَنَّهُ إِذَا انْكَسَرَ فِي الطَّرِيقِ، وَالْحَمْلُ شَيْءٌ وَاحِدٌ تَبَيَّنَ أَنَّهُ وَقَعَ تَعَدِّيًا مِنَ الِابْتِدَاءِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

وَلَهُ وَجْهٌ آخَرُ وَهُوَ أَنَّ ابْتِدَاءَ الْحَمْلِ حَصَلَ بِإِذْنِهِ فَلَمْ يَكُنْ تَعَدِّيًا، وَإِنَّمَا صَارَ تَعَدِّيًا عِنْدَ الْكَسْرِ فَيَمِيلُ إِلَى أَيِّ الْوَجْهَيْنِ شَاءَ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي لَهُ الْأَجْرُ بِقَدْرِ مَا اسْتَوْفَى، وَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا أَجْرَ لَهُ ؛ لِأَنَّهُ مَا اسْتَوْفَى أَصْلًا .

اور جب کسی شخص نے کسی آدمی کو اس لئے اجرت پر لیا ہے وہ فرات سے پانی کا گھڑا بھر کر اس کی جگہ پر پہنچا دے اور وہ گھڑا راستے میں گر کر ٹوٹ گیا ہے تو مستأجر کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اجیر کو اس جگہ کی قیمت کا ضامن بنائے جہاں سے اس نے وہ گھڑا اٹھایا ہے اور اس کو اجرت نہ دے اور اگر وہ چاہے تو جہاں گھڑا ٹوٹا ہے وہاں کی قیمت کا ضامن بنائے اور اسی حساب سے اس کو اجرت دیدے۔ ہاں البتہ ضمان ہونے کے وجوب کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور وہ گھڑا اگر چہ اس کے پھسلنے سے گرا ہے یا پھر وہ رسی کے ٹوٹ جانے کے سبب گر گیا ہے دونوں صورتوں میں اس کے عمل سے گرنے والا ہے۔ اور مستأجر کو اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ جب گھڑا راستے میں ٹوٹا ہے اور اس کو اٹھانے والا بھی ایک ہے تو یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس نے یہ زیادتی شروع سے کی ہے اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اٹھانے کی ابتداء مستأجر کی اجازت سے ہوئی ہے۔ پس زیادتی شروع میں نہ ہوگی۔ بلکہ ٹوٹنے کے وقت سے زیادتی شمار کی جائے گی۔ پس مستأجر کو اختیار ہوگا جس کو چاہے اختیار کرلے۔ جبکہ دوسری صورت میں کام کرنے کے حساب سے اجیر کو اجرت مل جائے گی اور اس کو پہلی صورت میں اجرت نہ ملے گی کیونکہ اس مستأجر نے اجیر سے کوئی کام بھی حاصل نہیں کیا ہے۔

سرجن وڈاکٹر سے فصد لگوانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا فَصَدَ الْفَصَّادُ أَوْ بَزَغَ الْبَزَّاغُ وَلَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَوْضِعَ الْمُعْتَادَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِيمَا عَطِبَ مِنْ ذَلِكَ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : بَيْطَارٌ بَزَغَ دَابَّةً بِدَانِقٍ فَنَفَقَتْ أَوْ حَجَّامٌ حَجَمَ عَبْدًا بِأَمْرِ مَوْلَاهُ فَمَاتَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْعِبَارَتَيْنِ نَوْعُ بَيَانٍ .

وَوَجْهُهُ أَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنِ السِّرَايَةِ لِأَنَّهُ يُبْتَنَى عَلَى قُوَّةِ الطِّبَاعِ وَضَعْفِهَا فِي تَحَمُّلِ

الْأَلَمِ فَلَا يُمْكِنُ التَّقْيِيدُ بِالْمُصْلِحِ مِنَ الْعَمَلِ، وَلَا كَذٰلِكَ دَقُّ الثَّوْبِ وَنَحْوُهُ مِمَّا قَدَّمْنَاهُ؛ لِأَنَّ قُوَّةَ الثَّوْبِ وَرِقَّتَهُ تُعْرَفُ بِالِاجْتِهَادِ فَأَمْكَنَ الْقَوْلُ بِالتَّقْيِيدِ.

اور جب کسی حکیم نے کسی کا زخم کاٹ دیا ہے یا کسی ڈاکٹر نے جانور کی رگ میں نشتر لگا دیا ہے اور وہ معین حد سے بڑھا نہیں ہے اور اگر وہ جانور اس ہلاک ہو جائے تو حکیم اور ڈاکٹر پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔

جامع صغیر میں ہے جب جانوروں کے ڈاکٹر نے ایک چھوٹے درہم کے بدلے میں کسی جانور کو نشتر لگا دیا ہے اور وہ جانور مر گیا ہے یا کسی حجام نے کسی غلام کے مالک کے حکم سے اس غلام کو پچھنہ لگایا اور اس سے غلام مر گیا ہے تو اس پر ضمان نہ ہوگا اور دونوں عبارات میں مسئلہ ایک ہی طرح بیان کیا گیا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ زخم کے سرایت کر جانے سے عمل سے بچنا یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ تکالیف برداشت کرنے میں مریضوں کی طبائع میں قوت وکمزوری پر مبنی ہوتا ہے پس اس کام کا اچھائی کے ساتھ ہونے کے مقید کرنا ممکن نہ ہوگا جبکہ کپڑا نچوڑ دینا یہ دوسرے کام اس طرح نہیں ہیں کیونکہ کپڑے کی قوت وکمزوری کا علم کوشش سے کیا جا سکتا ہے۔ پس اس کو مقید کرنا ممکن ہے۔

اجیر خاص کا مدت اجرت میں سپرد ہو جانے کا بیان

قَالَ: (وَالْأَجِيرُ الْخَاصُّ الَّذِي يَسْتَحِقُّ الْأُجْرَةَ بِتَسْلِيمِ نَفْسِهِ فِي الْمُدَّةِ وَإِنْ لَمْ يَعْمَلْ كَمَنْ اُسْتُؤْجِرَ شَهْرًا لِلْخِدْمَةِ أَوْ لِرَعْيِ الْغَنَمِ) وَإِنَّمَا سُمِّيَ أَجِيرَ وَحْدٍ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ أَنْ يَعْمَلَ لِغَيْرِهِ؛ لِأَنَّ مَنَافِعَهُ فِي الْمُدَّةِ صَارَتْ مُسْتَحَقَّةً لَهُ وَالْأَجْرُ مُقَابَلٌ بِالْمَنَافِعِ، وَلِهٰذَا يَبْقَى الْأَجْرُ مُسْتَحَقًّا، وَإِنْ نَقَضَ الْعَمَلَ.

اور اجیر خاص وہ مزدور ہے جو مزدوری کی مدت میں اپنے آپ کو حوالے کر کے مزدوری کا حقدار بن جاتا ہے خواہ وہ کام نہ بھی کرے۔ جس طرح وہ بندہ جس کو ایک مہینے تک کام کرنے یا بکری کو چرانے کے لئے مزدوری پر لیا جائے اور اس کو اجیر خاص اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس کے لئے دوسرے کام کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ مدت اجارہ میں اجیر کے منافع مستاجر کے لئے خاص ہوتے ہیں اور مزدوری منافع ہی کا بدل ہے کیونکہ ثابت رہتی ہے خواہ عمل کو ختم کر دیا جائے۔

اجیر خاص پر ضمان نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَلَا ضَمَانَ عَلَى الْأَجِيرِ الْخَاصِّ فِيمَا تَلِفَ فِي يَدِهِ وَلَا مَا تَلِفَ مِنْ عَمَلِهِ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الْعَيْنَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ؛ لِأَنَّهُ قَبَضَ بِإِذْنِهِ، وَهٰذَا ظَاهِرٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا؛ لِأَنَّ تَضْمِينَ الْأَجِيرِ الْمُشْتَرَكِ نَوْعُ اسْتِحْسَانٍ عِنْدَهُمَا لِصِيَانَةِ أَمْوَالِ النَّاسِ، وَالْأَجِيرُ الْوَحْدُ لَا يَتَقَبَّلُ الْأَعْمَالَ فَتَكُونُ السَّلَامَةُ غَالِبَةً فَيُؤْخَذُ فِيهِ الْقِيَاسُ، وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ مَتَى صَارَتْ مَمْلُوكَةً لِلْمُسْتَأْجِرِ فَإِذَا أَمَرَهُ بِالتَّصَرُّفِ فِي مِلْكِهِ صَحَّ وَيَصِيرُ نَائِبًا مَنَابَهُ فَيَصِيرُ

فِعْلُهٗ مَنْقُوْلًا اِلَیْهِ کَاَنَّهٗ فَعَلَ بِنَفْسِهٖ فَلِهٰذَا لَا یَضْمَنُهٗ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ اور جب کوئی چیز اجیر خاص کے قبضہ سے ہلاک ہو یا جو چیز اس کے عمل سے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہ ہوگا اس کی پہلی صورت میں ضمان نہ ہونا اس دلیل کے سبب سے ہے کہ عین اس کے پاس امانت ہے کیونکہ اجیر اس پر قبضہ مستاجر کی اجازت سے کرنے والا ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ ان کے نزدیک اجیر خاص سے ضمان لینا ایک طرح احسان ہے تاکہ عوام کے اموال کی حفاظت ہو اور اجیر خاص دوسرے کام نہیں کرتا پس عمومی طور پر اس کا مال محفوظ رہتا ہے پس اس کے بارے میں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

اور دوسری صورت میں ضمان کا نہ ہونا اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب منافع مستاجر کے ہیں تو اس کا اپنی ملکیت میں تصرف کا حکم دینا درست ہے اور اجیر مستاجر کے قائم مقام ہوگا اور اس کا عمل مستاجر کی جانب منتقل کر دیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ کہ وہ کام خود مستاجر نے کیا ہے پس اسی سبب سے اجیر پر ضمان نہ ہوگا۔

بَابُ الْاِجَارَةِ عَلٰى اَحَدِ الشَّرْطَيْنِ

﴿یہ باب شرائط میں ایک شرط پر اجارہ کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب شرطین سے ایک شرط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے ایک شرط پر ہونے والے اجارہ کو بیان کیا ہے۔اوراب یہاں سے دوشرائط والے اجارہ کو بیان کررہے ہیں۔اور شرط واحد کا تقدم علی شرط اثنین کی بحث عام ہے۔لہذا یہاں بھی اسی تقدم وتاخر کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔(البنایہ شرح الھدایہ، کتاب اجارہ، ملتان)

مختلف ڈیزائن وورائٹی کی شرط پر سلوائی کا بیان

(وَاِذَا قَالَ لِلْخَيَّاطِ اِنْ خِطْتَ هٰذَا الثَّوْبَ فَارِسِيًّا فَبِدِرْهَمٍ، وَاِنْ خِطْته رُومِيًّا فَبِدِرْهَمَيْنِ جَازَ، وَاَيَّ عَمَلٍ مِنْ هٰذَيْنِ الْعَمَلَيْنِ عَمِلَ اسْتَحَقَّ الْاَجْرَ بِهِ) وَكَذَا اِذَا قَالَ لِلصَّبَّاغِ اِنْ صَبَغْته بِعُصْفُرٍ فَبِدِرْهَمٍ، وَاِنْ صَبَغْتَهُ بِزَعْفَرَانٍ فَبِدِرْهَمَيْنِ، وَكَذَا اِذَا خَيَّرَهُ بَيْنَ شَيْئَيْنِ بِاَنْ قَالَ : آجَرْتُك هٰذِهِ الدَّارَ شَهْرًا بِخَمْسَةٍ اَوْ هٰذِهِ الدَّارَ الْاُخْرٰى بِعَشَرَةٍ، وَكَذَا اِذَا خَيَّرَهُ بَيْنَ مَسَافَتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ بِاَنْ قَالَ : آجَرْتُك هٰذِهِ الدَّابَّةَ اِلَى الْكُوفَةِ بِكَذَا اَوْ اِلٰى وَاسِطَ بِكَذَا، وَكَذَا اِذَا خَيَّرَهُ بَيْنَ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ، وَاِنْ خَيَّرَهُ بَيْنَ اَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ لَمْ يَجُزْ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ الْبَيْعُ وَالْجَامِعُ دَفْعُ الْحَاجَةِ، غَيْرَ اَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ اشْتِرَاطِ الْخِيَارِ فِي الْبَيْعِ، وَفِي الْاِجَارَةِ لَا يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ ؛ لِاَنَّ الْاَجْرَ اِنَّمَا يَجِبُ بِالْعَمَلِ، وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَصِيرُ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ مَعْلُومًا، وَفِي الْبَيْعِ يَجِبُ الثَّمَنُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فَتَتَحَقَّقُ الْجَهَالَةُ عَلٰى وَجْهٍ لَا تَرْتَفِعُ الْمُنَازَعَةُ اِلَّا بِاِثْبَاتِ الْخِيَارِ

اور جب کسی شخص نے درزی سے کہا کہ اگر تم مجھے فارسی ڈیزائن میں یہ کپڑا سی کردو تو تجھے ایک درہم ملے گا اور اگر رومی ڈیزائن میں سی کردیا تو تجھے دو دراہم ملیں گے تو اس طرح اجارہ کرنا جائز ہے اور درزی ان دونوں کاموں میں سے جس کام کو بھی اختیار کرے گا اس کو اسی حساب سے مزدوری ملے گی۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے رنگ کرنے والے سے کہا کہ اگر تم یہ کپڑا کسم کے رنگ سے رنگ کر دو تو تمہیں ایک درہم ملے گا اور اگر زعفران سے رنگ کر دو گے تو تم کو دو دراہم ملیں گے۔

اسی طرح جب اس نے مستاجر کو اختیار دیتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ گھر ماہانہ پانچ دراہم میں دیا ہے اور یہ دوسرا گھر ماہانہ دس دراہم میں دیا ہے اور یہ حکم اس وقت بھی ہوگا جب موجر مستاجر کو دو مسافتوں کے درمیان اختیار دیتے ہوئے کہے کہ میں نے کوفہ تک لے جانے کے لئے تم کو یہ سواری دی ہے اور اس کے اتنے دراہم ہیں جبکہ واسط جگہ کے لئے اس کے اتنے دراہم ہیں۔

اور اسی طرح جب موجر مستاجر کو تین تین اشیاء میں اختیار دے البتہ جب اس نے چار چیزوں میں اختیار دیا تو یہ جائز نہ ہوگا اور ان تمام صورتوں کو بیع پر قیاس کیا جائے گا۔ اور قیاس کی جامع علت ضرورت کو دور کرنے والی ہے ہاں البتہ خیار میں تعین کی شرط لگانا لازم ہے جبکہ اجارہ میں یہ چیز بطور شرط نہیں ہے کیونکہ اجرت کام کرنے کے بعد واجب ہوتی ہے اور معقود علیہ کو بھی کام کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے جبکہ بیع میں نفس عقد کے سبب سے ہی قیمت واجب ہو جاتی ہے پس خیار کی شرط نہ لگانے کے سبب ایسی جہالت ثابت ہو جائے گی۔ کہ بغیر خیار کے جھگڑا ہی ختم نہ ہوگا۔

کام کو وقت کے تقدم و تاخر کے سبب اجرت میں کمی بیشی کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : إنْ خِطْته الْيَوْمَ فَبِدِرْهَمٍ، وَإِنْ خِطْته غَدًا فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ، فَإِنْ خَاطَهُ الْيَوْمَ فَلَهُ دِرْهَمٌ، وَإِنْ خَاطَهُ غَدًا فَلَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يُجَاوَزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهَمٍ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : لَا يُنْقَصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهَمٍ وَلَا يُزَادُ عَلَى دِرْهَمٍ . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : الشَّرْطَانِ جَائِزَانِ) قَالَ : زُفَرُ : الشَّرْطَانِ فَاسِدَانِ ؛ لِأَنَّ الْخِيَاطَةَ شَيْءٌ وَاحِدٌ، وَقَدْ ذُكِرَ بِمُقَابَلَتِهِ بَدَلَانِ عَلَى الْبَدَلِ فَيَكُونُ مَجْهُولًا، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ ذِكْرَ الْيَوْمِ لِلتَّعْجِيلِ، وَذِكْرَ الْغَدِ لِلتَّرْفِيهِ فَيَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ . وَلَهُمَا أَنَّ ذِكْرَ الْيَوْمِ لِلتَّأْقِيتِ .

وَذِكْرَ الْغَدِ لِلتَّعْلِيقِ فَلَا يَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ ؛ وَلِأَنَّ التَّعْجِيلَ وَالتَّأْخِيرَ مَقْصُودٌ فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ اخْتِلَافِ النَّوْعَيْنِ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ ذِكْرَ الْغَدِ لِلتَّعْلِيقِ حَقِيقَةً .

وَلَا يُمْكِنُ حَمْلُ الْيَوْمِ عَلَى التَّأْقِيتِ ؛ لِأَنَّ فِيهِ فَسَادَ الْعَقْدِ لِاجْتِمَاعِ الْوَقْتِ وَالْعَمَلِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَجْتَمِعُ فِي الْغَدِ تَسْمِيَتَانِ دُونَ الْيَوْمِ، فَيَصِحُّ الْيَوْمُ الْأَوَّلُ وَيَجِبُ الْمُسَمَّى، وَيَفْسُدُ الثَّانِي وَيَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُجَاوَزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهَمٍ ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُسَمَّى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لَا يُزَادُ عَلَى دِرْهَمٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهَمٍ ؛ لِأَنَّ التَّسْمِيَةَ الْأُولَى لَا تَنْعَدِمُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَتُعْتَبَرُ لِمَنْعِ الزِّيَادَةِ وَتُعْتَبَرُ التَّسْمِيَةُ الثَّانِيَةُ لِمَنْعِ النُّقْصَانِ، فَإِنْ خَاطَهُ

فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ لَا یُجَاوِزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهَمٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ الصَّحِیْحُ ، لِاَنَّهٗ اِذَا لَمْ یَرْضَ بِالتَّاْخِیْرِ اِلَی الْغَدِ فَبِالزِّیَادَةِ عَلَیْهِ اِلٰی مَا بَعْدَ الْغَدِ اَوْلٰی

اور جب مستاجر نے درزی سے کہا ہے کہ اگر تم مجھ کو کپڑے آج سی کر دو گے تو تم کو ایک درہم سلوائی کا ملے گا اور اگر تم نے کل سی کر دیئے تو تم کو نصف درہم سلوائی کا ملے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو اجرت مثلی ملے گی جو نصف درہم سے زائد نہ ہوگی جبکہ جامع صغیر میں ہے کہ اجرت مثلی یہ نصف سے کم نہ ہوگی۔ اور ایک درہم سے زائد نہ ہوگی۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں شرائط جائز ہیں جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں شرائط فاسد ہیں۔ کیونکہ سلوائی کا کام ایک طرح کا ہی ہے جس کے مقابلے میں ترتیب وار بدل دو بدل بیان ہوئے ہیں۔ لہٰذا حقیق بدل مجہول ہو جائے گا اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ دن کا ذکر جلدی کے سبب سے ہے جبکہ کل کے دن کا ذکر کرنا یہ آسانی کے لئے ہے۔ اور مسمی میں تو ہر دن ہی شامل ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے دن کا ذکر کرنا یہ مدت کو بیان کرنے کے لئے ہے جبکہ غد کا ذکر یہ تعلیق کے لئے ہے پس ہر دن میں دو مسمی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا عجلت و لیت دونوں چیزیں مقصد میں سے ہیں۔ پس اس کو دو انواع کے اختلاف کے حکم میں شمار کر لیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ غد کا ذکر تو یقیناً تعلیق کے لئے ہے جبکہ یوم کو تاقیت پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس طرح کرنے سے وقت اور عمل دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور عقد فاسد ہو جائے گا۔ اور اس صورت میں غد میں دو مسمی جمع ہو جائیں گے۔ جبکہ یوم میں نہ ہوں گے لہٰذا یوم کہنا درست ہو جائے گا یوم کی اجرت مسمی واجب ہو جائے گی۔ اور غد کا ذکر فاسد ہو جائے گا۔ اور غد میں اجرت مثلی واجب ہو جائے گی۔ جو نصف درہم سے زائد نہ ہوگی کیونکہ غد میں نصف درہم ہی اجرت مسمی ہے۔

جامع صغیر میں ہے۔ اجرت مثلی ایک درہم سے زائد اور نصف درہم سے کم نہ ہوگی۔ لہٰذا یوم ثانی میں پہلا تسمیہ معدوم نہیں ہے پس زیادتی کو روکنے کے لئے اسکا اعتبار کر لیا جائے گا اور کمی کو روکنے کے لئے دوسرے تسمیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب درزی نے وہ کپڑا تیسرے دن میں سی کر دیا ہے۔

تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی اجرت نصف درہم سے کم نہ ہوگی۔ صحیح روایت اسی طرح ہے کیونکہ نصف درہم کے بارے میں مستاجر جب کل تک کی دیر کرنے پر رضامند نہیں ہے تو کل کے بعد نصف درہم کے اضافے پر وہ کسی طرح رضامند ہو سکے گا؟

دکان میں عطار کے لئے ایک درہم کرایہ معین کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : اِنْ سَكَنْتَ فِیْ هٰذَا الدُّكَّانِ عَطَّارًا فَبِدِرْهَمٍ فِی الشَّهْرِ ، وَاِنْ سَكَنْتَهٗ حَدَّادًا فَبِدِرْهَمَیْنِ جَازَ ، وَاَیَّ الْاَمْرَیْنِ فَعَلَ اسْتَحَقَّ الْاَجْرَ الْمُسَمّٰی فِیْهِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ .

وَقَالَا : اَلْاِجَارَةُ فَاسِدَةٌ، وَكَذَا اِذَا اسْتَأْجَرَ بَيْتًا عَلٰى اَنَّهُ اِنْ سَكَّنَ فِيْهِ عَطَّارًا فَبِدِرْهَمٍ، وَاِنْ سَكَّنَ فِيْهِ حَدَّادًا فَبِدِرْهَمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا : لَا يَجُوْزُ)

اور جب مالک مستاجر سے کہہ دیا ہے کہ تم اس دکان میں کسی عطاری کو لا کر بٹھادو تو ایک درہم ماہانہ کرایہ ہوگا اور کسی لوہار کو لائے گا تو دو دراہم کرایہ ماہانہ کرایہ ہوگا تو عقد جائز ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستاجر جو کام بھی کرے گا وہ اجرت مسمی کا حقدار بن جائے گا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے۔ اور اسی طرح جب کسی شخص نے اس شرط کے ساتھ مکان کرائے پر لیا ہے کہ اگر مستاجر خود اس میں رہائش پذیر ہوگا تو اس کا کرایہ ایک درہم ہوگا اور اس نے کسی لوہار کو اس میں رکھا تو کرایہ دو دراہم ہوگا تو یہ عقد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مقام حیرہ تک جانے کے لئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً اِلَى الْحِيْرَةِ بِدِرْهَمٍ وَاِنْ جَاوَزَ بِهَا اِلَى الْقَادِسِيَّةِ فَبِدِرْهَمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ، وَيُحْتَمَلُ الْخِلَافُ وَاِنِ اسْتَأْجَرَهَا اِلَى الْحِيْرَةِ عَلٰى اَنَّهُ اِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كُرَّ شَعِيْرٍ فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ، وَاِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كُرَّ حِنْطَةٍ فَبِدِرْهَمٍ فَهُوَ جَائِزٌ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَقَالَا : لَا يَجُوْزُ) وَجْهُ قَوْلِهِمَا اَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ مَجْهُوْلٌ، وَكَذَا الْاَجْرُ اَحَدُ الشَّيْئَيْنِ، وَهُوَ مَجْهُوْلٌ وَالْجَهَالَةُ تُوْجِبُ الْفَسَادَ، بِخِلَافِ الْخِيَاطَةِ الرُّوْمِيَّةِ وَالْفَارِسِيَّةِ ؛ لِاَنَّ الْاَجْرَ يَجِبُ بِالْعَمَلِ وَعِنْدَهُ تَرْتَفِعُ الْجَهَالَةُ .

اَمَّا فِيْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ يَجِبُ الْاَجْرُ بِالتَّخْلِيَةِ وَالتَّسْلِيْمِ فَتَبْقَى الْجَهَالَةُ، وَهٰذَا الْحَرْفُ هُوَ الْاَصْلُ عِنْدَهُمَا .وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ خَيَّرَهُ بَيْنَ عَقْدَيْنِ صَحِيْحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَصِحُّ كَمَا فِيْ مَسْاَلَةِ الرُّوْمِيَّةِ وَالْفَارِسِيَّةِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ سُكْنَاهُ بِنَفْسِهِ يُخَالِفُ اِسْكَانَهُ الْحَدَّادَ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ ذٰلِكَ فِيْ مُطْلَقِ الْعَقْدِ وَكَذَا فِيْ اَخَوَاتِهَا، وَالْاِجَارَةُ تُعْقَدُ لِلِانْتِفَاعِ وَعِنْدَهُ تَرْتَفِعُ الْجَهَالَةُ، وَلَوْ اُحْتِيْجَ اِلَى الْاِيْجَابِ بِمُجَرَّدِ التَّسْلِيْمِ يَجِبُ اَقَلُّ الْاَجْرَيْنِ لِلتَّيَقُّنِ بِهِ .

اور جب کسی شخص نے مقام حیرہ تک جانے کے لئے ایک درہم میں سواری کرائے پر لے لی ہے اور جب وہ حیرہ سے بڑھ قادسیہ تک جا پہنچا ہے تو کرایہ دو دراہم ہوگا اور یہ عقد بھی جائز ہوگا مگر اس میں اختلاف کی وسعت موجود ہے۔

اور جب کسی شخص نے حیرہ تک جانے کے لئے سواری اس شرط کے ساتھ کرائے پر لی ہے کہ اگر وہ ایک من جو اس پر لادے گا تو نصف درہم کرایہ ہوگا اور اگر وہ ایک من گندم لادے گا تو کرایہ ایک درہم ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ عقد جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور ان کے قول کی دلیل یہ ہے کہ

معقود علیہ مجہول ہے جبکہ اجرت دو چیزوں میں سے ایک کی ہے اور وہ بھی مجہول ہے لہٰذا جہالت فساد کو واجب کرنے والی ہے یہ خلاف رومی وفارسی سلوائی کے کیونکہ اجرت ہمیشہ کام کرنے کے بعد واجب ہوا کرتی ہے۔(قاعدہ فقہیہ) اور اس وقت جہالت دور ہو جاتی ہے لہٰذا ان مسائل میں خالی کرنے اور سپرد کرنے کے سبب اجرت واجب ہو جائے گی جبکہ جہالت باقی رہتی ہے اور صاحبین کی بنیادی دلیل بھی یہی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موجر نے متاجر کو دو مختلف اور صحیح عقد کے درمیان اختیار دیا ہے پس اس کا یہ اختیار دینا درست ہوگا جس طرح رومی وفارسی والے مسئلہ میں درست ہے۔اور یہ حکم اس دلیل سے بھی ہے کہ متاجر کا خود اس مکان میں رہنا یہ لوہار کو رکھنے سے مختلف ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ مطلق عقد کے تحت دوسرے کو رکھنا درست نہیں ہے اور اجارہ کی دوسری صورتوں کا حکم بھی اسی طرح ہے۔کیونکہ اجارہ نفع حاصل کرنے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے جبکہ نفع کے حصول کے وقت جہالت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور جب صرف سپرد کرنے سے مزدوری کی ضروری ہو جائے تو دونوں مزدوریوں میں سے جو تھوڑی ہوگی وہ لازم ہو جائے گی۔

بَابُ اِجَارَةِ الْعَبْدِ

﴿یہ باب غلام کے اجارہ کے بیان میں ہے﴾

باب اجارہ غلام کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس طرح چیزوں کا عین اور دیگر کئی اشیاء کو اجارہ پر لیا جاتا ہے اسی طرح غلام بھی کرایہ پر لیا جاتا ہے۔ مگر غلام رقیت کے اعتبار سے اعیان سے کم درجے میں ہیں پس ان کے احکام ومسائل کو اعیان کے اجارہ کے احکام کے بعد ذکر کیا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، ملتان)

خدمت کے لئے غلام کو اجارہ پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّ خِدْمَةَ السَّفَرِ اشْتَمَلَتْ عَلَى زِيَادَةِ مَشَقَّةٍ فَلَا يَنْتَظِمُهَا الْإِطْلَاقُ، وَلِهَذَا جُعِلَ السَّفَرُ عُذْرًا فَلَا بُدَّ مِنْ اشْتِرَاطِهِ كَإِسْكَانِ الْحَدَّادِ وَالْقَصَّارِ فِي الدَّارِ، وَلِأَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْخِدْمَتَيْنِ ظَاهِرٌ، فَإِذَا تَعَيَّنَ الْخِدْمَةُ فِي الْحَضَرِ لَا يَبْقَى غَيْرُهُ دَاخِلًا كَمَا فِي الرُّكُوبِ

اور جب کسی شخص نے خدمت کے لئے غلام کو اجرت پر لیا ہے تو مستاجر کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ غلام کو سفر پر ساتھ لے کر جائے ہاں البتہ جب وہ عقد کے وقت شرط لگا دے کیونکہ سفری خدمت میں مشقت زیادہ ہوتی ہے۔ پس مطلق عقد میں یہ خدمت شامل نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب سے فسخ اجارہ کے لئے سفر کو عذر قرار دیا گیا ہے پس اس کو شروط کرنا لازم ہوگا۔ جس طرح مستاجرہ مکان میں جب لوہار اور دھوبی کو رکھنے کے لئے شرط لگانا لازم ہے کیونکہ سفر وشہر کی سہولیات میں فرق واضح ہے۔ پس جب شہر کی خدمت معین ہوگئی ہے تو اس کے سوا دوسری کوئی خدمت اس عقد میں داخل نہ ہوگی جس طرح سواریوں میں ہوا کرتا ہے۔

عبد مجور کو اجارہ پر لے جانے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا مَحْجُورًا عَلَيْهِ شَهْرًا وَأَعْطَاهُ الْأَجْرَ فَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ الْأَجْرَ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْإِجَارَةَ صَحِيحَةٌ اسْتِحْسَانًا إذَا فَرَغَ مِنْ الْعَمَلِ . وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ لِانْعِدَامِ إذْنِ الْمَوْلَى وَقِيَامِ الْحَجْرِ فَصَارَ كَمَا إذَا هَلَكَ الْعَبْدُ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ التَّصَرُّفَ نَافِعٌ عَلٰى اعْتِبَارِ الْفَرَاغِ سَالِمًا ضَارٌّ عَلٰى اعْتِبَارِ هَلَاكِ الْعَبْدِ، وَالنَّافِعُ مَاذُوْنٌ فِيْهِ كَقَبُوْلِ الْهِبَةِ، وَاِذَا جَازَ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ لِلْمُسْتَاْجِرِ اَنْ يَاْخُذَ مِنْهُ .

اور جب کسی شخص نے ایک ماہ کے لئے کوئی مجور غلام کرائے پر لیا اور اس کو اجرت بھی دے دی تو مستاجر کو اس سے وہ اجرت واپس لینے کا حق نہ ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کام کرنے سے فارغ ہو جائے تو بطور استحسان یہ اجارہ صحیح ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ اجارہ جائز نہ ہو۔ کیونکہ آقا کی اجازت نہیں ہے اور اس پر پابندی بھی لگائی گئی ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح وہ غلام فوت ہو چکا ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ غلام درست طریقے سے کام کر کے فارغ ہو جائے تو آقا کے حق میں یہ تصرف فائدے مند ہوگا مگر جب غلام فوت ہو جائے تو یہ تصرف آقا کے حق میں نقصان ثابت ہوگا۔ جبکہ اس کو فائدے والے تصرف کی اجازت ہوتی ہے جس طرح ہبہ قبول کرنا ہے اور جب یہ جائز ہے تو مستاجر کے لئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اجرت واپس لے۔

غصب شدہ غلام کا مزدوری کرنے کا بیان

(وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَاٰجَرَ الْعَبْدُ نَفْسَهُ فَاَخَذَ الْغَاصِبُ الْاَجْرَ فَاَكَلَهُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا : هُوَ ضَامِنٌ) ؛ لِاَنَّهُ اَكَلَ مَالَ الْمَالِكِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ، اِذِ الْاِجَارَةُ قَدْ صَحَّتْ عَلٰى مَا مَرَّ .

وَلَهُ اَنَّ الضَّمَانَ اِنَّمَا يَجِبُ بِاِتْلَافِ مَالٍ مُحْرَزٍ ؛ لِاَنَّ التَّقَوُّمَ بِهِ، وَهٰذَا غَيْرُ مُحْرَزٍ فِيْ حَقِّ الْغَاصِبِ ؛ لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ عَنْهُ فَكَيْفَ يُحْرِزُ مَا فِيْ يَدِهِ .

(وَاِنْ وَجَدَ الْمَوْلَى الْاَجْرَ قَائِمًا بِعَيْنِهِ اَخَذَهُ) ؛ لِاَنَّهُ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ (وَيَجُوْزُ قَبْضُ الْعَبْدِ الْاَجْرَ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا) ؛ لِاَنَّهُ مَاذُوْنٌ لَهُ فِي التَّصَرُّفِ عَلٰى اعْتِبَارِ الْفَرَاغِ عَلٰى مَا مَرَّ .

اور جب کسی شخص نے غلام کو غصب کر لیا اور اس غلام نے اپنے آپ کو مزدوری پر لگا لیا ہے مگر غاصب نے اس کی مزدوری لے کر استعمال بھی کر ڈالی ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غاصب پر ضمان نہ ہوگا۔ صاحبین نے کہا ہے کہ غاصب پر ضمان ہوگا کیونکہ اس نے مالک کی اجازت بغیر اس کا مال کھایا ہے کیونکہ اس طرح اجارہ صحیح ہو چکا تھا جس طرح اس کا مسئلہ گزر چکا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے محفوظ مال کو ہلاک کرنے کے سبب ضمان واجب ہوتا ہے کیونکہ احراز سے تقوم ثابت ہوتا ہے جبکہ اس صورت میں جو مال ہے اور غاصب کے حق میں محرز نہیں ہے کیونکہ جب غلام خود کو غاصب سے محفوظ نہیں رکھ سکا ہے تو وہ اپنے پاس موجود مال کو کس طرح محفوظ رکھ سکے گا۔

اور جب آقا مزدوری کو اس کی اصلی صورت میں پالے۔ کیونکہ آقا اپنا ہی مال لینے والا ہے جبکہ غلام کی مزدوری پر قبضہ کرنا بہ اتفاق جائز ہے کیونکہ غلام کو درستگی کے ساتھ کام سے فراغت کے اعتبار سے اس غلام کو تصرف کے حق میں عبد ماذون قرار دیا جاتا ہے

دو ماہ کے لئے غلام کو کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنِ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا هٰذَيْنِ الشَّهْرَيْنِ شَهْرًا بِاَرْبَعَةٍ وَشَهْرًا بِخَمْسَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَالْاَوَّلُ مِنْهُمَا بِاَرْبَعَةٍ) ؛ لِاَنَّ الشَّهْرَ الْمَذْكُورَ اَوَّلًا يَنْصَرِفُ اِلٰى مَا يَلِي الْعَقْدَ تَحَرِّيًا لِلْجَوَازِ اَوْ نَظَرًا اِلٰى تَنَجُّزِ الْحَاجَةِ فَيَنْصَرِفُ الثَّانِي اِلٰى مَا يَلِي الْاَوَّلَ ضَرُورَةً .

(وَمَنِ اسْتَاْجَرَ عَبْدًا شَهْرًا بِدِرْهَمٍ فَقَبَضَهُ فِي اَوَّلِ الشَّهْرِ ثُمَّ جَاءَ آخِرُ الشَّهْرِ، وَهُوَ آبِقٌ اَوْ مَرِيضٌ فَقَالَ الْمُسْتَاْجِرُ اَبَقَ اَوْ مَرِضَ حِينَ اَخَذْته وَقَالَ الْمَوْلٰى لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِي بِسَاعَةٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْتَاْجِرِ، وَاِنْ جَاءَ بِهِ، وَهُوَ صَحِيحٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُؤَجِّرِ) ؛ لِاَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي اَمْرٍ مُحْتَمَلٍ فَيَتَرَجَّحُ بِحُكْمِ الْحَالِ، اِذْ هُوَ دَلِيلٌ عَلٰى قِيَامِهِ مِنْ قَبْلُ وَهُوَ يَصْلُحُ مُرَجِّحًا اِنْ لَمْ يَصْلُحْ حُجَّةً فِي نَفْسِهِ . اَصْلُهُ الِاخْتِلَافُ فِي جَرَيَانِ مَاءِ الطَّاحُونَةِ وَانْقِطَاعِهِ .

اور جب کسی شخص نے اس طرح دو ماہ کے لئے غلام کو کرائے پر لیا کہ وہ پہلے ماہ اس کا چار درہم مزدوری دے گا جبکہ دوسرے مہینے اس کو پانچ دراہم مزدوری دے تو یہ عقد جائز ہے اور ان میں سے پہلے ماہ کی اجر چار جبکہ دوسرے ماہ کی اجرت پانچ دراہم ہوگی۔ اور وہ عقد اتصال کے سبب مہینے کی جانب راجع ہوگا تا کہ عقد کو جائز قرار دیا جائے اومتاجر کی ضرورت کو فوری طور پر نافذ کر دیا جائے گا اور اس کے بعد دوسرا پہلے شہر کی جانب اتصال عقد کے سبب یقینا راجع ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے ایک درہم کے بدلے میں غلام کو کرائے پر حاصل کیا اور ماہ کے شروع ہی میں اس پر قبضہ بھی کر لیا اور اس کے بعد جب مہینے کے آخری دن آئے تو وہ غلام بھگوڑا تھا یا وہ بیمار تھا اور متاجر کہنے لگا کہ جس وقت سے میں نے اس کو لیا تھا یہ تو تب کا فراری یا بیمار تھا جبکہ آقا نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے پاس آنے سے کچھ دیر پہلے وہ بھاگا ہے یا بیمار ہوا ہے تو متاجر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب متاجر اسی حالت میں غلام کو آقا کے پاس لے گیا کہ وہ تندرست ہے تو اب آقا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان دونوں کے درمیان اختلاف ایسی چیز میں ہوا ہے جس کا واقع ہونا ممکن ہے پس جو قول موجودہ حالت کے مطابق ہوگا اسی ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہی حال پہلے سے موجود ہے اور اس کی ترجیح بھی درست ہے اگر چہ ترجیح بذات خود دلیل نہیں بنتی۔ اور اس اختلاف کی اصل وہی اختلاف ہے جو پن چکی سے پانی کے جاری ہونے یا نہ ہونے کے بیان گزر چکا ہے۔

بَابُ الِاخْتِلَافِ فِی الْاِجَارَۃِ

﴿یہ باب مؤجر ومستأجر کے درمیان اختلاف میں ہے﴾

باب موجر ومستاجر کے اختلاف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب متعاقدین کے متفقہ مسائل سے فارغ ہونے ہیں کیونکہ اصل وہی مسائل ہیں۔ تو اب انہوں نے متعاقدین کے درمیان اختلافی مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور یہ فرع ہے۔ کیونکہ اختلاف یقیناً کسی عارض کے سبب لاحق ہونے والا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

درزی اور کپڑے سلوانے والے کے درمیان اختلاف کا بیان

قَالَ : (وَاِذَا اخْتَلَفَ الْخَيَّاطُ وَرَبُّ الثَّوْبِ فَقَالَ رَبُّ الثَّوْبِ اَمَرْتُكَ اَنْ تَعْمَلَهُ قَبَاءً وَقَالَ الْخَيَّاطُ بَلْ قَمِيصًا اَوْ قَالَ : صَاحِبُ الثَّوْبِ لِلصَّبَّاغِ اَمَرْتُكَ اَنْ تَصْبُغَهُ اَحْمَرَ فَصَبَغْتَه اَصْفَرَ وَقَالَ الصَّبَّاغُ لَا بَلْ اَمَرْتَنِي اَصْفَرَ فَالْقَوْلُ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ) ؛ لِاَنَّ الْاِذْنَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ ؛ اَلَا تَرَى اَنَّهُ لَوْ اَنْكَرَ اَصْلَ الْاِذْنِ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فَكَذَا اِذَا اَنْكَرَ صِفَتَهُ، لَكِنْ يَحْلِفُ ؛ لِاَنَّهُ اَنْكَرَ شَيْئًا لَوْ اَقَرَّ بِهِ لَزِمَهُ .

قَالَ : (وَاِذَا حَلَفَ فَالْخَيَّاطُ ضَامِنٌ) وَمَعْنَاهُ مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ اَنَّهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ، وَاِنْ شَاءَ اَخَذَهُ، وَاَعْطَاهُ اَجْرَ مِثْلِهِ، وَكَذَا يُخَيَّرُ فِي مَسْاَلَةِ الصَّبْغِ اِذَا حَلَفَ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ الثَّوْبِ اَبْيَضَ، وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الثَّوْبَ وَاَعْطَاهُ اَجْرَ مِثْلِهِ لَا يُجَاوَزُ بِهِ الْمُسَمَّى .وَذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ : يُضَمِّنُهُ مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ ؛ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْغَصْبِ .

اور جب درزی اور کپڑے کے مالک کے درمیان اختلاف ہوگیا مالک کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو قباء سینے کے لئے کہا تھا جبکہ درزی کہتا ہے کہ تم نے مجھے قمیص سینے کا کہہ گئے تھے۔ یا کپڑے والے نے رنگنے والے سے کہا کہ میں نے تجھ کو سرخ رنگ میں رنگنے کے لئے کہا تھا۔ جبکہ تو نے پیلے کلر میں رنگ دیا اور رنگنے والے نے کہا کہ نہیں تم مجھے پیلے رنگ میں کپڑا رنگنے کے لئے کہا تھا تو اس میں کپڑے کے مالک کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اجازت اسی کی جانب سے حاصل کی گئی ہے۔ کیا آپ غور نہیں کرتے کہ جب مالک اصل اجازت سے انکار کردے تب بھی اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا لہٰذا صفت کا انکار کرنے میں بھی اسی

کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ مگر اس سے قسم لی جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے اور اگر وہ اس کا اقرار کرلے تو وہ چیز اس پر لازم ہو جائے گی۔ اور اگر مالک قسم اٹھالیتا ہے تو درزی ضامن ہوگا اور اس کا حکم وہی ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ کہ مالک کو اختیار ہوگا وہ چاہے تو اس کو کپڑے کا ضامن بنائے اور اگر وہ چاہے تو سلا ہوا کپڑا لے کر اس کو اجرت دیدے۔ اور اسی طرح رنگنے والا مسئلہ ہے۔ یعنی جب مالک قسم اٹھالیتا ہے تو اس کو اختیار ہوگا وہ چاہے تو رنگنے والے کو سفید کپڑے کا ضامن بنائے اور اگر وہ چاہے تو کپڑا واپس کرلے۔ اور اس کو اجرت مثلی دیدے۔ جو معین کی گئی اجرت سے زائد نہ ہوگی۔ اور قدوری کے بعض نسخہ جات میں ہے کہ مالک رنگنے والے کو اس چیز کا ضامن بنائے جس کے سبب قیمت میں اضافہ ہوا ہے کیونکہ رنگنے والا غاصب کے حکم میں جا چکا ہے۔

کپڑے کی سلوائی میں فری یا اجرت میں اختلاف کا بیان

(وَإِنْ قَالَ : صَاحِبُ الثَّوْبِ عَمِلْتَه لِي بِغَيْرِ اَجْرٍ وَقَالَ الصَّانِعُ بِاَجْرٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ صَاحِبِ الثَّوْبِ) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِاَنَّهُ يُنْكِرُ تَقَوُّمَ عَمَلِهِ اِذْ هُوَ يَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ وَيُنْكِرُ الضَّمَانَ وَالصَّانِعُ يَدَّعِيهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ (وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : اِنْ كَانَ الرَّجُلُ حَرِيفًا لَهُ) اَيْ خَلِيطًا لَهُ (فَلَهُ الْاَجْرُ وَاِلَّا فَلَا) ؛ لِاَنَّ سَبْقَ مَا بَيْنَهُمَا يُعَيِّنُ جِهَةَ الطَّلَبِ بِاَجْرٍ جَرْيًا عَلٰى مُعْتَادِهِمَا (وَقَالَ مُحَمَّدٌ : اِنْ كَانَ الصَّانِعُ مَعْرُوفًا بِهٰذِهِ الصَّنْعَةِ بِالْاَجْرِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) ؛ لِاَنَّهُ لَمَّا فَتَحَ الْحَانُوتَ لِاَجْلِهِ جَرٰى ذٰلِكَ مَجْرَى التَّنْصِيصِ عَلَى الْاَجْرِ اعْتِبَارًا لِلظَّاهِرِ، وَالْقِيَاسُ مَا قَالَهُ اَبُو حَنِيفَةَ ؛ لِاَنَّهُ مُنْكِرٌ . وَالْجَوَابُ عَنْ اسْتِحْسَانِهِمَا اَنَّ الظَّاهِرَ لِلدَّفْعِ، وَالْحَاجَةُ هَاهُنَا اِلَى الِاسْتِحْقَاقِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور جب کپڑے کے مالک نے درزی سے کہا ہے کہ تم نے یہ کپڑا میرے مفت میں سی کر دیا ہے جبکہ درزی کہتا ہے کہ میں نے اجرت پر سی کر دیا ہے تو کپڑے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مالک اس کام کے قیمتی ہونے کا انکاری ہے کیونکہ کا عقد سے قیمتی ہوا کرتا ہے اور مالک ضمان کا بھی انکاری ہے۔ جبکہ درزی مدعی ہے اور انکاری کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ اور جب کپڑے کا مالک اس کا شریک ہے تو اس کو اجرت مل جائے گی ورنہ نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ان کے درمیان جو طریقہ پہلے سے جاری ہے اسی کے سبب اجرت کی جانب معین ہوگی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب یہ معروف ہو کہ درزی اس طرح کا کام اجرت پر کرتا ہے تو اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور جب اس نے دکان ہی اسی کام کے لئے بنائی ہے تو ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے وہی اجرت کی تصریح کے قائم مقام ہوگا۔ جبکہ قیاس وہی ہے جس کو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کیونکہ مالک انکاری ہے اور صاحبین کے استحسان کا جواب یہ ہے کہ ظاہر دور کرنے کے لئے ہوا کرتا ہے جبکہ یہاں حق کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

بَابُ فَسْخِ الْاِجَارَةِ

﴿یہ باب فسخ اجارہ کے بیان میں ہے﴾

باب فسخ اجارہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس باب کی مطابقت واضح ہے۔ کیونکہ اس سے ماقبل اجارہ کا بیان ہے اور یہاں سے فسخ اجارہ کا بیان ہے اور فسخ اجارہ یہ ہمیشہ موخر ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے پر مکان لینے کے بعد عیب ظاہر ہونے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا فَوَجَدَ بِهَا عَيْبًا يَضُرُّ بِالسُّكْنَى فَلَهُ الْفَسْخُ) ؛ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ الْمَنَافِعُ، وَاَنَّهَا تُوجَدُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَكَانَ هٰذَا عَيْبًا حَادِثًا قَبْلَ الْقَبْضِ فَيُوجِبُ الْخِيَارَ كَمَا فِي الْبَيْعِ، ثُمَّ الْمُسْتَاْجِرُ اِذَا اسْتَوْفَى الْمَنْفَعَةَ فَقَدْ رَضِيَ بِالْعَيْبِ فَيَلْزَمُهُ جَمِيعُ الْبَدَلِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَاِنْ فَعَلَ الْمُؤَجِّرُ مَا اَزَالَ بِهِ الْعَيْبَ فَلَا خِيَارَ لِلْمُسْتَاْجِرِ لِزَوَالِ سَبَبِهِ .

اور جب کسی شخص نے مکان کرائے پر لیا اور اس کے بعد اس میں ایسا عیب پایا گیا ہے جو رہنے کے لئے نقصان دہ ہے تو مستاجر کے لئے حق ہے کہ وہ اس کو فسخ کر دے۔ اس لئے کہ معقود علیہ منافع کا نام ہے اور منافع تھوڑے تھوڑے کر کے حاصل ہوا کرتے ہیں پس یہ قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والا عیب شمار کیا جائے گا کیونکہ یہ اختیار کو واجب کرنے والا ہے۔ جس طرح بیع میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد جب مستاجر نے نفع حاصل کر لیا ہے تو وہ عیب پر راضی ہونے والا ہوگا پس اس پر مکمل بدل لازم آئے گا۔ جس طرح بیع میں ہوتا ہے مگر جب مستاجر کسی طرح اس عیب کو ختم کر دے تو مستاجر کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اختیار کا سبب ختم ہو چکا ہے۔

کرائے کے مکان کے خراب ہونے کا بیان

قَالَ : (وَاِذَا خَرِبَتْ الدَّارُ اَوْ انْقَطَعَ شُرْبُ الضَّيْعَةِ اَوْ انْقَطَعَ الْمَاءُ عَنْ الرَّحَى انْفَسَخَتْ الْاِجَارَةُ) ؛ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ قَدْ فَاتَ، وَهِيَ الْمَنَافِعُ الْمَخْصُوصَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَشَابَهُ فَوْتُ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَمَوْتِ الْعَبْدِ الْمُسْتَاْجِرِ .

وَمِنْ اَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ : اِنَّ الْعَقْدَ لَا يَنْفَسِخُ ؛ لِاَنَّ الْمَنَافِعَ قَدْ فَاتَتْ عَلٰى وَجْهٍ يُتَصَوَّرُ عَوْدُهَا فَاَشْبَهَ الْاِبَاقَ فِي الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّ الْاٰجِرَ لَوْ بَنَاهَا لَيْسَ لِلْمُسْتَاْجِرِ اَنْ يَمْتَنِعَ وَلَا لِلْاٰجِرِ ، وَهٰذَا تَنْصِيصٌ مِنْهُ عَلٰى اَنَّهُ لَمْ يَنْفَسِخْ لٰكِنَّهُ يُفْسَخُ .

(وَلَوْ انْقَطَعَ مَاءُ الرَّحٰى ، وَالْبَيْتُ مِمَّا يُنْتَفَعُ بِهِ لِغَيْرِ الطَّحْنِ فَعَلَيْهِ عَنِ الْاَجْرِ بِحِصَّتِهِ) ؛ لِاَنَّهُ جُزْءٌ مِنَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ .

فرمایا کہ جب کرائے کا مکان خراب ہوگیا ہے یا کھیت کو سیراب کرنے والا پانی ختم ہو جائے یا پن چکی کا پانی بند ہو جائے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ معقود علیہ ختم ہو چکا ہے یعنی قبضہ سے پہلے خاص منافع ختم ہو چکے ہیں پس یہ قبضہ سے قبل ہونے والا مبیع اور اجارہ پر لیے گئے غلام کے فوت ہونے کے مشابہ ہو جائے گا۔

بعض احناف کے مشائخ فقہاء نے کہا ہے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا کیونکہ منافع اس طرح ختم ہوئے ہیں کہ وہ دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں۔ پس یہ بیع میں عبد مبیع کے بھاگنے کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب موجر مکان کی مرمت کروائے تو مستاجر کو لینے سے اور آجر کو دینے سے منع کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور یہ روایت امام محمد علیہ الرحمہ کی جانب سے اب مسئلہ کی دلیل ہے کہ اجارہ خود بہ خود فسخ ہونے والا نہیں ہے مگر اس کو فسخ کیا جاتا ہے۔

اور جب پن چکی سے پانی ختم ہو جائے اور گھر کا حال یہ ہو کہ اس میں پینے کے سوا رہائش کے بارے میں نفع کے قابل ہو تو مستاجر پر اسی لحاظ سے اجرت واجب ہوگی کیونکہ دار بھی معقود علیہ کا ایک حصہ ہے۔

فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب فسخ اجارہ کا بیان

قَالَ : (وَاِذَا مَاتَ اَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَقَدْ عَقَدَ الْاِجَارَةَ لِنَفْسِهِ انْفَسَخَتْ) ؛ لِاَنَّهُ لَوْ بَقِيَ الْعَقْدُ تَصِيرُ الْمَنْفَعَةُ الْمَمْلُوكَةُ بِهِ اَوِ الْاُجْرَةُ الْمَمْلُوكَةُ لِغَيْرِ الْعَاقِدِ مُسْتَحَقَّةً بِالْعَقْدِ ؛ لِاَنَّهُ يَنْتَقِلُ بِالْمَوْتِ اِلَى الْوَارِثِ وَذٰلِكَ لَا يَجُوزُ (وَاِنْ عَقَدَهَا لِغَيْرِهِ لَمْ تَنْفَسِخْ) مِثْلُ الْوَكِيلِ وَالْوَصِيِّ وَالْمُتَوَلِّي فِي الْوَقْفِ لِانْعِدَامِ مَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ مِنَ الْمَعْنٰى .

فرمایا اور جب مؤجر اور مستاجر میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس نے بہ ذات اپنے اجارہ کیا ہے تو وہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ اگر عقد باقی رہے تو مؤجر کی ملکیت والا نفع یا مستاجر کی ملکیت والی اجرت ایک غیر عاقد کی ہوگی۔ جبکہ یہی چیز عقد کے سبب سے ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ عاقد کے فوت ہونے کے سبب سے اس کی تمام املاک وارث کی جانب منتقل ہو جاتی ہیں اور غیر عاقد کو بطور حقدار عقد لینا یہ درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب فوت ہونے والے نے دوسرے کے لئے عقد کیا ہے تو اجارہ فسخ نہ ہو

گا۔ جس طرح وکیل، وصی اور اوقاف کا مہتمم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح غیر عاقد کا حقدار بہ عقد ہونا معدوم ہے۔

اجارہ میں خیار کی شرط لگانے کا بیان

قَالَ : (وَيَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْإِجَارَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا يَصِحُّ ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ لَا يُمْكِنُهُ رَدُّ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ بِكَمَالِهِ لَوْ كَانَ الْخِيَارُ لَهُ لِفَوَاتِ بَعْضِهِ، وَلَوْ كَانَ لِلْمُؤَجِّرِ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّسْلِيمُ أَيْضًا عَلَى الْكَمَالِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ يَمْنَعُ الْخِيَارَ .

وَلَنَا أَنَّهُ عَقْدُ مُعَامَلَةٍ لَا يُسْتَحَقُّ الْقَبْضُ فِيهِ فِي الْمَجْلِسِ فَجَازَ اشْتِرَاطُ الْخِيَارِ فِيهِ كَالْبَيْعِ وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا دَفْعُ الْحَاجَةِ، وَفَوَاتُ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فِي الْإِجَارَةِ لَا يَمْنَعُ الرَّدَّ بِخِيَارِ الْعَيْبِ، فَكَذَا بِخِيَارِ الشَّرْطِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ، وَهٰذَا ؛ لِأَنَّ رَدَّ الْكُلِّ مُمْكِنٌ فِي الْبَيْعِ دُونَ الْإِجَارَةِ فَيُشْتَرَطُ فِيهِ دُونَهَا وَلِهٰذَا يُجْبَرُ الْمُسْتَأْجِرُ عَلَى الْقَبْضِ إِذَا سَلَّمَ الْمُؤَجِّرُ بَعْدَ مُضِيِّ بَعْضِ الْمُدَّةِ .

اور احناف کے نزدیک اجارہ میں خیار کی شرط لگانا صحیح ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ جب خیار مستاجر کے لئے ہوگا تو اس کے لئے مکمل طور پر معقود علیہ کو واپس کرنا ممکن نہ ہوگا پس معقود علیہ کا بعض حصہ فوت ہو جائے گا اور جب مؤجر کے لئے اختیار ہو تو اس کے لئے بھی مکمل طور پر معقود علیہ کو تسلیم کرنا ممکن ہوگا لہٰذا یہ دونوں اشیاء خیار سے روکنے والی ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے اجارے کا عقد یہ معاوضہ ہے اور اس میں مجلس کے اندر قبضہ شرط نہیں ہے پس اس میں خیار کی شرط لگانا اس طرح ہوگا جس طرح بیع میں خیار کی شرط لگانا ہے۔ اور اجارہ اور بیع میں جامع علت یہ ہے کہ دونوں ضرورت کو دور کرنے کے لئے ہیں۔ پس اجارہ میں بعض معقود علیہ کے فوت ہونے کے سبب خیار عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع نہ ہوگا پس خیار شرط کے سبب یہ رد بھی ممنوع نہ ہوگا بہ خلاف بیع کے، اور اسی دلیل سے فرق واضح ہو چکا ہے کہ بیع میں مکمل مبیع کو واپس کرنا ممکن ہے جبکہ اجارہ میں یہ معدوم ہے اسی سبب سے بیع میں ساری مبیع کو واپس کرنا بطور شرط ہے جبکہ اجرہ میں یہ شرط نہیں ہے اور اسی دلیل کے سبب سے کچھ مدت گزر جانے کے بعد مؤجر مستاجر کے حوالے کرے تو مستاجر کو اس پر قبضہ کرنے کے لئے مجبور کیا جائے گا۔

اعذار کے سبب سے فسخ اجارہ کا بیان

قَالَ : (وَتُفْسَخُ الْإِجَارَةُ بِالْأَعْذَارِ) عِنْدَنَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا تُفْسَخُ إِلَّا بِالْعَيْبِ ؛ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَعْيَانِ حَتّٰى يَجُوزَ الْعَقْدُ عَلَيْهَا فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ .

وَلَنَا أَنَّ الْمَنَافِعَ غَيْرُ مَقْبُوضَةٍ وَهِيَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهَا فَصَارَ الْعُذْرُ فِي الْإِجَارَةِ كَالْعَيْبِ قَبْلَ

الْقَبْضِ فِي الْبَيْعِ فَتَنْفَسِخُ بِهِ، إِذْ الْمَعْنَى يَجْمَعُهُمَا وَهُوَ عَجْزُ الْعَاقِدِ عَنْ الْمُضِيِّ فِي مُوجَبِهِ إِلَّا بِتَحَمُّلِ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحِقَّ بِهِ، وَهٰذَا هُوَ مَعْنَى الْعُذْرِ عِنْدَنَا (وَهُوَ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ حَدَّادًا لِيَقْلَعَ ضِرْسَهُ لِوَجَعٍ بِهِ فَسَكَنَ الْوَجَعُ أَوْ اسْتَأْجَرَ طَبَّاخًا لِيَطْبُخَ لَهُ طَعَامَ الْوَلِيمَةِ فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ تُفْسَخُ الْإِجَارَةُ) ؛ لِأَنَّ فِي الْمُضِيِّ عَلَيْهِ إِلْزَامَ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يُسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ

ہمارے نزدیک اعذار کے سبب سے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صرف عیب کے سبب سے اجارہ کو فسخ کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے مطابق منافع اعیان کے حکم میں ہیں۔حتیٰ کہ منافع پر عقد کرنا جائز ہے پس یہ بیع کے مشابہ ہوجائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع پر قبضہ نہیں ہوتا جبکہ معقود علیہ وہی ہوتا ہے لہٰذا اجارہ کا عذر اسی طرح ہوجائے گا جس طرح قبضہ سے پہلے بیع میں عیب ہوتا ہے۔پس اس عذر کے سبب اجارہ فسخ ہوجائے گا۔کیونکہ سبب ان دونوں کو شامل ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ عقد کرنے والا تقاضہ عقد کو نافذ کرتے ہوئے مزید نقصان اٹھائے گا پس یہ نقصان عقد کے سبب سے نہیں ہونا چاہے۔ہمارے نزدیک عذر کا یہی حکم ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص نے دانتوں کے ڈاکٹر کو کرائے پر لیا تاکہ وہ درد کے سبب سے اس کی داڑھ نکال دے اس کے بعد درد ختم ہوگیا یا ولیمہ کا کھانا پکانے کے بعد کسی باورچی کو کرائے پر لیا مگر اس سے پہلے ہی اس کی بیوی نے خاوند سے خلع کرلیا ہے تو اجارہ فسخ ہوجائے گا کیونکہ اجارہ نافذ کرنے کے سبب عقد کرنے والے کو ایسا نقصان اٹھانا پڑے گا جو عقد سے ثابت نہیں ہے۔

عذر کے سبب فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عذر کے سبب اجارہ فسخ ہوجائے گا جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اجارہ عذر کے سبب فسخ نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک منافع اعیان کے حکم میں ہے لہٰذا اجارہ بیع کے حکم میں ہوگا جو عیب کے ذریعے فسخ ہوگا عذر کے سبب نہ ہوگا۔اور امام مالک، امام احمد اور امام ابوثور علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

جبکہ ہمارے نزدیک اجارہ میں عذر کے عیب کے حکم میں ہے لہٰذا جس طرح عیب مبیع میں ہونے کے سبب فسخ بیع کا حکم رکھتا ہے اسی طرح عذر اجارہ میں ہونے کے سبب فسخ کا حکم رکھنے والا ہے۔(شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے کی دکان سے مال ختم ہوجانے کا بیان

(وَكَذَا مَنْ اسْتَأْجَرَ دُكَّانًا فِي السُّوقِ لِيَتَّجِرَ فِيهِ فَذَهَبَ مَالُهُ، وَكَذَا مَنْ أَجَّرَ دُكَّانًا أَوْ دَارًا ثُمَّ أَفْلَسَ، وَلَزِمَتْهُ دُيُونٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى قَضَائِهَا إِلَّا بِثَمَنِ مَا أَجَّرَ فَسَخَ الْقَاضِي الْعَقْدَ وَبَاعَهَا فِي الدُّيُونِ) ؛ لِأَنَّ فِي الْجَرْيِ عَلَى مُوجَبِ الْعَقْدِ إِلْزَامَ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يُسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ وَهُوَ الْحَبْسُ ؛ لِأَنَّهُ قَدْ لَا يُصَدَّقُ عَلَى عَدَمِ مَالٍ آخَرَ .

ثُمَّ قَوْلُهُ فَسَخَ الْقَاضِي الْعَقْدَ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ يَفْتَقِرُ إِلَى قَضَاءِ الْقَاضِي فِي النَّقْضِ، وَهٰكَذَا ذَكَرَ فِي الزِّيَادَاتِ فِي عُذْرِ الدَّيْنِ، وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ عُذْرٌ فَإِنَّ الْإِجَارَةَ فِيهِ تُنْتَقَضُ، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى قَضَاءِ الْقَاضِي .

وَوَجْهُهُ أَنَّ هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي الْمَبِيعِ عَلَى مَا مَرَّ فَيَنْفَرِدُ الْعَاقِدُ بِالْفَسْخِ .وَوَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهَدٌ فِيهِ فَلَا بُدَّ مِنْ إِلْزَامِ الْقَاضِي، وَمِنْهُمْ مَنْ وَفَّقَ فَقَالَ : إِذَا كَانَ الْعُذْرُ ظَاهِرًا لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْقَضَاءِ لِظُهُورِ الْعُذْرِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ظَاهِرٍ كَالدَّيْنِ يَحْتَاجُ إِلَى الْقَضَاءِ لِظُهُورِ الْعُذْرِ .

اوراسی طرح جب کسی شخص نے تجارت کے لئے بازار میں دکان کرائے پر لی مگراس کا سارا مال ختم ہو گیا ہے اور ایسے ہی جب کسی نے دکان یا مکان کرائے پر لیا اس کے بعد وہ غریب ہو گیا اوراس پر قرض چڑھ گئے کہ اجرت پردی ہوئی چیز کو بیچ کر اس کی قیمت دیئے بغیر وہ قرضوں کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو قاضی عقد کو فسخ کرتے ہوئے اجارہ پردی ہوئی چیز کو قرض کے بدلے میں بیچ ڈالے گا۔ کیونکہ تقاضہ عقد پر عمل کرنے کی حالت میں اس کو اس طرح زائد نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو عقد سے ثابت نہیں ہے اور وہ زائد نقصان قید ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ دوسرے کے مال کی عدم موجودگی پر اس کی تصدیق نہ ہوسکے۔

اس کے بعد امام قدوری علیہ الرحمہ کا یہ قول ''قاضی عقد کو فسخ کرے'' اس حکم کی جانب اشارہ ہے کہ فسخ اجارہ کے لئے قاضی کی قضاء درکار ہے۔ اور زیادات میں قرض کے عذر کو اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس طرح کہا ہے کہ جن احوال میں ہم نے عذر قرار دیا ہے ان میں اجارہ فسخ ہو جائے گا اور ان کا یہ قول اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ فسخ اجارہ کے لئے قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ یہ عذر مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں عیب کے حکم میں ہے۔ جس طرح اس کا بیان گزرا ہے۔ پس عاقد خود ہی اس کو فسخ کرے گا۔ اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے پس اس میں قاضی کی دخل اندازی ہوگی بعض مشائخ فقہاء نے دونوں اقوال میں مطابقت اس طرح کی ہے کہ جب عذر ظاہر ہو جائے تو قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں ہے اور جب عذر ظاہر نہ ہو جس طرح قرض میں قاضی کی ضرورت پڑ جاتی ہے تا کہ عذر ظاہر ہو جائے۔

کرائے پر سواری لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِيُسَافِرَ عَلَيْهَا ثُمَّ بَدَا لَهُ مِنْ السَّفَرِ فَهُوَ عُذْرٌ) ؛ لِأَنَّهُ لَوْ مَضَى عَلَى مُوجِبِ الْعَقْدِ يَلْزَمُهُ ضَرَرٌ زَائِدٌ ؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَذْهَبُ لِلْحَجِّ فَذَهَبَ وَقْتُهُ أَوْ لِطَلَبِ غَرِيمِهِ فَحَضَرَ أَوْ لِلتِّجَارَةِ فَافْتَقَرَ (وَإِنْ بَدَا لِلْمُكَارِي فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِعُذْرٍ) ؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ يَقْعُدَ وَيَبْعَثَ الدَّوَابَّ عَلَى يَدِ تِلْمِيذِهِ أَوْ أَجِيرِهِ (وَلَوْ مَرِضَ الْمُؤَاجِرُ فَقَعَدَ فَكَذَا الْجَوَابُ) عَلَى رِوَايَةِ الْأَصْلِ .

وَرَوَى الْكَرْخِيُّ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ عُذْرٌ ؛ لِاَنَّهُ لَا يَعْرِىْ عَنْ ضَرَرٍ فَيُدْفَعُ عَنْهُ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ دُوْنَ الِاخْتِيَارِ (وَمَنْ آجَرَ عَبْدَهُ ثُمَّ بَاعَهُ فَلَيْسَ بِعُذْرٍ) ؛ لِاَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ الضَّرَرُ بِالْمُضِيِّ عَلٰى مُوْجِبِ عَقْدِهِ، وَاِنَّمَا يَفُوْتُهُ الِاسْتِرْبَاحُ وَاَنَّهُ اَمْرٌ زَائِدٌ (وَاِذَا اسْتَاْجَرَ الْخَيَّاطُ غُلَامًا فَاَفْلَسَ وَتَرَكَ الْعَمَلَ فَهُوَ الْعُذْرُ) ؛ لِاَنَّهُ يَلْزَمُهُ الضَّرَرُ بِالْمُضِيِّ عَلٰى مُوْجِبِ الْعَقْدِ لِفَوَاتِ مَقْصُوْدِهِ وَهُوَ رَاْسُ مَالِهِ، وَتَاْوِيْلُ الْمَسْاَلَةِ خَيَّاطٌ يَعْمَلُ لِنَفْسِهِ، اَمَّا الَّذِيْ يَخِيْطُ بِاَجْرٍ فَرَاْسُ مَالِهِ الْخَيْطُ وَالْمَخِيْطُ وَالْمِقْرَاضُ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْاِفْلَاسُ فِيْهِ

اور جب کسی شخص نے کوئی سواری کرائے پر لی ہے اس کے بعد کسی سبب سے سفر ملتوی ہو گیا ہے تو یہ عذر ہے کیونکہ اگر وہ عقد کے موجب کا ادا کرتا ہے تو اس کو زائد نقصان اٹھانا پڑے گا کیونکہ ممکن ہے وہ حج کو جا رہا ہو اور اس کا وقت ختم ہو چکا ہو یا وہ اپنے مدیون کو تلاش کرنے چلا ہو اور وہ آ چکا ہو یا تجارت کے لئے جانے والا ہو اور اس کا مال ختم ہو چکا ہے۔

اور جب موجر کا سفر ملتوی ہو چکا ہے تو یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے وہ خود نہ جانا چاہتا ہو اور وہ اپنے شاگرد یا مزدور کے ساتھ سواری بھیج دے۔ اور جب موجر بیمار ہو جائے اور سفر پر نہ جائے تو مبسوط کی روایت کے مطابق بھی یہی حکم ہے۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی عذر ہے کیونکہ یہ نقصان سے خالی نہیں ہے پس ضرورت کے وقت موجر یہ نقصان دور کیا جائے جبکہ ضرورت کے بغیر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب کسی شخص نے اپنا غلام اجرت پر دیتے ہوئے بیچ دیا تو یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ نفاذ عقد کے سبب موجر کا نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اس سے تو فائدے کا حصول جا رہا ہے جبکہ نفع ایک زائد معاملہ ہے۔

اور جب درزی نے کسی لڑکے کو ملازمت پر رکھ لیا مگر اس کے بعد وہ مفلس ہو گیا اور سلائی کا کام چھوڑ دیا ہے تو یہ عذر ہے کیونکہ عقد نافذ کرنے کی حالت میں اس کو زائد نقصان اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ اس کا مقصود جو کہ رأس المال وہ فوت ہو جائے گا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے یہاں پر خیاط سے وہ درزی مراد ہے جو کپڑے کو خود خرید کر سینے والا ہو جبکہ وہ درزی جو اجرت لے کر سیتا ہو تو اس کی اصل کمائی سوئی دھاگہ اور قینچی ہے جبکہ اس میں افلاس ثابت نہ ہوگا۔

درزی کا شعبہ ترک کر کے زرگری کرنے کا بیان

(وَاِنْ اَرَادَ تَرْكَ الْخِيَاطَةِ، وَاَنْ يَعْمَلَ فِي الصَّرْفِ فَلَيْسَ بِعُذْرٍ) ؛ لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ اَنْ يُقْعِدَ الْغُلَامَ لِلْخِيَاطَةِ فِيْ نَاحِيَةٍ، وَهُوَ يَعْمَلُ فِي الصَّرْفِ فِيْ نَاحِيَةٍ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اسْتَاْجَرَ دُكَّانًا لِلْخِيَاطَةِ فَاَرَادَ اَنْ يَتْرُكَهَا وَيَشْتَغِلَ بِعَمَلٍ آخَرَ حَيْثُ جَعَلَهُ عُذْرًا ذَكَرَهُ فِي الْاَصْلِ ؛ لِاَنَّ الْوَاحِدَ لَا يُمْكِنُهُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْعَمَلَيْنِ، اَمَّا هٰهُنَا الْعَامِلُ شَخْصَانِ فَاَمْكَنَهُمَا (وَمَنْ اسْتَاْجَرَ غُلَامًا يَخْدُمُهُ فِي الْمِصْرِ ثُمَّ سَافَرَ فَهُوَ عُذْرٌ) ؛ لِاَنَّهُ لَا يَعْرِىْ عَنْ اِلْزَامِ ضَرَرٍ زَائِدٍ ؛ لِاَنَّ خِدْمَةَ

السَّفَرِ اَشَقُّ، وَفِي الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ ضَرَرٌ، وَكُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يُسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ فَيَكُونُ عُذْرًا (وَكَذَا اِذَا اَطْلَقَ) لِمَا مَرَّ اَنَّهُ يَتَقَيَّدُ بِالْحَضَرِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا آجَرَ عَقَارًا ثُمَّ سَافَرَ ؛ لِاَنَّهُ لَا ضَرَرَ اِذْ الْمُسْتَاْجِرُ يُمْكِنُهُ اسْتِيفَاءُ الْمَنْفَعَةِ مِنَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ بَعْدَ غَيْبَتِهِ، حَتّٰى لَوْ اَرَادَ الْمُسْتَاْجِرُ السَّفَرَ فَهُوَ عُذْرٌ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ اَوْ اِلْزَامِ الْاَجْرِ بِدُونِ السُّكْنٰى وَذٰلِكَ ضَرَرٌ .

اور جب درزی اپنا سلوائی کا شعبہ ترک کرتے ہوئے زرگری کرنا چاہے تو اس کا یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ اس طرح بھی ممکن ہے کہ وہ ایک جانب سے لڑکے کو سلائی پر لگائے اور دوسری جانب اپنا زرگری کا کام کرے۔ اور یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب اس نے سلوائی کے لئے دکان کرائے پر لی اور اس کے بعد اس کو چھوڑ کر اس نے کوئی دوسرا کام شروع کر دیا ہو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اس کو عذر قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایک شخص کے لئے دو کام کرنے ممکن نہیں ہیں۔ جبکہ سابقہ مسئلہ میں دو بندے کام کرنے والے ہیں کیونکہ کوئی کاموں کو اکٹھا کرنا ممکن ہے۔ اور جب کسی شخص نے شہر میں کوئی غلام خدمت کے لئے کرائے پر لیا ہے اور اس کے بعد اس کو سفر درپیش آیا تو یہ عذر ہوگا کیونکہ بھی زائد نقصان اٹھانے سے خالی نہ ہوگا اور یہ بھی دلیل ہے کہ سفر میں خدمت میں زیادہ مشقت ہوتی ہے جبکہ سفر نہ کرنے کی صورت میں نقصان ہوگا اور ان میں سے کوئی چیز بھی عقد سے ثابت نہیں ہے۔ پس سفر عذر ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جب اجارے کا مطلق رکھا جائے اسی دلیل کے سبب جو گزر چکی ہے کیونکہ وہ شہر میں خدمت کے ساتھ مقید ہے بہ خلاف اس کے کہ جب کسی نے اپنا مکان اجارہ پر دیا ہے اور اس کے بعد اس کو سفر درپیش آیا ہے تو یہ سفر عذر نہ ہوگا کیونکہ اس میں نقصان نہیں ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ موجر کے لئے معقود علیہ سے نفع اٹھانا ممکن ہے یہاں تک کہ جب مستاجر سفر کرے گا تو یہ عذر ہوگا کیونکہ اجارہ کے باقی رہنے کی صورت میں سفر سے رکنا لازم آئے گا یا مکان میں رہائش کے بغیر بھی کرایہ لازم آئے گا اور یہی نقصان ہے۔

مسائل منثورة

﴿مسائل منثورہ کا بیان﴾

کرائے پر زمین لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ اَرْضًا اَوْ اسْتَعَارَهَا فَاَحْرَقَ الْحَصَائِدَ فَاحْتَرَقَ شَيْءٌ مِنْ اَرْضٍ اُخْرٰى فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي هٰذَا التَّسْبِيبِ فَاَشْبَهَ حَافِرَ الْبِئْرِ فِي دَارِ نَفْسِهِ .وَقِيلَ هٰذَا اِذَا كَانَتْ الرِّيَاحُ هَادِئَةً ثُمَّ تَغَيَّرَتْ، اَمَّا اِذَا كَانَتْ مُضْطَرِبَةً يَضْمَنُ ؛ لِاَنَّ مُوقِدَ النَّارِ يَعْلَمُ اَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ فِي اَرْضِهِ .

قَالَ : (وَاِذَا اَقْعَدَ الْخَيَّاطُ اَوْ الصَّبَّاغُ فِي حَانُوتِهِ مَنْ يَطْرَحُ عَلَيْهِ الْعَمَلَ بِالنِّصْفِ فَهُوَ جَائِزٌ) لِاَنَّ هٰذِهِ شَرِكَةُ الْوُجُوهِ فِي الْحَقِيقَةِ، فَهٰذَا بِوَجَاهَتِهِ يَقْبَلُ وَهٰذَا بِحَذَاقَتِهِ يَعْمَلُ فَيَنْتَظِمُ بِذٰلِكَ الْمَصْلَحَةُ فَلَا تَضُرُّهُ الْجَهَالَةُ فِيمَا يَحْصُلُ .

اور جب کسی شخص نے اجارے یا کرائے پر زمین لی اور اس کے کوڑا کرکٹ کو جلا دیا جس کے سبب سے دوسری زمین سے کچھ کھیتی جل گئی تو اس پر ضمان نہ ہوگا کیونکہ جلانے میں سبب متعدی نہیں ہے لہٰذا یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی شخص نے اپنے گھر میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی گر کر فوت ہو جائے یا کوئی نقصان ہو۔ اور ایک قول یہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جب آگ لگاتے وقت ہوا اُڑ رہی ہو اس کے بعد تیز ہوگئی ہو مگر جب شروع سے ہوا تیز چل رہی ہے تو پھر جلانے والا ضامن ہوگا کیونکہ جلانے والے کو اب تو پورا علم ہے کہ آگ اس کی زمین میں رک نہ سکے گی۔

اور جب درزی یا رنگنے والے نے دکان میں ایسے شخص کو لا بٹھایا ہے جو ان کو اجرت پر کام دیتا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ اصل میں شرکت وجوہ ہے۔ لہٰذا بیٹھنے والا اپنی سیلز مینی کے اثر سے کام لے گا اور کاری گر اپنی مہارت سے کام کریں گے اور اس میں مصلحت وجود میں آئے گی اور آمدنی کی جہالت عقد کی درستگی کو مانع نہ ہوگی۔

اونٹ کو اجارے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ جَمَلًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مَحْمَلًا وَرَاكِبَيْنِ اِلٰى مَكَّةَ جَازَ وَلَهُ الْمَحْمَلُ الْمُعْتَادُ) وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ ؛ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِلْجَهَالَةِ وَقَدْ يُفْضِي ذٰلِكَ اِلَى الْمُنَازَعَةِ

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الرَّاكِبُ وَهُوَ مَعْلُومٌ وَالْمَحْمَلُ تَابِعٌ، وَمَا فِيهِ مِنَ الْجَهَالَةِ يَرْتَفِعُ بِالصَّرْفِ اِلَى الْمُعَارَفِ فَلَا يُفْضِيْ ذٰلِكَ اِلَى الْمُنَازَعَةِ وَكَذَا اِذَا لَمْ يَرَ الْوَطَاءَ وَالدُّثُرَ .

اور جب کسی شخص نے اونٹ بطور اجارہ لیا ہے تا کہ وہ اس پر کجاوہ رکھے اور لوگوں کو سوار کرتے ہوئے مکہ شریف تک لے جائے تو یہ جائز ہے لیکن مستاجر کو محدود کجاوہ رکھنے کا اختیار ہوگا جبکہ بطور قیاس یہ جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں جہالت ہے اور جہالت جھگڑے کی جانب لے جانے والی ہے اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اصل مقصد سوار ہونا ہے اور وہ معلوم ہے جبکہ کجاوہ رکھنا یہ سواری کے تابع ہے اور اس میں جو جہالت معتاد ہے وہ عرف کے مطابق جاری ہونے والے کجاوے کے استعمال کے سبب ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والا معاملہ نہ ہوگا اور اسی طرح کا حکم اس وقت بھی ہے جب بستر اور چادر کا ذکر نہ کیا جائے۔

پہلے سے کجاوے والا اونٹ اجارہ کے لئے بہتر ہوگا

قَالَ : (وَاِنْ شَاهَدَ الْجَمَّالُ الْحِمْلَ فَهُوَ اَجْوَدُ) ؛ لِاَنَّهُ اَنْفَى لِلْجَهَالَةِ وَاَقْرَبُ اِلَى تَحَقُّقِ الرِّضَا

قَالَ : (وَاِنْ اسْتَاْجَرَ بَعِيرًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مِقْدَارًا مِنَ الزَّادِ فَاَكَلَ مِنْهُ فِي الطَّرِيقِ جَازَ لَهُ اَنْ يَرُدَّ عِوَضَ مَا اَكَلَ) ؛ لِاَنَّهُ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ حِمْلًا مُسَمًّى فِي جَمِيعِ الطَّرِيقِ فَلَهُ اَنْ يَسْتَوْفِيَهُ (وَكَذَا غَيْرُ الزَّادِ مِنَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ) وَرَدُّ الزَّادِ مُعْتَادٌ عِنْدَ الْبَعْضِ كَرَدِّ الْمَاءِ فَلَا مَانِعَ مِنَ الْعَمَلِ بِالْاِطْلَاقِ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کجاوے والے اونٹ کو دیکھ لیا ہے تو وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ بالکل جہالت کو ختم کرنے والا ہے اور اس طرح اچھی طرح رضامندی بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور جب کسی شخص نے ایک معین مقدار میں زادراہ لادنے کے لئے کوئی اونٹ کرائے پہ لیا ہے اور اس نے راستے میں اس میں کچھ کھا لیا ہے تو اس نے جتنی مقدار کھائی ہے تو اس کے بدلے میں اتنی مقدار والا سامان لادنا جائز ہے۔ کیونکہ وہ سارے راستے میں ایک معین مقدار کا بوجھ لادنے کا حقدار ہے اور دوبارہ پانی لادنے کی طرح زادراہ کو لادنا یہ بھی معروف و معتاد ہے۔ پس جب عقد مطلق ہے تب بھی کوئی ممانعت والی چیز اس میں نہ ہوگی۔

کِتَابُ الْمُکَاتَبِ

﴿یہ کتاب مکاتب کے بیان میں ہے﴾

کتاب مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب اجارہ اور کتاب مکاتب کو ایک ساتھ بیان کرنے کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے سبب سے غیر مال کے مقابلے میں مال حاصل کیا جاتا ہے مگر اجارہ کے مسائل مکاتب کی بہ نسبت زیادہ ہیں اسی سبب سے اجارہ کو مکاتب پر مقدم کیا گیا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب مکاتب، مکتبہ حقانیہ ملتان)

مکاتب کا لغوی فقہی مفہوم

مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جس کو مالک یہ کہہ دے کہ اگر تو اتنا روپیہ اتنی قسطوں میں ادا کر دے تو تو آزاد ہے۔ لفظ مکاتب تاء کے زبر اور زیر ہر دو کے ساتھ منقول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں والمکاتب بالفتح من تقع له الكتابة وبالكسر من تقع منه یعنی زبر کے ساتھ جس کے لیے کتابت کا معاملہ کیا جائے اور زیر کے ساتھ جس کی طرف سے کتابت کا معاملہ کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے مکاتب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

مکاتبت کا فقہی مفہوم

مکاتبت اصطلاح شریعت میں غلام و آقا کے درمیان معاہدے کا نام ہے۔ غلام اپنے آقا سے یہ کہے کہ میں کما کر اتنا مال تجھے دے دوں تو آزاد ہو جاؤں اور مالک اسے منظور کرے۔ یہ مکاتب اگرچہ ابھی غلام رہے گا۔ لیکن پیشہ یا تجارت اختیار کرنے کے باب میں خود مختار ہو جائے گا۔ پھر اگر شرط پوری ہوگئی تو آزاد ہو جائے گا۔ نہ پوری ہونے کی صورت میں غلام یا تو خود ہی مکاتبت فسخ کرا لے ورنہ قاضی کرا دے گا۔

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہو جاتا ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے غلاموں کو مکاتب بناتی تھیں؛ لیکن قبل اس کے کہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اس سے کسی قدر رقم لے کر جلد سے جلد آزاد کر دیتی تھیں۔ (موطا امام مالك كتاب العتق والولاء باب القطاعة في الكتابة)

کتاب مکاتب کے شرعی ماخذ کا بیان

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کرلی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کرکے آزاد ہو سکتے ہیں۔ یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَكَاتِبُوهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا . (النور)
اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلو۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا؛ چنانچہ جب سیرین نے آپنے آقا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کردیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر درے سے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المکاتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کرکے بدل کتابت ادا کرنا چاہا؛ لیکن آقا نے یکمشت رقم لینے سے انکار کردیا اور باقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروادی اور کہا تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھدوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کرلی۔
(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابوسعید مقبری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے راہ خدا میں لڑنے والا اور وہ مکاتب غلام جس کا دل کتابت ادا کرنے کا ارادہ ہو اور وہ شادی شدہ جو پاکدامن رہنا چاہتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 676)

آقا کا غلام کو باندی کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلَى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ عَلَى مَالٍ شَرَطَهُ عَلَيْهِ وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذَلِكَ صَارَ مُكَاتَبًا) أَمَّا الْجَوَازُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا) وَهَذَا لَيْسَ أَمْرَ إِيجَابٍ بِإِجْمَاعٍ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ، وَإِنَّمَا هُوَ أَمْرُ نَدْبٍ هُوَ الصَّحِيحُ .

وَفِي الْحَمْلِ عَلَى الْإِبَاحَةِ إلْغَاءُ الشَّرْطِ إذْ هُوَ مُبَاحٌ بِدُونِهِ، أَمَّا النَّدْبِيَّةُ مُعَلَّقَةٌ بِهِ، وَالْمُرَادُ بِالْخَيْرِ الْمَذْكُورِ عَلَى مَا قِيلَ أَنْ لَا يَضُرَّ بِالْمُسْلِمِينَ بَعْدَ الْعِتْقِ، فَإِنْ كَانَ يَضُرُّ بِهِمْ فَالْأَفْضَلُ أَنْ لَا يُكَاتِبَهُ وَإِنْ كَانَ يَصِحُّ لَوْ فَعَلَهُ .

فرمایا اور جب کسی آقا نے اپنے غلام یا اپنی باندی کو مال کی شرط پر مکاتب کیا ہے اور غلام نے اس کو قبول کرلیا ہے تو وہ مکاتب بن جائے گا۔ اور اس جواز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے سبب سے ہے۔ ''پس جب تم غلاموں میں خیر دیکھو تو تم

ان کو مکاتب بنادو۔ اور یہ امر فقہاء کے اجماع کے ساتھ وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لئے ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔
کیونکہ اگر اس کو اباحت پر محمول کرتے تو اس کے سبب سے شرط لغو ہو جاتی تھی۔ اس لئے کہ مکاتبت بغیر شرط کے بھی مباح ہے لہٰذا مستحب ہونا اسی شرط کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اور جو قرآن میں خیر کو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آزادی کے بعد وہ غلام مسلمانوں کو نقصان نہ دے۔ کیونکہ اگر وہ نقصان دیتا ہے تو پھر افضل یہی ہے اس کو مکاتب نہ بنایا جائے۔ اور اگر پھر بھی مکاتب بنا دیا تو مکاتبت درست ہوگی۔

عقد کی قبولیت کا غلام کے لئے شرط ہونے کا بیان

وَاَمَّا اشْتِرَاطُ قَبُولِ الْعَبْدِ فَلِاَنَّهُ مَالٌ يَلْزَمُهُ فَلَا بُدَّ مِنَ الْتِزَامِهِ وَلَا يُعْتَقُ اِلَّا بِاَدَاءِ كُلِّ الْبَدَلِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَيُّمَا عَبْدٍ كُوتِبَ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَاَدَّاهَا اِلَّا عَشَرَةَ دَنَانِيرَ فَهُوَ عَبْدٌ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ) وَفِيهِ اخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَمَا اخْتَرْنَاهُ قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَيُعْتَقُ بِاَدَائِهِ وَاِنْ لَمْ يَقُلِ الْمَوْلَى اِذَا اَدَّيْتَهَا فَاَنْتَ حُرٌّ لِاَنَّ مُوجَبَ الْعَقْدِ يَثْبُتُ مِنْ غَيْرِ التَّصْرِيحِ بِهِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَلَا يَجِبُ حَطُّ شَيْءٍ مِنَ الْبَدَلِ اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ .

اور غلام کے لئے اس عقد کو قبول کرنا شرط ہے۔ کیونکہ بدل کتابت میں اس کو مال لازم ہونے والا ہے۔ پس غلام کے لئے اس کو اپنے اوپر لازم ضروری ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو غلام سو دیناروں پر مکاتب بنایا جائے اور اس نے نوے دینا ادا کر دیئے ہیں تب بھی وہ غلام رہے گا۔ اور ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک مکاتبت پر ایک درہم بھی باقی ہے اس وقت تک وہ غلام ہی رہے گا۔ اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہم نے اختیار کیا ہے۔ کہ غلام بدل کتابت کو ادا کرنے سے آزاد ہو جائے گا۔ اگر چہ آقا نے یہ نہ بھی کہا ہو کہ تم جب ادا کرو گے تو آزاد ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وجوب عقد صراحت کے بغیر ثابت ہونے والا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح بیع میں ہوتا ہے اور آقا پر بدل میں کچھ کی واجب نہیں ہے اور اس کو بیع پر قیاس کیا جائے گا۔

مکاتبت میں نقد ادا کرنے کی شرط کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ اَنْ يَشْتَرِطَ الْمَالَ حَالًّا وَيَجُوزُ مُؤَجَّلًا وَمُنَجَّمًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوزُ حَالًّا وَلَا بُدَّ مِنْ نَجْمَيْنِ، لِاَنَّهُ عَاجِزٌ عَنِ التَّسْلِيمِ فِي زَمَانٍ قَلِيلٍ لِعَدَمِ الْاَهْلِيَّةِ قَبْلَهُ لِلرِّقِّ، بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلَى اَصْلِهِ لِاَنَّهُ اَهْلٌ لِلْمِلْكِ فَكَانَ احْتِمَالُ الْقُدْرَةِ ثَابِتًا، وَقَدْ دَلَّ الْاِقْدَامُ عَلَى الْعَقْدِ عَلَيْهَا فَيَثْبُتُ .

وَلَنَا ظَاهِرُ مَا تَلَوْنَا مِنْ غَيْرِ شَرْطِ التَّنْجِيمِ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ وَالْبَدَلُ مَعْقُودٌ بِهِ فَأَشْبَهَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ فِي عَدَمِ اشْتِرَاطِ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلَى أَصْلِنَا لِأَنَّ الْمُسْلَمَ فِيهِ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ، وَلِأَنَّ مَبْنَى الْكِتَابَةِ عَلَى الْمُسَاهَلَةِ فَيُمْهِلُهُ الْمَوْلَى ظَاهِرًا، بِخِلَافِ السَّلَمِ لِأَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُضَايَقَةِ وَفِي الْحَالِ كَمَا امْتَنَعَ مِنَ الْأَدَاءِ يُرَدُّ إِلَى الرِّقِّ .

فرمایا کہ مال کو نقد ادا کرنے کی شرط جائز ہے اور میعاد مقرر کر کے ادائیگی بھی جائز ہے اور قسطوں سے جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ فوری ادائیگی کی شرط جائز نہیں ہے بلکہ قسطوں میں جائز ہے کیونکہ تھوڑی مدت میں آزادی سے پہلے وہ بدل کتابت ادا کرنے عاجز ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مؤقف بیع سلم میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مسلم الیہ مالک ہونے اہلیت رکھنے والا ہے اور اس کے حق میں ادا کرنے کی طاقت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اور عقد کی جانب بڑھنا یہ اس معاملہ کی دلیل ہے پس اس کے بڑھنے کے سبب اس کے حق میں قدرت ثابت ہو جائے گی۔

ہماری دلیل آیت مبارکہ میں بیان کردہ ظاہری حکم ہے جس میں قسط بنانے کی شرط نہیں بیان کی گئی۔ کیونکہ مکاتبت یہ عقد معاوضہ ہے اور معقود بہ کا بدل بھی ہے پس قدرت نہ ہونے کی وجہ یہ بیع میں ثمن کے مشابہ ہو جائے گا بہ خلاف بیع سلم کے جو ہمارے اصول کے موافق ہے۔ کیونکہ اس میں معقود مسلم فیہ ہوتی ہے۔ پس اس پر قادر ہونا یہ ضروری ہے کیونکہ کتابت کا دار و مدار آسانی پر ہے۔ پس یہ ظاہری طور پر آقا اس کو مہلت دے گا بہ خلاف بیع سلم کے کیونکہ اس میں بیع کا دار و مدار ہی تنگی پر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر اسی حالت میں مکاتب بدل کتابت ادا نہ کر سکا تو پھر وہ دوبارہ غلام بن جائے گا۔

عقل مند چھوٹے غلام کی کتابت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ كِتَابَةُ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ) لِتَحَقُّقِ الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ، إِذِ الْعَاقِلُ مِنْ أَهْلِ الْقَبُولِ وَالتَّصَرُّفُ نَافِعٌ فِي حَقِّهِ .

وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيهِ وَهُوَ بِنَاءٌ عَلَى مَسْأَلَةِ إِذْنِ الصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ لَا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ لِأَنَّ الْقَبُولَ لَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُ فَلَا يَنْعَقِدُ الْعَقْدُ، حَتّٰى لَوْ أَدّٰى عَنْهُ غَيْرُهُ لَا يَعْتِقُ وَيَسْتَرِدُّ مَا دَفَعَ .

فرمایا کہ چھوٹے غلام کی کتابت بھی جائز ہے لیکن جب وہ عقل مندی سے خرید و فروخت کو جانتا ہو کیونکہ ایجاب و قبول ثابت ہو سکتا ہے اس لئے وہ عقل مندی کا اہل ہے جبکہ کتابت بچے کے حق میں بھی فائدے مند ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں بھی ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے اور ان کا یہ اختلاف بچے کو تجارت کی اجازت دینے والے اختلافی مسئلہ کے موافق ہے اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے جب وہ غلام خرید و فروخت کو جانتا ہی نہ ہو

کیونکہ اس کی جانب سے قبول کرنا ثابت نہ ہوگا لہٰذا عقد کا انعقاد ہی نہ ہوگا یہاں تک کہ جب اس کی جانب ادا کر دیا ہے تب بھی وہ آزاد نہ ہوگا اور اس کے غیر نے جو مال ادا کیا ہے اس کو واپس دے دیا جائے گا۔

اپنے غلام کا بدل کتابت ایک ہزار مقرر کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ : جَعَلْت عَلَيْك اَلْفًا تُؤَدِّيهَا اِلَيَّ نُجُومًا اَوَّلُ النَّجْمِ كَذَا وَآخِرُهُ كَذَا فَاِذَا اَدَّيْتهَا فَاَنْتَ حُرٌّ وَاِنْ عَجَزْت فَاَنْتَ رَقِيقٌ فَاِنَّ هَذِهِ مُكَاتَبَةٌ) لِاَنَّهُ اَتَى بِتَفْسِيرِ الْكِتَابَةِ، وَلَوْ قَالَ : اِذَا اَدَّيْت اِلَيَّ اَلْفًا كُلَّ شَهْرٍ مِائَةً فَاَنْتَ حُرٌّ فَهَذِهِ مُكَاتَبَةٌ فِي رِوَايَةِ اَبِي سُلَيْمَانَ ؛ لِاَنَّ التَّنْجِيمَ يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ وَذَلِكَ بِالْكِتَابَةِ .وَفِي نُسَخِ اَبِي حَفْصٍ لَا تَكُونُ مُكَاتَبَةً اعْتِبَارًا بِالتَّعْلِيقِ بِالْاَدَاءِ مَرَّةً .

اور جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تمہارے لئے کتابت کا بدلہ ایک ہزار مقرر کیا ہے اور تم مجھے بطور قسط کے ادا کر دو۔ ایک قسط اتنی ہوگی اور دوسری قسط اتنی ہوگی اور جب تم ساری رقم ادا کر دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ اور جب تم اس کو ادا نہ کر سکے تو تم غلام رہو گے۔ تو اس مکاتبت کا عقد بھی درست ہے۔ کیونکہ آقا کی کتابت کی وضاحت کو بیان کر دیا ہے اور جب اس نے اس طرح کہا ہے کہ تم ہر ماہ میں سو دراہم کے حساب سے ایک ہزار ادا کرو۔ تو آزاد ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو سلیمان کے روایت کے مطابق یہ بھی مکاتبت ہو جائے گی کیونکہ قسط مقرر کرنا یہ دلیل وجوب ہے اور کتابت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ ابو حفص کبیر کے نسخہ کے موافق یہ مکاتبت نہ ہوگی کیونکہ اس نے آزادی کو ایک بار ادا کرنے کے ساتھ معلق کر رکھا ہے۔

عقد مکاتبت کی صحت کے سبب غلام کا قبضہ سے نکل جانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا صَحَّتْ الْكِتَابَةُ خَرَجَ الْمُكَاتَبُ عَنْ يَدِ الْمَوْلَى وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْ مِلْكِهِ) اَمَّا الْخُرُوجُ مِنْ يَدِهِ فَلِتَحْقِيقِ مَعْنَى الْكِتَابَةِ وَهُوَ الضَّمُّ فَيَضُمُّ مَالِكِيَّةَ يَدِهِ اِلَى مَالِكِيَّةِ نَفْسِهِ اَوْ لِتَحْقِيقِ مَقْصُودِ الْكِتَابَةِ وَهُوَ اَدَاءُ الْبَدَلِ فَيَمْلِكُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَالْخُرُوجَ اِلَى السَّفَرِ وَاِنْ نَهَاهُ الْمَوْلَى، وَاَمَّا عَدَمُ الْخُرُوجِ عَنْ مِلْكِهِ فَلِمَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ وَمَبْنَاهُ عَلَى الْمُسَاوَاةِ، وَيَنْعَدِمُ ذَلِكَ بِتَنَجُّزِ الْعِتْقِ وَيَتَحَقَّقُ بِتَاَخُّرِهِ لِاَنَّهُ يَثْبُتُ لَهُ نَوْعُ مَالِكِيَّةٍ وَيَثْبُتُ لَهُ فِي الذِّمَّةِ حَقٌّ مِنْ وَجْهٍ (فَاِنْ اَعْتَقَهُ عَتَقَ بِعِتْقِهِ) لِاَنَّهُ مَالِكٌ لِرَقَبَتِهِ (وَسَقَطَ عَنْهُ بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِاَنَّهُ مَا الْتَزَمَهُ اِلَّا مُقَابَلًا بِحُصُولِ الْعِتْقِ بِهِ وَقَدْ حَصَلَ دُونَهُ .

اور جب مکاتبت کا عقد درست ہو گیا ہے تو مکاتب آقا کے قبضہ سے نکل جائے گا مگر اسکی ملکیت سے نہ نکلے گا۔ اور آقا کے قبضہ سے اس کا نکلنا اس سبب سے ہے کہ کتابت کا حکم ثابت ہو جائے اور وہ ملانا ہے پس مکاتب اپنے تصرف اور قبضہ کی

ملکیت کو اپنی ذات کے ساتھ ملانے والا ہے یا اس سبب سے کہ مقصود کتابت کو ثابت کیا جائے اور وہ بدل کو ادا کرنا ہے پس مکاتب خرید وفروخت کا مالک بن جائے گا اور سفر پر جانے کا مالک بھی بن جائے گا خواہ مالک نے اس کو روک دیا ہے۔ ہاں البتہ مکاتب آقا کی ملکیت سے نکلنے والا نہ ہوگا اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ مکاتبت یہ عقد معاوضہ ہے اور اس کا دارومدار برابری پر ہے۔ جبکہ فوری طور آزادی کے نفاذ کے سبب وہ برابری ختم ہو جائے گی۔ جبکہ اس کو مؤخر کرنے کے سبب وہ برابری ثابت ہو جائے گی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس طرح ایک جانب سے ملکیت ثابت ہو جائے گی اور ایک جانب سے اس کا حق بھی ثابت ہو جائے گا۔

اور جب عقد مکاتبت کے بعد آقا نے اس کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ آقا ابھی تک اس کا مالک ہے ہاں البتہ اس طرح کتابت کا بدل ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے غلام کے حق میں بدل کتابت دینے کو لازم کیا تھا جبکہ آزادی اس کو بدلے کے بغیر ہی مل رہی ہے۔

مکاتبہ باندی سے وطی کے سبب آقا پر مہر ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَطِـيءَ الْـمَوْلٰی مُكَـاتَبَتَهُ لَزِمَهُ الْعُقْرُ) لِاَنَّهَا صَارَتْ اَخَصَّ بِاَجْزَائِهَا تَوَسُّلًا اِلَى الْـمَقْـصُـودِ بِالْكِتَابَةِ وَهُوَ الْوُصُولُ اِلَى الْبَدَلِ مِنْ جَانِبِهِ وَاِلَى الْحُرِّيَّةِ مِنْ جَانِبِهَا بِنَاءً عَلَيْهِ، وَمَنَافِعُ الْبُضْعِ مُلْحَقَةٌ بِالْاَجْزَاءِ وَالْاَعْيَانِ (وَاِنْ جَنٰى عَلَيْهَا اَوْ عَلٰى وَلَدِهَا لَزِمَتْهُ الْجِنَايَةُ) لِمَا بَيَّنَّا (وَاِنْ اَتْلَفَ مَالًا لَهَا غَرِمَ) لِاَنَّ الْمَوْلٰى كَالْاَجْنَبِيِّ فِي حَقِّ اَكْسَابِهَا وَنَفْسِهَا، اِذْ لَوْ لَمْ يُجْعَلْ كَذٰلِكَ لَاَتْلَفَهُ الْمَوْلٰى فَيَمْتَنِعُ حُصُولُ الْغَرَضِ الْمُبْتَغٰى بِالْعَقْدِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اور جب آقا نے مکاتبہ باندی کے ساتھ جماع کیا ہے تو آقا پر مہر لازم ہو جائے گا کیونکہ مکاتبہ اپنے حصوں کی ملکیت رکھنے والی ہے اور اس کی ملکیت ثابت ہو چکی ہے تا کہ اس ملکیت کے سبب مقصد کتابت حاصل کیا جا سکے۔ یعنی آقا کے حق میں بدل کتابت کو وصول کرنا اور باندی کے حق میں آزادی کو حاصل کرنا یہ اسی بدل کے ادا کرنے پر منحصر ہے جبکہ منافع بضع یہ منافع اجزاء کے ساتھ ملنے والے ہیں۔

اور جب آقا نے باندی یا اس کے بچے پر جنایت کی تو اس پر تاوان لازم آئے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور جب آقا نے مکاتبہ کا مال ہلاک کر دیا ہے تو وہ اس کا بھی ضامن ہوگا کیونکہ اب مکاتبہ کی جان اور اس کے مال میں آقا ایک غیر آدمی کی طرح ہے اور اس لئے کہ جب ایسا نہ کیا جائے تو آقا اس کا سارا مال ہلاک کر دے گا اور وہ مقصود ختم ہو جائے گا جس مقصد کے لئے عقد کیا گیا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْکِتَابَۃِ الْفَاسِدَۃِ

﴿یہ فصل کتابت فاسدہ کے بیان میں ہے﴾

فصل کتابت فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے کتابت کی صحیح اقسام اور ان کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے کتابت فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح نماز و روزہ و حج وغیرہ دیگر احکام شرعیہ میں بھی حکم فساد عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہٰذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے۔ جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام و مرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والی ہے جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

خنزیر و شراب کے بدلے میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمُسْلِمُ عَبْدَهُ عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أَوْ عَلَى قِيمَةِ نَفْسِهِ فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ لَا يَسْتَحِقُّهُ الْمُسْلِمُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فِي حَقِّهِ فَلَا يَصْلُحُ بَدَلًا فَيَفْسُدُ الْعَقْدُ .

وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْقِيمَةَ مَجْهُولَةٌ قَدْرًا وَجِنْسًا وَوَصْفًا فَتَفَاحَشَتْ الْجَهَالَةُ وَصَارَ كَمَا إذَا كَاتَبَ عَلَى ثَوْبٍ أَوْ دَابَّةٍ، وَلِأَنَّهُ تَنْصِيصٌ عَلَى مَا هُوَ مُوجِبُ الْعَقْدِ الْفَاسِدِ لِأَنَّهُ مُوجِبٌ لِلْقِيمَةِ .

فرمایا اور جب کسی شخص نے خنزیر و شراب یا غلام کی قیمت کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنایا تو کتابت فاسد ہو جائے گی اور خنزیر و شراب کا سبب تو یہی ہے کہ مسلمان ان کا حقدار نہیں بنتا کیونکہ یہ اشیاء مسلمانوں کے حق میں مال نہیں ہیں۔ پس یہ بدل بھی نہیں بن سکتیں۔ پس یہ عقد فاسد ہو جائے گی جبکہ قیمت کو عقد بنانا اس سبب سے فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی قیمت کی مقدار، وصف اور جنس سے مجہول رہے گی اور یہ جہالت فاحشہ ہے اور اس کی مثال یوں ہے کہ جب کسی شخص نے کپڑے یا سواری

کے بدلے میں مکاتبت کی ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ میں نے اس کی قیمت پر مکاتبت کی'' اس کا یہ قول عقد فاسد کی صراحت کو واجب کرنے والا ہے۔ کیونکہ عقد فاسد یہ قیمت کو واجب کرنے والا ہوتا ہے۔

خمر سے ادائیگی کے سبب مکاتب کی آزادی کا بیان

قَالَ (فَإِنْ اَدَّى الْخَمْرَ عَتَقَ) وَقَالَ زُفَرُ : لَا يُعْتَقُ إِلَّا بِاَدَاءِ قِيمَةِ نَفْسِهِ، لِاَنَّ الْبَدَلَ هُوَ الْقِيمَةُ وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : اَنَّهُ يُعْتَقُ بِاَدَاءِ الْخَمْرِ لِاَنَّهُ بَدَلٌ صُورَةً، وَيُعْتَقُ بِاَدَاءِ الْقِيمَةِ اَيْضًا لِاَنَّهُ هُوَ الْبَدَلُ مَعْنًى .

وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اِنَّمَا يُعْتَقُ بِاَدَاءِ عَيْنِ الْخَمْرِ اِذَا قَالَ اِنْ اَدَّيْتَهَا فَاَنْتَ حُرٌّ لِاَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ الْعِتْقُ بِالشَّرْطِ لَا بِعَقْدِ الْكِتَابَةِ، وَصَارَ كَمَا اِذَا كَاتَبَ عَلَى مَيْتَةٍ اَوْ دَمٍ وَلَا فَصْلَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْمَيْتَةِ اَنَّ الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ مَالٌ فِي الْجُمْلَةِ فَاَمْكَنَ اعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ، وَمُوجِبُهُ الْعِتْقُ عِنْدَ اَدَاءِ الْعِوَضِ الْمَشْرُوطِ .

وَاَمَّا الْمَيْتَةُ فَلَيْسَتْ بِمَالٍ اَصْلًا فَلَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ فَاعْتُبِرَ فِيهِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَذَلِكَ بِالتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ (وَاِذَا عَتَقَ بِاَدَاءِ عَيْنِ الْخَمْرِ لَزِمَهُ اَنْ يَسْعَى فِي قِيمَتِهِ) لِاَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ رَدُّ رَقَبَتِهِ لِفَسَادِ الْعَقْدِ وَقَدْ تَعَذَّرَ بِالْعِتْقِ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ اِذَا تَلِفَ الْمَبِيعُ .

اور جب مکاتب نے شراب کوادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ شراب کی قیمت ادا کیے بغیر وہ آزاد نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ قیمت اصل میں بدل ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ شراب ادا کرنے سے بھی وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ بھی بطور صورت بدل ہے۔ اور وہ اپنی قیمت ادا کرنے سے بھی آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہ معنوی طور پر بدل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آقا نے یہ کہا ہے کہ جب تم شراب ادا کرو گے تو آزاد ہو جاؤ گے لہٰذا اب عین خمر کی ادائیگی کے سبب مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اب وہ شرط کے سبب سے آزاد ہونے والا ہے جبکہ عقد کتابت کے سبب سے آزاد ہونے والا نہیں ہے۔ اور اس کی نظیر اس طرح ہے کہ جب کسی شخص نے مردار اور خون پر عقد کیا ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق خنزیر اور خمر میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ خنزیر و خمر اور مردار میں فرق ہے اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ خمر اور خنزیر یہ دونوں کسی نہ کسی طرح مال کے حکم میں چلے جاتے ہیں اور ان میں عقد کے حکم کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہے اور وجوب عقد یہ ہے کہ معین کردہ ادائیگی کے وہ مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ مگر مردار یہ تو مال ہی نہیں ہے اور اس میں عقد کے حکم کا اعتبار کرنا یہ ممکن نہیں ہو سکتا ہٰذا اس میں شرط

کے معنی کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ اسی وقت ہو سکے گا جب اس کی صراحت کر دی جائے۔

اور جب مکاتب عین خمر کو ادا کر کے آزاد ہو گیا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنی قیمت کو ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ کیونکہ عقد فاسدہ ہو جانے کے سبب اس پر رقبہ کی واپسی واجب ہے جبکہ آزادی کے سبب سے یہ واپسی ناممکن ہے۔ کیونکہ اس پر اپنی قیمت کو واپس کرنا واجب ہے۔ جس طرح بیع فاسدہ میں اس وقت ہوا کرتا ہے جب مبیع ہلاک ہو جائے تو اس کو قیمت کو لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔

معین کردہ قیمت سے کمی نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَنْقُصُ عَنِ الْمُسَمّٰى وَيُزَادُ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ عَقْدٌ فَاسِدٌ فَتَجِبُ الْقِيمَةُ عِنْدَ هَلَاكِ الْمُبْدَلِ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَوْلٰى مَا رَضِيَ بِالنُّقْصَانِ وَالْعَبْدُ رَضِيَ بِالزِّيَادَةِ كَيْ لَا يَبْطُلَ حَقُّهُ فِي الْعِتْقِ اَصْلًا فَتَجِبُ قِيمَتُهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ، وَفِيمَا اِذَا كَاتَبَهُ عَلٰى قِيمَتِهِ يُعْتَقُ بِاَدَاءِ الْقِيمَةِ لِاَنَّهُ هُوَ الْبَدَلُ .

وَاَمْكَنَ اعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ وَاَثَرُ الْجَهَالَةِ فِي الْفَسَادِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَاتَبَهُ عَلٰى ثَوْبٍ حَيْثُ لَا يُعْتَقُ بِاَدَاءِ ثَوْبٍ لِاَنَّهُ لَا يُوقَفُ فِيهِ عَلٰى مُرَادِ الْعَاقِدِ لِاخْتِلَافِ اَجْنَاسِ الثَّوْبِ فَلَا يَثْبُتُ الْعِتْقُ بِدُونِ اِرَادَتِهِ .

فرمایا اور معین کردہ قیمت میں سے کم نہ کرے لیکن اضافہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ عقد فاسد تھا۔ پس مبدل کے ہلاک ہونے کے سبب پوری قیمت واجب ہو گئی تھی جس قدر بھی تدر تھی جس طرح بیع فاسد میں ہوتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ آقا معین بدلہ لینے سے کم پر رضامند نہیں ہے جبکہ غلام زیادہ ادا کرنے پر رضامند ہے کہ کہیں اس کی آزادی کا حق ختم نہ ہو جائے پس جو قیمت بھی ہوگی وہ واجب ہوگی۔

اور اسی طرح جب آقا نے مکاتب کے ساتھ اس کی قیمت پر معاملہ کیا تو وہ قیمت ادا کرنے کے سبب آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ قیمت ہی بدلہ ہے۔ اور اس میں عقد کا معنی کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہے جبکہ قیمت کی جہالت کا اثر یہ فساد بیع کے سبب سے ہے یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کپڑے کے بدلے میں کتابت کا عقد کیا ہے تو وہ مکاتب کوئی کپڑا دینے سے آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں عاقد کی مراد پر اطلاع پانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کپڑے کیا اجناس مختلف ہیں۔ پس آقا کی مرضی کو جانے کے سوا آزادی ثابت نہ ہوگی۔

غیر غلام کی جانب سے معین رقم پر عقد کتابت کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ اِنْ كَاتَبَهُ عَلٰى شَيْءٍ بِعَيْنِهِ لِغَيْرِهِ لَمْ يَجُزْ) لِاَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى تَسْلِيمِهِ .

وَمُرَادُهُ شَيْءٌ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، حَتّٰى لَوْ قَالَ كَاتَبْتُكَ عَلٰى هٰذِهِ الْاَلْفِ الدَّرَاهِمِ وَهِيَ لِغَيْرِهِ

جَازَ لِاَنَّهَا لَا تَتَعَيَّنُ فِي الْمُعَاوَضَاتِ فَيَتَعَلَّقُ بِدَرَاهِمَ دَيْنٍ فِي الذِّمَّةِ فَيَجُوزُ .

وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ اَنَّهُ يَجُوزُ، حَتّٰى اِذَا مَلَكَهُ وَسَلَّمَهُ يُعْتَقُ، وَاِنْ عَجَزَ يُرَدُّ فِي الرِّقِّ لِاَنَّ الْمُسَمّٰى مَالٌ وَالْقُدْرَةَ عَلَى التَّسْلِيمِ مَوْهُومٌ فَاَشْبَهَ الصَّدَاقَ .

قُلْنَا : اِنَّ الْعَيْنَ فِي الْمُعَاوَضَاتِ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ شَرْطٌ لِلصِّحَّةِ اِذَا كَانَ الْعَقْدُ يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ كَمَا فِي الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الصَّدَاقِ فِي النِّكَاحِ لِاَنَّ الْقُدْرَةَ عَلٰى مَا هُوَ الْمَقْصُودُ بِالنِّكَاحِ لَيْسَ بِشَرْطٍ، فَعَلٰى مَا هُوَ تَابِعٌ فِيهِ اَوْلٰى .

فَلَوْ اَجَازَ صَاحِبُ الْعَيْنِ ذٰلِكَ فَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ يَجُوزُ لِاَنَّهُ يَجُوزُ الْبَيْعُ عِنْدَ الْاِجَازَةِ فَالْكِتَابَةُ اَوْلٰى .

وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ لَا يَجُوزُ اعْتِبَارًا بِحَالِ عَدَمِ الْاِجَازَةِ عَلٰى مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ، وَالْجَامِعُ اَنَّهُ لَا يُفِيدُ مِلْكَ الْمَكَاسِبِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ لِاَنَّهَا تَثْبُتُ لِلْحَاجَةِ اِلَى الْاَدَاءِ مِنْهَا وَلَا حَاجَةَ فِيمَا اِذَا كَانَ الْبَدَلُ عَيْنًا مُعَيَّنًا، وَالْمَسْاَلَةُ فِيهِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يَجُوزُ اَجَازَ ذٰلِكَ اَوْ لَمْ يُجِزْ، غَيْرَ اَنَّهُ عِنْدَ الْاِجَازَةِ يَجِبُ تَسْلِيمُ عَيْنِهِ، وَعِنْدَ عَدَمِهَا يَجِبُ تَسْلِيمُ قِيمَتِهِ كَمَا فِي النِّكَاحِ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا صِحَّةُ التَّسْمِيَةِ لِكَوْنِهِ مَالًا، وَلَوْ مَلَكَ الْمُكَاتَبُ ذٰلِكَ الْعَيْنَ، فَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَوَاهُ اَبُو يُوسُفَ اَنَّهُ اِذَا اَدَّاهُ لَا يُعْتَقُ، وَعَلٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةِ لَمْ يَنْعَقِدِ الْعَقْدُ اِلَّا اِذَا قَالَ لَهُ اِذَا اَدَّيْتَ اِلَيَّ فَاَنْتَ حُرٌّ فَحِينَئِذٍ يُعْتَقُ بِحُكْمِ الشَّرْطِ، وَهٰكَذَا عَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .وَعَنْهُ اَنَّهُ يُعْتَقُ قَالَ ذٰلِكَ اَوْ لَمْ يَقُلْ، لِاَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ مَعَ الْفَسَادِ لِكَوْنِ الْمُسَمّٰى مَالًا فَيُعْتَقُ بِاَدَاءِ الْمَشْرُوطِ .

وَلَوْ كَاتَبَهُ عَلٰى عَيْنٍ فِي يَدِ الْمُكَاتَبِ فَفِيهِ رِوَايَتَانِ، وَهِيَ مَسْاَلَةُ الْكِتَابَةِ عَلَى الْاَعْيَانِ، وَقَدْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِي الْاَصْلِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا وَجْهَ الرِّوَايَتَيْنِ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهٰى .

اور اسی طرح یہ حکم اس وقت بھی ہوگا جب آقا نے کسی ایسی معین چیز پر مکاتب بنایا ہے جو غلام کے سوا کسی دوسرے شخص کی تھی تو یہ مکاتبت جائز نہیں ہے کیونکہ غلام اس کو حوالے کرنے پر قادر نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے معینہ چیز سے مراد یہ ہے کہ وہ اس طرح چیز ہو جو متعین کرنے سے متعین ہو جائے یہاں تک کہ جب آقا نے اس طرح کہا ہے کہ میں نے تجھے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں مکاتب بنا دیا ہے اور وہ دراہم کسی دوسرے شخص کے ہوں تو عقد جائز ہے کیونکہ دراہم معاوضات میں متعین نہیں ہوتے پس یہ عقد ایسے دراہم کے بارے میں ہوگا جو ذمہ میں قرض ہوں گے۔ اور عقد جائز ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے امام حسن علیہ الرحمہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ عقد جائز ہے یہاں تک کہ جب غلام ان دراہم کا مالک بن جائے اوران کو آقا کے سپرد کردے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ ادا نہ کر سکے تو وہ دوبارہ غلام بنا دیا جائے گا کیونکہ یہاں طے شدہ کا بدل مال ہے۔ اور سپرد کرنے کی طاقت بھی پائی جاتی ہے پس یہ بدلہ مہر کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہم نے کہا کہ معاوضات میں مال عین کا معقود علیہ ہوا کرتا ہے اور عقد درست ہونے کے لئے معقود علیہ کو قدرت شرط ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عقد فسخ کے قابل ہو جس طرح بیع میں ہوتا ہے یہ خلاف مہر نکاح کے، کیونکہ مقصود نکاح پر قدرت شرط نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب مالک نے عین کتابت کی اجازت دیدی ہے۔ تو کتابت کا یہ عقد درست ہو جائے گا۔ کیونکہ اجازت کے سبب سے جب بیع جائز ہو جاتی ہے تو عقد کتابت بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اجازت نہ ہونے پر قیاس کرتے ہوئے یہ عقد جائز نہ ہوگا۔ جس طرح قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ اجازت کے ہونے یا نہ ہونے میں علت مشترکہ یہ ہے کہ اجازت مکاتب کی ملکیت میں فائدے مند نہ ہوگی۔ جبکہ کتابت کا مقصد یہ ملکیت کا حاصل ہونا ہے کہ وہ اسی ملکیت کے بدل کتابت کو ادا کر کے ضرورت کو پورا کرے۔ اور اگر کتابت کا بدل معین مال ہے تو پھر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ مسئلہ بدل کے مال ہونے میں ہی قیاس کیا گیا ہے۔ جس طرح ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ عقد جائز ہے اگر چہ مالک اس کی اجازت دے یا نہ دے کیونکہ جب اجازت مل جائے گی تو یہ عین مال کو حوالے کرنا واجب ہوگا اور اجازت نہ ملنے کی صورت میں اس کی قیمت کو حوالے کرنا ہوگا جس طرح نکاح میں ہے اوران میں جامع علت تسمیہ کا درست ہونا ہے اس لئے کہ وہ مال ہے۔

اور جب مکاتب عین کا مالک ہوا ہے تو شیخین کی روایت کے مطابق اگر چہ وہ اس کو ادا کرے وہ آزاد نہ ہوگا کیونکہ عقد منعقد نہیں ہوا۔ ہاں البتہ جب آقا نے کہا کہ اگر تو اس کو مجھے ادا کر دے تو تو آزاد ہے تو پھر ویسا ہی ہوگا۔ تو وہ آزاد شرط کا حکم سے ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اسی طرح بھی روایت ہے کہ اگر چہ وہ اس طرح کہہ دیا نہ کہے وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ عقد فساد کے ساتھ منعقد ہو چکا ہے' کیونکہ مسمی مال ہے لہٰذا مشروط کی ادائیگی کے ساتھ وہ آزاد ہو جائے گا۔

اور جب آقا نے کسی ایسی معین چیز سے مکاتب کیا ہے جو غلام کے قبضہ میں ہے۔ تو اس میں دو روایات ہیں اور یہ مسئلہ اعیان کی کتاب میں ہے اور وہاں اس کی دلیل کو پہچانا جا سکتا ہے اور اس کی دونوں روایات کی دلیل کو ہم نے کفایۃ المنتھی میں ذکر کر دیا ہے۔

آقا کا شرط پر غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَهُ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ عَلَى أَنْ يَرُدَّ الْمَوْلَى عَلَيْهِ عَبْدًا بِغَيْرِ عَيْنِهِ) فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ.

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : هِيَ جَائِزَةٌ، وَيُقَسَّمُ الْمِائَةُ الدِّيْنَارِ عَلٰى قِيْمَةِ الْمُكَاتَبِ وَعَلٰى قِيْمَةِ عَبْدٍ وَسَطٍ فَيَبْطُلُ مِنْهَا حِصَّةُ الْعَبْدِ فَيَكُوْنُ مُكَاتَبًا بِمَا بَقِيَ لِاَنَّ الْعَبْدَ الْمُطْلَقَ يَصْلُحُ بَدَلَ الْكِتَابَةِ وَيَنْصَرِفُ اِلَى الْوَسَطِ، فَكَذَا يَصْلُحُ مُسْتَثْنًى مِنْهُ وَهُوَ الْاَصْلُ فِي اَبْدَالِ الْعُقُوْدِ. وَلَهُمَا اَنَّهُ لَا يُسْتَثْنَى الْعَبْدُ مِنَ الدَّنَانِيْرِ، وَاِنَّمَا تُسْتَثْنَى قِيْمَتُهُ وَالْقِيْمَةُ لَا تَصْلُحُ بَدَلًا فَكَذٰلِكَ مُسْتَثْنًى .

اور جب آقا نے ایک سو دینار کے بدلے میں غلام کو اس شرط کے ساتھ مکاتب کیا ہے کہ آقا اس کو ایک غلام بھی دے گا تو ایسی کتابت طرفین کے نزدیک فاسد ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جائز ہے اور سو دینار کو مکاتب اور درمیانے درجے کے غلام کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس میں سے غلام کے حصے کی مقدار کے برابر دراہم ساقط ہو جائیں گے۔ اور بقیہ بدلہ مکاتب ہوگا۔ کیونکہ غلام مطلق کتابت کا بدلہ بن سکتا ہے اور غلام کو درمیانے درجے کے غلام کی جانب اس لئے پھیر دیا جائے گا کیونکہ وہ بدل کتابت سے مستثنیٰ بھی ہو سکتا ہے اور عقود کے بدلوں میں اصل یہی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

طرفین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ غلام دیناروں سے مستثنیٰ نہ ہوگا بلکہ اس کی قیمت مستثنیٰ ہوگی۔ اور قیمت بدل نہیں بن سکتی پس وہ مستثنیٰ بھی نہ ہو سکے گی۔

حیوان کے بدلے میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا كَاتَبَهُ عَلٰى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوْفٍ فَالْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ) مَعْنَاهُ اَنْ يُبَيِّنَ الْجِنْسَ وَلَا يُبَيِّنَ النَّوْعَ وَالصِّفَةَ (وَيَنْصَرِفُ اِلَى الْوَسَطِ وَيُجْبَرُ عَلٰى قَبُوْلِ الْقِيْمَةِ) وَقَدْ مَرَّ فِي النِّكَاحِ، اَمَّا اِذَا لَمْ يُبَيِّنِ الْجِنْسَ مِثْلَ اَنْ يَقُوْلَ دَابَّةٌ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ يَشْمَلُ اَجْنَاسًا مُخْتَلِفَةً فَتَتَفَاحَشُ الْجَهَالَةُ، وَاِذَا بَيَّنَ الْجِنْسَ كَالْعَبْدِ وَالْوَصِيْفِ فَالْجَهَالَةُ يَسِيْرَةٌ وَمِثْلُهَا يُتَحَمَّلُ فِي الْكِتَابَةِ فَتُعْتَبَرُ جَهَالَةُ الْبَدَلِ بِجَهَالَةِ الْاَجَلِ فِيْهِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا يَجُوْزُ، وَهُوَ الْقِيَاسُ لِاَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ فَاَشْبَهَ الْبَيْعَ. وَلَنَا اَنَّهُ مُعَاوَضَةُ مَالٍ بِغَيْرِ مَالٍ اَوْ بِمَالٍ لٰكِنْ عَلٰى وَجْهٍ يَسْقُطُ الْمِلْكُ فِيْهِ فَاَشْبَهَ النِّكَاحَ، وَالْجَامِعُ اَنَّهُ يُبْتَنٰى عَلَى الْمُسَامَحَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى الْمُمَاكَسَةِ .

اور جب مالک نے اپنے غلام کو کسی ایسے حیوان کے بدلے میں مکاتب کیا ہے کہ اس نے اس جانور کا وصف بیان نہیں کیا ہے تو بطور استحسان یہ عقد درست ہوگا اور اسکا حکم یہ ہے کہ جب اس نے حیوان کی جنس کو بیان کر دیا ہے لیکن اس کی نوع اور صفت کو بیان نہیں کیا ہے اور اس حکم کو درمیانے درجے کے غلام کی جانب پھیر دیا جائے گا اور آقا کو قیمت لینے پر مجبور کیا جائے گا اور کتاب نکاح میں یہ مسئلہ گزر گیا ہے۔ لیکن جب آقا نے جانور کی جنس کو بھی بیان نہیں کیا ہے جس طرح اس نے کہا کہ میں نے تجھے

دابہ کے بدلے میں مکاتب کیا ہے تو یہ عقد جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ حیوان مختلف اجناس کے ہوا کرتے ہیں۔ اور جہالت فاحشہ ہے۔
اور جب وہ جنس کو بیان کر دیتا ہے جس طرح غلام اور اس کا وصف کہ وہ خدمت کرنے والا ہے تو اب جہالت کم ہو جائے گی اور اسی قسم کی جہالت کو کتابت میں برداشت کر لیا جاتا ہے پس بدل کی اس معمولی مدت کو جہالت پر قیاس کیا جائے گا۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا کوئی عقد جائز نہیں ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کیونکہ یہ عقد معاوضہ ہے اور بیع کے مشابہ ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ معاوضہ مال سے نہیں بلکہ غیر مال سے ہے لیکن یہ اس طرح کا ہے کہ اس میں ملکیت ساقط ہو جاتی ہے۔ پس یہ نکاح کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور ان میں جامع علت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چشم پوشی پر مبنی ہے بہ خلاف بیع کے کیونکہ وہ تنگی و سختی پر مبنی ہے۔

نصرانی کا شراب کے عوض میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ النَّصْرَانِيُّ عَبْدَهُ عَلَى خَمْرٍ فَهُوَ جَائِزٌ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مِقْدَارًا مَعْلُومًا وَالْعَبْدُ كَافِرًا لِأَنَّهَا مَالٌ فِي حَقِّهِمْ بِمَنْزِلَةِ الْخَلِّ فِي حَقِّنَا (وَأَيُّهُمَا أَسْلَمَ فَلِلْمَوْلَى قِيمَةُ الْخَمْرِ) لِأَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوعٌ عَنْ تَمْلِيكِ الْخَمْرِ وَتَمَلُّكِهَا، وَفِي التَّسْلِيمِ ذَلِكَ إِذْ الْخَمْرُ غَيْرُ مُعَيَّنٍ فَيَعْجِزُ عَنْ تَسْلِيمِ الْبَدَلِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قِيمَتُهَا، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا تَبَايَعَ الذِّمِّيَّانِ خَمْرًا ثُمَّ أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا حَيْثُ يَفْسُدُ الْبَيْعُ عَلَى مَا قَالَهُ الْبَعْضُ، لِأَنَّ الْقِيمَةَ تَصْلُحُ بَدَلًا فِي الْكِتَابَةِ فِي الْجُمْلَةِ، فَإِنَّهُ لَوْ كَاتَبَ عَلَى وَصِيفٍ وَأَتَى بِالْقِيمَةِ يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ فَجَازَ أَنْ يَبْقَى الْعَقْدُ عَلَى الْقِيمَةِ، فَأَمَّا الْبَيْعُ فَلَا يَنْعَقِدُ صَحِيحًا عَلَى الْقِيمَةِ فَافْتَرَقَا .

قَالَ (وَإِذَا قَبَضَهَا عَتَقَ) لِأَنَّ فِي الْكِتَابَةِ مَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ . فَإِذَا وَصَلَ أَحَدُ الْعِوَضَيْنِ إِلَى الْمَوْلَى سَلَّمَ الْعِوَضَ الْآخَرَ لِلْعَبْدِ وَذَلِكَ بِالْعِتْقِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْعَبْدُ مُسْلِمًا حَيْثُ لَمْ تَجُزْ الْكِتَابَةُ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْتِزَامِ الْخَمْرِ، وَلَوْ أَدَّاهَا عَتَقَ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور جب نصرانی نے شراب کے بدلے میں غلام کو مکاتب بنا دیا ہے تو یہ جائز ہے اور جب شراب کی مقدار معلوم ہو اور غلام کافر ہو۔ کیونکہ کفار کے حق میں شراب اسی طرح مال ہے جس طرح ہمارے حق میں سرکہ مال ہے۔ اور جب آقا و غلام میں سے جو شخص بھی مسلمان ہوگا آقا کو شراب کی قیمت ملے گی۔ کیونکہ مسلمان نہ شراب کا مالک بن سکتا ہے اور نہ شراب دینے والا بن سکتا ہے۔ جبکہ شراب یہ دینے سے مالک بننا لازم آئے گا۔ اور اسلئے بھی شراب غیر معین ہے۔ پس مکاتب بدل کو حوالے کرنے سے عاجز آ جائے گا اور اس پر قیمت واجب ہو جائے گی۔ اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے کہ جب دو ذمیوں نے مل کر شراب کی

خرید وفروخت کی۔ اس کے بعدان میں سے ایک مسلمان ہو گیا ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور بعض مشائخ فقہاء کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ یہ عموم قیمت بدل کتابت بن سکتی ہے۔

اور جب مالک نے خدمت کرنے والے غلام کو مکاتب بنایا ہے اور مکاتب اس نے اس کی قیمت سپرد کی تو آقا اس کو قیمت کو لینے پر مجبور کیا جائے گا ہاں اور قیمت پر عقد کا باقی رہنا بھی جائز ہوگا۔ مگر بیع قیمت کے بدلے میں درست نہ ہوگی کیونکہ بیع اور کتابت میں فرق ہے۔

فرمایا کہ جب آقا نے شراب پر قبضہ کرلیا ہے تو مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ اور کتابت میں معاوضہ کا حکم بھی ہے پس جب آقا کو ایک بدلہ مل گیا ہے تو غلام کو دوسرا بدل ملے گا اور یہ مکاتب کی آزادی سے حاصل ہوگا۔ یہ خلاف اس حالت کے کہ جب غلام مسلمان ہو تو اب کتابت جائز نہ ہوگی کیونکہ مسلمان شراب کا اہل نہیں ہے۔ لہٰذا جب مسلمان غلام نے شراب ادا کر دی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ لِلْمُكَاتَبِ اَنْ يَفْعَلَهُ

﴿یہ باب مکاتب کے لئے کرنے والے کاموں کے لئے ہے﴾

باب جواز امور مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے مکاتبت صحیحہ اور مکاتبت فاسدہ سے متعلق احکام کو ذکر کیا ہے۔ اب یہاں سے مکاتبت میں تصرف کے جواز وعدم جواز کے بارے میں فقہی احکام کو ذکر کر رہے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز میں تصرف کے اس چیز کے عقد کے درست ہونے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۱۶، بیروت)

مکاتب کے لئے خرید وفروخت کرنے کی اجازت کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُكَاتَبِ الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ وَالسَّفَرُ) لِاَنَّ مُوجَبَ الْكِتَابَةِ اَنْ يَصِيرَ حُرًّا يَدًا، وَذٰلِكَ بِمَالِكِيَّةِ التَّصَرُّفِ مُسْتَبِدًّا بِهٖ تَصَرُّفًا يُوصِلُهُ اِلٰى مَقْصُودِهٖ وَهُوَ نَيْلُ الْحُرِّيَّةِ بِاَدَاءِ الْبَدَلِ، وَالْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ، وَكَذَا السَّفَرُ لِاَنَّ التِّجَارَةَ رُبَّمَا لَا تَتَّفِقُ فِي الْحَضَرِ فَتَحْتَاجُ اِلَى الْمُسَافَرَةِ، وَيَمْلِكُ الْبَيْعَ بِالْمُحَابَاةِ لِاَنَّهُ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ، فَاِنَّ التَّاجِرَ قَدْ يُحَابِي فِي صَفْقَةٍ لِيَرْبَحَ فِي اُخْرٰى .

فرمایا کہ مکاتب کے لئے جائز ہے کہ وہ خرید وفروخت کرے اور سفر کرے۔ کیونکہ کتابت کا تقاضہ یہ ہے کہ مکاتب قبضہ سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور یہ کام تب پورا ہو سکتا ہے جب مکاتب مکمل طور پر تصرف کا مالک بن جائے۔ اور وہ اسی تصرف سے اپنا مقصد حاصل کر سکے گا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ بدل کتابت ادا کر کے اپنی آزادی کو حاصل کر لے۔ جبکہ خرید وفروخت بھی اسی حکم میں سے ہیں اور سفر کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ کبھی کبھی شہر میں تجارت نہیں ہو پاتی جس کے لئے تاجر کو سفر کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اور وہ کسی چیز سستی قیمت میں بھی بیچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی تاجروں کا طریقہ ہوتا ہے کیونکہ تاجر کبھی معاملہ میں قیمت تھوڑی لے لیتا ہے۔ کہ اس کو دوسرے معاملہ میں نفع حاصل ہو جائے گا۔

مکاتب کے لئے کوفہ جانے سے ممانعت کی شرط کا بیان

قَالَ (فَاِنْ شَرَطَ عَلَيْهِ اَنْ لَا يَخْرُجَ مِنَ الْكُوفَةِ فَلَهُ اَنْ يَخْرُجَ اسْتِحْسَانًا) لِاَنَّ هٰذَا الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِمُقْتَضَى الْعَقْدِ وَهُوَ مَالِكِيَّةُ الْيَدِ مِنْ جِهَةِ الْاِسْتِبْدَادِ وَثُبُوتِ الْاِخْتِصَاصِ فَبَطَلَ

الشَّرْطُ وَصَحَّ الْعَقْدُ لِاَنَّهُ شَرْطٌ لَمْ يَتَمَكَّنْ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ، وَبِمِثْلِهِ لَا تَفْسُدُ الْكِتَابَةُ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْكِتَابَةَ تُشْبِهُ الْبَيْعَ وَتُشْبِهُ النِّكَاحَ فَاَلْحَقْنَاهُ بِالْبَيْعِ فِي شَرْطٍ تَمَكَّنَ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ، كَمَا اِذَا شَرَطَ خِدْمَةً مَجْهُوْلَةً لِاَنَّهُ فِي الْبَدَلِ وَبِالنِّكَاحِ فِي شَرْطٍ لَمْ يَتَمَكَّنْ فِي صُلْبِهٖ هٰذَا هُوَ الْاَصْلُ .

اَوْ نَقُوْلُ : اِنَّ الْكِتَابَةَ فِي جَانِبِ الْعَبْدِ اِعْتَاقٌ لِاَنَّهُ اِسْقَاطُ الْمِلْكِ، وَهٰذَا الشَّرْطُ يَخُصُّ الْعَبْدَ فَاعْتُبِرَ اِعْتَاقًا فِي حَقِّ هٰذَا الشَّرْطِ، وَالْاِعْتَاقُ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوْطِ الْفَاسِدَةِ .

اور جب مالک نے یہ شرط لگادی ہے کہ مکاتب کوفہ نہ جائے گا تو وہ بطور استحسان جا سکتا ہے کیونکہ یہ شرط عقد کے تقاضہ کے خلاف ہے۔ جبکہ وہ تو مستقل طور متصرف ہے۔ اور کمائی کرنا بھی اسی کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا شرط باطل ہو جائے گی۔ اور عقد درست ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ شرط اصل عقد میں داخل نہیں ہے۔ جبکہ اس قسم کی شرط سے عقد فاسد نہ ہوگا۔

یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ کتابت بیع کے مشابہ ہے اور نکاح کے مشابہ بھی ہے پس اصل عقد میں داخل ہونے کی شرط کو ہم نے بیع کے حکم کے ساتھ ملا دیا ہے جس طرح مجہول خدمت کی شرط لگائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہی شرط بدل میں ہے اور جو شرط اصل میں داخل نہ ہو تو ایسی کتابت کو ہم نے نکاح کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور قاعدہ فقہیہ بھی یہی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس کے پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ غلام کے حق میں کتابت کا عقد آزادی ہے اس لئے کہ یہی آقا کی ملکیت کو ساقط کرنے والا ہے۔ اور یہ شرط غلام کے ساتھ خاص ہے پس اس شرط کے حق میں اس کو آزاد قرار دیا جائے گا اور آزادی فاسد شرائط کے سبب باطل نہیں ہوا کرتی۔

مالک کی اجازت کے بغیر مکاتب کے نکاح کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَتَزَوَّجُ اِلَّا بِاِذْنِ الْمَوْلٰى) لِاَنَّ الْكِتَابَةَ فَكُّ الْحَجْرِ مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ ضَرُوْرَةَ التَّوَسُّلِ اِلَى الْمَقْصُوْدِ، وَالتَّزَوُّجُ لَيْسَ وَسِيْلَةً اِلَيْهِ، وَيَجُوْزُ بِاِذْنِ الْمَوْلٰى لِاَنَّ الْمِلْكَ لَهُ (وَلَا يَهَبُ وَلَا يَتَصَدَّقُ اِلَّا بِالشَّيْءِ الْيَسِيْرِ) لِاَنَّ الْهِبَةَ وَالصَّدَقَةَ تَبَرُّعٌ وَهُوَ غَيْرُ مَالِكٍ لِيُمَلِّكَهُ، اِلَّا اَنَّ الشَّيْءَ الْيَسِيْرَ مِنْ ضَرُوْرَاتِ التِّجَارَةِ لِاَنَّهُ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْ ضِيَافَةٍ وَاِعَارَةٍ لِيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ الْمُجَاهِزُوْنَ .

وَمَنْ مَلَكَ شَيْئًا يَمْلِكُ مَا هُوَ مِنْ ضَرُوْرَاتِهٖ وَتَوَابِعِهٖ (وَلَا يَتَكَفَّلُ) لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ، فَلَيْسَ مِنْ ضَرُوْرَاتِ التِّجَارَةِ وَالْاِكْتِسَابِ وَلَا يَمْلِكُهُ بِنَوْعَيْهِ نَفْسًا وَمَالًا لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ تَبَرُّعٌ (وَلَا يُقْرِضُ) لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ لَيْسَ مِنْ تَوَابِعِ الْاِكْتِسَابِ (فَاِنْ وَهَبَ عَلٰى عِوَضٍ لَمْ يَصِحَّ) لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ ابْتِدَاءً (وَاِنْ زَوَّجَ اَمَتَهُ جَازَ) لِاَنَّهُ اكْتِسَابٌ لِلْمَالِ فَاِنَّهُ يَتَمَلَّكُ بِهِ الْمَهْرَ فَدَخَلَ تَحْتَ الْعَقْدِ

اور مکاتب اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ مقصد حاصل کرنے کی حاجت کے سبب سے کتابت کے عقد سے آقا کا حق بند ہو جائے گا۔ لہٰذا کسی نہ کسی حد تک اس میں آقا کی ملکیت باقی رہتی ہے۔ جبکہ نکاح کرنا یہ مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب آقا اجازت دیدے تو نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ مکاتب اسی کی ملکیت میں ہے۔

اسی طرح مکاتب ہبہ اور صدقہ بھی نہیں کر سکتا۔ مگر وہ کوئی معمولی چیز ہبہ یا صدقہ کر سکتا ہے کیونکہ ہبہ وصدقہ میں احسان ہے اور اسی طرح مکاتب کسی دوسرے کا مالک بنانے کا مالک بھی نہیں بن سکتا جبکہ تھوڑی بہتی تجارت یہ عام ضروریات میں سے ہے۔ کیونکہ اس کی مہمان نوازی کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے اور اس کو ادھار دینے کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔ تاکہ اہل قافلہ اس سے اپنا تعلق واسطہ رکھیں۔ اور جب بندہ کسی چیز کا مالک ہے وہ اس کی ضروریات وحاجات کا مالک بھی ہوتا ہے۔

اور اسی طرح مکاتب کسی کا کفیل بھی نہیں بن سکے گا۔ کیونکہ یہ تو ایک خاص احسان ہے جبکہ یہ تجارت کرنے یا مال کمانے کے اسباب میں سے نہیں ہے پس مکاتب کفالت کی دونوں اقسام نفس اور جان کا مالک نہ ہوگا کیونکہ ان میں سے ہر ایک چیز احسان ہے اور اسی طرح مکابت قرض بھی نہیں دے سکتا کیونکہ قرض دینا بھی احسان ہے اور یہ کمانے کی ذرائع میں سے نہیں ہے اور اس کا بدلہ لے کر ہبہ کرنا یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ ابتدائی طور پر احسان ہے اور جب مکاتب نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہی مال کمانے کا ذریعہ ہے پس اس کے مہر کا مالک مکاتب ہوگا اور یہ معاملہ کتابت کے عقد میں بھی شامل ہے۔

مکاتب کا اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ اِنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ) وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَجُوْزَ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ، لِاَنَّ مَآلَهُ الْعِتْقُ وَالْمُكَاتَبُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهِ كَالْإِعْتَاقِ عَلٰى مَالٍ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّهُ عَقْدُ اكْتِسَابٍ لِلْمَالِ فَيَمْلِكُهُ كَتَزْوِيجِ الْاَمَةِ وَكَالْبَيْعِ وَقَدْ يَكُوْنُ هُوَ اَنْفَعَ لَهُ مِنَ الْبَيْعِ لِاَنَّهُ لَا يُزِيلُ الْمِلْكَ اِلَّا بَعْدَ وُصُولِ الْبَدَلِ اِلَيْهِ وَالْبَيْعُ يُزِيلُهُ قَبْلَهُ وَلِهٰذَا يَمْلِكُهُ الْاَبُ وَالْوَصِيُّ ثُمَّ هُوَ يُوجِبُ لِلْمَمْلُوكِ مِثْلَ مَا هُوَ ثَابِتٌ لَهُ . بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ عَلٰى مَالٍ لِاَنَّهُ يُوجِبُ فَوْقَ مَا هُوَ ثَابِتٌ لَهُ .

قَالَ : فَاِنْ اَدَّى الثَّانِي قَبْلَ اَنْ يُعْتَقَ الْاَوَّلُ فَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلٰى، لِاَنَّ لَهُ فِيهِ نَوْعَ مِلْكٍ . وَتَصِحُّ اِضَافَةُ الْإِعْتَاقِ اِلَيْهِ فِي الْجُمْلَةِ، فَاِذَا تَعَذَّرَ اِضَافَتُهُ اِلٰى مُبَاشِرِ الْعَقْدِ لِعَدَمِ الْاَهْلِيَّةِ اُضِيفَ اِلَيْهِ كَمَا فِي الْعَبْدِ اِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا (فَلَوْ اَدَّى الْاَوَّلُ بَعْدَ ذٰلِكَ وَعَتَقَ لَا يَنْتَقِلُ الْوَلَاءُ اِلَيْهِ) لِاَنَّ

الْمَوْلٰی جُعِلَ مُعْتِقًا وَالْوَلَاءُ لَا يَنْتَقِلُ عَنِ الْمُعْتِقِ (وَإِنْ اَدَّى الثَّانِي بَعْدَ عِتْقِ الْأَوَّلِ فَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِأَنَّ الْعَاقِدَ مِنْ أَهْلِ ثُبُوتِ الْوَلَاءِ وَهُوَ الْأَصْلُ فَيَثْبُتُ لَهُ .

اور جب مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب بنا دیا ہے تو یہ جائز ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس طرح جائز نہیں ہے۔ اور اسی کے موافق امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول ہے۔ کیونکہ مال کتابت یہ آزادی ہے اور مکاتب آزادی کا مالک نہیں ہے جس طرح آزادی والے مال کا مالک نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب بنانے یہ مال کمانے والا عقد ہے پس یہ مکاتب اس عقد کا مالک بن جائے گا جس طرح وہ باندی سے نکاح کرنے اور خرید و فروخت کا مالک بن جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی مکاتبت اس کے لئے بیع سے زیادہ فائدے والی ہوتی ہے۔ کیونکہ کتابت یہ مکاتب سے بدل ادا کرنے سے پہلے تک اس کی ملکیت کو ختم کرنے والی نہیں ہے جبکہ بیع یہ بدل ملنے سے قبل ہی ملکیت کو ختم کر دیتی ہے اسی دلیل کے سبب سے باپ اور وصی بھی مکاتبت کے مالک ہیں۔

اور کے بعد حکم فقہی یہ ہے کہ یہ مکاتبت دوسرے مکاتب کے لئے وہی اختیارات ثابت کرنے والی ہے جو پہلے کے لئے اس نے ثابت کیے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

البتہ مال کے سبب حاصل ہونے والی آزادی کے خلاف ہے کیونکہ یہ مکاتب کی آزادی کو پہلے مکاتب سے زیادہ اختیارات کو ثابت کرنے والی ہے۔

اور جب دوسرے مکاتب نے پہلے کی آزادی سے پہلے ہی بدل کتابت ادا کر کے آزادی حاصل کر لی ہے تو اس کا ولاء پہلے مکاتب کے آقا کا ہوگا۔ کیونکہ اس مکاتب میں ابھی آقا کی ملکیت باقی ہے اور مکمل طور پر اس کی جانب آزادی کی اضافت کرنا درست ہے۔ کیونکہ مکاتب اول کی جانب اس کی نسبت کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس میں آزادی کی اہلیت نہیں پائی جاتی۔ جس طرح آقا کوئی چیز خریدے تو آقا ہی کی ملکیت ہوگی۔

اور اس کے بعد پہلے مکاتب نے کتابت کا ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا تو اس کی جانب ولاء منتقل نہ ہوگی۔ کیونکہ آقا کو معتق قرار دے دیا گیا ہے اور معتق سے ولاء منتقل نہیں ہوا کرتی۔

اور جب مکاتب اول کی آزادی کے بعد دوسرے مکاتب نے بدل کتابت ادا کیا ہے تو دوسرے ولاء اسی یعنی پہلے مکاتب کو ملے گی کیونکہ اب عقد کرنے والا ہی اس کا اہل ہے لہٰذا اس کے لئے ولاء ثابت ہو جائے گی۔ اور یہ اصل (قاعدہ فقہیہ) پس اس کے لئے ولاء ثابت ہو چکی ہے۔

مکاتب کا مال کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلٰى مَالٍ اَوْ بَاعَهُ مِنْ نَفْسِهِ اَوْ زَوَّجَ عَبْدَهُ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ لَيْسَتْ مِنَ الْكَسْبِ وَلَا مِنْ تَوَابِعِهِ .

اَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ إِسْقَاطُ الْمِلْكِ عَنْ رَقَبَتِهِ وَإِثْبَاتُ الدَّيْنِ فِي ذِمَّةِ الْمُفْلِسِ فَأَشْبَهَ الزَّوَالَ بِغَيْرِ

عِوَضٍ، وَكَذَا الثَّانِي لِأَنَّهُ إِعْتَاقٌ عَلَى مَالٍ فِي الْحَقِيقَةِ.

وَأَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّهُ تَنْقِيصٌ لِلْعَبْدِ وَتَعْيِيبٌ لَهُ وَشَغْلُ رَقَبَتِهِ بِالْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ، بِخِلَافِ تَزْوِيجِ الْأَمَةِ لِأَنَّهُ اكْتِسَابٌ لِاسْتِفَادَتِهِ الْمَهْرَ عَلَى مَا مَرَّ.

قَالَ (وَكَذَلِكَ) (الْأَبُ وَالْوَصِيُّ فِي رَقِيقِ الصَّغِيرِ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ) لِأَنَّهُمَا يَمْلِكَانِ الْاِكْتِسَابَ كَالْمُكَاتَبِ، وَلِأَنَّ فِي تَزْوِيجِ الْأَمَةِ وَالْكِتَابَةِ نَظَرًا لَهُ، وَلَا نَظَرَ فِيمَا سِوَاهُمَا وَالْوِلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ.

اور جب مکاتب نے اپنے غلام کو مال کے بدلے میں آزاد کر دیا ہے یا پھر اس نے غلام کو اسی شخص کے ہاتھ میں بیچ دیا ہے یا اس غلام کا نکاح کیا ہے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ ان چیزوں کا تعلق کسب ولوازمات میں سے نہیں ہے۔ اور پہلی چیز کا حکم اس لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی گردن سے ملکیت کو ساقط کرتا ہے اور غریب کے ذمہ پر قرض کو ثابت کرتا ہے پس یہ بدلہ بغیر زوال ملک کے مشابہ ہو جائے گا۔

اور دوسری چیز کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے آزادی پر مال ہے اور تیسری چیز کے جائز نہ ہونے کا حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ یہ غلام نقص وعیب ہے۔ اور اس کی گردن کا مہر اور نفقہ کے ساتھ مصروف کرنے والی بات ہے۔ بہ خلاف نکاح باندی کے کیونکہ اس میں یہ کمائی کرتا ہے اس لئے کہ نکاح کے سبب سے اس مکاتب کو حق مہر ملے گا جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اور بچے کے غلام سے متعلق باپ اور وصی کا حکم بھی مکاتب کی طرح ہے کیونکہ یہ دونوں بھی مکاتب کی طرح کمائی کرنے کے مالک ہیں۔ کیونکہ بچے کی باندی کا نکاح کرنے اور چھوٹے کے غلام کو مکاتب بنانے میں اس کے حق میں مہربانی ہے جبکہ ان دونوں امور کے سوا مہربانی مفقود ہے حالانکہ ولایت مہربانی پر مبنی ہوتی ہے۔

ماذون غلام کے لئے بعض امور ممانعت کا بیان

قَالَ (فَأَمَّا الْمَأْذُونُ لَهُ فَلَا يَجُوزُ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَهُ أَنْ يُزَوِّجَ أَمَتَهُ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْمُضَارِبُ وَالْمُفَاوِضُ وَالشَّرِيكُ شَرِكَةَ عِنَانٍ هُوَ قَاسَهُ عَلَى الْمُكَاتَبِ وَاعْتَبَرَهُ بِالْإِجَارَةِ.

وَلَهُمَا أَنَّ الْمَأْذُونَ لَهُ يَمْلِكُ التِّجَارَةَ وَهَذَا لَيْسَ بِتِجَارَةٍ، فَأَمَّا الْمُكَاتَبُ يَتَمَلَّكُ الْاِكْتِسَابَ وَهَذَا اكْتِسَابٌ، وَلِأَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَيُعْتَبَرُ بِالْكِتَابَةِ دُونَ الْإِجَارَةِ، إِذْ هِيَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ هَؤُلَاءِ كُلُّهُمْ تَزْوِيجَ الْعَبْدِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

حضرت امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک ماذون غلام کے لئے مذکورہ کاموں کو کر لینا جائز نہیں ہے جبکہ

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کے لئے اپنی باندی کا نکاح کرنا جائز ہے۔ مضارب، مفاوض، اور شرکت عنان کا اختلاف بھی اسی اختلاف کی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اس کو مکاتب کی مثل قرار دیکر اس کو اجارہ پر قیاس کیا ہے جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ غلام ماذون لہ کی تجارت کا مالک ہے جبکہ باندی کی شادی میں یہ تجارت نہیں ہے۔ اور مکاتب کو کمائی کرنے کا اختیار حاصل ہے اور یہ کمائی ہے اور اس کے لئے یہ غیر مال کا بدلہ مال کے مقابلے میں ہے پس اس کو کتابت پر قیاس کیا جائے گا۔ اجارے پر قیاس نہ کیا جائے گا کیونکہ اجارے میں مال کا بدلہ مال کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے ان میں سے کسی کو بھی اپنے غلام کا نکاح کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

فَصْلٌ

﴿ یہ فصل بطور تابع مسائل کتابت کے بیان میں ہے ﴾

فصل بطور تابع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب ان مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جو مکاتب کے باب میں اصل کے طور پر داخل ہیں تو اب انہوں نے ان مسائل کا ذکر شروع کیا ہے جو مکاتبت میں بطور تبع داخل ہیں اور یہ فقہ اور دیگر فنون کا بھی اصول ہے کہ اصل تابع پر مقدم جبکہ تابع اصل سے مؤخر ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۳۰، بیروت)

مکاتب کا اپنے باپ یا بیٹے کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْمُكَاتَبُ اَبَاهُ اَوْ ابْنَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ) لِاَنَّهُ مِنْ اَهْلِ اَنْ يُكَاتِبَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ الْإِعْتَاقِ فَيُجْعَلُ مُكَاتَبًا تَحْقِيقًا لِلصِّلَةِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ، اَلَا تَرَى اَنَّ الْحُرَّ مَتَى كَانَ يَمْلِكُ الْإِعْتَاقَ يُعْتَقُ عَلَيْهِ (وَإِنْ اشْتَرَى ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَا وِلَادٍ لَهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي كِتَابَتِهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا : يَدْخُلُ) اعْتِبَارًا بِقَرَابَةِ الْوِلَادِ إِذْ وُجُوبُ الصِّلَةِ يَنْتَظِمُهُمَا وَلِهَذَا لَا يَفْتَرِقَانِ فِي الْحُرِّ فِي حَقِّ الْحُرِّيَّةِ .

وَلَهُ اَنَّ لِلْمُكَاتَبِ كَسْبًا لَا مِلْكًا، غَيْرَ اَنَّ الْكَسْبَ يَكْفِي الصِّلَةَ فِي الْوِلَادِ حَتَّى اَنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْكَسْبِ يُخَاطَبُ بِنَفَقَةِ الْوَالِدِ وَالْوَلَدِ وَلَا يَكْفِي فِي غَيْرِهِمَا حَتَّى لَا تَجِبَ نَفَقَةُ الْاَخِ اِلَّا عَلَى الْمُوسِرِ، وَلِاَنَّ هَذِهِ قَرَابَةٌ تَوَسَّطَتْ بَيْنَ بَنِي الْاَعْمَامِ وَقَرَابَةِ الْوِلَادِ فَاَلْحَقْنَاهَا بِالثَّانِي فِي الْعِتْقِ، وَبِالْاَوَّلِ فِي الْكِتَابَةِ وَهَذَا اَوْلَى لِاَنَّ الْعِتْقَ اَسْرَعُ نُفُوذًا مِنْ الْكِتَابَةِ، حَتَّى اَنَّ اَحَدَ الشَّرِيكَيْنِ إِذَا كَاتَبَ كَانَ لِلْآخَرِ فَسْخُهُ، وَإِذَا اَعْتَقَ لَا يَكُونُ لَهُ فَسْخُهُ .

اور جب مکاتب نے اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو خریدا ہے تو خریدار اس کی کتابت میں داخل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مکاتب کو مکاتب بنانے کی اہلیت حاصل ہے۔ ہاں البتہ آزادی کا وہ اہل نہیں ہے۔ پس اس کو ممکن حد تک صلہ رحمی کرتے ہوئے مکاتب بنانے والا سمجھا جائے گا۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب آزاد شخص آزادی کا مالک بنے تو اس کا خرید کردہ ذی رحم محرم

آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکاتب کا خریدا ہوا وہ شخص جوذی رحم محرم تو ہے لیکن ولادت کا کوئی رشتہ نہیں ہے تو وہ اس کی مکاتبت میں داخل نہ ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ولادت والی قرابت پر قیاس کرتے ہوئے وہ خریدا ہوا بندہ مکاتبت میں شامل ہو جائے گا۔ کیونکہ صلہ رحمی کا وجوب یہ ولادت والی قربت اور غیر ولادت والی قربت دونوں کو شامل ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے آزاد کے حق میں آزادی کے بارے میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب کمانے کا حقدار ہے لیکن وہ مالک بیٹے کا اہل نہیں ہے۔ لہٰذا کمائی پر قدرت کا ہونا یہ ولادت والی قرابت صلہ رحمی کے لئے کافی ہے کیونکہ جو کمائی پر قدرت رکھتا ہے اس سے والدین اور اولاد کے نفقہ کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ باپ اور بیٹے کے سوا میں صلہ رحمی کرنے کے لئے کمائی سے کام نہ بنے گا یہاں تک کہ بھائی کا نفقہ صرف مالدار بھائی پر واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ غیر ولادت والی قرابت چچازاد کزنوں اور ولادت والی قرابت کے درمیان گھومنے والی ہے۔ پس آزادی کے حق میں ہم نے اس کو ولاء کی قرابت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور کتابت کے حق میں اس کو قرابت بعیدہ کے ساتھ ملا دیا ہے اور یہ طریقہ سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ آزادی کتابت سے زیادہ جلد نافذ ہونے والی ہے یہاں تک کہ جب دو شرکاء میں سے ایک نے مکاتبت کا معاملہ کیا ہے تو دوسرے کو ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا مگر جب ایک نے آزاد کر دیا ہے تو دوسرے کو اس معاملے کو فسخ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

مکاتب کا اپنی ام ولد کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرٰی أُمَّ وَلَدِهِ دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ وَلَمْ يَجُزْ بَيْعُهَا) وَمَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدُهَا، أَمَّا دُخُولُ الْوَلَدِ فِي الْكِتَابَةِ فَلِمَا ذَكَرْنَاهُ .

وَأَمَّا امْتِنَاعُ بَيْعِهَا فَلِأَنَّهَا تَبَعٌ لِلْوَلَدِ فِي هٰذَا الْحُكْمِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدُهَا فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ لِأَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ .

وَلَهُ أَنَّ الْقِيَاسَ أَنْ يَجُوزَ بَيْعُهَا وَإِنْ كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ لِأَنَّ كَسْبَ الْمُكَاتَبِ مَوْقُوفٌ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مَا لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ، إِلَّا أَنَّهُ يَثْبُتُ بِهِ هٰذَا الْحَقُّ فِيمَا إِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ تَبَعًا لِثُبُوتِهِ فِي الْوَلَدِ بِنَاءً عَلَيْهِ، وَبِدُونِ الْوَلَدِ لَوْ ثَبَتَ ثَبَتَ ابْتِدَاءً وَالْقِيَاسُ يَنْفِيهِ (وَإِنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ مِنْ أَمَةٍ لَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْمُشْتَرٰى (وَكَانَ حُكْمُهُ كَحُكْمِهِ وَكَسْبُهُ لَهُ) لِأَنَّ كَسْبَ الْوَلَدِ كَسْبُ كَسْبِهِ وَيَكُونُ كَذٰلِكَ قَبْلَ الدَّعْوَةِ فَلَا يَنْقَطِعُ بِالدَّعْوَةِ اخْتِصَاصُهُ، وَكَذٰلِكَ إِنْ

وَلَدَتِ الْمُكَاتَبَةُ وَلَدًا لِاَنَّ حَقَّ امْتِنَاعِ الْبَيْعِ ثَابِتٌ فِيهَا مُؤَكَّدًا فَيَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ كَالتَّدْبِيرِ وَالاسْتِيلَادِ .

ترجمہ اور جب مکاتب نے اپنی ام ولد کو خریدا ہے تو اس ام ولد کا بیٹا عقد کتابت میں شامل ہوگا۔ اور اس کی ماں ام ولد کی بیع درست نہ ہوگی اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب عورت کے ساتھ بچہ بھی ہے۔ تو اس بچے کا کتابت کے عقد میں داخل ہونا یہ اس دلیل کے سبب سے ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی ماں کی بیع کا عدم جواز اس لئے ہے کہ وہ اس حکم میں بچے کے تابع ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماریہ کو ان کے بیٹے نے آزاد کرا دیا ہے۔

صاحبین کے نزدیک عورت کے ہاں بچہ نہ ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ ام ولد ہے اور اس میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ قیاس کے مطابق بیع جائز ہونی چاہیے خواہ اس کے ساتھ بچہ بھی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مکاتب کی کمائی موقوف ہے پس اس کے ساتھ کوئی اس قسم کا حکم متعلق نہ ہوگا جس کے سبب سے فسخ کا احتمال نہ ہو۔ مگر جب اس کے ساتھ بچہ ہے تو اب بیع کو روکنے کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ بچے میں یہی حکم ثابت ہے اور ماں کا حکم بھی اسی بناء کے مطابق ہے۔ اور جب بچے کے سوا بھی یہ حکم ثابت ہو جائے تو وہ ابتدائی طور ثابت ہوگا جبکہ قیاس تو اس کی نفی کرنے والا ہے۔

اور جب مکاتب کی باندی سے بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ بھی عقد کتابت میں شامل ہوگا اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم خریدے ہونے کے بارے میں بیان کر آئے ہیں۔ پس بچے کا حکم مکاتب کے حکم جیسا ہوگا۔ اور اس بچے کی کمائی مکاتب کی ہوگی۔ اس لئے کہ اس بچے کی کمائی مکاتب ہی کی ہے۔ اور جب دعویٰ نسب سے قبل اسی طرح ہے تو دعویٰ کے بعد یہ خاص ہونا ختم نہ ہوگا۔

اور یہ حکم اس حالت میں بھی ہے۔ جب مکاتب کی مکاتبہ باندی نے بچے کو جنم دے دیا ہے کیونکہ مکاتبہ باندی کو فروخت کرنے کے حق کی ممانعت ثابت ہے۔ اور اس میں تاکید بھی ہے پس یہ حق بچے میں بھی اثر انداز ہو جائے گا جس طرح مدبر بنانے اور ام ولد بنانے میں ہوتا ہے۔

اپنے غلام سے اپنی باندی کا نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ زَوَّجَ اَمَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ ثُمَّ كَاتَبَهُمَا فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَلَدًا دَخَلَ فِي كِتَابَتِهَا وَكَانَ كَسْبُهُ لَهَا) لِاَنَّ تَبَعِيَّةَ الْاُمِّ اَرْجَحُ وَلِهٰذَا يَتْبَعُهَا فِي الرِّقِّ وَالْحُرِّيَّةِ .

قَالَ (وَاِنْ تَزَوَّجَ الْمُكَاتَبُ بِاِذْنِ مَوْلَاهُ امْرَاَةً زَعَمَتْ اَنَّهَا حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ مِنْهُ ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ فَاَوْلَادُهَا عَبِيدٌ وَلَا يَاْخُذُهُمْ بِالْقِيمَةِ، وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ يَاْذَنُ لَهُ الْمَوْلٰى بِالتَّزْوِيجِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : اَوْلَادُهَا اَحْرَارٌ بِالْقِيمَةِ) لِاَنَّهُ شَارَكَ الْحُرَّ فِي سَبَبِ ثُبُوتِ هٰذَا الْحَقِّ وَهُوَ

الغرور، وهذا لأنه ما رغب في نكاحها إلا لينال حرية الأولاد. ولهما أنه مولود بين رقيقين فيكون رقيقا، وهذا لأن الأصل أن الولد يتبع الأم في الرق والحرية. وخالفنا هذا الأصل في الحر بإجماع الصحابة رضي الله عنهم وهذا ليس في معناه لأن حق المولى هناك مجبور بقيمة ناجزة وهاهنا بقيمة متأخرة إلى ما بعد العتق فيبقى على الأصل ولا يلحق به

اور جب کسی بندے نے اپنے آقا کی اپنی باندی سے نکاح کر لیا ہے اور اس نے اس کے بعد وہ مکاتب ہو گیا ہے اور مکاتب باندی نے ایک بچے کو جنم دے دیا ہے تو وہ بچہ بھی اس کے ساتھ کتابت میں شامل ہو گا جو اس کی ماں کی باندی ہے کیونکہ اس میں ماں سے تابع ہونا غالب ہے کیونکہ آزادی وغلامی میں بچہ ماں کے تابع ہوا کرتا ہے۔

اور جب مکاتب نے آقا کی اجازت سے کسی عورت کو آزاد سمجھتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا ہے اور اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا ہے اس کے بعد وہ کسی کی حقدار نکل آئی ہے تو اس کی اولاد غلام ہو گی اور باپ ان کی قیمت دے کر ان کو نہیں خرید سکے گا اور اسی طرح کا حکم اس غلام کے بارے میں بھی ہے جس کو اس کے آقا نے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ شیخین کا نظریہ یہی حکم ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حقدار نکلنے والی عورت کی اولاد قیمت کے بدلے میں آزاد ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اس حق میں مستحق ہونے کے سبب سے آزادی میں شریک ہو چکا ہے۔ کیونکہ مکاتب نے اس سے شادی اسی سبب سے کی کہ وہ اولاد کی قیمت اس سے حاصل کرے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ وہ بچہ غلاموں سے پیدا ہوا ہے پس وہ غلام ہی رہے گا۔ کیونکہ اس کی اصل یہی ہے کیونکہ آزادی وغلامی میں بچہ ماں سے تابع ہوتا ہے۔ ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے سبب سے آزادی کے حق میں اس قانون کی مخالفت کی ہے کیونکہ مکاتب آزاد کے حکم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ آزاد ہونے کی صورت میں نقد قیمت دیتے ہوئے آقا کے حق کو پورا کیا جا سکتا ہے جبکہ مکاتب والے مسئلہ میں آزادی کے بعد والے وقت کی جانب دیتے ہوئے ادھار قیمت کے سبب آقا کے حق کا نقصان ہو جائے گا۔ پس مکاتب وغلام کے حق میں یہ حکم اپنی اصل پر باقی رہے گا۔ اور اس کو مکاتب کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔

مکاتب کا اجازت آقا کے بغیر باندی سے وطی کرنے کا بیان

قال: وإن وطئ المكاتب أمة على وجه الملك بغير إذن المولى ثم استحقها رجل فعليه العقر يؤخذ به في الكتابة، وإن وطئها على وجه النكاح لم يؤخذ به حتى يعتق، وكذلك المأذون له، ووجه الفرق أن في الفصل الأول ظهر الدين في حق المولى لأن التجارة وتوابعها داخلة تحت الكتابة، وهذا العقر من توابعها. لأنه لولا الشراء لما سقط الحد وما لم يسقط الحد لا يجب العقر.

اَمَّا لَمْ يَظْهَرْ فِي الْفَصْلِ الثَّانِي لِاَنَّ النِّكَاحَ لَيْسَ مِنَ الْاِكْتِسَابِ فِي شَيْءٍ فَلَا تَنْتَظِمُهُ الْكِتَابَةُ كَالْكَفَالَةِ .

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْمُكَاتَبُ جَارِيَةً شِرَاءً فَاسِدًا ثُمَّ وَطِئَهَا فَرَدَّهَا أُخِذَ بِالْعُقْرِ فِي الْمُكَاتَبَةِ، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ) لِاَنَّهُ مِنْ بَابِ التِّجَارَةِ، فَإِنَّ التَّصَرُّفَ تَارَةً يَقَعُ صَحِيحًا وَمَرَّةً يَقَعُ فَاسِدًا، وَالْكِتَابَةُ وَالْاِذْنُ يَنْتَظِمَانِهِ بِنَوْعَيْهِ كَالتَّوْكِيلِ فَكَانَ ظَاهِرًا فِي حَقِّ الْمَوْلَى .

اور جب مکاتب نے آقا کی اجازت کے بغیر بطور ملکیت کسی باندی سے جماع کیا ہے اور اس کے بعد کوئی شخص اس کا حقدار نکل آیا ہے تو مکاتب پر باندی کو حق مہر واجب ہوگا۔ اور یہ حق کتابت کی حالت میں ہی اس سے لیا جائے گا۔ اور جب مکاتب نے نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع کیا ہے تو اب اس کے آزاد ہونے سے پہلے مہر نہ لیا جائے گا۔ اور ماذون غلام کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ پہلی صورت میں قرض آقا کے حق میں ظاہر ہونے والا ہے۔ کیونکہ تجارت اور اس کے احکام کتابت کے عقد کے تحت داخل ہیں۔ اور تاوان بھی توابع میں سے ہے۔ کیونکہ جب وہ باندی خریدی ہوئی نہ ہوتی تو اس سے زنا کی حد ساقط نہ ہوتی اور جب حد ساقط نہ ہوگی تو اس پر تاوان واجب ہو جائے گا۔

اور دوسرے حالت میں قرض آقا پر واجب نہیں ہے کیونکہ نکاح کرنا کسی صورت میں بھی کسب نہیں بنتا۔ لہٰذا کتابت اس میں شامل نہ ہوگی۔ جس طرح کفالت کو کتابت شامل نہیں ہوا کرتی۔

اور جب مکاتب فاسد بیع کے طور پر کوئی باندی خریدی ہے اور اس کے بعد اس سے ساتھ جماع کر کے اس کو واپس کر دیا ہے تو مکاتبت کی حالت میں اس پر تاوان واجب ہو جائے گا۔ اور ماذون غلام بھی اسی حکم میں ہے۔ کیونکہ فاسد بیع یہ تجارت کے حکم میں داخل ہے۔ پس کبھی تصرف درست ہوگا اور کبھی فاسد ہو جائے گا جبکہ کتابت اور اجازت یہ توکیل کی طرح دونوں اقسام کو شامل ہے پس یہ تاوان آقا کے حق میں ظاہر ہوگا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل کتابت میں نوع ثانی کے بیان میں ہے﴾

فصل دوسری نوع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ فصل پہلی فصل میں کتابت سے متعلق بیان کردہ مسائل کی جنس میں سے دوسری نوع ہے۔لہٰذا نوع ثانی ہونے کے سبب سے اس کو الگ فصل میں بیان کیا ہے تاکہ نوع اول اور نوع ثانی کے درمیان فرق وامتیاز باقی رہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳، ص ۴۳، بیروت)

مکاتبہ کا مالک کے نسب سے بچے کو جنم دینے کا بیان

: قَالَ (وَإِذَا وَلَدَتْ الْمُكَاتَبَةُ مِنْ الْمَوْلَى فَهِيَ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ، وَإِنْ شَاءَتْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا، وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ) لِأَنَّهَا تَلَقَّتْهَا جِهَتَا حُرِّيَّةٍ عَاجِلَةٌ بِبَدَلٍ وَآجِلَةٌ بِغَيْرِ بَدَلٍ فَتُخَيَّرُ بَيْنَهُمَا، وَنَسَبُ وَلَدِهَا ثَابِتٌ مِنْ الْمَوْلَى وَهُوَ حُرٌّ لِأَنَّ الْمَوْلَى يَمْلِكُ الْإِعْتَاقَ فِي وَلَدِهَا وَمَا لَهُ مِنْ الْمِلْكِ يَكْفِي لِصِحَّةِ الِاسْتِيلَادِ بِالدَّعْوَةِ .وَإِذَا مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ أَخَذَتْ الْعُقْرَ مِنْ مَوْلَاهَا لِاخْتِصَاصِهَا بِنَفْسِهَا وَبِمَنَافِعِهَا عَلَى مَا قَدَّمْنَا .

ثُمَّ إنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ بِالِاسْتِيلَادِ وَسَقَطَ عَنْهَا بَدَلُ الْكِتَابَةِ، وَإِنْ مَاتَتْ هِيَ وَتَرَكَتْ مَالًا تُؤَدَّى مِنْهُ مُكَاتَبَتُهَا وَمَا بَقِيَ مِيرَاثٌ لِابْنِهَا جَرْيًا عَلَى مُوجَبِ الْكِتَابَةِ، وَإِنْ لَمْ تَتْرُكْ مَالًا فَلَا سِعَايَةَ عَلَى الْوَلَدِ لِأَنَّهُ حُرٌّ، وَلَوْ وَلَدَتْ وَلَدًا آخَرَ لَمْ يَلْزَمْ الْمَوْلَى إلَّا أَنْ يَدَّعِيَ لِحُرْمَةِ وَطْئِهَا عَلَيْهِ، فَلَوْ لَمْ يَدَّعِ وَمَاتَتْ مِنْ غَيْرِ وَفَاءٍ سَعَى هَذَا الْوَلَدُ لِأَنَّهُ مُكَاتَبٌ تَبَعًا لَهَا، فَلَوْ مَاتَ الْمَوْلَى بَعْدَ ذَلِكَ عَتَقَ وَبَطَلَ عَنْهُ السِّعَايَةُ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ أُمِّ الْوَلَدِ إذْ هُوَ وَلَدُهَا فَيَتْبَعُهَا .

اور جب مکاتبہ نے مالک کے نطفہ سے بچے کو جنم دیا ہے تو اب اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو کتابت کے عقد پر قائم رہے اور اگر وہ چاہے تو بدل کتابت کو ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز قرار دیتے ہوئے آقا کی ام ولد بن جائے گا۔ کیونکہ اس نے آزادی کے دونوں راستے حاصل کر لیے ہیں۔

(۱) بدل ادا کرتے ہوئے فوری طور پر آزاد ہو جائے۔ (۲) بدل سے بغیر آقا کی موت کے بعد آزاد ہو جائے۔ پس اس کے لئے ان میں سے کسی ایک میں اختیار دیا جائے گا۔ اور اس کے بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ آقا مکاتبہ کے بچے کو آزاد کرنے کا مالک ہے اور اس پر آقا کو جو ملکیت حاصل ہے وہ دعویٰ نسب کے لئے کافی ہے۔ اور جب عورت کتابت پر قائم رہنے کو اختیار کرتی ہے تو وہ آقا سے حق مہر وصول کرے گی۔ کیونکہ مکاتبہ اپنی اور اپنے نفع و نقصان کی خود مالک بن چکی ہے جس طرح اس سے پہلے اس مسئلہ کی دلیل بیان کر دی گئی ہے۔

اور اگر اس کا آقا فوت ہو گیا تو وہ مکاتبت سے آزاد ہو جائے گی۔ اور بدل کتابت بھی اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اور جب یہ مکاتبہ خود پہلے فوت ہو گئی ہے اور اس نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے تو اس مال سے بدل کتابت ادا کیا جائے گا۔ اور جو بچ جائے گا وہ اس کے بیٹے کو میراث میں مل جائے گا اور جب مکاتبہ نے وراثت میں کچھ نہیں چھوڑا تو بچے پر واجب نہ ہوگا کہ وہ کمائی کر کے آقا کے مال ادا کرے۔ اس لئے کہ وہ آزاد ہے۔

اور جب مکاتبہ باندی نے دوسرے بچے کو جنم دیا ہے تو بچہ آقا پر لازم نہ ہوگا ہاں البتہ جب آقا اس کے لئے دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ آقا پر اس کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے۔ اور اگر آقا نے دعویٰ نہ کیا ہے اور مکاتبہ بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے فوت ہو گئی ہے۔ تو یہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اس سے سعایہ بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اب یہ ام ولد کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ یہ ام ولد ہی کا بچہ ہے پس وہ اسی کے تابع ہوگا۔

مکاتب کا اپنی ام ولد کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلَى أُمَّ وَلَدِهِ جَازَ) لِحَاجَتِهَا إِلَى اسْتِفَادَةِ الْحُرِّيَّةِ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلَى وَذَلِكَ بِالْكِتَابَةِ. وَلَا تَنَافِي بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ تَلَقَّتْهَا جِهَتَا حُرِّيَّةٍ (فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ بِالِاسْتِيلَادِ) لِتَعَلُّقِ عِتْقِهَا بِمَوْتِ السَّيِّدِ (وَسَقَطَ عَنْهَا بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّ الْغَرَضَ مِنْ إِيجَابِ الْبَدَلِ الْعِتْقُ عِنْدَ الْأَدَاءِ، فَإِذَا عَتَقَتْ قَبْلَهُ لَمْ يُمْكِنْ تَوْفِيرُ الْغَرَضِ عَلَيْهِ فَسَقَطَ وَبَطَلَتِ الْكِتَابَةُ لِامْتِنَاعِ إِبْقَائِهَا بِغَيْرِ فَائِدَةٍ. غَيْرَ أَنَّهُ تُسَلَّمُ لَهَا الْأَكْسَابُ وَالْأَوْلَادُ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ انْفَسَخَتْ فِي حَقِّ الْبَدَلِ وَبَقِيَتْ فِي حَقِّ الْأَكْسَابِ وَالْأَوْلَادِ. لِأَنَّ الْفَسْخَ لِنَظَرِهَا وَالنَّظَرُ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ. وَلَوْ أَدَّتِ الْمُكَاتَبَةُ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلَى عَتَقَتْ بِالْكِتَابَةِ لِأَنَّهَا بَاقِيَةٌ.

اور جب مکاتب نے اپنی ام ولد کو مکاتبہ بنا دیا ہے تو یہ جائز ہوگا کیونکہ آقا کی موت سے پہلے وہ بھی آزادی کو حاصل کرنے کی ضرورت رکھتی ہے اور اس کی یہ ضرورت کتابت کے ذریعے حاصل ہوگی۔ اور استیلاد اور کتابت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح مکاتبہ کو آزادی کی ایک جانب مل جاتی ہے۔ اور اس کے بعد جب آقا فوت ہو جائے تو استیلاد کے سبب سے باندی آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی آزادی آقا کی موت کے ساتھ معلق تھی۔ اور اس سے کتابت کا بدل ساقط ہو جائے گا

کیونکہ بدل کو واجب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بدل کو ادا کرنے کے وقت آزادی مل جائے۔

اور جب وہ آزادی عقد سے پہلے ہی آزاد ہو گئی تو مقصود بدل کے ساتھ جوڑنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ بدل تو ساقط ہو چکا ہے۔ لہذا کتابت باطل ہو جائے گی۔ اور اس کے لئے بغیر فائدے کے اس کو باقی رکھنا ممکن ہوگا ہاں ابتداء مکاتبہ کی ادا درست ہوئی ہے۔ کیونکہ کتابت بدل کے حق میں فسخ ہوئی ہے جبکہ وہ ادا واجب کرنے کے حق میں باقی ہے۔ اس لئے کہ کتابت اس کے واجب کے فائدے کے لئے ختم کی گئی ہے اور فائدہ دونوں صورت میں ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب آقا کی موت سے پہلے مکاتبہ نے بدل کتابت ادا کیا ہے تو بھی مکاتبت کے سبب وہ آزاد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مکاتبت ابھی تک باقی ہے۔

آقا کا اپنی مدبرہ باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَاتَبَ مُدَبَّرَتَهُ جَازَ) لِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْحَاجَةِ وَلَا تَنَافِي . إِذِ الْحُرِّيَّةُ غَيْرُ ثَابِتَةٍ، وَإِنَّمَا الثَّابِتُ مُجَرَّدُ الِاسْتِحْقَاقِ (وَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا فَهِيَ بِالْخِيَارِ بَيْنَ أَنْ تَسْعَى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا أَوْ جَمِيعِ مَالِ الْكِتَابَةِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : تَسْعَى فِي أَقَلِّ مِنْهُمَا .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : تَسْعَى فِي الْأَقَلِّ مِنْ ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا وَثُلُثَيْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ، فَالْخِلَافُ فِي الْخِيَارِ وَالْمِقْدَارِ . فَأَبُو يُوسُفَ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْمِقْدَارِ . وَمَعَ مُحَمَّدٍ فِي نَفْيِ الْخِيَارِ . أَمَّا الْخِيَارُ فَفَرْعُ تَجَزُّؤِ الْإِعْتَاقِ عِنْدَهُ لَمَّا تَجَزَّأَ بَقِيَ الثُّلُثَانِ رَقِيقًا وَقَدْ تَلَقَّاهَا جِهَتَا حُرِّيَّةٍ بِبَدَلَيْنِ مُعَجَّلٍ بِالتَّدْبِيرِ وَمُؤَجَّلٍ بِالْكِتَابَةِ فَتُخَيَّرُ .

وَعِنْدَهُمَا لَمَّا عَتَقَ كُلُّهَا بِعِتْقِ بَعْضِهَا فَهِيَ حُرَّةٌ وَجَبَ عَلَيْهَا أَحَدُ الْمَالَيْنِ فَتَخْتَارُ الْأَقَلَّ لَا مَحَالَةَ فَلَا مَعْنَى لِلتَّخْيِيرِ .

وَأَمَّا الْمِقْدَارُ فَلِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَابَلَ الْبَدَلَ بِالْكُلِّ وَقَدْ سَلَّمَ لَهَا الثُّلُثَ بِالتَّدْبِيرِ فَمِنَ الْمُحَالِ أَنْ يَجِبَ الْبَدَلُ بِمُقَابَلَتِهِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ سَلَّمَ لَهَا الْكُلَّ بِأَنْ خَرَجَتْ مِنَ الثُّلُثِ يَسْقُطُ كُلُّ بَدَلِ الْكِتَابَةِ فَهُنَا يَسْقُطُ الثُّلُثُ وَصَارَ كَمَا إِذَا تَأَخَّرَ التَّدْبِيرُ عَنِ الْكِتَابَةِ

وَلَهُمَا أَنَّ جَمِيعَ الْبَدَلِ مُقَابَلٌ بِثُلُثَيْ رَقَبَتِهَا فَلَا يَسْقُطُ مِنْهُ شَيْءٌ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْبَدَلَ وَإِنْ قُوبِلَ بِالْكُلِّ صُورَةً وَصِيغَةً لَكِنَّهُ مُقَيَّدٌ بِمَا ذَكَرْنَا مَعْنًى وَإِرَادَةً لِأَنَّهَا اسْتَحَقَّتْ حُرِّيَّةَ الثُّلُثِ ظَاهِرًا، وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يَلْتَزِمُ الْمَالَ بِمُقَابَلَةِ مَا يَسْتَحِقُّ حُرِّيَّتَهُ وَصَارَ كَمَا إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثِنْتَيْنِ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا عَلَى أَلْفٍ كَانَ جَمِيعُ الْأَلْفِ بِمُقَابَلَةِ الْوَاحِدَةِ الْبَاقِيَةِ لِدَلَالَةِ الْإِرَادَةِ.

كَذَا هٰهُنَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا تَقَدَّمَتِ الْكِتَابَةُ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الَّتِي تَلِيهِ لِأَنَّ الْبَدَلَ مُقَابَلٌ بِالْكُلِّ إِذْ لَا اسْتِحْقَاقَ عِنْدَهُ فِي شَيْءٍ، فَافْتَرَقَا ۔

اور جب آقا نے اپنی مدبرہ کا مکاتب بنادیا ہے تو یہ جائز ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ کتابت وتدبیر میں کوئی فرق والی بات نہیں ہے۔ اور اس لئے بھی کہ مدبر میں آزادی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں محض آزادی کا حق ثابت ہونے والا ہے اور جب آقا فوت ہو جائے اور اس مدبرہ کے سوا آقا کا کوئی دوسرا مال بھی نہ ہو تو اب مدبرہ کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اپنی دوتہائی کمائی کر کے یا سارا بدل کتابت دیکر کمائی کرے۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں میں سے تھوڑے کے لئے وہ کمائی کرے لہٰذا دوتہائی قیمت یا دوتہائی بدل کتابت میں سے جو کم ہوگا۔ اس کے لئے وہ کمائی کرے گی۔ اور یہ فقہی اختلاف اس کو اختیار دینے اور مقدار دونوں میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ مقدار کے بارے میں امام صاحب علیہ الرحمہ کے موقف کے ساتھ ہیں۔ جبکہ اختیار نہ دینے میں امام محمد علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں۔ اور اختیار دینے والا اختلاف یہ آزادی کے اجزاء ہونے والے اختلاف کی فرع ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی کے حصے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس مکاتبہ کا دوتہائی حصہ آزادی میں باقی ہے اور اس کو دو بدلوں کے بدلے میں آزادی کے دونوں طرق حاصل ہیں۔ ایک ذریعہ یہ ہے کہ تدبیر کے سبب سے فوری طور پر وہ آزاد ہو جائے گی۔ اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ وہ بدل کتابت ادا کرے آزاد ہو جائے گی۔ پس اس کا اختیار دیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب بعض آزادی کے سبب سے ساری باندی آزاد ہوگی ہے تو وہ آزاد ہو چکی ہے اور اس پر دونوں اعواض میں سے ایک بدلہ لازم ہو چکا ہے۔ پس وہ یقیناً کم کو اختیار کرے گی۔ تو اس میں اختیار دینے والی کوئی بات نہ رہی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل مقدار والے اختلاف میں ہے۔ کہ جب آقا نے بدل کو پوری مدبرہ ٹھہرایا ہے جبکہ تدبیر کے لئے باندی کے واسطے ایک تہائی حصہ سالم ہے پس اس کے مقابلے میں بدل کا ہونا ناممکن ہے غور کیجئے کہ جب پوری جان اس کے لئے سلامتی والی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ تہائی سے نکل جائے گی۔ تو سارا بدل کتابت ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر جب وہ تہائی سے نہیں نکلے گی تو بدل سے ایک ثلث ساقط ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح تدبیر کو کتابت کے بعد مکمل کیا جاتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سارا بدل اس باندی کے دوثلث کے مقابلے میں ہوگا پس اس بدل میں سے ایک روپیہ بھی ساقط نہ ہوگا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب بدل لفظی اور صوری شکل میں باندی کی پوری ذات کے مقابلے میں ہو۔ جبکہ بطور معنی و مراد ہماری بیان کردہ حالت کے ساتھ مقید ہے۔ اور اس لئے بھی کہ تدبیر کے سبب سے وہ ایک تہائی آزادی کی حقدار بن چکی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسان جب کسی چیز کے بدلے میں آزادی کا حقدار بن جاتا ہے تو وہ اس کے بدلے میں مال کو

لازم نہیں کرے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دی ہیں۔ اور اس کے بعد اس نے ایک ہزار کے بدلے میں اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو اب مکمل ایک ہزار بقیہ ایک طلاق کے مقابلے میں ہے۔ کیونکہ اس کے ارادہ کی دلالت اسی پر ہے۔ اور یہاں بھی اسی طرح ہوگا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کتابت پہلے ہو چکی ہو۔ اور یہ مسئلہ اس کے بعد والے مسئلہ میں ہے کیونکہ وہاں بدل کل باندی کے مقابل میں ہے پس عقد کتابت کی صورت میں کسی بھی چیز میں حق ثابت نہ ہوگا۔

آقا کا اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ دَبَّرَ مُكَاتَبَتَهُ صَحَّ التَّدْبِيرُ) لِمَا بَيَّنَّا .(وَلَهَا الْخِيَارُ، اِنْ شَاءَ تْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ، وَاِنْ شَاءَ تْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ مُدَبَّرَةً) لِاَنَّ الْكِتَابَةَ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ فِي جَانِبِ الْمَمْلُوكِ، فَاِنْ مَضَتْ عَلَى كِتَابَتِهَا فَمَاتَ الْمَوْلَى وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا فَهِيَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ تْ سَعَتْ فِي ثُلُثَيْ مَالِ الْكِتَابَةِ اَوْ ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا : تَسْعَى فِي الْاَقَلِّ مِنْهُمَا، فَالْخِلَافُ فِي هٰذَا الْفَصْلِ فِي الْخِيَارِ بِنَاءٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا .اَمَّا الْمِقْدَارُ فَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا .

قَالَ (وَاِذَا اَعْتَقَ الْمَوْلَى مُكَاتَبَهُ عَتَقَ بِاِعْتَاقِهِ) لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِيهِ (وَسَقَطَ بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِاَنَّهُ مَا الْتَزَمَهُ اِلَّا مُقَابَلًا بِالْعِتْقِ وَقَدْ حَصَلَ لَهُ دُونَهُ فَلَا يَلْزَمُهُ، وَالْكِتَابَةُ وَاِنْ كَانَتْ لَازِمَةً فِي جَانِبِ الْمَوْلَى وَلٰكِنَّهُ يُفْسَخُ بِرِضَا الْعَبْدِ وَالظَّاهِرُ رِضَاهُ تَوَسُّلًا اِلَى عِتْقِهِ بِغَيْرِ بَدَلٍ مَعَ سَلَامَةِ الْاَكْسَابِ لَهُ لِاَنَّا نُبْقِي الْكِتَابَةَ فِي حَقِّهِ .

اور جب آقا نے اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ بنایا ہے تو اس کی یہ تدبیر درست ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اب اس باندی کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بدل کتابت پر قائم رہ جائے اور وہ چاہے تو عجز کا اظہار کرے مدبرہ ہونے پر قائم رہے۔ اس لئے کہ مملوک کے حق میں کتابت لازم نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر اس باندی کتابت کو اختیار کیا ہے اور آقا فوت ہو گیا ہے اور آقا کے پاس اسی باندی کے سوا کوئی مال نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو دو تہائی مال کتابت یا دو تہائی قیمت کے لئے وہ سعی کرے گی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ان میں سے قلیل کے لئے وہ کوشش کرے گی۔ اور اس فصل میں اختیار کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ ہمارے بیان کردہ اختلاف پر مبنی ہے جبکہ یہاں مقدار پر اتفاق ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس میں آقا کی ملکیت باقی ہے جبکہ بدل کتابت

ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ مکاتب نے آزادی کے سبب اس بدل کو بچہ پر اپنے اوپر لازم کیا تھا۔ حالانکہ آزادی اس وجہ سے فوت ہو چکی ہے۔ پس اس پر بدل لازم نہ ہوگا۔ اور کتابت اگرچہ آقا کے حق میں لازم ہوتی ہے مگر غلام کی مرضی سے اس کو ختم کیا جا سکتا ہے اور یہی ظاہر ہے کہ وہ اس پر رضامند ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بغیر بدل کے آزاد ہو جائے گا جبکہ اس کی ولاء اس کے لئے محفوظ ہے۔ کیونکہ ہم ولاء کے حق میں کتابت کو باقی رکھنے والے ہیں۔

سالانہ ایک ہزار ادائیگی پر مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ إِلَى سَنَةٍ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ مُعَجَّلَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ) اسْتِحْسَانًا .وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ اعْتِيَاضٌ عَنْ الْأَجَلِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَالٍ وَالدَّيْنُ مَالٌ فَكَانَ رِبًا ، وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ مِثْلُهُ فِي الْحُرِّ وَمُكَاتَبِ الْغَيْرِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْأَجَلَ فِي حَقِّ الْمُكَاتَبِ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْأَدَاءِ إلَّا بِهِ فَأُعْطِيَ لَهُ حُكْمُ الْمَالِ ، وَبَدَلُ الْكِتَابَةِ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ حَتَّى لَا تَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِهِ فَاعْتَدَلَا فَلَا يَكُونُ رِبًا ، وَلِأَنَّ عَقْدَ الْكِتَابَةِ عَقْدٌ مِنْ وَجْهٍ دُونَ وَجْهٍ وَالْأَجَلُ رِبًا مِنْ وَجْهٍ فَيَكُونُ شُبْهَةَ الشُّبْهَةِ ، بِخِلَافِ الْعَقْدِ بَيْنَ الْحُرَّيْنِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَكَانَ رِبًا وَالْأَجَلُ فِيهِ شُبْهَةٌ .

اور جب کسی غلام نے ایک سال میں ادائیگی کرنے میں ایک ہزار کے بدلے میں اپنے آقا کے ساتھ مکاتبت کا عقد کیا ہے اس کے بعد پانچ سو فوری پر ادا کرنے پر صلح کر لی ہے تو یہ صلح بطور استحسان جائز ہے جبکہ بطور قیاس جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ میعاد کا بدلہ ہے جبکہ میعاد مال نہیں ہے۔ جبکہ قرض مال ہے۔ پس یہ سود بن جائے گا۔ اور اسی طرح آزاد اور غیر مکاتب میں جائز نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب کے حق میں میعاد ایک جانب سے مال ہے یہاں تک کہ کتابت پر کفالت درست نہیں ہے پس میعاد اور بدل کتابت یہ دونوں برابر ہوئے۔ اور سود ختم ہوا۔ اور یہی دلیل ہے کہ کتابت کا عقد یہ ایک جانب سے عقد بھی ہے اور ایک طرح یہ عقد نہیں بھی ہے جبکہ یہ میعاد کے سبب سے سود ہے لہذا میعاد کا سود ہونا یہ شبہ پر شبہ کے حکم میں ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس عقد کے کہ جو عقد دو آزاد بندوں کے درمیان ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ہر طرح سے عقد ہے پس اس میں میعاد سود ہوگی کیونکہ وہ شبہ کے حکم میں ہے۔

مریض کا دو سال کی میعاد پر اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمَرِيضُ عَبْدَهُ عَلَى أَلْفَيْ دِرْهَمٍ إلَى سَنَةٍ وَقِيمَتُهُ أَلْفٌ ثُمَّ مَاتَ وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهُ وَلَمْ تُجِزْ الْوَرَثَةُ فَإِنَّهُ يُؤَدِّي ثُلُثَيْ الْأَلْفَيْنِ حَالًّا وَالْبَاقِي إلَى أَجَلِهِ أَوْ يُرَدُّ رَقِيقًا عِنْدَ أَبِي

حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يُؤَدِّي ثُلُثَيِ الْأَلْفِ حَالًّا وَالْبَاقِيَ إِلَى أَجَلِهِ، لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَتْرُكَ الزِّيَادَةَ بِأَنْ يُكَاتِبَهُ عَلَى قِيمَتِهِ فَلَهُ أَنْ يُؤَخِّرَهَا وَصَارَ كَمَا إِذَا خَالَعَ الْمَرِيضُ امْرَأَتَهُ عَلَى أَلْفٍ إِلَى سَنَةٍ جَازَ، لِأَنَّ لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا بِغَيْرِ بَدَلٍ، وَلَهُمَا أَنَّ جَمِيعَ الْمُسَمَّى بَدَلُ الرَّقَبَةِ حَتَّى أُجْرِيَ عَلَيْهَا أَحْكَامُ الْأَبْدَالِ وَحَقُّ الْوَرَثَةِ مُتَعَلِّقٌ بِالْمُبْدَلِ فَكَذَا بِالْبَدَلِ، وَالتَّأْجِيلُ إِسْقَاطٌ مَعْنًى فَيُعْتَبَرُ مِنْ ثُلُثِ الْجَمِيعِ، بِخِلَافِ الْخُلْعِ لِأَنَّ الْبَدَلَ فِيهِ لَا يُقَابِلُ الْمَالَ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ حَقُّ الْوَرَثَةِ بِالْمُبْدَلِ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِالْبَدَلِ، وَنَظِيرُ هٰذَا إِذَا بَاعَ الْمَرِيضُ دَارَهُ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ إِلَى سَنَةٍ وَقِيمَتُهَا أَلْفٌ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ فَعِنْدَهُمَا يُقَالُ لِلْمُشْتَرِي أَدِّ ثُلُثَيْ جَمِيعِ الثَّمَنِ حَالًّا وَالثُّلُثَ إِلَى أَجَلِهِ وَإِلَّا فَانْقُضِ الْبَيْعَ، وَعِنْدَهُ يُعْتَبَرُ الثُّلُثُ بِقَدْرِ الْقِيمَةِ لَا فِيمَا زَادَ عَلَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا مِنَ الْمَعْنَى، قَالَ (وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلَى أَلْفٍ إِلَى سَنَةٍ وَقِيمَتُهُ أَلْفَانِ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ يُقَالُ لَهُ أَدِّ ثُلُثَيِ الْقِيمَةِ حَالًّا أَوْ تُرَدُّ رَقِيقًا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِأَنَّ الْمُحَابَاةَ هٰهُنَا فِي الْقَدْرِ وَالتَّأْخِيرِ فَاعْتُبِرَ الثُّلُثُ فِيهِمَا

اور جب مریض نے دو سال کے لئے اپنے غلام کو دو ہزار دراہم پر مکاتب کیا ہے جبکہ اس غلام کی قیمت تو ایک ہزار دراہم ہے اس کے بعد مریض فوت ہو گیا اور اس غلام کے سوا اس کا کوئی مال بھی نہیں ہے اور اس کے وارثوں نے مقتدی اجازت نہیں دی تو شیخین کے نزدیک یہ غلام دو ہزار کا دو تہائی نقد ادا کرے اور بقیہ میعاد تک پورا کرے یا اس کو دوبارہ غلام بنائے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ غلام ایک ہزار کا دو تہائی نقد ادا کرے اور بقیہ بدل میعاد تک پورا کرے جب چاہے یعنی مدت کے اندر اندر رقم کو پورا کردے۔ کیونکہ جب آقا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غلام کو اس کی قیمت پر مکاتب بنا کر زیادتی کو چھوڑ دے تو اس کو زیادتی میں تاخیر کرنے کا حق بھی حاصل ہوگا۔ لہٰذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جب کسی مریض نے ایک سال کے لئے ایک ہزار پر اپنی بیوی سے خلع کیا ہے تو یہ خلع جائز ہے کیونکہ وہ اس کو بغیر کسی بدل کے بھی طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سارا مال غلام کی آزادی کا بدل ہے یہاں تک کہ اس پر ابدال کرنے سے احکام کا اجراء ہوگا۔ اور ورثاء کا حق یہ مبدل سے متعلق ہو جائے گا۔ پس بدل بھی متعلق ہوگا۔ جبکہ تاخیر کرنا یہ معنوی اسقاط ہے پس جمیع رقم یہ سارے بدل کے ثلث سے اعتبار کی جائے گی۔ بہ خلاف خلع کے کیونکہ اس میں جو بدل ہے وہ مال کے مقابل نہیں ہے پس خلع میں ورثاء کا حق متعلق نہ ہوگا لہٰذا بدل سے بھی متعلق نہ ہوگا۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب مریض نے ایک سال کی مدت پر تین ہزار دراہم کے بدلے میں اپنا گھر بیچ دیا ہے

کی قیمت ایک ہزار دراہم تھی۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور وارثوں نے اس کی بیع کی اجازت نہ دی تو شیخین کے نزدیک خریدار سے کہا جائے گا کہ ساری قیمت کے دو ثلث تم ابھی ادا کرو۔ اور ایک ثلث مدت پوری ہونے تک ادا کرنا اور جب وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر بیع کو ختم کر دو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت کے لحاظ سے ثلث کا اعتبار کیا جائے گا اور جو قیمت زیادہ ہو گی اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مریض نے ایک سال کی مدت پر ایک ہزار کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنا دیا ہے جبکہ اس کی قیمت دو ہزار ہے۔ اور وارثوں نے اس کی اجازت نہیں دی ہے تو سب کے نزدیک وہ اس غلام سے کہہ دیا جائے گا کہ تم قیمت کا دو ثلث ادا کر دو یا دوبارہ غلام بن جاؤ کیونکہ یہاں رعایت مقدار اور تاخیر دونوں میں پائی جاتی ہے پس دونوں میں تہائی کا اعتبار کیا جائے گا۔

بَابُ مَنْ يُكَاتِبُ عَنِ الْعَبْدِ

﴿یہ باب غلام کی جانب سے عقد کتابت کرنے والے کے بیان میں ہے﴾

باب غلام کی دوسرے کی جانب سے مکاتبت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کتابت کے ان مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جو اصیل کے ساتھ موجود ہیں تو انہوں نے ان مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جو ان اصیل کے نائب ہیں۔ اور اصیل کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان میں اپنی ذات کے لئے تصرف ہوتا ہے۔ جو طبعی طور پر بھی مقدم ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۶۰، بیروت)

غلام کی جانب سے آزاد کا عقد کتابت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْحُرُّ عَنْ عَبْدٍ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، فَإِنْ أَدَّى عَنْهُ عَتَقَ، وَإِنْ بَلَغَ الْعَبْدُ فَقَبِلَ فَهُوَ مُكَاتَبٌ) وَصُورَةُ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ الْحُرُّ لِمَوْلَى الْعَبْدِ كَاتِبْ عَبْدَكَ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَى أَنِّي إِنْ أَدَّيْتُ إِلَيْكَ أَلْفًا فَهُوَ حُرٌّ فَكَاتَبَهُ الْمَوْلَى عَلَى هَذَا يُعْتَقُ بِأَدَائِهِ بِحُكْمِ الشَّرْطِ، وَإِذَا قَبِلَ الْعَبْدُ صَارَ مُكَاتَبًا، لِأَنَّ الْكِتَابَةَ كَانَتْ مَوْقُوفَةً عَلَى إِجَازَتِهِ وَقَبُولُهُ إِجَازَةٌ، وَلَوْ لَمْ يَقُلْ عَلَى أَنِّي إِنْ أَدَّيْتُ إِلَيْكَ أَلْفًا فَهُوَ حُرٌّ فَأَدَّى لَا يُعْتَقُ قِيَاسًا لِأَنَّهُ لَا شَرْطَ وَالْعَقْدُ مَوْقُوفٌ عَلَى إِجَازَةِ الْعَبْدِ.

وَفِي الِاسْتِحْسَانِ يُعْتَقُ لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ لِلْعَبْدِ الْغَائِبِ فِي تَعْلِيقِ الْعِتْقِ بِأَدَاءِ الْقَائِلِ فَيَصِحُّ فِي حَقِّ هَذَا الْحُكْمِ وَيَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ لُزُومِ الْأَلْفِ عَلَى الْعَبْدِ.

وَقِيلَ هَذِهِ هِيَ صُورَةُ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ (وَلَوْ أَدَّى الْحُرُّ الْبَدَلَ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ

اور جب کسی آزاد شخص نے غلام کی جانب سے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں کتابت کا عقد کیا ہے اور اس نے اس کی جانب سے بدل ادا کر دیا ہے تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور جب غلام کو اس بات کا پتہ چلا اور اس نے اس بات کو قبول کر لیا ہے تو وہ مکاتب ہو جائے گا۔ اور یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ آزاد آدمی غلام کے آقا سے کہے گا کہ تم ایک ہزار کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنا دو اس شرط کے مطابق کہ جب میں ایک ہزار ادا کر دوں تو وہ آزاد ہے۔ اور جب آقا نے اس کو اس شرط پر مکاتب کیا ہے تو

آزاد کا آدمی کا ایک ہزار آزادی کے حکم سے جو مشروط ہے اس سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور جب غلام نے اس کو قبول کر لیا ہے تو وہ مکاتب بن جائے گا۔ کیونکہ کتابت غلام کی اجازت پر موقوف ہے لہٰذا اس کا قبول کرنا یا اس کی جانب سے اجازت ہوگی۔

اور جب آزاد بندے نے کہا ہے کہ مجھ پر نہیں ہے اس کے بعد اس نے ایک ہزار ادا کر دیا ہے تو وہ بطور قیاس آزاد نہ ہوگا کیونکہ یہاں شرط نہیں پائی گئی۔ اور عقد موقوف ہو جائے گا۔ جبکہ استحسان کے مطابق وہ ایک ہزار ادا کرنے کے سبب سے آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ قائل کی ادائیگی پر آزادی کو موقوف کرنا اور معلق کرنے کے سبب سے موجود نہ ہونے والے غلام کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ پس اس حکم کے حق میں یہ عقد درست ہو جائے گا جبکہ غلام پر ہزار کے لازم ہونے کے اعتبار سے موقوف ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جامع صغیر میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب آزاد نے بدل ادا کر دیا ہے تو وہ غلام سے واپس نہ لے گا۔ کیونکہ وہ احسان ہے۔

غلام کا دوسرے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْعَبْدُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ عَبْدٍ آخَرَ لِمَوْلَاهُ وَهُوَ غَائِبٌ، فَإِنْ أَدَّى الشَّاهِدُ أَوِ الْغَائِبُ عَتَقَا) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ كَاتِبْنِي بِأَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَى نَفْسِي وَعَلَى فُلَانٍ الْغَائِبِ، وَهَذِهِ كِتَابَةٌ جَائِزَةٌ اسْتِحْسَانًا .

وَفِي الْقِيَاسِ : يَصِحُّ عَلَى نَفْسِهِ لِوِلَايَتِهِ عَلَيْهَا وَيَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ الْغَائِبِ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ عَلَيْهِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْحَاضِرَ بِإِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَى نَفْسِهِ ابْتِدَاءً جَعَلَ نَفْسَهُ فِيهِ أَصْلًا وَالْغَائِبَ تَبَعًا، وَالْكِتَابَةُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ مَشْرُوعَةٌ كَالْأَمَةِ إِذَا كُوتِبَتْ دَخَلَ أَوْلَادُهَا فِي كِتَابَتِهَا تَبَعًا حَتَّى عَتَقُوا بِأَدَائِهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَدَلِ شَيْءٌ وَإِذَا أَمْكَنَ تَصْحِيحُهُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ يَنْفَرِدُ بِهِ الْحَاضِرُ فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِكُلِّ الْبَدَلِ لِأَنَّ الْبَدَلَ عَلَيْهِ لِكَوْنِهِ أَصْلًا فِيهِ، وَلَا يَكُونُ عَلَى الْغَائِبِ مِنَ الْبَدَلِ شَيْءٌ لِأَنَّهُ تَبَعٌ فِيهِ .

اور جب کسی غلام نے اپنی جانب سے آقا کے کسی دوسرے غلام کے لئے کتابت کا عقد کیا اس حالت میں کہ دوسرا غلام موجود نہیں ہے تو موجود اور غائب دونوں غلاموں میں سے جو غلام بھی عقد کتابت ادا کرے گا اس طرح وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ اور یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ موجود غلام اس طرح کہے کہ ایک ہزار دراہم کے بدلے میں مجھ سے اور فلاں غائب شخص سے مکاتبت کرو۔ تو یہ مکاتبت بطور استحسان جائز ہو جائے گی۔ جبکہ قیاس طور پر حاضر غلام کے حق میں درست ہے اس لئے کہ اس کو تو اپنی جان پر ولایت حاصل ہے۔ جبکہ غائب غلام کے حق میں یہ عقد موقوف ہو جائے گا کیونکہ موجود کو اس پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ موجود غلام نے ابتدائی طور پر اپنی جانب سے عقد کو منسوب کر کے اپنے آپ کو اس میں اصل بنا لیا

ہے اور غائب کو اس کا تابع بنایا ہے اور اسی طریقے کے مطابق کتابت شروع ہے جس طرح جب باندی مکاتبہ بنائی جائے تو اس کی کتابت میں بطور تابع اس کی اولاد بھی شامل ہوتی ہے یہاں تک کہ باندی کے بدل کتابت ادا کرنے کے سبب سے اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔ اور ان پر کوئی بدل نہ ہوگا۔ اور جب اسی طرح ذکر کردہ عقد کو درست قرار دیا جا سکتا ہے تو موجود غلام عقد میں تنہا ہوگا۔ اور آقا کو اسی سے سارا بدل لینے کا اختیار ہوگا۔ اس لئے کہ سارا بدل اسی پر لازم ہے کیونکہ عقد میں اصل یہی ہے جبکہ غائب غلام پر کوئی بدل نہیں ہے کیونکہ وہ عقد میں تابع بننے والا ہے۔

دونوں غلاموں میں سے کسی ایک کی ادائیگی کے سبب آزادی کا بیان

قَالَ (وَاَيُّهُمَا اَدّٰى عَتَقَا وَيُجْبَرُ الْمَوْلٰى عَلَى الْقَبُولِ) اَمَّا الْحَاضِرُ فَلِاَنَّ الْبَدَلَ عَلَيْهِ. وَاَمَّا الْغَائِبُ فَلِاَنَّهُ يَنَالُ بِهِ شَرَفَ الْحُرِّيَّةِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْبَدَلُ عَلَيْهِ وَصَارَ كَمُعِيرِ الرَّهْنِ اِذَا اَدَّى الدَّيْنَ يُجْبَرُ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الْقَبُولِ لِحَاجَتِهِ اِلَى اسْتِخْلَاصِ عَيْنِهِ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الدَّيْنُ عَلَيْهِ.

قَالَ (وَاَيُّهُمَا اَدّٰى لَا يَرْجِعُ عَلٰى صَاحِبِهِ) لِاَنَّ الْحَاضِرَ قَضٰى دَيْنًا عَلَيْهِ وَالْغَائِبُ مُتَبَرِّعٌ بِهِ غَيْرُ مُضْطَرٍّ اِلَيْهِ.

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمَوْلٰى اَنْ يَاْخُذَ الْغَائِبَ بِشَيْءٍ) لِمَا بَيَّنَّا (فَاِنْ قَبِلَ الْعَبْدُ الْغَائِبُ اَوْ لَمْ يَقْبَلْ فَلَيْسَ ذٰلِكَ مِنْهُ بِشَيْءٍ، وَالْكِتَابَةُ لَازِمَةٌ لِلشَّاهِدِ) لِاَنَّ الْكِتَابَةَ نَافِذَةٌ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ قَبُولِ الْغَائِبِ فَلَا تَتَغَيَّرُ بِقَبُولِهِ، كَمَنْ كَفَلَ عَنْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اَمْرِهِ فَبَلَغَهُ فَاَجَازَهُ لَا يَتَغَيَّرُ حُكْمُهُ، حَتّٰى لَوْ اَدّٰى لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ، كَذَا هٰذَا.

(ف) اور جب ان دونوں غلاموں میں سے کسی ایک نے بھی بدل ادا کر دیا ہے تو وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ جبکہ آقا کو بدل لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور موجود اس سبب سے کہ بدل اسی پر لازم ہوا ہے اور غائب اس سبب سے کہ اس نے بدل کو قبول کیا ہے کہ وہ اسی کی ادائیگی کے سبب آزادی سے فیضیاب ہو جائے گا۔ اگرچہ اس پر بدل واجب نہیں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح رہن کو عاریت پر دینے والا بندہ جب مستعیر کا قرض ادا کر دے تو مرتہن کو اس کو لینے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ اس واپس اصل کو چھڑوانے کی ضرورت ہے خواہ اس پر کوئی قرض نہ ہو۔

اور جب دونوں میں سے جس نے جتنا بدل ادا کیا ہے وہ اپنے ساتھی سے واپس نہ لے سکے گا کیونکہ موجود غلام اپنے سر کا بوجھ ادا کرنے والا ہے جبکہ غائب اس کی ادائیگی میں احسان والا ہے مجبور نہیں ہے۔

اور آقا کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ ہوگا کہ وہ غائب غلام سے کچھ رقم بٹور لے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اگرچہ غائب غلام اس کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جبکہ کتابت یہ موجود غلام پر لازم ہوگی۔ کیونکہ غائب کے قبول کیے بغیر بھی یہ اس پر نافذ ہو چکی ہے۔ جبکہ غائب کے قبول کرنے کے سبب اس میں تبدیلی نہ ہوگی جس طرح کسی شخص نے

دوسرے حکم کے بغیر اس کی جانب سے کفالت کو قبول کر لیا ہے اور مکفول عنہ کو جب پتہ چلا تو اس نے اس کو جائز قرار دیا ہے تب بھی اس کے حکم میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی یہاں تک کہ جب کفیل نے مال دے دیا ہے تو مکفول عنہ اس کو واپس نہیں لے سکتا اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔

باندی کا اپنی اولاد کی جانب سے مکاتبت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَتْ الْأَمَةُ عَنْ نَفْسِهَا وَعَنْ ابْنَيْنِ لَهَا صَغِيرَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ، وَأَيُّهُمْ أَدَّى لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ وَيُجْبَرُ الْمَوْلَى عَلَى الْقَبُولِ وَيُعْتَقُونَ) لِأَنَّهَا جَعَلَتْ نَفْسَهَا أَصْلًا فِي الْكِتَابَةِ وَأَوْلَادَهَا تَبَعًا عَلَى مَا بَيَّنَّا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَهِيَ أَوْلَى بِذَلِكَ مِنْ الْأَجْنَبِيِّ.

اور جب کسی باندی نے اپنا اور اپنے دو کم سن بچوں کی جانب سے عقد کتابت کیا ہے تو یہ جائز ہے اور ان تینوں میں سے جو بھی بدل ادا کرے گا وہ اپنے ساتھی مکاتب سے واپس لینے کا حقدار نہ ہوگا اور آقا کو اس بدل لینے پر مجبور کیا جائے گا اور ایک کی ادائیگی کے سبب سب آزاد ہو جائیں گے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے باندی نے اپنے آپ کو کتابت میں اصیل بنایا ہے اور اس نے اپنی اولاد کو تابع بنایا ہے جس طرح یہ مسئلہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا باندی اجنبی سے زیادہ عقد کو جائز کرنے والی ہوگی یعنی جس طرح ایک اجنبی غلام دوسرے اجنبی غلام کی جانب سے عقد کتابت کرے تو یہ دونوں کی جانب سے عقد جائز ہوتا ہے پس جب ایک ماں اپنی اولاد کی جانب سے عقد کرے گی تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ کیونکہ اجنبی کے مقابلے میں ماں اور اولاد کا رشتہ بہت زیادہ قوی ہے۔

بَابُ كِتَابَةِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ

﴿یہ باب مشترکہ غلام کی کتابت کے بیان میں ہے﴾

باب مشترکہ غلام کی کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے دو کی کتابت کو ایک مکاتب کی کتابت کے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ واحد کا مقام دونوں کی کتابت سے پہلے ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب مکاتب، بیروت)

دو بندوں میں مشترکہ غلام کی کتابت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَذِنَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْ يُكَاتِبَ نَصِيبَهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ وَيَقْبِضَ بَدَلَ الْكِتَابَةِ فَكَاتَبَ وَقَبَضَ بَعْضَ الْأَلْفِ ثُمَّ عَجَزَ فَالْمَالُ لِلَّذِي قَبَضَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: هُوَ مُكَاتَبٌ بَيْنَهُمَا وَمَا أَدَّى فَهُوَ بَيْنَهُمَا) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْكِتَابَةَ تَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتَاقِ، لِأَنَّهَا تُفِيدُ الْحُرِّيَّةَ مِنْ وَجْهٍ فَتَقْتَصِرُ عَلَى نَصِيبِهِ عِنْدَهُ لِلتَّجَزُّؤِ، وَفَائِدَةُ الْإِذْنِ أَنْ لَا يَكُونَ لَهُ حَقُّ الْفَسْخِ كَمَا يَكُونُ لَهُ إِذَا لَمْ يَأْذَنْ، وَإِذْنُهُ لَهُ بِقَبْضِ الْبَدَلِ إِذْنٌ لِلْعَبْدِ بِالْأَدَاءِ فَيَكُونُ مُتَبَرِّعًا بِنَصِيبِهِ عَلَيْهِ فَلِهَذَا كَانَ كُلُّ الْمَقْبُوضِ لَهُ. وَعِنْدَهُمَا الْإِذْنُ بِكِتَابَةِ نَصِيبِهِ إِذْنٌ بِكِتَابَةِ الْكُلِّ لِعَدَمِ التَّجَزُّؤِ، فَهُوَ أَصِيلٌ فِي النِّصْفِ وَكِيلٌ فِي النِّصْفِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا وَالْمَقْبُوضُ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا فَيَبْقَى كَذَلِكَ بَعْدَ الْعَجْزِ.

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہو اور ان میں سے ایک سے دوسرے کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ایک ہزار کے بدلے میں اپنا حصہ مکاتب بنا کر بدل کتابت پر قبضہ کرے۔ پس اس نے اپنے حصہ کو مکاتب بناتے ہوئے بعض پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ غلام بے بس ہو گیا۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بدل کتابت کے مال پر قبضہ کرنے والے شریک کا ہو گا۔ اور صاحبین نے کہا ہے کہ وہ ان دونوں کا مکاتب ہو گا۔ اور مکاتب جو بھی ادا کرے گا وہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہو گا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی کی طرح کتابت کے اجزاء بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء نہیں ہوتے۔ کیونکہ کتابت بھی ایک طرح سے آزادی کا فائدہ دینے والی ہے۔ پس امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تجزی کے سبب سے ایک

ہی شریک کے حصے پر کتابت میں تجزی ہوگی۔ اور دوسرے ساتھی کی اجازت دینے کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اس کے لئے ختم کرنے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اجازت نہ دیتا تو اس کے لئے فسخ کرنے کا حق باقی رہتا۔ اور اس کا بدل پر قبضہ کرنے کی اجازت دینا یہی غلام کو بدل ادا کرنے کی اجازت دینا ہے۔ پس اجازت دینے والا اپنے حصے کی مالی سے اس پر احسان کرنے والا ہے۔ کیونکہ سارا قبضہ شدہ مال اسی کا ہے۔

صاحبین کے نزدیک کتابت میں تجزی نہیں ہے کیونکہ ایک ساتھی کے حصے کی کتابت کی اجازت سارے غلام کی کتابت کی اجازت ہے پس عقد کرنے والا نصف میں اصیل بن جائے گا اور بقیہ نصف میں وکیل بن جائے گا۔ کیونکہ بدل دونوں میں مشترک ہے اور جو چیز مقبوضہ ہے وہ دونوں میں مشترک ہے پس وہ بس ہونے کے بعد اشتراک پر باقی رہے گی۔

مشترکہ باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا كَانَتْ جَارِيَةٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاتَبَاهَا فَوَطِئَهَا اَحَدُهُمَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثُمَّ وَطِئَهَا الْاٰخَرُ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثُمَّ عَجَزَتْ فَهِيَ اُمُّ وَلَدٍ لِلْاَوَّلِ) لِاَنَّهُ لَمَّا ادَّعَى اَحَدُهُمَا الْوَلَدَ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ الْمِلْكِ لَهُ فِيهَا وَصَارَ نَصِيبُهُ اُمَّ وَلَدٍ لَهُ، لِاَنَّ الْمُكَاتَبَةَ لَا تَقْبَلُ النَّقْلَ مِنْ مِلْكٍ اِلَى مِلْكٍ فَتَقْتَصِرُ اُمُومِيَّةُ الْوَلَدِ عَلَى نَصِيبِهِ كَمَا فِي الْمُدَبَّرَةِ الْمُشْتَرَكَةِ، وَاِذَا ادَّعَى الثَّانِي وَلَدَهَا الْاَخِيرَ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ مِلْكِهِ ظَاهِرًا، ثُمَّ اِذَا عَجَزَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ جُعِلَتِ الْكِتَابَةُ كَاَنْ لَمْ تَكُنْ وَتَبَيَّنَ اَنَّ الْجَارِيَةَ كُلَّهَا اُمُّ وَلَدٍ لِلْاَوَّلِ لِاَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ مِنَ الْاِنْتِقَالِ وَوَطْؤُهُ سَابِقٌ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا) لِاَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَهُ لَمَّا اسْتَكْمَلَ الْاِسْتِيلَادَ (وَنِصْفَ عُقْرِهَا) لِوَطْئِهِ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً (وَيَضْمَنُ شَرِيكُهُ كَمَالَ عُقْرِهَا وَقِيمَةَ الْوَلَدِ وَيَكُونُ ابْنَهُ) لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَغْرُورِ، لِاَنَّهُ حِينَ وَطِئَهَا كَانَ مِلْكُهُ قَائِمًا ظَاهِرًا .

وَوَلَدُ الْمَغْرُورِ ثَابِتُ النَّسَبِ مِنْهُ حُرٌّ بِالْقِيمَةِ عَلَى مَا عُرِفَ لٰكِنَّهُ وَطِءَ اُمَّ وَلَدِ الْغَيْرِ حَقِيقَةً فَيَلْزَمُهُ كَمَالُ الْعُقْرِ (وَاَيُّهُمَا دَفَعَ الْعُقْرَ اِلَى الْمُكَاتَبَةِ جَازَ) لِاَنَّ الْكِتَابَةَ مَا دَامَتْ بَاقِيَةً فَحَقُّ الْقَبْضِ لَهَا لِاخْتِصَاصِهَا بِمَنَافِعِهَا وَاَبْدَالِهَا، وَاِذَا عَجَزَتْ تَرُدُّ الْعُقْرَ اِلَى الْمَوْلٰى لِظُهُورِ اخْتِصَاصِهِ (وَهٰذَا) الَّذِي ذَكَرْنَا (كُلُّهُ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ .

اور جب کوئی باندی دو بندوں کے درمیان مشترکہ تھی۔ اور ان دونوں نے اس کو مکاتبہ بنا دیا ہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک شریک نے اس کے ساتھ جماع کر لیا ہے۔ اور بچہ پیدا ہونے پر اس واطی نے اس پر دعویٰ کر دیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے شریک نے بھی اس کے ساتھ جماع کیا ہے اور اس سے بھی بچہ پیدا ہو گیا اور دوسرے نے بچے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ باندی بدل کتابت دینے سے بے بس ہو گئی۔ تو وہ پہلے واطی کی ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ جب ایک شریک نے بچے کا دعویٰ

کیا ہے تو وہ درست ہے کیونکہ اس باندی میں مدعی کی ملکیت موجود ہے۔ پس باندی اس مدعی کے حصے میں اس کا ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ مکاتبہ ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل نہیں ہوتی۔ پس ام ولد ہونا یہ مدعی کے حصے پر رہے گا۔ جس طرح مدبرہ مشترکہ میں ہوتا ہے۔

اور جب دوسرے واطی نے دوسرے بچے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا دعویٰ بھی درست ہے۔ کیونکہ ظاہری طور پر اس کی ملکیت بھی موجود ہے اور اس کے بعد باندی اگر بدل کتابت ادا نہ کر سکے تو کتابت کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ساری باندی واطی اول کی ام ولد بن گئی ہے۔ کیونکہ ملکیت کو منتقل کرنے سے جو چیز مانع تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ اور پہلے کی وطی مقدم بھی ہے اور پہلا اپنے شریک ثانی کے لئے باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ استیلاد کے سبب وہ دوسرے کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور اسی پر باندی کا نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے جماع کیا ہے جبکہ دوسرا شریک سارے تاوان اور لڑکے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ لڑکا اسی کا بیٹا ہوگا۔ کیونکہ دوسرا مغرور کے حکم میں ہے۔ کیونکہ جب اس نے وطی کی تھی بہ ظاہر اس میں کی ملکیت موجود تھی اور مغرور کے لڑکے کا نسب اسی سے ثابت ہوگا۔ اور وہ قیمت کے بدلے میں آزاد ہوتا ہے۔ جس طرح معلوم کیا جا چکا ہے۔

لیکن حقیقت میں اس شخص نے دوسرے کی ام ولد سے وطی کی ہے پس اس پر سارا تاوان لازم آئے گا۔ اور ان میں سے جو بھی مکاتبہ کو تاوان ادا کرے گا جائز ہوگا۔ کیونکہ جب تک کتابت موجود رہے گی۔ اس وقت تک اس کو تاوان پر قبضہ کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ کیونکہ وہی باندی اپنے منافع و کمائی کی مالکن ہے۔

اور جب وہ بدل ادا کرنے سے بے بس ہو چکی ہے تو تاوان آقا کو واپس دے گی کیونکہ اب آقا اس کے منافع کا مالک بن چکا ہے۔ یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

صاحبین کے نزدیک باندی کا واطی اول کی ام ولد ہونے کا بیان

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ : هِيَ اُمُّ وَلَدٍ لِلْاَوَّلِ وَلَا يَجُوْزُ وَطْءُ الْاٰخِرِ) لِاَنَّهٗ لَمَّا ادَّعَى الْاَوَّلُ الْوَلَدَ صَارَتْ كُلُّهَا اُمَّ وَلَدٍ لَهٗ لِاَنَّ اُمُوْمِيَّةَ الْوَلَدِ يَجِبُ تَكْمِيْلُهَا بِالْاِجْمَاعِ مَا اَمْكَنَ، وَقَدْ اَمْكَنَ بِفَسْخِ الْكِتَابَةِ لِاَنَّهَا قَابِلَةٌ لِلْفَسْخِ فَتُفْسَخُ فِيْمَا لَا تَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُكَاتَبَةُ وَتَبْقَى الْكِتَابَةُ فِيْمَا وَرَاءَهُ، بِخِلَافِ التَّدْبِيْرِ لِاَنَّهٗ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ، وَبِخِلَافِ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ لِاَنَّ فِيْ تَجْوِيْزِهٖ اِبْطَالَ الْكِتَابَةِ اِذِ الْمُشْتَرِيْ لَا يَرْضَى بِبَقَائِهٖ مُكَاتَبًا .

وَاِذَا صَارَتْ كُلُّهَا اُمَّ وَلَدٍ لَهٗ فَالثَّانِيْ وَطِئَ اُمَّ وَلَدِ الْغَيْرِ (فَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ وَلَا يَكُوْنُ حُرًّا عَلَيْهِ بِالْقِيْمَةِ) غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهِ لِلشُّبْهَةِ (وَيَلْزَمُهٗ جَمِيْعُ الْعُقْرِ) لِاَنَّ الْوَطْءَ لَا يَعْرَى عَنْ اِحْدَى الْغَرَامَتَيْنِ، وَاِذَا بَقِيَتِ الْكِتَابَةُ وَصَارَتْ كُلُّهَا مُكَاتَبَةً لَهٗ، قِيْلَ يَجِبُ

عَلَيْهَا نِصْفُ بَدَلِ الْكِتَابَةِ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ انْفَسَخَتْ فِيمَا لَا تَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُكَاتَبَةُ وَلَا تَتَضَرَّرُ بِسُقُوطِ نِصْفِ الْبَدَلِ.

وَقِيلَ يَجِبُ كُلُّ الْبَدَلِ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ لَمْ تَنْفَسِخْ اِلَّا فِي حَقِّ التَّمَلُّكِ ضَرُوْرَةً فَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ سُقُوطِ نِصْفِ الْبَدَلِ وَفِي اِبْقَائِهِ فِي حَقِّهِ نَظَرٌ لِلْمَوْلٰى وَاِنْ كَانَ لَا تَتَضَرَّرُ الْمُكَاتَبَةُ بِسُقُوطِهِ، وَالْمُكَاتَبَةُ هِيَ الَّتِي تُعْطِي الْعُقْرَ لِاخْتِصَاصِهَا بِاَبْدَالِ مَنَافِعِهَا .وَلَوْ عَجَزَتْ وَرُدَّتْ فِي الرِّقِّ تَرُدُّ اِلَى الْمَوْلٰى لِظُهُوْرِ اخْتِصَاصِهِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا .

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی۔اور دوسرے کے لئے وطی کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب واطی اول نے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے تو پوری باندی اس کی ام ولد بن جائے گی کیونکہ ممکن حد تک ام ولد کی تکمیل بہ اتفاق واجب ہے اور عقد کتابت کو ختم کر کے اس کی تکمیل ممکن ہے کیونکہ کتابت کا عقد ختم ہونے کے قابل ہے پس جس چیز میں مکاتبہ کو نقصان نہ ہو اس میں کتابت کو ختم کر دیا جائے گا۔ جبکہ اس کے سوا میں مکاتبت باقی رہ جائے گی۔ بہ خلاف تدبیر کے کیونکہ وہ فسخ کو قبول کرنے والی نہیں ہے۔ بہ خلاف مکاتب کی بیع کے کیونکہ بیع کو جائز قرار دینے میں کتابت کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ خریدار غلام کے مکاتب رہنے پر راضی نہ ہوگا۔

البتہ جب پوری باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی تو دوسرا شخص کسی دوسرے کی ام ولد سے وطی کرنے والا ہوگا پس اس پر پورا تاوان لازم آئے گا۔ کیونکہ وطی دونوں میں سے کسی ایک کے تاوان سے خالی نہ ہوگی۔

اور جب نقصان کے سوا میں مکاتبت باقی ہوا اور یہ باندی مکمل طور پر مکاتبہ بھی بن گئی ہے تو ایک قول کے مطابق اس باندی پر نصف بدل واجب ہوگا۔ کیونکہ کتابت میں انہی چیزوں کو ختم کیا گیا ہے جو باندی کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں۔ اور نصف بدل کے ساقط ہونے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اس پر پورا بدل واجب ہوگا کیونکہ ضرورت کے مطابق صرف ملکیت کے حق میں عقد کتابت ختم ہوا ہے۔ پس نصف بدل کے سقوط پر فسخ اثر انداز نہ ہوگا کیونکہ نصف بدل کے حق میں عقد کو باقی رکھنے میں آقا کا فائدہ ہے۔ اگرچہ اس کے ساقط ہونے میں مکاتبہ کا نقصان نہ ہوگا۔ اور مکاتبہ کے اپنے منافع کے ساتھ خاص ہونے کے سبب سے اس کو تاوان ملتا ہے۔ مگر جب وہ بدل کے کتابت سے بے بس ہو جائے اور دوبارہ رقیت کی جانب لوٹ کر جائے تو اب تاوان آقا کو دیا جائے گا۔ کیونکہ اب آقا کا حق اور خصوصیت ظاہر ہو چکی ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

واطی اول کا اپنی مکاتبہ باندی کے نصف ضمان کا بیان

قَالَ (وَيَضْمَنُ الْاَوَّلُ لِشَرِيكِهِ فِي قِيَاسِ قَوْلِ اَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ نِصْفَ قِيمَتِهَا مُكَاتَبَةً) لِاَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ شَرِيكِهِ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ فَيَضْمَنُهُ مُوسِرًا كَانَ اَوْ مُعْسِرًا لِاَنَّهُ ضَمَانُ التَّمَلُّكِ

(وَفِی قَوْلِ مُحَمَّدٍ : یَضْمَنُ الْاَقَلَّ مِنْ نِصْفِ قِیْمَتِهَا وَمِنْ نِصْفِ مَا بَقِیَ مِنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ) لِاَنَّ حَقَّ شَرِيكِهِ فِي نِصْفِ الرَّقَبَةِ عَلَى اعْتِبَارِ الْعَجْزِ، وَفِي نِصْفِ الْبَدَلِ عَلَى اعْتِبَارِ الْاَدَاءِ فَلِتَرَدُّدٍ بَيْنَهُمَا يَجِبُ اَقَلُّهُمَا .

قَالَ (وَاِذَا كَانَ الثَّانِي لَمْ يَطَأْهَا وَلٰكِنْ دَبَّرَهَا ثُمَّ عَجَزَتْ بَطَلَ التَّدْبِيرُ) لِاَنَّهُ لَمْ يُصَادِفِ الْمِلْكَ . اَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ لِاَنَّ الْمُسْتَوْلِدَ تَمَلَّكَهَا قَبْلَ الْعَجْزِ .

وَاَمَّا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَلِاَنَّهُ بِالْعَجْزِ تَبَيَّنَ اَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَهُ مِنْ وَقْتِ الْوَطْءِ فَتَبَيَّنَ اَنَّهُ مُصَادِفٌ مِلْكَ غَيْرِهِ وَالتَّدْبِيرُ يَعْتَمِدُ الْمِلْكَ، بِخِلَافِ النَّسَبِ لِاَنَّهُ يَعْتَمِدُ الْغُرُورَ عَلَى مَا مَرَّ .

قَالَ (وَهِيَ اُمُّ وَلَدٍ لِلْاَوَّلِ) لِاَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ شَرِيكِهِ وَكَمَّلَ الْاِسْتِيلَادَ عَلَى مَا بَيَّنَّا (وَيَضْمَنُ لِشَرِيكِهِ نِصْفَ عُقْرِهَا) لِوَطْئِهِ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً (وَنِصْفَ قِيمَتِهَا) لِاَنَّهُ تَمَلَّكَ نِصْفَهَا بِالْاِسْتِيلَادِ وَهُوَ تَمَلُّكٌ بِالْقِيمَةِ (وَالْوَلَدُ وَلَدُ الْاَوَّلِ) لِاَنَّهُ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ الْمُصَحِّحِ وَهٰذَا قَوْلُهُمْ جَمِيعًا . وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا .

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ واطی اول اپنے شریک کے لئے مکاتبہ باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ واطی اول اس حالت میں اپنے شریک کے حصے کا مالک بنا ہے کہ وہ مکاتبہ ہے۔ پس وہ مکاتبہ ہونے کی حالت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگر چہ وہ تنگ دست ہو یا خوشحال ہو۔ کیونکہ یہ ضمان ملکیت کا ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت اور بقیہ بدل کے نصف میں سے جو کم ہوگا۔ اول اسی کا ضامن بنے گا۔ کیونکہ باندی کی بے بسی کو دیکھتے ہوئے اس کے شریک کا حق نصف رقبہ میں ہے اور ادا کو دیکھتے ہوئے نصف بدل میں اسی کا حق ہے پس دونوں میں شک کے سبب کم از کم لازم ہوجائے گا۔

اور جب دوسرے شریک نے باندی سے وطی نہیں کی لیکن اس نے اس کو مدبرہ بنایا ہے اس کے بعد وہ بے بس ہوگئی ہے۔ تو تدبیر باطل ہوجائے گی۔ کیونکہ وہ ملکیت سے ملی ہوئی نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک مستولد صرف دعویٰ سے اظہار عجز سے قبل ہی اس کا مالک بن چکا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا اس سبب سے ہے کہ اظہار عجز سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ پہلا وطی کے وقت سے ہی ثانی کے حصے کا مالک ہوگیا تھا۔ اور دوسرے کی تدبیر یہ دوسرے کی ملکیت سے ملی ہوئی تھی۔ حالانکہ تدبیر کا مدار ملکیت پر ہے۔ بہ خلاف نسب کے کیونکہ مدار غرور پر ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب یہ باندی واطی اول کی ام ولد ہو چکی ہے کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور استیلاد مکمل ہو چکا ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اول اپنے شریک کے لئے نصف تاوان کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے وطی کی ہے اور اس پر باندی کی نصف قیمت بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ نصف کا استیلاد کے سبب سے وہ مالک بنا ہے اور استیلاد میں مالک بھی بنا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں جو بچہ ہے وہ پہلے کا ہوگا۔ کیونکہ اس کا دعویٰ صحیح ہے۔ اس لئے بھی کہ دعویٰ کو درست قرار دینے والی چیز موجود ہے۔ یہی سب فقہاء کا قول ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

دو مالکوں کا باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَا كَاتَبَاهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوسِرٌ ثُمَّ عَجَزَتْ يَضْمَنُ الْمُعْتِقُ لِشَرِيكِهِ نِصْفَ قِيمَتِهَا وَيَرْجِعُ بِذَلِكَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَا يَرْجِعُ عَلَيْهَا) لِأَنَّهَا لَمَّا عَجَزَتْ وَرُدَّتْ فِي الرِّقِّ تَصِيرُ كَأَنَّهَا لَمْ تَزَلْ قِنَّةً، وَالْجَوَابُ فِيهِ عَلَى الْخِلَافِ فِي الرُّجُوعِ وَفِي الْخِيَارَاتِ وَغَيْرِهَا كَمَا هُوَ مَسْأَلَةُ تَجَزُّؤِ الْإِعْتَاقِ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي الْإِعْتَاقِ، فَأَمَّا قَبْلَ الْعَجْزِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ لَمَّا كَانَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ كَانَ أَثَرُهُ أَنْ يُجْعَلَ نَصِيبُ غَيْرِ الْمُعْتِقِ كَالْمُكَاتَبِ فَلَا يَتَغَيَّرُ بِهِ نَصِيبُ صَاحِبِهِ لِأَنَّهَا مُكَاتَبَةٌ قَبْلَ ذَلِكَ وَعِنْدَهُمَا لَمَّا كَانَ لَا يَتَجَزَّأُ بِعِتْقِ الْكُلِّ فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ مُكَاتَبًا إنْ كَانَ مُوسِرًا، وَيَسْتَسْعِي الْعَبْدَ إنْ كَانَ مُعْسِرًا لِأَنَّهُ ضَمَانُ إعْتَاقٍ فَيَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ .

اور جب دو مالکوں نے اپنی باندی کو مکاتبہ کیا اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اس حالت میں کہ وہ مالدار ہے اس کے بعد مکاتبہ بدل کتابت کو ادا کرنے میں بے بس ہوگئی ہے تو معتق اپنے شریک کے لئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک معتق کو اس مکاتبہ سے رقم واپس لینے کا حق ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ معتق اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بے بس ہوئی ہے تو وہ غلامی میں لوٹا دی گئی ہے اور وہ ایسے ہو جائے گی کہ ہمیشہ غلامی میں رہی ہو۔ اور اس میں رجوع کے بارے میں جو اختلاف ہے۔ وہی اختلاف خیارات میں بھی ہے۔ جس طرح آزادی کی تجزی میں اختلاف ہے۔ اور اس کو ہم اعتاق میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکاتبہ کے اظہار عجز سے پہلے غیر معتق کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ معتق کو ضامن بنا دے۔ کیونکہ اس کے شریک کے حصے میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس سے پہلے بھی مکاتبہ بن چکی ہے۔

صاحبین کے نزدیک اعتاق میں تجزی نہیں ہے لہذا ایک کی آزادی کے سبب سے ساری باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور غیر معتق کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ معتق کو اپنے حصے کی مکاتبت والی قیمت کا ضامن بنا دے۔ جب معتق خوشحال ہو یا اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس

سے کمائی کرائے۔ کیونکہ یہ ضمان اعتاق ہے پس معتق کے خوشحال ہونے یا تنگدست ہونے کی صورت میں اس میں تبدیلی ہوگی۔

مشترکہ غلام کو مدبر یا آزاد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ دَبَّرَهُ اَحَدُهُمَا ثُمَّ اَعْتَقَهُ الْآخَرُ وَهُوَ مُوسِرٌ، فَإِنْ شَاءَ الَّذِي دَبَّرَهُ ضَمَّنَ الْمُعْتِقَ نِصْفَ قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ، وَإِنْ شَاءَ اَعْتَقَ، وَإِنْ اَعْتَقَهُ اَحَدُهُمَا ثُمَّ دَبَّرَهُ الْآخَرُ لَمْ يَكُنْ لَهُ اَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ وَيَسْتَسْعِي اَوْ يُعْتِقُ. وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَوَجْهُهُ اَنَّ التَّدْبِيرَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ فَتَدْبِيرُ اَحَدِهِمَا يَقْتَصِرُ عَلٰى نَصِيبِهِ لٰكِنْ يَفْسُدُ بِهِ نَصِيبُ الْآخَرِ فَيَثْبُتُ لَهُ خِيَرَةُ الْإِعْتَاقِ وَالتَّضْمِينِ وَالْاِسْتِسْعَاءِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ، فَإِذَا اَعْتَقَ لَمْ يَبْقَ لَهُ خِيَارُ التَّضْمِينِ وَالْاِسْتِسْعَاءِ، وَاِعْتَاقُهُ يَقْتَصِرُ عَلٰى نَصِيبِهِ لِاَنَّهُ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ، وَلٰكِنْ يَفْسُدُ بِهِ نَصِيبُ شَرِيكِهِ فَلَهُ اَنْ يُضَمِّنَهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ، وَلَهُ خِيَارُ الْعِتْقِ وَالْاِسْتِسْعَاءِ اَيْضًا كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ وَيُضَمِّنُهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ مُدَبَّرًا لِاَنَّ الْإِعْتَاقَ صَادَفَ الْمُدَبَّرَ.

ثُمَّ قِيلَ: قِيمَةُ الْمُدَبَّرِ تُعْرَفُ بِتَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ، وَقِيلَ يَجِبُ ثُلُثَا قِيمَتِهِ وَهُوَ قِنٌّ لِاَنَّ الْمَنَافِعَ اَنْوَاعٌ ثَلَاثَةٌ: الْبَيْعُ وَاَشْبَاهُهُ، وَالْاِسْتِخْدَامُ وَاَمْثَالُهُ، وَالْإِعْتَاقُ وَتَوَابِعُهُ، وَالْفَائِتُ الْبَيْعُ فَيَسْقُطُ الثُّلُثُ.

وَإِذَا ضَمَّنَهُ لَا يَتَمَلَّكُهُ بِالضَّمَانِ لِاَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْاِنْتِقَالَ مِنْ مِلْكٍ اِلٰى مِلْكٍ، كَمَا اِذَا غَصَبَ مُدَبَّرًا فَاَبَقَ.

وَإِنْ اَعْتَقَهُ اَحَدُهُمَا اَوَّلًا كَانَ لِلْآخَرِ الْخِيَارَاتُ الثَّلَاثُ عِنْدَهُ، فَإِذَا دَبَّرَهُ لَمْ يَبْقَ لَهُ خِيَارُ التَّضْمِينِ وَبَقِيَ خِيَارُ الْإِعْتَاقِ وَالْاِسْتِسْعَاءِ لِاَنَّ الْمُدَبَّرَ يُعْتَقُ وَيُسْتَسْعٰى (وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: اِذَا دَبَّرَهُ اَحَدُهُمَا فَعِتْقُ الْآخَرِ بَاطِلٌ) لِاَنَّهُ لَا يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُمَا فَيَتَمَلَّكُ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالتَّدْبِيرِ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهِ مُوسِرًا كَانَ اَوْ مُعْسِرًا) (لِاَنَّهُ ضَمَانُ تَمَلُّكٍ فَلَا يَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ، وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهِ قِنًّا لِاَنَّهُ صَادَفَهُ التَّدْبِيرُ وَهُوَ قِنٌّ (وَإِنْ اَعْتَقَهُ اَحَدُهُمَا فَتَدْبِيرُ الْآخَرِ بَاطِلٌ) لِاَنَّ الْإِعْتَاقَ لَا يَتَجَزَّأُ فَعَتَقَ كُلُّهُ فَلَمْ يُصَادِفِ التَّدْبِيرُ الْمِلْكَ وَهُوَ يَعْتَمِدُهُ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهِ اِنْ كَانَ مُوسِرًا) وَيَسْعَى الْعَبْدُ فِي ذٰلِكَ اِنْ كَانَ مُعْسِرًا لِاَنَّ هٰذَا ضَمَانُ الْإِعْتَاقِ فَيَخْتَلِفُ ذٰلِكَ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ عِنْدَهُمَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور ان میں سے ایک نے اس کو مدبر بنا دیا ہے جبکہ دوسرے نے

اس کو آزاد کر دیا ہے اور وہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اب اگر مدبر چاہے تو وہ معتق سے نصف قیمت کا ضمان ہے اور اگر وہ چاہے تو اس غلام سے کمائی کرائے۔ اور اگر وہ چاہے تو خود بھی اسکو آزاد کر دے۔

اور جب دونوں شرکاء میں سے پہلے نے اپنے حصے سے آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد دوسرے نے مدبر کیا ہے تو اب اس کے لئے معتق سے ضمان لینے کا حق کا نہ ہوگا۔ بلکہ یا وہ غلام سے کمائی کرائے یا وہ اس کو آزاد کرائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تدبیر میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس ایک شریک کا حصہ اس کے حصے تک رہے گا۔ مگر اس تدبیر کے سبب سے دوسرے کا حصہ فاسد ہو جائے گا۔ پس اس کے لئے آزادی، ضمان اور سعی میں سے کسی ایک میں اختیار دیا جائے گا۔ جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اور جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے تو اس سے ضمان اور سعی کا اختیار بھی ساقط ہو جائے گا۔ اور اس کی آزادی اس کے حصے تک موقوف رہے گی۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس اسی اعتاق کے سبب سے اسکے ساتھی کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ پس اس مدبر کو معتق سے آزادی، ضمان اور سعی کا کوئی حق نہ ہوگا جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اور مدبر معتق سے مدبر غلام کی قیمت کا ضمان لے گا۔ کیونکہ آزادی مدبر غلام سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ایک قول یہ بھی ہے کہ مدبر کی قیمت مقومین کی تقویم سے معلوم ہو جائے گی۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ خالص غلام کی قیمت کا وہ دو تہائی واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں منافع تین طرح کے ہیں۔ (۱) بیع اور بیع کے مشابہ جس طرح عقود، ہبہ، صدقہ اور وصیت ہے۔

(۲) خدمت لینا اور اس کی طرح کوئی کام جس طرح اجارہ، اعارہ وغیرہ ہیں۔

(۳) اعتاق اور کے تابع دوسرے عقود جس طرح کتابت اور تدبیر وغیرہ ہے۔ اور مدبر میں بیع ختم ہو چکی ہے۔ پس اس میں سے ایک نفع فوت ہو جانے کے سبب سے ایک تہائی ساقط ہو جائے گی۔ اور دو تہائی ضمان کے طور لازم ہو جائیں گے۔ اور مدبر کا ضمان لینا کے بعد معتق غلام یعنی مدبر حصہ تدبیر کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ ضمان حیلولہ ہے یہ ضمان ملکیت نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ مدبر ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل ہونے والا نہیں ہے۔ جس طرح جب کسی شخص نے کوئی مدبر غلام غصب کیا ہے اور اس کے بعد وہ غاصب کے پاس ہی مر گیا ہے تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے آزاد کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو وہی تینوں اختیارات دیئے جائیں گے۔ دوسرے اپنا حصہ مدبر بنایا ہے تو ضمان کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ آزادی اور سعی کا اختیار باقی رہ جائے گا۔ کیونکہ مدبر آزاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے کمائی بھی کروائی جا سکتی ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ایک کے مدبر بنانے کے بعد دوسرے کا آزاد کرنا باطل ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تدبیر میں اجزاء نہیں ہوا کرتے پس مدبر تدبیر کے ذریعے سے اپنے ساتھی کے حصے کا مالک بن جائے گا۔ اور ساتھی اس غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ مدبر خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ کیونکہ یہ ملکیت کا ضمان ہے اور ملکیت کا ضمان حالت تنگی و خوشحالی دونوں میں مختلف نہیں ہوا کرتا

اوران کے نزدیک ایک فرق یہ بھی ہے کہ مدبر خالص غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ حالت خالص غلام ہونے میں تدبیر اسی غلام سے ملی ہوئی ہے۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا ہے تب بھی دوسرے کی تدبیر باطل ہے کیونکہ آزادی میں اجزاء نہیں ہوتے لہٰذا سارا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور تدبیر ملکیت سے متصل نہیں ہوا کرتی۔ حالانکہ ملکیت ہی تدبیر کا دارومدار ہے۔ اور اگر اب معتق خوشحال ہے تو اپنے ساتھی کے لئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہے تو غلام غیر معتق کے لیے اس کے حصے کی کمائی کرے گا۔ کیونکہ ضمان آزادی ہے اور یہ تنگی وخوشحالی میں صاحبین کے نزدیک مختلف ہوتا رہتا ہے۔

باب موت المكاتب وعجزه و موت المولٰى

﴿یہ باب موت مکاتب وآقا کے بیان میں ہے﴾

باب موت مکاتب ومولیٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ عقد کتابت کے وہ مسائل جو کسی سبب یا عذر کی وجہ سے فسخ کتابت کی علت بنتے ہیں۔ ان کو بیان کرنے کے ساتھ بعض منفرد مسائل جن علت اگر چہ وہی ہے یعنی وہ بھی فسخ عقد کا سبب بنتے ہیں یا نہیں بنتے مگر ان کی نوعیت جدا ہونے کے سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو سابقہ مسائل سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ تا کہ ان کے درمیان امتیاز قائم رہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳، ص ۹۱، بیروت)

مکاتب کا قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَنْ نَجْمٍ نَظَرَ الْحَاكِمُ فِي حَالِهِ، فَإِنْ كَانَ لَهُ دَيْنٌ يَقْبِضُهُ أَوْ مَالٌ يَقْدَمُ عَلَيْهِ لَمْ يَعْجَلْ بِتَعْجِيزِهِ وَانْتَظَرَ عَلَيْهِ الْيَوْمَيْنِ أَوْ الثَّلَاثَةَ) نَظَرًا لِلْجَانِبَيْنِ، وَالثَّلَاثُ هِيَ الْمُدَّةُ الَّتِي ضُرِبَتْ لِإِبْلَاءِ الْأَعْذَارِ كَإِمْهَالِ الْخَصْمِ لِلدَّفْعِ وَالْمَدْيُونِ لِلْقَضَاءِ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ (فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَجْهٌ وَطَلَبَ الْمَوْلَى تَعْجِيزَهُ عَجَّزَهُ وَفَسَخَ الْكِتَابَةَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يُعَجِّزُهُ حَتَّى يَتَوَالَى عَلَيْهِ نَجْمَانِ) لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إذَا تَوَالَى عَلَى الْمُكَاتَبِ نَجْمَانِ رُدَّ فِي الرِّقِّ عَلَّقَهُ بِهَذَا الشَّرْطِ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ إرْفَاقٍ حَتَّى كَانَ أَحْسَنُهُ مُؤَجَّلَهُ وَحَالَةُ الْوُجُوبِ بَعْدَ حُلُولِ نَجْمٍ فَلَا بُدَّ مِنْ إمْهَالِ مُدَّةٍ اسْتِيسَارًا، وَأَوْلَى الْمُدَدِ مَا تَوَافَقَ عَلَيْهِ الْعَاقِدَانِ.

وَلَهُمَا أَنَّ سَبَبَ الْفَسْخِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الْعَجْزُ، لِأَنَّ مَنْ عَجَزَ عَنْ أَدَاءِ نَجْمٍ وَاحِدٍ يَكُونُ أَعْجَزَ عَنْ أَدَاءِ نَجْمَيْنِ، وَهَذَا لِأَنَّ مَقْصُودَ الْمَوْلَى الْوُصُولُ إلَى الْمَالِ عِنْدَ حُلُولِ نَجْمٍ وَقَدْ

قَالَ فَيُفْسَخُ إِذَا لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِدُونِهِ، بِخِلَافِ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهَا لِإِمْكَانِ الْأَدَاءِ فَلَمْ يَكُنْ تَأْخِيرًا، وَالْآثَارُ مُتَعَارِضَةٌ، فَإِنَّ الْمَرْوِيَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ مُكَاتَبَةً لَهُ عَجَزَتْ عَنْ أَدَاءِ نَجْمٍ وَاحِدٍ فَرَدَّهَا فَسَقَطَ الِاحْتِجَاجُ بِهَا .

فرمایا اور جب مکاتب ایک قسط ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہے تو حاکم اس کی حالت کو دیکھے گا۔ لہٰذا جب کوئی قرض ملنے والا یا اس کے لئے کوئی مال آنے والا ہے تو اس کی عاجزی کا فیصلہ کرنے میں حاکم جلدی نہ کرے اور وہ دو یا تین دن تک انتظار کرے۔ تاکہ آقا اور غلام دونوں کے حق میں مہربانی ثابت ہو جائے۔ اور تین دن کی مدت ایسی مدت ہے جو عذروں کے اظہار کے لئے معین ہوئی ہے۔ جس طرح مدعی علیہ کو مدعی کے دعویٰ کا دفاع کرنے اور مقروض کو قرض ادا کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے پس اس پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ اور جب تین دن کے بعد بھی مکاتب کے پاس مال آنے کوئی توقع نہ ہو جبکہ آقا کی عجز کا طالب ہو قاضی اس کو عاجز قرار دے گا۔ اور عقد کتابت کا ختم کر دے گا۔ اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے۔ اس وقت تک قاضی اس کو عاجز قرار نہ دے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب مکاتب مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے تو وہ غلامی کی جانب لوٹا دیا جائے یعنی آپ نے اس کے رد کو اس شرط کے ساتھ معلق کر دیا ہے اور اس لئے بھی کہ عقد کتابت ایسا عقد ہے جو درگزر اور مہربانی پر ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ معجل اور مؤخر عقد کتابت اچھا ہوتا ہے جبکہ واجب کی ادائیگی کی حالت یہ قسط ادا ہونے کے بعد کی ہے پس ایک مدت تک اس کو مہلت دینا ضروری ہے۔ تاکہ مکاتب آسانی سے بدل کی قسط ادا کر سکے اور سب سے بہترین مدت وہ ہے جس پر عقد کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ختم کرنے کا سبب ثابت ہو چکا ہے اور وہ عجز ہے کیونکہ جب وہ ایک قسط ادا نہیں کر سکا ہے تو وہ دو اقساط کس طرح ادا کرے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قسط کی ادائیگی کے مکمل ہونے پر آقا کا مقصد یہ تھا کہ اس کو مال مل جائے جبکہ عدم ادائیگی کے سبب سے وہ مقصد ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ پس جب آقا قسط لیے بغیر عقد کو باقی رکھنے پر رضامند نہ ہو تو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مکاتبہ باندی ایک قسط کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئی تو آپ نے اس کی غلامی کو واپس لوٹا دیا تھا۔ پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اثر سے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا استدلال کرنا ساقط ہو جائے گا۔

مکاتبت میں فسخ کے جواز کا ایک فقہی بیان

قَالَ (فَإِنْ أَخَلَّ بِنَجْمٍ عِنْدَ غَيْرِ السُّلْطَانِ فَعَجَزَ فَرَدَّهُ مَوْلَاهُ بِرِضَاهُ فَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ تُفْسَخُ بِالتَّرَاضِي مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَبِالْعُذْرِ أَوْلَى (وَلَوْ لَمْ يَرْضَ بِهِ الْعَبْدُ لَا بُدَّ مِنَ الْقَضَاءِ بِالْفَسْخِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَازِمٌ تَامٌّ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقَضَاءِ أَوِ الرِّضَا كَالرَّدِّ بِالْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ .

قَالَ (وَاِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَادَ اِلَى اَحْكَامِ الرِّقِ) لِانْفِسَاخِ الْكِتَابَةِ (وَمَا كَانَ فِي يَدِهٖ مِنَ الْاَكْسَابِ فَهُوَ لِمَوْلَاهُ) لِاَنَّهُ ظَهَرَ اَنَّهُ كَسْبُ عَبْدِهٖ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ كَانَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ اَوْ عَلٰى مَوْلَاهُ وَقَدْ زَالَ التَّوَقُّفُ .

جب مکاتب نے قاضی کے سوا کسی دوسرے مقام پر قسط ادا کرنے میں کوتاہی کر ڈالی اور وہ عاجز ہو گیا ہے تو اس کے آقا نے اس مکاتب کی رضا مندی کے ساتھ اس کو دوبارہ غلام بنا لیا ہے تو یہ رد اور فسخ جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کتابت ایک دوسرے کی رضامندی کے سوا محض عذر سے بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب غلام اس پر رضا مند نہ ہو تو قاضی کی قضاء کی ضرورت ہو گی۔ کیونکہ یہ عقد لازم بھی ہے اور مکمل بھی ہے پس اس کو ختم کرنے کے لئے قضاء یا رضامندی لازم ہے۔ جس طرح قبضہ کے بعد عیب ہونے کی صورت میں بیع میں قضاء یا رضا لازم ہوتی ہے۔

اور جب مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز آ گیا ہے تو وہ غلامی کے احکام میں واپس چلا جائے گا کیونکہ عقد کتابت ختم ہو چکا ہے۔ اور اس کے پاس جو کمائی ہے وہ اس کے آقا کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ اس کے آقا کی کمائی ہے اور یہ حکم بھی اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ اس کی کمائی اس غلام پر یا اس کے آقا پر تھی پس عجز کے سبب اس کا موقوف ہونا ختم ہو چکا ہے۔

مال والے مکاتب کی موت کے سبب عقد کتابت فسخ نہ ہوگا

قَالَ (فَاِنْ مَاتَ الْمُكَاتِبُ وَلَهٗ مَالٌ لَمْ تَنْفَسِخِ الْكِتَابَةُ وَقُضِيَ مَا عَلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ وَحُكِمَ بِعِتْقِهٖ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ اَجْزَاءِ حَيَاتِهٖ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ مِيرَاثٌ لِوَرَثَتِهٖ وَيَعْتِقُ اَوْلَادُهٗ) وَهٰذَا قَوْلُ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَبِهٖ اَخَذَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : تَبْطُلُ الْكِتَابَةُ وَيَمُوْتُ عَبْدًا وَمَا تَرَكَهٗ لِمَوْلَاهُ، وَاِمَامُهٗ فِي ذٰلِكَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْكِتَابَةِ عِتْقُهٗ وَقَدْ تَعَذَّرَ اِثْبَاتُهٗ فَتَبْطُلُ، وَهٰذَا لِاَنَّهٗ لَا يَخْلُو اِمَّا اَنْ يَثْبُتَ بَعْدَ الْمَمَاتِ مَقْصُوْدًا اَوْ يَثْبُتَ قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ مُسْتَنِدًا، لَا وَجْهَ اِلَى الْاَوَّلِ لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَّةِ، وَلَا اِلَى الثَّانِي لِفَقْدِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْاَدَاءُ، وَلَا اِلَى الثَّالِثِ لِتَعَذُّرِ الثُّبُوْتِ فِي الْحَالِ وَالشَّيْءُ يَثْبُتُ ثُمَّ يَسْتَنِدُ .

وَلَنَا اَنَّهٗ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ، وَلَا يَبْطُلُ بِمَوْتِ اَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَهُوَ الْمَوْلٰى فَكَذَا بِمَوْتِ الْاٰخَرِ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا الْحَاجَةُ اِلَى اِبْقَاءِ الْعَقْدِ لِاِحْيَاءِ الْحَقِّ، بَلْ اَوْلٰى لِاَنَّ حَقَّهٗ آكَدُ مِنْ حَقِّ الْمَوْلٰى حَتّٰى لَزِمَ الْعَقْدُ فِي جَانِبِهٖ، وَالْمَوْتُ اَنْفٰى لِلْمَالِكِيَّةِ مِنْهُ لِلْمَمْلُوْكِيَّةِ فَيُنْزَلُ حَيًّا تَقْدِيْرًا، اَوْ تَسْتَنِدُ الْحُرِّيَّةُ بِاسْتِنَادِ سَبَبِ الْاَدَاءِ اِلٰى مَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَيَكُوْنُ اَدَاءُ خَلَفِهٖ

كَادَائِهِ، وَكُلُّ ذَلِكَ مُمْكِنٌ عَلَى مَا عُرِفَ تَمَامُهُ فِي الْخِلَافِيَّاتِ .

ترجمہ اور جب مکاتب فوت ہو جائے اور اس کے پاس مال بھی ہے تو کتابت کا عقد ختم نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے مال سے بدل کتابت کو ادا کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اس زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جو مال بچ جائے گا وہ اس کے وارثوں کے لئے میراث بن جائے گا۔ اور اس کی اولاد آزاد ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا فرمان بھی اسی طرح ہے۔ اور ہمارے فقہاء نے بھی اسی کو اپنایا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کتابت باطل ہو جائے گی اور مکاتب حالت غلامی میں فوت ہونے والا ہوگا۔ اور اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے آقا کے لئے ہوگا۔ ان کے امام اس موقف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ کتابت کا مقصد اس کی آزادی ہے جبکہ آزادی کو ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس کتابت باطل ہو جائے گی اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ آزادی کئی احوال سے خالی نہ ہوگی۔ کہ وہ موت کے بعد یا موت سے پہلے یا اس کے بعد حالت حیات کی جانب مضاف ہو کر ثابت ہوگی۔ پہلے کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ محل کالعدم ہے اور دوسرا بھی ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط یعنی ادائیگی نہیں پائی جارہی اور تیسری حالت میں ثبوت کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس حالت میں آزادی کا ثبوت ناممکن ہے اور کوئی بھی شئی ہو وہ پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ معاوضے کا عقد ہے اور ایک عاقد یعنی آقا کی موت سے باطل نہ ہوگا پس دوسرے کی موت کے سبب بھی باطل نہ ہوگا اور غلام و آقا کے درمیان جامع علت حق کو زندہ کرنے کے لئے عقد کو باقی رکھنے کی ضرورت ہے بلکہ مکاتب کے حق میں عقد کو باقی رکھنا تو زیادہ ضروری ہے کیونکہ مکاتب کا حق آقا کے حق سے زیادہ قوت والا ہے یہاں تک کہ اس کے حق میں عقد لازم ہونے والا ہے۔ اور موت ملکیت کے مقابلے میں مالک ہونے کو زیادہ ختم کرنے والی ہے پس اس کو بطور حکم زندہ سمجھا جائے گا۔ یا پھر ادائیگی کے سبب کی جانب مضاف ہونے کی وجہ سے آزادی کو موت سے پہلے کی حالت کی جانب مضاف کیا جائے گا اور مکاتب کے نائب کی ادائیگی اس کی ذاتی ادائیگی کی طرح ہوگی۔ اور ان میں سے ہر ایک چیز ممکن بھی ہے۔ جس طرح خلافیات میں اس مسئلہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔

مکاتب کے بیٹے کا بدل کتابت کو ادا کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً وَتَرَكَ وَلَدًا مَوْلُودًا فِي الْكِتَابَةِ سَعَى فِي كِتَابَةِ أَبِيهِ عَلَى نُجُومِهِ فَإِذَا أَدَّى حَكَمْنَا بِعِتْقِ أَبِيهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَعِتْقِ الْوَلَدِ) لِأَنَّ الْوَلَدَ دَاخِلٌ فِي كِتَابَتِهِ وَكَسْبُهُ كَكَسْبِهِ فَيَخْلُفُهُ فِي الْأَدَاءِ وَصَارَ كَمَا إِذَا تَرَكَ وَفَاءً

(وَإِنْ تَرَكَ وَلَدًا مُشْتَرًى فِي الْكِتَابَةِ قِيلَ لَهُ إِمَّا أَنْ تُؤَدِّيَ الْكِتَابَةَ حَالَّةً أَوْ تُرَدَّ رَقِيقًا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ . وَأَمَّا عِنْدَهُمَا يُؤَدِّيهِ إِلَى أَجَلِهِ اعْتِبَارًا بِالْوَلَدِ الْمَوْلُودِ فِي الْكِتَابَةِ، وَالْجَامِعُ أَنَّهُ يُكَاتَبُ عَلَيْهِ تَبَعًا لَهُ وَلِهَذَا يَمْلِكُ الْمَوْلَى إِعْتَاقَهُ بِخِلَافِ سَائِرِ أَكْسَابِهِ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ

وَهُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَصْلَيْنِ أَنَّ الْأَجَلَ يَثْبُتُ شَرْطًا فِي الْعَقْدِ فَيَثْبُتُ فِي حَقِّ مَنْ دَخَلَ تَحْتَ الْعَقْدِ وَالْمُشْتَرِي لَمْ يَدْخُلْ لِأَنَّهُ لَمْ يُضِفْ إِلَيْهِ الْعَقْدَ وَلَا يَسْرِي حُكْمُهُ إِلَيْهِ لِانْفِصَالِهِ، بِخِلَافِ الْمَوْلُودِ فِي الْكِتَابَةِ لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ وَقْتَ الْكِتَابَةِ فَيَسْرِي الْحُكْمُ إِلَيْهِ وَحَيْثُ دَخَلَ فِي حُكْمِهِ سَعَى فِي نُجُومِهِ

(فَإِنِ اشْتَرَى ابْنَهُ ثُمَّ مَاتَ وَتَرَكَ وَفَاءً وَرِثَهُ ابْنُهُ) لِأَنَّهُ لَمَّا حُكِمَ بِحُرِّيَّتِهِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ يُحْكَمُ بِحُرِّيَّةِ ابْنِهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لِأَبِيهِ فِي الْكِتَابَةِ فَيَكُونُ هَذَا حُرًّا يَرِثُ عَنْ حُرٍّ (وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ هُوَ وَابْنُهُ مُكَاتَبَيْنِ كِتَابَةً وَاحِدَةً) لِأَنَّ الْوَلَدَ إِنْ كَانَ صَغِيرًا فَهُوَ تَبَعٌ لِأَبِيهِ، وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا جُعِلَا كَشَخْصٍ وَاحِدٍ، فَإِذَا حُكِمَ بِحُرِّيَّةِ الْأَبِ يُحْكَمُ بِحُرِّيَّتِهِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ عَلَى مَا مَرَّ.

اور جب مکاتب نے کتابت کی ادائیگی کی مقدار کے برابر مال نہیں چھوڑا مگر مکاتبت کی حالت میں اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا بقیہ باپ کی مکاتبت کی اقساط کو محنت کر کے ادا کرے گا۔ اور جب وہ ادا کردے گا تو اس کے باپ کی موت سے پہلے اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا اور اس لڑکے کی آزادی کا حکم بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لڑکا اپنے باپ کی کتابت میں شامل ہے اور اس کی کمائی باپ کی کمائی کے حکم میں ہے۔ پس بدل کتابت کی ادائیگی میں بیٹا اپنے باپ کا خلیفہ بن جائے گا، اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مکاتب نے بدل کتابت کی مقدار کے برابر مال چھوڑا ہے۔

اور جب مکاتب نے کتابت کی حالت میں کسی بچے کو خریدا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس بچے سے کہا جائے گا کہ تم فوری طور پر بدل کتابت کو ادا کر دو یا پھر غلام بن جاؤ۔

صاحبین کے نزدیک یہ لڑکا بدل کتابت کو ادا کرنے کے وقت پر ہی ادا کرے گا۔ انہوں نے اس مسئلہ کو کتابت پر پیدا ہونے والے بچے پر قیاس کیا ہے۔ اور ان میں جامع علت یہ ہے کہ وہ لڑکا مکاتب پر مکاتب ہے اور وہ اس کے تابع ہے کیونکہ مکاتب کا آقا اس کی آزادی کا مالک ہے بہ خلاف اس کے کہ جب مکاتب کی کوئی دوسری کمائی بھی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مدت عقد میں بطور شرط ثابت ہو چکی ہے پس وہ اسی مدت کے حق میں ثابت ہو گی، جو عقد کے تحت داخل ہو گا۔ جبکہ خریدا گیا بچہ عقد میں شامل ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کی جانب عقد کو مضاف نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا اس کی جانب عقد کا حکم بھی منسوب نہ ہو گا۔ کیونکہ عقد کے وقت وہ مکاتب سے الگ ہے بہ خلاف حالت کتابت میں پیدا ہونے والے بچے کے کیونکہ وہ مکاتب کے ساتھ کتابت کے وقت ملا ہوا ہے۔ پس حکم اس کی جانب اثر انداز ہو گا۔ اور جب وہ حکم عقد میں داخل ہے تو مکاتب کا اس کی اقساط کو ادا کرنے بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

اور جب مکاتب نے اپنے بیٹے کو خریدا اور اس کے بعد بدل کتابت کی مقدار کے برابر اس نے مال چھوڑا اور وہ فوت گیا ہے تو

اس کا وارث ہوگا۔ کیونکہ جب مکاتب کی آخری زندگی میں اس کی آزادی کا فیصلہ کیا گیا ہے تو اس کے بیٹے کی آزادی کا فیصلہ بھی اس وقت سے کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ لڑکا کتابت میں اپنے باپ کے تابع ہے۔ پس یہ بھی آزاد ہوگا۔ اور آزاد باپ کا وارث ہوگا۔ اور یہ حکم اس صورت میں بھی ہوگا۔ اور جب مکاتب اور اس کا بیٹا ایک ہی عقد میں مکاتب بنائے گئے ہیں۔ اس لئے کہ لڑکا چھوٹا ہے اور وہ اپنے باپ کے تابع ہوگا۔ اور جب وہ لڑکا بڑا ہے تو اب باپ اور بیٹا دونوں ایک ہی بندے کے حکم میں ہوں گے۔ پس جب باپ کی زندگی کے آخری لمحات میں اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا تو اس کیفیت میں بیٹے کی آزادی کا فیصلہ بھی کر دیا جائے گا جس طرح اس کا بیان پہلے گزر گیا ہے۔

فوت ہونے والے مکاتب کا آزاد عورت سے بیٹا ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهُ وَلَدٌ مِنْ حُرَّةٍ وَتَرَكَ دَيْنًا وَفَاءً بِمُكَاتَبَتِهِ فَجَنَى الْوَلَدُ فَقُضِيَ بِهِ عَلَى عَاقِلَةِ الْأُمِّ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ قَضَاءً بِعَجْزِ الْمُكَاتَبِ) لِأَنَّ هَذَا الْقَضَاءَ يُقَرِّرُ حُكْمَ الْكِتَابَةِ، لِأَنَّ مِنْ قَضِيَّتِهَا إلْحَاقُ الْوَلَدِ بِمَوَالِي الْأُمِّ وَإِيجَابُ الْعَقْلِ عَلَيْهِمْ، لَكِنْ عَلَى وَجْهٍ يَحْتَمِلُ أَنْ يُعْتَقَ فَيَنْجَرَّ الْوَلَاءُ إلَى مَوَالِي الْأَبِ، وَالْقَضَاءُ بِمَا يُقَرِّرُ حُكْمَهُ لَا يَكُونُ تَعْجِيزًا (وَإِنْ اخْتَصَمَ مَوَالِي الْأُمِّ وَمَوَالِي الْأَبِ فِي وَلَائِهِ فَقَضَى بِهِ لِمَوَالِي الْأُمِّ فَهُوَ قَضَاءٌ بِالْعَجْزِ) لِأَنَّ هَذَا اخْتِلَافٌ فِي الْوَلَاءِ مَقْصُودًا، وَذَلِكَ يَبْتَنِي عَلَى بَقَاءِ الْكِتَابَةِ وَانْتِقَاضِهَا، فَإِنَّهَا إذَا فُسِخَتْ مَاتَ عَبْدًا وَاسْتَقَرَّ الْوَلَاءُ عَلَى مَوَالِي الْأُمِّ، وَإِذَا بَقِيَتْ وَاتَّصَلَ بِهَا الْأَدَاءُ مَاتَ حُرًّا وَانْتَقَلَ الْوَلَاءُ إلَى مَوَالِي الْأَبِ، وَهَذَا فَصْلٌ مُجْتَهَدٌ فِيهِ فَيَنْفُذُ مَا يُلَاقِيهِ مِنْ الْقَضَاءِ فَلِهَذَا كَانَ تَعْجِيزًا .

اور جب مکاتب فوت ہو گیا ہے اور اس کا ایک بیٹا آزاد عورت سے ہے اور مکاتب نے اتنا قرض ترکہ میں چھوڑا ہے جو اس کے بدل کتابت کے لئے کافی ہے اور اس کے بعد لڑکے نے جنایت کر ڈالی اور اُس کی ماں کی عاقلہ پر ارش کا فیصلہ ہوا تو یہ فیصلہ مکاتب کے عجز کے سبب سے نہ ہوگا۔ اور ان پر دیت لازم کی جائے گی۔ مگر یہ اس سبب سے ہے کہ مکاتب میں آزاد ہونے کا احتمال بھی موجود ہے۔ اور مکاتب لڑکے کی ولاء اس کے باپ کے موالی کی جانب جانے والی ہے۔ اور جس چیز مکاتبت کا فیصلہ پختہ ہوتا تھا اس فیصلہ میں کوئی عجز نہ ہوگا۔

اور جب لڑکے کی ولاء کے بارے میں والدین میں اختلاف ہو جائے اور ماں کے موالی کے بارے میں فیصلہ کر دیا جائے تو یہ قضاء بہ عجز ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ اختلاف بہ قصد ولاء میں سے ہے اور ولاء کے باقی رہنے کا دارومدار کتابت کے باقی رہنے یا فسخ ہونے پر ہے۔ لہٰذا جب کتابت فسخ ہو گئی ہے تو وہ لڑکا غلام ہو کر فوت ہونے والا ہوگا۔ اور ولاء ماں کے موالی کے لئے باقی رہے گی اور جب کتابت باقی ہے تو اس کے لئے بدل کی ادائیگی ملی ہوئی ہے تو وہ لڑکا آزاد ہو کر فوت ہونے والا ہوگا اور ولاء باپ کے موالی کی

جانب منتقل ہو جائے گی۔ اور یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے پس اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہے وہ نافذ ہونے والا ہوگا پس یہ عجز والی قضاء میں نہ سمجھا جائے گا۔

مکاتب کا آقا کو صدقہ زکوۃ کا مال دینے کا بیان

قَالَ (وَمَا اَدَّى الْمُكَاتَبُ مِنَ الصَّدَقَاتِ اِلٰى مَوْلَاهُ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ طَيِّبٌ لِلْمَوْلٰى لِتَبَدُّلِ الْمِلْكِ) فَاِنَّ الْعَبْدَ يَتَمَلَّكُهُ صَدَقَةً وَالْمَوْلٰى عِوَضًا عَنِ الْعِتْقِ، وَاِلَيْهِ وَقَعَتِ الْاِشَارَةُ النَّبَوِيَّةُ فِي حَدِيثِ بَرِيرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا (هِيَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ) وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اَبَاحَ لِلْغَنِيِّ وَالْهَاشِمِيِّ، لِاَنَّ الْمُبَاحَ لَهُ يَتَنَاوَلُهُ عَلٰى مِلْكِ الْمُبِيحِ، وَنَظِيرُهُ الْمُشْتَرِي شِرَاءً فَاسِدًا اِذَا اَبَاحَ لِغَيْرِهِ لَا يَطِيبُ لَهُ وَلَوْ مَلَّكَهُ يَطِيبُ، وَلَوْ عَجَزَ قَبْلَ الْاَدَاءِ اِلَى الْمَوْلٰى فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ، وَهٰذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ ظَاهِرٌ لِاَنَّ بِالْعَجْزِ يَتَبَدَّلُ الْمِلْكُ عِنْدَهُ، وَكَذَا عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ، وَاِنْ كَانَ بِالْعَجْزِ يَتَقَرَّرُ مِلْكُ الْمَوْلٰى عِنْدَهُ لِاَنَّهُ لَا خُبْثَ فِي نَفْسِ الصَّدَقَةِ، وَاِنَّمَا الْخُبْثُ فِي فِعْلِ الْاٰخِذِ لِكَوْنِهِ اِذْلَالًا بِهِ.

وَلَا يَجُوزُ ذٰلِكَ لِلْغَنِيِّ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ وَلِلْهَاشِمِيِّ لِزِيَادَةِ حُرْمَتِهِ وَالْاَخْذُ لَمْ يُوجَدْ مِنَ الْمَوْلٰى فَصَارَ كَابْنِ السَّبِيلِ اِذَا وَصَلَ اِلٰى وَطَنِهِ وَالْفَقِيرِ اِذَا اسْتَغْنٰى وَقَدْ بَقِيَ فِي اَيْدِيهِمَا مَا اَخَذَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَاِنَّهُ يَطِيبُ لَهُمَا، وَعَلٰى هٰذَا اِذَا اُعْتِقَ الْمُكَاتَبُ وَاسْتَغْنٰى يَطِيبُ لَهُ مَا بَقِيَ مِنَ الصَّدَقَةِ فِي يَدِهِ.

اور جب مکاتب نے اپنے آقا کو صدقہ زکوۃ کا مال دیا ہے اور وہ مال اس کے آقا کے لئے اس غلام کے عاجز ہونے کے بعد بھی حلال ہوگا۔ اسلئے کہ ملکیت بدلنے والی ہے پس غلام اس کو صدقہ کی حالت میں لینے والا ہے اور آقا آزادی کا بدلہ سمجھ کر لینے والا ہے اور اسی تبدیلی ملکیت کے بارے میں حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا میں اشارہ موجود ہے کہ وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے اور یہ اس صورت کے خلاف ہوگا کہ جب فقیر نے کسی غنی یا ہاشمی کے لئے مباح قرار دیا ہے۔ کیونکہ جس کے لئے مباح کیا ہے وہ اس اباحت والے کو ملکیت پر لینے والا ہوگا اور ملکیت اس طرح تبدیل نہ ہوگی کیونکہ یہ چیز ان کے لئے حلال نہیں ہے ہاں البتہ جب خریدار نے اس کو مالک بنا دیا ہے تو وہ مباح ہو جائے گی۔

اور جب مکاتب آقا کو وہ مال دینے سے پہلے ہی عاجز آ گیا ہے تب بھی حکم یہی ہے۔ اور یہ حکم امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک عجز کے سبب سے ملکیت میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کا یہی حکم ہے کیونکہ صدقہ لینا اپنے آپ کو عاجز کرنے والی بات ہے پس مالدار کے لئے بغیر کسی ضرورت کے صدقہ لینا جائز نہ ہوگا اور ہاشمی کے لئے زیادہ عزت واحترام والا ہونے کے سبب سے صدقہ لینا

جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ آقا کی جانب سے لینا نہیں پایا جارہا ہے۔ لہٰذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جس کوئی مسافر جب اپنے وطن میں پہنچ جائے اور فقیر اس سے بے پرواہ ہو جائے اور وصول کردہ مال جو صدقے کا ہے وہ بھی ان کے پاس موجود ہے وہ مال ان کے لئے حلال ہوگا اور مکاتب بھی اس حکم کے مطابق ہے کہ جب اس کو آزاد کر دیا گیا ہے اور وہ مالدار بن گیا ہے تو اب جو اس کے پاس صدقے کا مال ہے وہ اس کے لئے حلال رہے گا۔

آقا کے علم میں غلام کی جنایت کے نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا جَنَى الْعَبْدُ فَكَاتَبَهُ مَوْلَاهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْجِنَايَةِ ثُمَّ عَجَزَ فَإِنَّهُ يَدْفَعُ أَوْ يَفْدِي) لِأَنَّ هٰذَا مُوجِبُ جِنَايَةِ الْعَبْدِ فِي الْأَصْلِ وَلَمْ يَكُنْ عَالِمًا بِالْجِنَايَةِ عِنْدَ الْكِتَابَةِ حَتّٰى يَصِيرَ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ إِلَّا أَنَّ الْكِتَابَةَ مَانِعَةٌ مِنَ الدَّفْعِ، فَإِذَا زَالَ عَادَ الْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ (وَكَذٰلِكَ إِذَا جَنَى الْمُكَاتَبُ وَلَمْ يَقْضِ بِهِ حَتّٰى عَجَزَ) لِمَا بَيَّنَّا مِنْ زَوَالِ الْمَانِعِ (وَإِنْ قَضَى بِهِ عَلَيْهِ فِي كِتَابَتِهِ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ دَيْنٌ يُبَاعُ فِيهِ) لِانْتِقَالِ الْحَقِّ مِنَ الرَّقَبَةِ إِلَى قِيمَتِهِ بِالْقَضَاءِ، وَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَدْ رَجَعَ أَبُو يُوسُفَ إِلَيْهِ، وَكَانَ يَقُولُ أَوَّلًا يُبَاعُ فِيهِ وَإِنْ عَجَزَ قَبْلَ الْقَضَاءِ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنَ الدَّفْعِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ قَائِمٌ وَقْتَ الْجِنَايَةِ، فَكَمَا وَقَعَتْ انْعَقَدَتْ مُوجِبَةً لِلْقِيمَةِ كَمَا فِي جِنَايَةِ الْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ .

وَلَنَا أَنَّ الْمَانِعَ قَابِلٌ لِلزَّوَالِ لِلتَّرَدُّدِ وَلَمْ يَثْبُتْ الِانْتِقَالُ فِي الْحَالِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَضَاءِ أَوْ الرِّضَا وَصَارَ كَالْعَبْدِ الْمَبِيعِ إِذَا أَبَقَ قَبْلَ الْقَبْضِ يَتَوَقَّفُ الْفَسْخُ عَلَى الْقَضَاءِ لِتَرَدُّدِهِ وَاحْتِمَالِ عَوْدِهِ، كَذَا هٰذَا، بِخِلَافِ التَّدْبِيرِ وَالِاسْتِيلَادِ لِأَنَّهُمَا لَا يَقْبَلَانِ الزَّوَالَ بِحَالٍ .

اور جب غلام نے کوئی جنایت کی ہے لیکن آقا کو اس کی جنایت کا پتہ بھی نہیں ہے اور اس نے غلام سے کتابت کا عقد کر ڈالا ہے اور اس کے بعد مکاتب اس سے عاجز آ گیا ہے تو اس غلام کو جنایت کے اولیاء کے سپرد کر دیا جائے گا۔ یا پھر اس کو فدیہ میں دے دیا جائے گا۔ کیونکہ غلام کی جنایت میں قانون کا تقاضہ یہی ہے۔ اور وقت جنایت سے آقا کو علم نہ ہونے کا فائدہ بھی یہی ہے کہ آقا کو فدیہ دینے کا اختیار نہ ہوگا مگر کتابت غلام کو دور کرنے سے مانع ہوگی۔ لیکن اس کے بارے میں موجب جنایت کا فیصلہ نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ عاجز آنے والا ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ مانع ختم ہو گیا ہے۔

اور جب مکاتب پر کتابت کی حالت میں جنایت کو واجب کرنے کا فیصلہ نہیں کیا گیا ہے اور اس کے بعد وہ عاجز آ گیا ہے تو جو ادا کیا گیا ہے وہی اس کے ذمہ پر بطور قرض ہوگا اور اس قرض میں اس کو بیچ دیا جائے گا کیونکہ فیصلہ کے سبب سے اس کے آقا کا حق رقبہ سے قیمت کی جانب منتقل ہو گیا ہے اور طرفین کا قول اسی طرح ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے بھی اسی جانب رجوع کیا ہے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اس سے پہلے اس موقف پر قائم تھے کہ اس مکاتب کو جو اس پر قرض دیا گیا ہے اس میں بیچ دیا

جائے گا خواہ وہ قضاء سے یہ قبل عاجز آنے والا ہے۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے، کیونکہ غلامیت سے دور کرنے والی جو چیز روکنے والی تھی یعنی مکاتبت تو وہ بوقت جنایت موجود ہے، پس جنایت اپنے وقت وجود سے ہی قیمت کو واجب کرنے پر واقع ہونے والی ہے۔ جس طرح مدبر اور ام ولد کی جنایت کا حکم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مانع کے ختم ہو جانے کا امکان ہے اس لئے کہ مکاتب کی حالت شک والی ہے اور اسی حالت میں حالت اصلی سے منتقل ہونا یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ پس یہ حکم یا تو قاضی کی قضاء یا مکاتب کی رضامندی پر موقوف ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مبیع غلام قبضہ سے پہلے بھاگ کھڑا ہوا ہے تو بیع کو ختم کرنے کا حکم قاضی کی قضاء پر موقوف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی حالت شک والی ہے اور اس کی واپسی کا احتمال بھی موجود ہے اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی ہے جو مدبر اور ام ولد کے خلاف ہے کیونکہ وہ دونوں کسی حالت میں بھی منتقل ہونے کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

آقا کی موت کے سبب عقد کتابت کے فسخ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا مَاتَ الْمَوْلَى الْمُكَاتِبُ لَمْ تَنْفَسِخِ الْكِتَابَةُ) كَيْ لَا يُؤَدِّي اِلَى اِبْطَالِ حَقِّ الْمُكَاتَبِ، اِذِ الْكِتَابَةُ سَبَبُ الْحُرِّيَّةِ وَسَبَبُ حَقِّ الْمَرْءِ حَقُّهُ (وَقِيلَ لَهُ اَدِّ الْمَالَ اِلَى وَرَثَةِ الْمَوْلَى عَلَى نُجُومِهِ) لِاَنَّهُ اسْتِحْقَاقُ الْحُرِّيَّةِ عَلَى هٰذَا الْوَجْهِ وَالسَّبَبُ انْعَقَدَ كَذٰلِكَ فَيَبْقَى بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَلَا يَتَغَيَّرُ، اِلَّا اَنَّ الْوَرَثَةَ يَخْلُفُونَهُ فِي الِاسْتِيفَاءِ (فَاِنْ اَعْتَقَهُ اَحَدُ الْوَرَثَةِ لَمْ يَنْفُذْ عِتْقُهُ) لِاَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمُكَاتَبَ لَا يُمْلَكُ بِسَائِرِ اَسْبَابِ الْمِلْكِ فَكَذَا بِسَبَبِ الْوِرَاثَةِ.

وَاِنْ اَعْتَقُوهُ جَمِيعًا عَتَقَ وَسَقَطَ عَنْهُ بَدَلُ الْكِتَابَةِ لِاَنَّهُ يَصِيرُ اِبْرَاءً عَنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ فَاِنَّهُ حَقُّهُمْ وَقَدْ جَرَى فِيهِ الْاِرْثُ، وَاِذَا بَرِءَ الْمُكَاتَبُ عَنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ يُعْتَقُ كَمَا اِذَا اَبْرَاَهُ الْمَوْلَى، اِلَّا اَنَّهُ اِذَا اَعْتَقَهُ اَحَدُ الْوَرَثَةِ لَا يَصِيرُ اِبْرَاءً عَنْ نَصِيبِهِ، لِاَنَّا نَجْعَلُهُ اِبْرَاءَ اقْتِضَاءٍ تَصْحِيحًا لِعِتْقِهِ. وَالْعِتْقُ لَا يَثْبُتُ بِاِبْرَاءِ الْبَعْضِ اَوْ اَدَائِهِ فِي الْمُكَاتَبِ لَا فِي بَعْضِهِ وَلَا فِي كُلِّهِ، وَلَا وَجْهَ اِلَى اِبْرَاءِ الْكُلِّ لِحَقِّ بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور جب کسی مکاتب کا آقا فوت ہو جائے تو اس کی موت کے سبب کتابت کا عقد فسخ نہ ہوگا۔ تا کہ اس سے مکاتب کے حق کو باطل کرنا لازم نہ آئے کیونکہ کتابت آزادی کا سبب ہے اور انسان کے حق کے سبب سے اس کا حق بن جاتا ہے اور مکاتب سے کہا جائے گا۔ کہ اقساط کے مطابق آقا کے ورثاء کو بدل کتابت ادا کرو کیونکہ مکاتب اسی سبب سے آزادی کا حقدار بنا ہے۔ اور آزادی کا سبب بھی اسی طرح منعقد ہوا ہے۔ پس اسی صفت کے ساتھ عقد باقی رہے گا۔ اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ ہاں البتہ بدل وصول کرنے میں ورثاء اس کے خلیفہ ہوں گے۔ اور جب کسی وارث نے اس کو آزاد کر دیا تو اس کی آزادی نافذ نہ ہوگی۔ کیونکہ

آزاد کرنے والا اس کا مالک نہیں ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ مکاتب ملکیت کے اسباب میں سے غلام نہیں ہوتا پس وراثت کے اسباب میں سے بھی وہ غلام نہ ہوگا۔ لیکن جب سارے ورثاء مل کر اس کو آزاد کریں تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر یہ بطور احسان ہوگا۔ اور اس سے کتابت کا بدل بھی ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ آزادی یہ بدل کتابت سے بری کرنے والی ہے۔ کیونکہ بدل انہی کا حق ہے اور وراثت اسی میں جاری ہوتی ہے۔ پس مکاتب بدل کتابت سے بری ہو جائے گا اور وہ آزاد ہو جائے گا۔

جس طرح آقا کے بری کرنے کے سبب وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن جب ایک وارث نے اس کو آزاد کیا ہے تو اب یہ اس کے ذمہ سے بری نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم اس کی آزادی کو درست قرار دیتے ہوئے آزادی کو براءت کہتے ہیں۔ حالانکہ بعض بدل سے بری ہونے سے آزادی ثابت نہ ہوگی اور نہ کچھ بدل کی ادائیگی کے سبب سے کچھ مکاتبت یا سارے مکاتب میں آزادی ثابت ہوگی۔ کیونکہ ایک کی آزادی کے سبب کل یا سارے سے براءت ممکن نہیں ہے کیونکہ اس میں دوسرے وارثوں کا حق بھی باقی ہے۔ اللہ ہی سے زیادہ جاننے والا ہے۔

کِتَابُ الْوَلَاءِ

﴿یہ کتاب ولاء کے بیان میں ہے﴾

کتاب ولاء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب ولاء کو کتاب مکاتبت کے بعد بیان کرنے کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ اس سے ملکیت رقبہ کے زائل ہونے کا اثر موجود ہے۔ لہٰذا اس کی ترتیب کو ابواب کی مطابقت کے ساتھ بیان کرنا ضروری تھا تو اس اعتبار سے کتاب ولاء کو مؤخر کرنا لازم تھا تا کہ اثر اپنے مؤثر سے مقدم نہ ہو جائے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۱۲۲، کتاب ولاء، بیروت)

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "و، ل، ی" ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، نصرت، حمایت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔ الولاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے۔ ہم نے اس کی ترجمانی کے لیے "دوستی" کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرسری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض دیگر وقتی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سرسے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حق ولاء کے شرعی مأخذ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن بریرہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ مکاتبت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ ادا کیا کروں گی لہٰذا آپ میری مدد کیجئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو یہ پسند ہو کہ میں سب کے سب اوقیے ایک ہی مرتبہ میں انہیں دے دوں اور پھر تجھے آزاد کر دوں تو ایسا کر سکتی ہوں لیکن اس صورت میں حق ولاء مجھے حاصل ہوگا بریرہ یہ سن کر اپنے مالکوں کے پاس گئی اور ان کے سامنے یہ صورت رکھی مگر انہوں نے اسے نامنظور کر دیا اور کہا کہ ہم صرف اس شرط کے ساتھ تجھے بیچ سکتے ہیں کہ حق ولاء ہمیں حاصل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اسے لے کر آزاد کر دو اس کا حق ولاء تمہیں ہی حاصل ہوگا پھر آپ

ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے یعنی مشروع نہیں ہیں جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگرچہ وہ سو شرطیں ہوں (یعنی جو شرط ناجائز و نامشروع ہے اسے چاہے کوئی سو بار ہی کیوں نہ عائد کرے وہ باطل ہی رہے گی اور اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی)۔

اور خدا ہی کا حکم سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی شرط سب سے زیادہ مضبوط ہے یعنی بیع وشراء کے معاملات میں خدا نے جو احکام دیئے ہیں بہرصورت ان ہی کی تعمیل ضروری ہے اور خدا نے جو شرائط مقرر کی ہیں صرف انہی کا لحاظ ضروری ہے اپنی طرف سے عائد کردہ کوئی شرط بھی قابل عمل نہیں ہوگی جان لو حق ولاء اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو آزاد کرے

(بخاری ومسلم مشکوۃ شریف جلد دوم حدیث 103)

مکاتبت غلام اور اس کے مالک کے درمیان ایک خاص نوعیت کے معاہدہ کا اصطلاحی نام ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام کا مالک اسے اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ روپیہ کی اتنی مقدار اتنی مدت میں دینی ہوگی غلام اسے قبول ومنظور کر لیتا ہے چنانچہ غلام اگر روپیہ کی وہ مقدار اس متعینہ مدت میں ادا کر لیتا ہے تو اپنے مالک کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اگر وہ مقدار ادا نہیں کر پاتا تو پھر جوں کا توں اس کی غلامی میں رہتا ہے اس معاملہ کو مکاتبت یا کتابت اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔

ولاء آزاد کرنے کے اس حق کو کہتے ہیں جو غلام کے مالک کو حاصل ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے کسی غلام کو آزاد کرے اور وہ آزادی ہی کی حالت میں مرجائے اور اپنے پیچھے کچھ مال واسباب چھوڑ جائے تو اس کے عصبہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے تمام مال واسباب کا حق دار وہی ازاد کرنے والا شخص ہوتا ہے یہی حق ولاء کہلاتا ہے۔

بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کا نام ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آنے سے پہلے ایک یہودی کی ملکیت میں تھی جب انہوں نے اپنے مالکوں سے کتابت کی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ کتابت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے دیا کروں گی اب میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے اتنا دیدیں جو میں بدل کتابت کے طور پر اپنے مالکوں کو دیدوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو پسند ہو تو میں یہ کر سکتی ہوں کہ انہیں یہ نو اوقیہ یک مشت تمہاری قیمت کے طور پر انہیں دیدوں اور تمہیں خرید کر آزاد کر دوں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو اسے بیچنا خریدنا جائز ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں تمہاری طرف سے حق ولاء مجھے ہی حاصل ہوگا لیکن جب یہ بات بریرہ کے مالکوں کو پہنچی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بریرہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرنا چاہتے تھے کہ بریرہ کا حق ولاء ان کو حاصل ہو چونکہ ان کی یہ شرط کہ بریرہ کو خرید کر آزاد تو کریں عائشہ رضی اللہ عنہا اور حق ولاء پہنچے ان کو بالکل نادانی کی بات تھی اور شرعی طور پر مطلقا ناجائز اس لئے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ آنحضرت ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ ناراض ہوئے اور حدیث میں مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے۔

حق ولاء کو بیچنا یا اس کو ہبہ کرنا ناجائز ہے

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ولاء کو بیچنے یا اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری ومسلم)

یعنی مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا جس کی وجہ سے حق ولاء اس کے لئے ثابت ہو گیا اب اگر وہ یہ چاہے کہ اس حق ولاء کو کسی کے ہاتھ بیچ دے یا کسی کو ہبہ کر دے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کو بیچا یا ہبہ کیا جا سکے اس بارے میں تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے۔

یعنی ولاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مرجائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔

ولاء کی فقہی اقسام کا بیان

قَالَ (اَلْوَلَاءُ نَوْعَانِ) يَتَنَوَّعُ الْوَلَاءُ بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ اِلٰى نَوْعَيْنِ: فَالْاَوَّلُ (وَلَاءُ عَتَاقَةٍ وَيُسَمّٰى وَلَاءَ نِعْمَةٍ) اقْتِفَاءً بِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) اَیْ بِالْاِعْتَاقِ وَهُوَ زَيْدٌ .

وَسَبَبُهُ الْعِتْقُ عَلٰى مِلْكِهِ فِي الصَّحِيْحِ، حَتّٰى لَوْ عَتَقَ قَرِيْبُهُ عَلَيْهِ بِالْوِرَاثَةِ كَانَ الْوَلَاءُ لَهُ .وَوَلَاءُ مُوَالَاةٍ، وَسَبَبُهُ الْعَقْدُ وَلِهٰذَا يُقَالُ وَلَاءُ الْعَتَاقَةِ وَوَلَاءُ الْمُوَالَاةِ، وَالْحُكْمُ يُضَافُ اِلٰى سَبَبِهِ، وَالْمَعْنٰى فِيْهِمَا التَّنَاصُرُ، وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَتَنَاصَرُ بِاَشْيَاءَ، وَقَرَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَاصُرَهُمْ بِالْوَلَاءِ بِنَوْعَيْهِ فَقَالَ: (اِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَحَلِيْفُهُمْ مِنْهُمْ) وَالْمُرَادُ بِالْحَلِيْفِ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يُؤَكِّدُوْنَ الْمُوَالَاةَ بِالْحِلْفِ .

فرمایا اور ولاء کی دو اقسام ہیں۔ (۱) عتاقہ کی ولاء جس کو ولاء نعمت بھی کہتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ آقا کی ملکیت پر آزادی واقع ہو یہاں تک کہ جب کسی بندے پر وراثت کے سبب سے اس کا قریبی رشتے دار آزاد ہو تو اسی آزاد کرنے والے آدمی کو ولاء مل جائے گی۔

(۲) ولاء کی دوسری قسم موالات ہے۔ اور اس کا سبب بھی عقد موالات ہے۔ اور اسلئے وجہ سے ان کو ولاء عتاقہ اور ولاء موالاۃ کہا جاتا ہے۔ اور حکم کو اس کے سبب کی جانب مضاف کیا جاتا ہے۔ اور ان دونوں اقسام کی آپس میں مدد بھی مقصود ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا اہل عرب آپس میں کئی طرق سے مدد کرتے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ولاء کو انہی دو اقسام پر برقرار رکھا ہے۔ اور اس طرح فرمایا ہے کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام انہی میں سے ہوگا۔ اور ان کا حلیف بھی انہی میں سے ہوتا ہے جبکہ یہاں حلیف سے مراد مولی الموالات ہے۔ کیونکہ اہل عرب قسم کے ذریعے موالات کو پختہ کرنے والے ہیں۔

آزاد کرنے والے کے لئے معتق کی ولاء کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَعْتَقَ الْمَوْلٰى مَمْلُوْكَهُ فَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْوَلَاءُ لِمَنْ

اَعْتَقَ)، وَلِاَنَّ التَّنَاصُرَ بِهِ فَيَعْقِلُهُ وَقَدْ اَحْيَاهُ مَعْنًى بِاِزَالَةِ الرِّقِ عَنْهُ فَيَرِثُهُ وَيَصِيْرُ الْوَلَاءُ كَالْوِلَادِ، وَلِاَنَّ الْغُنْمَ بِالْغُرْمِ، وَكَذَا الْمَرْاَةُ تَعْتِقُ لِمَا رَوَيْنَا، (وَمَاتَ مُعْتَقٌ لِابْنَةِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْهَا وَعَنْ بِنْتٍ فَجَعَلَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْمَالَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ) وَيَسْتَوِي فِيْهِ الْاِعْتَاقُ بِمَالٍ وَبِغَيْرِهِ لِاِطْلَاقِ مَا ذَكَرْنَاهُ.

قَالَ (فَاِنْ شَرَطَ اَنَّهُ سَائِبَةٌ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَالْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ) لِاَنَّ الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِّ فَلَا يَصِحُّ.

اور جب آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کیا ہے تو آزاد کرنے والے کو یہ آزاد کردہ کی ولاء ملے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے۔ کیونکہ اس کو یہ شرف آزاد کرنے کے سبب سے ملا ہے پس آقا ہی اس کی دیت کو ادا کرے گا۔ اور آقا نے اس سے غلامی کو ختم کر کے بطور حکم اس کو زندہ کر دیا ہے پس اس کا وارث بھی وہی ہو گا۔ اور ولاء کا حکم اولاد کی طرح ہوگا۔ کیونکہ نفع ضمان کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور آزادگی عورت کا حکم بھی اسی طرح ہے اسی حدیث کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا آزاد کردہ ایک غلام ایک بیٹی کو چھوڑ کر فوت ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا ترکہ دونوں کو نصف نصف دیا تھا۔ کیونکہ ولاء کے ثبوت میں مال کے ساتھ آزادی اور غیر مال کے ساتھ آزادی یہ دونوں برابر ہے۔ کیونکہ ہماری استدلال کردہ حدیث مطلق ہے۔ اور جب اس نے یہ شرط بیان کروی ہے کہ غلام آزاد ہے تو یہ شرط باطل ہوگی اور ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔ کیونکہ اس کی وہ بیان کردہ شرط نص کے خلاف ہے۔ پس وہ درست نہ ہوگی۔

مکاتب کی ولاء کا آقا کے لئے ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَدَّى الْمُكَاتَبُ عَتَقَ وَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلٰى وَاِنْ عَتَقَ بَعْدَ مَوْتِ الْمَوْلٰى) لِاَنَّهُ عَتَقَ عَلَيْهِ بِمَا بَاشَرَ مِنَ السَّبَبِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي الْمُكَاتَبِ (وَكَذَا الْعَبْدُ الْمُوْصٰى بِعِتْقِهِ اَوْ بِشِرَائِهِ وَعِتْقِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ) لِاَنَّ فِعْلَ الْوَصِيِّ بَعْدَ مَوْتِهِ كَفِعْلِهِ وَالتَّرِكَةُ عَلٰى حُكْمِ مِلْكِهِ (وَاِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى عَتَقَ مُدَبَّرُوْهُ وَاُمَّهَاتُ اَوْلَادِهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْعَتَاقِ (وَوَلَاؤُهُمْ لَهُ) لِاَنَّهُ اَعْتَقَهُمْ بِالتَّدْبِيْرِ وَالْاِسْتِيْلَادِ.

(وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْعَتَاقِ (وَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِوُجُوْدِ السَّبَبِ وَهُوَ الْعِتْقُ عَلَيْهِ

اور جب مکاتب نے کتابت کا بدل ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور ولاء اس کے آقا کو مل جائے گی۔ خواہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہوا ہے اس لئے کہ مکاتب سابقہ عقد کے سبب آزاد ہونے والا ہے اور کتاب مکاتب میں ہم نے اس کو

بیان کردیا ہے۔

اور اسی طرح جب کسی غلام موصیٰ کی ولاء یا آقا کی موت کے بعد کسی غلام کو خریدنے یا اس کو آزاد کرنے کی وصیت کی گئی ہے اور اس کی ولاء بھی اس فوت ہونے والے آقا کو ملے گی۔ کیونکہ آقا کی موت کے وصی کا عمل یہ آقا کے عمل کے حکم میں ہے۔ اور ترکہ بھی اسی کی وصیت پر باقی رہنے والا ہے۔

اور جب آقا فوت ہوجائے تو اس کے مدبر اور امہات اولاد یہ سب آزاد ہو جائیں گے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس ہم کتاب عتاق میں بیان کرآئے ہیں۔ اور ان سب کی ولاء آقا کو ملے گی۔ کیونکہ آقا ہی اس کو تدبیر اور استیلاد کے سبب سے آزاد کرنے والا ہے۔

اور جو شخص ذی رحم محرم کا مالک بنا ہے تو وہ مملوک اس کے مالک بننے کے سبب سے آزاد ہو جائے اسی دلیل کے سبب سے جس ہم کتاب عتاق میں بیان کرآئے ہیں۔ اور مملوک کی ولاء مالک کو ملے گی کیونکہ اس کی آزادی ولاء کے سبب پر پائی گئی ہے۔

دوسرے کی باندی سے نکاح کرنے کا بیان

(وَإِذَا تَزَوَّجَ عَبْدُ رَجُلٍ اَمَةً لِآخَرَ فَاَعْتَقَ مَوْلَى الْاَمَةِ الْاَمَةَ وَهِيَ حَامِلٌ مِنَ الْعَبْدِ عَتَقَتْ وَعَتَقَ حَمْلُهَا، وَوَلَاءُ الْحَمْلِ لِمَوْلَى الْاُمِّ لَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ اَبَدًا) لِاَنَّهُ عَتَقَ عَلَى مُعْتِقِ الْاُمِّ مَقْصُودًا اِذْ هُوَ جُزْءٌ مِنْهَا يَقْبَلُ الْاِعْتَاقَ مَقْصُودًا فَلَا يَنْتَقِلُ وَلَاؤُهُ عَنْهُ عَمَلًا بِمَا رَوَيْنَا (وَكَذَلِكَ اِذَا وَلَدَتْ وَلَدًا لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ) لِلتَّيَقُّنِ بِقِيَامِ الْحَمْلِ وَقْتَ الْاِعْتَاقِ (اَوْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ اَحَدُهُمَا لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ) لِاَنَّهُمَا تَوْاَمَانِ يَتَعَلَّقَانِ مَعًا.

وَهَذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا وَالَتْ رَجُلًا وَهِيَ حُبْلَى وَالزَّوْجُ وَالَى غَيْرَهُ حَيْثُ يَكُونُ وَلَاءُ الْوَلَدِ لِمَوْلَى الْاَبِ لِاَنَّ الْجَنِينَ غَيْرُ قَابِلٍ لِهَذَا الْوَلَاءِ مَقْصُودًا، لِاَنَّ تَمَامَهُ بِالْاِيجَابِ وَالْقَبُولِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لَهُ.

قَالَ (فَاِنْ وَلَدَتْ بَعْدَ عِتْقِهَا لِاَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ وَلَدًا فَوَلَاؤُهُ لِمَوَالِي الْاُمِّ) لِاَنَّهُ عَتَقَ تَبَعًا لِلْاُمِّ لِاتِّصَالِهِ بِهَا بَعْدَ عِتْقِهَا فَيَتْبَعُهَا فِي الْوَلَاءِ وَلَمْ يَتَيَقَّنْ بِقِيَامِهِ وَقْتَ الْاِعْتَاقِ حَتَّى يَعْتِقَ مَقْصُودًا.

اور جب کسی بندے کے غلام نے دوسرے آدمی کی باندی کے ساتھ نکاح کیا ہے اور باندی کو اس کے آقا نے آزاد کردیا ہے حالانکہ وہ اسی غلام سے حاملہ ہے تو اس باندی کے ساتھ اس کا حمل بھی آزاد ہوجائے گا۔ اور حمل کی ولاء اس ماں کے آقا کے لئے ہوگی اور وہ اس سے کسی طرح بھی منتقل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ حمل ایک مقصد ہوتے ہوئے ماں کو آزاد کرنے پر ہوا ہے۔ اور حمل

ماں کا حصہ ہے اور بہ قصد آزادی کو قبول کرنے والا ہے پس ہماری روایت کردہ حدیث کے مطابق اس حمل کی ولاء آزاد کرنے والے کی ماں سے منتقل نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب اس نے چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کو جنم دیا ہے اور آزادی کے وقت حمل ہونے کا بھی یقین ہے یا پھر اس نے دو بچوں کو جنم دیا ہے اور ان میں سے ایک چھ ماہ کی مدت سے بھی کم مدت میں پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جڑوے بچے ہیں۔ اور اکٹھے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے جب باندی نے حاملہ ہونے کی حالت میں کسی بندے سے موالات کا عقد کیا ہے اور خاوند نے کسی دوسرے سے موالات کیا ہے تو اب بچے کی ولاء باپ کے آقا کے لئے ہوگی۔ کیونکہ جنین بطور ارادہ اس کی ولاء کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ولاء کا پورا ہونا یہ ایجاب وقبول کے موقوف ہے اور جنین اس کا محل نہیں ہے

اور جب آزادی کے بعد چھ ماہ کی مدت کے بعد اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا ہے تو اس کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔ کیونکہ وہ بچہ ماں کے تابع ہوتے ہوئے آزاد ہوا ہے کیونکہ ماں کی آزادی کے بعد وہ بچہ ماں سے ملنے والا ہے۔ پس ولاء بھی اسی کے تابع ہوگی۔ اور اعتاق کے وقت بھی اس بچے کے موجود ہونے کا یقین نہیں ہے کیونکہ وہ بطور مقصد بن کر آزاد ہونے والا ہے۔

باپ کے آزاد کرنے کے سبب بچے کی ولاء کا بیان

(فَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ جَرَّ وَلَاءَ ابْنِهِ وَانْتَقَلَ عَنْ مَوَالِي الْأُمِّ إِلَى مَوَالِي الْأَبِ) لِأَنَّ الْعِتْقَ هَاهُنَا فِي الْوَلَدِ يَثْبُتُ تَبَعًا لِلْأُمِّ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْوَلَاءَ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ) ثُمَّ النَّسَبُ إِلَى الْآبَاءِ فَكَذَلِكَ الْوَلَاءُ وَالنِّسْبَةُ إِلَى مَوَالِي الْأُمِّ كَانَتْ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْأَبِ ضَرُورَةً، فَإِذَا صَارَ أَهْلًا عَادَ الْوَلَاءُ إِلَيْهِ ؛ كَوَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ يُنْسَبُ إِلَى قَوْمِ الْأُمِّ ضَرُورَةً، فَإِذَا أَكْذَبَ الْمُلَاعِنُ نَفْسَهُ يُنْسَبُ إِلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أُعْتِقَتْ الْمُعْتَدَّةُ عَنْ مَوْتٍ أَوْ طَلَاقٍ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْمَوْتِ أَوْ الطَّلَاقِ حَيْثُ يَكُونُ الْوَلَدُ مَوْلًى لِمَوَالِي الْأُمِّ وَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ لِتَعَذُّرِ إِضَافَةِ الْعُلُوقِ إِلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالطَّلَاقِ الْبَائِنِ لِحُرْمَةِ الْوَطْءِ وَبَعْدَ الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ لِمَا أَنَّهُ يَصِيرُ مُرَاجِعًا بِالشَّكِّ فَأُسْنِدَ إِلَى حَالَةِ النِّكَاحِ فَكَانَ الْوَلَدُ مَوْجُودًا عِنْدَ الْإِعْتَاقِ فَعَتَقَ مَقْصُودًا

اور جب باپ نے آزاد کر دیا ہے تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء کو حاصل کرنے والا ہوگا اور ولاء ماں کے آقاؤں سے باپ کے آقاؤں کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس حالت میں ماں کے تابع ہو کر بچے میں ولاء ثابت ہوئی ہے یہ خلاف صورت اول کے کیونکہ یہ حکم تو اس سبب سے ہے کہ ولاء نسب کے حکم میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ولاء نسبی قرابت کی طرح ایک قرابت ہے۔

جس کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ نہ ہی موروث ہوتا ہے۔ جبکہ نسب آباء سے ثابت ہونے والا ہے پس ولاء بھی آباء ثابت ہوگی۔ اور باپ کے اہل نہ ہونے کے سبب سے ضرورت کے پیش نظر ماں کے آقاؤں کی جانب ولاء کو منسوب کیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ جب باپ ولاء کا اہل بن گیا ہے تو ولاء اس کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ جس طرح لعان کرنے پر بچے کو ضرورت کی بناء پر والدہ کی قوم کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے۔ مگر جب ملاعن اپنے آپ کی تکذیب کر دیتا ہے تو پھر بچہ اسی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب معتدہ موت یا طلاق کے سبب سے آزاد ہوگئی ہے اور اس موت یا طلاق کے وقت سے دو سال کم میں اس نے ایک بچے کو جنم دیا ہے تو وہ بچہ ماں کے آقاؤں کا ہوگا۔ خواہ باپ آزاد ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ موت کے بعد علوق کو منسوب کرنا ممکن نہیں ہے جبکہ طلاق بائنہ کے بعد کی جانب بھی اس کو منسوب کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ بائنہ طلاق کے بعد وطی کرنا حرام ہے اور طلاق رجعی کے بعد بھی منسوب کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ رجوع کرنے والا بنا تو ہے لیکن شک کے ساتھ رجوع کرنے والا ہے۔ پس اس علوق کو حالت نکاح کی جانب منسوب کر دیا جائے گا۔ کیونکہ آزادی کے وقت لڑکا موجود تھا پس وہ بھی مقصود بنتے ہوئے آزاد ہوا ہے۔

معتقہ کا نکاح غلام سے بچے کو جنم دینے کا بیان

(وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَإِذَا تَزَوَّجَتْ مُعْتَقَةٌ بِعَبْدٍ فَوَلَدَتْ أَوْلَادًا فَجَنَى الْأَوْلَادُ فَعَقْلُهُمْ عَلَى مَوَالِي الْأُمِّ) لِأَنَّهُمْ عَتَقُوا تَبَعًا لِأُمِّهِمْ وَلَا عَاقِلَةَ لِأَبِيهِمْ وَلَا مَوْلَى، فَأُلْحِقُوا بِمَوَالِي الْأُمِّ ضَرُورَةً كَمَا فِي وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا (فَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ جَرَّ وَلَاءَ الْأَوْلَادِ إِلَى نَفْسِهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يَرْجِعُونَ عَلَى عَاقِلَةِ الْأَبِ بِمَا عَقَلُوا) لِأَنَّهُمْ حِينَ عَقَلُوهُ كَانَ الْوَلَاءُ ثَابِتًا لَهُمْ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ لِلْأَبِ مَقْصُودًا لِأَنَّ سَبَبَهُ مَقْصُودٌ وَهُوَ الْعِتْقُ، بِخِلَافِ وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ إِذَا عَقَلَ عَنْهُ قَوْمُ الْأُمِّ ثُمَّ أَكْذَبَ الْمُلَاعِنُ نَفْسَهُ حَيْثُ يَرْجِعُونَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّسَبَ هُنَالِكَ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ وَكَانُوا مَجْبُورِينَ عَلَى ذَلِكَ فَيَرْجِعُونَ.

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب باندی آزاد ہونے والی نے کسی غلام کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس نے کئی بچوں کو جنم دیا ہے اور لڑکوں نے کوئی جنایت کر ڈالی ہے تو ان کی دیت ماں کے آقاؤں پر ہوگی۔ کیونکہ وہ سارے اپنے والدہ کے تابع ہو کر آزاد ہونے والے ہیں۔ اور ان کے باپ کی نہ کوئی عاقلہ ہے اور نہ ہی آقا ہیں۔ پس ضرورت کے سبب سے والدہ کے آقاؤں پر ہوگی۔ جس طرح ملاعنہ کے بچے کا حکم ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

اس کے بعد جب باپ بھی آزاد ہو چکا ہے اور وہ اولاد کی ولاء کو اپنی جانب لے جانے والا ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور والدہ کی عاقلہ ادا کردہ مال عقل کو باپ کی عاقلہ سے واپس نہ لے سکے گی۔ کیونکہ جب انہوں نے دیت ادا کی ہے اس وقت

ان کے لئے ولاء ثابت تھی۔ جبکہ باپ کے لئے ولاء آزادی کے حصر میں جا کر کہیں ثابت ہوئی ہے لہذا اس کے حق میں دیت کے ثبوت کا سبب قاصر ہے۔ بہ خلاف ملاعنہ بچے کے کیونکہ ماں کی عاقلہ نے اگر اس کی دیت ادا کر دی ہے اور اس کے بعد ملاعن نے اپنے آپ کی تکذیب کر دی ہے تو والدہ کی قوم کی عاقلہ باپ سے دیت میں دیئے گئے مال کو واپس لیں گے۔ کیونکہ وہاں علوق وقت کی جانب منسوب ہو کر نسب ثابت ہوا ہے اور والدہ کی قوم دیت کی ادائیگی میں مجبور ہے پس ان کو باپ سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

عجمی کا آزاد کردہ عرب کی عورت سے شادی کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ تَزَوَّجَ مِنَ الْعَجَمِ بِمُعْتَقَةٍ مِنَ الْعَرَبِ فَوَلَدَتْ لَهُ اَوْلَادًا) فَوَلَاءُ اَوْلَادِهَا لِمَوَالِيهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : حُكْمُهُ حُكْمُ اَبِيهِ، لِاَنَّ النَّسَبَ اِلَى الْاَبِ كَمَا اِذَا كَانَ الْاَبُ عَرَبِيًّا، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْاَبُ عَبْدًا لِاَنَّهُ هَالِكٌ مَعْنًى .

وَلَهُمَا اَنَّ وَلَاءَ الْعَتَاقَةِ قَوِيٌّ مُعْتَبَرٌ فِي حَقِّ الْاَحْكَامِ حَتّٰى اُعْتُبِرَتْ الْكَفَاءَةُ فِيهِ، وَالنَّسَبُ فِي حَقِّ الْعَجَمِ ضَعِيفٌ فَاِنَّهُمْ ضَيَّعُوا اَنْسَابَهُمْ وَلِهٰذَا لَمْ تُعْتَبَرْ الْكَفَاءَةُ فِيمَا بَيْنَهُمْ بِالنَّسَبِ، وَالْقَوِيُّ لَا يُعَارِضُهُ الضَّعِيفُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْاَبُ عَرَبِيًّا لِاَنَّ اَنْسَابَ الْعَرَبِ قَوِيَّةٌ مُعْتَبَرَةٌ فِي حُكْمِ الْكَفَاءَةِ وَالْعَقْلِ، كَمَا اَنَّ تَنَاصُرَهُمْ بِهَا فَاَغْنَتْ عَنِ الْوَلَاءِ .

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : الْخِلَافُ فِي مُطْلَقِ الْمُعْتَقَةِ وَالْوَضْعُ فِي مُعْتَقَةِ الْعَرَبِ وَقَعَ اتِّفَاقًا (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : نَبَطِيٌّ كَافِرٌ تَزَوَّجَ بِمُعْتَقَةٍ كَافِرَةٍ ثُمَّ اَسْلَمَ النَّبَطِيُّ وَوَالَى رَجُلًا ثُمَّ وَلَدَتْ اَوْلَادًا .قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ : مَوَالِيهِمْ مَوَالِي اُمِّهِمْ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : مَوَالِيهِمْ مَوَالِي اَبِيهِمْ) لِاَنَّ الْوَلَاءَ وَاِنْ كَانَ اَضْعَفَ فَهُوَ مِنْ جَانِبِ الْاَبِ فَصَارَ كَالْمَوْلُودِ بَيْنَ وَاحِدٍ مِنَ الْمَوَالِي وَبَيْنَ الْعَرَبِيَّةِ .وَلَهُمَا اَنَّ وَلَاءَ الْمُوَالَاةِ اَضْعَفُ حَتّٰى يَقْبَلَ الْفَسْخَ، وَوَلَاءُ الْعَتَاقَةِ لَا يَقْبَلُهُ، وَالضَّعِيفُ لَا يَظْهَرُ فِي مُقَابَلَةِ الْقَوِيِّ، وَاِنْ كَانَ الْاَبَوَانِ مُعْتَقَيْنِ فَالنِّسْبَةُ اِلَى قَوْمِ الْاَبِ لِاَنَّهُمَا اسْتَوَيَا، وَالتَّرْجِيحُ لِجَانِبِهِ لِشَبَهِهِ بِالنَّسَبِ اَوْ لِاَنَّ النُّصْرَةَ بِهِ اَكْثَرُ .

اور جب کسی عجمی شخص نے کسی عربی کی آزاد کردہ عورت کے ساتھ شادی کی ہے اور اس سے اولاد ہوئی ہے۔ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی اولاد کی ولاء والدہ کے آقاؤں کے لئے ہوگی۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح

ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اولاد کا حکم ان کے باپ کی طرح ہوگا۔ کیونکہ نسب باپ سے چلنے والا ہے۔ جس طرح جب عربی باپ ہے تو ولاء والدہ کے موالی کو نہ ملے گی۔ بہ خلاف اس حالت کے کہ جب باپ غلام ہے۔ کیونکہ غلام حکمی طور پر فوت شدہ کے حکم میں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب ولائے عتاقہ ایک مضبوط چیز ہے اور احکام کے بارے میں اس کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس میں کفائت کا اعتبار بھی ہوتا ہے جبکہ عجمیوں کے حق میں نسب کا معاملہ کمزور ہے کیونکہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر دیئے ہیں کیونکہ ان کے درمیان نسب کے سبب سے کفائت کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور کوئی ضعیف قوی سے معارضہ کرنے والا نہیں ہوتا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب باپ نسب کے اعتبار سے عربی ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے نسب مستحکم ہیں۔ اور کفائت و دیت کے بارے میں انہی کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا تناصر نسبوں کے سبب سے ہوتا ہے اور نسبوں سے تناصر نے ان کو ولاء سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہاں جو اختلاف ہے وہ مطلق طور پر آزاد کردہ باندی کے بارے میں ہے جبکہ امام قدوری علیہ الرحمہ نے معتقہ کو عرب کے ساتھ ملا دیا ہے اور ان کی یہ وضع اتفاقی ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ ایک نبطی کافر نے کسی قوم کی آزاد کردہ سے شادی کی ہے اس کے بعد وہ نبطی مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے کسی بندے سے موالات کا عقد کیا ہے اور اس کے بعد معتقہ سے اس کی اولاد ہوئی ہے تو طرفین نے یہ کہا ہے کہ اس اولاد کی ولاء مالک اسی ماں کے آقا ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان کے باپ موالی ان کے موالی ہوں گے کیونکہ خواہ وہ ضعیف ہیں مگر وہ باپ کی جانب سے ہیں اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی عجمی اور آزاد عربی عورت کے درمیان پیدا ہونے والا بچہ ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ موالات کی ولاء کمزور ہوتی ہے کیونکہ وہ فسخ کو قبول کرنے والی ہے جبکہ ولائے عتاقہ یہ فسخ کو قبول کرنے والی ولاء نہیں ہے۔ اور قوی کے سامنے کمزور کی کیا اوقات ہے۔

اور جب والدین دونوں معتق ہیں تو بچہ باپ کی قوم کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ ماں باپ دونوں برابر ہیں اور باپ کی جانب کو ترجیح اس سبب سے دی جائے گی کیونکہ ولاء نسب کے مشابہ ہے یا پھر اس سبب سے کہ باپ کی قوم سے مدد زیادہ ملنے والی ہے۔

ولائے عتاقہ کا سبب عصبہ بننے کا بیان

قَالَ (وَوَلَاءُ الْعَتَاقَةِ تَعْصِيبٌ وَهُوَ اَحَقُّ بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّذِي اشْتَرَى عَبْدًا فَاَعْتَقَهُ هُوَ اَخُوكَ وَمَوْلَاكَ، اِنْ شَكَرَكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَشَرٌّ لَكَ، وَاِنْ كَفَرَكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ وَشَرٌّ لَهُ، وَلَوْ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ وَارِثًا كُنْتَ اَنْتَ عَصَبَتَهُ) (وَوَرَّثَ ابْنَةَ

حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى سَبِيلِ الْعُصُوبَةِ مَعَ قِيَامِ وَارِثٍ) وَاِذْ كَانَ عَصَبَةً تَقَدَّمَ عَلٰى ذَوِي الْاَرْحَامِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (فَاِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَهُوَ اَوْلٰى مِنَ الْمُعْتِقِ)، لِاَنَّ الْمُعْتِقَ آخِرُ الْعَصَبَاتِ، وَهٰذَا لِاَنَّ قَوْلَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَلَمْ يَتْرُكْ وَارِثًا) قَالُوْا : الْمُرَادُ مِنْهُ وَارِثٌ هُوَ عَصَبَةٌ بِدَلِيْلِ الْحَدِيثِ الثَّانِي فَتَاَخَّرَ عَنِ الْعَصَبَةِ دُوْنَ ذَوِي الْاَرْحَامِ .

اور ولائے عتاق کے سبب سے انسان عصبہ بن جاتا ہے اور وہ پھوپھی اور خالہ کی نسبت زیادہ حقدار بنتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک غلام کوخرید کر آزاد کرنے والے بندے سے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ تیرا دینی بھائی ہے اور آقا ہے اور اگر وہ تجھ کو بدلے دے دیتا ہے تو وہ اس کے حق میں اچھا ہوگا جبکہ تیرے لئے بہتر نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ تیری ناشکری کرتا ہے تو تیرے بہتر ہوگا۔ اور اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

اور جب کوئی بندہ وارث چھوڑے بغیر فوت ہو جائے تو تم اس کے عصبہ بن جاؤ گے۔ اور نبی کریم ﷺ نے عصبہ ہونے کے سبب سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو میراث دلوائی تھی۔ حالانکہ وارث بھی موجود تھے۔ اور جب موالی عتاقہ عصبہ ہوگا تو اس کو ذوالارحام پر تقدم حاصل ہوگا۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ اور جب معتق کا کوئی نسبی عصبہ ہے تو اس کو معتق پر تقدم حاصل ہوگا۔ کیونکہ معتق سب سے آخری عصبہ ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کہ جس نے کوئی وارث نہ چھوڑا'' اس سے مشائخ فقہاء نے عصبہ وارث مراد لیا ہے۔ کیونکہ اس پر دوسری حدیث دلیل ہے۔ پس معتق عصبہ نسبی سے مؤخر ہوگا مگر وہ ذوالارحام سے مؤخر نہ ہوگا۔

نسبی عصبہ کا معتق سے اولیٰ ہونے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَهُوَ اَوْلٰى) لِمَا ذَكَرْنَا (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَمِيرَاثُهُ لِلْمُعْتِقِ) تَاْوِيلُهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ صَاحِبُ فَرْضٍ ذُو حَالٍ، اَمَّا اِذَا كَانَ فَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرْضٍ لِاَنَّهُ عَصَبَةٌ عَلٰى مَا رَوَيْنَا، وَهٰذَا لِاَنَّ الْعَصَبَةَ مَنْ يَكُونُ التَّنَاصُرُ بِهِ لِبَيْتِ النِّسْبَةِ وَبِالْمَوَالِي الِانْتِصَارُ عَلٰى مَا مَرَّ وَالْعَصَبَةُ تَاْخُذُ مَا بَقِيَ

اور جب معتق کا نسبی عصبہ موجود ہے تو وہ معتق سے آزاد ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب معتق کا نسبی عصبہ نہ ہو تو اب اس کی میراث معتق کو ملے گی۔ اور متن میں بیان کردہ کی تاویل یہ ہے کہ وہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب معتق کے اصحاب فرائض میں سے کوئی حال والا نہ ہو۔ اور اگر کوئی ایسا وارث حقدار ہے تو صاحب فرض کے لینے کے بعد جو بچ جائے گا۔ وہ معتق کا ہوگا۔ کیونکہ معتق عصبہ ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عصبہ ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ خاندان اور قبیلہ کے سبب سے مدد ہوتی ہے اور موالی میں بھی باہمی مدد ہوتی ہے جس طرح اسکا بیان گزر رہا ہے اور

بچہ ہو اتر کہ عصبہ ہی لیتا ہے۔

آقا کے بعد معتق کی موت پر حقدار میراث کا بیان

(فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى ثُمَّ مَاتَ الْمُعْتَقُ فَمِيرَاثُهُ لِبَنِي الْمَوْلٰى دُونَ بَنَاتِهِ)، وَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ أَوْ كَاتَبْنَ أَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَرَدَ الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي آخِرِهِ (أَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقِهِنَّ) وَصُورَةُ الْجَرِّ قَدَّمْنَاهَا، وَلِأَنَّ ثُبُوتَ الْمَالِكِيَّةِ وَالْقُوَّةِ فِي الْعِتْقِ مِنْ جِهَتِهَا فَيُنْسَبُ بِالْوَلَاءِ إِلَيْهَا وَيُنْسَبُ إِلَيْهَا مَنْ يُنْسَبُ إِلَى مَوْلَاهَا، بِخِلَافِ النَّسَبِ لِأَنَّ سَبَبَ النِّسْبَةِ فِيهِ الْفِرَاشُ، وَصَاحِبُ الْفِرَاشِ إِنَّمَا هُوَ الزَّوْجُ، وَالْمَرْأَةُ مَمْلُوكَةٌ لَا مَالِكَةٌ، وَلَيْسَ حُكْمُ مِيرَاثِ الْمُعْتَقِ مَقْصُورًا عَلَى بَنِي الْمَوْلٰى بَلْ هُوَ لِعَصَبَتِهِ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ، لِأَنَّ الْوَلَاءَ لَا يُورَثُ وَيَخْلُفُهُ فِيهِ مَنْ تَكُونُ النُّصْرَةُ بِهِ، حَتّٰى لَوْ تَرَكَ الْمَوْلٰى أَبًا وَابْنًا فَالْوَلَاءُ لِلِابْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ أَقْرَبُهُمَا عُصُوبَةً، وَكَذٰلِكَ الْوَلَاءُ لِلْجَدِّ دُونَ الْأَخِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ فِي الْعُصُوبَةِ عِنْدَهُ.

وَكَذَا الْوَلَاءُ لِابْنِ الْمُعْتَقَةِ حَتّٰى يَرِثَهُ دُونَ أَخِيهَا لِمَا ذَكَرْنَا، إِلَّا أَنَّ عَقْلَ جِنَايَةِ الْمُعْتَقِ عَلٰى أَخِيهَا لِأَنَّهُ مِنْ قَوْمِ أَبِيهَا وَجِنَايَتُهُ كَجِنَايَتِهَا

اور جب آقا کی وفات کے بعد معتق فوت ہوا ہے تو اس کی میراث معتق کے بیٹوں کو ملے گی اور اس کی بیٹیوں کو نہ ملے گی۔ کیونکہ عورتوں کے صرف معتق یا معتق کے معتق کی یا مکاتب کے مکاتب کی ولاء ملتی ہے۔ اور حدیث بھی ایسے ہی الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اور اس حدیث کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے یا پھر ان کے معتق نے ولاء کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔ اور ولاء کو اپنی جانب لے جانے کے حکم کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ معتق میں معتقہ اور مالکن کی جانب سے مالک ہونے والا ہے اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔ پس ولاء کے متعلق معتق اپنی معتقہ کی جانب منسوب ہوگا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اس کا وارث بھی وہی بنے گا اور اس کے معتق کی جانب منسوب ہوگا اس کا تعلق بھی معتق کے ذریعے سے اسی معتقہ کی جانب ہوگا یہ خلاف نسب کے کیونکہ نسب کی جانب منسوب ہونے کا سبب فراش ہے اور فراش کا مالک خاوند ہے عورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ عورت تو مملوکہ ہے وہ مالکن نہیں ہے اور معتق کی میراث کا حکم آقا کے بیٹوں تک محدود نہ ہوگا بلکہ قریبی در قریبی کے حساب سے یہ میراث آقا کے عصبہ کو ملے گی۔ کیونکہ ولاء میں میراث چلنے والی نہیں ہے اور ولاء میں وہ آدمی آقا کا نائب بنے گا جس سے تصرف ثابت ہوگا یہاں تک کہ جب آقا نے بیٹا اور باپ کو چھوڑا ہے تو طرفین کے نزدیک ولاء بیٹے کو ملے گی۔ کیونکہ بیٹا باپ سے زیادہ قریب عصبہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی طرح دادا کو ولاء ملے گی اور اگر بھائی ہے تو اس کو ولاء نہ ملے گی کیونکہ امام صاحب علیہ

الرحمہ کے نزدیک دادا بھائی سے حق ولاء میں زیادہ قریبی ہے اسی طرح معتقہ کے بیٹے کو ولاء ملے گی اور معتق کا وارث بھی وہی ہوگا۔ جبکہ بھائی وارث نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ مگر معتق کی جنایت کی دیت معتقہ کے بھائی پر ہوگی۔ کیونکہ بھائی اس کے باپ کی برادری کا شخص ہے۔ اور معتق کی جنایت معتقہ کی جنایت جیسی ہے۔

صلبی اولاد کا زیادہ قریب ہونے کا بیان

(وَلَوْ تَرَكَ الْمَوْلَى ابْنًا وَأَوْلَادَ ابْنٍ آخَرَ) مَعْنَاهُ بَنِي ابْنٍ آخَرَ (فَمِيرَاثُ الْمُعْتَقِ لِلِابْنِ دُونَ بَنِي الِابْنِ لِأَنَّ الْوَلَاءَ لِلْكِبَرِ) هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنْهُمْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَغَيْرُهُمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَمَعْنَاهُ الْقُرْبُ عَلَى مَا قَالُوا، وَالصُّلْبِيُّ أَقْرَبُ.

اور جب آقا نے بیٹا چھوڑا ہے اور پوتے چھوڑے ہیں تو اب معتق کی میراث بیٹے کو ملے گی پوتوں کو میراث نہ ملے گی کیونکہ ولاء قریب ہونے کی اساس پر ملا کرتی ہے اور یہ حکم کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ جن میں سے حضرت عمر فاروق، علی، ابن مسعود رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ اور کبر یعنی بڑا ہونا یہ قرب کے حکم میں ہے اور مشائخ فقہاء کا قول بھی اسی طرح ہے اور صلبی اولاد زیادہ قریب ہوتی ہے۔

فَصْلٌ فِی وَلَآءِ الْمُوَالَاةِ

﴿ یہ فصل ولائے موالاۃ کے بیان میں ہے ﴾

فصل ولائے موالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے ولائے موالہ کو ولائے عتاقہ ۔۔۔ دیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ولائے عتاقہ تحویل کے لائق نہ ہونے کی وجہ قوی ہے جبکہ ولائے موالہ یہ مولیٰ کے لئے نقل ۔۔ پہلے منتقل کرتا ہوتا ہے۔ اور ولاء کا لغوی واصطلاحی معنی پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب ولاء، بیروت)

مسلمان ہو کر عقد موالات کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَسْلَمَ رَجُلٌ عَلَى يَدِ رَجُلٍ وَوَالَاهُ عَلَى أَنْ يَرِثَهُ وَيَعْقِلَ عَنْهُ أَوْ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ غَيْرِهِ وَوَالَاهُ فَالْوَلَاءُ صَحِيحٌ وَعَقْلُهُ عَلَى مَوْلَاهُ، فَإِنْ مَاتَ وَلَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ فَمِيرَاثُهُ لِلْمَوْلَى) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْمُوَالَاةُ لَيْسَ بِشَيْءٍ لِأَنَّ فِيهِ إبْطَالَ حَقِّ بَيْتِ الْمَالِ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ فِي حَقِّ وَارِثٍ آخَرَ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ عِنْدَهُ الْوَصِيَّةُ بِجَمِيعِ الْمَالِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُوصِي وَارِثٌ لِحَقِّ بَيْتِ الْمَالِ وَإِنَّمَا يَصِحُّ فِي الثُّلُثِ. وَلَنَا قَوْله تَعَالَى (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) وَالْآيَةُ فِي الْمُوَالَاةِ. (وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ رَجُلٍ آخَرَ وَوَالَاهُ فَقَالَ: هُوَ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ مَحْيَاهُ وَمَمَاتَهُ) وَهَذَا يُشِيرُ إلَى الْعَقْلِ وَالْإِرْثِ فِي الْحَالَتَيْنِ هَاتَيْنِ، وَلِأَنَّ مَالَهُ حَقُّهُ فَيَصْرِفُهُ إلَى حَيْثُ شَاءَ، وَالصَّرْفُ إلَى بَيْتِ الْمَالِ ضَرُورَةُ عَدَمِ الْمُسْتَحِقِّ لَا أَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ.

اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے بندے کے ہاں سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اسی بات پر اس نے اس کے ساتھ عقد موالات کیا ہے تو آقا اس کا وارث ہوگا اور جب وہ جنایت کرے گا تو اس کی دیت اس کا آقا ادا کرے گا۔ یا اسی طرح جب وہ کسی دوسرے بندے کے ہاں مسلمان ہوا ہے لیکن عقد موالات اس نے کسی تیسرے بندے کے ساتھ کیا ہے تو ولاء درست ہوگی اور اس کی دیت اس کے آقا پر ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے موالات کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ اس میں بیت المال کے حق کو ختم کرنا ہے لہٰذا کسی دوسرے شخص کے حق میں عقد موالات درست نہ ہوگا اور اسی دلیل کے سبب سے امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سارے مال میں وصیت درست نہیں ہے کیونکہ بیت المال کا حق ثابت ہے۔ ہاں البتہ اس میں تہائی مال کی وصیت درست ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں سے تم نے عہد کیا ہے ان کو میراث سے حصہ دو۔ یہ آیت موالات کے عقد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے اس بندے کے بارے میں پوچھا گیا جو دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اور اس سے عقد موالات کیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کا آقا اس کی زندگی اور موت کی حالت میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور یہ حدیث اس حکم کی جانب اشارہ ہے کہ زندگی میں آقا دیت دے گا اور موت کے بعد وہ اس کی میراث کا حقدار ہوگا اور یہ بھی دلیل ہے کہ موالی کا مال اس کا اپنا حق ہے پس اس میں اپنی مرضی کے ساتھ تصرف کا حق بھی اسی کے لئے ہوگا۔ اور بیت المال میں مال اس وقت دیا جاتا ہے جب اس مال کا کوئی حقدار نہ ہو اور یہاں پر ایسا نہیں ہے کہ بیت المال حقدار بن سکے۔

موالی کے وارث کا مولیٰ سے مقدم ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ فَهُوَ اَوْلٰى مِنْهُ، وَاِنْ كَانَتْ عَمَّةٌ اَوْ خَالَةٌ اَوْ غَيْرُهُمَا مِنْ ذَوِى الْاَرْحَامِ) لِاَنَّ الْمُوَالَاةَ عَقْدُهُمَا فَلَا يَلْزَمُ غَيْرَهُمَا، وَذُو الرَّحِمِ وَارِثٌ، وَلَا بُدَّ مِنْ شَرْطِ الْاِرْثِ وَالْعَقْلِ كَمَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ لِاَنَّهُ بِالِالْتِزَامِ وَهُوَ بِالشَّرْطِ، وَمِنْ شَرْطِهِ اَنْ لَا يَكُونَ الْمَوْلٰى مِنَ الْعَرَبِ لِاَنَّ تَنَاصُرَهُمْ بِالْقَبَائِلِ فَاَغْنَى عَنِ الْمُوَالَاةِ .

قَالَ (وَلِلْمَوْلٰى اَنْ يَنْتَقِلَ عَنْهُ بِوَلَائِهِ اِلٰى غَيْرِهِ مَا لَمْ يَعْقِلْ عَنْهُ) لِاَنَّهُ عَقْدٌ غَيْرُ لَازِمٍ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ، وَكَذَا لِلْاَعْلٰى اَنْ يَتَبَرَّاَ عَنْ وَلَائِهِ لِعَدَمِ اللُّزُومِ، اِلَّا اَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي هٰذَا اَنْ يَكُونَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الْآخَرِ كَمَا فِي عَزْلِ الْوَكِيلِ قَصْدًا، بِخِلَافِ مَا اِذَا عَقَدَ الْاَسْفَلُ مَعَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْاَوَّلِ لِاَنَّهُ فَسْخٌ حُكْمِيٌّ بِمَنْزِلَةِ الْعَزْلِ الْحُكْمِيِّ فِي الْوَكَالَةِ . قَالَ (وَاِذَا عَقَلَ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ اَنْ يَتَحَوَّلَ بِوَلَائِهِ اِلٰى غَيْرِهِ) لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ، وَلِاَنَّهُ قَضَى بِهِ الْقَاضِي وَلِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ عِوَضٍ نَالَهُ كَالْعِوَضِ فِي الْهِبَةِ، وَكَذَا لَا يَتَحَوَّلُ وَلَدُهُ، وَكَذَا اِذَا عَقَلَ عَنْ وَلَدِهِ لَمْ يَكُنْ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنْ يَتَحَوَّلَ لِاَنَّهُمْ فِي حَقِّ الْوَلَاءِ كَشَخْصٍ وَاحِدٍ .

اور جب موالی کا کوئی وارث ہے تو وہ میراث میں مولیٰ سے مقدم ہوگا خواہ وارث ذوالارحام میں سے ہو جس طرح پھوپھی اور خالہ وغیرہ ہیں۔ کیونکہ موالات انہی دونوں کا عقد ہے پس وہ ان کے سوا کو لازم نہ ہوگا اور ذو رحم وارث ہے اور وراثت لینے اور دیت دینے کو مشروط کرنا لازم ہے جس طرح قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ لین دین کرنا یہ لازم کرنے سے ہوتا ہے اور

التزام شرط کے ساتھ ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ مولیٰ عربی نہ ہو کیونکہ میں قبائلی مدد ہوتی ہے پس اس تناصر نے اس کو موالات سے بے پراوہ کر دیا ہے۔

اور موالی کو یہ حق حاصل ہے کہ جب مولیٰ نے ان کی دیت کو ادا نہ کیا تو وہ ولاء کو دوسرے کی جانب منتقل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وصیت کی طرح یہ عقد بھی لازم نہیں ہے۔ ہاں البتہ مولیٰ کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ اسفل کی ولایت سے جان چھڑوا لے۔ کیونکہ وہ اس پر لازم نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اسفل نے اعلیٰ کی غیر موجودگی میں اعلیٰ کے سوا کسی دوسرے سے موالات کا عقد کر ڈالا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ حکمی فسخ ہے۔ جو وکالت میں حکمی عزل کے درجے میں ہے۔

اور جب اعلیٰ نے اسفل کی جانب سے دیت دے دی ہے تو اب اسفل کو دوسرے کی جانب دیت کو منتقل کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اب ولاء سے غیر یعنی اعلیٰ کا حق متعلق ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس کو قاضی کی قضاء لاحق ہو چکی ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ عقل اسفل کو ملنے والے بدلے کی طرح ہے جس طرح ہبہ کا بدلہ ہے اور اسفل کا بیٹا اعلیٰ سے غیر کی جانب منتقل نہ ہو سکے گا۔

اور اسی طرح جب اعلیٰ نے اسفل کے لڑکے کی جانب سے دیت ادا کر دی ہے تو باپ بیٹے میں سے کسی کے لئے منتقل ہونے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے ولاء کے بارے میں دونوں ایک بندے کی طرح ہیں۔ اور اسی طرح مولی عتاقہ کے لئے بھی کسی سے عقد موالات کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ ولائے عتاقہ لازم ہونے والی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

كِتَابُ الْاِكْرَاهِ

﴿یہ کتاب اکراہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب اکراہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ولاء اور اکراہ ان دونوں میں تغیر وتبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ولاء کے حکم میں اسفل کی جانب سے اعلیٰ کے لئے مال کی اباحت ثابت ہوجاتی ہے جبکہ پہلے وہی مال حرام تھا۔ اور اکراہ میں مجبور شخص کی عدم پسند اور رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے تبدیلی ہوجاتی ہے۔ پس دونوں کے ایک ساتھ بیان کیا اوران میں ولاء کو تقدم اس سبب سے حاصل ہے وہ موالات کے عقد میں مشروع ہے۔ اوراس کو اچھا بھی سمجھا جاتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۱۵۰، بیروت)

اکراہ کے شرعی ماخذ کا بیان

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔(النحل، ۱۰۶)

جو ایمان لاکر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے مجبور کیا جائے، اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اوران کو بڑا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اوران کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہوں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہوکر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ پر اوراس کے رسول پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کریں۔ پس بادل ناخواستہ مجبوراً اور کرھاً آپ نے ان کی موافقت کی، پھر اللہ کے نبی کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

شعبی، قتادہ اور ابو مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے، یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہوگئے۔ پھر حضور علیہ السلام کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے، جما ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔

بیہقی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے اس میں ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے کیا پھر آپ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے اذیت دینا ختم نہیں کیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن۔ فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا۔ اسی پر یہ آیت اتری۔

پس علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و کراہ کیا جائے، اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ان کی موافقت کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ پتھر رکھ دیا کہ اب بھی رشک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے۔" اسی طرح حضرت حبیب بن زیاد انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسیلمہ کذاب نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پھر یہی سوال جواب ہوا۔ دوسرا عضو جسم کٹ گیا یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے، اللہ آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔

مسند احمد میں ہے کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے، انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلوا دیا، جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو۔ ہاں بیشک میں انہیں قتل کرا دیتا۔ اس لئے کہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباس کی ماں پر افسوس۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی وارد کیا ہے۔

مسند میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا کہ یہ ایک یہودی تھا، پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے۔ ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں، تو آپ نے فرمایا واللہ میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو۔ یہی فیصلہ ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے لیکن الفاظ اور ہیں۔ پس افضل و اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کر دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور

اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہاری نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمد سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتار لو، پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہو کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں، رضی اللہ عنہ۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو، ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو، جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ انہیں اپنے پاس بلا لیا، اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میرا داماد بن کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے فائدہ نکلا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں، کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ اللہ اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا کھانا پینا بند کر دیا، کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرمالیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ (رضی اللہ عنہ) کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر لجل ۱۰۶)

حکم اکراہ کے ثبوت کا فقہی بیان

قَالَ (الْإِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ إِذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَقْدِرُ عَلَى إِيقَاعِ مَا تَوَعَّدَ بِهِ سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا) لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ اسْمٌ لِفِعْلٍ يَفْعَلُهُ الْمَرْءُ بِغَيْرِهِ فَيَنْتَفِي بِهِ رِضَاهُ أَوْ يَفْسُدُ بِهِ اخْتِيَارُهُ مَعَ بَقَاءِ أَهْلِيَّتِهِ، وَهَذَا إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ إِذَا خَافَ الْمُكْرَهُ تَحْقِيقَ مَا تَوَعَّدَ بِهِ، وَذَلِكَ إِنَّمَا يَكُونُ مِنَ الْقَادِرِ وَالسُّلْطَانِ وَغَيْرِهِ سِيَّانِ عِنْدَ تَحَقُّقِ الْقُدْرَةِ، وَالَّذِي قَالَهُ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّ الْإِكْرَاهَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا مِنَ السُّلْطَانِ لِمَا أَنَّ الْمَنَعَةَ لَهُ وَالْقُدْرَةُ لَا تَتَحَقَّقُ بِدُونِ الْمَنَعَةِ.

فَقَدْ قَالُوا هَذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ لَا اخْتِلَافُ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ، وَلَمْ تَكُنِ الْقُدْرَةُ فِي زَمَنِهِ إِلَّا لِلسُّلْطَانِ، ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ وَأَهْلُهُ، ثُمَّ كَمَا تُشْتَرَطُ قُدْرَةُ الْمُكْرِهِ لِتَحَقُّقِ الْإِكْرَاهِ يُشْتَرَطُ خَوْفُ الْمُكْرَهِ وُقُوعَ مَا يُهَدَّدُ بِهِ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَغْلِبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ يَفْعَلُهُ لِيَصِيرَ بِهِ مَحْمُولًا عَلَى مَا دُعِيَ إِلَيْهِ مِنَ الْفِعْلِ.

ترجمہ: اور اکراہ تب ثابت ہوگا۔ جب اکراہ کے سبب سے کسی شخص سے ایسا کام سرزد ہو جائے تو ڈرائی گئی چیز کے کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ اگر چہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو۔ اس لئے کہ اکراہ اس کام کو کہتے ہیں جس کو انسان دوسرے کے ڈر کے سبب سرانجام دیتا ہے۔ اور اس میں مجبور کیے گئے کی رضا فوت ہو چکی ہوتی ہے یا اس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ اس میں اہلیت باقی رہتی ہے اور جب اکراہ اس طرح ثابت ہو جائے اور مکرہ یہ خدشہ ہو اس کو جو دھمکی دی گئی ہے وہ پوری ہو جائے گی۔ اور یہ چیز کسی قدرت والے شخص سے ہی صادر ہو سکتی اور طاقت ہونے میں بادشاہ وغیر بادشاہ دونوں برابر ہیں۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جبر و اکراہ صرف بادشاہ سے ثابت ہوگا وہ اس سبب سے ہے کہ لشکر و فوج اسی کے پاس ہوتی ہے۔ اور فوج کے سوا طاقت حاصل نہیں ہوتی۔

اور اس حکم کے بارے میں مشائخ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ آپ کا یہ زمانے کے اختلاف کے مطابق ہے۔ اور اس سے دلیل یا برہان کو اخذ کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صرف بادشاہ کو طاقت حاصل تھی۔ اس کے بعد نئے زمانے کے لوگوں کے احوال مختلف ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح ثبوت اکراہ کے لئے جس طرح مکرہ کی طاقت کا ہونا شرط ہے اسی طرح دھمکی کے وقوع کے سبب سے مکرہ کا خوف زدہ ہونا بھی شرط ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ڈرائے گیا شخص یہ غالب گمان کرلے کہ دھمکی لگانے والا واقعی دھمکی کو عملی طور پر پورا کر دے گا۔ تاکہ مجبور شخص وہ کام کرنے پر مجبور ہو جائے۔

خرید و فروخت کرنے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ مَالِهِ أَوْ عَلَى شِرَاءِ سِلْعَةٍ أَوْ عَلَى أَنْ يُقِرَّ لِرَجُلٍ بِأَلْفٍ أَوْ يُؤَاجِرَ دَارَهُ فَأُكْرِهَ عَلَى ذَلِكَ بِالْقَتْلِ أَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيدِ أَوْ بِالْحَبْسِ فَبَاعَ أَوِ اشْتَرَى فَهُوَ

بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَمْضَى الْبَيْعَ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ وَرَجَعَ بِالْمَبِيعِ) لِأَنَّ مِنْ شَرْطِ صِحَّةِ هٰذِهِ الْعُقُودِ التَّرَاضِي، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ) وَالْإِكْرَاهُ بِهٰذِهِ الْأَشْيَاءِ يُعْدِمُ الرِّضَا فَيَفْسُدُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أُكْرِهَ بِضَرْبِ سَوْطٍ أَوْ حَبْسِ يَوْمٍ أَوْ قَيْدِ يَوْمٍ لِأَنَّهُ لَا يُبَالِي بِهِ بِالنَّظَرِ إِلَى الْعَادَةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ بِهِ الْإِكْرَاهُ إِلَّا إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَاحِبَ مَنْصِبٍ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَسْتَضِرُّ بِهِ لِفَوَاتِ الرِّضَا، وَكَذَا الْإِقْرَارُ حُجَّةٌ لِتَرَجُّحِ جَنْبَةِ الصِّدْقِ فِيهِ عَلَى جَنْبَةِ الْكَذِبِ، وَعِنْدَ الْإِكْرَاهِ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ يَكْذِبُ لِدَفْعِ الْمَضَرَّةِ، ثُمَّ إِذَا بَاعَ مُكْرَهًا وَسَلَّمَ مُكْرَهًا يَثْبُتُ بِهِ الْمِلْكُ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ زُفَرَ لَا يَثْبُتُ لِأَنَّهُ بَيْعٌ مَوْقُوفٌ عَلَى الْإِجَازَةِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ أَجَازَ جَازَ وَالْمَوْقُوفُ قَبْلَ الْإِجَازَةِ لَا يُفِيدُ الْمِلْكَ، وَلَنَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ مُضَافًا إِلَى مَحَلِّهِ وَالْفَسَادُ لِفَقْدِ شَرْطِهِ وَهُوَ التَّرَاضِي فَصَارَ كَسَائِرِ الشُّرُوطِ الْمُفْسِدَةِ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ عِنْدَ الْقَبْضِ، حَتّٰى لَوْ قَبَضَهُ وَأَعْتَقَهُ أَوْ تَصَرَّفَ فِيهِ تَصَرُّفًا لَا يُمْكِنُ نَقْضُهُ جَازَ، وَيَلْزَمُهُ الْقِيمَةُ كَمَا فِي سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ وَبِإِجَازَةِ الْمَالِكِ يَرْتَفِعُ الْمُفْسِدُ وَهُوَ الْإِكْرَاهُ وَعَدَمُ الرِّضَا فَيَجُوزُ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْقَطِعُ بِهِ حَقُّ اسْتِرْدَادِ الْبَائِعِ وَإِنْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدِي وَلَمْ يَرْضَ الْبَائِعُ بِذٰلِكَ بِخِلَافِ سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ لِأَنَّ الْفَسَادَ فِيهَا لِحَقِّ الشَّرْعِ وَقَدْ تَعَلَّقَ بِالْبَيْعِ الثَّانِي حَقُّ الْعَبْدِ .وَحَقُّهُ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ، أَمَّا هٰهُنَا الرَّدُّ لِحَقِّ الْعَبْدِ وَهُمَا سَوَاءٌ فَلَا يَبْطُلُ حَقُّ الْأَوَّلِ لِحَقِّ الثَّانِي .

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ : وَمَنْ جَعَلَ الْبَيْعَ الْجَائِزَ الْمُعْتَادَ بَيْعًا فَاسِدًا يَجْعَلُهُ كَبَيْعِ الْمُكْرَهِ حَتّٰى يَنْقُضَ بَيْعُ الْمُشْتَرِي مِنْ غَيْرِهِ، لِأَنَّ الْفَسَادَ لِفَوَاتِ الرِّضَا، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ رَهْنًا لِقَصْدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ بَاطِلًا اعْتِبَارًا بِالْهَازِلِ وَمَشَايِخُ سَمَرْقَنْدَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ جَعَلُوهُ بَيْعًا جَائِزًا مُفِيدًا بَعْضَ الْأَحْكَامِ عَلٰى مَا هُوَ الْمُعْتَادُ لِلْحَاجَةِ إِلَيْهِ .

اور جب کسی شخص کو مال بیچنے یا کوئی سامان خرید نے یا اس کو کسی شخص کے لئے ایک ہزار دراہم کا اقرار کرنے یا اس کو گھر اجارہ پر دینے کے لئے مجبور کیا گیا ہے اور یہ جبر بھی قتل یا سخت ٹھکائی یا قید کا تھا اور مجبور شخص نے مجبوری کی حالت میں بیچ دیا ہے یا کوئی چیز خرید لی ہے تو اس کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بیع کا نافذ رکھے اور چاہے تو اس کو ختم کر کے مبیع کو واپس لے آئے۔ کیونکہ مذکورہ عقود کے درست ہونے کے لئے عقد کرنے والوں کی آپس کی رضامندی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ مگر جب وہ مال تمہاری آپس کی رضامندی کے لئے حاصل کیا گیا ہو۔ جبکہ مذکورہ اشیاء میں اکراہ کے سبب سے رضامندی ختم ہو جاتی ہے۔ پس یہ عقد فاسد ہو جائیں گے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کوڑا مارنے یا ایک دن کی قید سے اکراہ ہو کیونکہ عرف سے

مطابق اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ پس اس سے اکراہ ثابت نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ مجبور شخص کوئی بڑی وجاہت وشان والا ہے تو ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ بھی پتہ ہو کہ ڈنڈے کی پٹائی سے اس کو نقصان پہنچے گا۔ تو اس طرح بھی اکراہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ اس کی رضامندی ختم ہو چکی ہے۔ اور اقرار بھی دلیل ہے کیونکہ اقرار میں سچائی کا پہلو جھوٹ والے پہلو سے غالب رہتا ہے۔ اور اکراہ کی حالت میں یہ احتمال بھی ہے کہ شاید نقصان کو دور کرنے کے لئے مجبور شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جب مجبور آدمی نے حالت مجبوری میں مال کو بیچ خریدار کے حوالے کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک خریدار کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی ملکیت ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ مجبور کی بیع یہ اجازت پر موقوف ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب مجبور اجازت دے دیتا ہے تو بیع جائز ہو جاتی ہے جبکہ بیع موقوف یہ اجازت سے پہلے کوئی فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اس کے اہل سے صادر ہو کر اپنی جگہ کی جانب منسوب ہوتا ہے اور بیع میں فساد باہمی رضامندی کے نہ ہونے کی سبب سے ہے۔ پس یہ بھی دوسرے فاسد شرائط کی طرح ہوگا۔ پس قبضہ کے وقت ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جب خریدار نے غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دیا ہے یا پھر اس نے اس میں ایسا تصرف کیا ہے جس کو توڑنا ممکن نہیں ہے تو بیع جائز ہوگی۔ اور خریدار پر قیمت لازم ہو جائے گی۔ جس طرح دوسری فاسد بیوع میں ہوتا ہے۔ اور مالک کی اجازت سے اکراہ یہ عدم رضا کے سبب سے ختم ہو جاتا ہے۔ پس بیع جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں جو فساد ہے وہ شریعت کے حق کے سبب سے ہے جبکہ بیع ثانی یہ غلام کے حق سے متعلق ہے۔ اور اس کا حق ضرورت کے پیش نظر مقدم ہوگا۔ اور یہاں بیع کو غلام کے حق کے سبب سے رد کیا گیا ہے پس یہ دونوں عقود برابر ہو جائیں گے۔ اور حق ثانی کے سبب سے پہلے کا حق باطل نہ ہوگا۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ بیع وفا کو فاسد قرار دے رہا ہے وہ اس کو مجبور کی بیع کے حکم میں سمجھنے والا ہے۔ یہاں تک کہ خریدار اس کو کسی دوسرے کو بیچنا ختم کر دے۔ کیونکہ مبیع کا فساد رضا نہ ہونے کے سبب سے ہے۔

بعض مشائخ فقہاء اس بیع کو رہن قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں کا مقصد رہن ہی ہے۔ اور بعض مشائخ مذاق پر قیاس کرتے ہوئے اس بیع کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اور سمرقند کے مشائخ نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے بعض احکام کے حق میں اس کو فائدے مند جانا ہے۔ جس طرح معتاد بھی ہے اس لئے کہ اسی کی ضرورت ہے۔

بیچنے والا کا خوشی سے ثمن پر قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ طَوْعًا فَقَدْ اَجَازَ الْبَيْعَ) لِاَنَّهُ دَلِيْلُ الْإِجَازَةِ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْمَوْقُوفِ وَكَذَا إِذَا سَلَّمَ طَائِعًا، بِأَنْ كَانَ الْإِكْرَاهُ عَلَى الْبَيْعِ لَا عَلَى الدَّفْعِ لِاَنَّهُ دَلِيْلُ الْإِجَازَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أُكْرِهَهُ عَلَى الْهِبَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الدَّفْعَ فَوَهَبَ وَدَفَعَ حَيْثُ يَكُونُ بَاطِلًا، لِاَنَّ مَقْصُودَ الْمُكْرِهِ الْإِسْتِحْقَاقُ لَا مُجَرَّدُ اللَّفْظِ، وَذٰلِكَ فِي الْهِبَةِ بِالدَّفْعِ وَفِي الْبَيْعِ بِالْعَقْدِ عَلَى مَا هُوَ الْاَصْلُ، فَدَخَلَ الدَّفْعُ فِي الْإِكْرَاهِ عَلَى الْهِبَةِ دُوْنَ الْبَيْعِ .

قَالَ (وَإِنْ قَبَضَهُ مُكْرَهًا فَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِإِجَازَةٍ وَعَلَيْهِ رَدُّهُ إِنْ كَانَ قَائِمًا فِي يَدِهِ) لِفَسَادِ الْعَقْدِ

فرمایا اور جب بیچنے والے نے اپنی خوشی کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے تو یہ ایسا ہی ہوگا کہ جس طرح اسنے بیع کی اجازت دے دی ہے کیونکہ اس کی یہ اجازت دلیل ہے جس طرح بیع موقوف میں ہوتا ہے۔ اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا کہ جب بیچنے والے نے خوشی سے خریدار کے حوالے کردیا ہے خواہ اکراہ کی صورت میں بیع ہوئی ہے۔ عام لین دین میں نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ بھی اجازت کی دلیل ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کو ہبہ کرنے پر مجبور کیا ہے اور اس نے دور کرنے کا ذکر بھی نہیں کیا ہے اور مجبور آدمی نے مجبوری کی حالت میں موہوب کو موہوب لہ کے سپرد کردیا ہے تو یہ ہبہ باطل ہوجائے گا کیونکہ مجبور آدمی کا مقصد حق کو ثابت کرنا ہے جو صرف کسی لفظ یا کلام کا نام نہیں ہے اور ہبہ میں یہ مقصد حاصل ہوجائے جبکہ بیع میں نفس عقد کا حصول ہے۔ جیسا کہ قاعدہ فقہیہ ہے۔ لہٰذا ہبہ اکراہ دفع سے متعلق ہوگا جبکہ بیع میں اس کا تعلق دفع سے متعلق نہیں ہے۔ اور جب بیچنے والے نے ناراضگی کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے۔ تو یہ اس کی اجازت شمار نہ کی جائے گی۔ اور جب قیمت اس کے پاس موجود ہے تو اس پر قیمت کو واپس کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ عقد فاسد ہو چکا ہے۔

مبیع کا خریدار کے ہاتھ سے ہلاک ہوجانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي وَهُوَ غَيْرُ مُكْرَهٍ ضَمِنَ قِيمَتَهُ لِلْبَائِعِ) مَعْنَاهُ وَالْبَائِعُ مُكْرَهٌ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ بِحُكْمِ عَقْدٍ فَاسِدٍ

(وَلِلْمُكْرَهِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُكْرِهَ إِنْ شَاءَ) لِأَنَّهُ آلَةٌ لَهُ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى الْإِتْلَافِ، فَكَأَنَّهُ دَفَعَ مَالَ الْبَائِعِ إِلَى الْمُشْتَرِي فَيُضَمِّنُ أَيَّهُمَا شَاءَ كَالْغَاصِبِ وَغَاصِبِ الْغَاصِبِ، فَلَوْ ضَمِنَ الْمُكْرِهُ رَجَعَ عَلَى الْمُشْتَرِي بِالْقِيمَةِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْبَائِعِ، وَإِنْ ضَمِنَ الْمُشْتَرِي نَفَذَ كُلُّ شِرَاءٍ كَانَ بَعْدَ شِرَائِهِ لَوْ تَنَاسَخَتْهُ الْعُقُودُ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَظَهَرَ أَنَّهُ بَاعَ مِلْكَهُ، وَلَا يَنْفُذُ مَا كَانَ لَهُ قَبْلَهُ لِأَنَّ الِاسْتِنَادَ إِلَى وَقْتِ قَبْضِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَجَازَ الْمَالِكُ الْمُكْرَهُ عَقْدًا مِنْهَا حَيْثُ يَجُوزُ مَا قَبْلَهُ وَمَا بَعْدَهُ لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ وَهُوَ الْمَانِعُ فَعَادَ الْكُلُّ إِلَى الْجَوَازِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اور جب مبیع خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہوئی ہے حالانکہ وہ مجبور نہیں ہے تو خریدار بیچنے والا کے لئے اس قیمت کا ضامن ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب بیچنے والا مجبور نہ ہو کہ بیع فاسد ہونے کے سبب سے یہ مبیع خریدار پر بطور مضمون تھی۔ اور مجبور بیچنے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو مکرہ کو ضامن بنائے۔ کیونکہ جو شخص مجبور کیا گیا ہے وہی اس میں سبب بننے والا ہے اور یہ اسی طرح ہوجائے گا کہ جیسے مجبور کرنے والے نے بیچنے والا کے مال کو خریدار کو دیا ہے پس بیچنے والا ان میں سے جس کو چاہے گا ضامن بنا دے گا جس طرح غاصب اور غاصب کے غاصب میں سے کسی ایک سے ضمان لیا جاتا ہے۔

اور جب بیچنے والا مکرہ کو ضامن بناتا ہے تو خریدار سے اس مبیع کی قیمت واپس لے گا کیونکہ مجبور کرنے والا یہ بیچنے والا کے قائم

مقام ہے اور جب بیچنے والے نے خریدار سے ضمان وصول کرلیا ہے تو اس بیع کے بعد والی تمام بیوع نافذ ہو جائیں گی۔ اگر چہ بعد کتنے ہی عقد کیوں نہ ہوئے ہوں۔ کیونکہ خریدار ضمان دینے کے سبب سے اس مبیع کا مالک بنا ہے۔ اور یہ تصریح بھی واضح ہو چکی ہے کہ اس نے اپنی ملکیت بیچی ہے ہاں البتہ جو اس نے اس خریداری سے پہلے بیع کی ہے وہ نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس حالت میں ملکیت صرف اس کے قابض ہونے کے وقت کی جانب منسوب ہوگی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مجبور مالک ان میں سے کسی ایک عقد کو جائز قرار دینے والا ہے تو اس سے پہلے والی اور بعد والی ساری بیوع نافذ ہو جائیں گی۔ کیونکہ اجازت دیتے ہوئے وہ اپنے حق کو ساقط کرنے والا ہے اور اس کا حق عقد کی جواز سے روکنے والا تھا۔ پس سارے عقد ہی جائز ہو جائیں گے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَإِنْ أُكْرِهَ عَلٰى أَنْ يَأْكُلَ الْمَيْتَةَ أَوْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ، إِنْ أُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِحَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ أَوْ قَيْدٍ لَمْ يَحِلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يُكْرَهَ بِمَا يَخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهِ أَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ، فَإِذَا خَافَ عَلٰى ذٰلِكَ وَسِعَهُ أَنْ يُقْدِمَ عَلٰى مَا أُكْرِهَ عَلَيْهِ) وَكَذَا عَلٰى هٰذَا الدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ، لِأَنَّ تَنَاوُلَ هٰذِهِ الْمُحَرَّمَاتِ إِنَّمَا يُبَاحُ عِنْدَ الضَّرُورَةِ كَمَا فِي الْمَخْمَصَةِ لِقِيَامِ الْمُحَرِّمِ فِيمَا وَرَاءَهَا، وَلَا ضَرُورَةَ إِلَّا إِذَا خَافَ عَلَى النَّفْسِ أَوْ عَلَى الْعُضْوِ، حَتّٰى لَوْ خِيفَ عَلٰى ذٰلِكَ بِالضَّرْبِ وَغَلَبَ عَلٰى ظَنِّهِ يُبَاحُ لَهُ ذٰلِكَ (وَلَا يَسَعُهُ أَنْ يَصْبِرَ عَلٰى مَا تُوُعِّدَ بِهِ، فَإِنْ صَبَرَ حَتّٰى أَوْقَعُوا بِهِ وَلَمْ يَأْكُلْ فَهُوَ آثِمٌ) لِأَنَّهُ لَمَّا أُبِيحَ كَانَ بِالِامْتِنَاعِ عَنْهُ مُعَاوِنًا لِغَيْرِهِ عَلٰى هَلَاكِ نَفْسِهِ فَيَأْثَمُ كَمَا فِي حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَأْثَمُ لِأَنَّهُ رُخْصَةٌ إِذِ الْحُرْمَةُ قَائِمَةٌ فَكَانَ آخِذًا بِالْعَزِيمَةِ.

قُلْنَا: حَالَةُ الِاضْطِرَارِ مُسْتَثْنَاةٌ بِالنَّصِّ وَهُوَ تَكَلُّمٌ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الثُّنْيَا فَلَا مُحَرِّمَ فَكَانَ إِبَاحَةً لَا رُخْصَةً إِلَّا أَنَّهُ إِنَّمَا يَأْثَمُ إِذَا عَلِمَ بِالْإِبَاحَةِ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ، لِأَنَّ فِي انْكِشَافِ الْحُرْمَةِ خَفَاءً فَيُعْذَرُ بِالْجَهْلِ فِيهِ كَالْجَهْلِ بِالْخِطَابِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ أَوْ فِي دَارِ الْحَرْبِ.

اور جب کسی بندے کو مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا ہے اور یہ مجبوری قید یا سخت مار کھانے سے متعلق ہے تو مجبور شخص کے لئے مردار کھانا یا شراب پینا حلال نہ ہوگا ہاں البتہ جب اس کو ایسی چیز کے لئے مجبور کیا گیا ہے جس سے جان یا کسی عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور مجبور آدمی کو خوف لاحق ہوا ہے کہ اس کو مجبور کرنے والا ایسا کردے گا۔ اور خون اور خنزیر کو کھانے کا حکم بھی اسی حکم کے مطابق ہے۔ کیونکہ ضرورت کے وقت ان حرام اشیاء کا استعمال کرنا مباح ہے جس طرح شدید اضطراری حالت میں مباح ہے کیونکہ حرام کردہ یہ ضرورت کے سوا میں مؤثر ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ عام حالات میں ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ ہاں البتہ

جب مجبور آدمی کو اپنی جان یا اپنے عضو کی ہلاکت کا خطرہ ہے یہاں تک سخت مار بھی عضو کی ہلاکت یا جان کا خطرہ ہے اور مجبور آدمی کا غالب گمان یہی ہوا ہے وہ سخت مار سے مرجائے گا تو اس کے لئے حرام کردہ اشیاء کا استعمال مباح ہے۔ اور اس کے لئے اس دھمکی پر صبر کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے صبر کیا ہے اور دھمکی دینے والوں نے اس کو انجام تک جا پہنچایا ہے اور اس محرمات کا استعمال نہ کیا تو یہ شخص خود گناہگار ہو جائے گا کیونکہ جب اس کے لئے محرمات کو مباح کیا گیا ہے تو نہ کھانے کی حالت میں مجبور آدمی اپنی ہلاکت میں خود دوسروں کا مددگار ثابت ہوا ہے۔ لہٰذا وہ گناہگار ہے۔ جس طرح شدید اضطراری حالت میں نہ کھانے کے سبب گناہگار ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ مجبور آدمی گناہگار نہ ہوگا۔ کیونکہ حرام کا کھانا رخصت ہے اور اس میں حرمت موجود ہے اور نہ کھا کر وہ بندہ عزیمت پر عمل کرنے والا ہے۔

ہم نے کہا کہ اضطراری حالت کا نص سے استثناء کیا گیا ہے اور استثناء وہ حکم ہے جو استثناء کے حاصل ہو پس محرم ختم ہو چکا ہے اور اب اباحت ثابت ہوئی ہے رخصت ثابت نہیں ہوئی۔ مگر مجبور آدمی اسی حالت میں گناہگار ہوگا جب اسی حالت میں اس کو اباحت کا علم ہو جائے۔ کیونکہ حرمت کے کھل جانے میں پوشیدگی ہے پس اس جہالت کے سبب مجبور کو معذور سمجھا جائے گا جس طرح اول اسلام میں خطاب سے عدم واقفیت کی وجہ سے عذر سمجھا جاتا ہے یا اسی طرح دار الحرب میں رہنے کی وجہ سے جہالت کا عذر سمجھا جاتا ہے۔

(نعوذ باللہ) کفر باللہ پر اکراہ کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ اَوْ سَبِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَيْدٍ اَوْ حَبْسٍ اَوْ ضَرْبٍ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِكْرَاهًا حَتّٰى يُكْرَهَ بِاَمْرٍ يَخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ اَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِنْ اَعْضَائِهٖ) لِاَنَّ الْاِكْرَاهَ بِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ لَيْسَ بِاِكْرَاهٍ فِيْ شُرْبِ الْخَمْرِ لِمَا مَرَّ، فَفِي الْكُفْرِ وَحُرْمَتُهُ اَشَدُّ اَوْلٰى وَاَحْرٰى .

قَالَ (وَاِذَا خَافَ عَلٰى ذٰلِكَ وَسِعَهُ اَنْ يُظْهِرَ مَا اَمَرُوْهُ بِهٖ وَيُوَرِّيَ، فَاِنْ اَظْهَرَ ذٰلِكَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ) لِحَدِيْثِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَيْثُ اُبْتُلِيَ بِهٖ، وَقَدْ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كَيْفَ وَجَدْتَ قَلْبَكَ ؟ قَالَ مُطْمَئِنًّا بِالْاِيْمَانِ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : فَاِنْ عَادُوْا فَعُدْ، وَفِيْهِ نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالٰى (اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ)) "الْاٰيَةَ" .

وَلِاَنَّ بِهٰذَا الْاِظْهَارِ لَا يَفُوْتُ الْاِيْمَانُ حَقِيْقَةً لِقِيَامِ التَّصْدِيْقِ، وَفِي الْاِمْتِنَاعِ فَوْتُ النَّفْسِ حَقِيْقَةً فَيَسَعُهُ الْمَيْلُ اِلَيْهِ .

قَالَ (فَإِنْ صَبَرَ حَتّٰى قُتِلَ وَلَمْ يُظْهِرِ الْكُفْرَ كَانَ مَاجُوْرًا) لِاَنَّ (خُبَيْبًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى صُلِبَ وَسَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ، وَقَالَ فِي مِثْلِهِ هُوَ رَفِيْقِي فِي الْجَنَّةِ) وَلِاَنَّ الْحُرْمَةَ بَاقِيَةٌ، وَالِامْتِنَاعُ لِاِعْزَازِ الدِّيْنِ عَزِيْمَةٌ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِلِاسْتِثْنَاءِ .

اور جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے یا نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرنے پر نعوذ باللہ مجبور کیا گیا ہے ورنہ اس کو قید یا مارا جائے گا۔ تو یہ اکراہ نہ ہوگا یہاں تک کہ جب اکراہ ایسی چیز کے ساتھ ہو جس سے جان یا کسی عضو کی ہلاکت کا اندیشہ ہو کیونکہ ان چیزوں کا اکراہ جب شراب میں اعتبار نہیں کیا گیا تو کفر میں کس طرح اعتبار کرلیا جائے گا حالانکہ حرمت کفر حرمت شراب سے زیادہ سخت ہے۔ اور جب جان یا عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہے تو مجبور کے لئے اجازت ہوگی۔ کہ وہ مجبور کرنے والے کے حکم کو پورا کرے ہاں البتہ اس میں توریہ سے کام لے۔

اور جب اس نے کلمہ کفر کا اظہار کیا ہے لیکن اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور اس کی دلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ اور جب ان کو اس طرح کے امتحان سے گزرنا پڑا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت تھی تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا دل ایمان سے مطمئن تھا۔ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ لوگ دوبارہ بھی مجبور کرتے ہیں تو تم اپنے دل کو ایمان سے مطمئن کرنا۔ اور قرآن کی آیت مبارکہ انہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس طرح اظہار کرنے کے سبب ایمان کی حقیقت ختم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس کی تصدیق دل میں ہوتی ہے۔ اور انکار کے سبب جان کو فوت کرنا لازم آئے گا پس اظہار کی رخصت دی جائے گی۔

اور جب مجبور نے صبر کیا ہے یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس نے کفر کا اظہار نہ کیا تو وہ اجر کا حقدار بنے گا۔ کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کو سولی پر چڑھایا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا اور اس طرح فرمایا ہے کہ جنت میں وہ میرے رفیق ہوں گے۔ کیونکہ کفر کے اظہار کی حرمت باقی ہے جبکہ دین کی شان کو بلند کرنے کے لئے انکار کرنا یہ عزیمت ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جو اس سے پہلے گزر چکی ہے اس لئے کہ وہاں استثناء ہے۔

مسلمان کے مال کو ہلاک کرنے کے لئے مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اُكْرِهَ عَلٰى اِتْلَافِ مَالِ مُسْلِمٍ بِاَمْرٍ يَخَافُ عَلٰى نَفْسِهِ اَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِنْ اَعْضَائِهِ وَسِعَهُ اَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ) لِاَنَّ مَالَ الْغَيْرِ يُسْتَبَاحُ لِلضَّرُوْرَةِ كَمَا فِي حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ (وَلِصَاحِبِ الْمَالِ اَنْ يُضَمِّنَ الْمُكْرِهَ) لِاَنَّ الْمُكْرَهَ آلَةٌ لِلْمُكْرِهِ فِيْمَا يَصْلُحُ آلَةً لَهُ وَالْاِتْلَافُ مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ (وَاِنْ اَكْرَهَهُ بِقَتْلِهِ عَلٰى قَتْلِ غَيْرِهِ لَمْ يَسَعْهُ اَنْ يُقْدِمَ عَلَيْهِ وَيَصْبِرُ

حَتّٰی یُقْتَلَ، فَاِنْ قَتَلَهٗ کَانَ آثِمًا) لِاَنَّ قَتْلَ الْمُسْلِمِ مِمَّا لَا یُسْتَبَاحُ لِضَرُوْرَةٍ مَا فَکَذَا بِهٰذِهِ الضَّرُوْرَةِ .

اور جب کسی جان کا عضو کو ہلاک کرنے کے اندیشہ سے کسی مسلمان کو ہلاک کرنے پر مجبور کیا گیا ہے تو مجبور شخص کے لئے وہ کام کر گزرنے کی رخصت ہوگی کیونکہ ضرورت کے سبب دوسرے کا مال مباح کرلیا جاتا ہے۔ جس طرح اضطراری حالت میں ہوتا ہے۔ اور یہ تو ضرورت بھی ثابت ہو چکی ہے اور صاحب مال کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مجبور کرنے والے سے ضمان وصول کرے۔ کیونکہ مجبور شخص تو اس کا مال ضبط کرنے میں مجبوری کا ذریعہ ہے۔ ہاں وہ تلف کرنے میں آلہ بن سکتا ہے۔

اور جب کسی شخص کو قتل کرنے کی دھمکی سے دوسرے کے قتل پر تیار کیا گیا تو مجبور آدمی کے لئے دوسرے پر ایسا کوئی قدم اٹھانا درست نہیں ہے بلکہ وہ صبر کرے۔ یہاں تک وہ خود قتل کر دیا جائے۔ اور اگر اس نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے تو وہ گنا ہگار ہوگا کیونکہ مسلمان کا قتل کسی طرح بھی ضرورت سے مباح نہیں ہوتا۔ پس یہ خود مقتول کیے جانے کے سبب بھی مباح نہ ہوگا۔

مجبوری کے قتل عمد پر قصاص کا بیان

قَالَ (وَالْقِصَاصُ عَلَى الْمُكْرِهِ اِنْ كَانَ الْقَتْلُ عَمْدًا) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ زُفَرُ : يَجِبُ عَلَى الْمُكْرَهِ .وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَجِبُ عَلَيْهِمَا .لِزُفَرَ اَنَّ الْفِعْلَ مِنَ الْمُكْرَهِ حَقِيقَةً وَحِسًّا، وَقَرَّرَ الشَّرْعُ حُكْمَهُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْاِثْمُ، بِخِلَافِ الْاِكْرَاهِ عَلٰى اِتْلَافِ مَالِ الْغَيْرِ لِاَنَّهٗ سَقَطَ حُكْمُهُ وَهُوَ الْاِثْمُ فَاُضِيفَ اِلَى غَيْرِهِ، وَبِهٰذَا يَتَمَسَّكُ الشَّافِعِيُّ فِي جَانِبِ الْمُكْرَهِ، وَيُوجِبُهُ عَلَى الْمُكْرِهِ اَيْضًا لِوُجُودِ التَّسْبِيبِ اِلَى الْقَتْلِ مِنْهُ، وَلِلتَّسْبِيبِ فِي هٰذَا حُكْمُ الْمُبَاشَرَةِ عِنْدَهٗ كَمَا فِي شُهُودِ الْقِصَاصِ، وَلِاَبِي يُوسُفَ اَنَّ الْقَتْلَ بَقِيَ مَقْصُورًا عَلَى الْمُكْرَهِ مِنْ وَجْهٍ نَظَرًا اِلَى التَّأْثِيمِ، وَاُضِيفَ اِلَى الْمُكْرِهِ مِنْ وَجْهٍ نَظَرًا اِلَى الْحَمْلِ فَدَخَلَتِ الشُّبْهَةُ فِي كُلِّ جَانِبٍ .

وَلَهُمَا اَنَّهٗ مَحْمُولٌ عَلَى الْقَتْلِ بِطَبْعِهِ اِيثَارًا لِحَيَاتِهِ فَيَصِيرُ آلَةً لِلْمُكْرِهِ فِيمَا يَصْلُحُ آلَةً لَهٗ وَهُوَ الْقَتْلُ بِاَنْ يُلْقِيَهُ عَلَيْهِ وَلَا يَصْلُحُ آلَةً لَهٗ فِي الْجِنَايَةِ عَلٰى دِينِهِ فَيَبْقَى الْفِعْلُ مَقْصُورًا عَلَيْهِ فِي حَقِّ الْاِثْمِ كَمَا نَقُولُ فِي الْاِكْرَاهِ عَلَى الْاِعْتَاقِ، وَفِي اِكْرَاهِ الْمَجُوسِيِّ عَلٰى ذَبْحِ شَاةِ الْغَيْرِ يَنْتَقِلُ الْفِعْلُ اِلَى الْمُكْرِهِ فِي الْاِتْلَافِ دُوْنَ الذَّكَاةِ حَتّٰى يَحْرُمَ كَذَا هٰذَا .

اور جب کسی شخص کا قتل قتل عمد ہے تو مجبور آدمی پر قصاص ہوگا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔ اور امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ مجبور کرنے والے پر قصاص ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی پر قصاص نہ ہوگا جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے

کہ دونوں پر قصاص ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مجبور کی جانب یہ فعل بطور حقیقت واحساس دونوں طرح سرزد ہوا ہے اور شریعت نے اس پر قتل کے گناہ کا حکم مرتب کیا ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی کو دوسرے کا مال ہلاک کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ کیونکہ اس میں مجبور کئے گئے شخص سے گناہ ساقط ہوجاتا ہے۔ پس ہلاکت کو دوسرے کی جانب منسوب کردیا جائے گا۔ مجبور آدمی کے حق میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہی دلیل بیان کی ہے۔ اور وہ بھی مجبور کرنے والے پر قصاص کو لازم کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی کی جانب سے قتل کرنے کا سبب پایا گیا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک قتل میں سبب ہونے کو مباشرت کا حکم حاصل ہے جس طرح شہود قصاص میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ گناہ کو دیکھتے ہوئے ایک طرح سے قتل مجبور کیے گئے شخص پر انحصار کرنے والا ہے۔ جبکہ قتل کرنے پر مجبور کرنے والے کی جانب نظر کرتے ہوئے ایک طرح اس کی جانب منسوب ہے۔ پس ہر طرح اس میں شبہ داخل ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مجبور کیا گیا قاتل تو اپنی جان بچانے کی خاطر طبعی تقاضے کے مطابق قتل کرنے پر تیار ہوا ہے پس وہ قتل کرنے میں بطور آلہ ہے۔ لہٰذا مجبور کرنے والے نے مجبور کو اس آدمی کے قتل پر ڈال دیا ہے پس مجبور کیا گیا آدمی اپنے دین پر جنایت کرنے کے سبب مجبور کرنے والے کا ذریعہ نہ ہوگا۔ پس گناہ کے حق میں عمل قتل یہ مجبور کیے گئے پر منحصر ہوگا۔ جس طرح آزادی پر مجبور کرنے کے حکم کے بارے میں ہمارا اسی طرح فیصلہ بیان کردیا گیا ہے۔ اور دوسرے کی بکری کو ذبح کرنے کے بارے میں مجوسی کو مجبور کرنے کی حالت میں تلف کرنے پر مکرِہ کے عمل کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ جبکہ ذبح کے بارے میں مکرِہ کے عمل کی جانب منسوب نہ ہوگا اور وہ ذبیحہ حرام ہے اور قتل میں بھی اسی طرح ہے۔

عورت کو طلاق دینے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَكْرَهَهُ عَلَى طَلَاقِ امْرَأَتِهِ أَوْ عِتْقِ عَبْدِهِ فَفَعَلَ وَقَعَ مَا أُكْرِهَ عَلَيْهِ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ.

قَالَ (وَيَرْجِعُ عَلَى الَّذِي أَكْرَهَهُ بِقِيمَةِ الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ صَلَحَ آلَةً لَهُ فِيهِ مِنْ حَيْثُ الْإِتْلَافُ فَيُضَافُ إلَيْهِ، فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا، وَلَا سِعَايَةَ عَلَى الْعَبْدِ لِأَنَّ السِّعَايَةَ إنَّمَا تَجِبُ لِلتَّخْرِيجِ إلَى الْحُرِّيَّةِ أَوْ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ وَلَمْ يُوجَدْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا، وَلَا يَرْجِعُ الْمُكْرَهُ عَلَى الْعَبْدِ بِالضَّمَانِ لِأَنَّهُ مُؤَاخَذٌ بِإِتْلَافِهِ.

اور جب کسی بندے کو اپنی بیوی کو طلاق دینے یا غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور اس نے وہ عمل کردیا ہے تو ہمارے نزدیک جس چیز پر مجبور کیا گیا تھا وہ واقع ہوجائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور یہ مسئلہ کتاب طلاق میں گزر گیا ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ مجبور کرنے والا مجبور کیے گئے آدمی سے غلام کی قیمت واپس لے گا۔ کیونکہ ایک طرح سے مجبور کیا گیا آدمی مجبور کرنے والے کا آلہ بن سکتا ہے۔ پس یہ عمل اسی جانب منسوب ہوگا۔ اور مجبور کیے گئے شخص کا مجبور کرنے والے سے حق ضمان کا لینا ہوگا اگرچہ وہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ اور غلام پر کوئی سعایہ نہ ہوگا کیونکہ سعایہ حریت کی جانب سے خارج کرنے یا غلام کے ساتھ دوسرے کا حق وابستہ ہونے سے واجب ہونے والا ہے۔ جبکہ یہاں پر ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں پائی گئی۔ اور مجبور کرنے والا غلام سے ضمان میں دی گئی قیمت کو واپس نہیں لے سکے گا کیونکہ اتلاف واہلاک کے سبب سے مجبور کرنے والے کو پکڑا گیا ہے۔

نصف مہر لوٹانے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ مَهْرِ الْمَرْاَةِ اِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْعَقْدِ مُسَمًّى يَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ بِمَا لَزِمَهُ مِنَ الْمُتْعَةِ) لِاَنَّ مَا عَلَيْهِ كَانَ عَلٰى شَرَفِ السُّقُوطِ بِاَنْ جَاءَ تِ الْفُرْقَةُ مِنْ قِبَلِهَا، وَاِنَّمَا يَتَاَكَّدُ بِالطَّلَاقِ فَكَانَ اِتْلَافًا لِلْمَالِ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَيُضَافُ اِلَى الْمُكْرِهِ مِنْ حَيْثُ اِنَّهُ اِتْلَافٌ .بِخِلَافِ مَا اِذَا دَخَلَ بِهَا لِاَنَّ الْمَهْرَ قَدْ تَقَرَّرَ بِالدُّخُوْلِ لَا بِالطَّلَاقِ .

اور جب دخول سے پہلے طلاق ہوئی ہے تو مکرَہ مکرِہ سے نصف مہر واپس لے گا۔ کیونکہ جب نکاح میں حق مہر معین نہ ہو تو پھر مکرَہ مکرِہ سے لازم کیا گیا نفع لے گا اس لئے کہ خاوند پر جو چیز لازم ہے اس میں ساقط ہونے کا امکان ہے۔ کیونکہ جب زوجہ کی جانب سے جدائی کا مطالبہ ہو گیا مگر وہ مطالبہ طلاق سے مؤکد بھی ہو چکا ہے کیونکہ اس طرح اس کے مال کا ضیاع ہے اور اتلاف کے سبب اس کو مجبور کرنے والے کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مجبور کیے گئے خاوند نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہے کیونکہ اب حق مہر دخول کے سبب مؤکد ہونے والا ہے طلاق کے سبب سے مؤکد ہونے والا نہیں ہے۔

طلاق یا آزادی پر وکیل بنانے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَلَوْ اُكْرِهَ عَلَى التَّوْكِيلِ بِالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ فَفَعَلَ الْوَكِيلُ جَازَ اسْتِحْسَانًا) لِاَنَّ الْاِكْرَاهَ مُؤَثِّرٌ فِي فَسَادِ الْعَقْدِ، وَالْوَكَالَةُ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، وَيَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ اسْتِحْسَانًا لِاَنَّ مَقْصُودَ الْمُكْرِهِ زَوَالُ مِلْكِهِ اِذَا بَاشَرَ الْوَكِيلُ، وَالنَّذْرُ لَا يَعْمَلُ فِيهِ الْاِكْرَاهُ لِاَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ، وَلَا رُجُوعَ عَلَى الْمُكْرِهِ بِمَا لَزِمَهُ لِاَنَّهُ لَا مُطَالِبَ لَهُ فِي الدُّنْيَا فَلَا يُطَالَبُ بِهِ فِيهَا، وَكَذَا الْيَمِينُ، وَالظِّهَارُ لَا يَعْمَلُ فِيهِمَا الْاِكْرَاهُ لِعَدَمِ احْتِمَالِهِمَا الْفَسْخَ، وَكَذَا الرَّجْعَةُ وَالْاِيلَاءُ وَالْفَيْءُ فِيهِ بِاللِّسَانِ لِاَنَّهَا تَصِحُّ مَعَ الْهَزْلِ، وَالْخُلْعُ مِنْ جَانِبِهِ طَلَاقٌ اَوْ يَمِينٌ لَا يَعْمَلُ فِيهِ الْاِكْرَاهُ، فَلَوْ كَانَ هُوَ مُكْرَهًا عَلَى الْخُلْعِ دُونَهَا لَزِمَهَا الْبَدَلُ لِرِضَاهَا بِالِالْتِزَامِ .

اور جب کسی شخص کو طلاق دینے یا غلام کو آزاد کرنے پر وکیل بنانے پر مجبور کیا گیا ہے اور وکیل نے وہ کام سرانجام دے دیا ہے تو اس کا یہ عمل استحسان کے مطابق جائز ہے۔ کیونکہ اکراہ فساد عقد میں موثر ہے اور وکالت بھی شرائط فاسدہ کے سبب باطل نہیں ہوتی۔ اور مجبور کیا گیا آدمی بطور استحسان مجبور کرنے والے پر رجوع کرے گا۔ کیونکہ مجبور کرنے والے کا مقصد یہ ہے کہ جب وکیل وہ کام کر ڈالے تو اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

اور نذر میں اکراہ مؤثر نہیں ہوتا کیونکہ نذر میں فسخ کا احتمال نہیں ہوا کرتا۔ اور مجبور کیے گئے پر آدمی پر جو چیز لازم ہوئی ہے وہ اس کے بارے میں مکرِہ کی جانب رجوع نہ کرے گا۔ کیونکہ دنیا میں اس کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا جس چیز کے بارے میں مجبور کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی دنیا میں کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔

اور اسی طرح ظہار اور یمین میں اکراہ مؤثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں بھی فسخ کا احتمال رکھنے والے ہیں۔ رجعت، ایلاء اور زبانی ایلاء کرنے میں بھی اسی طرح کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ ایسی اشیاء ہیں جو مذاق و ہزل میں بھی درست ہو جاتی ہیں اور خاوند کی جانب سے طلاق یا پھر قسم ہیں۔ اور اس میں اکراہ کوئی کام کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ جب خاوند کو خلع کرنے کے لئے مجبور کیا گیا ہے اور عورت کو خلع کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تو اس عورت پر بدل لازم ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے اوپر خوشی کے ساتھ بدل کو لازم کرنے والی ہے۔

زنا پر مجبور کیے گئے پر حد کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اُكْرِهَهُ عَلَى الزِّنَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، إِلَّا اَنْ يُكْرِهَهُ السُّلْطَانُ، وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ لَا يَلْزَمُهُ الْحَدُّ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْحُدُودِ .

فرمایا اور جب کسی بندے کو زنا پر مجبور کیا گیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مجبور کیے گئے آدمی پر حد واجب ہے ہاں البتہ جب اس کو مجبور کرنے والا بادشاہ ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر کوئی حد واجب نہ ہوگی اور کتاب حدود میں ہم اس مسئلہ کو بیان کر آئے ہیں۔

کسی شخص کو ارتداد پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اُكْرِهَ عَلَى الرِّدَّةِ لَمْ تَبِنْ امْرَاَتُهُ مِنْهُ) لِاَنَّ الرِّدَّةَ تَتَعَلَّقُ بِالِاعْتِقَادِ، اَلَا تَرَى اَنَّهُ لَوْ كَانَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَانِ لَا يَكْفُرُ وَفِي اعْتِقَادِهِ الْكُفْرَ شَكٌّ فَلَا تَثْبُتُ الْبَيْنُونَةُ بِالشَّكِّ، فَإِنْ قَالَتْ الْمَرْاَةُ قَدْ بِنْتُ مِنْكَ وَقَالَ هُوَ قَدْ اَظْهَرْتُ ذٰلِكَ وَقَلْبِي مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ اسْتِحْسَانًا، لِاَنَّ اللَّفْظَ غَيْرُ مَوْضُوعٍ لِلْفُرْقَةِ وَهِيَ بِتَبَدُّلِ الِاعْتِقَادِ وَمَعَ الْإِكْرَاهِ لَا يَدُلُّ عَلَى التَّبَدُّلِ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ، بِخِلَافِ الْإِكْرَاهِ عَلَى الْإِسْلَامِ حَيْثُ يَصِيرُ بِهِ مُسْلِمًا، لِاَنَّهُ لَمَّا احْتَمَلَ وَاحْتَمَلَ رَجَّحْنَا الْإِسْلَامَ فِي الْحَالَيْنِ لِاَنَّهُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى، وَهٰذَا بَيَانُ الْحُكْمِ، اَمَّا

فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ تَعَالٰى إِذَا لَمْ يَعْتَقِدْهُ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ، وَلَوْ أُكْرِهَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى حُكِمَ بِإِسْلَامِهِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْتَلْ لِتَمَكُّنِ الشُّبْهَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْقَتْلِ. وَلَوْ قَالَ الَّذِي أُكْرِهَ عَلٰى إِجْرَاءِ كَلِمَةِ الْكُفْرِ أَخْبَرْتُ عَنْ أَمْرٍ مَاضٍ وَلَمْ أَكُنْ فَعَلْتُ بَانَتْ مِنْهُ حُكْمًا لَا دِيَانَةً, لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهُ طَائِعٌ بِإِتْيَانِ مَا لَمْ يُكْرَهْ عَلَيْهِ، وَحُكْمُ هٰذَا الطَّائِعِ مَا ذَكَرْنَاهُ.

وَلَوْ قَالَ أَرَدْتُ مَا طُلِبَ مِنِّي وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِي الْخَبَرُ عَمَّا مَضٰى بَانَتْ دِيَانَةً وَقَضَاءً, لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهُ مُبْتَدِئٌ بِالْكُفْرِ هَازِلٌ بِهِ حَيْثُ عَلِمَ لِنَفْسِهِ مَخْلَصًا غَيْرَهُ.

وَعَلٰى هٰذَا إِذَا أُكْرِهَ عَلَى الصَّلَاةِ لِلصَّلِيبِ وَسَبِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَفَعَلَ وَقَالَ نَوَيْتُ بِهِ الصَّلَاةَ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَمُحَمَّدًا آخَرَ غَيْرَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَانَتْ مِنْهُ قَضَاءً لَا دِيَانَةً، وَلَوْ صَلّٰى لِلصَّلِيبِ وَسَبَّ مُحَمَّدًا النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِهِ الصَّلَاةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَسَبُّ غَيْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَانَتْ مِنْهُ دِيَانَةً وَقَضَاءً لِمَا مَرَّ، وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ زِيَادَةً عَلٰى هٰذَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهٰى، وَاللهُ أَعْلَمُ.

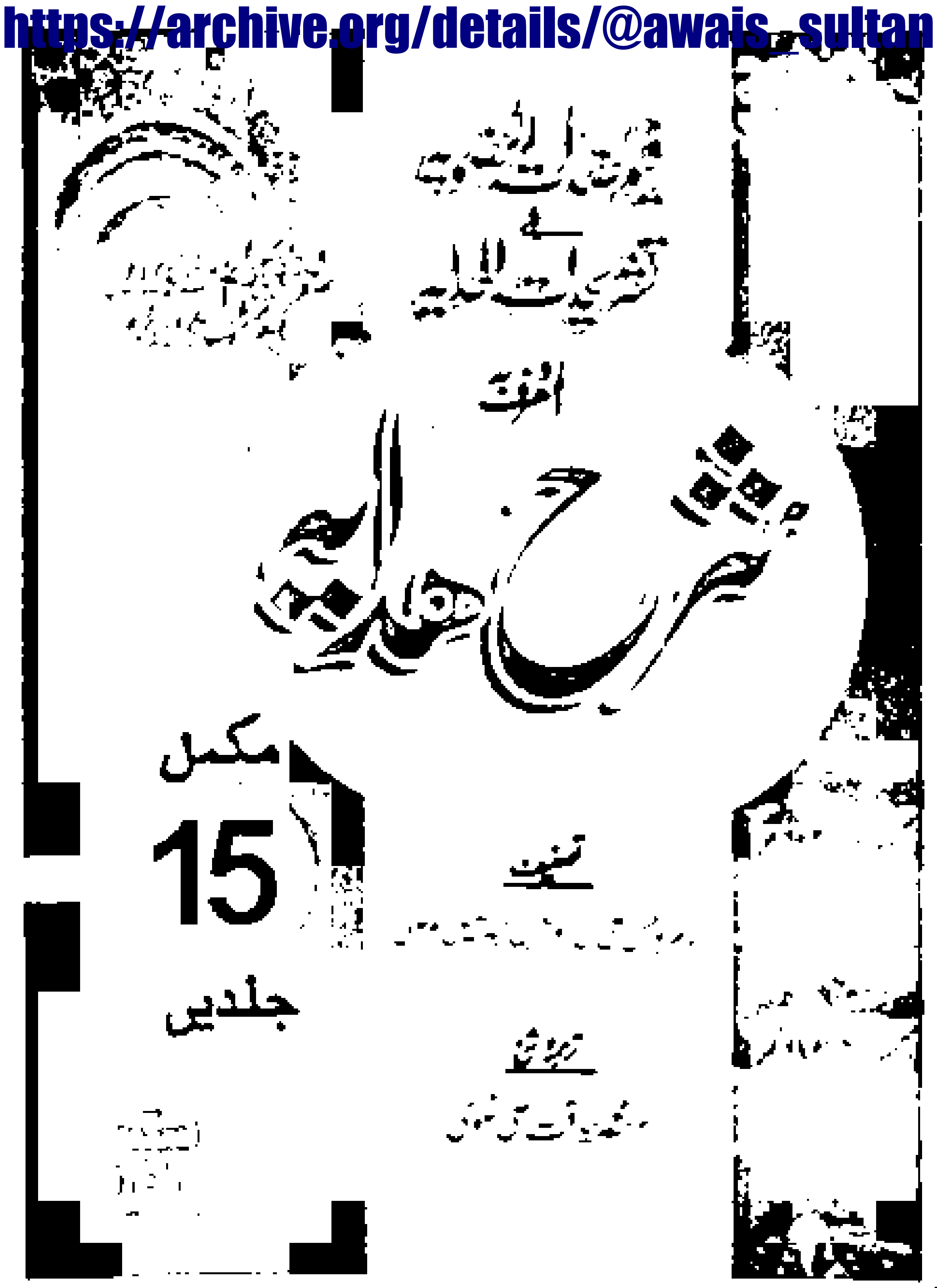
اور جب کسی بندے کو ارتداد پر مجبور کیا گیا تو اسکی بیوی اس سے بائنہ نہ ہوگی۔ کیونکہ ارتداد کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب کسی شخص کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہوتو وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اس کے اعتقاد کفر میں شک ہے۔ پس شک کے سبب بائنہ ہونا ثابت نہ ہوگا۔

اور جب عورت نے کہا کہ میں تجھ سے بائنہ ہوں اور خاوند کہہ دے کہ اس حالت میں میں کفر کا اظہار کیا تھا لیکن میرا ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو احتسان کے مطابق خاوند کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ کلمہ کفر کی وضع جدائی کے لئے نہیں ہے کیونکہ جدائی اعتقاد کے سبب سے واقع ہونے والی ہے۔ لہٰذا اکراہ کے ہوتے ہوئے یہ لفظ اعتقاد کی تبدیلی کے لئے دلیل نہ ہوگا۔ پس خاوند کی بات کا اعتبار کرلیا جائے گا۔ یہ خلاف اسلام پر اکراہ کرنے کے کیونکہ اس اکراہ کے سبب بندہ مسلمان ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس لفظ میں اسلام کا احتمال ہے اور اسلام قبول نہ کرنے کا احتمال بھی ہے پس ہم ان دونوں احوال میں سے اسلام کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے غلبہ اسلام کے لئے ہے۔ اور وہ مغلوب ہونے والا نہیں ہے۔ اور یہ بیان ہے اس کا حکم کا جو اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے۔ اور جب اس کے دل میں عقیدہ نہیں ہے تو وہ مسلمان نہ ہوگا۔

اور جب بندے کو اسلام لانے کے لئے مجبور کیا گیا ہے اور اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ بھی ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ مرتد ہو گیا ہے تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں عدم ارتداد کا شبہ بھی موجود ہے اور وہ شبہ قتل کو دور کرنے والا ہے۔ اور جب مجبور کیے گئے بندے نے یہ کہا ہے کہ میں نے گذشتہ دنوں میں ایک جھوٹی خبر دی تھی کیونکہ میں نے گذشتہ دنوں میں کفر کیا تھا تو اس کی بیوی حکمی طور اس سے بائنہ ہو جائے گی۔ اس لئے کہ وہ اس چیز کا اقرار کرنے والا ہے اور کلمہ کفر میں کلام کیا ہے اگرچہ اس نے مذاق میں

کیا ہے۔ حالانکہ کفریہ کلمہ کہنے سوا بھی اس کے لئے کوئی ذریعہ موجود تھا۔

اور اسی حکم کے موافق اس شخص کا حکم ہے جس نے صلیب کو سجدہ کیا یا پھر اس نے نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرنے (نعوذ باللہ) کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا ہے اور اس نے اس طرح کہا ہے کہ میں نے اس سجدہ سے خدا کی نیت کی ہے اور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی دوسرے محمد کو مراد لیا تھا تب بھی قضاء کے اعتبار سے اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی۔ جبکہ دیانت کے اعتبار سے اس کی بیوی بائنہ نہ ہوگی۔ اور جب اس نے نعوذ باللہ صلیب کو سجدہ کر لیا ہے یا اس نے نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کیا ہے اور اس کے دل میں اللہ کے لئے سجدہ کرنا اور نبی ﷺ کے سوا کسی دوسرے کو سب وشتم کرنے کا خیال تھا تو اس کی بیوی بطور دیانت بائنہ اور بطور قضاء بھی بائنہ یعنی دونوں طرح سے بائنہ ہو جائے گی۔ اسی دلیل کے سبب جو پہلے بیان کر دی گئی ہے۔ کفایہ منتہی میں اس پر ہم نے مزید دلائل دیئے ہیں۔ اور اللہ ہی سے زیادہ جاننے والا ہے۔



مکمل 15 جلدیں

1 کتاب الطہارۃ

2 کتاب الصلوٰۃ

3 کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم

4 کتاب الحج

5 کتاب النکاح

6 کتاب الطلاق

7 کتاب العتاق باب اللعان العدۃ

8 کتاب الایمان والحدود

9 کتاب السیر کتاب اللقیط کتاب اللقطہ کتاب الابان
کتاب المفقود کتاب الشرکۃ کتاب الوقف

10 کتاب البیوع

11 کتاب الصرف کتاب الکفالہ

12 کتاب الدعویٰ الی کتاب الاجارات

13 کتاب المکاتب الی المساقاۃ

14 کتاب الزبائح الی الرہن

15 کتاب الجنایات الی الخنثیٰ